بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

روح البیان

مصنف

حضرت علامہ شیخ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ

مترجم

شیخ التفسیر مولانا محمد فیض احمد اویسی

رضوی کتاب گھر دہلی

For More Books Click On
Ghulam Safdar
Muhammadi Saifi

Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بفیض حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری برکاتی نوری قدس سرہٗ

فیوض الرحمٰن اُردو ترجمہ تفسیر

روح البیان

پارہ ۲۳/۲۴

مفسر

حضرت علامہ شیخ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ

مترجم

شیخ التفسیر مولانا محمد فیض احمد اویسی رضوی

رضوی کتاب گھر رجسٹرڈ

۴۲۵، اُردو مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی ۶

فون: 011-23264524

For More Books Click On Ghulam Safdar Muhammadi Saifi

Scanned with CamScanner

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ
نیو ایڈیشن ۲۰۰۹ء ★ کوئی صاحب بلا اجازت عکس نہ لیں

نام کتاب : فیوض الرحمٰن اردو ترجمہ تفسیر روح البیان
مصنف : علامہ الشیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم : شیخ التفسیر علامہ محمد فیض احمد اُویسی مدظلہ العالی
باہتمام : حافظ محمد قمر الدین رضوی
ناشر : رضوی کتاب گھر دہلی
پارہ : (۲۳+۲۴)
صفحات : ۹۹۶
تعداد اشاعت : ۱۱۰۰
مطبع : رضوی پریس ایجنسی، دہلی
ہدیہ مکمل سیٹ :

For More Books Click On Ghulam Safdar Muhammadi Saifi

RAZVI KITAB GHAR
425, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6
Ph:.011-23264524 Email:razvikitabghar@yahoo.co.in

ہمارا شہر میں اہلسنت کا مرکزی کتب خانہ

رضوی کتاب گھر ۱۱۴
نیی نگر، بھیونڈی ضلع تھانہ
Ph :. 02522-220609

نیو رضوی کتاب گھر
نزد محمدیہ ہائی اسکول، نیی پیر روڈ، بھیونڈی ضلع تھانہ
Mob:. 09823625741

Scanned with CamScanner

وَمَا لِىَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِىْ

وَمَا لِىَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِىْ فَطَرَنِىْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○
ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ
عَنِّىْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ○ اِنِّىْٓ اِذًا لَّفِىْ
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ اِنِّىْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ○ قِيْلَ
ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِىْ يَعْلَمُوْنَ ○ بِمَا غَفَرَ لِىْ
رَبِّىْ وَجَعَلَنِىْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ○ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ
مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ○ اِنْ
كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ○ يٰحَسْرَةً عَلَى
الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○
اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ

Scanned with CamScanner

لَا يُرْجَعُوْنَ ○ وَإِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ○

ترجمہ۔ اور مجھے کیا ہے کہ اس کی بندگی نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تمہیں پلٹنا ہے۔ کیا اللہ کے سوا اور خدا ٹھہراؤں کہ اگر رحمٰن میرا کچھ برا چاہے تو ان کی سفارش میرے کچھ کام نہ آئے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں۔ بیشک جب تو میں کھلی گمراہی میں ہوں۔ مقرر میں تمہارے رب پر ایمان لایا تو میری سنو۔ اس سے فرمایا گیا کہ جنت میں داخل ہو۔ کہا کسی طرح میری قوم جانتی جیسی میرے رب نے میری مغفرت کی اور مجھے عزت والوں میں کیا اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہ اتارا اور نہ ہمیں وہاں کوئی لشکر اتارنا تھا۔ وہ تو بس ایک ہی چیخ تھی جبھی تو وہ بجھ کر رہ گئے اور کہا گیا کہ ہائے افسوس ان بندوں پر۔ جب ان کے پاس کوئی رسول آتا ہے تو اس سے ٹھٹھا ہی کرتے ہیں۔ کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی سنگتیں ہلاک فرمائیں کہ وہ اب ان کی طرف پلٹنے والے نہیں اور جتنے بھی ہیں سب کے سب ہمارے حضور حاضر لائے جائیں گے۔

تفسیر عالمانہ۔ ومالی۔ اور مجھے کونسی شے سامنے ہے کہ لا اعبد الذی فطرنی اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور عدم کے جنگل سے ظاہر فرمایا اور کئی طرح کے الطاف و کرم سے پالا۔ (فاطر سورۃ کے اول میں لفظ فطر کی تحقیق گزر چکی ہے) یہ بھی اس کا لطف و کرم ہے کہ اس نے ناصحانہ طور رہبری فرمائی ہے اور خالص نصیحت یہ ہے کہ جو اپنے لیے پسند کرے وہی دوسرے کے لیے اختیار کرے۔ اس میں کافروں کو تنبیہ کیا کہ خالق کو چھوڑ کر غیر کی پرستش اچھی نہیں جیسا کہ و الیہ ترجعون دلالت کرتا ہے۔ تہدید میں مبالغہ ہے وہ یہ کہ تم نے صرف اسی کے ہاں حاضر ہونا ہے جیسا کہ مرنے کے بعد جزا و سزا کے لیے سب کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کا عقیدہ ہے۔

نکتہ۔ فطر کی نسبت (ابن النجار) نے اپنی طرف اور ترجعون کی قوم کی طرف اس لیے کہ فطر میں نعمت ہے اور وہ ابن النجار کو لائق ہے اور ترجعون میں زجر و توبیخ ہے اور

ل جس کا واقعہ بیان ہو رہا ہے اس کی تفصیل ابھی سورۂ یٰس کے دوسرے رکوع سے شروع ہے۔ اویسی غفرلہٗ

Scanned with CamScanner

وہ قوم کے لیے موزوں ہے (فتح الرحمٰن)

نکتہ:۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ عبودیت فطرت میں گویا کا بجز ہے اور معرفت خلقۃ و فطرۃً اوپر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام (ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے) اگر معرفت فطرت کا کا بجز ہوتی تو آگے فابواہ یہودانہ و یمجسانہ و ینصرانہ (اس کے باپ یہودی مجوسی نصرانی بنا دیتے ہیں) کا ارشاد گرامی نہ ہوتا بلکہ معرفت کشف جلال و جمال سے متعلق ہے اور یہ ایسا بدیہی امر ہے کہ اس میں کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور اسے نہ کسی علت کی محتاجی ہے اور نہ کسب سے حاصل ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے فرمایا ولقد آتینا ابراھیم رشدہ من قبل (اور بیشک ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اس سے پہلے رشد عنایت فرمائی۔

فائدہ:۔ بعض نے فرمایا کہ عبد خالص وہ ہے جو فطرت کو دیکھ کر عمل کرے اور اس سے بزرگ وہ ہے جو خود پیدا کرنے والے کے مشاہدہ پر عمل کرے۔

ربط:۔ ابن انجار نے دوبارہ پھر اپنے بیٹے نصیحت کے طور کلام شروع فرمایا کہ أأتخذ من دونہ کیا میں اپنے پیدا کرنے والے کے غیر یعنی غیر اللہ کو بناؤں آلھۃ باطل معبود یعنی بت۔ یہ انکار و نفی علی الاطلاق ہے یعنی میں بتوں کو ہرگز معبود نہ بناؤں گا۔ اس کے بعد جملہ مستانفہ أأتخذ کی تعلیل کے لیے ہے۔ ان یردن الرحمٰن بضر۔ اگر رحمٰن ضرر کا ارادہ فرمائے یعنی اگر رحمٰن کسی کو ضرر پہنچانا چاہے الضر برائی اور مکروہ شے کا نام ہے جس سے ضرر پہنچے۔ لا تغن عنی شفاعتھم تو مجھے بتوں کی سفارش نہ بچا سکے گی۔ شیئًا کچھ بھی یعنی اُن کی شفاعت مجھے ذرہ برابر بھی نفع نہ دے سکے گی کیونکہ اُن کو جب شفاعت کا اذن نہیں ہے تو پھر خاک نفع پہنچائیں گے۔ شیئًا کی نصب علی المصدریۃ ہے اور لا تغن جواب شرط اور جملہ شرطیہ مستانفہ ہے اس کا اعراب لفظی کوئی نہیں۔ ولا ینقذون اور نہ وہ مجھے عذاب سے چھڑا سکیں گے الانقاذ بمعنی التخلیص یعنی اپنی مدد سے یہ مجھے ضرر اور پریشانیوں سے چھڑا نہیں سکیں گے۔ اس کا عطف لا تغن پر ہے اور نون عامل جازم کی وجہ سے محذوف ہوگیا۔ دراصل لا ینقذوننی تھا۔ نون گر گیا اس میں تعمیم بعد تخصیص ہے۔ دونوں سے واضح کرنا ہے کہ ان کے بت نہایت درجہ کے عاجز اور بیکار ہیں کسی قسم بھی قدرت نہیں رکھتے۔

فائدہ:۔ امام سہیل نے نقل کیا کہ حبیب نجار جذام کے مرض میں مبتلا تھا حواری کی دعا سے اسے شفا نصیب ہوئی تو یہی کہا۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ اس کا لڑکا بیمار تھا۔ ان دونوں اقوال میں تطبیق یونہی ہو کہ دونوں بیمار ہوئے ہوں

Scanned with CamScanner

یا لڑکے کی بیماری اپنی طرف منسوب کر دی اسی لیے ضرر کو بھی اپنی طرف منسوب فرمایا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی قوم کا ضرر مراد ہو کیونکہ مروی ہے کہ ان کے بہت سے بیماروں نے رسل کرام کی دعا سے شفا پائی پھر ان کے ضرر کو بھی اپنی طرف منسوب کیا تاکہ ان کے دل نرم ہوں اور حق کو قبول کریں۔

انی اذا۔ بیشک اس وقت جب کہ میں غیر اللہ کو معبود بناؤں گا لفی ضلل مبین ہوں گا میں کھلی گمراہی میں کیونکہ شرک کی شان نہیں کہ وہ کچھ نفع دے اور ضرر کا دفع بھی خالق و قادر کرتا ہے اور اس کے سوا کوئی قادر ہے ہی نہیں اور سوائے اس کی خیر کے کوئی خیر نہیں۔ ضلل مبین کا معنیٰ ظاہر ہے کسی پر اس کا معنیٰ و مفہوم مخفی نہیں۔

انی امنت بربکم۔ بیشک میں ایمان لایا تمھارے رب پر جس نے تمھیں پیدا کر کے ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا۔

سوال:۔ بربکم کیوں کہا انہیں بربی کہنا چاہیئے تھا۔

جواب:۔ تاکہ انھیں معلوم ہو کہ عبادت کا مستحق وہ ہے جو نعمتوں سے نوازے اور یہ انھیں یقین تھا کہ ان کے بت کسی کو کچھ نہیں دیتے اگر وہ بربی کہتے تو قوم کہہ سکتی تھی تو اپنے رب کی عبادت کرتا رہ ہم اپنے ارباب کی جو ہمارے معبود ہیں۔

فاسمعون۔ مجھ سے وعظ و نصیحت سن کر قبول کرو اور میری بات مانو۔ یہ اس محاورہ سے ہے جو ہم نماز میں کہتے ہیں۔ سمع اللہ لمن حمدہ۔ یعنی جو اس کی حمد کرتا ہے تو وہ اسے قبول کرتا ہے۔

فائدہ:۔ کافروں کے ساتھ بالمشافہ گفتگو سے اپنے دین پر تصلّب کا اظہار ہے اور واضح کر دیا کہ اسے جان کی کوئی پرواہ نہیں۔

فائدہ:۔ رب کی اضافت ان کی طرف میں تحقیق حق اور متنبہ کرنا ہے کہ جنہیں اپنے معبود بناتے ہو وہ سراسر باطل ہیں۔ (الارشاد)

فائدہ:۔ بار بار کی تاکید کمال رغبت و نشاط کا اظہار مقصود ہے۔

ابن نجار کفار کے نرغے میں

حضرت ابن نجار نے جب کفار کی نصیحت سے فراغت پائی تو کفار ان پر ٹوٹ پڑے اور لاتوں اور گھونسوں سے مار مار کر آنتیں باہر نکال دیں۔ پھر کنوئیں میں پھینک دیا۔ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور سدی نے کہا کہ اسے پتھراؤ کیا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

Scanned with CamScanner

ابن نجار کی شفقت ورحمت:۔ جب ابن نجار کو کفار پتھراؤ کر رہے تھے تو آپ کہہ رہے تھے اللھم اھد قومی۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت نصیب کر۔

فائدہ:۔ یہ ان کی کمال شفقت کی دلیل ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شفقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا عکس ہے۔

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے رشتہ داروں نے سخت مارا اور کہتے کہ حق کو چھوڑ کر پھر دین باطل کی طرف واپس آ تو آپ دعا فرماتے:۔

اللھم اھد بنی تیم فانھم لا یعلمون یامرونی بالرجوع من الحق الی الباطل۔

"اے اللہ بنو تیم کو ہدایت دے کیونکہ وہ نہیں جانتے وہ مجھے دین حق سے ہٹ کر باطل کی طرف رجوع کا حکم دیتے ہیں"

فائدہ:۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ شفقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا عکس ہے یا آپ کے بحر شفقت کا ایک چلو ہے جیسے اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ماصب اللہ تعالیٰ شیئا فی صدری الا وصببتہ فی صدر ابی بکر

وہ جو اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں ڈالا وہی میں نے ابوبکر کے سینہ میں ڈال دیا۔

شفقت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بھی مشرکین نے ایسے ہی کیا اور آپ کا دانت مبارک شہید کیا اور مہر نبوت پر گوبر اور گندگی پھینکی۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پر شفقت ورحمت فرماتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون

ترجمہ:۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے اس لیے کہ وہ نہیں جانتے۔

Scanned with CamScanner

مثنوی شریف میں ہے ؎

طبع را کشتند در حمل بدی
تا حمولی گز بود ہست ایزدی

ترجمہ :۔ طبیعت کو دکھ اٹھانے سے ذبح کیا تاکہ بار امانت ایزدی کے اٹھانے کی مشق ہو

اے مسلمان خود ادب اندر طلب
نیست الاحمل از ہر بے ادب

ترجمہ :۔ اسے مسلمان خود کو ادب میں طلب کر۔ ہر بے ادب سے دکھ اٹھانے کے بغیر مطلب حاصل نہ ہوگا۔

ابن نجار پر کفار کی سختیاں

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کفار نے ابن نجار کے گلے میں رسی باندھ کر شہر کے باہر ایک درخت پر لٹکا دیا۔ بعض نے کہا کہ آرہ سر پر رکھ کر پاؤں تک دو ٹکڑے کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے رس (مشہور کنواں) میں پھینک دیا اور اس کی قبر بازار انطاکیہ میں ہے۔

فائدہ :۔ بعض نے کہا کہ حبیب نجار نے کفار کو باتوں میں لگائے رکھا اور طویل گفتگو میں مشغول رہے تاکہ رسل کرام کو شہید نہ کر سکیں۔ جب انھیں کہا انی اٰمنت بربکم الخ تو کفار اس پر ٹوٹ پڑے اور قتل کر دیا۔ جو کفار ابن نجار کے قتل میں مشغول ہوئے تو رسل کرام فرصت پاکر صحیح سالم بچ نکلے۔ حواشی ابن الشیخ۔

فائدہ :۔ کاشفی مرحوم نے فرمایا کہ ایک قول یہ ہے کہ وہ رسل کرام بسلامت واپس لوٹے لیکن حبیب ابن النجار شہید ہو گیا۔ ایک قول یوں ہے کہ نبی علیہ السلام اور بادشاہ اور دیگر اہل ایمان شہید کر دیئے گئے۔

فائدہ :۔ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا وقتلوا الرسل الثلاثۃ۔ کافروں نے تینوں رسل کرام کو شہید کر ڈالا ؎

چوں سفیہاں راست ایں کار دکیا
لازم آمد یقتلون الانبیاء

ترجمہ :۔ جب نالائقوں کو یہ بیوقوفی لازم ہے تو ناچار وہ انبیاء کو شہید کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

تفسیر عالمانہ: قیل ادخل الجنۃ۔ حبیب نجار کو بہشت میں داخل کرتے وقت کہا جائے گا بہشت میں داخل ہو یعنی شہید ہو جانے کے بعد یہ اس کی تعظیم و تکریم میں کہا جائے گا۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ اسے خوشخبری سنائی جائے گی کہ تو بہشتی ہے کہ بعث و نشور کے بعد تو بہشت میں داخل ہوگا۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ مرتے ہی اسے کہا گیا کہ بہشت میں جا کیونکہ بعث و نشور کے بعد ہی جزا مرتب ہوگی۔

سوال: صرف قیل پر کیوں اکتفا کیا گیا قیل لہ کیوں نہیں کہا گیا۔

جواب: مقول کا بیان مطلوب ہے نہ کہ مقول لہ کا کیونکہ اس کا حال تو ظاہر ہے یا اس کے ذکر میں (علت و مبالغہ) مقصود ہے کہ گویا مراد صرف یہی ہے اور یہ جملہ مستانفہ اور سوال کا جواب ہے جو اس کی حکایت حال و مقال سے پیدا ہوتی گویا کسی نے کہا کہ حبیب نجار کا مرنے کے بعد کیا ہوا اس نے اپنے پروردگار کے ہاں کیا مرتبہ پایا کہ اس نے دین میں تصلّب بھی دکھایا اور سختیاں بھی جھیلیں تو اسے کیا ملا۔ اس کے جواب میں فرمایا۔ قیل الخ ایسے ہی اس کا قول۔

قال - یہ سوال کا جواب ہے گویا سوال یہ ہے کہ حبیب نجار کو اللہ تعالیٰ نے جب بہشت میں داخل فرمایا تو اس نے کیا کہا تو فرمایا قال یعنی حبیب نجار نے بہت بڑی نعمت پاکر آرزو کرتے ہوئے کہا کہ کاش میری قوم کو میری جیسی دولت مل جاتی۔ اگر وہ کفر سے تائب اور ایمان میں داخل اور طاعت میں شامل ہوں۔ جیسے اولیاء کرام کا طریقہ ہے کہ غصہ پی کر دشمنوں پر رحم فرماتے ہیں۔ ابن نجار نے یہ اس لیے کہا تاکہ قوم کو معلوم ہو کہ وہ اس عظیم امر سے بے خبر رہے اور میں حق پر تھا اور ان کی عداوت مجھے سعادت کی طرف لے گئی۔ یالیت قومی۔

فائدہ: ایسے مقام پر یا محض تنبیہ کے لیے آتا ہے۔ یہ بتانا مطلوب نہیں کہ مُنَبَّہ کون ہے۔ اب معنی یہ ہے کہ کاش میری قوم یعلمون بما غفر لی ربی جانتی کہ میرے پروردگار نے مجھے کس سبب سے بخشا ہے۔

فائدہ: ما موصولہ یا مصدریہ ہے بمعنی بمغفرتی الخ اور با یعلمون کا صلہ یا استفہامیہ ہے اسی لیے اپنے اصل پر ہے ورنہ حرف جارہ کے وقت لکھنے میں نہ آتا اور با غفر کے متعلق ہے لیکن استفہام سے تفخیم مطلوب ہے کہ اس نے تمہارے دین کو چھوڑا اور تمہاری اذیتوں پر اعزاز دین کے لیے صبر کیا جنہیں جنت میں انعام نصیب ہوتا ہے اور یہ آدھا انعام ہے کیونکہ

Scanned with CamScanner

مکمل انعام بہشت میں بعث و نشور کے بعد داخل ہونے کے حاصل ہوگا۔ جب روح کو جسم میں داخل کیا جائیگا۔

حدیث شریف:۔ حدیث مرفوع میں ہے نصح قومہ حیا و میتا۔ حبیب نجار نے اپنی قوم کو زندگی اور بعد موت ہر دونوں حالتوں میں نصیحت کی۔

فائدہ:۔ اگر ان کو اس کی کرامت معلوم ہو جائے یعنی مرنے کے بعد کی باتیں سن لیتے تو ضرور ایمان لاتے۔

مسئلہ:۔ مومن پر لازم ہے کہ عوام کی خیر خواہی میں کمی نہ کرے وہ اسے نفع پہنچائیں یا نقصان وہ اس کے ساتھ نرمی کریں یا سختی اس کی خدمت کریں یا مذمت۔

فائدہ صوفیانہ:۔ حضرت حمدون قصار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نفس سے رؤیت خلق کا تصور کبھی وقت بھی زائل نہیں ہوتا یہاں تک کہ اگر اسے گرا دیا جائے تو انسان کو حضرت الہیہ کا مشہد اعلیٰ نصیب ہو دیکھئے کہ حبیب نجار کو بہشت کے داخلہ کے بعد بھی اس تصور نے نہ چھوڑا۔

نکتہ از صاحب روح البیان

فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے حجاب امکان جانب نفس خلق و کثرت کے متعلق ہے اور وہ انسان کو کبھی چھوڑنے والا نہیں۔ یہ انسلاخ اگرچہ کاملین کے لیے ممکن ہے کہ وہ کمال شہود کے وقت خالی ہو جائیں لیکن یہ انسلاخ انھیں حدوث و امکان کی حد سے بالکل خارج نہ کردے گا ورنہ ممکن حادث قدیم ہو جائے گا اور یہ محال ہے۔

فائدہ:۔ کشف الاسرار میں ہے کہ انسان کی کرامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ راہِ حق اور دین و اسلام میں مردانہ وار جان قربان کرے جیسے حبیب نجار نے کیا تاکہ اسے اس کی طرح کرامت و خلعت نصیب ہو اور بوقت مرگ اسے کہا جائے ادخل الجنۃ۔ بہشت میں داخل ہو۔

فائدہ:۔ جو اس کے ساتھی ایسی پریشانیوں میں مبتلا ہوتے ہیں تو انھیں حکم ہوتا ہے لا تخافوا ا خوف نہ کھاؤ۔ ولا تحزنوا۔ غم نہ کھاؤ۔ وابشروا بالجنۃ اور جنت کی خوشخبری سنو۔

حکایت:۔ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بوقت نزع فرما رہے تھے لا بعد لا بعد۔ آپ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا ابا جان کیا فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹے بہت مشکل وقت ہے دعا کیجئے تاکہ ایمان بسلامت لے جاؤں۔ یہ دیکھ ابلیس میرے سرہانے کھڑا اپنے سر پر خاک اڑا کر کہہ رہا ہے اے احمد میرے ہتھکنڈوں سے بچ کر ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔ میں اسے کہہ رہا ہوں ابھی دیر ہے ابھی سانس آ جا رہا ہے ممکن ہے پھسل جاؤں

Scanned with CamScanner

فضلِ خدا کا متمنی ہوں کہ وہی اپنے فضل و کرم سے میرا بیڑا پار فرمائے۔

حکایت: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو بوقت مرگ قبلہ رُخ کیا لیکن وہ ہر بار چہرہ قبلہ سے ہٹا لیتا۔ ندا آئی اے علی (رضی اللہ عنہ) اسے ایسے ہی رہنے دے کیونکہ جسے ہم ذلیل کرتے ہیں اسے کوئی عزیز نہیں بنا سکتا۔ ایسے ہی جسے ہم عزیز بنائیں اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا۔

بوقت مرگ تبسم: حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ خدا دنیا سے رخصت ہو کر ملک بقا کو روانہ ہوتا ہے اور غسال اسے تختہ پر لٹا کر نہلانے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے ندا آتی ہے کہ اے غسال تم اس کے ظاہر کو دھو لو میں اس کے باطن کو رحمت کے پانی سے دھوتا ہوں۔ ساکنان حضرت جبروت پوچھتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں اس نور کے متعلق آگاہ فرمائیے جو اس کے منہ سے موجزن ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ میرے جلال کا نور ہے جو اس کے باطن سے جلوہ گری فرما رہا ہے۔

حبیب نجار کی آخری منزل

جب حبیب نجار اس منزل پر پہنچے تو انہیں خطاب ملا ادخل الجنۃ۔ بہشت میں داخل ہو جا یعنی اس منزل میں آ جا جہاں دوستانِ خدا مشتاقانِ ذات کبریا کو آرام ملتا ہے یہاں طوبیٰ وحسنیٰ و زلفیٰ ہے۔

فائدہ: طوبیٰ عیش بے عتاب زلفیٰ ثواب بے حساب حسنیٰ دیدار بے حجاب کو کہا جاتا ہے۔ جب حبیب کو یہ مرتبہ ملا تو قوم کو یاد کر کے کہا **یالیت قومی یعلمون** یعنی آرزو کر رہا تھا کہ کاش میری قوم کو معلوم ہو تا کہ میں کہاں اور کس مقام پہ پہنچا ہوں کہ دیدار الٰہی بھی نصیب ہے اور اس کی مغفرت بھی۔[۱]

---

[۱] صاحب روح البیان کے دور یا ان کے ملک کے رواج کے مطابق بائیسواں پارہ کا اختتام یہاں پر ہے اور ہمارے ملک اور زمانہ میں بائیسواں پارہ کا اختتام پہلے ہو چکا۔ فقیر نے اس تحریر کو جمادی الآخرہ سنہ ۱۴۰۰ھ بروز سہ شنبہ بعد از نماز اشراق ختم کیا۔ لیکن چونکہ ہمارے ملک اور زمانہ کے رواج کے مطابق رکوع تمام ختم نہیں ہوا اسی لیے تفسیر و ترجمہ آگے مسلسل جا رہا ہے۔ ممکن ہے صاحب روح البیان قدس سرہٗ کے دور و ملک کے رواج پر رکوع ختم ہو لیکن فقیر کا ترجمہ اپنے دور اور ملک کے رواج پر ہے۔

(اویسی غفرلہٗ)

آنجا کہ ابرار نشستند نشستیم
صد گونہ شراب از کف اقبال چشیدیم

ترجمہ ۔ جہاں ابرار کی نشست گاہ ہے ہمیں وہاں کی نشست نصیب ہوئی اور محبوب کے ہاتھ کئی قسم کے شراب نصیب ہوئے۔

ما از ہمہ مقصود بخشائش حق بود
المنۃ للہ کہ بمقصود رسیدیم

ترجمہ ۔ ہمارا مقصد تو بخشائش حق تھی۔ اس کا احسان عظیم ہے کہ ہم نے مقصود پا لیا۔

تفسیر عالمانہ ۔ وما انزلنا علی قومہٖ ۔ اور ہم نے حبیب نجار کی قوم یعنی اہل انطاکیہ پر من بعدہٖ ۔ اس کے شہید ہو جانے کے بعد من جند کسی لشکرے من السماء ۔ آسمان سے بھیجا۔ ان کے ہلاک کرنے اور ان سے بدلہ لینے میں جیسے ہم نے بدر اور خندق میں ملائکہ بھیجے۔ بلکہ ہم نے ایک فرشتے کی چیخ سے ان کا کام تمام کر ڈالا۔

وما کنا منزلین ۔ اور ہم نازل کرتے والے ہیں۔ اور یہ ہماری حکمت کے خلاف ہے کہ ہم کسی قوم کو آسمانی لشکرے ہلاک کر ڈالیں کیونکہ ہماری تقدیر میں لکھا ہے کہ ہر شے کا کوئی سبب ہوتا ہے اسی لیے ہم نے کسی کو جھنگاڑ سے کسی کو خسف سے کسی کو غرق کر کے تباہ و برباد کیا۔ یہ صرف اے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی خصوصیت سے ہے کہ آپ کی مدد کے لیے آسمان سے ملائکہ بھیجے۔

فائدہ :۔ آیت میں اہل انطاکیہ کی تحقیر اور اُن کے ہلاک کرنے کا استخفاف کہ انھیں معمولی سی زجر و توبیخ سے برباد کیا کہ ایک عبد مامور کے جھنگھاڑ کے بجائے پرندوں اور وحوش سے ہلاک فرمایا اور رسول اکرم نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان مبارک کی تعظیم و تفخیم کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ذات جب ایک بہت بڑی قوم کو صرف ایک فرشتے کی چیخ سے تباہ و برباد کر سکتا ہے تو وہ آپ کی باغی اُمت کے چند معمولی افراد کو ایک فرشتے کی چیخ۔ کے ذریعے تباہ کرنے کے بجائے صرف مدد پہنچانے کی غرض سے ہزاروں فرشتے بدر و خندق میں بھیج دیئے یہ صرف اپنے محبوب کریم رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم و اعزاز کا اظہار تھا اور بس ورنہ انھیں ملائکہ کے مظاہرہ و معاونت کی محتاجی نہ تھی۔

سوال :۔ جب اہل انطاکیہ کو نہ آسمان کے لشکرسے تباہ کیا اور نہ ہی زمین سے تو پھر من السماء کی تخصیص کیوں۔

Scanned with CamScanner

جواب :۔ من السماء کا اضافہ احتراز کے لیے نہیں بلکہ ظاہر کرنا ہے کہ ان کی تباہی تو صرف ایک آسمانی کڑاک سے ہوئی۔

ان کانت الا صیحۃ۔ اہل انطاکیہ کی وہ تباہی و بربادی نہ تھی مگر ایک ہی چنگھاڑ سے جو جبریل علیہ السلام نے صرف دو پروں کو ان کے شہروں پر ہلا کر چیخ ماری جس سے وہ تباہ و برباد ہو گئے۔

فاذاھم خامدون۔ تو وہاں ہوئے وہ بجھنے والے یعنی مردہ کہ نہ ان سے سانس کی آواز نی جاتی نہ حرکت محسوس ہوتی۔

نکتہ :۔ انھیں بجھی ہوئی آگ سے اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ انسان جب زندہ ہوتا ہے تو اس میں آگ جیسے شعلے ہوتے ہیں اور جب مرجاتا ہے تو راکھ جیسا ہوتا ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں خمدات النار۔ یعنی آگ کے شعلے ختم گئے لیکن انگارے نہیں بجھے لیکن جب کہیں خمدت تو معنیٰ ہوتا ہے اس کے انگارے بھی بجھ گئے۔

نکتہ :۔ الکواشی میں ہے خامدون کے بجائے خامدون فرمایا حالانکہ بلیغ تر ہامدون تھا۔ اس لیے کہ ان کے ہلاک ہونے کے بعد ان کے اجسام موجود تھے جیسے خمود کا تقاضا ہے۔

بے ادبی کی سزا جلد ملی

حبیب نجار اور رسل علیہم السلام کی شہادت کے بعد تیسرے دن یہ لوگ بھی تباہ و برباد ہو گئے بعض نے فرمایا کہ ان کی شہادت کے بعد اسی دن ان کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ بعض نے کہا ادھر وہ ان کو شہید کرنے سے فارغ ہوئے تھے کہ تباہی و بربادی کا نشانہ بن گئے۔

نکتہ :۔ اس سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی گستاخی پر غیظ و غضب فرماتا ہے اور انھیں ایسے پیس ڈالتا ہے جیسے شیر بکری کے چھوٹے بچے کو۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایسے اعمال و افعال سے محفوظ فرمائے جو اس کے غیظ و غضب اور عذاب کا سبب بنیں۔

یاحسرۃ علی العباد۔ وائے ناکامی ان بندوں کی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ عناد پہ اصرار کرتے ہیں یہ ان احوال سے ہے جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اے حسرت حاضر ہو جا ابھی تیری حاضری کا وقت ہے جیسا کہ اس پر آیت ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزؤن ان کے ہاں کوئی رسول بھی نہیں جس کے ساتھ وہ استھزاء نہ کرتے ہوں۔ اسی لیے ناصحین کے ساتھ

استہزاء کرنے والوں پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے کیونکہ ان ناصحین کی نصیحت پر عمل کرنے سے تو دارین کی سعادت کا دارو مدار ہے لیکن استہزاء کرنے والوں نے یہ سعادت گنوا دی تو پھر افسوس کرنے والے خود ہی افسوس کریں گے اور ملائکہ اور ثقلین کے جن وانس بھی ان پر افسوس کریں گے چنانچہ فرمایا یا حسرۃ۔ یہ ان پر حسرت کی ندا ہے۔

فائدہ:- کسی شے کے ضائع ہونے پر سخت غم اور افسوس لاحق ہونے کو حسرۃ کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے ضائع ہونے پر اس کا واپس لوٹنا ممکن بھی نہیں رہتا۔ پھر اسے نہ بلایا جا سکتا نہ اپنی طرف متوجہ کیا جا سکتا ہے۔

سوال:- پھر آیۃ میں اسے کیوں پکارا گیا۔

جواب:- صرف مخاطبین کو متنبہ اور بیدار کرنا مطلوب ہے تاکہ انھیں یقین ہو کہ تمہاری یہ حالت حسرت اور افسوس کھانے کی مقتضی ہے کیونکہ اہل عرب کی عادت تھی کہ یا حسرتا اور یا عجبا کہتے تاکہ اس میں مبالغہ ہو کر یہ نداء حسرت اور تعجب کا ہے اور یہ نداء محض تنبیہہ کے لیے ہوتی۔

فائدہ:- ممکن ہے کہ ان پر یہ اظہار حسرت بطور استعارہ منجانب اللہ ہو تاکہ وہ اپنے کرتوت کو سمجھیں کہ وہ کتنا بڑا اور برا ہے جیسے دستور ہے کہ کسی سے بہت بڑی دولت ضائع ہو جائے دوسرا اس پر اظہار افسوس کرتا ہے تاکہ اسے افسوس ہو کہ اس سے بڑی خطا ہو گئی ہے پھر وہ اس پر افسوس کھائے اس سے معلوم ہوا کہ ایسے وقت اظہار افسوس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ فعل کا مرتکب اپنے کیے پر نادم ہو کر آئندہ اس پر عمل نہ کرے گا اور نہ ہی دوسرے ایسے فعل کا ارتکاب کرے گا۔ اس تقریر کی تائید یا حسرتا بھی ہوتی ہے کہ الف یاء متکلم کے بجائے آیا ہے اور اس کا منصوب ہونا اس کے طویل ہونے کے متعلق بہا کے جار سے یعنی اسے چونکہ منادی مضاف سے مشابہت ہے اسی لیے منصوب ہے وجہ تشبیہ اس کا طویل ہونا ساتھ جار متعلق کے۔

فائدہ:- بحر العلوم میں ہے کہ ما یأتیھم حکایت حال ماضی استمراری ہے یعنی وہ دنیا میں تکبر کرتے ہوئے ہمیشہ ان رسولوں سے استہزاء کرتے رہے جو ان کے ہاں حق لے کر آتے تو اسے قبول کرنے سے انکار کرتے۔

فائدہ:- اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ جیسے پچھلے انبیاء علیہم السلام سے استہزاء ہوا آپ سے آپ کی قوم استہزاء کر رہی ہے تو اس کا مطلب ظاہر ہے کہ آپ نبی برحق ہیں اور ان کو سزا جیسے پچھلے قوموں کو کہا گیا یا حسرۃ الخ۔

Scanned with CamScanner

فائدہ: تفسیر العیون میں ہے کہ یاحسرۃ علی العباد الخ کافروں کا رسل کرام علیہم السلام کے ساتھ استہزاء کے حال کا بیان ہے کہ قیامت میں انہیں کہا جائے گا یاحسرۃ یا ندامۃ علی الکفار یعنی کافروں پر حسرت وندامت ہو کر وہ رسل کرام پر ایمان نہ لائے۔ ما یاتیھم الخ جملہ ان پر حسرت آنے کی تعبیر ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ دنیا میں لوگوں کے ساتھ استہزاء کرنے والوں کے لیے قیامت میں بہشت کا ایک دروازہ کھول کر کہا جائے گا آؤ اس میں داخل ہو جاؤ جب ان کا ایک فحسہت بڑے دُکھ اور تکلیف سے دروازہ کے قریب آئے گا تو دروازہ بند ہو جائے گا۔ ایسے ہی اس کے ساتھ بار بار ہو گا یہاں تک کہ دروازہ کھلا رہے گا لیکن وہ آنے کا ارادہ نہ کرے گا کیونکہ اسے بالکل مایوسی ہو جائے گی کہ وہ اس میں داخل نہیں ہو گا۔

زبور کا مضمون

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے داؤد علیہ السلام کی زبور میں لکھا ہوا دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے مبارک ہو جو گنہگاروں کے راستہ پر نہیں چلا اور خطا کاروں کی مجلس میں نہیں بیٹھا اور نہ ہی استہزاء کرنے والوں میں داخل ہوا۔

مثنوی شریف میں ہے ۔

پارہ دوزی می کنی اندر دکان
زیر ایں دکان تو مدفون دکان

ترجمہ: دکان میں ٹکڑے سی رہا ہے اس دکان کے نیچے دکانیں مدفون ہیں۔

ہست ایں دکان گر آئی زود باش
تیشہ بستان وتکش را می تراش

ترجمہ: یہ دکان ہے اگر آتا ہے تو جلدی کر تیشہ لے کر اس کی آڑ توڑ ڈال۔

تا کہ تیشہ ناگہاں بر کان نہی
از دکان و پارہ دوزی وارہی

ترجمہ: تاکہ جب تو اچانک دکان پر تیشہ رکھے گا تو دکان اور دکان داری سے نجات پائے گا۔

پارہ دوزی چیست خورد آب ونان
می زنی ایں پارہ بر دلق گران

ترجمہ: دکانداری تو صرف کھانے پینے کا سامان ہے۔ پارہ دوزی سے الٹا گدڑی کا بوجھ بڑھتا ہے۔

ہر زماں می درد ایں دلق تنت
پارہ بروی می زنی زیں خوردنت

ترجمہ :۔ ہر آن تیرے تن کی گودڑی پھٹ جاتی ہے پھر اس پر اور کپڑا سیتا ہے کھانے پینے کی وجہ سے۔

پارہ بر کن ازیں قعر دکان
تا بر آرد سر بہ پیش تو دکان

ترجمہ :۔ اس دکان کے گڑھے سے تھوڑا سا ٹکڑا ہٹا دے تا کہ خزانہ سر اُٹھائے تیری دکان سے۔

پیش ازاں کیں مہلت خانہ گری
آخر آید تو نبردی زو بری

ترجمہ :۔ اس خانہ داری میں چند روز مہلت میں وقت آجائے گا تو کچھ بھی نہیں لے جا سکے گا۔

پس ترا بیروں کند صاحب دکان
ویں دکان را بر کند از روی کان

ترجمہ :۔ پھر تجھے دکان کا مالک دکان سے باہر نکال دے گا اس کان کی وجہ سے وہ دکان کو اکھیڑ دے گا۔

تو ز حسرت گاہ بر سر می زنی
گاہ ریش خام خود بر می کنی

ترجمہ :۔ تو حسرت سے کبھی سر پیٹتا ہے کبھی اپنے کچے زخم اکھیڑتا ہے۔

کای دریغا آن من بود ایں دکان
کور بودم بر نخوردم زیں مکان

ترجمہ :۔ افسوس ہے کہ میں تھا اور دکان لیکن قبر تک پہنچ گیا لیکن دکان سے پھل نہ کھا سکا۔

ای دریغا بود ما را برد بار
یا ابد یا حسرۃ شد للعباد

ترجمہ :۔ اپنی بربادی پر افسوس ہے ہمیشہ تک یا حسرتا للعباد کے لیے وارد ہے۔

تفسیر عالمانہ الم یروا ا۔ ان مشرکین کو توعید ہے جو کہ معظرین تھے امم سابقہ کے عذاب کی خبر سے تاکہ وہ عبرت کرکے شرک سے باز آجائیں یعنی کیا اہل مکہ کو معلوم ہیں :

کم اھلکنا قبلھم من القرون ۔ کم خبریہ ہے القرن وہ لوگ جو ایک دوسرے کے

Scanned with CamScanner

ساتھ ایک زمانہ میں مقترن ہوں یعنی ہم نے بہت سے لوگوں کو تباہ کیا۔ ان میں سے یہ بھی تھے جن کا ابھی ذکر ہوا۔ یہ اور پہلے صرف تکذیب کی نحوست سے ہلاک ہوئے۔ 2/C

الم یروا۔ اپنے مابعد پر کوئی عمل نہیں اس لیے کہ کم میں اس کا ماقبل عمل نہیں کرتا اگرچہ خبریہ ہو کیونکہ اس کا اصل استفہام ہے اگرچہ اس کا معنیٰ جملہ میں نافذ ہے۔ جیسے الم تر ان زیداً لمنطلق میں نافذ ہے۔ اگرچہ اس میں بھی لفظاً کوئی عمل نہیں کیا۔ اس سے نتیجہ نکلا کہ الم یروا کا مابعد منصوب المحل ہے۔

انھم الیھم لا یرجعون۔ بیشک وہ ان کے طرف واپس لوٹنے والے نہیں۔ یہ اھلکنا الخ سے بدل ہے۔ اب معنیٰ یہ ہے کہ کیا انہیں گزشتہ لوگوں کے ہلاک شدگان کا علم نہیں کہ کتنی امتیں ہم نے تباہ و برباد کر ڈالیں۔ پھر وہ ہلاک شدگان واپس لوٹنے والے بھی نہیں یعنی ایسے تباہ و برباد ہوئے کہ دنیا میں واپس لوٹنے کا امکان ہی نہیں رہا۔ اس کے باوجود پھر بھی وہ عبرت نہیں پکڑتے اور نہ ہی کفر و شرک سے باز آتے ہیں تو پھر جیسے وہ آئے اور گئے اور ایسے مٹ گئے کہ واپسی کا امکان بھی ختم ہے۔ ایسے ہی ان کا حال ہے کہ ایک دن یہ بھی ایسے ختم ہوں گے کہ ان کا نام و نشان تک نہ رہے گا۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ کیا نہیں جانتے کہ ان کا یہاں سے چلا جانا ایسے نہیں جیسے ایک مکان سے دوسرے مکان میں یا ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچ کر کاروبار سے فراغت کے بعد گھر واپس لوٹنا ہوتا ہے بلکہ یہ جانا تو ایسا ہے کہ جب دنیا سے جدا ہو کر جائیں گے تو پھر واپس نہیں آئیں گے یعنی بالکل مٹ کر فنا ہو جائیں گے۔

فائدہ:۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ اب میں موجودین ہلاک ہونے والوں سے نہیں مل سکتے کہ ہم نے ان کی نسل ہی ختم کر دی اور بالکل تباہ و برباد کر دیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی ویرانہ سے گزرتے تو تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر جاتے وہاں کے رہنے والوں کے ایک ایک فرد کا حال سُن سنا کر پھر فرماتے وہ کہاں گئے جنہوں نے محلات بنائے اس کے بعد خوب آنسو بہاتے اور فرماتے کہ ان غریبوں نے جان کی بازی لگا کر یہ مکانات تیار کیے۔ نازو نزاکت سے اس میں رہتے۔ پھولوں کی طرح مہکتے لیکن اب وہ مٹ کر مٹی میں مٹی ہو گئے۔ ؎

سل الطارم العالی الذی عن قطینہ
نجا ما نجا من بؤس عیش و لینہ

فلما استوی فی الملک واستبعد العدی
رسول المنایا تله لجبینہ

ترجمہ:۔ ان اونچے اور بلند محلات سے ان کے مقیمین کے متعلق پوچھئے کہ کوئی ہے تیرے رہنے والا وہ عیش آرام سے بسر کرتا رہا یا دکھ سے۔ جب وہ اپنے ملک میں آرام سے بیٹھا اور دشمنوں سے دور تھا لیکن موت کے قاصد نے اسے ماتھے کے بل لٹا دیا۔

رد عقیدہ رجعت

آیت میں اہل رجعت کا رد ہے وہ کہتے ہیں کہ قیامت سے پہلے مخلوق پھر واپس دنیا میں لوٹ کر آئے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیامت سے پہلے واپس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ آپ نے فرمایا غلط کہتے ہیں ہم نے تو ان کی ازواج کا نکاح کر دیا اور ان کی جائداد تقسیم کر ڈالی۔

مسئلہ:۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ کسی عورت کو خبر (یقینی) پہنچے کہ اس کا شوہر فوت ہو گیا وہ عدت گزرنے کے بعد نکاح کر لے اور دوسرے شوہر سے بچے بھی پیدا ہوئے پھر شوہر اول واپس آجائے تو یہ عورت اسی پہلے شوہر کی ہے صرف لیکن وہ عورت سے جماع نہ کرے تاکہ وہ عورت عدت گزارے۔

تکفیر شیعہ و روافض:۔ اسی عقیدہ پر روافض پر کفر کا فتویٰ ہے۔ جب وہ بتائیں کہ حضرت علی اور ان کے رفیق خاص دنیا میں واپس لوٹ کر اپنے دشمنوں سے بدلہ لیں گے اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جب کہ وہ اس سے پہلے جور و ستم سے بھر جائے گی اس لیے کہ ان کا یہ عقیدہ صریح نص کے خلاف ہے۔

مسئلہ:۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روحانیت حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی مدد فرمائے گی۔ جب وہ آخری زمانہ (قرب قیامت) میں تشریف لائیں گے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اہل حقائق کا مذہب ہے کہ

ان الارواح تعین الارواح والاجسام فی کل وقت وحال فاعرف هذا۔

(روح البیان صفحہ ۲۹۳ ج ۷)

ترجمہ:۔ ارواح (مقدسہ) عام ارواح و اجسام کی ہر وقت اور ہر حال میں مدد کرتی ہیں۔ اسے اچھی طرح سمجھ لے (ورنہ وہابی ہو جاؤ گے)۔

Scanned with CamScanner

وان کل لما جمیع لدینا محضرون (بیشک سب کے سب ہمارے ہاں حاضر ہوں گے) ان نافیہ اور کل کی تنوین مضاف الیہ کے عوض کی ہے۔ لما بمعنی الا ہے۔ جمیع فعیل بمعنی مفعول ہے۔

کل و جمیع کا فرق

لفظ کل احاطہ کا فائدہ دیتا ہے اس میں اجتماع نہیں ہوتا اور جمیع دونوں کا فائدہ دیتا ہے۔
المحضر۔ تمام لوگ جمع ہوں گے لدینا بمعنی عندنا جمیع کی یا اس کے مابعد کی ظرف ہے۔ اب معنی ہوا کہ تمام مخلوق ہمارے ہاں جمع ہو کر حساب اور جزا و سزا کے لیے حاضر ہو گی۔

ربط :۔ آیت سے پہلے ذکر کیا گیا کہ مرنے کے بعد دنیا میں کسی نے نہیں لوٹنا ۔اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ محشر میں سب نے ایک جگہ جمع ہونا ہے۔ اگر مرنے کے بعد اسی حالت میں چھوڑا جاتا پھر نہ اٹھنا ہوتا اور نہ ہی حساب اور جزا و سزا کی فکر ہوتی تو انسان سے خوفزدہ نہ ہوتا لیکن یہ سب کچھ ہوگا تو پھر مومن مخلص کی عزت افزائی اور کافر و منافق اور ظالم و فاسق کی رسوائی ہو گی۔ اس وقت خوشی والے خوشیاں منائیں گے اور حسرت والے حسرت کریں گے۔ اگر آج کسی کو کوئی احساس اور افسوس نہیں تو کل قیامت میں ضرور افسوس اور حسرت کریگا۔

اعدائے اولیاء کی علامات

افسوس ہے کہ ہمارے دور میں اہل حق کی مخالفت اور اولیاء اللہ کی دشمنی زوروں پر ہے ان کی ہر بات اور ان کے ہر عمل سے استہزاء اور پھبتیاں اڑائی جاتی ہیں۔ ان کے ملفوظات کو سن کر بجائے عمل کے ان کے خلاف کرتے ہیں بلکہ ان کا گلہ و غیبت کرتے رہتے ہیں اور ان کے ملفوظات و اقوال زریں سے تمسخر کرتے ہیں سوائے ان خوش بختوں کے جو ان سے عقیدت رکھتے ہیں کہ یہی وہ خوش قسمت ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے کہ وہ اولیاء اللہ سے نیک عقیدت واقع ہوئے ہیں۔ اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔

فائدہ :۔ آیت میں جیسے اللہ تعالیٰ نے شریعت کے منکرین کی تہدید و صریح فرمائی ہے ایسے ہی طریقت کے منکرین کو بھی ضمناً تہدید ہے کیونکہ شریعت کے منکرین کی طرح طریقت کے منکرین بھی ہر دور میں ذلیل و خوار ہوئے اور انشاء اللہ قیامت تک ہوتے رہیں گے۔

لہ دورِ حاضر کا بھی یہی حال ہے کہ بعض لوگ اولیاء اللہ کے دشمن ہیں الا ہم الحمد للہ ان سے محبت رکھنے والوں میں سے ہیں۔ (اویسی غفرلہ)

فضیلت اُمتِ مصطفےٰ علیٰ صاحبہا التحیۃ والثناء:- اللہ تعالیٰ نے اس اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والثناء پر احسان فرمایا ہے کہ اسے تمام اُمتوں کے بعد بھیجا تاکہ یہ سابقہ اُمم سے عبرت حاصل کریں۔

شکایت خدا اجل جلالہٗ بمصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:- اللہ تعالیٰ نے سابقہ اُمتوں کی شکایت خود ان کو سنائی اور دوسروں کو بھی لیکن اس اُمت کی شکایت صرف ان کے نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو سنائی اور بس چنانچہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میرے پروردگار نے میری اُمت کی چند شکایات مجھے سنائیں:

(۱)۔ میں نے انہیں آنے والی کل کی عبادت کا مکلف نہیں بنایا لیکن وہ مجھ سے کل کے رزق کا مطالبہ کرتے ہیں۔

(۲)۔ میں نے تو انہیں رزق کے بارے میں غیر کا محتاج نہیں بنایا لیکن یہ عمل غیروں کو دیتے ہیں۔

(۳)۔ رزق میرا کھاتے ہیں لیکن شکر یہ میرے غیر کا کرتے ہیں۔ بلکہ میری خیانت اور میری مخلوق سے صلح رکھتے ہیں۔

(۴)۔ عزت میری ہے اور میں ہی جسے چاہتا ہوں عزت بخشتا ہوں لیکن یہ میرے غیر سے طلب کرتے ہیں۔

(۵)۔ میں نے جہنم تو کافروں کے لیے تیار کی ہے لیکن یہ اس میں چھلانگ لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔

۱۔ فغان از بدیہا کہ در نفس ماست
نہ فعل نکو ہست نہ گفتار راست

۲۔ دو خواہندہ بودن بحشر فریق
ندانم کدامین دھندم طریق

۳۔ خدایا دو چشم ز باطل بدوز
بنورم کہ فردا بنارت مسوز

ترجمہ: ۱۔ اس بدی سے فریاد جو ہمارے نفس میں ہے نہ اس کا کردار اچھا نہ گفتار۔
۲۔ محشر میں دو فریق سائل ہوں گے میں نہیں جانتا کہ کسے جواب دوں گا۔
۳۔ اے اللہ میری آنکھ برائی سے سی۔ میرے نور کو کل نار سے نہ جلانا۔

Scanned with CamScanner

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا

فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ○ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ

وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ○ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ

اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ○ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا

تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ○ وَاٰيَةٌ

لَّهُمُ الَّيْلُ ۖۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ○ وَالشَّمْسُ

تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○ وَالْقَمَرَ

قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ○ لَا الشَّمْسُ

يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ

فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ○ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ

فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ○

وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ○ اِلَّا رَحْمَةً

مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ○ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ

اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ

اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ○ وَاِذَا قِيْلَ

لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ

اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ڰ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ

Scanned with CamScanner

ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ۝ وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ
صٰدِقِيۡنَ ۝ مَا يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً تَاۡخُذُهُمۡ
وَهُمۡ يَخِصِّمُوۡنَ ۝ فَلَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ تَوۡصِيَةً وَّلَاۤ اِلٰٓى اَهۡلِهِمۡ
يَرۡجِعُوۡنَ ۝

ترجمہ: اور ان کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے۔ ہم نے اسے زندہ کیا ہے اور پھر اس سے اناج نکالا تو اس میں سے کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں باغ بنائے کھجوروں اور انگوروں کے اور ہم نے اس میں کچھ چشمے بہائے کہ اس کے پھلوں میں سے کھائیں اور یہ ان کے ہاتھ کے بنائے نہیں۔ تو کیا حق نہ مانیں گے۔ پاکی ہے اسے جس نے سب جوڑے بنائے ان چیزوں سے جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان سے اور ان چیزوں سے جن کی انہیں خبر نہیں اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے ہم اس پر دن کھینچ لیتے ہیں جبھی وہ اندھیروں میں ہیں اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لیے۔ یہ حکم ہے زبردست حکم والے کا۔ اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ ہو گیا جیسے کھجور کی پرانی ڈال۔ سورج کو نہیں پہنچتا کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن پر سبقت لے جائے اور ہر ایک ایک گھیرے میں پیر رہا ہے۔ اور ان کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ انہیں ان کے بزرگوں کی پیٹھ میں ہم نے بھری کشتی میں سوار کیا اور ان کے لیے ویسی ہی کشتیاں بنائیں جن پر سوار ہوتے ہیں اور ہم چاہیں تو انہیں ڈبو دیں تو نہ کوئی ان کی فریاد کو پہنچنے والا ہو نہ وہ بچائے جائیں مگر ہماری طرف کی رحمت اور ایک وقت تک برتنے دینا اور جب ان سے فرمایا جاتا ہے ڈرو تم اس سے جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے آنے والا ہے۔ اس امید پر کہ تم پر مہر ہو تو منہ پھیر لیتے ہیں اور جب کبھی ان کے رب کی نشانیوں سے کوئی نشانی ان کے پاس آتی ہے تو اس سے منہ ہی پھیر لیتے ہیں اور جب کبھی ان سے فرمایا جائے اللہ کے دیئے میں سے کچھ اس کی راہ میں خرچ کرو تو کافر مسلمانوں کے لیے کہتے ہیں کہ کیا ہم اسے کھلائیں جسے اللہ چاہتا تو کھلا دیتا تم تو نہیں مگر کھلی گمراہی میں اور کہتے ہیں کب آئے گا یہ وعدہ۔ اگر تم سچے ہو۔ راہ نہیں دیکھتے مگر ایک چیخ کی کہ انہیں آلے گی جب وہ دنیا کے جھگڑے میں پھنسے ہوں گے تو نہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر پلٹ کر جائیں۔

Scanned with CamScanner

تفسیر عالمانہ:

وآیۃ اور مرا جملے اور جمع اور حاضر کرنے پر بہت بڑی علامت اور دلالت واضحہ ہے اور خبر مقدم ہے بوجہ متم بالشان ہونے کے۔

لھم۔ ال کر کے لیے۔ یا آیت کے متعلق ہے کیونکہ یہ بمعنی علامت ہے یا مقدر متعلق اور لھا کی صفت ہے اور الارض المیتۃ۔ مبتدا ہے بمعنی خشک و بے گیاہ زمین۔

احیینٰھا۔ جملہ مستانفہ ہے ارض میتۃ کے آیت ہونے کی کیفیت بیان کرتا ہے۔ سوال کا جواب ہے۔ گویا کسی نے پوچھا کہ خشک و بے گیاہ زمین کیسے عظیم علامت بن سکتی ہے تو فرمایا کہ ہم نے اسے زندہ کیا۔

الاحیاء۔ درحقیقت بمعنی اعطاء الحیٰوۃ ہے اور یہ حس و حرکت کی متقاضی ہے۔ اب معنیٰ یہ ہے کہ ہم نے اس میں قوتِ نامیہ پیدا کیے اور بحر حیات سے پانی نازل کر کے موسم ربیع میں رنگا رنگ کی نباتات سے اس کی رونق بڑھائی۔ قیامت میں بھی اٹھنا ایسے ہی ہوگا کہ ہم قبور میں پڑے ہوئے لاشی ابدان و اجسام کو بحر جود کے پانی سے ایسے ہی زندہ کر کے محشر میں لائیں گے جیسے ہم نے انھیں عدم سے وجود بخشا۔

واخرجنا منھا اور ہم نے زمین سے نکالا حبًّا دانے۔ الحب وہ جسے پیسا جائے اور البزر وہ جس سے تیل نکالا جائے۔ الحب حبۃ کی جمع ہے اس سے وہ دانے مراد ہیں جن پر انسانوں کی زندگی کا دارومدار ہے جیسے چاول۔ جوار۔ گندم وغیرہ وغیرہ۔ یہاں اسم جنس ہے۔ فمنہ۔ تو دانوں سے یاکلون کھاتے ہیں۔ صلہ کی تقدیم اس لیے نہیں کہ انسان کی خوراک صرف دانوں پر منحصر ہے تاکہ لازم آئے کہ اس کے سوا اور کوئی شے کھانے کے لائق نہیں۔ البتہ یہ کہا جائے گا کہ انسان کی سب سے معظم خوراک دانے ہیں اور انہی پر اس کی زندگی کا دارومدار ہے اور انسانیت کی درستگی انہی میں ہے یہی وجہ ہے کہ جب ان میں قلت اختیار کی جائے تو انسانی ڈھانچہ کمزور پڑ جاتا ہے اور ضرر بڑھ جاتا ہے۔ جب غذا نہ ہو تو اجسام و ارواح ضعف پذیر ہو کر کامیابی کھو بیٹھتے ہیں اسی لیے حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اکرموا الخبز فان اللہ اکرمہ فمن اکرم الخبز اکرمہ اللہ۔

ترجمہ: طعام کی عزت کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے عزت بخشی ہے جو طعام کی عزت کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ عزت بخشے گا:

اور فرمایا (علیہ الصلوٰۃ والسلام):

اکرموا الخبز فان اللہ سخر لہ برکات السماوات والارض والحدید والبقر و ابن آدم ولا تسند والقصعۃ بالخبز فانہ ما اھانہ قوم الا ابتلاھم اللہ بالجوع۔

Scanned with CamScanner

ترجمہ: طعام کی عزت کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کی برکتیں اس کے تابع کر رکھی ہیں اور لوہا اور حیوانات و انبیائے کرام اسی کے قابو میں ہیں اور روٹی سے برتن کو سہارا نہ دو اس لیے کہ جو طعام کی بے عزتی کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ بھوک (فاقہ) میں مبتلا کرتا ہے۔

اور فرمایا (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے

اللّٰھم متعنا بالاسلام و بالخبز فلولا الخبز ما صمنا ولا صلینا ولا حججنا ولا غزونا و ارزقنا الخبز والحنطۃ۔ (بحر الاسلام)

ترجمہ: اے اللہ ہمیں اسلام اور روٹی سے بہرہ ور فرما اس لیے کہ اگر روٹی نہ ہوتی تو ہم نہ نمازی ہوتے نہ روزے دار نہ حاجی نہ غازی۔ اے اللہ ہمیں روٹی اور دانے عطا فرما۔

ایک لقمہ کے تین سو خدام ملائکہ

جہاں تک امکان ہو روٹی کی تعظیم بجالائے اس لیے کہ صرف ایک لقمہ کی تیاری پر تین سو ملائکہ خدمت کے لیے مقرر فرمائے ان سب کے سردار میکائیل علیہ السلام ہیں جو اس کے لیے رحمت کے کنوئیں سے پانی کی اجازت بخشتے ہیں اور دیگر فرشتے جو بادلوں اور سورج اور چاند اور افلاک کو کھیتوں کے پکانے کے لیے مقرر کر رکھا ہے اور ہوا کے فرشتے بھی اسی خدمت پہ مقرر ہیں اور زمین کے اکثر جانور یہی خدمت بجالاتے ہیں اور اس خدمت کا آخر خادم روٹی پکانے والا (باورچی) ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

ترجمہ: بادل ہوا چاند سورج اور فلک تیری خدمت میں ہیں تاکہ تم روٹی ہاتھ میں لا کر غفلت سے نہ کھاؤ۔ یہ سب تیرے لیے سرگرداں اور فرمانبردار ہیں یہ انصاف کے خلاف ہے کہ تم اپنے آقا کے حکم کی خلاف ورزی کرو۔

مسئلہ: گرا ہوا روٹی کا ٹکڑا (اگرچہ تھوڑا ہو) نعمتِ الٰہی کی تعظیم و تکریم میں سے ہے۔

حماقت سے حفاظت: حدیث شریف میں ہے کہ جو دستر خوان سے گرا ہوا طعام کا ٹکڑا کھا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے خوشگوار زندگی بخشے گا اور اس کی اولاد اور ...نی

اولاد کو حفاظت سے محفوظ رکھے گا۔

حور عین کی مہر۔ فرماتے ہیں روٹی کے ٹکڑے چننا حور عین کی مہر ہے۔

مسئلہ:۔ برتن وغیرہ روٹی پر رکھنا مکروہ ہے۔ ہاں وہ سالن کا حصہ جو کھایا جائے وہ روٹی پر رکھ سکتے ہیں۔

مسئلہ:۔ انگلیاں اور ہاتھ اور چھری چاقو وغیرہ اس سے صاف کرنا مکروہ ہے ہاں اگر جس ٹکڑے سے ہاتھ صاف کیا ہے وہ کھا لیا جائے تو پھر کوئی کراہت نہیں لیکن ایسا کرنا نہیں چاہیئے۔

مسئلہ:۔ روٹی کو پیالے (برتن وغیرہ) کے کنارے لگانا تاکہ دونوں برابر ہو جائیں (تاکہ اس طرح سے روٹی کا ٹکڑا سالن میں آسانی سے ڈال سکے) مکروہ ہے۔

مسئلہ:۔ روٹی کا اگلا حصہ کھالے اور نچلا حصہ چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ (ایسے ہی روٹی کا اندر کا حصہ کھانا باقی پھینک دینا مکروہ ہے) ہاں مجبوری کی وجہ سے حرج نہیں لیکن باقی ٹکڑے زمین پر یا ویسے ہی پھینکنا مکروہ ہے بلکہ ان ٹکڑوں کو دسترخوان میں رہنے دے۔ یہ تمام صورتیں روٹی کی اہانت و تحقیر کی ہیں ایسا کرنے سے قحط اور غلہ کی مہنگائی کا موجب ہے[1] (شرح النقایہ والفوارف)

چاول کے عجوبے

(۱)۔ بعض کہتے ہیں کہ چاول نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک سے پیدا کیا گیا ہے۔

(۲)۔ بعض کا خیال ہے کہ جب اہل ہند نے اسے روم کے ملک میں لے جانے سے روکا تو وہ چاول بطخ کو کھلا کر اسے اپنے ملک میں لے گئے جب وہاں پہنچے تو بطخ کو ذبح کر کے چاول نکال لیے۔

(۳)۔ بعض اکابر نے فرمایا کہ جو کوئی چاول اس گمان پر نہیں کھاتا کہ یہ مردہ بطخ کے پیٹ سے نکلے تھے تو اسے ضرور کھانی چاہیئے۔

وجعلنا فیہا۔ اور ہم نے پیدا کیے زمین میں جنّٰت باغات بھرے ہوئے من نخیل کھجوروں سے۔ نخیل۔ نخلہ کی جمع ہے۔ واعناب۔ انگوروں سے۔ عنب کی جمع ہے۔ یہاں

---

[1] ہمارے دور میں غلہ وغیرہ کی مہنگائی اور اس میں بے برکتی کی واحد وجہ یہی ہے کہ آج کل عوام بلکہ اپنے آپ کو مہذب کہلوانے والے بھی روٹی وغیرہ کی اہانت کرتے ہیں یا بےباک ہو گئے ہیں۔ (اویسی غفرلہ)

Scanned with CamScanner

کھجوروں اور انگوروں کی تمام قسمیں مراد ہیں اسی لیے انہیں جمع اور حبۃ کو واحد لائے ہیں اور اسم جنس مختلف قسموں پر دلالت کرتا ہے۔ ہاں وہ انواع پر دلالت نہیں کر سکتا۔

کھجور اولاد آدم کی پھوپھی ہے

سوال:۔ آیت میں نخیل کے بجائے تمور کیوں نہیں فرمایا جبکہ اعناب وحب سے مناسبت بھی تمور کو ہے اس لیے کہ نخیل تنہ کو کہتے ہیں اور تمر اس کا پھل۔

جواب:۔ اس کا تنا اور پھل ہر دونوں مفید و نافع تر ہیں بخلاف انگور و دیگر اناج کے تنوں کے۔ دوسرا یہ کہ اس میں صنعت باری تعالیٰ کے آثار زیادہ نمودار ہیں اس لیے کہ یہ وہ درخت ہے جو زمین میں سب سے پہلے گاڑھا گیا اور پھر یہ اولاد آدم کی پھوپھی بھی ہے۔ وہ یوں کہ یہ آدم علیہ السلام کے جسم اطہر کی بقایا مٹی سے پیدا کی گئی ہے اسی لیے اُسے انسان سے خصوصی مشابہت ہے۔

۱۔ اس کا قد انسان کے قد کی طرح ہے۔

۲۔ طول میں انسان کی طرح لمبی ہے اور عرض میں پتلی۔

۳۔ اس کا نر مادہ سے انسان کی طرح نمایاں ہوتا ہے۔

۴۔ صرف یہی نر کے شگوفوں سے پھل دیتی ہے یعنی انسان کی طرح نر سے پھل دار ہوتی ہے۔

۵۔ اس کے شگوفے میں انسانی منی کی طرح بدبو ہوتی ہے۔

۶۔ اس کے شگوفے کے اُوپر ایک جھلی ہوتی ہے جیسا انسان کا بچہ کے لیے ہوتی ہے جب وہ ماں کے پیٹ میں لپٹا ہوتا ہے اور وہ جھلی ولادت کے وقت بچہ کے ساتھ ہوتی ہے۔

۷۔ اگر اس کا سر کاٹا جائے تو انسان کی طرح ختم ہو جاتی ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ نباتات کے زیادہ قریب مرجان ہے کہ وہ بھی انگور کی طرح پانی میں یعنی دریا میں اُگتا ہے اور اس کی شاخیں ہوتی ہیں اور نباتات میں حیوان کے قریب تر کھجور ہے کیونکہ اس کا سر کاٹا جائے تو حیوان کی طرح ختم ہو کر ثمر دینے کے قابل نہیں رہتی جب تک اس میں نر کا شگوفہ نہ ڈالا جائے اور حیوانات سے گھوڑا انسان کے قریب ہے یعنی شعور اور زیرکی کے لحاظ سے اسی لیے گھوڑا اولاد آدم کی طرح خواب دیکھتا ہے۔

۸۔ اگر کھجور کی گوند کو آفت پہنچے تو سوکھ جاتی ہے۔ یہ گوند کھجور کے لیے بمنزلہ انسانی دماغ کے ہے کہ جب انسان کے دماغ کو زد پہنچتی ہے تو انسان بیکار ہو جاتا ہے ایسے ہی یہ۔

Scanned with CamScanner

۹۔ جب ان کے نر مادہ ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہوں تو بہت پھل دیتی ہے کیونکہ کھجور مادہ کو انسان کی طرح نر سے خصوصی عشق ہے کہ جیسے عورت مرد کے ایک جگہ ساتھ رہنے سے خوش رہتی ہے ایسے ہی یہ۔ جب نر کو کاٹ دیا جائے تو پھل کم دیتی ہے کیونکہ یہ نر کا فراق برداشت نہیں کر سکتی۔

۱۰۔ انسان کی طرح اس میں بھی عشق کا مادہ ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے قریب نر ہو تو اسی طرف جھک جاتی ہے لیکن اس وقت اس سے پھل کم آتا ہے اور کمزور پڑ جاتی ہے اس کا علاج یہ ہے کہ ایک رسی سے دونوں کو باندھ دیا جائے یا جس کی طرف جھکی ہے اس کی ایک شاخ جھکنے والی کھجور پر ڈال دی جائے ایسے ہی اس کا گوندا اس میں ڈال دیا جائے تو پھل بہت زیادہ دے گی۔

منہ کی بدبو کا علاج:۔ کھجور کا پتہ چبانے سے بہتوم وغیرہ کھانے کے بعد اور شراب پینے کے بعد منہ کی بدبو ختم ہو جاتی ہے۔

انگور کی فضیلت:۔ انگور کے متعلق بعض کتب سماویہ میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے ساتھ کفر کرتے ہو جبکہ میں انگور کا خالق ہوں۔ انگور کے بہت بڑے بڑے خواص ہیں جو کتب طب میں مرقوم ہیں۔

حدیث شریف:۔ سوکھے انگور (منقی) کے بہت بڑے فوائد منقول ہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں منقی کا ہدیہ بھیجا گیا تو آپ نے فرمایا۔ اللہ کا نام لے کر کھاؤ بہترین طعام منقی ہے۔ یہ پٹھوں کو مضبوط اور تھکن کو دور اور غصے کو ٹھنڈا اور رب تعالیٰ کو راضی اور منہ کی بدبو کو بہتر اور بلغم کو دور کرتا اور بدن کا رنگ صاف و شفاف بناتا ہے۔

خارش کا علاج:۔ انگور کی لکڑی کا وہ پانی جو اس کے کاٹنے کے بعد قطرہ قطرہ ہو کر گرتا ہے خارش والے کو پلایا جائے تو اسے شفا ملے گی۔

شراب چھوٹ جائے:۔ یہی پانی شرابی کو بے خبری میں پلا دیا جائے تو وہ شراب سے نفرت کرے گا۔

پہلا شراب کشید کرنے والا

سب سے پہلے جس نے شراب تیار کیا وہ جمشید بادشاہ تھا۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ وہ ایک دفعہ ایک شکار کے پیچھے دوڑا تو ایک پہاڑ میں انگور کا درخت دیکھا جس پر انگور کے خوشے لٹک رہے ہیں سمجھا کہ یہ زہر ہے غلام کو فرمایا یہ خوشے ساتھ لے لو اس کا تجربہ کریں گے اور پہلے اسے اٹھا لائیں گے

جو قتل کا مستحق ہوگا اسے اُٹھا کر لے گئے اور گھر پہنچ کر حکم فرمایا کہ اس کے دانے ٹکڑے ٹکڑے کر کے برتن میں ڈال دو جو قتل کا مستحق ہوگا اسے کھلائیں گے۔ ایک عرصہ تک اس کی خبر نہ لی۔ یہاں تک کہ وہ شراب بن گیا ایک قاتل کو حاضر کیا گیا حکم فرمایا اس انگور کے نچوڑے اسے کچھ پلاؤ چنانچہ اس نے مجبور ہو کر پیا بلکہ اسے باندھ کر بہت بڑی مشقت سے پلایا گیا وہ پیتے ہی نیند میں چلا گیا۔ بہت بڑی گہری نیند کے بعد جاگتے ہی کہا کہ وہی مجھے دوبارہ پلاؤ۔ ایسے ہی اسے بارہا پلایا گیا۔ اس کی ہر بار پینے کے بعد یہی کیفیت ہوتی رہی بلکہ اس کے پینے پر فرحت و سرور میں اس کا اضافہ ہوتا گیا ایسے ہی دوسروں کو پلایا گیا تو ان کی بھی یہی کیفیت ہوئی۔ یہ تمام ماجرا بادشاہ کو سُنایا گیا تو بادشاہ نے اس سے ایک پیالہ پیا تو اس کی بھی وہی کیفیت ہوئی۔ اس سے بادشاہ بہت خوش ہُوا اور حکم فرمایا کہ انگور کے باغات لگائے جائیں اور تمام شہروں میں اس کے باغات لگائے گئے۔ اس سے شراب نوشی کا نہ صرف رواج ہوا بلکہ اس کا بازار خوب گرم رہا اور سابقہ اُمتوں پر حلال بھی تھا لیکن حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی اُمت کے لیے حرام فرمایا کیونکہ یہ تمام شرور کی چابی اور ہر بُرائی گناہ کے ارتکاب کا سرتاج اور ہر ضرر کی جڑ ہے اور اس کا پینا دل کو مردہ بناتا ہے اور خدا تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ بہترین سرکہ انگوری ہے۔

فائدہ: اس لیے کہ شراب کا سرکہ بنانا رضائے الٰہی کا موجب ہے اس کے بہت سے خواص ہیں۔

حکایت: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بہت سے لوگ کھانسی وغیرہ کے مرض میں مبتلا ہوگئے تو آپ نے لوگوں کو سرکۂ انگوری کا حکم فرمایا تو صحت یاب ہوگئے۔

حدیث شریف میں ہے کہ سرکہ کو بہترین سالن فرمایا ہے۔

فائدہ: ہمارے اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ اکثر وہ تھے جنہوں نے قناعت کے طور صرف اسی پر زندگی بسر فرمائی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دائمی قناعت کا سوال کرتے ہیں۔

وفجرنا۔

حل لغات: الفجر کسی شے کو خوب چیرنا (المفردات) بعض نے کہا کہ تفجیر لفظاً و معناً تنقیح کی طرح ہے اور تفصیل کی بنا تکثیر کے لیے ہوتی ہے۔ اب معنیٰ یہ ہُوا کہ ہم نے کھولے اور رواں کیے۔ فیھا زمین میں۔

من العیون۔ عین کی جمع ہے حقیقۃً یہ آنکھ کے لیے ہے مجازاً پانی کے چشمے کو بھی کہا جاتا ہے کہ اسے آنکھ کی شکل و ہیئت سے اور پانی بہنے کی شباہت کی وجہ سے عین کہا جاتا ہے پھر عین الماء

سے ماءِ معین مشتق کیا گیا یعنی وہ پانی جو چشموں سے ظاہر اور ہر وقت چالو ہو۔ من العیون بمعنی من ماء العیون یعنی چشموں کے پانی سے یہاں موصوف کو حذف کر کے صفت کو اس کے قائم مقام کھڑا کیا گیا ہے یا العیون اصل اور مِنْ زائدہ ہے۔ یہ اخفش کی رائے ہے۔

نہریں اور چشمے: نہروں اور چشموں کا اجراء بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کیونکہ ہر شے کی زندگی پانی ہے اور باغات کی رونق اور ثمرات کی وفرت پانی سے ہے۔

چشمے دو قسم کے ہیں:۔

۱۔ جاری ۲۔ غیر جاری

جاری نہروں کے ماسوی ہوتے ہیں کیونکہ نہریں تو بکثرت اور وسیع تر ہوتی ہیں ان کا سرچشمہ معلوم ہوتا ہے لیکن چشموں کا منبع اکثر معلوم نہیں ہوتا جیسے نیل مبارک یہ ایسا چشمہ ہے کہ جس کا منبع تا حال کسی کو معلوم نہیں ہو سکا۔

غیر جاری سے کنوئیں مراد ہیں۔

خاص خاص چشمے: عالم دنیا میں چشمیں اور کنوئیں شمار سے باہر ہیں ان کے بعض میں ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جو دوسروں میں نہیں پائی جائیں جیسے عین شبرم یہ اصفہان اور شیراز کے درمیان واقع ہے۔ یہ چشمہ دنیا کے عجائبات سے ہے۔

ٹڈی مار چشمہ: کسی علاقہ میں ٹڈی نقصان پہنچا رہی ہو تو مذکورہ بالا چشمہ کا پانی کسی برتن وغیرہ میں لیا جائے تو سیاہ رنگ کے پرندے اس پانی کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ ان پرندوں کو سمرکہا جاتا ہے اور اسے سوادیہ بھی کہتے ہیں پانی لینے والے کو چاہیئے کہ وہ پانی نہ زمین پر رکھے اور نہ پیچھے دیکھے تو وہ پرندے اٹھانے والے کے اوپر سیاہ بادل کی طرح چھا جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ شخص اس علاقہ میں پہنچے جہاں ٹڈی نقصان پہنچا رہی ہے۔ ٹڈی کو دیکھتے ہی وہ پرندے چیختے ہیں جن کی چیخ ٹڈی کو مار ڈالتی ہے اور وہ ایسی بے حس وحرکت پڑی ہوتی ہیں کہ گویا ان میں جان تھی ہی نہیں۔ ان کی موت ان پرندوں کی چیخ سے ہوتی ہے۔

صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ کا چشمہ: فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ روم میں بھی ایک چشمہ ہے جو بلاد الجراد

ك ایک عجیب چشمہ ہمارے دار العلوم غوثیہ رضویہ کوئٹہ، بلوچستان میں بھی ہے جس کی عجیب وغریب کیفیت ہے ۱۲۔ اویسی غفرلہٗ۔

کے نام سے مشہور ہے تمام روم کے علاقہ کے لوگ اسے جانتے ہیں ٹڈی کو مارنے کے لیے مختلف علاقوں میں لے جایا جاتا ہے جس کے چھڑکنے سے ٹڈی مر جاتی ہے۔

ولی اللہ کے مخالفین کو انتباہ:۔ چشمہ کی تاثیر کو سمجھنے کے بعد اولیاء کرام کی جھاڑ پھونک کا انکار کرنا ہٹ دھرمی اور ضد کے سوا اور کوئی سبب نہیں ورنہ ظاہر ہے کہ چشمہ کے پانی کی تاثیر درحقیقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہی ہے بلکہ ہر شے میں اسی نے ہی تاثیر پیدا فرمائی ہے تو پھر اولیاء اللہ کے تصرفات کو بھی اسی طرح مان لینے سے کونسا حرج ہے (لیکن جسے اولیاء اللہ کی دشمنی کا مرض ہو وہ کب مانتا ہے کیونکہ یہ لاعلاج بیماری ہے)۔

حضرت ابراھیم بن ادھم کے مزار کی کرامت

حضرت ابراھیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف میں ایک سوراخ ہے جب کوئی ظالم اس شہر[ؒ] کے متعلق بُرا ارادہ کرکے آتا ہے تو اس سوراخ سے بھِڑ اور شہد کی مکھیاں اسے اور اس کے ساتھی کو ڈنس لگاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

اولیاء راہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گرداند ز راہ

ترجمہ:۔ اولیاء اللہ کو قدرت ایزدی حاصل ہے جس سے وہ چھوٹا ہوا تیر واپس لوٹا لیتے ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے عصمت اور توفیق اور عین تحقیق کے چشمے سے شراب حقیقی کے پینے کا سوال کرتے ہیں۔

یاکلوامن ثمرہ۔ یہ جَعَلْنَا کے متعلق ہے۔

سوال:۔ اسے فَجَّرْنَا الْعُیُوْنَ کے بعد کیوں لایا گیا۔

جواب:۔ اس لیے یہ اثمار (پھلوں) کے مبادی سے ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ ہم نے زمین میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا فرمائے اور ان میں پھل وغیرہ لگائے تاکہ تم باغات کے پھل اور کھجور کھا کر شکرِ خداوندی پر مداومت کرو تاکہ ہمارے حقوق ادا کرسکو۔ یہاں پر ضمیر اسم اشارہ کی جگہ پر لائی گئی ہے۔

[ؒ] جس شہر میں یہ مزار مبارک واقع ہے ۱۲۔

وما عملته ایدیھم ، اس کا عطف شدہ پر ہے۔ اید یھم سے قوت مراد ہے کیونکہ انسانی اعضاء میں سے قوی تر عضو ہاتھ ہے اسی لیے قوت سے کنایہ کے وقت عموماً ہاتھ مستعمل ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا بما قدمت ایدیھم اور کلام عجم میں بھی ایسے ہی ہے مثلاً فارسی میں ہے:

"بدست خویش کردم بخویشتن"

یعنی میں نے اپنی قوت کے ساتھ اپنے ساتھ کیا ہے جو کچھ کیا ہے۔"

یہاں دست سے عضو مراد نہیں بلکہ قوت مراد ہے (کشف الاسرار) اب معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ اس کے ثمرے کھائیں جو انہوں نے اپنی طاقت سے تیار کیا جیسے انگور و کھجور وغیرہ۔

بعض نے کہا کہ ما نافیہ ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوگا کہ ثمرات اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے ہیں نہ کہ

فائدہ: ان کی کسی کارروائی سے۔ اور جملہ محلاً منصوب علی الحالیۃ ہے جس قرأت میں ہٗ ضمیر نہیں اور صرف عملت پڑھا گیا ہے پھر پہلی تقریر کی تاکید کرتی ہے اس لیے کہ صلہ سے عائد کا حذف اس کے حذف سے بہتر ہے۔

افلا یشکرون۔ نعمتوں کے شکر نہ کرنے پر۔

فائدہ: استفہام میں انکار ان کی قباحت کا اظہار ہے اور فاء کا عطف فعل مقدر پر ہے جیسے کہ مقام کا تقاضا ہے۔ اب معنیٰ یوں ہوگا کہ ایسی بہترین نعمتیں انہیں ملی ہیں اور وہ ان سے خوب فائدے اُٹھا رہے ہیں لیکن ان کا شکر نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کو واحد و لاشریک لہ مانیں اور اس کی تقدیس و تحمید کریں۔

تفسیر صوفیانہ: بحر الحقائق میں ہے کہ اہل اشارات (صوفیہ کرام) کے نزدیک آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم نے ان کے دل کی زمین کو باران عنایت سے زندہ کیا اور اس سے طاعت کا بیج ظاہر کیا تاکہ اس سے ارواح غذا حاصل کریں اور ہم نے اذکار کی کھجوروں اور اشواق (شوق) کے انگوروں کے باغات بنائے اور حکمت کے چشمے بہائے تاکہ یہ لوگ مکاشفات و مشاہدات کے اشارے نفع پائیں۔ صدقات و خیرات کے نیک اعمال کے نتائج سے۔ تو کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے یعنی ایسی بہترین نعمتوں پر انہیں شکر کرنا چاہیئے تاکہ یہ ان کی نعمتوں کے اضافہ کا موجب بنیں جیسے فرمایا لئن شکرتم لازیدنکم (اگر شکر کرو گے تو ہم بڑھائیں گے) کسی قسم کی کمی نہ آنے دیں گے۔

گر شکر کنی زیادہ گردد نعمت
وز دل ببرد وغدغۂ بیش و کمت
پس زود بسر منزل مقصود رسی
از منہج شکر آکہ نلغزد قدمت

ترجمہ :۔ اگر شکر کرو تو نعمت زیادہ ہوگی تیرے دل سے اس کی کمی و بیشی کا خطرہ اُٹھ جائے گا۔

بلا۔ تو اپنی منزل مقصود تک جلد پہنچے گا شکر کے راہ سے آ تا کہ تیرا قدم ڈگمگا نہ جائے۔

تفسیر عالمانہ:۔ سبحان الذی خلق الازواج کلھا۔ سبحان: تسبیح کا علم ہے بمعنی اعتقاداً و قولاً برائی سے دور رکھنا یعنی اعتقاد ہو کہ وہ ہر برائی سے منزہ ہے اور قولاً یہ کہ جس طرح وہ حکم دے۔

فائدہ :۔ علم جیسے اشخاص جیسے زید و عمر وغیرہما اور اجناس (جیسے اسامہ) کے لیے ہوتا ہے ایسے ہی معانی کے لیے بھی آتا ہے لیکن اعلام الاعیان مضاف نہیں ہوتے اور معانی کے علوم اضافت کے بغیر نہیں آتے جیسے آیت میں ہے اور یہ علم مصدر کے قائم مقام اور مفعول کی طرف مضاف ہے۔

ازواج سے اصناف و انواع مراد ہیں۔ زوج کی جمع ہے بمعنی جفت یعنی جوڑا اور فرد (طاق) کی ضد ہے اور انواع کو ازواج اس لیے کہا جاتا ہے کہ ہر نوع اپنے قسم کا زوج (جوڑا) ہے۔

سبحان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظمت کا اظہار ہے ان صنائع و بدائع کے ساتھ جو موصول کے صلہ واقع ہوئے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ اس کی قدرت کے آثار اور اس کی نعمتوں کے اقدار ہیں اس طرح سے بندے کو شکر کا موقع میسر آئے گا اور سمجھے گا کہ عبادت کا مستحق صرف وہی ہے اور تعجب کے طور بھی اسی لیے ہے کہ باوجود اس کے آثار قدرت کے وضوح کے کفار اس کی عبادت و شکر سے محروم ہیں۔ یاد رہے کہ تنزیہ تعجب کے طور نہیں۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ میں اس ذات کی تسبیح کرتا ہوں جس نے اصناف و انواع کو پیدا فرمایا اور اس کی ان اُمور سے تنزیہ کرتا ہوں جو اس کے لائق نہیں۔ عقیدہ کے لحاظ سے بھی اور زبان سے بھی اور عملاً بھی اور تنزیہ صرف اسی سے خاص ہے وہی اس کے لائق ہے اور اس کا بھی یہی حکم ہے کہ ہم اس کی ان اُمور سے تنزیہ کریں جو اس کے لائق نہیں بخلاف مشرکین کے کہ وہ اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اور شکر بھی نہیں کرتے اس میں اہل ایمان کو تلقین ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے متعلق ایسے کہیں اور ایسا عقیدہ رکھیں اس میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہو اور نہ ہی اس میں غفلت کریں۔

فائدہ :۔ بعض کے نزدیک سبحان غفران کی طرح مصدر ہے اس سے تنزیہ تام اور ہر برائی سے تباعد

Scanned with CamScanner

کی مراد ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی گئی ہے کہ وہ تنزیہ کا مستحق ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ تنزیہ کے لیے ان اُمور سے جو اس کی ذات کے لائق نہیں وہ تمام انواع و اصناف کا خالق ہے تو پھر اس کے ساتھ شریک کیوں اور شریک بھی ایسی چیز جن سے ٹھہرایا جائے کا جو کسی شے کو پیدا نہیں کر سکتیں بلکہ وہ تو ایک عاجز مخلوق ہیں یعنی بت وغیرہ۔

فائدہ: ابن الشیخ نے فرمایا کہ تنزیہ کا لفظ قلبی تنزیہ کو بھی شامل ہے یعنی اعتقاد جازم اور تنزیہ لسانی کو بھی یعنی ذکر حسن اور تنزیہ بالارکان کو بھی یعنی اعمال صالحہ دوسرا پہلے کا اور تیسرا دوسرے کا ثمرہ ہے وہ اس لیے کہ انسان کا عقیدہ جو دل میں ہوگا وہ زبان سے ظاہر ہوگا اور زبانی بات کی صداقت عمل صالح سے واضح ہوگی معلوم ہوا کہ زبان قلب کی اور اعضاء زبان کے ترجمان ہیں۔

مما تنبت الارض۔ ازواج کا بیان ہے اس سے وہ جملہ اشیاء مراد ہیں جو زمین اُگاتی ہے ان میں کچھ مذکور ہو چکیں اور کچھ غیر مذکور ہیں۔

ومن انفسھم اور پیدا کیا ازواج کو ان کے نفوس سے یعنی زیادہ اولاد **ومما لا یعلمون** اور بعض وہ ہیں جو ان کو معلوم نہیں کیونکہ ان کو جملہ اشیاء کے علم کا احاطہ نہیں اور نہ ہی انہیں ان کے ساتھ کوئی واسطہ اور تعلق ہے کہ ان سے ان کا کوئی دینی یا دنیوی فائدہ متعلق ہو۔

فائدہ: امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس سے بحر و بر اور آسمان و زمین کی مخلوق مراد ہے اس لیے کہ اس کی بعض ایسی مخلوق بھی ہے جسے کوئی فرد بشر نہیں جانتا یا اسے صرف ملائکہ کرام جانتے ہیں اور بعض ایسی مخلوق ہے جسے سوائے اس کے اور کوئی بھی نہیں جانتا۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ دریائی اور جنگلی مخلوق ہزاروں قسم کی ہے ان کی اکثر مخلوق سے انسان بے خبر ہے۔

فائدہ: بحر العلوم میں ہے کہ انسان مخلوق کی کنہ کو نہیں جانتا کہ اس نے کتنا اشیاء پیدا فرمائیں اور کن میں کتنا ثواب و عذاب مقرر فرمایا۔

چار اشیاء کی کنہ سے لاعلمی

حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں ایسی ہیں جن کی کنہ کا ادراک نہیں ہو سکتا۔

۱۔ غرور النفس
۲۔ شیطان کا دھوکہ
۳۔ اہلِ جنت کا ثواب
۴۔ دوزخیوں کا عذاب

فائدہ: روح بھی انہیں میں سے ہے کہ اس کی کنہ بھی معلوم نہیں۔ ہمیں کسی نے نہیں بتایا کہ کوئی اس

کی حقیقت کو جانتا ہو۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ ہر شے کا جوڑا ضرور پیدا کیا گیا ہے سوائے ذات حق کے کہ وہ واحد لاشریک ہے اور لیس کمثلہ شئی ان کی شان ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی ان جملہ اشیاء کا خالق اور شریک سے منزہ ہے اور ہر شے میں اس کے وجود کی دلیل ہے اور ہر شے بتاتی ہے کہ وہ واحد ہے اور ان تمام قدرتوں کا مالک صرف وہی ہے کما قال عبدالعزیز المکی قدس سرہٗ)۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ ہر شے ہستی باری تعالیٰ کی شاہد ہے اور ہر شے بتاتی ہے کہ وہ یگانہ ہے باوجودیکہ گواہی دینے والا کا کوئی نشان ہے نہ زبان ہے

فی کل شئی له آیة
تدل علی انه واحد

ترجمہ: ہر شے میں نشان ہے جو بتاتا ہے کہ وہ ایک ہے۔

دہریہ کی کہانی: انیس الوحدت وجلیس الخلوت میں ہے کہ ایک بادشاہ کو کفر و زندیقیت کا مرض لاحق ہوا تو وجود ذات باری تعالیٰ کا منکر ہو بیٹھا اس کا وزیر باتدبیر اس کا خیر خواہ تھا کوشش کی کہ کسی طرح بادشاہ اس غلط خیالی سے باز آجائے۔ وزیر بادشاہ کو سال میں ایک دفعہ دعوت پیش کرتا تھا اس دفعہ دعوت کی لیکن اس کی رہائش اور کھانے پینے کا انتظام ایک شورہ زمین میں کیا۔ بادشاہ جب موقع پر پہنچا تو شورستان میں بہترین مکانات کی تعمیر دیکھ کر حیران رہ گیا پوچھا یہاں تعمیر کیسے؟ وزیر نے کہا کہ یہ مکانات خودبخود ہی تیار ہوگئے ہیں۔ کسی نے ان کی تعمیر کے لیے اہتمام وانتظام نہیں کیا۔ بادشاہ نے کہا بڑا بیوقوف ہے تو اتنا بہت بڑے اور اعلیٰ مکانات کسی بنانے والے کے بغیر کیسے تیار ہوئے وزیر نے کہا تو پھر ملک وملکوت اور عالم علوی وسفلی اور زمین وآسمان بغیر صانع کے کیسے تیار ہوئے۔ بادشاہ کو وزیر کی بات دل پر اثر کر گئی اور فوراً اپنے غلط

؎ فقیر اویسی غفرلہٗ قواعد اسلام میں واضح کرچکا ہے کہ جن امور کی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عمومی طور نفی فرمائیں تو اس سے خود مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ مثلاً امی روح کو دیکھئے کہ اس کی کنہ کی نفی عمومی ہے لیکن مسلمات سے ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کنہ سے آگاہ تھے تفصیل فقیر نے اپنے رسالہ الفتوح فی معانی الروح" میں لکھ چکا ہے اور بعض ابحاث تفسیر ہٰذا کے حاشی میں بھی آچکے ہیں۔

Scanned with CamScanner

مذہب و ہویت سے رجوع کر کے پکا او نہ پاسبان ہو گیا ہے

چشمہا و گوشہا را بستہ اند
جز مرا آنہا کز ان خود رستہ اند
جز عنایت کے کشاید چشم را
جز محبت کے نشاند خشم را
چوں گریزم زانکہ بے تو زندہ نیست
بے خداوندیت بود بندہ نیست
تو بہ بے توفیقیت اے نور بلند
چیست جز بدریش تو بہ ریش خند

ترجمہ:۔ آنکھیں اور کان تیار کیے گئے ہیں مجھے بتا کیا یہ خود بن گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت کے بغیر آنکھ کچھ نہیں دیکھ سکتی اور غصے کو محبت ہی ختم کر سکتی ہے۔

میں کہاں بھاگوں تیرے سوا تو میں زندہ نہیں تیری خداوندی کے بغیر بندہ ہونے کا کون دم بھر سکتا ہے۔

اے نور بلند تیری توفیق کے بغیر تو بہ کیسی؟ اب یہاں زخم ہی زخم ہیں تو برے زخم پر نظر کرم فرما۔

ہم اللہ تعالیٰ سے اسرار پر وقوف اور انوار کے آثار سے ستر پوشی کا سوال کرتے ہیں کیونکہ وہی اپنے حسن اسماء و صفات سے ہر جگہ ظاہر اور اپنی غیب ذات میں اپنے کمالات کے حقائق کے ساتھ پوشیدہ ہے۔

تفسیر عالمانہ: وآیۃ لھم ۔ اور اہل مکہ کے لیے ہمارے کمالات قدرت پر بہت بڑی عظیم علامت ہے یہ مبتدا اور اس کی خبر اللیل ہے یعنی کالی رات۔ سوال ہوتا تھا کہ کالی رات کیسے کمال قدرت کی علامت ہے تو اس کے جواب میں فرمایا نسلخ منہ النہار۔ اس سے ہم کھوتے ہیں دن یا دن کو یعنی رات کو روشنی دینے والے پر کھوتے ہیں اور دن کا سایہ ایسا ہٹا دیتے ہیں کہ گویا یہاں پر روشنی تھی ہی نہیں یہاں نہار سے سورج کی شعاع مراد ہے۔

السلخ حیوان کے چمڑے کو اس کے جسم سے علیحدہ کرنا۔ اس سے استعارہ کے طور پر کہا گیا ہے۔ نسلخ منہ النہار اگرچہ اس کی اکثر استعمال چمڑے کا بدن سے متعلق ہونے پر ہوتی ہے۔ پہلے محاورہ پر اہل عرب کا قول ہے سلخت الاھاب بمعنی اخرجتہا عنہ۔ میں نے چمڑے کو بدن سے نکال لیا۔

فاذاھم مظلمون۔ پس اچانک وہ اس میں داخل ہونے والے ہوتے ہیں یہ اذا مفاجاۃ کا ہے

Scanned with CamScanner

یعنی: نہیں اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ وہ اس میں داخل نہ ہوں۔

فائدہ :۔ اس میں اشارہ ہے کہ اصل ظلمت ہے اور نور عرض جو خلاء میں داخل ہے جب وہ اس جگہ سے نکل جاتا ہے تو اصل حالت یعنی تاریکی آجاتی ہے۔ اسی معنیٰ پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جن جگہوں پر ظلمت کی تاریکی تھی وہاں روشنی نے ڈیرے جمالیے۔ جب وہ چلی گئی تو تاریکی ظاہر ہوگئی کیونکہ وہی اصل تھی جیسے چمڑا اُتارنے کے بعد مسلوخ جسم ظاہر ہوگیا۔ جو جانور کا اصل جسم ہے اگر اخراج کا معنیٰ لیا جائے تو پھر رات کا وقوع دن کے ظہور کے بعد ہوتا ہے تو اس وقت اظلام کے بجائے ابصار موزوں ہوتا ہے۔ گویا یہ مبصرون کے بجائے مظلمون واقع ہوا ہے لیکن مظلمون کو ترجیح اس لیے دی گئی کہ رات کی گھڑیاں پریشانی اور غم والم لاتی ہیں اور دن خوشی اور سرور و راحت تو گویا رات اُن کے ہاں اچانک دن کے بعد پہنچ گئی جس پر انہیں کوئی مہلت نہ مل سکی کیونکہ راحت و سرور اور فرحت میں وقت گزارنے کی خبر کہاں۔ اگرچہ وقت طویل بھی گزر جائے بخلاف غم والم کی گھڑیوں کے کہ اس میں وقت گزرنے کا احساس ہوتا ہے خواہ وہ تھوڑا ہو جیسے اہل عرب کا مقولہ مشہور ہے سنۃ الوصل سنۃ و سنۃ الہجر سنۃ وصال کا ایک سال آنکھ جھپکنے میں گزر جاتا ہے اور پھر فراق کا ایک لمحہ ایک سال کے برابر محسوس ہوتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

و یوم لا اراک کالف شہر
و شہر لا اراک کالف عام

ترجمہ: وہ دن جس میں تم نظر نہیں آتے ہزار مہینے کا ہوجاتا ہے جس سال میں تمہیں نہ دیکھوں وہ ہزاروں سال کا محسوس ہوتا ہے۔

حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

آندم کہ با تو باشم یک سالہ ہست روزے
واندم کہ بے تو باشم یک لحظہ ہست سالے

ترجمہ: جس وقت تیرے ساتھ ہوتا ہوں تو سال صرف ایک دن کی طرح گزر جاتا ہے اور جب تیرے سے جدا ہوتا ہوں تو ایک گھڑی سال کی ہوجاتی ہے ہے

محسن الزمان کثیرۃ لا تنقضی
و سرورہ یاتیک کالاعیاد

ترجمہ: دکھ بھرے اوقات ایسے بڑھ جاتے ہیں گویا وہ کبھی ختم نہ ہوں گے لیکن سرور و فرحت کی گھڑیاں

Scanned with CamScanner

تو جیسی طرح ہوتی ہیں کہ آئیں اور گئیں۔

رات اور دن کا کالا اور سپید تاگہ: حدیث شریف میں ہے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رات پر ایک فرشتہ "شراہیل" مقرر ہے۔ جب رات کے آنے کا وقت شروع ہوتا ہے تو فرشتہ کالا دھاگہ لے کر مغرب کی جانب لٹکاتا ہے جب اسے سورج دیکھتا ہے تو فوراً ڈوب جاتا ہے کیونکہ اسے حکم ہے کہ جب سیاہ دھاگہ دیکھے تو فوراً ڈوب جائے۔ غروب شمس کے بعد رات آجاتی ہے وہ اپنی تاریکی کو اسی فرشتے کے پروں کے نیچے پھیلا دیتی ہے اور وہ سیاہ تاگہ لٹکا رہتا ہے یہاں تک کہ ایک اور فرشتہ ھراھیل آجاتا ہے اس کے ہاتھ میں سفید تاگہ ہوتا ہے جسے وہ مشرق کی جانب لٹکاتا ہے جسے دیکھ کر سورج فوراً نکل آتا ہے کیونکہ اسے حکم ہے کہ جب سفید تاگہ دیکھو تو فوراً نکل آیا کرو جب سورج آتا ہے تو دن اسی فرشتے کے دو پروں کے نیچے اپنی روشنی پھیلاتا ہے طلوع و غروب کے وقت ان کی روشنی کے لیے فرشتہ اور رات کی تاریکی کے لیے دیگر فرشتہ مقرر ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔ (الہیئۃ السنیہ للسیوطی رحمہ اللہ)

رات افضل ہے یا دن: کشف الاسرار میں ہے کہ کسی بزرگ سے سوال ہوا کہ دن افضل ہے یا رات۔ فرمایا رات اس لیے کہ اس میں آرام و سکون اور راحت ہے اور راحت جنت سے ہے اور دن میں مشقت اور تکلیف اور روزی کی تلاش میں سرگردانی اور مشقت وغیرہ دوزخ سے ہے۔

سوال: پہلے تم راحت و سرور وغیرہ دن کے لیے لکھ آئے ہو اب رات کے لیے۔

جواب: فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ عوام کے لیے دن کی گھڑیاں سرور و فرحت کی ہیں لیکن اللہ والوں کے لیے رات کی گھڑیاں راحت و فرحت ہیں۔ اس کی دلیل روزہ کا افطار ہے جو رات میں ہے اسی لیے حدیث شریف میں ہے للصائم فرحۃ۔ روزے دار کی افطار ایک فرحت ہے۔

صوفی کا فیصلہ: کسی بزرگ نے فرمایا کہ رات مخلصوں کا حصہ ہے اس سے انہیں راحت و سکون نصیب ہوتا ہے اس لیے کہ رات کی عبادت میں اخلاص نصیب ہوتا ہے اس میں ریا کو کسی قسم کا دخل نہیں ہوتا اور دن ریاکاروں کا حصہ ہے کہ اس میں ریا کر کے اپنا اُلو سیدھا کرتے ہیں ان کو خلوص سے کیا غرض۔

وحی کا مضمون: کسی نبی علیہ السلام کے ہاں وحی آئی کہ جھوٹا ہے وہ جو میری محبت کا دم بھرتا ہے

لیکن ساری رات نیند میں وقت ضائع کرتا ہے کیا محب وہ نہیں جو اپنے محبوب کی خلوت چاہتا ہے۔ یاد رکھو میں تمہیں دیکھتا اور تمہاری باتیں سنتا ہوں۔

تفسیر صوفیانہ:۔ وآیۃ لھم اللیل۔ اور اُن کے لیے علامت ان کی اپنی بشریت ہے۔ نسلخ منہ النہار۔ جس سے ہم روحانیت ظاہر کرتے ہیں فاذا ھم مظلمون۔ تو اچانک وہ تاریکی میں ہوتے ہیں یعنی پیدائشی ظلمت میں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ظلمت میں بنایا پھر اس پر اپنے نور کے چھینٹے مارے۔

تفسیر عالمانہ:۔ والشمس۔ اس کا عطف اللیل پر ہے یعنی ان کے لیے سورج چمکنے والا علامت ہے اس کائنات کے کناروں پر چمکنا ایسے ہے جیسے نور وجود مطلق نے ہر موجود کو فیض پہنچایا۔ سوال ہوا کہ سورج کیسے نشانی ہے تو اس کے جواب میں فرمایا تجری جاری ہوتا ہے۔ لمستقر لھا۔ اپنی قرار گاہ کے لیے۔

تحقیق لام لمستقر لھا:۔ اس کے متعلق چند وجوہ ہیں:۔

۱۔ لام تعلیلیہ ہے۔

۲۔ مستقر۔ اسم مکان ہے۔

اب معنیٰ ہوگا کہ سورج اپنی مخصوص قرارگاہ اور حد معین کے لیے چلتا ہے جس کا دور آخری سال میں ختم ہوتا ہے تو اسے اس مسافر کے ساتھ تشبیہ دی گئی جو اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے منازل طے کرتا ہے۔

(۳)۔ لام بمعنی الی اور المستقر سے کبد اسماء یعنی آسمان کا وسط مراد ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ سورج چلتا ہوا آسمان کے وسط میں پہنچتا اور اس میں قرار پاتا ہے اس کی رفتار کی آہستگی کو وقفہ و استقرار سے تشبیہ دی گئی ہے ورنہ اس میں وقفہ ہے نہ استقرار (المفردات)

سوال:۔ اس کے لیے زوال کا استعمال ہوتا ہے اور زوال ثبات کو چاہتا ہے ورنہ ثبات کے بغیر زوال کا مفہوم کیسا۔

جواب:۔ یا عرب کے اعتقاد کے مطابق کہا گیا ہے کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اسے دوپہر کے وقت ثبات (قرار) ملتا ہے۔ اس کے بعد زوال اس اعتبار سے سوال نہ رہا۔

سوال:۔ شرح التقویم میں ہے کہ اسے سیارہ کیوں کہتے ہیں حالانکہ آسمان (افلاک) بھی ساکن نہیں

Scanned with CamScanner

بلکہ افلاک بھی پھرتے ہیں تو پھر اس کی تخصیص کیوں ؟

جواب :۔ چونکہ یہ بہ نسبت دوسرے ستاروں کے تیز رفتار ہے۔ اس کی تیزی کی خصوصیت سے اسے سیارہ کہا گیا جیسے کم رفتار ستاروں کو ثوابت کہا جاتا ہے (حالانکہ وہ ثوابت نہیں بلکہ سیارے ہیں۔

(۳) لام عاقبت کی اور المستقر مصدر میمی ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ سورج چلتا ہے اس کے چلنے پر استقرار مرتب ہوتا ہے۔ اس کے بارہ بروج سے ہر ایک میں اس کا مخصوص استقرار ہوتا ہے مثلاً ایک ماہ ایک برج میں نصف سال میں رات دن سے زائد وقت لیتا ہے دوسرے نصف میں صرف دن رات یہی وجہ ہے کہ گرمیوں میں مرتفع ہوتا ہے سردیوں میں بہ نسبت اس کے نیچا اسی پر ہی فصول اربعہ کا ترتب ہوتا ہے اور اسی سے ہی ارضیات کی معاش کے اسباب تیار ہوتے ہیں۔

(۴) ۔ ہر دن کے لیے سورج کا منتہیٰ مقدر ہے کہ مشرق میں فلاں دن فلاں جگہ طلوع کرے گا اور فلاں جگہ پر غروب اس لیے اس کے سال کے دورہ کے تین سو ساٹھ مشارق اور اتنے ہی مغارب دن میں ہر روز کا مطلع و مغرب نیا ہے سال بھر اس مطلع سے طلوع و غروب کرے گا۔ اس تقریر پر مستقر اسم زمان ہوگا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ سورج زمان استقرار و انقطاع حرکت تک چلتا رہے گا اور وہ زمانہ وہی ہے کہ جب یہ عالم دنیا ختم ہوگا یا سورج اپنے قرار کے وقت تغیر حال تک یعنی طلوع از مغرب تک چلتا رہے گا۔

نبوی علم کی وسعت :۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

یا اباذر اتدری این تذهب هذه الشمس

ترجمہ :۔ اے ابوذر بتا یہ سورج کہاں چلا جاتا ہے۔

میں نے عرض کی اللہ و رسوله اعلم۔ اللہ تعالیٰ یا اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم۔

آپ نے فرمایا :

تذهب لتسجد تحت العرش فتستاذن فيوذن لها ويوشك ان تسجد ولا يقبل منها وتستاذن فلا يوذن لها ويقال لها ارجعي من حيث جئت فتطلع من مغربها فذلك قوله ، والشمس تجري لمستقر لها.

ترجمہ: سورج عرش کے نیچے جا کر سجدہ ریز ہوتا ہے پھر اجازت مانگتا ہے اسے اجازت مل جاتی ہے قریب ہے کہ وہ سجدہ میں رہے لیکن اجازت نہیں ملتی پھر اجازت مانگتا ہے پھر بھی اجازت نہیں ملتی بلکہ اسے کہا جاتا ہے جہاں سے آیا ہے وہاں چلا جا یہاں تک کہ وہ مغرب سے طلوع کرے اس آیت **والشمس تجری لمستقر لہا** کا یہی مطلب ہے۔

شرح الحدیث: اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ مستقر عرش کے نیچے ہے اور سجدے سے اس کی فرمانبرداری مراد ہے اور حقیقی سجدہ بھی مراد ہو سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اس میں حیات و ادراک پیدا کر دے تو وہ سجدہ کرے جیسے اس کے نظائر گزرے ہیں۔

فائدہ: بعض عارفین نے فرمایا کہ وہ عرش کے نزدیک رُوح کے ساتھ سجدہ کرتا ہے جیسے رُوح عرش کے نیچے سجدہ کرتی ہے جب انسان نیند میں ہوتا ہے۔ (جبکہ وہ باوضو ہو کر سوئے)۔

دن اور رات کے مختلف اطوار

امام الحرمین و دیگر فضلائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ سورج ایک ملک میں طلوع کرتا ہے تو دوسرے ملک میں رات ہوتی ہے ایسے ہی بعض علاقوں میں رات لمبی ہوتی ہے تو بعض میں چھوٹی لیکن خط استواء کے نزدیک دن رات ہمیشہ برابر رہتے ہیں۔

عجائبات ارض: (۱)۔ زمین مدور اور اُس کی مسافت پانچسو سال ہے گویا وہ نصف مدور ہے اسی لیے اس کا وسط باقی زمین سے ارفع ہونا لازمی ہے۔

(۲)۔ وہ جزیرہ جو زمین کے وسط میں ہے جہاں دن اور رات برابر ہیں اُسے قبۃ الارض کہتے ہیں۔

(۳)۔ زمین کے ارد گرد بحر اعظم ہے جو تمام زمین کو گھیرے ہوئے ہے اس کا پانی گاڑھا اور بدبودار ہے اسی لیے اس میں کشتیاں اور جہاز نہیں چل سکتے۔

(۴)۔ بحر محیط کے ارد گرد کوہ قاف ہے وہ زمرد اخضر سے پیدا کیا گیا ہے پہلا آسمان اسی پر قبہ نما ہے یہ رنگ اسی کوہ قاف کا ہے۔

بلغاریہ کی نماز کا مسئلہ: حضرت شیخ ابو حامد رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ بلغار والے نماز کا کیا کریں جبکہ ان کے ہاں سورج صرف مغرب و عشاء کے درمیان وقت کی مقدار میں غروب ہو کر فوراً طلوع کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ اپنے قریبی شہروں

Scanned with CamScanner

کے مطابق نماز روزہ ادا کریں یہ ممکن ہے صحیح تر وہ ہے جو اکثر فقہاء نے فرمایا کہ وہ اوقات کا اندازہ کرکے نمازیں وغیرہ ادا کریں جیسے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دجال کے زمانہ والوں کے لیے فرمایا جب اس کا ایک دن ایک سال کا دوسرا دن ایک مہینہ کا تیسرا دن ایک ہفتہ کا ہوگا تو اُس وقت لوگ نمازیں اور روزے اندازے سے ادا کریں۔

ذالک ۔ وہ جاری ہونا عجیب جو عجیب و غریب حکمتوں پر مشتمل ہے کہ جسے سُن کر عقول و فہم دنگ رہ جاتے ہیں۔

تقدیر العزیز ۔ اندازے اس قادر کے جو ہر مقدور پر ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے۔ العلیم علم والا ہے جس کا علم ہر معلوم کو محیط ہے۔

المفردات میں ہے کہ تقدیر بمعنی شے کی کیفیت بیان کرنا اور اللہ تعالیٰ کا مقدر کرنا دو قسم پر ہے:۔

فائدہ:۔

(۱) ۔ کسی کو قدرت دے دینا۔

(۲) ۔ کسی شے کو مقدار مخصوص و وجہ مخصوص پر بنانا جیسے اس کی حکمت کا تقاضا ہو۔

فائدہ:۔ فعل الٰہی دو قسم ہے:۔

(۱) ۔ کسی شے کی بالفعل ایجاد اور ایجاد بالفعل بمعنی شے کا اظہار ہے۔

(۲) ۔ شے کو بالقوت ایسے طور جاری کرنا مقدر کرنا کہ سوائے اسی مقدر کردہ کے دوسری کوئی شے حاصل نہ ہو مثلاً اللہ تعالیٰ نے گٹھلی میں کھجور مقدر فرمائی ہے تو گٹھلی سے صرف کھجور ہی پیدا ہوگی نہ کہ انگور و زیتون وغیرہ ایسے ہی انسان کی منی میں آدمی مقدر فرمایا ہے تو اس سے آدمی ہی پیدا ہوگا نہ کہ کوئی دوسرا حیوان وغیرہ۔

تقدیر کا مسئلہ:۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے دو مطلب ہیں:۔

(۱) ۔ اپنی طرف حکم فرمائے کہ یہ ایسے ایسے ہوگا یا نہ ہوگا۔ پھر یہ دو قسم ہے:۔

الف ۔ علی سبیل الوجوب ب ۔ علی سبیل الامکان

لہ یہ قانون حدیث مندرج ذیل کے خلاف ہے جیسا کہ حیٰوۃ الحیوان اور مستدرک اور سیرت ابن ہشام میں مروی ہے۔

Scanned with CamScanner

(۴)۔ کسی کو اس امر پر قدرت دینا کہ یہ امور ہیں (نیکی و برائی) انہیں جو تو چاہے کرے جزا وسزا اسی تقدیر پر مرتب ہوتے ہیں۔)

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں نور الٰہی کے شمس کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اپنے مستقر یعنی قلب انسانی پر جاری ہوتا ہے کہ جس پر نور الٰہی کے چھینٹے ڈالے گئے۔

ذٰلك۔ وہ مستقر۔ تقدیر العزیز۔ اندازے اس عزیز کے ہیں جس کی طرف سوائے اس کی مدد کے کوئی راہ نہیں پاسکتا۔

العلیم۔ وہ جانتا ہے کہ رسالت کا مستحق کون ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نور خاص کا مستقر ہر قلب نہیں بلکہ وہ جس کے لیے مستعد اور صیقل شدہ ہو یہاں تک کہ وہ کریم اس پر لطف فرمائے اور اسے ظلمات کون و فساد کے متعلقات سے صاف و ستھرا کرے۔

گوہر انوار لا دل ہائے پاک آمد صدف

ترجمہ:۔ انوار کے گوہر کے لیے پاک قلوب صدف ہیں۔

تفسیر عالمانہ:۔ والقمر قدرناہ۔ القمر منصوب ہے اس فعل سے جو اس سے پہلے مقدر ہے جس کی تفسیر قدرناہ کرتا ہے۔ یہ زید ا ا کہ مثہ کی طرح ہے دراصل وقدرنا القمر قدرناہ تھا۔ یعنی ہم نے چاند کے لیے مقدر و معین فرمائیں منازل۔ منزلیں۔ یہ کل اٹھائیس ہیں اور وہ بارہ بروج پر منقسم ہیں اس کی مکمل تفصیل ہم نے سورہ یونس کے پہلے رکوع میں عرض کردی ہے۔

فائدہ:۔ چاند ہر شب کو انہی منازل میں سے ایک میں اترتا ہے نہ کبھی اس سے چوک جاتا ہے اور نہ ہی کمی کرتا ہے آخری منازل میں باریک اور کمان کی طرح ہوجاتا ہے۔ اگر چاند تیس کا ہو تو دو راتیں اگر انتیس کا ہو تو ایک رات چھپ جاتا ہے۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ یا نو رمضان کے روزے رکھے ان میں سے پانچ انتیس کے تھے باقی تیس کے۔

حدیث شریف:۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیدین کے چاند کم نہیں ہوتے یعنی ان کا حکم ایک ہے چاند انتیس کا ہو یا تیس کا ثواب اور فضیلت میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

مسئلہ:۔ امت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے امور کا دور قمری عربی ہے جس کا حساب مہینوں پر ہے شمسی (انگریزی) پر نہیں کہ جس کا حساب دنوں پر ہے (افسوس کہ امت نے بے وفائی کی کہ

قمری عربی حساب کو چھوڑ کر شمسی (انگریزی) حساب کے دلدادہ بن بیٹھے لیکن بہت زیادہ افسوس تو ان علماء کرام اور مشائخ عظام کا ہے جنھوں نے اسلامی روایات کو خیرباد کہ کر انگریز بدبخت کی یادگاروں کی ترویج میں پیش پیش یاکم ازکم عامل وشامل ہیں۔[1]

حتیٰ عاد۔ یہاں تک کہ لوٹتا ہے چاند۔

فائدہ:۔ ابن الشیخ نے فرمایا کہ یہاں تک ہو جاتا ہے کہ چاند مہینے کی آخری اور اول تاریخوں میں باریکی اور کمان کی شکل اور زرد ہوتا ہے۔

کالعرجون۔ عرجون بروزن فعلول انعراج سے ہے بمعنی ٹیڑھا ہونا۔

العذق بالکسر بمعنی خوشہ خرما (شاریخ) شمراخ یا شمروخ کی جمع ہے وہ لکڑیاں جن پر

حل لغات:۔ کھجور کا القدیم (پرانا) کیونکہ کھجور کے خوشہ کی لکڑی جب پرانی ہو جائے تو باریک اور کمان کی طرح اور زرد ہو جاتی ہے۔ چاند کی آخری تاریخوں کی کیفیت کو ان تینوں چیزوں سے تشبیہ دی ہے۔

سوال:۔ چاند ایک عظیم شے ہے انھیں اس معمولی اشیاء سے کیوں تشبیہ دی گئی ہے۔

جواب:۔ چونکہ دیکھنے والوں کو ایسے ہی محسوس ہوتا ہے اس کی وجہ سے ان معمولی اشیاء سے تشبیہ دی گئی ہے۔

فائدہ:۔ قدیم ہر اس شے کو کہا جاتا ہے جس پر کچھ وقت گزر جائے اس کے لیے ایک سال کی شرط بھی نہیں۔ بعض نے کہا کہ کم ازکم اس پر ایک سال گزر جائے۔

مسئلہ:۔ کوئی قسم کھائے کہ میرا ہر وہ غلام جو قدیم ہے وہ آزاد ہو گا تو وہ غلام آزاد ہو گا جس پر کم از کم سال گزر جائے۔

چاند کی چھائیاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ایک واقعہ

کشف الاسرار میں ہے کہ چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کی ایک حکمت یہ ہے کہ چاند کو خوب نورانی پیدا کیا گیا ہے لیکن یہ اپنا نور دیکھ کر اترایا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا پسند نہ آئی جبریل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اس کے کے چہرے پر پَر مار کر اس سے نور چھین لے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ چاند کی چھائیاں جبریل علیہ السلام کے پر کے نشان ہیں کیونکہ اس کا نور تو چھینا گیا لیکن نشانات باقی رہ گئے اور

---

[1] اضافہ از اویسی غفرلہٗ

اس کی پیشانی کا نقش کلمہ توحید یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ یہ نقش اللہ تعالیٰ نے ہی چاند کی پیشانی پر لکھوائے۔

چاند کی سزا اور اُس کی معافی

جب چاند سے نور چھین گیا تو اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بھی ہٹا دیا چاند نے فرشتوں سے مدد چاہی اور انھیں اللہ تعالیٰ کے حضور میں سفارشی بنایا فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی اے الہ العالمین چاند معافی چاہتا ہے وہ خدمت بارگاہ کا آرزومند ہے اسے حسب دستور خدمت میں لگایا جائے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی شفاعت قبول فرمائی اور حکم فرمایا کہ مہینہ میں ایک بار میری بارگاہ میں سربسجود ہو چنانچہ چودھویں شب کو جب خدمت کے لیے قریب تر ہوتا ہے تو اس کا نور مکمل کیا جاتا ہے پھر خدمت سے جو دور ہو جاتا ہے اتنا ہی اس کا نور کم کیا جاتا ہے۔

صوفیانہ نکتہ: بعض بزرگوں نے فرمایا کہ سورج اس بندہ خدا کے مشابہ ہے جو ہمیشہ معرفت الٰہی کی شمع روشن رکھتا ہے وہ صاحب تمکین اور غیر متلون ہے جس کی معرفت کا سورج بروج سعادت سے ہمیشہ چمکتا رہتا ہے نہ تو اسے کسوف کا ڈر ہوتا ہے نہ اسے حجاب چھپا سکتا ہے اور چاند کی مشابہت اس بندہ سے ہے جس کے احوال منتقل ہوتے رہتے ہیں وہ صاحب تلوین ہے اسے بسط حاصل ہے جو اسے ترقی کے مراحل طے کرا کر وصال یار سے بہرہ ور کرتا ہے پھر اسے فترت میں لا کر قبض میں پھینکا جاتا ہے جو وہ بھی صفائی حال کا سبب ہے اس طرح سے وہ گھٹتے گھٹتے ترقی قلب کی منازل طے کرنے لگ جاتا ہے پھر اسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نوازتا ہے جس سے وہ فطرت سے رجوع اور سکر سے افاقہ پا کر روشن راہوں پر چلتا ہوا وصال یار کے قریب پہنچ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ کمالات کی منزلیں پا لیتا ہے پھر زبان حال سے کہتا ہے ؎

مازلت انزل من ودادك منزلا
تتحير الالباب عند نزولا

ترجمہ: میں ہمیشہ تیری محبت سے گرتا گیا جس سے عقل والے اس تنزل سے حیران تھے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ والقمر قدرناہ منازل میں قمر قلب کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ قلب قمر کی طرح ہے کہ جیسے وہ سورج سے نور پاتا ہے ایسے ہی قلب پہلے شمس روح سے استفادہ کرتی ہے پھر شمس شہود حق سے فیضیاب ہوتی ہے چاند کی

Scanned with CamScanner

طرح طالب کے حروف قرآن کے مطابق اٹھائیس منزلیں ہیں ہر منزل میں اپنے وقت پر قلب اس میں آمد تا ہیں وہ اٹھائیس یہ ہیں :-

۱۔ الفت
۲۔ برو احسان
۳۔ توبہ
۴۔ ثبات
۵۔ جمعیت
۶۔ حلم
۷۔ خلوص
۸۔ دیانت
۹۔ ذلت
۱۰۔ رأفت
۱۱۔ زلفۃ (قرب الٰہی)
۱۲۔ سلامت
۱۳۔ شوق
۱۴۔ صدق
۱۵۔ ضرر
۱۶۔ طلب
۱۷۔ پیاس
۱۸۔ عشق
۱۹۔ غیرت
۲۰۔ فتوۃ
۲۱۔ قربۃ
۲۲۔ کرم
۲۳۔ نرمی
۲۴۔ مروت
۲۵۔ نور
۲۶۔ ولایت
۲۷۔ ہدایت
۲۸۔ یقین

جب بندہ آخری منزل طے کرتا ہے تو وہ قرآنی اخلاق میں ڈھل جاتا ہے اور اللہ کی رسی کو چمٹ جاتا ہے اور اس کا حق بھی ہے کہ حبل الٰہی کو چمٹے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا:

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ

اپنے رب کی عبادت کیجیے یہاں تک کہ تجھے یقین ہو

اور مومن کو قبر میں کہا جائے گا پڑھ اور چڑھ یعنی قرآن پاک کو پڑھتا جا اور قرب الٰہی کی منزلیں طے کرتا جا۔

کالعرجون القدیم میں قمر القلب کا اپنی منازل میں سیر کرنے کی طرف اشارہ ہے جب وہ حق تعالیٰ سے پہلی منزل مالوف ہوتا ہے تو ایمان اور عمل صالح سے نوازا جاتا ہے پھر تائب ہو کر حضرت الٰہی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اسی کی برکت سے وہ توبہ پر ثابت قدم رہتا ہے اور اسے جمعیۃ مع اللہ بھی نصیب ہوتی ہے تو اس کے قلب کا چاند نور رب سے مستنیر ہو کر کامل بدر بن جاتا ہے۔ اس کے بعد جب تھوڑا سا شمس شہود حق کے قریب ہوتا ہے تو گھٹ جاتا ہے ایسے ہی جتنا اس کے قریب ہوتا جاتا ہے تو وہ خود گھٹتا رہتا ہے یہاں تک کہ لاشے ہو جاتا ہے بلکہ ایسا چھپ جاتا ہے کہ کہیں نظر ہی نہیں آتا بلکہ اس

Scanned with CamScanner

کے نشانات تک مٹ جاتے ہیں۔ فقر حقیقی کا بھی یہی مقام ہے اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الفقر فخری (فقر میرا فخر ہے)۔ اس لیے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب شب معراج اللہ تعالیٰ کے حضور جو شیٔ قریب ہوئے تو اپنے وجود کے قصر میں اضافہ پایا جیسے اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ:

ثم دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ

یہاں پر آپ۔ فقر وجود سے مکمل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عیال وار پاکر اپنے جود و عنا سے غنی کر دیا۔

فائدہ:۔ چاند ایک ایسا آئینہ ہے جسے نور شمس سے استفادہ کرنے کی قابلیت حاصل ہے جب اس کے بالمقابل ہوتا ہے تو اس سے نور حاصل کرتا ہے جب سورج کا دور آہستہ ہوتا ہے تو اس کے ظہور کا اثر فصول اربعہ پر ہوتا ہے۔ فصول اربعہ سے ربیع۔ صیف۔ خریف۔ شتا مراد ہیں اور جب چاند کا دور تیز ہوتا ہے تو اس کے اثر کا عالم دنیا میں جلد تر ہو جاتا ہے قلب کی حرکت کی نگاہ چاند کی حرکت پر ہوتی ہے۔ اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فلک قمر میں ٹھہرایا کیونکہ آدم علیہ السلام کے قلب کے باطن کی حرکت کو چاند کی حرکت و انقلاب سے مناسبت ہے۔

فائدہ:۔ چاند مدرک مرئی ہے اور سورج تیز چمک اور تیز روشنی اور تیز شعاعوں کی وجہ سے اس کی کیفیت و کمیت کا ادراک نہیں ہو سکتا کہ وہ کیسی اور کس طرح ہیں اسی لیے اس کے ادراک کے لیے کچھ اسباب چاہئیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ ایک پیالہ صاف ستھرے پانی سے بھر کر سورج کے سامنے رکھ دیا جائے تاکہ سورج کا اس میں عکس آسکے۔ اب سورج کی چمک اور روشنی کم ہو جائے گی اور اسے پیالہ کی تہ میں اچھی طرح دیکھا جا سکے گا اس لیے کہ لطیف کو قبول کرنے اور کثیف کو امساک کا اس میں مادہ ہے اسی لیے پانی نے سورج کے عکس کو قبول کر لیا اور پیالے نے اُسے روک لیا یہ اس کے لیے ہے جو سورج کے جسم کو آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہے۔

سبق:۔ بعض لوگ وہم میں رہتے ہیں کہ ذات باری تعالیٰ کو ان آنکھوں سے دیکھنا کیوں ممتنع ہے تو ان کو سوچنا چاہیئے کہ جب یہ ظاہری سورج اپنی تابانی میں جب نصف النہار پر ہو تو اسے آنکھوں سے دیکھنا کتنا مشکل ہو جاتا ہے تو پھر شمس احدیت غیر متناہی انوار و تجلیات کو کس طرح دیکھا جا سکتا ہے جبکہ اس متناہی اور فانی سورج کی روشنی اور چمک اور ظہور و اظہار میں اس ذات غیر متناہی سے ذرہ برابر بھی نسبت نہیں۔ دریا کے مقابلہ میں قطرہ کو آفاق اور سات طبقات کے مقابلہ میں ذرہ کو اور بحر ذخائر کے مقابلہ میں قطرہ کو اور۔ دنیا و آخرت کے مقابلہ

Scanned with CamScanner

میں جزو لا یتجزیٰ کو کیا نسبت ہو سکتی ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے لیے ایسی مثالیں دینا موزونیت نہیں رکھتیں کیونکہ وہ پاک اور منزہ ذات ہے لیکن سمجھانے کے لیے ایسے کہہ دیا گیا کیونکہ آسمان وزمین میں اس کی کوئی مثال نہیں۔ جب تمھیں یہ مثالیں معلوم ہو گئیں تو اب دل کا معاملہ سمجھئے کہ جب اسے صاف ستھرا کیا جاتا ہے تو پھر اس میں ذات باری تعالیٰ کے انوار و تجلیات کے عکس پڑتے ہیں۔

حضرت شیخ مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

۱۔ نخست دیدہ طلب کن پس آنگہے دیدار
از آنکہ یار کند جلوہ برؔ اولوا الابصار

۲۔ ترا کہ چشم نباشد چہ حاصل از شاہد
ترا کہ گوش نباشد چہ سود از گفتار

۳۔ اگرچہ آئینہ داری از برائے رخش
ولے چہ سود کہ داری ہمیشہ آئینہ تار

۴۔ بیا بصیقل توحید ز آئینہ بزدآی
غبار شرک کہ تا پاک گردد از زنگار

ترجمہ:۔(۱) پہلے آنکھ طلب کر پھر دیدار اس لیے کہ یار (حقیقی) آنکھ والوں کو جلوہ دکھاتا ہے۔
(۲)۔ جب تیری آنکھ نہیں تو پھر دوست کا تجھیں جب تیرے کان نہیں تو پھر گفتار کا کیا فائدہ۔
(۳)۔ جب تو آئینہ دیکھنے والے چہرہ دیکھنے کے لیے رکھتا ہے تو اس آئینہ کا کیا فائدہ جس پہ زنگ ہی زنگ ہے۔
(۴)۔ صیقل توحید سے آئینہ کو صاف کر۔ شرک کی زنگ دُور کر تاکہ آئینۂ دل صاف وشفاف ہو۔

اور فرمایا ؎

۱۔ کجا شود بحقیقت عیاں جمال حقیقت
اگر مظاہر و آئینہ مجاز نباشد

۲۔ مجو در دلِ ما غیر دوست زانکہ نیابی
از آنکہ در دلِ محمود جز ایاز نباشد

۳۔ بہ پیش عقل مگو قصہائے عشق کہ آزا
قبول می نکند آنکہ عشق باز نباشد

ترجمہ:(۱)۔ جمال حقیقت حقیقت سے کب عیاں ہوگا اگر مظاہر اور آئینہ مجاز نہ ہوگا۔
(۲)۔ ہمارے دل یار کے سوا اور کسی کو تلاش نہ کر اس لیے یار کے سوا ہمارے ہاں کچھ نہیں جیسے محمود کے دل میں ایاز کے سوا کچھ نہیں پائے گا۔
(۳)۔ عقل کے سامنے عشق کی کوئی بات نہ کر اس لیے کہ وہ قبول نہ کرے گا کیونکہ جو عشقباز نہ ہو وہ عشق کی باتیں قبول نہیں کرتا۔

تفسیر عالمانہ:۔ لا الشمس ینبغی لہا۔ یہ لاینبغی للشمس سے زیادہ بلیغ ہے جیسے انت لا تکذب۔ لاتکذب سے زیادہ مؤکد ہے اس لیے کہ اس میں مسند الیہ کی تقدیم اور پھر اس میں اسناد کی تکرار ہے۔

سوال:۔ حرف نفی بجائے فعل کے الشمس پر لانے کا کیا فائدہ۔

جواب:۔ تاکہ معلوم ہو کہ سورج کسی دوسری ذات کے قبضہ میں ہے اسے اپنا کوئی اختیار نہیں وہی کرتا ہے جو اس کو آقا کا حکم ہوتا ہے۔

حل لغات:۔ ینبغی انفعال از بغی بغی بمعنی طلب تجاوز الاقتصاد فیما یتحری۔ تجاوزہ اوم تجاوزہ جس میں اقتصار لائق ہے اس میں تجاوز چاہنا پھر اس سے تجاوز ہو سکے۔ انبغی ماضی کا استعمال بہت کم ہے۔ کشف الاسرار میں ہے بغثت الشیٔ فانبغی لی میں نے آسان کرنا چاہا اور آسان ہو گیا اور میں نے اسے ڈھونڈا تو آسانی سے مل گیا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ سورج کو لائق نہیں ان تدرک القمر۔ سرعت سیر میں چاند کو پا سکے۔ اس لیے کہ چاند سورج سے تیز رفتار ہے کیونکہ چاند صرف ایک مہینے میں تمام اٹھائیس منزلیں طے کر لیتا ہے بخلاف سورج کے کہ وہ بارہ بروج (جو اٹھائیس منازل پر منقسم ہے) کو کامل سال کے بعد طے کرتا ہے۔ سورج ہر منزل میں تیرہ دن ٹھہرتا ہے۔

چاند کی تیز رفتاری

چونکہ چاند بہت تیز رفتار ہے اسی لیے سورج اس کو نہیں پہنچ سکتا اس لیے کہ سورج نہ صرف چاند سے کم رفتار ہے بلکہ وہ زحل سے بھی کم رفتار ہے اور زحل وہ ستارہ ہے جس کی ساتویں آسمان میں منزل ہے

Scanned with CamScanner

4/C

اس کی وجہ یہ ہے کہ سورج کامل النور ہے اسی لیے اگر یہ نہایت کمزور رفتار ہے یا تیز رفتار بلکہ میانہ رو ہے کیونکہ اگر بالکل کمزور ہو کر چلے تو اسے ایک منزل کی ایک جگہ پر کافی وقت ٹھہرنا ہوگا اور ظاہر ہے کہ یہ کسی جگہ پر کافی دیر ٹھہر جائے تو اس جگہ کو جلا کر راکھ بنا دے اور اگر وہ تیز رو ہو تو پھر نہ زمین پر کھیتیاں اگیں نہ درختوں کو پتے لگیں نہ میوے اور نہ پھل پک سکیں نہ دانے۔ پھر اگر یہ چاند کی طرح سریع السیر ہو تو پھر ایک ہی ماہ سردی بھی ہوگی گرمی بھی، اس طرح سے فصول اربعہ کا نظام معطل ہو جائے گا اور نہ ہی انگوریاں اگیں نہ حیوانات کی زندگیاں بسر ہو سکیں۔

فائدہ :۔ اس کا یہ معنی بھی ہے کہ وہ سورج باوجود کامل النور ہونے کے اسے لائق نہیں کہ وہ چاند کے آثار و منافع کو پائے کیونکہ ہر ایک کے اپنے مخصوص منافع و آثار ہیں جو دوسرے کو حاصل نہیں مثلاً کھیتیاں سورج پکاتا ہے اس میں تری چاند لاتا ہے اور اس میں ذائقہ کواکب لاتے ہیں۔

سہیل کا تعارف :۔

سہیل وہ ایک یمنی ستارہ ہے جس کی چمک حجر احمر کو عقیق بنا دیتی ہے۔

فائدہ :۔ یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ سورج کو لائق نہیں کہ وہ چاند کی جگہ پر پہنچ سکے کیونکہ چاند پہلے آسمان میں اور سورج چوتھے آسمان میں ہے اس اعتبار سے نہ سورج چاند کی جگہ پر آسکتا ہے نہ چاند سورج کی جگہ پر یا معنی یہ ہے کہ سورج کو لائق نہیں کہ وہ چاند کی حکومت میں دخل دے کیونکہ چاند رات کا راجہ ہے اور سورج دن کا شہنشاہ۔ اسی لیے اگر سورج بجائے دن کے رات کو آجائے تو چاند کی سلطنت مٹ کر رہ جائے گی رات کی تاریکی ختم ہو کر دن کا راج قائم ہوا اور یہ حکمت خداوندی کے منافی ہے۔

چاند کی سورج سے شرمساری :۔

بعض تفاسیر میں ہے کہ سورج کو لائق نہیں کہ وہ چاند کے ملک میں آجائے تاکہ اس کے نقصان کو دیکھے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے چاند سے نور چھینا تو اس نے التجا کی کہ اس کے نقص اور عیب کا علم سورج کو نہ ہو دا اس کی دعا قبول ہوئی تو اب سورج چاند کو نہیں پا سکتا۔

تفسیر صوفیانہ :۔

بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو تاریخ شمسی کے بجائے تاریخ قمری عطا فرمائی اس میں عارفین کو تنبیہ ہے کہ چاند کے آثار، عالم ظاہر میں مٹ کر رہ جائیں گے اور یہ حق اسے نصیب ہوگا جو آیت لا الشمس ینبغی لھا الخ میں تدبر کرتا ہے یعنی سورج کو لائق نہیں کہ وہ چاند کے مراتب اور شرافت کو پائے اس سے ان اسرار مخفیہ کی تقویت و تائید ہوتی ہے جو محمدیوں کو نصیب ہوئے کیونکہ یہ اسرار مخفیہ صرف انہیں سے مخصوص ہیں لیکن باوجود ایں ہمہ وہ مخفی بھی ہیں یعنی جن محمدیوں کو آیات نصیب ہوں گے وہ ظاہر نہیں کیونکہ اہل ظواہر ان سے

Scanned with CamScanner

مطلع نہ ہوسکیں، جیسے چاند کے آثار ایسے مخفی ہیں ابھی کو بھی علم نہیں ایسے ہی محمدیوں کو کرامات مخفیہ عطا ہوں گی وہ آج پوشیدہ ہیں لیکن قیامت میں عیاں ہو جائیں گی یعنی یہ اسرار مخفیہ ان کے علوم و کشوف و اسرار و رموز اور حقائق و خوارق ہیں۔ یہ جو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو نصیب ہوئے اور بس۔

ولا الليل سابق النهار اور نہ ہی رات سے دن سبقت کرکے اسے عاجز کرسکے بایں طور کہ دن اپنے اوقات پہلے ختم کرکے رات کے اوقات میں داخل ہو جائے اور پھر رات دن کے بعد آئے نظام قدرت پر غور کریں کہ دن اور رات اپنی اپنی باری میں آ جا رہے ہیں کبھی کسی میں کمی بیشی نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔

فائدہ:۔ بعض مفسرین نے کہا کہ اس سے چاند و سورج کے آثار یعنی روشنی مراد ہے اور سَبَق سے چاند کا سورج کے اوقات میں پہنچ کر سورج کی چمک کو مٹا کر اپنا راج قائم کرے کہ پھر رات ہی رات ہو۔ نظام قدرت ایسا مضبوط ہے کہ سورج و چاند رات دن چل رہے ہیں لیکن نہ کبھی سورج چاند کے اندر گھسا نہ چاند سورج میں داخل ہوا اور نہ ہی بیک وقت دونوں مجتمع ہوئے سوائے اس گھڑی کے کہ جب اللہ تعالیٰ یہ دنیوی تدابیر و اسباب ختم کرنا چاہے گا اور اس کی بنیادیں مٹائے گا تو پھر سورج کو مغرب کی طرف سے لائے گا اس وقت سورج اور چاند ایک دوسرے میں جمع ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا **وجمع الشمس والقمر** (اور سورج و چاند جمع کیے جائیں گے) یہ بھی قیامت کی علامات میں سے ایک ہے۔

سوال:۔ اگر یہ مضمون سابق کا عکس ہے تو پھر یوں کیوں نہیں کہا گیا **ولا الليل مدرك النهار**۔

جواب:۔ اس میں چاند کی سرعۃ السیر کی مناسبت ملحوظ ہے جیسا کہ گزرا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں اشارہ ہے کہ جیسے یہاں بتایا گیا ہے کہ سورج چاند ہو سکتا ہے و چاند سورج بن سکتا ہے ایسے ہی قلب پر جب شہود حق کا سورج اپنی نورانیت پھیلاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **واشرقت الارض بنور ربها** (اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھی) تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ (معاذ اللہ) رب بندہ ہوگیا یا بندہ خدا ہوگیا اس لیے کہ رب کو ربوبیت لائق ہے اور عبد کو عبودیت۔ اللہ تعالیٰ اس سے منزہ اور پاک ہے جیسا کہ اصحاب الحلول و الاتحاد کہتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ:۔ **وکل** (اور وہ سب) کل کی تنوین اس مضاف الیہ کا عوض ہے جو ضمیر ھُمْ ہے اور وہ شمس و قمر کی طرف راجع ہے۔

سوال:۔ وہ دو اور ضمیر ھُمْ جمع کی۔

Scanned with CamScanner

جواب:۔ ضمیر جمع بوجہ شمس و قمر کے اس تکاثر کے لیے ہے جو انہیں کثرت مطالع سے حاصل ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ کبھی صفات و عوارض کی کثرت ذات کی کثرت کا سبب بن جاتی ہے یا یہ ضمیر ھُمْ بوجہ کواکب کے ہے کہ شمس و قمر کے ذکر میں وہ بھی متضمناً مذکور ہیں۔

فی الفلک ۔ افلاک سبعہ میں سے ہر ایک اپنے مخصوص فلک میں۔

فائدہ:۔ بحر العلوم میں ہے کہ وہ سورج و چاند وغیرہ جنس فلک میں پیرتے ہیں اس کی مثال کساھم الامیر حلۃ ہے (وانہیں حاکم نے حلہ پہنایا) تو اس سے مخصوص حلہ مراد نہیں بلکہ اس جنس کا کوئی حلہ اور فلک ستاروں کے چلنے کی جگہ مراد ہے اسے فلک سے اس لیے تعبیر کیا گیا کہ وہ ستاروں کے چلنے کے لیے بمنزلہ فلک (کشتی) کے ہے[1] اور حرف جر یسبحون کے متعلق ہے۔

حل لغات:۔ السبح بمعنی پانی یا ہوا میں تیز گزرنا یعنی تیرنا یا ہوا میں اڑنا لیکن اب یہ ستاروں کے افلاک میں پیرنے کے لیے استعارہ کیا گیا ہے[2] نیز السبح بمعنی کھل کر چلنا پانی میں تیرنے کی طرح۔ جو شخص کسی شے میں کھل کر کام کرتا ہے تو وہ گویا اس میں تیر رہا ہوتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ کھل کر اور آرام سے چلتے ہیں کہ انہیں آڑے نہیں آتا جیسے پانی میں تیرنے والے کو آگے کوئی دوسرا حائل نہیں ہوتا۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمان اول سے پہلے ایک دریا پیدا فرمایا ہے جو آرام سے ہوا میں چل رہا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیچے پانی کا قطرہ گرنے نہیں دیتا اسی میں ہی سورج چاند۔ ستارے چل رہے ہیں۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا۔ وکل فی فلک یسبحون۔

کسوف کا سبب

چاند دریا کی گہرائی میں بہت تیز دوڑتا ہے جب اللہ تعالیٰ سورج گرہن کا ارادہ فرماتا ہے تو سورج کو اپنی رفتار سے ہٹا کر دریا کی گہرائی میں ڈال دیتا ہے تو پھر جس قدر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اپنی حکمت کے اقتضاء پر سورج کا کچھ حصہ (نصف۔ ربع۔ ثلث) چلتا ہے رجتنا دریا کی گہرائی میں ہوتا ہے وہ بے نور نظر آتا ہے۔

فائدہ:۔ منجمین کہتے ہیں یسبحون کے صیغۂ عقلاء سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج چاند ستارے بھی عقلاء

---

[1] المفردات ۱۲ — [2] ایضاً — [3] کشف الاسرار ۱۲ء

[4] المنیۃ السنیۃ ۔ ۱۲ ۔

اور زندہ اور ذی شعور ہیں کیونکہ واؤ و نون صیغہ میں ذوی العقول کے لیے آتے ہیں۔ **تفسیر رازی** میں امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر منجمین کی مراد صرف اس قدر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں دوسرے جمادات کی طرف مشغول ہیں تو ہم ان کی بات مان لیتے ہیں اس کے سوا اگر کوئی اور مراد ہے تو پھر ہمیں تسلیم نہیں صیغہ (واؤ و نون) کبھی مجازاً غیر ذوی العقول کے لیے بھی آجاتا ہے جیسے بتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا الا تاکلون کیا تم کھاتے نہیں ہو۔

تقریر نسفی :۔ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یسبحون صیغہ جمع اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شمس قمر کو ایسے صفات (سباحۃ ۔ سبق ۔ ادراک) سے موصوف فرمایا ہے جو ذوا العقول کے ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان صفات میں بھی ان کا اپنا کوئی اختیار نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان ہوتے ہیں جیسے چاہتا ہے کرتا ہے۔

تقریر صاحب روح البیان قدس سرہ :۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ صیغہ عقلاء باعتبار مبادی حرکات افلاک ونجوم کے ہے اس لیے کہ ان کے مبادی حرکات جواہر اور اپنی ذوات کے لحاظ سے افلاک کے مواد سے مجرد اور ان کی حرکات میں متعلق ہیں۔ ان جواہر کو نفوس فلکیہ کہا جاتا ہے اور پھر اہل اللہ کا اتفاق ہے کہ ہر شے میں اس کے لائق حیات ہے وہی سر حیات جمیع اشیاء میں سرایت کیے ہوئے ہے وہ اشیاء ارضی ہوں یا سماوی بالخصوص سورج چاند کہ یہ دونوں اسی تعین کا مین ہیں انہیں تو حیات کا ہونا بطریق اولیٰ ہے۔ ؎

جملہ ذرات زمین و آسمان
مظہر سر حیاتست اے جوان
کے تواند یافتن آنرا خرد
ہست او سرے خرد کے پے برد

ترجمہ:۔ آسمان و زمین کے تمام ذرات اے جوان سر حیوٰۃ کے مظہر ہیں۔
اسے عقل سے کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ تو ایک مخفی راز ہے جہاں عقل کی رسائی نہیں ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے حقیقت کے ادراک کا اور ڈگمگانے اور تباہی سے بچاؤ کا سوال کرتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ :۔ وآیۃ لھم ۔ اور اہل مکہ کے لیے یہ بہت بڑی علامت ہے اور وہ ہمارے کمال قدرت کو جانیں۔
انا حملنا ذریتھم کی خبر مقدم ہے۔

حل لغات:۔ الحمل اُٹھانا اور ذرؔیۃ حمل کی طرح ہے بمعنی خلق الشئ ہے لیکن اس میں کثرت مطلوب ہوتی ہے۔ اسی سے ذریّۃ نسل ثقلین پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ امام راغب[1] نے فرمایا کہ الذریۃ دراصل صغیر اولاد کو کہا جاتا ہے اگرچہ عرف میں صغیر و کبیر ہر دونوں کے لیے مستعمل ہوتا ہے اس کا استعمال واحد اور جمع کے لیے ہونا چاہیئے اگرچہ اصل اس کا جمع ہے۔

فائدہ:۔ مجازاً عورتوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے بالخصوص جب یہ دوسروں میں خلط ہوں اس لیے کہ یہ اولاد کی پیدائش کی کھیتیاں ہیں۔ گویا حال بول کر محل مراد لیا گیا ہے جیسا کہ احادیث مبارکہ میں ہے۔

حدیث شریف (۱):۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ، **حجوا بالذریۃ** ذریۃ یعنی عورتوں کے ساتھ حج کرو۔

حدیث شریف (۲):۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے ذریّۃ یعنی عورتوں کے قتل کرنے سے روکا ہے۔

اب آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ ہم نے ان کی بڑی اولاد کو اُٹھایا جبکہ وہ انہیں تجارات کے لیے بھیجتے ہیں۔

فی الفلک المشحون۔ بھری ہوئی کشتی میں یہاں الفلک مفرد ہے جیسا کہ اس کی صفت مشحون سے معلوم ہوتا ہے۔ مشحون شحناء سے ہے بمعنی عداوت کہ جس سے نفوس پُر ہوجائیں[2] یا معنیٰ یہ کہ ہم نے اُٹھایا ان کی چھوٹی اولاد اور اُن کی عورتوں کو کہ وہ پیدل چلنے کی طاقت نہیں رکھتے اور دریائی سفر میں چھوٹی اولاد کو ساتھ رکھنے کی تخصیص اس لیے ہے کہ کشتی کا دریا میں چلنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ہے کیونکہ ان کا کشتیوں میں قرار پکڑنا سخت اور اس میں جم کر سفر کرنا ان کے لیے ایک عجیب امر تھا۔

وخلقنا لھم من مثلہ۔ اور ہم نے کشتیوں جیسی ان کے لیے اور چیزیں پیدا کی ہیں۔ **ما یرکبون** کہ جس پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ اس سے اُونٹ مراد ہیں اس لیے کہ وہ جنگل کی کشتیاں ہیں۔

الفلک۔ کا الف لام جنس کا ہے اس لیے کہ آیت سے اہل مکہ پر حجت قائم کرنی ہے تاکہ وہ مرنے کے بعد اُٹھنے کو مان جائیں۔

---

[1] قاموس ۱۲ ۔ [2] المفردات ۱۲ ۔

[3] المفردات ۱۲ ۔

Scanned with CamScanner

فائدہ :۔ آیت سے پہلے کفارِ مکہ کو احیاء الارض کی دلیل دے کر سمجھایا کہ وہ تمہاری معیشت کا سبب ہے وہ بھی ہم ہی نے پیدا کر دہ ہے پھر ہواؤں دریاؤں اور جاری ہونے والی کشتیوں کی تسخیر کی نعمت بتائی کہ ان سے تم اپنی تجارت چلاتے ہو اور پھر انہیں چھوٹی اولاد اور عورتوں کو بھی لے جاتے ہیں چنانچہ فرمایا **وحملنا کم فی البر والبحر** اور ہم نے تمہیں اٹھایا جنگلوں اور دریاؤں میں۔

فائدہ :۔ بعض نے کہا کہ یہ الف لام عہد خارجی کا ہے اس سے نوح علیہ السلام کی کشتی مراد ہے جس کا ذکر آیت **واصنع الفلک باعیننا ووحینا** میں ہے اور ہماری نگرانی اور وحی سے کشتی تیار کیجئے۔ اب معنی یہ ہوا کہ ہم نے ان کی اولاد جو قیامت تک ہو گی سب کو ایسی بھری ہوئی کشتی میں انہیں اور بہت سے ان حیوانات کو اٹھایا جو پانی میں زندگی بسر نہیں کرتے اگر ہم ایسے نہ کرتے تو انسان کی نسل ختم ہو جاتی اور ہم نے ان کے لیے وہ سواریاں بنائیں جو کشتیوں کے ہم شکل و صورت ہیں۔

سوال :۔ کشتیوں میں اٹھانے میں ان کی اولاد کا ذکر ہے لیکن ان کا اپنا ذکر کیوں نہیں حالانکہ کشتیوں میں وہ خود بھی سوار ہوتے۔

جواب :۔ اس میں اشارہ ہے کہ یہ وہ نعمت ہے جو انہیں اور اُن کی اولاد کے لیے قیامت تک شامل ہے۔

سوال :۔ یہ کشتی صرف اتنا کر سکتی ہے کہ انہیں دریا میں ڈوبنے سے بچائے لیکن اسے تخلیق سے کیا تعلق یہ تو بندوں کی ساخت ہے۔

جواب :۔ یہ بھی تخلیق ایزدی سے متعلق ہے کیونکہ انسان کی صنعت اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے بغیر نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس کے بتائے بغیر اس کی اہلیت و صلاحیت رکھ سکتا ہے جیسا کہ نوح علیہ السلام کو فرمایا **واصنع الفلک باعیننا ووحینا**۔

سوال :۔ کشتیوں کی سواری میں **حملنا** اور ان سواریوں میں **یرکبون** سے تعبیر کا کیا مطلب؟

جواب :۔ چونکہ ان سواریوں میں انسان کو من وجہ اختیار ہوتا ہے اسی لیے ان کو **یرکبون** سے تعبیر فرمایا جیسے نوح علیہ السلام کی کشتی میں بچوں کے لیے **حملنا** سے تعبیر کیا گیا ہے حالانکہ ان کو اس میں نہ شعور تھا نہ خبر۔

سوال :۔ سورۂ مومنین میں **وعلیہا وعلی الفلک تحملون** (اور ان پر اور کشتیوں پر سوار کیے جاتے ہیں) میں حمل سے کیوں تعبیر کیا گیا ہے۔

جواب :۔ تغلیباً کہا گیا ہے۔

فائدہ :۔ بعض مفسرین نے دوسرے معنی کو اظہر کہہ کر یہ دلیل دی ہے کہ مثلہ ما یرکبون سے مراد

اگر اونٹ ہیں تو وخلقنا لہم الخ دو متصلوں کے درمیان فاصل بن جائے گا کیونکہ وان نشأ نغرقہم الخ الفلک سے متصل ہے لیکن بعض[ف] نے پہلے معنی کو اظہر بتایا ہے اور مذکورہ بالا فاصل کا جواب یہ دیا ہے کہ اونٹ کا ذکر بطریق استطراد ہے اس لیے کہ اونٹ اور کشتی کو آپس میں تماثل ہیں گویا وہ ایک نوع ہیں۔

فائدہ:۔ بعض کے نزدیک ذریتھم سے ان کے آباؤ اجداد مراد ہیں اس لیے کہ اس کا اطلاق اصل و فرع سب پر آتا ہے کیونکہ الذرء سے ہے بمعنی الخلق اسی لیے اس کا اطلاق اصل و نسل ہر دونوں کے لیے صحیح ہے کیونکہ یہ ایک دوسرے سے پیدا شدہ ہیں۔ اس معنیٰ پر کہا جا سکتا ہے کہ آباؤ اجداد بھی ذریۃ ہیں کیونکہ اولاد انھیں کا بیج ہیں۔

سوال:۔ ذریۃ لغت میں صرف اولاد اور نساء کو کہا جاتا ہے لیکن آباؤ اجداد پر اس کا اطلاق عجیب سا ہے۔

جواب:۔ واقعی لغت ضابطہ حق ہے لیکن تاویلاً کہا جا سکتا ہے کہ یہ آباؤ اجداد آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور اس معنیٰ پر انھیں ذریۃ کہا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ تین چیزوں کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے چلاتا ہے:۔

(۱)۔ اونٹ جنگلوں میں۔

(۲)۔ بادل ہوا میں۔

(۳)۔ کشتی دریا میں۔

مسئلہ:۔ حملنا میں اشارہ ہے کہ دریا میں کشتیوں پر سفر کرنا جائز ہے ہاں جب سورج عقرب میں داخل ہوتا اختتام شتاء دریائی سفر نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اس وقت کا سفر خالی از خطر نہیں[ف]۔

تفسیر عالمانہ:۔ وان نشأ نغرقہم ۔ یہ آیت سابق کا تتمہ ہے اس لیے کہ کفار آیت کے ہر مضمون کے معترف تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ واذا غشیہم موج کالظلل دعوا اللہ مخلصین لہ الدین[ف]۔ اور جب انھیں چھتریوں کی طرح موج گھیر لیتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہو کر اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں) اغراق یعنی غرق کرنے کو مشیت سے اس لیے معلق کیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ ان کے کرتوت کا تقاضا تو یہ ہے کہ وہ آن کی آن میں غرق ہو جائیں

ف تفسیر الارشاد ۱۲

ف شرح حزب البحر للشیخ الزروقی قدس سرہ

ف سورۂ لقمان رکوع ۴

لیکن اب مشیت ایزدی پر ہے چاہے تو انہیں غرق کر دے یا نہ۔
فائدہ: یہ فرض وتقدیر پر محمول ہے جیسا کہ ولاھم ینقذون الا رحمة منا الخ سے معلوم ہوتا ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ اگر ہم ان کو غرق کرنا چاہیں تو انہیں دریا میں غرق کر دیں۔ الغرق بمعنی پانی میں ڈوب جانا۔

فلا صریخ لهم۔ فعیل بمعنی مفعول یعنی مصرخ بمعنی فریادرس اور صریخ فریادی کی آواز کو بھی کہا جاتا ہے اب معنی یہ ہوا کہ ان کا غرق سے بچانے کے لیے کوئی فریادرس نہ ہوگا کہ انہیں غرق ہونے سے بچا لے یا غرق کرنے والے پانی کو ان سے دور کر سکے۔ ولاھم ینقذون۔ اور نہ وہ غرق ہونے کے بعد نجات دیئے جائیں گے الانقاذ و الاستنقاذ کا ایک معنی ہے۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی کو پانی کی گہرائی یا کسی اور مکروہ امر سے نجات دلائے۔

الا رحمة منا ومتاعا الی حین۔ یہ استثناء مفرغ اور مستثنیٰ منہ اعم ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ ان کا کوئی فریادرس نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی انہیں نجات دلا سکے گا سوائے اس بڑی اور عظیم رحمت کے جو ہماری طرف سے انہیں فریادرسی اور نجات دلانے کے لیے پہنچے اور متاع بمعنی تمتع یعنی نفع دینا اس حیات سے جو انہیں آجال کے پہنچنے سے پہلے حاصل ہے۔

ردکمیونسٹ: اس میں اس غلط خیال دہریئے کا رد ہے جو سمجھتا ہے کہ کشتی اس لیے نہیں ڈوبی کہ اس کا درمیان خالی رکھا جاتا ہے۔ اس طرح سے وہ طبعی طور سے نہیں ڈوبتی نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ بچاتا ہے (معاذاللہ) اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو اسے غرق کر دیں اور اس کا بچ کر نکلنا طبعی تقاضا پر نہیں بلکہ فضل الٰہی پر مبنی ہے ورنہ یہ نہ کبھی آفت کا شکار ہوتی اور نہ کبھی غرق ہوتی۔

مسئلہ: منعم علیہ جس پر انعام الٰہی ہو وہ کسی وقت بھی عذاب الٰہی سے بے خوف نہ ہو بالخصوص نعمت کے عطیہ کے وقت کفار سابقین پر بھی عذاب اسی لیے آیا کہ وہ نعمتوں سے مغرور ہو کر نہایت ہی بے خوف بلکہ بے دھڑک ہو گئے لیکن عذاب الٰہی نے جب انہیں اچانک گھیرا تو انہیں خبر تک نہ ہوتی ایسے ہی اہل مکہ اور کشتی والو تم بھی مغرور تھے لیکن جب وہ مصائب میں مبتلا ہوئے تو پھر اُن کی آنکھ کھلی اور ظاہر ہے کہ انسان اُس وقت بیدار ہوتا ہے جب اس سے نعمت چھن جاتی ہے۔

حکایت: شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ایک بادشاہ عجمی غلام کے ساتھ کشتی میں بیٹھا تھا اور غلام نے اس سے قبل نہ دریا دیکھا تھا نہ کشتی میں بیٹھنے کی نعمت سے آگاہ تھا اسی لیے آہ وزاری شروع کر دی بلکہ کانپنے لگا۔ تمام کشتی والے اسے سمجھاتے اور تسلی دلاتے لیکن ایک نہ مانتا۔ بادشاہ بھی پریشان ہوا لیکن کیا کر سکتے تھے جبکہ وہ کسی کی مانتا ہی نہیں تھا ایک سمجھدار کشتی میں تھا اس نے بادشاہ سے کہا حکم

Scanned with CamScanner

ہو تو میں اسے خاموش کرا دوں بادشاہ نے کہا نہ ہے کرم اس نے کہا غلام کو دریا میں پھینک دو جب اسے کشتی سے اٹھا کر دریا میں پھینکا گیا تو دو چار ڈبکیاں کھائیں تو اسے دریا سے نکال کر ایک کونہ میں بٹھا دیا گیا پھر تو نہایت سکون اور خاموشی سے بیٹھ گیا۔ بادشاہ حیران ہوا اور اس سمجھ دار انسان سے اس کا ماجرا پوچھا تو اس نے کہا کہ اس غلام نے پہلے غرق ہونے کا دکھ نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی اسے کشتی میں بیٹھنے کی نعمت کی خبر تھی۔ لیکن اب اسے معلوم ہوا کہ دریا کیا ہے اور کشتی کی نعمت کیا؟ کیونکہ نعمت کی قدر مصیبت کے بعد ہوتی ہے۔ ؎

اے سیر ترا نان جویں خوش ننماید
معشوق منست آنکہ بنزدیک تو زشتست
حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف
از دوزخیان پرس کہ اعراف بہشت است

ترجمہ۔ اے سیر تجھے جو کی روٹی اچھی نہیں لگتی میری تو محبوب ہے وہ جو تیرے نزدیک قبیح ہے۔ بہشت کی حوران کے لیے اعراف دوزخ ہے لیکن دوزخیوں سے پوچھو کہ ان کے لیے اعراف بہشت ہے۔

سبق۔ نعمت پر شکر لازم ہے عطا پر اطاعت ضروری ہے۔ ہر انسان کو ضروری ہے کہ طریق توحید و معرفت میں جدوجہد کرے۔ اس لیے کہ مہلت دینے کا مقصود یہی ہے کہ انسان اپنی خامی کا تدارک کرے۔

تفسیر صوفیانہ ۔ **وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ** میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شریعت کی کشتی میں بٹھا کر بحر حقیقت میں اپنے خواص کو اور بحر دنیا میں عوام کو اٹھاتا ہے جو بحر دنیا کے تلاطم امواج خواہشات سے نجات پا گیا تو وہ شریعت کی کشتی کی برکت سے بعنایت الٰہی فائدہ پا گیا ایسے ہی جو بحر حقیقت میں شبہات کے تلاطم سے بچ گیا تو سمجھو کہ وہ بھی نجات پا گیا کہ اسے سفینۂ شریعت میں ارباب طریقت جیسے ملاحوں کی نگرانی سے احسان ایزدی پر کامیابی نصیب ہوئی **وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ**۔ اس آیت کی سواری سے مراد مشائخ واصلین وکاملین کی ہمت کے پر مراد ہیں۔

لہ گلستان۔ لہ تاویلات نجمیہ ۱۴۔

وان نشأ نغرقهم ۔ عوام کو بحر دنیا میں اور خواص کو دریا بحر حقیقت کی سفینہ شرع کو توڑ کر اگر ہم غرق کر دیں تو جو آرزو مند ہو کر دوزخ میں داخل ہو گا۔

فلا صریخ لهم ولا هم ینقذون الا رحمة منا ۔ رحمت سے مشائخ مراد ہے کیونکہ یہی رحمت حق تعالیٰ ہی ہیں ومتاعًا الی حین اور اس وقت تک جبکہ ان کی عنایت ازلیہ مدد کرے ۔

تفسیر عالمانہ

واذا قیل لهم ۔ اور جب از راہ نصیحت کافروں کو کہا جاتا ہے انفقوا ۔ محتاجوں پر خرچ کرو ۔ مما رزقکم اللہ ۔ اس میں سے جو تمہیں اللہ تعالیٰ رزق بخشتا ہے ۔ یعنی وہ جو اللہ تعالیٰ تم کو اپنے فضل و کرم سے مال و اسباب بخشتا ہے اس میں سے کچھ فقراء کو دو کیونکہ اس کے بلا درنگ تکالیف اور پریشانیاں دور ہوں گی ۔

قال الذین کفروا ۔ کافروں نے اللہ تعالیٰ کو کہا ۔ ان سے وہ زندیق مراد ہیں جو مکہ شریف میں رہتے تھے ۔

الزندیق وہ ہے جو کسی معبود کا اعتقاد نہ رکھے اور نہ اسے مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھنے پر ایمان ہو اور کسی شے کو حرام نہ سمجھے ۔

للذین آمنوا ۔ ایمان والوں کو از راہ تہکم ایسے ان اُمور کے ساتھ استہزاء جو مشیت ایزدی سے اہل ایمان متعلق کرتے تھے مثلاً کہتے لوشاء اللہ لاغنی فلانا ۔ اگر اللہ تعالیٰ فلاں کو غنی کرنا چاہے تو اسے غنی کر دے گا ۔

لوشاء اللہ لاعزہ ۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو فلاں کو عزت دے گا ۔

لوشاء اللہ لکان کذا و کذا ۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ایسے ایسے ہو گا ۔

سوال : تہکم پر کیوں محمول کیا گیا ہے ۔

جواب : معطلہ تو سرے سے صانع کا انکار کرتے ہیں اسی لیے ان سے ایسا جواب از روئے اعتقاد اور یقین نہیں ہو سکتا ۔

انطعم ۔ کیا ہم ایسے ہی کھلائیں جیسے تم کہتے ہو یعنی ہم نہیں کھلاتے ۔ ہمزہ انکاری ہے دراصل طعام کھانے کی وہ شے جو غذا کا کام دے ۔ کو کہا جاتا ہے جیسے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماء زمزم کے متعلق فرمایا انه طعام طعم وشفاء سقم ۔ وہ کھانے کی غذا اور بیماری کے لیے شفاء ہے ۔

فائدہ : اس میں تنبیہ ہے کہ آب زمزم غذا ہے بخلاف پانیوں کے کہ وہ غذا و شفاء نہیں ۔

Scanned with CamScanner

من لو یشاء اللہ اطعمہ ۔ اسے جس کے لیے اللہ تعالیٰ طعام کھلانا چاہے ۔ اے مسلمانو! تمہارے گمان کے مطابق ۔ یعنی تم جو کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو طعام کھلانے پر قادر ہے تو وہی انہیں طعام دے جب وہ نہیں دیتا تو ہم بھی نہیں دیتے ۔

ان انتم ۔ نہیں ہو تم اے مسلمانو ۔ الا فی ضلال مبین ۔ مگر گمراہی ظاہر میں ۔ ضلال یعنی سیدھے راستے سے ہٹ جانا ۔ اس کی نقیض ہدایت ہے ۔ ہر سیدھے راستے سے ہٹ جانا ضلال کہا جاتا ہے عمداً ہو یا سہواً تھوڑا ہو یا زیادہ اسی لیے اس کا استعمال ہر اس شخص کے لیے بھی ہوتا ہے جو کسی بھی طریق سے خطاء کا مرتکب ہو (المفردات) اب معنیٰ یہ ہوا کہ تم ظاہر خطاء میں ہو ۔ ان زندیقوں کا مقصد یہ تھا کہ اے مسلمانو ! تم بھی خطاء میں ہو اس کا عقیدہ میں کہ اُدھر تو عقیدہ رکھتے ہو کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے اِدھر ہمیں کہتے ہو کہ فقراء پر خرچ کرو کیونکہ یہ تو تم ہمیں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے خلاف حکم دیتے ہو ۔

ردالزنادقہ :۔ دراصل زندیق خود گمراہی اور خطاء میں مبتلا تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بعض بندوں کو غنی اور بعض کو فقیر اور پھر اغنیاء کو فقراء پر خرچ کرنے کا حکم فرمایا تو یہ اُس کی حکمت ہے اور اس کی حکمت کے خلاف فقراء پر خرچ نہ کرنا اور مشیت ایزدی کا بہانہ بنانا یہ ان کی خطأ اور کھلی گمراہی ہے ؎

درویش را خدا بتونگر حوالہ کرد
تا کار او بسازد و فارغ کند دلش
از روئے بخل اگر نشود ملتفت بوے
فردا بود ندامت و اندوہ حاصلش

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ نے فقیر کو دولت مند کے حوالہ کیا تاکہ وہ اس کا کام بنائے اور اس کا دل فارغ کر دے

اگر وہ از راہ بخل اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تو کل قیامت میں اسے ندامت اور اندوہ حاصل ہوگا ۔

حدیث شریف میں ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم سب کو دولت مند بنا دے تم میں کوئی ایک بھی فقیر نہ ہو اور اگر چاہے کہ تم سب کو فقیر بنا دے یہاں تک کہ تم میں کوئی ایک بھی غنی نہ ہو لیکن اس نے تم میں سے بعض کو بعض کی وجہ سے آزما کر دیکھنا چاہا کہ وہ دولت مند فقیر پر کس طرح

Scanned with CamScanner

شفقت کرتا ہے اور فقیر کس طرح صبر کرتا ہے۔

فائدہ:۔ آیت میں زندیقوں کی دو علامات بتائی ہیں کہ انہیں فقراء پر کسی قسم کی شفقت نہیں۔

فائدہ: جملہ تکلیفی دو امور کی طرف لوٹتے ہیں:۔

۱۔ التعظیم لامر اللہ ۲۔ شفقت علی خلق اللہ۔

اور یہ دونوں امور زندیقوں میں نہیں اور بخیلوں نے بھی ان کی پیروی میں عملی طور پر کہا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے محروم رکھا ہم اسے کیوں کچھ دیں اگر وہ چاہتا تو اسے غنی بنا دیتا۔

نکتہ:۔ یہی کلام اگر وہ از راہ یقین و شہود و عیاں کہتے تو انہیں فائدہ ہوتا بلکہ عین توحید یہی ہے کیونکہ اسی پر ایمان کے کمال کا دارومدار ہے کیونکہ وہ اپنی گفتگو بطور تقلید و انکار و عناد کہا تو پھر جسے اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے پھر کون ہے جو اسے ہدایت دے۔

لقمان حکیم کی حکمت:۔ حضرت لقمان حکیم رضی اللہ عنہ کا جب دولت مندوں پر گزر ہوتا تو انہیں فرماتے اے نعمتوں والو! اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت نہ بھولو اور جب تنگدستوں پر گزر فرماتے تو کہتے اے فقیرو کسی پر بغض و کینہ نہ رکھنا اس سے بچے رہو۔

ملفوظ حیدر صفدر رضی اللہ عنہ

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مال دنیا کی اور عمل صالح آخرت کی کھیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ دونوں کسی قسمت والے میں جمع فرماتا ہے۔

نسخہ عجیبہ:۔ سیدنا فضیل بن عیاض فرماتے تھے کہ جو آخرت کی عزت چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ مسکینوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھے ہم اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل کثیر اور لطف عام چاہتے ہیں۔ وہ مسبب الاسباب ہے اور اسی سے ہی رحمت کا دروازہ کھلتا ہے؎

عیال حضرتیم و شیر خواہ

گفت الخلق عیال للالہ

آنکہ او از آسماں باران دہد

ہم تواند کو ز رحمت نان دہد

ترجمہ:۔ ہم اللہ تعالیٰ کے عیال اور دودھ چاہنے والے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے۔

Scanned with CamScanner

وہ ذات جو آسمان سے بارش دیتی ہے وہی اُمید ہے اپنی رحمت سے روزی عطا فرمائے۔

؎ کل یوم ھو فی شان بخوان
مراورا بے کار و بے فعلے مدان

ترجمہ: ہر دن اُس کی نئی شان ہے اس حدیث کو پڑھ اسے بغیر کام اور بغیر کسی فعل کے نہ جان۔

تفسیر عالمانہ: ویقولون۔ اور مکہ والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کو از راہ انکار اور بعید سمجھ کر کہتے ہیں۔

متی۔ کب ہے ھذا الوعد۔ یہ وعدہ یعنی قیامت کا قیام اور حساب وجزا۔

فائدہ: ان کی طلب یا از راہ استہزاء ہے یا باعتبار اس کے کہ وعدہ قریب العہد ہے۔

تحقیق الوعد: وعد کا لفظ خیر و شر اور نفع و ضرر کے لیے تو وعید صرف شر کے لیے مستعمل ہے اور یہاں پر الوعد دو امور کو متضمن ہے۔

(۱)۔ قیامت کا وعدہ اور جزاء اگر خیر ہے تو وعدہ بھی خیر کا ہے۔

(۲) اگر عمل شر کا ہے تو جزا بھی شر ہوگی۔

نکتہ: کشف الاسرار میں ہے کہ یہاں وعید کے بجائے الوعد کہنا اس لیے کہ کفار کا گمان تھا کہ ان کا اللہ تعالیٰ کے ہاں احسن جزا ہے اگر اس کا وعدہ حق ہے تو۔

رد از صاحب روح البیان قدس سرہٗ: یہ بات تو مشرکین کے لیے ہو سکتی ہے نہ کہ معطلہ کے لیے حالانکہ ابھی گزرا ہے کہ یہ مقولہ ان زندیقوں کا ہے جو مکہ شریف میں رہتے تھے۔

ان کنتم صٰدقین۔ اگر تم سچے ہو اپنے وعدہ میں تو کہو کہ وہ کب ہوگا۔

فائدہ: ان کا یہ قیامت کے لیے جلدی کا مطالبہ اور وقوع قیامت میں دیر ہونے پر سوال کرنا دعوت کی تکذیب اور حشر و نشر کے انکار پر ہے ورنہ اگر وہ از راہ تصدیق و اقرار اور دنیا سے چھٹکارا پانے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے اور اس کے دیدار کے شوق میں کہتے تو انھیں بڑا فائدہ ان پر موت کے وقت سے ہی قیامت قائم ہو جاتی جیسے اہل ایمان پر قیامت نہیں ہوتی بلکہ یہ موت ان کی عید و سرور بن جاتی ہے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

خلق در بازار یکساں می روند
آں یکے در ذوق و دیگر دردمند

ہمچناں در مرگ و زندہ می بدیم
نیم در خسران و نیمے خسرویم

ترجمہ :۔ بازار میں جانے والی مخلوق یکساں نہیں ہوتی کوئی ذوق وشوق سے بعض دردمند ہوتے ہیں ایسے ہی موت میں ہم جانے والے کچھ حسرتیں لے کر اور کچھ شاہانہ ٹھاٹھ سے جاتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ :۔ ما ینظرون ۔ نہیں انتظار کر رہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ہے۔ النظر بمعنی الانتظار ہے یعنی اہل مکہ نہیں انتظار کرتے۔

الا صیحۃ واحدۃ ۔ مگر ایک ہی چنگھاڑ کی انہیں دوسرے کی انتظار کی ضرورت بھی نہ ہوگی۔ صیحۃ واحدۃ نفخۂ اولیٰ جس کی کڑک سب کو فنا کر دے گی ۔ الصیحۃ بمعنی رفع الصوت ۔ آواز بلند کرنا

تاخذھم ۔ انہیں اچانک پکڑے گا اور تمام زمین والوں کو پہنچے گا۔

حل لغات :۔ الاخذ بمعنی شے کا لینا اور حاصل کرنا ۔ یہ کبھی ہاتھ سے لینے پر مستعمل ہوتا ہے جیسے معاذ اللہ ان ناخذ الا من وجدنا متاعنا عندہ ۔ معاذ اللہ ہم اسے پکڑیں مگر یہ کہ جس کے ہاں ہم نے پایا اپنا سامان ۔ کبھی قہر و غلبہ مراد ہوتا ہے جیسے لا تاخذہٗ سنۃ ولا نوم اور اسے نہیں پکڑتی اونگھ اور نیند ۔ اہل عرب کہتے ہیں اخذتہ الحمی ۔ اسے بخار نے پکڑا ہے ۔ قیدی کو ماخوذ اور اخید اسی معنیٰ پر کہا جاتا ہے۔

وھم یخصمون ۔ حالانکہ وہ کام میں مشغول ہوں گے۔

حل لغات :۔ یہ دراصل یختصمون تھا ۔ تاء صاد ہوئی اسے ساکن کرکے صاد میں ادغام کیا گیا پھر خاء مکسور ہوئی تاکہ التقاء ساکنین لازم نہ آئے ۔ اہل عرب کہتے ہیں خاصمۃ ای نازعتہ میں اس سے جھگڑا دراصل مخاصمت دو خصموں کا آپس میں ایک دوسرے کے متعلق ہونا اپنی جانب سے یقینی کھینچ کر ہر ہر ایک ان کا بوری کے کنارے کو اپنی طرف یعنی وہ کفارہ جس طرف رہتی ہے ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ تجارتی امور اور اپنے دنیوی امور اور معاملات میں جھگڑتے اور تنازع کرتے اور اپنے دنیوی امور میں تا قیامت مشغول رہتے ہیں اور وہ قیامت سے غافل ہیں اور عدم ظہور کی وجہ سے اس کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ ان کا گمان ہے کہ قیامت آئے گی۔

قیامت کی آمد :۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قیامت آئے گی حالانکہ دو مرد بیع وشراء کرتے ہوں گے کپڑے کھولے ہوں گے تو انہیں لپیٹنے کا موقعہ نہ ملے گا اور حوض میں پانی کے لیے ڈول ڈالے گا ابھی پانی نہ نکالے گا اور مرد اپنی اونٹنی سے دودھ دوہ

Scanned with CamScanner

کر واپس آرہا ہوگا اسے پی نہ سکے گا مرد طعام کا لقمہ اُٹھا کر منہ تک لائے گا، ابھی منہ میں نہ ڈال سکے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْن۔

قیامت سے پہلے ہوا چلے گی:۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک یمانی ہوا چلائے گا جو ریشم سے نرم اور مشک سے زیادہ خوشبو ناک ہوگی وہ ہر کسی شخص کو نہ چھوڑے گی جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا ان سب کو سمیٹ لے گی۔ وہ صرف ایک صدی زندہ رہیں گے انہیں دین کی کوئی خبر نہ ہوگی اور ان پر ہی قیامت قائم ہوگی حالانکہ وہ بازاروں میں بیع و شراء کرتے ہوں گے۔

سوال:۔ اگر کوئی کہے کہ ان کو انتظار کا چیلنج کیسا وہ تو قیام قیامت کا انکار کرتے اور نتیجہ کو بالکل نہیں مانتے تھے۔

جواب:۔ واقعی انہیں انکار تو تھا لیکن متی هذا الوعد تو کہہ بیٹھے ان کے اس لفظی چیلنج پر چیلنج ہے کیونکہ جو شخص کسی شے کے وقوع کا پوچھے گا تو وہ گویا اس کے وقوع کو مانتا ہے اگرچہ دل سے نہ مانتا ہو لفظاً تو اس کے وقوع کا کہہ رہا ہے۔

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً تو وہ وصیت کرنے کی بھی طاقت نہ رکھیں گے۔

حل لغات:۔ **الاستطاعة** استفعال از طوع کسی شے کے ہونے سے فعل کا ہو جانا یعنی وہ قدرت نہ رکھیں گے۔

التوصية بمعنی وصیت کرنا الوصیۃ ایصاء کا اسم ہے کہا جاتا ہے وصیت الشئ جا لشئ میں نے ایک شے کو کسی شے کی وصیت کی۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب کسی کو کوئی شے پہنچائے اور اس فعل کا نام بھی ہے جو مرنے کے بعد کسی کے لیے کوئی شے لازماً دینے کی وصیت کرتے، بال ہو یا نقصہ کیونکہ جو شے اس نے لازم کی ہے وہ اس کے امر حیات سے اس کے مرنے کے بعد کسی کو ملے گی۔ التنکیر تعمم کے لیے ہے یعنی کوئی بھی شے ہو جو ان کے مابین ہوا کرتی ہے۔

فائدہ:۔ ابو الشیخ نے کہا کہ وہ کسی سے بھی وصیت نہ کر سکیں گے اگرچہ ایک معمولی کلمہ کی اس میں عبرت ہے کہ جب وہ ایک معمولی کلمہ کی ادائیگی سے عاجز ہیں تو پھر جن امور کی اسے سخت ضرورت ہے جنہیں کافی اور بڑے عرصہ کے بعد ہی ادا کر سکے مثلاً ادائے واجبات و رد اعظام (حقوق) وغیرہ کو اس وقت کیسے ادا کر سکے گا کیونکہ بات کرنا تو عمل کرنے سے آسان ہے۔ جب وہ آسان کو ادا کرنے سے عاجز ہے تو بڑے امور کو کیسے ادا کر سکے گا۔

فائدہ:۔ آیت سے معلوم ہوا کہ وقوع قیامت انہیں کسی بھی شے کی مہلت نہ دے گی۔

Scanned with CamScanner

نکتہ :۔ (کلمات کی جنس سے) یہاں پر وصیت لانے کی ضرورت اس لیے پیش آئی تاکہ تنبیہہ ہو کہ جس پر موت طاری ہے اس کے لیے وصیت ایک اہم امر ہے لیکن اس کے باوجود وہ اسے بھی ادا نہیں کر سکتا تو باقی اُمور اس سے کس طرح ادا ہو سکیں گے تو جو شخص معمولی شے کی ادائیگی سے عاجز ہے تو بہت بڑے اُمور کی ادائیگی میں تو اور عاجز تر ہو گا۔

ولا الیٰ اھلیھم۔ اور نہ وہ اپنے اہل و عیال کی طرف) اہل کی تفسیر میں ازدواج و اولاد اور غلام اور کنیزیں اور اقارب اور دوست (علیٰحدہ علیٰحدہ) مجموعی طور پر داخل ہیں۔[2]

فائدہ :۔ المفردات میں ہے اہل جنس نسب میں وہ خود اور اس کا عیال شامل ہے اور اہل الرجل (مرد والی) بول کر اس شخص کی عورت مراد لی جاتی ہے۔[1]

یرجعون۔ لوٹ سکیں گے۔ اگرچہ وہ ابھی گھروں کے دروازوں کے باہر ہوں بلکہ انہیں صیحہ (چنگھاڑ) گھیرے گا جس سے جہاں ہوں گے خلاصہ یہ کہ نہ تو وہ حاضرین کو وصیت کر سکیں گے۔ اگر غائب ہیں تو نہ وہ گھر والوں کے پاس لوٹ سکیں گے یعنی بازار سے گھر تک جانے کا انہیں وقت نہ ملے گا غرضیکہ اس وقت کہ بازار میں کسی کام میں جھگڑا کر رہے ہوں یا دوسرے معاملات میں مشغول ہوں یا دیگر کوئی اہم اُمور طے کر رہے ہوں۔ جب اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو سب کے سب جہاں ہوں گے مر جائیں گے مگر وہ جو اللہ تعالیٰ چاہے جیسا کہ سورۂ زمر میں اس کی تفصیل آئے گی (ان شاء اللہ)

نوٹ :۔ یاد رہے کہ موت انسان کو جلد تر گھیر لے گی لیکن انسان اپنے جملہ مقاصد کو نہیں سمیٹ سکے گا۔ تو پھر انسان پر لازم ہے کہ مقاصد گھٹائے اور آنے والے حالات کے لیے تیاری رکھے۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

تو غافل در اندیشۂ سود و مال
کہ سرمایۂ عمر شد پائمال

ترجمہ :۔ تو غافل سود و مال کی فکر میں ہے لیکن تیری عمر کا سرمایہ ضائع ہو گیا۔

غبار ہوئی چشم غفلت بدوخت
سموم ہوس کشت عمرت بسوخت

---

[1] مشارق الانوار لابن الملک ۱۲

[2] اس میں شیعہ کا رد ہے کہ وہ اہل میں صرف اولاد کو شامل کرتا اور ازدواج کے شمول کا منکر ہے ۱۲۔

Scanned with CamScanner

ترجمہ:۔ خواہشات کی غبار نے تیری عقل کی آنکھ سی ڈالی ۔ خواہش کے سورج نے تیری عمر کی کھیتی جلا دی۔ 5/C

خبر داری اے استخوان قفس
کہ جان تو مرغیست نامش نفس

ترجمہ:۔ اے ہڈیوں کے پنجرے تجھے کچھ خبر بھی ہے۔ تیری جان تو ایک پرندہ ہے اس کا نام نفس ہے۔

چو مرغ از قفس رفت و بگست قید
دگر رہ نگرد بسعی تو صید

ترجمہ:۔ جب پرندہ پنجرے سے نکلا اور قید ٹوٹی۔ دوبارہ تیری کوشش کے باوجود یہ شکار ہاتھ میں نہیں آئے گا۔

نگہ دار فرصت کہ عالم دمیست
دمی پیش دانا بہ از عالمیست

ترجمہ:۔ فرصت کو نگاہ میں رکھو اس لیے کہ تمام جہان صرف ایک لحظہ ہے سمجھدار کے لیے ایک لمحہ تمام عالم سے بہتر ہے

سکندر کہ بر عالمی حکم داشت
دراں دم کہ بگذشت عالم گذاشت

ترجمہ:۔ وہ سکندر کہ جس کا تمام جہان پر حکم چلتا تھا جب روانہ ہوا تو تمام چھوڑ کر چلا گیا۔

میسر نبودش کزو عالمی
ستانند و مہلت دہندش دمی

ترجمہ:۔ اسے یہ میسر نہ آیا کہ تمام دے کر کچھ مہلت حاصل کر سکے۔

دل اندر دلارام دنیا مبند
کہ ننشست باکس کہ دل بر نکند

ترجمہ:۔ محبوب دنیا سے دل نہ لگا کہ یہ جس کے ساتھ بھی بیٹھی اس کی جان نکال لی ہے۔

سر از جیب غفلت بر آور کنون
کہ فردا نمانی بحسرت نگوں

ترجمہ:۔ ابھی گریبان غفلت سے سر باہر کر تاکہ کل حسرت سے تیرا سر نگوں نہ ہو۔

طریقی بدست آور و صلحی بجوی
شفیعی بر انگیز و عذری بگوی

ترجمہ:۔ کوئی طریقہ حاصل کر کے صلح کر لے۔ کوئی شفاعت کنندہ تلاش کر کے گناہوں کا عذر کر لے۔

Scanned with CamScanner

که یک لحظه صورت نبندد امان
چو پیمانه پر شد بدور زمان

ترجمہ:۔ اس لیے ایک لحظہ بھی امان نہ ملے گی جب دارِ زمان کا پیالہ پُر ہو گیا۔

حکایت حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے وصال مبارک کی

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بوقت وصال فرمایا کہ میرے پاؤں اور ہاتھوں میں بیڑیاں ڈال دو۔ جب بیڑیاں ڈالی گئیں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ توبہ کا وقت دراز ہے جب تک انسان کے منہ سے غرغر کی آواز نہ آئے (یعنی نزع طاری نہ ہو) پھر خود ہی قبلہ رُخ ہو کر فرمایا اللھم امرتنا فعصینا ونھیتنا فارتکبنا ھذا مقام العائذ بک فان تعف فاھل العفو انت وان تعاقب فیما قدمت یدی سبحانک لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظّٰلمین؎۔ انھی الفاظ پر آپ کا وصال ہوا اور بیڑیاں آپ کے ہاتھ پاؤں پر بندھی تھیں۔ یہ خبر سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو پہنچی تو آپ نے فرمایا بچ گیا بابا۔ جبکہ اسے مرنے سے پہلے ہی موت کا یقین ہو گیا۔ اُمید ہے اسے یہ طریقہ فائدہ دے گا۔

مسئلہ:۔ موت کے وقت اچھی وصیت کرنی چاہیئے اگر کوئی موت کے وقت وصیت کرے تو وہ اس کی طرح ہے جس کا مال اُس وقت تقسیم کیا جائے جب وہ بے تکلم ہو۔

مسئلہ:۔ جو وصیت کے بغیر مر جائے تو برزخ میں قیامت تک اسے بولنے کی اجازت نہ ہو گی۔ مردے ایک دوسرے سے بولیں گے اور آپس میں ملیں گے لیکن وہ خاموش رہے گا اس کے لیے کہیں گے کہ جب یہ مرا تھا اس نے تہائی مال کی وصیت نہ کی (یہ اُس وقت ہے اہل وعیال کسی قسم کی زد پہنچے تو بہتر ہے کہ تہائی کامل نہ سہی کچھ نہ کچھ وصیت کرے یا کسی اور اَمر کی وصیت کرے۔ یہ ایک مستحسن فعل ہے ضروری یا واجب نہیں)۔

مسئلہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وصیت میں کسی قسم کو زک پہنچانا کبیرہ گناہ ہے (بقیہ ص۶۸ پر)

؎۔ اے اللہ تو نے ہمیں حکم دیا تو ہم اس کی خلاف ورزی کی اور روکا تو ہم اُس کا ارتکاب کیا۔ یہ تجھ سے پناہ مانگنے والا کا مقام ہے اگر معاف کر دے تو اس کا اہل ہے۔ اگر تو مجھے میرے اعمال کی سزا دے تو پاک ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ذات ہے۔ بیشک میں ظالموں سے ہوں۔

Scanned with CamScanner

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ○
قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا ۜ هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ
وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ○ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ
جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ ○ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا
تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ○ إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ
فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ ○ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ
مُتَّكِئُونَ ○ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَا يَدَّعُونَ ○ سَلَامٌ
قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَحِيمٍ ○ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ○
أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ
عَدُوٌّ مُبِينٌ ○ وَأَنِ اعْبُدُونِي ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ○
وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا ۖ أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ○
هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ○ اصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ
تَكْفُرُونَ ○ الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَ
تَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ○ وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا
عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنَّىٰ يُبْصِرُونَ ○ وَلَوْ
نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا
وَلَا يَرْجِعُونَ ○

ترجمہ:- اور پھونکا جائے گا صور جبھی وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے چلیں گے۔ کہیں گے اے

Scanned with CamScanner

ہماری خرابی کس نے ہمیں سوتے سے جگا دیا۔ یہ ہے وہ جس کا رحمٰن نے وعدہ دیا تھا اور رسولوں نے حق فرمایا وہ تو نہ ہو گی مگر ایک چنگھاڑ۔ جبھی وہ سب کے سب ہمارے حضور حاضر ہو جائیں گے اپنے کیے کا۔ بے شک جنت والے آج دل کے بہلاؤوں میں چین کرتے ہیں وہ اور ان کی بیبیاں سایوں میں ہیں۔ تختوں پر تکیہ لگائے ان کے لیے ان میں میوہ ہے اور ان کے لیے ہے اس میں جو مانگیں ان پر سلام ہوگا مہربان رب کا فرمایا ہوا۔ اور آج الگ پھٹ جاؤ اے مجرمو! اے اولادِ آدم کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور میری بندگی کرنا یہ سیدھی راہ ہے اور بیشک اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو بہکا دیا تو کیا تمہیں عقل نہ تھی یہ ہے وہ جہنم جس کا تم سے وعدہ تھا۔ آج اسی میں جاؤ بدلہ اپنے کفر کا۔ آج ہم ان کے مونہوں پر مہر کر دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں اُن کے کیے کی گواہی دیں گے۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں مٹا دیتے پھر لپک کر رستے کی طرف جاتے تو انہیں کچھ نہ سوجھتا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کے گھر بیٹھے ان کی صورتیں بدل دیتے کہ نہ آگے بڑھ سکتے نہ پیچھے لوٹتے۔

بقیہ صفحہ ۶۶

مسئلہ:۔ جب مرنے لگے تو کہے کہ مجھ پر جو حقوق ہیں (قرضہ جات) وغیرہ انھیں ادا کرنا اور میرے مدعیوں کو راضی کرنا اور جتنی نمازیں قضا ہوئیں اور جتنے روزے قضا ہوئے ان کا فدیہ دینا (جسے ہم اہلسنت اسقاط کہتے ہیں) اور جس بندۂ خدا نے زندگی بھر نہ نماز پڑھی ہو اور نہ روزہ رکھا ہو اس کا کیا بنے گا اس کے لیے اہل سنت نے حیلہ کا طریقہ بتایا ہے اس کی تفصیل فقیر کی تصنیف "الاقساط فی الاسقاط" کا مطالعہ کیجئے اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں سے بنائے جو اپنے حال کا تدارک قبل از موت کرتے ہیں اور اپنے انجام بخیر کے لیے متفکر رہتے ہیں اور اعمال صالحہ کی کثرت کرتے ہیں اور دنیا سے لطف و جمال سے رخصت ہوتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ:۔ ونفخ فی الصّور۔ اور صور پھونکا جائے گا۔ ماضی بمعنی مستقبل تاکہ تحقق وقوع پر دلالت ہو۔

النفخ بمعنی کسی شے میں ہوا بھرنا۔ جمہور کے نزدیک صور کی واو ساکن ہے۔

Scanned with CamScanner

صور کیا ہے؟ :۔ اس میں دو وجہیں ہیں :۔

(۱) یہ ایک سینگ ہے جس میں اسرافیل پھونک ماریں گے اور اس میں جملہ ارواح کی گنتی کے مطابق سوراخ ہیں۔ یہ سوراخ ہر ایک رُوح کی جگہ ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ قرن (سینگ میں) پھونک ماری جائے گی اور یہی موتیٰ کی حیات کا سبب ہے۔

(۲) ۔ یہ صورت کی جمع ہے جیسے صُوَف وصُوفَۃ۔ بعض قراء کی قرأت اس کی مؤید ہے کہ وہ الصور کو بفتح الواؤ پڑھتے ہیں۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ تمام صورتوں میں ارواح پھونکے جائیں گے اور یہ بھی سینگ کے ذریعہ ہوگا۔

فائدہ :۔ اس سے نفخ ثانی مراد ہے کہ اس سے جملہ موتیٰ کو اللہ تعالیٰ زندہ فرمائے گا نفخ اول مراد نہیں کیونکہ اس سے تو تمام کو موت واقع ہوگی۔ ان دونوں کے درمیان چالیس سال کا عرصہ گزرے گا اس کے بعد زمین کو راحت اور سکون ملے گا جبکہ اس سے قبل اس پر زلزلے اور وحشت ناک واقعات ہوتے اور اندریں اثناء آسمان سے بارش برستی رہے گی اور پانی جاری رہے گا۔ اشجار وغیرہ ختم ہو جائیں گے کوئی شے زندہ نہ رہے گی۔ جب چالیس سال گزر جائیں گے تو عرش کے نیچے سے گاڑھے پانی (منی کی طرح) بارش برسے گی جسے ماء الحیوٰۃ کہا جاتا ہے۔ اس سے کھیتی کی طرح اجسام اگیں گے حالانکہ قبل ازیں تمام بنو آدم (الا الانبیاء والاولیاء ومن شاء اللہ) کے اجسام (سوائے ریڑھ کی ہڈی) کو کھا جائے گی۔ وہ چونکہ ٹڈی کی آنکھ کی مانند ہے اسے محسوس نہیں کیا جاتا اسی لیے بچ رہے گی تو اس سے تمام اجسام جوڑے جائیں گے اور وہ سورج کی شعاع کے ذرات کی طرح نظر آتے ہیں جب اجسام ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ مکمل طور جڑ جائیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو زندہ فرمائے گا وہ پھونک ماریں گے تمام ارواح اڑ کر اپنے اجسام میں داخل ہوں گے اس پر قبریں پھٹیں گی چنانچہ فرمایا **فاذا ھم** (پس اچانک وہ) ضمیر کفار کی طرف راجع ہے جیسا کہ آنے والا مضمون دلالت کرتا ہے **من الاجداث** (قبروں سے) جدث (بفتحتین) کی جمع ہے بمعنی قبر (قاموس)

سوال :۔ اس وقت قبریں کہاں جبکہ نفخ صور اول کی سخت آواز سے پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں مل جائیں گے۔

جواب :۔ اللہ تعالیٰ تمام بکھرے ہوئے اجزاء جمع کر کے وہاں پہنچائے گا جہاں وہ مدفون ہوں گے اسے جدث (قبر) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ **الی ربھم** (اپنے رب کی پکار کی طرف) **ینسلون** (نکلیں گے) نکل کھڑے ہوں گے۔

Scanned with CamScanner

فائدہ: یہاں پر اللہ تعالیٰ کی پکار اور اس کا امر مراد ہے جو اسرافیل علیہ السلام کی پھونک کی صورت میں ہوگا اس سے حشر و نشر یا وہ موقف مراد ہے جو حساب و کتاب اور جزا و سزا کے لیے مقرر ہے۔ صحیح یہ ہے کہ بیت المقدس ہی حشر و نشر کا مقام ہے۔

فائدہ: ہر دونوں جار ینسلون کے متعلق ہیں جیسا کہ آیت یوم یخرجون من الاجداث سراعًا دلالت کرتی ہے یعنی وہ اپنی قبروں سے نکل کر بطریق اجبار جلدی کریں گے یعنی ان کو جلدی پر مجبور کر دیا جائے گا۔ وہ اپنے اختیار سے قبروں سے نکل کر میدان حشر کے لیے نہیں جائیں گے لدینا محضرون۔ ہمارے ہاں حاضر کئے جائیں گے۔

حل لغات: ینسلون نسل سے ہے یہ نسل الثعلب ینسل سے ہے بمعنی لومڑی دوڑنے میں تیزی کرتی ہے اس کا مصدر نسل و نسلان دونوں طرح آتا ہے۔ ونفخ فی الصور کے بعد کا اذا مفاجاتیہ ہے اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کمال قدرت کا مالک ہے اور اس کے ارادہ کا خلاف کبھی نہیں ہو سکتا۔ ادھر حکم دیا ادھر وہ کام ہو جاتا ہے مثلاً قیامت میں ادھر نفخ صور ہوگا تو فوراً ہی مردگان قبور سے اُٹھ کر دوڑتے نظر آئیں گے حالانکہ اس کا اتفاقاً عجلت کا نہ تھا کیونکہ بکھرے ہوئے اجزاء کو جمع کرنا پھر ہڈیوں کو گوشت پوست سے ملانا پھر انہیں زندہ کرنا اس کے بعد اُٹھ کر بھاگنا لیکن قادر نے اپنی قدرت سے یہ تمام کام آنکھ جھپکنے سے پہلے کر کے دکھاتے ہیں۔

سوال: یہاں ینسلون ہے لیکن دوسری آیت میں فاذا ھم قیام ینظرون۔ یعنی وہ اچانک قبروں سے اُٹھ کر کھڑے دیکھتے رہیں گے۔ قیام (کھڑا ہونا) نسل (دوڑانا) نقیضین ہیں اور یہ ہر دو فعل ایک ہی وقت ہوں گے جیسا کہ لفظ اذا مفاجاتیہ سے ثابت ہوتا ہے۔

جواب (۱) قیام تیز دوڑنے کے منافی نہیں کیونکہ دوڑنے والا قائم ہو کر ہی تو دوڑتا ہے۔ ایسے ہی نظر (ینظرون) دوڑنے والا آنکھیں بند کر کے تو نہیں دوڑتا۔

جواب (۲) وہ اُمور جو ایک دوسرے کے پے در پے ہوں جن میں زمانہ و مہلت کو دخل نہ ہو تو اسے ایک ہی واقعہ سے تعبیر کیا جاتا ہے فلاں مقبل مدبر کر منہ اور پیٹھ دینے والا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

قالوا۔ قبور سے ابتداءً اُٹھتے ہی کفار واویلا کریں گے جبکہ انہیں قیامت کے ہولناک مناظر دکھائی دیں گے۔

یا ویلنا۔ ہائے ہائے اے تباہی آجا ابھی تیرا وقت ہے۔ کاشفی مرحوم نے فرمایا وہ کہیں گے ہم پر افسوس۔

Scanned with CamScanner

فائدہ:۔ ویل منادی ہے جو متکلم جمع کی طرف مضاف ہے۔ یہ کلمہ عذاب و بلا کا ہے اور ویح رحمت کا کلمہ ہے۔ من استفہامیہ ہے۔ بعثنا من مرقدنا۔

مسئلہ:۔ تجوید کے امام حضرت حفص مرقدنا پر معمولی کا وقفہ فرماتے تھے کہ سانس نہ ٹوٹتی تھی تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ ھذا اسم اشارہ مرقدنا کی صفت ہے۔ اس کے وقفہ کے بعد ہی ھذا سے شروع فرماتے کیونکہ ھذا ما وعد الرحمٰن جملہ مستانفہ ہے۔ بعض کے نزدیک یہ وقفہ سکتہ کہلاتا ہے یعنی آواز کو سانس توڑے بغیر تھوڑی سی دیر روک لینا۔

حل لغات:۔ البعث بمعنی اُٹھانا المرقد بمعنی رقاد یعنی نیند یا یہ اسم مکان ہے۔ اس سے جنس مراد ہے یعنی ہر ایک نیند کی اپنی اپنی جگہ سے اُٹھ کر کہے گا کس نے ہمیں نیند کی جگہوں سے اُٹھایا یعنی بیدار کیا۔

فائدہ:۔ اگر مرقد مصدر ہے تو یہ استعارہ اصلیہ تصریحیہ ہے اور مستعار منہ رقاد یعنی نیند اور مستعار لہٗ موت اور جامع عدم ظہور فعل ہوگا۔ یہ تمام کا تمام مجاز عقلی ہے اور اگر اسم مکان ہو تو یہ استعارہ تبعیہ ہے اور مصدر میں تشبیہ کا اعتبار کیا گیا ہے کیونکہ اسم مکان و دیگر مشتقات میں مقصود وہ شے ہوتی ہے جو قائم بالذات ہو اور وہ مصدر ہے فلہٰذا یہاں بھی مقصود رقاد (نیند) ہے نہ کہ وہ شے جہاں وہ تھے یعنی قبر کہ جس میں بمنزلہ نیند والے کے پڑے تھے اور تشبیہ کا اعتبار مقصود میں اہم و اولیٰ ہوتا ہے۔

سوال:۔ الاسناد المتقدم میں ہے کہ کفار کا اس طرح کی خبر دینا قبر کے عذاب کے منافی ہے اس سے معتزلہ (پرویزی۔ نیچری۔ کمیونسٹ وغیرہ) کے نظریہ کی تائید ہوتی ہے جبکہ بعثت سے پہلے یہ لوگ عذاب قبر وغیرہ کے منکر ہیں۔

جواب (۱) عقول و فہوم کی گڑبڑیشن سے ایسے کہیں گے جبکہ وہ عذاب کی کیفیت کو خواب سے تعبیر کریں گے۔

جواب (۲) دو نفخوں کے درمیانی عرصہ تک ان سے اللہ تعالیٰ عذاب اُٹھالے گا جنہیں مختصر سے وقفہ میں عذاب کی تخفیف سے آرام محسوس ہوگا جسے وہ نیند سے تعبیر کریں گے جیسے مریض کو مرض کی شدت سے وقفہ مل جائے تو وہ اس کیفیت سے قرار پا کر نیند میں چلا جاتا ہے یہ سکون پا کر راحت محسوس کرتا ہے لیکن جب وہ بعثت کے بعد قیامت کا عذاب دیکھیں گے تو ہائے ہائے پکاریں گے۔ اس جواب کی تائید حدیث شریف سے ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بین النفختین اربعون سنۃ و لیس بینھما قضاء ولا رحمۃ ولا عذاب الا ما

شاء دبلت ۔ دو نفخوں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہے ان کے مابین کوئی فیصلہ نہ ہوگا اور نہ ثواب نہ عذاب ہاں جس کے لیے اللہ چاہے۔

جواب (۳) جب کفار عذاب الٰہی کو دیکھیں گے اور جہنم سامنے ہوگی ادھر اپنے کرتوت نظر آئیں گے تو عذاب قبر کو ان کے مقابلہ میں لاشے (معدوم) کی طرح سمجھ کر کہیں گے **من بعثنا من مرقدنا** الخ لیکن یہ اس وقت ہے جب عذاب صرف روح کو ہو حالانکہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے کہ قبر کا عذاب روح اور جسم ہر دونوں کو ہوگا۔ ان دونوں اقوال کی تطبیق یوں ہوگی کہ جسم کو روح سے بہت زیادہ تعلق ہوتا ہے اس لیے اگر اسے کسی نے صرف روح کا نام لیا تو اس سے جسم کی نفی نہ ہوگی۔ اس کی مثال ارواح شہداء کی ہے کہ ان کا تعلق جسم سے ایسا قوی ہے کہ انہیں احیاء (زندہ) کہا گیا اگرچہ وہ بظاہر مردوں کی طرح ہوتے ہیں لیکن چونکہ قیامت میں عذاب جسم و روح کا عذاب محسوس کیا جائے گا یہ چونکہ صرف روحانی عذاب سے شدید ترین ہوگا۔ اسی لیے قبر کے عذاب کو بھول کر کہیں گے **من بعثنا من مرقدنا** الخ (ظاہر ہے کہ شدید ترین عذاب کے وقت معمولی درد کا احساس نہیں رہتا جیسا کہ ہر ایک کو معلوم ہے۔

ھذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون ۔ یہ وہ ہے جو رحمٰن نے وعدہ کیا اور رسل کرام نے سچ فرمایا۔ مبتدا محذوف الخبر ہے اور موصولہ اس کا عائد محذوف ہے۔ دراصل عبارت **ھذا البعث ھو الذی** الخ تھی یعنی یہی وہ جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ دنیا میں وعدہ فرمایا تھا اور تم کہا کرتے تھے کہ یہ وعدہ کب ہوگا یعنی اس کے تم منکر تھے لیکن رسل کرام علیہم السلام کا قول سچا ہوا جو بصورت حق آج تمہارے سامنے ہے یہ جواب ملائکہ یا اہل ایمان کی زبان سے کہلوایا جائے گا۔

سوال: جواب کفار کے سوال کے اسلوب سے مختلف کیوں ہے یعنی انہوں نے سوال کچھ کیا اور جواب کچھ اور ہے؟

جواب: تاکہ ان کے کفر کی تذکیر اور ان کی غلطی پر تنبیہ ہو اور بتایا گیا ہے کہ یہاں میدان حشر میں لانے کا سبب یہی ہے گویا ان کے سوال کا جواب یہی ہے کہ تمہیں خواب گاہوں سے اللہ تعالیٰ نے اٹھایا ہے جس نے تمہارے ساتھ کتب اور رسل کے ارسال سے وعدہ فرمایا تھا اور ان کی بات سچی نکلی اور یہ تمہارا خیال غلط ہے کہ تم اب نیند سے بیدار ہوئے ہو اور اس سے اٹھنے کا سبب پوچھتے ہو ہاں تمہارا اٹھنا بہت بڑے ہولناک امور اور گھبراہٹوں کا مجموعہ ہے۔

ان کانت ۔ نہ ہوگا دوسرا نفخ۔

الا صیحۃ واحدۃ مگر ایک ہی چنگھاڑ جو حضرت اسرافیل علیہ السلام کے پھونکنے سے حاصل ہوگا جبکہ وہ صخرۂ بیت المقدس پر کھڑے ہو کر کہیں گے۔

Scanned with CamScanner

ايتها العظام البالية والاوصال المنقطعة والاعضاء المتمزقة والشعور المتنثرة ان الله المصور الخالق يامركن ان تجمعن لفصل القضاء فاجتمعوا وهلموا الى العرض والى جبار الجبابرة۔

اے پرانی ہڈیو اور ٹوٹے پھوٹے اور ٹکڑے ٹکڑے ہونے والے جوڑو اور بکھرے ہوئے بالو بیشک جوڑنے اور پیدا کرنے والا ہی تمھیں حکم فرماتا ہے کہ فیصلہ کے لیے اکٹھے ہو جاؤ اور پیشی کے لیے تیار ہو کر بہت بڑے شہنشاہ کے ہاں حاضر ہو جاؤ۔

تحقیق صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ

فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ حقیقت یہ قول نفخ کے علاوہ اور کوئی شے نہ ہوگی ممکن ہے کہ اس نفخ میں یہی الفاظ بولے جائیں یا یہ کہ نفخ کے درمیانی وقفہ میں یہ کلمات کہے جائیں۔ کہ نفخ بھی ہو اور یہ الفاظ بھی اس میں جدید گفتگو کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ یہ ہمارے لیے بے اصل معنیٰ پر ان دونوں کے درمیان کسی قسم کی منافات نہیں۔

فاذا ھم۔ پس اچانک بغیر کسی تاخیر کے ھم مبتدا اور جمیع الخ خبر ہے تمام کے تمام **لدینا** ہمارے ہاں **محضرون** متعلق ہے (حاضر کیے جائیں گے) فیصلہ اور حساب کے لیے۔

فائدہ: آیت میں بعث (حشر) کی ہولناکی کا بیان ہے اور آگاہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو امور کی سرانجامی کے لیے اسباب کی ضرورت نہیں۔ یہ امور کی مخلوق کے لیے واقعی مشکل لیکن خالق کے لیے آسان ہیں۔ کیونکہ اسے مخلوق کی طرح اسباب کے استعمال اور آلات کو عمل میں لانے کی حاجت نہیں اس کی شان تو یہ ہے کہ جب کسی شے کا ارادہ کرتا ہے کہ وہ ہو جائے تو وہ فرما دے ہو جا تو وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں حشر معنی کی طرف اشارہ ہے جو دنیا میں اہل سلوک کو حاصل ہوتا ہے اس لیے کہ عالم کبیر انسان کی صورت میں ہے یعنی عالم کبیر کی تفصیل انسان کی شکل میں ہے جیسے عالم کبیر نفخ صور اول سے لاشے ہو جائے گا۔ پھر نفخ ثانی سے وجود میں آجائیگا گویا اسے عدم کے بعد وجود ملا تو ایسے سالک عاشق کے حالات و تعینات ریاضت اور عشق کے وقت جذبہ قویہ الٰہیہ سے حالات و تعینات بکھر جاتے ہیں تو پھر اسے ظہور دیگر نصیب ہوتا ہے جس سے وہ فنا کے بعد بقا پاتا ہے۔ جب وہ اس مرتبہ پر پہنچتا ہے تو اپنے وقت کا اسرافیل ہوتا ہے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

Scanned with CamScanner

ہیں کہ اسرافیل وقتند اولیاء
مردہ را ز ایشاں حیاتست و نما

ترجمہ :- یہ اولیاء اپنے وقت کے اسرافیل ہیں مردے کو ان سے حیات و تازگی ملتی ہے۔

جان ہر یک مردہ از گور تن
بر جہد از آواز شان اندر کفن

ترجمہ :- ہر مردہ کی جان قبر میں ہوتی ہے تو ان کی آواز سے کفن اتار کر زندگی پاتا ہے۔

فائدہ :- رقاد سے غفلت روح اور جدث سے بدن انسانی مراد ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم بیدار فرماتا ہے اور اسے فنا کرتا ہے تو جلال الٰہی کی تجلی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور استعداد والوں کے درمیان انبیاء و اولیاء (علیٰ نبینا و علیہم السلام وسیلہ ہیں اور جس کے اندر استعداد کی قابلیت ہی نہ ہو تو اسے نفخ (انبیاء و اولیاء) سے کوئی فائدہ نصیب نہ ہوگا۔

ہمہ فیلسوفان یونان و روم
ندانند کرد انگبیں از زقوم

ترجمہ :- تمام یونان و روم کی فلسفی زقوم کو شہد نہیں بنا سکتے

بکوشش نروید گل از شاخ بید
نہ زنگی بگرماب گردد سفید

ترجمہ :- وحشی جانور انسان نہیں ہو سکتا بلکہ اس میں کوشش رائیگاں جائے گی۔ بید سے گل پیدا نہیں ہوتا۔ زنگی صابن سے ہزار بار نہلائے سفید نہ ہوگا۔

ہم اپنے محسن کریم سے کثیر الاحسان کا سوال کرتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ :-

فالیوم۔ وہ عذاب جو کفار کے لیے تیار کیا گیا ہے جب وہ دیکھیں گے تو انہیں کہا جائے گا۔

الیوم لا تظلم نفس سے منصوب ہے۔ آج کسی نفس پر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ نیک ہو یا برا۔ نفس کا اطلاق ذات اور روح پر ہوتا ہے۔ شیئاً منصوب علی المصدریۃ یعنی مفعول مطلق ہے اس

فائدہ :- سے ہر قسم کا ظلم مراد ہے یعنی نہ اس کا ثواب کم ہوگا اور نہ بدعملی کا عذاب حد سے زائد دیا جائے گا۔

ولا تجزون الا ما کنتم تعملون۔ اور تم اسے کافرو جزا نہ دیئے جاؤ گے مگر وہ جو تم دنیا میں عمل کرتے تھے کہ دائماً کفر و معاصی میں مبتلا رہتے تھے۔ یہاں مضاف محذوف کر کے مضاف الیہ اس کے قائم مقام کھڑا کیا گیا ہے۔ ایک دوسرے کے ارتباط و تلازم کی وجہ سے گویا وہ ایک شے ہیں یا مفعول محذوف

Scanned with CamScanner

ہے کہ دراصل ما تعملون تھا یعنی یہ جزا و سزا تمھارے اعمال کے عوض اور ان کی وجہ سے ہے ۔

فائدہ: لا تظلم الخ کہا گیا تاکہ مومن اطمینان کرے اور ولا تجزون الخ کہا گیا تاکہ کافر مایوس ہوں ۔

سوال: یہاں خطاب کیوں جبکہ یہاں اسم اشارہ چاہیئے تھا اور وہاں اسم اشارہ کیوں جبکہ خطاب موزوں تھا ۔

جواب: لا تظلم الخ میں عموم مطلوب ہے کہ اس میں مومن و کافر ہر دونوں شامل ہیں کیونکہ قیامت میں مومن و مجرم کافر پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا اور لا تجزون میں صرف کفار مطلوب ہیں کیونکہ مومن کو تو اللہ تعالیٰ وراثت آدم کے طور بلکہ فضل وکرم سے بخشش و انعام فرمائے گا اور وہ کریم ہے اپنی رحمت سے جسے چاہے خاص کرے اگرچہ ان کو اپنے اعمال کی بھی پوری پوری جزا عطا فرمائے گا ۔ پھر اپنے فضل وکرم سے بے پایاں انعام بخشے گا ۔ ؎

فضل او بے نہایت و بے پایاں
لطف او از تصورت بیرون

ترجمہ اس کا فضل بے انتہا اور بے پایاں ہے اس کا لطف ہمارے تصور میں نہیں آ سکتا ۔

فیض او ہم سعدا را مبذول
اجر او مشدہ غیر ممنون

ترجمہ: اس کا فیض سعادت مندان کو نصیب ہوگا اس کا اجر غیر منتہی ہے ۔

ان اصحاب الجنۃ ۔ بیشک بہشتی لوگ ۔

ربط: یہ بھی کافروں کو کہا جائے گا تاکہ ان کی حسرت و ندامت میں اضافہ ہو کیونکہ قاعدہ ہے کہ بُرے کو بُری سزا کے بعد اگر خبر دی جائے کہ تیرا بالمقابل فلاں عیش و آرام میں چین اڑا رہا ہے تو اس کی بدحالی اور حسرت و ندامت بڑھ جاتی ہے ۔

الیوم ۔ قیامت میں مصروف میں ۔ **فی شغل** (شغل میں)، المفردات میں ہے کہ **الشغل** بضم الغین وبالسکون ایضاً عارضہ جو انسان کو ہر طرح کے دوسرے خیالات سے غافل کر دے ۔

الارشاد میں ہے کہ شغل انسان کا وہ حال ہے جو اسے ماسوی اللہ کے خیالات و تصورات سے روکے کیونکہ وہ اس کا مقصود تھا جو اسے اب نصیب ہوا ۔ اب کمال مسرت و فرحت میں ہے اور ہر طرح کے غم و ملال سے فارغ ہے ۔ یہاں کمال مسرت وغیرہ مراد ہے ۔ تنوین تفخیم کا ہے یعنی وہ شغل عظیم الشان میں ۔

فاکھون ۔ چین اڑانے والے ہیں ۔ یہ دوسری خبر ہے ۔

Scanned with CamScanner

حل لغات:۔ **فکاہۃ** بفتح الفاء بمعنی **طیب العیش** اور بہترین نعمتوں میں خوش زندگی بسر کرنا و بالضم بمعنی مسخری و خوش طبعی یعنی ایسی گفتگو جس سے انس کی خوشبو ہو۔

مسئلہ:۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا **لا باس بفاکھۃ یخرج بھا الانسان** من حد العبوس۔ اس خوش طبعی میں حرج نہیں کہ جس سے انسان ترشروئی سے خارج ہو سکے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ لوگ دائمی نعمتوں اور بہت بڑے ملک میں ہیں۔

فائدہ:۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فاکھون خبر اور فی شغل اس کا متعلق اور ظرف لغو ہو۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ شغل یعنی لذت میں ہیں یعنی ان کو لذت شغل کے سوا اور کوئی کام نہیں۔ اور نہ ہی اس سے انہیں تھکان ہوتی ہے جیسے دنیا کے اندر ہر شغل سے تھک جاتے تھے۔

سوال:۔ یہ امر تو واقع بھی نہیں ہوا لیکن اسے جملہ اسمیہ سے تعبیر کیا گیا جو دوام پر دلالت کرتا ہے اس کا کیا معنیٰ۔

جواب:۔ علم معانی کے مطابق کہ متوقع کو بمنزلہ واقع کے قرار دیا گیا تا کہ یقین ہو کہ ابھی واقع ہو گا تا کہ کفار کو رسوائی اور اہل ایمان کو خوشی و راحت نصیب ہو۔

حدیث شریف (۱) بہشت میں ایک مرد کو دنیا کے سو مردوں کی خورد و نوش و جماع کی قوت عطا ہو گی ایک اہل کتاب نے عرض کی کھانے پینے کے بعد تو بول و براز (ٹٹی و پیشاب) کی ضرورت ہوتی ہے تو وہاں اس کا کیا ہو گا۔ حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بہشت میں یہ مشک سی خوشبو سے پسینہ بن کر خارج ہو جائیں گے اور پھر پیٹ میں ہی جذب ہو جائیں گے۔

حدیث شریف (۲) بہشتی بہشت میں روزانہ سو باکرہ سے جماع کرے گا۔

فائدہ:۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان میں جس طرح پہلی باکرہ میں شہوت ہو گی آخری میں بھی ویسی ہی ہو گی۔ جب پہلی کی بکارت جماع سے توڑی جائے گی تو بعد فراغت اس کی بکارت پہلی حالت میں عود کر آئے گی اور جیسے دنیا میں بکارت کے توڑنے پر عورتیں درد محسوس کرتی ہیں آخرت میں ایسے نہیں ہو گا یعنی بکارت کے ٹوٹنے پر انہیں درد کے بجائے لذت محسوس ہو گی۔

حدیث شریف (۳) ایک شخص حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ کیا بہشت میں بھی ہم عورتوں کے ساتھ ہم بستری کریں گے جیسے دنیا میں ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ایک ہی دن ایک مرد بہشتی ہزار عورتوں سے جماع کرے گا۔

حدیث اسرائیلی:۔ حضرت عبداللہ بن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بہشت میں ایک بالاخانہ ہے جس کا نام عالیہ ہے اس میں ایک حور ہے جس کا نام غنجہ ہے جب کوئی محبوب

Scanned with CamScanner

خدا اس میں تشریف لائے گا تو جبریل علیہ السلام تشریف لا کر اس کی اجازت بخشیں گے تو اس حور کو سنوارنے پر چار ہزار کنیزیں مقرر ہوں گی جسے سنواریں گی اور اس کی زلفوں کو خوشبو سے معطّر کریں گی پھر وہ حور اس بندۂ خدا کے سپرد کی جائے گی۔

اعجوبۂ بہشت:۔ کہتے ہیں کہ بہشت میں وطی کے بعد منی ومذی نہیں آئے گی ایسے ہی دوسرے فضلات کا حال ہے جیسے دنیا میں ہوتا ہے بلکہ وہاں لذت کے بعد ہر بال کی جڑ سے پسینہ کی سی کوئی شے خارج ہوگی جس کی خوشبو مشک سی ہوگی۔

فائدہ:۔ فتوحاتِ مکیہ شریف میں ہے بہشت میں جماع کی لذّت دنیوی لذت سے ہزاروں حصہ زائد ہوگی۔ ہر دونوں زن وشوہر اس لذت سے بہرہ یاب ہوں گے۔ وہ ایسی لذت ہے کہ اگر انہیں دنیا میں نصیب ہو تو خوشی کے مارے اس کی کیفیت کو نہ پہنچ سکیں گے بلکہ اس کے حصول پر ان پر غشی طاری ہو جائے لیکن وہ لذت ایک ہَوا کی مانند خارج ہوگی جس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی۔

اعجوبہ دیگر:۔ بہشت میں انسان پیٹ سے خالی ہوگا کیونکہ دنیا دُبر گندگی خارج کرنے کے لیے بنائی گئی وہاں چونکہ گندگی ہوگی نہیں اسی لیے اس کی ضرورت نہیں۔ بہشت میں اگر لذت جماع مطلوب نہ ہوتی تو مرد کا ذکر اور عورت کی فرج بھی نہ ہوتی کیونکہ وہاں پیشاب کی ضرورت نہیں ہوگی اس لیے ان کا نہ ہونا بے ضرورت ہوتا۔ اس سے واضح ہوا کہ فرجین کا ہونا محض لذت کے حصول کے لیے ہوگا۔

اعجوبہ:۔ بہشت کی ہر نعمت بلا قید ہوگی اور اس کی راحت بھی سوائے نیند کے کہ وہاں یہ راحت نہ ہوگی کیونکہ بہشتیوں کو نیند کیسی اور ہر شے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اور اس کی کوئی ضد نہیں اسی لیے اس کے

؎ یہاں پر کوئی منکر اسلام ومنکر حدیث اعتراض کرے کہ پھر تو بہشت شہوت رانی کا مرکز ہوا۔

جواب:۔ یہ نعمتوں کا بیان ہے اور بہشت کی ہر نعمت دنیوی نعمتوں سے ہزار درجہ یہی حیثیت رکھتی ہے اور ظاہر ہے کہ اظہارِ نعمت محض ترغیب وتحریص کے لیے ہوتا ہے اس سے ضروری نہیں کہ خدا کا بندہ اس تحریص پر عبادت کرتا ہو بلکہ جو بندۂ خدا ہے وہ تو ایسی نعمتوں کو کچھ بھی نہیں سمجھتا بلکہ اس کا مدعا تو رضائے حق ہے اور اس اور ایسے بندے نہ صرف قیامت میں ملیں گے بلکہ وہ دنیا میں موجود ہے اور ہوں گے اور رہیں گے جیسے ہمارے پیر ومرشد حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی اویسی قدس سرہٗ کی زندگی تجرد میں بسر ہوئی بلکہ جہاں عورت کا پاؤں کا نشان نظر آتا تو ایک فرلانگ اس جگہ سے ہٹ کر چلتے اور آپ کو نکاح کا کہا گیا تو فرمایا ما با فقیر منی (قوت مردمی یا انانیت) نہیں ہے)

(لطائف سیرچہ)

وجود کی ضرورت نہ ہوگی۔

آوازِ خوش کا بیان

آوازِ خوش اور لذیذ نغمات کا سننا بھی ایک بڑی نعمت ہے۔ مروی ہے کہ جب بہشتی ساز و آواز سننے کی خواہش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو فرمائے گا کہ اس کے دائیں جانب کھڑے ہو کر قرآن پڑھے اور داؤد علیہ السلام بائیں جانب زبور پڑھیں۔ ان دونوں کی قرأۃ سے بندہ مسحور و مست ہو جائے گا۔ اسے شراباً طہوراً کے پیالوں سے نوازا جائے گا۔ ان امور سے اسے استغراق ذات نصیب ہوگا جو اس سے بڑھ کر اور کوئی نعمت متصور نہیں ہوگی اور مزید براں یہ کہ زیارت الٰہی کے وقت اللہ تعالیٰ خود اپنے بندے کو سورۂ طٰہٰ و یٰسٓ سنائے گا جس سے بندہ کی خوشی کی حد نہ ہوگی اور یہی سماع حقیقی ہے۔

فائدہ: بہشتیوں کا سماع صرف قرآن مجید ہوگا اور فسق وہاں نہ ہوگا۔ اور نہ دیگر باجے سارنگی وغیرہ ہاں باکرہ عورتوں کی آواز سے محظوظ کیا جائے گا ایسے ہی درختوں کے پتوں کی آواز سے بھی مسرور کیا جائے گا۔ اس کے متعلق ہم پہلے تفصیل سورۂ روم کے اوائل و فرقان کے اوائل میں لکھ چکے ہیں۔

سماع کا جواز اور عدم جواز

بعض علماء فرماتے ہیں کہ سماع قلب میں حرکت پیدا کرتا ہے اور جس شے کا بندے پر عجب کا غلبہ ہو اُسے اُبھارتا ہے اگر شہوت کا دلدادہ ہے تو شہوت بڑھے گی تو ایسا سماع حرام ہے اگر یادِ حق و عشق الٰہی کا غلبہ ہے تو عشق میں اضافہ ہوگا تو ایسا سماع حلال ہے۔

فائدہ: جو ذکر نغمۂ لذیذ سے ہو اس میں حسین صورت کی طرح نفس میں اثر ہوتا ہے لیکن عرف میں سماع کو نغمات معروفہ کی ضرورت نہیں کیونکہ اگر سماع صرف نغمۂ لذیذہ کا نام ہے تو جہل ہے اس لیے کہ اہل سماع دنیا کی ہر آواز کو سماع سمجھتے ہیں بلکہ منتہی (صوفی) عرفی غنا کا محتاج نہیں اس کا باطن ہر بات کو سماع تصور کرتا ہے۔ اس کا معاملہ کسی خارجی عرفی مقید غنا کا محتاج نہیں۔

بہشت کی ملاقاتیں: بہشت میں ایک دوسرے کی ملاقاتیں بھی نعمت جنت میں شمار ہوتی ہیں چنانچہ بہشت میں ان کا ایک شغل یہی ہوگا کہ ایک دوسرے کی ملاقات کو آیا جایا کریں گے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام صدیقین و اولیاء و علماء کی ملاقات کے لیے تشریف

ے جایا کریں گے پھر یہی حضرات انبیاء علیہم السلام کی زیارت کے لیے حاضری دیں گے پھر کبھی تمام مل کر اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوں گے

حدیث شریف:۔ بہشتی جو ہر جمعہ اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوا کریں گے ان کی سواریوں کے کجاوے کافوری ہوں گے اور اس زیارت میں اللہ تعالیٰ کو قریب تر ہو گا جو جمعہ کی نماز کا پابند اور نہایت جلدی پہنچنے کی کوشش کرتا ہوگا۔

دوزخیوں کی ملاقات

بعض بزرگوں کا فرمان ہے کہ دوزخی بھی ایک دوسرے کی ملاقات کریں گے لیکن ایک خصوصی طریقہ ہوگا وہ اس طرح کہ ہر طبقہ اپنے ہم جنس سے مل سکے گا مثلاً زمہریر والے زمہریر والوں کو اور گرم آگ میں جلنے والے ہمیشہ آگ میں جلیں گے بخلاف اہل جنت کے کہ ان کے لیے کوئی قید نہ ہوگی وہ جسے چاہیں جب چاہیں ملاقات کریں۔ کیونکہ بہشتیوں کو ہر طرح کی آزادی ہو گی بخلاف دوزخیوں کے کہ وہ دوزخ کی جیل میں مقید اور نہایت تنگی میں ہوں گے۔

اللہ کی مہمانی:۔ اللہ تعالیٰ کی اہل بہشت کو دو ضیافتیں نصیب ہوں گی:

(۱)۔ بہشت کے اندر۔

(۲)۔ بہشت سے باہر۔

بہشت کے اندر کی نعمتیں بار بار نصیب ہوں گی جیسے رؤیت باری تعالیٰ اور الٰہی مہمانی اور زہے قسمت اور وہ بہت بڑا سعادت مند ہو گا جسے زیارت حق نصیب ہو گی۔

حدیث شریف:۔ جب اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہو گی تو بہشت کی تمام نعمتیں بھول جائیں گی۔

دوزخیوں کے حالات سے لاپرواہی

بہشت میں ان کو دوزخیوں کے حالات سے بے خبر رکھا جائے گا تاکہ بہشت میں ان کے حالات سن کر یا دیکھ کر منغض (پریشان) نہ ہوں بلکہ انھیں ایسے ناز و نعم سے نوازا جائے گا کہ وہ خود بخود اہل نار کے حالات سے بے پرواہ ہوں گے کہ ان کے حالات کی خبر گیری کریں یا نہیں بلکہ دل سے بھول جائیں گے کیونکہ اگر کا ہے گاہے دوزخیوں کے حالات سے انھیں خبر پہنچے تو پھر ان کا دل

پریشان ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہے گا کہ ان کا دل پریشان ہو۔

بہشتیوں کے دس شغل: اہل جنت کو دس انعام ملیں گے جن کی مشغولی سے دائماً شاد و آباد رہیں گے۔
۱۔ بادشاہی جس میں معزولی کا کوئی خطرہ نہ ہو گا۔
۲۔ جوانی جس میں بڑھاپے کا نام نہ ہو گا۔
۳۔ تندرستی جس میں بیماری کا نشان نہ ہو گا۔
۴۔ دائمی عزت جس میں ذلت کو کوئی دخل نہ ہو گا۔
۵۔ راحت و فرحت جس میں غم و حزن کو راہ نہ ملے گی۔
۶۔ حیات جس میں موت نہ ہو گی۔
۷۔ خوشنودی جس میں غصہ و غضب نہ ہو گا۔
۸۔ نعمت کہ جس میں محنت و مشقت نہ ہو گی۔
۹۔ بقا جس میں فنا نہ ہو گی۔
۱۰۔ اُنس جس میں وحشت نہ ہو گی۔

فائدہ: آیت میں شغل سے وہ لذات مراد ہیں جو انہیں بہشت کے اندر مشغول رہنے کے تصورات سے فارغ رکھیں اسے کسی خاص لذت سے مخصوص نہ رکھا جائے۔

اعجوبہ: دوزخی کھانے پینے، نکاح (وغیرہ) جیسی نعمتوں سے محروم ہوں گے کیونکہ یہ صفات جمالیہ کے تجلیات سے ہیں اور وہ تجلی جمال کے لائق نہیں بلکہ وہ قہر و جلال کے مستحق ہیں۔

فضل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے سے دوزخیوں کو نیند کی دولت سے نوازا جائے گا تاکہ چند لمحات اس کے ذریعے سکون پائیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

فائدہ: یہ کشفی قول ہے اور ممکن ہے صحیح ہو اس کی تائید ایک دوسرے طریقہ سے ہوتی ہے وہ کہ تذکرۃ القرطبی میں ہے کہ بعض اہل عصیان دوزخ میں نیند کریں گے یہاں تک کہ وہ دوزخ سے نکال لیے جائیں گے اور ان کی ۔۔ صرف اتنا کافی ہو گی کہ وہ ذلت و رسوائی سے دوزخ میں جائیں گے اور یہ جائز ہے اس لیے کہ ہم بہت سے جیل میں جانے والوں کو دیکھتے ہیں کہ

Scanned with CamScanner

ان کو صرف عار و ذلت کی حد تک جیل میں بھیجا جاتا ہے اس کے علاوہ ان کو کسی قسم کی سزا نہیں ہوتی (جیسے بعض سیاسی قیدی) واللہ اعلم بالصواب) 6/C

بہشت کے عشاق:۔ بعض مشائخ نے فرمایا یہ ان بہشتیوں کی نعمتوں کا بیان ہے جو صرف بہشت کے خواہاں ہیں ورنہ جو طالبانِ حق ہیں وہ اس سے کوسوں آگے ہوں گے یعنی مراتب مذکورہ اگرچہ اہل دوزخ کی بہ نسبت اعلیٰ ہیں لیکن طالبانِ حق کے مراتب سے بہت کم ہیں اسی لیے کہا گیا ہے اکثر اھل الجنۃ بلہ۔ اکثر بہشتی کم عقل ہیں۔

حکایت:۔ ایک اہل نظر جامع مسجد کے دروازے پر کھڑا نماز سے فراغت پانے والوں کو کہہ رہا تھا کہ بہشت کی بھرتی ہے اللہ تعالیٰ کے قرب والے اور ہم نشین اور ہیں۔

حکایت شبلی:۔ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آیت مذکورہ پڑھی گئی تو آپ کی چیخ نکلی اور پھر بیہوش ہو گئے افاقہ کے بعد فرمایا اگر مسکینوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ کسی ذات کی مشغولی میں ہیں تو فوراً تباہ ہو جائیں۔

فائدہ:۔ کشف الاسرار میں حضرت شیخ الاسلام انصاری رحمۃ اللہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ بہشت کی نعمتوں کی مشغولی عوام کو ہو گی اور خواص تو مطالعہ شہود و مطالعۂ نور میں ایسے مستغرق ہوں گے کہ انھیں لمحہ بھر کے لیے بھی بہشت کی نعمتوں کا خیال تک نہ ہو گا۔

ملفوظ سیدنا علی رضی اللہ عنہ

حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لو حجبت عنہ لمت۔ اگر ایک لمحہ بھی میں ذاتِ حق سے محجوب ہو جاؤں تو میں موت کا شکار ہو جاؤں۔ ؎

روزیکہ مرا وصل تو در چنگ آید
از حال بہشتیاں مرا ننگ آید

ترجمہ:۔ جس وقت آپ کا وصال مجھے نصیب ہو گا بہشتیوں کے حال سے مجھے عار محسوس ہو گی۔

در بے تو بصحرائے بہشتم خوانند
صحرائے بہشت بر دلم تنگ آید

ترجمہ۔ آپ کے بغیر مجھے اگر بہشت میں بلائیں تو مجھے بہشت کے باغات تنگ معلوم ہوں گے۔

Scanned with CamScanner

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض ایسے بندے ہیں جو اس کے اخلاق سے متخلق ہیں جیسا کہ کنت سمعہ وبصرہ فبی یسمع و بی یبصر۔ میں اس کے کان اور آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا دیکھتا ہے۔ انھیں اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہنا شغل حق سے باز نہیں رکھے گا جیسے وہ آج دنیا میں ہر حال میں معرفت الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ کوئی شے حائل نہیں ہوتی۔ ہاں معارف کے حظوظ کی تکمیل ان کو نقصان نہیں دیتی۔

سبق: عاقل پر لازم ہے کہ وہ ہر وقت طاعات و عبادات میں مشغول رہے لیکن چاہیئے کہ وہ اس شغل سے مکاشفات و معاینات سے محجوب نہ ہو جائے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے دو شغل ہیں:۔
(۱)۔ ظاہر وہ یہ کہ جنت کی ظاہری نعمتوں سے بہرہ وری ہو۔
(۲)۔ اس کی باطنی سے۔

نسخہ روحانی: جو ذات حق کا طالب ہو کر اسی سے اسی کو مانگتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہاں اس سے صرف بہشت مانگتا ہے تو وہ دیدار حق سے محروم رہے گا (کیونکہ وہ تاجر ہے اور تجارت کا فائدہ ہی ہوگا جس کے لیے اس نے تجارت کی)۔

حکایت: حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا تو اس نے فرمایا اے ابن معاذ تمام لوگ مجھ سے مانگتے ہیں صرف ابا یزید (بسطامی) ہیں جو صرف مجھے مانگتے ہیں۔

فائدہ: دنیا میں جو شے مطلوب رہی آخرت میں وہی ملے گی کیونکہ دنیا کی طلب آخرت کا بیج ہے اب چاہے کوئی جنت طلب کرے یا ذاتِ حق۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس ارادہ پر زندگی بسر ہوگی اسی پر انسان کی موت آئے گی اور اسی پر قیامت میں اٹھے گا۔

تفسیر عالمانہ: ھم الخ جملہ مستانفہ ہے یعنی ان کو شغل اور جنت کے انعام و اکرام سے نوازے جانے کے حالات اور اس میں انھیں سرور و مستی اور راحت و آرام نصیب ہوگا۔ کے بیان کے لیے ہے۔ ھم مبتدا اور اصحاب الجنۃ کی طرف راجع ہے۔

وازواجھم۔ ھم پر عطف ہے اس سے بہشتیوں کی وہ عورتیں مراد ہیں جو ان کی دنیا میں رفیقہ حیات رہیں یا حور عین یا ان کے گہرے دوست مراد ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں ہے احشروا الذین

ظلموا و ازواجھم۔ ظالموں اور ان کے ساتھیوں کو جمع کر کے بالمذکورہ بالا سب کے سب مراد ہیں۔

نکتہ:۔ اس میں اشارہ ہے کہ انھیں ہر طرح کی وحشت سے محفوظ رکھا جائے گا منجملہ ان کے تنہائی ہے کہ اس میں وحشت ہوتی ہے اس لیے اس سے بچانے کے لیے ان کی ازواج ان کے ساتھ ہوں گی۔

فائدہ:۔ وحشت بہت بڑی تکلیف ہے اگرچہ کتنے ہی اعلیٰ مراتب سے فائز ہو تب بھی اگر رفیق انیس ساتھ نہ ہو تو وہ اعلیٰ مرتبہ خوش نہیں لگتا جیسے شبِ معراج میں صدیق کی آواز سے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانوس کیا گیا۔

شانِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

مروی ہے کہ شبِ معراج رسول پاک شہ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سدرہ سے آگے بڑھے تو حضرت جبریل علیہ السلام پیچھے رہ گئے تو اس کے بعد آپ نے ایک ایسی آواز سنی جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آواز کے مشابہ تھی اس سے آپ کی وحشت دور ہوئی اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ چونکہ آپ کو خصوصی اُنس تھا اسی لیے ان کی آواز سے آپ کو مانوس کیا گیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی خصوصی نیاز مند تھے کہ وہ آپ کی رفاقت کے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔

مسئلہ اسی لیے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھر میں تنہا رہنے سے منع فرمایا ہے۔

فی ظلال علی الارائک متکئون ۔ متکئون مبتداء کی خبر ہے اور دونوں جار مجرور اسی کے متعلق ہیں صرف آیات کے فواصل کی وجہ سے انھیں مقدم کیا گیا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فی ظلال خبر اور متکئون مبتداء کی دوسری خبر ہو۔

حل لغات:۔ ظلال ظل کی جمع ہے جیسے شعاب و شعب اور ظل یعنی سایہ کی نقیض ہے یا ظلۃ کی جمع ہے جیسے قباب و قبہ وہ شے جو دھوپ سے بچائے الارائک اریکہ کی جمع ہے بروزن سفینہ کجاوے کا سریر (تخت) حجلہ بفتحتین کجاوے کی وہ جگہ جو دلھن کے لیے کپڑوں اور پردوں سے مزین ہو (القاموس) اور المختار میں ہے الاریکہ وہ تختہ جو قبہ یا گھر میں مزین کر کے تیار کیا جائے اگرچہ اس میں سریر (سونے کے لیے) نہ ہو تو اسے حجلہ (کجاوہ) کہا جاتا ہے۔ اریکہ اس لیے ہے کہ وہ لاک بمعنی لکڑی سے تیار کیا جاتا ہے پیلو کا درخت جس سے مسواک بنایا جاتا ہے یا اس لیے کہ ... اقامت کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔

الاتکاء بمعنی اعتماد یعنی سہارا کرنا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ لوگ کجاووں میں تختوں پہ سایوں میں تکیہ لگائے بیٹھے

Scanned with CamScanner

ہوں گے تختوں پر سہارا لگانے میں ان کے تنعم اور فارغ البالی کی طرف اشارہ ہے۔

نعمت ہائے بہشت کی جھلکیاں

کشف الاسرار میں ہے کہ بہشتی اور ان کی عورتیں بہترین عمارتوں اور اعلیٰ خیموں میں ہوں گے اور وہ خیمے سفید مروارید کے ہوں گے جن کا طول و عرض ۲×۱۲ میل ہوگا اور ان کی اونچائی ساٹھ میل ہوگی۔ ان کے اندر پلنگ اور تخت بچھائے جائیں گے۔ ہر ایک تخت و پلنگ تین سو گز کا ہوگا اور اس کی اونچائی بہشت کے قد کے مطابق ہوگی۔ جب بہشتی اس تخت و پلنگ پر بیٹھنا چاہے گا تو وہ خود بخود زمین پر بچھ جائے گا جس پر بہشتی بیٹھے گا تو اپنے معمول کے مطابق اونچا ہو جائے گا۔

سوال: بہشت میں سایہ کہاں جب وہاں سورج ہی نہ ہوگا جیسا کہ قرآن میں ہے لا یرون فیہا شمسا ولا زمہریرا۔ نہ دیکھیں گے اس میں دھوپ اور نہ ٹھنڈک۔

جواب: اس سے نور عرش کی وجہ سے بہشت کے درختوں کے سائے مراد ہیں اور وہ اس لیے کہ اس کے نور کی چمک سے اہل بہشت کی آنکھیں چندھیا نہ جائیں کیونکہ عرش کا نور سورج کے نور سے کئی گنا زائد ہے۔ بعض نے اس سے عرش کے قندیلوں کا نور مراد لیا ہے (حواشی ابن الشیخ)

المفردات میں ہے کہ یہاں ظل سے نعمت اور خدمت گزاری اور فارغ البالی مراد ہے۔ چنانچہ ایک جگہ پہ فرمایا ان المتقین فی ظلال وعیون۔ بیشک متقی لوگ سایوں اور چشموں میں ہوں گے یعنی ان کی عزت اور خدمت گاری ہوگی۔ عرب کہتے ہیں اظلنی فلان۔ فلاں نے میری نگرانی کی اور مجھے اپنے سایہ میں جگہ دی یعنی اپنی حفاظت وغیرہ میں لے لیا اور فرمایا ندخلھم ظلا ظلیلا۔ اس میں بھی سایہ سے مراد بہتوں اور اعلیٰ عشرت مراد ہے۔

فائدہ: امام فخر الدین رازی نے سورۂ نساء میں لکھا ہے کہ عرب علاقے سخت گرم ہیں۔ ان کو سایہ سے ایک اعلیٰ نعمت اور بڑی خوشی محسوس ہوتی ہے اسی لیے یہاں سایہ سے راحت کنایہ ہو تو موزوں تر ہے۔

حدیث شریف: السلطان ظل اللہ۔ وقت کا بادشاہ (حاکم۔ افسر) اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے متعلق فرمائے گا جو کونین کی طرف التفات سے فارغ اور مشاہدات الٰہیہ میں مستغرق ہوں گے کہ وہ آج شغل میں چین کر رہے ہیں وہ اور ان کے ساتھی وہ ہیں جنہیں میں نے کہا کہ میرے ہاں آجاؤ اور میرے دیدار کے مزے

Scanned with CamScanner

رٹو اور میری نعمتوں سے سرفراز ہو جاؤ اور میرے جمال کی لذت اٹھاؤ کیونکہ اس سے بڑھ کر اور کوئی لذت نہیں.
سب کو نصیب ہو.

حضرت حافظ قدس سرہٗ نے فرمایا ے

صحبت حور نخواہم کہ بود عین قصور
با خیال تو اگر با دگرے پردازم

ترجمہ :۔ میں حور نہیں چاہتا کہ یہ بہت بڑا قصور ہے کہ تیرے خیال کے ساتھ کسی دوسرے کو خیال میں لاؤں
اور فرمایا ع

نعیم اہل جہان پیش عاشقاں یک جو

ترجمہ :۔ اہل جہان کی تمام نعمتیں عشاق کی نظروں میں صرف ایک جو کے برابر ہیں۔

لھم فیھا فاکھۃ الخ اس کا بیان ہے جس سے وہ بہشت میں چین و قرار پائیں گے یعنی وہاں کی خورد و نوش اور دیگر میوہ جات جو ظاہری جسم اور رُوح کو لذت بخشیں گے جیسا کہ اس سے پہلے ان کا ذکر تھا۔ جن سے اہل بہشت کی نشست و برخاست ہو گی اور قدسی محافل و مجالس انہیں نصیب ہوں گی اور یہ اسی شغل اور رونق بھری مجالس و محفل کی تکمیل ہے اور الفاکھۃ ہر طرح کے میوہ اور پھل کو کہا جاتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ بہشت میں انہیں ہر قسم کی بہترین اور اعلیٰ میوہ جات اور پھل فروٹ ملیں گے ان کی تعریف و توصیف ہم لوگ بیان کرنے سے قاصر ہیں اور پُر رونق اور کمال لذت ایسی کہ کسی نے دیکھی نہ سُنی جیسا کہ مروی ہے کہ بہشت کا انار ایسا کہ تمام گھر والے اسے کھائیں تو سیر ہو جائیں اور بنا پھلتی ایسے محسوس ہو گی گویا حور عین کی آنکھوں کا نشانہ ہے۔

فائدہ :۔ بہشت کا پھل دنیوی پھل فروٹ سے صرف اسمی مشارکت رکھتا ہو گا ورنہ اس کی لذت سے دنیوی پھل فروٹ کو دور کی نسبت بھی نہ ہو گی۔

فائدہ :۔ اس میں اشارہ ہے کہ بہشت میں بھوک نہ ہو گی اس لیے کہ میوہ جات بھوک مٹانے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

ولھم ما یدعون ۔ اس کا جملہ سابقہ پر عطف ہے۔

سوال :۔ لھم کا اضافہ کیوں۔ ما یدعون کا عطف فاکھۃ پر کافی ہو جاتا ۔

جواب :۔ لھم کے بغیر فاکھۃ پر عطف وہم میں ڈالتا کہ ما یدعون سے صرف وہ چیزیں مراد ہیں جو کہ فاکھۃ کے متعلقات سے ہیں حالانکہ یہاں عام ہے کہ وہ جو چاہیں گے پائیں گے اور لفظ ما ے

Scanned with CamScanner

وہ مانگی شے مراد ہے جو عظیم الشان ہے معین ہو یا مبہم۔

ازالۂ وہم: یدعون دراصل یَدْتَعِیُوْنَ بروزن یفتعلون تھا از دعا۔ ادّعاء جو بمعنی دعویٰ کرنا ہے بلکہ یہاں مانگنا مراد ہے اور افتعال بمعنی فعل ہے۔

قاعدہ: صرفی قواعد کے مطابق یاء پر ضمہ ثقیل تھا نقل کر کے ماقبل کو دیا گیا دو ساکن جمع ہوئے یاء کو حذف کیا گیا۔ یدتعون ہوا تاء کو دال سے تبدیل کر کے دال کو دال میں مدغم کیا گیا۔ یدّعون ہوا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ سے ان کی خواہشات ہوں گی انہیں مل جائیں گی یا یہ کہ اپنے لیے جو بھی سرور و فرحت چاہیں گے بلا تاخیر پائیں گے۔

فائدہ: ابن الشیخ نے کہا کہ جو شے مانگنے کے لائق ہوگی وہ پائیں گے اور طلب کے سوا پائیں گے جیسا کہ امام (فخر الدین رازی) نے فرمایا کہ اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ وہ مانگیں گے تو ملے گا ورنہ نہیں ملے گا بلکہ معنی یہ ہے کہ انہیں مانگنے تک نوبت نہ آئے گی جیسے تم سے کوئی کچھ مانگے کہ تم اسے کہو کہ تمہیں مانگنے کی ضرورت ہی کیا ہے جو جی چاہے لے لیا کرو۔ اور ادّعاء بمعنی تمنّی بھی آتا ہے (تاج المصادر) یہ ہے الدعاء بمعنی آرزو خواہش۔ تمنا کرنا جیسے اہل عرب کہتے ہیں ادع علی ماشئت بمعنی تمنّ علیّ اب معنیٰ یہ ہوا کہ جس کی وہ تمنا کریں گے۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بہشتی ادھر دل میں کھانے پینے کی اشیاء کا خیال کریں گے ادھر فوراً موجود پائیں گے۔

سلٰمٌ: یہ ما یدعون سے بدل ہے گویا دراصل لھم سلام تھا یعنی انہیں سلام و تحیت نصیب ہوگا اور وہ بھی قولاً کہا جائے گا من رب رحیم۔ پروردگار مہربان کی جانب سے یعنی انہیں منجانب اللہ بواسطہ ملائکہ یا بلاواسطہ سلام پہنچائیں گے۔ اس میں ان کی تعظیم و تکریم میں مبالغہ مطلوب ہے۔

ترکیب: قولاً مصدر (مفعول مطلق) فعل کی تاکید کے لیے ہے اور وہ سلام کی صفت ہے اور جار مجرور فعل محذوف کے متعلق ہے اور محذوف سلام کی صفت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ قولاً نصب ہے فعل اعنی محذوف کی اس سے اختصاص مطلوب ہے کیونکہ یہ مدح کا مقام ہے کہ یہ برگزیدہ قول منجانب پروردگار ہے اور یہ اس لائق ہے کہ اسے معظم و مکرم سمجھا جائے۔

حدیث شریف: اہل جنت نعمتوں میں مصروف ہوں گے اچانک نور چمکے گا جسے دیکھنے کے لیے سر اٹھائیں گے تو اوپر سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ السلام علیکم یا اہل الجنۃ اے جنتیو! تم پر سلام۔ سلام قولا من رب رحیم۔ اسی کی طرف اشارہ ہے اس وقت اہل جنت

Scanned with CamScanner

اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور وہ انھیں نظر کرم سے نوازے گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کے دیدار سے سرشار رہیں گے جنت کی نعمت کو خیال میں نہ لائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان سے محجوب ہو جائے گا تو پھر اس کی برکت اور نور ان کے ہاں باقی رہے گا۔

سلامت دوست شنیدن سعادتست و سلامت

بوصل باو رسیدن فضیلت است و کرامت

ترجمہ:۔ دوست کا سلام سننا سعادت و سلامتی ہے۔ دوست کے وصال کو پانا فضیلت و بزرگی ہے۔

فائدہ:۔ کشف الاسرار میں ہے کہ سلام ایزدی کا معنیٰ یہ ہے کہ اے میرے بندو میں نے تمھیں جہنم کی آگ اور جدائی سے بچا لیا اور رحمت کا معنیٰ یہ ہے کہ میں نے تمھیں اپنی رحمت سے ایسی قوت و طاقت بخشی کہ جس سے تم نے بلا واسطہ میرا کلام سنا اور دیدار سے سرشار ہوئے کہ تمھیں وحشت و حیرت بھی نہیں ہوئی۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ بندوں کو بلا واسطہ سلام فرمائے گا اسی لیے لفظ رب کی تصریح فرمائی تاکہ معلوم ہو کہ اس کا یہ سلام کسی سفیر و قاصد کے ذریعہ نہ ہوگا اور رحیم میں اشارہ ہے کہ سلام کے وقت دیدار کی دولت سے بھی سرفراز فرمائے گا تاکہ نعمت کی تکمیل ہو۔

نکتہ:۔ حقائق البقلی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سلام بندوں پر ازل سے ابد تک ہر وقت جاری ہے لیکن قیامت میں اتنا مزید فضل و کرم ہوگا کہ درمیانی حجابات ہٹا دے گا جس پر بندے اس کے دیدار سے بھی سرشار ہوں گے اور اپنے کانوں سے بلا واسطہ اس کا کلام سنیں گے ؎

سلامت من دل خستہ در سلام تو باشد

زہے سعادت اگر دولت سلام تو یابم

ترجمہ:۔ مجھ دل خستہ کی سلامتی تیرے سلام میں ہے۔ میری بڑی سعادت ہو گی اگر سلام کے ساتھ تجھے بھی پالوں یعنی تیرے دیدار سے سرفرازی پاؤں۔

فائدہ:۔ بندگانِ ضعیف پر اللہ تعالیٰ کا سلام دو طرح ہے:۔

۱۔ بلا واسطہ ۲۔ بالواسطہ

اور یہ دوسرا یعنی بالواسطہ وسلام کا وسیلہ محبوب خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، چنانچہ فرمایا اذا جاءک الذین یؤمنون بایاتنا فقل سلام علیکم۔ جب تمہارے پاس وہ لوگ

Scanned with CamScanner

آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو تم اے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں السلام علیکم سے نوازیے اور انہیں خوشی سنا دیجئے کہ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ۔ تمہارے پروردگار نے تم پر رحمت فرمانے کا ذمہ فرمایا ہے۔ پھر جب بندے پر موت کا وقت آجاتا ہے تو اس وقت ملک الموت کو حکم ہوتا ہے اے فرشتہ موت چونکہ تو میرا فرستادہ ہے میرے بندے کی موت سے پہلے اسے رحمت کے شربت کا گلاس پلا اور اس دل خستہ پر مرہم رکھ اور اسے میری طرف سے سلام کہہ اور مکمل نعمت سے اسے نواز۔ اسی طرف اشارہ ہے وتحیتھم یوم یلقونہ سلام واعدلھم اجراً کریماً اور ان کی ملاقات کے وقت کہا جائے گا تم کو سلام اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بہترین اجر تیار کر رکھا ہے۔ جب عزرائیل علیہ السلام کے ساتھی فرشتے اس بندے پر ایسا انعام واکرام دیکھیں گے تو کہیں گے سلامٌ علیکم ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعلمون۔ تم پر سلام ہو بہشت میں داخل ہو جاؤ یہ اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے تھے۔ اے میرے بندے تو نے خوش ہو کر جان جانِ آفرین کو سپرد کی ہے فلہذا ہماری طرف سے تمہیں صد درود و صد سلام ہوں۔ خوش ہو کر بہشت میں قدم رکھ اور یہ سب کچھ تیرا ہے یہ تمام دولت تجھ پر ہم نے انعام کی ہے۔ جب بندہ حساب و کتاب سے فراغت پا کر بہشت میں آئے گا تو ملائکہ اس کا استقبال کرتے ہوئے کہیں گے سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین تم پر سلام اور خوش رہو اور بہشت میں داخل ہو کر ہمیشہ اسی میں رہو۔ اس کے بعد بندہ خدا اپنے محل و مکان میں آرام کرے گا اس پر فرشتگان مبارکباد دینے کے لیے اس کے محل کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہیں گے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ تم پر سلام ہو یہ اس کا بدلہ ہے جو تم نے صبر کیا اور یہ بہت بڑی اچھی دار ہے۔ جب بندہ ملائکہ کے سلام اور ان کی گفتگو سے فراغت پالے گا تو نہایت عجز و انکساری سے دیدار الٰہی کی آرزو کرے گا اور عرض کرے گا ؎

اے معدن ناز من ایں نیاز من تا کے
اے شغل جان من ایں شغل جان من تا کے

ترجمہ:- میرے ناز کے خزانے یہ میری نیاز کب ختم ہو گی۔ اے میری جان کا شغل یہ میری جان کا شغل کب تک۔

اے ہمراز دل من ایں انتظار دل من تا کے
اے ساقی سرِ من ایں تشنگی من تا کے

ترجمہ:- اے میرے دل کے ہمراز میرے دل کا انتظار کب تک۔ اے میرے راز کے ساقی یہ میری پیاس کب تک۔

اے مشہود جان من ایں خبر پرسیدن من تا کے
خداوندا کہ دیدار بنمائی من تا کے

ترجمہ:۔ اے میرے دل کے مشہود یہ خبر پوچھنا کب تک۔ اے اللہ تو عرفاء کے دل میں تیرا ذکر جاگزیں ہے اور مشتاقوں کی نگاہوں میں تو یگانہ ہے بلکہ تو اپنی ذات میں یگانہ۔ کون ہے جو جو ہر اکر سکے لیکن تیرا کرم ہے کہ تو دیدار سے نوازتا ہے اور بندے کو سلام و کلام کا اعزاز بخشتا ہے اور خاص جلوؤں سے تجلی ہو کر فرماتا ہے سلام علیکم یا اھل الجنۃ۔ اے بہشتیو تم پر سلام ہو سلام قولا من رب رحیم کا یہی مطلب ہے۔

فائدہ:۔ سات اعضاء کو مخصوص ثواب سے نوازا جائے گا۔

۱۔ ہاتھوں کے لیے ہے یتنازعون فیھا کاسا۔ بہشت میں ہاتھوں ہاتھ پیالے لیں گے۔
۲۔ پاؤں کے لیے ادخلوھا بسلام۔ بہشت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔
۳۔ پیٹ کے لیے کلوا واشربوا ھنیئا۔ خوشگوار ہو کر کھاؤ پیو۔
۴۔ فرج کے لیے اَزواج وَحُورٌ عِینٌ۔
۵۔ آنکھوں کے لیے وتلذ الاعین اور آنکھیں لذت پائیں گے۔
۶۔ کانوں کے لیے سلام قولا الخ
۷۔ زبان کے لیے واخر دعوٰھم ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔ اور ان کی آخری بات ہو گی اللہ رب العالمین کے لیے حمد و ثنا ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔

وامتازوا۔ یہ ماز عنہ۔ یمیزہ میزا بمعنی عزلہ ونحاہ۔ فامتاز سے ہے (اسے علیحدہ کیا تو نکھر گیا) التمیز بمعنی متشابہات کے درمیان فرق کرنا۔

فائدہ:۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت میں کفار و اہل ایمان اور مخلص و منافق اکٹھے اٹھیں گے اس کے بعد ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ویوم تقوم الساعۃ یومئذ یتفرقون (اور قیامت قائم ہو گی تو اس دن لوگ متفرق ہوں گے) برے لوگوں کے حال کا اچھے لوگوں کے حال پر عطف ہے۔ طریقہ کی تبدیلی ان دونوں کی ذات و احوال کے تباین کی وجہ سے ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا عطف فعل مضمر پر ہو اس میں اہل جنت کے حال کو ظاہر کرنا ہے گویا ان کے اشغال عظیمہ اور کامیابی عظیمہ اور بڑے انعامات کے ذکر سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور دشمنوں

Scanned with CamScanner

کے دل جلیں گے اسی لیے فرمایا جائے کا علیحدہ ہو جاؤ۔ الیوم آج یعنی قیامت اور فیصلے اور جزا کے دن میں۔ ایھا المجرمون۔ اے مجرمو! چلو اپنے ٹھکانے پر یعنی دوزخ میں چلے جاؤ۔ اس میں طرح طرح کے عذاب پاؤ۔ بہشت کے بجائے آگ کے شعلوں میں جاؤ اور بجائے نعمتوں اور راحتوں کے عذاب میں پڑ جاؤ۔

خلاصہ آیت: اے مشرکو! اہل توحید سے اور اے منافقو! مخلصوں سے علیحدہ ہو جاؤ اس لیے کہ قید خانے میں دشمنوں کو ڈالا جاتا ہے اور باغات میں دوستوں کو رکھا جاتا ہے۔

فائدہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اے کافرو اس امید سے مایوس ہو جاؤ جبکہ تم پر امید تھے کہ بھلائی نصیب ہوگی یا معنیٰ یہ ہے کہ اے کافر دوزخ میں اپنی اپنی جگہ میں چلے جاؤ کیونکہ ہر کافر کے رہنے کی علیحدہ علیحدہ جگہ مقرر ہوگی۔ اس کے بعد دوزخ کے دروازے بند ہو جائیں گے پھر وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے نہ وہ کسی کو دیکھ سکیں گے نہ انہیں کوئی دیکھے گا بخلاف اہل ایمان کے وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر گزاریں گے۔

فائدہ: دوستوں اور پیارے یاروں سے جدا ہو جانا سب سے بڑا عذاب تصور ہوتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ قیامت میں کافر و مومن کا امتیاز یوں ہوگا کہ اہل ایمان کے چہرے سفید اور کفار کے چہرے سیاہ ہوں گے اور اہل ایمان کو عمل نامے سیدھے ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور اہل کفر کو بائیں ہاتھ میں اور اہل ایمان کے اعمال کے ترازو بوجھل ہوں گے اور کافروں کے ترازو ہلکے اہل ایمان نور (روشنی) میں اور کافر تاریکی میں ہوں گے۔ اہل ایمان پل صراط پر ثابت قدم ہوں گے اور کافروں کے قدم ڈگمگا جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ: چار گروہ دوزخ سے کبھی نہیں نکالے جائیں گے:

۱۔ متکبر ۲۔ فرقہ معطلہ ۳۔ منافق ۴۔ کافر

ان تمام کو لفظ مجرم سے تعبیر کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ۔ علیحدہ ہو جاؤ اے مجرمو جو دوزخ کے اہل ہوں گے انہیں جہنم کی آگ میں تباہ و برباد کیا جائے گا اور وہ یہی چار گروہ ہیں جو جہنم سے ہرگز نہیں نکالے جائیں گے اور دائماً دوزخ میں رہیں گے۔

سوال: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ چار گروہ ہوں گے۔

جواب: یہ قرآن مجید کی آیت سے ثابت ہوا وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس لعین کے متعلق فرمایا ہے کہ جب اس نے اولاد آدم کو گمراہ کا اعلان کیا تو کہا تھا کہ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ الخ

اور یہ ظاہر ہے کہ ابلیس کے بغیر گمراہی کا واسطہ کوئی نہیں۔ اس کے سامنے کی طرف سے گمراہ ہونے والے مشرک ہوں گے اور داہنی طرف سے گمراہ ہونے والے متکبر ہوں گے اور بائیں طرف سے گمراہ ہونے والے منافق ہوں گے اور پیچھے کی طرف سے گمراہ ہونے والے معطلہ فرقہ ہوگا۔

نکتہ: مشرک کو آگے سے آنے کی وجہ یہ ہے کہ مشرک کے آگے جہت غیبیہ ہے جس سے وہ وجود باری تعالیٰ ثابت کرتی تھی اس سے اسے انکار کی گنجائش نہ تھی لیکن ابلیس نے اس سے شرک کا ارتکاب یوں کرایا کہ اسے کوئی ایسی شے دکھائی جس سے وہ شرک کر بیٹھا اور متکبر کو دائیں جانب سے اس لیے آیا کہ جانب یمین میں ایک خصوصی قوت ہے اس کی وجہ سے متکبر کو تکبر لائق ہوا اور منافق کو بائیں جانب اس لیے آیا کہ یہ ضعیف جہت ہے۔ اور منافق بھی بہ نسبت دوسرے گروہوں کے ضعیف تر ہے۔ اس لیے وہ جہنم کے نچلے طبقے میں ہوگا اور عملنامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اور فرقہ معطلہ کو پیچھے سے اس لیے آیا کہ پچھلی جانب کسی قطار میں نہیں۔ یہ چار عمل مراتب ان چار گروہوں کو نصیب ہوئے اور جہنم میں ان ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ دروازہ ہے جو صرف ان کے لیے ہے۔ یہیں سے ہی ان کے عذاب کے مراتب شروع ہوں گے۔ ان چار عمل دروازوں کو جہنم کے ساتویں دروازے پر ضرب دی جائے تو ان کے عذاب کی اٹھائیس منزلیں بنتی ہیں۔ چاند اور دوسرے ستاروں کی منزلوں کے مطابق ان کی منازل ٹھہرتی ہیں۔

تفسیر عالمانہ: اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ۔ کیا اے بنی آدم میں نے عہد نہیں لیا تھا۔ یہ وہ جملہ ہے جو قیامت میں کفار و مجرمین کو اہل ایمان سے علیحدہ کرنے اور دوزخ میں داخلہ سے پہلے بطور الزام و تبکیت کہا جائے گا۔

فائدہ: عہد و صیت وہ کام جو وقوع سے پہلے کہ جس میں اس کی خیر و بھلائی اور نفع ہو۔ اس سے وہ اوامر و نواہی مراد ہیں جو رسل کرام علیہم السلام کے ذریعہ سے جن کا بندگان خدا کو مکلف بنایا گیا ہے منجملہ ان کے یابنی ادم لا یفتننکم الشیطٰن کما اخرج ابویکم من الجنۃ۔ اے بنو آدم تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسے تمہارے ماں باپ کو بہشت سے نکالا۔ اور فرمایا ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین شیطان کے قدموں پر مت چلو کیونکہ وہ تمہارا دشمن ہے۔ اس طرح کی دیگر وہ آیات جو اس مضمون میں وارد ہوئی ہیں اور بنو آدم سے یہاں پر مجرم مراد ہیں۔ اب آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ کیا میں نے تمہارے ساتھ وعدہ نہیں کیا اور نہیں فرمایا تھا کہ ان لا تعبدوا الشیطٰن۔

Scanned with CamScanner

اَنْ مفسرہ ہے اس عہد کی تفسیر ہے جس میں امر و نہی مراد ہے یا مصدریہ ہے اس وقت حرف جارہ محذوف ہے۔ اَب معنیٰ یہ ہوا کہ کیا میں نے تم سے وعدہ نہیں لیا تھا کہ شیطان کی پرستش نہ کرنا اور عبادۃ الشیطان سے غیر اللہ کی عبادت مراد ہے اس لیے کہ شیطان کی پرستش کوئی نہیں کرتا اور نہ ہی کسی سے منقول ہے کہ دور سابق میں کسی نے اس کی عبادت کی ہو۔ ہاں عبادت اس کی طرف اس لیے منسوب ہوئی کہ وہ غیر اللہ کی عبادت کی ترغیب کرتا اور سنگار تاہے اور اس کے وسوسے اور ورغلاوے پر بندے گمراہ ہوتے ہیں اس کے ورغلانے کو اور اطاعت کو عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسے عبادت سے مشابہت بھی ہے کہ اطاعت و انقیاد دونوں تعظیم پر دلالت کرتی ہیں اور یہ عبادتِ الٰہی سے تنفیر و تحقیر کا سبب اور یہ عبادتِ الٰہی کے بالمقابل ہے۔

فائدہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول من اطاع شیئا عبدہ۔ جو کسی کی اطاعت کرتا ہے تو گویا وہ اس کی عبادت کرتا ہے۔ مذکورہ بالا تقریر دوسری آیت سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا افرأیت من اتخذ الٰهه هواه۔ کیا تم نے اسے نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا لیا۔ اَب آیت کا معنیٰ یوں ہوا کہ شیطان کے کہنے پر بتوں کی پرستش نہ کرو انه لکم عدو مبین۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ یعنی وہ تمہارے ساتھ کھلی دشمنی رکھتا ہے اس کا ارادہ ہے کہ تم اپنی فطرت سے ہٹ جاؤ اور جس خدمت کے تم مامور ہو اس سے دُور ہو جاؤ یعنی عنہ سے رکنے کے وجوب کی تعلیل ہے۔

فائدہ:۔ شیطان کی اولادِ آدم سے عداوت اس وقت سے ہوئی جب سے حضرت آدم علیہ السلام کو بارگاہِ حق سے عزت ملی۔

سبق:۔ عاقل وہ ہے جو اس کے کہنے پر نہیں چلتا اگرچہ وہ اسے بہتر سے بہتر راہ دکھانے کا دعویٰ کرے کیونکہ دشمن کے دھوکہ کی کوئی خبر نہیں اور یاد رکھیے کہ خیر خواہ کا طمانچہ دشمن کی خاطر تواضع سے بہتر ہے۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جب دشمن کے تمام حیلے ختم ہوتے ہیں تو پھر وہ دوستی کے ذریعہ لڑتا ہے۔ پھر وہ نقصانات پہنچاتا ہے جو دشمن سے بھی نہ ہو سکیں ؎

ضد کن زانچہ دشمن گوید آن کن
کہ بر زانو زنی دست تغابن

ترجمہ:۔ دشمن کی اس بات سے ڈر کہ جس کے حیلہ وہ کہے کہ یہ کام کرو کیونکہ بعد کو افسوس سے ہاتھ گھٹنوں پر مارو گے۔

Scanned with CamScanner

گرت راہے نماید راست چوں تیر
ازاں برگرد و راہ دست ورچپ گیر

ترجمہ: جب وہ سیدھا راستہ تیر کی طرح دکھائے تو تم اس راہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لو۔[1]

نکتہ: بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ شیطان کی دشمنی بہ نسبت آدم (علیہ السلام) کے اولاد آدم سے زیادہ ہے اس لیے کہ بنو آدم پانی سے پیدا ہوئے اور ابلیس آگ سے اور پانی اور آگ کو آپس میں سخت عداوت ہے بخلاف آدم (علیہ السلام) کہ ان کی تخلیق آب و گل سے ہے اور گل میں خشکی ہے اور اسے آگ سے معمولی طور مناسبت بھی ہے اسی لیے آدم (علیہ السلام) ابلیس کی قسم پہ اعتماد کر بیٹھے۔ جب اس نے بہشت میں پہنچ کر قسم کھاتے ہوئے ناصحانہ باتیں کیں اور اولاد آدم سے اس کی تصدیق کہیں سے ثابت نہیں اس لیے کہ یہ اس کے کلی طور ضد ہیں اسی لیے ابلیس کی دشمنی ان سے شدید تر ہے۔

نکتہ: دشمن بظاہر ہمارے آنکھوں سے اوجھل ہے لیکن شریعت نے اس کی دشمنی کی علامات بتائی ہیں اسی لیے ہمیں ان علامات سے اس کی دشمنی سے آگاہ رہنا لازمی ہے پھر جب ہم تم ان علامات کے کاربند ہوں گے تو اللہ تعالیٰ غیب سے ہماری مدد فرمائے گا جس سے ہم اپنے دشمن پر غالب ہو جائیں گے۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے بہت بڑا پیار اور ان پر بہت بڑی رافت و شفقت ہے کیونکہ ان کو جھڑکتا ہے تو ایسے جیسے محبوب کو جھڑکا جاتا ہے اور نصیحت فرماتا ہے تو مشفقانہ اور ان کا اکرام و اعزاز فرماتا ہے اور واضح فرماتا ہے کہ تم بڑے مرتبہ و شان والے ہو کر شیطان کی پرستش کیوں کرتے ہو اور بتاتا ہے کہ تم میرے ہاں بہت بڑے محترم و معظم ہو۔ اور جہاں شیطان کو اپنا دشمن بتایا ہے وہاں بنی آدم کو کہا کہ وہ تمہارا ابھی دشمن ہے اور بنی آدم کو فرمایا کہ تم میرے اولیاء و احباب ہو اور ان کے مجرمین کو خطاب فرمایا تو ناصح و عذر قبول کرنے والے کی طرح چنانچہ فرمایا الم اعهد اليكم یعنی کیا میں نے تمہیں نصیحت نہیں فرمائی اور خبر نہیں دی کہ شیطان بڑا مکار اور خائن اور وہ تمہارا دشمن ہے اور تم بڑی شان والے ہو کر اس خبیث اور کمینے ملعون کی پرستش کیوں کرتے ہو۔

---

[1] جیسے انگریز نے ہمارے ساتھ کیا ۱۲:

تفسیر عالمانہ:۔ وان اعبدونی۔ اور یہ کہ تم صرف میری ہی عبادت کرو۔ کیونکہ تمہارے اعلیٰ شان والوں کو میرے جیسے بلند شان والے معبود کی عبادت کرنی چاہیئے کیونکہ صرف میں ہی عزیز و غفور ہوں اور میں نے تمہیں صرف اپنے لیے اور جملہ مخلوق کو صرف تمہارے لیے پیدا فرمایا ہے اور میں نے صرف تمہیں ہی اعزاز بخشا ہے کہ ملائکہ مقربین اور عباد مکرمین کو تمہارا ساجد بنا دیا۔

فائدہ:۔ اس جملہ کا عطف ان لا تعبدوا الخ پہ ہے اور اس کا اَنْ وہی ہے جو ان لا تعبدوا میں ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ صرف میری واحد ذات کو عبادت کا مستحق سمجھو اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔

نکتہ:۔ نہی (لا تعبدوا) کی امر (اعبدونی) پر تقدیم اس لیے ہے کہ تخلیہ پہلے ہوتا ہے تجلیہ بعد کو۔ دوسرا ھذا صراط مستقیم کو قریب تر اعبدونی ہے کیونکہ اس میں اشارہ ہے کہ صراط مستقیم توحید و اسلام ہی ہے اور لاقعدن لھم صراطک المستقیم کا اصلی مقصود بھی یہی ہے اور صراط مستقیم کی تنکیر تفخیم کی ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ حضرت البقلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان سے صراط مستقیم کی طلب اس لیے ہے کہ ان کی فطرت میں قبول طاعت کی استعداد ہے اب معنیٰ یہ ہوا کہ میری عبادت کرو تو میری قوت سے نہ کہ اپنی طاقت سے یہی صراط مستقیم ہے۔ اس طرح سے عباد کی عبودیت کا سلسلہ ہمیشہ تک منقطع نہ ہوگا اور نہ ہی اس میں ٹیڑھاپن کو کوئی دخل ہوگا اور نہ کبھی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا اور مسلمانوں میں ہر مسئلہ اختلافی ہو سکتا ہے لیکن لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں کسی کو اختلاف نہیں ہوا اور نہ ہی یہ اختلاف کے قابل ہے[1] کیونکہ اس کا معنیٰ و مطلب متحقق ہے اسی لیے اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔

نکتہ:۔ جناب ابو اسعلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اپنی خاطر کرتا ہے تو سمجھو وہ

---

[1] یہ سچے مسلمانوں کے متعلق ہے ورنہ ہمارے دور میں دو ٹولیاں ایسی ہیں جن سے اختلاف صادر ہو رہا ہے ایک گروہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے بجائے احمد رسول اللہ کا قائل ہے اس سے غلام احمد قادیانی مراد لیتے ہیں دوسرا گروہ علی ولی اللہ کے اضافہ کا قائل ہے ایک اور گروہ پیدا ہوا جو کہتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کسی آیت اور صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں (اویسی غفرلہ)

اپنی ہی عبادت کر رہا ہے حالانکہ جو عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کرتا ہے اسے پروردگار کی معرفت حاصل نہ ہوئی۔ ہاں جو عبادت اس نظریہ سے کرتا ہے کہ عبودیت فطرۃ الربوبیت کا جوہر ہے تو سمجھو یہی حق ادا کر رہا ہے۔

فائدہ :۔ علامات العبودیت کی ایک نشانی ہے کہ بندہ کو دعویٰ عبادت نہ ہو اور مصائب برقدری کا حامل اور مولیٰ کی محبت میں یکتا اور حفظ الحدود اور وفاء بالعہود کا خوگر اور محنت کے وقت کا شکوہ اور نعمت کے وقت معصیت اور طاعت کے وقت غفلت ترک کرنے والا ہو۔

مسئلہ :۔ بعض مشائخ نے فرمایا عبادت میں انانیت کو دخل نہ ہو کیونکہ انانیت عبودیت کی ضد ہے اسی لیے مشائخ نے فرمایا کہ سالک کے دل سے سب سے آخر میں حب جاہ خارج ہوتی ہے۔

سبق :۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو سمجھایا ڈرایا دھمکایا لیکن مجرمین نے کان تک نہ دھرا کسی قسم کی نصیحت قبول ہی نہ کی نہ ہی اس کے اوامر کی قدر کی اور نہ ہی نواہی سے رکے بلکہ شیطان کے حکم کے پابند ہوئے اور اس کے اغواء کو قبول کیا۔ عاقل وہ ہے کہ صلح کے طریق کو اختیار کرے اور جنگجوئی کو ترک کرے۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

نہ ابلیس در حق ما طعنہ زد
کز ایشان نیاید بجز کار بد

ترجمہ :۔ کیا ابلیس نے ہمارے حق میں طعنہ نہیں مارا تھا کہ انسانوں سے سوائے خطا کے کچھ نہ ہوگا۔

فغاں از بدیہا کہ در نفس ماست
کہ ترسم شود ظن ابلیس راست

ترجمہ :۔ ان برائیوں سے فریاد جو ہمارے میں ہے میں ڈرتا ہوں کہ خدا نہ کرے کہ اس کا گمان صحیح نکلے۔

چو ملعون پسند آمدش قہر ما
خدایش بر انداخت از بہر ما

ترجمہ :۔ جب ابلیس کو ہمارے اوپر قہر و غضب چاہا تو اللہ تعالیٰ نے صرف ہماری خاطر اسے اپنی درگاہ سے باہر پھینک مارا۔

کجا بر سر آئیم ازیں عار و ننگ
کہ با او بصلحیم و با حق بجنگ

ترجمہ:۔ میں اس حالتِ جنگ سے گھبرا رہا ہوں کہ ہم اس کے ساتھ صلح کر رہے ہیں اور وہ جنگ پر ہے۔

نظرِ دوست تا در کند سوئے تو
کہ در روئے دشمن بود روئے تو

ترجمہ:۔ جب تک دوست کی نگاہ میری طرف ہے تو پھر دشمن کیسے ہمیں نظر اُٹھا کر دیکھ سکتا ہے۔

ندانی کہ کمتر نہد دوست پائے
چو بیند کہ دشمن بود در سرائے

ترجمہ:۔ یہ بھی تمھیں معلوم ہے کہ دوست وہاں قدم نہیں رکھتا جہاں دشمن رہائش پذیر ہو۔

نیز بطریق اشارہ فرمایا۔

نہ مارا درمیان عہد و وفا بود
جفا کردی و بدعہدی نمودی

ترجمہ:۔ کیا ہمارے اور اس کے درمیان عہد وفا نہیں ہے لیکن تو نے ظلم اور بدعہدی کی ہے۔

ہنوزت از سر صلحت باز آی
کز اں محبوب تر باشی کہ بودی

ترجمہ:۔ اب بھی اگر تجھے صلح کا خیال ہے تو آجا میں تمھیں پہلے کی طرح محبوب رکھوں گا۔

تفسیرِ عالمانہ:۔ **ولقد اضل منکم جبلا کثیرا** (اور اُس نے تمہارے سے بہتوں کو گمراہ کیا۔ یہ قسم محذوف کا جواب اور خطاب بنو آدم کو ہے۔ الارشاد میں ہے کہ یہ مستانفہ اور زجر و توبیخ کی تشدید و تاکید کے لیے ہے اب بتاتا ہے کہ ان کی غلطیاں نقض عہد کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے علاوہ وعظ و قبول کرنا بھی ہے باوجودیکہ آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں بلکہ اُمم سابقہ پر شیطان کی اتباع سے ان کو کتنا غضب و قہر کی مار ملی اور یہ خطاب اُمم سابقہ کے بعد والوں کو ہے جن میں کفار مکہ بھی ہیں اور انھیں خطاب سے اس لیے مخصوص کیا گیا کہ یہ غلطیوں میں اپنے اسلاف سے دو قدم آگے بڑھ گئے۔

حل لغات:۔ الجبل (بکسر الجیم و تشدید اللام) بمعنی الخلق یعنی مخلوق چونکہ جبلؓ سے عظم کا تصور ہوتا ہے اسی لیے اس کا اطلاق بہت بڑی جماعت پر ہوتا ہے اور جبل (پہاڑ) کے عظم سے مشابہت کی وجہ سے اسے جبلؔ کہا جاتا ہے اور اضلال کا اسناد شیطان کی طرف مجازاً ہے کیونکہ وہی ان کی گمراہی کا سبب ہے جیسے دوسرے مقام پر فرمایا (رب انہن اضللن کثیرا من

Scanned with CamScanner

الناس ؏ ۔ اے رب بیشک ، بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا) ورنہ اضلال و ارشاد و اغوا در حقیقت اللہ تعالیٰ کے صفات ہیں جیسا کہ حضور سرور عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

بعثت داعیا ومبلغا ولیس الیّ من الھدی شئی وخلق ابلیس مزیّنا و لیس الیہ من الضلالۃ شئی (روح البیان صفحہ ۴۲۳)

ترجمہ: میں داعی و مبلغ بھیجا گیا ہوں ہدایت میرے ہاتھ میں نہیں اور ابلیس کو برائی سنگار نے والا بنایا گیا ہے اور گمراہی اس کے ہاتھ میں نہیں۔

اب معنیٰ یہ ہوا کہ شیطان نے تمہارے سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کیا یعنی ان کی گمراہی کا سبب بنا، انہیں اس سیدھے راستے سے ہٹا دیا جس کا ہم نے حکم فرمایا کہ اس پر ثابت قدم رہو تو جیسے امم سابقہ کو بدکرداریوں کی سزا ملی تمہیں بھی اپنے کرتوتوں کی ایسی سزا ملے گی جسے زمانہ دیکھے گا اور تمہاری داستانیں رہتی دنیا تک باقی رہیں گی۔

فائدہ: بعض مفسرین نے اس کا معنیٰ لکھا ہے کہ اے بنو آدم تم شیطان کی عبادت کیوں کرتے ہو اور اس کے تابع فرمان کیوں ہوتے ہو جبکہ تم دیکھ اور سن چکے ہو کہ تمہارے سے پہلے لوگوں سے بہت سے ایسے ہو گزرے ہیں کہ انہیں بھی اس نے گمراہ کیا اور وہ سیدھے راستے سے ایسے بھٹکے کہ انہیں ہمیشہ تک بہشت سے محرومی نصیب ہوئی حالانکہ بہشت تو بنی آدم کا اپنا گھر تھا۔

افلم تکونوا تعقلون (تو کیا تم سمجھتے نہیں) فاء عاطفہ اس کا فعل مقدر پر عطف ہے جیسا کہ مضمون کا تقاضا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ کیا تم سابقہ امم کے حالات کے مشاہدہ کے باوجود سمجھتے نہیں ہو کہ وہ ابلیس کی طاعت و گمراہی سے کس طرح بُرے عذابوں میں گرفتار ہوئے یا معنیٰ یہ ہے کہ تم کسی طرح بھی نہیں سمجھتے کیا اس وقت سمجھو گے جب پانی سر پر آجائے گا اور سخت عذاب میں ہو گے ابھی سے کیوں نہیں سمجھتے تا کہ تم پر ایسی مصیبت عذاب نازل نہ ہو۔

فائدہ: حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ لکھا کہ اے بنو آدم تم سمجھتے کیوں نہیں کہ اس خبیث کے پھندے میں گرفتار ہوتے جا رہے ہو۔ کشف الاسرار میں ہے کہ استفہام میں انتباہ ہے کہ اے بیوقوفو! تم اپنی عقل سے فائدہ کیوں نہیں اُٹھاتے اسے استعمال کر کے دائمی نعمتوں سے بہرہ ور ہو جاؤ۔

ل پ ۱۳ سورۃ ابراہیم ع ۵ ۔ اس آیت میں اضلال کا اسناد اصنام کی طرف مجازاً ہے ۱۲ ۔

Scanned with CamScanner

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقل کو تین حصوں پر منقسم فرمایا جس میں اس کا کوئی حصہ ہوگا وہی عاقل ہے اور وہی سمجھتا ہے کہ معرفت الٰہی کتنا حسین ہے یعنی ایسا شخص اپنے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا اور ہر امر اس کی طرف سونپتا اور صرف اسی کی فرمانبرداری کرتا ہے اپنے ہر سانس اور ہر حال کو اسی کے تابع بناتا ہے اور ہونا بھی ایسے ہی چاہیئے کہ اپنا ہر امر دنیوی و اُخروی اسی کی مشیت کے مطابق ڈھالے اور طاعت الٰہی میں ذرہ بھر کمی و خامی نہ کرے اور اس کی ہر دی ہوئی مصیبت پر سر تسلیم خم کرکے صبر کرے یہاں تک کہ اپنے دل میں معمولی سی جھلک بھی نہ آنے دے۔[1]

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ شیطان نے تمہارے میں بہتوں کو میرے سیدھے راستے یعنی عبادت سے ہٹایا اور میری قربت و حضوری سے دھکیلا۔

افلم تکونوا تعقلون۔ تو کیا نہیں سمجھتے کہ حق کی طرف رجوع کرنا باطل کے انہماک سے درجہا بہتر ہے تو پھر اپنے نفسوں پر کیوں ظلم ڈھا رہے ہو۔ اپنے پروردگار کی طرف لوٹ آؤ۔

فائدہ: جان لو کہ عقل نور ہے اس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے جیسا کہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں فرمایا ؎

گر بصورت وا نماید عقل رو
تیرہ باشد روز پیش نور او

ترجمہ: اگر عقل اس ظاہری دنیا میں اپنا چہرہ کھولے تو یہ سورج اس کی روشنی سے بے نور ہو جائے۔

ور مثالِ احمقی پیدا شود
ظلمات شب پیش او روشن شود

ترجمہ: اگر احمقی اپنی صورت میں آجائے تو شب کی تاریکی بھی اس سے روشن تر دکھا دے گی۔

اندکی خوی کن با نور روز
ورنہ خفاشی بمانی بے فروز

ترجمہ: روز روشن کے ساتھ تھوڑا تھوڑا قریب ہوتا جا ورنہ چمگاڈر کی طرح اندھا رہ جائے گا۔

عقل کل را گفت ما زاغ البصر
عقل جزئی می کند ہر سو نظر

---

[1] دار الاصول ۱۲

ترجمہ:۔ عقلِ کل (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو اسی لیے مازاغ البصر کا لقب عطا فرمایا ورنہ عقل جزوی تو ہر طرف دیکھنے کا عادی ہے۔

فائدہ:۔ احمق جاہل اور گمراہ مطلق تو ہر وقت شیطان کا کھلونا بنا رہتا ہے وہ اسے جہاں چاہے لے جاتا ہے اگر وہ حقیقت حال کو معلوم کرلے اور سمجھے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام ملکوں کا مالک اور ہر شے سے بلند و بالا ہے اور اسے توحید کا راستہ نصیب ہو تو وہ اسی وقت سے حفاظتِ الٰہی میں آجائے کیونکہ توحید ہی ایک محفوظ قلعہ ہے جو اس میں داخل ہوا تو وہ دشمن خبیث کے مکر و فریب سے محفوظ ہوگیا اور جو اس قلعہ کے باہر سے نجات کا طالب ہے تو وہ جلد تر تباہ و برباد ہوگا بلکہ آفات و بلیات کا لقمہ بن جائے گا جس نے اپنے آپ کو بیکار بنا دیا اور کسی امر کی طرف بھی متوجہ نہ ہوا تو وہ پاگل ہے اسے اتنی خبر بھی نہیں سورج کیا ہے اور سایہ کیا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے طاعات کی مشغولی اور ہمہ اوقات اس کی عبادات کی مصروفیت اور انوار خدمت کے ذریعے شیطان کے بھگانے اور انواع ہمت کے ساتھ نفس پر قہر و جبر کا سوال کرتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ:۔ هذه جهنم التي كنتم ۔ اے ذلیل دیئے ہوئے کافرو یہی وہی جہنم ہے۔ توعدون ۔ جس سے تم رسل کرام علیہم السلام کی زبانوں سے ان کے طویل زمانوں میں ڈرائے جاتے تھے اور وہ شیطان کے مقابلہ میں تمہیں سمجھاتے رہے جبکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کہا تھا کہ لاملئن جهنم منك و ممن تبعك منهم اجمعين (میں تجھے اور تیرے تابعداروں سے جہنم کو بھر دوں گا) و دیگر آیات۔ یہ جملہ مستانفہ ہے کافروں کو توبیخ و تقریع و الزام و تبکیت کے بعد جہنم کے دروازوں پر اس کے داروغے انہیں فرمائیں گے۔

اصلوها اليوم بما كنتم تكفرون (داخل ہو جاؤ آج بسبب اس کے کہ تم کفر کرتے تھے۔

حل لغات:۔ اہل لغت کہتے ہیں صلی اللحم۔ صلی رمی کی طرح ہے یعنی صلی یصلیه صلیا بمعنی شواه و القاه فی النار۔ یعنی اسے آگ میں ڈالا اور کہتے ہیں صلی النار یعنی اسے آگ کی گرمی پہنچائی یہ دراصل اصليوا مثل اخشيوا تھا۔ قانون پر اصلوا ہوا۔ یہ امر اہانت و تنکیل کا ہے جیسے دوسری جگہ فرمایا ذق انك انت العزيز الكريم عذاب کا ذائقہ چکھ اس لیے کہ تو بہت عزت والا اور مکرم تھا)۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے کافرو آج دوزخ میں داخل ہو کر اس کا عذاب چکھو۔ یہ تمہارے اس کفر کا بدلہ ہے جس میں تم دنیا میں مبتلا تھے اور

Scanned with CamScanner

الیوم کا اضافہ ان کی ندامت اور حسرت کے موجب کا ظاہر کرنے کے لیے ہے کہ اس دن انھیں سخت حسرت وندامت ہو گی گویا انھیں کہا جائے گا کہ تمہاری لذات وغیرہ کے دن گذر گئے اب سے تمہارے عذاب کا وقت شروع ہو گیا۔

جہنم کی آگ کی شدت: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہنم کی آگ ہزار سال سلگائی جائے گی تو سفید ہو گی پھر ہزار سال سلگے تو سرخ ہو جائے گی پھر ہزار سال کے بعد سیاہ ہو گی اس کی سیاہی سخت کالی اندھیری رات کی طرح ہو گی یہی اللہ تعالیٰ کے جیل خانہ ہے جس میں مجرمین کو سزا دی جائے گی۔

حدیث شریف: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں نے میکائیل علیہ السلام کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا عرض کی جب سے جہنم پیدا ہوئی ہے اُس وقت سے اُنھوں نے ہنسنا چھوڑ دیا ہے۔

فائدہ: نار کا نام سن کر ہی ڈر لگتا ہے نامعلوم اُس وقت کیا حال ہو گا اسی لیے کہا جاتا ہے دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے آسان ہے۔

ملفوظ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں بغداد سے باہر مرنا پسند کرتا ہوں اس لیے کہ اگر مجھے قبر قبول نہ کرے تو رسوائی نہ ہو گی۔

ملفوظ حضرت عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ آگ جلا کر کہا گیا کہ یہ آگ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو اس میں داخل ہونا واقعی راکھ بنا دیتا ہے لیکن میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کا نام سننے پر میری خوشی کا یہ حال ہو گا کہ آگ پہنچنے سے پہلے ہی فنا نہ ہو جاؤں گا تو اس طرح سے میں دائمی عذاب سے بچ جاؤں گا۔

سبق: ان لوگوں کی باتوں کو غور سے پڑھیئے کہ کیسے بزرگ تھے وہ کہ باوجودیکہ وہ محبوبانِ خدا ہیں لیکن توحیدِ حقیقی کے غلبہ سے اپنے لیے کیا تصور رکھتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہی لوگ حقیقی عابد و عارف تھے۔

Scanned with CamScanner

مسئلہ:۔ ظاہر ہے کہ دوزخ میں داخلہ کا سبب کفر و شرک اور جرم و قصور ہے اور بس۔

خدا را کہ بعزت خوارم مکن
بذل گنہ شرمسارم مکن

ترجمہ:۔ اے اللہ اپنی عزت کا صدقہ مجھے خوار نہ کرنا۔ میرے گناہوں کی خواری سے مجھے شرمسار نہ کرنا۔

مرا شرمساری ز روئے تو بس
دگر شرمسارم مکن پیش کس

ترجمہ:۔ مجھے تو تیری ذات کے سامنے حاضری کی شرمساری کافی ہے دوسروں کے سامنے مزید شرمسار نہ کرنا۔

بلطفم بخواں یا براں از درم
ندارد بجز آستانت سرم

ترجمہ:۔ لطف سے بلاؤ یا ہٹاؤ تو مالک ہے تیرے آستان کے سوا تو میرا سر کہیں جھکتا نہیں۔

بحقت کہ چشم ز باطل بدوز
بنورت کہ فردا بنارم مسوز

ترجمہ:۔ اپنی ذات کا صدقہ میری آنکھ باطل سے بند کر۔ تجھے نور کی قسم کہ کل مجھے آگ میں نہ جلانا۔

تفسیر عالمانہ:۔

الیوم نختم علیٰ افواھھم۔ (آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے۔

حل لغات:۔ الختم بمعنی الطبع بطور استعارہ بمعنی المنع افواہ۔ فوہ کی جمع ہے دراصل فوہ (بالفتح) تھا یہی سیبویہ کا مذہب ہے اور بصری بھی ایسے کہتے ہیں اس کا وزن اثواب کی طرح ہے۔ ہا کو بخلاف قیاس حذف کیا گیا۔ واؤ کو میم سے تبدیل کیا گیا بوجہ ہم جنس ہونے کے کیونکہ یہ دونوں شفوی ہیں جب اسے مضاف کیا جاتا ہے تو محذوفہ الفاظ اپنی صورت اصلیہ پر آ جاتے ہیں تاکہ یہ اپنے دوسرے ہم جنسوں سے مختلف نہ ہوں۔ فراء نے کہا یہ (بالضم) ہے جیسے سوق واسواق وغیرہ وغیرہ۔

نکتہ:۔ غیبت کے صیغے کی طرف التفات میں اشارہ ہے کہ یہ اس لائق ہیں کہ ان سے روگردانی بہتر ہے اور دوسروں کو دکھایا جائے کہ ان کے احوال قبیحہ یوں ہیں کہ وہ بالمشافہ گفتگو کے لائق نہیں اور پھر مہر لگانے کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان کے لیے صیغے غائب کے ہوں کیونکہ خطاب

Scanned with CamScanner

ملاقات کرچاہتاہے اوران سے ملاقات کاسلسلہ تو بالکل منقطع ہوگیا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ ہم ان کے منہ ایسے بند کردیں گے کہ وہ گفتگو نہ کرسکیں اور ان کے ساتھ یوں ہوگا کہ کلام کی قوت سلب ہوگئی گویا کہ ان کے منہ پر مہر لگ گئی پھر ان کے اعضاء ان گناہوں کا اظہار کریں گے جو ان سے سرزد ہوئے۔

وتکلمنا ایدیھم و تشھد ارجلھم اور ہماری طاقت عطا کرنے پر ہمارے ساتھ ان کے ہاتھ بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے بما کانوا یکسبون ان کرتوتوں کی جو ان سے سرزد ہوئے یعنی چاروں ہاتھ پاؤں برائیوں کی خبر دیں گے۔

فائدہ: یہاں پر تمام اعضاء مراد ہیں یہ نہیں کہ ہر عضو اپنے مخصوص کردار کی خبر دے گا۔

حل لغات: الکسب کسی شے کو حاصل کرنا، اب معنیٰ یہ ہوا کہ ہم آج ان کے منہ پر مہریں مار دیں گے کہ جب وہ کہیں گے کہ ہم مشرک نہ تھے اور نہ ہی رسل کرام علیہم السلام کی تکذیب کی اور نہ شیطان کی پرستش کی اس پر ان کے ہاتھ اور پاؤں بول پڑیں گے کہ غلط کہہ رہے ہیں اس نے ہمارے سے یہ کام کرایا وغیرہ وغیرہ۔ بعض نے کہا کہ "جب انھیں۔ الم اعھد الیکم یا بنی آدم ان لا تعبدوا الشیطان (کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا) تو وہ انکار کردیں گے اور کہیں گے۔ واللہ ربنا ما کنا مشرکین الخ بخدا ہم مشرک نہ تھے اور نہ ہی تیرے سوا کسی کی پرستش کی اور نہ ہی ہم نے شیطان کی اطاعت کی اور نہ ہی اس کی کسی برائی پر کان دھرا۔ اس پر ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے تو پھر ان کے اعضاء بول پڑیں گے اور ان کی ایک ایک غلطی گن کر سنا دیں گے۔

فائدہ: ایسی مہر کافروں کے لیے ہمیشہ رہے گی۔ دنیا میں یونہی رہا کہ ان کے دل حق کے قبول کرنے سے محروم رہے چنانچہ فرمایا ختم اللہ علیٰ قلوبھم (اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی) اور آخرت میں ان کے موہنوں پر جب دنیا میں ان کے دلوں پر مہر تھی تو منہ سے باتیں بناتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ذلک قولھم بافواھھم (یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں) تو پھر جب ان کے موہنوں پر مہر لگا دی گئی تو لازماً ان کے اعضاء کو بولنا پڑے گا اس لیے کہ انسان کے قبضہ میں زبان۔ قلب اور اعضاء ہیں۔ جب قلب اور زبان اس کے قابو میں نہ رہے تو پھر اعضاء ہی بولیں گے اور بس۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ قیامت میں کافروں کے اعمال ان کے سامنے پیش کیے جائیں گے اس پر انھیں سخت رسوائی ہوگی تو صاف انکار کرکے کہیں گے کہ فرشتوں نے ہماری ڈائریاں

Scanned with CamScanner

محلہ کی ہیں۔ ان کے ہمسائیگان گواہی دیں گے کہ واقعی یہی ان کے کرتوت تھے لیکن ہمسائیگان کی گواہی بھی ٹھکرا دیں گے۔ پھر ان کے اپنے اہل وعیال گواہی دیں گے ان کی گواہی کو بھی نہیں مانیں گے پھر اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں پر مہر لگا دے گا اور ان کے اعضاء سے گواہی لے گا تو وہ ان کے تمام کرتوت واضح طور پر سنا دیں گے۔

علم غیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ اچانک ہنسے پھر پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں کیوں ہنسا اور ہم نے کہا اللہ ورسولہ اعلم (خدا اور رسول جانیں) (جل جلالہ، وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے فرمایا میں بندے اور آقا کی گفتگو سے ہنسا وہ یہ کہ بندے نے کہا یا اللہ مجھ پر ظلم نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں ہوگا۔ پھر عرض کرے گا کہ میرے اوپر صرف میرا نفس ہی گواہی دے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں تیرے نفس کی گواہی کافی ہے اور کراماً کاتبین بھی تیرے گواہ ہوں گے اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کے منہ پر مہر لگا دی اور اس کے اعضاء سے فرمایا اس کے کرتوتوں کی گواہ دو حسب الحکم اس کے اعضاء بولنے شروع کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے عین گواہی کے وقت مہر توڑ دی تو مجرم اپنے اعضاء کو کہہ رہا ہے کہ تم پر پھٹکار ہو میں تمہاری وجہ سے تو سارا کھیل کھیلتا رہا (لیکن افسوس کہ تم الٹا میرے مخالف ہو گئے)

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں انسانی اعضاء سے سب سے پہلے بائیں ران اور ہاتھ کی ہڈی بولے گی جب انسان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی۔

نکتہ: منہ پر مہر لگا کر اعضاء سے گواہی لینے میں اشارہ ہے کہ جو انسان کے گناہ میں معین و مددگار تھے اب وہ بھی دشمن ہو کر اس کے خلاف گواہی دے رہے ہیں تاکہ اسے معلوم ہے کہ سوائے ذاتِ خدا کے کوئی بھی حامی و یار نہیں۔

سبق: انسان پر لازم ہے کہ ماسوی اللہ کی طرف متوجہ نہ ہو اور سوائے ذات خدا کے کسی کو اپنا دوست نہ بنائے تاکہ قیامت میں رسوائی نہ ہو۔

بکشود صائب از مدد خلق ہیچ کار
از خلق روئے خود بخدا می کنیم ما

Scanned with CamScanner

ترجمہ: اے صاحب اللہ تعالیٰ کی مدد کے سوا کوئی کام نہیں ہوتا لہٰذا مخلوق سے منہ پھیر کر اللہ تعالیٰ سے لو لگانا چاہیئے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ منہ سے اکثر کذب بیانی ظاہر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یقولون بافواھھم ما لیس فی قلوبھم (جو کچھ منہ سے کہتے ہیں وہ ان کے دل میں نہیں) بخلاف دوسرے اعضاء کے کہ ان سے اکثر صدق کا اظہار ہوتا ہے ایسے ہی قیامت میں بھی ان سے صدق ظاہر ہو گا اسی لیے قیامت میں بچوں سے ہی سچی بات پوچھی جائے گی جھوٹوں سے نہیں یعنی مونہوں سے سوال نہ ہو گا کیونکہ منہ پر لے درجے کا جھوٹا ہے اور دوسرے اعضاء بہت زیادہ سچے اسی لیے وہ حق کی گواہی دیں گے اور کفار پر اعضاء ایسی گواہی دیں گے جس سے وہ دائمی عذاب کے مستحق ہو جائیں گے بخلاف فاسقین کے کہ اگر ان پر بعض اعضاء فسق کی گواہی دیں گے تو بعض اعضاء نیکی کی گواہی بھی دیں گے۔

حدیث شریف: احادیث مسندہ میں مروی ہے کہ کسی بندے پر اس کے اعضاء گواہی دیں گے کہ اس نے بھرپور گناہ کیے تھے اس کی آنکھ کا صرف ایک بال بارگاہ لایزال میں حاضر ہو کر عرض کرے گا اجازت ہو تو کچھ عرض کروں اللہ تعالیٰ فرمائے گا بتا کیا کہتا ہے میرے بندے کی طرف سے کوئی حجت قائم کرنی چاہتا ہے تو تجھے اجازت ہے آنکھ کی پلک کا بال عرض کرے گا کہ میں اس کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ یہ تیرے خوف سے ایک دفعہ رویا تھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے اسے بخش دیا اور اعلان ہو گا۔ ھذا عتیق اللہ بشعرۃ (یہ ایک بال کی گواہی پر دوزخ کے عذاب سے آزاد شدہ ہے)

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ جیسے انسان کے اعضاء اس کے گناہوں کی گواہی دیں گے ایسے ہی اس کی اطاعت و عبادت کی بھی گواہی دیں گے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن بندے کو بلا کر اس سے اس کی نیکیوں کا سوال کرے گا بندہ شرم کے مارے سر جھکا دے گا کہ وہ کس طرح اپنی نیکیاں گن کر سنائے اللہ تعالیٰ اس کے اعضاء کو بلوائے گا چنانچہ انگلیاں اس کی تسبیحات کی گواہی دیں گی اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض بیبیوں (صحابیات) سے فرمایا کہ تسبیح و تہلیل و تقدیس پر التزام کرو اور انگلیوں سے کیونکہ قیامت میں ان سے سوال ہو گا اور یہ تمہارے حق میں بولیں گی یعنی قیامت میں تمہارے لیے نیکی کی گواہی دیں گی اسی لیے اذکار کو انگلیوں کے پوروں پر گننا سنت ہے۔ اگر عقود پر گننے

Scanned with CamScanner

کی اصطلاح معلوم نہ ہو تو پھر صرف انگلیوں سے گننا چاہیئے (الاسرار المحمدیہ)

فائدہ:۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ منہ پر مہر لگانے اور ہاتھوں کے بولنے اور پاؤں کی گواہی سے ان کی شکلوں کی تبدیلی مراد ہے کہ جیسے عمل ہوگا ویسی شکل تبدیل ہو جائے گی اور زبان حال سے اُن کے اعمال کی ترجمانی کریں گے۔ پھر جیسے مجرمین کے اعضاء ان کے احوال قبیحہ اور افعالِ شنیعہ پر دلالت کریں گے ایسے ہی اہل ایمان کے اعضاء اُن کے احوال حسینہ اور افعال جمیلہ پر دلالت کریں گے۔ ہر برتن سے وہی گرتا ہے جو اس میں ہے۔ ان خوش بختوں کو مبارک ہو جو نیک اعمال میں زندگی بسر کرتے ہیں اور اُن کے تابعداروں کو بھی کہ قیامت میں ان کی شکل وصورت اور اُن کی ہیئت کذائیہ بہتر ہو گی یہ تمام برکات ان کے اعمال صالحہ وطاعاتِ حسنہ کا نتیجہ ہوگا ؎

پئے نیک مرداں بباید شتافت
کہ ہر کین سعادت طلب کرد یافت

ترجمہ:۔ نیک لوگوں کے نقش قدم پر چلنا چاہیے جو ایسی سعادت کا طالب ہے وہ اسے ضرور پائے گا۔

و لیکن تو بدنبال دیو خسی
ندانم کہ در صالحاں کے رسی

ترجمہ:۔ لیکن تو تو کمینے شیطان کی پیروی میں ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ تم نیک لوگوں تک کب پہنچو گے۔

پیمبر کسے را شفاعت گرست
کہ بر جادۂ شرع پیغمبر است

ترجمہ:۔ پیغمبر علیہ السلام اس کے لیے شفاعت فرمائیں گے جو آپ کی شریعت کے طریقہ کار پر کاربند ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ ولو نشاء۔ لو ماضی کے لیے آتا ہے اگرچہ مضارع پر داخل ہو اسی لیے یہ مضارع کو مجزوم نہیں کرتا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اگر دنیا میں ہم مشرکین مکہ کے لیے چاہیں لطمسنا علیٰ اعینھم (تو ان کی آنکھیں مٹا دیں) لطمس بمعنی شے کا اثر بالکل ختم کر ڈالنا۔ اہل عرب کہتے ہیں طمستہ ای محوتہ یعنی اس کا اثر جڑ سے نکال دیا۔[1] اب معنیٰ یہ ہوا کہ ہم

---

[1] القاموس: ۲:۱۲

نے ان کی آنکھیں برابر اور ان کی صورتیں اور ان کی روشنی زائل کر دیں کہ نہ ان کا کچھ نشان رہے اور نہ پلکیں دوسرے اعضاء کی طرح بالکل صاف چمڑا رہ جائے اور بس یعنی جیسے ہم نے ان کے دل کی آنکھیں مٹا کر رکھ دی ہیں ایسے ہی ان کی ظاہری آنکھیں بھی ایسی ختم کر دیں کہ ان کا نشان تک نہ ہو اور یہ صرف اور صرف ان پر غضب کے طور ہوگا۔

فاستبقوا الصراط (تو سیدھے راہ پر چلو) الاستباق افتعال کا باب ہے ایک دوسرے سے سبقت کرنا اور الصراط وہ راستہ جس میں بل نہ ہو اور بالکل سیدھا ہو اس کا منصوب ہونا نزع الخافض کی وجہ سے ہے کیونکہ سیدھا راستہ وہ ہوتا ہے جس کی طرف سبقت کی جاتی ہے نہ یہ کہ وہ سبقت کیا ہوا ہے (یعنی دراصل فاستبقوا الی الصراط تھا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ جب آنکھیں مٹ جائیں تو پھر ہم دیکھتے کہ جب وہ کسی سیدھے راستہ پر چلنے کا ارادہ کرتے فانی یبصرون تو انہیں راستہ کہاں سے دکھائی دیتا اور وہ اپنے مقاصد میں کہاں تک کامیاب ہوتے یعنی جب ان کی آنکھیں نہ ہوتیں تو خود بھی راستہ دیکھنے سے معذور ہوتے تو دوسروں کی کیا رہبری کرتے۔

انّیٰ بمعنی کیف چونکہ یہاں پر انکار کا فائدہ دیتا ہے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ یہاں پر اہل مکہ فائدہ: سے طمس (آنکھ چھین لینے) کی دھمکی دیتا ہے اور وہ اس پر قادر بھی ہے جیسا کہ اس نے قوم لوط سے کر کے دکھایا جب انہوں نے اپنے پیغمبر لوط علیہ السلام کی تکذیب اور کوشش کی کہ ان سے ان کے مہمانوں کو اپنے قبضہ میں کر لیں۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو انسان سے آنکھیں چھین لے تو پھر وہ گریہ وزاری نہ کر سکے گا۔ جب اس کا گریہ نہ ہوگا تو اس کے آنسو اسکے نیک ہونے کا گواہ ہو سکیں گے۔ اس میں باطنی آنکھ کے چھن جانے کی طرف بھی اشارہ ہے کیونکہ جب وہ نہ ہوں گی تو حق و باطل کی تمیز کہاں سے آئے گی اور وہ باطل سے ہٹ کر حق کی طرف کس طرح رجوع کر سکے گا اور جب وہ حق کو نہ دیکھے گا تو باطل سے کس طرح خوفزدہ ہو سکے گا اس طرح اس کے دل کو خوفِ خدا کی تپش نصیب نہ ہوگی اور نہ ہی وہ گریہ وزاری کر کے اپنے لیے اپنے آنسو گواہ بنا سکے گا۔

گریہ و زاری دلیل رحمت است
ہر کرا این نیست اہل شقوت است

ترجمہ: گریہ وزاری خاصان خدا کی نشانی ہے جسے یہ نصیب نہیں وہ اہل شقاوت سے ہے۔

Scanned with CamScanner

ولو نشاء لمسخناهم۔ (اور اگر ہم انہیں مسخ کر دیں)

حل لغات:۔ المسخ بمعنی صورت کو قبیح تر شکل میں بدل دینا خواہ وہی صورت باقی رکھ کر کسی حیوان کی صورت میں تبدیل کر دیا جائے یا اس کی صورت کے قوائے حیوانیہ کو ختم کر کے پتھر کی شکل میں لایا جائے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اگر ہم چاہیں کہ انہیں رتبۂ تکلیف اور درجۂ اعتبار سے ساقط کر کے ان کی صورتیں بدل دیں کہ انہیں بندر و خنزیر بنا دیں جیسے ہم نے قوم موسیٰ کے ساتھ کیا جب کہ انہوں نے داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں خباثتوں کا ارتکاب کیا یا یہ کہ ہم انہیں پتھر یا مٹی کے ڈھیلے بنا دیں۔ یہ پہلے سے زیادہ سخت اور قبیح تر ہے کیونکہ پہلے میں انسانیت سے نکل کر حیوانیت اختیار کرنی پڑتی ہے۔ دوسرے میں حیوانیت سے نکل کر جمادیت میں جانا پڑتا ہے کہ جس میں بالکل شعور ہی ختم ہو جاتا ہے۔

مکانتہم (اپنے گھروں میں) مَكَانَةٌ بمعنی مکان ہے لیکن مکانۃ مکان سے مقامہ از مقام کی طرح اخص ہے یعنی ان کے ان مکانوں میں جن میں وہ رہائش پذیر ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم انہیں پاؤں پر بٹھا دیں یعنی اپاہج بنا دیں۔

فما استطاعوا مضیا۔ تو پھر آنے جانے کی طاقت نہ رکھ سکیں گے یعنی وہ صرف آگے کو نہ کیے ہوئے ہوں گے اور ایک جگہ پر ٹھہر سکیں گے۔ مُضِیٌّ دراصل مضوی تھا واؤ کو یاء کر کے یاء میں ادغام کر کے اس کا ماقبل مکسور کیا گیا۔ جیسا کہ یاء کے ماقبل کا تقاضا ہے۔ بعض نے میم کو مکسور پڑھا ہے تو ضاد کی اتباع کا اعتبار کیا ہے۔

ولا یرجعون (اور وہ نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ کسی دوسری جہت کو جا سکیں گے۔

سوال:۔ الی جہتہ خلفہم کیوں نہیں لایا گیا۔

جواب:۔ فاصلۂ آیات کی رعایت کی گئی ہے اور ان دونوں شرطوں میں باری تعالیٰ کی اس قدرت کا بیان نہیں کہ وہ طمس وغیرہ کی سزا دے سکتا ہے کیونکہ اس بیان کے لیے ہے کہ یہ لوگ اپنے کفر اور نقض اور آثار قدرت وغیرہ کے مشاہدہ کے باوجود نصیحت حاصل نہ کرنے کی وجہ سے اس لائق ہیں کہ ان کو مذکورہ بالا سزا دی جائے جیسے ان کے ساتھ آخرت میں ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ کا اس طرح کے افعال سے تعلق نہیں ہوا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اگر ہم ان کو مذکورہ بالا سزاؤں میں مبتلا کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں لیکن ہم نہیں کرتے اس لیے کہ طریقۂ رحمت عامہ کے تقاضا پر اس سے ہمارے ارادہ کے متعلق نہیں ہوا اور حکمت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ

Scanned with CamScanner

ہم ان کو ایک عرصہ تک مہلت دیں تاکہ وہ توبہ کر کے ایمان اور نعمتوں کا شکر ادا کر سکیں یا اس سبب سے تاکہ ان سے ایمان دار اور شکر گزار لوگ پیدا ہوں۔

مسخ دو قسم

حکماء فرماتے ہیں کہ مسخ دو قسم ہے:۔

(۱)۔ خاص ظاہری صورت تبدیل کر دینا۔

(۲)۔ عام عادات میں تبدیلی پیدا کرنا۔

وہ یہ کہ انسان میں مذموم عادات پیدا ہو جائیں یعنی وہ حیوانی عادات کا خوگر ہو جائے مثلاً حرص میں کتے کی طرح اور شر میں خنزیر کی طرح اور غمارہ میں بیل کی طرح ہو جانا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ انسان کی صورت بدلنا اور اس کے عاداتِ انسانیہ سے عادات سبعیہ و شیطانیہ کی طرف پھر جانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب انسان میں یہ عادات پیدا ہو جائیں تو پھر ان سے لوٹ کر عادات انسانی کی طرف آنا اس کے بس سے باہر ہو جاتا ہے تو جیسے اللہ تعالیٰ دنیا میں ایسے صفات سے مسخ کرتا ہے تو اس کا حشر بھی انہی صفات سے ہو گا۔

حکایت آزر:۔ حدیث شریف میں ہے کہ آزر کو گوہ کی صورت میں اٹھایا جائے گا حیوۃ الحیوان میں ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام آزر کو ملیں گے تو اس کے چہرہ پر گرد و غبار ہو گی۔ وہ کہیں گے کہ ــــ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کر وہ کہے گا آج میں نافرمانی نہیں کروں گا۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے الہ العالمین تیرا وعدہ تھا کہ میں تمہیں قیامت میں رسوا نہ کروں گا اور آج اس سے بڑھ کر اور کونسی رسوائی ہو گی کہ میرا اب (چچا) جہنم میں جائے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے کافروں پر جنت حرام کی ہے (فلہذا اس کا بہشت کا داخلہ ممتنع ہے) پھر فرمائے گا اے ابراہیم (علیہ السلام) اپنے پاؤں کے نیچے غور کر کے دیکھئے اچانک دیکھیں گے تو ان کے پاؤں کے نیچے سر گوہ خون سے لت پت پڑا ہے پھر اسے گھسیٹ کر دوزخ میں ڈالا جا رہا ہے۔

نکتہ:۔ آزر کو گوہ سے مسخ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ گوہ میں حماقت ہے کہ ضروری امر سے ہوشیاری کے بجائے غفلت برتتی ہے چونکہ اس نے شفیق ترین انسان کی نصیحت قبول نہ کی اور شیطان دشمن

(بقیہ صفحہ ۱۱۰ پر)

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۚ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ○ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ

وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ○ لِّيُنْذِرَ

مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا

خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ○

وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ○ وَلَهُمْ

فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ○ وَاتَّخَذُوْا مِنْ

دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ○ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ

وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ○ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ

مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ○ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ

نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ○ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ

خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ○ قُلْ يُحْيِيْهَا

الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ○ ۨالَّذِيْ

جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ○

اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ

يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۭ بَلٰي ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ○ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ

اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ

بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○

ترجمہ: اور جسے ہم بڑی عمر کا کریں اسے پیدائش میں الٹا پھیریں تو کیا وہ سمجھتے نہیں اور ہم نے ان کو

Scanned with CamScanner

شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے ۔ وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن کہ اسے
ڈرائے جو زندہ ہو اور کافروں پر بات ثابت ہو جائے ۔ کیا اُنہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھ
کے بنائے ہوئے چوپائے ان کے لیے پیدا کیے تو یہ ان کے مالک ہیں اور انہیں ان کے لیے
نرم کر دیا تو کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کو کھاتے ہیں اور ان کے لیے ان میں کئی طرح کے نفع
اور پینے کی چیزیں ہیں تو کیا شکر نہ کریں گے اور اُنہوں نے اللہ کے سوا اور خدا ٹھہرا لیے کہ
شاید ان کی مدد ہو وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے اور وہ ان کے لشکر سب گرفتار حاضر آئیں گے تو تم
ان کی بات کا غم نہ کرو ۔ بے شک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں ۔ کیا آدمی
نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے پانی کی بوند سے بنایا جبھی وہ صریح جھگڑالو ہے اور ہمارے لیے کہاوت
کہتا ہے اور اپنی پیدائش بھول گیا ۔ بولا ایسا کون ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرے جب وہ بالکل گل گئیں
تم فرماؤ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے جس نے تمہارے
ہرے پیڑ میں سے آگ پیدا کی جبھی تم اُسے سلگاتے ہو ۔ اور کیا وہ جس نے آسمان اور زمین بنائے
ان جیسے اور نہیں بنا سکتا کیوں نہیں اور وہی ہے پیدا کرنے والا سب کچھ جانتا ۔ اس کا کام تو یہی ہے
کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے تو پاکی ہے اُسے جس کے ہاتھ ہر چیز
کا قبضہ ہے اور اُسی کی طرف پھیرے جاؤ گے ۔

بقیہ صفحہ ۱۰۹

کے فریب میں آ گیا ۔ اسی لیے حماقت کی وجہ سے گوہ سے تشبیہ دی گئی ہے ۔

اعجوبہ :۔ گوہ کو شکار کرنا ہو تو اس کی بل پر پتھر پھینکا جائے تو وہ سمجھتی ہے کہ اس کا شکار آیا ہے اس کو پکڑنے کے لیے بل سے باہر نکلتی ہے تو خود شکار ہو جاتی ہے ۔

اعزاز نبوت

اگر آذر کو خنزیر یا کتے کی صورت میں مسخ کیا جاتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل دکھتا ان کی دل آزاری نہ کر کے اسے صرف گوہ کی شکل میں تبدیل کیا گیا ۔

فائدہ :۔ المحکم میں ہے خزیتہ یعنی ذللتہ (میں نے اسے رسوا کیا) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تواضع کی تو اللہ تعالیٰ نے قیامت میں اسے رسوا نہ کیا ۔

Scanned with CamScanner

سبق :۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ایسا ہوا جبکہ وہ قلبِ سلیم سے آئیں گے تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اس سے محروم ہیں اسی لیے انسان پر لازم ہے کہ وہ اعمال صالحہ واحوال خالصہ پیدا کرے ۔ ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُمید رکھتے ہیں کہ وہ ہمیں قیامت میں رسوا نہ کرے گا ۔

تفسیر عالمانہ :۔ ومن نعمرہ (اور جسے ہم بڑی عمر دیں) تعمیر سے ہے بمعنی زندگی بنانا العمر بمعنی بدن کی رُوح کی تعمیر ۔ اَب معنیٰ یہ ہوا کہ جس کی دنیا میں ہم عمر بڑھاتے ہیں ۔ ننکسہ فی الخلق (تو ہم اس کے جسم کو گھٹا دیتے ہیں ۔ التنکیس بمعنی اُلٹا کرنا ۔ یہ النکس سے بلیغ اور مشہور تر ہے بمعنی شے کے بل اُلٹنا ۔ اسی سے نکس الولد ہے ۔ اس لڑکے کو کہا جاتا ہے جس کی پیدائش کے وقت پاؤں سر سے پہلے نکلیں اور مرض میں اسے کہتے ہیں جو بیماری افاقہ کے بعد عود کر آئے اور مخلوق میں نکس اُس وقت کہتے ہیں جب وہ بڑھاپے میں انتہا کو پہنچ جائے ۔ اَب معنیٰ یہ ہُوا کہ ہم انسان کی تخلیق بدلتے رہتے ہیں اور اسے پہلی تخلیق کے برعکس کر دیتے ہیں وہ ضعف میں بڑھتے بڑھتے اور قوت میں گھٹتے گھٹتے اور شکل وصورت اور ہیئت سے ہٹتے ہٹتے اسی حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ بچے کی سی صورت اختیار کر لیتا ہے ۔ ضعف بدن اور قلت عقل اور فہم وادراک سے خالی ہونے میں بچے اور بوڑھے میں معمولی فرق رہ جاتا ہے[1] ۔

ارانی کل یوم فی انتقاص
ولا یبقی علی النقصان شئ

ترجمہ :۔ میں خود کو ہر دن میں کمی محسوس کرتا ہوں اور میرے نقصان میں کسی قسم کی کمی نہیں رہی ۔

افلا یعقلون ۔ کیا وہ اس حالت کو دیکھ کر سمجھتے نہیں کہ جو ذات انسان کو اس حالت میں کر سکتی ہے وہ اس کے طمس ومسخ پر بھی قدرت رکھتی ہے کیونکہ اس کی قدرت ان پر اور ان کے علاوہ اور جملہ امور کو حاوی ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ ان اُمور کو تدریجاً کرتا ہے یا نہیں کرتا تو اس کی مشیت میں ایسے ہوگا اور اس میں کوئی حکمت ہوگی ۔

---

[1] یہ عام قاعدہ ہے ورنہ علم وفضل والے بڑھاپے میں شان والے ہو جاتے ہیں ۔

Scanned with CamScanner

ع نزد قدرت کارہا دشوار نیست

ترجمہ:۔ اس کی قدرت کے آگے کوئی کام مشکل نہیں۔

فائدہ: مدالجزمیں ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ اگر تمہارے ساتھ دنیا میں نہ ہوگا تو آخرت میں مزید ہوگا اگر تم کفر و معاصی وغیرہ سے توبہ نہ کرو گے تو تمہیں اس قسم کی سزا ملے گی۔

مختلف الحال سزائیں

مروی ہے کہ قیامت میں اس اُمت میں بعض لوگ بندروں کی شکل میں بعض خنزیر کی صورت میں۔ بعض اُلٹے پاؤں کر کے کھینچے جائیں گے بعض اندھے بعض بہرے بعض گونگے اُٹھیں گے بعض لوگوں کی زبانیں نکل کر سینہ پر آجائیں گی اور ان کے منہ سے پیپ خارج ہو گی جس سے لوگ نفرت کریں گے وغیرہ وغیرہ اس کی تفصیل آئے گی۔

ملفوظ وراق ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ غفلت میں طویل عمر بسر کرائے اس پر احوال ایام اثرانداز ہوتے ہیں کہ کبھی بچہ تو کبھی جوان اور کبھی بوڑھا یہاں تک کہ عمر کے آخری حصّہ تک پہنچے چنانچہ فرمایا ومن نعمرہ ننکسہ الخ اور جو ذکر الٰہی میں زندگی بسر کرے اسے حیاتِ جاودانی نصیب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب میں چلا جاتا ہے چنانچہ خود فرمایا فلنحیینہٗ حیوۃ طیبہ ہم اسے حیات طیبہ سے زندہ رکھیں گے۔

فائدہ:۔ کشف الاسرار میں ہے کہ اس میں انسان کو تنبیہ ہے کہ خوابِ غفلت سے بیدار ہوتا کہ اپنی حقیقت سے آگاہی حاصل کر سکے۔ یہ جوانی اور زندگانی ایک غنیمت ہے اس کی قدر کرنی چاہیئے نیک عمل کرنے کا اب وقت ہے۔ جب وقت نکل جائے گا تو پچھتاوا ہوگا۔

حدیث شریف:۔ پانچ اُمور سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت سمجھنا چاہیئے:۔

(۱)۔ بیماری سے پہلے صحت و تندرستی کو۔

(۲)۔ بڑھاپے سے پہلے جوانی کو۔

(۳)۔ تنگدستی سے پہلے فراخ دستی کو۔

(۴)۔ موت سے پہلے زندگی کو۔

Scanned with CamScanner

(۵)۔ مشغولیت سے پہلے فراغت کو۔

فائدہ:۔ اگر جوانی ڈھل جائے اور نیک عمل نہیں ہو سکے تو بڑھاپے میں اپنی کوتاہی اور غلطیوں کی عذر خواہی کرے تو بھی اچھا ہے۔ 8/C

نوّے سالہ بوڑھے کو نوید مغفرت

حدیث شریف میں ہے کہ جب انسان نوے سالہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دیتا ہے اور لکھا جاتا ہے کہ یہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا قیدی ہے اور وہ قیامت میں اپنے گھر والوں کی شفاعت کرے گا اور جب وہ سو سال کا ہو جاتا ہے تو اس سے حساب لینے سے اللہ تعالیٰ حیا فرماتا ہے یعنی اس سے راضی ہو کر اس کے حساب سے چشم پوشی فرماتا ہے ؎

دلم می دھد وقت ایں امید
کہ حق شرم دارد ز موئے سفید

ترجمہ:۔ میرا دل اُس وقت گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے سفید بالوں سے شرماتا ہے۔

عجب دارم از شرم دارد زمن
کہ شرم نمی آید از خویشتن

ترجمہ۔ مجھے تعجب ہے کہ وہ تو میرے سے شرم کرتا ہے لیکن مجھے شرم نہیں آتی۔

تفسیر عالمانہ:۔ وما علمناہ الشعر۔ اور ہم نے انہیں یعنی رسول اکرم نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر نہیں سکھایا یہ کفار کے اس مقولے کا رد ہے جو اُنہوں نے حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کہا کہ آپ شاعر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو شاعر ہیں اور نہ ہی کبھی آپ نے شعر کہے ہیں۔

جوابات وہابیہ

(۱)۔ بہتر یہی ہے کہ کہا جائے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شاعر نہیں اور جو کچھ تلاوت فرماتے

لہ اس آیت کو وہابیہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک کی نفی میں پیش کرتے ہیں۔ فقیر نے اپنی استطاعت بھر جوابات تفسیر اویسی میں لکھے ہیں بہترین جوابات یہی ہیں جو صاحب روح البیان قدس سرہ نے لکھے۔

Scanned with CamScanner

ہیں یہ بھی شعر نہیں اس کی دلیل واضح ہے کہ جس نے ان پر قرآن نازل کیا ہے اور جس نے انہیں علم پڑھایا اس نے انہیں شعر نہیں سکھایا بطور کنایہ لازم کی نفی کر کے ملزوم کی نفی کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ کنایہ صریح سے بلیغ تر ہوتا ہے۔

حل لغات: امام راغب نے فرمایا کہ اہل لغت کہتے ہیں کہ شعرت بمعنی **اصبت الشعر** میں نے شعر (بال) کو پا لیا اسی سے **شعرت کذا** استعارہ ہے بمعنی **علمت علما فی الدقۃ** میں نے شعر (بال) کی طرح دقیق علوم معلوم کر لیا اور شاعر کو بھی اسی لیے شاعر کہا جاتا ہے کہ وہ فطین اور معرفت دقیق کا حامل ہے۔

فائدہ: شعر دراصل دقیق علم کا نام ہے مثلاً کہتے ہیں **لیت شعری** اور عرف میں موزون مقفّٰی[1] کلام کو کہا جاتا ہے اور شاعر اسے کہتے ہیں جو دس فنون کا ماہر ہو۔ قاموس میں ہے کہ شعر اکثر منظوم قول کو کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں وزن و قافیہ کا ہونا لازم ہے اگرچہ ہمارے نزدیک ہر کلام کو شعر کہا جا سکتا ہے۔ اس کی جمع اشعار آتی ہے۔ یہ نصر اور کرم (شرف) ہر دونوں کے وزن پر آتا ہے بمعنی کسی شے کو جاننا سمجھنا اور عقل میں لانا۔

منطقی شعر

منطق میں قدیم حکماء کے نزدیک شعر میں نہ وزن ضروری ہے نہ قافیہ اور نہ ہی وزن و قافیہ اس کا اصلی جز ہے بلکہ ان کے نزدیک شعر میں مقدمات مخیلہ کا ہونا لازم ہے[1]۔

فائدہ: کبھی وزن و قافیہ تخیل معین ہوتے ہیں پھر اگر مقدمہ صرف مخیلہ ہو تو یہ قیاس شعری ہوگا اگر اس کے ساتھ اقناعی بھی ملایا جائے تو وہ شعری اقناعی کہلائے گا اگر قیاس شعری میں قول یقین مل جائے تو وہ قیاس شعری و برہانی سے مرکب سمجھا جائے گا۔

جواب (۲): شعر یا منطقی ہوتا ہے یا اصطلاحی منطقی شعر تو مقدمات کاذبہ سے مرکب ہوتا ہے اور اصطلاحی وہ قول جو علی سبیل المقصد کلام موزون و مقفّٰی لایا جائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہی دونوں کی نفی ہے اور وہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شان و فضل کے عین مطابق ہے **ولکن الوهابیة قوم لا یعقلون۔**

---

۱ چنانچہ ایساغوجی میں ہے **الشعر وھو قیاس مؤلف من مقدمات ینبسط منها النفس او تنقبض۔**

ان اللہ وھم ،۔ علی سبیل القصد سے وہ کلام مقفّٰی خارج ہوا جو بلاقصد واقع ہو اور اس قسم کی آیات قرآن مجید میں بکثرت ہیں مثلاً ،

(۱)۔ لن تنالوا البرّ حتّٰی تنفقوا

(۲)۔ وجفانٍ کالجواب وقدورٍ راسیات۔

(۳)۔ نصرمن اللّٰہ و فتح قریب۔

وغیرہ وغیرہ ان میں شاعرانہ سولہ بحور کا کوئی وزن اتفاقاً آگیا ہے ایسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتفاقی طور اپنی انگلی کا مخاطب کرنا جب کہ کسی جنگ میں زخم آلودہ ہوئی۔ ؎

ھل انت الا اصبع میت
و فی سبیل اللّٰہ ما لقیت

ترجمہ ،۔ نہیں تو مگر انگلی کہ زخمی ہوئی اور یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ملا ہے جو کچھ ملا۔

ایسے ہی فتح مکہ یا غزوۂ حنین میں آپ نے فرمایا ؎

انا النبی لا کذب
انا ابن عبدالمطلب

ترجمہ ،۔ میں نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

ایسے ہی آپ نے غزوۂ خندق میں فرمایا ؎

باسم الالٰہ و بہ بدانا
و لو عبدنا غیرہ شقینا

ترجمہ ،۔ اللہ کے نام سے شروع اور اسی سے ہماری ابتداء اگر غیر اللہ کی عبادت کریں تو ہم شقی ہوں گے۔

وغیرہ وغیرہ یہ اشعار کلام نثر کے درمیان میں واقع ہوں یا خطبات میں کوئی فرق نہیں پڑتا جبکہ غیر ارادی طور سے کہے گئے۔

جواب (۳)۔ قرآن مجید میں جس شعر کی نفی ہے وہ منطقی (بمعنی جھوٹ) کی نفی ہے کیونکہ یہی اصطلاح سے زیادہ مروج ہے۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا کہ کفار نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شاعر اسی لیے کہا کہ قرآن مجید کے بعض کلمات موزونہ عروض و قوافی کے عین مطابق ہیں۔ بعض نے کہا کہ کفار نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر بمعنی کاذب کہا کیونکہ قرآن کے کلمات اشعار کے اسلوب پر نہیں اور یہ ایک عجمی بھی مانتا ہے چہ جائیکہ بلغائے عرب

Scanned with CamScanner

میں سے کسی کو شک ہو اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کذب کی تہمت اسی لیے لگائی کہ شاعر عموماً اشعار میں جھوٹ ملاتا ہے اسی لیے منطقی ادلہ کاذبہ کو شعر سے تعبیر کرتے ہیں۔

جواب (۴)۔ حضرت سید میر شریف جرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاشیہ مطالع میں فرمایا کہ اگرچہ شعر خواص و عوام کو فائدہ پہنچاتا ہے (یہ کوئی برا فن نہیں) لیکن چونکہ شعراء آمد و آورد کے وقت تخیلات کو بہت زیادہ دخل دیتے ہیں اور اس کا تمام تر دارومدار جھوٹی باتوں پر ہوتا ہے اسی لیے شعراء کا ایک مشہور مقولہ ہے احسن الشعر اکذبہ بہترین شعر وہ ہوتا ہے جس میں جھوٹ زیادہ ہو اور یہ بات اصدق مصدوق محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان سے کوسوں دور ہے اسی لیے فرمایا وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ۔ اب آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ ہم نے (حضرت) محمد (عربی) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن کے ذریعہ شعر نہیں سکھایا اور نہ ہی قرآن شعر ہے اس لیے کہ شعر متکلف اور مصنوعی و بناوٹی وزن و قافیہ کے طریقہ کا نام ہے اور وہ خیالات فاسدہ و اوہام ضعیفہ پر مبنی ہے اور یہ بات منزہ اور مقدس کی شان کے لائق نہیں کیونکہ کلام بشر کو اس سے معمولی سی مناسبت بھی نہیں کیونکہ یہ فنون حکمت و احکام سے پُر ہے اس سے دارین کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ نامعلوم ان بدبختوں کو کیا سوجھی کہ اسے شعر کہہ دیا ورنہ کہاں شعر اور کہاں یہ محبوبانہ کلام۔

جواب (۵) ردّ وہابیہ و دیوبندیہ

وفی الآیۃ اشارۃ الی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم معلم من عند اللہ لانہ تعالیٰ علمہ علوم الاولین والآخرین وما علمہ الشعر لان الشعر قرآن ابلیس وکلامہ لانہ قال رب اجعل لی قرآنا قال تعالیٰ قرآنک الشعر (روح البیان صفحہ ۴۳)

ترجمہ:۔ آیت میں اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کیا ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے اولین و آخرین کے علوم عطا فرمائے لیکن شعر نہیں سکھایا کیونکہ شعر ابلیس کا قرآن و کلام ہے اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی مجھے بھی قرآن عطا ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیرا قرآن شعر ہے۔

جواب (۶)۔ حضرت محی الدین الشیخ الاکبر قدس سرہٗ نے فرمایا کہ شعر میں اجمال اور پہیلی اور توریت (اشارہ کنایہ) ہوتا ہے گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے (حضرت) محمد (عربی) صلی اللہ علیہ وسلم

Scanned with CamScanner

کو اشارے کنائے نہیں کیے اور نہ ہی انہیں پہیلیاں بتائی ہیں اور نہ کبھی ایسا خطاب کیا ہے کہ اس کے الفاظ کا مطلب کچھ ہو اور ہمارا مفہوم و معنیٰ شے دیگر اور نہ ہی ایسی اجمالی بات کی جو ان کی سمجھ سے بالاتر ہو۔

سوال:۔ حروفِ مقطعات کا تو یہی حال ہے کہ اس میں اشارے کنائے وغیرہ ہیں اور حضرت ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کلیۃً تمام قرآن مجید کے لیے فرما رہے ہیں۔

جواب (۱) امام ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حروف مقطعات متشابہات سے ہیں نہیں۔

جواب (۲)۔ ان کے نزدیک متشابہات کے علوم ان خصوصیات سے نہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے کسی کو ان کا علم نہ دیا ہو۔

فائدہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ہر وہ قول و عمل اور حال جو ظاہری و باطنی طور بندے کو حاصل ہوتا ہے وہ تعلیم حق کے بغیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ ہر حرفت و صنعت کا علم اسی سے نصیب ہوتا ہے۔ علّم آدم الاسماء۔ کا یہی راز ہے۔

فائدہ:۔ صنعت و حرفت بندوں کو دو طریقوں سے حاصل ہوتی ہے:۔

۱۔ بالواسطہ ۲۔ بلاواسطہ

بالواسطہ تو یہی ہے کہ بندے ایک دوسرے کو سکھاتے رہتے ہیں۔

بلاواسطہ جیسے داؤد علیہ السلام کا زرہ بننا۔

ایسے ہی ہر انسان کا اپنی طبیعت کی رہبری سے بعض صنعت و حرفت کے امور کو سمجھنا۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

قابل تعلیم و فہمست ایں جسد
لیک صاحب وحی تعلیمش دہد

ترجمہ:۔ یہ جسم قابل تعلیم و فہم ہے لیکن اسے صاحب وحی ہی تعلیم دیتا ہے۔

جملہ حرفت ہا یقین از وحی بود
اول او لیک عقل آنرا فزود

ترجمہ:۔ تمام حرفتوں کی تعلیم وحی پر موقوف تھی لیکن عقل سے بھی اسے حاصل کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

Scanned with CamScanner

ہیچ حرفت را بیں کیں عقل ما
داند او آموختن بے روستا

ترجمہ: ہر حرفت کو ہماری عقل سمجھ سکتی ہے لیکن اُستاد کا ہونا ضروری ہے۔

گرچہ اندر مکر موئے اشگاف بُد
ہیچ پیشہ رام بے اُستاد شد

ترجمہ: اگر چہ کسی مکرو فریب سے کچھ ہنر سیکھ لے لیکن وہ بیکار ہے اس لیے کہ اُستاد کے بغیر حاصل ہوا ہے۔
اس کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں قصہ ہابیل بیان فرمایا کہ اس نے بھائی کی لاش عرصہ تک سر پہ اٹھائے رکھی پھر کوے کی تعلیم سے اسے دفنایا۔

وما ینبغی لہ۔ یہ ابتغاء سے ہے بمعنی الطلب ابتغاء اسی کا انفعال ہے اہل عرب کہتے ہیں بغیتہ بمعنی طلبتہ۔ میں نے اسے ڈھونڈا۔ فانطلب۔ تو مل گیا اور امام راغب نے فرمایا کہ یہ ان امثلہ سے ہے اہل عرب کہتے ہیں النار ینبغی ان تحرق الثوب یعنی آگ کا کام ہے جلانا۔ اب آیت کا معنیٰ یوں ہوا کہ حضرت محمد (عربی صلی اللہ علیہ وسلم) کو شعر لائق نہیں نہ اُن کے بس میں ہے نہ وہ اسے آسانی سے کہہ سکتے ہیں اور نہ بنا سکتے ہیں اگر چہ اسے چاہیں بھی یعنی ہم نے اسے اس طور بنایا ہے کہ اگر وہ شعر بنانا چاہیں تو بھی نہ بنا سکیں گے اور نہ ہی اس پر آپ کی زبان جاری ہو سکے گی اگر کچھ کہیں گے تو تقدیم و تاخیر الفاظ کی وجہ سے اس کا وزن صحیح نہ آئے گا۔ یہ ایسے ہے جیسے ہم نے آپ کو اُمّی بنایا کہ وہ نہ لکھ سکتے ہیں اور نہ ہی لکھنا جانتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ اس طرح سے آپ کی نبوت پر شک کرنے والے کہہ سکتے ہیں کہ یہ جو کچھ لائے ہیں یہ ان کا شاعرانہ تخیل ہے۔

جو اب (۲) انسان العیون میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائق یہی ہے اور مختلف اقوال کی تطبیق بھی یونہی ہو سکتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شعر بنانا حرام تھا کہ آپ قصداً موزوں و مقفی کلام زبان اقدس پہ نہیں لایا کرتے اگر بلا قصد آپ کی زبان اقدس پر موزوں و مقفی جاری ہو جاتا تو اسے نہ اصطلاحاً شعر کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی ایسا ہونا ممنوع ہے۔ وما علمناہ الشعر کا مفہوم بھی یہی ہے ویسے اکثر ایسے بھی ہوتا ہے کہ آپ اگر قصداً شعر یا موزوں و مقفی کلام کہنا چاہتے تو آپ کی زبان پر ایسا کلام جاری نہیں ہو سکتا تھا۔

فائدہ: بعض بااَدب حضرات نے یہ کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شعر کہہ سکتے تھے لیکن کہتے نہیں تھے

لہ یہ بیانات مکی زندگی کے ہیں ورنہ مدنی زندگی میں آپ کا لکھنا پڑھنا ایسے اچھے اشعار کہنا ثابت ہے ۱۲:

یہ اس جواب سے بہتر ہے کہ کہا جائے کہ شعر قصداً نہیں بنا سکتے تھے لیکن اس طرح کہنے سے وما علّمنٰہ الشعر کی تکذیب (ظاہری) لازم آتی ہے[1]۔

مسئلہ:۔ التہذیب للبغوی (یہ ہمارے ائمہ احناف سے ہیں) میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعر کہہ سکتے تھے لیکن کہتے نہیں تھے لیکن صحیح تر یہ ہے کہ کہہ بھی نہیں سکتے تھے (یہ اوائل کی بات ہے) ہاں کھرے کھوٹے کی تمیز خوب رکھتے تھے یعنی یہ ہر شعر کے لیے فرما دیتے کہ کلام موزوں ہے یا غیر موزوں۔

ینبوع الحیاۃ میں یعنی (علامہ نور الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ) نے کتاب مذکور میں دیکھا ہے کہ بعض ان زندیقوں سے سنا گیا جو اسلام کے شدید ترین دشمن ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہترین شعر کہتے تھے اس سے ان کی مراد صرف اور صرف آیت وما علمناہ الشعر کی تکذیب مطلوب ہے اور بس (یہ تمام مضمون ہم نے (انسان العیون) سے لیا ہے۔

جواب ۸۔ صاحب روح البیان کی تحقیق

فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) اسے مولیٰ قدیر غنی کردے کہتا ہے کہ مذکورہ بالا بیانات میں ایک اشکال ہے جسے اہل فہم جانتے ہیں وہ یہ کہ آیت میں منطقی شعر مراد لیے ہیں۔ وما ینبغی لہ کا ارشاد اس کے موافق نہیں بنا سکتے جبکہ اس سے شعر اصطلاحی مراد ہو سکتا ہے۔ اس طرح سے ایک جملہ دوسرے جملے کے مطابق نہ اترا اور یہ کلام الٰہی کے شایانِ شان نہیں۔ میرا نظریہ اس میں یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ شعر بنانا من حیث النبوت لائق نہیں کیونکہ آپ کی ہر گفتگو کا ہر لہجہ مبنی بر صدق ہونا ضروری ہے کیونکہ آپ کی تعلیم اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اور اسے حق کے سوا اور صفت دینا ایمان کے منافی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ آپ کو شعر بنانے کی فی نفسہٖ کوئی صلاحیت نہ تھی اور نہ ہی نظم ونثر کی کوئی موزوں ومقفّٰی کلام نہیں کہہ سکتے تھے۔ زیادتی اور شانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ سمجھنے کے مترادف ہے۔ کیا آپ جید و ردّی کلام یعنی موزوں وغیر موزوں شعر کا امتیاز نہیں فرماتے تھے کیا اس طریقہ کو شعر گوئی کی عدم صلاحیت پر محمول کرنا عقل مندی ہے یا بے عقلی کی دلیل۔ کیا ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ جو ذات جید و ردّی کا امتیاز فرما سکتی ہے، تو کیا وہ نظم ونثرِ موزوں ومقفّٰی کلام لانے کی قدرت وصلاحیت نہیں رکھتی۔

---

[1] یہ تکذیب تب لازم آئے گی جب مذکورہ بالا قول من حیث تفسیر الآیۃ کہا جائے اگر من حیث المحافظۃ (کما ھو مدنی زمنی) کہا جائے تو یہی احسن صورت ہے ۱۲ اویسی غفرلہٗ۔

Scanned with CamScanner

قاعدہ:۔ قدرت علی الشئ کے لیے ضروری نہیں کہ وہ بالفعل عمل میں بھی لائی جائے اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی قدرت تھی لیکن ظاہر نہیں کرتے تھے۔

شانِ نبوت کا اظہار

ظاہر نہ کرنا بھی نبوت کے شان کی حفاظت مطلوب تھی وہ یہ کہ عموماً شعر و شاعر تخییل و کذب سے متہم تھے اور ایسے موہومی الفاظ کا اطلاق بھی اللہ تعالیٰ کو گوارا نہ تھا ورنہ اہل عرب کے فصحاء و بلغاء خوب جانتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا فصیح و بلیغ اور شیریں زبان اور میٹھے بول والا اور حسین ترین ترتیب کے کلمات بولنے والا اور کوئی نہیں ہو سکتا ہے۔

(۱)۔ شعر گوئی ایک کمال ہے۔

دلائل از صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ:۔ والحاصل ان کل کمال انما هو ماخوذ منه (روح البیان ص۲۳ ج۸) ہر صاحب کمال کو کمال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نصیب ہے جیسا کہ سورہ شعراء کے اواخر میں ہم نے تحقیق کے ساتھ لکھا ہے۔

(۲)۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب وہ کلام تھا جو اشعار میں ہو یعنی جن اشعار میں حکمت کی باتیں اور مکارم اخلاق کا بیان اور نصرت اسلام کی ترغیب با اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اہل اسلام کو نصیحت ہو اور مبغوض ترین کلام بھی آپ کے نزدیک اشعار تھے لیکن وہ جن میں کسی کی ناجائز مذمت اور جھوٹ اور ہجو وغیرہ ہو۔

نعت خوانی کی فضیلت

مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو مسجد میں منبر بچھا دیتے اور فرماتے اس پر کھڑے ہو کر ان کافروں کی ہجو کیجئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کی ہجو کیا کرتے ہیں۔

فائدہ:۔ ایسی شعر گوئی تو جہاد تھا جیسا کہ مروی ہے۔

جاهدوا باموالكم وانفسكم والسنتكم۔ اپنے مالوں۔ جانوں اور زبان سے جہاد کرو۔

Scanned with CamScanner

ے شاعراں شیراں شدند و ہجو شان
ہچو چنگال و ہجو دندانست داں

ترجمہ :۔ شاعر اور اُن کی شاعری شیر کی مانند ہیں اور وہ شیروں کے چنگل اور دانت ہیں۔

تیز کن دنداں د موذی قطع کن
ایں چنیں باشد مکافات بداں

ترجمہ :۔ دانت تیز کرکے موذی کو کاٹ دے کیونکہ ان کو اس طرح سے بدلہ دینا چاہیئے۔

تفسیر عالمانہ

ان ھو الا ذکر۔ (نہیں وہ قرآن مگر نصیحت) یہ جن و انس کی رہبری کے لیے اُتارا گیا ہے چنانچہ فرمایا ان ھو الا ذکر للعٰلمین نہیں ہے وہ مگر نصیحت جملہ عالم (جن و انس) کے لیے۔

وقراٰن مجید۔ یعنی آسمانی کتاب اور اس کا ہونا بیّن ہے یا وہ حق و باطل کا فرق بتانے والی ہے اسے محرابوں اور عبادت گاہوں میں پڑھا جاتا ہے اور اس کی تلاوت مقصد تک پہنچاتی ہے۔ اس پر عمل کرنے سے دینی کامیابی ہے کافر جو کچھ اس بارے میں کہتے ہیں غلط ہے۔

فائدہ :۔ اس کا عطف ذکر پر بوجہ اوصاف کی مغایرت کے ہے اس لیے کہ قرآن محض وعظ نہیں بلکہ اس میں مواعظ کے علاوہ احکام وغیرہ بھی ہیں اسی لیے عطف سے تکرار کا وہم نہ ہونا چاہیئے۔

فائدہ :۔ کشف الاسرار میں ہے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا تعلق آنکھ سے تھا مثلاً آتش ابراھیم علیہ السلام اور عصا و ید بیضا موسیٰ علیہ السلام و احیائے موتیٰ برائے عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا تعلق دل سے تھا بلکہ یہ اہل علم کے قلوب و صدور کے لیے اعلیٰ برہان ہے۔ اگرچہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے معجزات کا تعلق آنکھ سے بھی تھا مثلاً شق القمر اور تسبیح حجر اور بھیڑیا کا بولنا اور گوہ کی گفتگو۔ لیکن یہاں مطلب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عصا سے اور عیسیٰ علیہ السلام نے احیائے موتیٰ سے مقابلہ کیا اور رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام الہٰی سے کفار کا معارضہ کیا۔ چنانچہ فرمایا فاتوا بسورۃ من مثلہ (اس جیسی ایک سورت لاؤ) موسیٰ علیہ السلام کے عصا میں لطف الہٰی تھا لیکن تھا وہ بھی ایک عوسج (درخت) کی لکڑی کا۔ ایسے ہی دم عیسیٰ علیہ السلام سے مردے زندہ ہوتے تھے اس میں بھی لطف الہٰی تھا لیکن تھا وہ بھی سینۂ بشر سے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ پھونکا اور ٹھنڈا کرکے کافروں کے پاس نہ جایئے کیونکہ ٹھنڈا گدھوں کے لیے ہوتا

ہے اور چونکہ ہمارے بندوں کے لیے۔ آپ میرے کلام قدیم کو لے کر جائیے تاکہ آپ کا معجزہ میری صفت ہو۔
لینذر تاکہ قرآن ڈرائے۔ اس کا تعلق (قرآن) سے ہے یا اس کا تعلق محذوف سے ہے جیسا کہ اس
پر الا ذکر و قرآن دلالت کرتا ہے۔ یہ عبارت دراصل الا ذکر نزل لینذر ہ دیخوف تھی۔ من
کان حیا زندہ عقیل و فہیم ہے جسے اچھے برے کی تمیز ہو اور اپنے دل کو اس طرف لگانے والا ہو جس کے
لیے وہ پیدا کیا گیا ہے یعنی فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے والا نہ ہو اس لیے کہ غافل تو مردہ ہے
اور عقل و فہم قلب کے لیے ایسے ہیں جیسے بدن کے لیے حیات کیونکہ قلب کے منافع عقل سے ایسے
وابستہ ہیں جیسے بدن کے منافع حیات سے۔

فائدہ صوفیانہ: اس میں اشارہ ہے کہ ہر قلب کی حیات نور الٰہی ہے یہی قلب کی روح ہے
ایسے قلب کو قرآن کا انذار فائدہ بخشتا ہے ایسا قلب اس سے اثر لیتا ہے اس
کی علامت یہ ہے کہ اسے دنیا سے روگردانی اور آخرت کی طرف توجہ ہو اور اپنے مولیٰ سے لو لگا لے۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ حیا سے یہاں مومن مراد ہے کیونکہ حیات ابدیہ ایمان سے ہی نصیب ہوتی ہے
یعنی ایمان ہی بدن کی حیات کا سبب ہے۔

فائدہ: حضرت ابن عطاء نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے علم میں مومن ہے ایسے ہی اپنی نگاہ کرم سے زندہ
رکھے گا اور اسے اپنی طرف سے فہم عطا فرمائے گا اور اپنا کلام صرف اسی کو ہی سنائے گا اور اسی
پر سلام بھیجے گا۔

فائدہ: حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو زندہ ہے اپنے خالق کی حیات سے نہ کہ اپنے نفس کی
بقاء سے کیونکہ جو نفس کی بقاء پر زندہ ہے وہ زندہ نہیں مردہ ہے اگرچہ بظاہر زندہ ہو اور جس کی زندگی
اپنے رب سے ہو تو وہ بوقت وفات بھی زندہ ہے کیونکہ ایسے خوش قسمت کو اصلی حیات کا رتبہ
نصیب ہے ہاں انذار کا تعلق زندہ دل کے نام اس لیے ہے کہ وہ اس سے نفع پاتا ہے اگرچہ
اس کا انذار عام ہے۔

ویحق القول (اور قول ثابت کرتا ہے)۔

فائدہ: قول سے مراد لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین (اور جہنم کو جنوں اور انسانوں
سے پُر کروں گا) ہے۔ علی الکفرین۔ کافروں پر یعنی کفر پر اصرار کرنے والے یعنی انسان جب
شک سے گزر کر مخالفت پر اتر آئے تو اس پر قول مذکور ثابت ہو جاتا ہے۔

فائدہ: حیًا کے بعد اس جملے کا لانا اشارہ کرتا ہے کہ ایسے لوگ آثار و احکام کی حیات سے یکسر خالی

خالی ہیں اسی لیے جسم ہیں لیکن مردے اور یہ اس بچے کی طرح ہیں جو پیٹ میں جسم تو رکھتا ہے لیکن اس میں روح نہیں پھونکی گئی اور معرفت الٰہی ایمان و اسلام واحسان کی رہبری کرتی ہے جب کسی خوش قسمت کو نصیب ہوتی ہے تو وہ مرتے نہیں بلکہ ،

ینتقل من مکان الی مکان ۔ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہوتے ہیں (روح البیان صفحہ ۳۲۲ ج ۷)

اسی لیے ہم کہتے ہیں ؎

کون کہتا ہے کہ مومن مر گئے
وہ قید سے چھوٹے اور اپنے گھر گئے (اویسی غفرلہٗ)

صاحب روح البیان قدس سرہ کی تقریر

میرے شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نوم و بیداری میں بصیرت کی غفلت و بیداری کی طرف اشارہ ہے بیداری کی حالت قلب کی بیداری کی طرح ہے کہ جب پہلے وہ وضو کی طرف بڑھتا ہے تو ایسے ہی قلب سب سے پہلے توبہ اور رجوع الی اللہ کی طرف حرکت کرتی ہے۔ پھر وہ جب نماز کی طرف ارادہ کرتا ہے تو ایسے ہی قلب توبہ کے بعد توجہ الٰہی کی طرف متوجہ ہوتی ہے پھر عالم ملک و ناسوت سے عالم ملکوت میں داخل ہوتی ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ حرکت میں برکت ہے۔

حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

فرقتی لو لم تکن فی ذا السکون
لم یقل انا الیہ راجعون

ترجمہ ، سکون سے جدا ہونے کا فائدہ نہ ہوتا تو کبھی نہ فرماتا انا الیہ راجعون ۔

فائدہ ، حقیقت میں انذار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت ہے اسی لیے ایک قرأۃ میں لتنذر پڑھا گیا ہے۔ پھر آپ کے طفیل آپ کے وارثین (اولیاء) کو نصیب ہے وہ اولیاء جو آپ کی وراثت بصیرت سے نوازے گئے ہیں۔

فائدہ ، حضرت الشیخ قتادہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ معاذ اس کو لائق نہیں جو مراتب اربعہ سے ناواقف ہے کیونکہ ایسا بے خبر صفرا و بلغم و سوداء سے علاج کرے گا لیکن وہ ثواب سے محروم نہ جائے گا اگرچہ ذرہ برابر بھی ترقی نہ

کر سکے گا۔ واعظ پر لازم ہے کہ وہ ہر آیت کا مقصد سمجھے کہ کون سی آیت کس مطلب میں کام آئے گی کس آیت کو طبیعت سے تعلق ہے اور کونسی آیت نفس سے متعلق ہے اسی لیے صحابہ کرام خون کے آنسو بہاتے (جب قرآن کی تلاوت کرتے)

فائدہ: جس بدبخت کی ازل سے قسمت ماری ہے جیسے کافرین و مشرکین کی تو ان کا قلب مردہ ہوگا اسے کسی قسم کا فائدہ نہ ہوگا کیونکہ باز اشہب زندہ شکار کا شکار کرتا ہے (اسی لیے زندہ قلب کو ہی ولی اللہ کی نگاہ مؤثر ہوگی) ہم اللہ تعالیٰ سے حیات اور بیداری اور ہر انذار و تنبیہہ و وعظ کی تاثیر کا سوال کرتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ: اولم یروا۔ ہمزہ انکاری اور تعجب دلانے کے لیے ہے واؤ کا مقدر پر عطف ہے اور ضمیر مشرکین کی طرف راجع ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ کیا مشرکین مکہ کو معلوم نہیں اور غور و فکر کے بعد کیا انہیں یقین نہیں ہوا۔ یہ معائنہ کے حکم میں ہے۔ معنیٰ یہ ہے کہ انہوں نے دیکھ لیا اور پختہ یقین ہوگیا کہ انا بیشک ہم نے خلقنا لھم ان کے فائدہ اور ان کی وجہ سے پیدا کیا مما عملت ایدینا اس میں سے جو ہمارے ہاتھوں نے کیا۔

فائدہ: عمل فعل سے اخص ہے۔ عمل حیوان کے فعل بالقصد کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ فعل میں قصد کو دخل نہیں ہوتا) یعنی ان اشیاء کو ہم نے بلا اشتراک احد سے پیدا کیا ہے نہ اس میں کسی کی معاونت کو دخل ہے نہ کسی سبب کو۔ ایدی (ہاتھ) پھر فعل کا ان کی طرف اسناد استعارہ تمثیلیہ ہے اس عمل سے جو ہاتھوں سے کیا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جوارح (اعضاء) سے پاک و منزہ ہے۔

نکتہ: حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ اس مثال سے ہے کہ جسے بندہ خود کرے جیسے کہا جاتا ہے یہ مہم میں نے خود سر کی ہے کسی دوسرے نے اس کی سرانجامی میں میرا ہاتھ نہیں بٹایا۔ یہ اس لیے کہ قرآن محاورات عرب کے مطابق نازل ہوا ہے۔

فائدہ: امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایدی۔ ید (ہاتھ) کی جمع ہے بمعنی عضو مخصوص (ہاتھ) اور ہاتھ کا استعمال ہمارے تصور کو دیکھ کر فرمایا ہے اس لیے کہ تمام اعضاء سے کاروبار میں یہی سب سے زیادہ قوی ہے یعنی بہ نسبت دوسرے اعضاء کے ہاتھ ہمارے کام میں زیادہ مستعمل ہوتا ہے۔

فائدہ: القبی نے فرمایا کہ ایدی یہاں پر مطلق قوت و طاقت کے معنیٰ میں ہے اور عملت ایدینا اسی قوت و طاقت کی حکایت ہے اگرچہ اس فعل کو ہاتھوں سے نہ کیا جائے مثلاً کہا جاتا ہے جری بناء ھذہ القنطرۃ۔ اس پل کی بنا جاری ہے اور کہتے ہیں ھذا القصر علی ایدی فلاں یہ محل فلاں کے قبضہ میں ہے۔

حدیث شریف میں ہے علی الید ما اخذت حتی تؤدیہ ۔ وہ جو تو نے لیا ہے وہ تیرے قبضہ میں ہے یہاں تک کہ تو اسے ادا کرے۔

فائدہ :۔ اس حدیث میں امانت کی ادائیگی کا حکم ہے اگرچہ اس میں ہاتھ کا کوئی تعلق نہیں ایسے ہی کہا جاتا ہے مالی فی ید فلان ۔ میرا مال فلاں کے قبضہ میں ہے۔ الیتیم تحت ید القیم ۔ یتیم منتظم کے قبضہ میں ہے۔ ان تمام صورتوں میں ید سے ملکیت اور قبضہ مراد ہے۔

فائدہ :۔ الاسئلۃ المقحمہ میں ہے کہ آیت میں ایدی سے تعلق مراد ہے جیسے فبما کسبت ایدیھم میں ایدی سے مراد ہاتھ نہیں بلکہ تعلق مراد ہے اور اہل عرب کا طریقہ ہے کہ وہ ہاتھ اور چہرہ بول کر تمام جسم مراد لیتے ہیں اور یہ معانی ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں۔

انعاما ۔ خلقنا کا دوسرا مفعول ہے اس لیے کہ فہم خلق کے تمام احکام متفرقہ ایک جگہ جمع ہوں ۔

انعام ۔ نعم کی جمع ہے ۔ گھاس کھانے والے وہ جانور (جیسے اونٹ ۔ گائے ۔ بکری ۔ بھیڑ) جن کے چلنے میں نرمی کی عادت ہو اسی لیے اس میں گھوڑا ۔ خچر ۔ گدھا داخل نہیں اس لیے کہ ان کے زمین پر چلنے سے سختی ظاہر ہوتی ہے۔

نکتہ :۔ یہاں پر انعام کی تخصیص ہے (حالانکہ دوسرے جانور اور معادن وغیرہ بھی اسی کے پید اکردہ ہیں) صرف اس لیے کہ اونٹ میں فطرت کے عجیب نظارے اور گائے بکری ۔ بھیڑ میں بہت بڑے فوائد ہیں۔

فھم لھا مالکون (تو وہ اس کے مالک ہیں) ابن الشیخ نے فرمایا کہ فاء سببیہ ہے اور مالکون ملک الید سے ہے ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ اسی سبب سے ہمارے مالک کر دینے پر ان جانوروں کے مالک ہیں اور مستقل طور ان میں تصرف کرتے اور بہت بڑے منافع پاتے ہیں ۔ وہ اپنی ملک میں کسی کو شریک نہیں بناتے۔

وذللناھا لھم ۔ التذلیل بمعنی ذلیل وخوار اور تابع کرنا الذل بضم اور کبھی بالکسر بھی آتا ہے ۔ صعوبۃ کی نقیض یعنی نرمی ۔ المفردات میں ہے الذل وہ شے جسے قہر و جبر سے نرم کیا جائے اور وہ شے جسے سختی کرنے اور شماس کے بعد نرم کیا جائے مثلاً کہا جاتا ذلت الدابۃ بعد شماس یعنی تیز رفتاری کے بعد سواری نرم ہو گئی اور ذلول بمعنی وہ سواری جو سخت نہیں یعنی میں نے اس سواری کو ان کے تابع بنایا اب معنیٰ یہ ہوا کہ ہم نے جانوروں کو ایسا تابع فرمان بنایا کہ وہ ان کے ہر مقصد میں ان سے روگردانی نہیں کرتے جتنا بوجھ اٹھائیں خود سوار ہوں اور انھیں جہاں چاہیں لے جائیں اور جانوروں میں بہت

Scanned with CamScanner

بڑی زبردست قوت و طاقت کے باوجود ان کو ذبح کریں تو سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ظاہری نعمتوں میں سے ایک ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایسی نعمت والے پر شکر لازم اور تسبیح کا حکم فرمایا کما قال اللہ تعالیٰ سبحان الذی سخر لنا ھذا و ما کنا لہ مقرنین (پاک ہے وہ جس نے اسے ہمارے تابع کیا اور ہم اس پر قابو پانے والے نہ تھے فمنھا رکوبھم۔ رکوب (بفتح الراء) بمعنی مرکوب جیسے حلوب بمعنی محلوب یعنی ان کے تمہارے لیے مشہور فوائد میں سے یہ ہے کہ تم ان پر سوار ہو کر بہت طویل سفر طے کرتے اور ان پر بوجھ لادتے ہو لیکن وہ اس سے سر نہیں پھیرتے۔

سوال :۔ قرآن مجید میں رکوب کا ذکر تو ہے لیکن بوجھ اٹھانے کی تصریح نہیں تم نے اسے بھی اس میں شامل کر دیا ہے۔

جواب :۔ چونکہ بوجھ اٹھانا سوار ہونے کا ایک شعبہ ہے اسی لیے اگرچہ لفظاً مذکور نہیں لیکن معنیً گویا مصرح ہے۔

فائدہ :۔ کاشفی مرحوم نے لکھا کہ "بعض ان میں وہ ہیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں جیسے اونٹ الرکوب دراصل انسان کا حیوان کی پشت پر بیٹھنے کو کہا جاتا ہے اور کبھی کشتی میں بیٹھنے کو بھی رکوب کہتے ہیں اور عرف میں اونٹ کے سوار کو راکب کہا جاتا ہے اور امتطاء بمعنی ممطیہ یعنی سواری لینا و منھا یاکلون اور اس سے کھاتے ہیں یعنی ان کا گوشت اور چربی وغیرہ۔ ولھم فیھا اور ان کے لیے ان جانوروں میں کہ جنہیں سواری بناتے اور ان کا گوشت وغیرہ کھاتے ہیں۔ منافع سواری اور گوشت خوری کے علاوہ اور بھی ان میں بڑے منافع ہیں۔ جیسے ان کے چمڑوں اور اون اور بالوں اور ان کے چھوٹے بچوں سے منافع پانا اور بیلوں سے کھیتی باڑی کا کام چلانا۔ ومشارب اور پینے کے فوائد جیسے دودھ۔ یہ مشروب کی جمع ہے اور شراب بمعنی ہر بہنے والی شے کو پینا جیسے پانی دودھ وغیرہ۔

افلا یشکرون۔ تو کیا وہ ان نعمتوں کے مشاہدہ کے بعد شکر نہیں کرتے یعنی عطا کرنے والے کی توحید کا اقرار کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں کیونکہ اس نے ان کے لیے ایسی بہترین نعمتیں پیدا کر کے ذریعہ بنایا ہے تاکہ وہ اس کا شکر کریں۔ تو انہوں نے شکر کے بجائے انھیں ناشکری کا وسیلہ بنایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کا شکوہ کیا

واتخذوا۔ اور باوجودیکہ ہم نے ان پر احسان و انعام فرمایا۔ انہوں نے بنا لیا۔ من دون اللہ

Scanned with CamScanner

(اللہ تعالیٰ جو اپنی قدرت میں منفرد اور نعمت و احسان اور فضل کرنے والا ہے) سے متجاوز ہو کر آلِهَةً دوسرے باطل معبودوں کو اس کی عبادت میں شریک ٹھہرایا لعلهم ينصرون اس امید پر کہ ان کی مصیبتوں میں مدد کریں گے یا آخرت میں شفاعت کریں گے۔

لا يستطيعون نصرهم. جملہ مستانفہ ہے یعنی ان کے معبود ان کی مدد کرنے کی کوئی طاقت نہیں رکھتے۔ وهم اور واؤ ان کے بتوں کے لیے وصفِ عقلاء کی وجہ سے ہے اور هم کا مرجع مشرکین ہیں۔ لهم۔ اور وہ مشرکین اپنے معبودوں کے لیے جند لشکر ہیں محضرون حاضر کرکے لائے ہوئے پرستاروں کے بعد ان کے بتوں کو بھی جہنم میں دھکیلا جائے گا تاکہ وہ بھی ان کی طرح جہنم کا ایندھن بنیں یعنی یہ بت پرست اپنے معبودوں کے لشکر ہیں کہ اکٹھے ہی دوزخ میں دھکیلے جائیں گے۔

فائدہ:۔ الکواشی نے فرمایا کہ کل قیامت میں ہر بت اس کے پجاریوں کے ساتھ لائے جائیں گے ایسے معلوم ہوگا کہ وہ اس کا لشکر ہے اس پر انہیں جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ یہ ان کے لیے جو اپنے خواہشات کا پرستار رہا یا پتھروں کو پوجتا رہا۔

عابد و معبود باشد در جحیم
حسرت ایشاں شود تا کہ عظیم

ترجمہ:۔ عابد و معبود دونوں جہنم میں جائیں گے تاکہ انھیں بہت بڑی حسرت ہو۔

تفسیر عالمانہ:۔ فلا يحزنك قولهم (تو تمہیں ان کی باتیں غم میں نہ ڈالیں) فاء ما قبل پر نہی کو مرتب کرنے کے لیے ہے اگرچہ بظاہر یہ نہی کفار کی طرف متوجہ ہے لیکن درحقیقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کہ آپ کفار کے اقوال سے متاثر نہ ہوں اس لیے کہ کنایہ صریح سے ابلغ ہوتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ شے کے اسباب و مبادی سے روکنا درحقیقت اصل شے سے روکنا ہے اور یہ برہانی طریقہ ہے اسباب کے منقطع ہونے پر اصل شے کا قلع قمع ہو جاتا ہے اور کبھی مسبب بول کر سبب مراد لیتے ہیں مثلاً کہا جاتا ہے لا ارينك ههنا۔ میں تجھے یہاں نہ دیکھوں اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ مخاطب یہاں بالکل موجود نہ رہے۔

فائدہ:۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کو ان کے بتوں کو معبود بنانا غمگین نہ کرے کیونکہ یہ ان کی صرف زبانی باتیں ہیں۔ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں کہ وہ ثابت کرسکیں کہ واقعی ان کے معبود معبودیت میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔ اسی طرح

Scanned with CamScanner

ان کی اور غلط باتیں جو آپ کو مغموم کریں ہیں۔[1]

فائدہ:۔ ابن الشیخ نے فرمایا کہ فاء جزائیہ ہے یعنی جب آپ نے سُنا کہ کفار کہتے ہیں کہ اُن کے بت اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اولاد بھی ہے (معاذ اللہ) اور آپ کو کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) آپ کاذب و شاعر ہیں۔ ان کی بکواسات سے آپ کا دل دکھ گیا ہے اور ان کے ظلم و جفا سے آپ کے دل کو ٹھیس پہنچی ہے تو آپ تسلی کریں کیونکہ میرا علم ان کے جملہ احوال کو محیط ہے اور میں ہی تکذیب کی ان کو سزا دوں گا اور شرک کرنے پر انہیں بہت بڑے عذاب میں مبتلا کروں گا۔

اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۔ بیشک ہم جانتے ہیں جو چھپاتے ہیں وہ جو ظاہر کرتے ہیں۔

فائدہ:۔ الارشاد میں ہے جملہ مستانفہ ہے پہلے اشارہ عقاب کو یا صراحت ہے کہ انہیں بت پرستی سے نہی فرمائی جا رہی ہے۔

سوال:۔ نہی کہاں ہے یہ تو جملہ اسمیہ مؤکدہ ہے۔

جواب:۔ علم مستلزم ہے جزا و سزا کو یعنی ان کی پوشیدہ باتوں کا انہیں علم ہے اور ہم ان کے عقائد فاسدہ بھی جانتے ہیں جو ان کے دلوں میں ہیں اور ہم ان سے آگاہ ہیں۔ آپ کے ساتھ انہیں کتنا بغض و عداوت ہے اور ان کا شرک اور کفر اور رسالت کا انکار اور ان کے جملہ بکواسات کا انہیں علم ہے پھر ہم ان کی جملہ جنایات باطنی و ظاہری کی انہیں سزا دیں گے ؎

باشکار و نہاں ہر چہ کردی یا گفتی
جزا دہد بتو دانائے آشکار و نہاں

ترجمہ:۔ ظاہر او باطناً جو عمل کیا یا ایسے ہی کوئی بات کہی تجھے وہ ذات جزا و سزا دے گی جو تیرے ظاہر و باطن کو جانتی ہے۔

نکتہ:۔ پوشیدہ امر کو ظاہر پر مقدم کرنا مبالغہ کے لیے ہے تاکہ انہیں معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کا علم ان کے جملہ معلومات کو محیط ہے گویا انہیں تنبیہ ہے کہ جن امور کو تم لوگ اپنے جیسوں سے مخفی رکھ کر یہ سمجھتے ہو کہ ان اسرار و رموز کو کوئی نہیں جان سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں واضح فرمایا کہ پوشیدہ امور اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسے واضح ہیں جیسے تمہارے لیے کھلی باتیں روشن ہیں اس کے لیے پوشیدہ اور کھلے امور برابر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ان امور کا حصول صورت کے طور نہیں بلکہ ان اشیاء کا

---

[1] الارشاد (تفسیر)

Scanned with CamScanner

وجودی اللہ تعالیٰ کے علم سے منسوب ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ کے لیے اشیاء کے ظاہری اور باطنی ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

نکتہ:۔ پوشیدہ امر کھلے امر سے مقدم ہوا کرتا ہے اس لیے کہ اسرار و رموز کو ظاہر کرنے سے پہلے وہ خود یا اُن کے مبادی قلب میں پوشیدہ تھے اسی لیے اللہ تعالیٰ کے علم کا تعلق پہلے اس سے ہوا جو شے پہلے تھی اور جو بعد کو آئے گی اس کا تعلق بعد کو ہوگا۔

فائدہ:۔ اس میں اشارہ ہے کہ اعداء کی وہ باتیں جو حسد اور طعن و تشنیع سے صادر ہوتی ہیں وہ انبیاء علیہم السلام کے قلوب کو غمگین کر دیتا ہے اگرچہ ان کے قلوب بہت بڑی قوت و طاقت کے حامل ہوتے ہیں بلکہ ان کو اور ان کے تابعداروں کو حکم ہوتا ہے کہ وہ ایسی لایعنی باتوں کو خیال میں نہ لائیں بلکہ حتی الامکان ایسے لوگوں سے نرمی کر کے اپنے قریب کرنے کی کوشش فرمائیں۔ اگرچہ وہ ان پر شدائد و تکالیف کے پہاڑ ڈھادیں کیونکہ اس سے ان کے لیے بہترین ثمرات اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا اعلیٰ مرتبہ ہے اور حاسدین کو انکار کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سزائیں چنانچہ فرمایا انا نعلم ما یسرون بیشک ہم حاسدوں کے حسد اور کینے کو وما یعلنون اور ہم ان کی عداوت و طعن و تشنیع اور ظلم اور شرارتوں کو خوب جانتے ہیں۔

نسخہ روحانی:۔ جب کسی کو یقین ہو جائے کہ یہ دکھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو پھر اس پر شدائد و تکالیف کی برداشت آسان ہو جاتی ہے بالخصوص وہ امور جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نازل ہوں۔[1]

فائدہ:۔ بزرگوں کا فرمان ہے کہ جب بندہ سمجھے کہ اس امر میں اللہ تعالیٰ نے میری آزمائش فرمائی ہے تو اسے درد و الم راحت و سرور محسوس ہوتا ہے۔

ع ہرچہ از جاناں می آید صفا باشد مرا[2]

ترجمہ:۔ جو محبوب سے آتا ہے وہ میرے لیے راحت ہی راحت ہے۔

نکتہ:۔ فلا یحزنک قولہم اور سورہ یونس کے ولا یحزنک قولہم میں وقف لازم ہے اور ہر دونوں کے بعد اِنَّ مکسور ہے اور یہ اس قول کا مقولہ نہیں بلکہ اس کا قول محذوف ہے یہاں پر قولہم کو (اِنَّ الخ کے ساتھ) وصل کرنا صحیح نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان نہیں کہ ان سے اس طرح کا خطاب کیا جائے۔

---

[1] تاویلات نجمیہ۔ [2] برہان القرآن۔

Scanned with CamScanner

فائدہ :۔ انا نعلم الخ جملہ مستانفہ اور نہی کی تعلیل ہے انّا کو بفتح الھمزہ (اس ارادہ پر کہ لام محذوف ہے) پڑھنا جائز ہے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تلبیہ (لبیک لبیک) ۔

اِنَّ الحمد الخ بکسر الھمزہ اسی قانون پر ہے۔ سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان بکسر الھمزہ پڑھا اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے بفتح الھمزہ پڑھا ہے۔ ہر دونوں کے نزدیک تعلیل ہے۔

مسئلہ :۔ بعض نے کہا کہ اگر کوئی یہاں اِنَّا (بفتح الھمزہ) پڑھے گا تو اس کی نماز باطل بلکہ کافر ہو جائے گا لیکن یہ قول لغو ہے اس لیے کہ جو اسے مفتوح الھمزہ پڑھتے وقت مراد کوئی لیتا ہے تو یہ مکسور الھمزہ کے حکم میں ہے یا مفتوح الھمزہ کو قولھم سے بدل بنائے گا تو بھی ہر دونوں اعتبار سے نہ اس کی نماز باطل ہو گی نہ کفر لازم آئے گا کیونکہ اس کے مخاطب حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں بلکہ لئن اشرکت لیحبطن عملک۔ اگر تو شرک کرے گا تو تیرے عمل اکارت ہو جائیں گے ۔ کے خطاب کی طرح یہاں پر مخاطب غیر نبی ہے۔

مسئلہ :۔ اگر کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محزون ہوتے ہیں بوجہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ ان کے مخفی اور ظاہر حالات کو جانتا ہے تو پھر کافر ہو گا۔

مسئلہ :۔ انا نعلم الخ کے ان کو مفتوح الھمزہ پڑھ کر قولھم کی علت بناتا ہے اور نحویوں کے قول کا اعتماد کرتا ہے جو قول کو ہر حال میں عمل کے قائل ہیں اس صورت میں بھی کافر ہو گا۔[1]

تفسیر عالمانہ :۔ اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ ۔ یہ جملہ مستانفہ ہے ان کے مرنے کے بعد اٹھنے کے انکار کے بطلان کے لیے لایا گیا ہے جبکہ پہلے انہیں بطور مشاہدہ باور کرایا گیا ہے کہ مرنے کے بعد اٹھنا حق ہے ۔ یہ واضح ترین دلائل اور اعلیٰ طریق کے شواہد سے ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے ان کی بت پرستی کا بطلان مشاہدہ کے طور ہوا کہ آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ ان کے بت کسی کام کے نہیں پھر انہیں باور کرایا گیا کہ توحید و اسلام حق ہے اور بس۔

فائدہ :۔ ہمزہ انکار و تعجب کے لیے اور واؤ عاطفہ ہے۔ مقدر فعل پر عطف ہے یہاں پر رؤیت قلبی مراد ہے اور نطفہ وہ صاف پانی جسے ماء الرجل (مرد کا پانی) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

شانِ نزول :۔ مروی ہے کہ قریش مکہ کی ایک جماعت (کفار) جیسے ابی بن خلف ۔ وہب بن حذافہ بن جمح ۔

---

[1] بحر العلوم ملخصاً ۱۲

ابوجہل۔ عاص بن وائل۔ ولید بن مغیرہ کا اجتماع ہوا اور کہا کہ (حضرت) محمد (مصطفےٰ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سب کو اُٹھائے گا۔ ابی بن خلف نے کہا میں ان کے پاس جاکر ان سے سوال کروں گا۔ یہ کہہ کر ایک پرانی ہڈی ہاتھ میں لیے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر ہڈی کو ٹکڑے ٹکڑے بھی کرتا جاتا تھا اور کہتا تھا کیا اللہ تعالیٰ اس ہڈی کو بھی اُٹھائے گا جبکہ یہ بالکل چورا چورا ہو چکی ہے۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نعم و یبعثک و یدخلک جہنم۔ ہاں اللہ تعالیٰ تجھے بھی اُٹھائے گا اور پھر تجھے جہنم میں داخل فرمائے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

قاعدہ تفسیریہ:۔ اس سے ان کافروں کا رد ہے جو مرنے کے بعد اُٹھنے کے منکر ہیں لیکن اب اس کا حکم عام ہے۔ قیامت تک جو بھی مرنے کے بعد اُٹھنے کا انکار کرے گا اس کا یہی حکم ہے کیونکہ قرآنی مضامین عموم کا اعتبار ہوتا ہے نہ خاص نزول سبب کا۔

نکتہ:۔ نحوی قاعدہ پر ضمیر لانا چاہیئے تھا لیکن انسان (اسم ظاہر) لاکر اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ حکم من حیث الانسان ہے۔ کسے باشد (کوئی ہو) جیسے دوسری جگہ پر فرمایا: اولم یر الانسان انا خلقناہ من قبل ولم یک شیئا۔[2] کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے پیدا کیا اور وہ اس سے پہلے کچھ نہ تھا۔[3]

خلاصۃ التفسیر:۔ وہ انسان جو مرنے کے بعد اُٹھنے کا منکر ہے کیا وہ سوچتا نہیں؟ کیا اسے یقین نہیں کہ ہم نے اسے ایک نطفے سے پیدا کیا یعنی ابی ابن خلف اور اس جیسے نہیں سمجھتے کہ ہم نے انہیں ایک بے کار پانی سے پیدا کر کے اسے چالیس روز تک ایک مخصوص جگہ پر رکھا یہاں تک کہ پھر وہ لوتھڑا بنا۔

حدیث شریف:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری تخلیق ایک نطفے سے ہوئی پھر وہ چالیس دن ماں کے پیٹ میں رہا۔ پھر گاڑھا پانی بنا۔ پھر گوشت کا لوتھڑا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر فرماتا ہے جس کے پاس چار کلمات ہوتے ہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا اجل (زندگی کے لمحات) اور رزق اور سعید یا بدبخت لکھ۔[4] پھر ہم نے

---

[1] روح البیان صـ۳۴۶ جـ۷ جدید مطبوعہ استنبول [2] سورۂ مریم

[3] الارشاد (تفسیر) [4] مشکوٰۃ شریف وغیرہ۔

اسے انسانی شکل اور صورت بشری میں دنیا میں ظاہر کیا حالانکہ پہلے وہ ایک گوشہ میں پڑا تھا۔ اب اسے ایک وسیع میدان میں لائے ہیں یا یوں سمجھئے کہ اسے خون کی وادی سے بہترین اور صاف ستھرا دودھ پلایا پھر اسے عقل و فہم و فراست اور سمع و بصر اور دل و جان بخش کر آراستہ و پیراستہ فرمایا پھر قبض و بسط اور چلنا پھرنا۔ حرکات و سکنات سے نوازا۔ اسے نطفے سے اس مرتبہ پر پہنچایا لیکن افسوس کہ ہماری نعمتوں کو پس پشت ڈال کر زبان دراز ہو گیا اور میرے مقابلہ پر اتر آیا۔ چنانچہ فرمایا فاذاھو پھر اس وقت وہ ہو گیا۔ خصیم جھگڑالو اور باطل امر کے لیے مقابلہ کرنے والا۔ مبین کھلم کھلا کر حجت بازی اور لڑائی جھگڑا میں کھل کر سامنے آگیا ہے۔

فائدہ :۔ اس کا جملہ منفیہ پر عطف ہے اور انکار و تعجب میں داخل ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کیا انسان غور نہیں کرتا کہ ہم نے اسے خسیس ترین پانی سے پیدا کیا لیکن یہ میرے مقابلہ پر اتر آیا وہ بھی ایسے امر میں جس کی صحت و حقانیت ایسی واضح ہے کہ اسے ٹھکرایا نہیں جا سکتا۔

اور اس پر اس کی اپنی فطرت بھی شاہد ہے۔

فائدہ :۔ یہ جاہل غافل کا حال ہے کسی نے کیا خوب فرمایا ہے

اعلمه الرماية كل يوم
فلما اشتد ساعده رماني
اعلمه القوافي كل حين
فلما قال قافية هجاني

ترجمہ :۔ میں نے کئی دن محنت کر کے اسے تیر اندازی کا ہنر سکھایا جب مکمل سیکھ لیا تو اس کا پہلا نشانہ میں ہی ہوا۔

ترجمہ :۔ میں نے اسے شعر گوئی سکھائی جب سیکھ گیا تو سب سے پہلی ہجو میری ہی کر ڈالی۔

اسی طرح کا ایک اور شعر ہے ؎

لقد ربيت جرو ذئب عمري
فلما صار كلبا عض رجلي

ترجمہ :۔ میں نے عمر بھر بھیڑیئے کے بچے کو پالا جب جوان ہوا تو میرا پاؤں کاٹ کھایا۔

فائدہ :۔ سمرقندی نے فرمایا کہ اذا مفاجاتیہ کا عامل مفاجات کا معنیٰ ہے۔ یہ ایسا عامل ہے کہ کبھی ظاہر ہو کر نہیں آتا نہ ہی ظاہر کرنے کی ضرورت ہے اس لیے کہ اس کے معنیٰ میں اتنی قوت

Scanned with CamScanner

ہے کہ جسے ظاہر ہونے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی اس کے بعد ہمیشہ وہ جملہ آتا ہے جو مبتدا و خبر سے مرکب ہو اور وہی اس کے فاعل کا کام دیتا ہے۔ اب فاذا ھو خصیم مبین کا معنیٰ یہ ہوا کہ اچانک ان کی خصومت کھل کر سامنے آگئی اور اذا ھم یقنطون اچانک ان کو ناامیدی چھاگئی یا جملہ اس کا مفعول واقع ہوتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ خصومت پر اچانک پہنچ گیا یعنی اپنے خالق سے کھلم کھلا جھگڑا اور اس کی رحمت سے ناامید ہوا۔

وضرب لنا مثلا۔ اس کا عطف جملہ مفاجاتیہ پر ہے اب معنی یہ ہوا کہ اچانک جھگڑا کر کے ہمارے لیے مثالیں بیان کرنے لگا یعنی ہمارے حق میں ایک عجیب قصہ گھڑ لیا یعنی ایسی مثالیں قائم کر دیں جو عجیب و غریب میں جنہیں عقول قبول نہ کر سکیں۔ مثلاً انکار کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہڈیوں کو زندہ نہ کرے گا ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی دیگر قدرت کے امور کا انکار۔

فائدہ:۔ ابن الشیخ نے فرمایا لفظ مثل امر عجیب کے لیے استعارۃً مستعمل ہوتا ہے غرابت میں اس کو مثل عرفی کے ساتھ تشبیہ دے کر جو عام کہاوت بن گئی ہو اس میں شک نہیں کہ جب وہ ذات جملہ ممکنات پر قدرت رکھتی ہے تو اسے مرنے کے بعد اٹھانے پر اس کے لیے کیا محال ہے وہ تو ہر شے پر قادر ہے لیکن کافروں کا میری قدرتوں کا اقرار کر کے مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار کرنا عجیب سے عجیب تر ہے۔

ونسی خلقہ۔ اس کا عطف ضرب پر ہے اور یہ بھی انکار و تعجب کے حکم میں داخل ہے اور مصدر اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے یعنی   ہمارا اسے نطفہ سے پیدا کرنا بھول گیا ورنہ اگر اسے اپنی ابتدائی تخلیق یاد ہوتی تو پھر میری قدرت بعث بعد الموت کو نہ بھولتا ورنہ بظاہر ان دونوں میں کوئی فرق نہیں اس لیے کہ ابتدائی تخلیق میں بھی جماد کو زندگی بخشی گئی اور بعث بعد الموت بھی جماد میں حیات بخشنا ہی ہے۔

نکتہ:۔ البقلی نے فرمایا دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عجائبات قدرت کی علامات سے انسان اور حسین صورتوں کی تخلیق اعلیٰ علامت ہے کیونکہ جملاً بلکہ جملہ عوالم کا انسان مجموعہ ہے اور اسی سے ہی اس کا علم ہوتا ہے جیسا کہ وارد ہے کہ جس نے خود کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا اس لیے مخلوق حقیقت کا آئینہ ہے کیونکہ مخلوق میں حقیقت جلوہ گر ہے اور اسے اہل معرفت ہی سمجھتے ہیں۔ بہت سے قلوب جہالت کی موت سے مردہ ہو کر جمال الٰہی کی تجلیات سے زندہ ہوتے ہیں۔

قال یہ جملہ مستانفہ ہے اور اس سوال کا جواب جو مثل بیان کرنے سے پیدا کیا گیا کہ کافروں نے

کونسی شل بیان کی اس نے کیسا اعتراض کیا تو اس کے جواب میں فرمایا کہ کافر کہتا ہے کہ من یحی العظام (کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا) اس شدید انکار کی تاکید وھی رمیم سے کی گئی یعنی وہ ہڈیاں جو چورہ چورہ ہو کر زندگی کے آثار سے کوسوں دور ہو جائیں گی جن پر نہ چڑھا نہ گوشت نہ رگیں نہ پٹھے تو پھر ان کی زندگی کیسی ؟

حل لغات: رمیم ۔ رم العظم یرم رمۃ دونوں مصدر ہیں رِمّ و رِمّۃ میں راء کو مکسور پڑھنا ہوگا بمعنی ہڈیوں کا گل کر راکھ ہو جانا ۔

سوال: رمیم ۔ عظام کی خبر واقع ہوئی ہے اور واحد جمع کی خبر کیسی ؟

جواب: یہ عظام کی خبر نہیں بلکہ اس شے کی خبر ہے جو گل سڑ کر چورہ چورہ ہو جائے گی ۔ یہ رفات کی طرح غیر صفت ہے ۔

مسئلہ: امام شافعی و امام مالک و امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ اس آیت کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں کہ ہڈیوں میں حیات ہے اس لیے مردے کی ہڈیاں پلید ہیں ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بال کی طرح ہڈی بھی نجس نہیں اور احیاء العظام کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو پہلی والی حالت میں لائے گا کہ اسی طرح لیس دار ہوں گی اور ان میں رطوبت آجائے گی جیسے زندہ حساس کے بدن میں ہوتا ہے ۔

مسئلہ: مرنے کے بعد انسان پلید ہو جاتا ہے کیونکہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نجس ہو جاتا ہے اس لیے کہ دموی (خون والا) ہے پھر نہلانے کے بعد پاک ہو جاتا ہے یہ بھی اس کی بزرگی و کرامت و شرافت کے پیش نظر فتویٰ ہے اس لیے

تکرہ الصلوٰۃ علیہ فی المسجد[1]

ترجمہ: مسجد میں نماز جنازہ پڑھانا مکروہ ہے ۔

امام احمد اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نہ مردہ نجس ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ مسجد میں

---

[1] افسوس کہ مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام اور مسجد الحرام میں ہی نجدی نماز جنازہ پڑھتے پڑھاتے ہیں حالانکہ احادیث مبارکہ کے صراحۃً خلاف ہے ۔ حضرت علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بھی اسی طرح پڑھا جاتا تھا انہوں نے نماز جنازہ باہر پڑھانے کی تلقین کی تو مان لیا گیا لیکن بعد کو نجدیوں کے دور سے اس کا عمل زوروں پر جاری ہے ان کے دیکھا دیکھی ہمارے بعض حنفی بھی اپنے فتاویٰ کو پس پشت ڈال کر نماز جنازہ مساجد میں پڑھنے لگ جاتے ہیں ۔

Scanned with CamScanner

پڑھنا مکروہ ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کے خلاف ہیں لیکن ظاہر یہ ہے کہ ان کے نزدیک مردہ طاہر ہے اور نماز جنازہ مسجد میں ادا کرنا مشہور یہ ہے کہ ان کے نزدیک امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرح مکروہ ہے۔

قل۔ اے (پیارے حبیب) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) منکر انسان کو بتلا فرمایئے جو کچھ وہ بھول گیا ہے کہ اے منکر تیری فطرت تو حقیقت پر دلالت کرتی ہے اور ہزاروں گواہیاں قائم کر کے تجھے ابھار راستہ دکھاتی ہے۔

یحییہا۔ ان پرانی ہڈیوں کو وہ ذات زندہ کرے گی الذی انشاھا جس نے انھیں اول مرۃ بار اول پیدا فرمایا تھا حالانکہ وہ اس وقت تو وہ کچھ بھی نہیں اس لیے کہ یہ اس کی قدرت ہے اور اس کی قدرت کو کسی قسم کا تغیر نہیں حالانکہ اب تو تمہارے قانون پر اس کے لیے زیادہ آسان ہے کہ حیات کے قبول کرنے والا مادہ موجود ہے جو حیات کو جلد قبول کرے گا۔

فائدہ:۔ یہ آیت ان نصوص قاطعہ سے ہے جو حشر اجساد پر ناطق ہیں اس سے ابتدائی تخلیق سے بعث بعد الموت کا استدلال کیا گیا ہے اس میں اس کا رد ہے جو بعث بعد الموت کا انکار و تکذیب کرتا ہے۔

وھو اور وہ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے بکل خلق علیم۔ تمام مخلوق کو جانتا ہے۔ کیفیات تخلیق و ایجاد کی تفاصیل کا خوب علم رکھتا ہے اسے علم ہے کہ وہ کیسے پیدا ہوئی ہے اور پھر کیسے لوٹائی جائے گی اور ہر شخص کے جمیع اجزاء کو اس کا علم محیط ہے اس کے اصول و فروع اور بعض کو بعض کے ساتھ رکھنے میں کہ وہ کس کو متصل ہیں اور کس کو منفصل کون ان میں مجتمع ہیں اور کون مفترق۔ پھر اسی طرح قوی ہیں قوت عطا کر کے دوبارہ لوٹائے گا۔

فائدہ:۔ بحر العلوم میں ہے کہ اس کا علم ہر مخلوق سے مکمل طور پر ہے کہ اس سے اجزاء کے ٹکڑے مخفی نہیں اور نہ اس کے اصول و فروع جب موتی کو زندہ کرنا چاہے گا تو ان کے اجزاء اصلیہ جمع کر کے ان میں ارواح لوٹائے گا پھر اسی طرح زندہ ہو جائیں گے۔ جیسے دنیا میں تھے حشرات الاجساد والارواح اور بعث الموتی کا یہی معنیٰ ہے۔

فائدہ:۔ حضرت قاضی عضد الدین رحمۃ اللہ علیہ نے المواقف میں لکھا ہے کہ کیا اجزاء بدنیہ مٹا کر لوٹائے گا یا ان میں متفرق کر کے پھر انہیں مرکب فرمائے گا حق یہ ہے کہ اس بارہ میں کوئی ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی ان میں کسی خاص کو عقیدہ کے طور اپنا سکتے ہیں اور نہ ہی یقینی طور پر اس کی نفی کر سکتے ہیں کیونکہ ان دونوں کے متعلق نفیاً و اثباتاً کسی قسم کی دلیل نہیں ملتی۔

سوال:۔ کل شئ ھالک الا وجھہ (ہر شے ہلاک ہونے والی ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے) سے دونوں

Scanned with CamScanner

مذکور بالا امور میں سے لوٹنے کی صریح آیت تو ہے۔

جواب:۔ اسے جس طرح لوٹنے کی دلیل بنایا جاسکتا ہے ایسے ہی ان کے متفرق کر دینے پر بھی استدلال ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہے کہ ان کے منافع ختم کر دینا مراد ہو۔

مسئلہ:۔ لوٹایا جانے والا بعینہٖ وہی جسم ہوگا جو اسے دنیا میں ملا تھا یعنی اسے جمیع عوارض مشخصہ کے ساتھ اٹھایا جائے گا خواہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اس کے کل اجزاء بالکل مٹا دیئے جائیں گے یہاں تک کہ وہ عدم ہو جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ اس کے اجزائے اصلیہ اور وہ صفات جو اس میں حلول کرنے والے تھے کو لوٹائے گا یا یوں کہیں کہ اس کے اجزاء متفرق ہو کر منافع کے قابل نہ رہنے کے بعد لوٹائے گا اور پھر وہ اسی طرح ہوں گے جیسے دنیا میں تھے کہ ان کے متفرقہ اجزاء کو ملا کر ان میں حیات داخل کی جائے گی۔

بعث بعد الموت کے منکرین کے گروہ

(۱)۔ بعض وہ تھے کہ ان کے پاس دلیل تو کوئی نہ تھی لیکن صرف اپنے خیال پر مر کر اٹھنا عقل کے خلاف یہ سمجھتے زمانۂ نبوت میں بہت تھے ان کے اقوال اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات میں بیان فرمائے ہیں:

(۱)۔ ائذا ضللنا فی الارض ائنا لفی خلق جدید

ترجمہ:۔ کیا جس وقت ہم مٹی میں مل جائیں گے کیا ہم نئی تخلیق میں ہوں گے۔

(۲)۔ ائذا متنا و کنا ترابا و عظاما ائنا لمبعوثون

ترجمہ:۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو کر اٹھائے جائیں گے۔

من یحیی العظام وھی رمیم۔ جس نے کہا وہ بھی اسی گروہ سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ابطال میں فرمایا ونسی خلقہ یعنی اس کو وہ بھول گیا کہ ہم نے اسے مٹی سے پھر نطفہ سے بنایا جو یہ بھی تو مختلفۃ الاجزاء ہیں۔ پھر ہم نے پیشانی سے پاؤں تک اس کی بہترین تصویر بنائی جو یہ بھی مختلفۃ الصور (مختلف شکلوں) والے ہیں پھر اس پر اکتفا نہیں بلکہ اس میں ایسے امور داخل فرمائے جو اس ظاہری اعضاء سے کسی قسم کی بھی مشابہت نہیں رکھتے مثلاً نطق (بولنا) عقل یہ دونوں وہ ہیں جن کی وجہ سے انسان کو اعزاز و اکرام نصیب ہے اگر یہ بعث بعد الموت کو محال سمجھتے ہیں تو پھر اسے کیوں نہیں محال سمجھتے کہ اس نطفے کی گندگی سے عاقل ناطق کیسے پیدا ہو گیا جبکہ وہ کسی حیثیت سے بھی حیات کا محل نہیں ان کی عقل پہ پالے پڑ گئے کہ اب اس عقل و نطق کو اپنے محل میں لوٹنے کو بعید از قیاس سمجھ رہے ہیں۔

Scanned with CamScanner

(۲)۔ بعض وہ ہیں جنہوں نے شبہات ڈالنے کی کوشش کی لیکن ان کے شبہات کا مآل وہی تھا کہ ایسا ہونا بعید از قیاس ہے ان کے شبہات میں صرف دو شبہات قوی سمجھے جاتے تھے:۔

(۱)۔ مرنے کے بعد انسان تو عدم محض ہو جاتا ہے تو عدم محض پر وجود کا طریان کیسا۔ اس شبہ کا جواب خود باری تعالیٰ نے فرمایا قل یحییها الذی انشأها اول مرة یعنی انہیں کہہ دو کہ یہ ایسے ہے کہ انسان کچھ بھی نہ تھا لیکن اس نے وجود بخشا جیسے اسے عدم سے وجود بخشا ایسے ہی بعد الموت کے زندہ اُٹھنے کو سمجھئے۔

(۲)۔ جس کے اجزاء مشارق و مغارب میں پھیل گئے اس کے بعض اجزاء تو درندوں کے پیٹ میں اور بعض پرندوں کی غذا بنے اور بعض دیواروں کے گارے میں کام آئے یہ کیسے مجتمع ہو سکیں گے اس سے بھی اور اشکال شدید تر سمجھا جاتا تھا وہ یہ کہ انسان انسان کو کھا جائے۔ اس طرح سے آکل (کھانے والا) میں ماکول (کھائے ہوئے) کے اجزاء میں داخل ہو کر آکل کے کا جزء ہو گئے اب سوال یہ ہے کہ آکل کے اجزاء لوٹائے جائیں گے تو ماکول کے اجزاء کہاں کیونکہ ماکول کے اجزاء سے آکل کی نشوونما ہوئی۔ اگر ماکول کے اجزاء لوٹائے گئے تو پھر آکل نے جن اجزاء سے نشوونما پائی اس کی حیثیت بحال نہ رہی اس کا جواب بھی باری تعالیٰ نے دیا کہ وھو بکل خلق علیم۔

توضیح الجواب

اس کی توضیح یوں ہے کہ آکل کے اجزاء دو قسم کے ہوتے ہیں:۔

۱۔ اصلیہ ۲۔ فضلیہ

ایسے ہی ماکول کے متعلق سمجھئے جس وقت آکل نے ماکول کو کھایا تو ماکول کے اجزاء فضلیہ کی حیثیت سے آکل کے پیٹ وغیرہ میں جاگزین ہوئے۔ آکل کے اجزاء اصلیہ وہی ہیں جو ماکول کو کھانے سے پہلے موجود تھے اس معنیٰ پر وہ خالق و مالک آکل کے اجزاء اصلیہ لوٹائے گا تو ماکول کے بھی جو کہ اب وہ آکل کے لیے فضلیہ ہیں اور ہمارا دعویٰ بھی اجزائے اصلیہ کے متعلق ہے اور وہ مالک اجزاء اصلیہ و فضلیہ کو خوب

ف یہ کیفیت ہم نے جدہ (بموقعہ حج ۱۹۸۸ء) میں جا کر سنی کہ یہاں انڈونیشیا کے بعض گروہ (کفار) انسان کے گوشت کے رسیا ہیں اس لیے ایک پاکستانی کو بہلا پھسلا کر کاٹ کھایا اس وقت پکڑے گئے جب اس کے بعض اجزاء بھی ان کے ہاں موجود تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اویسی غفرلہٗ۔

جاتا ہے ان اجزاء اصلیہ میں ہی روح عود کرے گی ایسے ہی ان اجزاء کے متعلق سمجھئے جو دور دور تک مشارق و مغارب میں پھیلے وہی حکمت و قدرت کا مالک ہے۔

فائدہ:۔ بعض افاضل نے فرمایا کہ ان منکروں کا ہڈیوں کے چورہ چورہ ہو جانے کے بعد مرنے کے بعد اٹھنے کے استبعاد کی دو وجہیں ہیں:۔

(۱)۔ اجزاء الابدان والاعضاء ایک دوسرے سے مختلط ہو جائیں گے تو پھر کس طرح ان خشک اور چورہ چورہ ٹکڑوں کا امتیاز ہو گا۔

(۲)۔ ان خشک ریزوں کے خلاف حیات رطوبتی اجزاء کی متقضی ہے اس کے جواب میں فرمایا وھو بکل شئ علیم۔ یعنی وہی اپنے علم سے اجزاء ابدان و اعضاء کا امتیاز فرمائے گا۔ دوسرے سوال کا جواب یوں دیا کہ الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا۔ وہ ذات جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ بنائی۔ یہ موصول اول سے بدل ہے اور عطف صلہ پر اکتفا نہیں کرتے۔ تاکید مطلوب ہے اور کیفیت دلالت میں متفاوت ہیں۔

حل لغات:۔ شجر، وہ گھانس جو پنڈلی دار ہو اور سبز وہ رنگ جو سفید و سیاہ کے درمیان ہو لیکن سیاہی کو زیادہ مائل ہو اسی لیے اسود (کالے) کو اخضر (سبز) اور اخضر کو اسود کہا جاتا ہے اور سواد العراق اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سبزی بکثرت ہو اور شجر کو اخضر سے موصوف کیا گیا ہے حالانکہ خضراء ہونا چاہیئے تھا اس کے لفظ کی وجہ سے اس لیے کہ لفظ شجر مذکر ہے لیکن معنًا مونث ہے کیونکہ یہ شجرت کی جمع ہے جیسے ثمر ثمرت سے جمع اور لفظًا جمع مؤنث ہے بمعنی الجماعۃ۔ اب معنٰی یہ ہوا کہ ہم نے تمھارے منافع کے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی جیسے (مرخ) ایک قسم کا عرب میں درخت ہے (المعجمہ) المرخ (بالخاء المعجمۃ) اور عفار سے۔ عفار ایک اور دوسرا درخت ہے (عفار بھول سحاب (بالعین مہملۃ) اور وہ ہر جگہ ہوتا ہے۔ بوادئ عرب میں عام ملتا ہے۔ ان دونوں سے دو ٹہنیاں مسواک کی مقدار میں کاٹ لی جاتی ہیں دونوں سبز ہوتی ہیں۔ دونوں سے پانی نکلتا ہے۔ ان دونوں سے آگ حاصل کی جاتی ہے۔ حکماء فرماتے ہیں عناب کے سوا ہر درخت سے نکل سکتی ہے عناب میں نہیں اسی لیے دھوبی اس پہ کپڑے دھوتے اور اسی سے چابک بناتے ہیں اور مرخ و عفار سے آگ نکالنے کا طریقہ یہی ہے کہ دو ٹہنیاں لے کر مرخ (یہ نر ہے) کو عفار (یہ مادہ ہے) پر گھسا جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان دونوں کے ملانے سے آگ نکل آئے گی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاذا انتم منہ توقدون۔ پس اچانک تم اس سے آگ روشن کرتے ہو

اذا استخباتیہ اور جار (توقدون) متعلق اور ضمیر شجر کی طرف راجع ہے۔ الایقاد یعنی آگ روشن کرنا یعنی تم اسی درخت سے آگ روشن کرتے ہو تمہیں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ اس سے آگ روشن نہ ہوگی ایسے ہی اس میں بھی شک نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں مرنے کے بعد سوال وجواب جزا وسزا کے لیے اٹھانے کا جو ذات آگ کو سبز درخت سے پیدا کر کے نکال سکتی ہے حالانکہ پانی اور آگ کو آپس میں تضاد ہے تو اس کے لیے کیا مشکل ہے کہ وہ خشک ہڈیوں کو تروتازگی کی طرف لوٹائے اگرچہ وہ کتنا ہی خشک اور پرانی ہو چکی ہوں اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جامع الاضداد ہے۔ دیکھئے لکڑی میں پانی اور آگ دونوں یکجا ہیں نہ پانی آگ کو بجھاتا ہے اور نہ ہی آگ لکڑی کو جلاتی ہے۔

اعجوبہ:۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو پیدا فرمایا ہے ان کا بعض حصہ برف اور بعض حصہ آگ ہے ان کے جسم ایک دوسرے کے لیے مضر نہیں نہ تو آگ برف کو پگھلاتی ہے اور نہ برف آگ کو بجھاتی ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ آیت میں اشارہ ہے کہ الشجر الاخضر سے بشریت اور نار سے عشق و محبت مراد ہے کہ قلوب کے چراغ اسی سے روشن کیے جاتے ہیں۔ بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ انسان کا ظاہری بدن تو عالم شہادت کا ہے لیکن قلب عالم ملکوت سے ہے تو جیسے قلب کے معارف کے آثار بدن پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ایسے ہی بدن کے احوال قلب کے آثار پر اثر ڈالتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا ظاہر اعمال صالحہ سے مزین ہوگا تو اس سے نور پیدا ہوگا جس سے قلب کو نورانیت نصیب ہوگی اور وہ عالم بالا کے لیے آگے بڑھ سکے گا۔

ادخلوا الابیات من ابوابہا
واطلبوا الاغراض من اسبابہا

ترجمہ:۔ گھروں میں دروازوں سے داخل ہو اور اغراض کو اسباب سے تلاش کرو۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دخول فی الطریق اور منزل تحقیق تک پہنچنے کا سوال کرتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ:۔ اولیس الذی خلق السموٰت والارض۔ کیا اللہ تعالیٰ وہ نہیں جس نے آسمان و زمین پیدا کیے۔ ہمزہ انکار کا ہے اور نفی کے انکار سے ایجاب ثابت ہوتا ہے۔ واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف فعل مقدر پر ہے جیسا کہ عبارت کا تقاضا ہے اگرچہ ہمزہ بظاہر حرف عطف پر داخل ہے لیکن درحقیقت وہ کلمہ نفی پر داخل ہے اس سے اثبات قدرت باری تعالیٰ مطلوب ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ کیا اللہ تعالیٰ قادر نہیں اس پر کہ اس نے لوگوں کو بار اول پیدا فرمایا اور سبز درخت سے آگ جلائی اور آسمانوں یعنی اجرام علویہ اور زمین یعنی اجرام سفلیہ اور جو کچھ ان آسمانوں

Scanned with CamScanner

اور زمینوں میں ہے) پیدا فرمایا حالانکہ تم ان دونوں کو اپنے خیال پر بہت بڑا سمجھتے ہو لیکن باوجود بڑی مخلوق ہونے کے یہ میری پیدا کردہ ہیں۔

بقادر محلاً منصوب ہے کیونکہ لیس کی خبر ہے۔

علی ان یخلق۔ اُو پر اُس کے کہ وہ آخرت میں پیدا فرمائے مثلھم لوگوں جیسے یعنی صغیر و حقیر ہونے میں انسانوں جیسی اشیاء کو پیدا کرنے میں اسے کوئی اشکال نہ ہو۔ اور نہ ہی مشکل سمجھا جائے کہ وہ انھیں مرنے کے بعد کیسے زندہ فرمایا تو بالبداہتہ ثابت ہوا کہ جو ذات ان بڑی بڑی چیزوں کے پیدا کرنے کی قدرت رکھتی ہے وہ ایسی چھوٹی اور معمولی اشیاء کی تخلیق میں بطریق اولیٰ قدرت کی مالک ہے جیساکہ وہ خود بھی فرماتا ہے لخلق السمٰوٰت والارض اکبر من خلق الناس۔ انسانوں کی تخلیق سے (بخیال تمہارے) آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق بہت بڑا کام ہے۔ یعنی انسان جیسی معمولی شے کو ذات وصفات کے ساتھ آخرت میں لوٹایا جائے کیونکہ معاد یہی ہے کہ انسان کو اس کے پہلے اجزاء اصلیہ وصفات مشخصہ کے ساتھ قیامت میں لایا جائے اگرچہ وہاں اس کے بعض عوارض اس دنیوی عوارض کے مغایر بھی ہوں مثلاً قیامت میں اہل جنت بالوں سے خالی اور بالکل صاف ستھرے چمڑے والے ہوں گے اور کافر کی ایک داڑھ اُحد پہاڑ وغیرہ جیسی ہو گی۔

فائدہ: علامہ شرف الدین طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مثل کا لفظ مخاطبین سے کنایہ ہے جیسے کہا جاتا ہے مثلك يجود۔ اب معنیٰ یہ ہو گا کہ ان کافروں جیسا پیدا کرے۔

تفسیر صوفیانہ:

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اعادہ ابتداء کے معنیٰ میں ہے یعنی جب تم نے ابتداءً کا اقرار کر لیا تو پھر اعادہ انتہاء (مرنے کے بعد اُٹھنے) کے جواز پر کون سا اشکال ہے پھر فرمایا کہ وہ ذات جو مرخ و عفار کی ٹہنیوں سے آگ پیدا کرنے کی قدرت رکھتی ہے اس کے لیے کونسی مشکل بات ہے کہ وہ پرانی ہڈیوں میں حیات پیدا نہ کر سکے۔ اس کے بعد دلیل کو آگے بڑھا کر فرمایا کہ جو ذات شے کی مثل پیدا کرنے کی قدرت رکھتی ہے وہ اصل کو کیوں نہ پیدا کر سکے گی جبکہ شے ہونے میں تو وہ دونوں برابر ہیں اسی لیے ماننا پڑے گا کہ وہ کریم مردہ انسانوں کو زندہ کر کے عرصہ قیامت میں لانے کی قدرت کا مالک ہے جیسے وہ نطفے سے انسان اور انڈے سے پرندہ پیدا کرتا ہے ایسے ہی اہل ایمان کے مردہ قلوب کو عرفان کی دولت سے نوازتا ہے تو اہل کفر کے دلوں کو خواہش نفسانی اور گمراہی سے مردہ بناتا ہے ؎

دل عاشق چو باغ و فیض حق ابر بہار آسا
حیات تازہ بخشد حق دمادم باغ و بہار

Scanned with CamScanner

ترجمہ:۔ عاشق کا دل باغ کی طرح اور حق کا فیض بہایا گیا ہے اسی لیے ہر لحظہ اللہ تعالیٰ دلوں کے باغ کو تازہ زندگی بخشتا ہے۔

تفسیر عالمانہ: بلیٰ:۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ہے جس کا استفہام انکاری اشارہ کے طور فائدہ دے رہا ہے۔ اس کی تصریح ہے یعنی نفی کا انکار اثبات ہوتا ہے تو وہ اب کھل کر آگیا ہے کہ وہ مانیں یا نہ مانیں بات حق یہی ہے جواب اس جواب میں کھل کر آئے گی۔ اگرچہ وہ اپنے اوپر الزام ثابت ہونے کے خطرہ سے اقرار نہ بھی کریں تب بھی ان پر الزام ثابت ہو گیا۔

فائدہ:۔ ابن الشیخ نے فرمایا کہ لفظ بلیٰ نفی مقدم کے بعد ایجاب کا فائدہ دیتا ہے گویا وہ جملہ سابقہ کی نفی کو توڑنے کے لیے آتا ہے یہاں بھی اسی طرح ہے کہ کفار نے جس امر کا انکار کیا اس نے اسے توڑ دیا وہ یہ کہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بیشک وہ کریم بڑی قدرتوں والا ہے۔ اس کی دوسری مثال اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی ہے۔ یعنی پہلے استفہام کے طور فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں بندوں نے اس انکار کو توڑ کر عرض کی ہمارا اقرار ہے کہ تو ہمارا رب ہے۔

فائدہ:۔ مفردات (امام راغب) میں ہے کہ لفظ بلیٰ اس استفہام کے جواب میں آتا ہے جو نفی کو مقترن ہو جیسے الست بربکم اور لفظ نعم صرف استفہام کے جواب میں آتا ہے جیسے هل وجدتم ما وعد حقًا قالوا نعم۔ (کیا تم نے پایا وہ جو تمہارے ساتھ تمہارے پروردگار نے وعدہ فرمایا تو کہیں گے ہاں)۔ اس کے جواب میں بلیٰ نہیں آئے گا۔ ایسے ہی جب کہا جائے ما عندی شیء میرے پاس کچھ نہیں اس کے جواب میں اگر بلیٰ کہو گے تو اس سے گزشتہ کلام کا رد کرنا سمجھا جائے گا اگر نعم بولو گے تو اس سے اقرار ثابت ہو گا۔ وھو الخلاق العلیم اور وہی پیدا کرنے والا علم والا ہے اس کا عطف اس پر ہے جو اس کا اثبات کا فائدہ دے رہا ہے یعنی ہاں وہی اس پر قادر اور بڑے علم والا اور مخلوق کو جیسے جس طرح چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ بہت زیادہ پیدا کرتا ہے کہ پے در پے پیدا کرتا جا رہا ہے اور اسے تمام مخلوق کے ذرہ ذرہ کا علم بھی ہے۔

قاعدہ مبالغہ

البرہان الرشیدی میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تمام صیغے مبالغہ کے مجازاً استعمل ہوتے ہیں کیونکہ مبالغہ اس میں ہوتا ہے جہاں کسی دوسری صفت کا انتہا ہو تو پھر اس کے آگے بڑھا کر بتایا جائے اور

Scanned with CamScanner

اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات غیر متناہی ہیں اور مبالغہ ان صفات میں ہوتا ہے جہاں زیادتی ونقصان کا شائبہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کی صفات نقص وزیادتی سے منزہ ہے۔ اس تقریر کی شیخ تقی الدین سبکی نے تحسین فرمائی ہے۔

قاعدہ صیغہ مبالغہ

امام زرکشی نے فرمایا کہ مبالغہ دو قسم ہے:۔

(۱)۔ شے میں فعل کو زائد کر کے مبالغہ کیا جائے۔

(۲)۔ مفعولات بڑھا کر اور ظاہر ہے کہ مفعولات کی کثرت فعل کی زیادتی کمزوری نہیں کیونکہ ایک فعل کا وقوع متعدد مفاعیل پر ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا ورود اس دوسری قسم سے ہے۔ اس تقریر پر مذکورہ بالا اعتراض خود بخود اٹھ گیا اسی لیے بعض نے فرمایا کہ حکیم بمعنیٰ وہ ذات جس کا حکم تمام شرائع میں ہوتا۔

فائدہ:۔ کشاف میں ہے کہ تواب میں مبالغہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حضور میں توبہ کرنے والے بکثرت ہیں یا یہ کہ وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کر کے ان بندوں میں شریک کر دیتا ہے جن سے گناہ نہ ہوا اور یہ اس کی وسعت کرم کی دلیل ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ (انما امرہ) اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اذا اراد شیئا جب کسی شے کے وجود کا ارادہ فرماتا ہے کہ وہ ہو جائے تو ان یقول لہ کن اسے کہتا ہے ہو جا یعنی جب اس کی قدرت کا اس شے سے تعلق ہوتا ہے فیکون۔ تو وہ شے ہو جاتی ہے۔

فائدہ:۔ بعض نے یکون کو منصوب پڑھا ہے۔ یقول پر عطف کر کے لیکن جمہور اسے مرفوع پڑھتے ہیں اس لیے کہ یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے کہ یہ دراصل فھو یکون تھا۔ اس تقریر پر جملہ اسمیہ کا عطف جملہ اسمیہ پر ہوگا اس کا معطوف علیہ انما امرہ الخ اب معنیٰ یہ ہوا کہ شے کے ساتھ قدرت کے تعلق سے فوراً تاخیر پیدا ہو جاتی ہے۔

فائدہ:۔ یہ تمثیل ہے کہ جس طرح مطیع مامور اپنے مطاع کے حکم کی تعمیل میں دیر نہیں کرتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بعد شے کے وجود میں تاخیر نہیں ہوتی۔ یہ امام ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کے

لہ برہان التحقیق۔

مذہب کے مطابق ہے کیونکہ اگر حقیقت مراد ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کے قول اور اس کا شے پر موجود ہونا اور امر کے وقت مامور بہ کا ہونا ثابت کرنا پڑے گا اور ان میں بھی مجاز کو دخل ہو گا کیونکہ امر جب ہو گا تو مامور کا پہلا ہونا ضروری ہے اور وہ یہاں نہیں اور مامور کے وجود سے پہلے امر ناممکن ہے۔

فائدہ:۔ حضرت نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فیکون کی فاء تعقیب کی ہے جو عبارت سے پیدا ہوئی ورنہ یہاں تعقیب و تاخیر کہاں جبکہ اس کے حکم کے ہوتے شے وجود میں آجاتی ہے۔

فائدہ:۔ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ کلمۂ کن ملائکہ کے لیے علامتی نشان ہے کہ جب وہ سنتے ہیں تو یقین ہو جاتا ہے کہ اب کوئی بھلائی ہو گئی ؎

حریفیت کاف و نون ز تو اسیر صنع او
از قاف تا بقاف بدیں حرف گشتہ دال

ترجمہ:۔ حرف کاف و نون ہی اے مالک تیری صنعت پر قاف سے تا قاف دال کرنے والا ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ ارادہ ازلیہ کا جیسے ایجاد مکنونات سے متعلق ہے ایسے بموافق حکمت ازلیہ مقدورات سے بھی ہمیشہ ارادہ متعلق ہے کہ جونہی کن کا امر ہوتا ہے۔ شے پیدا ہو جاتی ہے یہ حکم ازل سے ابد تک رہے گا۔

سوال:۔ ارادۂ الٰہی تو قدیم ہے تو کیا قول بھی قدیم ہے تو اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ جملہ مکنونات بھی قدیم ہوں (یہ اہلسنت کے مذہب کے خلاف ہے)۔

جواب:۔ وقت معین ارادہ کا تعلق تو حادث ہے یعنی مکنون کے وجود فی الخارج کے وقت ارادہ کا تعلق حادث ہے اور اس سے مکونات کا قدیم ہونا لازم نہیں آتا۔

حدیث شریف:۔ ان اللّٰہ فرد یحب الفرد ۔ بیشک اللہ تعالیٰ فرد ہے اور وہ فرد کو پسند کرتا ہے۔

شرح الحدیث

بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ مقام فردیت تثلیث کی مقتضی ہے:۔

۱۔ ذات ۲۔ فعل ۳۔ صفت

امر ایجاب کی بنا اسی پر ہے انما امرہ الخ میں اسی ذات و فعل و صفت کی طرف اشارہ ہے یعنی ذات۔ ارادہ (صفت) قول (صفت) اور قول لقاد (قاعدہ صرفیہ جاری کرنے کے بعد) کا مقلوب ہے

Scanned with CamScanner

اس معنی پر قول ثابت نہ ہوا بلکہ موجد (بکسر الجیم بصیغہ اسم فاعل) و موجد (بفتح الجیم بصیغہ مفعول) کا لقا ثابت ہوا۔ بایں طور کہ موجد (بکسر الجیم) کی ہویت کا سریان اس کی صفت و فعل کا ظہور موجد (بفتح الجیم) میں ہوا اس نکتہ دقیق کو اچھی طرح سمجھ لو کیونکہ و نفخت فیہ من روحی کا راز اسی میں پوشیدہ ہے یہاں بھی نفخ حقیقی مراد نہیں بلکہ تصویر مراد ہے۔

فائدہ :۔ حضرت حسین نوری قدس سرہ نے فرمایا کہ جملہ کائنات کا اظہار لفظ کُن سے ہوا تاکہ معلوم ہو کہ یہ تمام اشیاء کچھ نہیں اور نہ ہی ان سے جی لگانا اچھا ہے بلکہ اس کو دل دینا چاہیئے جو ان کا خالق اور موجد ہے خلق کا شغل کونین کی زینت ہے اسی لیے عام کو اسی شغل میں چھوڑ دیا اور مخصوص مخلوق کو اپنے لیے چنا وہ کہ جنہیں کونین کے مشاغل سے آزاد رکھا اور اسی پر انہیں زندہ رکھتا ہے۔ انہیں کسی علت اور سبب کا محتاج نہیں بنایا اور نہ ہی دنیوی آثار میں مشغول رکھتا ہے ؎

محو معنیٰ و فارغ از صورم
نیست از جلوۂ صور خبرم
تا شدم از سوائے حق فانی
یافتم من وجود حقانی
شد ز من غائب عالم اکوان
دیدہ ام گشت پر ز نور جہاں

ترجمہ :۔ معنٰی میں محو اور صورتوں سے فارغ ہوں بلکہ مجھے تو صور کے جلووں کا بھی علم نہیں۔
تاکہ ماسوائے حق سے فانی ہو کر وجود حقانی سے بہرہ مند ہوں۔
میرے سے جملہ اکوان غائب ہو گیا۔ آنکھیں نور جہاں سے پُر ہو گئیں۔

تفسیر عالمانہ :۔ فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیٔ۔ پس پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ملکوت کی ہر شے ہے۔

حل لغات :۔ ملکوت ۔ رحموت ۔ رہبوت ۔ جبروت۔ یہ سب کے سب مصادر ہیں ان پر واؤ اور تاء بطور مبالغہ بڑھائی گئی ہے ورنہ یہ دراصل ملک۔ رحمت۔ رہبت جبر تھے۔ المفردات میں ہے کہ ملکوت اللہ تعالیٰ کے ملک کے ساتھ مخصوص ہے۔ ملک بمعنی ضبط الشیٔ اور امر و نہی کے ساتھ شے میں تصرف کرنا۔ جب ثابت ہو گیا کہ وہ ذات منزہ و مقدس ہے جیسا کہ اس کی صفات احیاء۔ قدرت۔ انشاء (تخلیق) دلالت کرتی ہے اور ثابت ہو گیا کہ اس کا ارادہ مراد کے

Scanned with CamScanner

خلاف کبھی نہیں ہوتا اسی لیے اے بندگانِ خدا اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کرو اور عقیدہ رکھو کہ اسی کے ہاتھ میں ہے سب کچھ یعنی جو کچھ ہوتا ہے اُسی کی قدرت کے تحت ہے اور ہر شے اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے وہ ہی قابض و متصرف ہے اس کا کبھی تصور نہیں ہو سکتا کہ اس کو عجز لاحق ہو بلکہ کفار و مشرکین کی بکواسات سے تعجب ہے کہ کیسے کیسے غلط الزامات تراشتے ہیں اور اس کی شان میں نقص و عیب کا تصور رکھتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ وہ ذات ہر عیب و نقص سے پاک ہے اور اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے جو کچھ ہے کیونکہ صرف وہی شاہی کے لائق ہے اور بس۔ والیہ (اور صرف اسی کی طرف) کیونکہ اس کے سوا کوئی مالک نہیں وہی علی الاطلاق ہر شے کا مالک و مختار ہے ترجعون مرنے کے بعد لوٹائے جاؤ گے۔ وہی تمہیں اعمال کی جزا و سزا دے گا۔ اس میں اہل اقرار کو وعدۂ حق اور منکرین کو وعید سنائی گئی ہے۔ یعنی دوستوں کو نوید مسرت اور دشمنوں کو سخت ترین وعید اسی لیے اہل ایمان کو خوشی ہونی چاہیئے اور ان کو انجام بخیر پر مبارک باد۔

فائدہ:۔ یہ خطاب اہل ایمان اور کفار ہر دونوں کو ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہر شے میں اس کی ملکیت ثابت ہے۔ ملکوت یعنی جس سے شے قائم ہو کیونکہ اگر شے کے لیے ما بہ القیام نہ ہو تو اس کے وجود کا تصور نہیں ہو سکتا۔ اور تمام ملکوت صرف اور صرف اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ والیہ ترجعون اور مقبولانِ الٰہی کا اختیار سے اور راندگانِ درگاہ بالاضطرار سے اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل اور بے پایاں کرم سے ہمیں راندگانِ حق سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

فضائل سورۂ یٰسٓ شریف

(۱)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجھے سورۂ یٰسٓ کی فضیلت میں کوئی روایت نہ ملی لیکن زیت ھذا اس کی فضیلت کافی ہے۔

(۲)۔ حدیث شریف:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِقْرَؤُا سُوْرَةَ یٰسٓ عَلٰی مَوْتَاکُمْ اپنے موتیٰ پر سورۂ یٰسین پڑھو۔

نکتہ:۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ موت کے وقت انسان ہر لحاظ سے ضعیف القوۃ ہو جاتا ہے اور اعضاء کی حالت تو بالکل ناگفتہ بہ ہو جاتی ہے صرف قلب ہوتا ہے جو ہر طرح سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ جب میت کو سورۂ یٰسٓ سنائی جاتی ہے تو اس کی قلبی قوت بڑھ جاتی ہے اور اصول اسلام کی تصدیق میں قلب اور زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے بلکہ وہ

ایمان سے قلب منور اور روشن و تاباں ہو جاتا ہے۔ اور بصیرت کو بھرپور قوت نصیب ہوتی ہے اور اس سے عرفان چمک اٹھتا ہے۔

نکتہ:۔ نزع کے وقت سورۂ یٰسٓ کا آخری کلمہ بیدہ ملکوت الخ بہت ہی مفید ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ ملکوت یعنی روح سے ہی بندہ دنیا میں قائم و زندہ رہا اور یہ اُس وقت اس سرِ عرفان سے اپنے رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا جس سے فیضیاب ہوتا رہا اور اُس وقت عالم ملکوت سے نکل کر دوسرے ملک بقا کی طرف روانہ ہو گا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ

"ہر شے کا دل ہوتا ہے اور قرآن مجید کا دل سورۂ یٰسٓ ہے۔"

؎ خدایت لشکرے دادہ ز قرآن
یٰسٓ آنکہ قلب آں لشکر و بس

ترجمہ:۔ تجھے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا لشکر بخشا ہے یٰسٓ وہ ہے جو اس تمام لشکر کا دل ہے اور بس۔

فائدہ:۔ یہ تقریر صاحب روح البیان کی طرف ہے۔

سورۂ یٰسٓ قلب القرآن کیوں؟

(۱)۔ سورۂ یٰسین قرآن کا قلب اور مغز اس لیے ہے کہ انزال کتب کا اہم مقصود یہ ہے کہ ان میں سے بتایا جائے کہ تمام لوگ قیامت میں جمع کیے جائیں گے اور سب کے سب اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہوں گے اور اعمال کی ان سب کو احسن جزا نصیب ہو گی اور جملہ مجرموں کو علیحدہ کر کے کھڑا کیا جائے گا اور یہ تمام مضامین یکجا صرف اور صرف اسی سورۃ (یٰسٓ) میں بطریق اتم اور مکمل طور موجزن ہیں۔

(۲)۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ سورۂ یٰسٓ کو اس لیے قلب القرآن کہا گیا ہے کہ ایمان کی صحت کا دارومدار حشر و نشر کے اعتراف پر ہے اور یہ مضمون اس سورۃ (یٰسٓ) میں نہایت اعلیٰ طریق سے بیان کیا گیا ہے اور اسے قلب سے اس لیے مشابہت دی گئی ہے کہ قلب پر ہی بدن کا دارومدار ہے۔

(۳)۔ ابوعبداللہ نے فرمایا کہ قلب تمام جسم کا سردار ہے ایسے ہی سورۃ یٰسٓ تمام سورتوں کی امیر ہے کیونکہ اس میں ہر شے کا ذکر ہے۔

(۴)۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ سورۂ یٰسٓ کو قلب سے تشبیہ دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قلب احساس

Scanned with CamScanner

یہ غائب اور معانی جلیلہ کے ظاہری اور باطنی ادراکات کی مرکز اور بدن کے صلاح وفساد کا سبب ہے اور حشر کو قلب سے بھی اسی لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ بھی عالم غیب سے ہے اور اس میں اُمور منکشف ہوں گے اور حقائق مقدورہ پر واقفیت ہو گی۔

(۵) ۔ اس کو صحیح رکھنے اور اسباب کی اصلاح سے سعادت ابدیہ نصیب ہو گی اور اس سے لاپرواہی اور اس کے اسباب کو فاسد کرنے سے شقاوت دائمی حاصل ہو گی۔

(۶)۔ حضرت امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ممکن ہے اس کو قلب قرآن اس لیے کہا گیا ہو کہ اس میں اصول اسلام کا بیان ہے:۔

۱۔ وحدانیت ۲۔ رسالت ۳۔ حشر

اور ان ہر تینوں کو قلب سے تعلق ہے اور زبان اور دیگر اعضاء سے دیگر احکام متعلق ہیں۔ تو وہ دوسری سورتوں میں مذکور ہوئے ہیں چونکہ اس میں قلب کے متعلقات کا ذکر ہے اسی لیے اسے قلب القرآن کہا گیا۔

بقایا الحدیث:۔ جس نے سورۃ ہذا کو صرف رضائے الٰہی کے لیے پڑھا تو اُسے بخشش نصیب ہو گی اور اجر وثواب سے نوازا جائے گا۔ اور گویا اس نے بائیس (۲۲) بار قرآن مجید پڑھا۔

حدیث (۳) :۔ نزع کے وقت جس پر اس سورۃ کی تلاوت کی جائے تو اس کے ہر حرف پر دس فرشتے نازل ہوں گے جو اس میت کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو کر اس پر رحمت و بخشش مانگتے ہیں پھر اس کے غسل اور نماز جنازہ پر حاضر ہوتے اور دعائیں مانگتے اور اس کے دفن کے وقت حاضر ہوتے ہیں۔ جس میت کی سکرات کے وقت سورہ یٰسٓ پڑھی جائے تو ملک الموت کے رُوح قبض کرنے سے پہلے ہی رضوان بہشت سے شربت لاکر پلاتا ہے۔ ابھی بستر پر پڑا ہوتا ہے تو بہشتی شربت سے سیر ہو جاتا ہے۔ قبض رُوح سے لے کر قبر سے اُٹھنے تک اس شربت کی برکت سے پیاس محفوظ ہو جائے گا یہاں تک کہ اسے کسی حوض پر جانے کی ضرورت نہ ہو گی ہمیشہ تروتازہ رہے گا یہاں تک کہ بہشت میں داخل ہو۔

حدیث (۴) :۔ قرآن مجید میں ایک ایسی سورت ہے جو پڑھنے والے کی شفاعت کرائے گی اور سننے والے کو بخشوائے گی تورات میں اس کا نام معمہ ہے عرض کی گئی یا رسول اللہ معمہ کیا ہے آپ نے فرمایا اسے معماس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی برکات دنیا و آخرت میں عام ہیں جو پڑھنے والے کو نصیب ہوں گی اور اس کو آخرت کی ہولناکیوں سے بچائے گی اسے دافعہ اور قاضیہ بھی کہا جاتا ہے عرض کی گئی یا رسول اللہ

یہ اس کے نام کیسے آپ نے فرمایا کہ اس لیے کہ سورۃ پڑھنے والے سے تکالیف دور کرتی اور اس کی تمام ضروریات کو پورا کرتی ہے۔

حدیث (۵): جو اسے پڑھتا ہے اسے بیس (۲۰) حج اور جو اسے سنے گا اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہزار دینار خرچ کرنے کا ثواب نصیب ہوگا اور جو اسے لکھ کر پیتا ہے اس کے پیٹ کے اندر ایک ہزار دوائی اور دس ہزار نور اور دس ہزار برکات اور دس ہزار رحمت داخل ہوگی اور اس سے ہر طرح کی بیماری اور غل وغش دور کی جائے گی۔

حدیث (۶): جو اسے رات کے وقت پڑھتا ہے تو صبح کے وقت بخشا ہوا اُٹھے گا۔

فائدہ: حضرت یحییٰ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سورت یٰسٓ صبح کے وقت پڑھتا ہے تو وہ سارا دن شام تک خوش رہے گا اور جو شام کو پڑھتا ہے وہ صبح تک خوش ہو کر اُٹھے گا۔

حدیث (۷): حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۃ یٰسٓ پڑھو اس لیے کہ اس میں دس برکات ہیں:

۱۔ بھوکا پڑھے تو ہمیشہ خوش حال رہے۔

۲۔ ننگا پڑھے تو کبھی ننگا نہ رہے۔

۳۔ غیر شادی شدہ پڑھے تو اس کی شادی (نکاح) ہو جائے۔

۴۔ خوفزدہ پڑھے تو امن میں رہے۔

۵۔ قیدی پڑھے تو قید سے نجات پائے۔

۶۔ مسافر پڑھے تو اس کا سفر با ظفر ہو۔

۷۔ شے گم کردہ پڑھے تو شے واپس ہوگی۔

۸۔ میت پر پڑھی جائے تو اس پر موت آسان ہو۔

۹۔ پیاسا پڑھے تو سیراب ہو۔

۱۰۔ مریض پڑھے تو شفا پائے۔

حدیث (۸) سورۂ یٰسٓ پڑھنے والے کو وہی ملے گا جو چاہے گا۔

حدیث (۹): گورستان میں سورۂ یٰسٓ پڑھی جائے تو اس دن گورستان والوں سے عذاب کی تخفیف ہوگی اور گورستان والوں کی گنتی کے برابر پڑھنے کو ثواب نصیب ہوگا۔

فائدہ: ترجمۃ الفتوحات میں ہے کہ سکرات والے کے ہاں سورۃ یٰسٓ پڑھی جائے۔

Scanned with CamScanner

حکایت:۔ حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ بیمار ہوا اور مجھ پر بیہوشی طاری ہو گئی یہاں تک کہ مجھے سمجھا گیا کہ میں مر گیا اس حالت میں دیکھتا ہوں کہ مکروہ منظر اور قبیح صورتوں والے میرے ستانے کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں۔ پھر دیکھتا ہوں کہ ایک بڑی قوت والا اور بہت بڑی بہترین خوشبو والا انہیں مجھ سے دُور بھگاتا ہے یہاں تک کہ وہ مجھ سے کوسوں دور ہو گئے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں فرمایا میں سورۂ یٰسٓ ہوں اس پر میری آنکھ کھلی تو میرے والد گرامی سورۂ یٰسٓ رو رو کر پڑھ رہے تھے اور اُس وقت ختم کی جب میری آنکھ کھلی میں نے اپنا ماجرا سنایا اس کے بعد میں حدیث سُنی کہ موتیٰ پر سورۃ یٰسٓ پڑھو۔

حدیث (۱۰):۔ امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ہر انسان کے اعمال اس کے ساتھ مدفون ہوتے ہیں اگر نیک ہیں تو اُس کی عزت ہو گی اگر بُرے ہیں تو اُسے عذاب ہو گا یعنی اگر اس کے نیک عمل ہوں گے تو اس سے مانوس ہوں گے اور قبر فراخ اور منور ہو گی اور اسے نیک عمل شدائد اور سختیوں سے بچائیں گے اگر بُرے عمل ہوں گے تو اسے گھبراہٹ اور سخت پریشانی ہو گی اور قبر سیاہ اور تنگ ہو جائے گی اور اسے عذاب کیا جائے گا اور شدائد و تکالیف اور وبال کا شکار ہو گا۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

در زمانہ مر مرا سہ ہمرہ اند
آں یکے وافی ست وایں یک عذر مند

آں یکے یاراں و دیگر رفت و مال
و آں سوم وافیست واں حسن الفعال

مال ناید باتو بیروں از قصور
یار آید لیک آید تا بگور

چوں ترا روز اجل آید بہ پیش
یار گوید از زباں بر حال خویش

تا بہ ینجا ہمرہ تو نیستم
بر سر گورت زمانے بیستم

فعل تو وافیست زو کن ملتحد
کہ در آید با تو در قعر لحد

پس پیغمبر گفت بہر ایں طریق
با وفا تر از عمل نبود رفیق

گر بود نیکو ابد یارت شود
ور بود بد در لحد مارت شود

ترجمہ:۔ زندگی میں انسان کے تین ساتھی ہیں ایک وفادار دوسرے بے وفا۔
دوست و آشنا مال و اسباب نیک اعمال یہی تیرا وفادار ہے۔
مال تو مرنے کے بعد گھر سے نہ نکلے گا اور یار دوست صرف قبر تک لیکن وہ بھی باہر کھڑے رہ جائیں گے۔
جب موت آئے گی تو دوست کہے گا
قبر کے باہر تک تو میں تیرا ساتھی ہوں آگے میں بے بس ہوں۔
عمل تیرے ساتھ وفا کرے گا کہ وہ تیرا قبر کا بھی ساتھی ہے۔
پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس راستہ (قبر) کے لیے یہی تجویز بتائی ہے کہ عمل سے اور کوئی بہتر رفیق نہیں۔
اگر عمل نیک ہے تو وہ تیرا ہمیشہ کا ساتھی ہے ورنہ تیرے لیے قبر میں سانپ بن جائے گا۔

سورۃ یٰسٓ کی برکت

ایک[1] یمنی بزرگ قبرستان میں موجود تھے کہ ایک جنازہ آگیا۔
لوگوں نے دعا و نماز کے بعد دفنانے کی اسلامی رسومات ادا کیں اور مردے کو کئی من مٹی کے نیچے دبا کر اپنا فرض ادا کرکے واپس چلے گئے۔
یمنی بزرگ اس قبر کے نزدیک پہنچے۔ ان کی روحانی بصیرت نے قرائن و علائم سے قبر کے اندر رونما ہونے والی قیامت کو بھانپ لیا۔ ان کی مخصوص باطنی حس بیدار ہوگئی اور نگاہوں کے سامنے وہ جہاں آگیا جو عالم

---

[1] یمن کے جس روشن ضمیر، پاکباز اور فرشتہ سیرت انسان کی طرف یہ واقعہ منسوب ہے اس کے بارے میں مشہور تھا کہ خلوص و عبادت کی برکت سے اسے کشفِ قبور حاصل ہے۔ زمین کی تہوں میں کسی انسان کے ساتھ جو سلوک ہو رہا ہو وہ اُسے معلوم ہو جاتا ہے اور اس کی نگاہیں زمان و مکان کے حجابات کو چیرتی ہوئی برزخ کی دنیا میں اس شخص تک پہنچ جاتی ہیں جو مادی دنیا سے اپنا ناطہ توڑ کر قبر میں پہنچ چکا ہو اور جزا و سزا کے عمل سے گذر رہا ہو۔ (ارشاد العباد ص۳۱)

Scanned with CamScanner

انسانوں اور مادہ میں نگاہوں سے مخفی ہوتا ہے۔
وہ قبر کے سرہانے کھڑے ہو گئے۔ اچانک ایک زبردست گونج پیدا ہوئی جیسے ہزاروں من کا گرز اُٹھا کر پوری قوت سے کسی پر ضرب لگائی گئی ہو۔ اتنی ہولناک اور شدید آواز اُنھوں نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ ابھی وہ صورتِ حال کا پوری طرح جائزہ بھی نہ لینے پائے تھے کہ ناگاہ قبر سے ایک سیاہ کتا نمودار ہوا جس پر خوف و ہراس طاری تھا۔
یمنی بزرگ باطنی قوت سے بہرہ ور تھے اس لیے اس کتے کو روکنے میں کامیاب ہو گئے اور اُس سے پوچھا:
"تم کون ہو اور یہ آواز کیسی تھی۔"
وہ کتا بولا میں اس میت کا عمل ہوں اس نے جو زندگی بھر بُرے عمل کیے آج میں اسی شکل میں آیا ہوں اس کے دفنانے کے بعد میں اس کی قبر میں گھس گیا لیکن اس کے سورۂ یٰسٓ و دیگر نیک اعمال کو محافظ و نگران پایا تو میرے اوسان خطا ہو گئے اور واپس لوٹ آیا ہوں کہ یٰسٓ اور دیگر اعمال کے ہوتے ہوئے میری وہاں دال نہیں گلتی۔
یمنی بزرگ نے پوچھا کہ ابھی وہ ضرب شدید سنی گئی کیا وہ میت کے گرز وغیرہ کی آواز تھی یا کسی اور شے
کتے نے کہا وہ زدوکوب اور آہنی گرز کی آواز میرے بھگانے کے لیے تھی تاکہ میت کو گزند نہ پہنچا سکوں مجبور ہو کر میں بھاگ رہا ہوں۔ یہ سورہ یٰسٓ کا فراہم کردہ تحفظ ہے جو میت کو دیا جا رہا ہے۔ کتے نے یہ کہا اور دم دبا کر بھاگ گیا۔

امام یافعی کا قول

امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگر اعمال صالحہ زیادہ ہوں تو برائیوں پر غلبہ پا جاتے ہیں اگر اعمال بُرے ہوں تو وہ اعمال صالحہ پر غالب ہو جاتے ہیں بلکہ میت کو ڈراتے اور گھبراہٹ اور عذاب میں مبتلا کرتے ہیں۔
ہم اللہ تعالیٰ رحیم و کریم کی بارگاہ میں لطف و رحمت و عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ اپنے اور اپنے احباب اور اپنے تمام مسلمان بھائیوں کے لیے بھی۔ اے الہ العالمین ہماری دعائیں مستجاب فرما بحرمتِ سورہ یٰسٓ۔ (آمین)

Scanned with CamScanner

صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے سورہ یٰسٓ کی تفسیر سے ۲۰ ذیقعد ۱۱۱۱ھ کو فراغت پائی۔

اور

فقیر قادری محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ نے ترجمہ تفسیر سورۃ یٰس ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۴۰۰ھ بروز اتوار بعد نماز ظہر بستی اعوان (امین آباد) ضلع رحیم یار خان میں فراغت پائی۔

الحمد للہ علی ذلک وصلی اللہ علی حبیبہ الکریم الامین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

سورۃ الصافات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۝ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۝ اِنَّ اِلٰهَكُمْ
لَوَاحِدٌ ۝ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ اِنَّا
زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِالْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝
لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ
عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝
فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ
لَّازِبٍ ۝ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ۝ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۝
وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝
ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝
قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ۝ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ
يَنْظُرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ هٰذَا
يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

قسم ان کی کہ باقاعدہ صف باندھیں۔ پھر ان کی کہ جھڑک کر چلائیں۔ پھر ان جماعتوں کی کہ قرآن پڑھیں۔ بیشک تمہارا معبود ضرور ایک ہے مالک آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور مالک مشرقوں کا۔

Scanned with CamScanner

بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو تاروں کے سنگار سے آراستہ کیا۔ اور نگاہ رکھنے کو ہر شیطان سرکش سے عالم بالا کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور ان پر ہر طرف سے مار پھینک ہوتی ہے انھیں بھگانے کو اور ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب مگر جو ایک آدھ بار اُچک کر لے چلا تو روشن انگارا اس کے پیچھے لگا تو ان سے پوچھو کیا ان کی پیدائش زیادہ مضبوط ہے یا ہماری اور مخلوق آسمانوں اور فرشتوں وغیرہ کی۔ بیشک ہم نے اُن کو چپکتی مٹی سے بنایا بلکہ تمھیں اچنبا آیا اور وہ ہنسی کرتے ہیں اور سمجھائے نہیں سمجھتے۔ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں ٹھٹھا کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔ کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے کیا ہم ضرور اُٹھائے جائیں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی۔ تم فرماؤ ہاں یوں کہ ذلیل ہو کے تو وہ ایک ہی جھڑک ہے جبھی وہ دیکھنے لگیں گے اور کہیں گے ہائے ہماری خرابی اُن سے کہا جائے گا یہ انصاف کا دن ہے۔ یہ ہے وہ فیصلہ کا دن جسے تم جھٹلاتے تھے۔

سورۃ الصافات کی اکاسی یا بیاسی آیات ہیں اور یہ سورۃ مکیہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر عالمانہ:- وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا۔ واؤ قسمیہ ہے۔ الصّٰفّٰت صافۃ کی جمع ہے یعنی صف باندھنے والی جماعتیں۔ اگر اسے اور اس کے مابعد کے الفاظ جمع مذکر کے صیغوں پر لائے جاتے تو جماعات کا مفہوم ادا نہ ہوتا۔ الصف یعنی کسی شے کو خط مستقیم پر بنانا جیسے الناس۔ الاشجار کو سیدھا کھڑا کرنا کہا جاتا ہے۔ صففت القوم فاصطفوا میں نے قوم کو سیدھا کھڑا کیا تو وہ سیدھے کھڑے ہو گئے۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب قوم کو نماز با جماعت یا جنگ کے لیے کھڑا کیا جائے۔ قسم ہے ملائکہ کی اُن ٹولیوں کی جو عبادت کے لیے کھڑے ہیں صف بصف کھڑے ہیں اور ان کو مفعول سے مجرد کیا گیا ہے یعنی ملائکہ کرام کی قسم جو مقام عبودیت میں عبادت کے لیے کھڑے ہیں یا اُن کی صف بندی کی قسم ہے یعنی خدمت وطاعت کے لیے بارگاہِ حق میں ہر وقت قائم ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ تم صف بستہ ہو کر بارگاہِ حق میں اس طرح کیوں کھڑے نہیں ہوتے جیسے فرشتے بارگاہِ حق میں کھڑے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ وہ فرشتے کیسے کھڑے ہیں

Scanned with CamScanner

آپ نے فرمایا کہ پہلے وہ صف کو مکمل کرتے ہیں پھر صف بستہ کھڑے ہوجاتے ہیں۔ التواصُف بمعنی اچھی طرح ایک دوسرے کے ساتھ کھڑا ہونا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ تھا کہ جب نماز شروع فرماتے تو مقتدیوں کو فرماتے کہ سیدھے ہو جاؤ۔ اے فلاں تو ذرا آگے ہوجا۔ اے فلاں تو پیچھے ہٹ جا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ملائکہ کی طرح صف بستہ دیکھنا چاہتا ہے۔ چنانچہ ان کے حق میں فرمایا والصّٰفّٰتِ صفًّا۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ملائکہ کرام صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں جو فرشتہ اپنی جانب میں کھڑا ہے وہ وہیں پر کھڑا رہے گا اور وہ جب سے پیدا ہوئے ہیں اس وقت سے صف بستہ کھڑے ہیں۔ ذرہ برابر بھی ادھر اُدھر نہیں دیکھتے۔

فائدہ: القاموس میں ہے کہ الصّٰفّٰت صفًّا سے وہ ملائکہ مراد ہیں جو ہوا میں صف بستہ ہوکر اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھ رہے ہیں ان کے مراتب نمازیوں کی صفوں جیسے ہیں۔ بعض نے فرمایا وہ اپنے پروں کو پھیلا کر امر الٰہی کے منتظر کھڑے ہیں تاکہ اُن کے متعلق جو تدبیر کا کام ذمہ ہے۔ اسے سرانجام دیں وغیرہ وغیرہ۔ اسی سورۃ کے آخر میں وانا لنحن الصافون میں مذکورہ بالا طریقے سب کے سب مراد ہیں۔

بعض مشائخ نے فرمایا کہ ملائکہ تین قسم ہیں:

ملائکہ کی اقسام: ۱۔ اللہ تعالیٰ کے جلال میں مستغرق ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تجلی جلال ڈال کر انہیں ایسا مستغرق و فنا فرمایا کہ انہیں نہ اپنی خبر ہے اور نہ انہیں یہ معلوم ہے کہ وہ کسی کام میں ہیں۔

۲۔ مسخرین جن کے سر قلم اعلیٰ پر ہیں وہ قلم اعلیٰ جسے سلطان التدوین سے تعبیر کرتے ہیں۔

۳۔ اصحاب التدبیر وہ جمیع اجناس کی جمیع تدابیر کے اُمور سرانجام دیتے ہیں اور وہ کل کے کل خدمت الٰہی میں صف بستہ ہیں اور وہ اس انتظار میں ہیں کہ اُن کو کس وقت اور کس کام کے لیے حکم ہوتا ہے اور انہیں اسی سے لذت و راحت محسوس ہوتی ہے۔

مسئلہ: آیت میں ملائکہ کی شرافت و بندگی کا بیان ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم یاد فرمائی ہے

مسئلہ: آیت میں صف بندی کی فضیلت و شرافت کا بیان ہے اسی لیے شیطان صف کی اس جگہ میں کھڑا ہوجاتا ہے جو خالی پڑی ہوتی ہے اس لیے حدیث شریف میں مل کر اور ایک دوسرے سے متصل اور منضم ہوکر کھڑے ہونے کا حکم ہے۔

فالزّٰجرٰت زجرًا۔ قسم ہے خوب روکنے والوں کی۔

Scanned with CamScanner

حل لغات:- کہا جاتا ہے زجرت البعیر۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب اُونٹ کو جھڑکی دی جائے تاکہ وہ چلے اور کہا جاتا ہے۔ نہ اجرت فلاناعن سوء فانزجر۔ میں نے اسے بُرائی سے روکا تو وہ رُک گیا اور اُونٹ کو زجر ایسے ہے جیسے انسان کو کسی فعل سے روکا جائے۔ کشف الاسرار میں ہے کہ الزجر بمعنی کسی کو کسی شے سے ڈرا کر روکنا۔ المفردات میں ہے کہ زجر بمعنی کسی کو آواز دے کر روکنا پھر کسی وقت مطلقاً روکنے پر اور کسی وقت آواز دے کر روکنے پر مستعمل ہوتا ہے۔ تاج المصادر میں ہے الزجر بمعنی تہدید کرنا اور جانور کو آواز دینا تاکہ وہ چلے یعنی ایسی قسم کی جو زجر کا کام کر رہے ہیں اور اُن کی قسم جن کے ساتھ زجر متعلق ہے وہ اجرامِ علویہ سے ہوں یا سفلیہ سے وغیرہا جیسا کہ زجور کے لائق ہو منجملہ ان کے بندوں کو معاصی و مآثم سے زجر و توبیخ کرنا ہے اور شیطان کو وسوسہ اور اغواء اور استراق السمع سے زجر کرنا۔

فائدہ:- بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے وہ ملائکہ مراد ہیں جو بادلوں کو چلاتے اور انھیں جمع کرتے اور ایک شہر سے چلا کر دوسرے ایسے شہر میں لے جاتے ہیں جہاں بارش نہیں ہوئی۔

فالتالیات ذکراً۔ قسم ہے ذکر کر کے تلاوت کرنے والوں کی۔ **التالیات** کا مفعول یہ ہے اور **صفا** و **زجراً** اپنے ماقبل کے مفعول مطلق مؤکد ہیں یعنی **صفا بدیعا و زجرا بلیغا**۔ ذکر سے عظیم الشان آیات الٰہی اور انبیاء علیہم السلام پر نازل شدہ کتب اور تسبیح و تقدیس و تحمید و تمجید مراد ہے یا **التالیات ذکراً** کے مذکور سے علماء باعمل اور صلحاء کامل اکمل کے نفوس مراد ہیں جبکہ وہ نمازیں باجماعت ادا کرتے ہیں۔

الزاجرات۔ اور الزاجرات سے مواعظ و نصائح مراد ہیں۔

التالیات سے آیات کو پڑھانا اور شرائع و احکام کو پھیلانا مراد ہے یا جنگ کرنے والے غازی مراد ہیں اور **صافات** سے مراد یہ ہے کہ جب وہ مورچوں کو سنبھالے ہوئے تھے اور ایسے مضبوط کھڑے ہوتے ہیں گویا وہ ایک مضبوط اور چُنی ہوئی دیوار ہے یا غازیوں کے وہ قائدین مراد ہیں جو انھیں جنگ کی تیاری کے لیے زجر و توبیخ کرتے ہیں اور انھیں مورچوں تک لے جاتے ہیں اور دشمنوں کو مورچوں سے ہٹاتے ہیں یا **التالیات** سے وہی مجاہدین مراد ہیں جو آیات الٰہی کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور تسبیح و تہلیل میں مشغول ہوتے ہیں۔ انھیں دشمن کا مقابلہ ایسے نیک اعمال سے انھیں نہیں روکتا۔ یہ اس لیے کہ یہ حضرات شہود و حضور میں بے مثال ہیں۔

حدیث شریف:- تین ایسی آوازیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ملائکہ کے سامنے فخر فرماتا ہے:-

۱۔ اذان۔

۲۔ تکبیر فی سبیل اللہ (نعرہ بوقت جہاد)۔

۳۔ تلبیہ کے وقت لبیک پکارنا۔

Scanned with CamScanner

۲۔ تکبیر کے وقت لبیک پکارنا یا اس سے عبادت گزار بندوں کے نفوس مراد ہیں جو کہ نماز باجماعت ادا کرتے ہیں اور الزاجرات سے وہ لوگ مراد ہیں جو اعوذ باللہ من الشیطٰن پڑھ کر شیطان کو بھگاتے ہیں اس کے بعد تلاوت قرآن میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ التالیات سے یہی مراد ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ التالیات سے مراد وہ بچے ہیں جو قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بندوں سے عذاب دور رکھتا ہے جب تک یہ چار اذکار آسمان کی طرف جاتے ہیں۔

(۱) اذان۔

(۲) مجاہدین کی تکبیر۔

(۳) تلبیہ کہنے والوں کا تلبیہ (لبیک کہنا)

(۴) بچوں کے قرآن مجید کی آواز۔

فائدہ: تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سالکان طریق توحید کی قسم یاد فرماتا ہے جو مشاہدہ کے مواقف میں سربستہ ہو کر دواعی شیطان و نوازع شہوات نفسانی کو ہٹاتے ہیں اور مختلف طریقے سے ذکر لسانی یا قلبی یا سری یا روحی بحسب احوال خود مشغول رہتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ الصافات صفا میں ارواح کی صفوف کی طرف اشارہ ہے چنانچہ مروی ہے کہ اجسام میں پہنچنے سے پہلے ارواح چار صفوں پر منقسم تھیں۔

(۱) انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی ارواح۔

(۲) ارواح الاولیاء و الاصفیاء۔

(۳) ارواح المومنین و المسلمین

(۴) ارواح الکفار و المنافقین۔

فالزاجرات زجراً سے الہامات ربانیہ مراد ہیں۔ عوام کے لیے زواجرات یہ ہیں کہ انھیں نواہی سے روکا جائے اور خواص کی زجرات کا معنیٰ یہ ہے کہ انہیں رویۃ طاعات سے منع کیا جائے اور اخص کی زجر یہ ہے کہ انہیں التفات عن الکونین سے نہی کی جائے۔

فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا سے وہ مرد اور عورت مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرتے ہیں اور یہ صفات اگر سب پر جاری ہوں تو فاء کا عطف ان کی ترتیب فضیلت پر دلالت کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے فضیلت صف بندوں کے لیے ہے پھر زجر والوں کو پھر تلاوت والوں کی یا برعکس اگر یہ صفات خاص ایک گروہ کے

Scanned with CamScanner

لیے ہوں تو یہ ترتیب موصوفین کی وجہ سے ہے۔ اب معنیٰ یوں ہوگا کہ سب سے پہلے صف باندھنے والے افضل ہیں اس کے بعد الزاجرات اس کے بعد التالیات ذکرًا یا فضیلت کا تعلق برعکس ہوگا۔

فائدہ: تفسیر الشیخ وغیرہ میں ہے کہ فا اس معنیٰ کے لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجموعی طور تمام اوصاف کے موصوفین کی قسم یاد فرمائی ہے۔

تفسیر عالمانہ: ان الٰهكم ۔ بیشک تمہارا معبود۔ اس خطاب کے بعد مخاطب اہل مکہ مراد ہیں اس لیے کہ یہ آیت اہل مکہ کے حق میں نازل ہوئی اس لیے کہ وہ تعجب کر کے کہا کرتے کہ یہ نبی علیہ السلام عجیب آدمی ہیں کہ وہ بہت سے معبودوں کے بجائے صرف ایک معبود کی عبادت کی بات کرتے ہیں۔ یہ خطاب جملہ بنو آدم کو ہے یعنی اے لوگو! تمہارا معبود ذات وحدانیت میں **لواحد**۔ واحد لا شریک ہے فلہذا اس کے سوا دوسرے بتوں اور دنیا اور خواہشات نفسانیہ اور شیطان کو معبود مت بناؤ اور یہ جملہ قسم کا جواب ہے۔

سوال: قسم کی ضرورت ہی کیا ہے جب کہ مسلمان تو قسم کے بغیر مانتا ہے اور کافر کے سامنے ہزار دن قسمیں کھائی جائیں تو ماننے کا نہیں۔

جواب: اس کے چند فوائد ہیں:

۱۔ مقسم بہ کی تعظیم۔

۲۔ مقسم بہ کی شرافت کا اظہار۔

۳۔ مقسم علیہ کی تاکید اور اہل عرب میں قسم کے یہ فوائد مشہور ہیں اس لیے مضمون کو قسم کے ساتھ بیان فرمایا اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید ان کی لغت اور ان کے اسلوب محاورات پر نازل ہوا ہے۔

۴۔ بعض حضرات نے اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ یہاں پر اور اس قسم کے مضامین میں مضاف محذوف ہے۔ دراصل عبارت یوں تھی ورب الصافات صفا الخ قسم ہے صف والوں کے رب کی۔ ایسے ہی ورب التین ورب الزیتون الخ قسم ہے تین و زیتون کے رب کی۔

واحد کی تحقیق: المفردات میں ہے کہ الوحدۃ بمعنی الانفراد۔ اور الواحد حقیقت میں وہ شے ہے جس کا کوئی جز نہ ہو پھر اس کا اطلاق ہر موجود پر ہونے لگا یہاں تک کہ ہر گنتی کے عدد کو واحد سے موصوف کیا گیا مثلاً کہا جاتا ہے کہ عشرۃ واحدۃ اور مائۃ واحدۃ۔

واحد کے اقسام: واحد مشترک لفظ ہے یہ پانچ وجوہ میں مستعمل ہوتا ہے:
(۱) وہ شے جو اپنی جنس یا نوع میں واحد ہو جیسے کہا جائے انسان و فرس واحد۔

Scanned with CamScanner

یعنی وہ ایک جنس ہیں یا کہا جائے زید و عمر واحد یعنی وہ ایک نوع ہیں۔

(۲) وہ شے جو اتصال میں واحد ہو یا بحیثیت تخلیق کے مثلاً کہا جائے شخص واحد یا بحیثیت صناعت کے مثلاً کہا جائے حرفت واحدة۔

(۳) ہر وہ شے جو اپنی مثل آپ ہو یعنی اس کی کوئی نظیر نہ ہو یا بحیثیت تخلیق کے مثلاً کہا جائے الشمس واحدة یا دعویٰ فضیلت میں مثلاً کہا جائے "فلاں واحد دھرہ" یا کہا جائے ھو نسیج وحدہ۔

(۴) وہ جس میں تجزی (جز جز کرنا) ممتنع ہو یا بوجہ صغر جسم کے جیسے غبار کے اجزاء کا کوئی ایک جز یا بوجہ اس کے سخت ہونے کے جیسے الماس۔

(۵) ہر شے کی ابتداء یا عدد کے لیے جیسے واحد۔ اثنین یا خط کے مبداء کے لیے جیسے کہا جاتا ہے النقطة الواحدة۔

فائدہ: ان تمام میں وحدت عارضی ہے جب اللہ تعالیٰ کی صفت واقع ہو تو اس کا معنیٰ ہے کہ وہ ذات جس پر تجزی و تکثر ممتنع ہے اسی وحدت کی صعوبت کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا و اذا ذکر اللہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین لا یومنون بالاخرة جب اللہ اکیلے کا ذکر کیا جاتا ہے تو کافروں کے دل تنگ ہو جاتے ہیں۔

فائدہ: امام غزالی قدس سرہ نے فرمایا الواحد وہ ہے جس کے اجزاء اور اس کا ثانی نہ ہو اور وہ واحد جس کے اجزاء نہ ہوں جیسے جوہر اس کا واحد وہ ہے جو غیر منقسم ہو اس کے لیے کہا جاتا ہے وہ واحد ہے یعنی وہ شے کہ جس کا کوئی کوئی جز نہیں ایسے ہی نقطہ وہ ہے جس کا جز نہیں اور اللہ تعالیٰ واحد ہے بایں معنیٰ کہ اس کی ذات کا انقسام ممتنع ہے اور وہ واحد کہ جس کا ثانی نہیں جیسے سورج مثلاً یہ اگرچہ ناقابل انقسام ممتنع ہے بایں معنیٰ کہ ہم اپنے توہم سے اس کے اجزاء بنائیں کیونکہ یہ قبیل اجسام کے قبیل سے ہے لیکن یہ ایسا واحد ہے کہ اس کی کوئی نظیر نہیں ہاں اس کی نظیر ممکن ہے لیکن وجود میں ہر موجود کی نظیر ممکن ہے سوائے ذات باری تعالیٰ کے کہ وہ ازل و ابد کو احد مطلق ہے اور بندوں میں جسے واحد کہا جائے گا اس کا معنیٰ یہ ہوگا کہ یہ وہ ذات ہے جس کا کوئی ثانی نہیں لیکن یہ بھی اضافی امر ہوتا ہے یا بوجہ وقت کی اضافت کے ہوتا ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اس قسم کا انسان ہے کہ اس جیسا آدمی اس کے بعد پیدا ہونا ممکن نہیں یا بعض خصائل کی وجہ سے وہ دوسروں سے بے مثل ہو اسے بھی واحد کہا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ علی الاطلاق واحد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اسے واحد ماننے کا حق ہم سے ادا نہیں ہو سکتا اس کا حق خود ہی ادا کر سکتا ہے اوروں کی حالت ہوگی کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرکے اس کے وجود کا اثبات کرے گا تو دوسری طرف اپنے وجود کو بھی ثابت کرے گا۔ اس طرح سے اس کے واحد کا حق ادا نہیں ہوتا۔ حضرت الشیخ ابو عبداللہ انصاری

Scanned with CamScanner

قدس سرہٗ مندرجہ ذیل میں اسی طرف اشارہ ہے ؎

یا وحد الواحد من واحد
اذ کل من ینعتہ جاحد

ترجمہ:۔ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کو واحد کہہ کر اس کا حق نہیں ادا کر سکتا اس لیے کہ جو بھی اس کی تعریف کرے گا تو پھر اس کا انکار بھی کرے گا۔

فائدہ:۔ وجود مجازی کے فنا کرنے کے بعد ہی توحید حقیقی ذاتی نصیب ہو سکتی ہے۔ ہر شاس کی توحید کا آئینہ ہے جیسا کہ کسی نے کہا ؎

ففی کل شئی لہ اٰیۃ
تدل علی انہ واحد

ترجمہ:۔ ہر شے اللہ تعالیٰ کی دلیل ہے جو دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر شے اپنی ہویت کے لحاظ سے یا اس کے جزء لا تجزی تک پہنچنے کے لحاظ سے واحد ہے اس لیے اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے ؎

تا دم زدی حافظ شوریدہ حال
خامۂ توحید کش بر ورق این و آن

ترجمہ:۔ اے حافظ شوریدہ حال اگر وحدت کا دم بھرتا ہے تو این و آن کے ورق پر توحید کا قلم کھینچ۔

فائدہ:۔ حضرت شیخ زروقی قدس سرہٗ نے شرح الاسماء میں لکھا کہ جو شخص سمجھتا ہے کہ اللہ واحد ہے تو وہ اپنا قلب صرف اسی کے لیے فارغ کر لیتا ہے۔ اس کے معنیٰ پر وہ بھی واحد ہو جائے گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ وترؔ اور وتر کو پسند کرتا ہے۔

فائدہ:۔ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ الوتر سے قلب منفرد مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ منفرد قلب کو پسند فرماتا ہے اس اسم کا خاصہ یہ ہے کہ یہ کونین کو قلب سے نکالتا ہے۔

وظیفہ:۔ جو اسے روزانہ ہزار بار پڑھے اس کے دل سے مخلوق کے تصورات سٹ جائیں گے اور مخلوق میں سے کسی شے کا خوف اس کے دل پر نہ ہو گا۔ دنیا و آخرت کی بلاؤں کی اصل یہی شے ہے۔

حدیث شریف:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص سے سنا کہ وہ پڑھ رہا تھا اللھم انی اسئالک باسمک اللّٰہ الواحد الاحد الفرد الصمد

اَلَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ وَ لَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔

ترجمہ۔ اے اللہ میں تیرے اسم کے طفیل تجھ سے سوال کرتا ہوں تو اللہ واحد احد فرد صمد ہے وہ ہے جس نے نہیں جنا اور جنا نہیں گیا اور اس کا کوئی کفو نہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ شخص اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے واسطہ سے دُعا مانگ رہا ہے اسی لیے اس کی دُعا قبول ہوگی اور جو سوال کرے گا اسے دیا جائے گا۔ الارکعین الادریسیہ میں ہے یا واحد الباقی اول کل شئ و اٰخرہٖ۔ اے واحد باقی اور ہر شے کا اول و آخر۔

وظیفہ:۔ (۱) حضرت سہروردی نے فرمایا جس پر افکار ردیئہ کا بھرپور حملہ ہوتا ہے وہ اِسے بہت زیادہ پڑھے انشاء اللہ تعالیٰ افکار ردیئہ دفع ہو جائیں گے۔

(۲) جو شخص کسی حاکم وغیرہ سے خوفزدہ ہو تو اُسے چاہیئے کہ وہ اس اسم کو بعد نماز ظہر پانچسو (۵۰۰) بار پڑھے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے خوف سے محفوظ ہو جائے گا اور اس کے دکھ دُور ہو جائیں گے اور دشمن دوست بن جائیں گے۔

تفسیر عالمانہ: رب السمٰوٰت والارض وما بینہما۔ یہ اِنَّ کی دوسری خبر ہے یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں اور اُن کے اندر اور باہر رہنے والی چیزوں کا مالک ومربی ہے اور انھیں اپنے کمالات تک پہنچانے والا ہے۔ وَرَبُّ الْمَشَارِقِ۔ اور سورج کے مشارق کا رب ہے اور اس کے تین سو ساٹھ مشرق ہیں جن سے روزانہ ہر ایک میں طلوع کرتا ہے۔ اسی طرح اس کے مغارب کا حال ہے کہ غروب کے وقت روزانہ مختلف مقامات پر غروب کرتا ہے اسی لیے صرف مشارق پر اکتفا کیا گیا ہے یعنی جب اس کے مشارق تین سو ساٹھ ہیں تو ایسے ہی اس کے مغارب بھی تین سو ساٹھ ہیں اور رب المشرقین ورب المغربین۔ اس سے سرما و گرما کے مشارق ومغارب مجموعی طور مراد ہیں اور رب المشرق والمغرب سے مطلق جہت مشرق و مغرب مراد لی گئی ہے اور اسم رب کا اعادہ محض آثار ربوبیت کے اظہار کے لیے ہے کہ اس کا روزانہ کا تجدد اسی کی ربوبیت کی وجہ سے ہے جیسے ابھی مذکور ہوا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جمیع موجودات کا رب ہے اور اس کی ربوبیت ذاتی ہے اسے کسی نفع کی حاجت نہیں بخلاف مخلوق کی تربیت کے کہ اس میں مخلوق کو دوسرے کی تربیت میں اپنی منفعت بھی ملحوظ ہوتی ہے اور اس کی ربوبیت یعنی مالکیت وخالقیت وغیرہا عام ہے بخلاف تربیت کے کہ وہ خاص ہے اور اسی کے نوع کے ساتھ خاص ہوگی جس کے ساتھ تربیت کا تعلق ہوگا وہی اجسام کا مربی ہے جنھیں طرح طرح کی نعمتوں سے نوازتا ہے اور ارواح کا مربی ہے کہ ان کی اپنے لطف و کرم سے تربیت

Scanned with CamScanner

فرماتا ہے اور نفوس عابدین کی احکام شریعت اور قلوب مشتاقین کی آداب طریقت سے اور اسرار محبین کو انوارِ حقیقت سے تربیت فرماتا ہے۔ اسم رب دعاؤں کا عنوان ہے اسی لیے دعا مانگنے پر لازم ہے کہ وہ جیسے اسے زبان سے پکار رہا ہے ایسے ہی قلب کو بھی حاضر رکھے یہاں تک کہ اس کی دُعا مستجاب ہو۔ اے اللہ۔ اے ہمارے پروردگار بیشک تو ہی واحد لاشریک ہے تیری وحدت حقیقیہ ذاتیہ ہے اس میں کسی قسم کا انقسام نہیں ہماری توحید حقانی فناتی سری بنا ہمیں توحید مجازی سے بچا بیشک تو رب ہے کریم ہے رحیم ہے جیسے تو ہمارا رب اور خالق ہے ایسے ہی تو ہمارا مربی اور مولیٰ ہے تو ہی ہمیں اپنی مختلف نعمتوں میں مشغول فرما اور اپنے غیر سے فارغ کردے اور ہم پر اپنی ہر خیر و بھلائی نازل فرما۔

تفسیر عالمانہ:

انا زینا السماء الدنیا۔ بیشک ہم نے آسمان سے سنوارا ہے جو تمہارے اور ذہن کے قریب ہے لیکن بہ نسبت عرش کے بعید ہے اور الدنیا ادنی کی تانیث بمعنی اقرب ہے۔

بزینة۔ ساتھ زینت عجیبہ بدیعہ کے۔ الکواکب۔ مجرور ہے اور زینت سے بدل ہے لیکن یہاں پر زینت سے اسم مراد ہے یعنی وہ شے جس سے کسی شے کو سنوارا جائے مصدری معنی مراد نہیں اس لیے کہ ستارے خود اور ان کی وضع اور ان کا ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ہونا آسمان کے لیے ایک عجیب قسم کا سنگار ہیں۔

تفسیر صوفیانہ:

اس میں اشارہ ہے کہ زینت وہ شے ہے جسے ہر خاص و عام آنکھوں سے دیکھتا ہے نیز اس میں اسی خصوصی زینت کی طرف اشارہ بھی ہے جسے صرف خواص جانتے ہیں اور وہ ہے اس زینت کے احکام اور طریقے اور الکواکب (ستارے) آسمان سے ایسے معلق ہیں جیسے چھت میں قنادیل لٹکے ہوتے ہیں یا ان میں ایسے چسٹے ہوئے ہیں جیسے دروازوں اور صندوقوں میں میخیں گاڑی ہوئی ہیں اور کواکب کا آسمان دنیا کی زینت ہونے کا یہ معنیٰ نہیں کہ وہ واقعی آسمان میں مرکوز ہیں۔ ہمارے اس مقصد کے (ستاروں کا آسمان کے اُوپر یا دیگر آسمانوں میں ہونا) منافی نہیں اس لیے کہ آسمان سارے کے سارے صاف و شفاف ہیں اور ان کے اجرام آئینہ کی طرح ہیں اسی لیے اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ ستارے پہلے آسمان میں ہوں یا اُوپر والوں میں چونکہ وہ سب اسی پہلے آسمان میں ظاہر ہو کر چمکتے ہیں۔ اسی لیے انہیں صرف اسی کی زینت فرمایا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ تزیین کا تعلق چونکہ آنکھ سے ہے اسی لیے ہمیں اس سے غرض نہیں کہ زینت کے اصول آسمان دنیا میں ہوں یا دوسرے اور آسمانوں میں اور یہ قول اس مذہب پر ہے جو بعض اہل ہیئتہ کہتے ہیں کہ ثوابت آٹھویں آسمان میں مرکوز ہیں۔ اس کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

تفسیر عالمانہ:

وحفظًا من کل شیطٰن مارد۔ حفظًا کا منصوب ہونا زینت پر عطف کی وجہ سے ہے اسی لیے کہ معنیٰ ایسا عطف جائز ہے گویا کہا گیا ہے کہ انا خلقنا

Scanned with CamScanner

الکواکب زینۃ للسماء وحفظا برمی الشہب (یعنی ہم نے کواکب کو ایک تو آسمان کی زینت کے طور
پر پیدا فرمایا دوسرا اس سے چنگاری مارنے کا کام لیا جاتا ہے۔

من کل شیطان مارد۔ ہر شیطان مارد کو۔ مارد وہ ہے جو طاقت سے خارج اور ہر خیر و
بھلائی سے خالی ہو اسی لیے اس درخت کو امرد کہا جاتا ہے جس کے پتے جھڑ جائیں اور بے ریش لڑکے کو امرد
اسی لیے کہتے ہیں کہ اس کے چہرے وغیرہ پر بال نہیں ہوتے۔

تفسیر صوفیانہ: انا زینا السماء الخ میں سر کی طرف اشارہ ہے کہ وہ انسان کے بدن کے
لیے بمنزلہ آسمان کے اور مزین ہے۔
بزینۃ الکواکب۔ حواس سے مثلاً کان۔ آنکھ۔ ناک۔ زبان و دماغ وغیرہ وغیرہ۔ نیز یہ بھی کہا جا سکتا ہے
کہ آسمان دنیا کو ستاروں سے اور اولیاء کرام کے قلوب کو معارف و احوال کے ستاروں سے سنوارا۔ پھر جیسے آسمانوں
پر شیطانوں کو چنگاری مارنے کے لیے ستارے بنائے۔ ایسے ہی قلوب کو انوار توحید بخشا کہ جس وقت شیاطین
ان کے قریب جاتے ہیں تو انہیں انوار معارف سے سنگسار کیا جاتا ہے۔ کما قال۔ وحفظا من کل
شیطان مارد۔ یعنی شیاطین الانس سے قلوب عارفین کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔

حکایت: منقول ہے کہ حضرت ابو سعید خراز قدس سرہ نے ابلیس کو خواب میں دیکھ کر ارادہ فرمایا کہ اسے
ڈنڈا ماریں۔ ابلیس نے کہا کہ حضرت میں آپ کے ڈنڈے سے نہیں ڈرتا مجھے تو آپ کی معرفت
کے سورج سے ڈر ہے کیونکہ سے

ع بسوزد نور پاک اہل عرفان دیو ناری را

ترجمہ: اہل عرفان کا نور پاک ناری دیو کو جلا کر راکھ بنا دیتا ہے۔

تفسیر عالمانہ: لا یسمعون الی الملأ الاعلیٰ۔ ملاء الاعلیٰ کی باتیں نہیں سن سکتے تھے یسمعون
دراصل یستمعون تھا۔ تا کو سین میں ادغام کیا گیا ہے۔ اسے الی کے ساتھ متعدی
کرنے میں اشارہ ہے کہ یہ بمعنی الاصغاء ہے۔ الملاء اس جماعت کو کہتے ہیں جو ایک رائے پر مجتمع ہوں ان کے
اس اتفاق کو دیکھ کر لوگوں پر ہیبت طاری ہو اور ظاہراً باطناً اس کے اس اجتماع و اتحاد سے مرعوب ہوں یہاں
پر الملأ الاعلیٰ سے ملائکہ یا ان کے برگزیدہ یا حفظہ فرشتے مراد ہیں اور انہیں الاعلیٰ اس لیے کہا گیا ہے
کہ وہ بلندی آسمان میں سکونت پذیر ہیں اور جن وانس کو الملاء الاسفل کہا جاتا ہے اس لیے کہ وہ زمین میں سکونت
رکھتے ہیں اور یہ جملہ مستانفہ ہے اس میں ان کے حال کو بیان کیا گیا ہے جبکہ اس سے قبل ان کی حفاظت سماء
کا بیان تھا پھر تنبیہ ہے کہ وہ آسمان میں کس طرح حفاظت کرتے ہیں یعنی شیاطین آسمان کے حالات سے

Scanned with CamScanner

آگاہ نہیں ہوتے اور نہ ہی ملائکہ ملکوتیہ کے اسرار کی طرف جھانک کر دیکھ سکتے ہیں یعنی ان ملائکہ کے اسرار جو لوح محفوظ کی بعض باتیں ایک دوسرے کو سنتے سناتے ہیں۔

ویقذفون۔ اور پھینکے جائیں گے۔

حل لغات: القذف بمعنی الرمی البعید۔ اسی قذف بعید کو منظر دکھا کر کہا جاتا ہے۔ منزل قذفٌ و قذیفٌ منزل بعید اور کہا جاتا ہے قذفتہ بحجر۔ میں نے اس کی طرف پتھر پھینکا۔ اسی محاورہ سے ہے۔ قذفہ بالفجور۔ اس نے اس پر فجور کی تہمت لگائی۔ یعنی وہ شیاطین ہٹائے جائیں گے۔ **من کل جانب** آسمان کی ہر جانب سے جبکہ وہ شیاطین آسمان کی طرف چڑھنے کا ارادہ کریں گے۔ **دحورا۔** یہ قذف کی علت ہے۔

حل لغات: دحور بمعنی طرد ہے کہا جاتا ہے۔ دحرہ دحورًا۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی کو اپنے سے دور ہٹا دے۔

ولہم۔ اُن کے لیے (آخرت میں) یہ اس عذاب کے علاوہ اور عذاب ہوگا جو انہیں دنیا میں چنگاریوں کی سزا سے دوچار کیا گیا۔ **عذاب واصب۔** (دائمی عذاب جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔)

حل لغات: وصب الامر وصوبًا سے ہے بمعنی دائم (ہمیشہ رہا)۔ المفردات میں ہے الوصب بمعنی السقم اللازم (ہمیشگی کی بیماری)۔

الا من خطف الخطفۃ۔ گروہ جو اچانک حاصل کرے۔ یہ **یسمعون** کی واؤ جمع سے بدل ہے۔

حل لغات: الخطف بمعنی جلدی سے جھپٹنا یہاں کلام کو جلدی سے حاصل کرنا مراد ہے یعنی فرشتوں کے کلام کو جلدی سے چرا لیتے ہیں۔ ہمارے اس معنی کی تائید الخطفۃ کی الف لام سے ہوتی ہے یعنی ملاء الاعلیٰ کا کلام شیطانوں کی جماعت نہیں سن سکتی سوائے اس شیطان کے جو ایک بار جلدی سے کوئی ایک آدھ بات سن لے۔ **فاتبعہ۔** تو اس کے پیچھے لگتا ہے۔

حل لغات: ابن الکمال نے کہا کہ اتبعہ و تبعہ میں فرق یہ ہے کہ اتباع اس وقت بولتے ہیں جب دوسرا پہلے کے ساتھ ملنے کی طلب کرے اور تبعا تبعًا اس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی کو لے جائے اور وہ اس کے ساتھ چلے۔

شہاب۔ چنگاری۔

حل لغات: القاموس میں ہے کہ الشہاب بروزن کتاب بمعنی آگ کا چمکنے والا شعلہ۔ اس سے مراد وہ روشنی ہے جو آسمان سے ٹوٹ کر نکلتی ہے۔ **ثاقب۔** چمکدار۔ وہ روشنی جس پر گرے تو اسے چیر دے یعنی اس کی روشنی اتنی تیز ہے کہ گویا وہ خلا کو چیر دیتی ہے تو ایسے چیر دینے والے شیاطین کو سنگسار کیا جاتا ہے۔ جب

Scanned with CamScanner

وہ ملائکہ کی باتیں چرانے کے لیے آسمان پر چڑھتے ہیں۔

حدیث شریف: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہم حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاک محفل میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک ستارا ٹوٹا تو روشنی پھیلی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے پوچھا تم اسے زمانۂ جاہلیت میں کیا کہا کرتے تھے۔ سب نے کہا کہ ہم سمجھتے کہ کوئی عظیم حادثہ ہوا ہے یا کوئی عظیم شخصیت فوت ہو گئی ہے یا کوئی عظیم المرتبت لڑکا پیدا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ستارے نہ تو کسی کی موت پر ٹوٹتے ہیں نہ کسی کی حیات پر لیکن اللہ تعالیٰ جب کوئی فیصلہ فرماتا ہے تو عرش اور ساتوں آسمان والے تسبیح پڑھتے ہیں تو پھر ساتویں آسمان والے عرشیوں سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فیصلہ فرمایا ہے وہ انھیں اس کی خبر دیتے ہیں اس کے بعد چھٹے آسمان والے ساتویں سے پوچھتے ہیں ایسے ہی ہر آسمان والا پوچھتا ہے یہاں تک کہ پہلے آسمان تک وہ خبر پہنچتی ہے تو اسے جنات سننے کی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے انھیں چنگاریوں کے ذریعے بھگایا جاتا ہے۔ ہاں جو خبر صحیح طور سن کر بیان کرتے ہیں تو وہ حق ہے لیکن اس میں جو جھوٹ مرچ کا اضافہ کرتے ہیں وہ قابلِ عمل نہیں۔ اس کے بعد جو ان کا صدق ظاہر ہوتا ہے وہ وہی ہے جو انہوں نے فرشتوں سے سنا اور وہ جو جھوٹ ظاہر ہوتا ہے وہ ان کا اپنا اضافہ ہوتا ہے۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ یہ بات زمانۂ جاہلیت میں تھی لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد اس کی حفاظت اور رکاوٹ میں سختی فرمائی گئی یہاں تک کہ آپ کی بعثت کے بعد وہ تھوڑی سی بات بھی نہیں سن سکتے۔

فائدہ: بعض نے کہا زمانۂ جاہلیت میں جنات کا آسمان سے سننے کا طریقہ یہ تھا کہ جن ایک دوسرے پر چڑھ کر آسمان تک پہنچ کر بات سنتے پھر وہ اپنے سے نیچے والے کو سناتے یہاں تک کہ وہی خبر کاہنوں کو بتلاتے۔ اس کے بعد انھیں ستاروں کو چنگاریوں کی طرح مارنے کا پروگرام بنایا گیا یہاں تک کہ ستاروں کی سنگساری میں خطا نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس سنگساری سے بعض جنات مر جاتے ہیں بعض کے بعض اعضاء جل جاتے ہیں بعض کی عقل فاسد ہو جاتی ہے۔ بعض کو چنگاری آسمانی بات سننے سے پہلے گھیر لیتی ہے۔ بعض موقعہ پر وہ اتفاق کر لیتے ہیں تو پھر انھیں چنگاری پکڑ لیتی ہے یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات جنات چنگاریوں سے مارے جاتے اور بعض اوقات بچ نکلتے اسی لیے وہ آسمانی بات چرانے سے باز نہ رہتے جیسے دریائی سفر سے تجارت کرنے والا کہ کبھی وہ موج میں گھر جاتا ہے اور کبھی بچ جاتا ہے اسی لیے سلامتی کی امید پر پھر دریائی سفر کرتا ہے۔

سوال: شیاطین تو ناری ہیں پھر انھیں آگ کیسے جلاتی ہو گی۔

Scanned with CamScanner

وہ صرف آگ سے پیدا نہیں جیسے انسان صرف مٹی سے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اس میں اور عناصر بھی ہیں اسی لیے جیسے انسان کو مٹی کا ڈھیلا ضرر پہنچاتا ہے ایسے ہی شیاطین کو آگ ضرر پہنچاتی ہے

جواب:- علاوہ ازیں جب آگ بہت زیادہ ہو تو کمزور آگ کو جلا کر راکھ بنا دیتی ہے۔

فائدہ:- شہاب سے وہ آگ کا شعلہ مراد ہے جو سورج سے نکلتا ہے یہ نہیں کہ وہ ستارہ خود گرتا ہے اس لیے کہ ستارہ تو آسمان میں ویسے ہی رہتا ہے جیسے پہلے تھا۔

فائدہ:- فلاسفہ نے کہا کہ شہاب ناری اجزاء ہیں جو آسمان پر بخارات کے چڑھنے سے خلا میں حاصل ہوتے ہیں اور وہ آسمان کے متصل نہیں ہوتے بلکہ آگ سے ہوتے ہیں۔

فائدہ:- بعض مشائخ نے فرمایا کہ آسمان و زمین کے درمیان اثیر نہ ہوتے تو یہ حیوانات بچ سکتے نہ نباتات اور نہ ہی زمین میں کوئی خزانہ باقی رہتا اس لیے کہ آسمان دنیا میں بلا کی سردی ہے۔ یہی اثرات عالم دنیا کو گرم کر دیتی ہے تاکہ دنیا میں رہنے والے آسانی سے زندگی بسر کر سکیں اور یہ اثیر آگ کا رکن ہے جو ہوا کو متصل ہے اور ہوا حار اور رطب ہے اور چونکہ ہوا میں رطوبت ہے جب وہ اثیر کے متصل ہو کر اس میں اثر انداز ہوتی ہے اس لیے اس کی حرکت سے ہوا کی رطوبت کے بعض حصے سے شعلہ اٹھتے ہیں ان سے ستاروں کے شکل کی چنگاریاں ظاہر ہوتی ہیں۔ دراصل وہ جلی ہوئی ہوا ہوتی ہے جسے ہم شعلے سمجھتے ہیں اور یہ بہت جلد مٹ جاتے ہیں اگر کسی کو اس کی تحقیق چاہیئے تو آگ پر پنکھا ہلاؤ تو اس سے تاگے کی تاروں کی طرح چنگاریاں اڑتی ہیں جنہیں ہم آنکھوں سے دیکھتے ہیں پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ چنگاریاں بجھ جاتی ہیں یہی ستارے نظر آنے والے دراصل وہی چنگاریاں ہیں جن سے شیطانوں کو سنگسار کیا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔

فلاسفہ اور حکمائے اسلام کے اقوال کی تطبیق

فائدہ:- بعض مشائخ نے فرمایا کہ آسمان پر چمکنے والی جسے زمین والوں کو ستارہ معلوم ہوتی ہے وہ دو قسم ہے:-

۱۔ وہ جو دائمی اور غیر منقطع ہو اس میں تغیر و فساد نہیں آتا یہی وہ ستارے ہیں جو افلاک میں مرکوز ہیں۔

۲۔ وہ جنہیں بقا نہیں بلکہ چند لمحات کے بعد ختم ہو جاتی ہے اور یہ روشنی ان بخارات سے پیدا ہوتی ہے جو زمین سے آسمان کی طرف اٹھتے ہیں جیسے فلاسفہ نے کہا یا سوائے اثیر کی تحریک اور ان کے شعلوں سے جیسے مشائخ اسلام نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ یہی بخارات والی روشنی شیاطین کے رجوم ہوں۔

صاحب روح البیان کی تحقیق:- صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا کہ مشائخ کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ بخارات سے ستارے پیدا ہوتے ہیں یہی شیطان

Scanned with CamScanner

کے رجوم بنتے ہیں یہ اس کے منافی نہیں کہ کہا جاتا ہے کہ ستارے افلاک میں مرکوز ہیں یا وہ ملائکہ کے ہاتھوں میں ایسے ہیں جیسے مساجد میں قنادیل یا آسمانوں میں سوراخ ہیں یا سورج کی کرنوں میں جیسا کہ اہلِ حقیقت و اہلِ ظواہر کا مذہب ہے۔

ستاروں کا کام: قتادہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو تین اُمور کے لیے پیدا فرمایا:

۱۔ زینتِ سماء۔

۲۔ رجوماً للشیطان۔

۳۔ ان کے ذریعے اہلِ دنیا راستے طے کر کے منزلِ مقصود تک پہنچیں۔ جو ان تین اُمور کے علاوہ کچھ اور بیان کرتا ہے تو جو کچھ کہتا ہے وہ اس کا اپنا نظریہ ہے۔

سبق: طالبِ حق پر لازم ہے کہ نورِ توحید و عرفان سے شیطان کو رجم کرے تاکہ شیطان اس کے دل کو نہ گھیرے پھر اسے ملاءِ اعلیٰ تک پرواز نصیب ہوگی ؎

گاہ گوئی اعوذ و گہ لاحول
فعلت بود مکذب قول

ترجمہ: کبھی اعوذ سے کبھی لاحول سے شیطان کو بھگاتا ہے لیکن افسوس کہ تیرا فعل تیرے قول کے خلاف ہے۔

بحقیقت بسوز شیطان را
ساز از نور حال درماں را

ترجمہ: حقیقی طور شیطان کو بھگاتا ہے نورِ حال سے اور اس طرح اپنا علاج کر۔

تفسیر عالمانہ: فاستفتہم۔ ان سے پوچھئے۔ یہ خطاب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور ضمیر مشرکین عرب کی طرف راجع ہے۔ استفتاء بمعنی کسی کا پوچھنا۔

حل لغات: الفتیا و الفتوی بمعنی مشکل احکام کا جواب دینا مثلاً کہا جاتا ہے استفتیتہ فافتانی ھکذا۔ میں نے اس سے مشکل سوالات کیے تو اس نے مجھے ایسے ایسے جواب دیا۔ بعض نے کہا کہ فتویٰ کا جواب فتی ہے بمعنی قوی نوجوان اور فتوی کو اس لیے اس نام سے موسوم کرتے ہیں کہ مفتی واقعہ کا مضبوط جواب دیتا ہے۔ اس کی جمع فتاوی (بالفتح) آتی ہے یہاں پر استفتاء بمعنی استخبار ہے۔ جیسے اہلِ کہف کے واقعہ میں ہے وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِنْهُمْ أَحَدًا۔ یہاں استفہامیہ سوال نہیں بلکہ انھیں توبیخ مطلوب ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کو زجر و توبیخ کر کے بطور حجت سوال کیجئے۔

Scanned with CamScanner

اھم اشد خلقاً ۔ کیا وہی زیادہ مضبوط ہیں تخلیق کے لحاظ سے یا خالق کائنات کما قال ام من ۔ یا وہ جو کہ خلقنا ۔ ہم نے پیدا کیے ملائکہ اور آسمان اور زمین اور جو اُن کے درمیان ہے اور مشارق و مغارب کواکب اور شہب ثاقب اور شیاطین سرکش۔

ذوی العقول کی تغلیب پر مَنْ لایا گیا ہے۔

فائدہ :- انا خلقنا ھم ۔ ہم نے اُن کے اصل کو یعنی آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور یہ اُن کی نسل سے ہیں من طین لازب ۔ دگارے سے جو چپکنے والا ہے) یعنی وہ مٹی جو ہاتھوں کو چمٹ جائے جس میں ریت نہ ہو المفردات میں ہے کہ اللازب بمعنی الثابت یعنی شدید الثبوت ۔ کبھی لازب بول کر واجب بھی مراد لیا جاتا ہے جیسے ضربۃ لازب ۔ بمعنی واجب ۔ باء میم سے بدل کر آئی ہے ۔ یہ دراصل لازم تھا جیسے مکۃ اور بکۃ (کشف الاسرار) اس سے معاد کا اثبات ہے اور وہ جو اسے محال سمجھتے ہیں ان کا رد کرنا مطلوب ہے۔

دلائل بعثت مرنے کے بعد :- اثبات کی تقریر یوں ہوگی کہ قیامت میں نہ اُٹھنے کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں :-

١۔ مادہ میں قابلیت نہ ہو۔

٢۔ فاعل کو قدرت نہ ہو۔

مادہ کی قابلیت موجود ہے اس لیے کہ ان کا مادہ طین لازب ہے اور وہ جزء مائی[1] کو جزء ارضی[2] کے ملانے سے حاصل ہوتا ہے اور وہ دونوں مادے موجود ہیں اور ان دونوں کو آپس میں ملنے کی قابلیت بھی پائی جاتی ہے اور فاعل کی قدرت کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو ذات ان سے بڑے بڑے کاموں کے ایجاد پر قادر ہے تو وہ بطریق اولیٰ قدرت رکھتی ہے کہ معمولی شے کو پیدا فرمائے مثلاً انسان کی تخلیق اور اس کا اعادہ ایسے ہی اسے طین لازب سے بنانا جب اسے وہ ابتداءً بنانے کی قدرت ہے تو لوٹانے پر بھی قدرت رکھتا ہے اور اس کی قدرت ذاتی ہے اسے کبھی تغیر نہیں ہوتا اس کی قدرت جملہ مخلوقات کے لیے برابر ہے جیسے سورج جب طلوع کرتا ہے تو اس کا نور جملہ موجودات کے ذرات پر برابر پڑتا ہے۔

ع کا نیک کہ ز عدم سوئے وجود آمدہ ایم

ترجمہ :- ہم جو عدم سے وجود میں آئے ہیں یہ اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

---

[1] پانی والی۔

[2] مٹی والی۔

Scanned with CamScanner

حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

بامرش وجود از عدم نقش بست
کہ داند جز او کردن از نیست ہست

ترجمہ: اس کے حکم سے وجود نے عدم کا وجود پایا۔ کون جانتا ہے اس کے سوا نیست سے ہست کرنا۔

دگر رہ بکتم عدم در برد
و از آنجا بصحرائے محشر برد

ترجمہ: دوبارہ وہ عدم کے پردہ میں لے جائے گا وہاں سے محشر کے جنگل میں پہنچائے گا۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ انسان کے گارہ کا خاصا ہے کہ اس میں لذوب ولصوق ہے جو شے اس کے موافق ہوتی ہے اسے چمٹ جاتا ہے بعض کو دنیا راس آئی تو دنیا کو چمٹ گئے اور بعض کو آخرت تو وہ آخرت کو اور بعض کو نفحات الطاف حق سے اُنس ہوا تو وہ ان سے مانوس ہوئے اور لیسے کہ ان نفحات نے انھیں پگھلا کر رکھ دیا یہاں تک کہ اپنی ہویت نے انھیں اپنی انانیت سے خالی بنا دیا۔ جیسے سورج کی گرمی برف کو پگھلا کر اسے اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ بڑا خوش قسمت ہے وہ انسان جو غیر اللہ سے متعلق نہ ہوا۔

حضرت حافظ قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود
ز ہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است

ترجمہ: میں اس انسان کی ہمت پر قربان جو نیلے گنبد کے نیچے رہ کر ہر طرح کے تعلق سے آزاد ہے۔

تفسیر عالمانہ: بل عجبت ویسخرون۔ بلکہ تعجب کرتے ہو اور وہ ٹھٹھا کرتے ہیں۔ سعدی مفتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ امر استفتاء سے اعراض ہے یعنی ان سے سوال نہ کیجئے اس لیے کہ وہ معاند و مکابر ہیں۔ ان سے استفتاء کا کیا فائدہ۔ آپ میں اور ان میں بہت بڑا فرق ہے اس لیے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی جمیع مصنوعات و مخلوقات سے اس قدرت کا اقرار ہے اور انہیں قیامت کی حاضری کا انکار ہے بلکہ وہ مرنے کے بعد اُٹھنے کے اظہار عقیدہ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین کرنے سے ہنستے اور ٹھٹھا مخول کرتے ہیں۔

شانِ نزول: حضرت قتادہ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول قرآن کے بعد کفار کے انکار سے تعجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان نعمت عطا فرمائی ہے لیکن بدقسمت اسے بجائے سینے سے لگانے کے انکار در انکار کر رہے ہیں۔ آپ اسی خیال [illegible] تھے کہ جو بھی قرآن سنے گا بجرد سننے کے خوش ہوگا

لیکن جب مشرکین نے سُنا تو اُٹھ بیٹھے اور ماننے سے انکار کر دیا اس سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تعجب ہوا اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے فرمایا (بل عجبت ویسخرون)۔

حل لغات: السخریۃ بمعنی الاستہزاء ہے۔ العجب والتعجب وہ حالت جو کسی سبب سے انسان کو بوقت جہل عارض ہو۔ اسی لیے بعض حکماء نے فرمایا عجب وہ ہے جس کا سبب معلوم نہ ہو اسی لیے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے لیے جائز نہیں کیونکہ وہ علام الغیوب ہے اس سے کوئی شے مخفی نہیں۔

ازالہ وہم: اللہ تعالیٰ کے لیے عجب کا استعمال ہوا ہے تو وہاں یا تو بمعنی انکار شدید و مذمت ہے جیسا کہ ایک قراۃ میں اسی آیت میں عجبت بضم التاء آیا ہے یا بمعنی استحسان و رضا کے آتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے، تمہارا پروردگار اس نوجوان سے تعجب کرتا ہے جس میں نہ بچپنہ ہے نہ تکبر و سرکشی۔

فائدہ: فتح الرحمٰن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تعجب کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ متعجب منہ کی تعظیم یا تحقیر ظاہر فرماتا ہے یہاں تک کہ لوگ اس سے تعجب کریں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

حضرت جنید قدس سرہٗ سے اس آیت کا معنیٰ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موافقت میں فرمایا کما قال "وان تعجب فعجب قولہم" وہ بات ویسے ہی ہے جیسے آپ فرماتے ہیں۔

دیگر جواب: المفردات میں ہے کہ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ ان کے قیامت میں اُٹھنے کے انکار سے تعجب کرتے ہیں اس لیے کہ آپ کو اس کے وقوع کا تحقق ہے اور آپ کو اعلیٰ درجہ کا عرفان حاصل ہے اور وہ اپنی جہالت کے پیشِ نظر اس پر ٹھٹھا مخول کرتے ہیں۔

فائدہ: بعض قراۃ میں بل عجبت بضم التاء آیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے تعجب کا حقیقی معنیٰ نہیں بلکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جو کچھ میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہا جائے گا وہ عجیب ہے یا عجبت بمعنی انکرتُ ہے جیسے اتعجبین من امر اللہ ہیں عجب بمعنی انکار ہے۔ (یعنی کیا تو نے امرِ الٰہی سے انکار کیا۔)

تفسیر عالمانہ: واذا ذکروا۔ اور اُن کی ہمیشہ عادت رہی ہے کہ انہیں جتنی بھی وعظ و نصیحت کی جائے لا یذکرون نہیں مانتے۔ اس میں اشارہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو کامل طور پر بھلا دیا ہے کہ نہ خود یاد کرتے ہیں اور نہ ہی یاد لانے پر کچھ ان پر اثر پڑتا ہے۔ واذا راوا اٰیۃ۔ اور جب وہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں جو قیامت میں اُٹھنے کے قائل کی تصدیق کرتا ہے یستسخرون (۲) تو پھبتیاں اُڑاتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

استسخار بمعنی استہزاء کرنا۔ اس کا سین اور تا مبالغہ و تاکید کی ہے یعنی استہزاء اور ٹھٹھا

حل لغات: تخول میں مبالغہ کرتے ہیں یا اپنے اصل مطلب کے معنی میں ہے یعنی ایک دوسرے کو ملا کر ٹھٹھا تخول کرتے ہیں۔ **وقالوا ان هذا۔** اور کہتے ہیں نہیں ہے یہ۔ ان نافیہ ہے بمعنی **ما** اور یہ لوگ آیات باہرہ دیکھ کر کہتے ہیں یہ نہیں جو ہم نے دیکھا۔ **الا سحرٌ مبین۔** مگر جادو ظاہر یعنی یہ وہ شے ہے جس کا جادو ہونا ظاہر ہے۔

صوفیاء کے منکرین: آیت میں اشارہ ہے کہ اہل انکار جب کسی اللہ والے کو دیکھتے ہیں (جو کہ وہ بھی آیت من آیات اللہ ہوتا ہے) تو اس کے ساتھ ٹھٹھا تخول کرتے ہیں۔ اسے ماننے کے بجائے کہتے ہیں یہ کرامات جو ہمارے ہاں لایا ہے یہ تو جادو ہے۔ دراصل انکار اولیاء کی وجہ سے ان کی پہچاننے والی آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے اسی لیے وہ اُلٹا اسے گمراہ کہتے ہیں (جیسے وہابی نجدی اولیاء کرام کو کہتے ہیں)۔

چوں نباشد چشم ویراں نورِ جاں
گفتگوئے وجہ باقی شد خیال

ترجمہ: جب اس کی آنکھ کی جان میں نور ہی نہیں تو ایسے تو گفتگو کرنا صرف خیالی بات ہے۔

تفسیر عالمانہ: **ءاذا۔** کیا ہم مرنے کے بعد اٹھیں گے جبکہ **متنا۔** ہم مر جائیں گے **وکنا ترابا۔** اور ہو جائیں گے مٹی۔ **وعظاما۔** اور ہڈیاں بے گوشت و پوست یعنی ہمارے اجسام کے بعض اعضاء مٹی اور بعض اجزاء ہڈیاں ہو جائیں گے۔ ترابا کی تقدیم اس لیے ہے کہ تمام گلے سڑے اجزاء مٹی ہو جاتے ہیں **ءانا لمبعوثون۔** کیا ہم مرنے کے بعد اٹھائے جائیں گے یعنی ہم نے مرنے کے بعد اٹھنا ہی نہیں۔ یہ ہمزہ انکاری ہے اس سے نفی مراد ہے ظرف کی تقدیم بعث کے انکار کی تقویت کے لیے ہے تاکہ مکمل طور انکار ظاہر ہو۔ **او اٰباؤنا الاولون۔** اور ہمارے آباؤ اجداد جو پہلے گزرے۔ ہمزہ استفہامیہ ہے واؤ عاطفہ ہے اور اٰباؤنا مرفوع علی الابتداء اور اس کی خبر محذوف ہے یہ سیبویہ کا مذہب ہے۔ اب معنٰی یہ ہوا کہ ہمارے آباؤ اجداد جو زمانہ سابقہ میں مر چکے ہیں کیا وہ بھی اٹھائے جائیں گے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ یہ امر بالکل بعید از قیاس ہے وہ یہ سمجھتے تھے کہ انھیں مرے ہوئے عرصہ گزرا اور قیامت کے وقوع کو بہت بڑی دیر ہے اسی لیے یہ امر محال ہے کہ وہ بھی قیامت میں اٹھائے جائیں گے۔ **قل۔** انھیں مسکت جواب دیجئے کہ **نعم وانتم داخرون۔** ہاں یوں کہ ذلیل ہو کر۔

حل لغات: نعم بفتحتین: ایجاب استخبار کے جواب میں واقع ہے جو نفی سے خالی ہو اور اس کلام کے

(بقیہ بر صفحہ ۱۷۹)

Scanned with CamScanner

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ○

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ○ وَقِفُوْهُمْ

اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ○ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ○ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ

مُسْتَسْلِمُوْنَ ○ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ○ قَالُوْا

اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ○ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا

مُؤْمِنِيْنَ ○ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بَلْ

كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ○ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ○

فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ○ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ

مُشْتَرِكُوْنَ ○ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ○ اِنَّهُمْ

كَانُوْآ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ○ وَيَقُوْلُوْنَ

اَئِنَّا لَتَارِكُوْآ اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ○ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ

الْمُرْسَلِيْنَ ○ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ○ وَمَا تُجْزَوْنَ

اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ○ اُولٰٓئِكَ

لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ○ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ○ فِىْ جَنّٰتِ

النَّعِيْمِ ○ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ○ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ

مَّعِيْنٍ ○ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ○ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا

يُنْزَفُوْنَ ○ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ○ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ

مَّكْنُوْنٌ ○ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ○ قَالَ

قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّىْ كَانَ لِىْ قَرِيْنٌ ○ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ

الْمُصَدِّقِيْنَ ○ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا

لَمَدِيْنُوْنَ ○ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ○ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ

Scanned with CamScanner

فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ○ قَالَ تَاللَّهِ إِنْ كِدْتَ لَتُرْدِينِ ○
وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ○ أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ ○
إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ○ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ
الْعَظِيمُ ○ لِمِثْلِ هَٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ ○ أَذَٰلِكَ خَيْرٌ نُزُلًا
أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ○ إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ ○ إِنَّهَا
شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ○ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ○
فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ○ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا
لَشَوْبًا مِنْ حَمِيمٍ ○ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ ○ إِنَّهُمْ
أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ○ فَهُمْ عَلَىٰ آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ ○
وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ○ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ
مُنْذِرِينَ ○ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ○
إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ○

ترجمہ :- انکو ظالموں اور ان کے جوڑوں کو اور جو کچھ وہ پوجتے تھے۔ اللہ کے سوا ان سب کو ہانکو راہ دوزخ کی طرف اور انھیں ٹھہراؤ ان سے پوچھنا ہے تمھیں کیا ہوا ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے بلکہ وہ آج گردن ڈالے ہیں اور ان میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا آپس میں پوچھتے ہوئے بولے تم ہمارے داہنی طرف سے بہکانے آتے تھے۔ جواب دیں گے تم خود ہی ایمان نہ رکھتے تھے اور ہمارا تم پر کچھ قابو نہ تھا بلکہ تم سرکش لوگ تھے تو ثابت ہو گئی ہم پر ہمارے رب کی بات ہمیں ضرور چکھنا ہے تو ہم نے تمھیں گمراہ کیا کہ ہم خود گمراہ تھے تو اس دن وہ سب کے سب عذاب میں شریک ہیں۔ مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔ بے شک جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اونچی کھینچتے تھے اور کہتے تھے کیا ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انھوں نے رسولوں کی تصدیق فرمائی۔ بیشک تمھیں ضرور دکھ کی مار چکھنی ہے تو تمھیں بدلا نہ ملے گا مگر اپنے کیے کا۔ مگر

Scanned with CamScanner

جو اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں ان کے لیے وہ روزی ہے جو ہمارے علم میں ہے میوے اور ان کی عزت ہوگی چین کے باغوں میں تختوں پر ہوں گے آمنے سامنے۔ ان پر دورہ ہو گا نگاہ کے سامنے بہتی شراب کے جام کا۔ سفید رنگ پینے والوں کے لیے لذت۔ نہ اس میں خمار ہے اور نہ اس سے ان کا سر پھرے اور ان کے پاس ہیں جو شوہروں کے سوا دوسری طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھے گا۔ بڑی آنکھوں والیاں گویا وہ انڈے ہیں پوشیدہ رکھے ہوئے۔ تو ان میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے۔ ان میں سے کہنے والا بولا میرا ایک ہم نشین تھا۔ مجھ سے کہا کرتا کیا تم اسے سچ مانتے ہو۔ کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہمیں جزا سزا دی جائے گی۔ کہا کیا تم جھانک کر دیکھو گے پھر جھانکا تو اسے بیچ بھڑکتی آگ میں دیکھا۔ کہا خدا کی قسم قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک کر دے اور میرا رب فضل نہ کرے تو ضرور میں بھی پکڑ کر حاضر کیا جاتا تو کیا ہمیں مرنا نہیں مگر ہماری پہلی موت اور ہم پر عذاب نہ ہو گا بیشک یہی بڑی کامیابی ہے ایسی ہی بات کے لیے کامیوں کو کام کرنا چاہیئے تو یہ مہمانی بھلی یا تھوہر کا پیڑ بیشک ہم نے اسے ظالموں کی جانچ کیا ہے۔ بے شک وہ ایک پیڑ ہے کہ جہنم کی جڑ میں نکلتا ہے اس کا شگوفہ جیسے دیوؤں کے سر۔ پھر بیشک وہ اس میں سے کھائیں گے پھر اس سے پیٹ بھریں گے پھر بیشک ان کے لیے اس پر کھولتے پانی کی ملونی ہے۔ پھر ان کی بازگشت ضرور بھڑکتی آگ کی طرف ہے۔ بیشک انھوں نے باپ دادا گمراہ پائے تو وہ انھیں کے نشان قدم پر دوڑے جاتے ہیں۔ اور بیشک ان سے پہلے بہت سے اگلے گمراہ ہوئے اور بیشک ہم نے ان میں ڈر سنانے والے بھیجے تو دیکھو ڈرائے گیوں کا کیسا انجام ہوا مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے۔

بقیہ ص ۱۷۱

رد کے لیے جو حرف استفہام کے بعد ہو اور یہ خطاب تغلیباً [illegible] اور اُن کے آباد کو ہے۔ الدخور بمعنی بدترین ذلت وخواری مثلاً ادخر تہ فدخر۔ میں نے اسے ذلیل کیا تو وہ ذلیل وخوار ہوا۔ یہ جملہ فاعل سے حال ہے جیسا کہ نحم سے معلوم ہوتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہے کہ اے کافرو! تم سب کے سب کے قیامت میں اُٹھنے کا حکم فرمائے گا تو ایک ہی جھڑک دے کر تمھیں اُٹھائے گا۔ یا یہ کہ تم قیامت کے اُٹھنے کو مشکل نہ سمجھو اس لیے کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی ایک جھڑکی سے ہی قائم ہو جائے گی۔

حل لغات: الزجرۃ بمعنی الصیحۃ بہ۔ زجر الراعی غنمہ او ابلہ۔ سے ہے یہ اُس وقت بولتے ہیں جب چرواہا بکری یا اونٹ کو آواز دے کر جھڑکے یہ نفخہ ثانیہ کے وقت ہوگا۔ فاذا ھم پس اچانک وہ۔ یہ اذا مفاجات کا ہے اور ضمیر مشرکین کی طرف ہے ہے۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ یہ ضمیر جملہ

Scanned with CamScanner

مخلوق کی طرف راجع ہے یعنی اچانک وہ اپنی قبروں میں زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ ینظرون حیران ہو کر دیکھتے رہیں گے یا اس انتظار میں ہوں گے کہ نامعلوم ان کے ساتھ کیا ہوگا۔ وقالوا یاویلنا اور کہیں گے ہائے ہائے۔

حل لغات:۔ الویل بمعنی الھلاک یعنی کہیں گے اے ہلاکت وتباہی حاضر ہوجا یہی تیری حاضری کا وقت ہے۔ کاشفی نے ترجمہ لکھا کہ افسوس ہمارے اوپر ھذا یوم الدین یہی جزا کا دن ہے۔ یہ اُن کی ہلاکت کے بلانے کی تعلیل ہے جسے جملہ مستانفہ کے طور بیان کیا گیا ہے یعنی یہ وہ دن ہے جس میں ہمارے اعمال کی ہمیں جزا وسزا دی جائے گی یہ اس وقت ہے جب قیامت کا مشاہدہ کریں گے تو انہیں مابعد کے واقعات کا یقین ہو جائے گا۔ پھر انہیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرشتے کہیں گے ھذا یوم الفصل)۔ یہ وہی فیصلہ کا دن ہے یا یہ وہی دن ہے جس میں ہدایت وگمراہی کا فرق ظاہر ہوگا۔ الذی کنتم بہ تکذبون۔ جس کی تم تکذیب کرتے اور کہتے تھے کہ وہ جھوٹ ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں۔

تفسیر عالمانہ:۔

احشروا الذین ظلموا۔ جمع کروانہیں جنہوں نے ظلم کیا۔

حل لغات:۔ الحشر بمعنی البعث وبمعنی الجمع وبمعنی السوق۔ یہاں پر یہی معنی مراد ہے پہلا معنی مراد نہیں جیسا کہ مخفی نہیں۔ الظالمین سے مشرکین مراد ہیں یعنی اللہ تعالیٰ ملائکہ کرام سے فرمائے گا کہ جن لوگوں نے دنیا میں شرک کر کے اپنے نفسوں پر ظلم کیا انہیں جمع کر کے۔

وازواجھم:۔ اور ان جیسوں دیگر مشرکوں کافروں منافقوں مجرموں کو یعنی بت پرستوں کو بت پرستوں کے ساتھ اور ستارہ پرستوں کو ستارہ پرستوں کے ساتھ اور یہود کو یہودیوں کے ساتھ اور نصاریٰ کو نصاریٰ کے ساتھ اور مجوس کو مجوسیوں کے ساتھ غرضیکہ ہر اہل ملت اپنی ملت والوں کے ساتھ اٹھیں گے اور یہ بھی جائز ہے کہ یہاں ازواج سے اُن کی وہ عورتیں مراد ہوں جو اُن کی ہم ملت تھیں یا اس سے وہ شیطان اور اُن کے ساتھی مراد ہیں اس لیے کہ ہر کافر اس کے ساتھ ایک ہی زنجیر میں جکڑا جائے گا۔

وماکانوا یعبدون من دون اللہ۔ اور وہ جو ماسوی اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ من دون اللہ سے بت وغیرہ مراد ہیں۔ انہیں بتوں کے ساتھ جہنم میں اس لیے ڈالا جائے گا تاکہ انہیں زیادہ حسرت اور بہت زیادہ رسوائی ہو۔

فاھدوھم الی صراط الجحیم۔ اور انہیں دوزخ کی طرف ہانکو۔ یہ ضمیر ظالموں کی طرف کا راستہ ان کی ازواج اور ان کے معبودوں کی طرف راجع ہے یعنی انہیں جہنم کا راستہ بتاؤ اور اس طرف متوجہ کرو ایسا ان کے ساتھ تہکم مطلوب ہے۔

Scanned with CamScanner

بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں پر ظالم سے ہر طرح کے ظالم مراد ہیں یعنی وہ جس نے اپنے نفس پر ظلم **فائدہ:** کیا یا۔ اس معنیٰ پر اب معنیٰ یہ ہوگا کہ ہر شرابی اپنے ساتھی شرابی کے ساتھ اور ہر زانی اپنے ساتھی زانی کے ساتھ اور ہر اہلِ ریاء اپنے ساتھی اہل ریاء کے ساتھ اُٹھے گا۔ ایسے ہر جنس کا مجرم اپنے مجرم ساتھی کے ساتھ۔

حکایت: ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک قدس سرہٗ سے عرض کی کہ میں درزی ہوں کبھی ظالموں کے کپڑے سینے پڑتے ہیں کیا میں بھی ان ظالمین کے ساتھیوں میں شمار ہوں گا۔ آپ نے فرمایا: صرف تو بلکہ وہ لوگ جو ان کے کپڑوں کے لیے تاگے اور سوئی تیار کرتے ہیں وہ بھی قیامت میں ان کے ساتھ ہوں گے۔

مسئلہ: جوتے فروش (موچی) اور درزی کو مکروہ ہے کہ فاسقوں کی ساخت کا کام کر کے قیمت زیادہ وصول کریں اس لیے کہ یہ بھی معصیت پر اعانت میں شامل ہے۔

حکایت: منقول ہے کہ ایک بار حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کو جیل میں ڈالا گیا۔ ایک ظالم آپ کے پاس آیا اور عرض کہ مجھے قلم بنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں تجھے قلم بنا دوں تو اعانت پر معصیت ہو گی اور پھر میں قیامت میں کہیں احشروا الذین ظلموا وازواجھم میں شمار نہ ہو جاؤں۔ یہاں پر ازواج سے اتباع و اعوان و اقران اور ان کے افعال میں اقتدار کرنے والے مراد ہیں۔

امراؤ القیس صاحب معلقہ اولیٰ کا حال

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں جہنم کی طرف لواء الشعر کا قائد امراء القیس ہو گا (تذکرۃ القرطبی)

یار ظالم مباش تا نشوی
روز حشر از شمارۂ ایشاں

ترجمہ: ظالم کا یار نہ ہو تاکہ قیامت میں تجھے اس کے ساتھ نہ اُٹھایا جائے۔

بد مذہب کے ساتھ دوستی کا انجام

منقول ہے کہ حضرت ابن المبارک قدس سرہٗ کو ان کے وصال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ آپ کے ساتھ آپ کے پروردگار نے کیا کیا آپ نے فرمایا مجھے میرے رب تعالیٰ نے عتاب فرمایا ہے اور تین دن تک مجھے ٹھہرائے رکھا صرف اسی وجہ سے کہ میں نے ایک دن مبتدعٌ (بدمذہب) کی طرف نظرِ شفقت سے دیکھا تو

ف جس نے بد عقیدہ گھڑا ہو جیسے قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا یا اسمٰعیل دہلوی نے لکھا کہ نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال مغلوظ اور گدھے کے خیال سے بدتر ہے۔ اویسی غفرلہٗ

اللہ تعالیٰ نے مجھے عتاب فرمایا کر تو نے میرے دشمن سے اظہار عداوت کیوں نہ کی۔

ہمارے وہ عزیز غور فرمائیں جو بدمذہبوں کے ساتھ بیٹھتے اور میل جول رکھتے اور ان سے تعلق جوڑتے اور صلح کلی بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین**[ل] **سبق**:۔

مسئلہ: الروضہ میں ہے کہ فاسق کی دعوت قبول کرنی چاہیئے لیکن متقی کے لیے نامناسب ہے۔

مسئلہ:۔ جو شخص مشہور و معروف اور لوگ اس کی اقتدا کرتے ہوں اسے اہلِ باطل کے ہاں آمد و رفت مکروہ ہے کہ لوگوں کے سامنے اس کی عظمت کا اظہار کرے۔ اگر ایسا کرے گا تو وہ بھی اس کی طرح بتدع (بدمذہب) ہوگا اور اس کے عمل باطل کی ترویج میں اس کے ساتھ اس کا شریک کار ہوگا بلکہ جتنا لوگ اس بدمذہب کے بد اعتقاد اور عمل فاسد کی اقتدا کریں گے۔ اس کا اصل موجب یہی شخص ہوگا تو ان سب کا گناہ اس کے سر پر ہوگا۔ (اسی لیے ہم صلح کلی سُنیوں سے نالاں ہیں کہ وہ بدمذہبوں سے نفرت تو بجائے خود ان سے یارانہ اور دوستی کا دم بھرتے ہیں)۔ اویسی۔

تفسیر صوفیانہ:

خلاصہ یہ کہ نفوس امارہ کی اتباع کرنے والے دنیا میں جہنم کے اسباب کی طرف رہبری کرتے رہے۔ اقوال میں بھی اور افعال میں بھی اور اخلاق میں بھی اسی لیے قیامت میں انہی اعمال پر اٹھائے جائیں گے۔ ایسے ہی جو کسی کو کوئی بُری عادت میں اور غلط کاری میں اعانت کرے گا تو وہ اس کے ساتھ شریک کار رہے گا اور اسے برابر کی سزا ملے گی اور جیسے عمل کرنے والے کو بارگاہِ حق سے ہٹا کر اس کی اہانت ہوگی اس کی بھی جیسے ارواح کو جزا و سزا ملے گی ایسے ہی نفوس و اجسام کو بھی، ہم اللہ تعالیٰ سے حسن خطاب کے مطابق عمل اور اپنی جناب کی طرف توجہ اور اپنی توفیق سے اپنی راہ پر چلنے اور اپنی ہدایت عطا فرمائے۔ وہی معین و مددگار ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔

وقفوھم۔ اور انہیں ٹھہراؤ۔

حل لغات:۔ الوقف یقفہ وقفا بمعنی حبسہ (اسے روکا) سے ہے نہ کہ وَقَفَ وُقُوْفًا بمعنی دام قَوْمًا پہلا متعدی اور دوسرا لازم ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ اے ملائکہ کرام مشرکوں کو صراط (پلصراط) کے نزدیک ٹھہراؤ۔ چنانچہ بطریق تعلیل فرمایا **انھم مسئولون** ایشک ان سے سوال ہوگا اس کے متعلق جو ان سے دنیا میں سرزد ہوا۔ **مالکم** تمہیں کیا ہوا ہے **لا تناصرون** ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے۔ یہ فعل کے معنی سے حال ہے یعنی **مالکم** سے دراصل عبارت

ل اضافہ اویسی غفرلہٗ ۱۲۔

Scanned with CamScanner

یوں تھی ما لکم لا تناصرون حال کو نکم غیر متناصرین. جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تمھارے ایک دوسرے کی مدد نہ کرنے کا سبب کیا ہے یعنی تم دنیا میں تو اس گمان میں تھے کہ ہم ایک دوسرے کو عذاب سے چھڑا لیں گے جیسا کہ ابوجہل نے بدر میں کہا نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ۔ ہم ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ قیامت میں انہیں کہا جائے گا کہ اتنا بہت بڑے دعاوی کے باوجود اب تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ ایک دوسرے کو عذاب سے نہیں چھڑاتے ہو۔

اس سوال کی تاخیر اس لیے ہے کہ عذاب کا وعدہ اسی وقت سے متعلق تھا چنانچہ جب واقع ہوگا اور اس کا اثر ان پر پڑے گا تو پھر ان سے مذکورہ سوال ہوگا۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس وقت انھیں نصرت و یاری کی ضرورت بھی ہوگی اور اُس وقت ہر طرف سے اُمیدیں منقطع کر چکے ہوں گے اور توبیخ و تقریع اس وقت ان پر زیادہ اثر انداز ہوگی۔

چار سوالات: حدیث میں ہے کہ ابن آدم اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا رہے گا یہاں تک کہ اس سے چار باتوں کا سوال ہو:

۱. جوانی کو کہاں خرچ کیا۔
۲. عمر کن اُمور میں بسر ہوئی۔
۳. مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔
۴. دنیا میں کون سا عمل کیا۔

فائدہ: مشائخ فرماتے ہیں کہ مقام سوال بہت سخت ہوگا بعض لوگوں سے سوال کرنے والے ملائکہ ہوں گے بعض سے خود اللہ تعالیٰ سوال کرے گا جن لوگوں سے ملائکہ سوال کریں گے ان کے بعض اعمال صالحہ ہوں گے جنھیں ظاہر کرنا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرنا مناسب ہوگا اور بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کے اعمال کشف و عرض کی صلاحیت نہیں رکھیں گے۔

خاص بندے: قیامت میں اللہ تعالیٰ کے خاص بندے دو قسم کے ہوں گے۔

۱. وہ بندے جن کے اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی مخلوق سے پوشیدہ رکھے اور آخرت میں بھی پوشیدہ رکھے گا۔

۲. بعض ایسے ہوں گے جن کی غلطیاں تو ہوں گی لیکن اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انہیں پوشیدہ رکھے گا کسی پر ظاہر نہیں ہونے دے گا تاکہ وہ لوگ بندگان خدا کے سامنے رسوا نہ ہوں۔ ان کے مانو اغیرہ ل

Scanned with CamScanner

اور بیگانوں کو کہا جائے گا آج تمہارا حساب تمہارے ہاتھ میں ہے اپنے اعمال تو دیکھو۔ جب وہ اپنے اعمال نامے پڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا ایسے لوگوں کی سزا کیا ہے۔ عرض کریں گے جہنم۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنے فیصلہ پر جہنم میں جاؤ۔

حکایت فرعون:۔ ایک دفعہ حضرت جبریل علیہ السلام فرعون کے ہاں بشری لباس پہن کر تشریف لائے اور کہا کہ اس نوکر کی سزا کیا ہے جو اپنے مالک کی نافرمانی کرے اور اپنی بڑائی کا دم بھرے حالانکہ اس آقا نے اسے طرح طرح کی نعمتوں سے پالا ہو۔ فرعون نے جواب دیا کہ ایسے کی سزا پانی میں ڈبو کر مار دینا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا یہی جواب خود لکھ دے۔ فرعون نے لکھ دیا جب فرعون کے غرق ہونے کا وقت قریب ہوا تو جبریل علیہ السلام نے وہی تحریر دکھا کر فرعون سے کہا اپنے فیصلہ کے مطابق غرق ہو جا۔

فائدہ:۔ مالکم لا تناصرون۔ بعض گھبراہٹ کے احوال میں بندوں کو کہا جاتا ہے مالکم لا تناصرون۔ تو پھر اسے حال سابق سے انقطاع حاصل ہوگا۔

فائدہ:۔ بحر العلوم میں ہے یہ آیت نص قطعی ہے کہ قیامت میں پلصراط سے گزرنا ہوگا اور پلصراط جہنم کی پشت پر بچھی ہوئی ہے جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے جس پر اہل جنت گزریں گے اور بعافیت گزر جائیں گے لیکن جہنمی گر کر جہنم میں گر جائیں گے۔

مذہب معتزلہ:۔ معتزلہ پلصراط کے وجود کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایسی باریک پل پر گزرنا ناممکن ہے اگر ممکن ہو بھی تو اہل ایمان کو عذاب میں مبتلا کرنا ہے۔

جواب از اہلسنت:۔ اہلسنت نے ان کے مذہب کے رد میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ وہ بندوں کو اس پر گزار دے اور اہل ایمان پر آسان کر دے چنانچہ مروی ہے کہ بعض اہل ایمان اس پر تیز رفتار بجلی کی طرح گزر جائیں گے اور بعض تیز ہوا کی طرح اور بعض تیز رفتار گھوڑے کی طرح

حضرت مولانا جامی قدس سرہ نے سلسلۃ الذہب میں فرمایا ؎

اسی لیے امام اہل سنت و جماعت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے بارگاہ حبیب صلی اللہ تعالیٰ وسلم میں عرض کیا ؎

پل سے گزارو راہگزر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

Scanned with CamScanner

ہر کہ باشد ز مومن و کافر
بر سر پل کنند شان حاضر

ترجمہ:۔ مومن ہو یا کافر ہر ایک کو پل پر لائیں گے۔

ہر کہ کافر بود چو نہد پائے
قعر دوزخ بود مرادرا جائے

ترجمہ:۔ جو کافر ہوگا وہ جب پل صراط پر پاؤں رکھے گا تو دوزخ کے گڑھے میں گر جائے گا وہی اسکی ہمیشہ رہنے کی جگہ ہوگی

مومناں را ز حق رسد تائید
نیک بر قدر قوت توحید

ترجمہ:۔ اہل ایمان کو حق تعالیٰ سے تائید نصیب ہوگی لیکن جتنا قدر اس کا توحید میں مرتبہ ہوگا۔

ہر کرا بر طریقت نبوی
رہ نبودست غیر راست روی

ترجمہ:۔ جسے نبوی طریقہ نصیب ہوگا اس کا سوائے صحیح راستہ جانے کے کام نہ ہوگا۔

دوزخ از نور او کند پرہیز
بگذرد ہمچو برق خاطف تیز

ترجمہ:۔ اس کے نور سے دوزخ پرہیز کرے گی تیز بجلی کی طرح وہ دوزخ سے گزر جائے گا۔

یا چو مرغ پران و باد وزان
یا چو چیزے دگر سبکتر ازاں

ترجمہ:۔ یا اڑنے والے پرندے اور تیز آندھی کی طرح یا جو شے بھی ان سے اور زیادہ تیز رفتار ہے۔

وانکہ ضعفی بود در ایمانش
نبود زان گزشتن آسانش

ترجمہ:۔ اور جس کے ایمان میں ضعف ہوگا اسے پلصراط سے گزرنا آسان نہ ہوگا۔

نیک یا بد خلاص آخرکار
گرچہ بیند مشقت بسیار

ترجمہ:۔ لیکن بالآخر اسے چھٹکارا مقدر ہوگا اگرچہ بہت بڑی مشکل دیکھے گا۔

بلکہ در رنج آں گزر کہ تنگ
باشد اورا بقدر ضعف درنگ

Scanned with CamScanner

ترجمہ:۔ بلکہ تکلیف و رنج سے گزرے گا یہ اسے ایمان کی کمزوری سے ہوگا۔

علماء باعمل اور مدرسین علم دین کے فضائل

حدیث شریف میں ہے جب پلصراط پر عالم و عابد جمع ہوں گے تو عابد کو حکم ہوگا کہ بہشت میں چلا جا اور نعمتوں میں سے جو تیرا جی چاہے کھا پی اور اپنی عبادت کا بدلہ حاصل کرے اور عالم کو حکم ہوگا کہ یہاں ٹھہر جا اور جس کے لیے تیرا جی چاہے اس کی شفاعت کر لے جس کی تو شفاعت کرے گا قبول ہوگی اس وقت عالم دین کو انبیاء علیہم السلام کا مقام حاصل ہوگا یعنی جیسے انبیاء علیہم السلام شفاعت کریں گے اور خود بھی بہت بڑے مراتب پر فائز ہوں گے ایسے ہی عالم کو بہت بڑے مراتب حاصل ہوں گے۔

مسئلہ:۔ دو شخص علم حاصل کرتے ہیں ایک ان میں پڑھ کر دوسروں کو پڑھاتا ہے دوسرا پڑھ کر عمل میں لگ جاتا ہے ان میں سے پہلا افضل ہے اس لیے کہ خلق خدا کو نفع پہنچانا اس میں زیادہ ہے۔ کیونکہ اس کا فائدہ متعدی ہے اسی بناء پر یہ افضل ہے اس سے کہ جس کی فضیلت لازم ہے یعنی دوسروں کو فائدہ نہیں پہنچاتا۔

حدیث شریف میں ہے کہ گھڑی بھر پڑھنا پڑھانا ساری رات کی عبادت سے بہتر ہے۔

فائدہ:۔ بالخصوص وہ علم جو عرفان حق سے متعلق ہو لیکن ایسے لوگ دور حاضر میں بہت کم ہیں آج کل جیسے قلب کا ذوق ختم ہے ایسے ہی زبان سے بھی مذاکرۂ علمی کی لذت اٹھ گئی ہے اصل وجہ وہی ہے کہ بصیرت کی آنکھیں اندھی ہوگئیں (العیاذ باللہ)

بل هم اليوم مستسلمون ۔ بلکہ آج گردن جھکائے ہوئے ہیں۔

حل لغات:۔ **استسلام** ۔ گردن رکھنا کہا جاتا ہے۔ **استسلم للشیٔ** ۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی کے لیے سر جھکا دے اور خشوع و خضوع کرے اس کا اصل معنیٰ طلب اسلامۃ ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ آج کے دن وہ لوگ سر تسلیم خم کریں گے یعنی فرمانبردار بن جائیں گے ذلیل و خوار ہوں گے اور خشوع و خضوع دکھائیں گے لیکن یہ ان کی اضطراری حالت ہوگی کیونکہ اس وقت وہ عاجز و ذلیل ہوں گے جب دیکھیں گے کہ ہر طرف سے ان کے حیلے حوالے سب ختم ہو گئے ہیں اسی لیے وہ ایک دوسرے کے سامنے سر جھکا کر بات کریں گے ان کی یہ عاجزی ذلت و خواری سے ہوگی اور یہ ضروری نہیں کہ ہر عاجز کی مدد بھی ہو۔ اس کی مثال ان لوگوں کی ہے جن کی دریا کے منجدھار میں کشتی ٹوٹ جائے اور وہ موت کے منہ میں ہوں اس وقت ایک دوسرے کی مدد کریں تو کیا کریں اور کیسے کریں اور کس طرح کریں۔ اس لیے

Scanned with CamScanner

کہ جب وہ خود کو نہیں بچا سکتے تو دوسروں کو کس طرح بچا سکیں گے۔

حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا ؎

یار مردان باش کہ در کشتیٔ نوح
ہست خاکی کہ بآبے نخرد طوفان را

ترجمہ: مردانِ خدا کا یار ہو اس لیے کہ کشتیٔ نوح میں پانی کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (یعنی اولیاء اللہ کا وسیلہ پکڑو ورنہ قیامت میں وہابیوں نجدیوں کی طرح بے یار و مددگار ہو کر جہنم میں جاؤ گے)۔ (اویسی)

تفسیر عالمانہ

واقبل۔ اور ایک دوسرے کو منہ کیا۔

حل لغات:۔ الاقبال بمعنی آگے آنا اور کسی کی طرف منہ کرنا مثلاً کہا جاتا ہے اقبل علیہ بوجہہ۔ فلاں اس کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ ادبار کی نقیض ہے۔

بعضہم:۔ ان سے مشرکین کے متبعین یا مطلقاً جملہ کفار مراد ہیں۔

علیٰ بعض۔ ان سے لیڈر یا متبعین مراد ہیں یعنی ان کے بعض دوسرے بعض کی طرف متوجہ ہوں گے در انحالیکہ۔ یتسآئلون۔ ایک دوسرے سے جھگڑا اور جنگ و جدال کرتے ہوئے زجر و توبیخ کرکے پوچھیں گے اسی لیے مفسرین نے اس کی تفسیر یتخاصمون سے کی ہے۔ سوال ہوا کہ وہ ایک دوسرے سے کس طرح کا سوال کریں گے جواب ملا کہ قالوا۔ متبعین (عوام) لیڈروں کو یا لیڈر عوام کو کہیں گے۔ انکم کنتم تأتوننا۔ بیشک تم ہی دنیا میں ہمارے ہاں آتے تھے۔ عن الیمین۔ قوت و اجبار سے یعنی تم ہمیں ضلالت و گمراہی پر مجبور کرتے تھے تو ہم تمہارے خوف سے تمہاری اتباع کرتے تھے کیونکہ تمہیں ہم پر غلبہ و تسلط حاصل تھا۔ تمہارے اسی غلبہ و تسلط سے ہم سے کفر و گمراہی سرزد ہوئی یا جس جہت میں حق تھا اس سے تم ہمیں پھیرتے تھے (المفردات) یا اس جہت کو ہم نے پناہ بنا رکھا تھا جہاں تم تھے اس لیے کہ تم قسمیں کھاتے تھے کہ ہم حق پر ہیں ہم نے تمہاری قسموں پر اعتبار کرکے تمہاری تصدیق کی اس معنی پر تم نے ہی ہمیں گمراہ کیا۔ (فتح الرحمٰن) اس تقریر پر یمین بمعنی قسم ہوگا پہلا معنی آنے والے جواب کے موافق تر ہے۔ (الارشاد)

فائدہ:۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ شیطان جس کو گمراہ کرتے وقت دائیں جانب آتا ہے اُسے دینی معاملات میں وسوسہ ڈالتا ہے اس کو حق و باطل میں امتیاز نہیں رہتا۔ اگر اسے بائیں جانب آتا ہے تو اسے شہوانی وسوسے ڈالتا ہے جسے آگے آتا ہے تو اسے قیامت کی تکذیب پر اکساتا ہے جسے پیچھے سے آتا ہے تو اسے فقر و فاقہ سے ڈراتا ہے اور اس سے ڈراتا ہے جو اس کی میراث کا حقدار بنے اسی لیے ایسا شخص نہ زکوٰۃ ادا کرتا ہے نہ صلہ رحمی کرتا ہے۔

Scanned with CamScanner

تفسیر صوفیانہ

آیت سے دو مسئلے ثابت ہوئے۔
۱۔ اہل دنیا کا طریقہ یہ ہے کہ گناہ اپنے سے ٹال کر دوسروں پر ڈالتے ہیں اور اہل اللہ کا طریقہ ہے کہ وہ دوسروں کی غلطی کے تصور کے بجائے اپنا قصور سمجھتے ہیں چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کا طریقہ تھا کہ جب کسی کو چوری کرتے دیکھتے تو اسے بعد کو فرماتے تو نے چوری کی وہ کہتا بخدا میں نے چوری نہیں کی عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تو پھر تو سچا ہے میں بھول گیا۔
۲۔ حقیقی مومن کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا ہاں تقلیدی مومن کو اہل ہویٰ اور اہل بدعت (گمراہ فرقے) جلد تر گمراہ کر لیتے ہیں اور معمولی سے شبہ سے اس کے ایمان میں گڑبڑ ہو جاتی ہے جیسا کہ آنے والے

میں نفی ایمان کا اشارہ ہے۔

تفسیر عالمانہ

قالوا۔ یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے گویا سوال ہوا کہ لیڈر یا ان کے ساتھی کیا جواب دیں گے فرمایا کہیں گے بل لم تکونوا مؤمنین۔ بلکہ تم ایمان لانے والے نہیں تھے یعنی ہم نے تمہیں قوة اور قہر و جبر وغیرہ سے قبول ایمان سے نہیں روکا تھا بلکہ تم اپنے اختیار سے ایمان نہیں لائے اور باوجودیکہ تمہیں ایمان لانے کی قدرت حاصل تھی لیکن پھر بھی تم نے روگردانی کی اور کفر کو پسند کیا۔

وما کان لنا علیکم من سلطٰن۔ اور ہمارا تم پر کچھ قابو نہ تھا۔
سلطان بمعنی قہر و تسلط۔ یعنی ہمارا تمہارے اوپر نہ تسلط تھا نہ غلبہ کہ جس سے ہم تمہارا ایمان چھین لیتے۔

حل لغات: السلاطة بمعنی قہر و غلبہ۔ سلط فسلط سے ہے یعنی فلاں نے اسے غلبہ کی قدرت دی تو وہ اس پر غالب ہوا اسی سے سلطان بمعنی غالب و قاہر ہے۔ بادشاہ کو سلاطة سے مشتق کر کے اسے سلطان کہا جاتا ہے۔ آیت ہذا اور اس طرح کی دوسری آیات میں یہی معنیٰ ہے۔

بل کنتم قوما طاغین۔ بلکہ تم نے طغیان کو حق اختیار کیا اور کفر پر اصرار کرتے تھے اور جرم میں حد سے بڑھ گئے تھے۔ فحق علینا۔ تو ہم پر لازم و ثابت ہو گیا۔ قول ربنا۔ ہمارے رب کا قول جسے آیت لاملأن جہنم منك وممن تبعك منهم اجمعين۔ ہم جہنم کو تجھ سے اور ان سے بھر دیں گے جو تیرے تابعدار ہوں گے۔ میں بیان کیا گیا ہے۔

انا لذائقون۔ بیشک ہم وہ عذاب جھیلیں گے جس پر وعید وارد ہوئی ہے۔
فاغوینٰکم۔ ہم نے تمہیں ضلالت و گمراہی کی دعوت دی تمہیں اس پر مجبور نہیں کیا تھا تم نے اسی دعوت کو اپنے اختیار سے ہدایت کے بجائے گمراہی کو اختیار کیا۔ انا کنا غوین (بیشک ہم گمراہ ہیں) یعنی ہم

گمراہی میں مضبوط ہیں یعنی ہم نے یہی چاہا تھا کہ تم بھی ہمارے جیسے ہو جاؤ کیونکہ مثل مشہور ہے جلی ہوئی کھلیان دوسری کو بھی جلاتی ہیں ؎

من مستم و خواہم کہ تو ہم مست شوی
تا ہمچو من سوختہ ہمہ شب شوی

ترجمہ :۔ میں مست ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم بھی میری طرح مست ہو جاؤ تاکہ تم بھی میری طرح جلے بھنے ہو جاؤ۔

یہاں پر لفظ سے بدل بنانا کفر کا ایہام ہے اس لیے کہ مخبر بالتوحید کے قصد اور عبارت کے درمیان منافات ہے[1]۔

و یقولون ائنا ۔ (اور کہتے ہیں کہ کیا ہم) لتارکوا الہتنا ۔ اپنے معبودوں کی عبادت کو ترک کر دیں گے۔ لشاعر مجنون ۔ بوجہ ایک شاعر کے جس کے عقل پر جنون غالب ہے۔

فائدہ :۔ اس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس مراد ہے اور یہ ہمزہ انکار کے لیے ہے یعنی ہم اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں۔ اس سے ان کے بت مراد ہیں۔

فائدہ :۔ کفار نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شاعر و مجنون کہہ کر آپ کی تکذیب کی حالانکہ انھیں یقین تھا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام لوگوں سے بہت زیادہ عقیل و فہیم اور رائے میں سب سے زیادہ مصیب اور بات میں مضبوط ترین اور جملہ فضائل و کمالات اور مناقب کے جامع تھے اور جملہ علوم و معارف کے عالم و عارف تھے۔ اس کی دلیل وہ خطبہ ہے جو ابو طالب نے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بوقت نکاح بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پڑھا جس کا متن سورۃ آل عمران تحت آیۃ ولقد من اللہ علی المومنین الخ گذرا۔

بل جاء الحق ۔ وہ بات نہیں جو کافروں نے کہی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شاعر و مجنون ہیں بلکہ آپ حق لے کر تشریف لائے ہیں۔ یہاں پر حق سے توحید مراد ہے۔

وصدق المرسلین :۔ اور آپ نے تشریف لاتے ہی تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کی تصدیق فرمائی جس سے ثابت ہوا کہ جو کچھ آپ لائے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فانہم ۔ بیشک لیڈر اور ان کے متبعین ۔ یومئذ ۔ اسی دن ۔ فی العذاب مشترکون ۔ فی العذاب مشترکون کے متعلق ہے یعنی

---

[1] ۔ اس کی مزید تحقیق فقیر کی شرح شرح جامی موسوم بہ نعم الحامی میں ہے ۱۲ اویسی غفرلہ۔

Scanned with CamScanner

جیسے وہ گمراہی میں شریک تھے۔ ایسے ہی وہ عذاب میں برابر کے شریک ہوں گے۔

انا کذالک :۔ مثل اسی فعل عجیب کے کہ جیسے حکمت تشریعیہ کا تقاضا ہے یعنی عذاب میں گمراہ کنندگان کو برابر کا شریک بنایا جائے گا۔

نفعل بالمجرمین۔ کرتے ہیں مجرمین کے ساتھ یعنی وہ لوگ جو جرائم و معاصی کی انتہا کو پہنچتے ہیں ان سے مشرکین مراد ہیں جیسا کہ آنے والی آیت کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے۔

انہم کانوا اذا قیل لہم :۔ جب انہیں بطریق دعوت و تلقین کے کہا جاتا کہ کہو لا الٰہ الا اللہ تو وہ یستکبرون۔ تکبر کرتے تھے اور قواعد حق سے نفرت کا اظہار کرتے۔

فائدہ:۔ قرآن مجید میں لا الٰہ الا اللہ دو مقام پر واقع ہوا ایک اسی آیت میں دوسرا سورۃ قتال میں کما قال۔ فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ۔ ان دو کے علاوہ تیسرے کسی مقام پہ واقع نہیں ہوا۔

فائدہ:۔ تلویح میں ہے کہ استثناء یہاں پر اسم لا کے محل سے بدل ہے اس کی خبر محذوف ہے در اصل عبارت یوں تھی لا الٰہ موجود فی الوجود الا اللہ۔

فائدہ:۔ ہندی نے فرمایا کہ مستثنیٰ میں نصب علی الاستثناء جائز ہے لیکن یہ کسی عبارت میں ضعیف نہیں سوائے لا الٰہ الا اللہ کے اس لیے کہ اس میں ایک ممتنع وجہ کا وہم پڑتا ہے یعنی لفظ سے بدل بنانا۔

فائدہ:۔ عصام نے فرمایا کہ اس پر جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام کا اتفاق ہے۔ کہاں شعر و جنون اور کہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت شان ؎

ہر کرا در عقل کل باشد کمال
نیست او مجنون ای شوریدہ حال

ترجمہ:۔ جس کی عقل مبارک میں جملہ کمالات موجود ہوں تو پھر اسے بیوقوف تم انہیں مجنون کیوں کہتے ہو۔

انکم :۔ بیشک تم اشتراک و تکذیب الرسول و استکبار کی وجہ سے۔ لذائقوا العذاب الالیم۔ دردناک عذاب چکھو گے۔ التفات الی الخطاب میں ان پر شدت غضب کا اظہار مطلوب ہے۔

وما تجزون الا ما کنتم تعملون۔ اور تم جزا نہیں دیئے جاؤ گے مگر ان اعمال (شرک و کفر و دیگر معاصی) کی وجہ سے۔

فائدہ:۔ حضرت ابن الشیخ نے فرمایا کہ یہ سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ جب اللہ کریم و رحیم اور نفع و ضرر سے پاک ہے تو پھر وہ اپنے بندوں کو عذاب میں کیوں مبتلا کرے گا اس کے جواب میں فرمایا

Scanned with CamScanner

وما تجزون الا بما کنتم الخ۔

کمیونسٹوں کا رد:۔ حکمتِ الٰہی کا تقاضا ہوا کہ بندوں کو امر برائے خیر و طاعت اور نہی از قبائح و معاصی کی جائے اور امر و نہی کا تقاضا یوں پورا ہوگا کہ انھیں ثواب کی ترغیب اور عذاب سے ڈرایا جائے اور اس کی خبر دی جا چکی اگر اسے پورا نہ کیا جاتا تو خلافِ واقعہ ہوتا اس سے کذب بر باری تعالیٰ لازم آتا۔ اور وہ محال ہے اس لیے بُرے کو بُرائی کی سزا ہوگی اور نیکو کو نیکی کی جزا نصیب ہوگی۔

سبق:۔ عاقل پر لازم ہے کہ وہ قیامت اور اس کی جزا و سزا سے ڈرتا رہے۔ انکار کے بجائے اقرار کا شیوہ بنائے۔ شک کو چھوڑ کر یقین کو اختیار کرے۔ کبر کو چھوڑ کر تواضع کو دستور العمل بنائے۔ باطل کو ترک کر کے حق کا دامن تھامے۔ فانی سے روگردانی کر کے باقی کی طرف مائل ہو شرک سے دور بھاگے اور توحید کا عاشق بنے ریا و سمعہ کو دور کرے اور اخلاص کو عمل میں لائے۔

مومن کی علامات:۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مومن کی چار نشانیاں ہیں:۔

۱۔ قلب کو تکبر و عداوت سے پاک کرے۔

۲۔ کذب و غیبت سے زبان کو ستھرا رکھے۔

۳۔ قلب کو ریا و سمعہ سے صاف رکھے۔

۴۔ پیٹ کو حرام و شبہ سے بچائے۔

فائدہ:۔ سب سے بڑا تکبر یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ سے دل کو نفرت ہو حالانکہ یہی کلمہ ایمان کی بنیاد اور خیر الاذکار اور اخلاص کی اصل ہے۔ اسی سے بندہ جمیع مراتب رفیعہ کی طرف ترقی کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ شرائط و ارکان بھی ہیں۔

سوال کا جواب:۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ کے متعلق آپ کا کیا جواب ہے آپ نے فرمایا یہ کلمہ کہہ کر وہ شخص بہشت میں جائے گا جو اس کی حد پہچانتا اور اس کے حقوق ادا کرتا ہے۔ ؎

ہر کرا از خدا بود تائید
نشود کار او بجز توحید

ترجمہ: جسے اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہے اسے تائید کے سوا اور کوئی کام نہ ہوگا۔

ذکر توحید مایۂ جالست
چوں اذاں بگندی چہ قالست

Scanned with CamScanner

ترجمہ:۔ اس لیے کہ ذکر توحید حال کا سرمایہ ہے جو اس سے خالی ہے۔ وہ صرف قال کا بندہ ہے اور بس۔

الا عباد اللّٰہ المخلصین۔ یہ ذائقون کی ضمیر سے استثناء منقطع ہے اور ان کے مابین جملہ معترضہ ہے اسے اس لیے لایا گیا ہے تاکہ تحقیق حق میں جلدی ہو یعنی ظاہر کرنا مطلوب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے نہ اپنی طرف سے عذاب چکھیں گے نہ غیروں سے یعنی انہیں عذاب بالکل نہ ہوگا اس لیے کہ یہ استثناء منقطع اور الا بمعنی لکن ہے۔

کشف الاسرار میں ہے کہ کلام یہاں **الا ما کنتم تعملون** پہ ختم ہو گیا تھا۔ اب معنیٰ یوں ہوگا۔

فائدہ:۔ کہ بیشک تم عذاب چکھو گے لیکن اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے عذاب نہیں چکھیں گے۔

المخلصون بفتح اللام (اخلصہ اللہ لدینہ وطاعتہ) سے ہے یعنی وہ بندے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین وطاعت کے لیے خالص فرمایا اور انہیں صرف اپنی جناب کے لیے چنا۔ چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا **وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی**۔ یعنی انہیں اللہ تعالیٰ نے چنا اسی لیے ازل سے ابد تک سلامتی ہی سلامتی ہے اور المخلص بکسر اللام ہر وہ بندہ جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کرے اس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہرائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **اخلصوا دینھم للّٰہ** مخلص (بالفتح وبالکسر) میں فرق یہ ہے کہ صادق اور مخلص (بالکسر) کا ایک معنیٰ ہے اور وہ شخص جو صفات نفسانیہ کے شائبہ سے خالص ہو اور صدیق مخلص (بالفتح) کا ایک معنیٰ ہے۔ ہر وہ شخص جو غیرت کے شائبہ سے خالی ہو دوسرا پہلے سے وسیع تر ہے اور معنےٰ کے لحاظ سے محیط تر ہے۔ پس ہر صدیق ومخلص (بالفتح) صادق ومخلص (بالکسر) ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حفص پر رحم فرمائے اس لیے کہ انہوں نے قرآن مجید میں ہر جگہ مخلص (بالفتح) پڑھا ہے۔

اولئک۔ جملہ مستانفہ اور سوال کا جواب ہے۔ گویا کسی نے سوال کیا کہ ان مخلصین کو کتنا اجر وثواب ملے گا جواب۔ ملا کہ قیامت میں دوسروں سے ہر مقام ومرتبہ کے لحاظ سے ممتاز ہوں گے۔

لھم۔ عبودیت میں اخلاص کی وجہ سے ان کے لیے ہوگا **رزق** ایسا رزق جس کا کوئی رزق مقابلہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کے وصف کا احاطہ ہو سکتا ہے جیسا کہ رزق کی تنکیر سے معلوم ہوتا ہے رزق ہر وہ شے جو اللہ تعالیٰ حیوان کو پہنچائے تاکہ وہ اسے کھائے۔

معلوم۔ اس کے خصائص معلوم نہیں یعنی منظر کے لحاظ سے حسین ترین اور ذائقہ کے لحاظ سے لذیذ ترین اور خوشبو کے لحاظ سے بہترین یعنی صفت کمالیہ کے لحاظ سے برتر اور اعلیٰ۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ رزق جس کا وجود قدر وحسن ولذت وخوشبوئی اور ہر وقت اور ہر صبح وشام

Scanned with CamScanner

اور وہ اٹھا اور جب چاہیں گے اس لیے کہ وہاں فارغ دل ہو جائیں گے اور دنیا میں لوگ رزق کے حصول میں اس لیے پریشان ہوتے ہیں کہ انھیں اپنا رزق معلوم نہیں ہوتا ہاں بہشت میں رزق معلوم ہوگا۔ ؎

تشنگاں را نماید اندر خواب
ہمہ عالم بچشم چشمۂ آب

ترجمہ:۔ پیاسوں کو خواب میں تمام جہاں پانی کا چشمہ نظر آتا ہے۔

ہر کرا چشمہ شد جدا لب او
کے بماند بآنکہ در لب جو

ترجمہ:۔ جس کے لب سے چشمہ جدا ہو وہ اس کا مقابلہ کب کر سکتا ہے جس کے لبوں پر چشمۂ آب ہو۔

فواکہ:۔ یہ رزق سے بدل اور فاکہۃ کی جمع ہے وہ پھل وغیرہ خشک ہو یا تر جس سے تنعم (لذت) مطلوب ہو۔ فواکہ کی تخصیص اس لیے ہے کہ اہلِ جنت کا رزق فواکہ ہی ہوں گے یعنی جو کچھ کھائیں گے وہ لذت کے طور پر ہوگا۔ اس سے قوت کا حصول مطلوب نہیں ہوگا کیونکہ وہ اس وقت قوت وغیرہ کی ضرورت سے مستغنی ہوں گے اس لیے کہ انھیں بہشت میں اس طریق سے پیدا کیا جائے گا کہ وہ ہمیشہ رہ سکیں اور یہ زندگی محکم اور تحلل کی احتیاج سے محفوظ ہوگی اور تحلل میں ہی بدل کی ضرورت ہوتی ہے بخلافِ اہلِ دنیا کی تخلیق کے کہ وہ ایسی حالت پر ہوتے ہیں جو فنا کی مقتضی ہے اور یہ حالت نہایت ضعیف اور کمزور ہے اسی لیے یہ قوام کے حصول کی محتاج ہے۔

ازالۂ وہم:۔ ہاں بعض حضرات جیسے انبیاء و اولیاء (علیٰ نبینا وعلیہم السلام) کی تخلیق ایسے طریق سے ہوتی ہے جو دنیا و برزخ میں تحلل و تفسخ سے محفوظ ہوتی ہے۔

فائدہ:۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ فواکہ کی تخصیص اس لیے ہے کہ فواکہ جملہ اطعمہ کے اتباع سے ہے اسی لیے اس کا ذکر دوسرے اطعمہ کے ذکر سے مستغنی کر دیتا ہے۔ صاحب روح البیان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ فواکہ کا ذکر محض ترغیب و تشویق کے لیے ہے اس لیے کہ دیارِ عرب بالخصوص حجاز کے اکثر شہروں میں فواکہ کے انواع کی کمی ہے۔

وھم مکرمون ۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مکرم و معظم ہوں گے انھیں نہ ذلت ہوگی نہ خواری اہل اللہ کے نزدیک سب سے بڑا اجر و ثواب یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اعزاز و اکرام نصیب ہو۔

فائدہ:۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق کے خصائص کی تفصیل بتائی تو اب فرمایا کہ انھیں یہ رزق نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ نصیب ہوگا اس لیے کہ اعزاز و اکرام کے بغیر

تو رزق جانوروں کو بھی ملتا ہے۔

ربط:- ماکولات کے بعد اب ان کے مساکن کا بیان فرمایا کہ فی جنات النعیم۔ وہ جنات نعیم میں ہوں گے یہاں نعیم بمعنی نعمت ہے یعنی وہ ایسے باغات میں ہوں گے جہاں نعمتیں ہی نعمتیں ہوں گی اور یہ اضافہ اختصاص کے لیے ہے اور ظرف محل و اکرام رزق کی تقریر کے لیے ہے یا یہ ھُمْ کی دوسری خبر ہے جیسے علیٰ سرر متقابلین ۔ ہُم کی خبر دیگر ہے ۔ سُرُر بمعنی تختہائے آراستہ ۔ یہ سریر کی جمع ہے ۔ ہر وہ شے جس پر بیٹھا جائے سریر ہے اس لیے کہ اہلِ نعمت کو سُرُر پر بیٹھنے سے سرور حاصل ہوتا ہے اور مردہ کے تختہ کو سریر محض صوری تشابہ کی وجہ سے کہا جاتا ہے یا نیک فالی کے طور کہ بندہ اب اپنے مولیٰ کو مل کر سرور پائے گا یا دنیا قید خانہ سے چھوٹ جانے سے سرور پائے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں دنیا کو جیل خانہ فرمایا گیا ہے۔ الدنیا سجن المومن ۔ اور یہ بھی ہے کہ علیٰ سرر متقابلین کے متعلق ہو یعنی درانحالیکہ وہ لوگ بہشت میں تختوں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے اور متقابلین علیٰ سرر کی ضمیر سے حال ہے۔ التقابل بمعنی ایک دوسرے کے چہرے کو دیکھنا چونکہ اس طرح کے تقابل سے مکمل طور سرور و اُنس حاصل ہوتا ہے اس لیے آیت میں متقابلین فرمایا گیا ہے۔

فائدہ:- بعض مفسرین نے فرمایا کہ وہ ایک دوسرے کی گُدّی کو دیکھ نہیں سکیں گے۔ اس لیے کہ ان کے تختے یک وقت چکر کاٹتے رہیں گے۔

فائدہ:- صوفیائے کرام نے فرمایا کہ بہشت میں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسرور ہونا ابرار کی صفت ہے لیکن احرار (مخصوص) بندوں کو سرور نصیب ہوگا تو اپنے آقا و مولیٰ کے دیدار سے اور بس۔

لطیفہ:- حضرت معاذ بن یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا محبوب کو محبوب کے آمنے سامنے ہو کر دیکھ بھی سکے گا آپ نے فرمایا کیا محبوب محبوب سے منہ پھیر بھی سکے گا۔ وہ اس لیے کہ محبوب محبوب کا آئینہ ہوتا ہے۔

فائدہ:- اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کو لحظہ بہ لحظہ دیدار سے نوازے گا جس کی وجہ سے انہیں باطنی اُنس حاصل ہوگا اگرچہ بظاہر بہشت کی نعمتوں میں مستغرق ہوں گے۔

حضرت کمال خجندی نے فرمایا ؎

دولت آں نیست کہ یابم دو جہاں زیر نگین
دولت اینست و سعادت کہ ترا یافتہ ام

ترجمہ:- میرے نزدیک دولت یہ نہیں کہ دونوں جہان میں اپنے قبضے میں لے لوں بلکہ دولت تو یہ ہے کہ میں نے تجھے پالیا۔

Scanned with CamScanner

ربط: بہشت کے طعام وقیام کے ذکر کے بعد اب ان کے پینے کی چیزوں کا بیان فرمایا کہ **یطاف علیہم** یہ جملہ
مستانفہ ہے ان کی مجالس کے کمال اُنس کی حکایت پر مبنی ہے۔

الطواف: شے کا پھرنا ایسے ہی۔ الطافۃ چنانچہ التہذیب میں ہے کہ الاطافۃ بمعنی شے کے گرد گھومنا۔ اب
معنیٰ: ہوا کہ بہشت کے ساقی اور خدام اُن کے اردگرد پھریں گے۔

بکاس: شراب کے پیالے۔
جب پیالہ میں شراب ہو اسے کاس سے تعبیر کرتے ہیں ورنہ اسے قدح و اناء کہا جاتا ہے۔

قاعدہ: **من معین:** یہ کاسٍ کی صفت ہے یعنی وہ شراب ایسے پیالوں میں ہوگی جو آنکھوں کے سامنے ہوں گے
یا ایسی نہروں سے جو بہشت کی ظاہر زمین پر جاری ہوگی۔ بہشت میں شراب کی نہریں جاری ہیں ایسے معلوم ہوگا
کہ گویا وہ پانی کی نہریں ہیں۔

حل لغات: المفردات میں ہے کہ معین معن الماء سے ہے بمعنی جری فھو معین۔ بعض نے کہا کہ
یہ العین سے ہے اس پر میم زائد ہے۔

تفسیر صوفیانہ:
آیت میں اشارہ ہے کہ بعض ایسے ہیں جو شراب پئیں گے لیکن ان کا پینا پیالوں سے
ہوگا بعض نہر سے پئیں گے اور وہ نہریں ہر ایک کو نظر آئیں گی اور شراب محبت میں
مستغرق ہوں گے لیکن بہت پوشیدہ ہوگی جسے کوئی نہ دیکھ سکے گا بعض صرف محبوب کے دیدار میں مستغرق ہوں گے
اور یہ راز تو اس سے بھی زیادہ مخفی ہوگا۔

نسیم الحب یحییکم
رحیق الحب یلہیکم

ترجمہ: تمہیں محبت کی ہوا زندہ کرے گی تمہیں محبت کے پیالے مست رکھیں گے۔

من المحبوب یأتیکم
الی المحبوب نہیکم

ترجمہ: وہ پیالے تمہیں محبوب سے ملیں گے اور محبوب کے ہاں پہنچائیں گے۔

تفسیر عالمانہ:
بیضاء: نہایت صاف شفاف ہوں گے جیسے دودھ اور شراب کے پیالے کہ
نہ دنیا میں دیکھا گیا اور نہ ہی بعد کو دیکھا جائے گا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا مالا عین
رأت ولا اذن سمعت۔ بیضاء ابیض کی تانیث اور کاس کی صفت ہے۔ **لذۃ للشاربین** یہ بھی کاس کی
صفت ہے جو بھی ان سے پئے گا بہت بڑی لذت پائے گا۔

Scanned with CamScanner

کاس کو لذت سے موصوف کرنے میں مبالغہ مطلوب ہے یعنی وہ پیالے لذیذ اور میٹھے مزیدار اور ٹھنڈے میٹھے خوش گوار ہوں گے گویا وہ خود لذت ہی ہیں یا اللذ کی تانیث ہے بمعنی اللذیذ اور اسے لذت سے موصوف کرنے میں اشارہ ہے کہ وہ شراب اس دنیوی شراب سے نرالی ہوگی اس لیے کہ دنیوی شراب کی لذت بالکل منقطع ہو جاتی بخلاف بہشت کے شراب کے کہ اس کی لذات غیر منقطع اور دائمی ہوگی۔

لا فیہا غول۔ اس میں کسی قسم کی خرابی نہ ہوگی بخلاف دنیوی شراب کے کہ اس کے پینے سے بسیار خرابی لاحق ہوتی ہے مثلاً دردِ سر و دردِ شکم عقل کی کمزوری اور گناہ۔ یہ قصر المسند الیہ علی المسند کے قبیل سے ہے یعنی عدم الغول۔ اتصاف یہ بہشت میں ہونے پر مقصود ہے کیونکہ بہشت کے خمور میں عدم غول سے تجاوز نہیں کرتے بخلاف خمور دنیا کہ ان میں غول ہی غول ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ بہشت کی شراب کوئی آفت اور بیماری نہیں جیسے دنیا کے شراب میں ہوتا ہے کہ اس میں فساد حال اور ذہاب عقل و دردِ سر اور نیند بسیار وغیرہ ہوتی ہے۔ یہ بھی کاس کی صفت ہے اور عمل لا کا باطل ہوگیا مکرر اسی لیے ہے کہ اس کی خبر اس پر مقدم ہے۔

الغول۔ اسم الغائلہ کے معنی میں ہے ہر وہ شے جس میں اذیت و مضرۃ ہو اسے غول کہتے ہیں۔ المفردات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہشت کے شراب کی صفت بتائی کہ **لا فیہا غول**۔ تاکہ **واثمہما اکبر من نفعہما** میں اور **رجس من عمل الشیطان** سے پیدا شدہ شراب کی مذمت کا ازالہ ہو یعنی ان دونوں آیتوں میں شراب کی مذمت کی گئی ہے تو کسی کو وہم ہوا کہ ممکن ہے کہ بہشت کی شراب بھی اس میں شامل ہو تو اس کے ازالہ میں فرمایا کہ بہشت کی شراب اس مذمت سے پاک بلکہ وہ بہت بڑے بہترین اوصاف کے ساتھ موصوف ہے۔ یہ **غالہ الشئی** سے ہے۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی کو اپنی گرفت میں اس طریق لے کہ اسے کوئی خبر نہ رہے بلکہ ایسا تباہ کر ڈالے کہ اسے کوئی شے محسوس نہ ہو اسی لیے **السعلاۃ** بھوت کو غول (بالضم) سے تعبیر کرتے ہیں۔ السعلات جنات کے جادوگروں کو کہتے ہیں جیسا کہ سورۃ الحجر میں گزرا۔

فائدہ: بحر العلوم میں ہے کہ غول وہ بلا ہے جسے بعض لوگ جنگلوں میں دیکھتے ہیں اس کا سوائے معتزلہ کے کسی فرقے نے انکار نہیں کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ عرب کے توہمات میں سے ہے۔ معتزلہ کو غلط فہمی ہے اس لیے کہ غول کے وجود کی تصدیق حدیث شریف سے ہوتی ہے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **اذا تغولت الغیلان فنادوا بالاذان**۔ جب تمہیں غول ستائیں تو اذانیں پڑھو۔

فائدہ: ابن الملک نے حدیث **لا عدوی ولا طیرۃ ولا غول** کی شرح کرتے ہوئے لکھا کہ غول

Scanned with CamScanner

غیلان کی جمع ہے:۔ جنون کی ایک قسم ہے جن کے متعلق اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ جنگل میں رہتے ہیں اور رہنے میں تصرف کرکے لوگوں کو مختلف شکلوں میں دکھائی دیتے ہیں وہ لوگوں کو راستے بھلاتے بلکہ بسا اوقات انھیں ہلاک بھی کر دیتے ہیں۔

سوال:۔ ایک حدیث شریف غول کی نفی پھر دوسری میں اس کا ثبوت اور پھر ان کے دفیعہ کے لیے اذان کہنے کا علاج بھی بتایا اس کی کیا وجہ۔

جواب:۔ ابتداء اسلام میں ایسا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان بلاؤں کو دور دفع فرما دیا۔ یا یہ کہ غول کے وجود کی نفی مطلوب نہیں بلکہ اہل عرب کے غلط عقیدہ کی نفی مقصود ہے یعنی یہ عقیدہ مت رکھو کہ وہ اپنے تصرف کرکے ایسے ایسے کرتے ہیں یعنی اس تصور میں نہ رہو کہ وہ مختلف شکلیں اختیار کرکے راستہ بھلاتے یا ہلاک کرتے ہیں۔

فائدہ:۔ الغول کا اطلاق ہر اس شے پر بھی ہوتا ہے جو کسی دوسری شے کو ہلاک کر ڈالے۔
مثنوی شریف میں ہے:۔

ع ذکر حق کن بانگ غولاں را بسوز

ترجمہ:۔ ذکر حق سے غول کی آواز کو تباہ و برباد کر دے۔

فائدہ:۔ مولانا نے ذکر حق اذان سے کہا ہے اور غیلان وہ شے مراد ہے جو انسان کو راستہ بھلا دے اس کے قوت حافظہ کی کمزوری یا کوئی اور شے۔

ولاھم۔ اور نہ ان مخلصین کو عنہا بہشتی شرابوں سے ینزفون عقل میں فتور آئے گا۔ یہ نزف اشارب فھو نزیف ومنزوف سے ہے یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کسی کی نشے سے عقل چلی جائے و بالکسر ازف الرجل سے ہے یہ اُس وقت بولتے ہیں جب نشے کا غلبہ ہو تو پھر عقل چلی جائے یا اس میں شراب کا اثر ہو۔ المفردات میں ہے نزف الماء بہ۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئیں سے تھوڑا تھوڑا کرکے پانی نکالا جائے اور کہتے ہیں نزف دمہ و دمعہ۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب خون یا آنسو کامل طور نکل جائیں۔ بعض نے کہا سکران نزف انی سے ہے۔ یہ اُس وقت کہتے ہیں جب کسی کے منہ سے شراب نکلے۔

فائدہ:۔ بعض قراء نے تنزفون (بالکسر) پڑھا یہ انزف القوم الخ سے ہے۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں کہ کسی کے کنوئیں کے پانی میں نکل جائے۔

نکتہ:۔ اگرچہ ضمناً اس کا ذکر لا فیہا غول میں ہو چکا ہے لیکن چونکہ یہ بڑے مفاسد کو حاوی ہے اسی لیے اسے علیحدہ ذکر کیا گیا ہے گویا یہ ایک علیحدہ مستقل باب ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ بہشت کے

Scanned with CamScanner

شراب میں کسی قسم کے مفاسد نہیں ہوں گے۔ اس کے پینے سے نہ پیٹ کا درد نہ سر کا درد نہ بخار نہ ساتھیوں سے لڑنا جھگڑنا اور ہلڑ بازی وغیرہ۔ 13/C

عربدہ بمعنی ساتھی سے بدخلقی سے پیش آنا۔ المعربد بمعنی نشے میں ساتھی کو ستانا۔ قاموس میں ہے کہ بہشت کے شراب سے نہ لغو باتیں نہ گناہ کرنا اور نہ ہی نشہ کی وجہ بے عقل و نافہم ہو جائیں گے۔

شراب کی خرابیاں: بحر العلوم میں ہے کہ دنیا کے شراب میں کئی خرابیاں ہوتی ہیں مثلاً نشے سے عقل کا چلا جانا۔ بغض و عداوت کا پیدا ہو جانا۔ دردسر۔ دین و دنیا کا خسارہ یہانتک کہ شرابی کو بت پرست سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس کے پینے سے بسا اوقات قے آجاتی ہے شرابی کو پیشاب بکثرت آتا ہے۔ بسا اوقات آپس میں لڑائی جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ خون و کشت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اس سے زنا کا ہونا تو معمولی بات ہے۔ بارہا کا مشاہدہ ہے کہ شرابی نشہ میں ناجائز کسی کو قتل کر دیتا ہے لیکن بہشت کی شراب میں مذکورہ بالا خرابیوں میں سے ایک بھی نہ ہو گی۔

تفسیر صوفیانہ: ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ جملہ بلائیں اور جمیع تکالیف و امراض ہماری کثافت کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اگر ہمارے اندر کثافت نہ ہوتی تو ہمیں یہ امراض و عوارض لاحق نہ ہوتے اور ہمارے سے وہ امور سرزد نہ ہوتے جو ہمارے عقول و اوضاع کے منافی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آخرت میں کسی قسم کا مرض نہ ہو گا اور نہ ہی کوئی ایسی شے ہو گی جو کثافت سے متعلق ہو لیکن کثافت میں ہی معرفت الٰہی مضمر ہے۔ اگر یہ نہ ہوتی تو ہم کبھی ترقی نہ کر سکتے۔ کثافت سے ترقی و تنزل ہوتا ہے یعنی اگر ہم کثافت کو ہٹائیں تو ترقی ملتی ہے اگر کثافت کو بڑھائیں تو تنزل۔ یہی وجہ ہے کہ ملائکہ کو کوئی ترقی نہیں وہ دائمی اپنی خلقت و جبلت پر رہتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ: وعندھم۔ اور ان مخلصین کے ہاں قاصرات الطرف۔ القصر بمعنی الحبس والمنع اور الطرف سے آنکھوں کی پلکیں اور کبھی پلکیں ملانا بھی مراد ہوتی ہے یہاں پر نظر کرنا مراد ہے اس لیے پلکیں مارنے کو دیکھنا لازم ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ ان کے ہاں حوریں ہوں گی جو اپنے شوہروں کے سامنے آنکھیں نیچے رکھ کر حیا و شرم کی تصویر بن کر حاضر رہیں گی اور غیروں کی طرف ہرگز نہیں دیکھیں گی اور نہ ہی کسی اور برائی کا ارتکاب کریں گی بوجہ اپنی پاک دامنی کے۔

بعض تفاسیر: عین۔ موصوف کی یہ دوسری صفت ہے۔ موصوف کا ذکر اس لیے ترک کیا گیا ہے کہ اس کا علم سب کو ہے۔ عِینٌ عیناء کی جمع ہے بمعنی بڑی آنکھوں والی۔ لفظ عین دراصل بضم العین تھا۔ عین کو مکسور کیا گیا ہے بوجہ یاء کے کہ اس کا ماقبل مکسور ہوتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ

Scanned with CamScanner

اُن کی آنکھیں حسین اور بڑی ہوں گی۔

المفردات میں ہے کہ وحشی گائے کو عیناء و اعین اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی آنکھیں حسین ہوتی ہیں اور جس انسان کی آنکھیں حسین ہوں اسے بھی وحشی گائے سے اسی لیے تشبیہ دی جاتی ہے۔

کانھن۔ آنکھیں نیچے رکھنے والی ایسی ہیں گویا وہ۔

بیض۔ بفتح ابیا، بیضہ کی جمع ہے انڈا اور انڈے کو سفیدی کی وجہ سے بیضہ کہا جاتا ہے یہاں پر شترمرغ کا انڈہ مراد ہے۔

مکنون۔ اگرچہ اسے مؤنث کے صیغے پر لانا چاہیئے تھا کیونکہ اس کا موصوف صیغہ جمع ہے لیکن اس کے لفظ کا اعتبار کر کے اس کی صفت واحد لائی گئی ہے۔ مکنون بمعنی مستور یا کننتہ سے ہے بمعنی جعلتہ فی کن۔ یعنی میں نے اسے پردے میں دے چھپایا۔ انھیں شترمرغ کے انڈے سے اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ جیسے وہ گرد و غبار سے محفوظ ہوتا ہے۔ حوریں بھی ہر طرح کی آلائش سے محفوظ ہوں گی پھر جیسے وہ صاف و شفاف ہوتا ہے ایسے ہی وہ صاف و شفاف ہوں گی۔ یہاں پر وہ سفیدی مراد ہے جس میں معمولی سے پیلے رنگ کی ملاوٹ ہو اس لیے کہ بدن کے لیے بہترین رنگت سمجھی جاتی ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ وہ ہاتھوں کے لگنے سے محفوظ ہیں اس لیے کہ جس شے پر ہاتھ لگتے رہیں وہ شے میلی ہو جاتی ہے۔ طبری نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ بیض سے وہ جھلی مراد ہو جو چھلکے کے نیچے چھپی ہوئی ہوتی ہے لیکن قبل اس کے کہ اسے کوئی شے مس کرے کیونکہ وہ جھلی چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ یعنی یہ جھلی وہ ہے جس سے پہلے چھلکا اُترتا ہے۔

صاحب روح البیان کی تحقیق:

صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ان آیات میں ان چیزوں کا ذکر ہے جو جسم و روح ہر دونوں کی لذت کا موجب ہیں:۔

(۱) جسم کی لذت کی اشیاء یہ ہیں:۔

۱۔ تنعم بالفواکہ
۲۔ قسم قسم کی نعمتیں
۳۔ شراب جو اہل عرب کو اس سے اور کوئی شے محبوب ترین نہ تھی۔
۴۔ خوب صورت عورتیں۔

(۲) رُوح کی لذت کی اشیاء یہ ہیں:۔

۱۔ وہ سرور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعزاز و اکرام سے حاصل ہوگا۔
۲۔ وہ انس جو دوستوں کی صحبت و سنگت سے ملے گا۔
۳۔ وہ فرحت جو حسین اور خوبصورت چہروں کے دیکھنے سے حاصل ہوگی۔

Scanned with CamScanner

آنکھوں کی بینائی تیز ہو گی

حدیث شریف میں ہے کہ تین چیزوں سے آنکھ کی بینائی میں اضافہ ہوتا ہے:۔

۱۔ سبز رنگ والی چیزوں کا دیکھنا۔

۲۔ جاری پانی کو دیکھنا۔

۳۔ خوب صورت چہروں کو دیکھنا۔ لیکن غیر محرم اور بے ریش لڑکوں کو نہیں جن کے دیکھنے سے شہوت اُبھرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب سونے سے پہلے آنکھوں میں سرمہ لگاتے تو کہتے ہم اللہ تعالیٰ سے اس کا دیدار و مشاہدہ چاہتے ہیں اور اس سے اس کے فضل و جود کا سوال ہے ؎

دارم اندک روشنائی در بصر

بے جمال او ولی فیہ النظر

ترجمہ:۔ تھوڑی سی روشنی آنکھوں میں رکھتا ہوں۔ اس کے جمال کے بغیر لیکن اس میں اس کی نظر ہے۔

صوفیاء کرام عارفین انڈہ نہیں کھاتے

بعض عارفین فرماتے ہیں کہ اگرچہ انڈہ حلال اور پر لطف ہے لیکن اہل تصوف نہیں کھاتے اس لیے کہ وہ ناقص ہے اس کا کمال مرغی میں ہے۔ اسی طرح اس سے مکمل سیر بھی نہیں ہوتی۔ نیز عمارت بدن بھی نہیں البتہ مرغی میں شوربا نہیں اور مرغی میں شوربا ہے جس سے عمارت بدن کی تکمیل ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اس کی عدم طہارت کا شبہ ہے لیکن اس کے متعلق نقل کی ضرورت ہے۔ یاد رہے کہ فاکہہ اہل ارادہ کو نصیب ہوں گے۔ ہم کو اللہ تعالیٰ اسباب سعادت تک پہنچائے۔

تفسیر عالمانہ:۔ فاقبل بعضھم علیٰ بعض یتسآءلون۔ اس کا عطف یطاف پر ہے یعنی بہشت میں اللہ کے مخلص بندے شراب پیتے ہوئے ایک دوسرے سے گفتگو کریں گے جیسا کہ دنیا میں اجتماعی صورت میں پانی پیتے ایک دوسرے سے گفتگو کرتے تھے اور گفتگو کے وقت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اس وقت وہ معارف و فضائل اور گزشتہ حالات پر تبصرہ کریں گے۔ صیغہ ماضی سے تعبیر کرنے میں تاکید اور تحقیق وقوع پر دلالت مطلوب ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ آیت میں اشارہ ہے کہ بعض اہل جنت وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف مکمل طور متوجہ نہیں ہوں گے۔ اگرچہ وہ مومن موحد ہوں گے ورنہ یہ مقربین کے ساتھ مقعد

Scanned with CamScanner

صدق میں مستقر ہوتے۔ قال قائل منھم۔ اثنائے گفتگو بات بڑھاتے ہوئے ان میں ایک بولے گا کہ
انی کان لی قرین۔ بیشک دنیا میں میرا ایک دوست اور ہم نشین تھا۔
یقول۔ وہ مجھے زجر و توبیخ کرتے ہوئے کہتا تھا اور اس کی زجر و توبیخ صرف اسی لیے تھی کہ میں مومن اور قیامت اُٹھنے کی تصدیق کرتا تھا۔ ائنک۔ کیا تو لمن المصدقین۔ قیامت میں اُٹھنے والوں کی تصدیق کرنے والوں میں سے ہے کیا تیرا یہی عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد اُٹھنا ہوگا۔

ءاذا متنا۔ کیا جب ہم مر جائیں گے وکنا ترابا وعظاما اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے۔

ءانا لمدینون۔ مدین کی جمع ہے بمعنی دین یعنی جزاء اسی سے ہے۔
کما تدین تدان۔ (جیسی کرنی ویسی بھرنی) یعنی کیا بیشک ہم مرنے کے بعد اُٹھ کر حساب دیں گے اور اس پر ہمیں جزا و سزا ملے گی۔ اس کا عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد نہ اٹھنا ہے اور نہ کوئی جزا نہ سزا۔

قال وہ دنیا والے ہم نشین کی کہانی سنا کر پھر وہی بولنے والا اپنے بہشت کے ساتھی سے کہے گا۔ ھل انتم مطلعون۔ کیا تم مطلع ہو یعنی تم اہل نار کو دیکھ سکتے ہو تاکہ میں بھی اسی ہم نشین ساتھی کو دیکھوں جو قیامت کے وقوع کا منکر بلکہ مکذب تھا اسی سے اس کا مقصد یہ تھا کہ جو کچھ میں نے کہا تھا اس کی تصدیق کروں اسے بہشت کا ساتھی جواب دیا گیا کہ تو ہم سے زیادہ واقف ہے فلھذا تو ہی خود جہنم میں جھانک کر دیکھ لے۔ فاطلع۔ پھر وہ جہنمیوں کو جھانک کر دیکھے گا۔ فرآہ فی سواء الجحیم تو اسے دنیا کا ہم نشین دوزخ کے درمیانی حصہ میں نظر آئے گا۔

شے کے وسط کو سواء سے اس لیے تعبیر کرتے ہیں کہ اسے جمیع جوانب سے مسافت برابر ہوتی۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ بہشت میں ایک دریچہ ہوگا جس سے اہل جنت دوزخیوں کو دیکھیں گے اور دوزخی بہشتیوں کو پھر وہ آپس میں گفتگو کریں گے اس سے اہل جنت کو لذت و سرور حاصل ہوگا۔ جب وہ دوزخیوں کو زجر و توبیخ کریں گے کہ تم کیا کہتے تھے آب کیا دیکھ رہے ہو۔

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے کہ ظاہر ہے کہ بہشت بلندی پر اور دوزخ نہایت پستی میں اور پھر بہشتیوں کا دوزخیوں کو دیکھنا بھی حق ہے جیسے اُوپر کے بالاخانہ پر بیٹھنے والے نیچے والوں کو دیکھتے ہیں لیکن ان کا دوزخیوں کو زجر و توبیخ کر کے مسرور ہونا اور اس سے لذت پانا اسی لیے کہ قیامت میں اسم منتقم و قہار کا ظہور ہوگا پھر وہ جیسے دنیا میں اہل ایمان پر راحم اور کفار پر سخت تر تھے ایسے ہی بہشت میں بھی اعدائے دین پر رحم نہیں کریں گے جیسے خود اللہ تعالیٰ ان پر رحم نہیں فرمائیگا اسی لیے کہ اگر ان پر رحم فرماتا تو انھیں دوزخ میں داخل نہ فرماتا بلکہ بہشت عطا فرماتا۔ ہم اللہ تعالیٰ

Scanned with CamScanner

سے ثواب اور جنت کا سوال کرتے ہیں۔

قال۔ بہشت والا ساتھی اپنے دوزخ والے دنیوی ہم نشین کو زجر و توبیخ کر کے کہے گا جب اسے دوزخ میں قبیح صورت میں دیکھے گا۔

تاللّٰہ بخدا۔ ان کدت۔ تحقیق شان یہ ہے کہ نزدیک تھا کہ تردین تو مجھے ہلاک اور تباہ کر ڈالتا یعنی گمراہ کر کے تو مجھے ہلاک کر دیتا۔

حل لغات: تردی بمعنی الہلاک والارداء بمعنی الاہلاک دراصل عبارت لتردینی تھی یاء متکلم کو حذف کر کے کسرہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ ولولا نعمۃ ربی۔ اگر مجھے میرے پروردگار کی نعمت یعنی حفاظت وعصمت وہدایت نصیب نہ ہوتی۔ لکنت من المحضرین۔ تو میں حاضر کیے ہوئے لوگوں سے ہوتا۔ احضار شر میں ہی مستعمل ہوتا ہے۔ (کشف الاسرار) یعنی میں بھی منجملہ ان لوگوں سے ہوتا جو عذاب کے لیے حاضر کیے جاتے ہیں جیسے تجھے اور تیرے جیسے اور لوگوں کو عذاب کے لیے حاضر کیا گیا ہے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یہاں پر نعمت سے مراد حفاظت وعصمت وہدایت مراد ہے۔ لکنت من المحضرین یعنی میں منجملہ ان لوگوں کے ہوتا جو ابتدائے امر میں گمراہ ہوتے یا جس حال میں تم عذاب الٰہی کے علاوہ بُعد و فراق میں ہو اور یہ تمہاری انتہائی سزا ہے اللہ تعالیٰ نے قبل از وقوع ان حالات کی اس لیے خبر دی ہے تاکہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حضور و غیبت ہر دونوں برابر ہیں۔ شے کا حضور اللہ تعالیٰ کے علم میں اضافہ نہیں کرتا اور نہ ہی کسی شے کا غیب ہونا اس کے علم میں کمی کرتا ہے۔ اس کے علم میں شے کا وجود و عدم برابر ہے اور معدومات اس کے علم میں بمنزلہ موجود ہیں ؎

بر و علم یک ذرہ پوشیدہ نیست
کہ پیدا و پنہاں بنزدش یکیست

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی شے پوشیدہ نہیں اس لیے کہ ظاہر اور پوشیدہ اس کے نزدیک برابر ہے۔

افما نحن بمیتین۔ تو کیا ہم مرنے والے نہیں۔ اس گفتگو کی طرف رجوع ہے جو بہشت میں ایک دوسرے سے گفتگو کریں گے جب کہ دنیوی ساتھی کے ساتھ گفتگو ختم کر لیں گے تو پھر وہی گفتگو شروع فرمائی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو یاد کر کے سرور ظاہر کریں گے اس لیے کہ بہشت میں دائمی زندگی کی یاد میں لذت و سرور ہوگا اور ہمزہ تقریر کے لیے ہے۔ اس میں تعجب کا معنی اور فاء کا مقدر پر عطف ہے جیسے نظم کلام کا تقاضا ہے یعنی کیا ہم ہمیشہ رہیں گے اور کیا ہمیں اس طرح کی نعمتیں ملتی رہیں گی کیا ہم پر موت نہیں آئے گی حالانکہ ہماری شان یہ ہے کہ ہم پر موت واقع ہو۔ الا موتتنا الاولیٰ۔ ہماری پہلی موت جو ہمیں دنیا میں

Scanned with CamScanner

آئی۔ یہ اس کو بھی شامل ہے جو قبر میں زندہ کر کے سوال کا جواب دیا جائے گا۔ یہ اس کی تصدیق ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لا یذوقون فیہا الموت الا الموتۃ الاولیٰ۔ ہم جنت میں بالکل مریں گے ہی نہیں سوائے اسی موت کے کہ جو ہمیں دنیا میں آئی۔ اس کا منصوب ہونا علی المصدریۃ (مفعول مطلق) کے ہے یعنی یہ اسم فاعل سے مفعول مطلق ہے یعنی وہ مستثنیٰ مفرغ معرب ہے اور علیٰ حسب العوامل میتین کی وجہ سے منصوب ہے اس کا منصوب ہونا فعل مذکور سے ہے جو اس سے پہلے ہے جیسے ماضربت زیدا الا ضربۃ واحدۃ۔ گویا یوں کہا گیا ہم پر موت نہیں آئے گی مگر وہی پہلی موت۔ بعض نے کہا کہ یہ استثناء منقطع بمعنی لکن ہے یعنی لکن الموتۃ الاولیٰ قد ذاقت الانبیاء۔ بعض نے کہا کہ یہاں پر بمعنی بعد و سوی ہے۔ وما نحن بمعذبین اور ہم کافروں کی طرح عذاب نہیں دیئے جائیں گے اس لیے کہ عذاب سے نجات پانا بھی نعمت جلیلہ ہے اور ایسی نعمت تحدیث کا موجب ہے جیسا کہ عذاب محنت عظیم ہے اور وہ ہر لحظہ موت کی تمنا کا موجب ہے۔

فائدہ:- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ موت ماقبل کے اوقات کے لحاظ سے اشد اور مابعد کے لحاظ سے آسان ہے۔

تفسیر صوفیانہ:- آیت میں اشارہ ہے کہ موتۃ اُولیٰ سے ارادی موت ہے وہ یہ کہ انسان اپنے صفات نفسانیہ حیوانیہ کو ختم کر دے تو ایسے شخص کو حیاتِ روحانیہ ربانیہ عطا ہوگی۔ پھر اس شخص کو کبھی موت نہیں آئے گی اور ایسا مومن ایک دار یعنی دنیا سے منتقل ہو کر دار دیگر یعنی جوارِ حق میں پہنچے گا اور ایسے شخص کو نارِ ہجر و فراق اور آفتِ حرمان سے عذاب نہیں دیا جائے گا۔ ع

ہر کہ فانی شد از ارادت خویش
زندگی یافت از جہت خویش

ترجمہ:- جو اپنے ارادوں سے فانی ہوا اس نے زندگی پالی اور اپنی اچھی قسمت سے۔

از عذاب و الم مسلّم گشت
در جوار خدا منعّم گشت

ترجمہ:- عذاب اور درد سے فارغ ہوگیا۔ خدا کے حضور میں نعمت والا ہوا۔

ان ہذا۔ بیشک جس حال میں ہم ہیں کہ ہمیں نعمت سے نوازا گیا اور یہاں بہشت میں ہمیشہ رہنے کا وعدہ فرمایا اور عذاب سے امن نصیب ہوا یہ۔ ہو الفوز العظیم۔ بیشک وہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ الفوز۔ حصول سعادت کے ساتھ کامیابی۔ یعنی یہاں بہشت میں سعادت اور ہر مراد کے حصول کی کامیابی ہے۔ یہ اس لیے کہیں گے کہ وہاں دنیا اور دنیا کی ہر شے ایسی حقیر نظر آئے گی جیسے بحر محیط کے

Scanned with CamScanner

مقابلہ میں قطرہ یا اناج کے ڈھیر کے سامنے ایک دانہ حقیر نظر آتا ہے۔

لمثل ھذا فلیعمل العاملون۔ ایسے مقصد عظیم کے حصول کے لیے ہر بندے پر واجب ہے کہ نیک عمل کرے اور ہر ممکن جدوجہد کرے۔ اس دنیوی حظوظ کی جدوجہد بیکار ہے کہ بہت جلد ختم ہو جائے گی اور پھر اس میں ہزار دل درد و ملال اور بلائیں اور سردردیاں سوار ہیں۔

فائدہ:۔ کاشفی نے لکھا کہ ایسی نعمتوں کے حصول کے لیے عمل کیا جائے نہ کہ دنیوی مال وجاہ کے لیے کہ یہ تو زوال پذیر اور ہاتھ سے نکل جانے والے ہیں ؎

گر بار کشی بار نکاری باری
ور کار کنی برائے یاری باری

ترجمہ:۔

و روئے بخاک راہی خواہی مالید
بر خاک رہ طرفہ سواری باری

ترجمہ:۔

ممکن ہے کہ ان ھذا الخ کی طرف سے ہو اس معنیٰ پر حصول ثواب اور عمل طاعت کی ترغیب ہے۔

فائدہ:۔ مفسرین نے اس کا معنیٰ فلیحتمل المحتملون الاذی بھی کیا ہے یعنی چاہیے کہ اذیتوں اور تکالیف کو سر پر اٹھائیں یہ معنیٰ اس لیے کیا ہے کہ بحیثیت تکالیف اور مشقتوں میں گری ہوئی ہے اور دوزخ شہوات سے۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ نے فرمایا:۔ ؎

حفت الجنت بمکروہاتنا
حفت النیران من شہواتنا

ترجمہ:۔ بہشت مکروہات یعنی تکالیف کے گھیرے میں ہے اور دوزخ شہوات کے گھیرے میں ہے۔

یعنی بہشت کا حصول ان اشیاء پر موقوف ہے جن پر عمل کرنے سے ہمیں تکلیف محسوس ہوتی ہے اور دوزخ میں ان اعمال سے جانا ہو گا جو ہمارے نفوس کو مرغوب و محبوب ہیں۔ انسان اور بہشت کے درمیان مکارہ (تکالیف وغیرہا) کا حجاب ہے جس کا پھاڑنا نہایت سخت ہے اور دوزخ اور بندے کے درمیان کوئی حجاب نہیں بلکہ خود شہوات نفسانی اس کے حجابات ہیں لیکن یہ حجاب کوئی شے نہیں بلکہ اسے پھاڑا جائے تو نہایت آسانی سے اسے پھاڑا جا سکتا ہے ہم شہوات کی رغبت اور بہشت کی کرامات و انعامات کی روگردانی سے پناہ مانگتے ہیں۔

سبق:۔ کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ عارفین پر لازم ہے کہ دیدار جلال احدیت اور حقائق قربت اور روح وصال

Scanned with CamScanner

الٰہی کی اُمید پر دل و جان کو متوجہ کریں بلکہ اس بشارت میں جان و روان کو قربان کر دیں۔ نفحات حق جو جنبات القدس سے چلتے ہیں کہ اگر خوشبو پائے یا نسیم قرب کی خوشبو سونگھے یا حقائق میں سے کوئی حصہ نصیب ہو یا وصال الٰہی سے بہرہ ور ہو تو عارف پر لازم ہے کہ کہے ان ھذا لھو الفوز العظیم۔ بیشک یہ بہت بڑی کامیابی ہے بلکہ اس کے یہ لائق ہے کہ دوسروں کو بھی کہے لمثل ھذا فلیعمل العاملون۔ اس جیسی کے لیے علم والے عمل کریں۔ بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ ان کے حصول میں ارواح قربان کیے جائیں اور اجسام فدا ہو جائیں۔ چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے

علی مثل لیلیٰ یقتل المرء نفسہ
و ان بات من سلمی علی الیأس طاویا

ترجمہ: لیلیٰ کے دیدار کے لیے عاشق کو جان دینا ضروری ہے اگرچہ سلمی کے دیدار سے نا امید ہو کر رات گزارے۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں عابدین و عارفین کا حصہ ہے اسی لیے بعض اولیائے کرام کی عادت تھی کہ اشراق کی سو رکعت پڑھا کرتے اور فرماتے ہم اسی لیے بیدار ہوئے اور اسی کا ہمیں حکم ہے قریب ہے اولیاء اللہ کو اس کا اجر ملے اور اس پر ان کی تعریف ہو یعنی ان کے مجاہدات و ریاضیات پر انہیں بہت بڑا اجر ہو۔ یہاں تک کہ بعض اولیاء کرام بوقت سکرات الموت پڑھتے تھے فلیعمل العاملون الخ اس مشاہدہ کی وجہ سے جو انہیں اس وقت حاصل ہوا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دنیا میں قلب سلیم اور آخرت میں نعیم مقیم کا سوال کرتے ہیں اس کے الطاف کریمانہ کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔

حکایت موسیٰ علیہ السلام: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ بہشت میں سب سے ادنیٰ مرتبہ کس کا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ شخص جو بہشت میں سب سے بعد کو داخل ہو گا لیکن جب اسے کہا جائے گا کہ بہشت میں جا تو وہ عرض کرے گا یا اللہ میں کہاں جاؤں جبکہ سب نے تو بہشت کی جگہیں لے لی ہیں اسے فرمایا جائے گا کیا اس سے خوش ہو گا کہ تجھے بہشت میں اتنی جگہ ملے جتنی کہ دنیا کے کسی ایک بادشاہ کو ملی ہو۔ عرض کرے گا جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جا تجھے اتنا قدر ملے گا پھر اس سے دوہرا پھر اس سے سہ گنا یہاں تک کہ پانچ گنا۔ عرض کرے گا یا اللہ میں اس سے راضی ہوں اللہ تعالیٰ فرمائیگا اس کے علاوہ دس گنا اور بلکہ تیرے لیے بہشت میں وہ ہو گا جو تیرا جی چاہے گا جس سے تیری آنکھیں لذت پائیں گی عرض کریگا یا اللہ راضی ہوں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے یا اللہ بہشت میں سب سے بڑا مرتبہ کس کا ہو گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ لوگ جن کیلئے میں نے کرامت کے باغات خود بوئے ہیں اور پھر ان پر مہر لگا دی ہے کہ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی اس کا کسی کو تصور آ سکتا ہے۔ یہی کامیابی ہے اور سب سے بڑی کامیابی اسے ہے جو اعلیٰ مراتب

Scanned with CamScanner

پہ فائز ہوا جیسے رعیت اور بادشاہ کا ایک مرتبہ نہیں ہو سکتا اس لیے کہ رعیت گدڑیوں میں گزارتی ہے اور بادشاہوں کی قالینیں ہوتی ہیں۔ رعایا کی جھونپڑیاں ہوتی ہیں بادشاہوں کے محلات رعایا کو سوکھے ٹکڑے اور بادشاہوں کے شاہی کھانے جیسے دنیا میں امیر و غریب کا فرق ہے اور مختلف اغراض و مقاصد ہیں ایسے ہی آخرت میں مختلف مراتب اور اعمال کے مطابق مختلف اجر و ثواب۔ جس نے اللہ تعالیٰ کو پایا اسے بہشت ملے گی اور اس کی جملہ نعمتیں بھی لہ جسے بہشت اور اس کی نعمتیں ملیں ضروری نہیں کہ اسے خدائے تعالیٰ بھی ملے اور نہ ہی اس سے انس و محبت پائے اور نہ ہی جمیع اوقات میں اس کے دیدار و مشاہدہ سے بہرہ ور ہو۔

سبق:۔ انسان پر لازم ہے کہ ہمت بلند رکھے اس لیے کہ علو ہمتی ایمان کی علامت ہے اور ایمان کی غایت احسان میں ہے اور احسان کی غایت مشاہدۂ رحمٰن میں ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔

اذلک خیر نزلا ام شجرۃ الزقوم - تو یہ مہمانی بھلی یا تھوہڑ کا پیڑ۔ ہمزہ تقریری ہے اس سے کفار سے جہنم کے عذاب کے متعلق اقرار کرانا مقصود ہے ذلک کا اشارہ نعیم جنت کی طرف ہے خیر علی سبیل التہکم والاستہزاء وارد ہوا ہے۔ نزلًا کا منصوب علی الحالیۃ ہے۔ نزل ہر وہ طعام جو آنے والے کے لیے تیار کیا جائے۔ لشکر (فوج) وغیرہ کو جو روزینہ دیا جاتا ہے اسے انزال اسی لیے کہتے ہیں۔

الزقوم۔ چھوٹے پتوں والے درخت کا نام ہے نہایت کڑوا اور سخت گندا بدبودار درخت ہے تہامہ میں ہوتا ہے اسے مشرکین خوب جانتے تھے۔

المفردات میں ہے کہ الزقوم سے وہ غذائیں مراد ہیں جو اہلِ نار کو جہنم میں دی جائیں گی اسی سے استعارہ کر کے کہا جاتا ہے۔

زقم فلان وتزقم۔ یہ اُس شخص کے لیے بولتے ہیں جو کسی شے کو جبرًا و کرہًا نگلے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اہل جنت کی نعمتیں اور ان کا رزق تو معلوم ہو چکا کہ بہشت میں انہیں ایسا بہترین رزق ملے گا جس کی نظیر نہیں ملتی لیکن اہل نار کو زقوم جیسی غذا ملے گی خلاصہ یہ کہ اہل جنت کی مہمانی رزق معلوم اور اہل نار کی غذا زقوم ہوگی۔

فائدہ:۔ زقوم سے اس کا ثمر مراد ہے۔ اب اے ناریو! اندازہ کرو کہ رزق معلوم اچھا یا زقوم۔

فائدہ:۔ اس کے ذکر میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ اہل جنت کو تو بہشت میں جاتے ہی مہمانی کے طور پر رزق معلوم ملے گا پھر اس کے بعد کی نعمتوں کو خدا جانے لیکن جہنمی جاتے ہی زقوم کھلائے جائیں گے جس سے ان کے عذاب کا آغاز ہوگا۔

حل لغات:۔ نزل دراصل زائد شے کو کہا جاتا ہے اسی لیے اہل عرب کہتے ہیں العسل لیس من انزال

Scanned with CamScanner

الارض۔ شہد زمین کے فضول مواد سے نہیں۔ اب استعارہ کے طور شے سے حاصل شدہ چیز کو کہا جاتا ہے اس معنی پر نزلا کا منصوب ہونا علی التمیز ہوگا۔ اب معنی یوں ہوا وہ رزق معلوم کہ جس سے لذت و سرور حاصل ہوگا وہی بہتر ہے یا شجرۂ زقوم کہ جس سے غم و الم لاحق ہوگا۔

انا جعلناها فتنة للظالمین۔ بیشک ہم نے اسے آخرت میں کافروں کے لیے فتنہ یعنی دکھ درد اور عذاب بنایا ہے۔

حل لغات:۔ الفتنہ لغت میں معنی الاحتراق ہے یا اس سے دنیوی آزمائش وابتلاء مراد ہے کہ اسی کے سبب سے دنیا میں گمراہ ہوکر فتنہ میں پڑے اسی لیے کبھی فاتن کا لفظ مضل عن الحق پر مستعمل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جب کافروں نے زقوم کی سزا کا سنا تو فتنہ و آزمائش میں مبتلا ہو گئے ہیں یہی دین اسلام اور قرآن اور نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر طعن و تشنیع کا سبب بنا جیسے کفر و شرک میں اور بڑھے وہ اس لیے کہ جہنم میں آگ ہے اور آگ میں درخت کیسے انہیں یہ یاد نہ رہا کہ وہ خالق جو ایک جانور کو آگ میں پیدا کر کے اسی میں ہی اسے زندہ رکھ سکتا ہے بلکہ اس جانور کو آگ سے لذت محسوس ہوتی ہے تو پھر وہ قادر ہے کہ آگ میں درخت پیدا کر کے اسے جلنے سے محفوظ رکھے۔ انها شجرة تخرج فی اصل الجحیم۔ بیشک وہ ایسا درخت ہے جو جہنم کی جڑ سے نکلتا ہے۔ یعنی جہنم کی گہرائی میں سے نکلتا ہے اس کی جڑیں جہنم کی گہرائی میں ہیں اور اس کی ٹہنیاں جہنم کے درکات تک پہنچتی ہیں پھر چونکہ اس کا اصل اور مادہ آگ ہے اسی لیے اسے آگ نہیں جلاتی جیسے دوسرے درختوں کو جلا کر راکھ بنا دیتی ہے جیسے مچھلی چونکہ پانی میں پیدا ہوتی ہے اس لیے وہ پانی میں نہیں ڈوبتی بخلاف دوسرے حیوانات کے کہ وہ پانی میں ڈوب کر مر جاتے ہیں۔

شانِ نزول:۔ یہ آیت زبعری و دیگر قریش کے لیڈروں کے رد اور اُن کی جہالت کے اظہار کے لیے نازل ہوئی جبکہ انہیں زبعری نے کہا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں زقوم سے ڈراتے ہیں اور زقوم تو اعلیٰ غذا ہے اس لیے کہ بربر کی لغت میں اس کا معنیٰ ہے کھجور اور مکھن۔ ابوجہل زبعری کی تاویل سے خوش ہوکر اسے گھر لے گیا اور لونڈی سے کہا کہ یا جاریة زقینا۔ اے فلانی ہمیں زقوم کھلا چنانچہ وہ کھجور اور مکھن لائی اسے استہزاءً کہا تزقموا۔ زقوم کھاؤ۔ یہ وہی شے جس سے ہمیں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انها شجرة تخرج فی اصل الجحیم سنا کر ڈراتے ہیں۔ حالانکہ ان بیوقوفوں نے نہ سمجھا کہ وہ زقوم اور ہے جو انہیں جہنم میں کھلایا جائے گا۔ طلعها۔ اس کے شگوفے اور ثمرات جو اس سے نکلتے اور نکلیں گے یہ طلع النخل سے مستعار ہے بوجہ ہم شکل ہونے کے۔ الطلع۔ ہر وہ جو کھجور سے جوتے کی شکل میں نکلتا ہے اور حمل وہ جو گچھے دار اس کے اندر ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

کانہ رؤس الشیاطین ۔ قبح و ہولناکی میں ایسے ہیں گویا وہ دیووں کے سر ہیں اس لیے کہ دیو کی شکل وصورت لوگوں کے نزدیک قبیح ترین اور بہت بڑی ہولناک ہے اسی سے مشرکین عرب کا عقیدہ بھی تھا کہ دیو سے قبیح اور ہولناک ترین اور کوئی شے نہیں ۔ جب وہ کسی کو قبیح اور ہولناک سے موصوف کرتے تو کہتے کانہ شیطان اگرچہ انہوں نے اسے دیکھا بھی نہیں تھا ۔ طلع کو اسی شیطان سے تشبیہہ دینا خیالی تشبیہہ ہوگی جیسے حسین ترین انسان کو فرشتہ سے تشبیہہ دی جاتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے حکایۃً فرمایا ما ھذا بشرا ان ھذا الا ملک کریم ۔ نہیں ہے یہ بشر نہیں ہے یہ مگر مکرم فرشتہ ۔ اس میں اشارہ ہے کہ جسے آج شیاطین کے صفات کی قباحت معلوم ہے اور وہ بدعملی سے باز نہیں آتا تو قیامت میں اس کے اعمال کی سزا اسی قبیح صورت شیطانی کے ساتھ دی جائے گی ۔

فانھم لاٰکلون منھا ۔ تو وہ اس درخت زقوم یا اس ثمرات سے کھائیں گے ۔ تانیث مضاف الیہ کی وجہ ہے ۔ فمالئون منھا البطون ۔ تو بھوک یا کھانے کی خواہش مٹانے کے لیے پیٹ کو بھر دیں گے اگرچہ انہیں اس سے کراہت ہوگی ۔ یہ بھی ان کے لیے ایک قسم کا عذاب ہوگا ۔

فائدہ :۔ اس میں اشارہ ہے کہ انھیں آخرت میں وہی ملے گا جو انہوں نے دنیا میں بویا تھا اس لیے کہ انسان جو کچھ بوتا ہے وہی اٹھاتا ہے ۔

حل لغات :۔ المالئ اسم فاعل از ملأ الاناء ملا یملؤہ فھو مالئ و مملوء اور البطون بطن کی جمع ہے الظھر (پیٹھ وغیرہ) کی نقیض ۔

ثم ان لھم علیھا ۔ ھا کی ضمیر الشجرۃ کی طرف راجع ہے جس سے وہ اپنا پیٹ بھریں گے جب ان کے پیٹ بھر جائیں گے تو انہیں پیاس ستائے گی اور پیاس میں کافی وقت گزر جائے گا جیسا کہ لفظ ثم سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ لفظ زمانی تراخی کے لیے مستعمل ہوتا ہے اور اب اسے تراخی رتبی کے لیے بنایا جائے تو بھی جائز ہے اس لیے کہ جب انھیں زقوم کے کھانے اور پیٹ بھر جانے سے طبیعت بگڑے گی تو پانی کی خواہش کریں گے لیکن طعام کی بہ نسبت پینے کی شے میں زیادہ کراہت ہوگی ۔ اس معنیٰ پر ان کے پینے کی شے کا رتبہ بعید تر ہوگا اس اعتبار سے ان کا طعام ہوگا تو بے مزہ اور پانی بھی بے مزہ ۔

لشوبا من حمیم ۔ کھولتے پانی کی ملونی ہے ۔

حل لغات :۔ الشوب بمعنی الخلط الحمیم بمعنی الماء الحار یعنی وہ گرم پانی جس کی گرمی انتہا کو پہنچ جائے یعنی ان کا پینے کی اشیاء خون سے ہوں گی یا سیاہ پیپ یا پیپ جس میں انتہا درجہ کا گرم پانی ملا ہوا ہوگا جس سے پیتے ہی ان کی آنتیں کٹ جائیں گی ۔ اب آیت کا معنیٰ یہ ہوگا کہ پھر ان کے لیے کھانے کے بعد گرم کھولتا

Scanned with CamScanner

ہوا پانی ملے گا۔

ثم ان مرجعهم - پھر ان کا رجوع۔ لالی الجحیم ۔ جہنم کے درکات یا جہنم کی طرف ہوگا، تو زقوم انھیں بطور مہمانی پیش ہوگا اور یہ مہمانی انھیں جہنم کے داخل ہونے سے پہلے پیش کی جائے گی۔ اسی لیے بعض مفسرین نے کہا کہ جحیم دوزخ سے باہر ہے جیسا کہ آیت هذه جهنم التي يكذب بها المجرمون يطوفون بينها وبين حميم آن ۔¹ سے معلوم ہوتا ہے۔ انھیں جہنم میں رہنے کے مقامات ومنازل سے لے جاکر زقوم کھلایا جائے گا جس سے ان کے پیٹ پھول جائیں گے۔ پھر انہیں کھولتا ہوا گرم پانی پلا کر پھر جحیم کی طرف لایا جائے گا اور انھیں اس طرح ہانکا جائے گا جیسے پیاسے اونٹ کو پانی پلا کر پانی کے گھاٹ سے ہٹایا جاتا ہے۔ اس تقریر کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت ثم ان منقلبهم پھر انھیں اپنی جگہ پر لوٹنا ہوگا۔ سے بھی ہوتی ہے۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! مسلمان ہو کر مرو اس لیے کہ دوزخ کے زقوم کا ایک قطرہ اگر زمین پر گرایا جائے تو ان کی تمام معیشت کڑوی ہو جائے پھر ان بیچاروں کا کیا حال ہوگا جو اسے طعام کے طور کھائیں گے اور اسی سے اپنی پیاس بجھائیں گے اسی لیے کہ وہاں ان کی سوائے اس کے اور کوئی غذا نہ ہوگی۔

انهم الفوا اباءهم ضالين ۔ بے شک انہوں نے باپ دادا گمراہ پائے۔ دینی امور میں آباء کی تقلید میں کہ انھیں اور ان کے آباء نے سوائے اسی غلط طریقے کے اور کوئی کام نہ کیا تو اسی طرح کے مختلف عذاب میں مبتلا ہوئے اسی لیے ان کے استحقاق عذاب کی تعلیل بیان فرمائی۔

حل لغات: الالفاء بالفاء بمعنی الوجدان یعنی پانا ضالین الفو کا مفعول ثانی ہے الفوا بمعنی وَجَدُوْا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ یعنی انھوں نے اپنے آباؤ اجداد کو ہدایت سے بھٹکا ہوا اور طلب حق سے کوسوں دور پایا۔ فهم ۔ تو وہ کافر ظالم۔ علیٰ اثارهم ۔ انہی نشان قدم پر۔ آثار اثر کی جمع ہے بمعنی نقوش یعنی اپنے آباؤ اجداد کے نقوش پر۔ يهرعون ۔ تیزی سے دوڑتے رہے ذرہ برابر بھی تامل نہ کیا کہ وہ جس راہ پر چل رہے ہیں یہ بالکل باطل اور حق سے کوسوں دور ہے اگر تھوڑا سا غور و فکر کرتے تو ان پر حقیقت واضح ہو جاتی۔ الاهراع بمعنی الاسراع الشديد گویا وہ اپنے آباؤ اجداد کے نقوش پہ چلنے کے سخت پابند تھے کہ ان سے بال برابر بھی ہٹنا گوارا نہ کرتے تھے۔

---

¹ وہ جہنم جس کی مجرم تکذیب کرتے ہیں پھریں گے ان کے درمیان کھولتا پانی ۱۲

ولقد ۔ بخدا بیشک ۔ ضل ۔ گمراہ ہوئے ۔ قبلھم ۔ جو قریش مکہ سے پہلے گزرے ہیں ۔ اکثر الاولین سابقہ اُمتوں کے اکثر لوگ ۔ انہیں ابلیس نے گمراہ کیا ۔ یہاں ابلیس کے اضلال کا ذکر اسی لیے نہیں ہوا کہ اس کا گمراہ کرنا ایسا واضح ہے کہ دلیل کی ضرورت نہیں اسی لیے یہاں اشارہ پر اکتفا فرمایا ۔ ولقد ارسلنا فیھم منذرین ۔ بخدا ہم نے ان اُمم سابقہ کے لوگوں میں بھیجے ڈرانے والے انبیاء علیہم السلام جو بہت بڑی عزت وشان والے تھے جنہوں نے آکر انہیں ان کے عقائد کا بطلان ظاہر فرمایا اور فرمایا کہ جس دین پر تم ہو اس کا انجام بُرا ہے ۔ فانظر کیف کان عاقبۃ المنذرین ۔ دیکھئے ان منذرین کا انجام کیسے برباد ہوا حالانکہ انہیں قیامت کے عذاب سے خوب ڈرایا دھمکایا گیا لیکن وہ ذرہ برابر بھی متوجہ نہ ہوئے اور نہ ہی سر اٹھا کر انبیاء علیہم السلام کی بات سنی ۔ فانظر ۔ تو دیکھ یہ ۔ خطاب یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے یا ہر اس شخص کو جس نے ان لوگوں کے آثار ونشانات کو دیکھے یا ان کے حالات سُنے ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ لوگ ذلیل وخوار ہو کر تباہ وبرباد ہوئے ۔

الا عباد اللہ المخلصین ۔ مگر اللہ تعالیٰ کے وہ بندے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مخلص بنایا کہ انہیں ایمان اور ان اعمال کی توفیق بخشی جو انذار کے مطابق تھے یعنی اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے اس عذاب سے نجات پا گئے جس عذاب میں اُمم سابقہ کے کفار تباہ وبرباد ہوئے ۔

فائدہ : آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ سے پہلے اُمم سابقہ کی طرف رسل کرام تشریف لائے اور انہیں عذاب الٰہی سے ڈرایا اور کفر کے برے انجام کی خبر دی اور گمراہی سے دور رہنے کی تلقین فرمائی لیکن ان بدبختوں نے ان انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی اور برائیوں اور کفر وشرک سے باز نہ آئے بلکہ اپنے کفر وضلال پر ڈٹ گئے اور رسل کرام نے ان کی اذیتوں اور تکلیفوں پر صبر فرمایا اور دعوتِ حق برابر دیتے رہے فلہٰذا آپ کی قوم کفر وشرک پر اصرار کر رہی ہے تو ان کا انجام بھی برباد ہوگا اور آپ کو صبر پر کامیابی ۔

سبق : عاقل پر لازم ہے کہ اعمال صالحہ میں اخلاص پیدا کرے اور قلب کے تصفیہ میں جد وجہد کرے ۔

عبودیت کا دارومدار : حضرت واسطی قدس سرہ نے فرمایا کہ عبودیت کے چھ گُر ہیں :

۱ ۔ تعظیم ۲ ۔ حیاء ۳ ۔ خوف ۴ ۔ رجاء ۵ ۔ محبۃ ۶ ۔ ہیبۃ ۔

۱ ۔ تعظیم سے اخلاص پیدا ہوتا ہے ۔

Scanned with CamScanner

۲۔ حیاء سے بندے کو قلب کی نگرانی نصیب ہوتی ہے۔
۳۔ خوف سے گناہوں سے توبہ کی توفیق اور ہلاکت سے امان ملتی ہے۔
۴۔ اُمید سے طاعات کی طرف رغبت ہوتی ہے۔
۵۔ محبت سے اعمال خالص کا موقع میسر آتا ہے۔
۶۔ ہیبت سے اپنا اختیار اور طاقت کا تصور مٹتا ہے اس کا ارادہ ارادۂ الٰہی کے تابع ہو جاتا ہے اور پھر وہ ہر وقت کہتا ہے سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا۔ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

حکایت: ذو القرنین جب ظلمات میں پہنچے تو اپنے لشکر کو فرمایا کہ اپنے گھوڑوں کے قدموں کے نیچے سے جتنا پتھر اُٹھاؤ گے وہ جواہر اور موتی ہوں گے جنہوں نے آپ کا حکم مان کر پتھر اُٹھائے تو وہ واقعی جواہر اور موتی تھے اور جنہوں نے نافرمانی کی وہ بعد کو افسوس کے ہاتھ ملتے تھے۔

کاش کہ بہر امتحان باری
کردمی نان ذخیرہ مقداری

ترجمہ:۔ کاش میں امتحان باری تعالیٰ کے وقت روزی کا بہت وافر حصہ جمع کر لیتا۔

تا کنون نقد وقت من گشتی
وقتم ایں سان بمشقت نگذشتی

ترجمہ:۔ تاکہ آج ہمیں نقد صورت میں کام آتا۔ میرا وقت دکھ درد میں نہ گزرتا۔

کاش کے کز گہر بکردم بار
بر سکندر بکردمی انکار

ترجمہ:۔ کاش میں موتیوں کی جھولی بھر لیتا سکندر کے سامنے پریشانی ظاہر نہ کرتا۔

تا نیفتادمی ازاں تقصیر
در حجاب و خجالت تشویر

ترجمہ:۔ کاش مجھے اس میں کوتاہی نہ ہوتی حجاب و خجالت میں پریشانی نہ ہوتی۔

ایں بود حال کافر و مسلم
کاو دریں تنگ موطن و مظلم

ترجمہ:۔ یہی کافر و مسلم کا حال ہوگا جو وہ اس تاریکی کے ملک میں کر رہے ہیں۔

(بقیہ بر ص ۲۰۹)

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ○ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ
مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ○ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ○
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ○ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ○
اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ○
ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ○ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ○ اِذْ
جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ○ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا
تَعْبُدُوْنَ ○ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ○ فَمَا ظَنُّكُمْ
بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ○ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ○
فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ○ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ○
مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ○ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ○ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ
يَزِفُّوْنَ ○ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ○ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا
تَعْمَلُوْنَ ○ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ○
فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ○ وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ
اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ○ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ
حَلِيْمٍ ○ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ
اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ
شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ○ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ○ وَنَادَيْنٰهُ
اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ
اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ○ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ○ وَتَرَكْنَا
عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ○ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ○ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○

Scanned with CamScanner

إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ○ وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ ○
وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ ۚ وَمِن ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ
لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ ○

ترجمہ:۔ اور بیشک ہمیں نوح نے پکارا تو ہم کیا ہی اچھے قبول فرمانے والے اور ہم نے اُسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی تکلیف سے نجات دی اور ہم نے اُسی کی اولاد باقی رکھی اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔ نوح پر سلام ہو جہان والوں میں۔ بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہے۔ پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا اور بیشک اسی کے گروہ سے ابراہیم ہے جبکہ اپنے رب کے پاس حاضر ہوا غیر سے سلامت دل لے کر۔ جب اس کے اپنے باپ اور قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو کیا بہتان سے اللہ کے سوا اور اور خدا چاہتے ہو تو تمہارا کیا گمان ہے رب العالمین پر۔ پھر اس نے ایک نگاہ ستاروں کو دیکھا پھر کہا میں بیمار ہونے والا ہوں تو وہ اس سے پیٹھ دے کر پھر گئے۔ پھر ان کے خداؤں کی طرف چھپ کر چلا تو کہا کیا تم نہیں کھاتے۔ تمہیں کیا ہوا کہ نہیں بولتے تو لوگوں کی نظر بچا کر انہیں داہنے ہاتھ سے مارنے لگا تو کافر اس کی طرف جلدی کرتے آئے۔ فرمایا کیا اپنے ہاتھ کے تراشوں کو پوجتے ہو اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔ بولے اس کے لیے ایک عمارت چنو۔ پھر اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دو۔ تو انہوں نے اس پر داؤں چلنا چاہا ہم نے انہیں نیچا دکھایا اور کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں اب وہ مجھے راہ دے گا۔ الٰہی مجھ کو لائق اولاد دے تو ہم نے اسے خوشخبری سنائی ایک عقل مند لڑکے کی۔ پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔ اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے۔ کہا اے میرے باپ کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے۔ خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا اُس وقت کا حال نہ پوچھ۔ اور ہم نے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم بیشک تو نے خواب سچ کر دکھائی ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بیشک یہ روشن جانچ تھی۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے کر اسے بچا لیا اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی

Scanned with CamScanner

رکھی۔ سلام ہو ابراہیم پر ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہیں اور ہم نے اُسے خوشخبری دی اسحٰق کی یعنی بیٹے کی خبر جو نبی ہمارا قرب خاص کے سزاواروں ہیں۔ اور ہم نے برکت اُتاری اس پر اور اسحاق پر اور ان کی اولاد میں کوئی اچھا کام کرنے والا اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا۔

بقیہ صہ۲۰۷

چوں رسید از خدا کتاب و رسول
آں برو پیش رفت ایں بقبول

ترجمہ:۔ جب اللہ تعالیٰ سے کتاب و رسول تشریف لائے کافر نے پس پشت ڈال دیا اور مومن نے قبول کر دیا۔

نزد از سر فساد و غلو
کافراں جز در عناد و عتو

ترجمہ:۔ فساد و سرکشی سے کافروں نے عناد و سرکشی کے سوا اور کوئی کام نہ کیا۔

مؤمناں کردہ در پیمبر روئے
ہم سمعنا و ہم اطعنا گوئے

ترجمہ:۔ اہل ایمان نے رسول کی طرف منہ کر لیا سمعنا و اطعنا و ہم نے سنا اور مانا کہا۔

شد بلایا نہایت انکار
شد عطایا نہایت اقرار

ترجمہ:۔ بلاؤں کی انتہا (کافروں پر) انکار کی وجہ سے ہوئی اور عطایا کی انتہا (مسلمانوں کو) اقرار کی وجہ سے ہوئی۔

اور اللہ تعالیٰ سے از راہ تحقیق توفیق نصیب ہوتی ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ ولقد نادٰنا نوح۔ اور بیشک ہمیں نوح علیہ السلام نے پکارا۔

ربط:۔ ان آیات سے منذرین (بالکسر) کے حسن انجام اور منذرین (بالفتح) کے بد انجام کی مختصر سی تفصیل شروع فرمائی۔

Scanned with CamScanner

النداء بمعنی الدعاء جیساکہ فلنعم المجیبون کا قرینہ بتاتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ یقیناً ہم نے

حل لغات: نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔ نوح علیہ السلام اول المرسلین ہیں۔ جب وہ اپنی قوم سے مایوس ہوئے باوجودیکہ کئی سال تک انہیں دعوت دیتے رہے اور انہوں نے دعوت قبول کرنے کے بجائے اظہار نفرت کیا تو ہم نے ان کی دعا مستجاب فرمائی کہ ہم نے ان کی مراد پوری فرمائی اور انہیں دشمنوں پر مکمل فتح و نصرت ہوئی اور ان سے پوری طرح بدلہ لیا۔ فلنعم المجیبون۔ تو ہم بہتر دعا قبول کرنے والے ہیں۔ مذکور پہ بھروسہ کر کے نحن کو محذوف کیا گیا ہے۔ جمع کا صیغہ ذات باری تعالیٰ کی جلالت شان کی وجہ سے ہے۔ ونجینٰہ اور اسے ہم نے نجات دی۔ تنجیة سے ہے بمعنی نجات دینا۔ واهله۔ اور آپ کے اہل وعیال کو من الکرب العظیم۔ بہت بڑے اندوہ و غم سے یعنی پانی کے غرق ہونے اور قوم کے عرصہ دراز کی گالی اور اذیتوں و تکلیفوں سے۔

حل لغات: الکرب بمعنی الغم الشدید۔ الکربۃ بروزن و بمعنی الغمۃ۔ یہ کرب الارض سے ہے بمعنی زمین کو کھود کر الٹنا اور چونکہ غم انسان کو خوب الٹتا ہے اسی لیے اسے کرب سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ کربت الشمس سے ہو۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب سورج ڈوبنے کے قریب ہو۔ وجعلنا ذریتہم الباقین۔ اور ہم نے ان کی اولاد کو ہی باقی رکھا یعنی نوح علیہ السلام کی بددعا کی:

"رب لا تذر علی الارض من الکافرین۔ اے پروردگار زمین پر کسی کافر کا جھونپڑا نہ چھوڑ۔"

دعا قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے تمام کفار کو تباہ و برباد کر دیا۔

فائدہ: بعض مفسرین نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام کے ساتھ جتنے لوگ سوار ہوئے تھے وہ بعد کو سب مر گئے باقی صرف آپ کی اولاد بچ گئی جن سے سلسلہ نسل آدم چلا اور قیامت تک چلتا رہے گا۔

فائدہ: قتادہ نے فرمایا کہ کشتی میں بھی صرف وہی تھے جو آپ کی اولاد سے تھے اور آپ کے تین صاحبزادے تھے:

۱۔ سام ۲۔ حام ۳۔ یافث

ابو العرب و فارس والروم والیہود والنصاریٰ سام تھے۔ ابو السودان از مشرق تا مغرب جملہ سندھ و ہند نوبہ۔ زنج۔ حبشہ۔ قبط۔ بربر وغیرہم حام کی اولاد ہیں۔
ترک۔ خزر۔ یاجوج ماجوج وغیرہم یافث کی اولاد ہیں۔

کشف الاسرار میں ہے کہ یافث کے سات فرزند تھے:

اولاد یافث: ۱۔ ترک ۲۔ خزر ۳۔ مقلاب ۴۔ تاریس ۵۔ منسک

Scanned with CamScanner

۶۔ کساری ۷۔ صین۔

ان کا مسکن مشرق اور شمال کے درمیان میں ہے۔ ان علاقوں میں انہی سات بھائیوں کی اولاد ہے۔

اولاد از حام:۔ حام کے بھی سات صاحبزادے تھے۔

۱۔ سند ۲۔ ہند ۳۔ زنج ۴۔ قبط

۵۔ حبش ۶۔ نوب ۷۔ کنعان۔

ان کا مسکن جنوب و دبور و صبا کے درمیان ہے سیاہ رنگ کے جملہ اولاد انہی سات بھائیوں کی اولاد ہے۔

اولاد سام:۔ ان کے پانچ لڑکے بتائے جاتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ بھی سات تھے۔

۱۔ ارم ۲۔ ارفخشد ۳۔ عالم ۴۔ یفر

۵۔ اسود ۶۔ تارخ ۷۔ تورخ۔

ارم عاد و ثمود کا اور ارفخشد عرب کا باپ تھا۔ الحق تحائغ و قحطان ہیں۔ خالغ ابراہیم علیہ السلام کا جد تھا اور قحطان یمن کا اور عالم خراسان کا۔ اسود فارس کا اور یفر روم کا اور تورخ ارمن کا یعنی صاحب ارمینیہ اور تارخ کرمان کا باپ تھا ہفت اقلیم انہی ساتوں پر منقسم اور ان ہی کے نام مشہور ہے۔ نوح علیہ السلام کے وصال کے بعد ان کا خلیفہ سام مقرر ہوا کہ نوح علیہ السلام کی اولاد پر شاہی کرتا تھا اس کا مسکن عراق تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ گرمیوں میں غوخ میں اور سردیوں میں موصل میں رہتا تھا۔ نوح علیہ السلام کا چوتھا فرزند او سام تھا جو طوفان میں غرق ہوا اس کی کوئی اور اولاد نہیں تھی۔

وترکنا علیہ فی الاخرین۔ اور پچھلوں میں ہم نے ان کی تعریف باقی رکھی۔

سلام علیٰ نوح۔ سلام ہو نوح علیہ السلام پر۔ بعینہٖ یہ کلام اور وہ علی الحکایت وارد ہے جیسے تم کہتے ہو۔ قرأت سورۃ انزلناھا۔ اسی لیے سلام علی نوح فی العلمین۔ سلام کو منصوب نہیں پڑھا گیا اس لیے کہ حکایت کو اپنے حال پر رکھا جاتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ نوح علیہ السلام پر سلام آنے والی نسلیں سلام پڑھتی رہیں گی اور ہمیشہ ان کے لیے دعا مانگتے رہیں گے۔

فی العلمین۔ یہ آخرین سے بدل ہے اس لیے کہ یہ شمول و استغراق کے لحاظ سے زیادہ دلالت کرتا ہے اور ملائکہ و ثقلین کے دخول کے اعتبار سے زیادہ موتعن ہے۔ اور دعا سے مراد یہ ہے کہ یہی دعا نوح علیہ السلام کے لیے ہمیشہ رہے گی۔

سانپ اور بچھو سے بچنے کا وظیفہ اور حکایت

تفسیر قرطبی میں ہے کہ سانپ اور بچھو حضرت نوح علیہ السلام کے ہاں حاضر ہوئے کہ ہمیں بھی کشتی میں بٹھائیے۔

لہ یہ تفصیل فقیر نے سیرت حبیب کبریا کے مقدمہ میں لکھی ہے۔ اویسی غفرلہٗ۔

Scanned with CamScanner

آپ نے فرمایا کہ تمھیں کشتی میں کیسے بٹھاؤں جبکہ تم دونوں ضرر رساں اور موذی ہو۔ انھوں نے عرض کی ہم ضمانت دیتے ہیں کہ ہم اسے کوئی ضرر نہیں پہنچائیں گے جو بھی آپ کا ذکر کرے گا تو اسے ان کی ضرر رسانی سے حفاظت رہے گی۔
(تذکرہ القشیری)

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ سلام حق کا مستحق نوح یعنی روح انسانی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے عالمین میں سوائے انسان کے اور کسی کو سلام سے نہیں نوازا۔ چنانچہ شب معراج فرمایا السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین۔ اس کے بعد یا پہلے یہ نہیں فرمایا وعلی ملائکتك المقربین۔

نکتہ: عالمین میں سلام حق کی تخصیص صرف انسان کے لیے یوں ہے کہ حامل امانت الٰہی صرف انسان ہے حالانکہ وہ تمام کو پیش کی گئی تو سب نے انکار کیا سوائے انسان کے اسی لیے سلام کا مستحق بھی صرف وہی ہے اور وہ اس کا محتاج بھی ہے کہ امانت کا بوجھ اس کے اٹھانے کا نہ تھا جب تک رحمت حق شامل نہ ہوتی اسی لیے امانت کو پلصراط کہا جائے تو بجا ہے کہ وہ بال سے باریک اور تلوار سے تیز تر ہے اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پلصراط سے گزرتے ہوئے انبیاء علیہم السلام سلّم سلّم کہیں گے اور ظاہر ہے کہ پلصراط سے صرف انسان ہی گزرے گا۔ جب صرف وہی پلصراط سے گزرے گا تاکہ اس پر گزر کر اللہ تعالیٰ کی امانت ادا کرے تو اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والی یہی پلصراط ہو گی۔

انا کذالك نجزی المحسنین۔ بیشک ہم ایسے ہی محسنین کو جزا دیتے ہیں کاف اپنے مابعد کے متعلق ہے یعنی اسی جزائے کامل (یعنی اجابت دعا اور ذریۃ کا ابقاء اور ذکر جمیل اور عالمین کا ہمیشہ سلام عرض کرنا) کی طرح ہم کاملین فی الاحسان کو جزا دیتے ہیں نوح علیہ السلام کو جو انعام و اکرام عطا ہوئے اس میں اس کی علت بیان کی گئی ہے کہ اگر انھوں نے نیک کام کیے تو انھیں بھی بہتر جزا سے نوازا گیا۔

انہ من عبادنا المومنین۔ بیشک وہ ہمارے مومن بندوں سے ہیں۔ اس میں نوح علیہ السلام کے محسنین میں سے ہونے کی علت بتائی گئی ہے کہ انھوں نے عبودیت اور کمال ایمان میں اخلاص کیا اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مومن بندے تھے۔

فائدہ: آیت میں ایمان کی قدر و منزلت اور اس کے جلال کا اظہار ہے اور بتایا گیا کہ یہ جملہ اعمال کا سرتاج ہے اس کے تحصیل کی ترغیب اور اس پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔

ے موذی بھی نبیوں کو مانتے ہیں لیکن بعض موذی انسان نہیں مانتے۔

Scanned with CamScanner

کشف الاسرار میں ہے کہ آیت میں ایمان کی تخصیص کس لیے ہے حالانکہ نبوت کے شرف کا اظہار
فائدہ: ضروری تھا تاکہ اہلِ ایمان کا شرف معلوم ہو جائے کہ مومنین کی شرافت کا اظہار ہی یہاں مطلوب ہے
ذکر صرف نوح علیہ السلام کی شرافت **من بنی ھاشم** یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنو ہاشم
سے ہیں۔

حضرت عباس بن عطاء نے فرمایا کہ منازل مرسلین کا ادنیٰ درجہ انبیاء علیہم السلام کا اعلیٰ درجہ ہوتا ہے
مسئلہ:- اور صدیقین کا اعلیٰ درجہ انبیاء علیہم السلام کا ادنیٰ درجہ ہوتا ہے اور مومنین کا اعلیٰ مرتبہ صدیقین کا
ادنیٰ درجہ ہوتا ہے۔

ثم اغرقنا الاٰخرین. پھر ہم نے انہیں غرق کیا جو نوح علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کے مغایر
تھے یعنی قوم کافرین۔

الاغراق بمعنی غرق کرنا یعنی نوح علیہ السلام اور آپ کے اہل کے مخالفین کو ہم نے دریا میں غرق کیا اس کا
عطف **نجیناہ** پر ہے۔ **ثم** کا عطف تراخی کا نہیں بلکہ ان کے مابین تفاوت مراتب کی وجہ سے ہے ایسے
ہی تر کنا کا عطف قیاس کیجئے اس لیے کہ انجاء و ابقاء اغراق کے بعد ہوئے اگر ثم تراخی کا مانا جائے
تو واقعہ کے خلاف ہوگا۔

وان من شیعتہ وہ لوگ جو نوح علیہ السلام کے اصول و عقائد میں تابع ہوئے ان میں سے
ایک **"ابراھیم"** حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ابراھیم علیہ السلام کے عقائد اور اکثر
مسائل فرعیہ نوح علیہ السلام کے عقائد و مسائل کے موافق تھے یا ممکن ہے کلی طور پر متفق ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نوح علیہ السلام کے دین اور ان کے طریقہ
فائدہ: پر تھے یا ان میں سے تھے جو دین حق پر سختی سے پابندی کرتے اور مکذبین کی تکذیب پر صبر کرنے والے
ہوتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان دو نبی صرف (حضرت ہود و حضرت صالح علیہما السلام) گزرے تھے
اور نوح و ابراھیم علیہما السلام کے درمیان دو ہزار چھ سو چالیس سال کا فاصلہ تھا۔

شانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بعض تفاسیر میں ہے کہ **شیعتہ** کی ضمیر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اگرچہ
آپ کا ذکر گرامی یہاں نہیں لیکن معناً ضرور ہے اس لیے کہ ابراہیم علیہ السلام اگرچہ بظاہر حضور علیہ السلام
سے سابق تھے لیکن حقیقتاً وہ آپ کے تابع تھے اسی لیے ابراھیم علیہ السلام کو آپ کی فضیلت کا

Scanned with CamScanner

اعتراف تھا اور آپ کے دین کی بڑی تعریف فرماتے تھے اور آپ کے حق میں دعا مانگی۔ ربنا وابعث فیھم رسولا منھم۔ (الآیۃ)

پیش آمدند بے انبیاء ز تو
گر آخر آمدی ہمہ را پیشوا شدی

ترجمہ: آپ سے پہلے بے شمار انبیاء گزرے آپ آخر میں آئے لیکن آپ سب کے پیشوا ہیں۔

خوان خلیل ہست نمکدان خوان تو
بر خوان اصطفا نمک انبیاء توی

ترجمہ: ابراھیم علیہ السلام کا دستر خوان آپ کے لنگر کا نمک دان ہے اور ہر نبی کو آپ سے فیض ملا۔

تفسیر عالمانہ:- اذ جاء ربہ۔ یہ اذکر محذوف سے منصوب ہے یاد کیجئے جبکہ لائے اپنے پروردگار کے ہاں۔

بقلب سلیم۔ با تعدیہ کی ہے وہ دل جو قلوب کے آفات بلکہ من دون اللہ کے تعلقات یعنی کونین کے کے تعلق سے پاک اور صحیح سالم تھا اس سے ان کا اخلاص کے ساتھ رب تعالیٰ کے سامنے رہنا مراد ہے یعنی وہ خالص و مخلص اللہ تعالیٰ کے تھے اور اسے تمثیل کے طریق سے بیان کیا گیا ہے ورنہ دل ایک جگہ سے دوسری جگہ پر منتقل ہونے کا نہیں کہ اسے لایا جائے۔

اذ قال الخ یہ پہلے اذ قال سے بدل ہے یعنی یاد کیجئے جب فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے۔ لابیہ اپنے باپ یعنی چچا کو جو کہ آذر بن باعر بن ناحور بن فالغ بن سالح بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام تھا۔

وقومہ:- اور اپنی قوم کو جو بت پرست تھی۔

ماذا تعبدون۔ استفہام انکاری اور توبیخ کے لیے ہے یعنی کون سی شے کی عبادت کرتے ہو۔

ائفکا اٰلھۃ دون اللہ تریدون۔ الافک بمعنی اسوء الکذب یعنی بدترین جھوٹ۔ اب معنی یہ ہوا کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا کا ارادہ رکھتے ہو بدترین جھوٹ کے لیے۔ مفعول بہ کو فعل پر مقدم کیا گیا۔ تخصیص کے لیے پھر مفعول لہ مفعول بہ پر اس کی اہمیت کے اظہار کے لیے اس لیے کہ یہ اہم معاملہ ہے کہ وہ کتنا بیوقوف ہے کہ جھوٹے معبودوں کی عبادت اور بالکل شرک میں سرمست ہیں۔

فما ظنکم۔ ما بتداء اور ظنکم اس کی خبر ہے یعنی تو پھر کون سا ہے تمہارا گمان۔

برب العٰلمین۔ رب العالمین پر جبکہ تم اس کے ہاں حاضری دو گے حالانکہ تم اس کے غیر کی پرستش کرتے ہو وہ تمہارے کرتوتوں سے غافل نہیں یا وہ تمہارے اعمال کا مواخذہ نہیں فرمائے گا۔ یعنی

Scanned with CamScanner

جب تمہارا گمان ہی نامکمل ہے پھر قطعی معاملہ کیا۔

ربط:۔ کشف الاسرار میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں خیال گزرا کہ کوئی ایسی تدبیر بنائی جائے کہ جس سے ان کے بتوں کو رسوا کر کے ان کافروں پر حجت قائم کی جائے اور واضح کیا جائے کہ یہ تمہارے بت پرستش کے لائق نہیں ہیں۔ ایک دن ان کے چچا آذر اور دوسرے لوگوں (کافروں) نے ابراہیم علیہ السلام کو کہا کہ چلیے جنگل میں تاکہ جشن منائیں۔ **فنظر** تو ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا۔ **نظرۃ فی النجوم** ۔ تو دیکھا ستاروں کو۔

حل لغات:۔ نجوم نجم کی جمع ہے یعنی ستارے کا طالع یعنی نجوم کے علم وحساب میں۔ یہاں پر صرف ستاروں کو دیکھنا مراد نہیں۔ اگر ایسے ہوتا تو فی النجوم کے بجائے الی النجوم ہوتا اور چونکہ آپ کی قوم علم نجوم کی قائل اور عام معاملات اسی کے مطابق عمل میں لاتے اسی لیے آپ نے ان سے وہی معاملہ کیا تاکہ آپ کی بات سے انکار نہ کریں تاکہ اس طرح سے ان کے ساتھ جنگل میں جشن کے لیے نہ جائیں۔

فقال انی سقیم ۔ تو فرمایا میں بیمار ہوں۔ المفردات میں ہے کہ السقم بمعنی مرض۔

شیعہ[1] کے تقیہ کے جوابات

جواب (۱) :۔ مرض دو قسم ہوتا ہے :۔

۱۔ بدن میں۔

۲۔ نفس میں۔ یہاں انہوں نے دوسرا معنیٰ مراد لیا ہے۔

جواب (۲) :۔ یہ تعریض کے قبیل سے ہے۔ تعریض کی تفصیل حاشیہ پر دیکھیے۔

جواب (۳) اپنی زمانہ ماضی یا مستقبل کی بیماری کی طرف اشارہ فرمایا یعنی میں کسی زمانہ میں بیمار تھا یا یہ کہ میں بیمار ہوں گا۔

جواب (۴) ہر انسان کو ہر وقت کوئی نہ کوئی تکلیف ضرور ہوتی ہے اگرچہ بظاہر بیماری محسوس نہ ہو اسی قبیل سے ہے جو اہل عرب کہتے ہیں۔ **مکان سقیم** ۔ یہ اس مکان کے لیے بولتے ہیں جو بظاہر تو بہتر ہو لیکن اس میں

---

[1] شیعہ کا تقیہ عمداً جھوٹ بولنا جان کا خطرہ ہو یا نہ اہلسنت کے نزدیک تقیہ حرام ہے ہاں اگر جان کا خطرہ ہو تو جائز ہے بشرطیکہ ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں جو ذومعنی ہوں کہ سننے والا کچھ سمجھے اور بولنے والے کی مراد کچھ اور جیسے ابراہیم علیہ السلام نے کیا۔ اس کی تفصیل اوپر دیکھئے۔ اویسی غفرلہٗ

سے خوف آتا ہو۔

جواب (۵)۔ میں تمہاری مخالفت اور بت پرستی سے بیمار ہوں۔

جواب (۶)۔ موت کی بیماری کا بیمار ہوں اس لیے کہ اس سے کون اور بڑھ کر بیمار ہوگا جس کے گلے میں موت کا پھندہ ہو۔ اہل عرب میں یہ محاورہ مشہور ہے چنانچہ ایک شخص اچانک بیہوش ہوگیا کسی نے کہا مرگیا ہے حالانکہ اس سے قبل تو وہ تندرست تھا۔ اعرابی نے کہا اسے کیسے تندرست کہتے ہو اس کے گلے میں موت کا پھندہ جو تھا وہی سب سے بڑا مرض تھا۔

جواب (۷)۔ یہ آیت مڑدل ہے عارف باللہ۔ دین کی ہتک گوارہ نہیں کرتے پھر اسے دور کرنے کے لیے ہر طرح کا طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم پر الزام لگایا پھر اتمام الحجۃ کو ضروری سمجھتے ہوئے تاویلات کو مدنظر رکھ کر فرمایا۔ انی سقیم۔

جواب (۸)۔ حضرت عزالدین بن عبدالسلام نے فرمایا کہ کلام مقاصد کا وسیلہ ہے اگر مقصد صحیح ہو اور بات کذب کے بغیر نہ ہوسکتی ہو تو وہاں کذب مباح ہے اگر اس مقصد کو حاصل کرنا مباح ہے۔ اور اگر واجب ہو تو کذب واجب یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے۔

الاسئلۃ المقحمہ میں لکھا ہے کہ اسی لیے بعض مشائخ نے چند مقامات پر جھوٹ بولنا جائز فرمایا:۔

۱۔ جنگ میں اس لیے کہ جنگ سوائے مکر و دھوکہ کے کام نہیں چلتا۔

۲۔ عورت کو راضی کرنے کے لیے۔

۳۔ دو لڑنے والوں اور مخالفت رکھنے والوں کے لیے۔

۴۔ آپس میں ناراض رہنے والوں کے لیے۔

۵۔ صلح و صفائی کے لیے۔

لیکن صحیح تر یہ ہے کہ ایسے مقامات پہ بھی جھوٹ بولنا حرام ہے اس لیے کہ جھوٹ آخر جھوٹ ہے قبیح کبھی حسین نہیں ہوسکتا ہاں اگر تاویل کے طور تعریفی کلام کرے تو جائز ہے مثلاً اپنی اسی عورت کو کہے کہ جس سے اس کی محبت نہیں کہ بھلا تیرے ساتھ محبت کیوں نہ کروں جبکہ تو میرے لیے حلال اور میری منکوحہ ہے اور عرصہ دراز سے تو میری رفیقۂ حیات ہے وغیرہ وغیرہ لیکن صراحۃً یوں نہ کہے کہ میں تیرے ساتھ محبت کرتا ہوں حالانکہ دل میں اس کے ساتھ بغض رکھتا ہے اور یہ کذب خالص ہوگا اور وہ حرام ہے۔

حدیث شریف:۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دائیں جانب کے دشمن پر حملہ کرنے کا ارادہ

Scanned with CamScanner

فرماتے تو بائیں جانب کے متعلق باتیں کرتے تاکہ دشمن کو خیال ہو کہ وہ ہمارے متعلق ارادہ نہیں رکھتے ہاں اگر اسی جانب کا ارادہ ظاہر کرکے صراحۃً فرماتے کہ میں فلاں جانب لڑنے جاؤں گا تو وہ جھوٹ میں داخل ہوتا۔

ربط: ابراہیم علیہ السلام کی برادری کے لوگ بیمار کو بُری فال سمجھتے جب سُنا کہ ابراہیم علیہ السلام بیمار ہیں تو انھیں بتکدہ میں تنہا چھوڑ گئے اور فوراً جنگل کی طرف جشن کے لیے پہنچے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فتولوا عنه - تو منہ پھیرا اور ابراہیم علیہ السلام سے جدا ہوئے۔

مدبرین۔ بعض نے فرمایا کہ سقم سے طاعون کی بیماری مراد ہے کیونکہ وہی سب سے زیادہ پھیلتا ہے اور عموماً متعدی یہی ہوتا ہے۔

فائدہ: صاحب رُوح البیان نے فرمایا کہ اس سے طاعون مراد ہے ہو سکتا اس لیے کہ یہ صرف بنی اسرائیل میں واقع ہوا۔ ان سے قبل کسی قوم پر نہیں آیا تھا ہاں ایک روایت میں ہے کہ طاعون بنی اسرائیل یا ان سے پہلے والے لوگوں پر بطور عذاب واقع ہوا۔

فراغ الی آلہتہم: چپکے سے اُن کے بتوں کی طرف گئے۔

حل لغات: یہ دراصل روغ بمعنی المیل بحیلۃ سے ہے یعنی کسی شے کی طرف جھکنا۔ یہ رواغۃ الثعلب سے لیا گیا ہے بمعنی حیلے کے ساتھ چھپ کر جانا۔

القاموس میں ہے راغ الرجل والثعلب روغا و روغانا بمعنی مال وحاد عن الشیٔ اور تاج المصادر میں ہے الروغ والروغان بمعنی روباہی کرنا اور الروغ بمعنی چھپ کر کسی شے کی طرف جانا

التہذیب میں ہے الروغ والروغان بمعنی مکر کرنا۔

فقال۔ تو بتوں سے استہزاء کرتے ہوئے فرمایا اس لیے کہ آپ نے بتوں کو آراستہ پایا تو طعام کا دسترخوان ان کے سامنے رکھ کر فرمایا الا تاکلون۔ کیا تم کھاتے نہیں ہو۔ اور مشرکوں کی عادت تھی کہ حصول برکت کے ارادہ پر بتوں کے سامنے کھانا پکاتے تھے۔

مالکم لا تنطقون۔ تمھیں کیا ہے کہ تم میرے سوال پر جواب دیتے ہوئے بولتے نہیں ہو۔

فراغ علیہم۔ تو لوگوں سے نظر بچا کر ان کو ضربًا بالیمین دائیں ہاتھ سے مارتے تھے۔ ضربًا یا مفعول مطلق ہے اور اس کا فعل محذوف ہے۔ دراصل عبارت ضرب ضربًا بالیمین تھی یا حال ہے۔ عبارت ضاربًا بالیمین ہوگی اس وقت مصدر بمعنی اسم فاعل ہوگا اور دائیں ہاتھ کی قید اس لیے ہے کہ اس سے ضرب سخت تر ہوتی ہے کیونکہ یہ قوی تر اور شدید تر ہے اور قاعدہ ہے کہ آلہ شدید ہو تو فعل بھی شدید ہوتا ہے۔ بعض نے یمین بمعنی قوۃ و متانت کہا ہے اور قسم کا دارو مدار بھی لفظ یمین پر ہے اسی لیے کہ

Scanned with CamScanner

کلام اسی سے قوت پاتا اور مؤکد ہوتا ہے۔ بعض نے کہا کہ با، سببیہ اور یمین بمعنی قسم ہے یعنی بتوں کو مارا بسبب اسی قسم کے کہ اس سے قبل آپ نے فرمایا تھا و اللہ لاکیدن اصنامکم۔ بخدا تمہارے بتوں کے ساتھ کوئی کارروائی ضرور کروں گا۔

جب جنگل سے کفار و مشرکین واپس لوٹے تو دیکھا کہ ان کے بت بت خانہ میں ٹکڑے ٹکڑے ہوئے پڑے ہیں۔ ایک دوسرے سے ٹکڑے ٹکڑے کرنے والا کا نام پوچھا تو اپنے گمان سے کہا کہ یہ کام ابراھیم علیہ السلام کا ہوگا فلهذا چلیے ان سے پوچھ لیں چنانچہ ابراھیم علیہ السلام کے ہاں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فاقبلوا۔ وہ مشرکین جنھیں ابراھیم علیہ السلام کے ہاں حاضری کا حکم تھا متوجہ ہوئے۔ الیه ابراھیم علیہ السلام کی طرف۔ الیه کا متعلق ماقبل یا مابعد ہر دونوں جائز ہے (کذا قال ابن الشیخ) الیه کا مرجع ابراھیم علیہ السلام نہیں۔ یزفون۔ دوڑتے تھے۔ یہ اقبلوا کی ضمیر سے حال ہے بمعنی یسرعون۔

ما بط

حل لغات:۔ زفیف النعام سے ہے یہ اُس وقت بولتے ہیں جب شتر مرغ دوڑنے کی ابتدا کرے۔

المفردات میں ہے کہ زفیف ہوا کے چلنے اور شتر مرغ کے دوڑنے کو کہا جاتا ہے جس میں کچھ اڑنا شامل ہو اور زف النعام اُس وقت بولتے ہیں جب شتر مرغ تیزی کرے۔ اسی سے زاف الحمادس کا استعارہ ہے نہ باین معنی کہ وہ دوڑتی ہے بلکہ باین معنی کہ اسے شتر مرغ کے گھر لے جانے میں جلدی کی جاتی ہے نیز اس کے لے جانے میں ایک قسم کا سرور بھی حاصل ہوتا ہے۔

قال۔ جب ابراھیم علیہ السلام کو محفل میں لایا گیا اور اُن کے ساتھ جو گفتگو ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ا۔ ن بیان فرمایا کہ قالوا أأنت فعلت هذا بآلهتنا یا ابراهیم۔ کہا کہ یہ تو نے کیا ہے لے ابراھیم۔ اس گفتگو کے بعد ابراھیم علیہ السلام نے کافروں کو فرمایا اتعبدون ہمزہ استفہام انکار کا ہے کیا تم پرستش کرتے ہو ما تنحتون۔ ان بتوں کی جنھیں تم اپنے ہاتھوں سے خود بناتے ہو۔ یہ ما موصولہ ہے۔ النحت۔ دراصل درخت لکڑی و دیگر جسم والی چیزوں کے چھیلنے کو کہا جاتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ پتھر اور لکڑی کو تراش کر اپنے ہاتھوں سے بت بنا کر پھر ان کی پرستش کرتے ہو۔ واللہ خلقکم حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں پیدا فرمایا۔ یہ تعبدون سے حال ہے انکار و توبیخ کی تاکید کے لیے ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ خالق تمھارا تو اللہ تعالیٰ ہے پھر غیر کی پرستش کیوں جبکہ عبادت کا مستحق تو خالق کو ہونا چاہیے نہ کہ مخلوق کو۔ وما تعملون۔ اور تمھارے اعمال کو بھی اس نے پیدا فرمایا یعنی یہ بت جو تم اپنے ہاتھ

Scanned with CamScanner

سے بناتے ہو یہ بھی اسی کے پیدا کردہ ہیں یعنی بتوں کے جواہر و مواد کا خالق وہی ہے اگرچہ تم نے انہیں خاص شکل و صورت میں بنایا ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت سے ورنہ اگر اس نے تمہارے اندر اس قدرت کے اسباب وغیرہ پیدا نہ فرماتا تو تم کب بت بنا سکتے تھے۔

مسئلہ: آیت سے ثابت ہوا کہ جملہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ اور آن کا سبب (بنانے والا) بندہ ہے یہی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے اور ثواب و عذاب کا ترتب اسی کسب کی وجہ سے ہے۔

حضرت جامی قدس سرہ نے فرمایا ؎

فعل ما خواہ زشت و خواہ نکو
یک بیک ہست آفریدۂ اُو

ترجمہ: ہمارے نیک یا بُرے جملہ افعال اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔

نیک و بد گرچہ مقتضائے قضاست
ایں خلاف رضا و آں برضاست

ترجمہ: نیکی اور بُرائی اگرچہ قضا و قدر الٰہی سے ہے لیکن بُرائی میں اس کی رضا نہیں نیکی میں اس کی رضا ہے۔

قالوا یعنی نمرود اور اس کے خواص نے کہا۔ السہیلی نے التعریف میں لکھا کہ طبری میں ہے کہ اس کے مقالے کا قائل ہیزن تھا۔ وہ فارس کا اعرابی تھا۔ اس کے بارے میں حدیث شریف وارد ہے کہ ایک شخص مخصوص پوشاک پہن کر متکبرانہ طور چل رہا تھا تو زمین میں دھنسا گیا جو قیامت تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔

ابنوا له بنیانا - ابراہیم علیہ السلام کے جلانے کے لیے کوئی تعمیر تیار کرو۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس نے کہا کہ پتھروں سے ایک ایسی دیوار تیار کرو جس کی لمبائی آسمان کی طرف تیس گز اور چوڑائی بیس گز ہو اس کے درمیان کو لکڑی سے بھر دیا جائے پھر آگ جلائی جائے پھر ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا جائے (جیسا کہ کہا) **فالقوہ فی الجحیم** پھر اسے جلتی ہوئی آگ میں ڈالا۔

حل لغات: **الجحیم** - الجحم سے ہے بمعنی سخت شعلہ مارنا۔ لام مضاف الیہ کا عوض ہے یعنی اس چار دیواری کی سخت شعلوں والی دیوار میں ڈال دو۔

فارادوا به کیدا - تو انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے لیے شر کا ارادہ کیا۔ وہ یہی کہ انہیں آگ میں جلا دیں جبکہ آپ نے ان پر دلائل قاہرہ قائم کر کے انہیں چنے چبوا دیئے۔ اب انہوں نے ابراہیم علیہ السلام

Scanned with CamScanner

کے ساتھ مکر و فریب سے ان کو جان سے ختم کرنا چاہتے تھے جیسا کہ انہوں نے ان کے بتوں کو تباہ و برباد کیا مکر و فریب کر کے جان سے ختم کرنے کا منصوبہ بنایا کہ عوام کے سامنے ان کا عجز کا اظہار نہ ہو۔ کید حیلہ و فریب کی ایک قسم ہے۔ (المفردات)

فجعلناھم الاسفلین۔ تو ہم نے ان کے مکر و فریب کو نیچا دکھا کر انہیں ذلیل و خوار کیا اور ابراھیم علیہ السلام کے دلائل و براہین کو مضبوط و مستحکم کر کے ان کی شان و عزت اور قدر و منزلت بڑھائی مثلاً ان پر نار گلزار ہوئی جیسا کہ سورۂ انبیاء میں اس کی تفصیل گزری ہے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ نے ابراھیم علیہ السلام کی آزمائش آگ سے کیوں کی۔

جواب:۔ انسان صفت قہر سے طبعاً گھبراتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا ولا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولی۔ خوف نہ کیجیے ہم اسے پہلی حالت پہ لائیں گے۔ اسی لیے ابراھیم علیہ السلام کو تسلی دلائی کہ آگ میرے حکم کے بغیر کسی کو کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اگرچہ وہ بظاہر صورۃ قہر میں ہو۔ ایسے ہی اجتماع نقیضین کو جمع فرمادیا کہ اس آگ میں سردی بھی تھی اور سلامتی بھی اس میں ابراھیم علیہ السلام کا بہت بڑا معجزہ ظاہر ہوا کیونکہ کفار آگ اور سورج اور ستاروں کی پرستش اس لیے کرتے تھے کہ ان کا اعتقاد تھا کہ ان کی ربوبیت کی صفت ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ آگ ہو یا کوئی اور شے وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

نمرود کی قربانی

فائدہ:۔ مروی ہے کہ جب نمرود نے دیکھا کہ ابراھیم علیہ السلام پر نار گلزار ہو گئی ہے تو عرض کی کہ اے ابراھیم بیشک آپ کا رب بڑا ہے۔ اب میں اس کے حضور میں قربانی پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لیے ہزاروں جانور ذبح کیے لیکن ایک بھی قبول نہ ہوا اس لیے کہ وہ اپنے برے اعتقاد سے تائب نہ ہوا اور نہ ہی ان برے اعمال و احوال سے باز رہا۔ حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

یافت ناگاہ آن حکیک راہ
پیش جمعی ز اولیاء اللہ

ترجمہ:۔ اچانک ایک حکیم نے یہ قصہ معلوم کیا اولیاء اللہ کی ایک بڑی جماعت کے آگے۔

فصل دی بود و منقلی آتش
شعلہ سیزد میان ایشان خوش

ترجمہ: فصل بہار میں آگ کا ایک بہت بڑا آتش کدہ شعلہ زن تھا ان کے درمیان۔

شد بتقریب آتش و منقل
از خلیلی بری ز نقص و علل

ترجمہ: آتش و آتش کدہ کو دیکھ کر ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ سامنے آیا کہ آپ ہر نقص سے پاک تھے (اس لیے آپ پر آتش نے اثر نہ کیا)۔

ذکر آن قصہ کہن بتمام
کہ برو نار گشت برد و سلام

ترجمہ: اس قصے پرانے کا ذکر مکمل طور پر سنایا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام پر نار گلزار ہو گئی تھی۔

آن حکیمک ز جہل و استکبار
گفت بالطبع محرق آمد نار

ترجمہ: وہ حکیم جہالت و تکبر سے کہا کہ آگ کی طبیعت تو جلانا ہے۔ (ان پر کیسے گلزار ہو گئی)۔

آنچہ بالطبع محرقست کجا
گردد از مقتضای طبع جُدا

ترجمہ: جس کی طبیعت جلانا ہے وہ اپنی طبیعت سے کیسے جدا ہو سکتی ہے۔

یکی از حاضران ز غیرت دین
گفت این دامنت بیار و ببین

ترجمہ: حاضرین (اولیاء) میں سے ایک نے دین کی غیرت سے کہا ابھی دامن لا اور ابھی دیکھ لے۔

منقل آتشش بداماں ریخت
آتش خجلتش ز جان آنگیخت

ترجمہ: اس نے یہ کہہ کر آتش کدہ کو دامن پر انڈیل دیا۔ آتش سے شرمساری سے منہ چھپا لیا۔

گفت در کن میان آتش دست
ہیچ گرمی ببیں آتش ہست

ترجمہ: جب نہ دامن جلا نہ ہاتھ۔ جہالت گئی اور اس پر مسئلہ واضح ہو گیا۔

چوں نہ دستش بسوخت نی دامن
شد ازاں جہل او بدو روشن

ترجمہ: جب نمرود اس جلا نہ پاتھا۔ جہالت گئی اور اس پر مسئلہ واضح ہوگیا۔

طبع را ہم مسخر حق دید
جانش از تیرگی عقل رہید

ترجمہ: طبیعت (ناری) کو حق کے تابع پایا اس کی روح نے عقل کی تاریکی سے نجات پائی۔

اگر آں علم او یقین بودی
قصہ او کی ایں چنیں بودی

ترجمہ: اگر اس حکیم کو علم یقین حاصل ہوتا تو اس کا قصہ قبل از یں ایسے نہ ہوتا۔

علم کامد یقین نہ بیم زوال
بیقین ایمن است در ہمہ حال

ترجمہ: علم کو یقین کا مرتبہ حاصل ہو تو یقین ہر حال میں بے غم ہے۔

تفسیر عالمانہ:

وقال۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے آگ سے نجات پائی تو اپنی قوم کے ان لوگوں کو فرمایا جو آپ کے دین کے منکر ہوئے انہیں زجر و توبیخ کے طور پر فرمایا یا ان لوگوں کو جو ہجرت کر کے آپ کے ساتھ چلے۔ اس معنیٰ پر انہیں ترغیب کے طور پر فرمایا۔

انی ذاھب الی ربی۔ میں اپنے رب تعالیٰ کی طرف جاتا ہوں) آپ نے حران یا بابل بصرہ و کوفہ کی بستی کی طرف ہجرت فرمائی۔ اس بستی کو ہرمز بجرہ کہا جاتا ہے اور ہجرت بحکم الٰہی ہوئی اور شام کے ملک کی طرف ہجرت کا حکم ہوا۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ میں کسی تنہا مقام پر اس کی عبادت میں مصروف ہو جاؤں۔ یہ معنیٰ اس اس لیے کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جانا محال ہے کیونکہ وہ مکان و زمان کی قید سے پاک ہے اور نہ ہی اس کے لیے جہت ہے۔

فائدہ: بحر العلوم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کفار پر فتح و نصرت کے بعد ہجرت کا حکم فرمایا ہوگا کہ وہ اس دار الکفر کو چھوڑ کر کہیں چلے جائیں یا اسی صخرۃ کی طرف چلے جائیں جو ان کی عبادت کا قبلہ گاہ تھا یا حکم فرمایا کہ بیت اللہ یعنی کعبہ معظمہ کی تعمیر فرمائیں یا اسی بستی کی طرف جہاں آپ مدفون ہوئے جیسے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا تھا۔

فائدہ: بعض تواریخ میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں مدفون ہیں۔ فلسطین بکسر الفاء و فتح اللام وسکون السین المہملہ۔ وہ بلاد جو شام و مصر کے درمیان واقع ہے۔ غزہ۔ عسقلان وغیرہا فلسطین کے حدود میں ہیں۔

مہدین یعنی ۔ اپنے مقصد کی میری رہبری فرمائے گا یعنی شام میں یا اس شہر میں جہاں میرے دین کی بہتری ہوگی یہ پورے اعتماد و وثوق سے اس لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا تھا یا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بھروسہ پر کہ وہ آپ کے ارادہ کو پورا فرما دیتا تھا لیکن یہ قول موسیٰ علیہ السلام کے قول عسیٰ ربی ان یھدینی سواء السبیل کی طرح نہیں ہے اسی لیے اسے صیغہ توقع سے لایا گیا ہے۔

قاعدہ:۔ ہجرت کے حکم کے ثبوت کے لیے یہی آیت اصل ہے کہ دار الکفر سے ہجرت کر کے دار الاسلام چلا جانا چاہیے تاکہ وہاں دینی امور و طاعت الٰہی آسانی سے انجام پذیر ہو سکیں۔

فائدہ:۔ سب سے پہلے اس طرح کی ہجرت حضرت ابراھیم علیہ السلام نے کی کہ وہ لوط علیہ السلام کو لے کر ارض مقدسہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

تفسیر صوفیانہ: کشف الاسرار میں ہے کہ انی ذاھب الی ربی میں اشارہ ہے کہ بندے پر انقطاع کلی ضروری ہے۔ انقطاع کلی یہ ہے کہ بندہ ابتدا امر میں اللہ تعالیٰ کے لیے خلق خدا سے بالکل منقطع ہو جائے اور انتہا میں اپنے مال و جان کو راہِ حق میں صرف کرے اور زبان پر ذکر حق جاری رکھے اور خلق خدا کے حقوق کی رعایت کرے اور انانیت سے فارغ اور تعلقاتِ دنیویہ سے بالکل دور ہو جائے۔ ؎

وصل میسر نشود جز بقطع
قطع نخست از ہمہ ببرید نست

ترجمہ:۔ قطع تعلق کے بغیر وصال حق حاصل نہ ہوگا اسی لیے پہلے سب سے قطع تعلق ضروری ہے اور لازمی ہے۔

نسخہ روحانی:۔ جب تک ذرہ برابر بھی عالم ملک و ملکوت کا تصور دل پہ ہوگا عرفان الٰہی نصیب نہ ہوگا اور نہ ہی اسے عالم حقیقت کا داخلہ نصیب ہوگا نہ مشاہدہ کے لیے راہ ملے گی۔

حبیب و خلیل کا فرق:۔ حضرت واسطی نے فرمایا کہ خلیل علیہ السلام خلق سے حق کی طرف راجع ہوئے لیکن حبیب علیہ السلام حق سے خلق کی طرف تشریف لائے۔ قاعدہ ہے کہ جو حق سے خلق کی طرف تشریف لائے تو وہ دلیل کو حق سے

لہ امید ہے عنقریب مجھے میرا اللہ سیدھا راستہ دکھائے گا۔

Scanned with CamScanner

جاتا ہے۔

ولادت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

مروی ہے کہ جب حضرت ابراھیم علیہ السلام پر نار گلزار ہوئی اور آپ نے اعدائے دین پر فتح و نصرت پائی تو آپ کا نکاح بی بی سارہ سے ہوا۔ بی بی صاحبہ اپنے زمانہ کی عورتوں میں حسین ترین اور حسن میں بی بی حوا کے مشابہ تھیں۔ نکاح کے بعد ابراھیم علیہ السلام نے شام کے ملک کی طرف جانے کا پروگرام بنایا جب آپ شام کے ملک کو جارہے تھے تو بی بی سارہ کے ذریعہ آپ کو بی بی ہاجرہ سے نکاح کا موقع میسر آیا چونکہ بی بی ہاجرہ ملک یمین کی حیثیت سے حاصل ہوئیں۔ اسی لیے ان کے لیے اولاد کی دعا مانگی۔

تفسیر عالمانہ: رب۔ اے میرے پروردگار ھب لی من الصٰلحین۔ مجھے صالح اور نیک بخت بچہ عطا فرما۔ ایسے صاحبزادے کی استدعا فرمائی کہ وہ صلاح دین میں کامل اور عظیم الشان ہو کہ وہ دعوت حق میں میری مدد فرمائے اور طاعت الٰہی میں میرا حامی ہو اور مسافری میں میرا مانوس ہو۔

فائدہ: لفظ ہبہ اگر علی الاطلاق مستعمل ہو تو وہاں بیٹا مراد ہوتا ہے اگرچہ مقید ہو کر بھائی کے لیے بھی مستعمل ہوتا ہے چنانچہ ہارون علیہ السلام کے لیے فرمایا۔ ووھبنا لہ من رحمتنا اخاہ ھارون نبیا۔ اور ہم نے اپنی رحمت سے اسے اس کا بھائی ہارون نبی عطا کیا اور فبشرناہ بغلٰم حلیم۔ تو ہم نے اسے حلیم بچہ کی خوشخبری دی۔ یہ بھی واضح ہے کہ یہاں پر انہوں نے فرزند کے حصول کے لیے دعا مانگی اور غلام نوجوان کو کہا جاتا ہے۔ الکھل اس کی نقیض ہے یا پیدائش سے لے کر چڑھتی جوانی تک اسے غلام کہا جاتا ہے۔ (القاموس) بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ جو دس سال سے متجاوز ہو وہ غلام ہے اس سے کم عمر والے کو صبی کہا جاتا ہے۔

الحکیم وہ جو معاملات میں عجلت نہ کرے اور مشقتوں اور تکلیفوں پر حوصلہ کرے اور دکھ درد کے وقوع پر مضطرب نہ ہو۔ بہت جلد غصہ میں نہ آئے یعنی ہم نے انہیں ایک ایسے صاحبزادے کی خوشخبری سنائی کہ وہ جوان ہو کر باحوصلہ ہوگا۔

فائدہ: آیت میں تین بشارتوں کا ذکر ہے:۔

۱۔ بچہ پیدا ہوگا۔

۲۔ وہ جوانی کو پہنچے گا۔

Scanned with CamScanner

۳۔ وہ باحوصلہ ہوگا۔ یہ اس لئے کہ صبی کو باحوصلہ نہیں کہا جا سکتا۔ اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کونسا حوصلہ ہوگا کہ جب انہیں والد گرامی نے فرمایا کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں تو سر تسلیم خم کر دیا حالانکہ وہ اُس وقت مراہق یعنی چڑھتی جوانی والے تھے۔

فائدہ:۔ کاشفی نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراھیم علیہ السلام کو بی بی ہاجرہ سے اسمٰعیل عطا فرمایا پھر بحکم الٰہی ہاجرہ کو اسمٰعیل علیہ السلام کے ساتھ لے کر مکہ معظمہ میں پہنچا دیا جہاں اسمٰعیل علیہ السلام نے تربیت پائی اور جوان ہوئے۔

فلما بلغ معه السعی۔ پس جب وہ اس کے ساتھ پہنچا قوت۔ فاء فصیحہ اور فعل مقدر ہے اس کا عطف ہے کے اصل عبارت فوھبنا له فنشأ فلما بلغ الخ یعنی ہم نے ابراھیم علیہ السلام کو بچہ عطا فرمایا اور تربیت پائی پھر جب وہ جوان ہوئے یعنی ایسے حال کو پہنچے تو ان کے اُمور میں ان کا ہاتھ بٹاتے اور حوائج وضروریات پورے کرنے میں ان کی مدد کرتے۔

معه۔ سعی سے متعلق ہے اور یہ جائز ہے اس لیے کہ معه ظرف ہے اور ظرف کو عامل کی صرف بُو کافی ہے یعنی اس کے عمل کے لیے دور و نزدیک کا کوئی فرق نہیں اور اسے بلغ کے متعلق کرنا مناسب نہیں اس لیے کہ اگر بلغ کے متعلق کیا جائے تو ان دونوں کا اکٹھے سعی کو پہنچنا ضروری ہے حالانکہ یہ واقعہ کے خلاف ہے (بحر العلوم)

فائدہ:۔ اس کی تخصیص اس لیے ہے کہ اُدب اسی میں ہے کہ بچہ خدمت کرنے کے وقت کو پہنچ جائے ورنہ قبل از وقت بچے سے کام نہیں لیا جاتا اور یہ بچہ عطا بھی اسی لیے ہوا تھا کہ وہ اپنے بوڑھے باپ کے کاروبار میں ہاتھ بٹائے۔ جب یہ واقعہ پیش آیا تو اسماعیل علیہ السلام تیرہ سال کے تھے۔

قال۔ ابراھیم علیہ السلام نے کہا یٰبنی۔ اے میرے بیٹے۔ یہ تصغیر شفقت کی ہے۔ انی اریٰ فی المنام انی اذبحك۔ بیشک میں تجھے خواب میں دیکھ رہا تھا کہ میں تجھے اللہ تعالیٰ کے لیے ذبح کر رہا ہوں یعنی میں بعینہٖ اس طرح دیکھ رہا ہوں کہ گویا میں تجھے ذبح کر رہا ہوں یا اس طرح کی کوئی اور بات دیکھی جس کی تاویل یونہی ہو سکتی تھی کہ اسماعیل السلام کو ذبح کیا جائے۔

فائدہ:۔ مروی ہے کہ اُنہوں نے آٹھویں ذوالحجہ کی رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ اپنے اسی بیٹے کو ذبح کیجئے جب صبح کو اُٹھے تو سارا دن اسی شش و پنج میں گزرا کہ نامعلوم کہ یہ حکم واقعی منجانب اللہ ہے یا وسوسہ ہے۔ اسی لیے اس دن کا نام ترویہ ہے۔ پھر نویں ذوالحج کو خواب میں اسی طرح کا حکم سُنا تو صبح کو اُٹھے تو یقین کیا کہ واقعی یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اسی لیے

Scanned with CamScanner

اس دن کا نام یوم عرفہ ہے پھر یہی خواب دسویں ذو الحجہ کی شب کو دیکھا تو صبح کو اٹھ کر عزم بالجزم کیا کہ صاحبزادے کو ضرور ذبح کروں گا اسی لیے اس دن کا نام یوم النحر رکھا گیا۔

فانظر ماذا ۔ یہ منصوب ہے تریٰ سے یہ رائی سے ہے۔ اے اسمٰعیل (علیہ السلام) بیٹے تم اپنی رائے بتاؤ اور غور کرو اس میں تمہاری رائے کیا چاہتی ہے۔ یہ سوال اس لیے کیا کہ معلوم کریں کہ اسمٰعیل علیہ السلام ذبح ہونے کو چاہتے ہیں یا اس پر توقف کرتے ہیں۔

فائدہ: تریٰ رائی سے ہے یعنی وہ خیال جو دل پر آئے رؤیۃ سے نہیں یعنی آنکھ سے دیکھا اور یہ مشورہ اس لیے پیش کیا تا کہ اسمٰعیل علیہ السلام کے متعلق معلوم ہو جائے کہ کیا اللہ کی تقدیر کے سامنے سر جھکاتے ہیں یا جزع فزع کر کے پس و پیش کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں سنت مشاورہ کا اجرا بھی مطلوب تھا۔ اسی لیے بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ اگر آدم علیہ السلام گندم دانہ کے متعلق ملائکہ سے مشورہ کر لیتے تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔

قال یا ابت۔ اسمٰعیل علیہ السلام نے عرض کی اباجی کیجئے ما تؤمر وہ جو آپ کو حکم ہوا ہے۔ قاعدہ مشہور کے مطابق یہاں پر حرف جار اور عائد محذوف ہوئے ہیں۔ دراصل ما تؤمر بہ تھا اور یہ عائد اسم موصول یعنی ما کی طرف راجع ہے حذف یوں ہوا کہ پہلے حرف جارہ حذف کر کے ضمیر کو منصوب بنایا گیا یا یکبارگی دونوں محذوف ہوئے یا اس کا معنی ہے افعل امرک مصدر اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے۔ یہاں پر ماموربہ کو امر کا نام دیا گیا ہے اور صیغہ مضارع لایا گیا ہے حالانکہ ما أمرت کہنا تھا تاکہ معلوم ہو کہ یہ امر ہوتا ہے اور تا ادائیگی یہ امر مستمر ہے اور اسمٰعیل علیہ السلام نے والدگرامی کے ارشاد کے فحوائے کلام سے سمجھا کہ یہ امر الٰہی ہے اسی لیے ما تؤمر کہا۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی خواب وحی ہوتی ہے اس میں جو حکم ہوتا ہے وہ منجانب اللہ ہوتا ہے۔

فائدہ: یہ حکم بیداری کے بجائے خواب میں اس لیے کہا گیا کہ اس کی اہمیت معلوم ہو اور فرمان بجالانے میں تاخیر نہ ہو ورنہ تمام احکام بذریعہ وحی بیداری میں نازل ہوتے ہیں نیز اس طرح سے ابراہیم علیہ السلام کی خواب حق کا اظہار بھی مطلوب تھا۔

مسئلہ: انبیاء علیہم السلام کی خواب حق اور وہ بھی وحی ربانی ہوتی ہے اگرچہ وحی بیداری میں آتی ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کے قلوب بھی تو بیدار ہوتے ہیں اور یہ امر ان کے لیے دائمی ہے اور ان کے نفوس مقدسہ طیب و طاہر ہوتے ہیں۔ شیطانی شرارت کو ان سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

سوال: اسئلۃ الحکم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کے صاحبزادے کے ذبح کا کیوں حکم فرمایا حالانکہ قتل ناحق حرام ہے۔

Scanned with CamScanner

جواب: چونکہ صرف امتحان مطلوب تھا اسی لیے ایسا حکم تو ہوا لیکن اُسے پورا کرنا مطلوب نہیں اور نہ ہی پورا ہوا۔

نکتہ: خواب میں حکم ذبح اسمٰعیل علیہ السلام کا اسی لیے ہوا تاکہ معلوم ہو کہ قتل انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں مبغوض ترین فعل ہے ورنہ اس کا حکم بیداری میں ہونا چاہیئے تھا۔

ستجدنی۔ ابا جی مجھے یقیناً پاؤ گے۔ یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ سے اپنے وعدہ پر پورا اُترنے اور صبر کرنے کی مدد چاہی اسی لیے استثناء کہا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

فائدہ: جو شخص اپنے اُمور کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف منسوب کرے وہ اپنے معاملات میں نقصان نہیں اُٹھائے گا۔

من الصابرین۔ ذبح اور قضائے الٰہی کے سامنے سر جھکانے میں صبر کرنے والوں میں سے۔

کلیم و ذبیح میں فرق: اسمٰعیل علیہ السلام نے صبر میں خود کو دوسروں میں شامل فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں آزاد فرما دیا اور موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے سامنے صرف تنہا اپنا نام لیا مثلاً کہا ستجدنی انشاء اللہ صابراً۔ اسی لیے انہیں خضر علیہ السلام کی صحبت سے جدا کر لیا حالانکہ اپنے ساتھ دوسروں کو شامل کرنا تنہا اپنے نام لینے سے بہرحال بلکہ حصول مقصد کے لیے موافق تر ہے چونکہ اسمٰعیل علیہ السلام مقام تفویض و تسلیم میں تھے اسی لیے توقف اور صبر کیا اور چونکہ موسیٰ علیہ السلام اُس وقت طالب علم تھے اور طالب علم کا کام ہے کہ جو شے سمجھ میں نہ آئے تو وہ اپنے اُستاد سے سمجھے اسی لیے صبر نہ کیا اور بار بار سوال کرتے رہے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگرچہ موسیٰ علیہ السلام بظاہر سوال کے درپے رہے لیکن باطناً تسلیم و رضا میں تھے اور اُن کے وہ سوال بھی شریعت کی غیرت پر مبنی تھے۔

فلما اسلما۔ جب حضرت ابراھیم اور اُس کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے حکم خداوندی کے سامنے سر جھکا دیا۔

حل لغات: سَلَّمَ و اَسْلَمَ و اِسْتَسْلَمَ لِاَمْرِ اللّٰہ کا ایک معنیٰ ہے اور یہ تینوں صیغوں کے ساتھ قرآت وارد ہیں یہ سلم ھذا لفلان سے ماخوذ ہیں۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی کے لیے خالص ہو جائے جس کا معنیٰ یہ ہے کہ اُس نے اپنے جھگڑے سے سلامتی میں رکھا یہی مقصد۔ اَسْلَمَ و اِسْتَسْلَمَ کا ہے ان کا بھی یہی معنیٰ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو خالص اللہ تعالیٰ

لہ مجھے پاؤ گے انشاء اللہ صابر

Scanned with CamScanner

کے لیے بنایا اسی لیے قتادہ سے اسلما کا معنیٰ اسلم ابراهیم ابنه و اسماعیل نفسه منقول ہے
یعنی ابراھیم علیہ السلام اپنے صاحبزادہ کو اور اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا۔
وتلّه للجبین۔ اور اُسے ماتھے کے بل لٹایا۔

حل لغات: القاموس میں ہے کہ تلّه بمعنی صرعه و القاه علی عنقه وخده یعنی اُس نے اسے گردن اور چہرے کے بل لٹایا۔ الجبین۔ پیشانی کی ایک جانب کو کہا جاتا ہے اس معنیٰ پر کان کی لو کے اُوپر سے چہرے کی دو جبینیں ہوئیں۔ ایک پیشانی کے دائیں جانب دوسرا بائیں جانب۔ امام راغب نے لکھا کہ تلّ دراصل مکان مرتفع (اُونچے) کو کہا جاتا ہے۔

التلیل بمعنی العنق (گردن) اب معنیٰ یہ ہوا کہ ابراھیم علیہ السلام نے اسمٰعیل علیہ السلام کو گردن کے بل لٹایا۔ امام راغب کے غیر نے لکھا کہ ابراھیم علیہ السلام نے اسمٰعیل علیہ السلام کو ہونٹوں کے بل گرایا اس اعتبار سے اسمٰعیل علیہ السلام کی پیشانی گرائی گئی اس طرح سے امر حق کی اتباع مکمل طور ہوئی اور اسمٰعیل علیہ السلام کے صبر و استقامت کا پورے طور اظہار ہوتا ہے۔ یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا گیا تاکہ رب رحمٰن راضی اور شیطان ابلیس کو غمزدہ کریں۔ یہ قربانی منیٰ میں یا مسجد منیٰ کی وہ جگہ جو اونچی ہے۔ میں واقع ہوئی یا وہاں واقع ہوئی جہاں آج کل لوگ منیٰ میں اپنی قربانیاں قربان کرتے ہیں۔

کنکریاں مارنے کا آغاز

مروی ہے کہ ابلیس حضرت ابراھیم علیہ السلام کو جمرۂ عقبہ میں ملا تو آپ نے ابلیس کو سات کنکریاں ماریں تو وہ بھاگا پھر جمرہ عقبیٰ کبریٰ میں دوبارہ ابلیس حاضر ہوا تو ابراھیم علیہ السلام نے انہیں وہاں بھی سات کنکریاں ماریں تو ابلیس بھاگا اس کے بعد ابراھیم علیہ السلام چل پڑے اور اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اُسی وقت سے حج میں کنکریاں مارنے کا آغاز ہوا اور یہ حج میں واجبات سے ہے جو انہیں ترک کر دے تو اس پر فدیہ واجب ہے اور اس پر جملہ ائمہ کا اتفاق ہے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے دقتہ النظر اس میں ہے کہ حق ربوبیت کی حفاظت اداب ربوبیت کی رعایت میں ہے۔ قصہ اسمٰعیل میں ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام نے ابراھیم علیہ السلام سے عرض کی کہ اباجی ذبح سے پہلے میرے ہاتھ پاؤں باندھ دینا تاکہ جب میں ذبح کے وقت اچھلوں کودوں تو آپ کی بے ادبی و گستاخی نہ ہو جائے۔ جب ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ابراھیم علیہ السلام نے ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو پھر اسمٰعیل علیہ السلام نے عرض کی اباجی میرے ہاتھ پاؤں چھوڑ دیجئے تاکہ مجھے

Scanned with CamScanner

میرا مولیٰ عتاب نہ کرے کہ میرے اس محبوب ابراھیم علیہ السلام کے ہاتھوں باندھا ہوا ہے جو میری اطاعت میں معروف رہتا ہے سہ

ولو بید الحبیب سقیت سما
لکان السم من یدہ یطیب

ترجمہ:- اگر میں اپنے محبوب سے زہر پیوں تو محبوب کے ہاتھ کی زہر شہد وشیریں ہے۔

اسی لیے کہا گیا ع

ضرب الحبیب یطیب

ترجمہ:- محبوب کا مارنا ہر میٹھے سے میٹھا ہے۔

از دست تو مشت بر دہان خوردن سہ
خوشتر کہ بدست خویش نان خوردن

ترجمہ:- تیرے ہاتھ سے مکے کھانا اس روٹی کھانے سے بہتر ہے جو اپنے ہاتھ سے کھائی جائے۔

ونادیناہ ان۔ یہ ان مفسرہ ہے نادیناہ مقدر کی تفسیر کرتا ہے۔ یعنی ہم نے اسے ان الفاظ یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا۔ سے پکارا۔ اے ابراھیم علیہ السلام آپ نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ اگرچہ ابراہیم علیہ السلام نے خواب کے مطابق اسمٰعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری نہیں چلائی لیکن چونکہ اُنہوں نے اپنے ارادہ کی پختگی دکھائی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صدقت الرؤیا۔

عارف جامی قدس سرہ نے شرح الفصوص میں لکھا کہ قد صدقت بمعنی حققت الصورۃ المرئیۃ (میں نے صورت مرئیہ کو حقیقت کر دکھایا۔ آپ نے صورت مرئیہ کو محقق فرمایا اور ذبح پر اقدام کرکے اس کے مقدمات کے لیے متعرض ہو کر اس صورت حسیّہ خارجیہ کو صادق اور مطابق بنایا۔

چھری نہ چل سکی

مروی ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے چھری اسمٰعیل علیہ السلام کے حلق پر بڑے زور سے چلائی لیکن چھری نہ چل سکی پھر چھری گدی پر چلائی لیکن چھری اُلٹ گئی سہ

آں توکل چوں خلیلا نہ ترا
تا نبرد تیغت اسمٰعیل را

ترجمہ:- خلیل علیہ السلام والا توکل پیدا کر تاکہ تیری تلوار اسمٰعیل کو ذبح نہ کرے۔

Scanned with CamScanner

جب چھری نہ چل سکی تو یہی ندا آئی ۔

جبریل علیہ السلام کی پرواز کی تفصیل ۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کو کبھی کبھی مشقت اور تکلیف پہنچی ہے جب کہ آپ آسمانوں سے زمین تک تیز رفتاری سے آتے ہیں عرض کی ہاں مجھے چار مواقع پر تکلیف پہنچی ۔

(۱) جب ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالا تو میں اس وقت عرش کے نیچے تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ادرک عبدی ۔ میرے عبد کو بچائیے میں نے بحکم خداوندی انہیں اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کی آپ کو کوئی ضرورت ہو تو فرمایئے انہوں نے فرمایا ہے تو سہی لیکن تیرے کہنے کی نہیں ۔

(۲) جب ابراہیم علیہ السلام نے چھری اسمٰعیل علیہ السلام کی گردن پر رکھی تو بھی میں عرش کے نیچے کھڑا تھا مجھے حکم ہوا کہ میرے بندے کو بچایئے میں نے آنکھ جھپکنے سے پہلے اسمٰعیل علیہ السلام کی گردن سے چھری کو الٹ دیا ۔

(۳) جب احد میں آپ کو کفار نے زخمی کیا اور آپ کے دندان مبارک کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خون مبارک کو اٹھا لیجئے اس لیے کہ اگر آپ کے خون مبارک کا ایک قطرہ زمین پر گر پڑا تو زمین قیامت تک نہ انگوری دے گی اور نہ ہی درخت پیدا ہوں گے اس وقت میں نے آپ کا خون مبارک ہاتھ میں لیا اور اسے ہوا میں اڑا دیا ۔

(۴) جب یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا میرے بندے یوسف کو بچایئے میں نے انھیں کنوئیں میں پہنچنے سے قبل اٹھا لیا بلکہ میں نے کنوئیں کی تہ سے پتھر اٹھا کر پانی کے اوپر رکھ دیا جس پر یوسف علیہ السلام کو بٹھا دیا ۔

فائدہ :- آیت میں لما کا جواب محذوف ہے تاکہ معلوم ہو کہ تعبیر خواب تفصیل کے ساتھ مکمل نہ ہوئی پھر قرآن مجید میں وہی کہا جو مذکور ہوا جس کے متعلق ہمارے جیسے بیان نہیں کر سکتے یعنی ہر دونوں کو خوشخبریاں سنائی گئیں اور ان کی کارگزاری کی مدح کی گئی اور ان کے کردار پر ان کو ثواب کا مژدہ سنایا اور انھیں جو انعام عطا فرمایا اس کا اظہار کیا مثلاً بلائیں دور فرمائیں باوجودیکہ وہ بلاؤں کا نشانہ ہو چکے تھے اور انھیں ایسی توفیق بخشی جو پہلے کسی کو نصیب نہ ہوئی اور ظاہر فرمایا کہ تم اور تمھاری اولاد جملہ عالمین سے افضل ہے باوجود ایں ہمہ اجر و ثواب سے بھی نوازے گئے ۔

نکتہ :- چونکہ انسان اولاد کی محبت میں بہت زیادہ منہمک ہوتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام

Scanned with CamScanner

سے محبوب ترین شے مانگی وہ اس لیے کہ خلت الٰہی کو غیرت آئی کہ اس کے ساتھ محبت غیر نہ ہو بلکہ قلب سے غیر کی محبت منقطع ہو جائے اسی لیے انہیں حکم فرمایا کہ صاحبزادے کو ذبح کریں۔ اس طرح سے ان کا امتحان ہوا جس میں وہ محبوب ترین شے قربان کر دی اس میں توقف بھی نہ کیا اور فوراً صاحبزادہ کو ذبح کرنے کیلئے تیار ہو گئے اس سے ملائکہ کرام کو دکھایا گیا کہ یہ حقیقی خلیل اللہ ہیں کہ انکے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت و خلت کے سوا اور کچھ ہے نہیں ورنہ ان سے بیٹے کو ذبح کرانا مطلوب نہ تھا بلکہ اس راز کو ظاہر کرنا مقصود تھا جو اوپر مذکور ہوا نیز بتایا گیا کہ اللہ والے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی طبیعت کے خلاف کیا کرتے ہیں۔

نکتہ: حضرت عارف جامی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر محبت الٰہی کا غلبہ تھا کہ اس میں غیر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا یہاں تک کہ اول میں اپنے باپ یعنی آذر اور اس کی قوم سے بیزاری کا اظہار کیا اور پھر راہِ حق میں بیٹا قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے بلکہ اپنا جملہ مال و متاع اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹا دیا اور مال بھی معمولی نہیں تھا بلکہ آپ کی کثرت مالداری اس دور میں مشہور عالم تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مالداری کا بیان

مروی ہے کہ آپ کی بکریوں کے پانچ ہزار ریوڑ تھے اسے دیکھ کر متعجب ہوئے اور کہا کہ یہ کیسے خلیل ہیں کہ مالداری میں اول نمبر پر ہیں۔ ایک دن آپ اپنی بکریاں لے کر جنگل میں چلے آپ کی بکریوں کے نگہبان کتوں کے گلے میں سونے کے طوق تھے اسی وقت ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں حاضر ہوا اور تین بار پڑھا سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح۔ جب خلیل علیہ السلام نے فرشتے کی تسبیح سنی تو انہیں شوق ہوا اور اس تسبیح سے متعجب ہوئے اور کہا اے انسان اس تسبیح کو دوبارہ سنائیے کیونکہ اس میں میرے رب کا ذکر ہے اگر تو دوبارہ یہی تسبیح سنائے گا تو تجھے اپنا نصف مال دوں گا۔ اگر تو میرے خالق کا ذکر بار بار سنائے گا تو اپنا جملہ مال دے دوں گا یعنی یہی بکریاں جو تمہیں نظر آ رہی ہیں یہ سب کی سب تمہیں دے دی جائیں گی بلکہ ان کے ساتھ جملہ خدام بھی تمہیں بخش دوں گا۔ وہ خدام پانچ ہزار تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ جانثاری دیکھ کر فرشتے مان گئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام واقعی اللہ کے خلیل ہیں انہیں ان کی خلت کا اسی طرح اقرار کرنا پڑا جیسے آدم علیہ السلام کی خلافت کا اقرار کیا تھا۔

فائدہ: یہی وہ اسرار ہے جس کی وجہ سے ابراہیم علیہ السلام کو اَب ثانی کہا گیا۔

شیخ کی تقریر: حضرت اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میرے شیخ فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید کے جملہ مراتب کو جمع فرما لیا تھا اس لیے کہ توحید کے تین مرتبے ہیں:

Scanned with CamScanner

۱. افعال ۲. صفات ۳. ذات

وہ اس لیے کہ حجابات بھی تین ہیں ؛

۱. مال ۲. اولاد ۳. بدن

۱. توحید افعال مال سے حاصل ہوتی ہے۔

۲. توحید صفات اولاد سے حاصل ہوتی ہے۔

۳. توحید ذات جسم و روح سے فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے مال کو خرچ کر کے توحید افعال کو حاصل کیا۔ اور فرزند ارجمند کے ذبح کے عزم سے توحید صفات کو پایا اور اپنے جسم کو نار نمرود میں ڈال کر توحید ذات حاصل کی۔ ان دلائل سے واضح ہوا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے ان امور سے فناء فی اللہ اور بقاء باللہ کا مرتبہ پایا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی توحید سے نوازے اور ہم سب کو سر تجرید و تفرید سے سرفراز فرمائے (آمین)

انا کذلک نجزی المحسنین ۔ ہم ایسے ہی نیکوکاروں کو جزا دیتے ہیں۔ یہ ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کو رنج و بلا سے نجات دے کر احسان و انعام سے نوازنے کی تعلیل ہے۔

قاعدۂ نسخ : اس آیت سے دلیل پکڑی ہے اہل حق نے کہ حکم پر عمل کرنے سے پہلے منسوخ واقع ہو جاتا ہے اس لیے کہ ابراھیم علیہ السلام اپنے فرزند ارجمند کو ذبح کرنے پر مامور ہوئے لیکن ابھی صاحبزادے کو ذبح کرنے کا وقت نہ ملا تو حکم منسوخ ہو گیا۔

معتزلہ کا رد : یہاں سے معتزلہ کی تردید ہو گئی اس لیے کہ آیت میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی ایسے امر کا حکم فرماتا ہے جس کے متعلق بندے سے ادائیگی کا اسے ارادہ نہیں ہوتا کیونکہ ابراھیم علیہ السلام کے لیے حکم تو فرمایا کہ فرزند ارجمند کو ذبح کیجئے لیکن اس سے اس کا ارادہ نہیں تھا اس لیے کہ اگر ارادہ ہوتا تو اسمٰعیل علیہ السلام کو ضرور ذبح کیا جاتا۔ اور معتزلہ کا مذہب ہے کہ امر اور ارادہ کبھی مختلف نہیں ہوتے۔ (اسئلۃ المقحمہ)

ان ھذا لھو البلاء المبین ۔ بیشک یہ امر ابراھیم علیہ السلام کے لیے کھلی آزمائش تھی۔ یعنی وہ آزمائش جس سے مخلص و غیر مخلص کا امتیاز کیا جاتا ہے یا وہ ایسی سخت آزمائش تھی کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی آزمائش نہ ہو گی۔

تفسیر صوفیانہ : حضرت امام بقلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی بظاہر تو آزمائش فرمائی لیکن درحقیقت آزمائش نہ تھی بلکہ آپ کی منزلیں طے ہوئیں اس لیے کہ ان امور میں انہیں مشاہدات حق اور شہود اسرار حقائق مکاشفات سے نوازا گیا ہے

Scanned with CamScanner

اصطلاحِ تصوف میں قربات کے بہت بڑے مراتب میں شمار کیا جاتا ہے اور حقیقی آزمائش تو اُس کے لیے ہے جس کے لیے مشاہدۂ حق سے حجابات لٹکائے جائیں اگرچہ ایک آن کے لیے سہی۔

فائدہ: حضرت حریری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آزمائش تین قسم ہے:

۱۔ مخالفین کے لیے عذاب وعقوبات۔

۲۔ سابقین یعنی سالکین کے لیے کفارۂ ذنوب۔

۳۔ اولیاء وصدیقین کے عشق کے درد میں اضافہ۔

یاد رہے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوبوں کے درمیان کوئی آزمائش ہوتی ہی نہیں جسے ہم آزمائش کہتے ہیں وہ ان کے لیے نعمت وراحت ہوتی ہے ؎

جامیا دل بغم و درد بہ اندر رہ عشق
کہ نشد مرد رہ آنکس کہ نہ ایں درد نشید

ترجمہ: اے جامی (رحمۃ اللہ علیہ) عشق کے درد میں دل لگا دیجئے اس لیے کہ جس نے یہ درد نہیں کھینچا وہ مرد راہ نہیں ہو سکا۔

وفدیناہ بذبح: اور ہم نے اسمٰعیل علیہ السلام کے فدیہ میں ہر وہ شے دی جو ان کے بدلے میں ذبح کی گئی اور ان کو ذبح سے بچا لیا گیا۔ فدیہ دینے والے دراصل تو ابراہیم علیہ السلام تھے لیکن مجازاً اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اس لیے منسوب فرمایا کہ وہی فدیہ کی چیز عطا کرنے والا اور وہی اس کا حکم دینے والا ہے۔

عظیم: عظیم الجثہ یعنی موٹی قربانی۔ اسی لیے قربانی میں اسی قسم کا جانور قربان کرنا سنت ہے۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی قربانیوں کو موٹا کرو وہی پلصراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی یا اس سے عظیم القدر مراد ہے وہ اس لیے کہ انہی کی نسل سے عظیم الشان سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ظہور پذیر ہوئے۔

تفسیر صوفیانہ: ذبح کو اس لیے عظیم کہا گیا کہ وہ دو بڑے نبیوں کا فدیہ بنا یعنی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام وحضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ وہ اس لیے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پشت مبارک میں تھے۔

سوال: اشتباہ الحکم میں ہے کہ ذبح کو عظیم کیوں کہا حالانکہ دوسرے جانور مثلاً گائے اونٹ دنبے عظیم تر ہیں اور پھر دنبہ صرف ایک طرف سے ہوتا ہے اور ان میں سات

Scanned with CamScanner

افراد شامل ہوتے ہیں۔

جواب:۔ دنبے اور نفس مسلمہ فانی فی اللہ کو آپس میں مناسبت تامہ ہے اس لیے کہ وہ صرف ذبح کے لیے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آخرت میں موت کو دنبے کی شکل میں پل صراط پر کھڑا کر کے ذبح کیا جائے گا۔ ایسے ہی نفس مسلمہ فنا کلی اور تسلیم و انقیاد کے لیے سرخم کردیتا ہے۔ اسی معنی پر اسے اللہ تعالیٰ نے عظیم کہا اور ظاہر ہے کہ ہر شے کی فضیلت صورت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے معنی کی وجہ سے ہوتی ہے کیونکہ صورت کی فضیلت معنی کے تابع ہوا کرتی ہے اور دنبے کے علاوہ دوسری قربانیاں مثلاً گائے۔ اونٹ وغیرہ ہمارے مقصود صرف ذبح نہیں بلکہ ان سے اور کام بھی لیا جاتا ہے مثلاً ان پر سوار ہونا اور بوجھ لادنا بلکہ یہی ان سے اصلی مقصود ہے۔

فائدہ:۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ دنبہ بہشت سے لایا گیا تھا۔

اعجوبہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ دنبہ وہی تھا جسے ہابیل نے قربانی کے لیے بارگاہِ ایزدی میں پیش کیا تو وہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرما کر اسے بہشت میں اٹھوا لیا اور وہ وہیں پر تربیت پاتا رہا یہاں تک کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیہ بنا۔ اگرچہ دورِ سابق کی قربانیوں کو آگ جلادیتی تھی لیکن اس قربانی کو آگ نے بحکم خداوندی جلانے کے بجائے اٹھا کر بہشت میں پہنچا دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ غلطی پر ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اس دنبے کو بھی آگ نے جلا دیا تھا۔ (انسان العیون)

تطبیق الاقوال:۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ معانی متجسم ہو کر باقی رہ جاتے ہیں ایسے ہی روح بھی متجسم ہو کر باقی رہ جاتا ہے۔ اس معنی پر بعض لوگوں کا قول بھی صحیح ہو جاتا ہے کہ اس دنبے کو اگرچہ بظاہر آگ نے جلا دیا لیکن اس دنبے کی روح متجسم ہو کر بہشت میں تربیت پاتی رہی یہاں تک کہ ابراھیم علیہ السلام نے اسے دوبارہ ذبح فرمایا۔

فائدہ:۔ مروی ہے کہ یہ دنبہ ابراھیم علیہ السلام سے پہلی بار بھاگ کر جمرہ کے قریب پہنچا جسے ابراھیم علیہ السلام نے سات کنکریاں ماریں پھر پکڑ کر اسے ذبح کر دیا اسی لیے آج تک کنکریاں مارنے کی سنت باقی ہے۔

فائدہ:۔ مروی ہے کہ جب ابراھیم علیہ السلام نے پڑھا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کہا اللہ اکبر وللہ الحمد۔ اسی لئے ذبح کے وقت یہی کلمات پڑھنا سنت ہو گئے جو قیامت تک جاری رہیں گے۔

Scanned with CamScanner

ذبح تین :- ذبح تین ہیں :-
۱. ذبح ہابیل ۲. ذبح ابراھیم ۳. قیامت کے دن موت
کو دنبے کی صورت میں ذبح کیا جائے گا۔

فداء بھی تین :- ۱. حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیہ ہابیل کا دنبہ ہوا۔
۲. قیامت میں ہر اہل ایمان کا فدیہ کافر ہو گا کہ ہر مومن کافر کو اپنے فدیہ کے طور پر
اس کی پیشانی سے پکڑ کر جہنم میں ڈالے گا۔
۳. اللہ تعالیٰ حیاتِ ابدیہ عطا کرنے کے لیے موت کو دنبے کی شکل میں لا کر پل صراط پر ذبح کرائے گا۔
پھر اسے جہنم میں پھینک دینے کا حکم فرمائے گا اس سے اہل بہشت کو بہشت میں دائمی رہائش کی خوشخبری
اور اہل نار کو دائمی عذاب کی اطلاع دی جائے گی۔

مراتب توحید :- اس میں توحید کے مراتب کی طرف اشارہ ہے کہ ذبح ہابیل میں توحید افعال کی طرف
اور ذبح یحییٰ علیہ السلام میں توحید صفات کی طرف اور ذبح اسمٰعیل میں توحید ذات
کی طرف اشارہ ہے اور ذبح ابراھیم علیہ السلام کو توحید ذات کا درجہ اس لیے ملا کہ وہ توحید ذات اور فناء
کلی فی ذات الکلی کا مرتبہ رکھتے ہیں اس لیے ان کی ذبح تمام ذبائح سے افضل اور ان کا فدیہ تمام فدیوں
سے اکمل ہے۔

نکتہ :- قاعدہ شرعیہ ہے کہ جس حاجی پر دم واجب ہو جائے اس سے بغیر ادائیگی ساقط نہیں ہوتی چونکہ
یہ قربانی حضرت ابراھیم علیہ السلام پر واجب ہو چکی تھی اسی لیے دنبہ فدیہ کے طور پر ذبح
کیا گیا۔

مسئلہ عجیبہ :- کسی نے منت مانی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے فرزند کو ذبح کرے گا تو احناف
فرماتے ہیں کہ اسے بکری ذبح کرنی چاہیے۔

فائدہ :- اللہ تعالیٰ نے ابراھیم علیہ السلام کو فرزند ذبح کرنے کا حکم فرمایا تو گویا فرزند ابراھیم علیہ السلام (مطلقاً)
دنبہ کی صورت میں ہوا یہی وجہ ہے کہ قیامت میں اسی دنبہ کو ولد ابراھیم علیہ السلام کی حیثیت سے
بہشت میں لایا جائے گا اور حکم ہو گا کہ جس دروازے سے چاہے بہشت میں جائے پھر اسی دنبہ کی شکل کو
تو ذبح کر دیا جائے گا لیکن اسی کو ولد ابراھیم علیہ السلام کی صورت عطا ہو گی جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بہشت
میں رہے گا۔

نکتہ :- اسی لیے حکم ہے کہ ہر انسان اپنے عقیقہ میں گروی ہے اگر اللہ تعالیٰ ابراھیم علیہ السلام کی طرف

Scanned with CamScanner

سے دنبہ فدیہ نہ بھیجتا تو قیامت تک حکم ہوتا کہ ہر شخص اپنی اولاد میں سے ایک فرزند راہ خدا میں ذبح کرے۔

عجیب نقش ہیں:- اس مقام پر تحقیق یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دنبہ فرزند کی شکل میں ذبح کرتا ہوا دکھایا گیا اور دنبے کی مناسبت کی وجہ سے ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور وہ ہے سر تسلیم خم اور فرمانبرداری۔ اس معنیٰ پر خواب میں ذبح کے حکم سے یہی دنبہ مراد تھی نہ کہ فرزند ابراہیم علیہ السلام۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذبح سے وہی دنبہ مراد تھا جو فرزند ابراہیم علیہ السلام کی صورت میں دکھایا گیا اسی لیے فرمایا کہ اسمٰعیل علیہ السلام کے بدلے میں ذبح عظیم فدیہ بنا۔ اس تقریر کو عقل بھی مانتی ہے وہ اس لیے کہ خواب میں علم دودھ کی صورت میں نظر آتا ہے خواب میں دودھ دیکھنا واقعی وہ دودھ نہیں ہوتا بلکہ شکل میں دودھ ہوتا ہے لیکن درحقیقت وہ علم ہوتا ہے۔

نکتہ:- اگر ابراہیم علیہ السلام خواب میں بیٹے کے ذبح سے دنبہ مراد لے کر اسی کو قربانی میں پیش کرتے تو اہل دنیا کو ان کے کمال فناء اور سر تسلیم خم کرنے کا بلند مرتبہ معلوم ہوتا یا ان کے صاحبزادے کا قربانی کے لیے تیار ہو جانے کا کمال کیسے معلوم ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے خود یہی اہتمام فرمایا تاکہ لوگوں کو ان کا سر تسلیم خم کرنا اور امر الٰہی کے سامنے جھک جانے کا کمال معلوم ہو اسی لیے ابراہیم علیہ السلام سے تعبیر خواب مخفی رکھی گئی اور خواب کے اصلی مقصد کو اس وقت پوشیدہ رکھا گیا جب تک کہ خواب کو سچا کر کے نہ دکھایا اور یہ تمام سرگزشت صرف حکمت ایزدی کے تحت ہوئی تھی۔

رد عیسائیت:- علماء کا اختلاف ہے کہ یہاں پر ذبح ہونے والے اسمٰعیل علیہ السلام تھے یا اسحاق علیہ السلام صحیح ترجیح یہ ہے کہ ذبح ہونے والے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے۔ یہی اکثر مفسرین کی رائے ہے اس لیے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کے فدیہ دینے والے دنبے کے دو سینگ کعبہ میں لٹکے رہے یہاں تک کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ اور حجاج ظالم کے لڑائی کے دوران جب حجاج ظالم نے کعبہ کو جلایا تو وہ دونوں سینگ بھی جل گئے۔ اور ظاہر ہے کہ اسحاق علیہ السلام کعبہ معظمہ میں نہیں تھے۔

دنبے کے سینگ کہاں؟:- فضائل القدس میں ہے کہ بیت المقدس کے پتھر پر قبہ خاص کے درمیان ایک بیش بہا قیمتی موتی اور کبش ابراہیم علیہ السلام کے دونوں سینگ اور کسریٰ کا تاج عبد الملک بن مروان کے دور حکومت تک موجود رہے جب حکومت بنو ہاشم کی طرف منتقل ہوئی تو انہوں نے یہ چیزیں کعبہ معظمہ میں رکھوا دیں۔

سوال:- تم پہلے قاعدہ لکھ آئے ہو کہ امم سابقہ کی قربانیوں کو آگ جلا دیتی تھی اب کہتے ہو کہ دنبے کے سینگ موجود رہے۔

جواب:- ہم پہلے بھی لکھ آئے ہیں کہ قاعدہ اپنے مقام پہ صحیح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے

Scanned with CamScanner

سوا باقی تمام اُمتوں کے لیے یہی حکم تھا جو مذکور ہُوا لیکن اس کے متعلق کچھ ہم لکھ چکے ہیں کچھ اب لکھتے ہیں اس کے بہت سے وجوہ ہیں :-

(۱) کسی شے کے جل جانے سے ضروری نہیں کہ وہ شے قابلِ انتفاع ہی نہ رہے اسی لیے لازم نہیں کہ وہ دونوں سینگ بالکل جل گئے تھے۔

(۲) وہ آگ قربانی کے جملہ جسم کو راکھ نہیں بنا دیتی تھی بلکہ وہ صرف گوشت اور چربی کو کھا جاتی تھی بقایا ویسے ہی چھوڑ جاتی تھی چنانچہ مروی ہے کہ بنی اسرائیل جب قربانی کرتے تو اس کا گوشت اور چربی ایک جگہ رکھ کر اپنے وقت کے نبی علیہ السلام کو بلا کر اس کی قبولیت کی دعا کراتے یہاں تک کہ وہ آگ آکر کھا جاتی۔ اس سے ثابت ہُوا کہ قربانی کے جملہ اجزاء نہیں کھا جاتے اور نہ ہی آگ میں جملہ اعضاء جل جاتے۔

(۳) یہاں پر صرف آگ کا قربانی کو مس کرنا مراد ہے جیسا کہ ہابیل کی قربانی میں تصریح موجود ہے۔

سوال :- تمہارا مذکورہ کلیہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ٹوٹتا ہے وہ یہ کہ مروی ہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے منت مانی کہ ہمیں چاہِ زمزم پر آگاہی نصیب ہو اور ہم اسے کھود کر اس سے نفع اٹھائیں اور میرے دس بچے ہوں تو ان سے میں ایک راہِ خدا میں قربان کروں گا۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب کی مراد پوری ہوئی تو انہوں نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ننھیال نے اس ارادہ سے روک کر فدیہ کا مشورہ دیا چنانچہ اونٹ کے طور ذبح کیے گئے جسے آگ نے نہیں جلایا بلکہ سب نے مل کر وہ گوشت کھایا۔

جواب :- ظاہر ہے کہ وہ دور جاہلیت تھا اور ہم نے اس دور کے لیے کلیہ لکھا ہے جس میں وقت کا کوئی نبی علیہ السلام موجود ہو کیونکہ وہ دعا فرماتے تو قربانی قبول ہو جاتی جسے آگ جلا جاتی۔ لیکن یہ جواب اسے سمجھ آئے گا جسے علم تفسیر سے حظ وافر نصیب ہوگا۔

تطبیق :- بعض مشائخ نے فرمایا کہ ذبیح سے حضرت اسمٰعیل و اسحٰق دونوں مراد ہیں وہ اس لیے کہ صورت ذبح پہلے اسمٰعیل علیہ السلام میں ظاہر ہوئی پھر اسحٰق علیہ السلام میں اس لیے کہ ان دونوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وراثت حاصل تھی یعنی وراثت تفویض و انقیاد جو ذبح کی شکل میں ظاہر ہوئی یہی وجہ ہے کہ بشارت الٰہیہ میں دونوں مشترک ہیں کما قال اسمٰعیل علیہ السلام **وَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ** اور اسحٰق علیہ السلام کے لیے فرمایا **وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ**۔ اس سے واضح ہُوا کہ اسمٰعیل و اسحاق دو صورتیں تھیں لیکن معنی و حقیقت ہر دونوں کی ایک تھی۔ اس سے ثابت ہُوا کہ ذبیح اسمٰعیل علیہ السلام کو کہا جائے

Scanned with CamScanner

تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اگر اسحٰق علیہ السلام کو کہا جائے تو بھی اس لیے کہ ہر دونوں ابراہیم علیہ السلام کا راز تھے جن کی صورت علیٰحدہ لیکن معنیٰ ہر دونوں کا ایک تھا۔ (یہ صوفیانہ مفہوم ہے جسے مخالفین نصاریٰ نہ مانیں تو وہ مجبور ہیں۔ تفصیل فقیر کی تفسیر اویسی میں ہے۔)

تفسیر عالمانہ:۔ وترکنا علیہ فی الآخرین۔ اور ہم نے آنے والی نسلوں کے لیے ابراہیم علیہ السلام کی تعریف باقی رکھی۔ سلام علیٰ ابراھیم۔ وہ تعریف یہی ہے کہ انہیں کہا جائے سلام علیٰ ابراھیم۔ ابراہیم علیہ السلام پر سلام ہو۔ اس کی مختصر تشریح سلام علیٰ نوح فی العٰلمین میں گزری ہے۔

کذالک نجزی المحسنین۔ یہ کاف مابعد سے متعلق اور ذٰلک کا اشارہ آنے والی نسلوں میں ابراہیم علیہ السلام کے ذکرِ جمیل باقی رہنے کی طرف ہے۔ اس کی طرف اشارہ نہیں جو مضمون سابق ہے ہماری اس تقریر سے ثابت ہوا کہ کلام میں تکرار نہیں۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اسی جزائے کامل کی طرح ہم نیکوکاروں کو نیک جزا سے نوازتے ہیں۔ اس کا معنیٰ یہ نہیں کہ ان کی جزا دوسرے محسنین سے ادنیٰ درجہ کی تھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہم نے جو کچھ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا وہ اس کے لائق و مستحق تھے اس لیے کہ ایسے نیکوکاروں کو ہم ایسی ہی کامل جزا دیا کرتے ہیں۔ انہ من عبادنا المؤمنین۔ بیشک وہ ہمارے ان بندوں سے تھے جو علی درجہ الایقان والاطمینان راسخ الایمان ہیں۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ المؤمنین سے المخلصین مراد ہیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے بندے جو ایمان میں اخلاص رکھتے ہیں حالانکہ ان کے اخلاص میں نہ دنیا کی بو ہے نہ خواہشاتِ نفسانی کی ملاوٹ بلکہ وہ ماسوی اللہ سے بالکل فارغ ہوتے ہیں

تفسیر عالمانہ:۔ وبشرنٰہ۔ اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری دی۔

حل لغات:۔ التبشیر بمعنیٰ ایسی خبر دینا جو مخبر بہ میں سرور کا اظہار ہو۔ تباشیر الصبح۔ اسی سے ہے۔ صبح کی وہ روشنی جو رات کے اختتام کے بعد فوراً معرض وجود میں آتی ہے۔ باسحٰق۔ اسحٰق علیہ السلام کے متعلق جو بی بی سارہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے نبیا من الصّٰلحین۔ جو نبی ہونے والے تھے یعنی اُن کے مقدر کا تقاضا تھا کہ وہ نبی ہوں گے اور اُن کے مقدر میں تھا کہ وہ صالحین سے ہوں گے یہ دونوں حال ہیں اسی لیے بشارت کے وقت مبشر بہ کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ جیسے کہ ذوالحال کا ہونا ضروری نہیں ہاں فعل کے متعلق کا مقارن ہونا ضروری ہے تاکہ حال کا معنیٰ حاصل ہو سکے۔

Scanned with CamScanner

تفسیر صوفیانہ :- تاویلات نجمیہ میں ہے کہ نبی سے وہ مراد ہے جسے منجانب اللہ الہام ہو۔ ایسے لوگوں سے منقول ہے کہ حدثنی قلبی عن ربی۔ یعنی میرے دل نے اللہ تعالیٰ سے بات بیان کی۔ اور الصالحین سے وہ لوگ مراد ہیں جو بلاواسطہ فیض الٰہی کے قبول کرنے کی استعداد رکھتے ہوں۔

نکتہ :- نبوت کے بعد صالحیت کا ذکر محض ان کی شان قدر کی عظمت کے لیے ہے نیز اشارہ ہے کہ نبوت کی غایت صالحیت ہے اس لیے کہ صالحیت میں علی الاطلاق کمال و تکمیل کا معنیٰ بالفعل پایا جاتا ہے۔

فائدہ :- اواخر سورۃ یوسف میں اسے ہم نے مفصل طور پر بیان کیا ہے۔ **وبارکنا علیہ**۔ اور ہم نے ابراھیم علیہ السلام کو اولاد کے بارے میں برکتیں عطا فرمائی ہیں۔

وعلی اسحٰق۔ اور اسحاق علیہ السلام کو بھی بایں طور کہ ان کی اولاد سے انبیاء علیہم السلام پیدا ہوئے بنی اسرائیل کے انبیاء و رسل کے علاوہ بھی جیسے ایوب اور شعیب علیہما السلام یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم نے انہیں دنیا و آخرت کی برکات سے فیضیاب فرمایا۔ **ومن ذریتہما محسن**۔ اور ان کی اولاد میں سے بعض نیکوکار تھے یعنی اعمال صالحہ والے تھے اور ایمان و طاعت میں بھی کامل و مکمل تھے۔ **وظالم لنفسہ** اور بعض ان میں کفر و معاصی کے ارتکاب سے اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے تھے۔ **مبین**۔ ان کا ظلم ظاہر تھا۔

انا لہٗ وھم :- اس میں اشارہ ہے کہ اولاد کا کافر و مجرم ہونا ان کے لیے عیب و نقص کا موجب نہیں ہے اس لیے کہ انسان کو اپنے کیے کی جزا و سزا ملتی ہے۔ دوسرے کی جزا و سزا سے اسے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ کما قال اللہ تعالیٰ ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ[1]۔

مسئلہ :- صلاح و فساد میں اور طاعت و معصیت میں نسب کو کوئی تعلق نہیں کبھی نیک سے بد اور مومن سے کافر کبھی اس کے برعکس پیدا ہوتے ہیں جس کی جو فطرت ہے وہ اسی کے مطابق ہوگا اپنی فطرت سے نہ کوئی بدل سکتا ہے نہ اس میں تغیر آسکتا ہے۔ اس میں یہود کے طمع کی جڑ کاٹنا مقصود ہے کہ وہ فخر کرتے ہوئے کہتے کہ ہم انبیاء علیہم السلام کی اولاد ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **یا بنی ھاشم لا یأتینی الناس**

---

[1] کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا ۱۲

Scanned with CamScanner

باعمالھم وتاتونی بانسابکم ۔ وتاتونی میں واو صرف کی ہے اسی لیے منصوب ہے اس کا نون جمع محذوف ہے اور نون وقایہ کا ہے یعنی لوگوں کے اعمال اور تمہارے انساب جمع نہیں ہو سکیں گے فلہذا تم میرے ہاں اعمال صالحہ لے کر آنا۔

فائدہ:۔ اس میں ان کی تقبیح مقصود ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں انساب کا فخر کرتے تھے حالانکہ مقصود اعمال صالحہ تھے ؎

اتفخر باتصالك من علی
واصل البولة الماء القراح

ترجمہ:۔ کیا تجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اتصال کا فخر ہے پیشاب بھی خالص پانی سے بگڑتا ہے۔

ولیس بنافع نسب زکی
تدنسه صنائعك القباح

ترجمہ:۔ نسب زکی کوئی نفع نہیں دیتا اس لیے کہ تیرے اعمال تیری نسب کو برباد کر دیتے ہیں۔

کسی شاعر نے فرمایا ؎

وما ینفع الاصل من هاشم
اذا کانت النفس من باهله

ترجمہ:۔ ہاشم کی تقدیر ہونا کوئی نفع نہیں دے گا جب عادت باہلہ قبیلہ کی ہو۔

فائدہ:۔ باہلہ قبیلہ اپنی دنارت (خساست) میں اس لیے مشہور ہے کہ وہ طعام پکا کر دوبارہ اسی کو کھاتے اور مردار ہڈیوں کو صاف ستھرا کر کے کھا جاتے تھے ؎

گر بنگری باصل ہمہ بنی آدم اند
زاں اعتبار جملہ عزیز و مکرم اند

ترجمہ:۔ غور سے دیکھو تو تمام بنو آدم ہیں اور اسی اعتبار سے عزیز و مکرم ہیں۔

بیش اند ناس صورت نسناس سیرتان
خلق کر آدمند بخلق و کرم کنند

ترجمہ:۔ بہت سے انسانی صورت لیکن نسناس سیرت ہیں آدمی خلق کا نام ہے اور کرم سے گرویدہ کرے۔ مثال مشہور ہے ذهب الناس وما بقی الا النسناس ۔ لوگ چلے گئے نسناس رہ گئے۔ نسناس وہ ہیں وہ جو انسان کے مشابہ ہیں حالانکہ وہ انسان نہیں۔

Scanned with CamScanner

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ○ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا
مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ○ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ○
وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ○ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِيْمَ ○ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِى الْاٰخِرِيْنَ ○ سَلٰمٌ عَلٰى
مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ○ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ○ اِنَّهُمَا مِنْ
عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ○ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ اِذْ
قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ○ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ
الْخٰلِقِيْنَ ○ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ○
فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ○ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ○
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ○ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ○
اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ○ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ○
وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ○
اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ○ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ○ وَاِنَّكُمْ
لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ○ وَبِالَّيْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○

ترجمہ:۔ اور بیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان فرمایا اور انھیں ان کی قوم کی بڑی سختی سے نجات
بخشی اور اُن کی ہم نے مدد فرمائی تو وہی غالب ہوئے اور ہم نے ان دونوں کو روشن کتاب
عطا فرمائی اور ان کو سیدھی راہ دکھائی اور پچھلوں میں ان کی تعریف باقی رکھی۔ سلام ہو موسیٰ اور ہارون
پر۔ بیشک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بیشک وہ دونوں ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان
بندوں میں ہیں۔ اور بیشک الیاس پیغمبروں سے ہے۔ جب اُس نے اپنی قوم سے فرمایا کیا تم
ڈرتے نہیں کیا بعل کو پوجتے ہو اور چھوڑتے ہو سب سے اچھا پیدا کرنے والے اللہ کو جو رب ہے

Scanned with CamScanner

تمھارا اور تمھارے اگلے باپ دادا کا۔ پھر انہوں نے اسے جھٹلایا تو وہ ضرور پکڑے آئیں گے مگر چنے ہوئے بندے اور ہم نے پچھلوں میں اس کی ثنا باقی رکھی۔ سلام ہو الیاس پر بیشک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہے اور بیشک لوط پیغمبروں میں ہے جبکہ ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی۔ مگر ایک بڑھیا کہ رہ جانے والوں میں ہوئی۔ پھر دوسروں کو ہم نے ہلاک فرما دیا۔ اور بیشک تم ان پر گزرتے ہو صبح کو اور رات میں تو کیا تمھیں عقل نہیں۔

بقیہ صفحہ ۲۴۰

کسی شاعر نے کہا ہے

اصل را اعتبار چنداں نیست
روئی بچو ورد خنداں نیست

ترجمہ:۔ اصل کا چنداں اعتبار نہیں منہ گلاب کی طرح خنداں نہیں۔

می زغورہ شود شکر از نے
عسل از نحل حاملت بقی

ترجمہ:۔ شراب انگور کے غورہ سے اور شکر کماد سے شہد مکھی کی قے سے حاصل ہوتی ہے۔

عاقل وہ ہے جو نسب وحسب سے دھوکہ نہیں کھاتا اور یوم حساب کے لیے عمل صالح نافع میں جدوجہد سبقت کرتا ہے۔ سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ میں اس طریق کار سے پناہ مانگتا ہوں جو لوگوں کی نظروں میں تو میرے اعمال نیک نظر آئیں لیکن میرا باطن قبیح ترین ہو۔ اللہ تعالیٰ سے نیکی کی توفیق چاہتا ہوں۔

تفسیر عالمانہ:

ولقد مننا علیٰ موسیٰ وھارون۔ بیشک ہم نے منت لگائی موسیٰ و ہارون پر۔

المنان۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے وہ ذات جو ابتداءً کسی بدلہ کی طلب کے بغیر عطا فرمائے

حل لغات:۔ مثلاً کہا جاتا ہے من علیه منا۔ یہ اس وقت بولتے ہیں۔ جب کوئی کسی کو کوئی شے عطا فرمائے اور کہا جاتا ہے من علیه منة۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی کو اپنا احسان جتلائے ایسے ہی امتن۔

Scanned with CamScanner

اپنا احسان جتلانا مخلوق کے لیے ناجائز ہے اور خالق جتلائے تو وہ مالک ہے کما قال بل
مسئلہ: اللہ یمن علیکم ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا ۔ اب معنی یہ ہوا کہ بندا ہم نے موسیٰ
و ہارون علیہما السلام پر نبوت و دیگر دینی و دنیوی نعمتوں سے مالامال فرما کر احسان کیا ۔ **ونجینھما و**
قومھما اور انہیں اور ان کی قوم یعنی بنی اسرائیل کو نجات بخشی **من الکرب العظیم** بڑی سختی سے یعنی
فرعون کے عذاب اور قبطیوں کے ایذا سے اسی سورۃ کے ابتدار میں کرب کا معنیٰ تفصیل سے گزرا ہے۔

ربط: جبکہ کرب وغیرہ سے نجات دلانا ان سے غلبہ کا معنیٰ ثابت نہیں ہوتا اسی لیے اسے علیحدہ بیان فرمایا کہ **ونصرناھم** اور ہم نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام اور ان کی قوم کی مدد فرمائی۔
فکانوا ۔ تو اسی سبب سے ۔ **ھم الغلبون** ۔ صرف وہی اپنے دشمنوں یعنی فرعون اور اس کی قوم پر
غالب تھے اور انھیں ایسا غلبہ نصیب ہوا کہ اس کی کوئی انتہا نہیں حالانکہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام
کی قوم سخت مصائب میں گھری ہوئی تھی مثلاً فرعون کی قید اور غلامی میں گرفتار اور ان کے قبضے میں رہ کر
ہر طرح کی صعوبتوں کو برداشت کرتی تھی۔

تفسیر صوفیانہ: اس میں اشارہ ہے کہ موسیٰ یعنی قلب اور ہارون یعنی سِر کو بحر دنیا اور اس کی شہوات کے پانی سے نجات بخشی ۔ اور ان کی مدد کا یہ مطلب ہے کہ روح و
سِر کے صفات کو فرعون یعنی نفس اور اس کی صفات پر غلبہ بخشا اس سے مجاہدین کو تنبیہ ہے کہ وہ بلیات پر
صبر کریں یہانتک کہ آثار ولایت کا ظہور ہو اس لیے کہ رات ختم ہوتی ہے تو دن آتا ہے اور سرما کے اختتام پر
ہی پھول کھلتے ہیں۔

حضرت حافظ قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

چہ جورہا کہ کشیدند بلبلان اذی
بوئے آنکہ دگر نو بہار آمد

ترجمہ: بلبلیں اس اُمید پر دکھ سر پر رکھتی ہیں کہ آخر دوبارہ بہار آئے گی۔

تفسیر عالمانہ: **وآتینٰھما** ۔ اس نتیجہ مذکورہ کے بعد ہم نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو عطا فرمائی ۔ **الکتاب المبین** ۔ وہ کتاب جو سراسر بلاغت اور نہایت
درجہ کی واضح تھی کہ اس میں ہر شے کی تفصیل تھی اس سے تورات مراد ہے اور وہ ان علوم پر مشتمل تھی جو ان کی
دینی و دنیوی ضروریات کی کفالت کرتی تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **انا انزلنا التورٰۃ فیھا ھدی ونور**
بیشک ہم نے تورات و انجیل نازل کی کہ ان میں ہدایت و نور تھا۔

Scanned with CamScanner

حل لغات: مستبین سے موصوف کرنے میں اشارہ ہے کہ وہ احکام اور حلال و حرام کی تمیز میں کامل تھی گویا اس سے جب ایسی باتوں کی طلب کی جاتی تو وہ فوراً انہیں بیان کر دیتی۔ اس معنیٰ پر یہ سین طلبیہ ہوگا بعض کے نزدیک یہ استبان بان کا مبالغہ ہے بمعنی ظہر و وضح اور کتاب کو مستبین سے موصوف سین یستعجلون کے سین کی طرح ہے اس لیے کہ بان و استبان اور تبین کا عجل و استعجل و تعجل کی طرح یک معنیٰ ہے۔ اب الکتاب المستبین بمعنی الکتاب المبین ہوگا۔ **وھدینٰھم** اور ہم نے اس کتاب کے ذریعے انھیں راہ دکھائی۔ **الصراط المستقیم** ۔ وہ سیدھی راہ جو حق و صواب کی طرف پہنچانے والی تھی اس لیے کہ اس میں شرائع کی تفصیل اور احکام کی مکمل تشریح تھی۔

کشف الاسرار میں ہے کہ ہم نے انھیں دینِ اسلام کی رہبری کی اور اس پر انہیں ثابت قدم رکھا۔

فائدہ: **الصراط المستقیم** ۔ اپنے حقیقی معنی الصراط السوی سے ہے یعنی مستعار ہے وہ راہ جو دین کے لیے سیدھی ہے یعنی اس سے دینِ حق یعنی ملت الاسلام نصیب ہوتا ہے اور یہ عقلاً بھی امر محقق ہے اس لیے کہ یہ معنی معلوم کے لیے منقول ہے یعنی اس کی شان یہ ہے کہ اس پر معنی منصوص اور اس کی طرف عقلی اشارہ کیا جائے اس معنیٰ کے تحقق کے لحاظ سے اس کا استعارہ حقیقیہ نام رکھا گیا ہے۔

تفسیر صوفیانہ: اس میں اشارہ ہے کہ انہیں ایسے علوم حقیقیہ و الہامات ربانیہ اور ہدایت نصیب ہوئی جو انھیں حضرت واحدیہ و احدیہ کی موصل تھی۔

تفسیر عالمانہ: وترکنا علیہما فی الاٰخرین سلام علیٰ موسیٰ وھارون۔ اور ہم نے آنے والی نسلوں میں ان کا ذکر جمیل و ثنائے جلیل چھوڑی اسی لیے وہ ان پر سلام پڑھتے ہیں یعنی کہتے ہیں سلام علیٰ موسیٰ وھارون۔ اور موسیٰ و ہارون پر سلام ہو۔ اور قیامت تک ان کے لیے دعا کرتے رہیں گے۔ انا کذٰلک نجزی المحسنین۔ ہم ایسی جزاء کامل کی طرح محسنین کو جزا دیتے ہیں اور یہ بھی ان محسنین سے تھے۔ انھما من عبادنا المؤمنین۔ بیشک وہ ہمارے مومن بندے تھے

تفسیر صوفیانہ: اس میں اشارہ ہے کہ احسان ایمان سے ہی نصیب ہوتا ہے اس لیے کہ ایمان مرتبۂ غیب اور احسان مرتبۂ مشاہدہ کا نام ہے اور ایمان کا اصل معرفت الٰہی ہے اس لیے کہ ہمارے نزدیک انسان کا اصل مقصد معرفت الٰہی ہے۔

فائدہ: انسان اس حیثیت سے کہ وہ غذا کھاتا ہے اسے نبات (انگوری) کہا جائے اور اس حیثیت سے کہ وہ غذا کھاتا ہے دکھتا ہے اسے حیوان کہا جائے اور اپنے قد و قامت کے لحاظ سے

Scanned with CamScanner

دیوار ہے لیکن اسے فضیلت نصیب ہوئی ہے تو نطق اور علم وفہم و دیگر کمالات بشریہ کی وجہ سے۔

حدیث شریف:۔ تم پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روزے اور نماز کی وجہ سے فضیلت نہیں پا گئے بلکہ اس معنی بعید اور قلبی قرار سے جو ان کے دل میں ہے۔

فائدہ:۔ ہم اہل سنت اسے عشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہی روایت کتب شیعہ میں بھی ہے۔ تفصیل فقیر اویسی غفرلہٗ کی کتاب شرح آئینہ نما میں دیکھئے۔

دلائل خلافت بلافصل برائے ابوبکر رضی اللہ عنہ

اس معنی بعید کی برکت تھی کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بوقت وصال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثابت قدم رہے ورنہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال تغیر پذیر ہو گیا کہ بعض مدہوش تھے بعض متفکر تھے کہ اب کیا بنے گا لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر پڑھا وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ ایمان میں قوی تر اور ثابت قدمی میں اکمل اور مشاہدہ میں بلند قدر تھے۔

تفسیر عالمانہ:۔ وان الیاس لمن المرسلین۔ اور حضرت الیاس علیہ السلام رسولوں میں سے تھے انہیں بھی بنی اسرائیل کا رسول بنا کر بھیجا گیا۔

الیاس علیہ السلام کا نسب نامہ:۔ الیاس بن یاسین بن شیر بن فخاص بن الیفران بن ہارون بن عمران یعنی الیاس حضرت ہارون علیہما السلام کی اولاد سے تھے وہ ہارون جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے اور الیاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی بن کر تشریف لائے تھے یہی قول مشہور ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔

فائدہ:۔ روایات میں ہے کہ اس وقت اپنے ابدان ظاہرہ دنیویہ عنصریہ میں چار پیغمبر زندہ موجود ہیں دو آسمانوں میں یعنی ادریس وعیسیٰ علیہما السلام من حیث الہویۃ والتشخص دو ہیں اور من حیث الحقیقت ایک۔ ایک جماعت علمائے اسلام میں حضرت امام احمد بن حنبل بھی ہیں) کا کہنا ہے کہ الیاس علیہ السلام وہی ادریس علیہ السلام ہیں جن کا اسم گرامی اخنوخ ابن متوشلخ بن لمک ہے اور وہ نوح علیہ السلام سے پہلے تھے۔

نام دو حقیقت ایک:۔ پانچ انبیاء علیہم السلام ایسے ہیں جن کے دو دو نام مشہور ہیں الیاس جن کا دوسرا نام ادریس اور یعقوب جن کا دوسرا نام اسرائیل اور ذوالنون جن کا دوسرا نام یونس اور عیسیٰ جن کا دوسرا نام مسیح اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کا دوسرا اسم گرامی احمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

Scanned with CamScanner

فائدہ:۔ حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بعض اہل مکاشفہ کے موافق ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام اپنی ہوبیت کے ساتھ آسمان میں ہیں اور اسی صورت میں آسمان پر رونق افروز ہیں لیکن الیاس علیہ السلام کی شکل وصورت میں زمین پر تا حال باقی ہیں اس معنی پر وہ اپنی حقیقت و عینیت کے لحاظ سے ایک اور بحیثیت شکل و تعین کے دو ہیں۔

یوں سمجھیے:۔ شرعی قاعدہ کے موافق عام مشہور ہے کہ حضرت جبریل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام آن واحد میں لاکھوں مقامات پہ بیک وقت موجود ہوتے ہیں اور شکلیں بھی مختلف ہوتی ہیں باوجود ایں ہمہ اپنی اصلی صورتوں میں بھی قائم ہوتے ہیں۔

نبی علیہ السلام حاضر و ناظر:۔ یہی اہلسنت کہتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جملہ ملکوت کے امام و مقتدا ہیں انھیں ان کے صدقے یہ کمالات و اختیارات نصیب ہوئے وہ کیوں نہ جملہ عالم کائنات میں حاضر و ناظر ہوں۔ مزید تفصیل فقیر اویسی غفرلہٗ کی کتاب "حاضر و ناظر" میں پڑھیئے اور بحمدہٖ تعالیٰ یہی مسلک اسلاف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے چنانچہ صاحب روح البیان قدس سرہٗ مذکورہ بالا تقریر لکھ کر اولیاء کرام کے لیے یوں رقم طراز ہیں:۔

وکذلک ارواح الکمل کما یروی عن القضیب البان الموصلی قدس سرہ انہ کان یری فی زمان واحد فی مجالس متعددۃ مشتغلا فی کل بامر غیرھا فی الاخر[1]

ترجمہ:۔ اور ایسے ہی کاملین کی ارواح جیسے قضیب البیان موصلی قدس سرہٗ کے لیے مروی ہے کہ آپ ایک ہی وقت میں متعدد مجلسوں میں دیکھے جاتے جو ہر مجلس میں مختلف امور میں مشغول ہوتے تھے۔

روح البیان صفحہ ۱۸۱ م جلد ۷۔ اس مسئلہ کی تحقیق فقیر کے رسالہ "دلی کی پرواز" اور رسالہ "الانجلاء فی تطور الاولیاء" میں دیکھئے۔ (اویسی غفرلہٗ)

ردّ تناسخ:۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ادریس علیہ السلام صورت ادریسیہ سے نکل کر صورت الیاس میں داخل ہو گئے یہ تو تناسخ ہے اور اسلام اس کا مخالف ہے۔

---

[1] اس کی نظیر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ہے کہ شب معراج میں بیک وقت بہشت میں تھے اور زمین پر (مکہ معظمہ) میں بھی تھے۔ اویسی غفرلہٗ

Scanned with CamScanner

تفسیر عالمانہ: اذ قال. یاد کیجئے جب کہا الیاس علیہ السلام نے لقومہ اپنی قوم کو کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں ڈرتے اتدعون بعلا. کیا تم بعل کو پوجتے ہو یعنی بعل کو پوجو اور نہ ہی اس سے خیر و بھلائی طلب کرو۔

حل لغات: دراصل بعل مادہ کے نر کو کہا جاتا ہے چونکہ نر کو مادہ پر غلبہ اور اس کے جملہ امور اسی کو سپرد ہیں اسی لیے جس کے لیے استعلاء و غلبہ کا معنی مطلوب ہو اسے بعل سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اہل عرب بھی اسی لیے اس بت کو پوجتے ہوئے تصور کرتے تھے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں غلبہ حاصل ہے کہ وہ جس طرح چاہتا ہے اللہ تعالیٰ سے منوا لیتا ہے اس معنی پر اسے بعل سے تعبیر کیا گیا۔

بعل کا تعارف: بعل ایک بت کا نام تھا جسے بک کے باشندے پوجتے تھے اور بک شام کے ایک شہر کا نام ہے جو بعد کو بعلبک کے نام سے مشہور ہوا اور وہ بت سونے کا تھا جس کا طول بیس گز اور اس کے چار منہ تھے اور اس کی آنکھوں کو یاقوت کبریت سے بھر دیا گیا تھا وہ اسی کی پرستش میں گرفتار تھے اور اس کی بہت زیادہ تعظیم و تکریم کرتے تھے اس کی خدمت کے لیے چار سو خدام مقرر تھے جنہیں وہ اسی خدا کے پیغمبر تصور کرتے تھے شیطان اسی بت میں گھس جاتا اور شیطانی باتیں بولتا جسے وہی خدام یاد کر کے لوگوں کو سناتے۔

وتذرون احسن الخالقین. اور احسن الخالقین کی عبادت کو چھوڑتے ہو۔ اللہ ربکم و رب ابائکم الاولین. وہ اللہ جو تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا رب ہے اللہ ربکم احسن الخالقین سے بدل ہے اسی لیے اسے منصوب پڑھا گیا ہے۔ یہاں پر ربوبیت کے ذکر سے ان کے اعتقاد باطل کی تردید مطلوب ہے ان کا عقیدہ تھا کہ انہیں ان کے بت پالتے ہیں۔

ازالہ وہم: خلق کا حقیقی معنیٰ اختراع و انشاء و ابداع ہے اور تقدیر و تصویر کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور یہاں پر یہی دوسرا معنیٰ مراد ہے اس لیے کہ اختراع و انشاء ذات باری تعالیٰ کے سوا دوسروں کے لیے ممتنع ہے۔ جب ممتنع ہے تو پھر ان سے اللہ تعالیٰ کے لیے احسن کا کیا معنیٰ اسی لیے دوسرے معنیٰ کے لحاظ سے احسن ضروری ہے۔

سوال: یہ قرآن کی دوسری آیت کے معنیٰ کے خلاف ہے اس لیے کہ فتبارک اللہ احسن الخالقین میں اللہ تعالیٰ نے خود خلق بمعنی اختراع و انشاء کا معنیٰ متعین فرمایا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ غیر اللہ کو بھی خالق از خلق بمعنی اختراع و انشاء کہنا جائز ہے۔

جواب: وہاں بھی خالقین بمعنی مقدرین ہے یا اس سے کفار و مشرکین کی تردید مطلوب ہے اس لیے کہ کفار

Scanned with CamScanner

جن کی پرستش کرتے تھے ان کے متعلق یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ ان کے معبودوں کو اختراع و انشاء کی قدرت و اختیار بھی ہے اس معنی پر خالقین بمعنی مخترعین موجدین ہے اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ ان کی ایجاد کے لحاظ سے احسن ہوا یعنی انہی کے اعتقاد کے مطابق احسن الخالقین کہا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو فرمایا خلقوا کخلقہ فتشابہ الخلق۔

تفسیر صوفیانہ: صوفیاء کرام کے نزدیک عبد الخالق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی مراد کے مطابق اشیاء کو مقدر کرسکے۔ اس لیے وصف خلق و تقدیر الٰہی کی تجلیات سے اسے نوازا گیا ہے اسی لئے وہ وہی کر دکھاتا ہے جو تقدیر حق میں ہوتا ہے اسی لیے امام غزالی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جب بندہ بطریق ریاضت مجاہدہ کر کے اپنے نفس اور مخلوق کی سیاست میں کمال حاصل کرتا ہے تو وہ ایسے اُمور کے استنباط پر قدرت پا جاتا ہے جو اس سے پہلے دوسروں کو کم نصیب ہوئی بلکہ ان اُمور کو کر دکھانے کی قدرت رکھتا ہے اس معنیٰ پر گویا وہ انہی اُمور کا مخترع ہوا اس لیے کہ اس نے ایسے اُمور کر دکھائے ہیں جن کا وجود پہلے نہیں تھا اس کی مثال شطرنج کے واضع جیسی ہے کہ اس نے اس فعل کو جب وضع کیا تو گویا اس نے اسے ایجاد و اختراع کیا کیونکہ اس سے قبل ایسی وضع و انشاء نہیں تھی۔

ابدال کا کمال: فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کامل بندے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی صورت و شکل کو اپنے مکان میں چھوڑ کر آن واحد میں متعدد مقامات پر تشریف لے جاتے ہیں جیسا کہ حضرت قضیب البان قدس سرہ کے بارے میں ہم نے پہلے لکھا ہے وہ بھی اسی مقام کے اسرار سے ہے انہیں یہ طاقت اُس وقت ملتی ہے جب اسم خالق کے کامل مظہر بنتے اور اس کے ہاں واصل ہوتے ہیں۔ اس تقریر کو خوب سمجھ اور اپنے ہاں محفوظ فرما پورے طور یاد رکھ لے کام آئے گی۔[1]

فکذبوہ: تو ایاس علیہ السلام کی اُنہوں نے تکذیب کی۔ **فانہم۔** تو پھر بوجہ تکذیب کے وہ جہنم میں داخل ہو کر ہمیشہ کیلئے اس میں رہینگے ایک لمحہ کے لیے بھی وہ عذاب سے دور نہیں کیے جائیں گے اور نہ ہی ان سے عذاب کی تخفیف ہوگی۔ کما قال اللہ تعالیٰ وماھم بمخرجین۔ اور وہ نکالے نہ جائیں گے۔

قاعدہ: احضار مطلق کا اطلاق عرف میں شر پر ہوتا ہے **الا عباد اللہ المخلصین۔** مگر اللہ کے مخلص بندے۔ یہ کذبوہ کے فاعل سے استثناء متصل ہے۔

---

[1] ورنہ وہابیت نجدیت کا بھوت چمٹ جائے گا کیونکہ سرے سے ابدال کے وجود کے منکر ہیں۔ فقیر کی کتاب "الکمال فی الابدال" کا مطالعہ کیجئے۔ اویسی غفرلہٗ۔

Scanned with CamScanner

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ الیاس علیہ السلام کی قوم کے بعض نے تکذیب نہیں کی اسی لیے وہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہیں گے اسی سے وہ لوگ مراد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق بخشی اور الیاس علیہ السلام کی دعوت و ارشاد کے مطابق عمل صالح کیا۔

وترکنا علیہ فی الاٰخرین۔ اور ہم نے آنے والی نسلوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا اور ذکر خیر سے **سلام علی الیاسین۔** یعنی سلام ہو الیاس علیہ السلام پر۔ مراد ہے یعنی بعینہٖ اسی طرح ان کے لیے دعائیں کہیں گے اور قیامت تک ان کی تعریف کرتے رہیں گے۔

تحقیق الیاسین: الیاس کی دوسری لغت الیاسین ہے جیسے سیناء کو سینین کہا جاتا ہے اس لیے کہ طور سیناء اور طور سینین کا ایک ہی معنیٰ ہے اس لیے کہ اس میں یاء اور اور نون زائد کیا گیا ہے۔ ایک قرأت میں آل کو یاسین کی طرف مضاف کر کے پڑھا گیا ہے کیونکہ مصحف میں ہر دونوں علیحدہ علیحدہ لکھے گئے ہیں اسی معنیٰ پر یاسین۔ الیاس کے والد گرامی کا نام ہوگا اور آل سے خود الیاس علیہ السلام مراد ہوں گے۔

انا کذلک نجزی المحسنین۔ ایسی جزاء کامل کی طرح ہم محسنین کو جزا دیتے ہیں ان میں سے الیاس علیہ السلام بھی تھے۔ **انہ۔** یہ ضمیر الیاس علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے اس سے ثابت ہے کہ الیاس اور الیاسین ایک ہی شخص کا نام تھا۔ اس کی ایک اور دلیل بھی ہے کہ سابق عبارات میں ایک ہی شخص پر سلام کہا گیا مثلاً **سلام علی ابراھیم۔ سلام علی نوح فی العالمین۔ سلام علی موسیٰ وھارون۔**

من عبادنا المومنین۔ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

فائدہ: کاشفی نے لکھا کہ ایمان جمیع کمالات صوری و معنوی اور تشریف خاص برائے اہل اختصاص کی بندگی کا نام ہے۔

اگر بندہ خویش خوانی مرا
بہ از مملکت جاودانی مرا

ترجمہ: اگر مجھے اپنا بندہ بنالو تو میرے نزدیک ہمیشہ کی شاہی سے بہتر ہے۔

شہانی کہ بابخت فرخندہ اند
ہمہ بندگان ترا بندہ اند

ترجمہ: تو مبارک بخت بادشاہ ہے اور تمام مخلوق تیری غلام ہے۔

Scanned with CamScanner

الیاس علیہ السلام کی بعثت کا مکمل قصہ

مروی ہے موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع بن نون نبی مبعوث ہوئے ان کے بعد کالب بن یوقنا ان کے بعد حزقیل علیہ السلام تشریف لائے۔ ان کے بعد بنی اسرائیل میں بہت بڑی خرابیاں پیدا ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ بھول کر بت پرستی میں لگ گئے اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد جو نبی علیہ السلام تشریف لاتا وہ صرف بنی اسرائیل کو بھولا ہوا سبق یاد دلاتا اور تورات کے احکام کی تجدید کرتا اور اس دور میں بنی اسرائیل متفرق علاقوں میں بسنے لگے ان کا ایک گروہ شام کے ملک میں بعلبک اور اسکے گرد و نواح میں مقیم تھا اس گروہ میں الیاس علیہ السلام تھے جب قوم نے شرک کیا اور بعل بت کی پرستش کی اور تورات کے احکام کو پس پشت ڈال دیا ان کے لیے الیاس علیہ السلام کو نبی مقرر فرمایا۔ ان کی یسع بن خطوب نے اتباع کی اور ان پر ایمان لائے۔ اس گروہ کا بادشاہ اجب نامی تھا۔ اس کی عورت ازبیل نامی تھی۔ جب وہ کہیں باہر جاتا تو اپنی عورت کو اپنا جانشین مقرر کرتا۔ وہ اپنے شوہر کی عدم موجودگی میں کھلم کھلا کچہری میں آتی اور لوگوں کے فیصلے کرتی لیکن انبیاء و صالحین کی دشمن تھی جہاں کہیں کسی نبی علیہ السلام یا کسی ولی کا نام سنتی اسے شہید کرا دیتی۔ یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو بھی غالباً اسی نے شہید کرایا تھا اور وہ بنی اسرائیل کے تقریباً سات بادشاہوں سے نکاح کر چکی تھی اور سب کو اچانک قتل کرا چکی تھی۔ سن رسیدہ تھی تقریباً ستر بچوں کی ماں تھی۔

ولی اللہ کی گستاخی کی سزا: اجب بادشاہ کا ایک ہمسایہ ولی اللہ تھا جنکا مزدکی نام تھا۔ ان کی ایک جنینہ تھی جس سے وہ اپنی وجہ معاش پوری فرماتے تھے۔ اس کے بارے میں بادشاہ کی ظالمہ بیوی کو حسد ہوا۔ بادشاہ ایک طویل سفر کے لیے روانہ ہوا تو حسب دستور اپنی بیوی کو اپنا جانشین مقرر کیا اس ظالمہ نے ولی اللہ کو شہید کرنے کے منصوبہ بنانے کے لیے بہت سے لوگوں کو جمع کر کے طے کیا کہ وہ گواہی دیں کہ مزدکی (ولی اللہ) نے بادشاہ کو گالی دی ہے اور اس وقت قانون تھا کہ جو بھی بادشاہ کو گالی دے اور گواہوں سے واقعہ ثابت ہو جائے تو گالی دینے والے کو قتل کر دیا جائے چنانچہ منصوبہ کے بعد حضرت مزدکی کو بلایا کہ آپ نے بادشاہ کو گالی دی ہے۔ آپ نے صاف انکار فرمایا لیکن اس نے گواہ بلوا کر اپنی بات ثابت کر دکھائی جس پر حضرت مزدکی کو قتل واجب کیا۔ اور جب آپ کو وہ شہید کر چکی تو آپ کے وارثوں سے جنینہ چھین لی۔ جب بادشاہ سفر سے واپس لوٹا تو اللہ تعالیٰ نے الیاس علیہ السلام کے ہاں وحی بھیجی کہ بادشاہ اور اس کی بیوی کو کہہ دو کہ تم نے میرے پیارے ولی مزدکی کو ظلماً قتل کیا ہے اسی لیے ان پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہے اور جب تک اپنی غلطی سے

Scanned with CamScanner

خلوص قلب سے توبہ کر کے حضرت مزدکی کے ورثاء کو جنینہ واپس نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ ان پر ناراض رہے گا اور بادشاہ اور اس کی بیوی کو جنینہ کے پیٹ میں مار کر پھر انہیں مردار کر کے چھوڑے گا یہاں تک کہ ان کا گوشت ہڈیوں سے جدا ہو جائے گا۔

حضرت الیاس علیہ السلام کا رفع الی السماء

جب بادشاہ اور اُس کی بیوی نے یہ حکم ربانی سنا تو بجائے توبہ کرنے کے حضرت الیاس علیہ السلام پر سخت ناراض ہوئے اور اب الیاس علیہ السلام کی مخالفت پر تل گئے اور بادشاہ نے تہیہ کر لیا کہ الیاس علیہ السلام کو مختلف عذاب میں مبتلا کر کے انہیں شہید کر ڈالے۔ جب الیاس علیہ السلام کو بادشاہ کے تیور بدلے محسوس ہوئے تو وہاں سے ہجرت فرمائی اور انبیاء علیہم السلام کا طریقہ تھا کہ جب قوم سے مایوس ہوتے تو وہاں سے ہجرت کر جاتے چنانچہ الیاس علیہ السلام ایک پہاڑ پر جا گزیں ہوئے اس پہاڑ پر چڑھنا نہایت دشوار تھا لیکن پھر بھی اس کی ایک غار میں چھپ گئے تقریباً اسی غار میں سات سال چھپے رہے۔ جڑی بوٹیوں اور پھل وغیرہ پر گزارہ فرمایا قوم نے آپ کو بہت تلاش کیا اسی غار کے ارد گرد بھی گھومتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی آنکھوں سے ایسے اوجھل رکھا جیسے اصحاب کہف کو دشمنوں سے۔ جب الیاس علیہ السلام نے قوم کی نافرمانی حد سے زائد دیکھی تو ان کے لیے قحط سالی کی بددعا فرمائی۔ آپ کی بددعا سے یہ لوگ سات سال تک قحط میں مبتلا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے الیاس علیہ السلام مجھے اپنی مخلوق پر بہت زیادہ رحم آتا ہے اگرچہ وہ ظالمین ہیں لیکن آپ نے اپنے مقصد کو تین سالوں میں پا لیا اور وہ سات سال کے قحط سال میں مبتلا ہونے کے باوجود شرک سے باز نہیں آئے فلہٰذا ان کیلئے مزید بددعا کرنے سے باز آجائیے حضرت الیاس علیہ السلام نے جب یقین کر لیا کہ یہ بدقسمت ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ انھیں ان سے نجات عطا فرمائے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ کل فلاں دن آپ فلاں جگہ پہ جائیے جو شے آپ کو ملے آپ اس پر سوار ہو جانا اس سے ڈرنا نہیں۔ حضرت الیاس علیہ السلام اپنے خادم الیسع علیہ السلام کے ساتھ جب اسی مقام معلوم پر پہنچے تو آپ کو آگ کا گھوڑا ملا جس کے جملہ آلات بھی آگ کے تھے یہاں تک کہ وہ گھوڑا آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔ آپ اس پر سوار ہو گئے اور وہ گھوڑا آپ کو آسمان پر اٹھا کر لے گیا نیچے سے آپ کو آپ کے خادم الیسع علیہ السلام نے عرض کی کہ میرے لیے کیا حکم ہے آپ نے اس کے لیے ایک کساء پھینکی اس سے اشارہ فرمایا کہ میں نے آپ کو بنی اسرائیل کا خلیفہ مقرر کیا۔ الیاس علیہ السلام قوم کے سامنے آسمان پر اٹھائے گئے اور کھانے پینے کی لذت سے آزاد ہو گئے اور آپ کو پر لگائے گئے۔ اس طرح آپ انسی ملکی بھی ہوئے اور ارضی و سماوی بھی۔

بعض علماء نے فرمایا کہ حضرت الیاس علیہ السلام بیمار ہو گئے۔ جب آپ کو محسوس ہوا

الیاس جنگلوں میں: کہ اب موت آئے گی تو روئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیسے روتے ہو کیا ابھی دنیا میں رہنے کی خواہش ہے یا موت سے ڈرے ہوئے ہو یا آگ سے ڈرتے ہو۔ الیاس علیہ السلام نے عرض کی کوئی خوف و خطر نہیں اور نہ ہی دنیا میں رہنے کی خواہش ہے تیری عزت و جلال کی قسم مجھے رونا اس لیے آتا ہے کہ میرے بعد لوگ تیری حمد اور تیرا ذکر کریں گے اور میں محروم رہوں گا کیونکہ موت کے بعد حمد و ذکر کہاں اور لوگ روزہ رکھیں گے اور نماز پڑھیں گے اور میں موت کے بعد نہ نماز پڑھ سکوں گا اور نہ روزہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے الیاس میں تمہیں اس وقت تک مہلت دیتا ہوں جب میرا ذکر کرنے والا کوئی نہ ہو گا یعنی قیامت تک تم زندہ رہو گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم پر دشمنوں کو مسلط کر دیا جس کا انہیں علم بھی نہ ہوا۔ قوم کو دشمنوں نے تباہ و برباد کیا اور اجب بادشاہ اور اس کی بیوی ازبیل حضرت مردکی کی جنینہ سے قتل کر دیئے گئے ان کے جسم مردار ہو کر ان کے پیٹ میں پڑے رہے یہاں تک کہ ان کے گوشت گل سڑ گئے اور ہڈیاں باہر پھینکی گئیں۔ الیاس علیہ السلام کے بعد الیسع علیہ السلام نبی ہوئے اور انہیں بنی اسرائیل میں بھیجا گیا۔ بنی اسرائیل نے ان کی تائید کی اور ایمان لائے اور ان کی تعظیم و تکریم کی اور اطاعت کے لیے سر جھکایا۔ اللہ تعالیٰ کے دین کا راج قائم ہوا یہاں تک کہ حضرت الیسع علیہ السلام کا وصال ہو گیا۔

الیاس و خضر کی موت: مروی ہے کہ حضرت الیاس اور خضر علیہما السلام بیت المقدس میں پہنچ کر روزہ رکھتے ہیں اور مل کر کعبۃ اللہ میں حاضر ہو کر حج ادا کرتے ہیں۔ آدم علیہ السلام کی اولاد سب سے آخر میں ان دونوں پر موت واقع ہو گی۔

بعض مفسرین نے لکھا کہ حضرت الیاس علیہ السلام جنگلوں میں اور حضرت خضر علیہ السلام دریاؤں میں رہتے ہیں۔

فائدہ: الفیافی فیفاۃ کی جمع ہے بمعنی جنگل۔

خضر و الیاس علیہما السلام کے الوداعی کلمات

مروی ہے کہ جب یہ دونوں بیت اللہ کے حج سے فراغت پا کر مندرجہ ذیل کلمات پڑھتے ہوئے ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں:

ماشاء اللّٰہ ماشاء اللّٰہ لا یسوق الخیر الا اللّٰہ ماشاء اللّٰہ لا یصرف السوء الا اللّٰہ ماشاء اللّٰہ ماشاء اللّٰہ ما یکون من نعمۃ فمن اللّٰہ ماشاء

Scanned with CamScanner

اللہ ماشاء اللہ توکلنا علی اللہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔

ترجمہ :۔ وہ جو اللہ چاہے بھلائی کو اللہ تعالیٰ ہی چلاتا ہے وہ جو اللہ چاہے بُرائی کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہٹاتا جو اللہ تعالیٰ چاہے ہر نعمت اللہ تعالیٰ سے ہے وہ جو اللہ تعالیٰ چاہے ہم نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا ہمیں کافی ہے اللہ اور وہی اچھا وکیل ہے۔

خضر و الیاس علیہما السلام سے ایک ولی اللہ کی ملاقات

حضرت محمد بن احمد العابد فرماتے ہیں کہ میں جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد بیت المقدس میں بیٹھا تھا کہ دو بزرگ نظر آئے ایک تو بھاری قد وقامت کے تھے دوسرے طویل القامت اور جسیم پیشانی فراخ اور سینہ چوڑا اور دونوں بازو بھی لمبے تھے۔ اس صفت کا بزرگ میرے سے دور تھا اور جو بھاری صفت وصورت پر تھا اس نے ہمارے قریب آکر سلام کہا میں نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا آپ پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے آپ کون ہیں اور دوسرے بزرگ جو میرے سے دور بیٹھے ہیں وہ کون ہیں فرمایا میں خضر ہوں اور وہ میرے بھائی الیاس ہیں (علیہما السلام) ان سے مجھے خوف وہراس پیدا ہوا اور کانپنے لگا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا مت گھبرایئے ہم آپ سے محبت کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو شخص جمعہ کی نماز عصر کے بعد رو بقبلہ ہو کر کہے یا اللہ یا رحمٰن۔ یہاں تک سورج ڈوب جائے تو اللہ تعالیٰ اُس کی دعا قبول فرمائے گا پھر فرمایا کہ تو ہمارے ساتھ مانوس ہوا اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ محبت فرمائے گا۔ میں نے عرض کی میں آپ کو مہمانی دوں تو آپ کیا کھائیں گے فرمایا کرفس اور کماۃ (کھمبی) میں نے عرض کی الیاس علیہ السلام کیا کھائیں گے اُنہوں نے فرمایا دو روٹیاں اور یہ طعام ہمیں روزہ کے افطار کے وقت دینا۔ میں نے کہا الیاس علیہ السلام کو کہاں تلاش کروں آپ نے فرمایا جزائر میں۔ میں نے عرض کی کہ آپ ہر دو نوں کب اور کہاں اکٹھے ہو جاتے ہیں فرمایا کہ مندرجہ ذیل مقامات میں :۔

(۱) جب کسی ولی اللہ کا وصال ہوتا ہے تو ہم دونوں جمع ہو کر اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے آتے ہیں

(۲) موسم حج میں عرفات میں۔

(۳) حج کی فراغت کے بعد میں ان کے بال تراشتا ہوں وہ میرے۔

میں نے عرض کی آپ جملہ اولیاء اللہ کو پہچانتے ہیں فرمایا چند مخصوص اولیاء کو پہچانتا ہوں اور فرمایا کہ جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے تو زمین روئی کہ یا اللہ اب میرے اُوپر کوئی نبی چلنے والا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تجھ پر چند ایسے بندے پیدا فرماؤں گا کہ جن کے دل

انبیاء کے دلوں کے مطابق ہوں گے۔ جب خضر علیہ السلام روانہ ہونے لگے تو میں نے عرض کی کہ میں بھی آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں فرمایا کہ تو میرے ساتھ کیسے گزار سکتا ہے جبکہ میں ہر صبح کی نماز مکہ معظمہ میں مسجد حرام میں ادا کرتا ہوں پھر رکن شامی کے نزدیک طلوع شمس تک بیٹھ جاتا ہوں۔ پھر طواف کعبہ کر کے مقام ابراہیم کے پیچھے دوگانہ پڑھتا ہوں پھر ظہر کی نماز حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں مسجد نبوی میں پڑھتا ہوں۔ شام کی نماز طور سینا میں ادا کرتا ہوں۔ نماز عشاء سد سکندری میں پھر تمام رات وہیں گزارتا ہوں پھر صبح صادق سے وہاں سے روانہ ہو کر فجر کی نماز مسجدِ حرام میں پڑھتا ہوں۔

تفسیر عالمانہ

:- وان لوطًا۔ لوط بن ہاران ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کا نام ہاران تھا۔ لمن المرسلین۔ بیشک لوط علیہ السلام اپنی قوم کے ہاں رسول بنا کر بھیجے گئے اور اس سے اہل سدوم مراد ہیں۔

فائدہ:- سدوم بالدال المھملہ ان لوگوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی تکذیب کی اور آپ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا تو انہوں نے دعا مانگی کہ "اے اللہ مجھے ان سے نجات دے۔" چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کے اہل و عیال کو ان لوگوں سے نجات بخشی۔ اذ نجینٰہ۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یاد کیجئے جبکہ ہم نے لوط علیہ السلام کو نجات بخشی۔ اس کا ماقبل سے کوئی تعلق نہیں اس لیے کہ لوط علیہ السلام بوقت نجات نبی بن کر مبعوث نہیں ہوئے تھے واھلہ اجمعین۔ اور آپ کے جملہ اہل بیت یعنی آپ کی صاحبزادیوں وغیرھا کو الا عجوزًا مگر ایک بڑھیا جو نہایت درجہ کی خائنہ تھی لوط علیہ السلام کی اہلیہ کافرہ تھی ان کی شریعت میں وثنیہ عورتوں سے نکاح اور ان کے ساتھ زندگی بسر کرنا جائز تھا۔

فائدہ:- بوڑھی عورت کو عجوز اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ بہت سے اُمور کی سرانجامی سے عاجز ہوتی ہے۔ (المفردات) فی الغٰبرین۔ یہ عجوز کی صفت ہے یعنی وہ بڑھیا کہ جس کے لیے غبور مقدر تھا اس لیے کہ اس کا غبور اُس وقت مقدر نہیں تھا جب لوط علیہ السلام کو نجات ملی۔

الغٰبرین بمعنی الباقین یعنی وہ عذاب میں باقی رہنے والوں سے تھی۔ باقی کو غابر اس لیے کہتے ہیں کہ جیسے دوڑنے والے کو غبار پیچھے رہ جاتی ہے ایسے ہی باقی گویا گزر جانے والوں کے پیچھے رہ گیا۔ یا غابرین بمعنی ماضیین و ھالکین ہے یا غابر اس لیے کہ زمین پر گزرنے والے زمین کے قطرات جو غبار کے اُٹھنے سے رہ گئے ایسے ہی غابر۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ مگر بڑھیا کہ وہ زمین عذاب میں مبتلا ہونے والوں کے ساتھ رہ گئی۔ لوط علیہ السلام کے ساتھ نہ گئی۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

Scanned with CamScanner

با بدان یار گشت ہمسر لوط
خاندان نبوتش گم شد

ترجمہ:۔ لوط علیہ السلام کی اہلیہ بروں کے ساتھ بیٹھی تو اس کا نبوت کے خاندان سے تعلق ختم ہوگیا۔

سگ اصحاب کہف روزے چند
پے نیکاں گرفت و مردم شد

ترجمہ:۔ اصحاب کہف کے ساتھ کتا نیک لوگوں کی صحبت حاصل کی تو آدمیوں میں سے ہوگیا۔

ثم دمرنا الاٰخرین۔ پھر ہم نے دوسروں کو تباہ کر دیا۔

التدمیر۔ ہلاکت کو کسی شے پر داخل کرنا یعنی ہم نے دوسروں کو ہلاک وتباہ کر دیا

حل لغات:۔ اور ہم نے پتھر پھینکے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مہلت بھی نہیں دی کہ ان پر پتھر برسا دیئے گئے یعنی لوط علیہ السلام کی قوم کے باغی لوگوں کو ہم نے تباہ و برباد کیا یعنی ان کو تہہ و بالا کر دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ دیکھنے کا تھا اس سے ثابت کر دکھایا کہ لوط علیہ السلام رسولوں سے ہیں ان کا قصہ سورہ لوط و حجر میں تفصیل کے ساتھ گزرا ہے۔

وانکم لتمرون علیہم۔ اے اہل مکہ تم لوط علیہ السلام کی قوم تباہ و برباد شدہ لوگوں سے گزرتے ہو اور شام کے علاقوں میں تجارت کے لیے جاتے ہوئے ان کی منزلوں کو دیکھتے ہو اور ان کی ہلاکت کے نشانات ملاحظہ فرماتے ہو۔ یہ اس لیے کہ سدوم شام کو جاتے ہوئے راستہ پر واقع پڑتا تھا کما قال وانہا لبسبیل مقیم۔ مصبحین۔ تمرون کے فاعل سے حال ہے درانحالیکہ صبح کے وقت جاتے تھے۔

وبالیل۔ اور درانحالیکہ تم رات کے وقت جاتے ہو۔ ممکن ہے کہ یہ ایسے مقام پر واقع ہو جہاں سے یہ لوگ صبح کو جاتے ہوں تو بھی راستہ پر پڑتا ہو۔ ایسے ہی شام کے وقت واپسی کے وقت۔ یا چونکہ اسی راستہ سے آنے جانے والوں کا ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہو۔ یعنی صبح اور شام سے رات اور دن کے جملہ اوقات مراد ہیں۔

افلا تعقلون۔ تو کیا ان کی منازل کو دیکھ کر پھر کچھ سمجھتے نہیں ہو تاکہ تمہیں عبرت نصیب ہو اور اس سے ڈر کر جیسے ان پر عذاب واقع ہوا تم پر واقع نہ ہو اس لیے کہ اہل سدوم کی تکذیب و کفر کی وجہ سے ان پر عذاب واقع ہوا تو جو ذات ان پر عذاب نازل کرنے پر قادر ہے تم پر بھی واقع کر دے تو اس کے لیے مشکل نہیں فلہذا تم اس کے عذاب سے ڈر کر تم بھی تکذیب و کفر میں کچھ کم نہیں ہو بلکہ ان سے بڑھے ہوئے ہو کما قال تعالیٰ اکفارکم خیر من اولٰئکم۔ کیا تمہارے کفار ان سے اچھے ہیں۔

Scanned with CamScanner

ابوجہل فرعون سے زیادہ سرکش تھا: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ فرعون سے ابوجہل زیادہ سرکش ہے۔

سبق: دانا پر لازم ہے کہ وہ دوسروں سے عبرت حاصل کرے اور وحدانیتِ حق پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور رحمت کے ابواب کی طرف رجوع کرے۔ اپنی عجوز یعنی نفس امارہ کی گوشمالی کرے اور اسے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور کرکے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا عادی بنائے تاکہ قہر و جلال والوں کی طرح تباہ و برباد نہ ہو۔

تفسیر صوفیانہ: بعض مشائخ نے فرمایا کہ طریق اہل اللہ کے داخلی امر کی نصرت ضروری ہے جب حاصل ہو جائے پھر سالک کو دیکھنا ہوگا کہ کیا وہ حال اول کی طرف رجوع رکھتا ہے اور عبادات اور اجتہاد میں پورا مشغول ہے ایسے سالک پر عنایت الٰہیہ ہے۔ اگر پہلی حالت کی طرف رجوع نہیں تو ایسا انسان کبھی فلاح نہیں پائے گا یعنی اسے یوں سمجھو کہ وہ ابتداءً و انتہاءً گناہوں پہ اصرار کرتا رہا۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے انسان میں عقل اسی لیے رکھی ہے کہ وہ اپنے اندر غور و فکر کرے اور ان اُمور کو عمل میں لائے جس میں اس کی اصلاح و فلاح اور وہ انجام کے لحاظ سے بہمہ وجوہ افضل و اعلیٰ ہو۔ اگرچہ ابتداءً ایسے امر کے حصول میں نفس کو گراں گزرتا ہے اور خواہشاتِ نفسانی تو سلوک کے سراسر منافی ہیں۔ ان کے دفعیہ سے روحانیت کے ایذا رساں اُمور خود بخود زائل ہو جاتے ہیں اگرچہ خواہشاتِ نفسانی کے مرتکب کو بدانجامی کا علم نہیں ہوتا اس کی مثال اس بچے کی ہے جسے آنکھوں کی تکلیف پر طبیب بلیلہ کھلائے یا پچھنے لگوائے پھر وہ بچہ میٹھی چیزیں کھائے یا دھوپ پہ بیٹھے تو اُلٹا نقصان ہوگا اس کو بلیلہ اور پچھنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت کو تکالیف اور مشقتیں گھیرے ہوئے ہیں اور دوزخ کے گرد شہوات ہیں ؎

تو بر کرّۂ توسنی در کمر
نگر تا نہ پیچد از حکم تو سر

ترجمہ: تو سرکش گھوڑے پر سوار ہے خیال رکھنا کہیں تیرے حکم سے سر نہ پھیرے۔

اگر پالہنگ از کفت در گسیخت
تن خویشتن کشت و خونت بریخت

ترجمہ: اگر اس کی لگام تیرے ہاتھ سے نکل گئی تو اپنی جان بھی برباد کرے گا اور تجھے بھی۔

فائدہ: اس میں انجام کے فکر کی طرف اشارہ ہے۔

حکایت: مشہور ہے کہ بھڑ نے دیکھا کہ چیونٹی نے بہزار حیلہ دانہ اُٹھا کر بڑی تکلیف سے اسے گھر لے

(بقیہ بر صفحہ ۲۵۹)

Scanned with CamScanner

وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ○ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ○
فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ○ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ
مُلِيمٌ ○ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ○ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ
إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ○ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ○ وَأَنْبَتْنَا
عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ ○ وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ○
فَآمَنُوا فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَى حِينٍ ○ فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ
الْبَنُونَ ○ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ ○ أَلَا إِنَّهُمْ
مِنْ إِفْكِهِمْ لَيَقُولُونَ ○ وَلَدَ اللَّهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ○ أَصْطَفَى
الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ ○ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ○ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ○
أَمْ لَكُمْ سُلْطَانٌ مُبِينٌ ○ فَأْتُوا بِكِتَابِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○
وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ
لَمُحْضَرُونَ ○ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ ○ إِلَّا
عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ○ فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ○ مَا أَنْتُمْ
عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ ○ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ○ وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ
مَقَامٌ مَعْلُومٌ ○ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ ○ وَإِنَّا لَنَحْنُ
الْمُسَبِّحُونَ ○ وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ ○ لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا
مِنَ الْأَوَّلِينَ ○ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ○ فَكَفَرُوا بِهِ
فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ○ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ○

Scanned with CamScanner

إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۝ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُونَ ۝
فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِينٍ ۝ وَّأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ۝
أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ۝ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ
صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ۝ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِينٍ ۝ وَّأَبْصِرْ
فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ۝ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝
وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝

ترجمہ:۔ اور بیشک یونس پیغمبروں سے ہے جب کہ بھری کشتی کی طرف نکل گیا تو قرعہ ڈالا تو ڈھکیلے ہوؤں میں ہوا۔ پھر اسے مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا۔ تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا ضرور اس کے پیٹ میں رہتا جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے پھر ہم نے اسے میدان پر ڈال دیا اور وہ بیمار تھا اور ہم نے اس پر کدو کا پیڑ اگا یا۔ اور ہم نے لاکھ آدمیوں کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ۔ تو وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں ایک وقت تک برتنے دیا تو ان سے پوچھو کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کے بیٹے یا ہم نے ملائکہ کو عورتیں پیدا کیا اور وہ حاضر تھے سنتے ہو بیشک وہ اپنے بہتان سے کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے اور بیشک ضرور وہ جھوٹے ہیں کیا اس نے بیٹیاں پسند کیں بیٹے چھوڑ کر۔ تمہیں کیا ہے کیسا حکم لگاتے ہو تو کیا دھیان نہیں کرتے یا تمہارے لیے کوئی کھلی سند ہے تو اپنی کتاب لاؤ اگر تم سچے ہو اور اس میں اور جنوں میں رشتہ ٹھہرایا۔ اور بیشک جنوں کو معلوم ہے کہ وہ ضرور حاضر لائے جائیں گے۔ پاکی ہے اللہ کو ان باتوں سے کہ یہ بتاتے ہیں مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے تو تم اور جو کچھ تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ تم اس کے خلاف کسی کو بہکانے والے نہیں۔ مگر اسے جو بھڑکتی آگ میں جانے والا ہے اور فرشتے کہتے ہیں ہم میں ہر ایک کا ایک مقام معلوم ہے اور بیشک ہم پر پھیلائے حکم کے منتظر ہیں اور بیشک ہم اس کی تسبیح کرنے والے ہیں اور بیشک وہ کہتے تھے اگر ہمارے پاس اگلوں کی کوئی نصیحت ہوتی تو ضرور ہم اللہ کے چنے ہوئے بندے ہوتے تو اس کے منکر ہوئے تو عنقریب جان لیں گے اور بیشک ہمارا کلام گزر چکا ہے۔ ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے کہ بیشک

Scanned with CamScanner

انہیں کی مدد ہو گی اور بیشک ہمارا ہی لشکر غالب آئے گا تو ایک وقت تم ان سے منہ پھیر لو اور انہیں دیکھتے رہو کہ عنقریب وہ دیکھیں گے ۔ تو کیا ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں. پھر جب اترے گا ان کے آنگن میں تو ڈرائے گیوں کی کیا ہی بری صبح ہو گی۔ اور ایک وقت تک ان سے منہ پھیر لو۔ اور انتظار کرو کہ وہ عنقریب دیکھیں گے ۔ پاکی ہے تمہارے عزت والے رب کو اُن کی باتوں سے اور سلام ہے پیغمبروں پر اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا رب ہے ۔

بقیہ صفحہ ۲۵۶

گئی۔ بھڑنے چیونٹی سے کہا کہ تو نے اتنا دکھ درد سر پر کیوں اٹھا رکھا ہوا ہے ۔ ذرا میرے عیش و عشرت کو بھی دیکھ لے کہ میں جو کچھ لذیذ طعام چاہتا ہوں کھاتا ہوں جو مزے میں لوٹ رہا ہوں بادشاہوں کے نصیب کہاں۔ جہاں سے جیسے جس طرح چاہوں کھا پی لیتا ہوں۔ یہ کہہ کر قصاب کی دکان پر گوشت کی بوٹی توڑنے لگا قصاب کے ہاتھ میں چھری تھی بھڑ پر مار کر اسکے دو ٹکڑے کر دیئے ۔ زمین پر درد و کرب سے کراہنے والے بھڑ سے چیونٹی نے ٹانگ کھینچ کر کہا کہ پل بھر کی شہوت رانی زندگی بھر کے غم و الم اور پریشانی و اضطراب میں ڈال دیتی ہے ۔ بھڑ نے چیونٹی سے کہا مجھے کھینچ کر وہاں لے جا جہاں میں شہوت رانی کا ارادہ نہ کر سکوں چیونٹی نے کہا کہ شہوت پرست جہاں بھی ہو وہ اپنی عادت سے باز نہیں آئے گا ۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں طبیعت اور نفس کی اصلاح کی توفیق بخشے اور آج کا دن کل کے دن سے بہتر بنائے اور اپنی جناب کی طرف توجہ کی توفیق بخشے اور اپنے دروازہ کی طرف رجوع دلائے وہی اوقاتِ جامعہ کی طرف قلوب راجعہ کو ہدایت بخشتا ہے ۔ ہر قوم کو ہر دم اسی سے مدد نصیب ہوئی ہے ۔

تفسیر عالمانہ:۔ وان یونس ۔ بن متی با تشدید متی یونس علیہ السلام کے والد یا والدہ کا نام ہے اور کشف الاسرار میں ہے متی آپ کے والد کا نام ہے ۔ آپ کی والدہ کا نام تنجیس ہے اور یونس ہود علیہما السلام کی اولاد سے ہیں (انوار المشارق) آپ ذوالنون و صاحب الحوت ہیں اس لیے کہ آپ کو مچھلی نے لقمہ بنا لیا تھا ۔

ذوالنون مصری کی وجہ تسمیہ

حضرت ذوالنون مصری حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے ایک ولی کامل ہو گزرے ہیں

Scanned with CamScanner

اور انہیں ذوالنون اس لیے کہا جاتا ہے کہ ایک روز آپ کشتی پر سوار ہوئے۔ کشتی والوں میں سے کسی کا یاقوت گم ہوگیا ہے۔ سب نے کہا کہ اسی مسافر یعنی ذوالنون مصری نے چرا لیا ہے آپ نے انہیں جتنا اعتماد دلایا نہ مانے آپ نے قسم کھائی تب بھی نہ مانے بلکہ کہا کہ اس نے اپنے منہ میں دبا رکھا ہے۔ آپ لوگوں کی اس روش سے مضطرب ہوئے اور تھوڑی سی دیر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے تو دریا کی تمام مچھلیاں دریا سے نمودار ہوئیں اور ہر ایک کے منہ میں بہترین قیمتی یاقوت تھے کشتی والوں نے آپ کی کرامت دیکھ کر معذرت کی۔ آپ نے ان کی معذرت قبول کر کے دریا میں چھلانگ لگا دی لیکن دریا میں ڈوبنے کے بجائے پانی پر چلتے رہے۔ اسی روز سے آپ کا نام ذوالنون پڑ گیا۔

لمن المرسلین۔ بقایا ثمود کی طرف نبی بن کر مبعوث ہوئے۔ یہ بقایا ثمود نینوی میں رہتے تھے۔

فائدہ:۔ نینوی بکسر النون الاولی وفتح الثانیۃ۔ بعض اس دوسرے نون کو بالضم پڑھا۔ یہ ایک گاؤں ہے جو اس ارض موصل میں دریائے دجلہ کے کنارے پر واقع ہے۔

فائدہ:۔ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر نے فرمایا کہ میں یونس علیہ السلام کی قوم کے ایک مرد کو ۵۸۵ھ میں اندلس میں ملا جبکہ میں وہی پر مقیم تھا اس کے قدم کے طول کا نشان جو زمین پر پڑا تھا پونے چار انگل تھا۔

یونس علیہ السلام کا قصہ:۔ حضرت یونس علیہ السلام جب مبعوث ہوئے تو اپنی قوم کو چالیس سال مسلسل پیغام توحید پہنچایا اور وہ بت پرست تھے انہوں نے یونس علیہ السلام کی تکذیب کی اور اپنی غلطیوں سے باز رہنے کے بجائے اصرار کیا یونس علیہ السلام ان سے ناراض ہو کر فرما گئے کہ تم پر تین یا چالیس دونوں کے بعد عذاب نازل ہوگا۔ جب قوم کو عذاب کے نشانات محسوس ہوئے کہ آسمان پر کالے بادل منڈلانے لگے اور سیاہ دھواں نیچے کو آتا شروع ہوگیا یہاں تک کہ ان کے شہر کو گھیر لیا اور عذاب کو ان تک پہنچنے میں صرف ایک میل کا فاصلہ رہ گیا اس وقت مخلصانہ طور پر عجز وانکسار کا سے دعا مانگنے لگے۔ بچوں کو ماؤں نے جدا کر دیا نہ صرف انسان بلکہ جانوروں میں بھی عجز و نیاز کا طریقہ اختیار کیا مثلاً گدھیوں اور گائیوں اور اونٹنیوں اور بھیڑوں اور گھوڑوں سے بچوں سے جدا کر دیا اور موٹے خود پہن کر جنگلوں میں دھاڑیں مار کر روئے اور بکثرت استغفار کی جب ان کی چیخ و پکار حد سے بڑھی تو اللہ تعالیٰ نے عذاب اٹھا لیا اور ان کی توبہ قبول فرمالی۔ ادھر یونس علیہ السلام ان کی تباہی و بربادی کا انتظار کر رہے تھے۔ جب شام ہوئی تو قوم کا ایک آدمی یونس علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو آپ نے قوم کا حال پوچھا تو اس نے کہا تمام ٹھیک ٹھاک اور خیر و عافیت سے ہیں اور ان کے عجز و الحاح کا تمام قصہ سنایا۔ یونس علیہ السلام نے فرمایا میں تو اب ان کے ہاں نہیں جاؤں گا کیونکہ انہوں نے

Scanned with CamScanner

میری تکذیب کی اور پھر بچ گئے تو میں ان سے شرمسار ہوں اب کیسے انہیں منہ دکھاؤں۔ وحی کے انتظار کیے بغیر دریا کی طرف چل پڑے کما قال اذ ابق جب وہ نکل کر تشریف لے گئے یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یونس علیہ السلام گھر سے نکل کر باہر جانے کو یاد فرمایئے۔

حل لغات:۔ الاباق بمعنی اپنے آقا سے غلام کا بھاگنا۔ چونکہ یونس علیہ السلام اذن الہٰی کے بغیر چلے گئے اسی لیے مجازاً آپ پر اباق کا اطلاق کیا گیا تاکہ معلوم ہو کہ وہ کام شانِ نبوت کے خلاف تھا اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے ہو کر اجازت کے بغیر کیوں چلے گئے لیکن وہ جاتے بھی کہاں جبکہ اللہ تعالیٰ ہر شے کو محیط ہے۔

مسئلہ:۔ غلام کے فرائض و نوافل قبول نہیں ہوتے جب تک آقا کے ہاں واپس نہ لوٹے۔

فائدہ:۔ جب یہ ادنیٰ غلام کا حکم ہے تو اعلیٰ کا کیا حال ہوگا۔

الی الفلک المشحون۔ بھری ہوئی کشتی کی طرف۔ وہ کشتی انسانوں اور جانوروں و دیگر مال و متاع سے پُر تھی۔

حل لغات:۔ اہل عرب المجھز اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے سے فارغ ہو شحن السفینۃ۔ اس وقت بولتے ہیں جب کشتی سامان سے بھر جائے۔ (القاموس)

فائدہ:۔ مروی ہے کہ جب یونس علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو وہی کشتی دریا کے درمیان میں ٹھہر گئی اور اس کے ٹھہرنے کا بظاہر کوئی سبب نہ تھا ملاحوں نے کہا اپنے آقا سے کوئی بھاگا ہوا غلام کشتی میں ہے اس لیے کہ کشتی دریا کے درمیان میں اُس وقت ٹھہر جاتی ہے جب ایسا واقعہ ہو۔ حضرت امام (فخر الدین رازی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ملاحوں نے اعلان کیا کہ تم میں کوئی اپنے آقا کا بے فرمان بندہ ہے اس لیے کشتی ٹھہر گئی ہے۔ اس کے ٹھہرنے کا سبب باد مخالف ہو اور وہ بھی نہیں اور کوئی دیگر سبب بھی بظاہر معلوم نہیں ہوتا اور ہم نے بارہا آزمایا ہے کہ کشتی ٹھہرتی ہے تو اس وقت کوئی غلام بے فرمان ضرور اس میں ہوتا ہے اب ہم قرعہ اندازی کرتے ہیں جس کے نام قرعہ نکلا اسے دریا میں پھینکا جائے گا۔ اس لیے کہ اس کا ڈوبنا بہتر ہے اس سے کہ ہم سب ڈوب جائیں۔ تین بار قرعہ ڈالا گیا تو یونس علیہ السلام کے نام نکلا کما قال اللہ تعالیٰ فساھم۔ تو قرعہ ڈالا۔

حل لغات:۔ المساھمۃ بمعنی المقارعۃ یعنی قرعہ اندازی اور السھم۔ وہ تیر جو کمان سے پھینکا جائے۔ اب معنی یہ ہوا کہ آبق اور اہل فلک کے درمیان قرعہ اندازی ہوئی یعنی قرعہ اندازی کے طور پر تیر پھینکے۔

Scanned with CamScanner

فائدہ :- تفسیر کاشفی میں ہے بظاہر ایسے ہے کہ یہ ضمیر یونس علیہ السلام کی طرف راجع ہے یعنی یونس علیہ السلام نے اہل کشتی کے ساتھ تین بار قرعہ ڈالا ۔ فکان من المدحضین ۔ تو مغلوبوں سے ہو گئے ۔

حل لغات :- دراصل المدحض اس شخص کو کہا جاتا ہے جو فتح و نصرت سے ڈگمگا جائے ۔ القاموس میں ہے کہ دحضت رجلہ بمعنی زلقت ۔ اس کا پاؤں پھسلا ۔ اور کہا جاتا ہے دحضت الشمس بمعنی زالت یعنی سورج ڈھل گیا اور کہا جاتا ہے دحضت الحجۃ دحوضاً بطلت یعنی دلیل باطل ہو گئی ۔ اور ادحاض بمعنی حجت کا باطل کرنا یعنی جب یونس علیہ السلام کے نام قرعہ نکلا تو فرمایا وہی بھاگا ہوا غلام میں ہی ہوں ۔ یا یوں کہا کہ اے لوگو تمہارا وہی بھاگا ہوا غلام میں ہی ہوں ۔ اس کے بعد آپ نے ایک کمبل لپیٹا اور کشتی پر کھڑے ہو کر دریا میں چھلانگ لگا دی ۔ فالتقمہ الحوت ۔ تو اسے مچھلی نے لقمہ بنا لیا ۔

حل لغات :- الالتقام بمعنی الابتلاع یعنی لقمہ کرنا اور نگلنا کہا جاتا ہے لقمت اللقمۃ والتقمتہا ۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی شے کو نگل لے یعنی یونس علیہ السلام کو بہت بڑی مچھلی نے نگل لیا ۔

فائدہ :- کاشفی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ وہ کشتی کے قریب ہو کر یونس علیہ السلام کو نگل لے ۔ کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ یونس علیہ السلام کو مچھلی نے دائیں جانب سے آکر نگلا اور دریا کی تہ تک لے گئی یہاں تک کہ آپ نے کنکریوں کی تسبیح سن لی ۔

وھو ملیم ۔ اور وہ ملامت والوں میں سے تھے ۔ فالتقمہ کے مفعول سے حال ہے یعنی ملامت میں داخل ہونے والے ۔ دخول فی الملامۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ ملامت کے لائق ہونا خواہ وہ مستحق ہو یا نہ ایسا عمل کیا جس پر ملامت کی جا سکتی تھی ۔ اس تقریر پر ملیم بمعنی وہ شخص جو ملامت کا مستحق ہو خواہ اسے ملامت کی جائے یا نہ مثلاً کہا جاتا ہے الام الرجل یہ اس وقت بولتے ہیں جو ایسا عمل کرے جس پر ملامت کی جا سکے یا اپنے آپ کو ملامت کرے ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ یونس علیہ السلام اپنے آپ کو ملامت کرنے والے تھے کہ میں اپنی قوم سے کیوں بھاگا ۔ اس معنیٰ پر ملیم کا ہمزہ تعدیہ کا ہو گا بخلاف پہلے دو معنوں کے کہ ان میں ہمزہ تعدیہ کا نہ ہو گا ۔

یونس علیہ السلام کے ساتھ مراعات

مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو فرمایا کہ میں نے تجھے یونس علیہ السلام غذا کے طور پر نہیں دیا بلکہ اس

Scanned with CamScanner

لیے دیا ہے تاکہ تو اس کی حفاظت کرے خبردار نہ تو ان کی ہڈیاں توڑیں اور نہ ہی ان کے جسم پر خراش آئے حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چالیس دن ٹھہرے رہے جیسا کہ ان کا دریا کے ساحل پر پھینکے جانے سے معلوم ہوتا ہے۔

فائدہ: کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ تین یا سات روز لیکن مشہور یہی ہے کہ چالیس روز تک ٹھہرے رہے اور آپ کو اس مچھلی نے سات دریا پھرائے اور آپ کا گوشت و پوست شیشہ کی طرح صاف و شفاف ہو گیا اندریں اثنا حضرت یونس علیہ السلام نے دریا کے بڑے عجائبات دیکھے اور ذکر حق میں مشغول رہے۔

فلولا انہ کان۔ اگر وہ نہ ہوتے **من المسبحین** بطن حوت میں تسبیح کرنے والوں میں سے ان کی تسبیح **لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین** تھی۔ بعض نے **المسبحین** بمعنی الذاکرین لکھا ہے یعنی اگر مدۃ العمر اللہ تعالیٰ کا ذکر و تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے اور حضرت سہل نے بمعنی **القائمین** لکھا ہے یعنی ابتلا سے پہلے اگر یونس علیہ السلام کے حقوق ذکر و صلوٰۃ وغیرہ سے ادا کرنے والوں میں سے نہ ہوتے **للبث** تو زندہ یا مردہ ہو کر ٹھہرے رہتے **فی بطنہ۔** مچھلی کے پیٹ میں **الی یوم یبعثون** اس روز تک کہ مخلوق قبروں سے اٹھائی جاتی۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ اس کے تین وجوہ ہیں:

(۱) یونس علیہ السلام اور مچھلی قیامت تک زندہ رہتے۔

(۲) مچھلی مر جاتی اور آپ زندہ رہتے۔

(۳) دونوں فوت ہو جاتے اور یونس علیہ السلام قیامت میں اسی مچھلی کے پیٹ سے اٹھائے جاتے یہی بطن حوت آپ کے لیے بمنزلہ قبر کے ہوتی لیکن اس میں نہ ٹھہرے اس لیے کہ تسبیح کرنے والوں میں سے تھے۔

تفسیر صوفیانہ: اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بڑی برکت ہے اور تنبیہ ہے کہ یونس نبی علیہ السلام کی بھی شان بہت بڑی ہے نیز اس میں اشارہ ہے کہ یونس یعنی قلب کو جب مچھلی یعنی نفس نگل لے تو اس سے نجات صرف ذکر الٰہی سے نصیب ہو سکتی ہے نیز اس میں اشارہ ہے کہ ذکر حق پر مداومت سے دکھ درد ٹلتے ہیں۔ اگر واقع ہوں تو جلد اور باعزت طریق سے نجات نصیب ہوتی ہے نیز ثابت ہوا کہ عمل صالح سے انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں اگر کسی دنیوی مصائب میں پھنس جاتا ہے تو اعمال صالحہ کی برکت سے چھٹکارا نصیب ہوتا ہے۔

فائدہ: الوسیط میں ہے کہ یونس علیہ السلام چونکہ صالح اور ذاکر و شاکر انسان تھے اسی لیے جب بطن حوت میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی کہ **فلولا انہ کان من المسبحین** اور چونکہ فرعون اللہ تعالیٰ کا نافرمان

Scanned with CamScanner

بندہ اور سرکش اور اللہ تعالیٰ کو بھولنے والا تھا اسی لیے فرق ہُوا تو اب کہنے لگا امنت بالذی امنت بہ بنو اسرائیل۔ اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا آلآن وقد عصیت قبل۔

طاعون و وبا کا روحانی علاج :۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب طاعون و وبا عام ہو جائے تو تسبیح حق بہت زیادہ پڑھ کر بیماروں پر دم کیا جائے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ عقوبت و عذاب ٹالتا ہے کما قال فلولا انہ کان من المسبحین۔ حضرت کعب نے فرمایا کہ سبحان اللہ کا وظیفہ عذاب کو ٹالتا ہے۔

حکایت :۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مجرم کو کوڑے مارنے کا حکم فرمایا اس نے پہلے کوڑے لگنے پر کہا سبحان اللہ۔ آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو اس لیے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھی ہے ؎

ذکر حق شافع بود درگاہ را
راضی و خوشنود کند اللہ را

ترجمہ:۔ ذکر الٰہی درگاہِ حق میں سفارش کرتا اور اللہ تعالیٰ راضی اور خوش کرتا ہے۔

فائدہ :۔ کشف الاسرار میں ہے کہ جب یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے پیٹ میں پہنچایا تو اللہ تعالیٰ کا ذکر ان کی ظلمت کا چراغ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے یونس علیہ السلام کو انس و محبت نصیب ہوتا تھا بظاہر مچھلی کا پیٹ یونس علیہ السلام کے لیے بلاؤ محنت تھی اور درحقیقت انہیں بارگاہِ حق کی خلوت کا نصیب ہوئی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ انہیں غیر دل سے اوجھل رکھ کر راز و نیاز کی باتیں سنائے اس کی مثال حضرت خلیل علیہ السلام کی ہے کہ جیسے انہیں نارِ نمرود میں راز و نیاز کا موقعہ ہوُا ایسے ہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے جیسے کہ غار ثور میں سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راز و نیاز کے حصول کا موقعہ نصیب ہوُا کیونکہ غارِ ثور میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر انوار و تجلیات ربانی کا نزول ہوا جس سے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بہرہ ور ہوئے۔

حضرت یونس علیہ السلام پر محبوبانہ عتاب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے بطن حوت میں تسبیح پڑھی جسے آسمان پر ملائکہ نے سُنا تو اللہ تعالیٰ سے عرض کی یا اللہ ایک کمزور آواز ایک ویران جگہ سے سنائی دیتی ہے یہ کس کی آواز ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میرے بندے یونس علیہ السلام کی آواز ہے اُنھوں نے میری مرضی کے خلاف کام کیا جس پر میں نے انہیں بطن حوت میں بند کر دیا ملائکہ نے عرض کی وہی تیرا بندہ

Scanned with CamScanner

جس کے شب و روز نیک عمل تیرے حضور میں حاضر ہوتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں وہی۔ ملائکہ کرام نے ان کی آزادی کی بارگاہِ حق میں درخواست کی جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور مچھلی کو حکم فرمایا کہ انہیں دریا کے کنارے پر پھینک دے چنانچہ مچھلی نے آپ کو نصیبین کے شہر کے قریب دریا کے کنارے پر باہر پھینکا۔

کما قال اللہ تعالیٰ فنبذ ناہ بالعراء۔ تو ہم نے میدان میں پھینکا۔

حل لغات:۔ النبذ بمعنی الطرح یعنی کسی شے کو غیر معتبر سمجھ کر پھینکنا۔ العراء وہ خالی مکان جو کسی شے سے ڈھکا ہوا نہ ہو یہ التعری سے ہے وہ خالی فضا (میدان) جس پر نہ کوئی مکان ہو اور نہ سایہ دار درخت۔ اسے بھی العراء اسی لیے کہتے ہیں کہ کوئی شے ایسی نہیں ہوتی جس سے اس کے اہل اپنے آپ کو چھپا سکیں ایسے ہی انسان کے وہ اعضاء جن کے لیے لائق ہے کہ انہیں نہ ڈھانپا جائے جیسے ہاتھ۔ پاؤں اور چہرہ ان کو بھی معاری اسی لیے کہتے ہیں کہ انہیں کسی شے سے چھپایا نہیں جاتا فنبذ ناہ میں فعل کا اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف ہے حالانکہ مچھلی نے پھینکا تو یہ اسناد الفعل الی السبب الحامل علی الفعل کے قبیل سے ہے دراصل عبارت فحملنا الحوت الخ یعنی ہم نے ہی مچھلی کو برانگیختہ فرمایا کہ وہ یونس علیہ السلام کو ایسی خالی جگہ پر پھینک دے جہاں پر نہ درخت ہوں نہ انگوری۔

تفسیر عالمانہ:۔ وھو سقیم۔ اور بدن کے لحاظ سے نہایت علیل تھے اس لیے کہ بدن کو بطن حوت میں ضعف اور کمزوری پہنچی تھی اور ایسے کمزور تھے جیسے نومولود بچہ جو نیا پیدا ہوتا ہے تو اس کا بدن نہایت ہی کمزور ہوتا ہے۔ جسے کسی قسم کی قوت نہیں ہوتی یا آپ کے جسم سے گوشت ختم ہو گیا اور بال جھڑ گئے تھے جیسے چوزہ کہ جس پر نہ بال ہوتے ہیں نہ پر۔ اور ہڈیاں ایسی کمزور اور رقیق ہو گئی تھیں کہ جن میں نہ دھوپ کی برداشت تھی اور نہ ہوا کے جھونکوں کی تاب۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں اشارہ ہے کہ قلب اگرچہ نفس کے قیدخانہ اور بحر دنیا سے نجات پا جائے تب بھی صحبت نفس اور اس کی طبیعت سے ساتھ رہنے کی وجہ سے اس کا اپنا قلبی مزاج منحرف ہو کر بیمار سا معلوم ہوتا ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ وانبتنا علیہ۔ اور ہم نے اس کے اوپر سایہ کے طور اگایا۔ شجرۃ من یقطین۔ کدو کا پودا۔

حل لغات:۔ یقطین بروزن یفعیل۔ قطن بالمکان سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی اسی مکان میں مقیم ہو جائے۔ اس کا اشتقاق ینبوع کی طرح ہے کہ جیسے وہ نبع سے مشتق ہے ایسے ہی یہ قطن سے مشتق ہے یہ مفہوم کلی کے لیے وضع کیا گیا ہے جو کدو بطیخ۔ قثاء

Scanned with CamScanner

قثاء، حنظل اور دیگر وہ درخت جن کے پتے زمین پر پھیلے ہوں اور اُس کی پنڈلی نہ ہو اس کا واحد یقطینۃ آتا ہے۔ القاموس میں ہے الیقطین وہ انگوری وغیرہ کہ پنڈلی نہ ہو اگر ہاں کے ساتھ ہو تو ترکدو کو کہا جاتا ہے۔ یہاں پر صرف کدو مراد ہے۔ اہل عرب کے نزدیک عام لفظ سے اس کے بعض جزئیات مراد لینا جائز ہے یہ اسی قبیل سے ہے۔

فائدہ: ابن الشیخ نے فرمایا کہ غالباً یقطین سے صرف کدو مراد لیا گیا حالانکہ شجر کا لفظ ہر اس درخت وغیرہ کو کہا جاتا ہے جس کی پنڈلی ہو اور وہ زمین پر نہ پھیلے اس کی وجہ یہ ہو گی کہ اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام پر ایک ایسا درخت اگایا جو ان کی چھت کا کام دے سکے لیکن اس کے پیچھے کدو بھی پیدا فرمایا پھر وہ اس درخت پر ایسا غلبہ پا گیا کہ اس کی جملہ ٹہنیوں پر پھیل گیا پھر وہ درخت ایسے محسوس ہوتا کہ گویا وہ کدو کا درخت ہے اور یونس علیہ السلام کے معجزات میں سے ہے کہ ان کے لیے اس طرح کا عجیب الشان درخت پیدا ہوا۔ غرضیکہ اس درخت کے سایہ کے نیچے آرام فرمایا اور مکھیوں سے بچنے کے لیے اس کے پتے اپنے تمام جسم پر لپیٹ لیے اس لیے کہ کدو کے پتوں پر مکھی نہیں بیٹھتی بخلاف دوسرے درختوں کے کہ ان کے پتوں پر مکھیاں بیٹھتی ہیں چونکہ جب یونس علیہ السلام دریا سے باہر تشریف لائے تو آپ کا جسم نہایت لطیف تھا جو مکھیوں کے بیٹھنے سے ایذاء پاتا تھا اسی لیے آپ نے کدو کے پتوں سے اپنے جسم مبارک کو ڈھانپا۔

کدو سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کدو سے کیوں محبت فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میرے بھائی یونس علیہ السلام کا درخت ہے۔

کدو کا بے ادب کافر ہے: حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ اگر کسی سے کہا جائے کہ کدو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مرغوب تھا اور وہ شخص کہے کہ مجھے تو وہ ناپسند ہے تو یہ شخص کافر ہو گیا لیکن شرط یہ ہے کہ قائل تحقیر و استخفاف کے ارادہ پر کہے اگر ایسا ارادہ نہ ہو تو کافر نہیں یہی متاخرین کا مذہب ہے۔

فائدہ: مروی ہے کہ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک پہاڑی بکری مقرر فرمائی جو صبح و شام آپ کے سامنے حاضر ہو کر دودھ پیش کرتی جسے آپ نوش فرماتے یہاں تک کہ آپ کا گوشت پختہ ہو گیا اور بال اُگ آئے اور آپ کی سابقہ قوت عود کر آئی۔

Scanned with CamScanner

وارسلناہ الی مأۃ الف۔ اور ہم نے انھیں ایک لاکھ کے ہاں رسول بنا کر بھیجا اس سے وہی قوم مراد ہے جس سے آپ نے راہ فرار اختیار فرمایا اور ارسال سے وہی سابق مراد ہے یعنی قبل از فرار جس طرح رسول تھے۔ اب اسی رسالت پر تشریف لائے یا یہ معنیٰ ہے کہ پہلے آپ کو علی الاطلاق رسول بنانے کی خبر دی گئی۔ اب پھر فرمایا گیا کہ آپ ایک لاکھ کے ہاں رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ ان دونوں رسالت کی خبر کے درمیان راہ فرار اختیار کرنے اور مچھلی کے لقمہ کرنے کو اس لیے لایا گیا ہے کہ بسبب معلوم ہو یعنی آگاہی ہو کہ انہوں نے قوم کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا اور نزول عذاب کا وقت بھی بتایا اور ان پر عذاب کے آثار سامنے آگئے اور وہ آہ وزاری سے بچ گئے اور دوسری وجہ یہ کہ چونکہ ان کے ایمان کا ذکر بعد کو ہو گا تو معلوم ہو کہ وہ یونس علیہ السلام کے رسول مبعوث ہونے کے فوراً بعد ایمان نہیں لائے بلکہ واقعہ مذکورہ کے بعد ایمان قبول کیا۔ چنانچہ فآمنوا کی فاءِ تعقیبیہ سے ظاہر ہے۔ او یزیدون۔ یوں محسوس ہوتا کہ وہ لاکھ افراد سے بھی زائد ہیں۔ یعنی دیکھنے والا محسوس کرتا کہ شاید یہ لوگ لاکھ سے بیس یا تیس ۳۰ یا ستر ہزار مزید ہیں۔ او ناظرین کے شک کی وجہ سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کو شک کیسا اس کے لیے تو شک محال ہے اس سے ان کی کثرت کا اظہار مطلوب ہے۔

قاعدہ: یہی جواب ہر جگہ کام آئے گا یعنی جہاں اللہ تعالیٰ کے کلام میں لفظ او واقع ہو وہاں مخاطبین کا شک مراد ہو گا مثلاً عذراً او نذراً۔ اور لعلہ یتذکر او یخشی اور لعلھم یتقون او یحدث لھم ذکرا ی وغیرہ وغیرہ۔

فآمنوا۔ حلول عذاب کے جب علامات دیکھے تو پُرخلوص ہو کر ایمان لائے۔

فمتعناھم۔ تو ہم نے انہیں حیات دنیا میں متمتع فرمایا اور ایک عرصہ تک دنیوی زندگی بسر کی۔ الی حین اتنا عرصہ تک جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقدر فرمایا۔ اس میں اشارہ ہے کہ جب ان سے عذاب ٹل گیا اور جس سزا کے وہ مستحق تھے اس سے بچ گئے۔

معجزۂ یونس علیہ السلام: حضرت یونس علیہ السلام ایک درخت کے نیچے آرام فرما کر بیدار ہوئے تو وہی درخت خشک ہو گیا۔ آپ وہاں سے نینویٰ شہر کی طرف چل پڑے اس کے کنارے ایک نوجوان بکریاں چراتا تھا اسے فرمایا تو کون ہے عرض کی میں یونس علیہ السلام کی قوم کا ایک فرد ہوں فرمایا جب تم واپس لوٹو تو انہیں میرا سلام کہہ دینا میں ہی یونس (علیہ السلام) ہوں۔ اور انھیں صاف کہہ دینا کہ میں یونس علیہ السلام سے ملا ہوں اور انھیں بچشم خود دیکھا ہے۔ عرض کی آپ کو معلوم ہے کہ ہماری قوم کا قانون ہے کہ جو کوئی بات کہے اور گواہ نہ لائے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں اگر آپ

Scanned with CamScanner

کو سلام کہوں اور آپ کی ملاقات کا ذکر کروں تو پھر گواہ کہاں سے لاؤں۔ یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرے گواہ یہی درخت اور یہی جگہ ہوگی عرض کی آپ انہیں فرمادیں۔ آپ نے دونوں کو فرمایا کہ جب تمھیں یہ چرواہا گواہی دینے کے لیے کہے تو تم گواہی دے دینا۔ اُنہوں نے عرض کی ہاں ضرور گواہی دیں گے وہ غلام لوٹ کر قوم کے بادشاہ کے ہاں پہنچا اور کہا کہ میں یونس علیہ السلام سے ملا ہوں اور وہ آپ کو سلام کہہ رہے ہیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دو اُس نے عرض کی میرے ہاں گواہ ہیں آپ میرے ساتھ ایک جماعت بھیجے چنانچہ بادشاہ نے اس کے ساتھ ایک جماعت بھیجی جو گواہوں کی بات کانوں سے سنیں چنانچہ جب اس درخت اور جگہ پر پہنچے تو غلام نے کہا میں خدا تعالیٰ کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ تمھیں یونس علیہ السلام نے میری گواہی کا فرمایا تھا۔ دونوں بولے ہاں ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے بارے میں ہمیں یونس علیہ السلام نے گواہ بنایا تھا درخت اور جگہ کی بات سن کر جماعت گھبرا کر بادشاہ کو آنکھوں دیکھا تمام حال سنایا تو بادشاہ نے اس غلام کا ہاتھ پکڑ کر تخت شاہی پر بٹھا دیا اور کہا کہ اب اس تخت کے لائق بھی تو ہے چنانچہ وہ غلام چالیس سال تک تخت نشین رہا۔

فائدہ:۔ بعض تفاسیر میں مروی ہے کہ یونس علیہ السلام پر جب قوم ایمان لائی تو عرض کی کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ نبی علیہ السلام جس جگہ سے ہجرت کر کے چلا جائے وہاں پھر سکونت کرنے کے لیے نہیں لوٹتا۔

خالق کو مخلوق سے پیار:۔ مروی ہے کہ جب یونس علیہ السلام بیدار ہوئے تو درخت کو خشک پایا آپ کو دھوپ سے تکلیف محسوس ہوئی۔ آپ درخت خشک ہونے سے مغموم و محزون ہوئے تو رونے لگے اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو بھیج کر فرمایا کہ اے یونس علیہ السلام تم اس درخت کو خشک دیکھ کر مغموم ہو رہے ہو جسے نہ تو تم نے پیدا کیا اور نہ ہی اُسے اگایا اور نہ ہی اس کی پرورش کی۔ میں نے جو ایک لاکھ سے زائد بندے پیدا کر کے انہیں پالا۔ جوان کیا آپ تو ایک لمحہ میں ان سب کی جڑ کاٹنے کے لیے تیار ہو گئے تھے حالانکہ اُنہوں نے بعد کو توبہ کی اور میں نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ میری رحمت کتنی وسیع ہے اور تمھیں معلوم ہے کہ میں ارحم الراحمین ہوں۔

فائدہ:۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خوب فرمایا اس سے آپ کی مراد یہی ہے کہ بندے کو ترغیب ہو کہ وہ کس لیے پیدا کیا گیا اور اسے شوق پیدا ہو کہ وہ اس ظاہری ڈھانچہ کو جب تک نہ مٹائے گا ترقی نہیں ہوگی اور اس ڈھانچے کو ڈھانا بھی بحکم خداوندی ہے اور اس سے بندے کو ترقی نصیب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہوتا ہے اور بندے کو ترقی درجات کے ساتھ درجۂ شہادت نصیب ہوتا ہے اور

Scanned with CamScanner

اور حضور علیہ السلام کا وہ ارشاد گرامی یہ ہے۔

حدیث شریف:- نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمھیں ایسے عمل کی خبر نہ دوں جو اعدائے دین کے لیے میدان جنگ میں اترنے اور ان کی گردن اڑانے اور تمھارے شہید ہونے سے بہتر اور افضل ہے۔ فرمایا وہ عمل ذکر الٰہی ہے۔

فائدہ:- اس ظاہری ڈھانچے کو باقی رکھنے سے اس کا مٹانا افضل ہے۔

برتن ساز برتن توڑ دے:- کشف الاسرار میں ہے کہ جب حضرت یونس علیہ السلام بطن حوت کی ظلمات پا کر واپس قوم کے ہاں پہنچے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آپ فلاں برتن ساز سے فرمائیے کہ اس سال جتنا برتن تیار کیے ہیں سب کو توڑ ڈالے۔ یونس علیہ السلام کو اس برتن ساز کی محنت پر رحم آیا بارگاہِ حق میں عرض کی یا اللہ مجھے اس بیچارے برتن ساز کے حال پر رحم آتا ہے کہ اس غریب نے کتنی محنت کی اور تو ایک سیکنڈ میں اس کا نقصان کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے یونس (علیہ السلام) تو ایک بندے کی ایک سال کی محنت کا غم کر رہا ہے اور ان لاکھ انسانوں پر رحم نہیں فرماتا کہ وہ میرے پیدا کردہ بہترین مخلوق ہیں جنہیں ایک آن میں دعا مانگ کر تباہ و برباد کرنا چاہتے ہو اے یونس (علیہ السلام) اگر تو انھیں پیدا کرتا تو تجھے ان پر ضرور رحم آتا۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی کہانی:- بعد از وفات بشر حافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عتاب فرمایا کہ اے بشر حافی دنیا میں تو مجھ سے بہت زیادہ کیوں خوفزدہ تھا کیا تمھیں معلوم نہیں کہ رحمت اور لطف و کرم میری صفت ہے۔

شفاعتی لاہل الکبائر:- حضور سرور کائنات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ یا اللہ مجھے ان لوگوں کے متعلق شفاعت کی اجازت بخشیے جنہوں نے دنیا میں کوئی ایک نیکی بھی نہ کی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محبوب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم یہ شان تو میری ہے اور ایسے بندوں کو تو میں خود بخشوں گا۔ اس وقت اعلان ہوگا کہ دوزخ سے ان لوگوں کو نکال دو جنہوں نے صرف ایک بار اللہ تعالیٰ کو یاد کیا ہو۔

سبق:- یہ وہ فضل باری ہے جہاں حد و حساب ختم یہ وہ کرم ہے جہاں حیرانی کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ وہ رحمت ہے جس کی انتہا نہیں کہ جہاں عقل و فہم دنگ اور فہم و فراست گم ہو جاتا ہے گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندے اگر تو فرمانبرداری میں زندگی بسر کرے گا تو قبول کرنا میرا کام۔ اگر

Scanned with CamScanner

کچھ مانگے گا تو میری عطا میں کمی نہیں۔ اگر تیرے گناہ صادر ہوں تو معاف کرنا میرا طریقہ ہے رحمت کا پانی میرے ہاں راحت میرے کوچہ میں میری تلاش میں فرحت ہی فرحت ہے۔ کسی کو اس کا نصیب ہوتا ہے تو میرے جمال سے۔ میری بقاء میں ہی سرور ہے اور میرے دیدار میں شادمانی ہی شادمانی ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ جناب کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ فمتعناھم الیٰ حین۔ ہم نے ایک وقت مقرر تک انھیں بہرہ ور فرمایا پھر اجل کے تقاضا پر ان کے ہاں جو امانت رکھی ہوئی ہے اسکو واپس بلایا اسے بڑی سے بڑی طاقت بھی نہیں روک سکتی اور نہ ہی بہت بڑے مال خرچ کرنے سے رُوح کی واپسی کو منع کیا جا سکتا ہے۔ ؎

روزے کہ اجل دست کشاید بستیز
وز بہر ہلاک بر کشد خنجر تیز

ترجمہ:۔ جب دست اجل نے جنگ کے ہاتھ کھولے۔ جب اس نے تیرے مٹانے کے لیے خنجر کھولا۔

نہ وقت جدل بود نہ ہنگام دخیل
نہ روئے مقاومت نہ یارائے عزیز

ترجمہ:۔ اُس وقت نہ لڑنے سے تیری جان چھوٹے گی اور نہ ہی کچھ خرچ کرنے سے نہ مقابلہ کی گنجائش اور نہ ہی کسی عزیز دوست کی امداد کام دے گی۔

فائدہ:۔ پیغمبروں میں حضرت یونس علیہ السلام ہیں وہی آخری قصہ ہے جس میں اذیت و تکلیف برداشت نہ کرنے اور راہ فرار اختیار کرنے کا بیان ہے ایسے ہی منصور حلاج کے مناقب تمام اولیاء کے مناقب کے آخر میں مذکور ہوتے ہیں اس لیے کہ اُنہوں نے انا الحق کا دعویٰ علی الاطلاق کھلم کھلا کیا۔

فائدہ:۔ حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام ہر دونوں کے قصّوں کو سلام پر ختم نہ کرنے میں بھی یہی نکتہ ہے حالانکہ اس سورۃ میں ہر نبی علیہ السلام کے قصہ کو سلام پر ختم کیا جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معلوم ہو کہ انبیاء علیہم السلام بحیثیت مراتب کے مختلف درجات رکھتے ہیں۔ بعض ان میں صاحب شریعت اولوالعزم ہیں جن کے قصوں پر سلام کا ذکر ہے وہ صاحب شرائع اور اولوالعزم ہیں اور جن کے ذکر میں سلام نہیں وہ صاحب شریعت اور اولوالعزم نہیں ہیں یہی قاضی بیضاوی نے فرمایا اور یہی شیخ رشید الدین نے کشف الاسرار میں لکھا اور اس تقریر کو مولانا ابوالسعود نے اپنی تفسیر میں بصیغہ تمریض بیان فرمایا ہے۔

صاحب روح البیان کی تقریر:۔ صاحب رُوح قدس سرہٗ نے لکھا کہ الیاس و یونس علیہما السلام ہر دونوں برابر ہیں کہ وہ دونوں اگرچہ صاحب شریعت تھے

اور نہ اُولوالعزم لیکن ان پر بھی من وجہ خصوصیت سے سلام کہا گیا ہے اور وہ خصوصیت سورۃ کے آخر میں مذکور ہے اگرچہ مجموعی طور جس میں یہ دونوں نبی علیہما السلام شامل ہیں. لیکن بہتر یہ ہے کہ کہا جائے کہ ان انبیاء علیہم السلام کے قصوں کے آخر میں سلام کے ذکر کے علاوہ بقایا کے لیے سورۃ کے آخر میں سلام علی المرسلین کہا گیا ہے اگرچہ پھر عمومی لحاظ سے مذکورہ حضرات بھی شامل ہو گئے۔

فاستفتہم۔ تو ان سے پوچھیے جب اللہ تعالیٰ اصفاتِ کمالیہ اور عظمت و جلال سے موصوف اور تخلیق و ربوبیت میں منفرد ہے اور جمیع انبیاء علیہم السلام اس کی عبودیت کے مقر اور اس کے بندوں کو توحید و حقیقت تنزیہ کی دعوت دینے والے ہیں تو کافروں کو زجر و توبیخ اور قریش مکہ کے جہل کا اظہار کر کے ان سے پوچھئے۔

شانِ نزول: عرب کے بعض گروہ جہینہ و بنو سلمہ و خزاعہ و بنی ملیح کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات سے نکاح کیا ہے۔ ان سے ملائکہ پیدا ہوئے ہیں۔ اسی لیے ملائکہ اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں ہیں یہی وجہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ لوگوں کی آنکھوں سے مخفی رکھتا ہے اس طرح سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اولاد اور ملائکہ کے لیے انوثت ثابت کی اور بھونڈی تقسیم کی کہ لڑکیاں اللہ تعالیٰ کی ہیں اور لڑکے اپنے لیے اور پھر اولاد ذریہ پر فخر و مباہات کے اظہار کرتے لیکن لڑکیوں سے سخت متنفر تھے بلکہ انہیں زندہ درگور کر دیتے تھے کما قال اللہ تعالیٰ واذا بشر احدھم بالانثیٰ ظل وجھہ مسودا وھو کظیم جب ان کے ایک بچی کی خبر سنائی جاتی ہے تو اس کا منہ کالا سیاہ ہو جاتا ہے۔

تعبیرِ خواب: مذکورہ آیت سے مفسرین نے استدلال کیا ہے کہ جس نے خواب میں دیکھا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا تو اس کے ہاں لڑکی پیدا ہو گی۔ پھر جس سے مخلوق کو نفرت ہو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کس طرح ثابت کی جا سکتی ہے کما قال الربك البنات۔ کیا تمہارے رب تعالیٰ کے لیے لڑکیاں جو تمہاری نظروں میں ذلیل جنس ہیں۔ ولہم البنون۔ اور کافروں کے لیے لڑکے جو ارفع جنس سے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ خود کو اللہ تعالیٰ پر فضیلت دیتے تھے اور ایسا تو کم عقل انسان بھی نہیں کہہ سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الکم الذکر ولہ الانثیٰ تلك اذا قسمۃ ضیزیٰ۔ یہ تقسیم جو کافروں نے کر رکھی ہے یہ سراسر ظلم ہے اس میں ذرہ برابر بھی انصاف نہیں۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ بعض انسان کتنے جاہل اور حد درجہ کے گمراہ ہیں خود کو کمینے نفس کے سپرد کر دیتے ہیں اور اسے اس کی طبیعت کے موافق عمل کرنے کی کھلی چھٹی دے دیتے ہیں۔ پھر ان بدبختوں کو دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسے نقائص و عیوب کا مستحق سمجھتے ہیں جس کا معمولی سے معمولی انسان بھی مستحق نہیں بلکہ اہل دنیا

Scanned with CamScanner

گھٹیا انسان بھی ایسے نقائص وعیوب اپنے لیے نہیں چاہے گا چہ جائیکہ خالق کائنات ؎

بری ذاتش از تہمت ضد و جنس
غنی ذاتش از تہمت جنّ و انس

ترجمہ:۔ اس کی ذات تہمت ضد و جنس سے بری ہے اس کی ذات تہمت جنس وانس سے غنی ہے۔

نہ مستغنی ز طاعتش پشت کس
نہ بر حرف او جائے انگشت کس

ترجمہ:۔ اسے نہ کسی عبادت کی ضرورت ہے نہ ہی اس کے حرف پر کسی کو انگشت ہو سکتی ہے۔

دوسری تبکیت یوں فرمائی کہ ام خلقنا الملائکۃ اناثا۔ کیا ہم نے ملائکہ کو لڑکیاں بنایا۔

حل لغات:۔ الاناث بروزن کتاب اُنثیٰ کی جمع ہے یعنی کیا ہم نے ان ملائکہ کو جو اشرف الخلائق اور اجسام کی صفات اور رذائل طبائع سے بعید تر ہیں عورتیں بنا کر پیدا فرمایا اور انوثت حیوانات کی خسیس ترین صفات سے ہے۔

لطیفہ:۔ اگر کسی ادنیٰ انسان کو کہا جائے کہ تو عورت ہے تو وہ سیخ پا ہو کر اپنے سے باہر ہو جائے گا یعنی سخت ناراض ہو جائے گا اور کہنے والے کو کوسے گا۔

مسئلہ:۔ ملائکہ کو عورتیں کہنا ان کی سخت توہین ہے اور ملائکہ کی توہین کفر ہے۔

وھم شاھدون۔ اور وہ اس پر گواہ ہیں۔ یہ خلقنا کے فاعل سے حال ہے استہزاء و تجہیل کا فائدہ دیتا ہے یعنی جس وقت ہم نے ملائکہ کو پیدا کیا تو کیا یہ لوگ اُس وقت حاضر تھے جس کی وجہ سے یہ لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں کیونکہ ایسے اُمور مشاہدہ کے بغیر محال ہوتے ہیں اور نہ ہی انھیں عقل سے سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی استدلال سے کام لیا جاتا ہے اس لیے کہ انوثت اُن کی ذات کا لازمہ نہیں بلکہ یہ لازمۂ خارجیہ سے ہے اور نقلی دلیل بھی ان کے ہاں نہیں ہے۔ ان جملہ اُمور کو ملانے سے نتیجہ نکلا کہ ملائکہ کو انوثت سے موصوف کرنے والا لازم ہے کہ وہ ملائکہ کی تخلیق کے وقت حاضر ہو کیونکہ علم کے اسباب یہی تین ہیں اور یہ تینوں اسباب ان کے ہاں نہیں ہیں تو پھر وہ کس منہ سے کہتے ہیں کہ ملائکہ عورتیں ہیں جبکہ وہ تخلیق ملائکہ کے وقت موجود ہی نہیں تھے اب جملہ مستانفہ کے طور پر فرمایا۔

الا یہ حرف تنبیہ کا ہے بمعنی جان لو۔ **انھم من افکھم**۔ بیشک وہ ان کے بہت بڑے کذب کی وجہ سے ہے۔ **لیقولون ولد اللہ** کے متعلق ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بچہ جنا ہے یعنی اُن کے مذہب کی بنا پر افک صریح و افتراء قبیح پر ہے۔ ان کے ہاں کوئی دلیل نہیں لفظ ولد

Scanned with CamScanner

عام ہے لڑکوں، لڑکیوں قلیل وکثیر سب کو شامل ہے اس سے تو اللہ تعالیٰ کی جسمانیت اور اس کی فنائیت کا ثبوت ملتا ہے اور ولادت سے جسمانیت اور فساد وکون پیدا ہوتے ہیں۔

وانہم لکاذبون اور بیشک وہ اپنے قول میں واضح طور جھوٹے ہیں اور ان کے صریح جھوٹ میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے۔

اصطفی البنات علی البنین۔ اُس نے چُنی لڑکیاں لڑکوں پر۔

حل لغات: اصطفی بفتح الہمزہ اور یہ ہمزہ استفہامیہ انکار و ابتعاد کے لیے ہے اور اصطفیٰ افتعال کے باب پر داخل ہوا ہے یہ دراصل أإصطفیٰ ہمزہ افتعال وصلی تھا۔ ہمزہ استفہام کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔

الاصطفا بمعنی اخذ صفوۃ الشیٔ لنفسہ یعنی اچھی شے اپنے لیے لینا یعنی کیا تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے لڑکوں کے بجائے لڑکیاں چن لی ہیں۔ باوجودیکہ وہ انہیں نقصان بھری چیز سمجھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے کہتے ہیں کہ اس نے بہتر شے کے بجائے ادنیٰ کو اختیار کیا ہے یعنی انہوں نے لڑکیوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا انتخاب کیا ہے باوجودیکہ انہیں ان سے نفرت ہے اور اپنے لیے لڑکوں کا کہ جس پر انہیں فخر وناز ہے۔

ما لکم۔ تمھیں اس دعویٰ میں کیا ہوا ہے اور کاشفی نے اس کا ترجمہ لکھا ہے کہ یہ تمھاری تقسیم کیسی ہے۔

کیف تحکمون۔ وہ ذات جو جملہ عالمین سے مستغنی ہے اس کے متعلق تم کیسے فیصلہ کر رہے ہو جو صراحۃً باطل ہیں جس کے لیے بداہۃً عقل گواہی دیتی ہے کہ یہ فیصلہ سراسر باطل اور غلط ہے۔ اے مشرکو! اس فیصلہ پر نظر ثانی کرو اس لیے کہ یہ فیصلہ نہیں بلکہ ظلم ہی ظلم ہے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں سے فرمایا کہ اے کافرو! یہ کیسے فیصلہ کر رہے ہو اور کیسی غلط نسبت میری طرف کر رہے ہو جسے تم خود نہیں پسند کرتے۔

فائدہ: ابن الشیخ نے فرمایا کہ یہ دونوں جملے استفہامیہ ہیں انھیں کسی ایک کو دوسرے سے اعراب کے لحاظ سے کوئی تعلق نہیں۔ پہلے استفہام انکاری ان کے استقرار و اثبات سے کیا گیا پھر ان کے حکم فاسد سے استفہام تعجب لائے یعنی یہ عجیب لوگ ہیں کہ اشرف جنس (ابناء) اپنے لیے اور اخس جنس (بنات) اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرتے ہیں۔

افلا تذکرون دراصل تتذکرون تھا۔ ایک تاء کو حذف کر دیا گیا ہے اور فاء کا عطف فعل مقدر پر ہے۔ دراصل عبارت اتلاحظون ذلك فلا تتذکرون الخ تھی یعنی وہ اس لحاظ سے اس کے بطلان پر نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے اس لیے کہ ہر کسی کو غبی جانتا ہے کہ ان کا دعویٰ مذکورہ سراسر

Scanned with CamScanner

باطل ہے اس کے بعد تبکیت دیگر بیان فرمائی کہ ام لکم سلطان۔ کیا اُن کے ہاں کوئی آسمان سے دلیل اُتری ہے جس کی وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ ملائکہ بنات اللہ ہیں۔ کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ ہر دعویٰ کے لیے دلیل ضروری ہے دلیل یا عقلی ہوتی ہے یا حسی۔ اگر یہ دونوں نہ ہوں تو پھر دلیل نقلی لازم ہے۔

فائتوا بکتابکم۔ تو لاؤ ایسی بولتی ہوئی کتاب جو تمہارے دعویٰ کی تصدیق کرے۔ یا۔ تعذیہ کی ہے ان کنتم صدقین۔ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔ جب تمہارے ہاں تمہارے دعویٰ کی تصدیق کے لیے کوئی آسمانی کتاب نہیں تو پھر اپنے جھوٹے دعویٰ پر اصرار کیوں کرتے ہو۔ اس خطاب سے غیب کے صیغے کی طرف التفات فرمایا تاکہ تنبیہہ ہو کہ ان کے ہاں کوئی جواب نہیں کہ ان سے گفتگو بھی کی جائے بلکہ ان کی غلطیاں بیان کی جائیں۔ وجعلوا بینہ و بین الجنۃ۔ اور انہوں نے اللہ اور ملائکہ کے درمیان بنایا۔

حل لغات:۔ الجنۃ بالکسر جن اور ملائکہ کی جمع ہے (القاموس) لیکن یہاں پر صرف ملائکہ مراد ہیں اس لیے کہ وہ آنکھوں سے اوجھل ہیں اسی لیے ماں کے پیٹ کے اندر کے بچے کو جنین کہا جاتا ہے کہ وہ آنکھوں سے اوجھل ہوتا ہے اور جنون کو بھی اسی لیے جنون کہتے ہیں کہ وہ عقل کو چھپا لیتا ہے۔

الجنۃ بالضم بمعنی الترس یعنی ڈھال وہ بھی اسی لیے کہ وہ انسان کو دشمن کے حملہ سے چھپاتی ہے۔

الجنۃ (بالفتح) باغ کو اسی لیے جنت کہا جاتا ہے کہ اس کے بڑے بڑے درخت زمین کو چھپا لیتے ہیں۔ اسی طرح جو بھی آنکھوں سے اوجھل ہو گا اُسے انہی الفاظ سے استعمال کیا جائے گا۔ گویا یہ ایک اسم جنس ہے جس میں ملائکہ بھی داخل ہیں اور جن بھی۔ بعض اہل لغت نے کہا کہ جن واحد ہے اور اس کی فطرت خباثت اور شرارت و سرکشی ہے ان کا جو بھی سراپا شرارت ہو اُسے شیطان کہا جائے گا اور جو سراسر خیر و برکت ہوا سے ملک (فرشتہ) کہا جائے گا۔

المفردات میں ہے کہ جن دو قسم ہیں ان کی ایک قسم روحانیوں کی ہے وہ انسانوں کے بالمقابل آنکھوں سے بالکل اوجھل ہوتے ہیں۔ اس معنیٰ پر ہر پوشیدہ جنس کو ملک و شیطان کہا جائے گا۔ ہر ملک کو جن کہنا جائز ہے لیکن ہر جن کو فرشتہ نہیں کہا جا سکتا۔ بعض علماء نے فرمایا کہ جن ملائکہ روحانیین کے بعض افراد میں فرق صرف یہ ہے کہ ان میں شر کا مادہ غالب ہے اسی لیے ان سے علیحدہ جنس سمجھے جاتے ہیں۔ اور روحانیین کی تین اقسام ہیں:۔

(۱) اخیار جنہیں ملائکہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

(۲) اشرار جنہیں ہم شیاطین کہتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

(۱۰) اوساط جن میں اخیار و اشرار ہر دو نوں طرح کے ہوتے ہیں اور انھیں عرف میں جنات کہا جاتا ہے اسی پر قول باری تعالیٰ قل اُوحی الی انه استمع نفر من الجن الی ان قال ومنا القاسطون شاہد ہے۔

حل لغات:۔ النسب و النسبة وہ اشتراک جو ابوین کی جانب سے ہو یہ دو قسم ہے۔
(۱) نسب بالطول جیسے مابین الآباء والابناء کا اشتراک۔
(۲) نسب بالعرض جیسے اُخوۃ وبنی الاعمام کے مابین کا اشتراک مثلاً کہا جاتا ہے فلان نسیب فلان ای قریبه۔ اَب معنیٰ یہ ہوا وہ جو کافر ہیں ومشرکین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کو آپس میں رشتہ داری ہے اس سے تو وہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے درمیان جنسیۃ جامعہ ثابت کر رہے ہیں۔

نکتہ:۔ یہاں پر فرشتوں کو جنہ سے تعبیر فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ جس شے میں کسی سے چھپنے کا معنیٰ پایا جائے اُسے جنابت لازم ہے اور اللہ تعالیٰ تو ایسے صفات سے منزہ اور پاک ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں اشارہ ہے کہ انسان احدیت الٰہی کے کمال سے کوسوں دُور ہے اور اس کے عقل کی نظر میں اتنی ہمت نہیں کہ وہاں پہنچ سکے ایسے ہی وہ جلال صمدیت کو بھی نہیں پاسکتا بالخصوص جب وہ خود کو نفس کے قابو میں دے دے تو پھر ذات وصفات باری تعالیٰ کی معرفت کے بجائے گمراہی میں پڑے گا یعنی اس کی ذات وصفات کو اپنے اُوپر قیاس کرے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نسب وغیرہ کے ثبوت کے درپے ہو جائے گا کبھی کہے گا اُس نے فلاں سے نکاح کیا اور کبھی کہے گا اس کی فلاں فلاں اولاد ہے اپنے اُوپر قیاس کر کے کہ جیسے اسے زوجہ اور اولاد کی ضرورت ہے ایسے ہی اسے۔ (معاذ اللہ) بلکہ اس کے لیے اپنے جیسے اعضاء اور اپنی ضروریات کی وجہ سے اس کے لیے مکانیت ثابت کرے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ ان جملہ اُمور سے پاک اور اس کی ذات ایسی ضروریات سے بلند و بالا ہے۔ ظالم جو کچھ کہہ رہے ہیں سراسر غلط اور باطل ہے۔

لیس کمثله شئ وهو السمیع البصیر۔ اس کی مثل کوئی نہیں اور وہ سمیع وبصیر ہے۔

جہان متفق بر الٰہیتش
فرو ماندہ از کنہ ماہیتش

ترجمہ:۔ جہاں اس کے الٰہ ہونے پر متفق ہے اس کی ماہیت کی کنہ سے عاجز ہے۔

بشر ماورائے جلالش نیافت
بصر منتہائے کمالش نیافت

ترجمہ:۔ بشر نے اس کے جلال کے ماوراء کو نہ پایا آنکھ نے اس کی منتہا کو نہ پایا۔

Scanned with CamScanner

نہ ادراک در کنہ ذاتش رسد
نہ فکرت بغور صفاتش رسد

ترجمہ: نہ ادراک اس کی ذات کی کنہ کو پہنچا۔ نہ فکر اس کی صفات کے غور کو پہنچا۔

ربط: وجعلوا بینہ و بین الجنۃ نسبا اور الملائکہ بنات اللہ کا ایک مفہوم ہے لیکن اس کا اعادہ آنے والے مضمون کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

تفسیر عالمانہ: ولقد علمت الجنۃ۔ بخدا ملائکہ کو معلوم ہے یعنی جن ملائکہ کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا رشتہ دار بتاتے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرتے رہتے ہیں۔

انھم لمحضرون۔ بیشک وہ کافر جہنم کے سامنے لائے جائیں گے اور وہ اس میں ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا ہوں گے لمحہ بھر بھی انھیں جہنم سے دور نہیں کیا جائے گا بوجہ ان کے کذب اور افترا پردازی کے اس میں ان کی تکذیب کا مبالغہ مراد ہے کہ جن کفار و مشرکین جن ملائکہ کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتہ داری ثابت کر رہے ہیں وہ تو حقیقت حال کو ان سے زیادہ جانتے ہیں وہ تو ان کے دعویٰ کی تکذیب کرتے ہوئے انھیں نہایت مضبوط اور پختہ اور یقینی فیصلہ سناتے ہیں کہ وہ کفار و مشرکین جہنم میں لائے جائیں گے اور انہیں اس میں ہمیشہ عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

قاعدہ نحویہ در بارہ اِنّ

نحویوں کا قاعدہ ہے کہ اِنّ جب علم و شہد کے باب کے بعد آئے گا تو مفتوح ہوگا ہاں جب اس کی خبر میں لام ہوگی تو اس وقت ان کو مکسور پڑھا جائے گا مثلاً اہل عرب کہتے ہیں اشھد ان فلانا عاقل وان فلانا لعاقل۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اِنّ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ کے معنی کو تبدیل نہیں کرتا اور لام کا قاعدہ ہے کہ وہ جملہ پر داخل ہو کر جملہ کے معنی کو مؤکد کرتی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے عقیدہ سے اپنی تنزیہ و تقدیس خود بیان فرماتا ہے۔

سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ منزہ ہے اور اس کی تقدیس اس طرح ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔

عما یصفون۔ ان صفات سے جو کفار و مشرکین اس کے لیے بیان کرتے ہیں کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے یا ملائکہ کا اس سے نسبی رشتہ ہے یا اس کا فاعل نَنْزّ ھوا محذوف ہے یعنی اے مسلمانو اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات سے تنزیہ بیان کرو یا تعجب کا کلمہ ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق اور بندوں کی ایسی اضافت سے منزہ اور بہت دور ہے اس معنیٰ پر ان احمقوں اور جاہلوں کے غلط دعویٰ سے تعجب کا اظہار ہوگا۔

Scanned with CamScanner

الا عباد الله المخلصین ۔ مگر اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ۔ یہ یصفون کی ضمیر سے استثنا منقطع ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو بُرے اوصاف سے کفار و مشرکین موصوف کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے لطف و کرم سے پرخلوص بنایا ہے کہ وہ ہر قسم کے شک و شبہات کے آلائش سے پاک ہیں اور انھیں عقل کے موافق توفیق بخشی ہے کہ کفار و مشرکین کی بیان کردہ اوصاف قبیحہ سے پاک رہیں ۔

فائدہ :۔ ابو السعود نے سبحان اللہ عما یصفون سے پہلے قول محذوف مان کر یوں ترجمہ فرمایا ہے کہ ملائکہ کو علم ہے کہ مشرکین عذاب میں معذب ہوں گے اور ملائکہ اس لیے ایسا علم رکھتے ہیں کہ ہر وقت ان کا ورد زبان ہوتا ہے ۔ سبحان اللہ عما یصفون یعنی ملائکہ قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد اور نسب سے پاک ہے کیونکہ وہ جب کفار و مشرکین اللہ تعالیٰ پر ایسی بُری تہمت لگاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسی بُری صفات سے پاک ہیں اور چونکہ ہم ملائکہ بھی انھیں سے ہیں اس لیے ہم ان کی طرح اللہ تعالیٰ کو بلند و ارفع صفات سے موصوف کرتے ہیں ۔ اس تقریر پر بھی یہ ملائکہ کے قول سے استثناء منقطع ہوگا ۔

فانکم ۔ پھر غیب سے خطاب کی طرف التفات فرمایا تاکہ کفار و مشرکین تحقیق مضمون کی اہمیت پر متنبہ ہوں ۔

وما تعبدون ۔ اے مشرکو ! بیشک تم اور تمھارے معبود جن کی تم پرستش کرتے ہو اس سے وہ شیاطین مراد ہیں جنھوں نے انھیں گمراہ کیا ۔ ما انتم علیہ بفاتنین تم ہو ہی نہیں گمراہ کرنے والے ۔ یہ نافیہ ہے اور انتم کا خطاب کفار و مشرکین اور اُن کے معبودوں کو ہے ۔ غائب و مخاطب میں مخاطب کا صیغہ تغلیباً لایا گیا ہے ۔

علیہ ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے اور علی بفاتنین کے متعلق ہے ۔

حل لغات :۔ فاتن یہاں پر بمعنی مفعل و مفسد ہے مثلاً کہا جاتا ہے فتن علی فلان امراتہ یعنی اس نے فلاں کی عورت کو اُس کے شوہر کے گمراہ (برخلاف) کیا ۔ اس تقریر پر فتن کو علی سے متعدی کرنے میں اشارہ ہے کہ فتن حمل و بعث کے معنی کو متضمن ہے ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے کافرو مشرکو اور شیطانو تم میرے مخلص بندوں میں سے کسی ایک کو بھی گمراہ نہیں کرسکتے اور نہ ہی انھیں معصیت کے ارتکاب پر برانگیختہ کرسکتے ہو ۔ اس معنیٰ پر فاتنین کا مفعول محذوف ہوگا ۔

الا من ھو صال الجحیم ۔ ہاں ان میں سے جس نے جہنم میں داخل ہونا ہے وہ ضرور داخل ہوگا اس لیے کہ اس نے جہنم کے داخلہ کے اسباب کفر پر اصرار اور معصیت کے ارتکاب کو خود اختیار کیا تھا ۔

Scanned with CamScanner

اسی معنیٰ پر اس نے جہنم میں لازماً جانا ہو گا کیونکہ وہ اپنے اختیار سے گمراہ ہوئے تھے۔ اسی لیے جہنم میں صرف وہی داخل ہوں گے جن کی قضاء و قدر میں لکھا جا چکا ہے اور قضاء و قدر میں لکھا جانا ان کے اختیار کفر و معصیت کی وجہ سے ہوا۔ بخلاف مخلصین کے کہ وہ ان کے اغواء و اضلال سے کوسوں دور ہیں اس لیے وہ تمہارے پھندے میں نہیں آسکتے اور نہ ہی تمہارا طریقہ اختیار کر سکتے ہیں۔ جب ان کا یہ حال ہے تو پھر وہ کب اللہ تعالیٰ کو ان برے اوصاف سے موصوف کر سکتے ہیں جن برے اوصاف سے تم اللہ تعالیٰ کو موصوف کرتے ہو۔

حل لغات: صال دراصل صالی تھا بروزن فاعل الصلیٰ سے بمعنی الدخول فی النار کہا جاتا ہے۔ صلی فلان النار یصلی باب چہارم یعنی منع یمنع سے ہے یعنی وہ جہنم میں داخل ہو کر جل سڑ گیا۔ نون تنوین اضافۃ الی الجحیم کی وجہ سے گر گیا اور اس کا مفرد کا صیغہ ہونا من کی وجہ سے ہے اس لیے کہ لفظ من لفظاً مفرد ہے۔

مسئلہ: اسی آیت فانکم الخ سے اہل سنت نے استدلال فرمایا ہے کہ وقوع فتنہ میں نہ شیطان کا اغواء و وسوسہ مؤثر ہے نہ ہی ان کے معبودان باطلہ حقیقی مؤثر۔ قضاء و قدر حق ہے اور بس اسی کا حکم قدر بندے کو شقی بناتا ہے لیکن یہاں پر یہ وہم نہ کیا جائے کہ پھر تو بندہ مجبور محض ہوا اس سے جبریہ مذہب کی تائید ہوتی ہے اس معنیٰ پر پھر تو نہ گمراہ کو ملامت کی جائے نہ مضل (گمراہ کنندہ) کو کیونکہ تم ابھی خود کہہ رہے ہو کہ نہ وہ گمراہی پر قادر ہیں نہ گمراہ کرنے پر۔

جواب: یعنی ان کا ایسا ہونا اللہ تعالیٰ کے اسی ازلی علم کے مطابق ہو گا جبکہ اس کے علم میں تھا کہ فلاں بندہ کفر و معصیت اپنے اختیار سے کرے گا اور پھر وہ اسی پر مصر ہو گا۔ اسی پر اسی کا خاتمہ ہو گا اس وجہ سے وہ جہنم میں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی قضاء و قدر مکلفین کے افعال اختیاری پر مبنی ہے اور یہ انسان کے اختیار کے منافی نہیں۔ (تفصیل تفسیر اویسی میں دیکھئے۔) ؎

ہر کہ در فعل خود بود مختار
فعل او دُور باشد از اجبار

ترجمہ: جو اپنے فعل میں مختار رہتا ہے اس کا فعل اجبار سے دُور ہوتا ہے۔

بہر آں کرد امر و نہی عباد
تا شود ظاہر انقیاد و عناد

ترجمہ: اس لیے اللہ تعالیٰ نے بندوں کو امر و نہی فرمائی کہ فرمانبرداری و عناد ظاہر ہو۔

Scanned with CamScanner

زاید از انقیاد حب و رضا
وز خلاف و عناد سوء قضا

ترجمہ: فرمانبرداری سے حب و رضا بڑھتی ہے خلاف و عناد سے بری قضا آتی ہے۔

پس بود امر و نہی شرط ظہور
فعل ہا را ز بندہ مأمور

ترجمہ: امر و نہی ظہور کی شرط ہے تاکہ بندے سے افعال کا ظہور ہو۔

وما منا: یہ ملائکہ کے اعتراف کی حکایت اور بت پرستوں کے دعویٰ کا رد ہے گویا یوں کہا گیا کہ وہ ملائکہ جنہیں تم اے کافر و مشرکو اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں سمجھ کر ان کی پرستش کرتے تھے اور تم اپنے ظن فاسد سے سمجھتے تھے کہ وہ معبود ہیں اور ساتھ ہی یہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جنس اور اس کے رشتہ دار ہیں وہ قیامت میں کہیں گے کہ ہم میں کوئی ایسا فرشتہ نہیں۔ یہاں احد موصوف کو محذوف کر کے صفت کو اس کے قائم مقام رکھا گیا ہے اور وہ موصوف مقدر مبتدا ہے الا لہ مقام معلوم۔ یہ صفت ہے اور ما منا اس کی خبر مقدم ہے اب عبارت یوں ہوئی کہ احد استثنیٰ منہ من لہ مقام معلوم۔ یعنی ہمارے ہر ایک کے لیے معرفت الٰہی اور عبادت حق اور تدبیر عالم میں اللہ تعالیٰ تک رسائی میں مرتبہ مقرر ہے اس پر ہم محدود ہیں۔ اس سے بال برابر بھی ہم متجاوز نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و ہیبت کا غلبہ ہمیں متجاوز ہونے ہی نہیں دیتا اس لیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور میں ایسے متواضع و خاشع ہوتے ہیں کہ ہمیں اپنی حد سے متجاوز ہونے کا امکان ہی نہیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ بعض ایسے ملائکہ ہیں کہ جب سے رکوع میں ہیں لمحہ بھر کے لیے بھی اپنی پیٹھ کو سیدھا نہیں کرتے اور جو سجدہ میں ہیں پھر وہ کبھی سر نہیں اٹھاتے۔

فائدہ: اس میں تنبیہ ہے کہ مشرکین کا کہنا کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہیں سراسر فاسد و باطل ہے اس لیے کہ ملائکہ کا عبودیت کے اظہار میں مبالغہ سے واضح ہوتا ہے کہ وہ عبودیت حق کے معترف ہیں جب وہ عبودیت کے معترف ہیں تو پھر ان کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین نسب اور جنسیت کا دعویٰ کیسا۔

ملکوتی ملک: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ آسمانوں پر بالشت برابر بھی کوئی جگہ خالی نہیں جہاں اللہ کا فرشتہ نماز و تسبیح نہ پڑھ رہا ہو بلکہ تمام عالم ملکوت ارواح سے پُر ہے یہاں تک کہ ملکوت کا ہر ہر کونہ خلق خدا سے معمور ہے جن کی تعداد صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

ننگے ہو کر جماع نہ کرو: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلوت میں بھی ستر ڈھانپنے کا حکم فرمایا ہے اور ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ مرد و عورت پر لازم ہے کہ وہ ننگے ہو کر جماع نہ کریں۔

Scanned with CamScanner

فائدہ صوفیانہ:- سدی نے فرمایا کہ ہمارا قرب الٰہی اور مشاہدۂ ربانی میں ایک مقرر مقام ہے اور حضرت ابوبکر وراق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عبادتِ الٰہی میں ہمارا مقام معلوم ہے جیسے خوف و رجا میں رہنا اور محبت و رضا میں وقت بسر کرنا ایسے مقامات عالیہ ہیں کہ یہاں خوف و رجا اور محبت و رجا میں رہنا پڑتا ہے جتنا مقربین حظائر ملکوت اور مقدسین مواضع جبروت ہیں سب کے سب انہی مقامات معلوم میں محدود رہیں۔

تفسیر صوفیانہ:- تاویلات نجمیہ میں ہے کہ عام فرشتے کا مقام مقرر ہے اس سے وہ بال برابر متجاوز نہیں ہوتا۔ ملک روحانی ہو یا کروبی یہی وجہ ہے کہ ملک روحانی ملک کروبی کے مقام سے متجاوز نہیں ہوتا۔ ملک کروبی ملک روحانی کے مقام سے تجاوز نہیں کرتا بہرحال نہ اعلیٰ مقام والے ادنیٰ مقام کی طرف تنزل کر سکتے ہیں نہ ادنیٰ والے اعلیٰ مقام پہ ترقی کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے ملائکہ کو انسان پر فضیلت ہے لیکن جو باہمت انسان ہے ان کے اس جواب کو یہاں جو عمل صالح سے عبور کرے تو وہ ملکوت سے بڑھ جاتا ہے۔ انسان کی ترقی کے منازل کی کوئی حد نہیں یہاں تک کہ بعض خوش بخت انسان اعلیٰ علیین کو طے کرتے ہوئے قاب قوسین تک پہنچ جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے ملائکہ کرام پر اعلیٰ مراتب کے انسانوں کو فضیلت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ملائکہ کو حضرت انسان کامل (آدم) علیہ السلام کے سجدہ کرنے کا حکم ہوا۔

اُلٹا معاملہ:- خدا نہ کرے اگر انسان تنزل کی طرف آئے تو وہ حیوانات بلکہ ان سے بدترین مخلوق ہو جاتا ہے کما قال اولئک کالانعام بل ھم اضل۔ وہ جانور بلکہ اس سے بڑھ کر گمراہ۔

فائدہ:- انسان کو ترقی کرنے کا نسخہ بھی بتایا گیا ہے وہ یہ تخلقوا باخلاق اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہو جاؤ۔

فائدہ:- حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس نسخہ کو بھی حد اعتدال پر استعمال کرنا چاہیے اگر کوئی حد اعتدال سے متجاوز ہوا تو تباہ و برباد ہو جائے گا۔

مقاماتِ انسانی:- انبیاء علیہم السلام کا مقام مشاہدہ اور رسل علیہم السلام کا مقام عیاں اور ملائکہ کا ہیبت اور مومنین کا مقام قرات اور عاصیوں کا توبہ اور کفار کا غفلت و طرد و لعنت۔

فائدہ:- حضرت حسین قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مریدین کے مقامات تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور مرادین مقامات

Scanned with CamScanner

سے ترقی کر کے رب المقامات کے ہاں پہنچ جاتے ہیں۔

فائدہ:۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ عارف اس دنیا میں حلوہ اور شہد کھاتا ہے یہی اس کا مقام ہے لیکن کامل محقق اندرائن (حنظل) کھاتا ہے تو اسے پتہ نہیں چلتا اس لیے کہ وہ جس امر کا مکلف ہے وہ اس میں اتنا مشغول ہے کہ اس کے شکر کی ادائیگی سے نہ اسے وقت ملتا ہے نہ دوسری طرف متوجہ ہوتا ہے بخلاف دوسروں کے کہ وہ مختلف اوہام میں پھنسے رہتے ہیں۔

فائدہ:۔ اہل فناء کے مقامات میں بھی فرق ہے کوئی بلند کوئی اس سے بلند۔ اگرچہ دنیا میں وہ کتنا ہی درد و الم میں گرفتار ہو لیکن وہ درد و الم سے لذت محسوس کرتا ہے بلکہ جسے عوام عذاب الیم سمجھتے ہیں اسے اہلِ ذوق اہلِ فناء کے اعلیٰ مراتب کا دوسرا نام دیتے ہیں ؎

باش تا فانی شود احوال تو
بگزرد از حال کل تا حال تو

ترجمہ:۔ ایسا ہو کہ تیرے جملہ احوال فانی ہو جائیں بلکہ ان احوال تصور سے گزر تاکہ تو سراپا حال ہو جائے۔

از مقامے ساز بقعہ خویش را
کہ بماند جملہ زیر بال تو

ترجمہ:۔ اپنا ایسا مقام پیدا کر کہ ہر شے تیرے قبضہ میں ہو جائے۔

تفسیر عالمانہ:۔ وانا لنحن الصافون۔ اور بیشک ہم ہی مواقف طاعت و مواطن خدمت میں صف بستہ ہیں۔

فائدہ:۔ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے فرمایا ملائکہ کے لیے کوئی نفلی عبادت نہیں بلکہ ان پر ہر آن عبادت فرض ہے بخلاف بشر کے کہ ان کے لیے فرائض کے سوا نفل بھی ہیں۔

فائدہ:۔ اس آیت کے نزول کے بعد اہل اسلام نماز صف بستہ ہو کر پڑھنے لگے اس سے قبل صف بستہ ہو کر نماز نہیں پڑھی جاتی تھی نہ ہی اہل اسلام کے علاوہ دوسرے اہل ملت کو صف بستہ ہو کر نماز پڑھنے کا موقعہ ملا۔

صاحب رُوح البیان کا انکشاف

صاحب رُوح البیان قدس سرہ نے کہا کہ صف بندی کے ساتھ نماز ادا کرنا شبِ معراج کے بعد شروع ہوئی چنانچہ مروی ہے کہ شب معراج کے دن کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کے وقت صحابہ کرام رضی

اللہ تعالیٰ عنہم کو اعلان کیا کہ ایک جگہ پر جمع ہو جاؤ تاکہ مل کر نماز پڑھیں چنانچہ سب نے صف بستہ ہو کر نماز ادا فرمائی جن میں حضرت جبریل علیہ السلام بھی شامل تھے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ نماز صف سے ادا کرنا بہت پہلے تھا۔ ہاں اگر یوں کہا جائے کہ یہ آیت اسی وقت نازل ہوئی ہو گی لیکن اشکال یہ ہے کہ قتادہ کی روایت بتاتی ہے کہ مرد و عورت جمع ہو کر نماز پڑھتے تو آیت وما منا الا لہ مقام معلوم نازل ہوئی تو تنہا تنہا پڑھنے لگے مرد پہلے پڑھ لیتے تھے پھر عورتیں پڑھتیں۔ پھر جب آیت و انا لنحن الصافون نازل ہوئی تو سب مل کر نماز پڑھنے لگے۔ بہتر وہی ہے جو کہا گیا کہ اس آیت کا نزول شب معراج کے بعد ہوا یا یہ کہا جائے کہ ملائکہ کی عبادت کی خبر پر احکام اسلام کا ترتب نہیں وانا لنحن المسبحون اور ہم ہی اللہ تعالیٰ کی تقدیس بیان کرتے ہیں ان جملہ امور سے جو اس کی جناب کبریائی کے لائق نہیں۔

فائدہ:۔ ملائکہ کے کلام کو تاکیدی حروف سے موکد کرنے میں اشارہ ہے کہ ان سے جو عبادات صادر ہوتی ہیں وہ راحت و فرحت اور نشاط و سرور پر مبنی ہوتی ہے۔

فائدہ: قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلی آیت میں ان کے درجات فی الطاعات۔ دوسری آیت میں ان کے معارف کا بیان ہے اسی لیے بعض مشائخ نے فرمایا کہ ملائکہ علم میں ترقی کر سکتے ہیں۔ جیسے آخرت میں اعمال میں کوئی ترقی نہیں ہو گی اور انسان کے علم و عمل ہر دونوں میں ترقی ہو سکتی ہے۔ ملائکہ کے علوم کی ترقی کی دلیل وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وعلم ادم الاسماء کلھا۔ اگر ان کی علمی ترقی نہ ہوتی تو ان کے لیے یہ فرمان نہ ہوتا۔

فائدہ:۔ حضرت بقلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ چونکہ ملائکہ اہل مشاہدات سے تھے اسی لیے اپنے مقامات عبادت پر فخر و ناز کیا کہ ہماری طرح صلوٰۃ اور تسبیح و تقدیس کون کر سکتا ہے اگر وہ اہل حقائق اور اہل معارف سے ہوتے تو ان پر انوار مشاہدہ حق کا ایسا غلبہ ہوتا کہ وہ کبھی اپنی طاعات کو خیال میں بھی نہ لاتے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یہ ملکوت کے فخریہ اعمال میں سے ہے کہ کہہ دیا کہ و انا لنحن الصافون۔ یعنی ہم عبودیت اور نماز کو صف بستہ ہو کر ادا کرتے ہیں۔ اس عمل میں انسان بھی ملکوتیوں کا سردار ہے لیکن انسان کو ایک ایسی صف کا موقعہ نصیب ہوتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا وہ محبوب ہو جاتا ہے وہ صف وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ کما قال تعالیٰ۔ ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ

Scanned with CamScanner

صفا کانھم بنیان مرصوص ۔ بیشک اللہ تعالیٰ راہِ حق میں لڑنے والوں سے محبت کرتا ہے گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں۔ اس صفت میں ملائکہ کا کوئی حصہ نہیں ۔ دوسری فخریہ عبادت ملکوت ؎ انا نحن المسبحون میں ہے ۔ اس عبادت میں بھی انسان شریک ہے لیکن انسان کی ایک فخریہ عبادت ہے جسے وہ کہہ سکتے ہیں وانا نحن المحبوبون ۔ اور یہ صرف انسان کا خاصہ ہے کہ وہ محبیّہ کے مقام کو طے کرکے مقام محبوبیت میں ترقی کرجاتا ہے لیکن یہ مرتبہ کاملین عارفین کو نصیب ہوتا ہے ۔

لفظ انسان یکے فلی ہر کس
گردہ از وے بقدر خویش نفس

ترجمہ :۔ لفظ انسان ایک ہے لیکن اسی کا ہر دم بھرتا ہے کہ میں انسان ہوں ۔

جنبش ہر کسے ز جائے ویست
روئے ہر کس بفکر ورائے ایست

ترجمہ :۔ ہر ایک کو حرکت اسی لیے ہے ہر ایک کی فکر ورائے کا منہ ادھر ہے ۔

تا بر اہل طلب خدائے مجید
متجلی نشد باسم مرید

ترجمہ :۔ یہ اس لیے کہ جب تک اہل طلب پر خدائے مجید نے اسم مرید سے جلوہ نہیں فرمایا ۔

بارادت کسے نشد موصوف
بمحبت کسے نشد معروف

ترجمہ :۔ ارادت سے بھی کوئی موصوف نہ ہوا کسی کی محبت سے کوئی معروف و مشہور ہوا ؎

وان کانوا لیقولون ۔ اور بیشک وہ کہتے تھے ۔ ان مخففہ من الثقلہ ہے اور

تفسیرِ عالمانہ :۔ ضمیر شان محذوف ہے اور لام فرق بتانے کے لیے ہے کہ یہ نافیہ نہیں بلکہ مثقلہ ہے اور ان مخففہ اور لام تاکیدی لانے میں اشارہ ہے کہ جو کچھ وہ کہتے وہ یقینی اور نہایت تاکید کے ساتھ بڑھ چڑھ کر کہتے جیسے انہوں نے مخالفت نبوی کا پروگرام بنایا ۔ مرتے دم تک بال برابر کمی نہ کی ۔ اب معنی یہ ہوا کہ حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریف

؎ خلاصہ یہ کہ انسان ہی محبت سے سرشار ہوا تو اسی لیے وہ ہر ایک کی مرغوب و پسندیدہ مخلوق ہے ۔
(اویسی غفرلہٗ)

Scanned with CamScanner

لانے سے پہلے قریش یہ کہا کرتے تھے کہ لو ان عندنا ذکرا من الاولین۔ کاش ہمارے ہاں بھی کوئی ایسی کتاب ہوتی جیسے پہلے لوگوں کے ہاں کتابیں آسمان سے نازل ہوئیں تو ہم بھی پند و نصیحت حاصل کرتے۔ لکنا عباد اللہ المخلصین تو یقیناً ہم بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت مخلصانہ طور کرتے اور جیسے انبیاء علیہم السلام کے مخالفین نے مخالفت کی تو ہم کبھی ان کی مخالفت نہ کرتے۔ فکفروا۔ تو انہوں نے اُس کے ساتھ کفر کیا۔ یہ فاء فصیحہ ہے یعنی جب اُن کے ہاں نہ صرف ذکر بلکہ سید الاذکار اور جملہ کتب آسمانی کی سرتاج کتاب یعنی قرآن آیا تو اس کے ساتھ کفر اور انکار کیا اور اسے اور جس پر نازل ہوا جو کچھ کہا وہ سب کو معلوم ہے۔ فسوف یعلمون۔ تو اپنے کفر کا انجام اور دنیا میں اس کی نحوست سے اپنی مغلوبیت اور عذاب میں شدید عذاب کو جان لیں گے۔ اس میں کفر کو وعید و تہدید ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں اشارہ ہے کہ انسان کا کام ہے کہ وہ درک اسفل کی طرف تنزل کرتا ہے اور صورۃ و معنیٰ کی تطبیق کے بغیر نیک مآل کا دعویٰ کرتے ہیں ایسے بدبختوں کو سوائے رسوائی اور قہر و جلال کے کچھ نصیب نہیں۔

ملامیہ کا بیان:۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اولیاء کے ایک گروہ کا نام ملامیہ ہے وہ فرائض تو ادا کرتے نہیں لیکن نوافل بڑی شد و مد سے پڑھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہم فرائض ادا کرکے کہیں ان باطل مدعیوں میں شامل نہ ہو جائیں جو اپنے دعویٰ کے مطابق نہیں اُترتے اُسی لیے وہ ہزار نوافل سے بھی بڑھ جاتے ہیں اگرچہ ان کا یہ ارادہ نیک تھا اور فرائض بھی انہیں نوافل میں ادا ہو گئے لیکن ان نوافل سے انہیں یہ فائدہ ہوا کہ محبت الٰہی سے وافر حصہ پایا اور ساتھ ہی فرائض کی کمی انہی نوافل سے بھی پوری ہو گی۔

حدیث شریف:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نوافل بہترین طریقہ سے ادا کرو تاکہ اُن سے فرائض کی تکمیل ہو۔

حدیث شریف:۔ مرفوع حدیث شریف میں ہے کہ نوافل بندے کا آقا کے ہاں ہدیہ و تحفہ ہے اس لیے بندے پر لازم ہے کہ وہ بارگاہِ حق کا تحفہ بہتر طریقہ سے ادا کرے۔

فائدہ:۔ قاعدہ ہے کہ ہدیہ محبت کا بہترین ذریعہ ہے۔

حدیث شریف:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دوسرے کو ھدیہ دے کر محبت بڑھاؤ۔

قرآن مجید پر تبصرہ:۔ قرآن مجید بہت بڑا ذکر ہے لوگوں کی نصیحت اور خناس شیطان کے وسوسہ دور کرنے کے لیے نازل ہوا ہے اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو شیطان دور بھاگ جاتا ہے لیکن یاد رہے کہ قرآن کی تمام آیات ذکر پر مشتمل نہیں اس لیے کہ ان کے

Scanned with CamScanner

بعض آیات میں احکام شرعیہ اور بعض میں حکایات اور قصص ہیں اور بعض ہیں کافروں و مشرکوں کے کفر و تکذیب کی تفصیلات میں اگرچہ ان کے پڑھنے اور سننے میں بھی بہت بڑا ثواب ہے۔ ان میں فرق اتنا ہے کہ جو آیات ذکر الٰہی پر مشتمل ہیں ان کا پڑھنا سننا احسن ہے کہ ان میں ذکر حق بھی ہے اور قرآن کے دوسری آیات کو پڑھنا سننا حسن ہے اس لیے کہ کافروں و مشرکوں وغیرہم کے حالات کی حیثیت مدنظر نہیں بلکہ قرآنی آیات کی حیثیت مدنظر ہوتی ہے اس بناء پر ان کا پڑھنا سننا حسن ہے۔

مسئلہ: قرآن مجید پڑھنے والے کے لیے مستحب ہے کہ قرآنی آیات جہر سے اور ان آیات پر ہاتھ رکھ کر تلاوت کرے اس لیے کہ زبان کو حظ نصیب ہوگا پڑھنے کا اور آنکھ کو دیکھنے کا اور ہاتھ کو مس کرنے کا۔

فائدہ: اسلاف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کا طریقہ تھا کہ وہ قرآن مجید کے آیات کو نہایت آہستگی اور تدبر سے پڑھتے تھے تاکہ پورے طور پر اسرارِ الٰہی اور حقائق قرآن سے آگاہی نصیب ہو چنانچہ حضرت عطار قدس سرہٗ کے متعلق ہے کہ وہ ابتدائی دور میں روزانہ ایک ختم پڑھ لیا کرتے تھے اور پھر رات کو دیگر اور ختم۔ پھر جب ان پر واردات ربانیہ کا غلبہ ہوا تو بیس سال تک ساتوں منازل میں سے صرف ایک منزل پڑھی۔ (واللہ تعالیٰ سے عنایت و ہدایت کا سوال ہے)۔

تفسیر عالمانہ: **ولقد سبقت۔** یعنی ازل میں سبقت کر چکا ہے یا لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔ یاد رہے کہ یہ تقدم جو زمان پر موقوف ہے انسان سے منسوب ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے لیے زمان کی کوئی نسبت نہیں اس لیے کہ اس کے لیے ہر زمانہ یکساں ہے۔

کلمتنا۔ ہمارا وعدہ جو ہم نے اپنے بندوں کے ساتھ کیا ہے۔ **لعبادنا۔** وہ بندے جنہوں نے ہر حرکت و سکون میں ہمارے ساتھ سکون کیا ہے۔

المرسلین۔ وہ بندے جنہیں ہم نے شرف اخلاص فی العبودیۃ میں اضافہ فرما کر انہیں رسالت کے شرف سے مشرف فرمایا۔

اب اس وعدہ کی تفسیر فرمائی جملہ مستانفہ سے کما قال **انھم لھم المنصورون۔** بیشک صرف وہی منصور اور غالب ہیں یعنی جسے ہم مدد کریں اس پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا جسے ہم رسوا کریں اسے کوئی غلبہ نہیں دے سکتا۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد عام نیک لوگوں کے لیے فرمایا۔

وان جندنا اور رسل کرام اور ان کے متبعین اہل ایمان لشکر الٰہی ہیں۔ **الجند** بمعنی لشکر **لھم الغالبون** دشمنوں پر دنیا و آخرت میں صرف وہی غالب ہیں اگرچہ بظاہر بعض مواقع پر وہ مغلوب پائے

Scanned with CamScanner

گئے لیکن انجام کو دیکھا جائے تو غلبہ انہیں کو نصیب ہوا اور پھر زیادہ تر یہی حضرات غالب رہے اور حکم اکثر پر مرتب ہوتا ہے اور نادر کالمعدوم اور مغلوبیت عارض گو ہوتی ہے ایسے ہی ان کا حاکم کی مخالفت اور طمع دنیوی اور عجب و غرور وغیرہ ان کی نصرت بالذات کے بھی منافی نہیں اور النصر ایک اعلیٰ اور شریف منصب ہے جو صرف اہل ایمان کو نصیب ہوتا ہے کافر ایسے منصب سے محروم ہوتا ہے اگر کسی وقت بظاہر اسے فتح و نصرت نصیب ہوتی ہے تو وہ استدراج ہوتا ہے صرف اسے رسوا کرنے کے لیے تھوڑی سی فتح و نصرت دی جاتی ہے تاکہ دھوکہ کھا کر آئندہ ذلیل و خوار ہو۔

فائدہ:- بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں پر نصرت معہود و معلوم نصرت مراد نہیں بلکہ حجت اور دلیل مراد ہے۔ اس لیے کہ حق حجۃ و دلیل سے باطل کو مٹا کر ظاہر ہوتا ہے مخالفین اسلام کا خیال سراسر غلط ہے کہ حق نے تلوار سے غلبہ پایا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ مختلف زمانوں میں انبیاء و رسل علیہما السلام کو کفار پر غلبہ ہوا اور یہ غلبہ خصوصیت سے انبیاء و رسل علیہما السلام کے نام مخصوص تھی۔

فائدہ:- حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہاں پر نصرت وہی نصرت مراد ہے حجت مراد نہیں اس لیے کہ کوئی نبی علیہ السلام جنگ میں شہید نہیں ہوا۔

ازالۂ وہم:- صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ فرمایا ہے سچ ہے لیکن ان سے وہ انبیاء علیہم السلام مراد ہیں جو جنگ کے لیے مامور ہوں ورنہ وہ انبیاء علیہما السلام جو جنگ کے لیے مامور نہیں ہوتے تھے وہ تو شہید ہوئے کما قال اللہ تعالیٰ و تقتلون النبیین۔ اس معنیٰ پر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول آیت قرآنی کے منافی نہیں۔

خلاصہ:- خلاصہ یہ کہ اللہ والے منصور و غالب ہیں کیونکہ خالق کائنات اور مولائے کل رب تعالیٰ کی طرف نسبت ہے اور قاعدہ ہے جو ایسی ذات سے منسوب ہو اس نے لامحالہ غالب و منصور ہونا ہے اور اس کے دشمنوں کو شکست اور مغلوبیت لازم اس لیے کہ جو غیر اللہ کی طرف منسوب ہو اور اسے قلعوں اور تلواروں اور مادیات کا سہارا ہو تو اس نے خواہ مخواہ شکست کھا کر مغلوب ہونا ہے ؎

تکیہ بر غیر بود جہل و ہوئی
نیست انجام اعتماد سوی

ترجمہ: غیر پہ تکیہ جہل و ہوئی ہے غیر اللہ پر اعتماد کرنے کا انجام برباد ہوتا ہے۔

فائدہ:- اللہ تعالیٰ کے لشکر اس کے اسم عزیز و منتقم اور آیت بل نقذف بالحق علی الباطل

فیدمغہ فاذا ھو زاھق (بلکہ ہم حق کو باطل پر غلبہ دیتے ہیں تو وہ اسے ہلاک کر دیتا ہے پس اُس وقت وہ مٹ کر رہ جاتا ہے) کے مظاہر ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا لشکر وہ لوگ ہیں جو دین کی نشر و اشاعت اور حق کی فتح و نصرت کرتے ہیں جو شخص ایسے حضرات کی توہین کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ذلیل و خوار کرتا ہے۔

حدیث شریف: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لشکر دو ہیں:

۱۔ جند الوغیٰ ۲۔ جند الدعاء

جند الوغیٰ تو وہی ہیں جو جنگی آلات سے لڑتے ہیں۔

جند الدعاء وہ جو اسلام کی فتح و نصرت کے لیے دُعا کرتے ہیں اور جو اپنے دل میں حضور اور بیداری محسوس کرے اسے دعا کرنی چاہیئے ان شاء اللہ تعالیٰ مستجاب ہوگی اور جسے کھیل پرستی اور غفلت کا غلبہ ہو وہ دُعا مانگے تو ضرور لیکن استجابت ضروری نہیں ؎

کے دعائے تو مستجاب شود

کہ بیک روی و در دو محرابی

ترجمہ: تیری دعا کیسے مستجاب ہو جب تیرا منہ دو محرابوں کی جانب ہے۔

حدیث شریف: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت ہمیشہ غالب رہے گی یعنی حق کے لیے کفار کا مقابلہ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اس اُمت کا آخری گروہ مسیح دجال کے ساتھ لڑے گا۔

صاحب رُوح البیان کا فیصلہ: صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اس گروہ کا آخری نمبر ملوک عثمانیہ اور مہدی اور عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہما السلام کا ہے اور عیسیٰ و مہدی علیہما السلام کو خاتمۃ الخاتمہ کہا جائے گا تو بجا ہے۔ ہاں وہ آخری جھٹکا کہ جس سے قیامِ ساعت کے وقت کافروں اور فاجروں کو نیست و نابود کرے گا اسے خاتمۃ الخاتمۃ الخاتمہ کہا جائے تو موزوں ہے۔

تفسیر عالمانہ: فتول عنھم۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کو یقین ہے کہ فتح و نصرت آپ کو اور آپ کے غلاموں کو نصیب ہوگی تو پھر آپ کفارِ مکہ سے اعراض کیجئے اور ان کے ایذا پر صبر کیجئے۔ حتّٰی حین وقت مقررہ تک یعنی تھوڑے دنوں تک یعنی اُس وقت تک جب

Scanned with CamScanner

کہ جنگ کے لیے اجازت نہ ہوئی اس معنی پر یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ محکمہ ہے۔

وابصرھم اور ان کے بُرے حال اور بد انجام کو دیکھ لیجئے جب ان پر قتل وغارت کا حکم نازل ہوگا اور وہ قیدی ہوکر آپ کے ہاں ذلیل وخوار ہوکر آئیں گے۔ ابصار میں اشارہ ہے کہ عنقریب یہ معاملہ ہونے والا ہے ورنہ اس آیت کے نزول کے وقت ایسا نہیں ہُوا تھا۔

فسوف یبصرون۔ وہ عنقریب اپنا حال آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ اُن کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

تفسیر صُوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آپ اُن کے احوال کو دیکھئے وہ بھی عنقریب اپنے اعمال کی جزا وسزا پائیں گے یعنی اگر اعمال نیک ہوں گے تو انھیں نیک جزا ملے گی اور جن کے اعمال بُرے ہوں گے انھیں سزا ملے گی۔

لفظ سوف وعید کے لیے ہے تاکہ وہ اپنی غلطیوں سے تائب ہوسکیں اور کامل ومکمل طور ایمان لائیں۔ یہ ثم تبعید کا نہیں اس لیے کہ تبعید الشیٔ المخبر منہ ارادہ تخویف بہ کے لیے منافی کی طرح ہوتا ہے۔

شانِ نزول: جب آیت وابصرھم فسوف یبصرون نازل ہوئی تو کافروں نے کہا کہ ہمارا عذاب جلد لاؤ ہم کو اس کی بہت بڑی ضرورت ہے چونکہ جاہل تھے اس لیے استہزاء کہا اللہ تعالیٰ نے ان کے ردّ میں یہ آیت نازل فرمائی۔

افبعذابنا یستعجلون۔ باوجودیکہ انہیں بار بار تکرار۔ وعید سنائی جارہی ہے تب بھی انہیں ہمارے عذاب کا یقین نہیں۔ یہ ہمزہ تعجب وانکار کا ہے یعنی ان کے ایسے بُرے معاملہ سے تعجب کرو۔ کیا ہمارے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں کہ نزول عذاب کا وقت پوچھتے ہیں۔

فائدہ: تورات میں ہے کیا مہلت دینے اور درگزر کرنے پر دھوکہ کھا رہے ہیں اسی لیے عذاب الٰہی سے نہیں ڈرتے۔ فاذا نزل پھر جب عذاب موعود نازل ہوگا بساحتھم ان کے میدان پر۔

المفردات میں ہے الساحۃ۔ فراخ مکان کو کہا جاتا ہے اسی سے ساحۃ الدار ہے بمعنی گھر کا صحن۔

الحوشی لابن الشیخ میں ہے کہ الساحۃ وہ جگہ خالی جو گھروں سے دور ہو اور فناء

فائدہ: الدار۔ بالکسر بمعنی گھر کی وہ کھلی فضا جو ضروریات کے لیے چھوڑی جائے جسے ہم صحن سے تعبیر کرتے ہیں۔ اب معنی یہ ہُوا کہ جب عذاب الٰہی ان کے گھروں کے صحن اور ان کے سامنے ہی اور بالکل قریب اُترے گا۔ گویا وہ عذاب الٰہی ایک لشکر ہے جو انہیں شکست دے گا اور وہ اچانک اپنا سامان اُٹھا کر

Scanned with CamScanner

اُن کے گھروں کے صحن میں رکھ دے گا۔

فساء صباح المنذرین۔ تو ڈرائے ہوؤں کی کیا بُری صبح ہوگی یعنی وہ لوگ جنہیں عذاب الٰہی 19/C
سے ڈرایا گیا تو اُس کی تکذیب کی اور اس پر ایمان نہ لائے۔ ان کی صبح کا وقت عذابِ الٰہی کی وجہ سے ان کے لیے بہت بُرا تھا۔ یہ لام جنس کی ہے اس لیے کہ افعال مدح و ذم شیوع و ابہام و تفصیل کو چاہتے ہیں اس لیے اسے عہد کی لام نہیں بنایا جا سکتا۔ لفظ صباح صباح الجیش المبیت سے مستعار ہے۔ اسے نزول عذاب کے وقت کے لیے استعمال کیا جاتا تھا چونکہ یہ لوگ لوٹ مار صبح کے وقت بہت زیادہ کرتے تھے اسی لیے اسے صباح سے تعبیر کرتے تھے پھر اتنا عام ہوا کہ جس وقت بھی لوٹ مار کریں اسے صباح سے تعبیر کیا جاتا۔

فائدہ: کاشفی نے کہا کہ عرب میں لوٹ مار اور قتل و غارت اور گرفتاری عام تھی۔ لشکر کسی قبیلہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتا تو ساری رات سفر کرتے صبح کے وقت (جبکہ نیند کا بہت زیادہ غلبہ ہوتا ہے) ہلہ بول دیتے تھے اور ان کو قتل یا قید کر کے ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیتے چونکہ لوٹ مار وغیرہ اکثر صبح کو ہوتا اسی لیے لوٹ مار کو صباح سے تعبیر کرتے اگرچہ وہ کسی دیگر وقت میں واقع ہو تب بھی اسے صباح کہا جاتا۔

تفسیر صوفیانہ: وتول عنهم حتی حین وابصر فسوف یبصرون۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے اور جو وعدہ کیا گیا ہے اس کے وقوع کی تاکید در تاکید ہے ان دونوں فعلوں میں مفعول کا ذکر نہیں تاکہ تنبیہ ہو کہ جو کچھ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھیں گے وہ سراسر سرور و راحت ہوگی اور وہ جو کچھ دیکھیں گے جو ان کے لیے ضرر ہی ضرر ہوگا اور ان دونوں یعنی سرور اور ضرر ایسے ہیں کہ جن کا بیان نہیں ہو سکتا۔

فائدہ: البرہان میں ہے کہ دوسرے فعل یعنی وابصر کے بعد ضمیر کا نہ لانا پہلے وابصر میں مذکور ہونے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

تفسیر عالمانہ: سبحان ربک۔ یہ خطاب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے
رب العزۃ۔ ربک سے بدل ہے۔

عما یصفون۔ یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے مربی یعنی اللہ تعالیٰ مالک اور علی الاطلاق مالک العزت والغلبہ کی تنزیہ و تقدیس فرمائیے اس سے جو مشرکین اس کے لیے بیان کرتے ہیں جو اس کے لائق نہیں مثلاً وہ اس کے لیے اولاد و ازواج و شرکاء ثابت کرتے اور کہتے ہیں کہ وہ اللہ نبی علیہ السلام کی کوئی مدد نہ کرے گا چنانچہ ان کا عذاب کا مطالبہ اور اسی بارہ میں ان کی عجلت سے معلوم ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

فائدہ: بحر العلوم میں ہے کہ عزت کو رب کی طرف منسوب کرنے میں اشارہ ہے کہ یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ گویا کہا گیا ہے وہ ذو العزۃ ہے یہ ایسے ہے جیسے کہا جاتا ہے صاحب صدق ہے یہ اس شخص کے لیے کہتے ہیں جس کے ساتھ صدق خاص ہو اور ظاہر ہے کہ عزت صرف اللہ کے لیے ہے۔

ردّ وہابیہ و دیوبندیہ نجدیہ

ہم اللہ تعالیٰ کی اکثر صفات انبیاء و اولیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام کے لیے ثابت کرتے ہیں اس میں شرک توہم کو اس قاعدہ سے زائل کرتے ہیں کہ وہ صفات اللہ تعالیٰ کے ذاتی اور انبیاء و اولیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام کے لیے عطائی ہیں بحمدہ تعالیٰ یہی ہمارے اسلاف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے چنانچہ صاحب روح البیان قدس سرہ نے اُوپر کی تقریر لکھ کر بعینہٖ وہی لکھا جو ہم نے عرض کیا چنانچہ فرمایا

فلا عزۃ الا لہ علی ان العزۃ ذاتیۃ او لمن اعزہ من الانبیاء و غیرھم فالعزۃ حادثۃ کائنۃ بین خلقہ وھی انکانت صفۃ قائمۃ بغیرہ تعالیٰ الا انھما مملوکۃ لہ مختصۃ بہ یضعھا حیث یشاء کما قال تعالیٰ " تعز من تشاء " روح البیان ص ۲۹۹ ج ۷

ترجمہ: " عزت صرف اُسی کی ہے ہاں اُس کی عزت ذاتی ہے اور انبیاء و اولیاء کو جو عزت بخشی ہے وہ حادث ہے جو اس نے مخلوق کو عطا فرمائی۔ یہ صفت اگرچہ غیر سے قائم ہے لیکن اس کی ملک اور اسی سے خاص ہے وہ اسے جہاں چاہے رکھے جیسے فرمایا تعز من تشاء اے اللہ تو جسے چاہے عزت دے۔"

فائدہ: اس میں سلب و اضافہ کی طرف اشارہ ہے مثلاً سبحان میں جلال جو کہ تبارک اسم ربک ذو الجلال والاکرام میں ہے کی طرح سلب کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ یہ دونوں سلب کا فائدہ دیتی ہیں۔ مثلاً سبحان۔ کا معنیٰ یہ ہے کہ ہمارا پروردگار شریک و تشبیہ سے پاک ہے اور ہمارا رب شریک و تشبیہ سے منزہ و مقدس ہے اور رب العزۃ الاکرام کی طرح اضافہ کا فائدہ دیتا ہے۔ صفت سلبیہ کی تقدیم اس لیے ہے کہ اس کی ذات من حیث ھو ھو۔ ذاتی طور پر غیر کی شرکت سے ہر طرح سے پاک ہے اور اضافات میں اگرچہ وہی مفہوم ہے لیکن مجازاً وہی صفات غیروں میں بھی پائی جاتی ہیں اس لیے کہ اضافہ مضافین کے بغیر نہیں پائی جاتی۔

فائدہ: الشیخ عز الدین بن عبد السلام نے فرمایا سبحان اللہ ایسا کلمہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے نقص و عیب سلب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جن اسماء میں یہ سلب پائی جائے وہ اسی کلمہ میں

Scanned with CamScanner

داخل ہیں مثلاً اسم قدوس یعنی طاہر عن کل عیب اور سلام وہ ذات جو ہر آفت سے سالم ہو سبحان اللہ کہہ کر ہم اللہ تعالیٰ سے ان تمام عیوب کی نفی کرتے ہیں جو ہماری عقل میں آسکتے ہیں اور ان تمام نقائص سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کرتے ہیں جنہیں ہم سمجھ سکتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ: وسلام۔ ہر دکھ اور تکلیف سے سلامتی ونجات اور جمیع مقاصد میں کامیابی ہو۔

المرسلین۔ اللہ تعالیٰ کے پیغامات اس کے بندوں تک پہنچانے والوں اور اُن کے ان اُمور (غیبیہ وغیرہ جن کے محتاج ہیں) کے بیان کرنے والوں کو" ان کے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخری حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں پہلے مخصوص انبیاء ورسل علیہم السلام پر سلام کا ذکر تھا اب عمومی طور سب کے لیے اس لیے کہ ہر ایک پیغمبر علیہ السلام کا علیحدہ علیحدہ ذکر کیا جاتا تو طوالت ہوتی۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھ پر سلام عرض کرو تو دوسرے رسل کرام علیہم السلام کو بھی سلام عرض کرو اس لیے کہ میں بھی ان میں سے ایک ہوں۔ (فتح الرحمٰن و حواشی ابن الشیخ وغیرہما)

حدیث شریف: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مجھ پر درود وسلام عرض کرو تو اسے عام کرو یعنی اس میں آل واصحاب کو بھی شامل کرو۔

فائدہ: المقاصد الحسنہ میں ہے کہ میں نے یہ حدیث ان الفاظ میں نہیں پائی ممکن ہے یہ معنی صحیح ہو اور صلوا علیّ وعلیٰ انبیاء اللہ اس لیے کہ جیسے میں مبعوث ہوا ہوں ایسے ہی دوسرے انبیاء علیہم السلام۔

والحمد للہ رب العلمین۔ حضرت شیخ عزالدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ الحمد للہ وہ کلام ہے جس سے ذات وصفات کے کمالات کا اثبات کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وہ اسماء جو کمالات کے اثبات کو متضمن ہیں جیسے علیم۔ قدیر۔ سمیع۔ بصیر سب اسی میں مندرج ہیں۔ ہم نے الحمد للہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کے وہ جملہ کمالات ثابت کیے جنہیں ہم جانتے ہیں اور اس سے وہ صفات جلال ثابت ہوئے جو ہمارے ادراک میں آسکتے ہیں۔

فائدہ: حضرت مولانا ابوالسعود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے اس وصف کا بیان ہے جو صفات کریمہ ثبوتیہ پر مشتمل ہیں جبکہ اس سے قبل تنبیہ کی گئی کہ وہ ذات وصفات سلبیہ سے بھی موصوف ہے اور اشارہ فرمایا کہ جیسے وہ صفات ثبوتیہ وسلبیہ سے موصوف ہے ایسے ہی اس کے افعال بھی

Scanned with CamScanner

جمیلہ میں منجملہ اس کے افعال کے ایک یہ ہے کہ اس نے انبیاء علیہم السلام کو بہترین کرامات وکمالات دینیہ ودنیویہ سے نوازا اور ان کے صدقے ان کے متبعین اولیاء کو ظاہری و باطنی نعمتوں سے مالامال فرمایا جن کی وجہ سے ان حضرات کو اس کی حمد کرنے کی توفیق نصیب ہوئی اور ظاہر فرمایا کہ وہ ان کے ساتھ جو نصرت وغلبہ کا وعدہ فرمایا وہ متحقق ہوگیا۔

فائدہ:۔ نیز اس میں مومن کو تنبیہ ہے کہ اس کی تسبیح وتحمید یوں کی جاتی ہے اور رسل کرام علیہم السلام پر سلام یوں عرض کیا جاتا ہے وہ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان بہترین وسیلہ ہیں کہ اس کے فیض سے کہ بندوں کو دین و دنیا کے فیوضات سے مالامال فرماتے ہیں اسی لیے سلاموں کے آخر میں حمد پر سورۃ کو ختم کیا تاکہ معلوم ہو کہ انہیں اللہ تعالیٰ سے حمد کی توفیق نصیب ہوئی۔

فائدہ:۔ بعض اکابر نے فرمایا کہ وہ کافروں کو ہلاک کرنے اور مرسلین ومومنین کو فتح ونصرت دینے پر حمد ہے نیز ہر حال پر حمد ہے اس لیے کہ اس کے ہر دیئے ہوئے حال کی وجہ سے محمود ہے دکھ ہو یا سکھ نفع ہو یا ضرر ؎

در بلاؤ و در ولا الحمد خوان

این بود آئین پاک عاشقاں

ترجمہ:۔ مصیبت اور نعمت کے وقت اللہ تعالیٰ کی حمد بجالا اس لیے کہ عاشقانِ پاکباز کا یہی طریقہ ہے۔

فائدہ:۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو چاہے کہ قیامت میں اس کا پلڑا نیکی کا پورا اور کامل ہو تو اسے چاہیئے کہ اپنی بات کے اختتام پر پڑھے، سبحان ربک۔ الخ۔

فائدہ:۔ جو چاہتا ہے کہ قیامت میں اس کے عمل نامہ میں نیکیاں ہی نیکیاں ہوں تو وہ اپنی مجلس کے اختتام پر پڑھے، سبحان ربک الخ۔

صاحب روح البیان کی وصیت

صاحب روح البیان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے حال کا دو عملوں سے تدارک کرے:۔

(۱) جہاں بیٹھ کر اُٹھے تو اُٹھنے سے پہلے یہی آیت پڑھے۔ اس سے اسے اجر جزیل وثواب عظیم نصیب ہوگا۔

(۲) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے منہ سے کسی مجلس میں لغویات سرزد ہوئی ہوں

Scanned with CamScanner

تو وہ اپنی اسی مجلس سے اُٹھنے سے پہلے پڑھے، سبحانک اللّٰھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک و اتوب الیک۔ ان کلمات کی برکت سے اس کے تمام وہ صغائر گناہ معاف ہو جائیں گے جو حقوق انسانی سے متعلق ہیں جیسے غیبت وغیرہ (فتح القریب شرح الترغیب)

عاقل پر لازم ہے کہ اپنی مجلس میں اُٹھتے وقت غفلت نہ کرے بلکہ اسے چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور جب مجلس کو ختم کرے تو نفس کو برائیوں سے صفائی اور ذکر الٰہی سے اسے روشنی نصیب ہو۔ سبق۔

و اٰخر دعواھم ان الحمد للہ رب العٰلمین۔ اور آخری دعویٰ ان کا یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ پروردگار عالم کے لیے ہیں۔

صاحب رُوح البیان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اوائل محرم میں ۱۱۱۱ھ میں اس سورۃ کی تفسیر سے فراغت ہوئی

اور

فقیر اویسی غفرلہٗ نے ۵ رجب ۱۳۹۸ھ شب سوموار قبل نماز عشاء اس کے ترجمہ سے فراغت پائی (فللّٰہ الحمد علیٰ ذٰلک) وصلی اللہ علیٰ حبیبہٖ الکریم وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

Scanned with CamScanner

صٓ وَالْقُرْاٰنِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ○ بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّ
شِقَاقٍ ○ کَمْ اَهْلَکْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ
حِیْنَ مَنَاصٍ ○ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ز وَقَالَ
الْکٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ ○ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا صلے
اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ○ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا
وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِهَتِکُمْ ج صلے اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ○ مَا سَمِعْنَا
بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ج صلے اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ○ ءَاُنْزِلَ
عَلَیْهِ الذِّکْرُ مِنْ بَیْنِنَا ط بَلْ هُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْ ذِکْرِیْ ج بَلْ لَّمَّا
یَذُوْقُوْا عَذَابِ ○ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّکَ

Scanned with CamScanner

الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ۝ أَمْ لَهُم مُّلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ ۝ جُندٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ
الْأَحْزَابِ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ
ذُو الْأَوْتَادِ ۝ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ لْئَيْكَةِ ۚ أُولَٰئِكَ
الْأَحْزَابُ ۝ إِن كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝

ترجمہ:۔ اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا

اس نامور قرآن کی قسم بلکہ کافر تکبر اور خلاف میں ہیں۔ ہم نے ان سے پہلے کتنی سنگتیں کھپائیں تو اب وہ پکاریں اور چھوٹنے کا وقت نہ تھا۔ اور انھیں اس کا اچنبا ہوا کہ ان کے پاس انھیں میں کا ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا اور کافر بولے یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا۔ کیا اس نے بہت خداؤں کا ایک خدا کر دیا بے شک یہ عجیب بات ہے اور اُن کے سردار چلے کہ اس کے پاس چل دو اور اپنے خداؤں پر صابر رہو بیشک اس میں اس کا کوئی مطلب ہے۔ یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہ سنی یہ تو نری نئی گڑھت ہے۔ کیا ان پر قرآن اتارا گیا ہم سب میں سے بلکہ وہ شک میں ہیں میری کتاب سے بلکہ ابھی میری مار نہیں چکھی ہے۔ کیا وہ تمہارے رب کی رحمت کے خزانچی ہیں۔ وہ عزت والا بہت فرمانے والا ہے کیا ان کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے تو رسیاں لٹکا کر چڑھ نہ جائیں۔ یہ ایک ذلیل لشکر ہے انہیں لشکروں میں سے جو وہیں بھگا دیا جائے گا۔ ان سے پہلے جھٹلا چکے ہیں نوح کی قوم اور عاد اور چومیخا کرنے والا فرعون اور ثمود اور لوط کی قوم اور بن والے۔ یہ ہیں وہ گروہ ان میں کوئی ایسا نہیں جس نے رسولوں کو نہ جھٹلایا ہو تو میرا عذاب لازم ہوا۔

سورۃ ص مکیۃ ہے اس کی اٹھاسی آیات ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر عالمانہ:۔ صٓ۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے جیسے کہ اس طرح کی سورتوں کی تفسیر میں ہم نے تفصیل سے عرض کیا ہے۔ بعض کے نزدیک حروف مقطعہ کفار کے خاموش

Scanned with CamScanner

کرانے کے لیے لائے گئے ہیں کیونکہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز میں قرأۃ بالجہر کرتے تو کفار شور مچاتے اور تالیاں بجاتے تاکہ آپ نماز میں بھول جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حروف نازل فرمائے تاکہ وہ لوگ سن کر غور و فکر سے کام لے کر غلط طریقوں سے باز آجائیں۔

فائدہ:۔ شعبی نے فرمایا کہ ہر کتاب الٰہی میں راز و رموز ہوتے ہیں۔ قرآن کے اسرار و رموز سورتوں کے فواتح (مقطعات) میں ہیں۔

فائدہ:۔ بعض کا فرمودہ ہے کہ صٓ اسم صادق صبور صمد۔ صانع کی کنجی ہے اور تاویلات نجمیہ میں ہے کہ صاد میں صمدیت فی الازل اور اس کی صانعیت فی الوصول اور اس کی صبوریت الی الابد اور جوذات صدق لائی اور صدق اور اس کی صدیقیت کی جس نے اس کی تصدیق کی اور مودت و محبت کی صفوۃ کی قسم کی طرف اشارہ ہے۔

فائدہ:۔ حضرت ابن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا صٓ وہ کلمہ ہے جو مابین النفختین میں موتیٰ کو زندہ کرے گا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ صٓ مکہ مکرمہ[1] میں ایک دریا ہے اس پر عرش رحمٰن کا دار و مدار ہے وہاں دن ہے نہ رات۔ بعض نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں ایک پہاڑ تھا اس کی تفصیل الٓمٓصٓ کی تفسیر میں گزرتی ہے۔

فائدہ:۔ بعض کے نزدیک صٓ صاد قلوب الخ کا مخفف ہے یعنی حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوق کے دل موہ لیے اسی وجہ سے وہ آپ کو مان گئے ہیں۔ اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس تدبیر سے عرب کے وحشی لوگوں کو ایسا باشعور بنادیا کہ اس کی مثال نہیں ملتی باوجودیکہ انہوں نے آپ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے اذیتیں دیں لیکن آپ نے صبر اور حوصلہ سے کام لیا۔ پھر وہ ایسے آپ کے غلام بے دام بن گئے کہ آپ کی خاطر جان کی بازی لگادیتے پھر تو آپ کے مقابلہ میں ماں باپ۔ بہن بھائی۔ دوست آشنا آل اولاد کو جان سے مارنے تک نہ چوکتے صرف اور صرف آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنے وطنوں کو خیرباد کردیا۔

صاحب روح البیان کے پیر و مرشد کی عارفانہ تقریر:۔

فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ

---

[1] مکہ مکرمہ کے بالمقابل آسمان کے ماوراء کا خلا مراد ہے ۱۲ اویسی غفرلہٗ

[2] انسان العیون۔

میرے شیخ اور پیر و مرشد قدس سرہٗ فرماتے کہ ق میں اس مرتبۂ احدیت کی طرف اشارہ ہے جسے تعین اول کہا جاتا ہے جس کا ذکر سورۂ اخلاص کے قُل کے قاف میں ہے اور صؔ مرتبۂ صمدیت کی طرف اشارہ ہے جسے تعین ثانی کہا جاتا ہے۔ جس میں مراتب مندرج ہیں جو مختلف اطوار سے باری باری ظاہر ہوئے۔

والقرآن ذی الذکر۔ واؤ قسمیہ ہے اور ذکر سے شرف اور بزرگی یا پند و موعظت یا وہ امور دینیہ یعنی شرائع و احکام اور انبیاء علیہم السلام کے قصص اور امم ماضیہ کی خبریں اور وعد و وعید مراد ہے اور جواب قسم محذوف ہے اور اس کا ایسے عجیب و غریب مقامات پر محذوف ہونا کچھ بعید بھی نہیں یعنی یہاں پر لفظ عجبوا مقدر ہے۔ یہ سورۂ یٰس کے مضمون اور سیاق آیت کے موافق ہے۔ اب معنیٰ یوں ہوا کہ لوگ تعجب میں ہیں کہ حضرت محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت حقانیت پر مبنی ہے اور جو ان پر نازل ہوا ہے وہ حق اور سچ ہے۔

بل الذین کفروا۔ بلکہ کافر لوگ۔ اس سے رؤسائے مکہ (اور ان جیسے اور کافر) مراد ہیں۔ یہ مفہوم جواب کے مضمون سے اعراض ہے۔

فی عزۃ۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عزت اس حالت کو کہا جاتا ہے جو انسان کو مغلوب ہونے سے مانع ہو کبھی اس سے مدح مطلوب ہوتی ہے جیسے وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کے لیے عزت ہے۔ کیونکہ ان کی عزت دائمی باقی ہے اور یہی حقیقی عزت ہے اور کبھی اس سے مذمت مراد ہوتی ہے۔

بل الذین کفروا فی عزۃ ہیں۔ اس لیے کہ یہ خود کو خواہ مخواہ معزز سمجھتا ہے جو در حقیقت اس کی ذلت ہے کبھی استعارہ حمیت اور عار مذمومہ کے لیے بھی لفظ عزت مستعمل ہوتا ہے جیسے اخذتہ العزۃ بالاثم گناہوں پر اسے عار نے اکسایا اکثر مفسرین نے اس مقام پر دوسرے معنیٰ کو ترجیح دی ہے کیونکہ مذکورہ بالا قول انہوں نے اعتراف بالحق و ایمان کے باوجود بڑائی کی اور سخت عار میں مبتلا تھے۔ میں نے حق کو قبول کرنے سے بوجہ عار اور تکبر کے محروم رہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ والقرآن ذی الذکر۔ میں قرآن کی قسم کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ صرف اور صرف قرآن ہی ذکر کے لیے مخصوص ہے کیونکہ یہ بیمار قلوب کا علاج ہے اور قلب کا سب سے بڑا مرض اللہ تعالیٰ کو بھول جانا ہے چنانچہ فرمایا نسوا اللہ فنسیھم انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بھلا دیا اور نسیان کے بیمار قلوب کا علاج ذکر الٰہی ہے چنانچہ فرمایا فاذکرونی اذکرکم اس لیے کہ طب کا قاعدہ ہے کہ شے کا علاج اس کی ضد سے ہوا کرتا ہے۔

Scanned with CamScanner

دوسری صوفیانہ تقریر:۔ بل الذین الخ میں ارشاد ہے کہ کفار کے قلوب کے مزاج نسیان کی وجہ سے بگڑ گئے ہیں کہ نہ ان میں نرمی ہے نہ سلامتی بلکہ سختی اور قساوت سے پُر ہیں اور تواضع کو چھوڑ کر تکبر میں گرفتار ہیں اور وفاق کا ان میں نام ونشان تک نہیں۔ خلاف کے خوگر ہو گئے ہیں۔ وصال سے نکل کر فرقت میں پہنچ چکے ہیں۔ محبت کو چھوڑ کر عداوت کا دامن پکڑ لیا ہے۔ آیات کے مطالعہ سے روگردانی کر کے لایعنی دلائل اور بے سود شواہد کے درپے ہو گئے ہیں۔

تفسیر عالمانہ:۔ کم۔ مفعول مقدم ہے۔ اھلکنا من قبلھم کا من ابتدا غایت کا اور من قرن کا من تمیزیہ ہے۔ القرن۔ وہ قوم جو ایک زمانہ دوسرے کے مقترن ہوں۔ اَب معنیٰ یہ ہوا کہ ہم نے گذشتہ دور کے بہت سے لوگوں کو اُن کے تکبر اور خلاف کی وجہ سے تباہ وبرباد کیا۔

فنادوا۔ عذاب اور تباہی کے وقت فریادوزاری اور شوروفغان یا توبہ واستغفار کر کے زور زور سے پکارتے تاکہ نازل ہونے والے عذاب سے چھٹکارا پاسکیں یا کوئی ان کی فریادرسی کر سکے۔

ولات حین مناص، نادوا کی ضمیر سے حال ہے یعنی فریادوزاری کرتے نجات کی طلب پر حالانکہ وہ ان کے چھٹکارے کا وقت نہ تھا کیونکہ وہ یاس اور ناامیدی کا وقت ہوتا۔ یعنی وہ بھاگنے کی جگہ کے لیے رجوع کا وقت نہ تھا۔

تحقیق لات:۔ دراصل لا مشبہ بلیس ہے تاکید کے لیے اس پر تائے تانیث بڑھائی گئی ہے۔ ایسے ہی یہ تا رُبَّ پر بھی زائدہ تاکید کے لیے آتی ہے اور لات نفی الاحیان کے لیے مخصوص ہے اور اس کے معمول میں صرف ایک شے آتی ہے یا اسم یا خبر لیکن اکثر اس کا اسم محذوف ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ بعض تفاسیر میں لات بمعنی لیس لغت یمن میں مستعمل ہوتا ہے اور بس۔[1]

قاعدہ:۔ اس پر وقف کرنا زجاج اور ابو علی وکسائی کے نزدیک ہے جیسے قاعدہ وضاربۃ اور ابو عبید علی کے نزدیک کوئی وقف نہیں البتہ اس کے بعد حین کا ہونا ضروری ہے یعنی ان کے نزدیک لا علیحدہ اور سابق کلام سے متعلق ہے اور تا حین پر بڑھائی جائے مثلاً کہا جائے کان ھذا حین کان ذالک کذا۔ یعنی یہ ایسا ہوا تو اس وقت وہ ایسے ہوگا۔

حل لغات:۔ المناص بمعنی المنجا یعنی نجات اور غصہ سے بچ جانا یہ ناصہ ینوصہ سے ہے یہ اُس وقت بولتے

---

[1] الوسیط ۱۲

Scanned with CamScanner

ہیں جب کوئی کسی سے بچ جائے اس معنیٰ پر مناص مصدر ہوگا ایسے ہی کہا جاتا ہے ناص ینوص بمعنی ہرب یعنی بھاگا کبھی تاخر بھی آتا ہے اسی سے ہے ناص عنہ ۔ وہ اس سے اُسی وقت پیچھے ہٹا۔

المفردات میں ہے ناص الی کذا ۔ فلاں نے ایسے ہی پناہ لی ۔ و ناص عنہ بمعنی تنحّی یعنی علیٰحدہ ہوا ینوص نوصًا اس کی گردن ہوگی۔ المناص بمعنی المنجاء ۔

فائدہ: معالم میں ہے کہ کفار مکہ کی عادت تھی کہ جب جنگ میں شکست کا سامنا ہوتا تو کہتے مناص ۔ مناص یعنی بھاگو بھاگو ۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی خبر دی ہے کہ قیامت میں یہ لوگ عذاب کو دیکھ کر کہیں گے مناص الخ لیکن وہاں بھاگنا کیسا اور کہاں۔

وعجبوا ان جاءھم منذر منھم ۔ اور کفار اہل مکہ کو تعجب ہے کہ اُن کے ہاں آیا ہے ایسا ڈرانے والا جو انہیں دوزخ سے ڈراتا ہے وہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو ان کی جنس سے ہیں بلکہ دُنیوی حیثیت اور مالی لحاظ سے انہیں کم نظر آتا ہے ایسا رسول ہونا ان کے نزدیک محال تھا اسی لیے سخت سے سخت تر انکار کر دیا کیونکہ ان کے اعتقاد میں رسول کا ان کی جنس ہونا ناممکن تھا اسی لیے تعجب کی اور کہا کہ

ان محمدًا مساوینا فی الخلقۃ الظاھرۃ والاخلاق الباطنۃ والنسب والشکل والصورۃ[1]

ترجمہ: بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خلقت ظاہرہ اور اخلاق باطنہ اور نسب وشکل میں ہمارے برابر ہیں[2]

تو پھر وہ کیسے ایسے عظیم الشان مرتبہ کے لیے مخصوص ہوئے ان بیوقوفوں کو اس پر خیال بھی نہیں گزرتا تھا کہ اپنے ہاتھوں سے پتھر گھڑ کر ان کی پرستش کر دی۔ یہ تناقض واضح اور روشن ہے۔

ربط: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں چونکہ رسول ہونے کا انہیں یقین نہ تھا اس لیے آپ کی باتوں کو کذب اور معجزات کو جادو کہہ دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کے قول کو حکایۃً فرماتا ہے وقال الکفرون ۔ یہاں ضمیر کے بجائے اسم ظاہر لایا گیا تاکہ ان پر غضب الٰہی کا اظہار ہو اور ثابت ہو جائے کہ ایسے نبی علیہ السلام کی نبوت کے

---

[1] روح البیان ص ۲ جلد ۸ (مطبوعہ استنبول)

[2] یہی بات آج ہمارے دور کے مسلمان کہلوانے والے دیوبندی وہابی کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نفس بشریت میں ہمارے جیسے ہیں صرف فرق نبوت کا ہے (فتاویٰ رشیدیہ) اسمٰعیل دہلوی نے اسی قاعدہ پر تقویۃ الایمان میں لکھا کہ "وہ ہمارے بڑے بھائی ہیں اور ہم چھوٹے کیونکہ وہ بھی بشر ہم بھی بشر وہ نبی ہیں اور ہم نبی نہیں اور بس (ملخصًا)

Scanned with CamScanner

انکار کی جرأت صرف اور صرف بد قسمت کافر ہی کر سکتا ہے یا ازلی بد قسمت فاسق۔ ھٰذا۔ یعنی کافروں نے کہا کہ یہ ڈرانے والا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ساحر معجزات ظاہر کرنے پر جادوگر ہے۔ کذاب۔ خود کو رسول کہلوائے اور اپنے اوپر کتب الٰہیہ کے انزال کے دعویٰ پر بہت بڑا جھوٹا ہے (معاذ اللہ)

سوال:۔ کاذبٌ کے بجائے کذّابٌ لانے کا کیا فائدہ۔

جواب (۱) آیات کے فواصل کی وجہ سے تاکہ عبارت کی فصاحت و بلاغت میں نقص نہ آئے۔

جواب (۲) وہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بول رہے ہیں (معاذ اللہ) اسی لیے کذّاب کہا تاکہ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا دوسروں پر جھوٹ باندھنے کا بہت زیادہ گناہ ہے اسی لیے صیغہ مبالغہ لایا گیا۔

جواب (۳) ان کے گمان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات جھوٹی تھی (معاذ اللہ) اسی بناء پر آپ کی بکثرت جھوٹی باتوں کی وجہ سے آپ کو کذّاب کہا گیا اور ان کا کذّاب کہنا قرآنی آیات کی وجہ سے تھا اور وہ بہ نسبت معجزات کے بکثرت ہیں۔

فائدہ:۔ صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہی جوابات مجھے محسوس ہوئے تو میں نے عرض کر دیئے۔

تفسیر صوفیانہ:۔

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ چونکہ ان کے قلوب کے مزاج نسیان حق سے بگڑے ہوئے تھے اسی لیے انہیں نبوت جادو اور سچا نبی علیہ السلام کذّاب محسوس ہوا۔

فائدہ:۔ حضرت علامہ کاشفی مرحوم نے لکھا کہ غلط فکر کا بیمار وحی کے انوار کی روشنی اور جادو کی تاریکی کے درمیان امتیاز نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اپنی بے بصیرتی کے سبب صدق کے شعاع کے آثار اور ظلمات کذب کا فرق نہیں رکھتا۔ ؎

گشتہ طالع آفتابے ایں چنیں عالم فروز
دیدہ خفاش را یک ذرہ از وے نور نہ

ترجمہ:۔ دیکھو سورج کیسا روشن ہے اور تمام عالم کو روشن کیے ہوئے ہے لیکن چمگادڑ کو ذرہ بھر بھی اس کی روشنی نصیب نہیں۔

از شعاع روز روشن روئے گیتی مستنیر
تیرگی شب ہنوز از دیدۂ وے دور نہ

ترجمہ:۔ دن کی روشنی سے تمام زمانہ نور پا رہا ہے لیکن رات کی تاریکی کو اس سے کوئی حاصل نہیں۔

فائدہ:۔ نبوت و ولایت کا اثبات اہل عنایت و توفیق (مسلمان) کے لیے آسان ہے کیونکہ ان کے قلوب

Scanned with CamScanner

ماسوی اللہ سے روگردان ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہیں بخلاف اہل انکار اور ازلی بدقسمتوں کے کہ ان کے قلوب اللہ تعالیٰ سے روگردان ہیں اسی لیے وہ انبیاء و اولیاء کی صحبت اور ان کے فیوض و برکات سے محروم ہوتے ہیں۔

مسئلہ: حضرت ابو القاسم سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے اس علم باطنی کی تصدیق بھی ولایت صغریٰ سے کم نہیں ہاں ولایت کبریٰ شے دیگر ہے اس کے لیے اور قواعد اور اصول ہیں۔

محبوبان خدا کے دوست و دشمن کی نشانیاں اور علامات

حضرت امام یافعی قدس سرہ نے فرمایا انبیاء و اولیاء کے دوست و دشمن چار قسم ہیں:

(۱) ان کی تصدیق کا وافر حصہ حاصل کرنے والے وہ ہیں جو ان کو جانتے اور ان کے طریقوں کو پہچانتے اور ان کے مشرب اور احوال سے ذوق پاتے ہیں۔

(۲) ان کے متعلق علم تو رکھتے ہیں اور ان کے احوال و مشرب سے بھی باخبر ہیں لیکن ان کے ذوق سے محروم ہیں۔

(۳) ان کی صرف تصدیق کرتے ہیں اور بس نہ انھیں ان کے احوال و مشرب کا علم ہوتا ہے اور نہ اس سے انھیں کچھ نصیب[1]۔

(۴) انھیں کچھ بھی نصیب نہیں ہوتا یعنی نہ تصدیق اور نہ طریقہ نصیب اور اس سے کچھ ذوق[2] حاصل۔ ہم اللہ تعالیٰ سے محرومی سے پناہ مانگتے ہیں اور اس سے توفیق و غفران کا سوال کرتے ہیں۔ یہی وہ بدبخت ہیں جو خاصان خدا پر زبان درازی کرتے اور انھیں جادو کذب اور جنون کی تہمت لگاتے ہیں۔ یہ بیچارے معذور ہیں کہ شئون الٰہی کی کسی شان کے بھی محرم راز نہ ہو سکے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکان برد

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ کسی کا پردہ فاش کرتا ہے تو خاصان خدا پر طعنہ زنی کی طرف اس کا میلان ہو جاتا ہے۔

تفسیر عالمانہ: اجعل الآلھۃ الٰھا واحدا۔ ہمزہ انکار و استبعاد کا ہے اور الھۃ الہ کی جمع ہے حق تو یہ ہے کہ یہ جمع الہ کے لیے نہ آتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا

---

[1] یہ عوام اہل اسلام ہیں ۱۲ اویسی غفرلہٗ

[2] یہی ہیں دشمنان انبیاء و اولیاء (نعوذ باللہ) اویسی غفرلہٗ

Scanned with CamScanner

تو کوئی معبود ہے نہیں لیکن چونکہ کفار مکہ کا اعتقاد تھا کہ یہ معبود ہیں ان کے اعتقاد پر جمع لائی گئی۔

الہٰاً واحداً ۔ جعل کا دوسرا مفعول ہے کیونکہ معنی صیر ہے یعنی اس نے اپنے گمان پر بہت سے معبودان کو ایک معبود بنادیا یہ قول وزعم کے مطابق ہے کیونکہ امور متعددہ کو ایک بنانا ایک محال فعل ہے۔

شانِ نزول : مروی ہے کہ حضرت حمزہ و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اسلام لانے کے بعد رؤسائے قریش جیسے ولید ابوسفیان و ابوجہل و عتبہ و شیبہ و اُمیہ پریشان ہو کر ابوطالب کے پاس آئے (وہ مرض الموت میں تھا) کہا کہ اے عبد المناف (ابوطالب) تو ہمارا سردار اور بزرگ تر ہے تو ہی ہمارا اور برادرزادہ کا فیصلہ فرما اس لیے کہ ہمارے بیوقوفوں کو فریب دے کر اپنی طرف ورغلاتا ہے جدید دین اور نیا آئین لایا ہے ہمارے مجمعے میں پتھر مار کر سب کو متفرق کر دیا۔ اب تو اس نہج تک پہنچ گیا ہے کہ اس کی آگ لگائی ہوئی کو بجھانا مشکل ہو گیا ہے۔ ابوطالب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلا کر کہا کہ آپ کی قوم میرے پاس آئی ہے یہ کیا کہتے ہیں۔ ان کلمات کو اس پر غور فرمایئے۔ آپ نے فرمایا اے قریشیو! تم کیا چاہتے ہو اُنہوں نے کہا کہ آپ ہمارے دین کے خلاف باتیں نہ کریں اور نہ ہی ہمارے بتوں کو گالی دیں تم یہ دونوں کام چھوڑ دو ہم تجھے اور تمہارے تابعداروں کو کچھ نہ کہیں گے۔ آپ نے فرمایا میرا ایک کلمہ ہے تم اس سے اتفاق کر لو پھر دیکھو تم عرب و عجم کے مالک بن جاؤ گے۔ اُنہوں نے کہا وہ کونسا کلمہ ہے آپ نے فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ رؤسائے قریش یہ کلمہ سنتے ہی بگڑ گئے اور کہا کیا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خیال پر بہت سے خداؤں کو ایک خدا بنا دیا کہ ان سے الوہیت کی بالکل نفی فرما کر ایک معبود پر حصر کر دی لیکن وہ نہ سمجھے کہ خود اُنہوں نے ایک معبود کے بجائے بہت سے خدا بنا دیئے تھے۔

ان ھذا ۔ بیشک ایک معبود کا ہونا **لشئ عجاب** ۔ عجیب شے ہے۔

حل لغات : عجاب بمعنی عجیب یعنی وہ شے جس سے تعجب لاحق ہو۔ عجیب کا بھی یہی معنیٰ ہوتا ہے لیکن عجیب عجاب سے بلیغ تر ہے ایسے ہی عجاب (بالتشدید) عجاب (بالتخفیف) زیادہ بلیغ ہے ایسے ہی کبار (بالتخفیف) کبار (بالتشدید) کا حال ہے۔ قرآن مجید میں ہے **ومکروا مکراً کباراً** ۔ ایسے ہی طویل وطوال کو سمجھئے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ یہ عجیب بات ہے کہ جس بات پر ہمارے آباؤ اجداد کا اتفاق تھا یہ اس کے خلاف ہے۔

اعجوبہ : کفار مکہ کہتے کہ ہمارے تین سو ساٹھ خدا ہیں وہ صرف مکہ کے لوگوں کے کاروبار پر پورے

Scanned with CamScanner

نہیں اُترتے پھر ایک خدا (جیسا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کہتے ہیں۔ تمام عالم کا کاروبار کس طرح پورا کر سکے گا۔

انتباہ:۔ چونکہ کفار و مشرکین اہل نظر و بصیرت نہ تھے بلکہ محسوسات کو اپنے اوہام کے تابع کرنا چاہتے تھے اسی لیے غائب کو موجود پر قیاس کر رہے تھے وہ سمجھتے تھے کہ اتنا بہت بڑے عالم کے لیے بہت سے کارساز (خدا) لازم ہیں چونکہ وہ بے عقل تھے اسی لیے نہ وہ الٰہ کا معنٰی سمجھے اور نہ اٰلِہَۃ کا مفہوم جان سکے۔ ورنہ اتنا طویل داستان نہ بڑھاتے۔

اُلوہیت کا معنٰی:۔ الوہیت بمعنی پیدا کرنے کی قدرت رکھنا اگر ایسی قدرت بہت سے قدرت والوں کے لیے مان لی جائے تو ان کے مابین جواز و تمانع لازم آئے گا اور یہ بہت سے معبودوں کے کمال کو مانع ہے اور ان میں کسی ایک کا کمال مان لیا جائے اور باقیوں کو ناقص تو پھر وہ معبود کیسے اسی لیے ہم کہتے ہیں جو صاحب کمال ہے وہی معبود برحق ہے اور باقی نہ کچھ ہیں اور نہ ہی انھیں معبود سمجھا جائے۔ وانطلق الملأُ منھم۔

حل لغات:۔ اِنطِلَاقٌ بمعنی ذہاب (جانا) الملأُ۔ برگزیدہ لوگ، صرف مطلق جماعت۔ اور برگزیدہ لوگوں کو بھی ملأ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے وجود سے اہل مجلس کی آنکھیں ہیبت سے مرعوب ہوتی ہیں اور قلوب پر ان کی عظمت چھا جاتی ہے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آئے ہوئے پچیس کفار قریش کو مسکت جواب سے نوازا اور انہوں نے دیکھا کہ آپ اپنے دین پر مضبوط اور راسخ القدم ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ کا دین تمام ادیان پر غلبہ پا جائے گا تو پھر جس کے لیے ابوطالب کو وسیلہ بنا کر اپنا مقصد پورا کرنا چاہتے تھے اس سے بالکل مایوس اور نا اُمید ہو گئے۔

ان۔ اس مقولہ کا مفسر ہے جو انطلاق سے سمجھا جاتا ہے کیونکہ گفتگو کی مجلس سے چلا جانا قول کو مستلزم ہے۔ اَب معنٰی یہ ہُوا کہ اہل مکہ کے اشراف یہ کہتے ہوئے چلے یعنی ایک دوسرے کو نصیحت کے طور پر کہتے تھے۔ اِمشُوا۔ اپنے طریقہ پر چلو اور اسی پر ڈٹ جاؤ ایسے آدمی سے ہر قسم کی گفتگو بے سود ہے۔

فائدہ:۔ المہدوی سے منقول ہے کہ اس کا قائل عقبہ بن ابی معیط ہے۔ واصبروا علٰی اٰلِھَتِکُم اور اپنے بتوں پر صبر کرو یعنی ان کی پرستش پر ثابت قدم رہو۔

سبق:۔ غور کیجئے ان باطل پرستوں نے ایک دوسرے کو اپنے دین باطل پر کس طرح استقامت کا سبق

Scanned with CamScanner

دیا تو اہلِ حق بلکہ طالبِ صادق اور عاشقِ کامل تو ایسی استقامت کا زیادہ مستحق ہے کہ وہ اپنے محبوب و مطلوب کی تلاش میں زیادہ مضبوطی دکھائے۔

ان ھذا - امر بالصبر اور اس پر عمل درآمد کی تعلیل ہے یعنی یہ جو ہم نے محمد (عربی صلی اللہ علیہ وسلم) سے دیکھا کر وہ توحید اور نفی معبودان کثیرہ پہ ڈٹے ہوئے ہیں۔ **لشئ یراد** - ایسا امر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہو کر رہے گا کیونکہ وہ اس کا عزم بالجزم رکھتے ہیں اس سے انہیں کوئی ہٹا سکتا ہے نہ وہ ہٹنے کے ہیں اور نہ وہ صرف لسانی زبانی بات کرنے والے ہیں یا یہ معنیٰ ہے کہ نہ وہ ایسے ہیں کہ کسی کی سفارش سے متاثر ہو کر اپنے ارادہ سے رُک جائیں۔ بلکہ ان کی کارروائی سے ہر طرح کی اُمید ختم کر دو اور نہ ہی ابو طالب یا کسی اور دوسرے کو سفارشی بنا کر مقصد براری کی اُمید رکھو بلکہ اب تو یہ عزم کرو کہ اپنے بتوں کی پرستش نہیں چھوڑنی بس اسی پر ڈٹ جاؤ اور جو وہ اُن کے متعلق مذمت کرتا ہے سُن کر حوصلہ کرو اور صبر سے کام لو یہ تقریر مولانا ابو السعود کی ہے جو انہوں نے الارشاد (تفسیر) میں بیان فرمائی اور حضرت مفتی سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرے دل میں آتا ہے کہ اس کا معنیٰ یوں ہے کہ کافروں نے کہا کہ تمہارا دین ایسی اعلیٰ شے ہے کہ یہ حق رکھتا ہے کہ اس پر مضبوطی دکھائی جائے اس معنیٰ پر امرِ سابق کی تعلیل اور اس پر ڈٹ جانے کی ترغیب ہو گی۔

بعض نے فرمایا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ محمد (عربی صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کوئی ایسی شے ہے کہ ہمارے لیے

فائدہ - قضا و قدر نے مقدر کی ہے اس کے ہو کر رہنا ہے اس کے وقوع کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

صاحب رُوح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقریر

فقیر (اس کی اللہ تعالیٰ فیض کثیر سے مدد فرمائے) کہتا ہے ممکن ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہو کہ تمہارے اپنے دین پر ڈٹ جانا اور بتوں کی پرستش پر لگا رہنا (کہ یہی تمہارا قدیمی دین ہے) تمہاری مراد ہونی چاہیئے کیونکہ یہ خود اتنی بڑی طاقت ہے کہ محمد (عربی صلی اللہ علیہ وسلم) کی قوت و طاقت کو مٹا کر رکھ دے گی جیسا کہ اُنہوں نے دوسرے مقام پہ یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا قول حکایۃً فرمایا کہ **نتربص به ریب المنون** - ہم اس پر حوادث کا انتظار کر رہے ہیں یہ اس قرینہ کے موافق ہے جو تفسیر ارشاد کی تقریر بالا میں بیان ہو چکا یا اس کا معنیٰ یہ ہو چکا کہ (حضرت) محمد (عربی صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ ابھی سے نیست و نابود کر دینا آسان ہے یہی تمہاری مراد ہونی چاہیئے ورنہ جس وقت ان کی قدر و منزلت بڑھ گئی اور ان کا دین چار سو پھیل گیا پھر مشکل ہو جائے گا۔ کسی نے کیا خوب کہا:

ع
علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد

ترجمہ: واقعہ کا علاج وقوع سے پہلے کرنا چاہیئے۔

Scanned with CamScanner

ہماری تقریر کی تائید ان کی مجلس شوریٰ کا انعقاد بھی ہے کہ اس کے بعد حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم کرنے کی سو تدبیریں بنائیں لیکن ناکام رہے کیونکہ

ع وہ شمع کیوں نہ بجھے جس کی حفاظت خدا کرے

ما سمعنا بھٰذا۔ ہم نے توحید کی باتیں نہیں سنیں۔

فی الملۃ الاٰخرۃ۔ ظرف لغو ما سمعنا کے متعلق ہے یعنی اس ملت میں جو ہمیں آباؤ اجداد سے وراثت میں ملی ہے یعنی ملت قریش اور ان کا وہ دین جس پر وہ تھے کیونکہ یہ ان ادیان و ملل سے علیحدہ دین ہے جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ یہ جاہل اپنے آباؤ اجداد کی جاہلانہ تقلید میں بوجہ گمراہی کے بہت سخت گرفتار تھے کہ طریق حق کی طرف جانے کو الٹا گمراہی سمجھتے تھے ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو می روی بترکستانست

ترجمہ: اے بدوی جس راہ پر تو چل رہا ہے مجھے خطرہ ہے کہ تو کعبہ تک نہیں پہنچ سکے گا اس لیے کہ جس راہ پر تو چل رہا ہے یہ تو ترکستان کو جائے گا۔

فائدہ: ملت اور دین ایک شے ہے یعنی وہ عبادت کا راستہ جسے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ انبیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام کو انسانوں کے لیے مقرر فرمایا تاکہ اس کے بندے اس پر چل کر ثواب و جوار الٰہی سے بہرہ مند ہوں اور کافروں کا دین و ملت کہنا (حالانکہ اللہ تعالیٰ کا راستہ نہیں بلکہ مشرکین کی منگھڑت راہ ہے) مجاز ہے جو معمولی سی تشبیہہ سے ان کے راستہ کو بھی دین و ملت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ان ھٰذا۔ ان نافیہ بمعنی ما ہے۔ الاختلاق۔

اختلاق بمعنی از خود جھوٹ بولنا یعنی وہ کذب جو بندہ اپنی طرف سے گھڑ کر بنائے۔

حل لغات:۔ المفردات میں ہے کہ جس وقت کلام کا وصف اس کلمے پر ہو تو اس سے کذب مراد ہوگا اسی لیے بہت سے فضلاء۔ علماء نے اس پر خلق کے اطلاق سے منع فرمایا۔ اسی محاورہ پر اختلاق ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ یہ قرآن نہیں مگر منگھڑت جھوٹ۔

ءُاُنزل علیہ الذکر من بیننا۔ کیا ہماری موجودگی میں ہی اس پر قرآن اترا ہے حالانکہ ہم ہی مکہ کے سردار و اشراف ہیں اور سن میں بھی اس سے بڑے اور مال و دولت بھی ہمارا زیادہ ہے اور نوکر و چاکر اور یار دوست ہمارے بہت ہیں ہر بڑا منصب ہم میں ہے تو پھر ہم ہی اس عہدہ کے لائق ہیں۔

Scanned with CamScanner

ان کا اس سے صرف قرآن کا ذکر اور منزل من اللہ ہونے کا انکار مطلوب تھا۔ اور بس۔ ایسی غلط باتیں دلیل ہے کہ وہ حسد سے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کرتے تھے کہ آپ کو شرفِ نبوت سے کیوں نوازا گیا اور وہ اس منصب سے کیوں محروم رہے انہوں نے اسے دنیوی منصب سمجھ کر دنیوی حیثیت سے کمی بیشی پر استحقاق کا غلط قیاس کیا حالانکہ یہ منصب خارجی دنیوی کمالات پر نہیں[۱] بلکہ فضائل نفسانیہ حقانیہ کی بدولت نصیب ہوتا ہے ایسے ہی ان کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا سمجھ کر اپنے اوپر قیاس کرنا یہ قیاس ان کا اس کے لیے فاسد اور باطل ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

روح الارواح واصل الخلیقۃ فانی یکون مثلھم واما الصورۃ الانسانیۃ فمیراث عام لا تفاوت فیھا بین شخص وشخص نعم وجہ علیہ السلام کان یلوح منہ انوار الجمال بحیث لم یوجد مثلہ فیما بین الرجال[۲]

ترجمہ: روح الارواح اور تمام مخلوق کی اصل ہیں پھر آپ کیسے ان کے ہم مثل ہیں ہاں صورۃ انسانی عام میراث ہے کسی ایک کو دوسرے میں فرق نہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ ہیں کہ آپ سے تمام انوار چمکے اور آپ کا وہ جمال اقدس ہے کہ لوگوں (عام انسانوں) میں آپ جیسا کہاں۔

؎ اے حسن سعادت ز جبین تو ہویدا
این حسن چہ حسنست تقدس و تعالیٰ

ترجمہ: حسن سعادت آپ کے چہرہ سے ظاہر ہے سبحان اللہ یہ کیسا حسن ہے مقدس ہے اور بلند ہے۔

تفسیر صوفیانہ: اس میں ہمارے زمانہ کے علماء و زہاد کے حال کی طرف اشارہ ہے کہ جب وہ علمائے ربانیین اور اربابِ حقائق کو دیکھتے ہیں کہ وہ ایسے حقائق و معارف کی خبر دیتے ہیں کہ جنہیں وہ نہیں سمجھ سکتے اور وہ دقائق لطیفہ کا پتہ دیتے ہیں جن کا انہیں ذوق نصیب نہیں تو ان کے نفوس متمردہ ان کی تکذیب پر ابھارتے ہیں جس سے وہ ان کے انفاس کو غنیمت سمجھنے اور ان

---

[۱] اس سے مراد قادیانی دجال کا رد ہے کہ اس نے نبوت کو کسبی مرتبہ سمجھ رکھا تھا۔

[۲] جیسے وہابی نجدی دیوبندی اور ان کا ہمنوا فرقہ سمجھتا ہے ؎

کافراں دیدند احمد را بشر
این نمی دانند کان شق القمر

۱۲ اویسی غفرلہٗ

[۳] روح البیان ج۸ص۴ مطبوع استنبول۔

انوار سے روشنی حاصل کرنے کے بجائے انکار کر بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری موجودگی میں ان کو ایسے انکشافات کیسے حاصل ہو سکتے ہیں اس سے وہ شک و شبہ میں پڑ جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

تفسیر عالمانہ: **بل ھم فی شک من ذکری.** بلکہ وہ میرے ذکر کے بارے میں شک میں ہیں۔ ذکر سے قرآن یا وحی مراد ہے۔ ان کے شک کرنے سے تقلید آبائی کی طرف میلان مراد ہے کہ ان دلائل سے روگردانی کرتے ہیں اور اس کی حقانیت کے معلوم کرنے سے جاہل ہیں۔ ان کا کسی عقیدے پر جزم نہیں بلکہ وہ اوہام میں مبتلا ہیں کبھی قرآن مجید کو سحر کہتے ہیں اور کبھی اختلاق (من گھڑت) سے تعبیر کرتے ہیں۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ قرآن مجید قدیم ہے کیونکہ اسے ذکر سے تعبیر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی طرف مضاف فرمایا اور ظاہر ہے کہ ایسا ذکر قدیم ہونا چاہیئے کیونکہ محدث (نو پیدا) وہ ہوتا ہے جس پر نسیان طاری ہو اور وہ ایسے عیب و نقص سے منزہ و مقدس ہے۔

بل لما یذوقوا عذاب. لمّا کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ ان کا عذاب کا چکھنا واقع ہونے والا ہے کیونکہ یہ لفظ توقع کے لیے آتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ بلکہ انہوں نے ابھی میرا عذاب نہیں چکھا جب چکھیں گے تو پھر انہیں حقیقت حال کا پتہ چلے گا۔

فائدہ: اس میں کافروں کو تہدید ہے کہ عنقریب میرا عذاب چکھیں گے تو وہ انہیں ذکر (قرآن) کی تصدیق پر مجبور کر دے گا لیکن اس وقت ان کی تصدیق انھیں کوئی فائدہ نہ دے گی۔

تفسیر صوفیانہ: اس میں اشارہ ہے کہ وہ طرد و بعد کے دریا اور قطعیت میں غرق ہیں لیکن وہ عذاب کے ذوق سے بے خبر ہیں اس لیے کہ انھیں غلبۂ حواس نے اس نہج تک پہنچا دیا ہے کہ وہ اس وقت سمجھیں گے جب پوشیدہ امور منظر عام پر آجائیں گے اور پوشیدہ امور صورتوں پر اور دل کی بصیرت آنکھ کی بصارت پر غلبہ پا جائے گی پھر کہا جائے گا کہ اب عذاب چکھو کہ تم عذاب میں مبتلا ہو حالانکہ تم سمجھتے تھے کہ ہم عذاب ہرگز نہ چکھیں گے۔ خلاصہ یہ کہ اگر وہ میرا عذاب چکھ لیتے اور اس کا درد محسوس کرتے تو پھر انکار کی جرات نہ کرتے اسی پر حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی،

"لوگ نیند میں ہیں جب مریں گے تو جاگیں گے۔"

دلالت کرتا ہے ؎

شوز عذاب گران جان بیدار
تا جمالش عیان بین اے یار

ترجمہ۔ عذاب گراں سے جان کو بیدار کر۔ پھر اے دوست محبوب کا جمال کھلم کھلا دیکھ۔

تفسیر عالمانہ:۔ ام عندھم خزائن رحمۃ ربك العزیز الوھاب. کیا ان کے ہاں تیرے رب عزیز وہاب کی رحمت کے خزانے ہیں۔

ام منقطعہ بمعنی بل اور ہمزہ انکار کا ہے۔

حل لغات:۔ الخزائن. خزانۃ (بالکسر) بمعنی مخزن کی جمع ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ کیا ان کے پاس اللہ کی رحمت کے خزانے ہیں کہ جیسے چاہیں تصرف کریں اور جس پر چاہیں ظلم و تشدد کا نشانہ بنائیں اور جس سے چاہیں مال و دولت چھین لیں اور جو جی میں آئے فیصلہ کریں اسی قاعدہ پر اپنے لیڈروں کے لیے جس کو چاہیں نبوت کا حقدار بنائیں۔

مسئلہ:۔ نبوت عطیۂ ایزدی ہے اپنے بندوں میں اپنے فضل و کرم سے جسے چاہے نوازے اسے کوئی روکنے والا نہیں کیونکہ وہ عزیز یعنی ایسا غالب ہے کہ اس پر کسی کا کوئی غلبہ نہیں۔ اور با اختیار عطا کنندہ ہے وہ جسے جو چاہے عطا فرمائے۔ ؎

چوں ز حال مستحقاں آگہی
ہر چہ خواہی ہر کرا خواہی دہی

ترجمہ:۔ جب تو ہر مستحق کے حال سے باخبر ہے جسے جتنا تو چاہے عطا فرما دے۔

دیگراں را ایں تصرف کے رواست
اختیار ایں تصرفہا تراست

ترجمہ:۔ دوسروں کو تصرف کب روا ہے ایسے تصرفات کا اختیار صرف تجھے ہے۔

ام لھم ملك السموات والارض وما بینھما. اس میں ترشیح یعنی ماسبق کی تربیت ہے یعنی کیا ان عوالم علویہ و سفلیہ کی ملکیت ان کے ہاتھ میں ہے کہ وہ امور ربانیہ میں گفتگو کریں اور ان تدابیر الٰہیہ میں فیصلے کریں جو رب العزۃ اور ذات کبریا کے لیے مخصوص ہیں۔

فلیرتقوا فی الاسباب:۔ تو انہیں چاہیے کہ رسیوں پر چڑھیں۔ یہ شرط محذوف کا جواب ہے۔

حل لغات:۔ ارتقاء بمعنی اوپر کو چڑھنا۔ امام راغب نے فرمایا کہ السبب بمعنی وہ کمند کہ جس سے کھجور پر چڑھا جاتا ہے اس میں آیت ام لھم سلم یستمعون کی طرف اشارہ ہے یعنی کیا ان کے پاس سیڑھی ہے کہ جس پر چڑھ کر آسمان کی باتیں سنتے ہیں اور وہ شے کہ جس سے دوسری شے تک پہنچا جا سکے اسے سبب کہا جاتا ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ اگر ان کے پاس ایسا ملک ہے تو انہیں چاہیے کہ ایسی سیڑھیوں اور راستوں کے ذریعے عرش تک پہنچ کر اس پر بیٹھیں اور عالم کے امور کی تدبیریں کریں اور جس کی طرف چاہیں وحی بھیجیں۔ اس میں کافروں کو آخری چیلنج ہے کہ وہ بیشک اپنی قوت کا مظاہرہ کریں اور

کھل کر جس طرح چاہیں مقابلہ کریں۔

جند ما ھنالك مھزوم من الاحزاب۔ وہاں لشکروں میں سے شکست خوردہ لشکر ہے۔

حل لغات: الجند۔ ہر وہ جماعت جو جنگ کے لیے تیار ہو اور ما زائدہ تقلیل و تحقیر کے لیے ہے جیسے کہا جاتا ہے اکلت شیئا ما۔ میں نے ایک معمولی اور نہایت تھوڑی سی شے کھائی ہے۔

ھنالك تین کلمات سے مرکب ہے:

(۱) ھنا اس میں مکان قریب کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

(۲) لام تاکید۔

(۳) کاف خطاب اور یہ لام کی طرح مکسور ہے جس میں مشارٌ الیہ کے بُعد پر دلالت ہوتی ہے۔

الھزام بمعنی الکسر اہل عرب ھزام لعدو وکسرھم۔ فلاں نے دشمن کو شکست دی اور اس کا نعرہ توڑا۔ اس کا اسم الھزیمۃ آتا ہے اور ہزمہ ہیزمہ۔ فانھزم بمعنی اسے ایسا مروڑا کہ وہ گڑھے میں جا پڑا۔[1]

الحزب۔ وہ جماعت جس میں مضبوطی ہوتی ہے۔[2]

فائدہ: ابن الشیخ نے فرمایا کہ جُندٌ مبتدا محذوف کی خبر اور من الاحزاب اس کی خبر ہے بمعنی جملۃ الاحزاب اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے جتھہ بازی کر کے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی پھر مقہور اور تباہ و برباد ہو گئے۔

مھزوم۔ مقدر مبتدا کی دوسری خبر یا جند کی صفت ہے اور ھنالک مھزوم کی ظرف ہے یا جند کی دوسری صفت ہے اس سے وہ جگہ مراد ہے جہاں کافروں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گفتگو کی اور مذکورہ بالا کلمات بکے یعنی مکہ معظمہ میں یعنی عنقریب وقت آرہا ہے کہ یہ لوگ اسی جگہ پر ہی شکست خوردہ ہوں گے کہ جہاں سے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جان سے مارنے کی تدبیریں بنا رہے ہیں:

ھو اخبار بالغیب لانھم انھزموا فی موضع تکلموا فیہ بھذہ الکلمات۔[3]

ترجمہ: یہ غیبی خبر دینا ہے کیونکہ انہوں نے یہاں شکست کھائی جہاں یہ کلمات کہے تھے۔

---

[1] قاموس ۱۲۔ [2] المفردات۔

[3] روح البیان صہ ج ۸۔

Scanned with CamScanner

تفسیر کی دوسری تقریر: بعض مفسرین نے فرمایا کہ ھنالک میں ان کی اس حیثیت کی طرف اشارہ ہے کہ جسے انہوں نے بہت اونچا سمجھ رکھا تھا کہ بجائے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو ماننے کے اپنے آپ کو اس منصب عالی کا حقدار ثابت کرنا چاہا۔ یہ اس طرح ہے جیسے کوئی نا اہل اپنے آپ کو اونچا سمجھ کر لایعنی دعویٰ کر بیٹھے تو اسے کہا جاتا لست ھنالک تو ایسے بلند مرتبہ کا اہل نہیں۔ دراصل بات یہ ہوئی کہ ان کی غلط و فاسد خواہش اور بے فائدہ حسد نے انھیں ابھارا کہ وہ یوں کہیں کہ ہماری موجودگی میں ایسے غریب و مسکین (معاذ اللہ) پر قرآن نازل ہو گیا۔ یہ اپنے آپ کو بلند قدر سمجھنے پر اتنا بڑا کلمہ بک بیٹھے کیونکہ اس بکواس سے مالک الملک والملکوت پر اعتراض کرنے کی بو آتی ہے اور کس بد بخت کو اس ذات عالی پر اعتراض کی جرأت ہو سکتی ہے اور نہ ہی کسی کو لائق ہے کہ اعتراض کرے اور اپنے آپ کو اس کے آگے اونچا ظاہر کرے اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم عنقریب دیکھ لینا کہ یہی تیرے دشمن سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مکذبین کی طرح شکست کھاتے ہوئے تباہ و برباد ہو گئے فلہذا آپ ان کی باتوں کی پرواہ نہ کیجئے اور نہ ہی کسی قسم کا غم کھائیے۔ ان کو بکواس بکنے دو۔

فائدہ: اس میں کفار اور ان کے بتوں کے عجز کی طرف اشارہ ہے کہ ان کے پاس نہ کوئی دلیل ہے اور نہ ہی ان کے معبودوں کو نفع و نقصان دینے کی کوئی طاقت ہے یعنی نہ کسی سے کوئی دکھ ٹال سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے سے کسی قسم کی تکلیف دور کرنے کی قوت رکھتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: (صاحب روح البیان) نے اپنے شیخ سے خود سنا آپ نے فرمایا کہ کفار کو پتھروں کا سہارا ہوتا ہے کیا نہیں دیکھتے کہ وہ اپنے لیے کیسے مضبوط قلعے اور حصار تیار کرتے ہیں اور اہل ایمان کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سہارا ہوتا ہے کیا نہیں دیکھتے کہ یہ لوگ سوائے توکل کے کسی قسم کے قلعے اور حصار نہیں بناتے اور بفضلہ تعالیٰ ان کو یہی توکل خوب فائدہ پہنچاتا ہے چنانچہ حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو اس میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ: کذبت قبلھم۔ اے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری قوم قریش سے پہلے بھی تکذیب کی۔

قوم نوح۔ قوم نوح نے جبکہ انہوں نے قوم کو ساڑھے نو سو سال اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی۔ وعاد۔ اور عاد یعنی قوم ہود علیہ السلام۔ وفرعون۔ اور فرعون نے ذوالاوتاد۔ وتد

"محرکہ وبکسر التاء" کی جمع ہے وہ شے جو زمین یا دیوار میں گاڑی جائے لکڑی ہو یا کوئی شے اور جیسے میخ وغیرہ یعنی وہ ملک ثابت والا تھا اس لیے کہ چار سو سال بلا نزاع اعداء شاہی کرتا رہا۔ دراصل وتد وہ شے ہے جو خیمہ کو محفوظ رکھے بایں طور کہ خیمہ کی طنابیں ان میخوں سے باندھی جائیں جو زمین میں گاڑی ہیں کیونکہ جب خیمہ کی طنابیں انہی میخوں سے باندھی جائیں تو خیمہ محفوظ ہو جاتا ہے کہ نہ اسے ہوا گرا سکتی ہے نہ کسی دوسری شے کا اس پر اثر ہو سکتا ہے پھر ملک کی مضبوطی کے لیے بطور استعارہ مستعمل ہوتی ہے کہ اب وہ ہر طرح کی خرابیوں اور شورشوں سے محفوظ ہو گیا۔

تقریر اوّل :- فرعون کے ملک کو طنابوں سے محفوظ کردہ گھر سے تشبیہ دی گئی ہے یہ استعارہ بالکنایہ ہے پھر مشبہ کے لوازمات ثابت کئے گئے ہیں یعنی اس کا میخوں سے محفوظ ہو جانا یہ تخییل ہے اس استعارہ کی تخصیص اس لیے ہے کہ اس وقت عرب میں اکثر گھروں میں ایسے خیمے تھے جو میخوں سے محفوظ کیے جاتے تھے۔

تقریر ثانی :- یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی فوج کی کثرت مراد ہو وہ اس لیے کہ وہ ملک اور اس کے شہروں کو محفوظ رکھتی ہے اور میخ کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ملک کو عمارت اور خیمہ کی طرح مضبوط کر دیتی ہے۔ اس تقریر پر اوتاد استعارہ تصریحیہ ہو گا۔

حدیث شریف :- مومن اپنے بھائی مسلم کے لیے عمارت کی طرح ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایک دوسرے کو مضبوط و محفوظ رکھتے ہیں یعنی ان کا دین و دنیا ایک دوسرے کی مدد سے مضبوط رہتے ہیں جیسے عمارت کا بعض حصہ دوسرے کے ساتھ مل کر عمارت کو مضبوط کرتا ہے۔

فائدہ :- فرعون کے لشکر کی کثرت کی اتنی دلیل کافی ہے کہ اس نے بنی اسرائیل کے لیے کہا ان هٰؤلاء لشرذمة قليلون۔ یہ تو مٹھی بھر ہیں حالانکہ تاریخ بتاتی ہے کہ وہ بچوں، بوڑھوں کے سوا چھ لاکھ جنگی بہادر نفوس تھے۔

تیسری تقریر :- یہ بھی جائز ہے کہ یہاں میخیں حقیقۃً مراد ہوں اس لیے کہ مروی ہے کہ فرعون کے پاس مجرموں کو سزا دینے کے لیے لوہے کی میخیں تھیں جب وہ کسی پر ناراض ہوتا تو اسے چار میخوں سے ہاتھ پاؤں کو جکڑ کر دیوار پر لٹکا دیتا یہاں تک کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتا یا چاروں میخوں سے ہاتھ پاؤں کو جکڑ کر زمین پر الٹا کھڑا کر دیتا اس طرح سے وہ مجرم بڑے عذاب میں مبتلا ہو کر مرتا۔

صاحب روح البیان کی تحقیق :- فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ یہ

Scanned with CamScanner

روایت زیادہ موزوں ہے اس کی بی بی آسیہ رضی اللہ عنہا (فرعون کی گھروالی) کے قصہ سے تائید ہوتی ہے جس کی تفصیل سورۂ تحریم میں آئے گی کہ جب بی بی آسیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی تو فرعون نے بی بی آسیہ کے ہاتھ پاؤں پر میخیں گاڑ دیں۔

وثمود۔ اور ثمود نے قوم صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ صالح علیہ السلام کی قوم آپ پر ایمان لائی جب آپ کا وصال ہو گیا تو لوگ دینِ حق سے پھر گئے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر کے انہیں اپنی قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ آپ نے انہیں فرمایا میں صالح علیہ السلام تمہارا نبی ہوں قوم نے انکار کیا تو آپ معجزہ کے طور پر اونٹنی لائے تب بھی قوم نے تکذیب کی اور اونٹنی کو بھی قتل کر دیا۔ ان کی اس گستاخی پر اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ و برباد کر ڈالا۔

فائدہ:۔ حضرت کاشفی مرحوم نے فرمایا کہ صالح علیہ السلام کی قوم کے بعض افراد آپ پر ایمان لائے اور بعض نے تکذیب کی اور اونٹنی کو بھی ذبح کر دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔

وقوم لوط:۔ اور لوط علیہ السلام کی قوم نے تکذیب کی۔ حضرت مجاہد نے فرمایا کہ وہ چار لاکھ گھر تھے اور ہر گھر میں دس آدمی تھے۔

فائدہ:۔ حضرت عطار نے فرمایا کہ قیامت میں ہر نبی علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ اٹھے گا سوائے حضرت لوط علیہ السلام کے کہ وہ اکیلے اٹھیں گے[۱]۔

واصحٰب الایکۃ:۔ اور جھاڑی والے یہ شعیب علیہ السلام کی قوم تھی انہیں اصحاب الایکہ یعنی جنگلی (جھاڑیوں والے) کہا جاتا ہے۔

فائدہ:۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک گھنے درخت کو کہا جاتا ہے اس کی طرف اس لیے منسوب ہیں کہ وہ جہاں مقیم تھے ایسے درخت بکثرت تھے۔ بعض نے کہا کہ ان کے شہر کا نام ہے[۲]۔

اُولٰئک الاحزاب۔ مذکورہ بالا قوموں سے بدل ہے یعنی یہی لوگ تھے جو انبیاء علیہم السلام کے خلاف تھے لیکن شکست کھا کر بری طرح تباہ و برباد ہوئے تو قریش مکہ اگر اے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی مخالفت کرتے ہیں تو یہ بھی عذاب میں مبتلا ہو کر تباہ و برباد ہوں گے۔

ان کل کذب الرسل۔ یہ جملہ مستانفہ ہے بعد والوں کے لیے تہدید ہے یعنی ان گروہوں کی ہر جماعت اور ہر حزب نے اپنے رسل کرام کی تکذیب کی یہاں جمع کو جمع کے مقابلہ میں لایا گیا ہے تاکہ انقسام الاحاد علی الاحاد

(بقیہ بر صفحہ ۳۱۴)

---

[۱]. کشف الاسرار ۱۲

[۲]. المفردات ۱۲

وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ○
وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ○ اِصْبِرْ عَلٰى
مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ○
اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ○ وَالطَّيْرَ
مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ○ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ
وَفَصْلَ الْخِطَابِ ○ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا
الْمِحْرَابَ ○ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ
خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ
وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ○ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ قف لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ
نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ قف فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ○
قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ
الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا
وَّاَنَابَ ۩ السجدۃ ○ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ○
يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ
بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ
يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا
يَوْمَ الْحِسَابِ ○

ترجمہ: اور یہ راہ نہیں دیکھتے مگر ایک چیخ کی جسے کوئی پھیر نہیں سکتا اور بولے اے ہمارے رب ہمارا

Scanned with CamScanner

حصہ ہمیں جلد دے دے حساب کے دن سے پہلے۔ تم ان کی باتوں پر صبر کرو اور ہمارے بندے داؤد نعمتوں والے کو یاد کرو۔ بیشک وہ بڑا رجوع کرنے والا ہے۔ بیشک ہم نے اُس کے ساتھ پہاڑ مسخر فرما دیئے کہ تسبیح کرتے شام کو اور سورج چمکتے اور پرندے جمع کیے ہوئے سب اس کے فرمانبردار تھے اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا اور اسے حکمت اور قول فیصل دیا اور کیا تمہیں اس دعوے والوں کی بھی خبر آئی۔ جب وہ دیوار کود کر داؤد کی مسجد میں آئے۔ جب وہ داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گیا۔ اُنہوں نے عرض کی ڈریئے نہیں ہم دو فریق ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ تو ہم میں سچا فیصلہ فرما دیجئے اور خلافِ حق نہ کیجئے اور ہمیں سیدھی راہ بتائیے۔ بیشک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دُنبی۔ اَب یہ کہتا ہے وہ بھی مجھے حوالے کر دے اور بات میں مجھ پر زور ڈالتا ہے داؤد نے فرمایا بیشک یہ تجھ پر زیادتی کرتا ہے کہ تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کو مانگتا ہے اور بیشک اکثر ساجھے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور وہ بہت تھوڑے ہیں۔ اَب داؤد سمجھا کہ ہم نے یہ اس کی جانچ کی تھی تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع لایا تو ہم نے اسے معاف فرمایا اور بیشک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے۔ اے داؤد بیشک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کر اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔ بیشک وہ جو اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس پر کہ وہ حساب کے دن کو بھول بیٹھے۔

بقیہ صفحہ ۳۱۱

پر دال ہو جیسے رکب القوم دوابھم۔ یعنی ہر فرد اپنی سواری پر سوار ہوا۔ اور یہ استثناء مفرغ از اعم الاحکام مبتدا کی جگہ پر ہے یعنی ان پر اور کسی طرح کا حکم نہیں سوائے اس کے کہ انہوں نے رسل کرام علیہم السلام کی تکذیب کی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اولٰئک الاحزاب مبتدا اور ان کل کذب الرسل اس کی خبر اور عائد محذوف ہے دراصل عبارت ان کل منھم تھی۔

فحق عقاب۔ تو ان پر ہر ایک کے لیے میرا وہ عذاب جو ان کی جنایات کے مطابق ثابت و واقع ہوا جس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

تفسیر عالمانہ :

وما ینظر ھٰؤلاء۔ نہیں دیکھتے یہ ھٰؤلاء کے اشارہ میں اہل مکہ یعنی کفار کی تحقیر و تذلیل اور اُن کے معاملہ کو معمولی ظاہر کرنا ہے یعنی وہ کفار مکہ جو مذکورہ

Scanned with CamScanner

بالا تباہ و برباد کردہ گروہ کے کفر و تکذیب کی طرح ہیں۔ نہیں انتظار کرتے۔

الا صیحۃ واحدۃ۔ مگر ایک ہی چنگھاڑ کی یعنی نفخہ ثانیہ کی کیونکہ وہ عذاب سخت جان کے لیے تیار کیا گیا ہے کے درمیان کوئی شے حائل نہیں سوائے اسی چنگھاڑ کے۔

حیات نبویہ کی دلیل علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

کفار مکہ کے عذاب کو آخرت تک اس لیے موخر کیا گیا ہے کہ عذاب ہے نام اس کا کہ جس قوم پر واقع ہو اس کی جڑ اکھیڑ دے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے طریقہ میں شامل تھا لیکن یہ طریقہ بدلا گیا کہ ان میں نبی علیہ السلام موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جب تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں تشریف فرما ہیں ان پر عذاب نہیں آئے گا چنانچہ فرمایا ما کان اللّٰہ لیعذبھم و انت فیھم۔ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا اس لیے کہ تم انھیں میں ہو۔

سوال:۔ کفار تو عذاب کے قائل ہی نہیں پھر ان کے انتظار کا کیا معنیٰ۔

جواب:۔ یہاں انتظار کا حقیقی معنیٰ مراد ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ نبی علیہ السلام کی ہر خبر کو سچا تو مانتے تھے صرف ہٹ دھرمی سے انکار کرتے تھے۔ اگر مجازی معنیٰ ہو تو ان سے استہزاء مطلوب ہے اگرچہ انہیں وقوع عذاب کا انکار تھا لیکن ان کو تنبیہ کی گئی کہ عذاب ابھی نہیں آئے گا کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی شے کسی کے لیے جلد تر واقع ہونے والی ہو تو پھر وہ ہر آن اور ہر لحظہ اس کے انتظار میں اسے جھانکتا رہتا ہے۔

مالھا من فواق۔ چنگھاڑ کے وقوع میں اونٹنی کے دوہنے کے برابر بھی دیر نہیں۔ فواق کا مضاف محذوف اور وہ موصوف مقدر کی صفت ہے در اصل عبارت یوں ہے۔ ما للصیحۃ من توقف مقدار فواق۔

حل لغات:۔ الفواق۔ بالضم غراب کی طرح کبھی مفتوح بھی آتا ہے[1] بمعنیٰ دودھ دوہنے کا درمیانہ وقت کیونکہ اونٹنی کے دوہنے کا طریقہ یہ ہے کہ دودھ دوہ کر تھوڑی دیر وقفہ کیا جاتا ہے تاکہ اونٹنی کا بچہ دودھ پئے تو دودھ اترے جب دودھ اترنے لگتا ہے تو پھر دوہتے ہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب چنگھاڑ کا وقت آئے گا تو لمحہ بھر مہلت نہ ملے گی جیسا کہ فرمایا فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ۔ جب موت کا وقت آئے گا تو لمحہ بھر پیچھے نہ ہٹیں گے یہاں پر تھوڑا سا وقت مراد ہے۔

---

[1] قاموس ۱۲ ھ

حدیث شریف (۱) میں ہے جو اونٹنی کے دوہنے کی مقدار مسجد میں اعتکاف بیٹھا تو گویا اس نے اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام سے غلام آزاد کیا۔

حدیث شریف (۲): جس نے بمقدار دوہنے اونٹنی کے راہ خدا میں جہاد کیا تو اس کے لیے بہشت واجب ہوگئی۔

تفسیر صوفیانہ: دونوں آیتوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے اور بتایا گیا کہ آپ کفار مکہ کی طرف سے دل کو غم میں نہ ڈالیں نہ ان کی تکذیب آپ کا کچھ بگاڑ سکتی ہے نہ کفر آپ کا کوئی نقصان کرسکتا ہے۔ آپ کی قوم (کفار مکہ نے) گزشتہ قوموں کی طرح انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی باوجودیکہ وہ بڑے طاقت ور اور کثیر التعداد تھے۔ آپ کی قوم (کفار مکہ) ان کے مقابلہ میں مٹھی بھر ہیں۔ پھر جب ان کو قہر الٰہی نے گھیرا اور غضب الٰہی کی آگ میں جھونکے گئے تو نہ انہیں مال بچاسکا اور نہ قوت کام آئی اور نہ ہی کثرت اسباب نے فائدہ دیا۔ یہی کفار مکہ کا حال ہے ان پر بھی قہر الٰہی کی بجلی اور غضب حق کی نار آنے والی ہے جس کا انہیں انتظار ہے۔

تفسیر عالمانہ: وقالوا۔ استہزاء اور تمسخر کے طور کہا۔

شان نزول: جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ کفار مکہ کے عذاب کو آخرت کے لیے اٹھا رکھا ہے تو نضر بن حارث بن علقمہ بن کندۃ الخزاعی اور اس کے ہم نواؤں نے یہ بکواس کی تھی۔

تعارف نضر: یہ مکہ کے شیاطین میں ایک تھا اس کے بارے میں قرآن مجید میں متعدد آیات نازل ہوئیں امطر علینا حجارۃ من السماء۔ آسمان سے ہی ہمارے اوپر پتھر برسا کا قائل بھی یہی تھا۔

ربنا۔ اے ہمارے پروردگار۔ دعا سے عذاب کی طلب استہزاء ہے گویا انہیں اس کی بڑی رغبت ہے جیسے وہ دعائیں مانگ کر طلب کررہے ہیں۔

عجل لنا قطنا قبل یوم الحساب۔ جلدی کر ہمارا حصہ یوم حساب سے پہلے۔

حل لغات: القط شے کا ایک حصہ قطعہ سے ہے بمعنی قطعہ۔ اس کا ایک حصہ لیا۔ یہاں بھی عذاب کا ٹکڑا اور حصہ مراد ہے کیونکہ وہ عذاب ان کے لیے علیحدہ کردہ ایک حصہ ہے۔ امام راغب نے فرمایا دراصل قط بمعنی وہ شے جو عرض میں کاٹی جائے۔ جیسے قدّ بمعنی شے کو طولاً کاٹنا اور قط بمعنی مقطوع کردہ حصہ گویا وہ کاٹ کر علیحدہ کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی آیت ہذا کی تفسیر میں ایسے

Scanned with CamScanner

ہی فرمایا ہے۔

خلاصۂ تفسیر:- اَب معنیٰ یہ ہُوا کہ وہ عذاب کہ جس سے ہمیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ڈراتے ہیں اس کا مقرر کردہ حصّہ ہمیں بہت جلد دے دیجئے اسے یومِ حساب تک نہ اٹھا رکھیے کہ جس کا آغاز صیحہ مذکورہ سے ہوگا۔

فائدہ:- صحیفہ مختصرہ کو بھی قط کہا جاتا ہے کیونکہ وہ القرطاس (کاغذ) کا ایک حصّہ ہے اَب اس کا معنیٰ یہ ہُوا کہ ہمارے اعمال نامے ہمیں بہت جلد دے دیجئے تاکہ ہم دیکھیں کہ اس میں کیا ہے۔

موت کے تمنائی:- حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ موت کی تمنا صرف تین قسم کے آدمیوں کو ہوتی ہے:-

(۱) وہ جاہل بیوقوف جسے بے خبری ہے کہ موت کے بعد کیا ہونا ہے۔

(۲) تقدیرِ الٰہی سے بھاگنے والا۔

(۳) دیدارِ الٰہی کا عاشق اور محبوبانِ خدا کے وصال کا صادق۔

تفسیر صوفیانہ:- اس میں ان نفوسِ خبیثہ کی طرف اشارہ ہے جو سفلیات کی رغبت رکھتے ہیں سفلیات سے دنیا کی شہوانی لذات اور آخرت میں جہنم میں اسفل السافلین کے درجے مراد ہیں اور قلوبِ علویہ لطیفہ کو طبعی طور علویات کی طرف میلان ہوتا ہے۔ علویات سے دنیا میں حلاوتِ طاعتِ الٰہی اور لذاتِ قرباتِ حق اور آخرت میں جنت میں اعلیٰ علیین کے درجات مراد ہیں اور ارواحِ قدسیہ خصوصیت سے شواہدِ حق اور انوارِ جمال و جلال کے مشاہدات کی مشتاق ہیں اور ہر ایک کو اپنے متعلقات کی طرف بلا اختیار ایسی کشش ہے جیسے لوہے کو مقناطیس کی اور مقناطیس کو لوہے کی بلا اختیار اور مجبوراً کشش ہوتی ہے۔[1]

ذرہ ذرہ کاندریں ارض و سماست
جنس خود را ہمچو کاہ و کہرباست[2]

ترجمہ:- زمین و آسمان کے ہر ذرہ کو اپنی ہم جنس کی ایسی کشش ہے جیسے سوکھے گھاس اور آگ کو۔

تفسیر عالمانہ:- اصبر۔ اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم صبر کیجئے۔ علیٰ ما یقولون۔ اس پر جو کفارِ مکہ بکواسات کرتے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے جو عذاب کی عجلت

---

[1] تاویلات نجمیہ   [2] مثنوی شریف

کی طلب کرتے ہوئے کہتے ہیں ربنا عجل لنا قطنا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا اور وہ جو کچھ مانگتے ہیں ان کو مل جائے گا۔

صبر کی اقسام: حضرت شاہ کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ صبر تین قسم ہے:۔ ۱۔ ترک شکوہ ۲۔ سچی رضا ۳۔ سچے دل سے قضاو قدر کو ماننا۔

کان خاطر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارق من ماء السماء بل الطف من نور العرش والکرسی من کثرۃ ما ورد علیہ من نور الحق فلکمال جلالہ فی المعرفۃ کان لا یحتمل مقالۃ المنکرین وسخریۃ المستھزئین لا انہ لم یکن صابرا فی مقام العبودیۃ

ترجمہ:۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اطہر آسمان کے پانی سے رقیق تر بلکہ نور عرش و نور کرسی سے بھی بوجہ کثرت اور نور حق تعالیٰ کے اسی کمال جلال فی المعرفۃ کی وجہ سے آپ کافروں کی باتیں برداشت نہ کرتے۔ استہزاء والوں کی استہزاء کو برداشت نہ فرماتے تھے یہ بدگمانی نہ کرنا کہ آپ (معاذ اللہ) مقام عبودیت میں صابر نہ تھے۔

واذکر۔ اور دل سے یعنی بہت زیادہ یاد کیجئے

عبدنا۔ ہماری عنایت قدیمہ کے مخصوص بندے۔

داؤد۔ داؤد علیہ السلام ابن ایشا کو۔ آپ یہود ابن یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ آپ کے اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان پانچ سو ننانوے سال کا فاصلہ ہے۔ آپ ابتداء میں موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرتے تھے اور ایک سو سال زندگی بسر فرمائی۔

حل لغات:۔ ذاالاید۔ اید اُدَ یَئیدُ ایدًا۔ باع یبیعُ سے ہے بمعنی اشتد وقوی یعنی سخت اور قوی ہوا الاید بمعنی القوۃ ہے۔ بمعنی القوۃ الشدیدۃ یعنی مشقتوں و تکلیفوں کی برداشت کرکے دینی اُمور میں بہت بڑی قوت والے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جسمانی اور دینی قوت مراد ہو۔

نکتہ تفسیریہ اور ربط: اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی اُمور دینیہ کی قوت کا ذکر فرما کر قضائے ازلی سے ان کی لغزش کے وقوع کا بیان کر کے توبہ کی قبولیت کا ذکر فرمایا کہ ہم نے اپنی عنایت ازلی سے ان کی توبہ قبول کرلی۔ اس کے بعد اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ داؤد علیہ السلام کی طاعت الٰہی کے بارے میں قوت و ہمت کو یاد فرمائیے تاکہ آپ کو بھی طاعت حق پہ

ا روح البیان صفحہ ۱۵ ج ۸، اویسی غفرلہ ؎ القاموس ؎ المفردات ؎ الکواشی ۱۲

Scanned with CamScanner

صبر کا سبق نصیب ہو تاکہ داؤد علیہ السلام کی طرح آپ کہیں ڈگمگا نہ جائیں۔ ہماری مذکورہ بالا تقریر سے دونوں سندوں کی مناسبت واضح اور روشن ہوئی اور اصبر اُذکر کے عطف کی وجہ سے سامنے آگئی۔

انہ اوّاب۔ بیشک وہ رجوع کرنے والے تھے۔

حل لغات: الاواب۔ الاوب سے ہے بمعنی رجوع یعنی بیشک وہ داؤد علیہ السلام اللہ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے میں وہی کام سرانجام دیتے جو اسے پسند میں خواہ اس پر جان کی بازی لگانی پڑے۔ یہ ذاالاید کی تعلیل اور اس امر کی دلیل ہے کہ یہاں قوت سے اُمور دینیہ اور اس کے متعلقات میں باہمت مراد ہے صرف جسمانی طاقت مراد نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کے لیے جسمانی قوت کا ہونا ضروری نہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی جسمانی ساخت: مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح جسیم نہیں تھے بلکہ آپ کا قد مبارک بہ نسبت دوسرے انبیاء علیہم السلام کے چھوٹا تھا اور عموماً اللہ تعالیٰ جسمانی طاقت اسے زیادہ بخشتا ہے جو جسیم بھی ہو۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا مشغلہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آیت میں داؤد علیہ السلام کی کمال عبودیت کی طرف اشارہ ہے نہ تو وہ دنیا کے بندے تھے نہ آخرت کے طالب بلکہ وہ ہمارے خالص مخلص عبد تھے۔ انھیں ظاہراً و باطناً عبودیت کی قوت حاصل تھی ظاہری قوت کی دلیل تو یہی کافی ہے کہ اُنہوں نے جالوت اور اُس کے لشکر کے بہت سے افراد کو صرف تین پتھر مار کر فی النار والسقر کیا اور باطنی قوت یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی اوابیت میں شریک اور پرندوں میں بھی اثر کر گئی جو وہ اُن کے ساتھ اوابیت بھی شریک رہتے تھے اور داؤد علیہ السلام کی منجملہ باطنی طاقتوں میں ایک یہ بھی تھی کہ وہ ایک دن روزہ رکھتے ایک دن افطار کرتے اور یہی روزے کی سخت تر قسم ہے اور وہ آدھی رات سوتے اور آدھی رات عبادت میں مشغول رہتے باوجودیکہ شاہی اُمور میں بھی سرگرم تھے۔

فائدہ: بعض تفاسیر میں ہے کہ آپ پہلی آدھی رات آرام فرماتے اور تہائی رات عبادت میں گزارتے پھر آخری چھٹے حصے میں نیند فرماتے۔ مشارق الانوار کی روایت کے یہی موافق ہے۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین روزے

Scanned with CamScanner

داؤد علیہ السلام کے ہیں۔ آپ ایک دن روزہ رکھتے ایک دن افطار اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک داؤد علیہ السلام کی (نفلی) نماز زیادہ محبوب تھی کہ آپ پہلی آدھی رات سوتے اور پچھلی رات کی دو تہائی عبادت کرتے اور چھٹا حصہ آرام فرماتے۔

نکتہ: عبادت شب کا یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کو اس لیے پسند ہے کہ انسان کو رات کی دو تہائی آرام کے لیے مل جائیں تو پھر اس کے لیے عبادت میں آسانی مل جاتی ہے اور وہ خوشی سے عبادت کرتا ہے۔

تفسیر عالمانہ: انا سخرنا الجبال معہ۔ بیشک ہم نے پہاڑ داؤد علیہ السلام کے ساتھ مسخر کیے۔ یہاں سے داؤد علیہ السلام کی فضیلت کا بیان شروع فرمایا۔

معہ کی ضمیر داؤد علیہ السلام کی طرف راجع ہے اور مع سخرنا کے متعلق ہے۔

سوال: یہاں لام کی بجائے مع کو لانے کا کیا فائدہ۔

جواب: پہاڑ حضرت داؤد علیہ السلام کے تصرف میں نہ تھے کہ جہاں چاہتے وہ چل پڑتے جیسے ہوا سلیمان علیہ السلام کی تابع فرمان تھی۔ ہاں یہ ضروری تھا کہ پہاڑ آپ کے پیچھے ضرور چلتے تھے اس تقریر پر مع اپنے معنی میں ہے اور مع کا تعلق یسبحن سے ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیس و تسبیح کرنے میں پہاڑ داؤد علیہ السلام کے ساتھ تھے۔

سوال: مُسَبِّحَاتٍ کیوں نہیں فرمایا۔

جواب: یسبحن مضارع ہے اس میں تجدد مراد ہوتا ہے اور یہاں بھی یہی مطلوب ہے۔

معجزہ داؤدی: حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ شرف بخشا گیا کہ آپ پہاڑوں کی تسبیح اپنے کانوں سے سنتے تھے۔ یہ آپ کا معجزہ تھا۔

فائدہ: پہاڑوں کی تسبیح کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ بعض تو کہتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام کو مثالی آواز سنائی دیتی لیکن یہ عقلاً و نقلاً بعید ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ حالی تسبیح تھی یہ پہلے سے بعید تر ہے بعض نے کہا کہ پہاڑ میں اللہ تعالیٰ حیات و عقل و قدرت و نطق پیدا فرماتا ہے تو وہ دوسرے زندوں اور عقلا کی طرح تسبیح پڑھتے ہیں۔ یہ اہل ظواہر یعنی شریعت کے نزدیک ہے اور اہل حقیقت فرماتے ہیں کہ وہ ایک مخصوص کیفیت ہے جسے عجیب سی کیفیت کے طریق سے سنا جاتا تھا۔ اسے عقول سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا۔

قاعدہ عجیبیہ: اہل حق کے نزدیک جملہ موجودات میں ان کی شان کے لائق حیات ہے۔ حیوان ہوں یا نباتات یا جمادات ان سب میں حقیقی صفات ہے نہ کہ عارضی نہ حالی (خلافاً للمعتزلہ)

یعنی اس کا ادراک اہل مکاشفہ میں کامل لوگوں کو حاصل ہوتا ہے اس پر بارہا تحقیق ہو چکی۔

بالعشی۔ شام کے وقت

والاشراق۔ دن کے اول حصے میں شرعاً سورج جب طلوع کے بعد پوری روشنی پاتا ہے اسے اشراق اور ضحیٰ کہتے ہیں۔ لغت میں شروق بمعنی طلوع ہے جیسے کہا جاتا ہے شرقت الشمس۔ سورج چمکا۔ **تشرق** چمکتا ہے یا چمکے گا۔

تحقیق صلوٰۃ الاشراق والضحیٰ کی احادیث

احادیث:۔ (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے اشراق کی نماز کے متعلق کچھ خبر نہ تھی یہاں تک کہ بی بی ام ہانی رضی اللہ عنہا سے بھی روایت پہنچی وہ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دنوں میرے ہاں تشریف لا کر وضو کا پانی مانگا۔

(۲) بخاری شریف کی روایت ہے کہ آپ نے بی بی ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر غسل فرما کر ضحیٰ (اشراق) کی آٹھ رکعتیں پڑھیں اور فرمایا "اے ام ہانی (رضی اللہ عنہا) یہ صلوٰۃ الاشراق ہے۔

فائدہ:۔ اسی سے استدلال کر کے بعض فقہاء نے فرمایا کہ جو بھی مکہ شریف میں پہلی بار حاضر ہو اور اشراق پڑھنا چاہے تو اسے چاہیئے کہ وہ غسل کر کے پھر اشراق کے دوگانے پڑھے جیسے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دنوں کیا تھا۔

اعجوبہ:۔ بعض نے کہا کہ اشراق اور ضحیٰ دو علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں جیسا کہ حدیث شریف ذیل دلالت کرتی ہے۔

(۳) حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صبح کی نماز باجماعت پڑھ کر سورج کے کامل طلوع تک ذکر الٰہی میں معروف رہ کر دوگانہ پڑھے اُسے کامل حج اور کامل عمرے کا ثواب نصیب ہو گا۔

فائدہ:۔ اس سے صلوٰۃ الاشراق مراد ہے[1]۔

(۴) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلوٰۃ الاوابین کی نماز دوگانہ اُس وقت ہے جب اونٹوں کے دودھ پیتے بچے گرمی محسوس کریں یہی ضحیٰ یعنی چاشت کی نماز ہے۔

فائدہ:۔ یعنی ضحیٰ (چاشت) کی نماز اُس وقت پڑھی جاتی ہے جب جانوروں کے بچے سورج کی

---

[1] شرح المصابیح ۱۲

گرمی میں جوش آئے گا۔ اونٹوں کے چھوٹے بچے بھی دھرتی کی گرمی اس لیے محسوس کریں گے کہ ان کے چمڑے نرم و نازک ہوتے ہیں۔

فائدہ: الفصیل اونٹ کا چھوٹا بچہ جو اونٹنی کا دودھ پینا چھوڑ دے۔ اور یہاں اس کی تخصیص کی وجہ اوپر مذکور ہوئی۔

فائدہ: اس سے ضحی (چاشت) پڑھنے والے کی مدح مطلوب ہے کہ جب سورج کی گرمی جوش میں ہوتی ہے تو لوگ عموماً کاروبار ترک کرکے آرام کے درپے ہوتے ہیں لیکن ایسے لوگ آرام چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں گویا وہ نفس کے آرام کو عبادتِ الٰہی پر قربان کر دیتے ہیں۔

تطبیق الروایتین: فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتا ہے کہ دو مختلف روایتوں کی تطبیق میں دو احتمال ہیں:

(۱) الاشراق القول سے ہے۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی شروق یعنی طلوعِ شمس کے وقت داخل ہو لیکن یہ اس وقت پر دلالت نہ کرے گا جو نماز نفل کا درمیانی وقت ہے یعنی زوال و طلوعِ شمس کا درمیانی وقت۔

(۲) صلوٰۃ اشراق کا ابتدائی وقت مراد ہے وہ یہ کہ سورج کے طلوع کے بعد سورج نیزے برابر اونچا ہو جائے اور اس کا آخری وقت صلوٰۃ الضحیٰ (چاشت) کے اول وقت تک ہے اس معنیٰ پر ضحیٰ کا اول النہار میں وہی وقت ہے جو نماز عصر کے آخر النہار میں ہے اسی لیے یہ نماز سورج کی مکمل تابانی سے پہلے پڑھنا لائق نہیں جیسے عصر کی نماز سورج کے زرد ہونے کے بعد پڑھنا نامناسب ہے (اگرچہ باکراہت ادا ہو جائے گی) خلاصہ یہ کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی ہذا صلوٰۃ الاشراق (یہ اشراق کی نماز ہے) کا مطلب یہ ہے کہ بہ نسبت آخری وقت کے ہے یا بہ نسبت اول وقت کے ضحی ہے۔

نماز اشراق کا طریقہ: حضرت الشیخ عبدالرحمٰن بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اشراق کی چار رکعت پڑھنی چاہئیں اس لیے ان کے متعلق احادیث وارد ہیں۔ اشراق کی چار رکعت ہیں پہلی میں سورۃ والشمس دوسری میں واللیل۔ تیسری میں والضحیٰ چوتھی میں الم نشرح پڑھے۔

نماز چاشت کی تفصیل: جب صلوٰۃ صبح سے صلوٰۃ ظہر کا درمیانی حصہ کا وقت ہو تو چاشت کی دو رکعت پڑھے۔ اس کی کم از کم دو یا چار اور زیادہ سے زیادہ رکعات

---

[۱] ہمارے عرف میں بھی اشراق اور نماز ہے اور ضحی اور۔ اویسی:

ہیں اس سے زائد رکعات منقول نہیں۔ انہیں یک وقت بمن سلام سے ادا کیا جائے یا دو دو کر کے چھ سلام کے ساتھ۔

فضائل چاشت: چاشت کے فضائل میں بہت سی روایات وارد ہیں:۔
(۱) جس نے اس کی دو رکعت پڑھیں اس نے اعضاء کا وہ شکر ادا کر دیا جو ان پر واجب ہے اس لیے کہ جمیع اعضائے بدن کا عمل نماز میں ہے۔

(۲) جس نے اس کی بارہ رکعات پڑھیں اس کے لیے بہشت میں سونے کا محل تیار ہوگا اور بہشت میں ایک دروازہ کا نام باب الضحیٰ ہے۔ قیامت میں اعلان ہوگا وہ لوگ کہاں ہیں جو دنیا میں چاشت کو بالالتزام پڑھا کرتے تھے۔ یہ ہے بہشت کا باب الضحیٰ اسی سے بہشت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے داخل ہو جاؤ۔[1]

والطیر۔ اس کا الجبال پر عطف ہے یہ طائر کی جمع ہے جیسے رکب اور راکب۔ وہ جس کے ہوا میں اڑنے کے پر ہوں۔

محشورۃ۔ یہ طیر سے حال ہے اس کا عامل سخرنا ہے یعنی ہم نے داؤد علیہ السلام کے لیے پرندے مسخر کیے درانحالیکہ وہ ہر جانب اور ہر طرف سے ان کے لیے سمٹ کر حاضر کیے جاتے اور صف باندھ کر ان کے سامنے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ ان میں جو نہ آتا اسے ملائکہ جمع کر کے حاضر کرتے۔[2]

حدیث شریف: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب داؤد علیہ السلام تسبیح پڑھتے تو پہاڑ بھی ساتھ تسبیح پڑھتے اور پرندے جمع ہو جاتے اور وہ ساتھ مل جاتے۔

فائدہ: دو حالوں کے درمیان مطابقت نہیں کی گئی کہ یہاں یحشرن کہا جاتا ہے اس لیے کہ حشر کا جملہ قدرت پر زیادہ دلالت کرتا ہے جیسا کہ لفظ مضارع سے سمجھا جاتا ہے۔

کل۔ وہ سب کے سب یعنی پہاڑ اور پرندے۔

لہ۔ داؤد علیہ السلام یعنی ان کی تسبیح کے لیے یہاں مضاف (تسبیح) محذوف ہے۔

اواب۔ بہت زیادہ رجوع کرنے والے تھے یعنی جب داؤد علیہ السلام تسبیح پڑھتے تو پہاڑ پرندے بھی ان کی تسبیح میں بہت زیادہ حصہ لیتے۔

۱؎ ترویح القلوب ۱۲۔ روح البیان ص۱۳ ج ۸۲۔

۲؎ کشف الاسرار ایضاً۔

Scanned with CamScanner

فائدہ: مسبح کے بجائے اوّاب اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ تسبیح میں بار بار موافقت کرتے اور مطلب بھی یہی ہے کہ ان کی تسبیح وقتی نہیں بلکہ دائمی تھی اور یسبحن اور اوّاب ہر دونوں کے لانے کا فائدہ یہ ہے کہ یسبحن تسبیح پر اور اوّاب مداومت پر دلالت کرتا ہے۔

فائدہ: بعض مفسرین نے فرمایا کہ لہ کی ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے اب معنیٰ یہ ہوا کہ داؤد علیہ السلام اور پہاڑ اور پرندے سب کے سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں منہمک تھے۔

فائدہ: تسبیح و ترجیع (نغمہ سرائی) میں

لحن داؤدی: مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کو خوشنوائی سے نوازا ایسے کسی کو نصیب نہ ہوا۔ جب داؤد علیہ السلام کی خوشنوائی کی آواز پہاڑوں کو پہنچتی تو مستی سے جھومنے لگ جاتے اور ان کے ساتھ ذکر و تسبیح میں مشغول ہو جاتے اور جب پرندے ان کی آواز سن پاتے تو وہ بھی تنزیہ و تقدیس کے نغمات میں سرمست ہو جاتے اور جب وحوش کے کانوں تک لحن داؤدی کی آواز پہنچتی تو وہ آپ کے قریب آ جاتے یہاں تک کہ آپ ان کی گردنیں پکڑ لیتے تو وہ سر جھکا دیتے اور وہ آپ سے حسب استعداد فیض پاتے اور حال و وجد سے مست ہو جاتے۔ اس کی واضح دلیل ہُدہُد بلبل۔ قمری اور کبوتر ہیں ؂

دانی چہ گفت مرا آں بلبل سحری
تو خود چہ آدمی کز عشق بیخبری

ترجمہ: تمہیں خبر ہے کہ مجھے سحر کے بلبل نے کیا کہا۔ کہا کہ تو کیسا انسان ہے کہ تجھے عشق سے بے خبری ہے۔

اشتر بشعر عرب در حالتست و طرب
گر ذوق نیست ترا کسر طبع جانوری

ترجمہ: اُونٹ اشعار عرب سُن کر طرب و وجد و حال میں ہے۔ اگر تجھے ذوق نہیں تو تو ٹیڑھی طبع کا جانور ہے۔

فائدہ: اثر حاصل کرنا۔ حرکت۔ بکاء وغیرہ صرف انسان کے خواص نہیں بلکہ حقیقت بین نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ اوصاف حیوانات بلکہ جمادات میں بھی ہیں کیونکہ انہیں بھی حقیقی حیات حاصل ہے جیسا کہ ہماری سابقہ تحریروں میں گزرا (خلافاً للمعتزلہ)

حکایت: حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کسی ولی اللہ نے پتھر کو دیکھا کہ وہ بارش کے قطرات کی طرح آنسو بہا رہا تھا۔ ولی اللہ فکر میں ڈوب گیا تو پتھر بول پڑا اور عرض کی اے خدا کے دوست مجھے

جب سے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے میں اس کے خوف سے آنسو بہا رہا ہوں۔ ولی اللہ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ الٰہ العالمین اس پتھر کو تسلی کی نوید سُنا۔ اللہ تعالیٰ نے ولی اللہ کی دعا قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اس پتھر کو تسلی دے دو۔ ولی اللہ نوید سُنا کر چلا گیا۔ عرصہ کے بعد وہاں سے گزرا تو پتھر کو بدستور گریہ کناں پایا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر آنسو بہا رہا ہے۔ ولی اللہ نے کہا پتھر میاں تجھے تو اللہ تعالیٰ نے معافی دی تھی اب رونے کے کیا معنی۔ پتھر نے کہا حضرت پہلا رونا خوف کا تھا اب خوشی و راحت کا ہے

ز سنگ گریہ بین و مگو آں ترشحت

وز کوہ نالہ بین و مپندار کاں صداست

ترجمہ:۔ پتھر کا رونا دیکھ کر اسے پانی کے چھینٹے مت خیال کر۔ پہاڑ کی آہ و بکا سن اسے صدا نہ سمجھ۔

تفسیر صوفیانہ:۔ بعض اکابر مکاشفین نے فرمایا کہ پہاڑ اور پرندوں کی تسبیح کا ثواب داؤد علیہ السلام کو ملے گا کیونکہ آپ ہی ان کی تسبیح کے اصل تھے اسی لیے ثواب کے بھی آپ مستحق تھے اس لیے کہ پہاڑ اور پرندے ثواب کے اہل نہیں بخلاف انسان کے کہ اگر کوئی دوسرا اس کے ذکر و فکر میں موافقت کرتا ہے تو اسے اس کی مثل ثواب ملے گا یہ اس کا صلہ ہوگا جو اس نے اسے ذکر و عبادتِ الٰہی کے لیے زندہ اور بیدار کیا۔ یہ گویا اس کا شکار ہے اس کے منافع کا بھی یہی حقدار ہے۔

نکتہ:۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر و تسبیح کی موافقت پہاڑوں اور پرندوں کو اس لیے نصیب ہوئی کہ آپ کی روحانی توجہ نے تسبیح و تحمید میں قوت پائی تو اس کے اثرات آپ کے اعضاء و قویٰ میں سرایت کر گئے کیونکہ وہ رُوح کے مظاہر ہیں پھر ان کے اثرات پہاڑوں اور پرندوں پر پڑے اس لیے کہ وہ انسانی اعضاء و قویٰ کی مثل ہیں۔ پھر وہ بھی ان کے ساتھ تسبیح و ذکر میں مشغول ہوئے تو ان کا ثواب داؤد علیہ السلام کو ملا۔

فائدہ:۔ عشی اور اشراق کی تخصیص اس لیے کی گئی کہ انوار قدرت اور اس کی عظمت و برکت کے آثار کا ظہور انہی اوقات میں زیادہ ہوتا ہے اور ضحیٰ اہل شکر کے شہود مقامات محمود کے خمار سے ہوش میں آنے کا وقت ہے اور عشی نمازیوں کے مناجات کی طرف متوجہ ہونے اور عرض حاجات کے پیش کرنے کا وقت ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ وشددنا ملکہ۔ ہیبت و قوت وغیرہ سے ہم نے اس کا ملک مضبوط کیا۔

Scanned with CamScanner

فائدہ: کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ ہم نے مظلوموں کی دعا یا وزرائے خیر خواہاں کا رعیت پر ظلم نہ کرنے یا دشمنوں کے دل میں رعب ڈالنے یا زرہ بنانے اور آلات بنانے یا لشکر یا پہرہ داروں کی کثرت سے کہ رات کو چھ سو جوان ان کے گھر کا پہرہ دینے سے اس کی بادشاہی کو مضبوط کیا۔ بعض نے کہا چالیس ہزار زرہ پوش آپ کے پہرہ دار تھے۔ صبح کے وقت انہیں کہا جاتا اب چلے جاؤ تم سے اللہ تعالیٰ کا نبی خوش ہے۔

فائدہ: واللہ یعصمك من الناس کے نزول تک حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہرہ دلاتے رہے اسی لیے بادشاہ رات کو پہرہ دینے پر ملازم رکھتے ہیں۔

حکایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کسی نے دوسرے شخص پر گائے کا دعویٰ کیا لیکن مدعی گواہ پیش نہ کر سکا۔ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ مدعا علیہ کو قتل کر دو۔ آپ نے مدعا علیہ کو اطلاع دی تو اس نے کہا اے اللہ تعالیٰ کے نبی مجھے اللہ تعالیٰ نے اس گائے کی وجہ سے نہیں بلکہ گائے والے کے بدلہ میں قتل کرنے کا حکم فرمایا ہے کیونکہ میں نے گائے والے کے باپ کو غیلۃ (دھوکا) سے قتل کیا تھا۔

فائدہ: غیلہ بالکسر کسی کو دھوکہ دے کر کسی جگہ پر بہلا کر اسے قتل کر دینا۔

دلوں پر رعب کی وجہ: مذکورہ واقعہ کے بعد لوگوں کے دلوں پر قدرتی ہیبت بیٹھ گئی ان کے دل پر عقیدہ جم گیا کہ وہ ہر گناہ جو ہم سے سرزد ہوگا اللہ تعالیٰ[1] حضرت داؤد علیہ السلام کو مطلع فرما دے گا اس پر ہمیں سزا ملے گی۔

واٰتینٰہ الحکمۃ۔ اور ہم نے اسے حکمت بخشی یعنی اشیاء کی حقیقت۔

فائدہ: حکمت دو قسم ہے:

(۱) منطوق بہا یعنی شریعت و طریقت۔

(۲) مسکوت عنہا یعنی وہ اسرار حقیقت جن پر ان کے لائق عام علماء مطلع نہیں ہو سکتے۔ اگر انہیں کچھ معلوم ہو جائے تو نقصان پائیں گے یا تباہ و ہلاک ہو جائیں گے۔

حکایت: مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پاک کی کسی گلی سے مع اصحاب گزرے تو ایک عورت نے قسم دے کر اپنے گھر میں تشریف لے جانے کی عرض کی۔ جب یہ حضرات اس کے

---

[1] اہل ایمان کا قدیم سے یہی عقیدہ چلا آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو علم غیب عطا فرماتا ہے اور وہ حضرات غیب کی خبریں دیتے ہیں۔ یہی ہم اہلسنت کا عقیدہ ہے الحمد للہ علیٰ ذالک ۱۲ ۔ اویسی۔

گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ آگ جل رہی ہے اور اس کے بچے آگ کے ارد گرد کھیل رہے ہیں اس بی بی نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے زیادہ رحیم ہے یا میں اپنی اولاد پر رحیم تر ہوں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ زیادہ رحیم ہے کیونکہ وہ ارحم الراحمین ہے۔ اس بی بی نے عرض کی کیا آپ میرے لیے سمجھتے ہیں کہ میں اپنے بچوں کو آگ میں ڈال دوں گی۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ عرض کی تو پھر وہ اپنے بندوں کو کیسے دوزخ میں ڈالے گا جبکہ وہ مجھ سے رحیم تر ہے۔ صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بی بی کے جواب سے روئے اور فرمایا میری طرف اس طرح وحی آئی ہے۔

وفصل الخطاب ۔ یہ بطریقہ افہام الحکمۃ مذکورہ کا بیان ہے[۱]۔ اس معنیٰ پر فصل الخطاب فاصل و ممیز و مبین ہوگا یا فصل الخطاب بمعنی الخطاب المفصول ہے۔ یعنی وہ خلاصہ کلام جس سے متکلم مخاطبت ایسی گفتگو کرے کہ اس میں التباس نہ ہو۔ یا فصل الخطاب بمعنی حقیقۃ الامر کو واضح طور بیان کرنا اور قضایا اور احکام میں اتنا الیقین سے فیصلہ کرنا کہ اس میں ذرہ برابر شک و شبہ نہ ہو اور نہ ہی توقف کو گنجائش ہو[۲]۔ اس تقریر پر الخطاب کا معنیٰ ہوگا حق و باطل کا امتیاز کر کے خصم کا فیصلہ اس معنیٰ پر فصل اپنے حقیقی معنیٰ میں ہوگا اور خطاب بمعنی المخاصمۃ اس لیے کہ مخاصمۃ میں خطاب لازم ہوتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ وشددنا ملکہ۔ اور ہم نے بظاہر ان کا ملک مضبوط کیا کہ روئے زمین پر اس جیسا مضبوط تر اور کوئی ملک نہ تھا اور باطن میں یوں مضبوط کیا کہ۔ واٰتیناہ الحکمۃ وفصل الخطاب۔ ہم نے اسے حکمت اور خطاب عطا فرمایا اور حکمت از عطایائے الٰہیہ معارف کی اقسام سے ہے اور فصل الخطاب ان معارف کی بڑی مدلل دلیل اور مختصر اور جامع کلام ہے۔

فائدہ: اما بعد کو بھی فصل الخطاب اسی لیے کہا جاتا ہے کہ مقصود کو ماسبق کی تمہید یعنی حمد و صلوٰۃ سے علیحدہ کرتا ہے۔

فائدہ: سب سے پہلے جس نے اما بعد کا لفظ استعمال فرمایا وہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں اور یہی فصل الخطاب ہے یہ زیاد نے کہا لیکن یہ قول مسترد ہے اس لیے کہ داؤد علیہ السلام نے سوائے اپنی لغت کے

---

[۱] فصوص الحکم للجامی قدس سرہٗ ۱۲ ۔ روح البیان ج ۸ صفحہ ۱۵

[۲] ۔ شرح الجندی ۔ ایضاً۔

Scanned with CamScanner

کسی دوسری بولی استعمال ہی نہیں کی اور اما بعد عربی ہے اور وہ فصل الخطاب جو داؤد علیہ السلام کو علاوہ تھا مدعی و مدعا علیہ کا صحیح فیصلہ ہے[1]

فائدہ:۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اما بعد داؤد علیہ السلام نے ہی سب سے پہلے استعمال فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان کی بولی میں اس کا ترجمہ ہوگا۔

قول حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مدعی سے گواہ اور مدعا علیہ سے قسم کا مطالبہ کرنا فصل الخطاب ہے کیونکہ جھگڑا ختم کرنے کا بہترین فیصلہ ہے۔

اعجوبہ زمانہ:۔ مروی ہے کہ پہلے دور میں فیصلہ کرنے کا طریقہ یوں تھا کہ ایک زنجیر آسمان سے زمین کی طرف لٹکا دی گئی۔ جب مدعی دعویٰ کرتا تو اس زنجیر کو پکڑنے کا حکم ہوتا جو سچا ہوتا اس کا ہاتھ زنجیر تک پہنچ جاتا ورنہ نہیں۔ ایک دفعہ مدعا علیہ نے مدعی کا موتی ڈنڈے میں چھپا لیا۔ جب زنجیر کو ہاتھ لگانے کا وقت آیا تو ڈنڈا مدعی کو دے کر کہا بخدا میں نے حقدار کو حق ادا کر دیا چونکہ بوجہ حیلہ اس وقت وہ اپنی بات میں سچا تھا اس لیے اس کا ہاتھ زنجیر تک پہنچ گیا اس سے حضرت داؤد علیہ السلام حیران ہو گئے کہ فیصلہ حق تو نہ ہوا اس پر زنجیر والا قانون ختم کر کے قیامت تک قاعدہ جاری ہوا کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر۔ مدعی گواہ لائے ورنہ مدعا علیہ قسم کھائے۔ واٰتیناہ الحکمۃ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

فائدہ:۔ الحکمۃ سے علم و فہم و فصل الخطاب مراد ہے اور فصل الخطاب سے بینہ (گواہوں) سے مدعی کی طرف سے اور قسم مدعا علیہ پر فیصلہ مراد ہے[2]

فائدہ:۔ ہماری شریعت اسلامیہ کا بھی یہی قانون ہے کیونکہ یہ سیدھا سادا راستہ اور ہر مسئلہ کو ہر سائل کے لیے آسانی سے حل کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ وھل اتاک نبؤا الخصم۔ اور کیا تمہارے ہاں مخاصم کی خبر آئی ہے یہ استفہام تعجب اور اپنے بالمقابل کی خبر سننے کی تشویق کے لیے ہے۔ خبر دینا ہے کہ یہ ان عجیب خبروں سے ہے کہ جسے مخفی نہیں رہنا چاہیے۔

---

١ انسان العیون ١٢ روح البیان ص١٥ ج ٨)

٢ تفسیر ابو اللیث رحمہ اللہ ١٢ روح البیان ص١٥ ج ٨)

Scanned with CamScanner

النبأ یعنی بہت بڑی خبر اور الخصم یعنی مخاصم اور مخاصمۃ کا حقیقی معنیٰ یہ ہے کہ ہر دو نوں

حل لغات:۔ مقابلین میں سے ایک دوسرے کو آپس میں ملانے کے لیے متعلق ہو اور یہ مصدر ہے چونکہ ہر دو مقابلین خصومت میں برابر ہوتے ہیں اس لیے اس کا اطلاق جمع پر بھی آتا ہے اور **اذ تسوروا** المحراب میں جمع کا صیغہ بھی اس لیے لایا گیا۔

تسور المکان اُس وقت بولتے ہیں جبکہ مکان کی دیواریں اُونچی ہوں اور شہر کے

حل لغات:۔ قلعے کی دیواریں بھی چونکہ اُونچی ہوتی ہیں اس لیے انھیں سور المدینہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی مطلق اُونچی دیواروں کو کہا جاتا ہے اور یہاں یہی معنیٰ مراد ہے۔ المحراب سے وہ کمرۂ عبادت مراد ہے جہاں داؤد علیہ السلام تشریف لے جا کر عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوتے تھے۔ بعض نے کہا وہ ایک چبوترہ تھا جو محراب (حجرہ) پر مشتمل تھا اسے شے کی اشرف اور برگزیدہ پر اشتمال کی وجہ سے موسوم کیا گیا ہے اور **اذ** کا متعلق محذوف یعنی تحاکم ہے اصل عبارت یوں ہے نبأ تحاکم الخصم اذ تسوروا المحراب یعنی جھگڑا کرنے والے جب فیصلہ کے لیے حجرے کی بلند دیواروں کے اُوپر سے حضرت داؤد علیہ السلام کی عبادت گاہ میں حاضر ہوئے یہ آنے والے جبریل و میکائیل (علیہما السلام) کے علاوہ دیگر فرشتے انسانی بھیس میں تھے جو مدعی و مدعا علیہ اور گواہ اور صفائی والوں کی حیثیت سے آئے۔

اذ دخلوا علیٰ داؤد۔ یہ ماقبل سے بدل ہے یعنی جب حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاں حاضر ہوئے۔ ففزع منھم۔ الفزع وہ انقباض جو ڈراؤنی شے سے انسانوں کو طاری ہو یہ بھی جزع کی جنس ہے اسی لیے فزعت من اللہ۔ نہیں کہا جاتا ہاں خفت منہ کہا جا سکتا ہے۔

سوال:۔ حضرت داؤد علیہ السلام پیغمبر ہو کر ان سے کیوں گھبرا گئے۔

دروازہ بند تھا اور آپ عبادت میں مشغول تھے اور وہ اچانک دیوار کے اُوپر سے

جواب عالمانہ:۔ خلافِ عادت نیچے اُترے یہ ایک گھبراہٹ کا موجب تھا اور بشری تقاضوں میں سے یہ ایک ہے۔

اس میں اشارہ ہے کہ بشریت ایک ضعیف شے ہے کہ نبی علیہ السلام باوجودیکہ بہت بڑی طاقتوں

فائدہ:۔ کے مالک ہوتے ہیں لیکن پھر بھی گھبرا گئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اس لیے گھبرائے کہ آپ روحانی طور مطلع ہو گئے کہ انہیں

جواب صوفیانہ:۔ تنبیہ کی جا رہی ہے اور عتاب محبوبانہ بھی جیسا کہ فلما رآہ فزع دلالت کرتا ہے تو جب انھوں نے اُسے گھبرایا ہوا دیکھا۔ قالوا۔ داؤد علیہ السلام کی گھبراہٹ زائل کرتے

Scanned with CamScanner

کرتے ہوئے کہا لا تخف ہم سے خوف زدہ نہ ہو۔

فائدہ: تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ فرشتے کہہ رہے تھے کہ آپ ہمارے ظاہری اس احوال سے خوف نہ کھائیے جو ہمارے اور آپ کے درمیان جاری ہوگا کیونکہ ہم تو فیصلہ لے کر آئے ہیں تاکہ آپ ہمارا فیصلہ فرمائیں بلکہ آپ ہماری حقیقتِ حال سے خوف کھائیے کیونکہ اس سے آپ کو ان احوال کا انکشاف ہوگا جو آپ کے اور آپ کے ایک امتی اوریا کے درمیان جھگڑے کی صورت میں پیدا ہوا ہے۔

خصمان۔ دو خصومت والے خصم کے ساتھی کی وجہ سے ان دونوں کو خصم کہا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ خصم کو تسوروا میں جمع قرار دیا گیا ہے اور یہاں خصم بمعنی فریق ہے گو وہ ہر دو فریق نہیں بلکہ دو شخص تھے جیسا کہ ان ھذا اخی دلالت کرتا ہے لیکن چونکہ ان کے ساتھ اور بھی تھے ان کو بھی خصم سے تعبیر کرکے فریق اعتبار کیا گیا ہے۔ ہماری اس تقریر سے وہ اعتراض اٹھ گیا کہ تسوروا صیغہ جمع اور یہاں تثنیہ خصمان کیوں۔

بغی۔ ظلم کیا ہے لبعضنا علی بعض ہمارے بعض نے بعض پر۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کو تعریض کے طور پر فرضی بات کہی گئی ہے ورنہ ان میں کسی نے ایک دوسرے پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا اس سے کذب لازم نہیں آتا کیونکہ وہ ملائکہ تھے اور وہ کذب سے منزہ و معصوم ہوتے ہیں۔ ہماری اس تقریر کے بعد اس قول کی ضرورت ہی نہیں جس میں کہا گیا ہے کہ دو چور حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاں چوری کرنے آئے تو آپ نے انہیں دیکھ لیا تو وہ بہانہ بناتے ہوئے یہ دعویٰ گھڑ لیا۔ **فاحکم بیننا بالحق۔** عدل وانصاف سے ہمارا فیصلہ فرمائیے۔

ولا تشطط۔ اور وہاں سے نہ گزرنا۔

حل لغات: الاشطاط بمعنی حد سے تجاوز اور حق سے ہٹ جانا یعنی فیصلہ میں زیادتی اور کمی نہ کرنا یہ فاحکم کی تاکید ہے اور یہ امر و نہی اپنے اوپر رحم کی اپیل کے طور پر ہے۔

واھدنا الی سواء الصراط۔ اور ہمیں سیدھی راہ دکھا۔

حل لغات: سواء الصراط سے باغی کو زجر و توبیخ کے ذریعے ظلم کے راستے سے ہٹا کر طریق حق اور عدل کی راہ پر لانا۔ اب معنی یہ ہوا کہ ہمیں راہ حق پر لائیے۔

ا؎ روح المعانی ۱۲ روح البیان ۱۶

Scanned with CamScanner

ان ھذا ۔ یہ جملہ مستانفہ اور جھگڑے کی حقیقت کا اظہار ہے۔

اخی۔ یہ میرا دینی یا صحبت کا بھائی ہے۔ اور تعریض اشارہ ہے کہ میرے ساتھی نے جو کام کیا ہے نہایت ہی قبیح ہے۔

لہ تسع و تسعون نعجۃ۔ اس کی ننانوے دنبیاں ہیں۔

ولی۔ حفص نے عاصم کی روایت پر بفتح الیاء اور باقی حضرات نے اپنے اصل پر یاء کو ساکن پڑھا ہے نعجۃ واحدۃ۔ اور میری صرف ایک دنبی ہے۔

حل لغات: نعجۃ ضان کی مؤنث ہے کنایۃً کبھی اس سے عورت مراد لی جاتی ہے اور کنایہ و تعریض مقصد کے اظہار میں بلیغ تر ہے اور اس سے تصریح مطلوب ہے اور قاعدہ ہے کہ معرض بہ (جس کی طرف اشارہ ہے) کا علم تامل سے حاصل ہوگا اور جب اس میں غور و فکر کرے گا تو اس کی حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی اور جو علم اس طریقہ سے حاصل ہو تو وہ دل پر گہرا اثر ڈالتا ہے اور اس کی قباحت حیاء و خجالت کو بہتر طور درس دے گی۔

فقال اکفلنیہا۔ اور کہتا ہے کہ وہی ایک دنبی میری ملک کر دے۔ اس کا حقیقی معنیٰ یہ ہے کہ مجھے قدرت دے دے تاکہ میں اس کی کفالت کروں جیسے میں اپنے دوسرے ماتحت کی کفالت کرتا ہوں۔ کافل وہ ہے جو اپنے ماتحت کی ضروریات اور ان کا نان و نفقہ پورا کرے۔

وعزنی فی الخطاب۔ اور گفتگو میں مجھ پہ زور ڈالا ہے اور گفتگو میں مجھ پر غالب آگیا ہے یعنی ایسی بات کر ڈالی ہے کہ میں اسے ٹھکرا نہیں سکتا۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ میرا عزیز ترین اور مجھ پر گفتگو میں غلبہ رکھتا ہے کیونکہ وہ معزز ہے گویا وہ میرا بادشاہ ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ مجھ پر گفتگو میں اس لیے غالب ہے کہ وہ گویا میرا بادشاہ ہے[1]۔

قال۔ داؤد علیہ السلام نے فرمایا اور یہ آپ نے مدعا علیہ کے اعتراف کے بعد فرمایا یا مدعی کا صدق اتنا واضح تھا کہ مدعا علیہ سے سوال کرنے کی ضرورت نہ تھی اگر یہ معنیٰ نہ کیا جائے تو داؤد علیہ السلام کی شان کے خلاف غلط تصور ہوگا (اور نبوت پر غلط الزام اور تصور کفر ہے)۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب تمہارے ہاں دو جھگڑا کرنے والے آئیں تو دوسرے سے پوچھے

---

[1] الوسیط ۱۲ روح البیان ص۱۸۱

بغیر فیصلہ میں عجلت نہ کرنا۔

لقد ظلمک۔ قسم کا جواب محذوف ہے یعنی بیشک تیرے اُوپر اس نے ظلم کیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے مبالغہ فرمایا ہے کہ تیرے ساتھی نے تجھ پر ظلم کرنے کی حد کردی کہ جب اس کے پاس اور دنبیاں ہیں تو پھر تجھ سے کیوں مانگتا ہے جبکہ تیرے پاس صرف ایک ہے بہت بُرا اور غلط کام کر رہا ہے۔

بسؤال نعجتک الی نعاجہ۔ السؤال مصدر اپنے مفعول کی طرف مضاف اور دوسرے مفعول کی طرف متعدی بہ الی ہے کیونکہ یہ اضافت وضم کے معنی کو متضمن ہے گویا کہا گیا ہے کہ وہ ظالم ہے کہ تجھ سے ایک دُنبی مانگ کر اپنی دوسری دنبیوں میں ملا رہا ہے۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ ظلم کرنا نفس کی عادت میں سے ہے جب تم عفت والا پاؤ تو اس کی علت کا بھی خیال رکھنا جیسے یوسف علی نبینا وعلیہ السلام نے فرمایا وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء۔ میں اپنے نفس سے بیزار نہیں اس لیے کہ نفس امارہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفوس کی اصلیت ظلم و بغاوت ہے اور ایسے ہی تمام مذموم اور رذیل صفات خواہ وہ انبیاء علی نبینا وعلیہم السلام کی نفوس کیوں نہ ہوں۔

درس اُدب: فقیر (صاحب رُوح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ یہ نفوس کی اصالت وحقیقت کی طرف منسوب ہے ورنہ انبیاء علی نبینا وعلیہم السلام کے نفوس مقدسہ تو مطمئنہ ہوتے ہیں نہ کہ امارہ کیونکہ ان سے نفوس مطمئنہ کے آثار کے سوا اور کچھ ظاہر ہی نہیں ہوتا اور یہ اُن کے سلوک کے مراتب میں سے پہلا مرتبہ ہے اس کی طرف شیخ نے اشارہ فرمایا کہ اذا وجدت ذا العفۃ الخ یعنی جب تم عفت والے کو پاؤ تو اس کی علت پر بھی نگاہ رکھو۔ اس سبق کو اچھی طرح سمجھ لو کیونکہ یہاں بہت سے پڑھے لکھے لوگوں کے قدم ڈگمگائے اور اس کی تحقیق سورۂ یوسف شریف میں گزری ہے۔

فائدہ: حضرت داؤد علیہ السلام نے نعجہ کو اصلی معنیٰ پر محمول کیا ہے نہ کہ مستعار بمعنی عورت کے معنیٰ پر۔

وان کثیرا من الخلطاء۔

حل لغات: خلطاء بمعنی وہ شرکاء ہے جو اپنے اموال ایک دوسرے کے ساتھ ملائیں۔ یہ خلیط کی جمع ہے۔ جیسے ظریف اور خلطۃ بمعنی شرکۃ لیکن اس کے استعمال میں جانوروں کی شرکت کا غلبہ ہے۔

لیبغی بعضھم علی بعض۔ اور بہت سے شریک ایک دوسرے پر ظلم کر کے حق سے زیادہ

ل تاویلات نجمیہ ۱۲ روح البیان صـ ج ۸)

ل جیسے منکرین عصمت انبیاء اور ہمارے دور کے خوارج یعنی وہابیہ۔ دیوبندیہ۔ مودودیہ۔ پرویزیہ۔ نیچریہ فرقے ۱۲ م

Scanned with CamScanner

مطالبہ کرتے ہیں اس میں صحبت و شرکت کے حقوق کا انہیں خیال نہیں رہتا۔

الا الذین امنوا و عملوا الصلحت ۔ مگروہ جو انہیں سے اہل ایمان اور نیک عمل والے ہیں وہ بغی و عدوان اور ظلم و ستم سے پرہیز کرتے ہیں لیکن چونکہ وہ نظرۃً معصوم معلوم ہوتے ہیں اسی لیے ان کے نفوس مقدس و مزکی ہوتے ہیں۔

و قلیل ما ھم ۔ اور ایسے لوگ بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ خبر و مبتدا ہیں۔ ہم مبتدا اور قلیل خبر ہے خبر کی تقدیم بوجہ اہتمام کے ہے اور قلیل کو مفرد لایا گیا ہے ۔ فیل کو مفعول سے تشبیہ دینے کی وجہ سے اور ما زائدہ ہے قلت کی تاکید یا ابہام یا تعجب کی وجہ سے ہے ۔ بتانا مطلوب ہے کہ اہل ایمان اور عمل صالح والے بہت تھوڑے ہیں۔

وظن داؤد انما فتنٰہ ۔ ظن علم استدلالی کے لیے استعارہ ہے کیونکہ ان کو آپس میں مشابہت ہے یعنی ظن غالب ہی علم کے لیے استدلالی مستعار ہو سکتا ہے اس لیے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہیں ۔ ایسے ظن پر اگرچہ اعتبار ہوتا ہے لیکن واضح اور کھلا نہیں اس لیے ایسے گمان پر علم ہی کا اطلاق ہوگا اور انما کا ما کافہ کا ہے یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے فیصلہ کی گفتگو ہوئی اس سے آپ نے سمجھ لیا کہ جو کچھ ہم نے ان کے ساتھ کیا ہے یہ تو ان کے لیے آزمائش و امتحان تھا کیونکہ ایک فعل مصور کرنے دوسرے مغایر افعال کا قیاس کرنا عام قاعدہ ہے اسی لیے فاستغفر ربہ ۔ اپنے رب تعالیٰ سے استغفار کی اس کے بعد کہ انہیں محسوس ہوا کہ ان سے خطا سرزد ہوئی ہے تو جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے ربنا ظلمنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تبت الیك ۔ ایسے دیگر انبیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام نے ایسے مواقع پر کہا جن کا بیان اپنے اپنے مقام پر ہوا اور ہوگا۔

وخر ۔ اور گرے حضرت داؤد علیہ السلام درانحالیکہ راکعا رکوع یعنی سجدہ کرنے والے تھے سجدہ کو رکوع سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ رکوع سجدہ کا مبدا ہے اس لیے کہ جب تک رکوع نہ ہو سجدہ نہیں ہوتا رکوع ہو یا سجود ہر دونوں میں جھکنا اور خضوع ہوتا ہے۔

استدلال امام اعظم رضی اللہ عنہ :۔

اس آیت سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے تلامذہ نے استدلال کیا ہے کہ سجدہ تلاوت رکوع میں ادا ہو جاتا ہے کیونکہ رکوع سجدہ کا قائم مقام ہے۔

دوسری تفسیر :۔ سجدہ کے لیے گرے درانحالیکہ وہ نماز پڑھنے والے تھے جزو بول کر کل مراد لیا گیا

Scanned with CamScanner

ہے اب مطلب یہ ہوا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے استغفار کا دوگانہ پڑھا۔ پہلی تفسیر یہی ہے کہ رکوع سے سجدہ مراد لینے کی دلیل وہ ہے جسے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت فرمایا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سورہ صٓ سجدہ والی آیت میں پڑھتے تھے۔

اللھم اکتب لی عندک بہا اجرا و اجعلہا لی عندک ذخرا وضع عنی بہا وزرا وتقبلہا منی کما قبلت من عبدک داؤد سجدتہ[1]

ترجمہ:۔ اے اللہ میرے لیے اپنے ہاں اجر لکھ اور اپنے ہاں ذخیرہ کر اور اٹھا اس سے بوجھ اور مجھ سے ایسے قبول فرما جیسے تو نے اپنے عبد داؤد علیہ السلام سے سجدہ قبول فرمایا۔

واناب۔ اور توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا یعنی تمام لغزشوں سے اور ترک اولیٰ جیسے تمام امور سے توبہ کی کیونکہ ابرار کی حسنات مقربین کی سیئات ہوتی ہیں۔

فائدہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورہ صٓ کا سجدہ کر کے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے توبہ کا سجدہ کیا ہم شکر کا سجدہ کرتے ہیں۔

مسئلہ:۔ سورۂ صٓ کا سجدہ واجبات سے ہے یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لیکن امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے اصول پر اسے واجب کیا اور امام مالک نے اسے فضیلت کا درجہ دیا اور امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ اسے شکر کا سجدہ کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ غیر نماز میں ہونا چاہیئے اگر نماز میں یہ سجدہ داخل کیا تو نماز باطل ہو جائے گی[2]

مسئلہ:۔ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ سجدہ واجب ہے جو اس کی تلاوت کرتا ہے اس پر ضروری ہوتا ہے کہ وہ سجدہ کرے نماز میں ہو یا غیر نماز میں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ سجدہ واجب نہیں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں اور بقول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سجدہ تلاوت کا یہ دسواں سجدہ ہے۔

فائدہ:۔ فتوحات مکیہ میں اسے سجدۂ انابت سے تعبیر کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حضرت داؤد کا سجدہ شکر ہے کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام نے شکر کا سجدہ ادا کیا تھا۔

فغفرنا لہ ذلک۔ تو ہم نے اسے بخش دیا اور یہ ذوالحج کا مہینہ تھا[3]

---

[1] روح البیان ص۳۱ ج ۸
[2] فتح الرحمٰن۔ روح البیان ص۳۲ ج ۸
[3] بحر العلوم۔

Scanned with CamScanner

فائدہ: مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام چالیس دن رات سجدہ میں پڑے رہے صرف فرض کے لیے سر اٹھاتے اور بس بانضروری حوائج کو پورا کرنے کے لیے۔ اس اثنا میں آپ کے آنسو تھمتے نہ تھے یہاں تک کہ آپ کے آنسو سے آپ کے ارد گرد عشب اُگ آیا۔ آپ جتنا پانی نوش فرماتے اس کی دو تہائی آنسو نکلتے۔ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے میں اتنی مشقت اُٹھائی یہاں تک کہ آپ کے وصال کا خطرہ محسوس ہونے لگا۔ آپ کی اس روش سے ملکی امور معطل ہو گئے اس پر آپ کے لڑکے ایشا نے موقعہ پا کر اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ اس کے گرد بنی اسرائیل کے اوباش لوگ جمع ہو گئے۔ چالیس دنوں کے بعد حکم ربانی نازل ہوا تو داؤد علیہ السلام نے ایشا سے مقابلہ کر کے اسے مار بھگایا۔

مسئلہ: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو خلیفوں کی بیک وقت بیعت کا اعلان ہو جائے یعنی ایک پہلے اور دوسرے کا بعد کو تو دوسرے کو قتل کر دو کیونکہ اس دوسرے نے بغاوت کی ہے۔

انتباہ: یہ اُس وقت ہے جب اُس کی بغاوت سے فرد کرنا قتل کے سوا نہ ہو سکے۔

وان لہ عندنا۔ اور بیشک داؤد علیہ السلام کا ہمارے نزدیک۔

لزلفی۔ مغفرت کے بعد قرب اور نزدیکی ہے جیسے آدم علیہ السلام کے لیے ہوا۔

حل لغات: زلفی بمعنی قرب اور ازلاف بمعنی تقریب (قریب کرنا) اور ازدلاف بمعنی اقتراب (قریب ہونا) اسی سے ہے۔ مزدلفہ اس لیے کہ وہ موقف (عرفات) کے قریب ہے۔

لحن داؤدی قیامت میں

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ قیامت میں حضرت داؤد علیہ السلام عرش کے ایک ستون کے قریب کھڑے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے داؤد (علیہ السلام) میری بزرگی اسی لہجہ خاص سے بیان کیجیے جیسے تم دنیا میں بیان کیا کرتے تھے۔ عرض کریں گے وہ تو تو نے دنیا میں لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب واپس دیتا ہوں چنانچہ ملتے ہی جب داؤد علیہ السلام اپنے لحن خاص سے اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کریں گے تو اہل بہشت بہشت کی تمام نعمتیں بھول جائیں گے۔

وحسن مآب۔ اور اچھا مرجع بہشت میں۔

فائدہ: اس سے بہشت اس لیے مراد ہے کہ وہی انبیاء و اولیاء کا ٹھکانا ہے۔[1]

---

[1] کشف الاسرار، روح البیان ص ۱۹ ج ۸

Scanned with CamScanner

قصہ حضرت داؤد علیہ السلام برائے نکاح ام سلیمان علیہ السلام

اصل واقعہ یوں ہوا کہ اوریا بن حنانا کی عورت بتشادرع یا بتشادیع کو دیکھا تو آپ کی اس سے محبت ہوگئی جیسے ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ایک دن دیکھنے سے محبت ہوگئی تو کہا یا مقلب القلوب اور یہ ان کا غیر اختیاری امر تھا اس کے بعد داؤد علیہ السلام نے اس شخص کو طلاق دینے کا کہا اور اس شخص نے آپ کے اس ارشاد کو سر آنکھوں پر رکھ کر بلا جھجک عورت کو طلاق دے دی اس کے بعد داؤد علیہ السلام نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا۔ یہ وہی بی بی ہے جس سے حضرت سلیمان علیہ السلام پیدا ہوئے اور ام سلیمان ہونے کا مرتبہ پایا۔

ازالۂ وہم: حضرت داؤد علیہ السلام کی شریعت کا قانون تھا کہ کسی کو کسی دوسرے شخص کی عورت پسند آجائے تو عام عادت میں شامل تھا کہ وہ دوسرا شخص پہلے شخص کے سوال پر اپنی عورت کو طلاق دے دے اور دوسرا شخص اس عورت سے نکاح کرے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی یہی کیفیت پیش آئی تو چونکہ آپ کی عظمت اور رفیع منزلت اور بلند قدری کے خلاف تھا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں براہ راست وحی بھیجنے کے بجائے تمثیل سے متنبہ فرمایا اور بتایا کہ وہ کام عوام کا ہے آپ تو ان کے آقا ہیں پھر یہ کام وہ کرے جس کی عورت نہ ہو آپ کی تو ننانویں بیویاں ہیں۔ آپ پر واجب تھا کہ آپ صبر کرتے جیسے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی محبت سے صبر کیا تو جیسے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر یعنی حضرت زید رضی اللہ عنہ نے خود طلاق دے دی۔

ف محققین کے نزدیک حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی زینب سے محبت کا قصہ موضوع اور اسرائیلیت کی من گھڑت ہے۔ اصل واقعہ یوں ہے کہ بی بی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی کی بیٹی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح اصرار کے ساتھ اپنے آزاد کردہ غلام زید رضی اللہ عنہ سے کرادیا تھا۔ لیکن زینب کا شوہر کے ساتھ نباہ نہ ہوا۔ زید بھی تنگ آگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو بھی بہت سمجھایا کہ بیوی کو نہ چھوڑیئے۔ لیکن اس نے ظاہر کردیا کہ بیوی کا رویہ ناقابل برداشت ہے۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا نہ کرتے تو چند قبائل کے سینکڑوں اشخاص کو زینب کی ناگوار حالت سے نہایت رنج اور صدمہ ہوتا۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب کے حسن و جمال کی خبر پاکر اسے یکایک دیکھ کر عزم

(بقیہ برصفحہ ۳۳۷)

اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو طلاق کے سوال کی نوبت نہ پہنچی تو آپ (داؤد علیہ السلام) کے لیے بھی یہی ہوتا کہ بجائے آپ کے سوال کرنے کے وہ اوریا خود طلاق پر (من جانب اللہ) مجبور ہو جاتا۔

صوفیانہ تقریر: حضرت البقلی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا عشق تجلیات حق کی عروس سے ہوا نہ کہ کسی دنیوی عورت سے یہ اُس وقت ہوا جب حق تعالیٰ کی تجلیات سے ایک تجلی داؤد علیہ السلام پر متجلی ہوئی اس معنیٰ پر تو وہ عاشق حق ہوئے نہ کہ ایک عورت کے تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انہیں تسلی دلائی اور یہی قصہ ہمارے نبی پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی تسلی کے لیے بھی ہے کہ آپ کو اگر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محبت ہو گئی ہے اور آپ اس سے ملال میں نہیں تو دل تنگ نہ ہوں کیونکہ آپ سے پہلے داؤد علیہ السلام کے ساتھ بھی ہو چکا ہے اور سنۃ من قد ارسلنا من قبلک من رسلنا۔ (ہمارا طریقہ ایسے ہی پہلے سے رسل کرام علیہم السلام کے ساتھ ہوتا رہا) اس سے داؤد اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خوش ہوئے اور دیدار الٰہی کے لیے شوق کا اضافہ ہوا۔

منکرینِ عصمت انبیاء علیہما السلام کا بلیغ ردّ

حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ:

زلات الانبیاء فی الظاھر زلات وفی الحقیقۃ کرامات وزلفی[1]

ترجمہ: "انبیاء علیہم السلام کی بظاہر زلات ہوتی ہیں در حقیقت وہ کرامات اور قرب الٰہی ہوتا ہے۔"

حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعہ کو غور سے پڑھو کہ انہوں نے اپنی ابتدائی کیفیت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کی اور عجز و نیاز کر کے اس کی طرف رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرب ہوئے اور اعلیٰ مرتبہ و حسن انجام کی نوید سنی۔

واہ واہ حضرت اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا اس لیے کہ انبیاء و

حاشیہ بقیہ گزشتہ صفحہ

نکاح کیا تھا۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ زینب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ آنکھوں کے سامنے پلی اور بڑھی۔ اس کی شکل و صورت کے متعلق کوئی بات ابتداء ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پوشیدہ نہ تھی اور زید کے ساتھ ان کا پہلا نکاح خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اصرار سے کر دیا تھا۔

[1] روح البیان صفحہ ۱۹ جلد ۸)

Scanned with CamScanner

وا ولیاء و علی نبینا و علیہم السلام کا امتحان ان کی برگزیدگی اور شرافت و بزرگی کو نہیں گھٹاتا بلکہ اس میں انہیں اضافہ نصیب ہوتا ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ مقام خلافت جمال و جلال حق کا مظہر ہے اور یہ مقام اُس وقت ترقی پاتا ہے جب انہیں تجلیات جلال کے ساتھ آزمائش وابتلا میں مبتلا کیا جائے۔ اس سے ان کی ترقی ہوتی ہے نہ کہ تنزل۔

ایک بہترین تقریر: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ولی کی شان یہ ہے کہ وہ توفیق الٰہی سے فیصلہ والوں کے درمیان اسی طرح فیصلہ حق کریں جیسے شرع کا حکم ہے اور ان پر واجب ہے کہ اپنے اوپر وہی حکم صادر فرمائیں جو اپنے غیروں پر کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم اور ہو جاؤ برابر کے فیصلہ پر قائم اور اللہ تعالیٰ کے لیے شاہد اگرچہ اپنے نفسوں پر۔ اس لیے حضرت داؤد علیہ السلام غیر پر حکم صادر کرنے کی طرح اپنے اوپر بھی وہی فیصلہ فرمایا۔ جب آپ کو متنبہ کیا گیا تو دوسروں کی طرح اللہ تعالیٰ سے استغفار کر کے اپنے پروردگار کی طرف گڑگڑائے اور ڈرے بلکہ زندگی بھر معذرت کے طور روتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رونا گڑگڑانا قبول فرما کر آپ پر رحم فرمایا اور ماضی کو معاف کر دیا۔ چنانچہ فرمایا کہ فغفرنا لہ ذلک وان لہ عندنا لزلفی۔ اور ہم نے انہیں بخشا اور خشوع و خضوع و تفرع و زاری اور رونے دھونے اور آہ و زاری کی وجہ سے بہت بڑا قرب پایا۔ وحسن مآب۔ اور انہی وجوہ کی وجہ سے ہمارے ہاں ان کا بہت بڑا بہترین ٹھکانہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے داؤد گنہگاروں کو فرمایئے کہ وہ مجھے رونے کی آواز سنائیں اس لیے کہ جب میرے بندے میری طرف رجوع کر کے رونے کی آواز سناتے ہیں تو میں اُن کی خوب سنتا ہوں۔ اے داؤد زاری کرنے والوں سے بڑھ کر میرے نزدیک اور کوئی مکرم تر نہیں اور سائلین کے لیے مجھ جیسا اور کوئی سخی نہیں جو بندہ میری اطاعت کرتا ہے میں اسے خوب دیتا ہوں بلکہ اس کے سوال سے پہلے دیتا ہوں اور ایسے مانگنے والوں کو دعا مانگنے سے پہلے ان کی دعا قبول کرتا ہوں اور ان کی بخشش کی طلب سے پہلے انہیں بخشتا ہوں۔

قاضی عیاض صاحب شفاء کا انکار

مورخین کی جملہ نقول (باطلہ) کا حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کیا ہے۔ ان میں ایک یہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس مرد سے فرمایا اور متنبہ

Scanned with CamScanner

فرمایا کہ آپ جیسے کے لیے دنیا کی مشغولی اچھی نہیں اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی شان کے لائق نہیں کہ ان پر ایسی باتوں کی نسبت کی جائے۔

ایک اور کہانی: بعض کہتے ہیں کہ اوریا نے اس عورت کو نکاح کا پیغام دیا اور اس کی برادری نے اسے قبول بھی کر لیا اور اوریا کی اس سے محبت تھی لیکن نکاح نہیں ہوا تھا کہ اوریا کسی جنگ کے لیے بھیجے گئے اور بلقار کے غازیوں میں سے تھے اس کی اس عدم موجودگی میں حضرت داؤد علیہ السلام نے اس بی بی کو نکاح کا پیغام بھیجا تو اس نے آپ سے نکاح کر لیا اس پر اسے فخر بھی ہوا کہ کہاں نبی داؤد علیہ السلام اور کہاں اوریا۔ واپسی پر اوریا مغموم و محزون ہوا اس پر اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو عتاب فرمایا کہ ایک مسلمان کی منگنی پر اپنا پیام نکاح دے کر کیوں عقد کیا باوجودیکہ آپ کو اس کی ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ اس وقت آپ کی ننانوے بیویاں پہلے موجود تھیں اور اوریا کی سوائے اسی بی بی کے اور کوئی بیوی نہ تھی۔

حکایت مذکورہ کا رد از صاحب روح البیان علیہ الرحمۃ

فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ قرآن کا مضمون اس کے خلاف ہے وہ اس لیے کہ اکفلنیہا کے جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بی بی اوریا کے نکاح میں تھی اور لفظ خصم بھی اسی کی تائید کرتا ہے اس لیے اوریا کا جھگڑا تب صحیح ہو سکتا ہے جب وہ بی بی اس کی منکوحہ ہو چکی ہو۔ ہاں اسے چھوڑنے کا حکم ان کی شریعت میں جائز تھا اسی لیے اسے جبر سے بھی تعبیر نہیں کر سکتے لیکن چونکہ داؤد علیہ السلام کے حکم کے خلاف نہ کرنے پر طلاق دینے کے بعد اوریا کے دل میں مخاصمت قوی تھی اور یہ بھی ایک جبر کی قسم سے ہے اسی لیے اسے وعزنی بالخطاب سے تعبیر کیا گیا ہے اور پھر سوال کرنے والے معزز اور غالب بھی تھے اسی لیے اس نے مجبوراً طلاق دی لیکن دل کی محبت کی آگ تو تاہنوز بھڑک رہی تھی۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے ادب و تعظیم کا درس: مذکورہ بالا دونوں قصے اس موقع پر صحیح سمجھے جاتے ہیں ان کے علاوہ دیگر روایات دیوار پر مارنے کے لائق ہیں۔ اگرچہ ان کی تاویلوں پر بھی بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے جاتے ہیں لیکن بے سود کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی شخصیات وہ ہیں کہ ان کے شان کمال کے لائق نہیں کہ ان کے حق میں معمولی سا نقص کا شائبہ بھی قابل برداشت ہو۔ اور نہ ہی ان کے محبوبی جمال کو عیب دار دیکھا جا سکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

غلط قصے (۱) بعض قصہ گو تو یہ کہا کرتے ہیں کہ معاذ اللہ اوریا کو حضرت داؤد علیہ السلام نے اس بی بی کے نکاح کے ارادہ پر قتل کرا دیا تھا۔

(۲) بعض نے کہا آپ نے اسے قید کرا دیا تھا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ جو قصہ گو مذکورہ بالا قصہ بیان کرے گا میں اُسے ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا۔

مسئلہ:۔ انبیاء علیہم السلام پر بہتان تراشی کی یہی سزا ہے۔

علامہ ابن العربی قدس سرہ کا درس ادب

حضرت محی الدین قدس سرہ نے فرمایا کہ واعظوں کو لائق ہے کہ وہ وعظ میں ایسی باتیں کریں جو انبیاء علیہم السلام کی علو شان پر دلالت کریں۔ اور ایسی باتوں سے احتراز کریں جو ان کی عزت و احترام پر دھبہ آنے کا شائبہ ہو بالخصوص وہ واقعات جو یہود اور نصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی شان پر حملہ آور ہو کر قصے کہانیاں بناتے سناتے ہیں جیسے داؤد علیہ السلام و یوسف علیہ السلام کے قصے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تعریف فرمائی ہے اور انہیں جملہ مخلوق سے برگزیدہ بنایا ہے۔

ستم بالائے ستم:۔ ظلم تو یہ ہے کہ ایسے غلط واقعات تفاسیر جیسی مقدس کتابوں میں درج کیے جاتے ہیں۔ پھر وہ ظالم کہتے ہیں قال المفسرون کذا و کذا۔ مفسرین نے ایسے کہا (معاذ اللہ) حالانکہ انہیں تفاسیر نہیں بلکہ تاویلات فاسدہ اور ایسی قوم کی طرف منسوب ہیں جن پر اللہ تبارک تعالیٰ کا قہر و غضب ہے۔ اور اس سے بڑھ کر وہ ظالم کہتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے تو ہم کیوں نہ بیان کریں جو ظالم واعظ ایسی باتیں بیان کرے اُس کے لیے یہ حکم ہے اس کے جواب میں کہا جائے کہ ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے بے زار ہیں کیونکہ یہ ظالم اس دشمن خدا کی حجت کو مضبوط کر رہا ہے جس کے دل میں انبیاء علیہم السلام کے حق میں نفاق کا مرض ہے اس سے وہ دشمن خدا حجت پکڑے گا اور کہے گا کہ جب انبیاء علیہم السلام سے ایسا سرزد ہوا تو ہم کیوں نہ ایسے افعال کا ارتکاب کریں اگر کریں گے تو کیا ہوگا۔

ف الحمد للہ یہ طریقہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے فیض سے اہل سنت کے علماء کو نصیب ہے لیکن جاہل واعظین سے پناہ ۱۲

[illegible] دیوبندی لوگ ان کے ہم نوا خطیب خبردار کرنا کہ اپنی تقریروں اور تحریروں اور وعظوں کو کہاں تک بچاتے ہیں۔

آخری فیصلہ:- واعظ پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے یا انبیاء علیہم السّلام کے متعلق کچھ کہے تو تعظیم و تکریم کو مدِ نظر رکھے ایسے ہی اولیائے اُمت و علمائے ملّت کے متعلق خیال رہے بلکہ واعظ کو چاہیئے کہ وہ جنّت کی ترغیب اور دوزخ اور قیامت کی ہولناکیوں سے آگاہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونا ہوگا اور سوال ہوگا کہ تم نے دنیا میں زندگی کس طرح بسر کی وغیرہ وغیرہ اس طرح سے اس کی مجلس میں برکت ہی برکت ہوگی[1] رحمت ہی رحمت ہوگی۔

صاحبِ فتوحاتِ مکیّہ سے صاحبِ رُوح البیان کی عقیدت

مذکورہ بالا مضمون ختم کر کے صاحبِ رُوح البیان قدس سرہٗ نے صاحبِ فتوحاتِ مکیّہ کو یہ الفاظ ہدیۂ عقیدت پیش کیے :-

انتهى كلام الفتوحات على صاحبه اعلى التجليات ۔

فتوحات کا کلام ختم ہوا اس کا مصنف پر اعلیٰ تجلیات کا نزول ہو (آمین)

اَدب و تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از امام شعرانی قدس سرہٗ :- حضرت امام شعرانی قدس سرہٗ

نے فرمایا کہ اسی طرح ضروری ہے کہ آیات :

(۱) ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك ۔

(۲) منكم من يريد الدنيا ومنكم يريد الآخرة ۔

(۳) ولا تزال تطلع على خائنة منهم الا قليلا منهم کے متعلق تحقیق نہ کرتا پھرے اس لیے کہ عوام جب ان کے مضامین سنیں گے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تحقیر کریں گے اور ان کے افعال کو اپنی سمجھ کے مطابق حجت بنالیں گے[2]

کربلا کے واقعات:- امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ واعظ (وذاکر و مرثیہ خوان) پر حرام ہے کہ وہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے قصّے سناتا پھرے ایسے ہی اس جیسی حکایات بیان کرنے سے بچے بالخصوص وہ واقعات جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جھگڑوں پر مشتمل

---

[1] فتوحاتِ مکیہ باب ۱۸۱ ، روح البیان صفحہ ۲۰ ج ۸

[2] الکبریت الاحمر ۱۲ روح البیان صفحہ ۲۰ ج ۸

Scanned with CamScanner

ہیں اس لیے کہ یہ واقعات بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہیج ہوتے اور ان کی طعن وتشنیع پر اُبھارتے ہیں کیونکہ وہ تدوین کے متون ہیں ہاں ان کے جھگڑوں کو اچھے محمل پر محمول کر سکتا ہے تو اسے اجازت ہے۔

مسئلہ:۔ بعض مسائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتہاد کی خطاء پر مشتمل ہیں نہ ان کو دنیا کی ہوس تھی نہ ہی اقتدار کی تمنا جیسا کہ اہل علم کو معلوم ہے۔

آخری درس ادب:۔ محبوبان خدا کے معاصی عوام کے معاصی جیسے نہیں ہوتے کیونکہ عوام کے معاصی شہوات اور ہوائے نفس سے ہوتے ہیں اور اُن کے معاصی اجتہاد کی خطاء پر مبنی ہوتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ انہیں بتاتا ہے کہ تمہارا یہ اجتہاد مبنی بر خطا تھا تو وہ حضرات اپنی اس اجتہادی خطا کو از خود معاصی سے تعبیر کرتے ہیں اور پھر توبہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ:۔ یا داؤد انا جعلناك خليفة فى الارض۔ اے داؤد ہم نے تمہیں زمین کا خلیفہ بنایا۔

الخلافۃ بمعنی غیر کا نائب بننا یہ چار قسم ہے:۔

۱۔ جس کا نائب بنا ہو وہ غائب ہو۔

۲۔ اس پر موت واقع ہو۔

۳۔ وہ اس کام کی سرانجامی سے عاجز ہو۔

۴۔ خلیفہ کو شرافت بخشنا مطلوب ہو۔ اسی چوتھے معنیٰ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں کو زمین پر اپنا نائب بنایا کیونکہ پہلے تین معانی اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہیں۔

خلیفہ نافذ الحکم بادشاہ کو کہتے ہیں لیکن اس کا اور اس کی حکومت کا طریقہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہو اور سلطان عام ہے خواہ اس کا طریقہ نبوت کے طریقہ پر ہو یا نہ ہو اور خلافت مرتبہ امامت سے مخصوص ہونے کی وجہ سے عام ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے داؤد ہم نے تمہیں زمین پر اپنے ملک کا خلیفہ بنایا جیسے بادشاہ اپنے بعض کو کسی ملک کا نائب بنا کر اس کا اسے مالک بنا دیتا ہے۔

فائدہ:۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے قاعدہ تھا کہ یعقوب علیہ السلام کے ایک سبط میں سے نبی اور دوسرے سبط میں سے بادشاہ لیکن آپ کو ہر دونوں عہدے عطا کیے گئے اسی لیے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے بندوں کے اُمور کو حسن تدبیر سے انجام دیتے تھے۔

مسئلہ:۔ اس سے ثابت ہوا کہ توبہ کے بعد آپ کا مرتبہ پہلے کی طرح تھا لغزش سے کمی نہ آئی بلکہ اس سے بڑھ کر برگزیدہ ہوئے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا ثم اجتباہ ربہ فتاب

Scanned with CamScanner

علیہم ھدی۔ پھر اُن کے پروردگار نے انھیں چن لیا تو توبہ قبول کی اور راہِ ہدایت بخشی۔

فائدہ: بعض اہل مکاشفہ نے فرمایا کہ وہ مرتبۂ کبریٰ اور مرتبہ قرب جسے اللہ تعالیٰ نے خلافت کے نام سے مخصوص فرمایا۔ کسی کو اولادِ آدم سے بطور نص ظاہر نہیں فرمایا یعنی انبیاء علیہم السلام میں کسی کو یہ مرتبہ نص کے طور پر بیان نہیں فرمایا سوائے حضرت داؤد علیہ السلام کے اگرچہ وہ خلافت سے بطریق اتم موصوف تھے۔

سوال: حضرت آدم علیہ السلام کی نص تو ظاہر ہے اس کا انکار کیوں کر رہے ہو۔

جواب: حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح ان کے لیے صریح نص نہیں وہاں تو ہے و اذ قلنا للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفہ (یاد کرو جب ہم نے ملائکہ کو کہا کہ میں زمین پر خلیفہ بناؤں گا) اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں کسی ایک کے خلیفہ بنانے کی خبر ہو اگر اس میں انی جاعل آدم خلیفہ ہوتا تب بھی حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت کی طرح نہ ہوتا کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت میں ضمیر خطاب ہے اس میں سوائے حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت کے اور کوئی معنیٰ نہیں ہو سکتا۔

خلافت صدیقی کا نکتہ: بعض مشائخ نے فرمایا کہ ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام پر تجبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں خلافت سے نوازا اور حضرت داؤد علیہ السلام پر طالوت نے تجبر کیا تو خلافت سے نوازے گئے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر انصار نے تجبر کیا تو ان کو خلافت سپرد ہوئی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کے علی الاطلاق تین خلفاء ہیں:

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام

۲۔ حضرت داؤد علیہ السلام

۳۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

داؤدی خلافت کی مدت: حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت کی مدت چالیس سال تھی یہ وہی مدت ہے جو آدم علیہ السلام نے انھیں اپنی عمر سے بطور ہبہ بخشی گویا یہ خلیفۂ اول کی بخشی ہوئی خلافت ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام زمین پر خلیفہ بنائے گئے۔

اقسام خلافت: خلافت کے کئی معانی ہیں: (۱) حقیقی خلافت۔ اس میں انسان کے کسب کو دخل نہیں بلکہ یہ فضل و عطائے الٰہی ہے جسے چاہے عطا فرمائے چنانچہ فرمایا انا جعلناک خلیفۃ۔ یعنی ہم نے ہی تمھیں خلافت عطا فرمائی۔

(۲) خلافت کی استعداد صرف انسان میں ہے جیسا کہ فرمایا وجعلنا کم خلائف الارض۔ اور ہم نے تمھیں سے زمین کے خلیفے بنائے۔

(۳) انسان میں خلافت کی استعداد بالقوہ ہے بالفعل اس مرتبہ کو شاذ و نادر چند حضرات پہنچ سکے۔

(۴) جبلتہ خلافت کا تعلق عالم معانی سے ہے جیسے خلقیتہ کا تعلق عالم صور سے ہے یہی وجہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی صورت کی خبر دی تو فرمایا انی خالق بشرا من طین اور جب اس کے معنی کی خبر بخشی تو فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفۃ۔

(۵) روح انسانی ہی فیض اول ہے یہی وہ پہلی شے ہے جس کے ساتھ امر کُن متعلق ہوا اسی لیے روح کی طرف امر کو منسوب فرمایا کما قال اللہ تعالیٰ قل الروح من امر ربی۔ فرمایئے روح امر ربی سے ہے۔ جب ثابت ہوا کہ روح ہی فیض اول ہے تو خلیفہ الٰہی یہی ہے۔

(۶) روح انسانی ہی ذات و صفات الٰہی کا خلیفہ ہے ذات کا خلیفہ تو بایں معنی ہے کہ اس کا وجود بلا واسطہ وجود الٰہی سے ہے اس اعتبار سے اس کا وجود وجود الٰہی کا خلیفہ ہوا اور صفات کا خلیفہ بایں معنی ہے کہ اس کی صفات کا وجود صفات الٰہی سے بلا واسطہ ہیں تو پھر جو ذات و صفات روح کے وجود و صفات کے بعد ہوں گی تو اس کے واسطے سے ہوں گی اس اعتبار سے وہ ذات و صفات ہیں اللہ کے خلیفہ کی خلیفہ ہوں گی۔ ایسے ہی ہر خلیفہ کی اسی نسبت کا قیاس کریں۔ اس معنی پر جسم انسانی سب سے نچلے درجہ کا خلیفہ ہوگا کیونکہ وہ تمام موجودات سے نچلا اور سب سے آخر میں فیض الٰہی کو قبول کرنے والا ہے اسی لیے خلافت سے اسے بہت کم حصہ نصیب ہوا۔

خلیفہ الٰہی کے جسم کی پرورش: جب اللہ تعالیٰ کسی بندۂ خاص کو زمین پر اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہے تو اپنے خلیفہ کی روح کے لیے بہترین نزول گاہ تیار فرماتا ہے تاکہ وہ دنیوی زندگی اس میں گزار سکے یعنی اس کا جسم اس کی اعلیٰ بیٹھک تیار کی جاتی ہے اس میں عرش بچھایا جاتا ہے تاکہ وہ اس میں آرام و سکون پا سکے یعنی قلب انسان کے اندر بمنزلہ عرش کے ہے اور اس کی خدمت کے لیے نفس کو خادم مقرر کیا جاتا ہے اگر انسان اپنی انسانیت پہ برقرار رہے یعنی جس فطرت پر اسے بنایا گیا اسے محفوظ رکھے تو اس کی روح اللہ تعالیٰ سے براہ راست فیض پاکر خلافت حق سے نوازا جائے اور اس کا عرش قلب فیض الٰہی کا مرکز ہو۔ قلب روح کی خلافت سے اپنے خادم نفس کو فیض پہنچاتی ہے اور نفس خلافت قلب سے قالب (جسم) کو فیض بخشتا ہے اور جسم خلافت نفس سے دنیا کو فیضیاب کرتا ہے یہی ارض اللہ ہے۔ ان اسباب و آلات سے روح اللہ کی زمین کا خلیفہ ہے

Scanned with CamScanner

جو اس کے حکم وامر سے احکام وشرائع نافذ کرتا ہے۔

(ج) خلافت کی خصوصیت سے ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان حق کا فیصلہ کرے۔ نفس کی خواہشات سے روگردانی کرے۔ خلیفۂ حق کی خصوصیات سے ہے کہ وہ عمل صالح اور اکل حلال کا خوگر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کلوا من الطیبات واعملوا صالحًا۔ حلال کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

تفسیر صوفیانہ: داؤد یعنی روح کو زمین یعنی انسانیت کا خلیفہ بنایا۔ قلب۔ سر۔ نفس۔ قالب حواس۔ قویٰ۔ اخلاق۔ جوارح۔ اعضاء کو اس کا رعیت بنایا اور کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ تم سب راعی ہو اور ہر راعی سے اپنی رعیت کا سوال ہوگا اسی کے متعلق حکم ہے کہ اپنی رعیت کا فیصلہ حق سے کرو یعنی انھیں امر حق وطاعت الٰہی پر لگاؤ اتباع خواہش نہ کرو چنانچہ فرمایا فاحکم بین الناس بالحق۔ حکم الٰہی کے مطابق فیصلہ کیجئے کیونکہ خلافت کا حتمی تقاضا یہی ہے اور حکم الٰہی عدل محض ہے اور بس۔ اسی پر عمل کرنے سے انسان عادل ہوتا ہے اور حکم لغت میں فیصلہ کو اور شریعت میں اس امر ونہی کو کہا جاتا ہے جس میں لزوم ہو۔ ولا تتبع الھوٰی اور خواہشات نفسانی کی اتباع نہ کرو۔ یعنی وہ جو نفس چاہتا ہے اور فیصلہ جات وغیرہ دین ودنیا کے امور میں سے اس کی آرزو اور تمنا ہوتی ہے۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ اس سے وہ ارادہ مراد ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام نے اوریا کی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کا کیا تھا۔ یا آپ کی وہ تصدیق جو مدعی کے بیان کے بعد مدعا علیہ سے جواب دعویٰ سننے کے بغیر اس پر ظلم کی نسبت کر دی۔

فیضلک عن سبیل اللہ۔ تو وہ تمھیں اللہ تعالیٰ کے راستہ سے بہکا دے گا۔

فائدہ: فیضلک کا منصوب ہونا نہی کے جواب کی وجہ سے ہے یعنی خواہشات نفسانی اور نفس کی اتباع گمراہی کا سبب بن جائیں گے اور تمھیں ان دلائل سے بہکا دیں گے جو حق نے تکوینی وتشریعی طور مقرر فرمائے ہیں۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ خیال جو میری وحی کے بغیر تمھارے دل میں آئے اور اس سے فیصلہ کرو تو وہی تمھیں اس راستہ سے بہکا دے گا جو وحی الی الرسل سے حاصل ہوا ہے۔

سوال: اتباعِ نفس کیسے گمراہی کا سبب ہے۔

جواب: وجہ یہ ہے کہ خواہشاتِ نفسانی لذاتِ جسمانی میں متفرق کر کے ان سعادات روحانیہ سے محروم کر دیتی ہیں جنہیں باقیات صالحات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور قاعدہ ہے کہ جو بھی اس سبیل الٰہی

Scanned with CamScanner

یعنی اتباع دلائل منصوبہ علی الحق یا اتباع حق فی الامور سے بہکا تو شیطان کے ہتھکنڈے چڑھ گیا بلکہ نیران و حرمان کے گھڑے میں گرا۔

تفسیر عالمانہ:۔ ان الذین یضلون عن سبیل اللّٰہ۔ بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہک جاتے ہیں۔ یہ ماقبل کی تعلیل اور اس کی تباہی و ہلاکت کا بیان ہے۔ سبیل اللہ کو بجائے ضمیر کے لانے میں گمراہی کی شناعت کا اظہار مطلوب ہے۔

لھم عذاب شدید بمانسوا۔ ان کے نسیان کی وجہ سے ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

یوم الحساب۔ حساب کے دن میں یہ نسوا کا مفعول ہے۔

فائدہ:۔ چونکہ سیدھے راستے سے بہک جانا یوم حساب کے نسیان کو مستلزم ہے اسی لیے ان دونوں کو ثبوت عذاب شدید کی علت و سبب بنایا گیا ہے۔

درس ادب:۔ گمراہی میں حضرت داؤد علیہ السلام کے نام کی تصریح کا ترک بندوں کو آداب انبیا علیہم السلام کا درس دینا مطلوب ہے کہ میں خالق ہو کر ان کی طرف گمراہی کو منسوب نہیں کرتا تو بندوں کو کب لائق ہے کہ وہ انہیں گمراہ کہتے پھریں۔ ورنہ سیاق و سباق کا تقاضا تھا کہ عبارت یوں ہوتی فلانٌ ضلت عن سبیلی۔ فلك عذاب شدید۔ لیکن اللہ تعالیٰ گمراہی کی نسبت کسی ایک غائب جماعت کی طرف فرمادی۔ داؤد علیہ السلام ان کے اجمال میں ہیں (اور وہ مراد بھی نہیں)۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اللہ تعالیٰ نے خواہش نفسانی کو گمراہی کی صفت پر پیدا فرمایا ہے جو کہ حق کی مخالف ہے کیونکہ حق کی صفت ہدایت ہے یہی وجہ ہے کہ خلیفۃ الٰہی وہ ہوتا ہے جو طبیعت کے خلاف اور مخالفت امر نفس کرکے اللہ تعالیٰ کا راستہ بناتے۔ اللہ تعالیٰ ہادی ہے کہ وہ اپنے نور ذاتی اور اپنے امر کی موافقت سے اپنی ذات کا راستہ دکھاتا ہے تاکہ سالک اپنے نفس کی خواہش کے خلاف اور امر الٰہی کی موافقت کرکے اس کے راستہ پر چلے۔ اسی لیے مشائخ کرام نے فرمایا کہ اگر خواہش نفسانی نہ ہوتی تو راہِ حق پر سالک کو چلنا نصیب نہ ہوتا۔ یعنی ان کے خلاف کرکے ہی بندہ حق تک پہنچ سکتا ہے۔

مسئلہ:۔ انسان کا سب سے بڑا گناہ اور قبیح ترین خطا یہ ہے کہ وہ نفس کی خواہشات کی اتباع کرے۔

حدیث شریف:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین پر مبغوض ترین کوئی معبود باطل نہیں سوائے خواہش نفسانی کے۔

Scanned with CamScanner

حدیث شریف: تین چیزیں تباہ و برباد کرنے والی ہیں:۔

۱۔ بخل متاع۔

۲۔ خواہش کی اتباع۔

۳۔ انسان کا اپنے اُوپر عجب میں مبتلا ہونا۔

فائدہ: اتباع نفس میں گمراہ کرنے کا جو کمال ہے کسی دوسری شے میں نہیں اور وہ یہ ہے جس کے تصوف کا انبیاء علیہم السلام میں بھی احتمال ہے جیسا کہ داؤد علیہ السلام کو فرمایا **ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله** اور فرمایا **ان الذين يضلون** الخ ان آیات میں اشارہ ہے کہ اضلال سے انقطاع عن طالب الرب مراد ہے جو طریق حق سے بہکا تو وہ قرب الٰہی سے قطعیت اور حرمان میں مبتلا ہوا اور جوار حق سے دور پھینکا گیا جیسا کہ **بما نسوا يوم الحساب** میں اشارہ ہے کہ وہ ایسا دن ہے کہ ہر اہل حق کو اس کی ہدایت کے مطابق جزا دی جائے گی اور اہل باطل کو اس کی گمراہی کے موافق سزا ہوگی۔[1]

مسئلہ: آیت میں دلیل ہے کہ حاکم پر لازم ہے کہ حق کا فیصلہ کرے دو جھگڑا والوں میں سے کسی کی جانبداری نہ کرے۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے علی حق کا فیصلہ کرنا کیونکہ ہر غلط فیصلہ کے پیچھے جہنم کے ستر گڑھے ہوتے ہیں۔ اگر ان میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر رکھا جائے تو پہاڑ راکھ ہو جائے۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ افسری کتنا سخت کام ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام باوجود نبوت اور بڑا مرتبہ پانے کے کیسے سخت احکام کے ساتھ مخاطب کیے جا رہے ہیں فرمایا **فاحكم بين الناس بالحق**۔ لوگوں کے درمیان حق کا فیصلہ کرنا۔ یعنی لوگوں کے درمیان طریق عدل بچھایئے اور عدل و انصاف کے راستہ پر چلئے اور حق سے سر مو ہٹئے اور باطل اور خواہش نفسانی سے بچ کر رہیئے۔ حق کی مراد کو مدنظر رکھیئے۔ خواہش نفس کو مراد حق پر غالب نہ ہونے دیجئے ورنہ ہمارے راستوں سے دُور نکل جاؤ گے۔[2]

؎ نص قرآں شنو کہ حق فرمود
در مقام خطاب یا داؤد

---

[1] تاویلات نجمیہ ۱۲ : روح البیان ص ۲۳

[2] فوائد السلوک ۱۲ روح البیان ص ۲۳ ج ۸

ترجمہ: قرآن کی نص سن کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا مقام خطاب میں یا داؤد۔

کہ ترا زاں خلیفگی دادیم
سوئے خلقاں ازاں فرستادیم

ترجمہ: کہ تجھے اس لیے خلافت دی ہے کہ تم کو مخلوق کی طرف بھیجا ہے۔

تا دہی ملک را زعدل اساس
حکم رانی بعدل بین الناس

ترجمہ: تاکہ ملک میں عدل کی بنیاد رکھو۔ لوگوں کے درمیان عدل سے ملک کو چلاؤ۔

ہر کرا نہ ز عدل دستور ست
از مقا خلیفگی دور ست

ترجمہ: جس کا عدل کا طریقہ نہیں وہ خلافت کے مقام سے دور رہے۔

آنکہ گیرد ستم ز دیو سبق
عدل چوں خواندش خلیفۂ حق

ترجمہ: وہ جو شیطان سے ظلم کا سبق سیکھتا ہے اسے عدل کیسے خلیفۂ حق کا خطاب دے سکتا ہے۔

پیشہ کردہ خلاف فرمان را
گشتہ نائب مناب شیطان را

ترجمہ: اس نے فرمان الٰہی کے خلاف کام کیا ہے وہ تو شیطان کے قائم مقام ہے۔

حق ز شاہاں بغیر عدل نخواست
آسمان و زمیں بعدل بپاست

ترجمہ: اللہ نے بادشاہوں کے سوائے عدل کے اور کچھ نہیں چاہا آسمان و زمین عدل کیلئے قائم فرمایا ہے۔

شاہ باشد شبان خلق ہمہ
رمہ د گرگ آں رمہ ظلمہ

ترجمہ: بادشاہ تو شب و روز نگران ہوتا ہے مخلوق ریوڑ ہے اور اس ریوڑ کا بھیڑیا ظالم لوگ ہیں۔

بہر آنست ہای وہوی شباں
تا بیابد رمہ ز گرگ بود

۔ چرواہوں کا شور اسی لیے ہوتا ہے کہ ریوڑ بھیڑیوں کی دستبرد سے بچ جائے۔ (بقیہ بر صفحہ ۳۵۰)

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذٰلِكَ
ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ○ اَمْ
نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ
اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ○ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ
لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ
سُلَيْمٰنَ ۚ نِعْمَ الْعَبْدُ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ○ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ
الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ○ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ
ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ○ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۚ فَطَفِقَ
مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ○ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا
عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ○ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ
وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ
الْوَهَّابُ ○ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ
اَصَابَ ○ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ○ وَّاٰخَرِيْنَ
مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ ○ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ
بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ○

ترجمہ:۔ اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بے کار نہ بنائے۔ یہ کافروں کا گمان ہے تو کافروں کی خرابی ہے آگ سے۔ کیا ہم انھیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان جیسا کر دیں جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ یا ہم پرہیزگاروں کو شریر بے حکموں کی برابر ٹھہرائیں۔ یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمھاری طرف اتاری برکت والی تاکہ اس کی آیتوں کو سوچیں اور عقلمند نصیحت مانیں۔ اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا۔ کیا اچھا بندہ بیشک وہ بہت رجوع لانے

Scanned with CamScanner

والا۔ جبکہ اس پر پیش کیے گئے تیسرے پہر کو کہ روکئے تو تین پاؤں پر کھڑے ہوں۔ چوتھے سم کا کنارہ زمین پر ٹکائے ہوئے اور چلائیے تو ہوا ہو جائیں تو سلیمان نے کہا مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے اپنے رب کی یاد کے لیے پھر انھیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ نگاہ سے پردے میں چھپ گئے۔ پھر حکم دیا کہ انھیں میرے پاس واپس لاؤ تو اُن کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا اور بیشک ہم نے سلیمان کو جانچا اور اُسکے تخت پر ایک بے جان بدن ڈال دیا پھر رجوع لایا۔ عرض کی اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بیشک تو ہی بڑی دین والا۔ تو ہم نے اسکے بس میں کر دی ہوا کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتا اور دیو بس میں کر دیئے ہر معمار اور غوطہ خور اور دوسرے اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے۔ یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ تجھ پر کچھ حساب نہیں اور بیشک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

بقیہ صـ ۳۴۸

چون شبان سازگار گرگ بود
رمہ را آفت بزرگ بود

ترجمہ:۔ جب چرواہا بھیڑیئے کے موافق ہو تو ریوڑ کو بھیڑیئے سے سخت مصیبت پہنچتی ہے۔

ہر کرا دل بعدل شد مائل
طمع از مال خلق گو بگسل

ترجمہ:۔ جس کا دل عدل کی طرف مائل ہے اسے کہہ دو کہ وہ مخلوق کے مال سے دل کو توڑ دے۔

طمع و عدل آتش و آبند
ہر دو یکجا قرار کی یابند

ترجمہ:۔ طمع و عدل آگ اور پانی کی طرح ہیں دونوں یکجا قرار نہیں پا سکتے۔

ہر کرا از خلیفگی خدائی
نشود سیر نفس بد فرمائی

ترجمہ:۔ جسے اللہ تعالیٰ کی خلافت نصیب ہے اس سے نفس بد کی سیر (پر تحکم) نہ ہو سکے گی۔

سیر مشکل شود از ان زر و سیم
کہ کشد کہ زبیوہ کہ زیتیم

ترجمہ:۔ اس کی زر و سیم سے سیر نہیں ہوتی وہ تو مال کھینچے گا نہ دیکھے گا بیوہ کا مال ہے نہ یتیم۔

اور اللہ تعالیٰ سے انفس و آفاق میں عدل اور اجرائے احکام شرعیہ و آداب طریقت علی الاطلاق کی

Scanned with CamScanner

توفیق کا سوال ہے وہی محسن و خلاق ہے۔

تفسیر عالمانہ۔ وما خلقنا السماء والارض وما بینھما۔ اور ہم نے آسمان اور زمین اور اُن کے درمیان کی مخلوق کو نہیں پیدا کیا۔ باطلاً۔ بے کار مخلوق۔ اور جس میں کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ اس لیے پیدا کیا ہے کہ اس پر علم وعمل اور آخرت اور اس میں جو حساب اور سزا وجزا ہوگی کا دار ومدار ہے اور دنیا اچھائی اور بُرائی سے خالی نہیں اور آسمان وزمین کی مخلوق آخرت کی راحت ورنج کا خبر دیتی ہے۔

تفسیر صوفیانہ۔ آسمان وزمین اور ان کی مخلوق ایک آئینہ ہے جس سے ان اہل ایمان کو مشاہدہ نصیب ہوتا ہے جو نور الٰہی سے صفات جمال وجلال کے شواہد کو دیکھتے ہیں ؎

جہاں مرآت حسن شاہد ماست

فشاھد وجھہ فی کل ذرات

ترجمہ:۔ جہاں ہمارے محبوب کے حسن کا آئینہ ہے اے سالک پردہ میں اس کی ذات کا مشاہدہ کر۔

تفسیر عالمانہ۔ ذالک۔ اس مخلوق کی غایت جلیلہ اور حکمت باہرہ سے خالی ہونا۔ ظن الذین کفروا۔ صرف کفار مکہ کا گمان ہے باوجودیکہ ان کا عقیدہ تھا کہ خالق ہے لیکن ساتھ ہی یہ باطل عقیدہ بھی رکھتے تھے کہ پیدائش کی علت قیامت کی جزا وسزا سمجھنا باطل ہے اس سے تو لازم ہوا کہ وہ معلول کو بھی باطل سمجھیں یعنی قیامت میں مرنے کے بعد اٹھنا ہے اور یہی ان کا عقیدہ تھا۔ **فویل** جب ان کا یہی عقیدہ ہے تو پھر ہلاکت ہی ہلاکت ہے للذین کفروا۔ ان کے لیے جو کافر ہیں۔ یہ **ویلٌ** کی خبر ہے۔

من النار۔ یہ من تعلیلیہ ہے۔ علتہ نار کا فائدہ دیتا ہے پہلے ان کے لیے ویل اشارۃً سنائی گئی اب صراحۃً بتایا گیا ہے یہ سب اُن کی بدگمانی کا نتیجہ ہے کہ وہ جہنم کے مستحق بنے ورنہ ان کے لیے ضروری تھا کہ حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھیں اور یوم جزا کے زادِ راہ کی ظاہراً و باطناً فکر کریں تاکہ وہ جہنم سے نجات اور چھٹکارا اور بہشت کی اعلیٰ نعمتوں اور دائمی لذتوں اور بلند و بالا درجات سے بہرہ ور ہوں۔

ام نجعل الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت۔ اَم منقطعہ بمعنی بل اور ہمزہ انکار کا ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ کیا ہم اہل ایمان نیکی والوں کو **کالمفسدین فی الارض** زمین کے فسادیوں کی طرح بنائیں جو کفر ومعاصی میں مبتلا ہیں یعنی ہم ان دونوں کو برابر نہیں کر سکتے۔ اگر سزا وجزا اور مرنے کے بعد اٹھنے کا

Scanned with CamScanner

عقیدہ بقول کفار باطل ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اچھے اور بُرے برابر ہوتے تو یہ سفاہت ہے اور اللہ تعالیٰ ایسی بُری صفت سے منزہ و مقدس ہے جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان میں نیکی والوں کے درجات بلند فرمائے گا اور کفار کو جہنم میں نیچے سے نیچے درجات میں گرائے گا۔

ام نجعل المتقین کالفجار۔ ہم ایمان دار اور نیک لوگوں کو کفار اور مفسدین کی طرح نہیں بنائیں گے کہ اہل ایمان اور نیک عمل والے ہماری صفت لطف و جمال کے اور کفار ہماری صفت قہر و جلال کے مظاہر ہیں۔ اسی طرح ہم اہل تقویٰ کو فاجروں کی طرح نہیں اُٹھائیں گے۔

حل لغات:۔ الفجر بمعنی شق الشئ شقا واسعًا۔ کسی شے کو درازی میں چیرنا اور الفجور بمعنی دیانت کا راز چیرنا۔

فائدہ:۔ پہلے اہل ایمان و اہل کفر کی برابری کا انکار کیا پھر اہل تقویٰ و اہل فجور کے درمیان تاکہ ہر گروہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے حسب مراتب بہرہ ور ہو اور تہدید و وعید کے مقام کا تقاضا بھی یہی ہے۔

فائدہ:۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انکار اول کا تکرار بوجہ دو دیگر اوصاف کے جو دونوں کی برابری حکیم و رحیم کے وقوع سے مانع ہیں۔

شان نزول:۔ مروی ہے کہ کفار قریش مکہ نے اہل ایمان کو کہا کہ قیامت میں ہم تم سے بہتر انعامات دیئے جائیں گے ان کے رد میں یہ اشارہ نازل ہوا کہ ام نجعل الذین اٰمنوا الخ وہ کہا کرتے کہ اگر بفرض محال قیامت قائم بھی ہوئی تو بھی ہمیں کوئی فکر نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے قالوا نحن اکثر اموالا و اولادًا۔ ہم مومنوں سے اموال و اولاد میں زیادہ ہیں ان کے رد میں اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی فرما چکا کہ افنجعل المسلمین کالمجرمین۔ تو کیا ہم اہل اسلام کو مجرموں جیسا بنائیں گے یعنی کیا وہ آخرت کے ثواب میں برابر ہوں گے (نہیں ہرگز نہیں)

نکتہ:۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے مومن و کافر کو حظ دنیوی میں برابر بلکہ کافر کو وافر حصہ بخشا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا مکھی کے پَر کے برابر کی حیثیت نہیں رکھتی اور آخرت میں صرف ان کو بہتر درجات نصیب ہوں گے جو دنیا میں بلندی چاہتے ہیں فساد نہیں ڈالتے یہی مومن مخلص اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہیں اور دنیا میں انہیں اچھی سہولتیں نہ بخشنا بھی اس کی وسعت و رحمت کی دلیل ہے اس لیے کہ دنیا تنگ حویلی ہے اور آخرت بہت بڑی دار ہے۔ اسی لیے اہل ایمان کی جزا آخرت کو مؤخر کی گئی جب انسان خواہشات نفسانی چھوڑ کر ہدایت الٰہی کا دامن پکڑتا ہے اور فسق و فجور ترک کر کے تقویٰ حاصل کرتا ہے تو پوری اور مکمل جزا کا مستحق ہوگا۔

Scanned with CamScanner

23/C

ربط: چونکہ قرآن مجید جمیع سعادات وخیرات کا سرچشمہ ہے اسی لیے پہلے اس کی تعریف فرمائی پھر اس کے نزول کی حکمت و مصلحت سے آگاہ فرمایا۔

کتاب۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے اس سے قرآن مجید مراد ہے یعنی یہ کتاب ہے۔

انزلناہ الیک۔ کتاب کی صفت ہے۔ وہ جسے ہم نے آپ پر اتاری۔

مبارک۔ مبتدا کی دوسری صفت ہے۔ یہ برکت والی ہے کہ دنیا و آخرت کے اس میں بہت بڑے فائدے ہیں اس کے لیے جو اس پر ایمان لائے اور اس کے احکام وحقائق واشارات پر عمل کرے۔ برکت یعنی کسی شے میں خیر الٰہی کا ثابت ہونا اور مبارک وہ ہے کہ جس میں خیر الٰہی ہو۔

لیدبروا ایاتہ۔ یہ انزلنا کے متعلق ہے دراصل یتدبروا تھا تا کو دال میں ادغام کیا گیا ہے یعنی فکر سلیم کے ساتھ اس کے آیات میں غور و فکر کریں تاکہ انھیں معلوم ہو کہ اس میں کیسے معانی فائقہ اور تاویلات لائقہ پائے جاتے ہیں یا یہ معنٰی ہے کہ اس کے معانی میں غور و فکر کریں کیونکہ تدبر یعنی امور کے انجام پر نظر رکھنا اور تفکر یعنی مطلوب کے حصول کے لیے اشیاء کے معانی میں دل کو متوجہ کرنا۔

و یتذکر اولوا الالباب۔ تاکہ اس سے وہ صاحبان عقول نصیحت کریں جن کے دل وہم کی ملاوٹ سے خالص ہیں۔

نکتہ: تدبر کا عموم علماء کے لیے اور تذکر کا خصوص عقلاء کے لیے اس لیے ہے کہ تدبر صرف فہم کا نام ہے اور تذکر میں اجلال وخشیت خاص کا اپنے اُوپر واقع کرنا یہ اکابر علماء کا خاصہ ہے۔

صوفیانہ معنیٰ: بعض صوفیہ کرام نے فرمایا کہ مطلوب کے مفقود ہونے کے وقت تفکر ہوتا ہے جبکہ صفات نفسانیہ کی وجہ سے قلب پر حجابات آجائیں اور تذکر رفع حجابات اور فطرت اولیٰ کی طرف رجوع کے وقت ہوتا ہے اس سے بندہ یاد کرتا ہے کہ اس کے نفس میں ازل میں توحید و معارف کے کیا کیا نقوش منقوش ہوئے۔

سبق: اس سے معلوم ہوا کہ کلام الٰہی سے مطلوب حقیقی تفکر و تذکر اور نصیحت حاصل کرنا ہے نہ کہ صرف اس کے الفاظ یاد کر لینا۔

ملفوظ حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حدیث شریف

حضرت شیخ شبلی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میں نے چار ہزار احادیث حفظ کر لیں لیکن میں نے ان میں صرف ایک حدیث شریف اختیار کی اور وہ ایسی حدیث ہے جس میں علم الاولین والآخرین درج ہیں وہ یہ کہ رسول

Scanned with CamScanner

اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ سے فرمایا کہ دنیا میں اتنا کاروبار کرو جتنا تم نے ابھی ٹھہرنا ہے اور آخرت کے لیے اتنا عمل جمع کرو جتنا دیر تم نے وہاں رہنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اتنا عمل کرو جتنا تمہیں اس کی حاجت ہے اور دوزخ کے لیے اتنا کام کرو جتنا تم اس میں صبر سے وقت گزار سکتے ہو (یعنی جب اس میں وقت گزارنے کی تم طاقت نہیں رکھتے تو ایسے اعمال سے پرہیز کرو جو اس میں داخل ہونے کے سبب بنتے ہیں۔

فائدہ: بعض صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی عادت تھی کہ قرآن مجید کی صرف بعض سورتیں پڑھنے پر اکتفا کر کے زیادہ تر ان پر عمل میں مشغول رہتے کیونکہ قرآن کے پڑھنے سے مقصد عمل ہے۔

حکایت: ایک شخص حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ مجھے قرآن مجید کے آیات پڑھادیں۔ آپ نے اسے ایک صحابی کے سپرد کیا اُنہوں نے اسے سورۂ زلزال پڑھائی جب وہ فمن یعمل الخ پر پہنچے تو کہا مجھے اتنا کافی ہے۔ اس کا یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو اس نے خوب سمجھا۔

حکایت: حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک پتھر پر گزرا اس پر لکھا تھا مجھے اُلٹ دیجئے اس میں تمہارا فائدہ ہے۔ میں نے اسے اُٹھا کیا تو اس پر لکھا پایا کہ جو کچھ تو نے پڑھا ہے اس پر تم عمل نہیں کرتے پھر جسے تم نہیں جانتے اس کے طلب کرنے کا کیا فائدہ۔

ملفوظ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا غلام اور بچے قرآن تو پڑھتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ قرآن مجید کیا فرماتا ہے صرف الفاظ یاد کر لیتے ہیں لیکن اس کے حدود کو ضائع کر رہے ہیں یہاں تک کہ فخریہ طور کہتے ہیں بخدا میں نے تمام قرآن مجید ازبر کر لیا۔ ایک حرف بھی ضائع نہیں ہوا۔ میں کہتا ہوں بخدا اس نے سالم قرآن مجید ضائع کر ڈالا۔ اگر اس پر قرآن مجید کے اثرات نظر نہیں آتے نہ عادات میں نہ اعمال میں بخدا قرآن کے حروف یاد کرنا اور اس کے حدود کو ترک کرنا کچھ بھی نہیں۔ اکثر حکماء و حفاظ بلکہ اکثر لوگوں کا یہی حال ہے تو قرآن کے ظاہری الفاظ تک محدود رہنا ایسے ہے جیسے کسی کے پاس دودھ دینے والے جانور تو ہوں لیکن اُن سے دودھ حاصل نہیں کرتا یا اس کے پاس بچے دینے والی اونٹنیاں تو ہیں لیکن ان سے بچے حاصل نہیں کرتا۔

حدیث شریف: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان قاریوں (علماء سے) بچو جو اپنے علم و قرأۃ کے گھمنڈ میں ہیں بخدا یہ جابر دنیادار لوگوں سے کہیں زیادہ فخر و کبر میں مبتلا ہیں۔

حدیث شریف: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک قاری (عالم) متکبر مبغوض ترین انسان سمجھا جاتا تھا۔
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

شرارتی قاری و مولوی: کہ دار الحزن سے پناہ مانگو کیونکہ اس کا دروازہ کھلتا ہے تو اس سے دوزخ ستر بار پناہ مانگتی ہے اور وہ ان قاریوں (مولویوں) کے لیے تیار کی گئی ہے جو ریاکار اور دنیا دار اُمراء (آفیسران وغیرہ) کے ہاں آمد و رفت رکھتے ہیں۔ حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں بہت سے قرآن مجید پڑھنے والوں کو قرآن رسوائی کی طرف دھکیلتا ہے[له]۔

خواجہ را نیست جز تلاوت کار
لیکن آں طرد و لعنت آرد بار

ترجمہ: خواجہ کو تلاوت قرآن کے سوا اور کوئی کام نہیں لیکن اسے تلاوت سے لعنت و دھتکار نصیب ہوتی ہے۔

لعنت است ایں کہ بہر لہجہ و صوت
شود از تو حضور خاطر فوت

ترجمہ: لعنت اس لیے کہ وہ لہجہ و آواز سے تو قرآن پڑھتا ہے لیکن حضور قلبی سے محروم ہے۔

نشود بر دل تو تابندہ
کیں کلام خدا است یا بندہ

ترجمہ: تجھے ذرہ بھر بھی خیال نہیں آتا کہ تو کلام الٰہی کی تلاوت کر رہا ہے یا کسی انسان کا کلام پڑھ رہا ہے۔

لعنت است ایں کہ ساذت بی بیم
روز شب با امیر و خواجہ ندیم

ترجمہ: تجھ پر لعنت اس لیے ہے کہ تو دنیا و دولت کے لالچ میں دنیا دار اُمراء کے ساتھ نشست و برخاست رکھتا ہے۔

خانہ شاں مزبلہ است و قرآں نور
دار ایں نور را ز مزبلہ دُور

ترجمہ: تجھے معلوم نہیں کہ دنیا داروں کے گھر تو گندگی کا ڈھیر ہے اور قرآن نور ہے تجھے چاہئے کہ اس نور کو گندگی کے ڈھیر سے دور کر۔

معنی لعن چیست مردودی
بمقامات بعد خشنودی

ترجمہ: اے مردود لعنت کا کیا مطلب ہے کہ تو ظاہری ٹھاٹھ اور حق سے دوری میں خوش ہے۔

له سلسلۃ الذہب ۱۲ ا

Scanned with CamScanner

ہر کہ ماند از خدا یک سرمو
آمد اندر مقام بعد فرو

ترجمہ:- جو بھی بال برابر اللہ تعالیٰ سے دور ہے وہ دوری کے مقام میں دھکیلا جاتا ہے۔

گرچہ ملعون نشد ز حق مطلق
ہست ملعون بقدر بعد از حق

ترجمہ:- اگرچہ وہ حق سے مطلقاً ملعون نہیں لیکن حق سے بقدر بُعد ملعون ضروری ہے۔

تفسیر عالمانہ:- ووھبنا لداؤد سلیمان۔ ہم نے داؤد کو سلیمان (علیہ السلام) عطا فرمایا یعنی داؤد علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام جیسا فرزند بخشا۔

حل لغات:- کسی کو بطریق انعام کچھ بخشنے: بخشنے کا نام ہبہ ہے۔ موہوب لہٗ کے اعمال کے موافق عوض وجزا دینے کا نام ہبہ نہیں۔

فائدہ:- اس سے معلوم ہوا کہ داؤد علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام کا عطیہ نعمت تامہ تھی کیونکہ خلافت الٰہیہ بظاہر داؤد علیہ السلام پر مکمل ہوئی لیکن اکملیت کا ظہور سلیمان علیہ السلام میں ہوا ایسے ہی نیک عمل والوں کو بھی جو آثار لطف ورحمت اللہ کی طرف سے نصیب ہوتے ہیں وہ بھی ایک قسم کی خلافت ہی ہے۔

فائدہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اولاد بھی عطیات الٰہیہ سے ہے دلیل میں یہ آیت پڑھی کہ یھب لمن یشاء اناثا ویھب لمن یشاء الذکور۔ وہ چاہے جسے بچیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بچے عطا فرمائے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا وصال (وفات):- مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک سو سال زندگی بسر فرمائی۔ ہفتہ کے دن آپ کا وصال ہوا اور ان کے لیے ہفتہ ایسے متبرک تھا جیسے ہمارے لیے جمعہ۔ جب آپ کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ عبادت خانہ کے اوپر سے نیچے اتر رہے تھے۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی میں آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا مجھے مہلت دیں تاکہ میں نیچے اتر کر پھر اوپر جاؤں۔ عرض کی یہ میرے بس میں نہیں آپ کی مقرر کردہ گھڑیاں۔ مہینے۔ سال۔ ہفتے اور رزق کے دانے ختم ہو گئے اس سے بڑھ کر آگے آپ کو اجازت نہیں اسی جگہ پہ آپ سجدہ میں گر گئے۔ سیڑھیوں کے ایک پایہ پہ آپ کی روح قبض کی گئی۔

مسئلہ:- اچانک کی موت نیک بختوں کے لیے رحمت وتخفیف اور نرمی ہے کیونکہ وہ دنیوی امور سے

Scanned with CamScanner

بالکل فارغ اور موت کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں اسی لیے نہ انھیں وصیت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ تجدید توبہ اور رد مظالم وغیرہ کی۔ بخلاف عاصیوں کے کہ یہی وجہ ہے کہ فساق کے لیے اچانک کی موت غضب الٰہی کے آثار سمجھی جاتی ہے۔

فائدہ:۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس وقت سلیمان علیہ السلام کو خلافت کی وصیت فرمائی۔

نعم العبد۔ سلیمان علیہ السلام اچھے بندے تھے اس لیے کہ وہ خلافت کی بہترین صلاحیت رکھتے تھے اور نوع انسانی میں باکمال شخصیت تھے اور یہ نبوت و خلافت کا مقام ہے۔ بعض نے فرمایا کہ عبودیت مولا و ربوبیت سے نزول اور صفات الوہیت کے تحت حمول کا نام ہے۔

انّہ اوّاب بیشک وہ بلا علت وغیرہ و اخرویہ اخلاص عبودیت کے ساتھ حضرت ربوبیت کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والے تھے۔ با یں معنٰی ہے کہ وہ جمیع احوال میں نعمت سے شکر کے ساتھ اور دکھ میں صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ راجع تھے بظاہر تو ملک و ملکوت کو چلاتے تو بباطن فقر و فاقہ سے زندگی بسر کرتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی عجیب تمنّا

ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کی بار الٰہ جیسے تو نے جن و انس اور وحوش و طیور میرے تابع فرمان کیے۔ کیا اچھا ہوتا کہ ابلیس کو بھی میرا فرمانبردار بنا دیتا تاکہ میں اسے اپنے شکنجہ میں جکڑ دیتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایسا نہ کہو اس میں مصلحت ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے عرض کی اے الہ العالمین وہ دن تو میرے عرض کے مطابق اسے میرے قبضہ میں دے دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو گیا۔ اس کے بعد سلیمان علیہ السلام نے ابلیس کو قید میں ڈال دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی معاش اپنے ہاتھ کی کمائی پر تھی اگرچہ ملک و مملکت کے مالک تھے لیکن روزانہ ایک زنبیل بنتے اور اسے بازار میں فروخت کرکے گزارہ کرتے اور وہ بھی مسجد کے درویشوں کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے اور فرماتے مسکین ہو اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھے۔

یک گدا بود سلیمان بعصاؤ زنبیل
یافت از لطف تو آن حشمت و ملک آرائی

ترجمہ:۔ سلیمان ایک گدا تھا جس کے ہاتھ میں ڈنڈا اور جھولا تھا لیکن تیرے لطف و کرم دو دبدبہ اور ملک آرائی کی دولت پائی (جو کسی کو نصیب نہ ہوئی)۔

Scanned with CamScanner

جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے ابلیس کو قید میں ڈالا تو اسی دن زنبیل بن کر بازار میں بیچنے کے لیے بھیجا لیکن سارا دن گزر گیا کسی نے نہ خریدا کیونکہ اسی روز تجارتی کاروبار اور معاملات ٹھپ ہو گئے لوگ سب کے سب عبادت میں مشغول ہو گئے۔ اس دن نہ جھولا بکانہ سلیمان علیہ السلام کو کھانا بھوک میں وقت گزار دیا۔ دوسرے دن بھی وہی حال رہا۔ سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی یا اللہ دوسرا روز بھوک سے جا رہا ہے نہ زنبیل بکتی ہے نہ کھانا خرید سکتا ہوں۔ اب کیا عرض کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے سلیمان! تم نے تو بازاریوں کے لیڈر کو قید میں ڈال دیا اس طرح سے معاملات نہیں چلیں گے اور نہ ہی خلق خدا کی ضروریات پوری ہوں گی۔ ابلیس تو دنیا کا معمار ہے اور اہلِ دنیا کے مال و اولاد کا شریک وسہیم۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وشارکھم فی الاموال والاولاد۔ ان کے مال و اولاد میں شریک ہو۔

اس حکایت سے معلوم ہوا کہ سلیمان علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنا مقام تھا نیز یہ بھی معلوم سبق ہوا کہ وہ ملک و مال سے کتنا مستغنی تھے باوجودیکہ شہنشاہ تھے بلکہ عملاً بالکل فقر و فاقہ کی تصویر تھے۔

چو ہر ساعت از تو بجائے رود دل
بہ تنہائی اندر صفائی نہ بینی

ترجمہ: جب تمہارا دل تمہارے ہاتھوں میں نہیں تو تنہائی میں بھی دل کو صاف نہ پاؤ گے۔

ورت مال و جاہ ہست و زرع و تجارت
چو دل باخدا است خلوت نشینی

ترجمہ: اگر تم مال و جاہ اور زراعت و تجارت میں سر تا پا غرق ہو جب دل کا لگاؤ اللہ تعالیٰ سے ہے تو حقیقی طور تم خلوت نشین ہو۔

تفسیر عالمانہ:

اذ عرض علیہ۔ یاد کیجئے جب ان پر پیش کیے گئے تو ان سے کیا صادر ہوا۔

حل لغات: اہل عرب کہتے ہیں عرض لہ امر کذا بمعنی ظہر۔ ظاہر ہوا اور کہتے ہیں۔ عرضتہ لہ۔ میں نے اسے ظاہر کیا اور کہا جاتا ہے عرض الجند۔ لشکر پیش ہوا جب اس نے انہیں حکم دیا کہ اس کے سامنے ظاہر ہوں اور دیکھا کہ ان کا کیا حال ہے۔

بالعشی۔ شام کے وقت۔

لہ پ ۱۵ س بنی اسرائیل ع ۱۳۔

Scanned with CamScanner

العشی۔ ظہر کے دن کے آخری وقت تک کو کہا جاتا ہے۔

حل لغات:۔ الصافنات ۔ عرض کی وجہ سے مرفوع یعنی نائب فاعل ہے۔

حل لغات:۔ صافنات صافن کی جمع ہے نہ کہ صافنة کی کیونکہ نرگھوڑوں کی جمع ہے اور مذکر لا یعقل کی جمع اسی طرح آتی ہے اور قاعدہ کلیہ یونہی ہے جیسے اس کا علم نحو میں مفصل ذکر ہے۔

الصفن بمعنی دو چیزوں کو ایک دوسری کے ساتھ ملا کر جمع کرنا کہا جاتا ہے۔

صفن الفرس قوائمه:۔ گھوڑا تین پاؤں پر جب کھڑا ہو یعنی عبارت بولتے ہیں جبکہ وہ چوتھے کو ٹیڑھا کر کے کھڑا رکھے۔ یعنی کسی ایک کھر کو الٹا کر کے ہاتھ پاؤں کے سم کے کونہ پر زور لگا کر کھڑا ہو۔

سنبك ۔ بمعنی کھر کا اگلا کنارہ اور گھوڑے میں یہ اعلیٰ صفت سمجھی جاتی ہے اور یہ صرف اور صرف خالص عربی گھوڑے میں ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ گھوڑے تین پاؤں کو زمین پر رکھ کر چوتھے پاؤں کے سم کا کنارہ لگا کر کھڑے تھے۔

الجیاد۔

حل لغات:۔ جود و جیاد کی جمع ہے۔ الجواد۔ وہ گھوڑا جو چلنے میں تیز ہو اسے تیز بارش سے تشبیہ دے کر اسی اسم سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ عربی اچھے رنگ، اور بہترین قد قامت اور تیز رفتار گھوڑے۔

الجواد۔ بمعنی سخی مرد یا عورت۔ اس کی جمع اجواد آتی ہے اور جید ردی کی نقیض ہے اس کی جمع جیاد آتی ہے۔ بعض نے کہا کہ اجواد وہ گھوڑا جو دوڑنے کے وقت تیزی دکھائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جیاد بمعنی وہ گھوڑے جو تیز دوڑنے میں ایک دوسرے سے سبقت کریں اور جب تنہا چلیں تو بھی تیز رفتار ہوں لیکن نرم نرم۔[1]

فائدہ:۔ مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دمشق اور نصیبین کو فتح کیا تو ایک ہزار عربی نسل گھوڑے غنیمت میں حاصل ہوئے۔

فائدہ:۔ دمشق و نصیبین دیار ربیعہ کے علاقے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ گھوڑے آپ کو والد گرامی حضرت

---

[1] قاموس۔

Scanned with CamScanner

داؤد علیہ السلام کی وراثت میں ملے لیکن یہ اس وقت ہے جب حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ فھو صدقۃ۔ ہم انبیاء (علی نبینا وعلیہم السلام) کی وراثت کا اجراء نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے) کو عام نہ رکھا جائے اگر اپنے عموم پر ہے تو ثبوت ولایت تصرف میں بوجہ علاقہ مشابہت استعارہ پر محمول ہوگا اس لیے کہ سلیمان علیہ السلام کو اپنے والد گرامی کے متروکہ مال (جو انہوں نے بیت المال میں چھوڑا جیسے ندیں وغیرہ) پر تصرف کرنے کا ایسا حق حاصل تھا جیسے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متروکہ پر خلفاء (رضی اللہ عنہم) کو تصرف کا حق تھا اسی لیے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مال نضیر اور فدک نہ دیا جنہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ظاہری زندگی مبارکہ میں اپنی ازواج مطہرات و فقراء و مساکین وغیرہ پر خرچ کرتے کیونکہ وہ تاحیات آپ کے حق میں زندگی بسر کرنے پر مامور تھیں۔ پھر وہ آپ کے خلیفہ کے تصرف میں آ گیا کیونکہ وہ آپ کا نائب اور قائم مقام تھا۔ اس سے جو بچ جاتا وہ عوام پر خرچ کیا جاتا۔ آپ کے پاس ایسا کوئی مال نہ تھا جسے آپ کا ترکہ کہا جاتا اور پھر اس کی تقسیم ہو۔

اجوبہ: بعض نے کہا کہ سلیمان کے یہ دریائی گھوڑے تھے جن کے پر بھی تھے اور انہیں جنات دریائے نکال کر سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیے۔ (اس کی مزید تائید آئے گی)

واقعہ: بہر صورت حضرت سلیمان علیہ السلام ظہر کی نماز پڑھ کر بیٹھ گئے چونکہ آپ کا جہاد کا ارادہ تھا اسی لیے فرمایا کہ جہاد کے گھوڑے میرے سامنے لاؤ۔ حکم کے مطابق گھوڑے آپ کے سامنے باری باری لائے گئے۔ آپ ان کو دیکھ کر خوش ہوتے اور ان کے حسن پر تعجب کرتے۔ اس کارروائی نے طول پکڑا یہاں تک کہ عصر کی نماز قضا ہو گئی اور سورج ڈوب گیا اور یہ نماز آپ کی شریعت میں فرض تھی نیز آپ سے وہ اوراد و وظائف بھی چھوٹ گئے۔ جو آپ کے معمولات میں سے تھے اور حاضر باش لوگوں نے بھی آپ کی ہیبت سے نماز کی یاد دہانی نہ کرائی اس پر آپ مغموم ہوئے کہ نماز بھی گئی اور اوراد و وظائف بھی نہ پڑھے۔ اگرچہ یہ سہو و نسیان تھا (لیکن انبیاء علیہم السلام) مقرب حق ہوتے ہیں اسی لیے مغموم ہونا لازمی امر تھا۔ آپ نے فرمایا وہ گھوڑے دوبارہ میرے ہاں لائے جائیں۔ چنانچہ جب لائے گئے تو محض اللہ تعالیٰ کے قریب حاضر کر کے ارادہ پر سب کو ذبح کر ڈالا۔ اور ان کی شریعت میں تقرب کا ذریعہ بھی تھا اس لیے آپ کے اس فعل سے آپ پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا یا یہ کہ ان کو ایسا کرنا مباح تھا اور یہ آپ نے اس لیے کیا تاکہ مال دنیا کی اہانت کا اظہار ہو کہ وہ فرائض الٰہی کے بالمقابل کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہے حضرت ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح فرمایا۔[1]

---

[1] کشف الاسرار ۱۲

ازالۂ وہم: اس سے وہ وہم دُور ہوا جو کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے خواہ مخواہ حیوان بے زبان کو مار ڈالا۔

نکتہ: فقیر (صاحب رُوح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتا ہے کہ گھوڑوں کے ذبح کر ڈالنے میں راز یہ تھا کہ چونکہ قضائے نماز کے موجب وہی بنے تھے اسی لیے کفار کے لائق بھی انھیں ہونا چاہیے۔

فائدہ: بعض نے فرمایا کہ عقر سے ذبح مراد ہے تو سوق کی تقدیم محض آیات کے فاصلہ کی وجہ سے ہے بہرحال گھوڑوں کو ذبح کر کے گوشت تقسیم فرما دیا اور اس وقت گھوڑا حلال تھا اور انھیں خود خیرات کے طور تقسیم فرمانے کی وجہ یہ ہوگی کہ اُس وقت کا تقاضا اور مصلحت یونہی تھی۔ خلاصہ یہ کہ سلیمان علیہ السلام نے نو سو گھوڑے ذبح کر ڈالے ان میں ایک سو گھوڑا بچ گیا کیونکہ یہ پیش نہیں کیے گئے تھے۔ اسی لیے کفارہ سے بچ گئے۔ اب جو عربی النسل گھوڑے موجود ہیں یہ انھی کی نسل سے ہیں۔ یہ اس کی تائید ہوتی ہے جو ہم پہلے کہہ آئے ہیں کہ یہ وہ گھوڑے تھے جو سلیمان علیہ السلام کے لیے دریاؤں سے نکال کر لائے تھے اگر عام جنگی گھوڑوں سے ہوتے تو عربی اصل گھوڑوں کا ان کی نسل سے ہونا لازم نہ آتا کیونکہ اُس وقت بھی اور گھوڑے موجود تھے نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ گھوڑے سلیمان علیہ السلام کے پاس باپ کی میراث میں سے بطور امانت تھے۔ اگر صاف امانت کے طور آپ کے پاس ہوتے تو ان کا ذبح جائز نہ ہوتا کیونکہ امانت کا ذبح جائز نہیں ہوتا۔

فقال انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی۔ تو کہا میں نے ذکر ربی کے عوض میں جب خیر کو اچھا سمجھا۔ سلیمان علیہ السلام نے یہ غروب شمس کے وقت کہا اس کا اعتراف فرمایا کہ میری نماز قضا ہو گئی اور میں ان کے دیکھنے میں مشغول رہا۔ اس سے آپ کو ندامت ہوئی اور یہ کلمات آنے والے مضمون کی تمہید بھی ہیں کہ آپ نے فرمایا انھیں میرے ہاں دوبارہ لاؤ پھر ذبح کرنے کا حکم فرمایا اور فاء تعقیبیہ عرض مستمر کے اواخر کے اعتبار سے ہے جیسا کہ اس کی ابتدا اور تاکید دلالت کرتی ہے کہ آپ کا یہ اعتراف و ندامت صمیم قلب سے تھا یہ خبر کے مضمون کی تحقیق کے لیے نہیں۔

قاعدہ: **احببت** کا قاعدہ ہے کہ اس کا صلہ لفظ علیٰ سے ہو یعنی متعدی بعلیٰ ہو کیونکہ یہ آثرتُ کے معنیٰ میں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے قول **فاستحبوا العمی علی الھدی** (تو انھوں نے ہدایت کے عوض گمراہی کو پسند کیا) میں ہے کیونکہ جو بھی کسی شے سے محبت کرتا ہے تو اس کی پسندیدگی کی وجہ سے لیکن چونکہ اَحْبَبْتُ کے قائم مقام اور اسی کے معنیٰ کو متضمن ہے اسی لیے عَنْ سے متعدی ہوا۔ اور **حب الخیر** اس کا مفعول ہے یعنی اَحْبَبْتُ کا مفعول بہ ہے جبکہ وہ ذکر کے معنیٰ کے قائم مقام ہے اور ذکر بمعنی اطلاع ہے یعنی سلیمان علیہ السلام کا گھوڑے کے احوال سے آگاہ ہونا اس سے گھوڑوں کی محبت مراد نہیں۔ ہاں یہ بھی ہو سکتا

Scanned with CamScanner

ہے کہ یہاں حب خیل ہی مراد ہے تاکہ دلالت ہو کہ آپ کو گھوڑوں سے محبت تھی۔ اس سے یہ وہم نہ ہو کہ گھوڑوں سے محبت شدید تھی تو پھر انہیں چاہتے بھی نہیں۔ اس کا جواب ظاہر ہے کہ انسان بہت سی چیزوں سے محبت کرتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی چاہتا ہے کہ ان سے محبت نہ کرے مثلاً مریض بہت سی مضر صحت چیزوں سے محبت کرتا ہے لیکن مرض کے بڑھ جانے کے خطرہ سے انہیں چاہتا بھی نہیں اسی لیے یہ مقولہ ضرب المثل بن گیا کہ کسی سے پوچھا گیا ماتشتھی۔ تو کیا چاہتا ہے تو اس نے جواب دیا اشتھی ان لا اشتھی۔ ایسی شے کی خواہش رکھتا ہوں کہ اس کی خواہش نہ کروں تو بہتر ہے۔ اور پھر وہ شے کہ جس سے محبت ہو اور چاہے کہ اس سے محبت کرے تو وہ شدید محبت کی دلیل ہے اور الخیر بمعنی کثیر مال یہاں وہ گھوڑے مراد ہیں جنہوں نے سلیمان علیہ السلام کو نماز سے باز رکھا اور وہ بھی ایک مال ہے اور انہیں خیر بھی اس لیے کہا گیا کہ وہ گویا عین خیر بھلائی ہیں اور خیر کا ان سے تعلق ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الخیر یعنی اجر و غنیمت قیامت تک گھوڑوں کی پیشانیوں سے باندھی گئی۔ اور الذکر سے نماز عصر مراد ہے جیسا کہ قرآن مجید کے لفظ عشی سے معلوم ہوتا ہے اور نماز کو ذکر سے اس لیے تعبیر کیا جاتا ہے وہ ذکر سے پڑ ہے یا کوئی خاص ورد و وظیفہ مراد ہے جو اس وقت سلیمان علیہ السلام کا معمول تھا۔ اب آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ میں نے ذکر ربی کے بدلہ میں گھوڑوں کی محبت کو نائب بنایا اور اس کے بدلہ میں یہی پیش کیے کیونکہ میرے جیسے کے لیے یہی لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے محبت کرے اور اس میں مشغول رہے اور اس کی اطاعت میں زندگی بسر کرے۔

حتی توارت بالحجاب۔ یہاں تک حجاب میں چھپ گیا۔

حل لغات :۔ التواری بمعنی استتار۔

سوال :۔ شمس کا ذکر نہیں لیکن اس کی ضمیر توارت میں کیوں لائی گئی ہے ؟

جواب :۔ جب قرینہ موجود ہو تو شے کا عدم ذکر اضمار کو مانع نہیں۔ یہاں عشی مذکور رہا جو سورج کے وجود کو مستلزم ہے کیونکہ شام کے وقت چھپ جانا اس کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ یہاں حجاب سے سورج کا ڈوبنا اور غروب کرنا مراد ہے[۲] اور حتی۔ اجبت کے متعلق ہے اور محبت کی نہایت ہے کہ اس میں استمرار و دوام کا احتمال ہے کہ جب تک عرض (گھوڑوں کا

---

[۱] کشف الاسرار۔ [۲] المفردات ۱۲۔

پیش ہونا) ہوتا رہے گا ان کی محبت بھی ساتھ رہے گی۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ میں نے ذکر ربی کے عوض میں گھوڑوں کی محبت کو نائب بنایا اور یہ دائمی رہا یہاں سورج ڈوب گیا اور سورج کے غروب کو حجاب سے تعبیر کر کے اس نوجوان عورت سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنے خیمہ میں چلی جائے یعنی خیمہ میں اپنا چہرہ وغیرہ چھپا لے بعض نے کہا کہ تواریت کا فاعل صافنت ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ گھوڑے رات کی تاریکی میں چھپ گئے کیونکہ رات کی تاریکی ہر شے کو چھپا لیتی ہے۔

ردوها علی۔ یہ سلیمان علیہ السلام کے مقالہ کا تتمہ اور غرض و غایت کا مرکز ہے اور خطاب اپنے لشکر کے اہل عرض کو ہے یعنی وہ جو گھوڑے پیش کرتے رہے یعنی اب گھوڑے دوبارہ لاؤ۔

فطفق مسحا بالسوق والاعناق۔ پس شروع ہوئے ہاتھ لگانے پنڈلیوں اور گردنوں پر۔

فاء فصیحہ اس جملہ کے مضمون کے مقصد کو ظاہر کر رہی ہے جو محذوف ہے اور اسے دلالت حال پر بھروسہ کر کے محذوف کیا گیا ہے اور خبر دینا ہے کہ تعمیل حکم میں کسی قسم کی تاخیر نہ ہوئی اور طفق ان افعال مقاربہ سے ہے جو دلالت کرتے ہیں کہ ان کے فاعل مضمون خبر کے فعل کے شروع میں عامل ہیں بمعنی اخذ و شرع کے اور ان کی خبریں اکثر فعل مضارع ہوتی ہیں۔

مسحاً کی نصب علی المصدریۃ ہے اس کا فعل محذوف ہے یعنی طفق خبر اوز المسح

حل لغات:۔ بمعنی کسی شے پر ہاتھ کا پھیرنا۔ جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں مسح بمعنی کاٹنا ہے جیسے کہا جاتا ہے مسح علاوۃ بمعنی ضرب عنقہ (اس کی گردن اڑا دی) العلاوۃ بالکسر سر کا اوپر کا حصہ یا بمعنی گردن۔ اور اہل عرب کہتے ہیں مسحتہ بالسیف اس سے بھی گردن اڑانا مراد ہے۔[1]

السوق ساق کی جمع ہے دور کی طرح جو دار کی جمع ہے۔ ساق ہر وہ جگہ جو گٹوں کے مابین ہے کعب ہاتھوں یا پاؤں میں ہوتا ہے۔

الاعناق عنق کی جمع ہے بمعنی گردن اور پاؤں۔

وامسحوا برؤسکم۔ کی با کی طرح زائدہ ہے کیونکہ مسحتہ راسہ و مسحت برأسہ کا ایک معنی ہے۔ اب آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ گھوڑوں کو میرے ہاں واپس لاؤ۔ جب لائے گئے تو آپ تلوار سے ان کی پنڈلیاں اور گردنیں اڑاتے گئے یا یہ کہ آپ اور آپ کے خدام گھوڑوں

---

[1] المفردات ۱۲۔

[2] میں نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

Scanned with CamScanner

پنڈلیاں اور پاؤں کاٹتے رہے یا یہ کہ آپ اور آپ کے ساتھی بعض کی گردنیں اڑاتے گئے اور بعض کی پنڈلیاں اور پاؤں کاٹتے رہے تاکہ ان کی محبت کا علاقہ ٹوٹے اور وہ حجاب جو اُن کے درمیان حائل تھا ہٹ جائے۔ ترک و تجرید کے ساتھ استغفار و انابت الی اللہ کرتے رہے۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ غیر اللہ کی محبت اللہ تعالیٰ سے دُور کر دیتی ہے اور حجاب کا سبب ہے ہر وہ شے کہ جس نے کتنا ہی محبت ہو اگر وہ اللہ تعالیٰ سے مشغول رکھے۔ اگرچہ پل بھر بھی اس سے حجاب کا سبب بنے تو لازم ہے کہ لا الٰہ الا اللّٰہ کی تلوار سے اس کی گردن اڑا کر لے جائے۔

لا نہنگیت کائنات آشام
عرش تا فرش در کشیدہ بکام

ترجمہ: لا مثلِ مخلوق کے لیے مگرمچھ کی طرح ہے جس نے عرش تا فرش منہ کھول رکھا ہے۔

ہر کجا کردہ آن نہنگ آہنگ
از من و ما نہ بوی ماند و نہ رنگ

ترجمہ: مگرمچھ جہاں کا ارادہ کرتا ہے تو وہاں من و ما کی بُو بھی باقی نہیں رہتی۔

فائدہ: امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں گھوڑے پالنا اور گھروں میں رکھنا جائز تھا جیسے ہماری شریعت میں جائز ہے اسی لیے وہ کرسی نشین ہو کر جنگی گھوڑوں کو حاضر کرنے کا حکم فرماتے وہ گھوڑے آپ کے سامنے دوڑائے جاتے اسی لیے فرماتے کہ یہ گھوڑ دوڑ نہ میں حظ نفسانی کے لیے ادا کرتا ہوں اور نہ ہی کوئی دنیوی منفعت مطلوب ہے صرف رضائے الٰہی اور حکم خداوندی کے لیے اور دین کی تقویت کے پیش نظر ہے چنانچہ آپ کے ارشاد عن ذکر ربی سے بھی تائید ہوتی ہے۔ گھوڑ دوڑ میں سورج ڈوب گیا کیونکہ جہاں گھوڑ دوڑ ہو رہی تھی وہ ایک وسیع اور گول میدان تھا جس میں گھوڑے دوڑنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے رہے تھے یہاں تک کہ سورج چھپ گیا اور آپ کی آنکھوں سے بالکل اوجھل ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے گھوڑوں کے سنوارنے والوں سے فرمایا۔ گھوڑے میرے سامنے لاؤ۔ جب آئے تو آپ ان کی پنڈلیوں اور گردن پر ہاتھ پھیرتے اور ان کی رسیاں اپنے ہاتھ سے ان کے گلے میں ڈالتے گویا یہ گھوڑوں کے اعزاز میں اور اظہارِ عظمت میں تھا کہ یہ قہر اعدائے الٰہی کے لیے آپ کے لیے بہت بڑے معاون اور دین پر مددگار ہیں۔ یہی زہری اور ابن کیسان کا قول ہے اور یہ بے غبار بھی ہے اس لیے کہ اس میں کوئی بری بات

Scanned with CamScanner

سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب نہیں کرنی پڑتی۔ عقل والوں کو یہی قول زیادہ مقبول ہے۔

فتوحاتِ مکیہ کی بہترین تقریر و توجیہ

آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ احببت حب الخیر عن ذکر ربی۔ میں حب الخیر سے خیریت مراد ہے یعنی میں نے اسے اسی لیے محبوب رکھا اور خیر سے بہترین گھوڑے مراد ہیں۔

مسحًا بالسوق کا مطلب یہ ہے کہ آپ خوشی و فرحت سے گھوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرتے کہ یہ رب تعالیٰ کی خیر ہیں۔ آپ دنیوی سامان کی حیثیت سے مسرور و مفروح نہیں ہو رہے تھے اس لیے کہ انبیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام اس سے منزہ ہوتے ہیں۔ اس کی مثال ایوب علیہ السلام ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاں سونے کی ٹڈیاں بھیجیں تو انہیں جھولی میں ڈال رہے تھے یا اللہ تیری برکت سے ہم مستغنی نہیں ایسے ہی سلیمان علیہ السلام کا محبت کرنا بھی اسی لیے تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین چیزیں ہیں اور اس کی ہر محبوب شے ہمارے لیے محبوب ترین ہے۔ اسی لیے آپ اس کے شوق میں مشغول رہے یہانتک کہ وہ گھوڑے چھپ گئے اس لیے کہ وہ ایک ایسی جگہ پہ چلے گئے جو آپ سے دور تھی تو فرمایا انہیں واپس لاؤ۔

تردید منکرین عصمت انبیاء: آیت میں ان مفسرین کی کوئی دلیل نہیں جو کہتے ہیں کہ توارت کا فاعل الشمس ہے کیونکہ یہاں سورج کا ذکر ہے نہ نماز کا یہ صرف ان کا اپنا گمان (یا اسرائیلیات کی نقل پر بھروسہ) ہے ورنہ آیت کے سیاق و سباق سے اس کے متعلق کوئی بھی اشارہ نہیں ہے۔[1]

معجزہ سلیمانی ردّ الشمس: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کو جہاد کے گھوڑے پیش کیے جاتے وقت ان کے معائنہ میں مشغول ہوئے تو سورج ڈوب گیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملائکہ موکلین کو فرمایا کہ سورج کو عصر کے وقت کی جگہ پر لاؤ تاکہ میں عصر کی نماز پڑھ لوں چنانچہ سورج واپس لوٹ آیا۔ یہ بھی سلیمان علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔

ہوا تابع حکم سلیمانی: حضرت سلیمان علیہ السلام نے راہِ خدا میں گھوڑے قربان کر دیئے اور دنیا کی آسائش و زیبائش سے دل برداشتہ ہو کر عبادت الٰہی میں مشغول

---

[1] فتوحات مکیہ۔

Scanned with CamScanner

ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس کے بدلے میں گھوڑوں کی سواری سے اس غم کے سبب سے جو آپ کو ترک صلوٰۃ عصر سے لاحق ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے سورج کے فرشتے کو حکم فرمایا کہ سورج کو سلیمان علیہ السلام کے لیے واپس لوٹائے تاکہ وہ عصر کی نماز وقت پر ادا کر سکیں۔

رد الشمس معجزہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

جیسے سلیمان علیہ السلام کے لیے سورج کا لوٹنا ان کا معجزہ ہے ایسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے اس وقت میں ان کی کرامت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے معجزہ کی حیثیت سے سورج لوٹا مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آرام واستراحت کے لیے سر مبارک سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھا اور سو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی اور یہ بھی نہ چاہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل واقع ہو چونکہ آپ بہت بڑے علم والے تھے سمجھا کہ نماز بھی طاعتِ الٰہی ہے اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت بھی بعینہٖ طاعتِ حق ہے اسی لیے نماز جاتی ہے تو جانے دو۔ اس پر سورج غروب ہو گیا۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواب سے بیدار ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیوں؟ عرض کی حضور میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کی لذتِ نوم میں خلل ڈالوں۔ اس پر جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی حضور! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں سورج کو عصر کی جگہ پر لاؤں تاکہ علی رضی اللہ عنہ عصر کی نماز وقت پر ادا کر سکیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ سورج کو ایسے واپس لوٹایا گیا کہ ہم نے سورج کی روشنی کے آثار مدینہ پاک کی دیواروں پر دیکھے۔

فائدہ: حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ حدیث کہ جس میں وارد ہے کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نماز عصر قضا ہو گئی تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سورج عصر کی جگہ پر واپس لوٹ آیا۔ محدثین کرام کے نزدیک مشہور حدیث ہے اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح آثار میں فرمایا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

لے حضرت مولانا محمد یار گڑھی اختیار رحمۃ اللہ علیہ نے اسے یوں ادا کیا کہ ؎

نمازوں کی قضا ہو تو پھر ادا ہو   نگاہوں کی قضا کیسے ادا ہو (اویسی غفرلہٗ)

لے کشف الاسرار

ردِّ مودودی اور دیگر منکرین معجزۂ ردِّ شمس

حضرت احمد بن صالح رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرکے فرمایا کہ اہل علم پر لازم ہے کہ اس حدیث کے حفظ میں غفلت نہ کریں کیونکہ یہ حدیث نبوت کی علامات سے ہے۔

لا عبرۃ بقول بعضهم بوضعه۔ ان بعض (جہال) کے قول کا کوئی اعتبار نہیں جو اس حدیث شریف کو موضوع کہتے ہیں۔ ؎

کہ دعوتش گرفتہ گریبان آفتاب
بالا کشیدہ از مغرب بر آسمان

ترجمہ :۔ آپ کی دعوت نے آفتاب کا گریبان پکڑا اور اسے مغرب سے آسمان پر واپس لوٹا کے کھڑا کر دیا۔

کہ قرص بدر را بر کرد خوان چرخ
دستش نیم کردہ بیک ضربت نہان

ترجمہ :۔ ایسے ہی چاند کے قرص کو جو چرخ یعنی منزل کو مکمل کر چکا تو ایک ہی انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے کر ڈالے۔

سورج لوٹنے کی تعداد :۔ سورج کا لوٹنا اور پلٹنا بارہا ہوا۔ یاد رہے کہ یہاں لوٹنے اور پلٹنے سے مراد یہ ہے کہ سورج سیر و حرکت سے باز آجائے یا آہستہ حرکت کرے یا پیچھے لوٹ آئے اور ردّ شمس کا معنیٰ ہے غروب اور غیوبت کے بعد پیچھے واپس آجائے اس کے مندرجہ ذیل مواقع ہیں :۔

۱۔ حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے ایک ضعیف روایت میں۔
۲۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جیسا کہ اُوپر گزرا۔
۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ یعنی یوشع بن نون کیلئے سورج کا ٹھہر جانا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ یوشع بن نون

ؔ اسی لیے اعلیٰحضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت مولانا امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے منکرین کو مخاطب ہو کر فرمایا ؎

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

Scanned with CamScanner

جبارہ کے ساتھ جہاد کے لیے بنی اسرائیل کو لے کر چلے وہ جمعہ کا دن تھا۔ آپ جبابرہ کے شہر کو فتح کرنے کے قریب تھے کہ سورج ڈوبنے لگا آپ نے اس کو فرمایا۔

ایتھا الشمس انک مامورۃ و انا مامور

اے سورج تو اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مامور ہیں۔

بحرمتی علیک الا امکدت ای مکثت ساعۃ من النہار[1]

میری عزت و احترام کے طفیل جو تجھے معلوم ہے تھوڑی دیر ٹھہر جا۔

ایک روایت میں ہے کہا کہ اے اللہ اسے ٹھہرا دے اللہ تعالیٰ نے اسے ٹھہرا دیا یہاں تک کہ آپ نے وہ شہر فتح کر لیا۔

فائدہ: اس کے ٹھہرنے کی دعا اس لیے کی کہ آنے والی رات ان مہینوں میں سے تھی جس میں جنگ کرنا ان کے نزدیک حرام تھا۔

(۴) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بھی سورج لوٹ آیا جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی ابھی اس کا قصہ گزرا ہے۔

(۵) قریش کے قافلے کی خبر پورا کرنے کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے سورج چلنے سے رک گیا وہ واقعہ معراج کے واقعات میں مشہور ہے وہ یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش سے فرمایا کہ تمہارا قافلہ فلاں فلاں وقت میں آجائے گا۔ جب وہ وقت آیا تو قریش جمع ہو گئے اور قافلہ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے اور سورج دوپہر کو ڈھلنے لگا یہاں تک کہ ڈوبنے کے قریب تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا مانگی کہ سورج ٹھہر جائے وہ ٹھہرا رہا یہاں تک کہ وہ قافلہ غروب سے پہلے آگیا۔

(۶) بعض روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قریش کو فرمایا کہ طلوع شمس سے قافلہ پہلے آئے گا اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے سورج کو طلوع سے روک لیا یہانتک کہ قافلہ آگیا۔

(۷) خندق کے دن بھی سورج کو روک لیا گیا جبکہ وہ احمرار و اصفرار کے درمیان میں تھا تو آپ نے عصر کی نماز ادا فرمائی۔ بعض روایت میں ہے کہ سورج کو اس روز نہیں روکا گیا تھا بلکہ آپ نے نماز غروب شمس کے بعد ادا فرمائی اسی میں اشارہ ہے کہ آپ نے فرمایا شغلونا عن الصلوٰۃ الوسطیٰ

---

[1] روح البیان ص۱۳ ج ۸

انھوں نے ہمیں درمیانی نماز سے روکا یعنی عصر کی نماز سے۔

سوال:- سبط ابن الجوزی کے کلام میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ سورج کا رکنا یا لوٹنا ناممکن ہے اس لیے کہ اگر یہ اپنے پروگرام کے خلاف کرے یا لوٹایا جائے تو افلاک درہم برہم ہوجائیں گے اور نظام فاسد ہوجائے گا۔

جواب:- سورج کا حبس ورد معجزات سے ہے اور معجزات پر قیاس آرائی گمراہی ہے، کیونکہ معجزہ خرق عادات کا نام ہے۔ بغداد کے ایک واعظ کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ عصر کے بعد وعظ فرما رہے تھے اور اس میں اہل بیت کے فضائل کا ذکر چل نکلا بادل سورج کے اُوپر چھا گیا۔ حاضرین مجلس نے سمجھا کہ سورج ڈوب گیا اسی لیے مجلس میں ہلچل مچ گئی۔ واعظ نے فرمایا سکون سے بیٹھو یہ کہہ کر سورج کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ ؎

لا تغربی یا شمس حتی ینتہی
مدحی لآل المصطفیٰ ولاهله

ترجمہ:- اے سورج نہ ڈوب یہاں تک کہ میری مدح آلِ مصطفیٰ کی مکمل ہوجائے۔

ان کان للمولیٰ وقوفک فلیکن
ھذا الوقت لولدہ ولنسلہ

ترجمہ:- اگر تیرا ٹھہرنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے لیے تھا تو آج ان کی اولاد کے لیے ٹھہر جا۔

واعظ کے ان اشعار کے اختتام پر سورج بادل سے باہر نکلا تو واعظ پر بے اندازہ زیورات اور کپڑے نثار کیے گئے۔

تفسیر عالمانہ:-

ولقد فتنا سلیمان۔ اور بیشک ہم نے سلیمان کو آزمایا۔

حل لغات:- الفتنہ بمعنی ابتلاء آزمائش۔

القینا: اور ہم نے ڈالا۔

حل لغات:- القاء بمعنی طرح یعنی ڈالنا۔ علی کرسیہ۔ کرسی پر۔ الکرسی۔ اس شے کا نام جس پر بیٹھا جائے اس سے ان کا تخت مشہور مراد ہے اور سورۂ سبا میں اس کی تفصیل گزری ہے۔

جسدا۔ ایک جسم۔ الجسد بمعنی الجسم لیکن جسد جسم سے خاص ہے خلیل نے کہا کہ جسد کا اطلاق صرف انسان پر ہوتا ہے بخلاف جسم کے کہ وہ عام ہے نیز جسد وہ ہے جس کا رنگ ظاہر ہو اور جسم وہ ہے جس کا رنگ ظاہر ہو یا نہ جیسے پانی ہوا وغیرہ وغیرہ[1]۔

---

[1] المفردات ۱۲

جسد وبدن میں فرق: جسد اور بدن میں فرق یہ ہے کہ جسد عام ہے کہ وہ ذی روح ہو یا نہ اور یہ سر و شوی پر مشتمل ہو اور بدن خاص ہے اس سے کہ جس میں روح ہو اور یہ سر اور شوی کو مشتمل نہیں اسی لیے عرب میں حشر الاجساد مشہور ہے یعنی حشر خاص کی اضافت ان اجساد کی طرف ہے جو ذی روح ہیں۔ اس معنیٰ میں عام کہ وہ اسے اور اس کے غیر کو شامل ہے بخلاف ابدان مخصوصہ کے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ حشر کی ابدان کی اضافت محض اس لیے ہے کہ وہ سر اور شوی پر مشتمل ہے[۱] ایسے ہی زمخشری نے نقل کی ہے اور جلیل نے بھی اس لیے کہ اس میں اعادہ کے حکم میں قصور اور خلل واقع ہے اور جسد میں قدر حاجت سے زائد معنی پایا جاتا ہے اور وہ اضافتِ حشر کی وجہ سے ہر طرح کا وہم زائل ہو گیا[۲] اور آیت میں جسد سے جسم بلا روح مراد ہے جیسا کہ آئے گا۔

ثم اناب ۔ پھر سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ الانابۃ بمعنی الرجوع الی اللہ۔

واقعہ جسم بلا روح کا: مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو منکوحہ اور سات سو لونڈیاں تھیں اور آپ میں ایک سو مرد کی قوت مردمی تھی یعنی ایک سو مرد کی طاقت جماعی آپ میں موجود تھی (ایسے ہی ہر نبی علیہ السلام کو ایک سو مرد کی قوتِ جماعی عطا کی جاتی ہے ایسے ہی ولی اللہ کامل کا حال ہوتا ہے کہ اس کی قوت جماعی بہ نسبت دوسرے عام آدمی کی قوت سے زائد ہوتی ہے اگرچہ وہ نبی علیہ السلام کی قوت تک نہیں پہنچ سکتا) ایک دن سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ میں ایک ہی شب میں ستر عورتوں سے جماع کروں گا یا نوے کا کہا یا ننانوے کا یا سو عورت سے جماع۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میری ان بیویوں سے ایک سو مجاہد فی سبیل اللہ گھوڑ سوار پیدا ہو گا اس پر انشاء اللہ نہ کہا آپ کے شاگرد اور مرید حضرت آصف بن برخیا نے عرض کی کہ انشاء اللہ بھی ساتھ کہہ دیجئے سلیمان علیہ السلام نے انشاء اللہ نہ کہا اس شب کو بحسب قول مذکور سو عورت سے جماع کیا لیکن صرف ایک عورت حاملہ ہوئی اور جب بچہ پیدا ہوا تو اُس کے جسم کا صرف ایک حصے کا دھڑ تھا کہ صرف ایک آنکھ ایک ہاتھ ایک پاؤں دایہ نے سلیمان علیہ السلام کے تخت پر لگا دیا جسے آیت میں بیان کیا گیا۔

حدیث شریف: اگر سلیمان علیہ السلام انشاء اللہ کہتے تو ایک سو پھر مجاہد گھوڑ سوار پیدا ہوتا۔

سوال:۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر سوال ہو کہ سلیمان علیہ السلام نے

---

[۱] فائق للزمخشری [۲] کتاب العین للخلیل ۱۲ [۳] مشارق الانوار

قصہ مذکورہ میں انشاء اللہ کیوں نہ کہا۔

جواب (۱):۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اُس وقت انشاء اللہ کہنا بھول گئے تاکہ امر الٰہی کا اجراء ہو۔ یہی جواب تمام جوابات سے بہت زیادہ صحیح ہے۔

جواب (۲) حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ساتھی آصف (رضی اللہ عنہ) کی بات نہ سُنی اور اس کے کہنے کے مطابق عمل نہ کر سکے اسی لیے آپ کے ارشادات مثلاً فرمایا لا طوفن الخ اور اس کے بعد استثناء کا ترک ایسے ہی جسد کا کرسی پر پڑا ہونا اور اپنی بات پر ندامت پر رجوع الی اللہ کرنا ان کی لغزش کی دلیل ہے لیکن یہ ترک اولیٰ کی قبیل سے ہے اور انبیاء علیہم السلام کی لغزش (حسنات الابرار سیئات المقربین) کا قاعدہ مشہور ہے مثلاً جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے رُوح اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا کل آنا اس کا جواب دوں گا۔ آپ نے بھی انشاء اللہ نہ کہا اس وجہ سے کئی روز تک آپ پر وحی کا نزول نہ ہوا پھر یہ آیت ولا تقولن لشیئ انی فاعل ذلک غدا الا ان یشاء اللہ کسی شے کے متعلق نہ کہو کہ میں اسے کل عمل میں لاؤں گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک اور واقعہ

مروی ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو اس کے اِرد گرد شیاطین جمع ہو گئے تاکہ اسے قتل کر ڈالیں یا اس کی عقل میں کمزوری پیدا کر دیں یا اعضا دکمزور کر دیں تاکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد ان کی اولاد میں بھی سلیمان، علیہ السلام کی قید کی طرح بہت بڑی مشکل کام سرانجام نہ دینے پڑیں گے ان کے بیٹے کو قتل کر دیا جائے تو قید سے جان کی رہائی ہو گی۔ جب سلیمان علیہ السلام کو ان کے اس منصوبے کا علم ہوا تو آپ نے بیٹے کی پیدائش کے بعد بادل کو حکم فرمایا کہ اسے اپنے اندر لے لیکن یہ بظاہر توکل کے خلاف ہے۔ ہوا کے ذریعے بادل میں بچے کو غذا ملتی تھی اور ایسے ہی اسے تربیت ہوتی رہی اور شیاطین وغیرہ شرارت سے بچے رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ سلیمان کے بچے پر موت طاری ہو چنانچہ وہ بچہ اس بادل میں مرا تو بادل نے اسے سلیمان علیہ السلام کے تخت پر ڈال دیا۔ والقینا علی کرسیہ کا یہی مطلب ہے۔

ازالۂ وہم:۔ اس واقعہ پر حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھے کہ میں نے توکل علی اللہ نہیں کیا تو اس پر استغفار اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔

یہ کوئی خطا نہ تھی اور نہ ہی کوئی جرم زیادہ سے زیادہ ترک اولیٰ کہا جا سکتا ہے اور معاملات تکوینی اور اسباب

Scanned with CamScanner

پر عمل کرنے میں امر توکل کا ترک لازم نہیں آتا جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو فرمایا اعقلھا وتوکل۔ اسے باندھ اور پھر توکل کر۔

سوال:۔ اگر کوئی سوال کرے کہ اس وقت تو شیطان آسمان پر چڑھ جاتے تھے تو پھر سلیمان علیہ السلام کا اپنے بیٹے کو بادل میں تربیت میں بھیجنے کا کیا فائدہ۔

جواب:۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان شیطانوں سے خطرہ کیا جو ہر وقت آپ کی خدمت میں رہا کرتے تھے اس سے آپ کو یقین تھا کہ یہ آسمان پر نہ جائیں گے کیونکہ نہ انہیں خدمت سے فرصت ملے گی نہ آسمان پر جاسکیں گے اسی لیے آپ نے اپنے بیٹے کو دور رکھا بلکہ ان کی آنکھوں سے اوجھل فرمادیا۔[1]

ملائکہ دعوے داروں کی شکل میں:۔ جب سلیمان علیہ السلام کے بیٹے کو ملائکہ نے آپ کے تخت پر گرایا تو آپ رونے لگے کیونکہ وہ آپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ آپ کے رونے پر آسمان سے دو فرشتے انسانی بھیس بدل کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک نے دوسرے پر درخواست پیش کی کہ میری کھیتی سے گزرا ہے اس سے میری کھیتی خراب ہوگئی ہے۔ دوسرے نے کہا کہ اس کی کھیتی گزرگاہ پر تھی اور میرے لیے اسی جگہ کے سوا گزرگاہ نہ تھی اسی لیے میں اس پر مجبوراً گزر گیا۔ سلیمان علیہ السلام نے کھیتی والے سے فرمایا کہ تو نے لوگوں کی گزرگاہ پر کھیتی کیوں بوئی جبکہ انہوں نے وہاں سے گزرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا لیکن مجھے بتایئے کہ آپ نے ایسا بچہ ہی کیوں جنا جو موت کی گزرگاہ پر ہو۔ کیا آپ کو علم نہیں کہ موت لوگوں کی گزرگاہ ہے۔ یہ کہہ کر وہ دونوں دعوے دار چھپ گئے اس پر سلیمان علیہا السلام نے استغفار کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہوئے۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا:۔

مکن خانہ در راہ سیل اے غلام
کہ کس را نگشت ایں عمارت تمام
نہ از معرفت باشد و عقل و رائی
کہ در رہ کند کاردانی سرائے
ز ہجراں طفلی کہ در خاک رفت

---

[1] شرح المقاصد۔

چہ نالی کہ پاک آمد و پاک رفت
تو پاک آدمی پر حذر باش و باک
کہ ننگست ناپاک رفتن بخاک
مکن عمر ضائع بافسوس و حیف
کہ فرصت عزیزست والوقت سیف

ترجمہ: سیلاب کی گزرگاہ پر گھر نہ بنا اے جوان۔ کیونکہ ایسی جگہ پر کسی کی عمارت مکمل نہیں رہ سکی۔
۲۔ یہ بات نہ عقلاً صحیح ہے نہ رائے سے درست اور نہ معرفت ہے کہ قافلہ والے راستہ پر اپنے کوئی ٹھکانے کی سرائے بنائیں۔
۳۔ نابالغ بچے کی موت سے کہ وہ قبر میں گیا کہ جدائی پر کیوں روتا ہے وہ تو پاک آیا اور پاک گیا۔
۴۔ تو پاک آیا تھا اب تجھ کو پر خوف اور پر خطر رہنا چاہیے کہ شرم کی بات ہے مٹی میں ناپاک ہو کر مٹی میں جانا۔
۵۔ افسوس وحیف سے عمر ضائع نہ کر کیونکہ فرصت پیاری شے ہے اور وقت تلوار ہے۔

خاتم سلیمانی صخر جن کے قبضہ میں

حضرت علامہ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مشہور یہ ہے بحکم لَقَدْ بَیَّنَّ لَ سلیمان علیہ السلام کی انگشتری صخر جن کے ہاتھ لگ گئی وہ چالیس دن تک تخت سلیمان پر بیٹھا پھر قدرت نے وہی انگشتری سلیمان علیہ السلام کو واپس لوٹا دی تو اسی طرح کی شاہی اور مملکت آپ کے ہاتھ میں آئی۔ اب آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ ہم نے سلیمان علیہ السلام کو ملک کے بارے میں آزمایا اور ان کے تخت پر ایک جسم ڈال دیا یعنی وہ عفریت جس نے سلیمان علیہ السلام کی انگشتری لی اور تخت نشین ہو گیا یعنی صخر جن جو دریاؤں کے امور پر مامور تھا یہی تمام اقوال سے زیادہ مشہور ہے اور اسے جسد اس لیے کہا گیا ہے کہ اس نے سلیمان علیہ السلام کی شکل وصورت بنالی تھی اس اعتبار سے وہ شکل وصورت سلیمان علیہ السلام کی نہیں تھی اس لیے اسے جسم جان سمجھا جائے گا۔

ثم اناب۔ چالیس روز بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک واپس کر دیا گیا تو بدستور پہلے کی طرح اپنے ملک میں واپس لوٹ آئے۔

فقیر(صاحب روح البیان
مذکورہ بالا واقعہ کی تردید از صاحب روح البیان: اللہ تعالیٰ اسے راہ ہدایت دے) کہتا ہے کہ یہ واقعہ اگرچہ مشہور ہے اور عرب وعجم کے مصنفین کی تصانیف واشعار میں بکثرت مشہور

Scanned with CamScanner

ہے لیکن یہ کسی حد تک صحیح نہیں بلکہ یقیناً کہا جا سکتا ہے یہ بالکل غلط ہے اور قطعی غلط ہے اس کی چند وجوہ ہیں۔

۱۔ جن کا کرسی پر بیٹھنے کو القاء تعبیر کرنا کسی اعتبار سے بھی صحیح نہیں بہ تکلف اس معنیٰ میں لینا کوئی سنجیدہ طریقہ نہیں۔

۲۔ جملہ انبیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام معصوم ہیں۔ شیطان ان کی شکل و صورت میں نہیں آسکتا نہ خواب میں نہ بیداری میں کیونکہ اگر مان لیا جائے تو حق و باطل کے درمیان اشتباہ واقع ہوگا۔ نیز انبیاء علیہم السلام اسم ہادی کی صورتیں اور صفت ہدایت کے مظاہر اور شیطان اسم مضل کا مظہر اور صفۃ ضلالت میں ظاہر ہوا ہے اگر صخر تخت سلیمانی کی جانشینی مانی جائے تو اجتماع ضدین لازم آتا ہے اور ان کا ایک دوسرے میں کبھی ظاہر نہیں ہوا۔

ردّ وہابیہ:۔ ایسے ہی تمھیں کاملین اولیاء کے متعلق عقیدہ رکھنا چاہیئے کیونکہ وہ ان کے وارث ہیں اور معارف و حقائق کے جامع اور محقق ہیں۔

سوال:۔ عظمتِ باری تعالیٰ ہر عظیم سے عظیم تر ہے کہ وہ لعین نبی علیہ السلام کی صورت میں تو نہیں آسکتا لیکن اس کو بہت سے لوگوں نے دیکھا کہ وہ صورتِ حق میں نظر آیا اور دعویٰ کیا کہ میں ہی حق ہوں اور کچھ باتیں باطل سُنا کر بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا اور دیکھنے والوں کا بھی گمان غالب یہی ہوتا ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور اس سے گفتگو ہوئی۔

جواب:۔ سب کو معلوم ہے کہ حق تعالیٰ کی کوئی صورت معین نہیں اور نہ ہی کسی کو معلوم ہے کہ جس سے اشتباہ کا خطرہ ہو اسی لیے بعض علماء کرام نے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کو جائز لکھا ہے خواہ وہ کسی صورت میں ہو کیونکہ مرئی (دیکھا ہوا) اللہ تعالیٰ کا غیر ہوگا کیونکہ اس کی کوئی صورت نہیں اور انبیاء علیہم السلام کی صورتیں مقررہ معلومہ و مشہود ہیں جن میں اشتباہ کا خطرہ ہے۔

۳۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ کریم ایک شیطان کو نبی علیہ السلام کی کرسی پر بٹھا کر مسلمانوں پر مسلط کر دے اور اُن پر حکومت کرے اور وہ خود فرماتا ہے کہ کفار کو مسلمانوں پر ہمیشہ ہمیشہ تک حاکم نہیں بناتا۔

؎ کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

ترجمہ۔ بوم کے سایہ کے نیچے کوئی بھی نہیں آئے گا اگرچہ ہما جہان سے معدوم ہو جائے۔

۴۔ خاتم سلیمانی سے نور چمکتا تھا اور وہ ظلمانی شیطان کے ہاتھ میں کیسے ٹھہر سکتی تھی بالخصوص اسے حاکم بنا کر اور یہ اپنی جگہ پر حق ہے کہ شیطان کو نور مطلقاً جلا کر رکھ دیتا ہے۔ اسی لیے شہاب شیاطین کا رجم مقرر ہے۔

Scanned with CamScanner

۵۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملک انگشتری میں ہی تھا پھر شیطان کو ان کا تخت نشین کیسے مانا جائے۔ جب دوسری روایات میں اس کی گمشدگی دریا میں ثابت کی جاتی ہے۔

فائدہ:۔ خاتم سلیمانی میں ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت تھی اور اس کا نگینہ کبریت احمر کا تھا۔

انگشتری میں نام محمد:۔ وہ انگشتری سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو دی گئی۔ جب آپ کو پہلی بار بہشت میں داخل کیا گیا اور یہ انگشتری آدم علیہ السلام کو حقتعالی نے خود پہنائی پھر اسے عرش کے کسی ایک ستون میں بطور امانت رکھی گئی اس کی پہلی سطر پہ لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ دوسری پہ لا الہ الا اللہ تیسری پہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) جب اسے جبرئیل علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاں لائے تو اس کی ہیبت سے تمام عالم تھرا گیا۔ جب اسے انگلی میں پہنا تو آپ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ عرض کی ہم آپ کے مشاہدۂ جمال سے مشرف ہونا چاہتے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ جب اللہ تعالیٰ کا نام لیا تو پھر حضرت سلیمان علیہ السلام انہیں صاف نظر آئے۔

سبق:۔ یہ تاثیر منجانب اللہ تھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے بوجہ مظہریت کے اور انگشتری در حقیقت واسطہ تھی۔

نکتہ:۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملک خاتم میں اس لیے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے دکھایا کہ جو کچھ تم دیئے گئے ہو وہ دیئے ہوتے کے مقابلے میں اس پتھر کی مثال رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ جسے اور جس کی وجہ سے چاہے عزت دے دے۔

تفسیر عالمانہ:۔ قال:۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا یہ انا ب سے بدل اور اس کی تفسیر ہے رب۔ اے میرے پروردگار۔ اغفر لی۔ مجھے بخش دے وہ لغزش جو مجھ سے صادر ہوئی اور وہ میری شان کے لائق نہ تھی۔

نکتہ:۔ پہلے استغفار پھر خصوصی ملک کی طلب میں دینی امر کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے اور انبیاء صالحین کے طریقہ پر بھی عمل فرمایا کہ وہ ہمیشہ استغفار فرماتے اور دعا کی قبولیت میں بھی اثر انداز ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو۔

وھب لی۔ اور مجھے عطا فرما۔ ملکا ملک اور ایسا تصرف لا ینبغی جو لائق نہ ہو لاحد کسی ایک کے مخلوق میں سے من بعدی میرے بعد قیامت تک یعنی اس کا ظہور بالفعل امور عامہ خاصہ میں عالم

عقائد الدار ۱۲ء

شہادت میں صرف میرے ساتھ مخصوص ہو یہ اُس کی غایت ہے جس کو وہ حاصل کرنے کا پروگرام بنا رہے تھے۔
اسی معنیٰ پر ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول مبارک ذیل دلالت کرتا ہے۔

حدیث شریف (۱) حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عفریت جن یعنی خبیث اور بدشکل جن میرے ہاں بلی کی صورت[1] میں میرے سامنے آگیا۔

فائدہ:۔ حدیث شریف میں لفظ تغلت آیا ہے اور وہ تغلت سے بمعنی چھلانگنا۔

حدیث شریف (۲) مع شرح:۔ فرمایا کہ ایک بدشکل خبیث جن اچانک میرے سامنے آیا تاکہ وہ میری نماز میں خلل انداز ہو۔ اس پر مجھے اللہ تعالیٰ نے قدرت دی۔

فائدہ:۔ الامکان ارتفاع کے موانع کے باوجود کسی شے پر قدرت پانے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے قدرت بخشی ہے کہ میں اسے پکڑلوں۔ پھر میں نے اسے پکڑ کر ارادہ کیا کہ اسے باندھوں۔ اربطہ (بکسر الباء وضمہا) اشدہ یعنی میں اسے باندھوں۔ علی ساریۃ من سواری المسجد مسجد شریف کے کسی ستون سے یہاں تک کہ تم سب کے سب دیکھو اور مدینہ پاک کے بچے اس سے کھیلیں لیکن برادر سلیمان علیہ السلام کی دعا خیال میں آئی تو انہوں نے کہا رب اغفر لی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی (اے رب[2] مجھے بخش اور مجھے وہ شاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو) تو پھر میں نے ذلیل و خوار کر کے چھوڑ دیا نہ مجھ پر فتح پا سکا اور نہ ہی میری نماز پہ مجھ پر غالب ہو سکا۔

سبق:۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو ملک عطا ہوا وہ ان کے سوا کسی اور کو نہ ملا۔

وہابیہ کے وہم کا ازالہ:۔ اس سے عالم شہادت میں عموم تصرف کا ظہور مراد ہے اس سے تصرف کی قدرت مراد نہیں کیونکہ یہ تو کاملین کو حاصل ہے نبی (علیہ السلام) ہو یا ولی اللہ چنانچہ حدیث شریف مذکور کے الفاظ بتاتے ہیں فرمایا کہ فامکننی اللہ منہ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس عفریت پر قدرت بخشی اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تصرف کی قوت بخشی ہے جسے چاہتا ہے خواہ عفریت کو باندھنے کی ہو یا کچھ اور۔ پھر چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا مانع آئی جو انہوں نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد دلائی۔ آپ اس دعا کو خیال کر کے حضرت سلیمان علیہ السلام

۱؎ حیوۃ الحیوان ۱۲ ۔

۲؎ تاج المصادر ۱۲ ۔

Scanned with CamScanner

کے کمالِ ادب کی وجہ سے عفریت پر کامل تصرف ظاہر نہ فرمایا اسی لیے جب تصرف کا ظہور خصوصی امر میں ثابت ہے تو عمومی امور میں بھی ثابت ہے اسی ادب کی برکت سے عفریت کو چھٹکارا ہوا اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں خلل انداز نہ ہو سکا اور ذلیل و خوار ہو کر نکلا۔

ازالہ توہم عامیانہ: چونکہ سلیمان علیہ السلام میں سلطنت عامہ کی صلاحیت تھی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں القا فرمایا کہ وہ اس سے ایسی سلطنت مانگیں جو اُن کے ساتھ مخصوص ہو اس معنیٰ پر آپ کا سوال مبنی بر بخل و حسد اور نعمتِ ظاہری کے حصول کا حرص اور اس کی رغبت کی وجہ سے نہ تھی جیسے جاہل لوگ سمجھتے ہیں۔

کمال و علوشان نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

چونکہ سلطان الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے از جہت افعال و صفات اپنے ملک و جود کی ہر شے کو فنائی اللہ بنا دیا تھا۔ اسی لیے آپ میں ماسوی اللہ باقی کچھ نہ رہا اسی لیے آپ سے جو کچھ صادر ہوگا وہ آپ کی ذاتی حیثیت سے کسی شے سے موصوف نہ ہوگا کیونکہ تجلیات حق سے جو کچھ آپ کو نصیب ہوگا کسی کو نہ مل سکا نہ پہلے والوں سے نہ آنے والوں سے ہاں ظاہری سلطنت کا ظہور بھی آپ کے لیے ہوگا جبکہ قیامت میں آدم و من سواہ سب کے سب آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے ؎

در بزمِ احتشامِ تو سیارہ ہفت جام
وز مطبخِ نوالِ تو افلاک نہ طبق

ترجمہ: سات ستاروں کے جام آپ کی حشمت کی بزم میں سے ایک ہیں تو افلاک کے طبقات آپ کے مطبخ کی عطا ہیں۔

ہر خطبۂ کمال بنامِ تو شد ازل
کس تا ابد ز لوح نمی خواندہ ایں سبق

ترجمہ: ازل سے ہی ہر کمال کا خطبہ آپ کو سجتا ہے اور ہمیشہ کے لیے آپ کے سوا کسی کو ایسا مرتبہ نصیب نہیں ہوا۔

انک انت الوہاب: جمیع الاستعدادات کے جو کمالات بھی سوال کیے جائیں تو عطا کرنے والا ہے۔

چنانچہ فرمایا **و آتاکم من کل ما سألتموہ**۔ اور تمہیں وہی عطا جس کا تم نے سوال کیا۔

Scanned with CamScanner

تفسیر صوفیانہ

قال رب اغفر لی میں چند ارشادات ہیں :-

۱- جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے دنیا کا بہت بڑا مرتبہ مانگا تو اس کے حصول کا سبب پہلے پیش کیا اور وہ ہے تواضع کیونکہ رفع حاجات کا بہترین ذریعہ ہے اسی لیے عرض کی رب اغفر لی۔

۲- طلب ملک سے پہلے مغفرت طلب کی کیونکہ اگر انبیاء علیہم السلام کے لیے ملک کی طلب خطاو لغزش ہو تو ان کی لغزش پہلے سے معاف کی جا چکی ہوتی ہے جس سے اُن کی لغزش کا ان سے مطالبہ نہ ہوگا۔

۳- چونکہ ملک ایسے شخص میں ہوگا جس کی مغفرت ہو چکی ہے اور وہ بھی ملک میں جس طرح کا تصرف کرے گا وہ عنایت الٰہی منظور ہوگا اس لیے اس سے جو کچھ صادر ہوگا مبنی بر عدل وانصاف ہوگا اور وہ ملک کی آفات اور اس کی جملہ خرابیوں سے محفوظ ہوگا۔

۴- وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی (اور مجھے وہ ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو) میں اشارہ ہے کہ جب ان کو ملک عطا ہو تو ان سے چھینا نہ جائے گا اور وہ مالک ہے جس کو چاہے عطا فرمائے جیسا کہ طریقۂ الٰہیہ جاری ہے۔

۵- لا ینبغی لاحد میں اشارہ ہے کہ اسے میرے سوا اور کوئی طلب نہ کرے" تاکہ یہ مقتضائے ان الانسان لیطغیٰ ان راٰہ استغنیٰ (بیشک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا)۔ ملک کے فتنے میں مبتلا نہ ہو جائے کیونکہ فتنوں کی طرف کھینچ کرلے جاتا ہے۔ جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کچھ ایسا پیش ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولقد فتنا بیشک ہم نے سلیمان علیہ السلام کو آزمایا۔

۶- میرے سوا اُسے مجھ سے اس لیے التماس نہ کرے کہ وہ اس سے نفع اٹھائے یا نفسانی ضروریات پوری کرے اور وہ میری جیسی نیت نہ رکھتا ہوگا کیونکہ میری نیت اور ارادہ یہ ہے کہ اس میں میرے نفس اور قلب اور رُوح کو فائدہ ہو اور تمام ممالک اور رعایا کو فائدہ پہنچے۔ میری نیت میرے نفس کے لیے یہ ہے کہ اس کا تزکیہ ہو اس کے صفات ذمیمہ و اخلاق رذیلہ دُور ہوں یہ اُس وقت ہو سکے گا کہ اس کی خواہشات پوری نہ کی جائیں اور اختیاری طور پر وہ مستلذات کو چھوڑے نہ کہ اضطراراً۔ یہ اُس وقت ہو سکتا ہے جو اسے بلا مانع اور بلا منازع مالکیۃ و ملکیۃ کے ساتھ ملک پر قدرت کا ملہ حاصل ہو اور مملکت پر مکمل طور قبضہ ہو یہاں تک کہ اس میں ایسی کوئی شے باقی نہ ہو جو اسے ان دواعی بشریہ کی طرف ابھارے جو انسان کی جبلت میں ہیں تاکہ ہر مشتہیات و مستلذات نفسانیہ نفس کے ان کی طرف شوق اور ان کی خواہش کے غلبہ کے وقت باوجود ان کے مالک ہونے اور قدرت پانے کے اپنی مناسبات کے داعی کی محرک ہو کر نفس کو اس کی غذا کی اور پینے کی پسندیدہ اشیاء سے محروم کریں اور اس کی خواہشات سے اسے روکیں صرف

اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور نہایت ہی خلوص سے تاکہ نفس اپنی صفات سے مرمٹے جیسے بدن ان غذاؤں کے نہ ملنے سے مرمٹتا ہے جس پر اس کی زندگی کا دارومدار ہے جب نفس صفات مذمومہ سے مٹ جائے گا تو اسے اللہ تعالیٰ صفات حمیدہ سے زندگی بخشے گا چنانچہ فرمایا ولنحیینہ حیوۃ طیبۃ (اور ہم اسے پاکیزہ زندگی بخشیں گے) اور فرمایا قد افلح من زکاھا. (کامیاب ہوا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا) اس طرح سے نفس کو دنیا اور اس کی تمام نعمتوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کا موقع نہ ملے گا جیسے سلیمان علیہ السلام کا حال تھا کہ انھیں دنیا اور اس کی نعمتوں کی طرف ذرہ برابر بھی توجہ نہ تھی باوجودیکہ اتنا بہت بڑا وسیع ملک اور بڑی مملکت ان کے تابع فرمان تھی لیکن اپنی ہاتھ کی کمائی سے روکھے سوکھے ٹکڑوں پر گزارہ کرتے اور نہایت ہی مسکین لوگوں کے ساتھ کھانا کھاتے اور فرماتے اے مسکین مسکین کے ساتھ نشست و برخاست رکھ. اور قلب کی نیت کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ دنیا اور اس کی زیب و زینت اور اس کی خواہشات سے بالکل پاک و صاف ہو کر باوجود دنیوی جملہ اُمور پہ قدرت پانے اور اُن کے عمل میں لانے کی طاقت کے ان سے روگردانی کر کے آخرت کی طرف متوجہ ہو بلکہ ان دنیوی طاقتوں کو راہِ خدا میں صرف کرے اور ان دنیوی اُمور کو قلب کی جڑ سے اکھیڑ کر باہر پھینکے تاکہ قلب ہر دنیوی گرد و غبار سے صاف و شفاف ہو کر فیض الٰہی کو قبول کرنے کے لائق ہو جائے کیونکہ اسے جمیع صفاتِ الٰہیہ کا آئینہ بنا کر پیدا کیا گیا ہے۔

اور رُوح کی نیت یہ ہے کہ اسے اخلاق حمیدہ ربانیہ سے سنگارا جائے یہ اُس وقت ہو سکتا ہے جب اسے علو ہمت اور خالص نیت نصیب ہو اس لیے کہ انسان علو ہمت کے پروں سے اس طرح اڑتا ہے جیسے پرندے پروں سے اور علو ہمت کی تربیت یوں ہوتی ہے کہ مقاصد دنیویہ کے حصول پر انھیں مراتب دینیہ اُخرویہ باقیہ میں صرف کیا جائے۔ اگرچہ ترک مقاصد دنیویہ دنیہ تربیت و ہمت کے بعد ہوتا ہے لیکن درجات علیہ حاصل نہیں ہوتے جب تک دنیویہ مقاصد کے جمیع حاصل کردہ اُمور کو خرچ نہ کیا جائے چونکہ یہ اخلاق الٰہیہ سے ہے کہ وہ بلند و بالا اُمور کو پسند اور کمترین اُمور کو ناپسند فرماتا ہے اسی لیے سلیمان علیہ السلام نے دنیا کے انتہائی مراتب و مقاصد کی طلب کی تاکہ انھیں اور کسی مرتبہ دنیوی کی طرف التفات نہ ہو پھر ان تمام مراتب و مقاصد کو تربیت و ہمت پر صرف کر سکیں تاکہ رُوح کو مکمل طور پر جلا نصیب ہو وہ اس طرح کہ خلق خدا پر احسان اور اُن کے قلوب کی تالیف کریں ان پر مال و جاہ کے ہر طرح کا سامان بہم پہنچائیں کیونکہ قلوب کا خاصہ ہے کہ جو ان پر احسان کرے وہ اس کا غلام بے دام ہوتا ہے اور سلیمان کے اس طریقہ سے ان کے ساتھ ان کا محبت کرنا ضروری تھا اور نبی علیہ السلام کی محبت درحقیقت اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے اور اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی محبت کا نام ایمان ہے اور جن سے احسان کے ذریعہ ایمان کی

Scanned with CamScanner

دعوت نا ممکن ہوتی تو اس پر جبرو قہر سے ایمان کی دولت سے نوازتے کہ ان پر ایسا لشکر بھیجتے جسے وہ دیکھ بھی نہ پاتے جیسے بلقیس اور اس کے لشکر کے ساتھ کیا گیا۔

اور اُن کی ممالک کے لیے نیت یہ تھی کہ وہ ممالک دنیویہ فانیہ کو اُخرویہ باقیہ بنا دیں تاکہ دنیویہ ممالک کو صرف کر کے دین کو غالب اور حق کو قائم اور کلمۂ اسلام بلند کریں جو حضرت الٰہیہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں۔

سوال:۔ لا ینبغی لاحد من بعدی۔ یعنی ملک کسی کو نہ دینے والی دعا میں ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی شامل ہیں یا نہیں۔

جواب:۔ صورۃً تو شامل ہیں لیکن علو ہمت اور کمال قدرت کی وجہ سے نہ اس لیے کہ آپ اُس کے مستحق نہیں تھے (معاذ اللہ) کیونکہ آپ اس مرتبہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام سے بہت بلند و بالا ہیں چنانچہ آپ کو جب ملک دنیوی پیش کیا گیا تو قبول نہ فرمایا اور عرض کی الفقر فخری اور معنوی اعتبار سے تو آپ کی شمولیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فضلت علی الانبیاء بستۃ (میں جمیع انبیاء علیہم السلام پر چھ وجوہ سے افضل ہوں۔) اس مجموعہ میں سلیمان علیہ السلام بھی داخل ہیں اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ سلیمان علیہ السلام اولوالعزم پیغمبروں میں سے کسی ایک کے درجہ کو نہیں پہنچے باوجودیکہ آپ کو ظاہری ملک کا مالک بنایا گیا اور ہمارے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جملہ انبیاء و رسل مع اولوالعزم پیغمبران علیہم السلام سب پر علی الاطلاق افضل ہیں اس معنیٰ پر حضرت سلیمان علیہ السلام کا ظاہری ملک حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معنوی ملک کے تابع ہے اور ہمارے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم معنوی ملک کے علی الاطلاق مالک کل ہیں جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں سنائی ہے وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ (آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے) بلکہ سلیمان علیہ السلام کے مطلوب ملک ظاہری کے علاوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معنوی ملک سے بھی سرفراز فرمایا گیا۔ سلیمان علیہ السلام کو آزمائش و ابتلاء سے لیکن ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلا ابتلاء و زحمت کے بلکہ آپ کو ابتلاء و زحمت کے بجائے عزت و اعزاز کے ساتھ ظاہری و معنوی ہر طرح کے املاک سے سرفرازی بخشی۔[1]

تفسیر عالمانہ

فسخرنا لہ الریح۔ تو ہم نے ہوا اُن کے لیے مسخر کر دی۔ ابو عمرو نے فرمایا کہ وہ باد صبا تھی جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے سلیمان علیہ السلام کے

---

[1] تاویلات نجمیہ ۱۲

لیے ہوا تابع کر دی یعنی ہم نے اسے حکم دیا کہ وہ (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کے تابع فرمان رہے جب بھی وہ حکم فرمائیں حکم بجالائے۔ آزمائش سے پہلے کی طرح آپ کی شاہی عود کر آئی۔ یہ آپ کے رجوع الی اللہ کی وجہ سے ہوا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں اشارہ ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام نے راہِ خدا میں گھوڑے قربان کر دیئے تو اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو سواری کے طور پر ہوا تابع کر دی کہ وہ صبح و شام میں مہینوں کا سفر طے کر لیتی تھی۔ [۱]

دوسری تقریر صوفیانہ:۔ حضرت البقلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جمال الٰہی سے بہت سے زیادہ محبت رکھتے تھے اسی لیے وہ عجائبات صنائع الٰہی اور اس کی مملکت کے مشرق سے مغرب تک کے نظارے لحظہ بہ لحظہ دیکھنا چاہتے تھے تاکہ وہ ملک و ملکوت کے عجائبات سے بہرہ ور ہو سکیں اسی لیے ہوا ان کے تابع کی گئی تاکہ وہ جہاں چاہیں اُن کے حکم کے تابع ہو کر چلے۔ یہ اس کی جزا ہے جو آپ نے حظوظ نفسانی کو چھوڑا۔

تفسیر عالمانہ:۔ تجری بامرہٖ (اس کے حکم پر چلتی تھی) یہ تسخیر مذکور کا بیان ہے یعنی وہ ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم پر چلتی تھی۔

رخاءً نرم ہو کر۔ تجری کی ضمیر سے حال ہے۔ الرخاء بمعنی نرم ہوا۔ کہا جاتا ہے شیٔ رخو۔ یعنی نرم شے۔ [۲]

فائدہ:۔ ہوا کا نام ریح اُس وقت رکھا جاتا ہے جب وہ متحرک و متموج ہو جب اس سے بڑھ کر سخت ہو تو اسے زعزع (آندھی) کہتے ہیں۔ اگر سخت نہ ہو تو رخو (نرم) سے موسوم ہوتی ہے۔ ہوا بھی دوسرے اجزائے عالم کی طرح ذوعقل ہے اس کے چلنے کی آواز دراصل اس کی تسبیح ہے۔

ہوا کے فوائد:۔ اس کے مندرجہ ذیل فوائد ہیں:۔

۱۔ اس سے کشتیاں چلتی ہیں۔

۲۔ اس سے دیئے بجھتے ہیں۔

۳۔ یہ آگ سلگانے میں قوت بخشتی ہے۔

---

[۱] تاویلات نجمیہ و کشف الاسرار

[۲] المفردات۔

۴۔ اس کے زور سے پانی چلتا ہے۔

۵۔ اس کے زور سے درخت ہلتے ہیں۔

۶۔ اس کے زور سے دریا کی موجیں بڑھتی ہیں۔

۷۔ زمین کو زلزلہ آتا ہے۔

۸۔ اس کے زور سے بادل چلتے ہیں[1]۔

اب معنیٰ یہ ہوا کہ ہوا سلیمان علیہ السلام کے حکم سے نرم ہو کر چلتی تھی۔

سوال:۔ یہ آیت **ولسلیمان الریح عاصفۃ** اور سلیمان کے لیے سخت ہوا تابع تھی۔ کے خلاف ہے جبکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی ہوا تیز جھونکے والی تھی۔

جواب:۔ وہ ہوا تھی تو تیز جھونکے والی لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع تھی اسی لیے ان کے منشاء کے مطابق چلتی تھی (چاہتے تو تیز ہو جاتی چاہتے تو نرم رہتی۔

وحیث اصاب۔ جہاں کا وہ ارادہ کرتے۔ یہ جملہ تجری یا تخر ناکا ظرف ہے اور اصاب بمعنی ارادہ حمیر اور ہجر کی لغت میں الاصابۃ بمعنی القصد ہے[2]۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اطراف و اکناف کے جس حصّہ کے لیے سلیمان علیہ السلام چاہتے ہوا وہاں پہنچا دیتی۔

فائدہ:۔ بامرہ کا مطلب یہ ہے کہ ہوا محض آپ کے ابرو کا اشارہ کی منتظر ہوتی ایسا نہیں کہ وہ اُس وقت جمیعۃ خاطر اور ہمت قلب کی طرف متوجہ ہوتے۔ یہ وہی ملک ہے جس کی آپ نے طلب کی تھی کہ وہ ملک آپ کے بعد کسی کو عطا نہ ہو۔ محض تسخیر مراد نہیں۔ عالم سمٰوات والارض وما بینھما کی ایسی تسخیر تو ہم سب کو حاصل ہے۔ (یہی وہ اختیار ہے جو ہم اہلسنت انبیاء و اولیاء کے لیے ثابت کرتے ہیں کہ جب چاہیں وہ اللہ تعالیٰ کی ملک میں باذنہ تصرف فرمائیں ورنہ نبی و ولی اور اُن کے غیر میں کیا فرق ہو گا) اضافہ از اویسی غفرلہٗ) اس لیے کہ اجرام عالم نفوس کے ہم کو عطا ہیں۔ جب مقام جمعیت میں ہوں لیکن یہ تسخیر بہ امر الٰہی ہے اور سلیمان علیہ السلام کو باذنہ تھا امر کلی کے طور تسخیر حاصل تھی۔

والشیاطین (اور شیاطین) اس کا عطف الریح پر ہے۔

کل بنّاء (اور ہر کاریگر) یہ الشیاطین سے بدل ہے اور بنّاء مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بنیٰ کا اسم فاعل ہے۔ اور وہ شیاطین و جنات ہر دو نوں سلیمان علیہ السلام کے حسب منشاء اُونچے محل اور تصویریں اور بڑے

---

[1] فتوحات مکیہ ۱۲۔ [2] القاموس ۱۲

حوضوں کے برابر لگن اور سنگ دار دیگیں بناتے تھے جیساکہ سورۂ سبا میں تفصیل گزری ہے کہ دمشق اور یمن میں بڑے اُونچے محلات تیار کرتے تھے۔ ان کی تعمیر کا ایسا نمونہ بیت المقدس و اصطخر ہیں۔ یہ اصطخر بلاد فارس سے ہے صخر جنی کی طرف منسوب ہے۔

قال عفریت من الجن میں یہی صخر جنی مراد ہے

وغواص (اور غوطہ خور)

حل لغات: غاص یغوص غائص کا مبالغہ ہے۔ غوص بمعنی دخول تحت الماء ہے اور پانی سے کوئی شے نکالنا۔

ومن الشیاطین یغوصون لہ کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ شیاطین حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اعمال غریبہ و افعال بدیعہ تھے یہ صرف موتیوں کے نکالنے کے معنیٰ سے خاص نہیں ہے[1]۔ اور وہ شیاطین حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے دریا سے موتی جواہر اور زیورات نکالتے تھے۔

فائدہ: دریا سے موتی سب سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام نے نکلوائے۔

وآخرین مقرنین فی الاصفاد۔ اور دوسرے وہ جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے یہ بدل کے حکم میں داخل ہے۔

حل لغات: اہل عرب کہتے ہیں اقرنت البعیرین۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب دو اُونٹوں کو اکٹھا ملایا جائے اور یہ صیغہ تکثیر ہے اور آیت میں بھی تکثیر مراد ہے۔ التقرین بمعنی برہم کرنا ہے[2]

فائدہ: ابن الشیخ نے فرمایا مقرنین آخرین کی صفت ہے۔ باب تفعیل کا اسم مفعول ہے۔ یہ قرنت الشئ بالشئ یعنی میں نے شے کو شے سے ملا دیا اور عین کی تشدید مبالغہ و تکثیر کے لیے ہے۔

الاصفاد۔ صفد کی جمع ہے۔ صفد (بالحرکتین) بمعنی القید (بیڑی) اور عطاء کو بھی صفد کہا جاتا ہے اس لیے کہ اس سے منعم علیہ کو گویا باندھا جاتا ہے اور دونوں کا فرق فعل کے استعمال سے معلوم ہوگا مثلاً صَفَدَہٗ کہیں تو معنیٰ ہوگا قَیَّدَہٗ اُس نے اُسے قید کیا اَصْفَدَہٗ کہیں تو معنیٰ ہوگا۔ اس نے اُسے عطا کیا۔ یہ وعد اور اوعد کے برعکس ہے اس لیے کہ اس کا ثلاثی خیر اور مزید شر کے لیے آتا ہے۔

نکتہ: اَصْفَدَ میں ایک نکتہ ہے وہ یہ کہ اس میں ہمزہ سلب کا ہے (اسی لیے اس کا اعطاء کا معنیٰ عطا ہوا

---

[1] المفردات۔ [2] ایضًا۔

Scanned with CamScanner

کیونکہ جب قید ہٹالی گئی تو عطا نصیب ہو گئی) أَصْفَدْتُهُ کا معنی ہوگا کہ میں نے اس سے محتاجی کو ہٹایا یعنی اسے وہ شے عطا کی جس سے وہ اس کی ضروریات و حاجات رفع دفع ہوں گی اور اوعد میں یہ بات نہیں اس لیے کہ وہ اس کی لغت اصلیہ اور تہدید کے لیے موضوع ہے۔ اب آیت کا معنی یہ ہوا کہ ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے شیاطین تابع کر دیئے۔ وہ تعمیر کا کام کرتے نہ دریاؤں کا غوطہ لگاتے۔

فائدہ: حضرت سلیمان علیہ السلام نے شیاطین کے دو گروہ بنائے:۔

۱۔ بڑے مشقت بھرے کاموں میں لگا دیئے گئے مثلاً تعمیرات اور دریاؤں میں غوطے لگانا۔

۲۔ سرکش جنہیں لوہے کی بیڑیوں سے ایک دوسرے کے ساتھ جکڑا گیا تاکہ شر و فساد نہ پھیلا سکیں۔

سوال: آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیاطین بہت بڑے کارنامے سرانجام دے سکتے ہیں ان کو بہت بڑی قوت حاصل ہے کہ فلک بوس ایسی عمارتیں بنائیں جو انسانی طاقت سے باہر ہیں اور یہ بھی ان کے لیے ہے کہ وہ دریاؤں میں غوطے لگا کر جواہر و موتی نکال لائیں لیکن یہ بات سمجھ نہ آئی کہ انھیں لوہے کی بیڑیوں اور زنجیروں سے کیسے جکڑا گیا جبکہ عقلاً محال محسوس ہوتا ہے اس لیے کہ شیاطین یا تو اجساد کثیفہ ہیں یا لطیفہ اگر کثیفہ ہیں تو محسوس ہوں اگر اجساد کثیفہ ہیں تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتے مانا کہ نظر نہیں آتے تو کم از کم ان کی کثافتِ جسمانیہ کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے اجساد پہاڑوں کی طرح سامنے ہوتے اور ان کی گفتگو سے ہمارے کان پھٹ جاتے لیکن ہر دو نوں باتیں بالکل نہیں کیونکہ نہ تو ہم انھیں دیکھ سکتے ہیں نہ ان کی باتیں سن رہے ہیں اور یہ بالکل حماقت و سفاہت کے مترادف ہے کہ کہا جائے کہ وہ اجساد لطیفہ ہیں اگر انھیں اجساد لطیفہ مانا جائے تو پھر ان کے لیے صلابت کیسی اور ان کو یہ قوت شدیدہ کیسے حاصل ہوتی حالانکہ تم کہتے ہو کہ وہ اتنا قدرت رکھتے ہیں جو انسان کو ان کے عشر عشیر نصیب نہیں۔ علاوہ ازیں جسم لطیف ضعیف القوام ہوتا ہے کہ وہ معمولی سی ٹھوکر سے پاش پاش ہو جاتا ہے۔ اس میں یہ طاقت کہاں کہ وہ اتنا ثقیل اشیاء کا حامل ہو یا اعمال شاقہ کو عمل میں لائے اور پھر انھیں بیڑیوں اور زنجیروں سے باندھنا کیسا۔

جواب: شیاطین کے اجساد لطیفہ ہیں لیکن ان کی لطافت و شفافت ان کی صلابت کے منافی نہیں یعنی وہ صلابت کہ جس میں تفرق ممتنع ہو اس لیے کہ وہ ایسے لطیف اجساد ہیں کہ دیکھے نہیں جاتے اور متصلب ہیں اور ایسے اجساد لطیفہ کو منجانب اللہ طاقت حاصل ہے کہ مقید ہوں اور ثقیل اشیاء کو اٹھائیں یعنی ادھر سے ادھر کر دیں۔ ان کے علاوہ ایسے سخت امور سرانجام دیں جو سخت سے سخت تر ہوں۔ اگر مان لیا جائے کہ لطیف اشیاء متصلب نہیں لیکن یہ تو ضروری ماننا پڑے گا کہ

Scanned with CamScanner

وہ بہت بڑی بوجھل اشیاء کو اِدھر سے اُدھر کرنے کی طاقت رکھتی ہیں اور بہت سے سخت اُمور 25/C
کو سرانجام دینے پر بھی قدرت رکھتی ہیں مثلاً آندھی (سخت ہوا کے جھونکے) کیسے عجیب اُمور ان سے سرزد ہوتے ہیں کہ جن کو بہت سے بڑے طاقت ور انسان بھی مل کر سرانجام نہ دے سکیں۔

جواب(۲): بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ مقرنین فی الاصفاد بطور تمثیل فرمایا کہ انھیں شر و فسادات سے روک لیا گیا وہ ایسے رُکے گویا وہ بیڑیوں اور زنجیروں سے باندھ دیئے گئے ہیں یعنی معترض کا اعتراض بجا لیکن اسے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہاں اس کا حقیقی معنیٰ مراد نہیں بلکہ مجاز ہے تقرین بول کر اس سے شر و فساد سے روک دینا مراد لیا گیا ہے۔ یہ استعارہ اصلیہ ہے مجازی تقرین سے مقرنین کا اشتقاق ہو تو یہ استعارہ تبعیہ ہوا یعنی وہ شر و فسادات سے ممنوع تھے اس لیئے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع فرمان اور آپ کی طاعت میں سر جھکائے ہوئے تھے یہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مسخر کیا اور وہ بہت بڑی قدرت کا مالک ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں جس طرح چاہے کرے لیکن مجاز سے روگردانی کر کے طاقت سلیمانی کا انکار کر دینا درحقیقت اللہ تعالیٰ کو نہ ماننے کے مترادف ہے[۱]

جواب(۳): جن اجسام مرکب و اشخاص مشکلہ ہیں اس پر کوئی ایسی واضح دلیل نہیں جسے پیش کیا جا سکے کہ وہ اجسام لطیفہ ہیں یا کثیفہ دونوں طرح کہنا جائز ہے کہ وہ اجسام لطیفہ ہیں یا کثیفہ۔ ہاں ہمارا ان کو نہ دیکھنا ان کی لطافت کی دلیل نہیں جیسا کہ معتزلہ کا عقیدہ ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے میں وہ کیفیت ہی پیدا نہیں فرمائی جس سے ہمیں ان کا ادراک ہو سکے[۲]

جواب(۴): حضرت قاضی ابوبکر نے فرمایا اصل ان کا نار ہے جس سے یہ پیدا ہوئے ہیں پھر اس سے ہم بھی انکار نہیں کر سکتے کہ وہ اس نار کو کثیف بنا کر ان کے اجساد گاڑھے کر دے پھر ان میں اصل نار سے زائد اعراض پیدا کر دے اس طرح سے وہ نار کی اصلی کیفیت سے خارج ہوں اسی خارجی کیفیت میں آپ کی مختلف صورتیں اور شکلیں بنائی گئی ہوں۔ اس سے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری آنکھوں کو وہ بصارت عطا فرما دے جن سے ہم ان کو دیکھیں یا ان کے اجساد اصلیہ سے پردے ہٹا دے جنہیں ہم انھیں اصلی صورت میں دیکھ سکیں۔

جواب(۵): قاضی عبدالجبار نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جنات کے آگے سے پردے ہٹا دیئے جنہیں وہ خود اور آپ کی تمام اُمت انھیں اصلی صورت میں دیکھتے تھے اور جنات میں بھی مزید قوت بخشی جس سے وہ بہت بڑے سخت اُمور سرانجام دیتے تھے

---

[۱] بحر العلوم ۱۲

[۲] الاشعۃ المتممہ

اور تقرین فی الصفد بھی اجسام کثیفہ میں ممکن ہے اور انھیں جکڑنے اور بڑے کاموں میں لگانے کی قدرت بھی سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی اور یہ دوسرے انبیاء علیہما السلام کے لیے ایسے نہیں ہوا گویا یہ سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا، دوسرے انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں بھی وہ کھلم کھلا اس طرح سے رہتے جیسے سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں رہتے تھے تو یہ نقض العادۃ لازم آتا ہے اور وہ دائمی طور اسی طرح کا رہنا نہیں ہوتا۔

جواب[۹]: بعض مفسرین نے کہا کہ یہ سلسلہ سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں رہا کہ شیاطین ذو اجساد تھے جنہیں لوگ آنکھوں سے دیکھا کرتے تھے۔ جب سلیمان علیہ السلام کا وصال ہوا تو اس وقت کے شیاطین بھی مر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے دیگر ایسے شیاطین پیدا فرمائے جو نہایت رقیق و لطیف ہیں۔

ردّ الجواب المذکور: یہ جواب مردود ہے اس لیے کہ نص قطعی سے ثابت ہے کہ شیاطین کو قیامت زندہ رہنے کی مہلت دی گئی ہے تو پھر وہ کیسے مر گئے اس میں یا تو یہ کہا جائے کہ وہ انظار (مہلت دینا) ابلیس سے مخصوص ہے یا یہ کہا جائے کہ شیاطین سے کفار جن مراد ہوں کہ وہ بھی ابلیس کی طرح سرکش ہیں۔

سلیمانی مستجاب دُعا: مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا مستجاب فرمائی کہ جو ان کے لیے مسخر ہوا کسی کو نصیب نہ ہو۔ کوئی ایسا بادشاہ نہیں ہوا کہ اس کے لیے یک وقت ریاح (ہوائیں) و شیاطین اور پرندے مسخر ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ نے شاہان زمان بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر فرما دیئے۔

کیخسرو اور سلیمانؑ علیہ السلام

مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حضرت داؤد علیہ السلام کی وراثت کا تاج کیخسرو بن سیاوش کے زمانہ میں نصیب ہوا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک دفعہ شام سے عراق کو تشریف لے گئے تو کیخسرو کو آپ کی تشریف آوری کا علم ہوا سنتے ہی بھاگ کر خراسان پہنچ گیا۔ پھر چند دنوں کے اندر مر گیا۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہما السلام مرو پھر بلاد ترک میں ایک عرصہ ٹھہرے رہے بعد ازاں بلاد چین میں پہنچ کر

لہ آکام المرجان فی احکام الجان (للشبلی رحمہ اللہ تعالیٰ) = ۱۲ =

واپس لوٹے بلاد فارس میں چند روز بسر فرما کر شام میں واپس تشریف لائے۔ یہیں سے بیت المقدس کی تعمیر کا حکم فرمایا اس کی تعمیل کے بعد تہامہ پھر صنعاء میں تشریف لے گئے یہاں ہی آپ کے ساتھ بلقیس کا واقعہ پیش آیا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

فائدہ:- حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلاد مغرب میں اندلس۔ طنجہ۔ افریقیہ اور ان کے ارد گرد کے علاقہ جات میں غزوات کا بازار گرم رکھا۔

ھذا:- یہ ہمارا تمہارے لیے ہوائیں تابع کرنا اور ہمارا کہنا کہ یہ ملک یہ دولت کا عطیہ اور ملکی بسط وکشاد اور وہ تسلط جو کسی کو نصیب نہ ہوا۔

عطاء نا:- ہماری خاص عطا تجھ پر ہوئی کہ جس پر سوائے ہمارے کوئی بھی قدرت نہیں رکھتا۔

فامنن:- یہ منّ علیہ منّاً۔ سے ہے بمعنی انعم یعنی اس سے جسے چاہو دو۔

او امسک:- یا جس کے لیے چاہو روک دو۔ یہ واؤ اباحت کی ہے۔

بغیر حساب:- یہ امر کی ضمیر سے حال ہے یعنی جس کو دو گے یا احسان کرو گے اور جس سے روکو گے اور کسی کو نہ دو گے اس پر کوئی حساب نہیں کوئی حرج نہیں جسے چاہو دو جس سے چاہو روک دو ہم نے تمہیں کلی طور پر امور سپرد کیے ہیں۔

فائدہ:- اس کا مطلب یہ ہے کہ تصرف کرو جیسے چاہو آپ سے کوئی حساب نہ ہوگا یعنی اس سے جب چاہو جس کے لیے چاہو اور جتنا چاہو خرچ کرو۔

فائدہ:- حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جسے بھی کسی نعمت سے نوازا تو اس سے اس کے متعلق حساب ہوگا۔ سوائے حضرت سلیمان علیہ السلام کے کہ یہ ان کا خاصہ ہے کہ جس کو کچھ دیا تو اجر پایا اگر نہ دیا تو ان سے کوئی باز پرس نہ ہوگی اور نہ ان کے لیے کوئی گناہ۔

فائدہ:- التبعۃ بمعنی وہ جو کسی شے پر ضرر مرتب ہو اور ہر وقت وہ حق جو مظلوم کے لیے ظالم پر واجب ہے اتنا مقدار پر جتنا اس نے اس پر ظلم کیا ہے۔

فائدہ:- بعض اکابر محققین نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا سوال وطلب ملکی بحکم ربانی تھا۔ جب وہ امر ربانی تھا تو پھر انہوں نے از خود تو کچھ نہیں کیا بلکہ تعمیل امر اور عبادت حق کہیے تو ایسے طالب کو تو طلب کا بھی اجر وثواب ملے گا۔ اس پر حساب وعقاب کیسا بلکہ ایسا ملک وعطاء تو ان کے

لہ المفردات۔

Scanned with CamScanner

آخرت کے اجر و ثواب میں کمی نہ کرے گا نہ ہی اس پر کوئی حساب و کتاب جیسے دوسرے بادشاہوں سے ہوگا۔

ایک غلط مسئلہ کا رد:۔ وہ جو مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تمام انبیاء علیہم السلام سے بہشت میں سب کے بعد داخل ہوں گے اس لیے کہ آپ بادشاہ نبی تھے (علیہ السلام) بشرط صحت روایت اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ وہ بہشت کے درجات میں اُن کے لیے کمی ہوگی اور اس تاخیر فی دخول الجنۃ سے کیسے لازم آیا کہ یہ ملکی حساب کی وجہ سے ہوگا (ممکن ہے کوئی اور سبب ہو) وہ یہ ہے کہ مروی ہے کہ اغنیاء پانچ سو سال کے بعد فقراء کے بعد بہشت میں داخل ہوں گے۔

فائدہ:۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بغیر حساب العطاء سے حال ہو یعنی یہ ہماری عطا بغیر حساب سے متلبس ہے بوجہ اس کی کثرت کے۔ جیسے کثیر شے کے لیے کہا جاتا ہے **ھذا لا یحیط بہ حساب او صلۃ لہ**۔ یہ وہ ہے نہ اسے کوئی حساب محیط ہو سکتا ہے نہ کوئی صلہ وغیرہ بہر تقدیر ان دونوں کے درمیان جملہ معترضہ واقع ہے۔

وان لہ عندنا لزلفی ۔ باوجودیکہ دنیا میں ان کے ہاں بہت بڑا ملک تھا لیکن انھیں آخرت میں ہمارے ہاں بہت بڑا قرب حاصل ہوگا۔

وحسن مآب۔ اور اچھا انجام۔ یعنی بہشت۔

حدیث شریف:۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کو بہت بڑا ملک دیا گیا لیکن اس کے باوجود خشوع حق میں بال برابر انہیں کمی نہ آئی یہاں تک کہ اپنے رب کی خشیت سے آسمان پر کبھی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا تھا۔ اسی لیے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا قرب پائیں گے اور حسن انجام کا کیا کہنا انھیں مژدہ باد کہ بظاہر غنی (بادشاہ) تھے لیکن حقیقت میں فقیر درویش یعنی حبیب خدا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ آیت میں اشارہ ہے کہ جب انسان انسانیت میں کامل ہو جاتا ہے تو بلاواسطہ فیض الٰہی کے قابل ہو جاتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کے آثار فیض سے کل آسمانوں کی تسخیر عطا فرماتا ہے جیسے ملائکہ کرام کو آدم علیہ السلام اسجدوا لآدم کہہ کر سجدہ کا حکم دیا ایسے ہی زمین اور اس کے اندر کی تسخیر بخشتا ہے جیسے سلیمان علیہ السلام کے لیے جن وانس اور شیاطین و وحوش وطیور طابع کیے یہ اس لیے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ انسان کامل کے وجود کے اجزاء ہیں۔ جب اسے اپنے فیض سے مالا مال فرماتا ہے تو حقیقت میں اس کے وجود کے اجزاء اس کے تابع فرما دیتا ہے اور ظاہر میں کبھی کسی نبی علیہ السلام کے لیے بطور معجزہ ظاہر کر دیتا ہے جیسے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چاند کو تابع فرمایا جسے آپ نے انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے کر دیا اسی لیے فرمایا ھذا

(بقیہ بر صفحہ ۲۱)

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ
وَعَذَابٍ ۝ ارْكُضْ بِرِجْلِكَ ۖ هَٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ۝
وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنَّا وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝
وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ ۗ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ۚ
نِعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝ وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَ
يَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ۝ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ
ذِكْرَى الدَّارِ ۝ وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ۝
وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِنَ الْأَخْيَارِ ۝
هَٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ۝ جَنَّاتِ عَدْنٍ
مُفَتَّحَةً لَهُمُ الْأَبْوَابُ ۝ مُتَّكِئِينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ
كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ۝ وَعِنْدَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ ۝ هَٰذَا
مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ إِنَّ هَٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِنْ نَفَادٍ ۝
هَٰذَا ۚ وَإِنَّ لِلطَّاغِينَ لَشَرَّ مَآبٍ ۝ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ
هَٰذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ ۝ وَآخَرُ مِنْ شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ ۝
هَٰذَا فَوْجٌ مُقْتَحِمٌ مَعَكُمْ ۖ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۚ إِنَّهُمْ صَالُو النَّارِ ۝
قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۖ أَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوهُ لَنَا ۖ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝
قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هَٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ۝
وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرَىٰ رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِنَ الْأَشْرَارِ ۝
أَتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْأَبْصَارُ ۝
إِنَّ ذَٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ۝

Scanned with CamScanner

ترجمہ:۔ اور یاد کر ہمارے بندہ ایوب کو جب اُس نے اپنے رب کو پکارا اور مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا لگادی۔ ہم نے فرمایا زمین پر پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو۔ اور ہم نے اُسے اُس کے گھر والے اور اُن کے برابر اور عطا فرما دیئے اپنی رحمت کرنے کو اور عقل مندوں کی نصیحت کو اور فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دے اور قسم نہ توڑ بیشک ہم نے اسے صابر پایا۔ کیا اچھا بندہ بیشک وہ بہت رجوع کرنے والا ہے اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو۔ بیشک ہم نے انھیں ایک کھری بات سے امتیاز بخشا کہ وہ اس گھر کی یاد ہے اور بیشک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے پسندیدہ ہیں۔ اور یاد کرو اسمٰعیل اور یسع اور ذوالکفل کو اور سب اچھے ہیں۔ یہ نصیحت ہے اور بیشک پرہیزگاروں کا ٹھکانا بھلا بسنے کے باغ ہیں انکے لیے سب دروازے کھلے ہوئے انمیں تکیہ لگائے ہوئے ان میں بہت سے میوے اور شراب مانگتے ہیں اور انکے پاس وہ بیبیاں ہیں کہ اپنے شوہر کے سوا اور کی طرف آنکھ نہیں اُٹھاتیں ایک عمر کی۔ یہ ہے وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے حساب کے دن بیشک یہ ہمارا رزق ہے کہ کبھی ختم نہ ہوگا ان کو تو یہ ہے اور بیشک سرکشوں کا بُرا ٹھکانہ جہنم کہ اس میں جائیں گے تو کیا ہی بُرا بچھونا ان کو یہ ہے تو اسے چکھیں کھولتا پانی اور پیپ اور اسی شکل کے اور جوڑے۔ ان سے کہا جائے گا یہ ایک اور فوج تمہارے ساتھ دھنسی پڑتی ہے جو تمہاری تھی۔ وہ کہیں گے ان کو کھلی جگہ نہ ملیو آگ میں تو ان کو جانا ہی ہے وہاں بھی تنگ جگہ میں رہیں تابع بولے بلکہ تمھیں کھلی جگہ نہ ملیو۔ یہ مصیبت تم ہمارے آگے لائے تو کیا ہی بُرا ٹھکانہ وہ بولے اے ہمارے رب جو یہ مصیبت ہمارے آگے لایا اسے آگ میں دو عذاب بڑھا اور بولے ہمیں کیا ہوا ہم ان مردوں کو نہیں دیکھتے جنہیں بُرا سمجھتے تھے۔ کیا ہم نے انہیں ہنسی بنا لیا یا آنکھیں ان کی طرف سے پھر گئیں بیشک یہ ضرور حق ہے دوزخیوں کا باہم جھگڑا۔

بقیہ صفحہ ۳۸۹

لا ثنا الخ اس میں اشارہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں بتائید فیض الٰہی ان سے جو بھی فیض اچھا ہے اور وہ اُس کی اہلیت و صلاحیت بھی رکھتا ہو اُسے فیضیاب فرمائے کی ولایت عطا ہوئی ہے اور انہیں فیض کو روکنے کی بھی طاقت ہے کہ جب اُن سے کوئی فیض کا طالب ہو لیکن اس کا اہل نہیں تو اُس سے فیض روکیں تو روک سکتے ہیں فیض عطا کرنے اور روکنے دونوں حالتوں کا انھیں اختیار ہے کیونکہ ہر نبی کو فیض دینے اور روکنے کا اللہ تعالیٰ کے ہاں قرب حاصل ہے اور ان کے لیے اچھا انجام ہے کیونکہ وہ بالعطاء والمنع ہر دونوں لحاظ سے ہمارے قرب میں ہے

فائدہ:۔ مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیس سال حکومت کرنے کے بعد آزمائش ہوئی اور آزمائش کے بعد بھی بیس سال تک حکومت کی اس کے بعد ہی حسن مآب کی طرف منتقل ہوئے یعنی وفات پائی (انا للہ وانا الیہ

حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے

جہاں اے پسر ملک جاوید نیست
ز دنیا وفاداری امید نیست

ترجمہ:۔ اے بھائی یہ ملک دائمی نہیں دنیا سے وفاداری کی اُمید نہیں ۔

بآخر ندیدی کہ بر باد رفت
خنک آنکہ با دانش و داد رفت

ترجمہ:۔ بالآخر تم نے دیکھا کہ وہ نہ رہا جو خوش بخت وہ انسان ہے جو اس دنیا سے عقل و ہوش سے گیا۔
اللہ تعالیٰ ہم کو بیداری بخشے (آمین)

تفسیر عالمانہ:۔ واذکر عبدنا ایوب۔ ہمارے بندے ایوب علیہ السلام کو یاد کیجئے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا نسب نامہ:۔ ایوب بن آموص بن رازخ بن روم بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔

والدہ کی طرف سے نسب نامہ:۔ آپ کی والدہ لوط بن ہاران علیہ السلام کی اولاد سے تھیں۔ آپ کی زوجہ کا نام رحمت بنت افرائیم بن یوسف علیہ السلام یا رحمت بنت لیا بنت یعقوب علیہ السلام۔ اسی لیے بعض نے کہہ دیا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے ہمزبان تھے یا یوں کہا جائے ماخیر بنت میشا بن یوسف علیہ السلام۔ پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

اعجوبہ:۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام پر صرف تین آدمی ایمان لائے اور آپ نے ترانوے سال عمر پائی اور ایوب عبد کا عطف بیان ہے۔

اذ نادیٰ ربہ۔ جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا یہ بھی عبدنا سے بدل ہے یعنی بحالت اضطرار اور نہایت عاجزی سے دعا مانگی اور عجز کیا۔

انی۔ مجھے **مسنی الشیطٰن۔** شیطان چھو گیا ہے یعنی شیطان نے مجھے پہنچایا ہے اس دوسرے معنی پر **بِنُصْبٍ** الخ کی باء تعدیہ کی ہے۔ نصب سے مراد دکھ اور مشقت ہے اگر اسے بفتحتین پڑھا جائے۔

وعذاب۔ یعنی سخت درد و دینا یہاں صرف درد مراد ہے۔ ایوب علیہ السلام نے اپنی بیماری کی تکلیف

ف تاویلات نجمیہ ۱۲

Scanned with CamScanner

وغیرہ کے وظیفہ کی بارگاہ الٰہی میں دُعا مانگی ہے اور ضرؓ سے یہی بی مراد ہے جس کی تفصیل سورۂ انبیاء میں گزر چکی ہے۔

انی مسّنی الضر۔ بیشک مجھے دکھ پہنچا ہے۔ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے قول کی حکایت ہے کہ انہوں نے دعا میں کیا کہا ورنہ کہا جاتا انہ مسّہ۔ یہ آپ کی دعا کا تتمہ نہیں بلکہ اس کا تتمہ وانت ارحم الراحمین ہے۔

سوال:۔ یہاں پر ان دونوں کا ذکر کیوں نہیں۔

جواب:۔ چونکہ سورۂ انبیاء میں ذکر ہو چکا ہے اسی لیے مکرراً نہیں لایا جیسے یہاں **مسّنی الشیطان** ہے لیکن سورۂ انبیاء میں نہیں۔

سوال:۔ شیطان کا تو یہ کام نہیں کہ وہ بیماریاں اور تکلیفیں ڈالے۔ اگر اس کو یہ طاقت ہوتی تو انبیاء و اولیاء و علماء کو بیمار کر ڈالتا کبھی تندرست نہ رہنے دیتا بلکہ اس کے بس میں ہوتا تو انہیں شہید کر ڈالتا۔ ہاں اس کا کام ہے وسوسہ ڈالنا وغیرہ وغیرہ تو پھر اس کی طرف **مسّنی الشیطٰن** کے اسناد فعل کا کیا معنٰی۔

جواب:۔ چونکہ شیطان نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کا اللہ تعالیٰ سے سوال کیا اور یہ ایوب علیہ السلام کے لیے آزمائش تھی اسی لیے مجازاً شیطان کی طرف منسوب کیا اس میں ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے ادب کی رعایت ملحوظ رکھ کر اس کی طرف فعل کا اسناد نہ کیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کیوں بیمار ہوئے

حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کثرت اموال و اولاد سے نوازا باوجود اس کے اللہ تعالیٰ کی طاعت میں بھی ہر وقت مشغول رہتے تھے اور اپنے اموال و اسباب سے یتامٰی و مساکین و فقراء اور ضرورت مند لوگوں کی بھی جی بھر کر امداد فرماتے تھے اس سے ابلیس کو حسد ہوا (اور کہا کہ یہ صرف اور صرف اپنے اموال و اولاد کی وجہ سے ایسا کرتا ہے اگر یہ نہ ہوں تو ہرگز نہیں کرے گا) اسی لیے کہا کہ اے اللہ تیرا بندہ ایوب ایسا ہے کہ تو نے اسے مال و اولاد سے نوازا ہے اسی لیے وہ اس کے شکر میں اور عافیت کی وجہ سے تیری حمد کرتا ہے اگر تو اس سے نعمتیں اور عافیت چھین لے تو کبھی کوئی عبادت نہ کرے گا اور نہ غرباء و مساکین کو کچھ دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اسے جانتا ہوں وہ صرف اور صرف میری رضا کے لیے عبادت کرتا اور حمد بجا لاتا ہے اور وہ ہر حال میں ہی ایسے رہے گا دکھ ہو یا سکھ۔ ابلیس نے کہا تو پھر مجھے اس پر مسلط کر دے میں دیکھوں کہ یہ کیسے تیری عبادت کرتا اور حمد بجا لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو حضرت ایوب علیہ السلام کے آزمانے کی اجازت دے دی۔ اُس نے آپ کی کھیتی جلا دی اور مکانات گرا دیئے۔ پھر مکانات کے نیچے ہی تمام اولاد دب کر مر گئی۔ لیکن ایوب علیہ السلام کی عبادت و حمد میں بال برابر فرق نہ آیا پھر ابلیس

نے آپ کے جسم اطہر پر پھونکا اس سے پھنسیاں پھوڑے تمام جسم پر چھا گئے یہاں تک کہ جسم سے خون بہنے لگا جسے سات سال تک کیڑے کھاتے رہے [1]۔ لیکن آپ اپنے پروگرام میں سرگرم رہے صبر و رضا اور تسلیم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ یہ ایک امتحان تھا مذکورہ بالا تکلیف کسی گناہ کی وجہ سے نہ تھی کہ کہا جائے کہ اس کا کفارہ یا بدلہ لیا جا رہا تھا۔ امتحان بھی اسی لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو بتانا چاہتا تھا کہ میرے بعض محبوب بندے یوں بھی ہوتے تھے کہ انھیں سرتاپا مصیبت بنا دوں تب بھی اُف نہیں کرتے اس سے اُن کے درجات کی بلندی ہوتی ہے۔ یہ تقریر حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے [2]۔ اسی پر اہل حق نے اعتماد کیا ہے اس کا ماسویٰ غیر مقبول اور فضول و لا یعنی باتیں ہیں:

تفسیر صوفیانہ :۔ تاویلات نجمیہ میں اس آیت کی مختلف تقاریر بیان کی گئی ہیں:۔

(۱) اللہ تعالیٰ بتانا چاہتا ہے کہ اگر میں اپنے بعض محبوب بندوں (پیغمبر و اولیاء) پر شیطان کو مسلط فرما دوں تو اس میں ان کی اہانت نہیں بلکہ اس میں ان کی عزت ہے اور عبودیت کے بلند درجات پر اعانت اور یہی محبوب اور صابر بندوں کا درجہ ہے۔

(۲) مخصوص بندوں (انبیاء و اولیاء) کی عبودیت میں شرط ہے کہ ان پر مصائب و تکالیف کا ورود ہو تو وہ صبر کریں اور اس کی تقدیر کے سامنے سر تسلیم خم کر کے رضا و خوشی کا اظہار کریں۔

(۳) اگر اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے پیغمبر و اولیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام کو اس کی عصمت و حفظ و امان نہ ہو تو شیطان ان پر اپنی کارگزاری نصیب و عذاب کی کر گزرے۔

(۴) یہ بھی آداب عبودیت سے ہے کہ بندہ ربوبیت کے اجلال و اعظام کا حق ادا کرے کہ ہر دکھ و ضرر اور تکلیف منجانب اللہ سمجھے اسے شیطان کی کارروائی کا تصور تک بھی نہ ہو جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا وجاء بکم من البدو من بعد ان نزغ الشیطان بینی وبین اخوتی ہیں نے اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرا دی تھی اور یوشع علیہ السلام نے کہا وَمَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اور مجھے نہیں بھلایا مگر شیطان نے اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا ھذا من عمل الشیطٰن ۔ یہ شیطانی کام ہے۔

---

[1] یہ جملہ محل نظر ہے اسرائیلیات سے تفصیل کے لیے دیکھیے فقیر کا رسالہ "انارۃ القلوب فی بحث ایوب"۔ (اویسی غفرلہٗ)۔

[2] نوادر الوصول ۱۲۔

(۵) — اگر معلوم ہو کہ ہر محبوب بندہ اتنا بڑے مرتبہ کو پہنچتا ہے تو مصائب پر صبر کرنے اور جملہ اُمور اپنے مولیٰ کی طرف سپرد کرنے تقدیر پر سر تسلیم خم کرنے سے۔

تفسیر عالمانہ

: ارکض برجلك۔ اپنا پاؤں مار۔

حل لغات: الرکض بمعنی الضرب (مارنا) اور پاؤں کے ساتھ خوب دھکیلنا۔ اگر سوار کی طرف منسوب ہو تو بمعنی سواری کو برانگیختہ اور دشمن کے لیے اُبھارنا مراد ہوتا ہے مثلاً رکضت الفرس میں نے گھوڑے کو برانگیختہ کیا اگر پیدل چلنے والے کی طرف منسوب ہو تو بمعنی زمین کو روندنا جیسے آیت میں ہے[لہ]۔

الرجل بمعنی قدم یا ران کی جڑ سے لے کر انگلیوں کے سر تک کی جگہ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ یاد کیجیے جب اس نے دُعا مانگی تو ہم نے جبریل علیہ السلام کی زبان سے کہا (جب ان کی آزمائش کی گھڑیاں ختم ہو گئیں) پاؤں کو زمین پر ماریئے۔

فائدہ: اس سے جابیہ کا مقام مراد ہے اور وہ ملک شام میں ایک شہر اور ابو تمام کی جاگیروں سے ہے جب ایوب علیہ السلام نے زمین پر قدم مبارک مارا تو اس سے ایک پانی کا چشمہ بہ نکلا ہم نے اسے فرمایا ھذا۔ یہ چشمہ۔ مغتسل بارد۔ غسل خانہ ٹھنڈا تمہارے نہانے کے لیے ہے۔

حل لغات: حضرت کاشفی نے فرمایا کہ یہ تمہارے غسل کی جگہ یا وہ پانی ہے جس سے تم نے غسل کرنا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ مغتسل میں اس جگہ کی طرف اشارہ ہے جہاں غسل اور وہ پانی جس سے غسل کیا جائے گا اغتسال بمعنی غسل البدن کہا جاتا ہے۔ غسلت الشئ غسلاً بمعنی میں نے بدن پر پانی بہا کر اس سے میل کچیل دُور کی۔

وشراب۔ اور پانی ہے جسے تم پی کر شفا پاؤ گے۔

حل لغات: الشراب۔ جسے پیا جائے یہ ہر بہنے والی شے کو شامل ہے پانی ہو یا کچھ اور اور واؤ صفت کو موصوف سے چمٹانے کی تاکید کے لیے ہے۔

فائدہ: بعض مشائخ نے فرق بتایا ہے وہ یہ کہ مغتسل میں اشارہ ہے کہ اس سے غسل کرو یہ پانی بھی ٹھنڈا اور یہ جگہ بھی ٹھنڈی ہے اور موسم بھی تاکہ تمہاری ظاہری حرارت دُور ہو اور شراب میں اشارہ ہے

لہ کذا قال الراغب ۱۲۔

Scanned with CamScanner

کہ اُسے پیو تاکہ اندر کی حرارت دُور ہو۔ اور پانی کو ٹھنڈا بنا دیا اس لیے کہ حضرت ایوب علیہ السلام زخموں کے درد سے سخت گرمی میں تھے۔ اس پانی سے زائد ٹھنڈک کو ختم کر کے معتدل بنایا گیا تاکہ زخموں کے لیے مضر کا سبب نہ ہو۔

فائدہ: حضرت الشیخ الشہیر بافتادہ البرسوی قدس سرہ کا فرمان ہے کہ آیت میں پانی سے احیاء اللہ کی طرف اشارہ ہے یعنی جیسے مردوں پر بارش کا پانی پہنچے گا تو وہ زندہ ہو کر اٹھیں گے یہاں بھی وہی صورت مراد ہے۔

زندگی بخشنے والی بارش: مروی ہے کہ قیامت میں مردوں پر چالیس سال بارش ہوتی رہے گی تو زمین سے مردے ایسے ظاہر ہوں گے جیسے مٹی سے انگوری۔

حضرت ایوب علیہ السلام غسل کے بعد: حضرت ایوب علیہ السلام اس پانی سے نہائے اور پیا بھی تو آپ کی تمام ظاہری اور باطنی بیماری دور ہو گئی۔

سبق: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر نظر کرم فرماتا ہے تو اس کی بیماری شفا سے اور دکھ سکھ سے اور جفا وفا سے بدل جاتی ہے۔ ایسے ہی حضرت ایوب علیہ السلام شفایاب ہو کر تندرست ہوئے اور لباس پہنا اور پہلے کی طرح حسین و جمیل اور جوانی میں آگئے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

بیماری کی مدت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام سات سال سات ماہ سات دن سات گھنٹے بیمار رہے۔ اتنا عرصہ نہ آپ نے نیند کی اور نہ ہی کروٹ بدلی۔[1]

تفسیر صوفیانہ: حضرت الشیخ یا ابن الصوفی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو زمین پر پاؤں مارنے کا حکم فرمایا تاکہ اس سے پانی نکلے اور آپ سے بدن کا درد دور کریں۔ اس میں ہمیں سبق دیا گیا ہے کہ ہم سلوک و مجاہدہ کو کام میں لائیں تاکہ اس سے آب حیات نکلے یعنی علم لدنی ہمارے وجود کی زمین سے نکلے تاکہ اس سے ہم ارواح کی بیماری دور کریں۔ امراض سے حق سے دُور کرنے والے حجابات مراد ہوں۔

فائدہ: شیخ موصوف نے فرمایا کہ آیت میں ایک باریک نکتہ ہے وہ

ذکر کرکے پاؤں زمین پر مارنا: یہ کہ سالک تقویٰ پر مجاہدہ و ریاضات کے چلنے والے

---

[1] زبدۃ الریاض ۱۲

Scanned with CamScanner

سالکین جب کسی جگہ جمع ہو کر زور زور سے ذکر کرتے اور رقص کرتے ہوئے پاؤں زمین پر ماریں اور ان کا مقصد یہ ہو کر ہمارے سے تمام روحانی درد و الم دور ہو جائیں تو جائز ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ سنت خالص سے ذکرِ ظاہری کے ساتھ ظاہری قدم ظاہری زمین پر مارا جائے تو وہ حقیقت تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ ظاہری شرعی حکم کی کچھ حقیقت ہوتی ہے جو یقیناً عامل کو حقیقت تک پہنچا دیتی ہے۔[ع]

فائدہ: بعض عارف باللہ فرماتے ہیں عبادت خانوں میں حسنیات اور قلوب کی صفات کے ساتھ ذکر الٰہی سے آواز بلند کرنا عقدہ سے کھول دیتا ہے جسے افلاک نے بند کر رکھا ہے یہاں تک کہ بعض اہل حال نے فرمایا کہ انفاس بشریہ وہ ہیں جو افلاک علویہ کو گھماتے ہیں۔

فائدہ: مذکورہ بالا طریقہ میں یعنی عبادت خانوں میں رفع الصوت کے وقت حسن النیۃ اور باطن کی ہر غرض و مرض سے صفائی ضروری ہے کیونکہ انسان جب نیت خالص سے ظاہری و باطنی عبادت بجالائے تو وہ اہل خصوص کے مراتب کی چوٹیوں کی معراج سے بہرہ ور ہوتا ہے بلکہ وہ ہر جرح و قدح سے محفوظ ہو جاتا ہے اس لیے کہ اس کا وجد نصوص قرآنی کے عین مطابق ہے۔

سماع اور وجد و رقص: حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے فرمایا کہ سماع کا وجد صرف اس شخص کو جائز ہے جسے مرشد شیخ عارف کامل کی اجازت ہو کیونکہ اسے اس کی باطنی بیماریوں کا مکمل علم ہے۔[لہ]

(۲) - ایک اور مقام پہ لکھا کہ اہل اللہ نے سماع میں شرط لگائی ہے کہ تمام سامعین سماع کی لیاقت میں یکجا ہوں یعنی ان میں کوئی بھی نا اہل شامل نہ ہو اور نہ ہی ایسا کوئی آدمی شریک مجلس ہو جو ان کے راز سے ناواقف یا منکر یا کم از کم بے خبر ہو اس لیے ان کا مجلس سماع میں حاضر ہونا تشویش کا سبب بنے گا۔[ع]

(۳) مشائخ کے لیے ضروری ہے کہ ایسے آدمی کو وجد و رقص کی بالکل اجازت نہ دیں جسے اہل مجلس کے وجود کا احساس ہو ایسے کو وجد و رقص کوئی فائدہ نہ دے گا جب تک وہ اپنے آپ سے گم نہ ہو جائے کیونکہ جسے اہل مجلس کی خبر ہے اور پھر بھی وجد کرتا ہے تو اہل وجد نہیں بلکہ متواجد (خود کو وجدی ظاہر کرنے والا) ہے اسے ایسے وجد سے روکا جائے کیونکہ ایسا وجد اہل حقیقت کے نزدیک غیر محمود یعنی مذموم ہے یعنی یہ اونچے مراتب والوں کے لوگوں کا وجد نہیں۔

[لہ] شرح فصوص الحکم ۱۲۔

[ع] فتوحات مکیہ ۱۲۔

Scanned with CamScanner

(۴) جب وجد والے کی حرکت نفسیہ ہو تو اُسے قدسیہ نہ کہا جائے گا ۔ اس کی علامت یہ ہے کہ آستینوں کی طرف اشارہ کرے گا اور آگے پیچھے چلے گا اور دائیں بائیں ہلے گا اور آنے جانے والے کا فرق سمجھے گا تو اس پر مشائخ نے اجماع کیا ہے کہ ایسا وجدی محروم و مطرود ہے ۔ خلاصہ یہ کہ شیخ قدس سرہٗ نے یہ شرائط اس شخص کے لیے بتائے ہیں جو وجد و رقص اور سماع میں حضور قلب اور عشق و محبت اور صدق و غلبہ حال کا طالب ہے ۔

غلط اور جاہلانہ استدلال :- جناب قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سے بعض جہال اور نام کے زاہدین اور گمراہ صوفیوں نے استدلال کیا ہے کہ ارکض برجلک میں رقص و وجد کی اجازت ہے ۔ ان کا یہ استدلال غلط اور بالکل جہالت پر مبنی ہے اس لیے کہ آیت میں تو صرف پانی حاصل کرنے کے لیے پاؤں مارنے کا حکم ہے ۔ اس سے دیگر وجوہ پر کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے ۔

سوال :- امام قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تردید تو تمہارے استدلال کو ٹھکراتی ہے کیونکہ تم (صوفیہ) نے ہی تو اس پر استدلال کیا ہے ۔

جواب :- امام قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے الفاظ پر غور کیا جائے تو وہ ہمارے عین مراد ہے وہ یہ کہ امام موصوف نے فرمایا استدلال بعض الجہال المتزہدہ الخ اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جو جاہل صوفی اور سرکش متزہد و متصوف اس سے استدلال نہیں کر سکتے کیونکہ ان میں انانیت و نفسانیت کا غلبہ ہوتا ہے اور لفظ متصوف و متزہد خود اس کی تائید کرتا ہے کیونکہ تفعل کا باب تکلف پر دال ہے اسی لیے ہم سابق تقریر میں کہہ آئے ہیں کہ تکلف سے وجد و رقص و سماع بالکل ناقابل قبول بلکہ مردود و مطرود ہے اور ہمارے مشائخ صاحبان وجد و رقص وغیرہ ایسے تکلفات سے منزہ اور ایسے جاہل صوفیوں کو ایسے غلط اجتماع کی وجہ سے زجر و توبیخ کرتے ہیں[1] اور فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم کر رہے ہو قرآن مجید کے خلاف ہے اور تمہارے اس عمل کے متعلق قرآن مجید میں معمولی اشارہ بھی نہیں ملتا اگر تمہارے اس عمل کو اللہ والوں کے نزدیک اچھا سمجھا جاتا تو کم از کم معمولی اشارہ تو اس کے جواز کا مل جاتا لیکن نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ جاہل صوفی کا وجد و رقص صوفیہ کرام کے نزدیک بالا شرائط سے کوسوں دور ہے فلہذا ممنوع اور ناجائز ہے ۔

---

[1] امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے سماع (مزامیر) کا شدت سے رد فرمایا ہے اس وجہ سے جاہل صوفی ان سے ناراض ہیں میں ہی کہتا ہوں یہ لوگ صاحب روح البیان کو کیا کہیں گے ۱۲ ۔ اویسی غفرلہٗ

Scanned with CamScanner

فائدہ: حضرت شیخ الشہیر بافتادہ قدس سرہ نے فرمایا کہ ہمارے شیخ حاجی بیرام کے طریقہ میں توحید میں وقت رقص کا سوال نہیں ہے اسی لیے ہمارے طریقہ میں رقص کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو کبھی کھڑے ہو کر تو کبھی بیٹھ کر اور یہی قرآن فرماتا ہے یذکرون اللہ قیاما و قعودا وّعلی جنوبھم۔ اسی لیے ہم رقص نہیں کرتے اور یہ بھی فرمایا کہ ہمارے طریقہ میں رقص اس لیے بھی نہیں کہ رقص سے مطلوب ہوتا ہے دل سے خاطر و وساوس کا دفعیہ اور وہ توحید سے بڑھ کر کسی عمل میں نہیں۔ ایسے شور و فغاں بھی ہمارے طریقہ میں نہیں کیونکہ توحید سے ہمیں سب کچھ ملتا ہے۔ اسی لیے ہم فخر سے کہتے ہیں کہ ہمارا طریقہ بفضلہ تعالیٰ وہی ہے جو انبیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام کا طریقہ تھا اور ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صرف اور صرف توحید کی تلقین فرمائی ہے اور بس۔

تفسیر عالمانہ: ووھبنا لہ اھلہ۔ اور ہم نے اسے اس کا اہل و عیال عطا کیا۔ اس کا عطف مقدر پر ہے جو کہ فکشفنا عنہ بعدنک من ضر و وھبنا لہ تھا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ حضرت ایوب علیہ السلام بحکم خداوندی نہائے اور پانی پیا تو ہم نے اُس کے دُکھ درد دور کیے اور اُسے عطا کیا یعنی اُس کی اولاد زندہ کی اور وہ تیرہ تھے۔ مروی ہے کہ بربنائے حسد ابلیس نے ایوب علیہ السلام کے صاحبزادوں پر دیوار گرائی اس سے وہ مر گئے اور اب اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ کیا۔ یہ حضرت حسن کا قول ہے۔

ومثلھم معھم۔ ان کے ساتھ ان جیسے اور اس کا عطف اھلہ پر ہے اس طرح سے حضرت ایوب علیہ السلام کی اولاد پہلے سے اب دوگنی ہوگئی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں پہلے سے اب کی بار دوگنی اولاد عطا فرمائی۔

حضرت صاحب مرحوم نے فرمایا ؎

ز فوتِ مطلب جزوی مشو غمگیں کہ فلک
ستارہ می برد آفتاب می آرد

ترجمہ: جزوی فائدہ کے فوت ہو جانے سے غم گین نہ ہو وہ ذات اگر ستارہ لے جاتی ہے تو سورج لائے گی۔

رحمۃ منا۔ اس رحمتِ عظیم کی وجہ سے جو ہماری طرف سے اس پر تھی۔

وذکری لاولی الالباب۔ اور عقل والوں کے لیے نصیحت۔ اور ان پر تذکیر کے لیے تاکہ شدائد و تکالیف کے وقت حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح صبر کریں اور نزول مصائب کے وقت اس کی طرح اللہ تعالیٰ

سے پناہ مانگیں پھر جیسے اس پر رحمت ہوئی ان پر بھی ہو جیسے اس کا انجام بہتر ہوا انہیں بھی ایسا نیک انجام نصیب ہو۔ حضرت کاشفی مرحوم نے فرمایا کہ صبر کو رحمتِ الٰہی نے کشادگی کا سبب بنایا ہے۔

ع اصبر فان الصبر مفتاح الفرج

صبر کیجئے اس لیے کہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

ع کلید صبر کسی را کہ باشد اندر دست
ہر آئینہ در گنج مراد بکشاید

ترجمہ: جس کے ہاتھ میں صبر کی کنجی ہو تو وہ یقیناً گنجِ مراد کو کھولے گا۔ محنت کی تیرگی کے ساتھ صبر سے گزار پھر ہر لحظہ تیرے سامنے سحر کے پردے ہٹتے رہیں گے۔

حلف ایوبی: حضرت ایوب علیہ السلام جب بیمار ہوئے تو ان کی زوجہ محترمہ غم سے نڈھال ہوگئیں کسی کام میں دیر لگائی تو ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی کہ اسے سو کوڑا ماریں گے جب تندرست ہو کر جوانوں کی طرح ہو گئے اور بڑی طاقت و قوت پائی ارادہ کیا کہ قسم کو پورا کریں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمان پہنچا **وخذ بیدک ضغثا** اور اپنے ہاتھ میں جھاڑو لے۔ اس کا عطف ارکض و وھبنا پر ہے وساسل **وقلنا خذ بیدک** ام پہلا لفظ اقرب اور یہ معنیٰ انسب ہے کیونکہ اس کی ضرورت تندرستی کے بعد محسوس ہوئی۔ **الضغث**۔ گھاس وغیرہ کا چھوٹا گٹھہ۔

فائدہ: امام راغب نے کہا **الضغث** پھولوں یا گھاس کا گچھہ وہ خواب جس میں حقائق کا اختلاط ہو جائے اسی سے مشابہت کی وجہ سے اسکو ضغث کہتے ہیں۔ جناب کاشفی مرحوم نے فرمایا کہ لکڑیوں کا گٹھہ یا گھاس کا گچھ لیں جس کی گنتی ہو۔

فائدہ: مفسرین نے فرمایا کہ ابلیس حکیم (ڈاکٹر) کے بھیس میں راستہ پر بیٹھ گیا لوگ اس سے بیماریوں کا علاج پوچھتے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی اہلیہ بھی اس سے پوچھنے گئیں کہ ہمارے بیمار کی بیماری کا علاج بتائیں۔ ابلیس نے کہا کہ میں اس کا علاج کرتا ہوں اسے شفا ہو جائے گی لیکن شرط یہ ہے کہ تمہارا بیمار مجھے صرف اتنا کہہ دے کہ **انت شفیتنی**۔ (تو نے ہی مجھے شفا بخشی ہے) تمہارے خاندان سے مجھے صرف یہی چاہیئے بی بی صاحبہ نے واپسی پر ایوب علیہ السلام کو حکیم (ڈاکٹر) کا حال سنایا تو آپ نے فرمایا وہ تو ابلیس ہے۔ یاد رکھ جب مجھے شفا ہوئی تو بخدا تمھیں سو کوڑا ماروں گا۔ جب آپ صحت یاب ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام نے یاد دلایا اور

لہ الارشاد ۱۲۔ ۲ المفردات ۱۲

ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا کہ فرماتا ہے کہ چونکہ بی بی نے آپ کی خدمت کی ہے اسی لیے اس کی سزا میں تخفیف ضروری ہے فلہذا سو کوڑے کے بجائے گھاس کا گچھہ لیں اور اس کے ایک سو تنکے ہوں وہی بی بی کو مار دیں تاکہ قسم پوری ہو جائے۔[1]

فائدہ: بعض روایت میں ہے کہ وہ سو تنکے ریحان کے پھولوں کا تھا یا گندم کے پودے کے تنکے لیے گئے بعض روایت میں ہے کہ ایوب علیہ السلام نے سو بالیں ہاتھ میں لے کر بی بی کو مار اٹھی۔

اعجوبہ: بعض روایت میں ہے کہ وہ رسیاں بیچ کر بی بی نے دو روٹیاں خریدیں اور یہی ان کی آج کی غذا میں کام آئیں حالانکہ[2] نہیں رسیوں کو پکڑ کر ایوب علیہ السلام کھڑے ہوتے تھے اب وہ بک گئیں تو آپ کے اُٹھنے کے لیے دشواری ہوئی تو پھر آپ نے قسم کھائی کہ بی بی کو سو کوڑے ماریں گے۔

شیطان کی کہانی: مروی ہے کہ ایوب علیہ السلام کی بیماری کے دوران بی بی صاحبہ ان کی صحت کے لیے اسباب صحت کی جویاں رہتی تھیں شیطان کبھی تو حکیم (ڈاکٹر) کے بھیس میں اور کبھی خیر خواہانہ لباس میں بی بی کو ملتا۔ ایک دن بی بی سے کہا کہ اگر تمہارا بیمار فلاں علاقہ کے فلاں بت کو سجدہ کرے تو صحت یاب ہو جائے گا یا فلاں بت کے لیے بکرا ذبح کرے تو آرام مل جائے گا اس طرح کے کفریہ مشورے دیتا۔ بی بی صاحبہ ایوب علیہ السلام کو واپس آکر سناتیں۔ ایوب علیہ السلام ہر بار فرماتے ایسا مشورہ دینے والا ابلیس ہے بی بی صاحبہ ایک دفعہ تنگ آگئیں اور غصہ سے کہہ دیا کہ آپ کوئی مشورہ بھی قبول نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا اگر میں صحت یاب ہوا تو تجھے سو کوڑے ماروں گا۔[3]

صاحب روح البیان کا فیصلہ

فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ اس قسم کی دیگر تفاسیر میں واقعات مذکور ہیں لیکن سب کے سب میرے نزدیک ضعیف ہیں اس لیے کہ ایوب علیہ السلام کا (بی بی رحمہ یوسف علیہ السلام صدیق پیغمبر علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی پوتی تھیں۔ یہی قول راجح تر ہے) ایسی دیندار بی بی سے ایسا مشورہ اور پھر اس پر غصہ کرنا عقل باور نہیں کرتی کہ وہ کفریہ کلمات کو سن کو قبول کرے یا اس پر ایوب علیہ السلام

---

[1] کشف الاسرار ۱۲
[2] فتح الرحمٰن ۱۲
[3] تکملہ ۱۲

Scanned with CamScanner

کو آمادہ کرے (معاذ اللہ)۔ ثم معاذ اللہ) اور نقل کلام پر عمل کرنے سے غصہ آجانا عام آدمی بھی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ ایسی دیندار اور نیک گھرانے کی بی بی سے ممکن مانا جائے بلکہ قسم اٹھانے کی اصل وجہ وہی ہے جو ہم نے اول میں ذکر کی ہے اور یہاں کے مقام کے لائق بھی وہی مناسب تر ہے۔

فاضرب۔ اس مجموعے سے اپنی زوجہ کو ماریئے۔

ولا تحنث۔ اور اپنی قسم میں حانث نہ ہوں اس لیے کہ قسم کا تحقق اسی طرح ہوگا اس پہ ایوب علیہ السلام نے سو تنکے لیے اور بی بی کو ایک بار مارا۔ بعض نے کہا کہ اگر زوجہ کو نہ مارتے تو حانث ہو جاتے۔

مسئلہ:۔ بعض نے کہا حانث ہونا گناہ ہے اور حنث ہر اس فعل کو کہا جاتا ہے جو قسم کھا کر ترک کیا جائے اور ترک کی قسم کھا کر اس پر عمل کیا جائے یہی دونوں امر حنث کا سبب ہیں یعنی حنث قسم کا جھوٹا ہو جانا۔ یہ لفظ فی سے متعدی ہوتا ہے اور گناہ والا ہونا۔

سوال:۔ ایوب علیہ السلام کو فرمایا لا تحنث اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا قد فرض اللّٰہ لکم تحلۃ ایمانکم۔ ہم نے آپ پر قسم سے حلال ہونا فرض کیا۔

جواب:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے پہلے قسم کا کوئی کفارہ نہ تھا اور یہ بھی امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والثناء کے اکرام میں ہے اس کی دلیل لفظ لکم ہے۔[1]

فائدہ:۔ بعض مفسرین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امت سے قبل سابقہ امم پر یمین کا کفارہ نہ تھا اگر تھا تو صرف مستحب تھا ضروری اور واجب نہ تھا۔

نکتہ:۔ حضرت شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لا تحنث کے حکم سے اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو دو لغزشوں سے بچایا:

(۱)۔ ظلم و حنث۔

(۲) محسنہ بی بی کو احسان فراموشی اور اس کے ساتھ خیر کا بدلہ شر سے دینا۔

نکتہ:۔ ان کی برکت سے یہ رخصت تمام بقایا امتوں کے لیے تا قیامت باقی رکھی گئی۔

نکتہ:۔ یہ رخصت بھی ایوب علیہ السلام پر رحمت اور بی بی کی خدمت اور ایوب علیہ السلام کا اس پہ راضی ہونے کی وجہ سے ہوئی یہاں تک کہ یہ رخصت حدود میں بھی ہے اس لیے کہ سزا یافتہ کو جب سو کوڑے مارے جائیں تو حکم ہے کہ اگر کھڑا کر کے مارا جائے تو اطراف پہ مارے جائیں اگر لٹا کر

---

[1] تاج المصادر ۱۲ = [2] اسئلۃ الحکم ۱۲ء

Scanned with CamScanner

مارتا ہو تو اعراض پر مارا جائے بشرطیکہ صورتِ ضرب موجود ہو۔

مسئلہ:۔ حیلۂ شرعیہ بالاتفاق جائز ہے۔

حکایت:۔ لیث بن سعد نے قسم کھائی کہ وہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو تلوار سے قتل کریں گے لیکن بعد کو نادم ہوئے تو اس قسم سے آزاد ہونے کا حیلہ شرعیہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تلوار کے کرائے م اٹھا کر مجھے مار دے ہے اس طرح سے تم اپنی قسم کو پورا کر لو گے

حیلہ شرعیہ بر مذہب شافعیہ:۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر مریض پر حد لازم ہو، اگر وہ تندرست ہے تو مرض کی وجہ سے سزا مؤخر کی جائے اگر بیماری سے صحت کی امید نہ ہو تو ایک کھجور کا گچھا لیا جائے جس کی ایک سو ٹہنیاں ہوں تو مجرم پر ایک بار اور اگر پچاس والا ہو تو اسے دو بار مارا جائے لیکن اتنا ضرور ہو کہ ٹہنیاں مجرم کے جسم کو ضرور مس کریں یا ٹہنیوں کو ایک دوسری پر باندھ دیا جائے تاکہ مجرم کم از کم درد تو محسوس کرے۔ اگر چہ بعد کو تندرست ہو جائے تب بھی مذکورہ بالا سزا کافی رہے گی۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسے بیمار کی سزا مؤخر کی جائے تندرستی کے بعد سزا دی جائے جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے۔

مسئلہ:۔ اگر مجرم ضعیف اور کمزور ہو کہ جس پر سزا سے مر جانے کا خطرہ ہو کہ اگر اسے زور سے مارا جائے گا تو وہ مر جائے گا تو ایسے شخص کو اتنا مارا جائے کہ اسے وہ بچا سکے۔

مسئلہ:۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مجرم کو ڈنڈے سے اور مختلف جگہوں پر مارنا چاہیئے اور وہ جتنا مار کا مستحق ہے اس سے کم نہ کیا جائے اگر وہ مریض ہے تو سزا کو مؤخر کیا جائے یہاں تک کہ تندرست ہو جائے جیسا کہ امام شافعی و امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسے جلد مارا جائے اس کی صحت کا انتظار نہ کیا جائے اگر چہ اس بیماری کے زائل ہونے کی بھی امید ہو اور ڈنڈے سے مارنا چاہیئے۔ اگر اس سے اس کے تلف ہونے کا خطرہ ہے اگر خطرہ ہے تو چھوٹی لکڑی سے اور ڈنڈے کے بجائے کپڑے کے اطراف اور کھجور کی ٹہنی بھی اس کے قائم مقام ہو سکتے ہیں اگر اس سے بھی خطرہ ہو تو سو تنکے والی جھاڑو سے ایک بار اسے مارنا چاہیئے جیسے امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

۱۔ اس میں وہابیوں، دیوبندیوں کا رد ہے کہ وہ حیلۂ اسقاط کی شرعی حیثیت کو بھی حرام کہتے ہیں۔ تفصیل فقیر کے رسالہ "الاقساط فی حیلۃ الاسقاط" میں ہے ۱۲۔ اویسی غفرلہ

Scanned with CamScanner

مسئلہ :۔ اگر رجم کی سزا ہو تو بالاتفاق سزا کو مؤخر نہ کیا جائے گا۔

مسئلہ :۔ حاملہ عورت پر حد قائم نہ کی جائے جب تک وضع حمل نہ ہو اس میں بھی کسی کا اختلاف نہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اس کی حد نفاس کے اختتام تک مؤخر کی جائے۔ ہاں رجم کی سزا ہو تو وضع حمل کے بعد فوراً رجم کی جائے ہاں اگر نومولود کی پرورش کا کوئی سبب نہ ہو تو جب تک بچہ خورد و نوش سے خود کفیل نہ ہو رجم کو مؤخر کر سکتے ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی تاخیر دودھ پلانے والی کے انتظام تک ہو سکتی ہے یا دو سال تک دودھ چھڑانے کا انتظار کیا جائے۔ امام مالک و امام احمد رحمہما اللہ نے فرمایا وضع حمل کے بعد فوراً رجم کی جائے۔

انا وجدناہ صابرًا ۔ بیشک ہم نے اسے بچوں اور اہل و عیال کی مصیبت پر صابر پایا۔

تفسیر صوفیانہ :۔ اس میں اشارہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام مصائب پر صابر نہ ہوتے اگر ہم اسے صابر نہ بناتے۔ اسی معنیٰ پر دلالت کرتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرمایا واصبر وما صبرك الا باللہ اور صبر کیجئے اور تمہارا صبر اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہو گا یعنی وہی تمہیں صبر کی توفیق دے گا۔ اگر تم صبر نہ کرو گے تو وہی صبر کی توفیق بخشے گا۔[1]

اعجوبہ :۔ مروی ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ سارے جسم سے فارغ ہو کر کیڑے دل اور زبان تک پہنچ گئے ان میں سے ایک نے دل کو کاٹا تو دوسرے نے زبان کو اس وقت حضرت ایوب علیہ السلام نے دعا مانگی تو ایک پانی میں گرا تو دوسرا جنگل میں جو پانی میں گرا وہ جونک ہوئی اور جو جنگل میں گرا وہ مکھی جس سے شہد حاصل ہوتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ باقی صرف چار کیڑے رہ گئے۔

اعجوبہ :۔ ۱۔ اڑ کر شجرۂ توت پر جا بیٹھا تو وہ ریشم کا کیڑا بنا۔

۲۔ پانی میں گرا تو جونک بنا۔

۳۔ دانوں میں گرا تو وہ دیمک بنا۔

۴۔ پہاڑوں اور درختوں پر گرا تو شہد کی مکھی بنا یہ اس کے بعد ہے جب ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تکلیف سے نجات بھی بخشی۔ (زہرۃ الریاض)

سوال :۔ علماء کرام کا وہ قاعدہ کہاں گیا جو مشہور ہے کہ الانبیاء معصومون من الامراض المنفرۃ

---

[1] تاویلات نجمیہ ۱۲

Scanned with CamScanner

انبیاء علیہم السلام ایسی بیماریوں سے معصوم ہوتے ہیں جو نفرت کا سبب بنیں۔ یہ بیماری (جسم پر کیڑے پڑنا) بھی متنفر ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام پر ایمان لانے والے بہت سے لوگ اس بیماری کے بعد مرتد ہو گئے (معاذ اللہ)

جواب:۔ حضرت ایوب علیہ السلام اس بیماری سے مستثنیٰ ہیں اس لیے کہ یہ بیماری نہ تھی بلکہ ابتلاؤ آزمائش تھی۔ یہ خرق العادۃ میں شامل ہے ورنہ عام انسان کو اس بیماری سے بچنا اور صابر و شاکر رہنا محال ہے۔

سوال:۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو اپنا شکوہ کیوں پیش کیا یہ تو انبیاء علیہم السلام کی شان کے خلاف ہے۔

جواب:۔ وہ شکوہ صبر کے خلاف ہے جو غیر اللہ کو کہا جائے اللہ تعالیٰ کے سامنے شکوہ ظاہر کرنا اظہارِ عبودیت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے لیے دکھ درد بتانے کا نہ کہنا اس کے قہر و غضب کے مقابلہ کرنے کے مترادف ہے اور یہ تو آدابِ عبودیت کے خلاف ہے اسی لیے حضرت ایوب علیہ السلام کا اظہارِ شکوہ الی اللہ عین رضائے حق ہے تاکہ افتقار و محتاجی عبودیت اور استغنائے ربوبیت کی شان ظاہر ہو۔ اسی لیے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہِ حق میں عرض کیا۔

چار چیز آوردہ ام شاہا کہ در گنج تو نیست
نیستی و حاجت و عجز و نیاز آوردہ ام

ترجمہ:۔ اے بادشاہ حقیقی تیری درگاہ میں یہ چار چیزیں لایا ہوں اور وہ تیرے خزانہ کریمی میں بھی نہیں ہیں۔

۱۔ نیستی ۲۔ ضرورت مندی ۳۔ عاجزی ۴۔ نیاز

حکایت:۔ ایک بزرگ بھوک سے روتے تو کسی نے جھڑکا کہ تم کیسے درویش ہو کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مصیبت (بھوک) سے روتے ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کریم نے مجھے بھوک دی تاکہ میں اس کے سامنے رو کر سوال کروں۔

نعم العبد:۔ کیسے اچھے بندے تھے حضرت ایوب علیہ السلام۔

انہ اواب:۔ یہ آپ کی مدح کی تعلیل ہے یعنی وہ اچھے اس لیے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع رکھتے تھے انہیں اسباب کی طرف بالکل توجہ نہ تھی بلکہ اپنے وجود کو طاعت میں صرف کرتے تھے یا معنیٰ یہ ہے کہ وہ طلب صبر میں حضرت حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے رہے کہ بلاء پر راضی اور قضاء پر خوش رہے۔

Scanned with CamScanner

اعجوبہ:- اللہ تعالیٰ نے دو بندوں کی مدح فرمائی ۔
۱۔ مصائب میں مبتلا ہونے پر صبر کرنے والے ۔
۲۔ نعمتوں کے ملنے پر شکر کرنے والا ۔
ان کو برابر کا مدح و ستائش کا مستحق بنایا چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وصف میں بھی یہی فرمایا : نعم العبد انہ اواب ۔ اور ایوب علیہ السلام کے لیے بھی یہی فرمایا نعم العبد انہ اواب ۔

فائدہ:- اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا بیماری میں مبتلا ہونا کسی گناہ یا غلطی کی سزا سے نہیں بلکہ ابتلاء آزمائش تھی جیسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ۔

نکتہ:- خواص کا عیش ابتلاء و آزمائش میں ہے اور عوام کا عیش عافیت و راحت میں ہے اس لیے کہ ابتلاء و آزمائش میں خواص کو آزمانے والے کا مشاہدہ بلاد مصیبت تکلیف و دکھ محسوس ہوتا ہے اسی لیے وہ صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں ۔

صابرین کا سردار:- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قیامت میں حضرت ایوب علیہ السلام صبر کرنے والوں کے سردار ہوں گے ۔

تصوف کی باتیں:- بلا اولیاء خود مانگتے ہیں بلکہ یہ اصفیاء کا پسندیدہ مشغلہ ہے اور محبوبان خدا کے مختلف طریق سے امتحان ہوتے مثلاً نوح علیہ السلام اپنی قوم کے ہاتھوں گرفتار ہوئے ۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام آتش نمرود میں ۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ذبح کی آزمائش میں ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام فراق فرزند میں ۔ حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام شہادت (قتل) میں ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون و قبطیوں کی تکالیف میں آزمائے گئے ۔ ایسے ہی ہر ولی اور محبوب خدا کا حال رہا کہ کسی کو غربت سے ، کسی کو ذلت سے ، کسی کو بھوک اور فاقہ سے ، کسی کو بیماری اور علت سے ، کسی کو قتل و شہادت سے ، کسی کو کچھ اور کسی کو کچھ سے ۔

حدیث شریف:- حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بلا کو اولیاء کے لیے اور شہادت اجساد کے لیے چھپا رکھی ہے ۔

اعجوبہ:- حضرت ایوب علیہ السلام سے جب اللہ تعالیٰ نے دکھ ٹالا تو ایک دن حضرت ایوب علیہ السلام کے دل میں خیال گزرا کہ ماشاء اللہ میں نے خوب صبر کیا ۔ ندا آئی اے ایوب علیہ السلام تم نے صبر کیا ہم نے تمھیں صبر سے نوازا ۔ اگر ہم تیرے ہر بلا کے لیے بال کے نیچے صبر کا پہاڑ نہ رکھتے تو تمھیں صبر نصیب نہ ہوتا ۔

Scanned with CamScanner

روحانی اعجوبہ

(۱) ۔ جس نے بلاء کو بلا سے دیکھا تو بلاء سے روئے گا اور جو بلا بلا بخشنے والے سے سمجھے گا وہ اُلٹا بلا کو دعوت دے گا ۔

(۲) حضرت عطار نے فرمایا کہ جب یہ سمجھو گے کہ بلا بلا بخشنے والے کا عطیہ ہے تو تمہیں بلاء کا درد ہلکا محسوس ہو گا ۔

مسئلہ :۔ ہر بلاء پر نیک صلہ نصیب ہوتا ہے ۔ دنیا میں یا آخرت میں یا ہر دونوں میں ۔
حضرت صائب مرحوم نے فرمایا ؎

ہر محنتے مقدمہ راحتے بود
شد ہم زبان حق چو زبانِ کلیم سوخت

ترجمہ :۔ ہر دکھ و راحت کا مقدمہ ہے ۔ موسیٰ علیہ السلام جو بھی حق سے ہم کلام اُس وقت ہوئے جب اُن کی زبان جلائی گئی ۔

حضرت ایوب علیہ السلام پر دنیوی انعام :۔ مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام سے بلاء محنت دور فرمائی تو آپ کے لیے دو کپڑے سفید آسمان سے نازل فرمائے ۔ ایک کی آپ نے چادر اوڑھ لی ۔ دوسری کو تہبند بنا کر گھر کو روانہ ہوئے ۔ راستہ میں بادل برسا تو اس سے سونے کے گندم کے دانے برسے اس سے آپ نے اپنا کشکول بھر لیا ۔ دوسرا بادل چاندی سے ۔ اس سے بھی اپنا کشکول بھر لیا ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی زوجہ محترمہ کا شباب و جمال لوٹا دیا ۔

تفسیر عالمانہ :۔ واذکر عبادنا ۔ ہماری مخصوص عنایت والے بندوں کو یاد کیجئے ۔ ابراھیم واسحاق ۔ ابراھیم اور اسحٰق بن ابراھیم علیہما السلام ۔ ویعقوب اور یعقوب بن اسحاق علیہما السلام اس کے بعد ان کی وجہ اختصاص بیان فرمائی کہ انھیں بارگاہِ حق سے بھی خصوصیت حق تو فرمایا ۔

اولی الایدی ۔ قوت والے ۔ ایدی ید کی جمع ہے عضو معروف ہے یعنی ہاتھ لیکن یہاں پر مجازاً بمعنی قوت ہے جیسا کہ مقام کا تقاضا ہے وہ اس لیے کہ اکثر اُمور ہاتھ کی قوت سے انجام پاتے ہیں اس سے ہی انسان گرفت و قہر و جبر کرتا ہے اور قوت کی جمع نہیں لائی گئی اس لیے کہ وہ قوت پر دلالت

Scanned with CamScanner

کرتی ہے۔

والابصار۔ بصیرت والے

حل لغات:۔ بصر کی جمع ہے اور قلب کو بصر پر محمول کیا گیا ہے اسے بصیرۃ کہا جاتا ہے۔ یہ وہ قوت ہے جس سے انسان معقولات کا ادراک کرتا ہے۔

فائدہ:۔ المفردات میں ہے کہ البصر دیکھنے والے عضو اور اس قوت کو کہتے ہیں جو اس میں ہے یعنی آنکھ اور بینائی اور قلب کی قوت مدرکہ کو بصیرۃ و بصر کہا جاتا ہے لیکن عضو مخصوص یعنی آنکھ کو بصیرۃ نہیں کہا جاتا۔ البصر کی الابصار اور البصیرۃ کی البصائر جمع آتی ہے۔ یعنی وہ حضرات جو طاعت میں قوت والے اور امور دین میں بصیرۃ والے تھے۔

فائدہ:۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے اعمال جلیلہ مراد ہوں اس لیے کہ اکثر اعمال انہیں کے ذریعے ہوتے ہیں اسی لیے ہاتھوں کے اعمال کا باقی اعمال پر غلبہ رکھنے کی وجہ سے انہی کا نام لیا گیا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ابصار سے معارف و علوم شریفہ مراد ہوں کیونکہ بصر و نظر ان کے اقویٰ مبادی سے ہیں اور وہ ارباب کمالات علمیہ و نظریہ تھے اور جو لوگ دیانت دار فکر مندوں کی طرح نمودار نہیں کرتے۔ سمجھو کہ وہ بے نظر و بے بصر ہیں۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں ان جاہل باطل پرستوں کو تعریض ہے جو عمل صالح سے لنگڑے لنجے اور اندھے کی طرح رہتے ہیں کہ انہیں آخرت کے عمل کی کوئی فکر نہیں اور نہ ہی دین حق میں غور و فکر کرتے ہیں اور انہیں ترک مجاہدہ و تامل پر زجر و توبیخ کی گئی ہے کہ باوجودیکہ یہ لوگ اس پر قادر ہیں لیکن محروم ہیں ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش
تا دم آخر دمی فارغ مباش

ترجمہ۔ اس راہ میں جد و جہد کر آخر دم تک فارغ نہ ہو۔

تفسیر عالمانہ:۔ انا خلقناھم بخالصۃ۔ یہ علت ہے اس کی کہ وہ حضرات ایسے اوصاف سے کیوں موصوف ہیں اور ان کو شرف عبودیت اور مرتبہ علو کیسے نصیب ہوا۔ خالصۃً کی تنکیر تفخیم کی ہے یعنی ہم نے انہیں خصلۃ خالصۃ عظیم الشان میں ایسا خالص کیا کہ ذرہ برابر بھی اس میں غیر کی ملاوٹ نہیں۔

ذکری الدار مصدر بمعنی تذکر اور اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے اور یہ مبتدا محذوف کی خبر اور خالصۃ کی صفت ہے دراصل عبارت ہی تذکرھم للدار الآخرۃ الخ یعنی یہ ان کی دائمی دار آخرت کے

Scanned with CamScanner

یاد کی وجہ سے ہے اور اس کے سوا ان کا اور کوئی ارادہ نہ تھا اور ساری کو دار کہنے اور مراد آخرت کی لینے میں اشارہ ہے کہ حقیقی دار ہے بھی وہی یہ دنیا تو صرف گزرگاہ ہے۔

سوال:۔ ان حضرات کو خالص شدہ کیسے مانا جائے جبکہ وہ تو طاعت میں مستغرق رہتے یا اس میں مصروف تھے جو طاعت کا سبب ہے یاد آخرت کی یاد میں۔

جواب:۔ طاعت کا استغراق بھی تو صرف اسی لیے تھا کہ اس سے دیدار الٰہی کا شوق ہوتا اور وہ چونکہ آخرت میں نصیب ہوگا اسی لیے آخرت کی یاد بھی ان کی مشغولیت میں داخل تھا اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کو آخرت کی آرامگاہ مطلوب نہ تھی بلکہ وہ لقائے حق کے گرویدہ تھے لیکن چونکہ وہ دار آخرت میں ہی ہوگا اسی لیے اس کی یاد میں بھی رہتے۔

تفسیر صوفیانہ: اور ہم نے انھیں صفات نفوس کی ملاوٹ اور انانیت کی کدورت سے صاف ستھرا کیا اور انھیں محبت حقیقیہ کے ساتھ خاص کیا اسی لیے انھیں ہمارے سوا اور کوئی خیال نہ تھا اور نہ ہی محبت عارضی اور غیر اللہ کی طرف مائل تھے اور نہ ہی انھیں نفسوں کی طرح جھکاؤ تھا بلکہ صرف اسی خصلت خالصہ کی وجہ سے جو غیر کی ملاوٹ سے پاک اور صاف تھی اور یاد کرتے تھے تو صرف اسی دار کو جو باقی اور ان کی اصلی آرام گاہ ہے یعنی ہم نے انھیں صرف اپنے لیے خاص بنایا اس لیے کہ وہ ہر وقت عالم قدس کو یاد کرتے رہتے ہیں اور رجس اور پلیدی کے معدن سے روگرداں ہیں اور انوار حق کو ہر وقت جھانکتے رہتے ہیں نہ انھیں دنیا کی طرف توجہ ہے نہ اس کی ظلمات کی طرف۔[لہ]

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ یہاں مراد ہے کہ دنیا تاریکی ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے جلال کی مظہر ہے اور آخرت نور ہے اس لیے کہ وہ جمال الٰہی کا جلوہ گاہ ہے اور آخرت کی تاد تخصیص کی ہے در اصل آخر وہی اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ آخرت میں بالآخر بندے اس کی طرف لوٹیں گے۔

تفسیر عالمانہ: وانھم عندنا لمن المصطفین۔ اور بیشک وہ ہمارے ہاں ہیں برگزیدہ لوگوں سے۔

حل لغات: عند محذوف کا ظرف ہے اس پر المصطفین دلالت کرتا ہے اس لیے کہ اس میں الف لام بمعنی الذی ہے اور لفظ صلہ کی جگہ پر ہے اور وہ اپنے موصول پر

لہ تاویلات نجمیہ ۱۲۔

Scanned with CamScanner

مقدم نہیں ہو سکتا۔

حل لغات: المصطفین بفتح الفاء والنون۔ مصطفیٰ کی جمع ہے دراصل مصطفیین تھا۔ دو یاء اور پہلی کی کسرہ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ البتہ وہ ان برگزیدہ لوگوں سے تھے جو ان جیسے پہلے گزرے ہیں یا بعد کو آئیں گے۔

الاخیار۔ خیر میں ان سے برگزیدہ۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات میں ہے کہ حضرات اخیار وہ ہیں جنہیں ان کے ہم جنسوں سے ہم نے اپنے لیے چن لیا وہ پسندیدہ اور مصائبِ شر و امکان و عدوم و حدثان سے منزہ ہیں۔

فائدہ: عینیۃ کے لفظ کے ساتھ اصطفائیت ملانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کی اصطفائیۃ فی العبودیت ازلی ہے کہ ابھی کون کا وجود بھی نہ تھا اور ان کا شرف خاص اور بلا علت عطاء خالص ہے۔

الاخیار۔ خیر کی جمع ہے جیسے اشرار شر کی جمع ہے اس لیے کہ یہ اسم تفضیل ہے۔ یا خیر (بالتشدید) یا (بالتخفیف) کی جمع ہے جیسے اموات میت (بالتشدید و بالتخفیف) کی جمع ہے۔

تفسیر عالمانہ: واذکر اسماعیل اور یاد کیجیے اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کو) یہ وہ اشمویل بن ہلقاشان نہیں جیسے قتادہ نے فرمایا۔

سوال: ان کا ذکر باپ اور بھائی سے علیحدہ کیوں؟

جواب: چونکہ صبر میں آپ اپنی نظیر خود تھے اور یہاں موضوع بھی صبر کا ہے اسی مناسبت سے ان کا مستقل طور علیحدہ ذکر ضروری تھا۔ ان کی ذکر کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے راہِ حق میں ذبح ہونے کے لیے خود کو پیش کر دیا اس لیے کہ یہ تعظیم و اکرام کے زیادہ مستحق تھے۔ اس لیے کہ یہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد ہیں اور آپ افضل الانبیاء والمرسلین ہیں (وصلی اللہ علیٰ نبینا وعلیہم وسلم)۔

والیسع۔ وہ ابن اخطوب یعنی بڑھیا کے بیٹے ہیں انہیں الیاس علیہ السلام نے بنی اسرائیل پر اپنا نائب بنایا۔ اس کے بعد مستقل نبی مقرر فرمایا۔ اسم علم پر الف و لام داخل ہے کیونکہ وہ نکرہ اس لیے ہے کہ اس پر اشتراک طاری ہے۔ اسم پر الف لام عہد کا داخل کیا جاتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے الیسع الفلانی۔ فلاں یسع ہے۔ ایک شاعر کے قول میں ہے۔

Scanned with CamScanner

ح رأیت الولید بن الیزید مبارکاً
میں نے ولید بن یزید کو بابرکت دیکھا

وذاالکفل - اور ذوالکفل۔ حضرت یسع کے چچازاد بھائی تھے یا یہ بشیر بن ایوب علیہ السلام ہیں۔ آپ اپنے والدگرامی کے بعد شام کے علاقوں میں کسی ایک قوم کے نبی بن کر مبعوث ہوئے۔ آپ کی نبوت میں اختلاف ہے اکثر علماء کہتے ہیں کہ آپ نبی تھے ان کی دلیل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں انبیاء علیہم السلام میں ذکر فرمایا ہے اور یہ بھی اختلاف ہے کہ ذوالکفل سے الیاس یا یوشع یا زکریا علی نبینا وعلیہم السلام مراد ہیں۔ اور آپ کو ذوالکفل اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ کے ہاں ایک سو نبی علیہم السلام نے پناہ لی۔ جب بنو اسرائیل نے انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا تو یہ حضرات بنی اسرائیل سے بچ نکلے اور ذوالکفل علیہ السلام کے ہاں آکر پناہ لی انہوں نے ان سب کو نہ صرف پناہ بلکہ ان کی کفالت بھی فرمائی اور انہیں پوشاکیں پہنائیں اور بنی اسرائیل سے چھپا دیا۔

فائدہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ذوالکفل اور الیسع دونوں بھائی تھے اور ذوالکفل نے اس صالح مرد کے عمل کی کفالت کی جو اس دور میں غوث ہوا جو روزانہ ایک سو دوگانہ پڑھا کرتا تھا۔ ان کے اس عمل کی کفالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی۔

کل من الاخیار۔ اور یہ سب کے سب خیر و بھلائی میں مشہور تھے اور یہ پچھلے مضمون سے بدل بھی ہے۔

فائدہ: آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی و تشفی دی جا رہی ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام جب طاعات میں جد و جہد کرتے اور شدائد و آفات اٹھاتے اور بلاؤں و ایذاؤں اور دشمنوں کی ہر تکلیف پر صبر کرتے اور وہ آپ سے شان میں کم تھے اسی لیے آپ ان تمام کے زیادہ حق دار ہیں اس لیے کہ ان سے افضل ہیں اور افضل کو مفضول سے زیادہ برداشت ضروری ہے تاکہ رفعت شان و بلندئ مراتب کا ظہور ہو۔

عشقِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نمونہ

حضرت اسماء بنت صدیق رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفار کی مجلس سے گزرے تو ان میں ایک نے اٹھ کر آپ سے کہا تم ہمارے معبودوں کو گالی دیتے ہو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ تمام عالمین کا خدا صرف ایک ہے وہ بے شریک و بے نظیر ہے تم بت پرست ہو اور باطل کام کر رہے ہو۔ یہ سن کر کفار کا غول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ٹوٹ پڑا اور ذدوکوب

کہ ان میں سے ایک بھاگا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ تمہارا دوست دشمنوں کے نرغے میں ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً موقعہ پر پہنچے اور کفار سے کہا افسوس ہے تم ایسی شخصیت کو مارتے ہو جو کہتے ہیں میرا پروردگار اللہ ہے اور تمہیں پروردگار کی نشانیاں دکھاتے ہیں۔ ان بدبختوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور بہت سخت پیٹا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زلفیں لمبی تھیں گھر آکر ایک ہاتھ سے زلف کو پکڑ کر کھینچا اور ایک بال ہاتھ میں لے کر کہا۔ تبارکت یا ذا الجلال والاکرام۔ رب العالمین یہ تمام رنج و بلا اپنے دوستوں کو دیتا ہے اور دوستوں کی دو چیزوں سے پیار کرتا ہے۔

(۱)۔ چشم گریان۔

(۲) دل بریان۔ اور چاہتا ہے کہ دوست روئے اس کے رونے کی تعریف فرماتا ہے۔ تفیض من الدمع[۲] اور وہ چاہتا ہے کہ بندہ رو کر اس کی درگاہ میں زاری کرے اس کی بھی تعریف فرماتا ہے وجلت[۳] مثنوی شریف میں ہے ؎

با سیاستہائے جاہل صبر کن
خوش مدارا کن بعقل من لدن

ترجمہ:۔ جاہل کی زیادتیوں پر صبر کیجیے من لدن کی عقل اس کی خاطر مدارات کر۔

صبر بر نا اہل آنرا جنلیست
صبر صافی می کند ہر جا دلیست

ترجمہ:۔ نا اہل سے صبر اہل لوگوں کا جلا ہے۔ صبر صفائی کرتا ہے جہاں کا دل ہو۔

آتش نمرود ابراہیم را
صفوت آئینہ آمد در جلا

ترجمہ:۔ آتش نمرود ابراہیم علیہ السلام کے لیے صفائی تھی جو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کو آئینہ کی طرح صاف و شفاف بنایا۔

۱۔ کشف الاسرار ۱۲

۲۔ آنسو بہاتے ہیں ۱۲ ء

۳۔ ان کے دل ڈرتے ہیں ۱۲ ء

Scanned with CamScanner

جور کفر نوحیاں و صبر نوح
نوح را شد صیقل مرآت نوح

ترجمہ:۔ قوم نوح کا جور وستم نوح علیہ السلام کے صبر کا امتحان تھا۔ وہ نوح علیہ السلام کے قلب کی صفائی کے لیے صیقل بنا۔

انبیاء رنج خساں بس دیدہ اند
از چنیں ماراں بسے پیچیدہ اند

ترجمہ:۔ انبیاء علیہم السلام نالائقوں سے بہت رنج دیکھتے ہیں۔ ایسے سانپوں سے بہت بل کھاتے ہیں۔

رو بکش خنداں و خوش بار حرج
از پے الصبر مفتاح الفرج

ترجمہ: جا خوش دلی سے تنگی کے بار کھینچ۔ اسی لیے حدیث میں ہے کہ "صبر کشادگی کی چابی ہے"۔

اے اللہ صبر پر ہماری مدد فرما۔

تفسیر عالمانہ:۔ ھذا۔ یہ جو آیات مبارکہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی مجالس مقدسہ کا ذکر ہوا۔ ذکر۔ ان کی بزرگی اور ان کا ذکر جمیل ایسا ہے کہ ہمیشہ تک ہوتا رہے گا جیساکہ مشہور ہے کہ فلاں مر گیا لیکن اس کا نام باقی ہے اس کی یاد ہمیشہ رہے گی اور کہتے ہیں سوار مر گیا لیکن اس کا میدان باقی رہے گا۔

یادگار است چوں حدیث بشر
یادگارت بخیر بہ کہ بشر

ترجمہ:۔ یادگار انسان کی بات کی طرح ہے تیری یادگار خیر سے ہو اچھا ہے نہ کہ شر سے۔

فائدہ:۔ تفسیر فارسی میں ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی خبر اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہاری اور قوم کی یاد کا سبب ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وانہ لذکر لک ولقومک۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ ذکر ان انبیاء علیہم السلام کا ہے جو پہلے گزر چکے ہیں اور تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یہ قرآن گزشتہ خبروں اور انبیاء علیہم السلام کے ذکر پر مشتمل ہے اور ان کے قصے بھی بیان کیے گئے ہیں تاکہ تم ان سے عبرت حاصل کرو اور ان کی اقتداء بھی کرو۔

وان للمتقین۔ (اور بیشک وہ لوگ جو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں) یہ اس لیے کہ جنت عدن صرف اور صرف ایسے لوگوں کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کے مخصوص ہیں۔

Scanned with CamScanner

لحسن مآب ۔ (اچھا انجام ہے آخرت میں) ان کا مرجع اچھا ہے اور دنیا میں ان کی ثناء جمیل کے علاوہ یہ اضافت الصفۃ الی الموصوف کے قبیل سے ہے ۔ دراصل مآبا حسنا تھا۔

جنات عدن ۔ یہ حسن مآب کا عطف بیان ہے ۔ عدن دراصل اقامت کو کہا جاتا ہے پھر علی طریقۃ الغلبہ علم ہو گیا ہے۔

حدیث شریف: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت عدن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا اس کی ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی ہے ۔ اس کا گارہ مشک خالص کا ہے ۔ اس کی مٹی زعفران کی ۔ اس کی بجری یاقوت ایسی چیزوں سے تیار کر کے جنت عدن کو (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا کہہ کیا کہتی ہے ۔ عرض کی قد افلح المومنون تحقیق اہل ایمان کامیاب ہوئے ۔ فرشتوں نے کہا تجھے مبارک ہو تو بادشاہوں کا گھر ہے۔

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان) کہتا ہے کہ حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ جنت عدن خواص و مقربین کا ٹھکانہ ہے اور وہ عوام میں ایسے ہیں جیسے بادشاہ رعایا کے اور قد افلح المومنون کے اطلاق کا تقاضا بھی یہی ہے اس لیے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مومن کے برگزیدہ صفات کا ذکر فرمایا ہے اور وہ سوائے خواص کے اوروں کے نصیب کہاں ۔ اس سے خود اندازہ لگائیے کہاں مزدور اور کہاں سلاطین ہیں۔

مفتحۃ: درانحالیکہ جب وہ حضرات جنت عدن میں پہنچیں گے تو کھلے ہوئے ہوں گے۔

لھم الابواب (ان کے لیے دروازے) ابواب مفتحۃ کا مفعول ہے یعنی وہ لوگ جب جنت عدن کے قریب جائیں گے تو اس کے دروازے کھلے ہوں گے انھیں کسی کی مدد کی ضرورت نہ ہو گی کہ دروازہ کھولنے کے لیے کسی کو کہیں اور نہ ان کے آگے کوئی حجاب ہو گا اور نہ ہی کسی سے اجازت طلبی کرنی پڑے گی بلکہ ملائکہ ان کا اہلاً سہلاً مرحبا کہتے ہوئے استقبال کریں گے اور نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ انہیں جنت عدن میں لے جائیں گے اور لے جاتے وقت کہیں گے **سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار** ۔ تمہارے لیے سلامتی ہو یہ اس کا صلہ ہے جو تم نے صبر کیا اور یہ بہترین ٹھکانہ ہے ۔ یہ اس محاورہ سے ہے جب تم اپنے دوست کو کہو کہ جب تم آؤ گے تو ہمارے دروازے کھلے ہوں گے ۔ تجھے داخل ہونے کے لیے کوئی رکاوٹ نہ ہو گی۔

سوال: فتح مجرد کے بجائے تفعیل مزید باب لانے کی کیا ضرورت ہوئی۔

جواب: مبالغہ مطلوب ہے اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ دروازوں کی کثرت ہو گی بلکہ یہ مبالغہ عظمت پر دلالت

Scanned with CamScanner

کرتا ہے جیسا کہ اس کی وسعت اور داخل ہونے والوں کی کثرت پر مبالغہ ہے
ممکن ہے اس میں اشارہ ہو کہ اس . . . . .
کے داخل ہونے کے لیے اسباب کثیر ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ بہشت کو مکارہ گھیرے ہوئے ہیں یہ اس لیے کہ جب جبرئیل علیہ السلام نے بہشت کی عظیم نعمتوں کو دیکھا تو عرض کی یارب اس میں تو کوئی داخل نہ ہو سکے گا۔

متکئین فیھا۔ لھم سے حال ہے یعنی وہ ایسے بیٹھے ہوں گے جیسے اہلِ تنعم بیٹھتے ہیں بوجہ راحت و فرحت کے اور ظاہر ہے کہ ایسا بیٹھنا تنعم کی دلیل ہے۔

ربط :۔ اب بتاتے ہیں کہ بہشت میں ان کا کیا حال ہو گا تو فرمایا یدعون فیھا۔ بہشت میں مانگیں گے۔ بفاکھۃ کثیرۃ۔ بہت سے میوے جن کے مختلف رنگ ہوں گے اور وہ محض لذت کے طور ہوں گے نہ کہ بوجہ غذا کے۔ اسی لیے ان کے میوہ جات کی طلب کا ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ ان کے ذائقے محض تلذذ و تفکہ کے طور ہو گا نہ کہ انھیں غذا کی ضرورت ہو گی اس لیے کہ غذا تو تحلل کے لیے ہوتی ہے اور تحلل کیسا۔ و شراب اور وہاں طلب کریں گے پینے کی چیزیں۔ بعض نے کہا کہ اصل شراب کثیر تھا۔ اور کثیر کو پہلے کثیر کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے۔ یہاں بھی یہی مراد ہے کہ وہ پینے کی چیزیں مختلف رنگ کی ہوں گی۔

فائدہ :۔ قرآن میں بہشت کی پینے کی دس چیزوں کا ذکر ہوا ہے مثلاً شراب جو چشموں اور نہروں کے ذریعے حاصل ہو گا اور دودھ اور شہد وغیرہ وغیرہ۔ اور ظاہر ہے کہ دنیا میں ان چیزوں کا معنوی اور متنوع ذوق ہوتا ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ بہشت میں بھی ایسے ہو لیکن وہاں تو تجلیات کا ذوق ہو گا خواہ پینے کی چیزیں ہوں یا کھانے کی۔

وعندھم۔ اور متقیوں کے پاس قاصرات الطرف۔ نیچی آنکھیں والی ہوں گی یعنی ان کی بیبیاں صرف انھیں دیکھنے والی ہوں گی غیر کی طرف ان کا خیال تک نہ ہو گا یعنی ان کی بیویاں غیروں سے آنکھ چرائیں گی اور صرف شوہروں کو دیکھیں گی۔[1]

فائدہ :۔ بعض نے فرمایا کہ یہ اس محاورہ سے ہے کہ کہا جاتا ہے فلانۃ عند فلان یعنی وہ اس کی بیوی ہے۔ اتراب۔ ترب (بالکسر) کی جمع ہے یعنی نوخیز عورتیں جسے عربی میں لدۃ کہا جاتا ہے اس کی

---

[1] کشف الاسرار ۱۲۔

ہاء یعنی تاء اس کے واؤ کے عوض کی ہے جو فن صرف کی وجہ سے اوّل سے گر گئی اور آخر میں تاء لائی گئی کہ دراصل ولدۃ تھا از ولادۃ۔ اب معنی یہ ہوا کہ وہ ذخیرہ بیویاں جو شوہروں کی ہم حسن ہوں گی۔ تساوی و تماثل کی وجہ سے انھیں تراب سے تشبیہہ دی جاتی ہے یعنی سینے کی پسلیاں اور بعض ان کے زمین پر وقوع کے یعنی انھیں بیک وقت مٹی مس کرتی ہے۔

بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ سن میں برابر ہوں گی نہ بوڑھی ہوں گی نہ چھوٹی چھوکریاں۔[1]

فائدہ: بعض نے یہ معنی کیا کہ وہ اپنے شوہروں کے سن کے مطابق ہوں گی یعنی بہشت کی بیویاں اپنے شوہروں کے سن کے مطابق ہوں گی جن کا عمومی عمر تینتیس سال ہے۔ نہ اس سے بڑی ہوں گی نہ چھوٹی۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ یہ فطرت انسانی کے خلاف ہے اس لیے کہ عورت مرد سے کم عمر ہو تو اس سے محبت زیادہ مکمل اور آپس میں محبت راسخ تر ہوتی ہے اس لیے مذکورہ بالا صفت بہشت کی عورتوں کے لیے مدح نہ ہوئی اسی لیے بعض نے کہا کہ یہاں پر اتراب سے مراد یہ ہے کہ بہشت میں تمام عورتیں حسن و جمال میں برابر ہوں گی۔ کسی ایک کو دوسری پر ترجیح نہ ہو گی۔ تاکہ کسی کی کسی دوسری عورت کی طرف رغبت نہ ہو۔

حدیث شریف: میں ہے کہ بہشت میں بہشتی جرد مرد یعنی بے ریش اور بہت کم بالوں والے ہو کر داخل ہوں گے اور اُن کی آنکھیں سرگیں اور تینتیس (۳۳) سال کے ہوں گے اور ہر مرد کی دو عورتیں اور ان عورتوں پر ستر پوشاک ہوں گی۔ ان کی پنڈلیوں کے اندرونی حصہ باہر سے نظر آئے گی۔

ھذا۔ انہیں ملائکہ کہیں گے کہ یہ جو ثواب اور نعمتیں تیار ہیں ما توعدون وہ ہیں اے متقیو نبی علیہ السلام کی بشارت سے جن کا تمھیں وعدہ کیا جاتا رہا لیوم الحساب۔ حساب کے دن کے لیے کیونکہ حساب جزا تک پہنچنے کی علت ہے۔

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ اس کا اصل یوں ہو۔ ما توعدون بوقوعہ الخ یعنی یہ وہ ہے جس کے وقوع کا یوم حساب و جزاء کا تم کو وعدہ کیا جاتا رہا۔

ان ھذا۔ بیشک وہ جو نعمتیں اور کرامتیں مذکور ہوئی ہیں لرزقنا البتہ ہمارا رزق ہیں یعنی ہماری عطا ہے جو ہم نے تمھیں بخشی ہے۔ مالہ من نفاد۔ اسے ختم نہیں ہونا یعنی نہ انھیں ہمیشہ منقطع ہونا اور نہ ان پر زوال ہے وفنا۔

حل لغات: المفردات میں ہے النفاد بمعنی الفناء ہے۔

---

[1] کشف الاسرار ۱۲

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ کا قانون ہے کہ جو کچھ جس شے سے کھایا جائے گا اس طرح اس کے بعد تیار ہو جائے گا اور وہاں کے حیوانات اور پرندوں کا بھی یہی حال ہوگا کہ جب انہیں کھایا جائے گا تو وہ پھر پہلے کی طرح زندہ ہو جائے گا۔

تفسیر صوفیانہ: جنات عدن سے لے کر یوم الحساب تک میں اشارہ ہے کہ یہ جنات ایسی صفات سے ان کے دروازے کھلے ہیں اور بہشت کے بعض دروازے وہ ہیں جو مخلوق کی طرف کھلے ہیں بعض وہ ہیں جو حق تعالیٰ کی طرف لیکن کوئی انہیں ایک بھی بند نہیں ہوتا وہ خلق کے دروازہ سے داخل ہو کر بہشت کی نعمتوں سے بہرہ ور ہو کر خالق کے دروازے سے نکل کر مقعد صدق میں ملیک مقتدر کے ہاں جا کر بیٹھیں گے انہیں جنت کی نعمتیں مقید نہیں کریں گی بلکہ وہ صرف اہل جنت رہیں جیسے وہ دنیا کی نعمتوں سے دوزخی نہیں ہو جاتا بلکہ جس درجہ پر رہیں اور دونوں منزلوں کے انعامات سے دو کئے سے خالص کر دیتا ہے اور انہیں اہل اللہ و خاصان خاص بنا دیتا ہے۔ ان ھذا لرزقنا مالہ من نفاد۔ یعنی یہ وہ ہے جو انہیں ہم نے ازل میں عطا فرمایا ہے وہ ہمیشہ تک ختم نہ ہو گی۔

سبق: سمجھ دار وہ ہے جو لذات فانیہ سے منہ پھیرتا اور اذواق باقیہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ فنا بقا تک پہنچاتی ہے جیسے فقر غنا تک پہنچاتا ہے اور ہر محتاج کے لیے استغنا ہے۔

حکایت: ایک شخص بہت بڑا مال دار تھا اس کے دل میں خیال گزرا کہ مال کو کسی کاروبار میں لگائے چنانچہ ایک کشتی پر سوار ہوا وہ جس کشتی میں بیٹھا تھا وہ کشتی اچانک ٹوٹ گئی اور اس کا تمام مال دریا میں غرق ہو گیا ایک تختہ بچ گیا جس پر وہ بیٹھا تھا۔ کئی سال مفلسی میں گزارے نہ کوئی یار نہ غم گسار۔ ایک رات غمگین ہو کر دریا کے کنارے بیٹھا تھا پیالہ ہاتھ سے گرا پریشانی سے یہ شعر پڑھا ؎

اذا شاب الغراب اتیت اھلی
و ھیھات الغراب متی یشیب

ترجمہ:۔ جب کوا بوڑھا ہو گا تو میں گھر آؤں گا لیکن کوا کب بوڑھا ہو گا۔

اس کے شعر کے جواب میں دریا سے آواز آئی ؎

عسی الکرب الذی امسیت فیہ
یکون ورائہ فرج قریب

ترجمہ:۔ عنقریب تیرا وہ دکھ جس میں گزار رہا ہے اس کے پیچھے کشادگی قریب ہے۔

دوسرے دن اس کی نگاہ دریا پر پڑی تو ایک بڑی شے دیکھی جب قریب آئی تو کشتی دلہن کی طرح آراستہ پیراستہ تھی جب اس کشتی والوں نے دیکھا تو کہا تیرا کیا ماجرا ہے۔ تمام کہانی سنائی اور اپنے شہر کا پتہ دیا انہوں نے

Scanned with CamScanner

پوچھا تیرا کوئی بیٹا بھی تھا کہا ہاں اس کے ایسے ایسے نشانات ہیں۔ سب نے سنتے ہی اس شخص کو چوما اور کہا کہ یہ کشتی تیرے بیٹے کی ہے اور ہم سب اس کے نوکر چاکر ہیں۔ یہ جو کچھ ہے سب تیرا ہے۔ یہ کہہ کر اسے نہلایا دھلایا۔ حجامت بنائی اور بہترین پوشاک پہنا کر اسے اپنے گھر لے آئے۔

فائدہ:۔ اس شخص کا تو یقین ہو چکا تھا کہ بس اب تا موت یہی حال رہے گا اور عیش کے دن گزر گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے پہلے سے بھی ابتر اور بر تر وقت بخشا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کا رزق ختم نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی عطا کی کوئی انتہا ہے۔

ھذا یعنی متقین کا یہ معاملہ وہ ہے جسے ہم نے ذکر کیا۔

رابط:۔ بعض مفسرین نے فرمایا یہ ھذا اس قبیل سے ہے کہ جونہی لکھنے والے ایک مضمون سے فارغ ہو کر دوسرے مضمون کو شروع کرتے ہیں تو ارادہ کرتے ہیں کہ پچھلے مضمون پر کوئی حد بندی ہو تا کہ معلوم ہو کہ آنے والا مضمون ایک علیحدہ شے ہے۔ وہ ھذا بمعنی احفظ ھذا الخ کے ہے یعنی گزشتہ مضمون کو خوب یاد کرے اور آنے والے مضمون کا انتظار کیجئے۔

وان للطاغین۔ اور بیشک ان کے لیے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر سرکشی اور رسل کرام علیٰ نبینا وعلیہم السلام کی تکذیب کی۔ اس سے کفار مراد ہیں۔

فائدہ:۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ الطغیان بمعنی گناہوں سے حد سے بڑھ جانا۔

شر ماٰب۔ آخرت میں بہت برا ٹھکانہ ہے جھنم وہ جہنم ہے۔ یہ شر ماٰب سے عطف بیان ہے۔

یصلونھا۔ طاغین کی ضمیر منوی سے حال ہے یعنی درانحالیکہ قیامت میں وہ اس میں داخل ہو کر اس کی گرمی پائیں گے جس کے لیے آج وہ اپنے راستہ پر خود کانٹے بچھا رہے ہیں۔

فبئس المھاد۔ تو وہ جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے۔ مہد یہ فراش نائم (بستر) سے مستعار ہے اس لیے کہ جہنم میں نہ تو بچھونے ہوں گے اور نہ بستر۔ ان کا اوڑھنا بچھونا صرف اور صرف آگ ہو گی اور یہ ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لھم من جھنم مھاد۔ ان کے جہنم کے بچھونے ہوں گے یعنی ان کے نیچے بچھونے کی طرح آگ ہو گی۔ ومن فوقھم غواش۔ اور ان کے اوپر آگ کے خیمے تنے ہوں گے۔ غواش بمعنی اغطیہ یعنی ان کے اوپر نیچے آگ ہی آگ ہو گی (معاذ اللہ)

ھذا فلیذوقوا۔ یہی عذاب چکھیں۔ الذوق بمعنی منہ سے کسی شے کا چکھنا۔ دراصل یہ قلیل شے کے لیے مستعمل ہوتا ہے لیکن یہ کثیر کی بھی صلاحیت رکھتا ہے یعنی کھانا کھانا اور بطور تہکم قرآن میں بکثرت مستعمل ہوا ہے۔

Scanned with CamScanner

حمیم۔ گرم پانی۔ حمیم بمعنی شدید گرم پانی۔ یعنی وہ گرم پانی کہ جس کی گرمی انتہا کو پہنچ جائے کہ جونہی لبوں تک پہنچے انھیں جلا کر راکھ بنا دے۔ اور جب وہ پیٹ میں جائے تو ٹکڑے ٹکڑے کر دے (معاذ اللہ)

و غساق۔ اور پیپ۔

حل لغات :۔ غساق وہ گندا پانی جو اہل نار کے آنکھ میں پگھلنے سے نکلے۔ یہ غسقت العین سے ہے یعنی اس کے آنسو بہ نکلے۔

فائدہ :۔ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سے پیپ مراد ہے جو کہ دوزخیوں کے گوشت پوست اور زانیوں کے فروج سے خارج ہوتا ہے اسے جمع کر کے ان دوزخیوں کو پلایا جائے گا (معاذ اللہ)

فائدہ :۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا غساق سے زمہریر مراد ہے اس کی ٹھنڈک انھیں ایسے جلا دے گی جیسے آگ کی گرمی جلاتی ہے۔ الغساق بروزن سحاب یعنی بدبودار ٹھنڈک کی سختی کہ اگر اس کا ایک قطرہ مشرق میں ہو تو اس کی بدبوئی سے مغرب والے بدبو پائیں۔ ایسے ہی مغرب میں قطرہ ہو تو مشرق والے بدبو پائیں۔

فائدہ :۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ ایسا عذاب ہے جو لوگوں سے مخفی ہے جیسے اطاعت گزاروں کا ثواب ان سے مخفی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلا یعلم نفس ما اخفی لھم۔ کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے لیے کیا چھپا ہوا ہے۔ چونکہ گنہ گاروں نے گناہ چھپ کر کیے اسی لیے ان کی سزا بھی ان سے اب مخفی ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی سزا ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ جہنم میں ایک گڑھا ہے جو بچھو سانپ کی زہر سے پُر کیا جاتا ہے اس میں کافر وغیرہ کو غوطہ دیا جائے گا۔ اس سے اس کے جسم کی ہڈیوں سے چمڑہ اور گوشت اتر جائے گا۔

تفسیر صوفیانہ :۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یہ وہ دن ہے جسے تم نے خود تیار کیا۔ فلیذوقوا قیامت میں اسے چکھو یعنی آج قیامت میں تمھیں اپنے کردار کی صورت کا معنیٰ حاصل ہوا ہے وہ ہے حمیم و غساق۔ اس کا چکھنا صرف اور صرف ان کے کرتوتوں کا نتیجہ ہو گا جو انھوں نے دنیا میں کیے ؎

ہر کہ او نیک می کند یابد
نیک و بد ہر کہ می کند یابد

ترجمہ :۔ جو کوئی نیکی یا برائی کرتا ہے اُس کی سزا پائے گا۔

لہ القاموس ۱۲

خلاصہ یہ کہ مومن بہشت میں میوہ جات پائے گا تو کافر کو جہنم میں حمیم و غساق ملے گا۔

تفسیر عالمانہ:- و آخر۔ ان کا دوسرا چکھنا یا دوسرا عذاب من شکلہ اس شکل کا ہوگا یعنی شدت اور خرابی میں پہلے چکھے ہوئے یا پہلے عذاب کی طرح ہوگا۔ ازواج۔

ترکیب:- آخر پہلا مبتدا اور ازواج دوسرا مبتدا ہے اور من شکلہ ازواج کی خبر ہے پھر جملہ آخر پہلے مبتدا کی خبر ہے۔

فائدہ:- ازواج بمعنی اجناس کیونکہ عذاب گوناگوں ہونا ممکن ہے یعنی یہ عذاب گوناگوں ہوگا تعذیب و ایلام میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے۔

تفسیر صوفیانہ:- تاویلات نجمیہ میں ہے اس قسم کے عذاب جو پہلے عذاب کی طرح ہوں گے اس میں اشارہ ہے کہ ہر گناہ کا عذاب گناہ کی نوعیت پر گوناگوں ہوگا۔ جیسے زمین میں جو بیج ڈالا جائے وہی ثمرہ حاصل ہوگا جو بیج کی مناسب ہوگا۔ ؎

ہم نیست بسند است گر بشنوی
کہ گر خار کاری سمن ندروی

ترجمہ:- تجھے اتنا کافی ہے اگر غور سے سنو کہ اگر کانٹا بوؤ گے تو گلاب نہیں کاٹو گے۔

تفسیر عالمانہ:- ھذا فوج مقتحم معکم۔

حل لغات:- فوج بمعنی جماعت اور لوگوں کا گروہ اور افواج بمعنی اسرع وعدو فعد امام راغب نے فرمایا کہ چلنے اور عجلت والی جماعت کو کہتے ہیں۔ یہ لفظاً منفرد اور معنی جمع ہے اسی لیے اس کی صفت مقتحم آئی ہے ذکر مقتحون الاقتحام بمعنی شدت کے ساتھ کسی شے میں داخل ہونا اور القحم بمعنی الشدۃ۔ القاموس میں ہے کہ قحم فی الامر قحوماً نصر کا باب ہے جو بغیر دیکھے اپنے آپ کو پھینک مارے۔

فائدہ:- کفار کے رؤسا جب دوزخ میں داخل ہوں گے تو انہیں دوزخ کے فرشتے ان کے ان "ابعدا ءوں کی طرف اشارہ کر کے کہیں گے جنہیں انہوں نے گمراہ کیا ہوگا کہ یہ فوج بھی دوزخ میں داخل ہونے میں بالاضطرار تمہارے ساتھ ہوگی جیسے وہ کفر و گمراہی میں بالاختیار تمہارے تابع ہوتے۔ اب دیکھو کہ تمہارا اب اتنا تعلق منقطع ہے کہ تم ایک دوسرے کی مدد بھی نہیں کر سکتے بلکہ ایک دوسرے کے جانی دشمن ہو۔

فائدہ:- بعض مفسرین نے کہا کہ دوزخ کے داروغے تابع متبوع کفار کو ایک ہی کوڑے سے ماریں گے تو کوڑوں کے ڈر سے اکٹھے ہی دوزخ میں دھڑام کر کے گریں گے۔ اسے اقتحام سے تعبیر کیا گیا ہے اب معنٰی یہ ہوا کہ یہ وہ گروہ ہے کہ تمہارے ساتھ رنج و سختی سے دوزخ میں آئیں گے جو بھی حرص و شہوت سے کسی

جگہ پر ہوتا ہے تو وہ چاہتا ہے اسے یہاں سے کوئی نہ ہلائے لیکن وہاں اُس کی خواہش کے خلاف ہوگا۔

لا مرحبا بھم :۔ انھیں کوئی خوش آمدید نہیں۔

حل لغات :۔ مرحبا مصدر میمی رحب سے ہے بمعنی وسعت اور بہم مدعو کا بیان ہے اور اس کا منصوب ہونا فعل محذوف کے مفعول ہونے کی وجہ سے ہے۔ دراصل لا یصادفون مرحبا وسعۃ وہ ان سے وسعت سے ملاقات نہیں کریں گے یا دراصل لا یاتون رحب عیش ولا سعۃ۔ اور وہ فراخ عیش اور وسیع مکان میں نہ آئیں گے۔ خلاصہ یہ کہ انھیں کسی قسم کی عزت نصیب نہ ہوگی یا یہ مفعول مطلق ہے کہ دراصل لا رحب بھم عیشھم ومنزلھم مرحبا۔ نہ ان کا عیش فراخ ہوگا نہ ان کی منزل بلکہ انھیں تنگی ہی تنگی ہوگی خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ خدا کرے۔ انھیں کسی قسم کی مرحبا نہ ہو۔

فائدہ :۔ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا مرحبا ایسا کلمہ ہے کہ مہمان کی آمد پر اس کے اکرام میں کہا جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ جب کوئی کسی دوسرے کو مرحبا کہتا ہے تو اُس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تو بلا و محنت سے چھوٹا اور وسعت و خیر کثیر میں آپہنچا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ کلمہ ہر آنے والے کے اکرام و اظہار مسرت پر کہا جاتا ہے تاکہ اس کا آنا مبارک متصور ہو اور جب اس پر لفظ لا آتا ہے تو اس سے بددعا مراد ہوتی ہے۔

مسئلہ :۔ بعض شروح الحدیث میں ہے کہ مرحبا کہنا سنت اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء ہے کہ آپ نے فرمایا مرحبا یا ام ھانی۔ خوش آمدید اے اُم ہانی۔ یہ اس وقت ہوا جب فتح مکہ کے موقع پر بی بی اُم ہانی رضی اللہ عنہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔

تعارف حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا

حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا ابو طالب کی صاحبزادی ہیں۔ آپ نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا اور مکہ معظمہ کے ابواب میں سے ایک باب کا نام بابِ اُمِّ ہانی ہے اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہا کا گھر اسی جانب تھا اور صحیح یہی ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج اسی بی بی کے دولت کدہ سے ہوئی۔ حضرت مولا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

چو دولت شد ز بدخواہاں نہانی
سوئے دولت سرائے اُمِّ ہانی

ترجمہ :۔ جب دولت دشمنوں سے پوشیدہ ہو کر اُمِّ ہانی کے گھر کو روانہ ہوئی۔

Scanned with CamScanner

انھم صالوا النار۔ یہ دوزخ کے دخول کی تعلیل ہے اس لیے کہ وہ کفار اس بددعا کے اس لیے مستحق ہیں کہ وہ اپنے بُرے اعمال اور استحقاق کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوں گے۔

قالوا۔ جب لا مرحبا کہا جائے گا تو کفار کی اتباع (ان کی تابعداری کرنے والے) اپنے لیڈروں کو کہیں گے بل انتم لا مرحبا بکم۔ بلکہ تمھیں خوش آمدید نہ ہو کیونکہ تم ہی اس کے لائق ہو۔ لیڈروں کو خطاب کریں گے حالانکہ ظاہراً مضمون کا تقاضا یہ ہے کہ وہ دوزخ کے داروغوں سے معذرت کرتے لیکن اس کے برعکس لیڈروں کو لا مرحبا کہنے کی صداقت اور اپنے لیڈروں سے مخاصمت کا اظہار اور داروغوں کی طرف اپنا فیصلہ پیش کرنے کے لیے اس طمع پر شاید انھیں عذاب سے تخفیف نصیب ہو یا کم از کم یہ ہو کہ اُن کے لیڈروں کے عذاب میں اضافہ ہو۔ اَب معنیٰ یہ ہوا کہ اے لیڈرو خدا کرے تمھیں کوئی خوش آمدید نہ ہو۔ یہ جو ہمیں لا مرحبا کہا گیا ہے یہ تمھاری وجہ سے ہے کہ نہ تم ہمیں گمراہ کرتے نہ ہم یہ مصائب دیکھتے۔ اور اے بدبختو! تم خود تو گمراہ تھے اور ہمیں بھی لے ڈوبے۔

انتم قدمتموہ لنا۔ یہ لیڈروں کے زیادہ مستحق ہونے کی تعلیل ہے کہ تم ہی ہمارے لیے عذاب لائے یا تم نے ہی ہمیں جہنم میں دھکیلا یا تم ہی جہنم میں لے ڈوبے بوجہ تمھارے ان گندے عقائد اور برے اعمال کے کہ تم نے انہیں ہمارے سامنے سنگار کرکے پیش کیے اور ہمیں ان کے کاربند ہونے پر اُبھارا ورنہ کب تھے ایسے عقائد و اعمال کے ارتکاب کرنے والے۔

فائدہ:- اتباع یعنی لیڈروں کی تابعداری کرنے والوں کو عذاب اُن کے گندے عقائد اور بُرے اعمال کی وجہ سے لیڈروں نے انھیں مجبور تو نہیں کیا تھا بلکہ انھوں نے اختیاراً برضا ورغبت ان کا ارتکاب کرکے ان سے موصوف ہوئے ہاں لیڈروں نے یہ ضرور کیا کہ انھیں گمراہ کرکے ان پر اُبھار اور ترغیب و تحریص دلائی اور تقدیم عذاب و دخول نار کی ان کی طرف منسوب کرنے میں سببیت کے لیے اتنا قدر کافی ہے۔

فبئس القرار۔ تو جہنم بُرا ٹھکانہ ہے۔ اتباع نے لیڈروں کی مذمت بھی اسی لیے کی کہ ان کو اس بُرے ٹھکانے میں لانے کے سبب تھے۔

قالوا۔ لیڈروں سے جھگڑا ختم کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف عجز و نیاز اور انکساری سے کہیں گے ربنا من قدم لنا ھذا۔ اے ہمارے رب ہمیں جو بھی اس عذاب یا جہنم میں لایا۔

فائدہ:- تفسیر فارسی میں ہے کہ وہ جس نے ہمارے سامنے کفر و گمراہی پیش کی اور جس نے ہمارا راستہ مارا۔ فزدہ عذابا ضعفا من النار۔ تو اس کا جہنم کا عذاب دوہرا فرما یعنی جتنا وہ پہلے عذاب میں مبتلا ہے اس سے اس کا عذاب دوگنا کردے۔

Scanned with CamScanner

فائدہ: جس نے مَن کو شرطیہ بنایا ہے وہ فزدہ کو اس کا جواب کہتا ہے اور یہ موصولہ بمعنی الذی بھی ہو سکتا ہے تو اس وقت مرفوع المحل مبتدا اور اس کی خبر فزدہ ہے اور فا زائدہ اور مبتدا متضمن شرط کے معنی کا ہے اور ضعفاً عذاباً کی صفت اور بمعنی مضاعفۃ ہے اور فی النار زدہ کی ظرف ہے یا عذاباً کی نعت (صفت) ہے۔

فائدہ: امام راغب نے فرمایا ضعف ان متضایف اسماء سے ہے کہ جن کے ایک کے وجود سے دوسرے کا ہونا ضروری ہو جیسے ضعف و زوج بمعنی جفت یعنی دو برابر قدر والوں سے مرکب اور یہ اسمائے عدد کے ساتھ خاص ہے۔ جب کہا جائے ضعفت الشئی و ضاعفتہ تو اس کا معنی ہوگا کہ میں نے شے کے ساتھ اس جیسا یا اس سے بڑھ کر اور ملایا۔ اب عذاباً ضعفاً کا معنی ہوگا عذاب دوہرا کیا ہوا کہ پہلے عذاب جیسا اور اس معنی پر ضعفین بمعنی مثلین ہوگا۔ اس لیے شے کا ضعف و ضعیف اس کا ہم مثل ہوتا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں کفار کی اس جیسی اور دعا ہے کہ ربنا وآتہم ضعفین من العذاب اے پروردگار انہیں دوہرا عذاب دے۔

سوال: وہ عذاب جسے دوہرا کہا جا رہا ہے اگر وہ اس کے مستحق تھے تو اسے دوہرا کہنا کیسا۔ اگر اس کے مستحق نہ تھے تو ظلم میں شمار ہوگا۔ پھر قیامت میں اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کفار کا کہنا کیسا۔

جواب: تضعیف (دوہرا کرنا) بایں طور ہوگا کہ ایک عذاب ان کے اپنے گمراہی کی وجہ سے دوسرا دوسروں کو گمراہ کرنے کا۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بُرے طریقہ کی بنیاد ڈالی تو قیامت میں اس پر اس کا اور ان لوگوں کا گناہ ہوگا جنہوں نے اس پر عمل کیا ہوگا اسے یوں سمجھئے کہ دو کافروں میں سے ایک نے زنا اور قتل کا ارتکاب کیا تو نفس کفر کے عذاب میں دونوں کافر برابر ہیں لیکن زانی و قاتل کو زنا و قتل کا عذاب بھی ہوگا اس معنیٰ پر یہ بہ نسبت دوسرے کافر کے اسے دوہرا عذاب ہوگا ایک کفر کا دوسرا قتل اور زنا کا۔

اعجوبہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دوہرے عذاب سے چھوٹے بڑے سانپ مراد ہیں اس لیے کہ مضل (گمراہ کرنے والے) نے دنیا میں جسے گمراہ کیا اس کی روح کو ایذا دی تو اللہ تعالیٰ آخرت میں ایذا دیئے ہوئے کو ایذا دینے والے پر مسلط کرے گا کیونکہ جیسا عمل ویسی سزا۔

سبق: سالک عاقل کو چاہیئے کہ وہ باطن کی اصلاح اور اخلاق ذمیمہ و اوصاف قبیحہ کا تزکیہ کرے اور ظاہر کی بھی اصلاح اور اسے اقوال شنیعہ و اعمال فضیحہ سے سنگار سے۔ بُری صحبت پر مغرور

نہ ہو کیونکہ کل قیامت میں ہر دوستی اور یاری کا دم بھرنے والے ساتھ نہ دیں گے کل صرف اور صرف قلب سلیم اور علم نافع اور عمل صالح کام آئیں گے۔ ؎

بضاعت بچند آنکہ آری بری
وگر مفلسی شرمساری بری

ترجمہ جتنی پونجی لاؤ گے اتنا نفع پاؤ گے اگر مفلس ہو تو شرمساری اٹھاؤ گے۔

اے اللہ ہمیں رحمت والوں سے بنا زحمت والوں سے نہ بنا۔

وقالوا۔ اور سرکش لوگ جیسے ابوجہل اور اُس جیسے کافر بڑے کافر یعنی دوزخ میں قریش کے لیڈر کہیں گے مالنا۔ آج ہمیں کیا ہو گیا ہے۔

فائدہ:۔ ما استفہامیہ مبتدا اور لنا اس کی خبر ہے جیسے مالی لا اری الھدھد۔ میں استفہامیہ الخ ہے یہ استفہام اپنے حقیقی معنی پر نہیں بلکہ تعجب کا ہے اس لیے کہ سمجھدار آدمی اپنی ذات سے استفہام نہیں کرتا۔

لانری رجالا۔ فعل منفی مالنا کے معنی فعل سے حال ہے جیسے کہا جاتا ہے مالک قائما یعنی ما تصنع قائما اور اس عبارت کا اصل یوں ہوا کہ ماتصنع حال کوننا رائین۔ اب معنی یہ ہوا کہ ہم کس حال میں ہیں کہ دوزخ میں آج ہم ان مردوں کو نہیں دیکھ رہے۔ کنا جنہیں ہم دنیا میں نعدھم من الاشرار۔ انھیں اشرار یعنی مردودوں سے گنتے تھے۔ اشرار۔ شر کی جمع ہے۔ ہر وہ شے جس سے سب کو نفرت ہو جیسے خیر وہ جس میں ہر ایک رغبت ہو۔ ان سے ان کی مراد وہ فقراء مسلمان ہیں جنہیں وہ رذیل سمجھ کر ان کا مذاق اڑایا کرتے جیسے حضرت صہیب رومی وحضرت بلال حبشی اور حضرت سلمان فارسی اور حضرت خباب وحضرت عمار رضی اللہ عنہم و دیگر وہ فقراء ومساکین جنہیں رذیل سمجھ کر ان کے متعلق کہا کرتے یہی ہیں جنہیں ہماری بجائے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے منتخب فرمایا ہے۔

فائدہ:۔ اشرار یا تو بمعنی ارذال ہے اور وہ کمینے لوگ جنہیں ذرہ بھر خیر نہ ہو اور نہ ہی ان سے کسی فائدہ کی اُمید ہو جیسے کہا جاتا ہے ھذا من شر المتاع۔ یہ سامان کسی کام کا نہیں۔ یا اس لیے کہ وہ چونکہ ان کے دین کے خلاف تھے تو لامحالہ وہ ان کی نظروں میں اشرار ٹھہرے۔

اتخذناھم سخریا۔ یہ ہمزہ استفہام قطعی ہے۔ دراصل أأتخذناھم تھا۔ ہمزہ استفہام کی وجہ سے ہمزہ وصلی حذف کر دیا گیا۔

حل لغات:۔ سخریا (بضم السین وکسرہا) بمعنی ہزا استہزا یعنی ٹھٹھا مخول کرنا۔ اس کا

Scanned with CamScanner

اسم السخریہ و السخری آتا ہے اور بالکسر بھی آیا ہے۔ یا نسبت کی مبالغہ کے طور بڑھادی گئی ہے کیونکہ یہ فعل میں قوت پیدا کرنے کے لیے لائی جاتی ہے جیسے خصوص میں خصوصیۃ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ کیا تم نے ٹھٹھا مخول بنا رکھا ہے۔ یہ بطور انکار و ملامت کے کہیں گے کیونکہ یہ استفہام انکاری و توبیخی ہے اس سے انھیں جھڑکنا اور ان کی ملامت مراد ہے۔

ام زاغت عنہم الابصار۔ یہ زاغ بمعنی مال عن الاستقامۃ و زاغ البصر سے ہے۔ اور ام متصلہ جو اتخذ ناھم کے معنیٰ میں برابری پیدا کرنے کے لیے ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ دو امروں میں ایک ضروری ہے۔ ان سے ٹھٹھا مخول کر رہے ہو یا ان کی تحقیر و اہانت اس لیے کہ کسی سے آنکھ پھیرنا اور اس طرف توجہ نہ کرنا تحقیر و اہانت کے لوازمات سے ہے کہ جب کسی کی اہانت مطلوب ہوتی ہے تو اس سے آنکھ چرالی جاتی ہے خلاصہ یہ کہ ان ہر دو نوں امروں سے توبیخ و زجر مراد ہے۔

فائدہ:۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ ہر دونوں فعل ہوئے یعنی ان سے ٹھٹھا مخول بھی ہوا اور ان کی تحقیر و اہانت کرتے ہوئے ان سے آنکھیں بھی پھیر لی گئیں۔ اس سے صرف اور صرف زجر و توبیخ مطلوب ہے اور بس۔

فائدہ:۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ام منقطعہ ہو اب معنیٰ یہ ہوگا کہ تم نے ان سے ٹھٹھا مخول نہ کیا بلکہ دنیا میں ہم نے انھیں شرار سمجھ کر آنکھیں بھی پھیر لیں حالانکہ درحقیقت یہ ہم سے بہتر تھے اور ہمیں علم نہ تھا کہ ان سے ٹھٹھا مخول اور ان کی تحقیر و اہانت اور ان سے منہ پھیرنا اور انھیں ذلیل سمجھنا ہمارے لیے وبال ثابت ہوگا۔

حدیث شریف:۔ احادیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ فقرائے اسلام کو بہشت کے بالاخانوں میں بٹھائے گا اور حکم فرمائے گا کہ کفار کی طرف جھانک کر دیکھیں تاکہ ان کی حسرت اور پریشانی میں اضافہ ہو۔

ان ذلك۔ بیشک وہ جو ان کے احوال مذکور ہیں۔

لحق ان کا وقوع لازمی اور ضروری ہے۔ تخاصم اھل النار۔ جہنمی لیڈروں اور ان کے تابعداروں کا جھگڑنا۔ آنے والے وقت کی قبل از وقوع خبر دی گئی ہے ان کی باہمی گفتگو کو جھگڑنے سے تشبیہ دی گئی ہے جیسے ایک دوسرے سے جھگڑا کرنے والوں کی باتیں ہوتی ہیں وہ بھی دوزخ میں ایسے باہم گفتگو ہوں گے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے و قالوا ومالنا میں اشارہ ہے کہ ان کا جھگڑنا اپنے نفس سے ٹھٹھا مخول کرنا ہے۔ جیسے وہ دنیا میں اہل ایمان سے ٹھٹھا مخول کرتے تھے

؎ قاموس ۱۲

اور کہیں گے ہمیں کیا ہوا کہ جن کو ہم اشرار سمجھتے تھے آج وہ ہمیں نظر نہیں آتے ہم نے ان سے ٹھٹھا مخول کیا تھا حالانکہ وہ اشرار نہ تھے۔

أم زاغت عنهم الابصار کیا ہماری آنکھیں اُن سے پھر گئی ہیں حالانکہ وہ ہمارے ساتھ ہیں۔

ان ذلك بیشک ان کا یہ جھگڑا۔ **لحق** اپنے نفس سے حق ہے۔ **تخاصم اهل النار** اہل نار کا جھگڑنا ندامت سے ہوگا اور یہ ندامت انھیں کوئی فائدہ نہ دے گی اور نہ ہی جھگڑنے سے ان کو کوئی نفع ہوگا۔

مسئلہ: آیت میں کفار کی مذمت ہے۔

حدیث شریف: فقراء و مساکین کے ہاں دولت پہنچنے سے پہلے امداد کیا کرو کیونکہ قیامت میں اللہ تعالیٰ فقراء و مساکین کو جمع کرکے فرمائے گا کہ اب دولت مندوں سے منہ پھیر و لیکن ان کو تلاش کرکے بہشت میں لے جاؤ جنھوں نے تمھیں ایک لقمہ دیا یا کپڑے پہنائے یا پانی کا گھونٹ پلایا یا تمھاری کوئی تکلیف دفع کی۔

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

از کران تا بکران لشکرِ ظلمست ولے
از ازل تا بابد فرصتِ درویشاں ست

ترجمہ: ایک کنارہ سے دوسرے کنارے تک ظلم ہی ظلم ہے لیکن ازل سے ابد تک درویشوں کو فرصت و فراغت ہے۔

حدیث شریف: بہشت کے بادشاہ وہ ہوں گے جو آج اُجڑے بالوں اور پرانے کپڑے والے ہیں کہ دنیا میں جب بھی کسی کے گھر داخل ہونے کی اجازت طلب کرتے تو اجازت نہ ملتی۔ اگر کسی عورت سے نکاح کے خواہاں ہوتے تو محروم رہتے۔ جب وہ کوئی بات کرتے تو نہ سنی جاتی اگر اُن کے نور کی تقسیم تمام اہل دنیا پر ہو تو بھی ان کا نور گنجائش رکھتا ہے۔[1]

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

نظر کردن بدرویشاں منافیٔ بزرگی نیست
سلیماں با چناں حشمت نظرہا بود با مورش

ترجمہ: درویشوں کی طرف نظر التفات بزرگی کے خلاف نہیں سلیمان علیہ السلام باوجودیکہ بہت بڑے

---

[1] انیس المنقطعین ۱۲۔

Scanned with CamScanner

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ
الْقَهَّارُ ○ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ○ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ○ اَنْتُمْ عَنْهُ
مُعْرِضُوْنَ ○ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ
يَخْتَصِمُوْنَ ○ اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○
اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ○
فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ○
فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اِسْتَكْبَرَ
وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ○ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ
تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۭ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ
الْعَالِيْنَ ○ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۭ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ
مِنْ طِيْنٍ ○ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ○ وَّاِنَّ
عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ○ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ
اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ○ اِلٰى
يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ○ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○
اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ○ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ○
لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○
قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ○
اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ○

Scanned with CamScanner

ترجمہ۔ تم فرماؤ میں ڈر سنانے والا ہی ہوں۔ اور معبود کوئی نہیں مگر ایک اللہ سب پر غالب مالک آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے صاحب عزت بڑا بخشنے والا۔ تم فرماؤ وہ بڑی ہے۔ تم اس سے غفلت میں ہو۔ مجھے عالم بالا کی کیا خبر تھی جب وہ جھگڑتے تھے مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ میں نہیں مگر روشن ڈر سنانے والا۔ جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان بناؤں گا۔ پھر میں جب اسے ٹھیک بناؤں اور اس میں اپنی طرف کی رُوح پھونکوں تو تم اس کے لیے سجدے میں گرنا تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا ایک ایک نے کہ کوئی باقی نہ رہا مگر ابلیس نے غرور کیا۔ اور وہ تھا ہی کافروں میں۔ فرمایا اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس کے لیے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ کیا تجھے غرور آ گیا یا تو تھا ہی مغروروں میں بولا میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔ فرمایا تو جنت سے نکل جا کہ تو راندھا گیا اور بیشک تجھ پر میری لعنت ہے قیامت تک۔ بولا اے میرے رب ایسا ہے تو مجھے مہلت دے اُس دن تک کہ اُٹھائے جائیں۔ فرمایا تو تو مہلت والوں میں ہے اس جانے ہوئے وقت کے دن تک۔ بولا تو تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کروں گا مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں فرمایا تو سچ یہ ہے اور میں سچ ہی فرماتا ہوں بیشک میں ضرور جہنم بھر دوں گا تجھ سے اور ان میں سے جتنے تیری پیروی کریں گے سب سے۔ تم فرماؤ میں اس قرآن پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا اور میں بناوٹ والوں میں نہیں۔ وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہانوں کے لیے اور ضرور ایک وقت کے بعد تم اس کی خبر جانو گے۔

بقیہ صفحہ ۴۲۵

شہنشاہ تھے لیکن اُن کی ہر وقت فقراء و مساکین کے حال پر نگاہ رہتی تھی۔

اے اللہ فقراء و مساکین کے حال پر ہماری عادت بنا اور دنیا و آخرت میں ہمارا فقراء و مساکین کے ساتھ بود و باش بنا۔ (آمین)

تفسیر عالمانہ: قل۔ فرمایئے اے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مشرکین مکہ کو کہ انما انا منذر۔ بیشک میں اللہ تعالیٰ کے رسول منذر رہوں تاکہ کفر و معاصی پر تمہیں عذاب الٰہی سے ڈراؤں۔

Scanned with CamScanner

ومامن الٰہ۔ اور عالم وجود میں کوئی معبود نہیں الا اللہ الواحد۔ اللہ تعالیٰ واحد کے سوا وہ

حرکت کو قبول کرتا ہے نہ کثرت کو نہ ذات میں نہ صفات میں نہ افعال میں اسی لیے اس کے سوا کوئی ملجا نہیں اور

نہ ہی اس کے سوا کہیں بھاگنے کی راہ ہے یعنی جس نے مانا کہ وہ واحد ہے تو قلب کو صرف اسی کے لیے فارغ

کر دیا پھر وہ اس کے ساتھ ہی یگانہ ہوا۔

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر فرمائی کہ بیشک اللہ تعالیٰ یگانہ ہے

حدیث شریف:۔ اور یگانگی کو پسند کرتا ہے یعنی اس قلب کو جو صرف اسی کا ہو کر رہے۔ ؎

اذا کان ماتھواہ فی الحسن واحدا

فکن واحداً فی الحب ان کنت تھواہ

ترجمہ:۔ جسے تم چاہتے ہو جب وہ حسن میں یکتا ہے تو تم بھی اگر اس سے محبت کرتا ہے تو اس کی محبت میں یکتا ہو جا۔

اس اسم کی خاصیت ہے کہ اگر کوئی اسے (روزانہ) ایک ہزار بار پڑھے تو اس کے دل سے مخلوق

وظیفہ:۔ کا تصور خارج ہو جائے گا۔

القہار۔ ماسوا پر قہر و غلبہ والا ہے اشیاء میں ان کے معبودان باطلہ بھی ہیں وہ ان پر بھی غالب ہے۔

جب اس کی یہ شان ہے تو اس کے شریک کہاں نیز اس کا یہ معنی بھی ہے کہ وہ بندوں پر ان کے کفر و معاصی کی وجہ

سے قہر و غلبہ رکھتا ہے۔

حضرت کاشفی مرحوم نے فرمایا کہ وہ قہار یوں ہے کہ وہ بندوں کی آرزوؤں کی بنا موت سے توڑتا ہے اور

فائدہ:۔ خبر دیتا ہے کہ حرکت وہمی اور کثرت بے اعتبار کا فی الواقع کوئی وجود نہیں اور عارف کی نظر میں یہ

تمام اشیاء کچھ نہیں بلکہ ہیچ نہیں ؎

غیرتش غیر در جہاں نگذاشت

وحدتش اسم این و آں برداشت

ترجمہ:۔ اس کی غیرت نے جہاں میں غیر کو نہ چھوڑا اس کی وحدت نے این و آں کا نام بھی ختم کر ڈالا۔

گم شود جملہ ظلمتِ پندار

نزد انوارِ واحد و قہار

ترجمہ:۔ ظلمت کے توہمات سب کے سب واحد قہار کے انوار کے سامنے نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔

پیر و مرشد کی تقریر دلپذیر:۔

فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ میں نے شیخ عالی وقار رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ اس آیت میں ایک

Scanned with CamScanner

نہایت اعلیٰ ترتیب ہے۔ ذات احدیت اپنی وحدت سے کثرت کو اور اپنے قہر سے آثار کو ختم کرتی ہے اسی قوت کل کا کل ختم ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے سوا باقی کچھ بھی نہیں رہتا۔

فائدہ:- بعض نے کہا کہ قہار وہ ہے جس کا ظاہر و باطن کے جملہ امور میں کامل غلبہ ہو جو سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قہر بندوں پر ہے تو وہ اپنے مالک کی مراد کے سامنے اپنے نفس کی مراد کو بھلا دیتا ہے۔ پھر وہ بندہ صرف اللہ تعالیٰ کا اور اس کے مقربین سے ہی ہو جاتا ہے اسے ماسوی کی کسی شے سے تعلق نہیں رہتا۔

وظیفہ:- اس اسم کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ انسان کے دل سے حب دنیا اور عظمت ماسوی اللہ کو مار مٹاتا ہے اور جو شخص اس کی کثرت کرتا ہے تو دشمنوں پر اس کا غلبہ و قہر چھا جاتا ہے۔ ظالم کی تباہی و بربادی کے لیے طلوع شمس اور آدھی رات کو ذیل کے طریقہ سے پڑھا جائے۔

طریقہ وظیفہ:- یاجبار یا قہار یا ذاالبطش الشدید الذی لا یطاق انتقامہ "اے جبار۔ اے قہار۔ اے بڑی سخت گرفت والے کہ جس کے انتقام کی کوئی طاقت نہیں"۔ ایک بار پڑھے۔ پھر یہ دعا پڑھے خذ حقی لمن ظلمنی وعدا علی[1]

نامردی دُور:- جسے اپنی عورت پر جماع کی قدرت نہ ہو یعنی اس کی قدرت جماع باندھی گئی ہو تو مذکورہ بالا کلمات چاندی کے پیالے میں لکھ کر مریض کو پلائیں۔

دشمن مغلوب:- قہر اعداء و مغلوبیت خصم کے لیے جنگی کے وہ کپڑے جو اس نے عین جنگ کے وقت پہن رکھے تھے اس سے ٹکڑا لے کر مذکورہ بالا کلمات لکھیں اور مریض کے گلے میں ڈالیں۔

رب السموٰت والارض وما بینہما۔ اور وہ آسمانوں اور زمینوں اور جو ان کے درمیان ہے کا رب ہے۔ ما بینہما۔ سے اس میں رہنے والی مخلوق مراد ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ جمیع عوالم کا مالک ہے جب وہ ایسا رفیع الشان ہے تو اس کا شریک کیسا۔

العزیز۔ وہ ایسا غالب ہے کہ وہ کسی امر میں کسی سے مغلوب نہیں ہوتا نیز وہ مجرموں سے بدلہ لینے پر بڑی قوت رکھتا ہے اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ تمام عزت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جسے چاہے وہ عزت دے تو مالک ہے اسی لیے ایک مقولہ ہے کہ جو عزت تمہیں اللہ تعالیٰ سے نصیب ہو وہ دائمی ہے اس لیے کہ عزت دینے والا دائم و قائم ہے۔ اگر تمہیں کسی دوسرے سے ملی تو وہ عزت چند روزہ ہے اس لیے کہ جس نے

---

[1] جس نے میرا حق چھینا اور مجھ پر زیادتی کی اس سے میرا حق لے دے۔ (الاربعین الادریسیہ)

Scanned with CamScanner

عزت دی ہے وہ مرجائے گا تو اس کے ساتھ تمہاری عزت بھی مرجائے گی۔

ملفوظ مرسی: حضرت ابو العباس المرسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے عزت صرف اس میں پائی کہ جس نے دنیا والوں سے تعلق توڑ ڈالا۔

وظیفہ: اس اسم (عزیز) کو جو چالیس دن تک چالیس بار روزانہ پڑھے گا اس کی اللہ تعالیٰ غیبی مدد فرمائے گا اور وہ عزت بخشے گا کہ وہ کسی کا محتاج نہ ہو۔

دشمن ذلیل اور لشکرِ دشمن کو شکست

حضرت سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جو اس اسم کو سات دن مسلسل ایک ہزار بار روزانہ پڑھا کرے تو اس کا مقابلہ کرنے والا دشمن تباہ و ہلاک ہو اگر دشمن کے لشکر کی طرف دم کیا جائے تو لشکر شکست کھا کر بھاگ جائے گا۔

الغفار: بہت بڑی مغفرت والا ہے۔ بندوں کے گناہ ڈھانپتا بلکہ انھیں مٹاتا ہے۔ **المغفرت** بمعنی اس کے گناہ ڈھانپنا جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ بعض نے کہا غفار بمعنی بندوں کے گناہ بخشنے والا۔ المغفرہ بمعنی الستر علی الذنوب۔ گناہوں پر پردہ ڈالنا۔ پھر ان کا مواخذہ نہ کرنا۔

فائدہ: جو اسماء فعّال کے وزن پر آئے ہیں اس میں مبالغہ یعنی فعل کی کثرت کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

حدیث شریف (۱): جب بندہ کہتا ہے اے پروردگار مجھے بخش دے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندے نے گناہ کیا اور سمجھا کہ اس کا کوئی رب ہے جو اس کے گناہ بخشتا اور اس کا مواخذہ کرتا ہے تو گواہ ہو جاؤ میں نے اسے بخش دیا۔

وظیفہ: اس اسم کی خاصیت وجود المغفرۃ ہے فلہذا جو اسے جمعہ کی نماز کے بعد ایک سو بار پڑھے گا وہ اپنے میں مغفرت کے آثار پائے گا۔

حدیث شریف (۲): حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو استغفار کی کثرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر غم والم سے نجات اور ہر تنگی سے کشادگی اور اسے ایسی غیبی مدد بخشے گا جس کا اسے وہم و گمان تک نہ ہوگا۔

حدیث شریف (۳): حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نیند سے اٹھتے تو کہتے **لا الٰہ الا اللہ الواحد القہار رب السمٰوٰت والارض وما بینھما العزیز الغفار۔**

Scanned with CamScanner

حل لغات:۔ حدیث شریف کا لفظ تضور بمعنی تلوی ہے یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی نیند سے بیدار ہو۔ تاج المصادر میں ہے کہ التضور بمعنی بھوک یا زخم سے کوئی شے اپنے اُوپر لپیٹنا

فائدہ:۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفات اس کی توحید پر دلالت اور اس کا اثبات کرتی ہیں مثلاً واحد اس کی وحدانیت ثابت کرتا ہے اور قہار و عزیز بتاتے ہیں کہ مشرکین کے لیے وعید ہے اور غفار ثابت کرتا ہے کہ موحدین کو وعدہ مغفرت ہے اور وعید کے لیے دو صفتیں۔

فائدہ:۔ پھر ان میں قہاریت کی تقدیم بر غفاریت اس لیے ہے کہ یہاں مقام انذار ہے اور اس کا حق یونہی پورا ہوگا جیسے یہاں اوصاف کا ذکر ہوا۔

قُلْ هو۔ فرمایئے وہ قرآن اور جس کی اُس نے خبر دی امر توحید و نبوۃ اور قیامت اور حشر و جنت و نار اور دیگر غیبی خبریں۔ نباء عظیم۔ بہت بڑی خبر و شان عظیم ہے کیونکہ یہ رب قدیر کا کلام ہے اور کریم خدا کی طرف سے وارد ہے۔ یہ میرے دعوائے نبوت کی صداقت پر اس سے استدلال کیا جاتا ہے۔ النباء وہ جو نبی اللہ تعالیٰ سے خبر دے اور اس کا اطلاق صرف اسی خبر پر آئے گا جو کسی فائدہ پر مشتمل ہو۔

انتم عنه معرضون۔ تم اس سے ہی روگردانی کرنے والے ہو اس میں کبھی فکر نہیں کرتے ہو بلکہ الٹا اس کو جھوٹی خبر کہتے ہو یہ تمہاری انتہائی گمراہی اور پرلے درجے کی دلیل ہے اسی لیے کہ تم اس پر ایمان نہیں لاؤ گے اگرچہ یہ خبر کتنی عظیم الشان ہے اور اس طرف مکمل طور متوجہ ہونا ضروری ہے اور اسے حسن قبول کے ساتھ قبول کرنا چاہیئے کیونکہ اسی کی تصدیق نجات اور اس کی تکذیب تباہی و ہلاکت ہے۔

ما کان لی۔ حفص نے عاصم سے بفتح الیاء سے قرأت نقل کی ہے اور باقیوں نے باسکان الیاء پڑھا ہے یعنی نہیں مجھے اس بارہ میں جو گزرا۔

من علم۔ کوئی علم کسی وجہ سے بھی۔ اس میں حرف استغراق ہے یہی معنیٰ نکلتا ہے۔

بالملأ الاعلیٰ۔ ملاء الاعلیٰ کے حالات سے کوئی خبر۔ اس سے فرشتے اور آدم علیہ السلام اور ابلیس علیہ اللعنۃ مراد ہیں۔

سوال:۔ ابلیس کو اس جماعت میں شامل کرنے کا کیا معنیٰ؟

ف اسی سے نبی مشتق ہے۔ اب نبی کا معنیٰ ہوا وہ نبی بندۂ خدا جو اللہ تعالیٰ سے خبر دے اور ظاہر ہے جو خبر اللہ تعالیٰ سے دی جائے گی وہ غیب پر مشتمل ہوگی۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے النبی بمعنی غیب کی خبریں دینے والا لکھا اور الحمد للہ حق لکھا۔ (اویسی غفرلہٗ)

Scanned with CamScanner

جواب: یہاں ملاء الاعلیٰ سے لغوی معنیٰ مراد ہے اور وہ بھی چونکہ آسمانوں میں رہا اسی لیے اسے ملاء الاعلیٰ میں لایا گیا ہے اس لیے کہ مکالمہ آسمانوں پر ہوا تھا۔

فائدہ: امام راغب نے فرمایا در اصل ملأ الاعلیٰ اس جماعت کو کہتے ہیں جن کا کسی فکر و رائے پر اجتماع ہو چونکہ ان کے اجتماع سے آنکھوں میں رعب بھر جاتا ہے اور دلوں پر ان کی جلالت و عظمت کا سکہ بیٹھ جاتا ہے۔ اس معنیٰ پر انہیں ملاء الاعلیٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اذ یختصمون. جب وہ اپنے کسی معاملہ میں جھگڑتے تھے یعنی آدم علیہ السلام کے بارے میں ایک دوسرے کے ساتھ باہم گفتگو کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس گفتگو کی خبر **اتجعل فیھا من یفسد فیھا** میں دی ہے اور خود اپنا بھی بیان فرمایا کہ **انی جاعل فی الارض خلیفۃ** جس کے متعلق کتب سابقہ میں بھی ذکر تھا لیکن یہ ایک ایسی خبر ہے کہ جسے کسی سے نہ سُنا گیا نہ کسی کتاب سے مطالعہ کر کے بتایا گیا۔ یہ تو سوائے وحی الٰہی کے کسی کو معلوم ہی نہیں ہو سکتی۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اگر میرے ہاں نبوت کی سند نہ ہوتی تو ملاء الاعلیٰ کی خبر دینے کا مجھ سے تصور تک نہ ہو سکتا تھا۔

فائدہ: **اِذْ** حال کے متعلق ہے جو محذوف ہے جیسا کہ مقام کا تقاضا ہے اس لیے کہ یہاں ان کے احوال سے علم کی نفی مطلوب ہے نہ کہ ان کی ذات سے لاعلمی کا اظہار اور حال ان امور سے متعلق ہے جو ان کے درمیان گفتگو ہوئی یا جو کچھ انہوں نے کردار ادا کیا مثلاً ملائکہ کا سجدہ میں گر جانا اور ابلیس کا انکار کر دینا اور کفر کا مرتکب ہونا۔

ان. نافیہ ہے۔ نہیں ہے وہ جو میری طرف **یوحیٰ الی** وحی کی گئی یعنی ملاء الاعلیٰ کی باتیں اور دیگر اُمورِ غیبیہ

الا انما. بفتح الہمزۃ کہ دراصل **لانما** تھا لام گرا دی گئی ہے۔

انا نذیر. بیشک میں نبی ہوں ڈرانے والا اللہ تعالیٰ کی جانب سے۔ **مبین** روشن اور میرا ڈرانا دلائل واضحہ سے ہے۔ نبی کو نذیر سے تعبیر اس لیے کیا کہ نذیر نبی کی صفت ہے۔

سوال: یہاں نذیر کی تخصیص کیوں حالانکہ بشیر بھی تو لایا جا سکتا تھا۔

جواب: مقام کا تقاضا یونہی تھا۔

فائدہ: یہ خبر بناءِ عظیم تین وجوہ سے ہے:

۱. موت کی ہولناکی۔

۲. حساب قیامت

۳. آتشِ دوزخ۔

Scanned with CamScanner

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگر یہی تین خبریں آسمانوں اور زمینوں کے لیے ہوتیں تو وہ نہایت خشوع و خضوع سے سرِ تسلیم خم کر کے عملی کارروائی میں ہوتے لیکن ابن آدم یعنی انسان سن کر ٹس سے مس نہیں ہوتا حالانکہ اسے یقین ہے کہ اس کی موت منتظر ہے اس نے حساب بھی دینا ہے اگر حساب غلط ہوا تو دوزخ میں جانا ہو گا۔ 28/C

فائدہ:۔ انسان کو مرنے کے بعد کئی وادیاں (گھاٹیاں) طے کرنی ہیں جن کا بارہا ذہن میں تصور گھومتا ہے لیکن چونکہ دنیا کے دریائے عشق میں ایسا غرق ہے کہ نہ اسے اپنے سابقہ کی خبر نہ لاحقہ (خاتمہ) کا پتہ۔ حالانکہ ہر صبح کو روزانہ ایک فرشتہ پکارتا ہے کہ اے آدم زادو تم تو بہت بڑے کام کے لیے پیدا کئے گئے تھے لیکن افسوس کہ غفلت میں وقت گنوا رہے ہو۔

فائدہ:۔ اگر کوئی اپنے انجام کار پر غور و فکر کرے تو کبھی بھی اس سے وہ جھوٹ کا مرتکب نہ ہو۔ لیکن اب انسان کی حالت یہ ہے کہ دل کو خلافِ حق میں آلودہ کر دیا اور سر کو خیانت سے حالانکہ یہ سر وہ تھا جہاں امانتِ الٰہی رکھی گئی تھی لیکن اس نے اس کی جگہ پر خیانت رکھ دی اور دل تقویٰ کا خزینہ تھا لیکن اس نے اسے خلافِ حق کی زنگ سے بھر دیا اور زبان صرف تصدیقِ حق کے لیے بنائی لیکن اس نے جھوٹ پر وقف کر دی۔ اب اس کی ہر بات دھوکہ پر مبنی ہے اور دین کو منافقت پر لگا دیا ؎

اذا ما الناس جرّبهم لبيبٌ
فانی قد اکلتهم و ذاقا
فلم اَدُوْدُهُمْ الّا خداعًا
و لم ارٰ دينهم الا نفاقا

ترجمہ:۔ لوگوں کو دانا نے خوب آزمایا ہے۔ میں نے انہیں کھایا اور خوب چکھا تو میں نے ان کی دوستی میں دھوکہ پایا اور ان کے دین میں منافقت۔

نسخہ روحانی:۔ اگر تم دردِ غفلت کا علاج کرنا چاہتے ہو تو منافقت کو دل سے چشمِ گریاں سے دھو ڈالو اس راہ سے کوسوں دور ہو جاؤ جو ندامت کی طرف لے جائے۔ شرع کے مکتب میں حاضری دو اور دل پر سورۂ اخلاص لکھو اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرو کہ الٰہی مجھے ان بندگانِ مخلصین میں شامل فرما جن میں اخلاص ہے جن کے لیے تو فرماتا ہے وما امروا الا ليعبدوا الله مخلصين اور نہیں مامور ہوئے مگر صرف اس لیے کہ وہ عبادت کریں تو مخلص ہو کر۔

حدیث شریف:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عمل خلوص سے کرو اگرچہ تھوڑا ہو۔

؎ تحفۃ الاسرار ۱۲

Scanned with CamScanner

اللہ تعالیٰ ہی اس کی توفیق بخشنے والا ہے۔

اذ قال ربک للملائکۃ۔ یہ اذ یختصمون سے بدل ہے یعنی یاد کرو جب تیرے رب نے ملائکہ سے فرمایا۔

سوال:۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیوں جھگڑا کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جھگڑا کرنا کفر ہے۔

جواب:۔ ما تاکہ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کے درمیان سوال و جواب ہوا اور بظاہر مخاصمت (جھگڑنے) اور مناظرے سے مشابہت رکھتا ہے اور اسی مشابہت کی وجہ سے اس پر مخاصمت کا اطلاق مجازاً ہے کہ مشبہ بہ کا مشبہ پر اطلاق کیا گیا ہے اسی اعتبار سے گفتگو اور سوال و جواب کو مجازاً جو چاہو کہو۔

سوال:۔ سابقہ گفتگو اور سوال و جواب اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کے درمیان ہوئی ہے لیکن اس کا اسناد صرف ملائکہ کی طرف کیا جا رہا ہے جیسا کہ یختصمون سابقہ جملہ میں ہے اور پھر اس جملہ کو اس سے بدل بنانا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے حالانکہ اس میں صرف ملائکہ کی گفتگو کا ذکر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ بھی اس میں ہے تو پھر اس جملہ کو اذ یختصمون سے کس طرح بدل بنایا جا سکے گا۔

جواب:۔ اگرچہ اس سوال و جواب میں اللہ تعالیٰ آگیا کیونکہ اسی کا حکم ہے لیکن اس کی گفتگو بھی تو فرشتہ کے واسطہ سے ہوئی تھی اسی لیے اب سوال وارد نہیں ہو سکتا۔ ملائکہ کی تفصیل سورۂ حجر میں تفصیل بسط کے ساتھ عرض کیا جا چکا ہے۔ اس کا مطالعہ کیجئے۔

انی خالق۔ جس کا ذکر آنے والا ہے اس کا خالق میں ہوں۔

بشراً۔ انسان۔

نکتۂ عالمانہ:۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انسان کو بشر اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا چمڑا ظاہر ہے یعنی اس پر کسی قسم کے گھنے بال اور اُون نہیں بخلاف دوسرے حیوانات کے۔

نکتۂ صوفیانہ:۔ ارباب الحقائق فرماتے ہیں کہ انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو بشر اس لیے کہا گیا کہ اسے اللہ تعالیٰ نے براہِ راست اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا ہے اس لیے اس اسم کے لائق آپ ہیں تاکہ آپ کی ذات پر کسی قسم کے توہمات نہ ہوں۔

سوال:۔ یہاں بشر کو مباشرت سے لیا گیا ہے بمعنی دو جسموں کا بلا حائل ایک دوسرے کو لگنا اسی لیے جماع کو بھی مباشرت کہا جاتا ہے اور اللہ کا ہاتھ لگانا آدم علیہ السلام کو کیسا جبکہ وہ ذات جسمانیات سے منزہ و مقدس ہے۔

جواب:۔ یہاں اس کا ہاتھ لگانا اس کی شان کے لائق ہے جیسے بھی ہے ہم صرف الفاظ کا اطلاق تو

Scanned with CamScanner

سمجھ سکتے ہیں لیکن اس کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کو سپرد کریں گے۔

من طین۔ وہ مٹی جو پانی سے تر کی جائے یعنی گارہ۔

بعض مشائخ نے یہاں عجز و ضعف مراد لیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **الذی خلقکم من ضعف**۔ اسی لیے مشائخ نے فرمایا کہ مٹی کا مقام تواضع و انکساری ہے اور تواضع سے ہی رفعت و بلندی نصیب ہوتی ہے اسی لیے وارد ہے **من تواضع للہ رفعہ**۔ جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مرتبے بلند فرماتا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا میں اکثر و بیشتر عرض کیا کرتے **اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا**۔ اے اللہ! مجھے مسکین کر کے زندہ رکھ اور مسکین بنا کر موت دے۔

فاذا سویتہ۔ پس جبکہ تو نے اسے برابر کیا یعنی اسے انسانی شکل و صورت میں لایا اور بشری خلقت سے نوازا یا تو نے اس کے بدن کے اعضاء برابر کئے اور ہر جوڑ اور رونگٹا مکمل اور معتدل بنایا جیسا کہ وارد ہے کہ جنین یعنی پیٹ کے اندر بچے پر جب چار ماہ گزرتے ہیں تو اس کی انسانی شکل و صورت کی تکمیل ہو جاتی ہے تو اس وقت اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ اور ایسے وقت میں روح پھونکی جانی چاہیئے۔ یہ اس مسئلہ تصوف سے مناسبت رکھتا ہے کہ جب انسان کی تکمیل شریعت و طریقت سے ہوتی ہے تو اس وقت اس میں حقیقت کی روح پھونکی جاتی ہے۔ اسے مکمل طور پر یاد رکھئے جیسا کہ شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاویلات میں فرمایا

تفسیر صوفیانہ:

فاذا سویتہ۔ یہ تسویۃ اس روح کی نفخ کی صلاحیت رکھتی ہے جو ذات حق تعالیٰ کی طرف مضاف ہے کما قال تعالیٰ۔ **ونفخت فیہ من روحی** (اور میں نے اس میں اپنی روح پھونکی)۔

حل لغات: النفخ یعنی اس کھوکھلے جسم میں پھونکنا جسے اس کے روکنے کی صلاحیت ہو اور وہ اپنے اندر اسے سمو سکے۔ یاد رکھئے یہاں نفخ کا حقیقی معنیٰ مراد نہیں اس لیے کہ وہاں نافخ تھا نہ منفوخ اس میں تو ایک قسم کی تمثیل ہے کہ مضاف الیہ الحیوۃ بالفعل طرف اس مادہ کے جو اس حیوٰۃ کے قابل ہے یعنی جب آدم کی استعداد مکمل ہو گئی تو میں نے وہ شے اسے عطا فرمائی جس سے وہ زندہ رہ سکے یعنی روح جو میرے امر سے ہے اور روح کو اپنی طرف اضافت بوجہ اس کی شرافت و طہارت کے ہے یا علیٰ سبیل التعظیم ہے کیونکہ عظمت والے کی طرف مضاف ہونے والا بھی عظیم الشان ہو جاتا ہے جیسے بیت اللہ۔ ناقۃ اللہ۔ (ایسے ہی رسول اللہ (نور اللہ) وغیرہ وغیرہ۔

حلولیہ کا رد: اس سے حلولیہ فرقہ کا رد ہو گیا وہ کہتے ہیں کہ یہ مِن تبعیضیہ ہے اس معنیٰ پر روح

Scanned with CamScanner

اللہ تعالیٰ کا جز مقصود ہو گا۔ تردید یوں ہو گی کہ یہ رُوح اللہ تعالیٰ کے اجزاء سے نہیں اور نہ ہی وہ اجزاء والا ہے بلکہ روح سے اس کی ذاتِ اقدس مراد ہے اور اجزاء ممکن کے ہوتے ہیں جو اس کے حادث ہونے کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ منزہ و مقدس ہے۔

مسئلہ:۔ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں لکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے کسی شے میں حلول ہونے کا دعویٰ کرے یا جائز مانے وہ باجماع اہلِ اسلام کافر ہے۔

فائدہ:۔ امام راغب نے فرمایا کہ رُوح نفس کا نام ہے کیونکہ یہ رُوح کا بعض ہے اسے رُوح کہنا تسمیۃ النوع باسم الجنس کے قبیل سے ہے جیسے انسان کو حیوان سے موسوم کرنا اور اسے اس جزء کا نام دیا گیا ہے جس سے حیوٰۃ و تحرک اور نفع اٹھانا اور ضرر دفع کرنا حاصل ہوتا ہے۔ قل الروح من امر ربی۔ و نفخت فیہ من روحی۔ میں یہی مراد ہے۔ اس کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف تملیک کی وجہ سے ہے اور اس سے اس کی تعظیم و تشریف مطلوب ہے جیسے طھر بیتی الخ میں۔

رُوح کی اقسام:۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رُوح دو قسم ہے:۔

۱۔ حیوانی یہ ہے جس کو اطباء مزاج کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ ایک جسم ہے لطیف بخار والا اور معتدل اس بدن میں حلول کرتا ہے جو حواس ظاہرہ و قوائے جسمانیہ کا حامل ہے یہ روح بدن کے فنا ہونے پر فانی اور موت سے معدوم ہو جاتی ہے۔

۲۔ روحانی یہ ہے جسے نفس ناطقہ اور لطیفہ ربانی اور عقل اور قلب کہا جاتا ہے۔ یہ مختلف اسماء سے موسوم ہے لیکن حقیقۃً ایک شے ہے اسے نفس حیوانیہ کے قُویٰ سے تعلق ہے۔ یہ رُوح بدن کے فانی ہونے سے فنا نہیں ہوتا اور نہ ہی موت سے معدوم ہوتا ہے بلکہ موت کے بعد بھی باقی ہے[ف]۔

رُوح البیان کے پیر و مرشد قدس سرہما کی تقریر دلپذیر

فقیر (صاحب رُوح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ میرے شیخ قدس سرہٗ نے اپنی بعض تحریروں میں لکھا

ف یہی مضمون "کتاب الروح" ابن القیم میں ہے۔ یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے اسی سے ہمارا مسلک "سماع موتیٰ۔ استمداد از اولیاء بعد وصال ثابت ہے اور وہابی مذہب اس کے برعکس چلتا ہے۔ تفصیل تصانیف اہل سنت میں ہے ۱۲

Scanned with CamScanner

کہ روح من حیث الجوہر والتجرد اور اس کے عالم ارواح مجردہ سے ہونے کے بدن کے مغایر اور تدبیر و تصرف کی طرح اس کے ساتھ متعلق اور قائم بذاتہٖ ہے اور اپنی بقاؤ دوام میں اس کا محتاج نہیں۔ ہاں اس معنیٰ پر محتاج ضرور ہے کہ بدن اس کی صورت اور عالم شہادت میں اس کے کمالات اور قویٰ کو ظاہر کرتا ہے لیکن اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا بلکہ ہر وقت اس میں ایسے سرایت کیے ہے لیکن حلول نہیں کرتا جیسے حلولیوں کا مذہب ہے بلکہ اس کا سرایت کرنا ایسے ہے جیسے وجود مطلق حق کا جمیع موجودات میں اس اعتبار سے ان دونوں میں من کل الوجوہ مغایرت نہیں جسے اشیاء میں ظہورِ حق کی کیفیت معلوم ہے وہ اشیاء کس وجہ سے اس کی عین اور کس وجہ سے غیر ہیں وہی سمجھ سکتا ہے روح کا ظہور بدن سے کس کیفیت سے ہوتا ہے اسے خبر ہو سکتی ہے کہ روح بدن کا کس وجہ سے عین اور کس وجہ سے اس کا غیر ہے اس لیے کہ روح بدن کی مربی ہے۔ جو رب و مربوب کے تعلق کی کیفیت جانتا ہے اسے ہماری مذکورہ بالا تقریر سمجھ آئے گی۔ وہی علم و فہم کی ہدایت بخشتا ہے۔ یہ شیخ کامل کی تقریر ہے اسے یاد کرے باقی قیل وقال کو چھوڑ کر اسے سمجھ لے تاکہ ہر طرح کے اختلاف سے حفاظت ہو۔

فائدہ: امام سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ نفخ کسی فرشتے کے ذریعے اور سبب سے نہیں اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ فرشتے کے ذریعے سے ہو بھی تب بھی اس کی اجازت سے ہو جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصریح فرمائی ہے۔ چنانچہ بنو آدم کی تخلیق میں فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے تاکہ اس میں روح پھونکے الحدیث۔ اس میں طویل کلام ہے[1]۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ یہ تقریر قابل قبول نہیں اس لیے کہ یہ مقام تشریف کے خلاف ہے۔ بالخصوص فرمانِ الٰہی **ونفخت فیہ من روحی** اور **خلقت بیدی** کے بالکل واضح طور پر منافی ہے۔ ایسی تصریحات کے باوجود مجاز کا ارتکاب کیوں۔ ہاں اولاد آدم کے متعلق مذکورہ بالا تقریر (سمرقندی) صادق آسکتی ہے کیونکہ ان میں وسائط کی تصریحات موجود ہیں مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت (ظہور) ان کے واسطہ سے ہوئی ان کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کی روح جبریل علیہ السلام نے پھونکی۔ اگرچہ اسے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا کما قال **فنفخنا فیہ من روحنا**۔ تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی۔

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان) کہتا ہے کہ نفخ روح میرے نزدیک اظہار روح اپنے محل سے عبارت ہے اور اظہار کو نفخ سے اس لیے تعبیر کیا جاتا ہے کہ بدن میں روح کے آنے کے

---

[1] بحر العلوم ۱۲۔

Scanned with CamScanner

بعد ایسے ہو جاتا ہے کہ گویا روح کے بعد وہ منفوخ اور پہ ہو گیا ہے لیکن نہیں دیکھتے ہو کہ میت کے روح سے خالی ہو جانے کے بعد سوکھی لکڑی کی طرح ہو جاتا ہے اس میں ایک عجیب و غریب اشارہ بھی ہے جسے ہم نے سورۂ الحجر میں بیان کیا ہے۔

لطیفہ: روح کو اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت میں اشارہ ہے کہ انسانی ارواح ملائکہ وغیرہ کی تخلیق سے پہلے پیدا کیے گئے کیونکہ وہ شے جو قدیم کی طرف مضاف ہو وہ بھی قدیم ہوگا یعنی سب سے پہلے اگرچہ بعض اشیاء کے اجسام بعض سے پہلے اور بعض کے بعد کو پیدا ہوئے۔

فقعوا لہ: یہ وقع یقع کا ماضی ہے یعنی آدم علیہ السلام کے لیے سر کے بل پڑ گئے۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ محض سر جھکانا نہ تھا بلکہ سر کے بل گرنا تھا۔ ساجدین میں بھی سر کے بل گرنا مراد ہے اس لیے کہ سجدہ کی حقیقت یہی ہے کہ ماتھا زمین پر پڑے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ ڈر انحا لیکہ وہ ملائکہ زمین پہ ماتھا رکھنے والے تھے تاکہ ظاہر ہو کہ خلافت کے صرف وہی مستحق ہیں۔

مسئلہ: یہ سجدہ تحیۃ و تکریم کے باب سے ہے کیونکہ عبادت کا سجدہ سوائے خدا تعالیٰ کے کسی اور کو ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ نہ اس اُمت میں نہ اُمم سابقہ میں اور سجدہ تحیہ کا بھی پہلے جائز تھا مصطفےٰ علیہ السلام نے حرام کر دیا۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے امام اہلسنت وجماعت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی کتاب "الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجدۃ التحیہ")۔

فسجد الملائکۃ: آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے ان کے جسم کی مکمل تعمیر اور اس میں روح پھونکنے کے بعد ملائکہ نے سجدہ کیا اس لیے کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی خلافت حاصل تھی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے تجلیات کا مرکز تھا اس لیے کہ ملائکہ پر اللہ تعالیٰ کی ہیبت تھی۔ اس لیے اس کی ہیبت سے سجدے میں گر گئے۔

فائدہ: سب سے پہلے اسرافیل علیہ السلام نے سجدہ کیا اسی لیے لوحِ محفوظ کی ولایت آپ کے سپرد ہوئی۔ (نقاش سے سہیلی رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے ہی نقل ہے)۔

کلھم: سب نے یہاں تک کہ کوئی ایک بھی اس سعادت سے محروم نہ رہا۔ سب نے سجدہ کیا۔ **اجمعون**

لہ اس سے وہابیہ کا رد ہے کہ ہاتھ پاؤں چومنے کو وہ صرف اس لیے شرک کہتے ہیں کہ اس سے جھکنا پڑتا ہے حالانکہ جھکنا سجدہ نہیں بلکہ زمین پہ ماتھا رکھنا سجدہ ہے ۱۲

Scanned with CamScanner

تمام نے مل کر کوئی ایک بھی پیچھے نہ رہا اور نہ بعد کو سجدہ کیا۔ یہ افادہ جملہ حالیہ سے نہیں ہو سکتا تھا۔ اجمعون
سے جہاں جملہ ملائکہ کے سجدہ کا حکم ثابت ہوا وہاں ان کے سب کا مل کر سجدہ کرنا بھی واضح ہوا ؎

چوں ملک انوارِ حق در وے بیافت
در سجود افتاد و در خدمت شتافت

ترجمہ: جب فرشتے نے انوارِ حق آدم علیہ السلام میں پائے تو سجدہ میں گر کر خدمت کے لیے دوڑ پڑے۔

الا ابلیس: مگر ابلیس کہ اس نے سجدہ نہ کیا۔ یہ استثناء متصل ہے اس لیے کہ وہ عملاً فرشتوں میں سے
تھا اگرچہ جنات کی نوع سے ہے اسی لیے جو امر ملائکہ کو ہوا وہ اس میں شامل تھا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامیدی سے پہلے اس کا نام عزازیل و حارث تھا کنیت ابو کردوس و ابو مرہ تھی اس
فائدہ: کے بعد سوال ہوا کہ اس نے سجدہ کیوں نہ کیا اسے تامل تھا یا کوئی اور وجہ تھی تو فرمایا۔ **استکبر**۔ استکبار
بمعنی سرکشی کرنا یعنی اپنے آپ کو بڑا سمجھنا۔ اب معنی یہ ہوا کہ اپنے آپ کو بڑا خیال کر کے سجدہ نہ کر کے نافرمان ہوا۔

لطیفہ: اس کا سبب ایک یہ بھی تھا کہ وہ ازلی بھینگا تھا کہ اسے آدم علیہ السلام پر تجلی کے انوار کے آثار نظر
نہ آئے۔ ؎

در محفلے کہ خورشید اندر شمار ذرہ است
خود را بزرگ دیدن شرطِ ادب نیست

ترجمہ: جہاں سورج ایک ذرہ ہو وہاں اپنے آپ کو اونچا سمجھنا خلافِ ادب ہے۔

وکان من الکافرین: اور علمِ الٰہی میں وہ ازلی و ابدی کافر تھا کہ اس نے امرِ الٰہی کی قدر نہ کی اسی لیے اس
کی شقاوت عارضی نہیں بلکہ ذاتی تھی اور درمیان کی اسے جو سعادت نصیب ہوئی وہ عارضی تھی نہ کہ ذاتی۔

حضرت حافظ قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

من آں نگیں سلیمان بہیچ نستانم
کہ گاہ گاہ بر او دست اہرمن باشد

ترجمہ: میں اس نگینِ سلیمانی کو مفت لینے کو تیار نہیں کہ جس پر گاہے گاہے شیطان کا قبضہ ہو جائے۔

فائدہ: شے کا اعتبار اس کے ذاتی ہونے پر ہے کہ وہ لازوال ہوتا ہے نہ کہ عارضی کا کہ وہ لمحاتی ہے یہی بلعم باعورہ
اور برصیصا کی سعادت کی کیفیت ہے۔ ان جیسوں اور بے شمار کہ جنہیں ابتداءً تو سعادت نصیب
ہو لیکن انجام بربادی پر۔

مسئلہ: جملہ نافرمان بندے مشیتِ ایزدی پر ہیں بلکہ اطاعت گزاروں کو بھی یہی سمجھنا چاہیے کہ نامعلوم

Scanned with CamScanner

خاتمہ کیسا ہو۔

جرائم ومعاصی پہ اصرار و تکرار انسان کو انجام بر کفر کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے والعیاذ

درس عبرت:۔ باللہ) جیسا کہ **کان عاقبۃ الذین اساؤا السوء ان کذبوا بآیات اللہ**) کی

تفسیر میں آیا ہے۔

مسئلہ:۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب برے خاتمہ کو لے جاتی ہے تو ان سے استہزاء بھی خاتمہ خراب کرتی ہے

بلکہ شرعاً استہزاء بالآیات کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تکذیب و استہزاء اور ان کے ان اسباب

سے بھی بچائے جو اس کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور دعا ہے کہ وہ کریم ہمیں ملت اسلام پہ موت دے اور

ہمیں ان لوگوں سے بنائے جو اس کے نزدیک مقبول ہیں۔ وہ ہر دعا کو سنتا اور جملہ حالات میں ہر امید کو

بر لاتا ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ **قال:** اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو بالمشافہ فرمایا جب وہ سجدہ کا منکر ہوا **ما منعک**

تجھے کس چیز نے روکا۔ یہ بالمشافہ گفتگو ابلیس کی تکریم پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ کبھی

سردار اپنے غلام سے غصے سے بھی بات کرتا ہے (اس کی تفصیل سورۂ حجر میں ہے)۔

ما۔ کون سی شے ہے۔ **منعک** جس نے تجھے روکا ہے۔ **ان تسجد** سجدہ کرنے سے۔ یعنی کس

سبب نے تجھے ترک سجدہ کی دعوت دی ہے۔

لما خلقت بیدی۔ اس سے کہ جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے یعنی صرف اسے اپنے

ہاتھ سے پیدا کرنے کو خاص کیا ہے اور یہ اس کی بزرگی کی دلیل ہے کہ میں نے اسے بلاواسطہ ابوین پیدا

کیا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ اعضاء سے منزہ ہے اسی لیے ہم نے اسے بلاواسطہ ابوین کی قید لگائی ہے کہ

صرف آدم کی بلا سبب تخلیق ہوئی کہ جو شخص بغیر واسطہ کے پیدا ہوا وہ اس کے مشابہ ہے کہ گویا اسے خود

باری تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اور ید (ہاتھ) کے تثنیہ میں مزید قدرت اور فعل کے مختلف ہونے

کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر چالیس سال گوندھا گیا اس معنیٰ پہ آپ کی تخلیق

آپ کی اولاد کی تخلیق سے مختلف ہوئی جبکہ ان کی تخلیق ابوین یا صرف ماں کے نطفے سے ہوتی ہے اس میں اللہ

تعالیٰ کی عجیب قدرت کی دلیل ہے۔

حضرتِ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا؎

ید او قدرتست و وجہ بقاش
آمدن حکمتش و نزول عطاش

Scanned with CamScanner

اصبعینش نفاذ حکم قدر
قدمینش جلال و قہر و خطر

ترجمہ:۔ ہاتھ سے اس کی قدرت اور وجہ سے اس کی بقاء اور آمد سے اس کا حکم اور نزول سے اس کی عطا اور اصبعین سے اس کی تقدیر کے حکم کا نفاذ اور قدمین سے اس کا جلال و قہر و خطر مراد ہے۔

فائدہ:۔ بعض تفاسیر میں آیا ہے کہ ہاتھ سے قدرت و نعمت مراد ہے اور فتوحات میں لکھا ہے کہ قدرت و نعمت تمام موجودات کو شامل ہے اس لیے کہ جس قدرت سے آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اسی سے ابلیس کو پیدا کیا گیا۔

سوال:۔ جب ابلیس و آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ایک ہی سبب ہے تو پھر آدم علیہ السلام کی خصوصیت و شرافت پر تو کوئی دلیل نہ ہوئی۔

جواب:۔ آدم علیہ السلام کی شرافت لفظ یدین سے واضح ہے کہ اس میں تخلیق بلا واسطہ اور نعمت خاص کارفرما ہے اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس بھی ہوئی اور آدم علیہ السلام کے لیے یدین میں دو صفتوں کی طرف اشارہ ہے کہ وہ لطف و قہر کا جامع ہے اور یہی دونوں صفتیں جمیع صفات کو شامل ہیں اس لیے کہ ہر صفت یا لطف کے قبیل سے ہو گی یا قہر کے قبیل سے اور جملہ مخلوق میں سے یا صفت لطف کی مظہر ہے یا صفت قہر کی مثلاً ملک صفت لطف حق کا مظہر ہے اور شیطان صفت قہر حق کا لیکن انسان ہر دونوں لطف و قہر کا مظہر ہے یہی وجہ ہے کہ جملہ عالم میں سے بعض مخلوق اس کی صفت لطف کا آئینہ ہے اور بعض صفت قہر کا اور آدمی ذات و صفات ہر دونوں کا آئینہ ہے اور بعض صفت قہر کا اور آدمی ذات و صفات ہر دونوں کا آئینہ ہے کما قال اللہ تعالیٰ سنریہم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسہم حتیٰ یتبین لہم انہ الحق۔ ہم انہیں آفاق و انفس میں اپنی آیات دکھاتے ہیں یہاں تک کہ انہیں واضح ہو گیا کہ بیشک وہ حق ہے۔ اسی جامعیت کی وجہ سے وہ مسجودیت ملائکہ کا مستحق ہوا کسی نے کیا خوب فرمایا ہے

آمد آئینہ جملہ دلی
ہیچ آئینہ را نکردہ جلی

ترجمہ:۔ دلی بہترین آئینہ ہے لیکن وہ آئینہ روشن نہ تھا۔

گشت آدم جلاء ایں مرآت
شد عیاں ذات او بجملہ صفات

Scanned with CamScanner

ترجمہ:۔ آدم علیہ السلام ان تمام آئینوں سے روشن ہے یہی وجہ ہے کہ اس میں ذات جملہ صفات سمیت ظاہر ہوئی۔

مظہرے گشت کلی و جامع
سر ذات و صفات از ولامع

ترجمہ:۔ یہ کلی اور جامع مظہر ہیں ذات وصفات کے اسرار اسی سے روشن ہیں۔

خلاصہ تقریر:۔ اللہ تعالیٰ نے جملہ عالم کو صاحب خوف و رجاء بنایا اور ہم الحمدللہ ہر دونوں خوف و رجاء کے جامع ہیں اور یہ دونوں صفت غضب و رضا کے اثرات ہیں اور اللہ تعالیٰ نے خود کو صاحب جمال و جلال بنایا یعنی وہ صفات جمالیہ سے موصوف ہے اور لطف ورحمت جمال سے متعلق ہیں اور صفاتِ جلالیہ سے بھی موصوف ہے اور قہر و غلبہ اسی سے متعلق ہیں اس سے انس ہے اس لیے کہ وہ صاحبِ جمال ہے اور ہیبت اس لیے ہے کہ وہ صاحبِ جلال ہے ایسے ہر صفت جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منسوب ہوگی اس کا یہی حال ہوگا ایسے ہی متضاد صفات کے اسماء متقابلہ ہوں گے مثلاً ہدایت کا بالمقابل اضلال اور اعزاز کا اذلال وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا فرما کر ہمیں مختلف صفات سے موصوف فرمایا اور ان صفات کے اثرات ہمارے میں ظاہر فرمائے۔ انہی دو متقابل صفات کو یدین سے تعبیر فرمایا ہے چونکہ یہ دو ہاتھ آپس میں متقابل ہیں اور ان سے امور کا صدور ہوتا ہے۔ اسی سے اللہ تعالیٰ نے اپنی جملہ صفات متقابلہ کو انسان کی تخلیق کی طرف متوجہ فرمایا اسی وجہ سے وہ جملہ عالم بلکہ جمیع حقائق کا جامع ہے اور جملہ عالم کے مفردات جو کہ جمیع اسماء کا مظہر ہیں۔ انسان ان سب پر حاوی ہے۔ ہماری اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ آیت میں یدان (تثنیہ) کا لانا اسی راز مخفی کی طرف متوجہ کرنا مطلوب تھا۔

سوال:۔ ایک آیت میں جمع بھی آیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ مما عملت ایدینا۔

جواب (۱):۔ یہاں صرف تعظیم مطلوب ہے جیسا کہ شاہانِ عالم کی عادت ہے کہ وہ اپنے لیے جمع کے صیغے استعمال کرتے ہیں۔

جواب (۲):۔ اہل عرب کبھی جمع بول کر تثنیہ مراد لیتے ہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ فقد صغت قلوبکما۔ یہاں تثنیہ بول کر جمع مراد لی گئی ہے۔

سوال:۔ ید واحد بھی آیا ہے کما قال تعالیٰ ید اللہ۔

جواب:۔ یہاں ید باعتبار مبدا و مآل کے ہے کہ وہی ملک متعال ہے۔

استکبرت:۔ یہ ہمزہ قطعی ہے دراصل أ استکبرت تھا ہمزہ استفہام توبیخ و انکار کا ہے

ہرہ وصلی ہمزہ استفہام کے داخل ہونے کے بعد محذوف ہوگیا کیونکہ اب اس کی ضرورت نہیں اور ہمزہ استفہام مفتوح پڑھا جائے گا۔ اب معنی یہ ہوا کہ اے ابلیس تو نے بلا استحقاق تکبر کیا۔

ام کنت من العالین۔ کیا تو فوقیت و علو کے مستحقین سے ہے نیز یہ احتمال بھی ہے کہ یہاں عالین سے وہ ملائکہ عالی قدر مراد ہیں جنہیں سجدہ کا حکم نہیں ہوا تھا اس لیے کہ وہ ہر وقت شہود حق میں مستغرق ہیں یعنی ارواح مجردہ جیسا کہ ان کا بیان سورہ حجر میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہوا۔

قال۔ ابلیس نے کہا یہاں سجدہ کے تارک کی تقریر کا آغاز ہے۔

فائدہ:۔ حضرت کاشفی مرحوم نے فرمایا کہ ابلیس نے دوسری شق اختیار کی اور کہا انا خیر منہ میں آدم علیہ السلام سے بہتر اور افضل ہوں۔

مثنوی شریف میں ہے:۔ ؎

علتی بد تر ز پندار کمال
نیست اندر جان تو اے ذودلال

ترجمہ:۔ خود کو اعلیٰ سمجھنے کی بیماری سے بڑھ کر اور کوئی نہیں اور یہ تیری جان کو تباہ کرنے والی بیماری تیرے اندر ہے۔

علتِ ابلیس انا خیر بدست
ایں مرض در نفس ہر مخلوق ہست

ترجمہ:۔ ابلیس کی انا خیر بہت بڑی بیماری تھی اور یہ بیماری تقریباً ہر نفس میں ہے۔

گرچہ خود را ابلیس بس شکستہ بیند ار
آب صافی داں و سرگین زیر جو

ترجمہ:۔ اگرچہ خود بظاہر شکستہ حال ظاہر کرے لیکن اوپر سے صاف پانی نظر آتا ہے لیکن نیچے گوبر ہے۔

چو بشورانند ترا در امتحان
آب سرگیں رنگ گردد در زمان

ترجمہ:۔ امتحان کے وقت جب تجھے چھیڑا جاتا ہے تو نیچے والی گوبر باہر صاف نظر آجاتی ہے۔

ربط:۔ ابلیس نے اپنی افضلیت کی وجہ یہ بتائی کہ خلقتنی من نار۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور وہ سراسر لطافت و نورانیت ہے۔

سوال:۔ ابلیس نے صرف آگ سے تخلیق کا اظہار کیوں کیا حالانکہ اس میں ہوا بھی تو ہے۔

Scanned with CamScanner

جواب:۔ چونکہ اس میں نار کا مادہ تھا غالب اور زائد ہے اسی لیے اسی کا نام لیا اگرچہ ہمارا عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ وہ ابلیس وغیرہ کو سراسر آگ سے پیدا فرمائے یا کسی اور شے سے جس میں کسی شے کی ملاوٹ بھی ہو اس کا انکار صرف فلسفی اور جاہل کو ہو گا۔

وخلقته من طین۔ اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا جس میں سراسر کثافت و ظلمانیت ہے۔ یہاں بھی آدم علیہ السلام کی تخلیق کو مٹی کی طرف منسوب کیا گیا ہے حالانکہ اس میں دیگر عناصر بھی ہیں تو صرف غلبہ کی وجہ سے اور بس۔

فائدہ:۔ ابلیس کا مقصد یہ تھا کہ آدم علیہ السلام اگر آگ سے ہوتا تو میں اسے سجدہ کرتا کیونکہ وہ میری ہم مثل ہوتے وہ چونکہ مٹی سے ہیں اور اس کا درجہ آگ سے کم ہے اسی لیے اب میرا اسے سجدہ کرنا میری توہین ہے اور مٹی کو تو آگ کھا جاتی ہے اور وہ مٹی پر غلبہ رکھتی ہے اسی لیے اعلیٰ ادنیٰ کو کیسے سجدہ کرے اور نہ ہی افضل کو ادنیٰ کے سجدہ کرنے کا حکم ہو۔ بیوقوف نے عقل کو امام بنایا اور یہ سمجھا کہ شرافت مالک کے فرمان کو تسلیم کرنے میں ہے اسی یقین پر غلط فہمی ہو گئی کہ وہ فضیلت کا موجب مادہ وعنصر کو سمجھ بیٹھا اور یہ نہ دیکھا کہ فضیلت عنصر کو نہیں بلکہ اس نسبت کو ہے جس نے اسے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا[1]۔ کما قال لما خلقت بیدی۔ اور اس نے ظاہری صورت کو دیکھا لیکن اسے اس پر نگاہ نہ پڑی کہ و نفخت فیہ من روحی۔ اس ڈھانچہ کو دیکھا اسے نظر نہ آیا کہ اسے اللہ تعالیٰ نے معلم اسماء بنایا کہ جن پر جملہ امور موقوف ہیں اسی لیے تو ملائکہ کو سجدہ کا حکم ہوا۔ جب ثابت ہوا کہ وہ ان سے بہت بڑے علم والے ہیں اور اسی علم پر زمین کی خلافت کا دارو مدار ہے اور پھر آدم علیہ السلام میں وہ خصوصیات ہیں جو دوسروں میں نہیں۔

آیت کی تفسیر کے عجائبات

نار بزرگ تر فلک کو قریب تر ہے یعنی سورج و چاند کو کہ وہ بھی روشنی ہیں اور یہ بھی اور یہ فلک ارض سے

---

[1] اہلسنت وجماعت کے دستور کی تائید ہے کہ وہ نسبت کے عاشق ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم مدینہ طیبہ کی گلی کو بھی جنت سے برتر سمجھتے ہیں کہ ؎

نہ جنت نہ جنت کی گلیوں میں دیکھا
مزہ جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گلیوں میں دیکھا

Scanned with CamScanner

لطیف تر ہے کیونکہ یہ چمکدار ہے اور اسے رُوح سے مشابہت ہے اور سب کو معلوم ہے کہ اشرف الاعضاء قلب و رُوح ہیں اور یہ نار کی طبیعت رکھتے ہیں اور ہر وہ جسم جو آگ کے مشابہ ہو جیسے سونا یاقوت وہ دوسری چیزوں سے اشرف ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ سورج اشرف الاجسام ہے کیونکہ طبع و صورت میں آگ کے مشابہ ہے اور سب کو معلوم ہے کہ مزاج حرارت سے تکمیل پاتا ہے۔ ان دلائل سے معلوم ہوا کہ اس کا اصل افضل ہے فلہذا ابلیس کو اپنی اصالت کی وجہ سے قابل فخر ہونا چاہیئے لیکن بدبخت کو سمجھ نہ آئی کہ یہ وجہ غلط ہے کسی نے خوب فرمایا ہے

اتفخر بایصالك من علی
و اصل البولة الماء القراح
و لیس بنافع نسب زکی
تدنسه صنائعك القباح

ترجمہ: کیا فخر کرتا ہے کہ تیری نسل علوی ہے حالانکہ بول کا اصل تو پانی ہی ہے اور صاف ستھری نسل کوئی فائدہ نہیں دیتی اس لیے کہ اسے بدکرداریاں گرد آلود کر دیتی ہیں۔

فائدہ: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دو چیزوں میں سے کسی ایک کا اصل افضل ہو لیکن اصل کے ساتھ ایسے امور ملائے جائیں جو اس کی افضلیت کو ختم کر ڈالیں جیسے ابلیس علیہ اللعنۃ کے لیے ہوا کہ اس نے اپنے اصل کے ساتھ ردی عوارض جیسے کبر۔ حسد۔ عجب۔ عصیان ملا دیئے اسی لیے لعنت کا مستحق ہوا اور آدم علیہ السلام کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

فائدہ: مذکورہ بالا شبہ ابلیس نے محض عذر برائے عذر پیش کیا بلکہ یہ بنائے تعنّت (سرکشی) تھا اور اس کے سجدہ کا انکار کبر و کفر اور سراسر انکار و حسد سے تھا ورنہ اسے خود بھی معلوم تھا کہ یہ عذر نامعقول اور سراسر باطل ہے۔ مثلاً دعویٰ کیا کہ میں آدم سے اس لیے افضل ہوں کہ وہ مٹی سے اور میں آگ سے اور آگ مٹی سے اعلیٰ ہے اور اعلیٰ ادنیٰ کے لیے جھکے ناموزوں ہے۔

ابلیس علیہ اللعنۃ کے دلائل کی تردید

ابلیس کی بتائی ہوئی علت بوجوہ ذیل باطل ہے:۔

(۱)۔ آگ کی طبیعت میں فساد ہے بلکہ اسکے جو بھی متعلق ہوا اسے برباد کیے بغیر نہیں رہتی بخلاف مٹی کے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ برکت رکھی ہے کہ اس میں چند دانے ڈالو تو کئی من اناج حاصل

Scanned with CamScanner

کرو اور آگ اُٹھا کھا جاتی ہے اور اسے راکھ بنا کر چھوڑتی ہے۔

(۲)۔ آگ کی طبع میں خفت۔ طیش۔ حدت ہے اور مٹی میں عاجزی، سکون، ثبات ہے۔

(۳)۔ مٹی میں قوت تکوین ہے مثلاً اسی سے حیوانات کا رزق وروزی اور بندوں کا لباس وزینت اور ان کے آلات ومساکن ہیں اور آگ ان جملہ اُمور سے محروم ہے۔

(۴)۔ حیوان کو مٹی کی ایسی ضرورت ہے کہ اس کے سوا اس کا کوئی چارہ نہیں بلکہ جو ضروریات اس کی مٹی میں رکھی گئی ہیں اس کے بغیر تو اس کی زندگی موت ہے۔ اور آگ سے عموماً حیوان مستغنی ہے بلکہ مہینوں سالوں تک اس کے بغیر گزار سکتا ہے۔

(۵)۔ آگ بغیر محل کے قائم نہیں ہو سکتی ایسا محل ضروری ہے جس پر یہ اپنا وجود قائم رکھ سکے اور مٹی زمحل کی محتاج ہے نہ حامل کی اس اعتبار سے وہ آگ کو رجہا کامل ومکمل ہوئی۔

(۶)۔ آگ مٹی کی محتاج ہے لیکن مٹی کو آگ کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ جہاں بھی آگ اپنا وجود قائم رکھے گی وہ مٹی ہی ہوگی یا مٹی سے تیار کردہ کوئی شے۔

(۷)۔ ابلیس کا مادہ تخلیقیہ آگ نہیں بلکہ مارج یعنی لُو اور وہ ہر لحاظ سے کمزور ہے کہ وہ ہواؤں کی گویا کھلونا ہے کہ جہاں ہوا اسے ہلائے اس کے ابروکا اشارہ پر چلتی ہے یہی وجہ ہے کہ عام مخلوق پر ہوا غالب ہے اور ہر شے اس کی قید اور قہر سے مغلوب ہے اور آدمی کا مادہ مٹی ہے اور یہ ایسی قوی ہے کہ کسی طرح بھی ہوا سے مغلوب نہیں بلکہ اس پر اسکا قہر وغلبہ ہے۔ ہاں اس کا رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اسی لیے اسے اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ بنایا اگرچہ انسان کے مادہ میں ہوا بھی ہے تو وہ سریع الزوال ہے۔ اصل مادہ اس کی مٹی ہے جو اس کے لیے لازوال ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مٹی کے مادہ میں عاجزی و ثبات ہے یہی اسے افضل بناگئی اور ابلیس کا مادہ اس کے برعکس ہے۔ اس تقریر سے واضح ہوا کہ ابلیس و آدم ہر ایک کو اپنے اصل کی طرف لوٹنا پڑا کہ آدم علیہ السلام کا اصل طیب اور شریف ہے۔ اور ابلیس کا اصل ردی اور خبیث۔

(۸)۔ اگرچہ آگ سے بعض منافع حاصل ہوتے ہیں مثلاً کھانا پکانا بعض اشیاء کا گرم کرنا۔ روشنی حاصل کرنا لیکن اس میں شر دائمی ہے اور وہ اس سے ہٹنے کا نہیں۔ جب تک اسے بند نہ رکھا جائے اگر اسے بندش نہ ہو تو کھیتیاں اور جانور بلکہ جملہ اشیاء کو تباہ و برباد کر ڈالے بخلاف مٹی کے کہ اس میں خیر وبرکت دائمی ہے کہ اسے جونہی کام میں لاؤ خیر وبرکت پھیلاتی ہے اور اس کے ثمرات جملہ عالم کو بھر دیتے ہیں۔ انصاف کیجئے کہاں آگ اور کہاں مٹی۔

Scanned with CamScanner

(۹)۔ اللہ تعالیٰ نے مٹی کا قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے بلکہ اس کے منافع کی تصریح فرمائی اور اسے انسان کا مہاد۔ فراش۔ بساط۔ قرار۔ کفات بتایا۔ نہ صرف زندگی کا بلکہ موت کا بھی اور انسان کو اس میں غور و تفکر اور اس کی آیات و عجائبات کی طرف دیکھنے کی دعوت دی اور فرمایا کہ اس میں بے شمار امانات پوشیدہ ہیں بخلاف آگ کے کہ اس کا جہاں بھی ذکر کیا تو عقوبت۔ تخویف۔ عذاب کے ساتھ صرف دو ایسے مقام بتائے جس میں اس کے نفع کا پتہ چلتا ہے مثلاً فرمایا کہ وہ مسافروں کے لیے تذکرہ و متاع ہے اور بس یعنی تذکرہ اس لیے کہ اس سے آخرت کی آگ یاد آجاتی ہے اور مقوین کے لیے متاع بایں معنی ہے کہ بعض اوقات ان کو اس سے وقتی طور فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ جب وہ سفر میں ہوں اور موسم سرما میں کوئی انکا یار و مددگار نہ ہو تو آگ جلا کر وقت گزارتے ہیں انصاف کیجئے کہ قرآن مجید میں مٹی کے ان گنت منافع کہاں اور آگ کے صرف یہ دو فائدے کہاں۔

(۱۰)۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مٹی کے ان گنت منافع گنائے ہیں چنانچہ فرمایا و بارک فیھا اور خصوصیت سے قوم لوط کے لیے فرمایا ونجیناہ و لوطا الی الارض التی بارکنا فیھا۔ وغیرہ۔ بخلاف آگ کے کہ اس کے لیے برکت کی خبر کہیں بھی نہیں بلکہ وہ تو اُلٹا مشہور ہے کہ برکتوں کو لے ڈوبتی ہے۔ غور کیجئے کہاں برکت پھیلانا اور کہاں اسے اُلٹا کھا جانا۔

(۱۱)۔ زمین کو اپنے ان گھروں کا مرکز بتایا جہاں اس کا ذکر ہوتا ہے اور اس کی تسبیح کی گونجیں اٹھتی ہیں اور وہ مقامات صبح و شام اس سے سرشار ہوتے ہیں یہ عموماً اور خصوصاً وہ بیت اللہ جو حرم معلّٰی کے نام سے موسوم ہے اس کے لیے فرمایا وہ لوگوں کے قیام اور عالمین کے لیے برکت ہے۔ زمین کو اور کوئی بزرگی نہ ملتی تو صرف اس پر بیت اللہ کا ہونا ہی اس کی شرافت کے لیے کافی ہے اور آگ پر اس کی یہ شرافت اتنی بھاری ہے کہ اس پر نہ دلیل کی ضرورت ہے اور نہ ہی انکار کی گنجائش ہے۔

(۱۲)۔ زمین میں ہی معادن۔ انہار۔ عیون۔ ثمرات۔ حبوب۔ اقوات۔ اصناف الحیوانات۔ امتعہ۔ جبال۔ ریاض۔ مراکب بہیہ۔ صور بہیجہ (رونق دار) ہیں کہ آگ کو ان سے ایک بھی نصیب نہیں بھلا بتایئے آگ میں کتنے باغات ہیں یا معدن۔ یا صورتیں اور چشمے یا نہریں یا ثمرات لذیذ ہیں۔

(۱۳)۔ آگ کا حق یہ ہے کہ وہ زمین کی خادمہ بن کر رہے اور ہر وہ کام جو آگ سے ہوتا ہے وہ پہلے زمین کی محتاج بنے گی تو پھر ضرورت پوری ہوگی۔ اس معنی پر وہ زمین خادمہ نہ ہوتی تو کیا ہوتی کہ جب

Scanned with CamScanner

بھی ضرورت پوری ہو جائے گی آگ کو بجھا دیا جائے گا بلکہ اسے کوئی بھی اپنے پاس رکھنے کا روادار نہیں ہاں بوقت ضرورت اسے لایا جاتے گا جیسے ہر مخدوم اپنے خادم کو جب چاہے بلا لے جب چاہے ہٹا دے۔

(۱۴) - لعین نے اپنی کوتاہ نظری و ضعف بصری کی وجہ سے مٹی کے ظاہر کو دیکھا کہ وہ مٹی پانی سے ملی جلی ہے اسی لیے حقارت کی نگاہ سے دیکھا حالانکہ اسے یہ نظر نہ آیا کہ وہ دو اصل چیزوں سے مرکب ہے۔

۱ - پانی کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو زندہ فرمایا۔

۲ - مٹی جسے جملہ منافع اور نعمتوں کا خزانہ بنایا ہے لیکن خبیث نے گارہ سے آگے منافع اور اسباب کو نہ دیکھا اگر اس کی نگاہ گارہ سے مادہ و نہایت سے آگے بڑھتی تو یہ ہرگز نہیں کہتا کہ آگ مٹی سے بہتر اور افضل ہے۔

فائدہ: اگر مان لیا جائے کہ آگ واقعی مٹی سے افضل ہے تو اس سے کب لازم آتا ہے کہ اس سے تیار کردہ مخلوق بھی افضل و مفضول ہوں کیونکہ وہ بڑی قدرت والا ہے کہ مفضول مادہ سے افضل پیدا کرے اور ہر شے کا دارو مدار انجام اور نتیجہ پر ہوتا ہے اس شے کے مادہ کو نہیں دیکھا جاتا ہے لیکن لعین کی نگاہ مادہ سے متجاوز نہ ہوئی اور اس کی صورت کے کمال اور نتیجہ کو نہ دیکھا۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے آگ جدائی اور فراق اور مٹی وصال و مواصلة کا وسیلہ اور ذریعہ ہے آگ سے توڑ پھوڑ اور مٹی سے میل ملاپ دیکھئے۔ آدم علیہ السلام کو خاک سے پیدا کیا گیا ہے اسی لیے ثم اجتباہ ربہ سے برگزیدہ کیا گیا اور ابلیس آگ سے بنایا گیا اسی لیے توڑا گیا تو فاهبط منها سے مردود ہو گیا۔

حکایت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی شوریدہ حال نے کہا کہ کاش خاک بے باک نہ ہوتی آپ نے فرمایا اے بے خبر اگر یہ خاک نہ ہوتی تو عشق کی آگ روشن نہ ہوتی اور نہ ہی سوزِ سینہ ہوتا اور نہ ہی آنکھوں کے آنسو ظاہر ہوتے اگر خاک نہ ہوتی تو نہ مہر ازل کی بو ہوتی اور نہ ہی آشنائی قرب لم یزل ہوتی ؎

اے خاک چہ خوش طینت قابل داری
گلہائی لطیفت کہ در گل داری

ترجمہ: اے خاک تو کیسی اچھی ہے اور تیرا جوہر کتنا پاکیزہ ہے کہ تیرے اندر کیسے کیسے خوشنما پھول ہیں۔

Scanned with CamScanner

در مخزن کنت کنزاً ہر گنج کہ بودی
تسلیم تو کردند کہ در دل داری

ترجمہ :۔ کنت کنزاً کے جتنے خزانے تھے وہ سب تجھے سپرد ہوئے اور تو ان سب کو اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہے۔

تفسیر صوفیانہ :۔ آیت میں اشارہ ہے کہ مدعی اور منکر انبیاء و اولیاء کے درجات و کمالات کو نہیں پہنچ سکتے اور یہ قطعی فیصلہ ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے محروم ہیں اور نہ ہی نہیں جمال و جلال کے انوار کو دیکھ سکیں گے اور نہ ہی انہیں برد و وصال کی حلاوت کا ذوق نصیب ہوگا بلکہ وہ منجانب اللہ قیامت تک طرد و ابعاد نہیں گے۔ ؎

مدعی خواست کہ آید بتماشائے راز
دست غیب آمد بر سینۂ نامحرم زد

ترجمہ :۔ مدعی نے چاہا کہ وہ بھی راز کے تماشہ میں آئے۔ غیبی ہاتھ باہر نکل کر اسے سینہ پر تھپیڑ مارا۔

تفسیر عالمانہ :۔ قال۔ اللہ تعالیٰ نے قہر و غضب سے فرمایا۔ فاخرج منھا۔ فاء ترتیب کی ہے۔ ابلیس کی مخالفت پر امر کو مرتب کرنا اور اس کے معاملہ کو باطل بتانے کی تعلیل ہے یعنی اے ابلیس جنت یا زمرۂ ملائکہ سے نکل جا۔

ہبوط :۔ (اترنے) سے یہی مراد ہے نہ کہ آسمان سے زمین کی طرف اترنا۔ اس لیے کہ دوسرا معاملہ اس خروج و طرد کے بعد ہوا۔

فائدہ :۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ ابلیس کی بہت بڑی غلطی کا تقاضا یہ ہے کہ آسمان سے زمین کی طرف فوراً گرا دیا گیا اسے دوسرے تک موقوف رکھنا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔

سوال :۔ پھر وہ زمین سے آسمان کی طرف کیسے پہنچا جب اسے زمین پر پھینکا گیا۔

جواب :۔ آسمان پر امتحان کے لیے لایا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا۔

سوال :۔ اسے بہشت میں کیسے داخل کیا گیا۔

جواب :۔ جب آسمان پر جانا مان لیا گیا تو بہشت میں داخل ہونے کا اشکال کیسا جبکہ بہشت بھی آسمانوں میں ہے ہاں اشکال اس وقت ہے جب اسے اعزاز اً بہشت میں داخل کیا گیا۔ ایسے ہی زمین سے آسمانوں

فائدہ :۔ کذا قال البیضاوی ۱۲۔

کی طرف لے جایا جاتا بھی اعزاز اً ہو۔ تو جب ہم نے لکھا ہے کہ اسے امتحاناً آسمان پر لایا گیا تو اب اشکال نہ رہا۔

اجوبہ: اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت باہرہ سے ابلیس کی اصلی شکل وصورت تبدیل فرمادی کیونکہ وہ اپنی شکل وصورت پر فخر کرتا تھا۔ وہ سفید تھا اسے سیاہ بنادیا۔ حسین تھا تو قبیح کر دیا۔ نورانی تھا تو اسے ظلمانی بنا دیا۔ یہی نافرمان بندوں کا حال ہے کہ باطنی طور ان کے حالات متغیر ہو جاتے ہیں کبھی ان کی ظاہری صورتیں بھی متغیر محسوس ہوتی ہیں[1]۔ فراست وحقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو ایسے لوگوں کی سیاہی خود بتاتی ہے وہ اس لیے کہ گناہ ظلمت ہے اور گنہ گار ظلمانی اور طاعت نور اور طاعت گزار نورانی ہے اس کے بعد جو چاہے جیسی پوشاک پہنے۔ گناہوں کی یا اطاعت وعبادت کی۔

فانك رجیم۔ اس لیے کہ تو رجیم ہے امر بالخروج کی تعلیل ہے یعنی اے ابلیس تو ہر خیر وکرامت سے ہٹایا ہوا ہے وہ اس لیے کہ جسے ہر خیر وبرکت سے محروم کیا جائے اسے پتھروں سے سنگسار کیا جاتا ہے اس سے اس کی اہانت مطلوب ہوتی ہے یا اس لیے کہ شیطان کو سماوی یا کرۂ اثیر سے سنگسار کیا جاتا ہے۔ دوسرے معنیٰ کی طرف بعض اہل حقائق کا رجوع ہے۔

وان علیك لعنتی۔ اور بیشک تجھ پر ہے میری لعنت یعنی رحمت سے دُور کرنا اس لیے کہ لعن بمعنی کسی کو غصہ وغضب سے ہٹانا جب یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منسوب ہو تو معنیٰ ہوتا ہے آخرت میں کسی کو عذاب دینا اور دنیا میں فیض وقبول سے منقطع کرنا اور انسان سے کسی کو بددعا کرنا۔ یہاں اضافت کے ساتھ ہے اور دوسرے مقام پر بغیر اضافت کے ہے کما قال تعالیٰ **وان علیك اللعنة** اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے لعنت کنندگان جیسے ملائکہ اور جن وانس کی لعنت سے بھی لعنت خداوندی مراد ہوتی ہے۔ ان کی لعنت میں یہی مطلوب ہوتا ہے کہ وہ ملعون کو رحمت ایزدی سے دور کرنے کی بددعا کر رہے ہیں۔

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ مطلق لعنت میں بھی لعنت خداوندی مراد ہوتی ہے گویا اضافت وغیرہ ہر دونوں کا مقصد ایک ہے نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت اس کے بندوں کی زبانوں کے ذریعے ہے کہ وہ اس ملعون پر لعنت کرتے ہیں۔

---

[1] جیسے گستاخانِ انبیاء و اولیاء وصحابہ ودیگر بدمذاہب کے چہرے خشک اور سیاہی مائل نظر آتے ہیں غور کرکے دیکھئے۔

Scanned with CamScanner

الیٰ یوم الدین ۔ جزاو سزا کے دن تک یعنی اے ابلیس دنیا کے خاتمہ تک تجھ پر لعنت ہو۔

سوال :۔ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر لعنت صرف دنیا میں ہو حالانکہ وہ جیسے دنیا میں ملعون ہے ایسے ہی آخرت میں بھی ہے ۔

جواب :۔ بظاہر اگرچہ آیت سے دنیا کے انقطاع تک اس پر لعنت ثابت ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سے دائمی لعنت مراد ہے اس لیے کہ اسے دنیا کے کسی لمحہ میں بھی لعنت سے خالی نہ رکھا گیا تو اسے رحمت سے دائمی محرومی اس معنیٰ پر وہ دائمی لعنتی ٹھہرا ۔ اس لیے کہ دنیا میں وہ رحمت سے محروم رہا تو کافر ہی تو تھا اور پھر آخرت میں بھی کافر ہو گیا اور آخرت میں کافر کی جزا جہنم کے دائمی عذاب میں مبتلا رہنا ہے اور یہ قرآنی نص سے ثابت ہے ایسے ہی دائمی لعنت بھیجتے کما قال اللہ تعالیٰ فاذن موذن بینہم ان لعنۃ اللہ علی الظالمین ۔ پھر جب اسے سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے تو لعنت کے باوجود اسے محسوس تک نہ کرے گا (العیاذ باللہ) ابلیس کا رحمتِ الٰہی سے دور ہو جانا اس کے عجب اور خود بینی کی وجہ سے ہے تاکہ دیگر مخلوق کو عبرت حاصل ہو۔

فائدہ :۔ بعض نے کہا کہ یہ طرد و خذلان انسان اور ملائکہ کی نصیحت کے لیے ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے غیر پسندیدہ امور کے ارتکاب سے بچیں اور عبرت پکڑیں ؎

ایں خودی را خرج کن اندر خدا
تا نمانی ہمچو آں ابلیس جُدا

ترجمہ :۔ خودی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر تاکہ تجھے ابلیس جیسی جدائی نہ ہو۔

کن حذر از سطوتِ قہاریش
جوی راہ حضرت غفاریش

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ کے غلبۂ قہاری سے پرخطر ہو اس کی غفاری شان کی طرف راہ تلاش کر۔

عبرت پیشنیاں گیر اے خلف
تا خلاصی یابی از قہر و تلف

ترجمہ :۔ اے آنے والے جانے والوں سے عبرت حاصل کرو تاکہ تجھے قہر و تلف سے نجات نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ سے عصمت و توفیق نصیب ہوتی ہے ۔

قال :۔ ابلیس نے کہا ربِّ اے میرے پروردگار فانظرنی ۔ انظار بمعنی امہال و تاخیر یعنی مہلت دینا ۔ فاء فصیحہ ہے یعنی اے پروردگار جب تو نے مجھے رجیم بنایا تو مجھے مہلت دے

Scanned with CamScanner

اور مجھ سے موت کو دور فرما۔ الی یوم یبعثون اُس وقت تک کہ لوگ قبور سے جزا و سزا کے لیے اُٹھائے جائیں یعنی قیامت تک اور اُٹھائے جانے والوں سے آدم و بنو آدم (علیہ السلام) مراد ہیں۔

البعث۔ یعنی مردہ کو زندہ کرنا اس مطالبہ سے اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ بنو آدم کو وسیع پیمانہ میں گمراہ کر سکے گا اور ان کی تمام عزت کو ضائع کر دے گا اور موت سے بالکلیہ نجات پالے گا کیونکہ بعث کے بعد موت نہیں لیکن اس کی مراد پوری نہ ہوئی اور نہ ہی اپنا دلی مقصد پا سکا۔

قال۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فانک من المنظرین بیشک تو ان سے ہے جنہیں ہمیشہ تک بتقاضائے حکمت مہلت دی جاتی ہے جیسے ملائکہ وغیرہ۔

الی یوم الوقت المعلوم۔ وقت معلوم کے دن تک۔ یعنی وہ وقت جو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو فنا کرنے کے لیے مقرر کر رکھا ہے اس سے نفخ اولیٰ مراد ہے نہ کہ بعث جس کے متعلق ابلیس کا سوال تھا۔

فائدہ:۔ قرآن کی ظاہری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہلت ابلیس سے مخصوص نہیں نیز اس سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ اس انظار میں اسکی اولاد و قبیلہ بھی داخل ہے[1]۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ شیاطین بچے جنتے ہیں لیکن تا نفخۂ اولیٰ نہیں مرتے اور جنات بچے جنتے اور مرتے بھی ہیں۔

فائدہ:۔ ممکن ہے بعض جنات بعض انسانوں (خضر علیہ السلام) کی طرح مہلت دے دیئے جاتے ہوں گے۔

فائدہ:۔ خضر علیہ السلام پر موت آئے گی لیکن وقوع قیامت سے ایک عرصہ پہلے یعنی جیسے دوسرے اہل ایمان پر موت آئے گی خضر علیہ السلام بھی موت سے نہیں بچ سکیں گے۔

فائدہ:۔ فانک الخ مہلت مقدرہ کی خبر دینا ہے جو اللہ تعالیٰ نے پہلے لکھ رکھی تھی نہ یہ کہ ابھی اس کے لیے مہلت مقدر ہوئی کہ یہ انظار صرف اس سے خاص کیا جائے کہ اس کی دعا مستجاب ہوئی تاکہ کہا جا سکے کہ ملعون اور مستجاب الدعوات یہ کیسے، نیز اس کا مہلت مانگنا بھی صرف تاخیر موت کے لیے تھا نہ کہ عذاب کی تاخیر کے لیے[2]

فائدہ:۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی دعا قبول فرمائی کہ اسے دنیا میں طویل عمر عطا فرما دی۔ یہ اس کا بدلہ ہے کہ اس نے لعنت سے پہلے طویل زمانہ عبادت

---

[1] اکام المرجان ۱۲ [2] الارشاد

میں زندگی گزاری اور کافر کی دُعا اُمورِ دنیا میں مستجاب ہو جایا کرتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا انظار مہلت دینا از قبیل انشاء ہو جیسا کہ اس کا امر حادث کی دُعا مانگنے کی ترتیب بتاتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا مہلت دیا جانا ازل میں مقدر ہو چکا ہو کیونکہ اگرچہ یہ امر حادث ہے لیکن امر قدیم کی طرف منسوب ہے اور جو قدیم کی طرف منسوب ہوتا ہے وہ بھی قدیم ہوتا ہے مثلاً اس کا کفر اگرچہ اللہ تعالیٰ کے امر قبیح سمجھنے سے ہے لیکن یہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے مقدر ہو چکا تھا تو اسی لیے اسے قدیم سمجھا جائے گا اگرچہ اس کا ظہور حادث ہے اور ابلیس نے مہلت بھی اسی لیے مانگ لی تاکہ وہ جلدی کے عذاب سے بچ جائے اور اس لیے بھی کہ وہ بنو آدم کو گمراہ کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکال لے گا۔ اس لیے کہ آدم علیہ السلام ہی اس کے ملعون بننے کے سبب ہوئے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ آیت میں اشارہ ہے کہ جو بھی حق تعالیٰ سے دُور ہوتا ہے تو اس کے حالات بگڑ جاتے ہیں یہاں تک کہ شقاوت کے اسباب خود بن جاتا ہے مثلاً ابلیس نے طویل زندگی مانگ کر اپنی بدبختی میں خود اضافہ کیا اس لیے کہ جتنی عمر طویل ہوگی اتنے ہی اس کے جرائم و معاصی میں اضافہ ہوگا اور یہی جرائم و معاصی اس کی سزا و عذاب کا سبب ہیں اس بیوقوف نے طویل عمر سے دھوکہ کھایا ورنہ جو سزا و عذاب ملنا ہے وہ آکر رہے گا آج نہ سہی دیر سے سہی اس لیے عمر کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو لیکن جب موت نے نہیں چھوڑنا تو پھر طویل العمری کا کیا فائدہ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ایک ہزار سال عمر بسر کی لیکن آج ہزاروں سال گزر گئے آپ اس جہان میں نہیں ہیں ؎

دریغا کہ بگذشت عمرِ عزیز
بخواہد گزشت ایں دم چند نیز

ترجمہ:۔ افسوس کہ عمر عزیز گزر گئی اور یہ چند لمحات بھی بالآخر گزر جائیں گے۔

نکتہ:۔ ابلیس کی طویل العمری کی دعا اس لیے مستجاب ہوئی کہ اس نے اپنی دعا میں لفظ رب سے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور جو بھی اللہ تعالیٰ کو اس اسم سے یاد کرتا ہے اس کی دُعا مستجاب ہوتی ہے جیسے آدم علیہ السلام نے کہا ربنا ظلمنا الخ ان کی دعا مستجاب ہوئی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے فرمایا وتاب علیہ وھدیٰ۔

تفسیر عالمانہ:۔ ابلیس نے کہا اس پر وہی ہو جو اس کا مستحق ہے یعنی لعنت۔ فبعزتک۔ باء قسمیہ ہے یعنی تیری عزت اور قہر و سلطان کی قسم۔

سوال:۔ یہاں اغواء کو اپنی طرف اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا مثلاً کہا فبما اغویتنی الخ یہ تضاد کس لیے۔

Scanned with CamScanner

اس کا گمراہ کرنا قدرتِ ایزدی کے اثرات کا اثر ہے یعنی چونکہ ہر ایک کے فعل کا خالق وہی ہے اسی کے
جواب:۔ لیے اُس کی طرف فعل کو منسوب کیا ہے اور پھر چونکہ کسب بندہ کا ہوتا ہے اسی لیے کبھی وہی فعل بندے
کی طرف ہوتا ہے اسی لیے ابلیس نے قسم میں عزتِ الٰہی کا ذکر کیا حالانکہ قسم کے لائق اور صفات بھی لا سکتا
تھا۔ اور تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ چونکہ ابلیس بدبختی کی انتہا کو پہنچ چکا تھا اسی لیے فبعزتک کہا ورنہ
اگر وہ اللہ تعالیٰ کی عزت کی حقیقت سے آگاہ ہوتا تو کبھی اس کے حکم کے خلاف نہ کرتا۔

لاغوینهم اجمعین۔ میں اُن سب کو گمراہ کروں گا یعنی گمراہی پر انہیں برانگیختہ کروں گا۔

فائدہ:۔ غوایۃ (گمراہی) رشد (ہدایت) کی نقیض ہے یعنی میں اولادِ آدم کی گمراہی کا سبب بنوں گا بایں معنی
کہ اُن کے سامنے معاصی و جرائم سنگار دوں گا اور اُن کے قلوب میں شکوک و شبہات ڈالوں گا۔

الاغواء بمعنی گمراہ کرنا۔ اس کے بعد ایک سچی بات کہی وہ یہ کہ محبوبانِ خدا کا استثناء کیا کہ الا عبادک منھم
المخلصین مگر وہ تیرے بندے جو مخلص ہیں یعنی بنو آدم میں سے مخلص بندے کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی
اطاعت کے لیے خالص بنائے اور انہیں گمراہی سے بچایا۔

المخلصین (بکسر اللام) پڑھا گیا ہے بصیغہ اسم فاعل یعنی وہ حضرات جن کے قلوب و اعمال اللہ
تعالیٰ کے لیے خالص ہیں کہ ذرہ برابر بھی ان میں ریاء کا شائبہ نہیں۔

فائدہ:۔ تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ یہاں پر شیطان نے اپنے عجز اور محبوبانِ خدا کی عزت کا اعتراف کیا کہ
میں ان حضرات کو گمراہ نہ کرسکوں گا جو عبودیت میں تیرے مخلص بندے ہیں۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا المخلص وہ بندہ ہے جس کا صرف اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو اس کے فعل کی خبر نہ
فرشتوں کو ہو اور نہ شیطان کو اسی لیے فرشتے اُس کے اعمال نہیں لکھ سکتے اور نہ ہی ابلیس
ان کے افعال کو بگاڑ سکتا ہے اور نہ اسے خواہشاتِ نفسانی کسی طرف جھکا سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ
اللہ تعالیٰ کے بعد بعض محبوب بندے ایسے بھی ہیں کہ جب شیطان اُن کی ولایت کی سلطنت کا
اثر اور اُن کے حالات کی عزت دیکھتا ہے تو ایسے پگھل جاتا ہے جیسے نمک پانی میں ان کے سامنے
نہ کوئی حیلہ کرسکتا ہے نہ مکر اور دھوکہ کرنے کی اسے سکت ہوتی ہے بلکہ ان کو دیکھتے اپنے
تمام مکر و فریب بھول جاتا ہے اسے فرصت نہیں ہوتی کہ وہ ان کے قلوب پر وسوسے کے تیر
پھینک سکے خلاصہ یہ کہ وہ سب کو گمراہ کرسکتا ہے سوائے محبوبانِ خدا کے۔ یہی حال شیطان
کے وارثین منکرین مفسدین کا ہے کہ وہ سب کو نقصان دے سکتے ہیں سوائے محبوبانِ خدا کے
کہ وہ ان کے شر اور فساد سے محفوظ ہوتے ہیں بلکہ وہ تو ماسوی اللہ سب کے سب شر و فساد سے

Scanned with CamScanner

محفوظ و مامون ہو جاتے ہیں لہ

قال۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فالحق۔ مرفوع ہے اس لیے کہ مبتدا ہے اس کی خبر محذوف ہے یعنی مجھے حق کی قسم جب حق اللہ تعالیٰ کا نام مانا جائے جیسا کہ فرمایا ان اللہ ھو الحق المبین۔ بیشک اللہ تعالیٰ وہی حق مبین ہے یا باطل کی نقیض مراد ہو کہ اس میں اس کی قسم یاد فرما کر اس کی عظمت فرمائی ہے یا عبارت محذوف ہے۔ دراصل الحق منی تھا جیسے دوسرے مقام میں ہے الحق من ربك۔ حق تیرے رب سے ہے۔ والحق اقول اور حق کہتا ہوں یہ منصوب ہے اس لیے اقول کا مفعول ہے اور اس کی تقدیم قصر کے لیے ہے کہ دراصل عبارت یوں ہے لا اقول الا الحق۔

لاملئن جہنم منك۔ اور تیری جنس سے جہنم کو بھر دوں گا۔ وممن تبعك اور انہیں جو تیری اتباع کریں گے غوایۃ وضلال میں اپنے بڑے اختیار سے۔ منہم۔ اولاد آدم علیہ السلام سے۔ اجمعین۔ یہ کاف اور اس کے معطوف علیہ کی تاکید ہے یعنی جہنم کو اتباع و متبوعین سے بھر دوں گا کسی کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔

فائدہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ابلیس ملعون نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ گفتگو میں جرأت کی اور حد سے بڑھ کر خلاف حکم کا مظاہرہ کیا بلکہ قسم کھا کر خلاف کیا اسی لیے امتناع سجود کے بعد بہت زیادہ اور قبیح ترین لعنت کا مستحق ہوا۔

درس ادب: عقلمند وہ انسان ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں اُدب کو ملحوظ رکھے اس کے سامنے جرأت و جسارت نہ کرے اور نہ ہی شیطان کے قدموں پر چلے یعنی اس کی اطاعت نہ کرے تاکہ وہ اس کے ساتھ جہنم میں نہ جائے۔

حدیث شریف: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صبح کے وقت ابلیس اپنا لشکر بھیج کر کہتا ہے کہ جو بھی کسی مسلمان کو گمراہ کر کے آیا میں اسے تاج پہناؤں گا

لہ اس سے دشمنانِ اولیاء کو عبرت حاصل کرنے کے لیے کافی سامان ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ابلیس سے یہ صاحبان دو قدم آگے ہیں کہ وہ تو اُن کی ولایت کی سلطنت کا اعتراف کر گیا لیکن ان قسمت کے ماروں کو تاحال اقرار تو نہ ہے نصیب الٹا ان کو گمراہ کن سمجھتے ہیں۔ اویسی غفرلہٗ۔

واپسی پر ابلیس کو ایک شیطان اطلاع دیتا ہے کہ میں ایک مسلمان سے عورت کی طلاق دلوا آیا ہوں۔ ابلیس کہتا ہے کیا ہوا وہ دوسری جگہ نکاح کر لیں گے۔ دوسرا کہتا ہے کہ میں مسلمان سے ماں باپ یا کسی ایک کی نافرمانی کرا چکا ہوں۔ ابلیس کہتا ہے کیا ہوا ہو وہ کسی وقت بھی ان کی خدمت کر کے انھیں راضی کرے گا۔ تیسرا کہتا ہے میں ایک مسلمان کو شراب پلا چکا ہوں۔ ابلیس کہتا ہے خوب میں تجھ سے بہت راضی ہوں۔ چوتھا کہتا ہے کہ ایک مسلمان سے زنا کرا چکا ہوں اسے کہتا ہوں واہ۔ واہ۔ بہت خوب۔ پانچواں کہتا ہے میں مسلمان کو مسلمان کے ہاتھوں قتل کرا چکا ہوں اسے کہتا ہے شاباش تو نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے یہی میرا مقصد تھا اسی میں بہت خوش ہوتا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قتل کی سزا پر سخت وعید بتائی ہے چنانچہ فرمایا ومن قتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جھنم خالدا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ الخ اس لیے ابلیس ایسے شیطان کی کارروائی پر بہت خوش ہوا۔

مومن کی موت پر شیطان کا رونا

بعض مشائخ نے فرمایا کہ شیطان ہر مومن پر بہت روتا ہے جب وہ فوت ہوتا ہے اس لیے کہ وہ دنیا میں اس کا کھلونا تھا جسے وہ کھو بیٹھا۔

منقول ہے کہ جب ابلیس نے مہلت مانگی اور زمین پر اتار اگیا تو اسے دنیا کا منشور دیا گیا اس کی فائدہ سب سے پہلی نگاہ پہاڑوں پر پڑی اس کی یہ نحوست ہوئی کہ اب پتھروں پر پانی نہیں ٹھہرتا بلکہ نیچے گر جاتا ہے اور جو بھی ابلیس کے طریقہ پر ہوگا وہ کل پل صراط پر صحیح سالم نہ چل سکے گا بلکہ گر کر نیچے چلا جائے گا جہاں جہنم ہے بڑا افسوس ہے اس بدبخت انسان پر جو اس کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوا۔

قل۔ اے (محبوب) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مشرکین کو فرمایئے ما اسئلکم میں تم سے نہیں مانگتا علیہ قرآن جو تمھارے پاس لایا ہوں یا تبلیغ وحی اور ادائے رسالت پر۔ من اجر کوئی مزدوری دنیوی مال لیکن میں تمھیں بغیر اجر کے بتاتا ہوں اس لیے شرط خالص عبودیت میں ہے کہ اس پر جزاء و سزا شکریہ کا ارادہ نہ ہو۔

مسئلہ ۔ کوئی شخص دارالحرب میں کافر کا سر کاٹ کر یا قید کر کے اس نیت پر لائے کہ اسے امیر لشکر انعام دے گا اس سے اس کا اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا ارادہ نہیں تو اس سے ثواب نہ پائے گا اگرچہ انعام حاصل کر سکتا ہے اسی طرح تمام نیک کاموں کا یہی حال ہے۔

Scanned with CamScanner

فردا کہ پیش گاہ حقیقت شود پدید
شرمندہ رہروے کہ عمل بر مجاز کرد

ترجمہ:- کل قیامت میں کہ حقیقت ظاہر ہوگی وہ سالک نہایت شرمسار ہوگا جس نے مجاز پر عمل کیا ہوگا۔

وانا من المتکلفین۔ اور میں تکلیف والا یعنی ان لوگوں سے نہیں کہ کسی صفت کی نااہلی کے باوجود خود کو اس صفت کا دم بھرے۔ علاوہ ازیں تم لوگ میرے دعوائے نبوت سے پہلے ہر معاملہ سے باخبر ہو لہٰذا آج کا میرا دعویٰ نبوت جھوٹا ہے اور نہ ہی قرآن میں اپنی طرف سے بنا کر سناتا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ میں وہ نہیں کہ یہ تصنع کوئی شے ظاہر کروں یا وہ بتاؤں جو میرے میں نہیں اور نہ ہی میں یہ پیغام از خود لایا ہوں بلکہ میں اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں جو بھی اپنی جانب سے کچھ کہتا ہے وہ تکلف کا ارتکاب کرتا ہے۔

فائدہ:- التکلف دراصل ایسی شے میں طلب کی جدوجہد کرنا جو عقل کا مقتضیٰ نہ ہو۔ اور تاج المصادر میں ہے التکلف شے میں رنج جھیلنا اور اپنے سے ایسی چیز ظاہر کرنا جو اس میں نہ ہو۔ المتکلف اس شے کے درپے ہونے والا جس کا وہ ارادہ نہ رکھتا ہو۔ اور المفردات میں ہے کہ کلفۃ کے اظہار سے کسی شے کو عمل میں لانا ساتھ مشقت کے جو اس کے عمل میں لانے سے پہنچے اور عرف میں کلفۃ ہر مشقت کو کہا جاتا ہے اور تکلف ہر وہ فعل جو مشقت یا تصنع یا تشبع سے عمل میں لایا جائے۔

فائدہ:- تکلیف دو قسم ہے:-

۱۔ محمود
۲۔ مذموم

محمود وہ ہے ایسے کام میں کوشش کرنا کہ جس سے اس کے مقصد کا حصول آسان ہو جائے اور وہ اس کے ساتھ محبت و پیار رکھتا ہے ایسی تکلیف عبادات میں ہوتی ہے۔

مذموم وہ ہے جسے وما انا المتکلفین میں ذکر کی گئی ہے۔

حدیث شریف (۱):- حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور میری اُمت کے صالحین تکلف سے بیزار ہیں۔

حدیث شریف (۲):- حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا میں مسجع الفاظ لانے سے روکا ہے کیونکہ یہ بھی تکلف میں داخل ہے۔

حدیث شریف (۳):- حضور نبی پاک صاحبِ لولاک فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور جملہ متقی لوگ تکلف سے بیزار ہیں۔

مسئلہ:- اہل الحقائق فرماتے ہیں کہ نماز کی قرأۃ کے لیے کسی سورت و آیت کو متعین نہ کرے بلکہ جو

Scanned with CamScanner

بھی ذہن میں آجائے پڑھے یہ مسلک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے۔

حدیث شریف (۴) :۔ حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ متکلف کی تین علامات ہیں:۔

(۱)۔ اپنے سے بڑے اور غالب سے کوئی شے چھیننا چاہے۔

(۲)۔ اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرے جو اس کے مقدور سے باہر ہے اور وہ بات کہے جس کا اسے علم نہیں۔

(۳)۔ ایسی بات کہے جو وہ خود نہیں جانتا۔

مسئلہ :۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کچھ تو جانتا ہے اسے کہہ سکتے ہو اور جسے نہیں جانتے تو کہہ دیا کرو واللہ اعلم۔ کیونکہ لاعلمی پر اللہ اعلم کہنا بھی علم ہے اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وما انا من المتکلفین۔

حدیث شریف (۵) :۔ جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا اُس پر آسمانوں اور زمینوں کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

ان ھو۔ نہیں وہ جو میں اللہ تعالیٰ سے لایا ہوں یعنی قرآن اور پیام رسالت۔

الا ذکر۔ مگر پند و نصیحت منجانب اللہ اور وہ شرافت اور باقی رہنے والا ذکر ہے للعالمین تمام عالم یعنی ثقلین (جن و انس) کے لیے۔

ولتعلمن۔ اور اے مشرکو! عنقریب جان لو گے نباہ۔ قرآن کی خبر جو وہ وعد و وعید بتاتا ہے ایسے ہی اس کے دیگر ارشادات کا انجام اور تمہیں اس کی صحت خبر کا علم ہو جائے گا کہ وہ مبنی بر حق و صدق ہے۔

بعد حین۔ موت یا یوم قیامت کے بعد کہ اُس وقت کا جاننا نفع نہ دے گا اس میں تہدید ہے۔

فائدہ :۔ المفردات میں ہے کہ الحین بمعنی بلوغ وحصول شے کا وقت اور یہ مبہم المعنیٰ ہے مضاف الیہ کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے جیسے ولاحین مناص۔

سوال :۔ بعض مفسرین نے تو اس کے خاص معانی بیان کیے ہیں:۔

(۱)۔ اجل جیسے توتی اکلھا کل حین ہر سال میوے دیتا ہے۔

(۲)۔ اجل جیسے و متعناھم الی حین اور ہم نے اسے اجل تک نفع دیا۔

(۳)۔ ساعۃ۔ جیسے حین تمسون۔ جب تم شام کرتے ہو۔

Scanned with CamScanner

(۴)۔ مطلق زمانہ جیسے ھل اتی علی الانسان حین من الدھر۔ کیا انسان پر دہر میں سے ایک زمانہ آیا اور ولتعلمن نبأہ بعد حین اسی قبیل سے ہے۔

جواب:۔ یہ معانی بھی منسوب الیہ سے حاصل ہوئے ہیں ورنہ حین کا حقیقی معنیٰ وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔

فائدہ:۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اے ابن آدم تجھے موت کے وقت ہی پکی خبر ملے گی۔

سبق:۔ مومن پر لازم ہے کہ جب اس کے پردے اٹھیں تو یقین سے بھرپور ہو جائے۔

ملفوظ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر پردہ اُٹھے تو بھی میرا یقین بڑھے گا۔

حال خلد و جحیم دانستم
بے یقین آں چنانکہ می باید

ترجمہ:۔ بہشت و دوزخ کا حال مجھے معلوم ہے اس یقین کے ساتھ جیسے اہلِ یقین کو ہوتا ہے۔

گر حجاب از میانہ برگیرد
آں یقیں ذرۂ نیفزاید

ترجمہ:۔ اگر درمیان سے پردہ ہٹ جائے تو ذرہ برابر بھی یقین جدید کا اضافہ نہ ہوگا۔

شرحِ ابیات مذکورہ:۔ اشعار کا مطلب یہ ہے کہ دنیا برائے حجاب ہے اور قیامت کے جملہ اُمور مثلاً حشر و نشر اور ثواب و عقاب اور نعیم و جحیم وغیرہ وغیرہ کا مجھے ایسا یقین ہے کہ اگر دنیا کا حجاب اُٹھ بھی جائے اور میں اُن کو آنکھوں سے دیکھ لوں تب بھی میرے یقین میں کوئی فرق نہ آئے گا اس لیے کہ آج کا علم الیقین میرے لیے عین الیقین ہے۔

فائدہ:۔ قرآن مجید میں کفار کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ وہ موت کے وقت ایمان لائیں گے لیکن انکا اس وقت کا ایمان قابلِ قبول نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ حضرت ابو القاسم حکیم سے پوچھا گیا کہ عاصی گناہ سے توبہ کرے یا کافر کفر سے لوٹے ان میں کیا فرق ہے۔ فرمایا کہ عاصی گناہ سے توبہ کرتا ہے تو عارف ہے اس لیے کہ گناہ کے ارتکاب کے وقت اس کا عرفان آپ چھن نہیں جاتا اور کفر سے رجوع کرنے والا کافر تو اپنے رب سے اجنبی ہے جب وہ کفر سے لوٹ کر ایمان کی طرف آتا ہے تو وہ اجانب سے معارف کی طرف

Scanned with CamScanner

آتا ہے اور عاصی گناہوں سے تائب۔ معارف کے درجات سے نکل کر احباء کے مقام میں پہنچ جاتا ہے۔

فائدہ: توبہ و توجہ الی اللہ ضروری ہے لیکن موت سے پہلے تاکہ تہدید و وعید زائل اور وعدو تائید ظاہر اور جملہ مقامات پہ خوشی حاصل اور اس کے لطف و کرم سے ظاہر و باطن میں فیض نصیب ہو۔

صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ سورت ص کی تفسیر اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے ۳ جمادی الآخرہ ۱۱۱۲ھ میں ختم ہوئی۔

فقیر قادری محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ، نے سورۃ ص کی تفسیر کے ترجمہ سے ۳ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ بروز جمعہ پورے دس بجے فراغت پائی۔ (فللہ الحمد ومنہ التوفیق والمنا وصلی اللہ علی حبیبہ الکریم صاحب الشفاعۃ والعزۃ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

ھذا آخر مارقم قلم الفقیر القادری محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ،

دار الغربۃ ——— بہاولپور ——— پاکستان

۲۴ مئی ۱۹۸۵ء

BARKATIYA BOOK DEPOT
opp. Anglo Urdu Hr. Secondary School,
Koulpeth, HUBLI-580 028.

ہمارے یہاں قرآن مجید، قاعدہ بغدادی یسرنا القرآن، دینی، اسلامی و درسی کتابیں۔ سبھی اسکولوں کی سبھی ٹیکسٹ بکس۔ نوٹ بکس اور دیگر اسکول کی ضروری اشیاء نیز بریلی شریف کی انگوٹھیاں اور تعویذات وغیرہ سبھی ملتی ہیں

ملنے کا پتہ:۔ کتب خانہ برکاتیہ، قول پیٹ ہبلی ۲۸

سورۃ زمر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ
اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ○
اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۚ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ
اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ
يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا
يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ○ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ
يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ
هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ

Scanned with CamScanner

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ
اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ○ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ
ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ
اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ
خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ
اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ○ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ
عَنْكُمْ ۫ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ
وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ وَاِذَا
مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً
مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا
لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ
اَصْحٰبِ النَّارِ ○ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ
قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي ○
الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○

ترجمہ:

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

کتاب اتارنا ہے اللہ عزت و حکمت والے کی طرف سے۔ بیشک ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب حق کے
ساتھ اتاری تو اللہ کو پوجو نرے اس کے بندے ہو کر۔ ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے۔ اور وہ

Scanned with CamScanner

جنھوں نے اس کے سوا اور والی بنالیے۔ کہتے ہیں ہم تو انھیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں۔ اللہ ان میں فیصلہ کر دے گا اس بات کا جس میں اختلاف کر رہے ہیں۔ بیشک اللہ راہ نہیں دیتا اسے جو جھوٹا بڑا ناشکرا ہو۔ اللہ اپنے لیے بچہ بناتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا۔ پاکی ہے اُسے وہی ہے ایک اللہ سب پر غالب۔ اُس نے آسمان اور زمین حق بنائے۔ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے۔ اور اُس نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا ہر ایک ایک ٹھہرائی میعاد کے لیے چلتا ہے۔ سنتا ہے وہی صاحب عزت بخشنے والا ہے۔ اُس نے تمھیں ایک جان سے بنایا۔ پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور تمھارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے اُتارے۔ تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹ میں بناتا ہے ایک طرح کے بعد اور طرح۔ تین اندھیریوں میں۔ یہ ہے اللہ تمھارا رب اُسی کی بادشاہی ہے۔ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ پھر کہاں پھیرے جاتے ہو۔ اگر تم ناشکری کرو تو بے شک اللہ بے نیاز ہے تم سے۔ اور اپنے بندوں کی ناشکری اسے پسند نہیں۔ اور اگر شکر کرو تو اسے تمھارے لیے پسند فرماتا ہے۔ اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی۔ پھر تمھیں اپنے رب ہی کی طرف پھرنا ہے تو وہ تمھیں بتادے گا جو تم کرتے تھے۔ بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔ اور جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔ اپنے رب کو پکارتا ہے اس کی طرف جھکا ہوا۔ پھر جب اللہ نے اسے اپنے پاس سے کوئی نعمت دی تو بھول جاتا ہے جس لیے پہلے پکارا تھا۔ اور اللہ کے لیے برابر والے ٹھہرانے لگتا ہے تاکہ اس کی راہ سے بہکادے تم فرماؤ تھوڑے دن اپنے کفر کے ساتھ برت لے بیشک تو دوزخیوں میں ہے۔ کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں۔ سجود اور قیام میں آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا۔ تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔ نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

سورۃ الزمر مکیہ ہے اور اس کی پچھتر یا تہتر آیات ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر عالمانہ تنزیل الکتاب نازل کرنا کتاب یعنی قرآن کا بالخصوص یہی سورۃ بزرگ
یہ مبتدا ہے اس کی خبر

من الله العزیز الحکیم ۔ یہ اللہ عزیز حکیم سے ہے نہ کہ اس کے غیر سے جیسے مشرکین کہتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے ۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ سے ہے فلہذا اسے سُن کر اس پر عمل کرو اسی معنیٰ پر کتاب عزیز ہے جو رب عزیز سے عبد عزیز پر بلسان ملک عزیز (فرشتہ) اُمت عزیز کی شان میں نازل ہوئی ہے ۔ وصف عزت و حکمت میں اشارہ ہے کہ ان دونوں صفتوں کے اثرات کتاب میں ظاہر ہیں کہ اس کے احکام کا اجراء اور اس کے اوامر و نواہی کا نفاذ ہے نہ اسے کوئی دفع کرنے والا ہے نہ کوئی روکنے والا اور یہ جمیع حکم باہرہ کی اساس اور بنیاد ہے ۔

فائدہ : حضرت کاشفی مرحوم نے فرمایا کہ وہ مالک ہے اور اپنی تقدیر پر غالب ہے ۔

الحکیم ۔ اور اپنی تدبیر میں دانا ہے اور فتح الرحمٰن میں ہے کہ اپنی قدرت میں عزیز اور اس کی ہر طرز میں پیدا کرنے میں حکیم ہے ۔

انا انزلنا الیک الکتاب بالحق ۔ یہ منزل الیہ کی شان کا بیان ہے اور ان اُمور کا ذکر ہے جو ضروری ہیں اس سے پہلے یہ ذکر تھا کہ منزل کیا ہے اور جس سے نازل ہوا وہ کس شان والا ہے ۔ ہماری اس تقریر سے یہ وہم زائل ہوا کہ لفظ کتاب کا تکرار کیوں حالانکہ یہاں ضمیر کافی ہے ۔ اسم ظاہر کتاب لانے میں اس کی تعظیم اور اس کی شان کا اعزاز مطلوب ہے اور بار انزال کے متعلق ہے یعنی بسبب حق و اثبات و اظہار کے یا محذوف کے متعلق ہے جو نون عظمت (تکلم) سے حال ہے یعنی ہم نے تمہاری طرف نازل کیا در آنحالیکہ ہم اسے حق کے ساتھ نازل کرنے والے ہیں یا الکتاب سے حال ہے یعنی ہم نے اسے نازل کیا حق و صواب کے ساتھ متلبس ہے یعنی جو کچھ اس میں ہے حق ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں اور حتمی طور عمل کا موجب ہے ۔

فائدہ : تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یہ کتاب حق سے اور حق کے ساتھ اور حق پر نازل ہوا اور برہان القرآن میں ہے کہ قرآن مجید میں جہاں اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انا انزلنا الیک سے خطاب فرمایا ہے وہاں تکلیف کا معاملہ ہوگا اور جہاں انزلنا علیک سے خطاب فرمایا ہے وہاں تخفیف ہے چنانچہ اول سورۃ میں الیک ہے تو اس میں اخلاص فی العبودیت کا مکلف بنایا گیا ہے اور سورۃ کو ختم فرمایا تو علیک سے چنانچہ فرمایا وما انت علیھم بوکیل ۔ یعنی تم ان کے متعلق سوال نہیں کیے جاؤ گے ۔ اس میں تخفیف ہے ۔

فاعبد اللہ ۔ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو در آنحالیکہ تم مخلصا لہ الدین اس کے لیے دین کے لیے مخلص ہو ۔

فائدہ : اخلاص یہ ہے کہ بندہ عمل و نیت میں صرف اپنے خالق کے ساتھ مقصد رکھے اور بس ، اس کا کام کسی غرض غیر سے متعلق نہ ہو ۔ یعنی عبادت کرے تو خالص اسی کے لیے کہ اس میں ذرہ بھر

Scanned with CamScanner

شرک وریاء کا شائبہ نہ ہو۔ کیونکہ دین اطاعت کا نام ہے۔[1]

تفسیر صوفیانہ:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم فرمایا ہے کہ اس کی ایسی عبادت کریں کہ عبودیت میں خود کو بھی بھول جائیں بلکہ کونین اور جملہ اہل کائنات کا تصور تک ختم ہو۔ مشاہدہ ربوبیت میں حد عبودیت سے متجاوز نہ ہو جب بندے سے عرش سے تحت الثریٰ کی تمام لذات ختم ہوں تو پھر سمجھا جاتا ہے کہ یہ بندہ عبودیت خالصہ کی راہ چل رہا ہے۔ ؎

گر نباشد نیت خالص چہ حاصل از عمل

ترجمہ۔ اگر نیت خالص نہ ہو تو عبادت و عمل کا کیا فائدہ۔

فائدہ:۔ بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ عبادت خالصہ یہ ہے کہ حکم کی تعمیل میں نہایت درجہ کی عاجزی و انکساری ہو نفس کا اخلاص یہ ہے کہ ہر قسم کی کمی سے دُوری ہو اور قلب کا اخلاص یہ ہے کہ اشخاص کے دیکھنے سے آنکھیں اندھی ہوں اور رُوح کا اخلاص یہ ہے کہ طلب اختصاص کی نفی ہو اور اس طرح کی عبادت کرنے والے ہر زمانہ میں ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ **لا یزال اللہ یغرس فی ھذا الدین غرسًا یستعملھم فی طاعتہ**۔ اللہ تعالیٰ اسی کے دین کا باغ ہر زمانہ میں بوتا رہے گا اور انہیں اپنی طاعت میں لگائے گا۔

فائدہ:۔ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ یہ خطاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہے لیکن مراد اُمت ہے کہ وہی طاعت و عبادت کے اسی طرح مامور ہیں کہ ان کی عبادت شائبہ شرک وریاء سے پاک ہو۔

فائدہ:۔ کشف الاسرار میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس خطاب پر ایسا عمل کر دکھایا کہ جبریل علیہ السلام حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ نبی بادشاہ بننا چاہتے ہیں یا عبد نبی۔ آپ نے فرمایا کہ میں عبد نبی بننا چاہتا ہوں مجھے بادشاہ بننے کی خواہش نہیں اس لیے کہ شاہی تو صرف اللہ تعالیٰ کے لائق ہے اور بندگی ہمیں۔ اگر میں بادشاہی اختیار کروں تو ملک میں ممدود ہو جاؤں گا اور اسی پر فخر کرسکوں گا لیکن مجھے بندگی پسند ہے تاکہ تیرا بندہ کہلاؤں اور مجھے تیرے ملک پر فخر ہو اسی لیے فرمایا **انا سید ولد آدم ولا فخر**۔ میں اولاد آدم کا سردار ہوں لیکن اس کا مجھے فخر نہیں۔ بلکہ مجھے اپنے خالق پر فخر ہے کیونکہ سوائے اس کے مجھ پر کسی کا قبضہ نہیں اگر اس کے سوا کسی اور پر فخر کروں تو وہی میرا مطمع نظر ہو گا اور **فاعبد اللہ مخلصًا** کے خلاف ہو جائے گا اور میں اس کے کسی حکم کو چھوڑنا نہیں چاہتا

---

[1] جلالین وغیرہ ۱۲۔
[2] عرائس البیان ۱۲۔

اور نہ ہی اس کے سوا کسی کو مطمع نظر بنانا چاہتا ہوں اسی لیے مجھے اس کے سوا کسی پر فخر نہیں۔

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

گدائی درِ جاناں بسلطنت مفروش
کسی زسایۂ ایں در بآفتاب رود

ترجمہ:۔ محبوب کے دروازہ کی گدائی کو سلطنت کے لیے نہ بیچ وہ کونسا بے عقل ہے جو اس دروازہ کے سایہ سے نکل کر سورج کی تپش میں جائے گا۔

تفسیر عالمانہ:۔ الا ۔ خبردار ۔ للّٰہ ۔ اللہ تعالیٰ کے لیے واجب اور اس کا حق ہے الدین الخالص ۔ دین کا شرک سے خالص ہونا۔ یعنی خبردار اس اللہ کے لیے دین خالص کو خالص کرو جو صرف وہی عبادت کا حقدار ہے کیونکہ وہ صفاتِ اُلوہیت میں اور اطلاع علی الغیوب و اسرار میں منفرد ہے اور نعمتیں صرف اُسی کی ہیں اور اُسی سے اسے کوئی فائدہ و نفع کی ضرورت بھی نہیں۔

فائدہ:۔ اس کا ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے وہ دین پیش کرو جو خواہشات سے اور شک و شرک سے دور ہو اس سے ہی اس کا قرب حاصل ہوتا ہے اور یہ اس کی رحمت محض ہے نہ کہ اس کی اسے ضرورت اور حاجت ہے۔[1]

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ دین خالص وہ ہے جو سارے کا سارا اسی کا ہو اس میں بندے کو ذرہ برابر بھی اپنا فائدہ ملحوظ نہ ہو اور مخلص وہ بندہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے جود و کرم سے حبس وجود سے نجات بخشے اس میں بندے کی جد و جہد کو دخل نہ ہو۔

فائدہ:۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ دین خالص سے اسلام مراد ہے اس لیے کہ اسلام کے سوا باقی تمام ادیان غیر خالص ہیں کیونکہ ان میں شرک کی ملاوٹ ہوتی ہے جس میں شرک کی ملاوٹ ہو وہ اللہ تعالیٰ کا دین نہ ہوگا اور نہ ہی اس کے لیے داخل ہونے کا حکم ہے اللہ تعالیٰ صرف وہی دین قبول کرتا ہے جو اسلام ہے اور بس۔

حدیث شریف (۱):۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] الکواشی ۱۲

Scanned with CamScanner

سے عرض کی کہ میں کچھ صدقہ کرنا چاہتا ہوں لیکن اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ لوگوں کی تعریف بھی چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے وہ اللہ تعالیٰ اس شے کو قبول نہیں کرتا جس میں غیر کو شریک کیا جائے اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی الا للہ الدین الخالص۔

حدیث شریف (۲):- حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو عمل میرے لیے کیا جائے لیکن اس میں دوسرے کو شریک کیا جائے تو وہ عمل اس کا ہو گا لیکن میں اس سے بیزار ہوں اور میں شرک سے بالکل لاپرواہ ہوں۔

حدیث شریف (۳):- حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وہ عمل بالکل قبول نہیں کرتا جس میں ذرہ برابر ریا کی ملاوٹ ہو۔

زِ عَمرو اے پسر چشمِ اُجرت مدار
چو در خانۂ زید باشی بکار

ترجمہ:- اے عزیز عمرو سے اُجرت کی اُمید نہ رکھ جب تک کہ تو زید کے گھر میں کام کرتا ہے۔

فائدہ:- اللہ تعالیٰ کو وہ عبادت لائق ہے جو منافقت سے پاک ہو اور وہ طاعت چاہیئے جس میں ریا نہ ہو گوہر اخلاص وہ حاصل کرے گا جس کا دل سچا اور دریائے سینہ صاف ہو۔

حدیث شریف (۴):- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا اخلاص کیا ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا اخلاص کیا ہے اُنھوں نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ اخلاص کیا ہے تو فرمایا یہ میرے اسرار میں سے ایک راز ہے یہ میں نے اس بندے کے دل میں امانت رکھا ہے جو میرا محبوب ہے بلکہ میرے خزینۂ اسرار سے یہ ایک گوہر ہے جسے میں اسے باہر لایا ہوں اور اپنے محبوبوں کے دل کی گہرائی میں امانت کے طور رکھا ہے اور میری دوستی کا نتیجہ اسی اخلاص میں ہے کہ بندگی کا لباس پہن کہ محبت اسی سے نصیب ہوتی ہے اگر یہ نہ ہو تو بندگی کی خلعت اُتار لی جاتی ہے۔ بندہ جو کام کرتا ہے دل سے ہی کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ محبت حق میں پراگندہ امور کو جمع کرے یہ نہ ہو سکے گا۔ جسم کا کام ہے نماز و روزہ اور دل کا کام ہے دوستی حق اور دوستی حق کی نشانی یہ ہے کہ جو کچھ بھی دوست سے آجائے اگرچہ کتنا ہی کڑوا ہو وہ میٹھا محسوس ہو۔

از دوست بتو آید بر دیدہ نہی
ولو بید الحبیب سقیت سمًا

ترجمہ:۔ دوست سے کچھ بھی آئے اسے آنکھوں پر رکھو اگر دوست سے زہر ملے تب بھی پی لو۔

لکان السم من یدہ یطیب
زہریکہ بیاد تو خورم خوش آید

ترجمہ:۔ دوست کے ہاتھ سے زہر بھی حلوہ ہے کیونکہ وہ زہر جو تمھاری یاد میں پیوں گا وہ زہر پینے کے لائق ہو گی۔

دیوانہ ترا ببیند و باہوش آید
آں دل کہ تو سوختی ترا شکر کند

ترجمہ:۔ دیوانہ تجھے دیکھ لے تو ہوش میں آجائے گا وہ دل جو تجھ سے جل گیا اسے شکر کرنا چاہیئے۔

و آں خون کہ تو ریختی بتو فخر کند
ان دل کہ تو سوختی ترا شکر کند

ترجمہ:۔ اور وہ خون جو تیرے لیے گرا اسے فخر کرنا چاہیئے۔ وہ دل جو تو نے جلایا وہ تیرا شکر کرے گا۔

تفسیر عالمانہ

والذین اتخذوا من دونہ اولیاء۔ اور جن مشرکوں نے بنا رکھا ہے یعنی معبود بنا لیا ہے اللہ کے سوا) یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت سے متجاوز ہو کر دوسروں کو رب اور معبود بنایا) جیسے ملائکہ اور عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام اور بتوں کو یہ عبادت الٰہی میں مخلص نہیں بلکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ دوسروں کی عبادت کو ملایا ہے درانحالیکہ وہ قائل ہیں۔

ما نعبدھم۔ ہم ان اولیاء من دون اللہ کی کسی اور ارادہ پر پرستش نہیں کرتے۔

الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ۔ زلفیٰ بمعنی تقریب ہے یہ مفعول مطلق ہے جملہ کی تاکید کرتا ہے اس لیے کہ اس کا ہم معنیٰ ہے۔ مشرکین سے جب پوچھا جاتا کہ زمین و آسمان کا خالق کون ہے تو کہتے اللہ۔ ان پر سوال ہوتا کہ پھر تم بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو تو جواب دیتے کہ ہم ان کی اس لیے پرستش کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں۔

فائدہ:۔ تفسیر کاشفی میں ہے تاکہ یہ بت ہماری سفارش کریں اور ہم ان کی شفاعت سے بلند مراتب پائیں۔

Scanned with CamScanner

بُت پرستی کی اصل وجہ

امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ نے فرمایا بُت پرستی کی اصل وجہ یوں ہے کہ بت پرستوں کے لیڈر اللہ تعالیٰ کو ہر طرح سے منزہ و مقدس منوانے کی کوشش کرتے اسی پر عوام کو مجبور کرتے لیکن اس سے انھیں محسوس ہوا کہ اس عقیدہ سے اللہ تعالیٰ کی تعطیل (معطل ہونا) ذہنوں میں اثر انداز ہو رہی ہے تو بت (مجسمے) بنا کر انہیں ریشمی لباس اور زیورات و جواہر سے مزین کیا اور ان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تاکہ انھیں اللہ تعالیٰ کی ذات کی یاد نصیب ہو کہ وہ اگرچہ ان سے غائب ہے لیکن ان بتوں کی وجہ سے یاد آتا رہے گا اور یہ حرام اس لیے ہے کہ یہ منصوبہ انہوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا۔

ان اللہ ۔ یہ اسم موصول کی خبر ہے۔

یحکم بینھم ۔ بیشک اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا درمیان بت بنانے والے غیر مخلصین اور حق پرست مخلصین کے درمیان یہاں اسے اس لیے حذف کیا گیا کہ قرینہ حالیہ اس پر دلالت کرتا ہے۔

فیما ھم فیہ یختلفون ۔ اس میں کہ وہ اختلاف کرتے ہیں جیسا ان کا اختلاف مشہور ہے کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی توحید کے مدعی ہیں اور مشرکین اس کے ساتھ شریک کے قائل ہیں ہر ایک اپنے دعویٰ پر بڑے دعاوی پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ ان کے لیے قیامت میں یوں فیصلہ فرمائے گا کہ اہل ایمان کو بہشت عطا فرمائے گا اور اہل کفر و شرک کو دوزخ میں داخل فرمائے گا۔

ھم ۔ ضمیر ان ہر دونوں کی طرف راجع ہے۔

ان اللہ لا یھدی ۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہدایت الی الحق کی توفیق نہ بخشے گا حالانکہ یہی حق ان کی نجات از تکالیف اور فائز الی المطلوب کا موجب ہے۔

من ھو کاذب کفار ۔ وہ جو جھوٹا اور ناشکرا ہے یعنی راسخ فی الکذب اور بہت بڑا کفر کا خوگر ہے۔ کاذب میں مبالغہ کا معنیٰ ہے اس لیے کہ بعض قراتوں میں کذاب و کذوب بھی آیا ہے کیونکہ یہ بصیرت سے کورے اور ہدایت کو قبول کرنے والے نہیں اس لیے کہ وہ گمراہی میں منہمک ہونے کی وجہ سے

لہ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان ھی الا اسماء سمیتموھا ما انزل اللہ بھا من سلطان اس سے انبیاء و اولیاء کی شفاعت کا انکار یا ان کو بت پرستی شامل کرنا جہالت ہے اس لیے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے وسیلہ بنانے اور ان کی شفاعت طلب کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

Scanned with CamScanner

ہدایت فطرت اصلیہ کھو چکے ہیں۔

فائدہ: الوسیط میں ہے کہ یہ حکم اس بدقسمت کے لیے ہے جس پر محرومی از ہدایت تقدیر بن چکی ہے ایسا بدبخت کبھی صدق و ایمان کی طرف راہ نہ پائے گا۔

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

گر جان بدہد سنگ سیہ لعل نگردد
با طینت اصلی چہ کند بدگہر افتاد

ترجمہ: جان کی بازی لگانے سے سیہ پتھر لعل (گوہر موتی) نہ ہو سکے گا طینت اصلی کے ساتھ بدگوہر کا کیا مقابلہ۔

فائدہ: کذب سے مراد ان کا عقیدہ کہ بعض بندگان خدا اللہ تعالیٰ کی اولاد ہیں اور ان کے بت ان کی شفاعت کریں گے اور ان کی پرستش اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہے اور ان کا کفران کی بعض بندگانِ خدا کی پرستش کرنا منعم حقیقی کو بھول کر اس کی نعمتوں کی ناشکری کرنا۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ اپنے اور عالم کے صانع کی معرفت انسان کی جبلت اور اس کی عبادت اس کی مقتضائے طبع میں ہے اور اس کا تقرب فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا کی خصوصیت سے ہے لیکن معرفت فطری اور عبادت طبعی کا اعتبار اس لیے نہیں کہ اس میں شرکت لغیر اللہ کی ملاوٹ ہو جاتی ہے کیونکہ یہ اس کے نفس کی نشاط اور اتباع خواہشات سے ہوتی ہے ہاں وہ معرفت معتبر ہے جو توحید خالص سے حاصل ہو اس کی علامت یہ ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت قبول کرے اور ان پر ایمان لائے اور ان پر نازل شدہ کتب کو مانے اور خواہشات نفسانیہ کے خلاف کرے اور وہ عبادت قبول ہے جو بموافق شرع ہو طبع کی موافقت میں عبادت ناقابل قبول ہے اور تقرب الی اللہ اور اُسکی فرائض و نوافل سے ہوتا ہے اور ان طریقوں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ ہیں یا وہ جو ان کے موافق ہیں (یعنی بدعات حسنہ) دلیل یہ ہے کہ شیطان بھی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے لیکن بموافق طبع کے چنانچہ جب اسے اس کی طبع کے خلاف سجدۂ آدم کا حکم دیا گیا تو اس نے انکار کر دیا بلکہ اُلٹا تکبر کیا اسی لیے وہ کافر ہو گیا! باوجودیکہ اس سے قبل وہ ملائکہ مقربین کی صف میں تھا یہی حال ان فلاسفہ کا ہے جو انبیاء علیہم السلام کی اتباع کے منکر ہیں باوجودیکہ وہ بھی معرفت الٰہی و تقرب الی اللہ کے مدعی ہیں اور ان کے پاس علوم و فنون اور طاعات و عبادات کی بھی بہتات ہے لیکن یہ سب ان کی طبع کی موافقت میں ہے اگر وہ شرع کے موافق ہوتے تو انبیاء

Scanned with CamScanner

علیہم السلام کی اتباع کا انکار کرتے یہ تمام اُمور وہ اپنی خواہشات کے مطابق کرتے۔ امرالٰہی کی اُنہوں نے کوئی پرواہ نہ کی۔ پھر نتیجہ وہی ہوا جسے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ھباءً منثورًا (اور ہم آگے گیا وہ جو اُنہوں نے عمل کیے ہم نے اُڑتی غبار کی طرح بنا دیا) آج ہر ایک اپنی مرضی پر دین ومذہب میں حقیقت کا مدعی ہے اور ہر ایک کے اپنے اصول ہیں لیکن ان کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں یوں کہ اہل حق کے سینے نور اسلام سے اور اُن کے قلوب میں ایمان لکھ کر اور اپنی روح سے اُن کی تائید کرکے اور شواہد حق اُن کے سامنے واضح کرکے اور اُن کی اَرواح کو تجلیات جمالی وجلالی سے روشن کرکے حق کو ثابت کرتا ہے اور اہل ہوا و بدعت کے سینے تنگ کرکے اور اُن کے قلوب کو سخت کرکے اور اُن کی آنکھوں سے اسرار کو پوشیدہ رکھ کر اور ان کی رُوح کو حجابات سے ڈھانپ کر باطل کو مٹاتا ہے اور آخرت میں یوں کہ اہل حق کے چہرے سفید ہوں گے اور اعمال نامے اُن کے سیدھے ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور اُن کے اعمال کے ترازو بوجھل ہوں گے اور پلصراط پر ان کا سلامتی سے گزر ہوگا اور اُن کے آگے اور دائیں جانب نور ہی نور ہوگا اور انہیں بہشت میں داخل کیا جائے گا اور اُن کے درجات بلند کیے جائیں گے اور اہل باطل کے قیامت میں چہرے کالے سیاہ ہوں گے اور اُن کے عملنامے بائیں ہاتھ میں اور پیٹھ پیچھے دیئے جائیں گے اور اُن کے اعمال کے ترازو ہلکے ہوں گے اور پلصراط سے ان کے قدم ڈگمگا جائیں گے انہیں جہنم میں داخل کیا جائے گا اور جہنم کے گہرے گڑھے میں اُن کی رہائش ہوگی۔

فائدہ:۔ ان اللہ لایھدی الخ میں ان لوگوں کی تہدید ہے جو اپنے مرتبہ سے بڑھ کر غیر مقام کے درپے ہوتا ہے اور اس مرتبہ کا مدعی ہے جس میں اسے ذرہ برابر بھی صداقت نہیں ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کبھی سیدھی راہ نہیں دکھائے گا اور اس کی سزا یہ ہے کہ اسے غلط دعویٰ کی بنا پر ایسے مرتبہ سے اسے ہمیشہ محروم رکھے گا۔

حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

گر انگشت سلیمانی نباشد
چہ خاصیت دہد نقش نگینی

ترجمہ:۔ اگر انگشت سلیمانی نہ ہو تو نگینہ کا نقش کیا خاصیت دے گا۔

خدا زاں خرقہ بیزار است صد بار
کہ صد بت باشدش در آستینی

Scanned with CamScanner

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایسے خرقہ سے سو بار بیزار ہے کہ جس کی آستین میں سو بت ہوں۔

حقیقت حال کے تحقق سے پہلے ہی دعویٰ کرنے سے بچنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہی منعم ہے وہی مستعان ہے۔

تفسیر عالمانہ: لو اراد اللہ ان یتخذ ولدا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اپنے لیے اولاد بناتا جیسے مشرکین کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنا رکھی ہے۔

لاصطفیٰ۔ تو البتہ اختیار کرتا

مما یخلق۔ اس میں سے کہ جسے وہ پیدا کرتا ہے اپنی مخلوق کی کسی جنس میں سے۔

ما یشاء۔ جو چاہتا صرف مریم و عیسیٰ و عزیر (علیہم السلام) کی تخصیص نہ کرتا اس کی مخلوق میں سے ان سے اور بھی معزز و مکرم تر موجود ہیں۔ انھیں ہی اولاد بنا لیتا لیکن وہ ایسا نہیں کرتا کیونکہ یہ اس کے لیے ممتنع ہے اور ممتنعات سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و ارادہ کا کوئی تعلق نہیں ورنہ اصطفاء از خلق اس کے اختیار میں پہلے سے موجود ہے مثلاً اس نے چاہا تو ملائکہ وغیرہ سے رسول بنائے چنانچہ فرمایا اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا و من الناس۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں جن سے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ اسی لیے اتخاذ کے بجائے اصطفاء کہا ہے۔

فائدہ: بعض نے کہا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر وہ اولاد بنانا چاہتا تو نہ بنا سکتا کیونکہ یہ تحت قدرت نہیں ہاں اپنی مخلوق میں جسے چاہے مراتب کے لیے چن لے تو وہ اختیار رکھتا ہے۔

فائدہ: حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چاہتا اپنی مخلوق میں سے کسی کو بنا لیتا۔ عزیز ترین و مکرم ترین اشیاء میں سے ایسے ہی احسن و اکمل اشیاء سے لیکن ایسا نہیں کرتا اس لیے کہ مخلوق خالق کے مماثل اور مجانس نہیں حالانکہ والد اور اولاد کے درمیان مجانست شرط ہے اس لیے اس کا کوئی فرزند نہیں۔

سبحانہ۔ سبح کا مصدر ہے بمعنی تنزہ یعنی وہ ایسے اتخاذ سے بالذات منزہ ہے اور اس سے بھی منزہ ہے جو اس کی طرف اولاد و اولیاء (شریک) منسوب کرتے ہیں۔ سبحان بمعنی تسبیح کا علم ہے جو بندوں کی زبانوں پر بولا جاتا ہے۔ اس کا معنیٰ ہے میں اس کی تسبیح پڑھتا ہوں جو اس کے لائق ہے یا معنیٰ یہ ہے کہ اس کی وہ تسبیح پڑھو جو اس کی شان کے لائق ہے۔

ھو۔ مبتدا ہے اس کی خبر اللہ ہے وہ اللہ جو الوہیت سے موصوف ہے الواحد وہ واحد ہے کہ اس کا کوئی ثانی نہیں اور اولاد باپ کا ثانی اور اس کی جنس اور اس کی مشبہ ہوتا ہے۔ بحر العلوم میں ہے

Scanned with CamScanner

کو واحد یعنی وہ موجود جو ترکیب و مماثلت سے ذاتاً، صفاتاً منزہ ہے اسی لیے اس کی اولاد نہیں کیونکہ اولاد باپ کا ذات وصفت میں مماثل ہوتا ہے۔

القہار۔ وہ اپنی قہاریت کی وجہ سے جنس و شبہ کو قبول نہیں کرتا۔

فائدہ: الارشاد میں ہے کہ وہ کل کائنات پر غالب ہے تو پھر اس کے لیے اولاد کا کس طرح تصور کیا جاتا ہے جبکہ یہ تمام اشیاء فانی ہیں اور فانی باقی کے لائق کب ہو سکتی ہیں۔

خلق السمٰوٰت والارض۔ آسمان اور زمین اور اُن کے مابین کی تمام اشیاء کو اس نے پیدا کیا ہے۔ تمام موجودات اسی کی پیدا کردہ ہیں درانحالیکہ وہ متلبس ہیں۔

بالحق۔ اور صواب کے ساتھ جو ہزاروں حکمتوں اور بے شمار مصلحتوں پر مشتمل ہیں۔ ان میں باطل اور عبث کو دخل نہیں۔

فائدہ: حضرت کاشفی مرحوم نے فرمایا کہ آسمان وزمین کو سچائی کے ساتھ پیدا فرمایا کہ باطل و عبث سے بلکہ ان کے ہر ایک میں ہزاروں آثار و قدرت اور بے شمار اطوار حکمت ہیں تاکہ انہیں عبرت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور اس سے معرفت کے دلائل کا مطالعہ کریں۔ ؎

نوشتہ است بر اوراقِ آسمان و زمیں
خطے کہ فاعتبروا منہ یا اولی الابصار

ترجمہ: اوراق آسمان و زمین پر لکھا ہے کہ اے عقل والو اس سے عبرت حاصل کرو۔

یکور الیل علی النہار و یکور النہار علی الیل۔

حل لغات: تاج المصادر میں ہے کہ تکویر اللیل علی النہار کا معنی ہے رات کو دن سے ڈھانپ لینا امام راغب نے مفردات میں لکھا کہ تکویر الشئ بمعنی شے کا پھرنا اور ایک شے کو دوسری شے سے ملانا جیسے پگڑی کے بل ایک دوسرے کے ساتھ ملائے جاتے ہیں۔

یکور الیل الخ میں سورج کا اپنے مطالع کی طرف جاری ہونے اور رات دن کے بڑھنے گھٹنے کی طرف اشارہ ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ دن رات ہر ایک دوسرے کو ڈھانپتے ہیں ایسے جیسے لباس لباس والے کو ڈھانپ لیتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں لاتا ہے کہ رات کے ظلمانی پردے دن کی نورانیت کو پوشیدہ کر دیتے ہیں اور دن کو رات پر یوں لاتا ہے کہ اس کے شعلے اور روشنی رات کی تاریکی کو چھپا لیتے ہیں۔ دراصل وجہ یہ ہے کہ نور و ظلمت اللہ تعالیٰ کے دو بھاری اور عظیم لشکر ہیں ہر ایک دن اور رات میں ایک دوسرے پر حملہ کر کے غلبہ پاتے رہتے ہیں[1]۔ یا ہر ایک دوسرے میں ایسے چھپ جاتا ہے

---

[1] تفسیر الکبیر ۱۲

Scanned with CamScanner

جیسے ملفوف لفافہ میں کہ دیکھنے والا نہیں دیکھ سکتا یا یوں سمجھو کہ جیسے پگڑی کا بل دوسرے کو لپیٹ کر اسے اندر چھپا لیتا ہے۔ ایسے رات دن میں اور دن رات میں چھپ جاتے ہیں۔

وسخر الشمس والقمر۔ اور سورج اور چاند کو مسخر کیا یعنی ان دونوں کو امر الٰہی کے تابع فرمایا کل۔ ہر دونوں۔ یجری چلتے ہیں اپنے بروج پر لاجل مسمّٰی میعاد مقررہ کے لیے یعنی ہر دن یا مہینے یا منقطع حرکت میں دورہ کے منتہٰی تک یعنی سیر کے انقطاع تک اس سے قیامت کا دن مراد ہے اور یہ سب کچھ بنی آدم کے منافع کے لیے ہے۔

حدیث شریف:۔ سورج پر سات فرشتے مقرر ہیں جو اس پر برف پھینکتے رہتے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو جس پر اس کی دھوپ پڑتی اسے جلا دیتی۔

فائدہ:۔ آسمان کے ستارے دو قسم ہیں:۔

(۱)۔ سورج پر گزر کرنے والے جو اس سے روشنی پاتے ہیں۔

(۲)۔ سورج ان پر گزرتا ہے اور ان کو روشنی بخشتا ہے۔

ایسے ہی مومن کی بھی دو قسم ہیں:۔

(۱)۔ جد و جہد یعنی اطاعت و ریاضت سے بارگاہِ حق تک پہنچنے والے تاکہ نورِ ہدایت حاصل کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا والذین جاھدوا فینا لنھدینھم اور وہ جو ہمارے لیے مجاہدہ کرتے ہیں ہم انہیں ہدایت دیں گے۔

(۲)۔ ان پر عنایت ازلی کا گزر ہوتا ہے انہیں اللہ تعالیٰ نورِ معرفت عطا فرماتا ہے چنانچہ فرمایا افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علٰی نور من ربہ۔ (تو وہ کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے سینہ کھولا ہے تو وہ اپنے پروردگار کے نور پر ہے)۔

الا۔ جان لو کہ ھو صرف وہی العزیز غالب اور ہر شے پر قادر ہے تو بے فرمانوں کو سزا دینے پر قدرت رکھتا ہے۔ الغفار۔ بہت بڑی مغفرت والا ہے اسی لیے وہ کسی کو سزا دینے پر جلدی نہیں کرتا اور صنائع عجیبہ کے فوائد بھی کسی کے گناہ سے سلب نہیں کرتا یہ بھی اس کی رحمت کے آثار اور عموم منفعت سے ہے یعنی بندوں سے معصیت و شرک کے صدور کے باوجود ان سے نعمت سلب نہیں کرتا۔

فائدہ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ غفار وہ ہے جو اچھے فعل کو ظاہر اور قبائح اور ذنوب کو دنیا میں ڈھانپتا اور آخرت میں ان کی سزا سے تجاوز کرتا ہے۔

Scanned with CamScanner

ستاری کے دلائل

العفو یعنی الستر۔ اللہ تعالیٰ کی ستاری کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انسان کے بدن کے قبائح و عیوب کو ایسے طریقے سے جوڑا ہے کہ ان پر کسی کی نگاہ نہیں پڑتی کہ جس سے کسی کو حقارت و نفرت کا موقعہ مل سکے۔ انسان کے وہ قبائح پوشیدہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بندے کے باطن میں اس کے ظاہری جمال سے چھپا رکھا ہے۔ غور کیجئے کہ انسان میں کتنے اندرونی قبائح ہیں جو پوشیدہ ہیں اس کے کتنے حسین منظر ہیں جو ظاہر ہیں کیسا کریم ہے وہ جس نے بندے کے قبائح کو چھپایا اور اس کے حسین منظر کو ظاہر فرمایا۔ اور اس کی دوسری ستاری کی دلیل یہ ہے کہ انسان کے مذموم خیالات کی استقرارگاہ قلب کو بنایا کہ اس پر کوئی بھی آگاہ نہیں ہو سکتا۔ اگر مخلوق کو معلوم ہو جائے کہ وہ دل میں کیا تصور رکھتا ہے اور کھوٹ اور خیانت اور لوگوں سے بدظنی کے کیا کیا ارادے رکھتا ہے تو اس سے نہ صرف بیزار ہو جائیں بلکہ اس کی جان نکال لیں۔ دیکھا تم نے کہ اس نے کس طرح انسان کے اسرار و عوارف کو پوشیدہ رکھا ہے۔ اس کی ستاری کی تیسری دلیل یہ ہے کہ بندے کے وہ گناہ بھی بخش دیئے کہ جن کا وہ بھرے مجمع میں رسوائی کا مستحق تھا بلکہ بندے سے وعدہ فرمایا کہ اس کے سیئات کو حسنات سے بدل دے گا تا کہ اس کے گناہوں کے قبائح نیکیوں کے ثواب سے چھپ جائیں بشرطیکہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو۔

فائدہ: بندے کا اس اسم سے حظ یہ ہے کہ دوسرے (مومن بھائی) کے وہ عیوب ڈھانپے جن کے ظاہر ہونے کو وہ نہیں چاہتا۔

حدیث شریف: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے مسلم بھائی کے عیوب چھپائے تو قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کے عیب چھپائے گا۔

مسئلہ: گلہ گو، عیب کا متلاشی، برائی کا برائی سے بدلہ دینے والا اس حدیث سے مستغنی ہیں اور نہ وہ ایسی اعلیٰ صفت سے موصوف ہو سکتے ہیں اور وہ شخص اس صفت سے موصوف ہو سکتا ہے جو مخلوق میں کسی کا عیب ظاہر نہ کرے بلکہ ہو سکے تو ان کے ساتھ احسان کرے کیونکہ مخلوق میں نیکی ہے تو برائی بھی اور کمال ہے تو نقص بھی۔ جو شخص مخلوق کے قبائح سے بے خبر ہے لیکن ان کے محاسن کو کھول کر نہیں بتاتا ہے تو ایسا شخص خوش نصیب نہ ہوگا ایسے شخص کو اسم غفار سے وافر حصہ نصیب نہیں ہوا۔

حکایت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریین کے ساتھ مردار (کتے) پہ گزرے تو آپ کے حواری

کتے مرداں کے قبائح بتاتے اور کتنا بدبودار ہے تو آپ فرماتے اس کے دانت کیسے بہترین اور سفید ہیں۔
سبق :۔ اس میں تنبیہ ہے کہ شے کے قبائح کے بجائے اس کے محاسن کا ذکر کیا جائے۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا :۔

مکن عیب خلق اے خردمند فاش
بعیب خود از خلق مشغول باش

ترجمہ :۔ مخلوق کا عیب ظاہر نہ کر اے خردمند۔ مخلوق کے بجائے اپنے عیب میں مشغول ہو جا۔

چو باطل سرایند نگمار گوش
چو ستر بینی نظر را بپوش

ترجمہ :۔ جب برائی کا ذکر ہو تو اس طرف کان نہ لگا۔ جب کوئی عیب نظر آئے تو آنکھ بند کر دے۔

تفسیر عالمانہ

خلقکم۔ اے لوگو! تمہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا من نفس واحدۃ ایک ہی نفس یعنی آدم علیہ السلام سے ثم جعل منھا۔ پھر پیدا فرمایا اس جنس سے یا اس کی چھوٹی ہڈی سے اس سے وہ ہڈی مراد ہے جو انسان کی کمر میں ہے۔ یہی اس کی ہڈیوں میں سے آخری ہڈی ہے یعنی انسان کی بائیں جانب کی پسلی ہیں۔

زوجھا۔ اس کی زوجہ یعنی بی بی حوا (علیٰ نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام) ثم کا عطف محذوف پر ہے اور وہ نفس کی صفت ہے۔ دراصل عبارت یوں ہے من نفس واحدۃ خلقھا ثم جعل منھا زوجھا فشفعھا۔ یعنی اسے ایک ہی نفس سے پیدا فرمایا۔ پھر اس کی زوجہ کو پیدا فرما کر اس کے ساتھ ملایا۔

بظاہر آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ذریۃ آدم بی بی حوا (علیٰ نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام) سے پہلے پیدا فرمائی حالانکہ ایسا ہرگز نہیں (جیسا کہ سب کو معلوم ہے)۔

تفسیر صوفیانہ

انسان کو ایک نفس سے پیدا فرمایا اس سے رُوح مراد ہے اور اس سے اس کی زوجہ کو بنایا اس سے قلب مراد ہے کیونکہ اسے رُوح سے پیدا فرمایا گیا ہے۔ جیسے بی بی حوا حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہما السلام کی بائیں پسلی سے پیدا کی گئی ہیں۔ نتیجہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ ایسی تخلیق میں منفرد ہے اسی لیے لازم ہے کہ اس کا عرفان حاصل کیا جائے اور بلا اشراک صرف اسی کی عبادت کی جائے۔

وانزل لکم۔ اور تمہارے لیے فیصلہ فرمایا اور قسمت میں لکھا۔

سوال۔ تم نے نزول کو فیصلہ اور قسمت سے کیوں تعبیر فرمایا۔

جواب :۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور بندوں کی قسمتیں نزول من السماء سے تعبیر کی جاتی ہیں اس لیے کہ انہیں لوح محفوظ

Scanned with CamScanner

میں کہا جاتا ہے یا انزال بمعنی احداث و انشاء ہے یعنی تمہارے لیے پیدا فرمائے ہیں ساتھ ان اسباب کے جو آسمان سے نازل ہوتے ہیں جیسے بارش اور ستاروں کی شعاعیں۔ اس کی نظیر قد انزلنا علیکم لباسا ہے ظاہر ہے کہ آسمان سے لباس تو نہیں اتارا گیا ہاں اس کا سبب آسمان سے اترا ہے یعنی بارش کا پانی کہ جس سے روئی اون پیدا ہوئے اور ان سے لباس تیار ہوا۔ من الانعام۔ جانوروں میں سے **ثمانیة ازواج** آٹھ جوڑے نر مادہ اس نے۔ اونٹ۔ گائے۔ بھیڑ اور بکری کے نر مادہ مراد ہیں۔

سوال:۔ انہیں ثمانیة ازواج کیوں کہا گیا۔

جواب:۔ اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک کا نر اپنی مادہ کا زوج اور اس کی مادہ اپنے نر کے لیے زوج ہے اسی اعتبار سے یہ تمام آٹھ ہوئے مثلاً اونٹ اور گائے۔ بھیڑ اور بکری کا نر مادہ۔ ان کا مجموعہ آٹھ ہوا۔ گھوڑا خچر اور گدھا اس حکم سے خارج ہیں۔ بحر العلوم میں ہے کہ شے اگر اکیلی ہو تو فرد کہلاتی ہے اگر

فائدہ:۔ اس کے ساتھ اس کی جنس میں سے دوسری ملائی جائے تو ان میں سے ہر ایک کو زوج کہا جاتا ہے۔ اس معنیٰ پر وہ زوجان بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا خلق الزوجین الخ زوجین کو پیدا فرمایا یعنی نر مادہ کو لیکن گنتی کے وقت زوج فرد کے خلاف کا نام ہے جیسے چار۔ آٹھ بخلاف تین۔ سات وغیرہ کے کہ وہ زوج کے خلاف یعنی طاق ہیں۔

سوال:۔ انعام میں ان چاروں کی تخصیص کیوں؟

جواب:۔ چونکہ انسان ان سے بہت زیادہ نفع حاصل کرتا ہے اسی لیے ان کی تخصیص ہوئی مثلاً گوشت اور چمڑا اور بال۔ اون وغیرہ وغیرہ۔

تفسیر صوفیانہ

:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ پیدا فرمائے آٹھ جوڑے جانوروں کے۔ اس سے آٹھ صفات مراد ہیں:۔

۱۔ کھانا	۲۔ پینا	۳۔ ٹٹی پھرنا	۴۔ پیشاب کرنا
۵۔ شہوت	۶۔ حرص	۷۔ طمع و لالچ	۸۔ غضب

ان آٹھ کی اصل صرف دو صفتیں ہیں:۔

شہوت اور غضب

اس لیے ہر حیوان میں ان دو کا ہونا ضروری ہے اس لیے کہ حیوان کی بقا ان دونوں پر ہے کیونکہ شہوت سے اپنے نفس سے منافع حاصل کرکے اور غضب سے نقصانات کو رفع کرتا ہے۔

Scanned with CamScanner

تفسیر عالمانہ:- یخلقکم فی بطون اُمھٰتکم۔ تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں تمھیں پیدا فرمائیگا۔ اُمھٰت اُم کی جمع ہے اس میں ہاء اہراق کی طرح زائد ہے کہ یہ دراصل اماق تھا۔ خلقاً من بعد خلق۔ ایک تخلیق کے بعد دوسری تخلیق یعنی ایک تخلیق دوسری تخلیق میں درج ہوتی چلی جاتی ہے مثلاً پہلے ہڈیاں نہیں ہوتیں صرف گوشت ہوتا ہے پھر گوشت میں ہڈیاں ملائی جاتی ہیں ایسے ہی پہلے صرف لوتھڑا ہوتا ہے جس میں انسانی اعضاء کی صورت اور شکل تیار ہوتی ہے جبکہ اس سے قبل صرف لوتھڑا تھا جس میں صورت و شکل کا کوئی نقشہ نہ تھا اور اس سے قبل علقہ اس سے پہلے نطفہ تھا اس کی نظیر دوسرا ارشاد باری تعالیٰ ہے وقد خلقکم اطواراً۔ فی ظلمٰت ثلٰث۔

تین اندھیریوں میں وہ یہ ہیں:-

۱۔ ظلمۃ البطن ۲۔ ظلمۃ الرحم ۳۔ ظلمۃ المشیمہ

فائدہ:- مشیمہ (بالفتح) بمعنی بچہ دانی یعنی وہ رقیق چمڑا جو بچہ کے اوپر ہوتا ہے۔

یا اس سے مندرج ذیل تین ظلمات مراد ہیں:-

۱۔ ظلمۃ الصلب ۲۔ ظلمۃ البطن ۳۔ ظلمۃ الرحم

تفسیر صوفیانہ:- اس میں اشارہ ہے کہ انسان تین ظلمات میں گھرا ہوا ہے:-

۱۔ ظلمۃ الخلقۃ ۲۔ ظلمۃ وجود الروح ۳۔ ظلمۃ البشریۃ

یا یوں کہو وہ مندرجہ ذیل تین ظلمات میں ہے:-

۱۔ ظلمۃ الجسد ۲۔ ظلمۃ الطبیعۃ ۳۔ ظلمۃ النفس

جیسے بچہ ولادت کے وقت ظلمات مذکورہ سے نکل کر عالم ملک وشہادت کی طرف آتا ہے ایسے سالک راہ حق ولادت ثانیہ میں ظلمات مذکورہ مسطورہ ظلمات سے نکل کر عالم ملکوت کے نور کی طرف آتا ہے اور عالم غیب مقام قلب ور وح میں ہے۔

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

بال بکشا و صفیر از طوبےٰ زن
حیف باشد چو تو مرغے کہ اسیر قفسی

ترجمہ:- پر کھول کر شجر طوبیٰ کو آواز دے تجھ پر بڑا افسوس ہے کہ تیرے جیسا عالی شان پرندہ پنجرے میں قیدی ہے۔

تفسیر عالمانہ:- ذٰلکم۔ یہ اشارہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے جمع اس لیے کہ افعال مذکورہ بھی اس میں شامل ہیں یہ محلاً مرفوع اور مبتدا ہے یعنی وہ ذات جو عظیم الشان ہے

جس کے افعال اُوپر مذکور ہوئے۔

اللہ۔ مبتدا ربکم خبر ہے۔ یہ دونوں مبتدا و خبر مل کر ذلکم (مبتدا) کی خبر ہیں یعنی وہ اللہ تمہارے مختلف اطوار مذکورہ میں تمہارا مربی ہے ایسے ہی تمہارے بعد کو آنے والی صفات کا مربی اور مالک ہے اسی لیے وہ عبادت کی خصوصیت کا وہی حق ہے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ میں نے تمہیں پیدا کیا اور تمہاری صورت بنائی اور میں وہ ہوں کہ تم پر اپنا انعام مکمل فرمایا اور اپنے جمیع اکرام کے ساتھ تمہیں مخصوص فرمایا اور تمہیں اپنے افضال کے دریا میں غرق کیا اور تمہیں اپنے جمال و جلال کے شہود کے استحقاق کا عرفان بخشا اور تمہیں اپنی توحید کی ہدایت دی اور تمہیں اپنی وحدانیت کی طرف بلایا پس تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میری طرف مکمل طور چل کر نہیں آتے اور تمہیں کیا ہے کہ تم میرے طالب نہیں اور نہ ہی مجھ سے کچھ طلب کرتے ہو اور میں نے تمہیں خوشخبری سنائی ہے کہ الا من طلبنی وجدنی۔ خبردار جو مجھے طلب کرتا ہے مجھے پائے گا۔ ومن کان لی کنت لہ ومن کنت لہ یکون لہ ما کان لی۔ جو میرا ہے میں اس کا ہوں اور جس کا میں ہوں اس کا وہ سب کچھ ہے جو میرا ہے۔

تفسیر عالمانہ: لہ الملک۔ علی الاطلاق اسی کا ہے ملک دنیا و آخرت کا اس میں کسی وجہ سے بھی اس کا کوئی شریک نہیں یعنی اس کو شاہی مطلق لائق ہے اس کی شاہی کو فنا ہے نہ زوال۔

تفسیر صوفیانہ: بعض اکابر نے اس کا معنیٰ یہ بتایا ہے کہ مقامات علیہ وکرامات سنیہ کی طرف بندوں کو پہنچانے کی قدرت صرف اسی کو ہے۔ بندے کو چاہیئے کہ وہ اس سے ناامید نہ ہو کیونکہ وہ قادر ہے اس کے عجز کا تصور تک نہیں۔

تفسیر عالمانہ: یہ جملہ دوسری خبر ہے ایسے (لا الٰہ الا ھو۔ نہیں کوئی معبود سوا اس کے۔ ایسے ہی کوئی مقصود نہیں سوا اسی کے بلکہ اس کے سوا کوئی موجود نہیں وجود مطلق وہی ہے اور اسی کو لائق ہے ہویت مطلقہ اور وحدۃ ذاتیہ۔

فانی تصرفون۔ انی بمعنی کیف ومن ای وجہ ہے یعنی کیسے اور کہاں پھیرے جا رہے ہو کہ مالک حقیقی کے دروازے کو چھوڑ کر اپنے جیسی مخلوق اور عاجز کے دروازے پر جھک رہے ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بجائے بتوں کی عبادت میں مشغول ہو رہے ہو حالانکہ ان کی عبادت کا داعی بھی کوئی نہیں بلکہ ان کی پرستش کے ترک کرنے کے بیشمار اسباب موجود ہیں۔

Scanned with CamScanner

سوال علی رضی اللہ عنہ جواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپ نے کبھی کسی بت کو پوجا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ عرض کیا کیا آپ نے شراب پی۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ مجھے قدرتی طور پر معلوم ہو جاتا تھا کہ کافروں کا یہ فعل یعنی بت پرستی کفر ہے ورنہ اس سے پہلے مجھے از خود معلوم نہ تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا۔

فائدہ:۔ عقل کے دلائل بھی کافی ہیں اس بارہ میں کہ بت پرستی یعنی غیر اللہ کی عبادت باطل ہے پھر جب اس پر دلائل شرعی بھی معاون ہو گئے تو مزید براں تائید ہو گئی۔ بندے پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دروازے کی طرف متوجہ ہو کیونکہ وہی منعم حقیقی اور عبودیت کے لائق صرف وہی ہے کیونکہ وہی سب کا خالق ہے۔

فائدہ:۔ حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عبودیت تین چیزوں کا نام ہے:۔

(۱) حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفا کا ثبوت۔

(۲)۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت میں اُن کی تابعداری۔

(۳)۔ تمام اُمت کے لیے خیر خواہی۔

فائدہ:۔ تمام اشیاء کی تخلیق سے مقصود حقیقی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے چنانچہ فرمایا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ اور میں نے انسان اور جن کو صرف اس لیے پیدا فرمایا تاکہ وہ میری عبادت کریں۔ عبادت کی تفسیر معرفت سے ہو یا کسی اور معنی سے اس لیے کہ معرفت حقیقی عبادت کے سوا حاصل نہیں ہوتی۔

حدیث شریف:۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے بہشت میں داخل کر دے اور دوزخ سے دور رکھے۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے سوال تو بہت بڑا کیا ہے لیکن جس پر اللہ تعالیٰ آسان فرمائے تو آسان ہے اور وہ یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور زکوٰۃ دینا اور رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔ پھر فرمایا کہ میں تمہیں ابوالخیر کی خبر نہ دوں وہ یہ کہ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو ایسے مٹاتا ہے جیسے آگ کو پانی ختم کر ڈالتی ہے اور ایسے ہی آدھی رات کی نماز اس کے بعد آپ نے پڑھا تتجافی جنوبھم عن المضاجع الآیۃ یعنی وہ لوگ جن کی کروٹیں بستروں سے خالی ہوتی ہیں پھر فرمایا کیا تمہیں راس الامر کی خبر نہ دوں جو جملہ اُمور کا ستون اور تمام کاموں کے کوہان

Scanned with CamScanner

کی چوٹی ہے وہ ہے جہاد۔ اس کے بعد فرمایا ایسا عمل نہ بتلاؤں جو تمام کا اصل ہے۔ میں نے عرض کی ہاں آپ
نے اپنی زبان پکڑ لی اور فرمایا اسی کو بند رکھنا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا ہم اس کی وجہ سے پکڑے
جائیں گے۔ فرمایا تجھے تیری زبان روئے جہنم میں اپنے چہرے کے بل یا فرمایا اپنے ناک کے بل تمہیں
گرائیں گے مگر سب زبان کی کرتوتوں سے ؎

ترا دیدہ در سر نہادند و گوش
دہن جائے گفتار و دل جائے ہوش

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے سر پر آنکھیں اور کان اور منہ میں گفتار اور دل میں ہوش کی جگہ رکھی ہے۔

مگر باز دانی نشیب از فراز
نگوئی کہ ایں کوتہ ست آں دراز

ترجمہ۔ تاکہ تم نشیب و فراز جانو لیکن یہ ہرگز نہ کہنا کہ فلاں پستہ قد ہے اور فلاں لمبے قد والا۔

تفسیر عالمانہ:- ان تکفروا به انتم ومن فی الارض۔ اگر تم سارے زمین والے کفر کرو۔ فان اللہ غنی عنکم۔ سن لوکہ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے سے
اور جملہ عالم سے مستغنی ہے یعنی یقین کرلو کہ وہ تمہارے ایمان اور شکر سے بے نیاز ہے ان کے نہ ہونے سے کوئی
فرق نہیں پڑتا۔ غنی وہ ہے جو ہر شے سے بے نیاز اور اپنی ذات و صفات میں کسی شے کا محتاج نہ ہو کیونکہ وہ
از جملہ جہات واجب ہے۔

ولا یرضی لعبادہ الکفر۔ وہ اپنے بندے کے کفر سے راضی نہیں اگرچہ ان کے بعض کے کفر سے اس کا
ارادہ متعلق ہے لیکن وہ ان کے کفر سے راضی نہیں ان کا نفع اور ان سے دفع کا ضرر ان کی رحمت ہے ایسا نہیں کہ
اس سے اسے کسی قسم کا نقصان ہے۔

سوال:- لِعِبَادِہٖ کے بجائے لکم کیوں نہیں فرمایا۔

جواب:- عموم مطلوب ہے تاکہ اہل ایمان و اہل کفر تمام کو شامل ہو کیونکہ عبودیت میں سب شامل ہیں
اور اظہارِ علت ہے کہ اس کی عدم رضا اسی لیے ہے کہ وہ اس کے بندے ہیں۔
رضا بمعنی ترک السخط یعنی غصہ کا ترک اور اللہ تعالیٰ کافروں سے غصہ ترک نہیں فرماتا اسی غصہ

فائدہ:- کی وجہ سے ان کے لیے جہنم تیار فرمائی ہے اس سے عدم ارادہ لازم نہیں اس لیے کہ جو استحسان
رضا میں ہے وہ ارادہ میں نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ خیر و شر ہر دونوں کا ارادہ فرماتا ہے لیکن شر یعنی کفر و
فسق و عصیان سے راضی نہیں اس لیے کہ رضا کا تعلق اچھے افعال سے ہے قبیح سے نہیں۔ یہی

Scanned with CamScanner

اہل سنت اور معتزلہ کا متفقہ مذہب ہے۔

فائدہ :۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان اہل ایمان سے کفر سے راضی نہیں جن کا ذکر ان عبادی لیس لک علیہم سلطان (بیشک میرے بندوں پر تیرا کوئی قابو نہیں) اس تقریر میں عباد یہاں مخصوص عنہ البعض ہے جیسے عینا یشرب بہا عباد اللہ (وہ چشمے جسے اللہ تعالےٰ کے بندے پئیں گے) میں عباد سے مخصوص بندے مراد ہیں۔ یہی اہلسنت اور بعض کا مذہب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کافر کے کفر اور عاصی کی معصیت سے راضی ہے جیسے کہ ان کے لیے ان دونوں کا ارادہ ہے اسی طرح خصاف نے تصریح کی ہے[1]۔

حکایت قدری کی

غیلان قدری المذہب کو ہشام بن عبد الملک نے علمائے شام کے اشارہ پر اسی مسئلہ پر قتل کرا دیا۔ جب اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے کفر پر راضی نہیں۔ ہشام نے سوال کیا تو وہ کافر کے کفر کو دفع نہ کر سکا اس معنی پر وہ عاجز ہو گیا اور عاجز معبود ہونے کے لائق نہیں اگر قادر ہے اور عمداً دفع نہ کیا تو پھر اس سے راضی ہوا (اور یہ بھی اس کی ذات کے لائق نہیں) اس کا جواب غیلان سے نہ بن سکا تو قتل کر دیا گیا۔

سوال :۔ کیا اللہ تعالیٰ کافر کے کفر پر راضی ہے۔

جواب (۱) :۔ اللہ تعالیٰ نے کافر کا کفر پیدا کیا اس طرح سے وہ راضی ہے ایسے ہی اہل ایمان کے ایمان کو پیدا کیا اور وہ اس سے راضی ہے اور وہ علی الاطلاق مالک الملک ہے[2]۔

جواب (۲) بعض اہل اصول نے بتکلف یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کافر کے کفر سے بحیثیت دین کے راضی نہیں اور نہ وہ اسے اچھا سمجھتا ہے اس لیے کہ وہ اس کے وجود سے راضی نہیں ہے کیونکہ وہ ایک فعل ہے اور ہر فعل کا خالق وہی ہے اور اسے پیدا نہ کرتا تو بھی حسن ہے یہی ہے معنیٰ قول باری تعالیٰ کا کہ واللہ لا یحب الفساد۔ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

انتباہ :۔ ہمارے دور میں اس مسئلہ میں الجھنا نہیں چاہیئے۔ بس یہ عقیدہ رکھنا لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے کفر سے راضی نہیں کافر ہو یا مومن۔

مسئلہ :۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل

---

[1] احکام القرآن ۱۲

[2] الاشارۃ المتمم ۱۲

Scanned with CamScanner

میں بندوں کے اختیار کے بعد کافر کے کفر اور عاصی کی معصیت سے راضی ہے۔ اسی لیے اس کا حکم تا ابد متغیر نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کی مدح و ثنا میں فرق آتا ہے اور نہ ہی ایسے لوگوں سے اس کا غضب متروک ہو گا۔ اس طرح سے نزاع اٹھ گیا۔ جو شخص مامن دابۃ الاھو آخذ بناصیتھا ان ربی علی صراط مستقیم۔ (نہیں کوئی جاندار مگر وہی ہے جو اس کی پیشانی کو پکڑے ہوئے ہے بیشک میرا پروردگار سیدھے راہ پر ہے) کا معنیٰ سمجھے گا تو اس پر یہ عقدہ کھل جائے گا اور حقیقت حال منکشف ہو جائے گی۔

وان تشکروا۔ اور اگر تم شکر کرو یعنی اس پر ایمان لاؤ اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرو۔

سوال:۔ تم نے شکر کا معنیٰ ایمان اور توحید کہاں سے سمجھا۔

جواب:۔ چونکہ یہ کفر (اصطلاحی) کے مقابلہ میں مذکور ہوا ہے اسی لیے ہم نے شکر سے ایمان و توحید مراد لی ہے۔

یرضہ لکم۔ اس سے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ دراصل یرضاہ تھا ضمیر شکر کی طرف راجع ہے اور الف عامل جازم (انْ) کے وجہ سے گر گیا ہے۔ اہل مدینہ و عاصم و حمزہ کے نزدیک ہاء کو مضموم اور ابی عمرو کے نزدیک ہاء کو ساکن اور باقی قراء کے نزدیک اشباع ضمۃ الہاء کے ساتھ پڑھا گیا ہے اس لیے کہ الف کے گر جانے پر یہ ہاء موصول متحرک ہو کر فعل کا صلہ بن گئی ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے شکر و ایمان سے راضی ہے تو وہ بھی تمہارے لیے کہ اس میں تمہارا نفع ہے کیونکہ اسی میں تمہاد ارین کا فائدہ ہے نہ یہ کہ اسے خود اس سے کوئی فائدہ ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے اللہ تعالیٰ تمہارے کفر کو پسند نہیں کرتا اس لیے کہ وہ تمہارے لیے عذابِ شدید کا موجب ہے ہاں تمہارے شکر پر راضی ہے کیونکہ وہ تمہارے لیے مزید نعمتوں کا ذریعہ ہے وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ گویا فرماتا ہے کہ اے میرے مسکین بندہ میں تجھ سے راضی نہیں اگر تو صرف میرے لیے نہیں۔ اے میرا بے وفا بندہ اور بہت غلطیاں کرنے والا میرا بندہ۔ اگر تو میری اطاعت کرے گا تو تجھے انعام دوں گا اگر مجھے یاد کرے گا تو میں تجھے یاد کروں گا۔

تفسیر عالمانہ:۔ ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔ اور نہ کوئی کسی دوسرے کا بوجھ اٹھائے گا۔ اس میں اس کا بیان ہے کہ کافر کا کفر کسی دوسرے پر اثر انداز نہ ہو گا۔ الوزر بمعنی الحمل الثقیل یعنی بوجھ اٹھانا یعنی ہر ایک اپنے گناہوں کا بوجھ خود اٹھائے گا بلکہ ہر ایک اپنے گناہ کا خود ذمہ دار ہے۔ کسی ایک کا گناہ دوسرے کے عمل نامے میں نہ لکھا جائے گا۔

Scanned with CamScanner

کہ گناہ دگران بہ تو نخواہند نوشت

ترجمہ :۔ دوسروں کا گناہ تیرے عمل نامے میں نہ لکھا جائے گا۔

ثم الی ربکم مرجعکم ، پھر مرنے کے بعد اُٹھائے جانے کے وقت تمہارا لوٹنا صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہو گا نہ کہ اس کے غیر کی طرف۔ فینبئکم۔ پھر اس وقت تمھیں خبر دے گا۔ بما کنتم تعملون ان اعمال کفر و ایمان کی جو تم دنیا میں کرتے تھے۔ یعنی اس کی تمھیں جزاؤ سزا کا بدلہ دے گا۔ چنانچہ حضرت کاشفی مرحوم نے فرمایا کہ اس کا خبر دینا یہ ہے کہ وہ محاسبہ کرے گا اور اسے اعمال کی جزاؤ سزا دے گا۔

تفسیر ابوالسعود میں ہے خبر دینا کئی مقامات (قرآن) میں آیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ

فائدہ :۔ اظہار اور اخبار کو آپس میں گہرا تعلق ہے وہ یہ کہ یہ دونوں علم کا سبب ہیں۔ اس میں تنبیہ ہے کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے بے خبر اور جاہل اور اپنے بد انجام سے غافل ہیں۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ کل قیامت میں اللہ تعالیٰ تمھیں بر سرِ عام تمھارے لیے ظاہر کرے گا اور خبر دے گا کہ دنیا میں تم کس بُرے عمل پر مداومت کرتے رہے اسی پر تمھاری سزا کا ترتب ہو رہا ہے۔

انہ ۔ بیشک اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ۔ سینہ والی باتوں کو جانتا ہے یہ خبر دینے کی علت ہے یعنی جب وہ قلوب کے اندر چھپے ہوئے رازوں کو خوب جانتا ہے تو پھر تمھارے ظاہری اعمال سے کب بے خبر ہو سکتا ہے۔ یہ عبارت دراصل علیم بمضمرات صاحبۃ الصدور تھی (اس کا ترجمہ اُوپر ہم نے عرض کر دیا ہے)۔

انتباہ :۔ آیت میں اشارہ ہے کہ کفر و طغیان کا ضرر لوٹ کر کافر کی طرف آئے گا جیسے شکر و ایمان کا نفع شاکر یعنی مومن کی طرف لوٹ کر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ عالمین سے بے نیاز ہے۔

حدیث قدسی شریف :۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تمھارے پہلے اور پچھلے اور تمھارے تمام جن و انس ایک متقی قلب پر متفق ہو جائیں یعنی سب کے سب اعلیٰ درجہ کے متقی اور پرہیز گار بن جائیں تو میرے ملک میں ذرہ برابر بھی اضافہ نہ ہو گا اور اے میرے بندو تم سب پہلے اور پچھلے اور تمام جن و انس ایک فاجر قلب پر متفق ہو جاؤ تو میرے ملک میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آئے گی۔ اس حدیث شریف کے آخر میں فرمایا کہ جو نیکی کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے کہ اس نے اسے نیکی کی توفیق بخشی ہے اور جو اس کے برعکس پائے تو خود کو ملامت کرے (کہ اس کی اپنی شامت سے بُرا عمل اس سے سرزد ہوا)۔

فائدہ :۔ شکر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا سبب ہے جیسا کہ فرمایا و ان تشکروا یرضہ لکم۔

Scanned with CamScanner

اس کی شرافت ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں (علیہم السلام) کو اس کا حکم فرمایا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا فَخُذْ مَا اٰتَیْتُکَ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ۔ جو کچھ میں نے تمہیں دیا ہے اسے لیجئے اور شکر گزاروں سے ہوجایئے۔

حکایت:۔ مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب تورات حاصل کی تو وہ پانچ یا نو یاقوت کی تختیاں تھیں ان میں لکھا تھا اے موسیٰ علیہ السلام جو میرے فیصلوں پر صبر نہیں کرتا اور نہ ہی میری نعمتوں کا شکر بجالاتا ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ میرے سوا کسی دوسرے پروردگار کی تلاش کرے۔

شکر میں بہت بڑی بزرگی ہے تو انبیاء علیہم السلام اس کی ادائیگی میں بہت جلدی کرتے چنانچہ

فائدہ:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا یہ حال تھا کہ آپ کے قدم مبارک (قیام نماز کی وجہ سے) سوج جاتے یعنی طول قیام سے درد ہوتا تو قدم مبارک سوج جاتے۔ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی لغزشیں بخش نہیں دیں یعنی آپ کی بدولت جب دوسروں کی بخشش ہوگی تو پھر آپ کو خشیتِ الٰہی سے اتنا تکلیف اٹھانے کا کیا معنیٰ؟ تو آپ نے فرمایا کیا میں اپنے پروردگار کا بہت بڑا شکر گزار نہ ہوں۔

فائدہ:۔ اس سے رات کو طویل قیام کے ساتھ عبادت کرنے کی فضیلت ثابت ہوئی اس لیے کہ اسے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم شکر نعمت کا سبب بتایا ہے اور یہ بہت بڑی نعمتوں کی ادائیگی کے وقت ایسے کہا جاتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر اللہ کی نعمتیں بہت عظیم ہیں تو اس کا شکر بھی عظیم عمل ہے کہ اس کے مقابلے میں اسی کو لایا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شکر اعظم الطاعات و افضل العبادات ہے۔

حدیث شریف:۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مسجد (نبوی) میں نماز ادا کرنا دوسری مساجد کی بہ نسبت دس ہزار نماز کا ثواب ہے سوائے مسجد حرام کے اور مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب بخلاف دوسری مساجد کے اس میں ایک لاکھ نماز کا ثواب ہے۔ اس کے بعد صحابہ کرام کو فرمایا کیا تمہیں اس سے اور افضل عمل نہ بتاؤں عرض کی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص آدھی رات کو اٹھکر اور اچھی طرح وضو کرکے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دو رکعت نماز (نفل) ادا کرے (وہ مسجد حرام کی ایک لاکھ ثواب والی نماز سے بہتر ہے)

تہجد کی قضا:۔ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز تہجد کسی عذر سے نہ پڑھی جاتی تو آپ دن چڑھے اس کی قضا کرتے۔

انتباہ:۔ یہ آپ پر واجب نہ تھا بلکہ بطور احتیاط ایسے کر لیتے۔

مسئلہ:۔ اوراد و وظائف اگر وقت مقررہ سے رہ جائیں تو انہیں دوسرے وقت میں پڑھ لینا مناسب ہے تاکہ اجر و ثواب مسلسل جاری رہے اور فیضِ الٰہی منقطع نہ ہو کیونکہ قاعدہ ہے کہ توجہ دائمی سے دائمی عطا نصیب ہوتی ہے۔

فائدہ:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عبادت و اطاعت میں رضائے الٰہی کی قید اسی لیے لگائی ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ عبادت قبول ہی نہیں کرتا جو اس کے غیر کے ارادہ پر ہو اسی لیے مشائخ نے اللہ علیم بذات الصدور کو وعید میں شمار کیا ہے کیونکہ جس شخص کا سینہ خلوص سے پُر ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب سے نجات پا جائے گا اور جس کا عمل مبنی بر شرک و ریاء ہو تو اللہ تعالیٰ کو تو اس کا علم ہے پھر وہ اس کا پورا حساب دے گا۔

اگر جز بحق می رود جادہ تست
در آتش فشانند سجادہ تست

ترجمہ:۔ اگر تیرا طریقہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہے تو تیرا مصلے آگ میں ڈالیں گے۔

اگر جانب حق نداری نگاہ
بگوئی بروز اجل آہ آہ

ترجمہ:۔ اگر حق کی جانب تیری نگاہ نہیں روز اجل میں ہائے ہائے کہو گے۔

چہ وزن آورد جائے انبان باد
کہ میزان عدلست و دیوان داد

ترجمہ:۔ ہوائی باتوں کا کیا وزن ہو گا جبکہ قیامت میں عدل و انصاف سے ہر عمل تولا جائے گا۔

مرائی کہ چنداں عمل می نمود
بدیدند ہیچش در انبان نبود

ترجمہ:۔ ریاکار نے بہت بڑے عمل کیے لیکن جب عدل میں ترازو میں دیکھا گیا تو کچھ بھی نہ تھا۔

منہ آبروئے ریا را محل
کہ ایں آب در زیر دارد و حل

ترجمہ:۔ ریاء کو کسی عمل میں جگہ نہ دو اس لیے کہ اس کے نیچے کیچڑ ہے۔

ہم سب کو اللہ تعالیٰ صالحین اور ان لوگوں سے بنائے جو اقوال و افعال و احوال میں پکے اور مخلص

Scanned with CamScanner

ہیں اور ان سے نہ بنائے جو فاسق کاذب ریاکار ہیں۔ اسے قبول فرما۔ اے کریم اے معاف کرنے والے اے بہت بڑے عطا والے۔

تفسیر عالمانہ: واذا مس الانسان ضر۔ اور جب انسان کو پہنچتا ہے ضر یعنی بُرا حال مثلاً فقر و مرض یا ان کے ماسوا کوئی اور تکلیف اور سختی وغیرہ۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ المس۔ اسی حادثہ کے لیے مستعمل ہوتا ہے جو انسان کو کسی قسم کی ایذا پہنچے اور الضر۔ ضرر نفع کے بالمقابل ہے۔

دعا ربہ۔ ایسے دکھ ٹالنے کے لیے اپنے پروردگار کو پکار

منیبا الیہ۔ درانحالیکہ وہ اس کی طرف رجوع کرنے والا ہو جیسے کہ وہ عاجزی کرتے ہوئے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کے حضور میں توبہ اور عمل خالص پیش کیے جائیں۔

النوب۔ بمعنی شے کی طرف یکے بعد دیگرے رجوع کرنا اور یہ جنس انسان کی وصف ہے۔ جیسا کہ بعض افراد انسان کا حال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان الانسان لظلوم کفار۔ بیشک انسان ظلم کرنے والا اور بڑا ناشکرا ہے (اس سے جنس انسان مراد ہے)۔

تفسیر صوفیانہ: اس میں اشارہ ہے کہ طبیعت انسان کا تقاضا ہے کہ جب اسے دکھ پہنچتا ہے تو خشوع و خضوع اور اپنے رب کی طرف رجوع کرتا اور اس کے آگے عجز و نیاز اور زاری کرتا ہے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

بندہ می نالد بحق از درد و نیش
صد شکایت می کند از رنج خویش
حق ہمی گوید کہ آخر رنج و درد
مر ترا بے کاں او راست کرد
در حقیقت ہر عدو دا روئے تست
کیمیا و نافع و دل جوئے تست
کہ ازو اندر گریزی در خلا
استعانت جوئی از لطف خدا

Scanned with CamScanner

در حقیقت دوستانت دشمن اند
کز حضرت دور و مشغولت کنند

ترجمہ:۔ بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور درد اور تکلیف سے لدتا ہے اپنی رنج کی سینکڑوں شکایتیں کرتا ہے
اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ بالآخر رنج و درد۔ تجھے درد بہتر ہے کہ اس نے تجھے درست کیا ہے۔
در حقیقت وہ دشمن جس کا منہ تیری طرف ہے وہ تیرے لیے کیمیا اور دل جوئی کرنے والا ہے۔
اس لیے کہ اس کی وجہ سے تو خلا میں بھاگ رہا ہے لطف خدا اس کی وجہ سے تلاش کر رہا ہے۔
در حقیقت تیرے دوست تیرے دشمن ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور سے دُور اور تجھے مشغول رکھتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ:۔ ثم اذا خولہ نعمۃ منہ۔ پھر جب اسے اپنی طرف سے بہت بڑی نعمتوں سے نوازتا اور اس سے دکھ ٹالتا اور اس کے جملہ امور کی کفایت کرتا اور اس کے معاملات سنوارتا اور اس کے احوال اچھے بناتا ہے۔

فائدہ:۔ التخول بمعنی تعہد یعنی محافظت و مراعات یعنی اسے مال دنیا کا نگران بناتا ہے یہ فلان خائل مالہ سے ہے۔ پھر اس شخص کو کہا جائے جو اپنے مال کی اچھی نگرانی کرے اور غنی سخی کی شان بھی یہی ہے کہ وہ فقراء کے احوال کی اچھی طرح جانچ پڑتال کرے یا یہ الخول سے بمعنی افتخار ہے اس لیے عموماً دولتمند متکبر و مفتخر ہوتے ہیں۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اسے ایسا بناتا ہے کہ وہ اپنے مال کی وجہ سے متکبر و مفتخر ہوتا ہے۔

نسی ما کان یدعوا الیہ۔ بھول جاتا ہے اسے جس کے لیے اللہ تعالیٰ کو پکارتا تھا یعنی اس دکھ کو بھول جاتا ہے جس سے نجات پانے کی دعائیں مانگتا تھا۔ من قبل۔ دولت مند ہونے سے پہلے جیسے اللہ تعالیٰ دوسری جگہ پر فرماتا ہے ما کان لم یدعنا الی ضر مستہ۔ گزرا گویا اس نے ہم سے دکھ ٹالنے کی دعا کی بھی نہ تھی) یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار کو بھول گیا جس سے دکھ ٹالنے کی دعائیں مانگتا اور اس کے حضور میں گڑگڑاتا تھا اس اعتبار سے کہ ما بمعنی من ہے جیسے قول باری تعالیٰ وما خلق الذکر والانثیٰ میں ما بمعنی من ہے یا اس میں تنبیہ ہے کہ اس کا نسیان اس انتہائی مقام پہ پہنچا ہے کہ گویا وہ مدعو (جس سے دُعا مانگتا تھا) کو جانتا تک نہیں چہ جائیکہ اسے یاد رکھتا ہو کہ وہ اس سے پہلے کسی سے دُعا مانگتا تھا اس لیے یہ بہت بڑا ناشکرا اور انتہائی درجہ کا مجرم سمجھا جاتا ہے بلکہ یہ اپنے معبود کے ساتھ دوسرے کو شریک ٹھہراتا اور اپنی غلطی اور انکار پر اصرار کرتا ہے اس لیے کہ اس کی دُعا محوس کر پہنچے ہوئے ضرر کو معلول بنایا گیا ہے۔ ایسا نہیں کہ وہ شوق سے ہی

Scanned with CamScanner

اللہ تعالیٰ سے مانوس ہو کر اسے پکار رہا تھا۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

آں ندامت از نتیجہ رنج بود
نے ز عقل روشن چوں گنج بود

ترجمہ:۔ وہ ندامت رنج کا نتیجہ ہے نہ کہ عقل روشن سے جو کہ وہ ایک خزانہ ہے۔

چونکہ شد رنج آں ندامت شد عدم
می نیرزد خاک آں توبہ ندم

ترجمہ:۔ جب رنج آئی تو ندامت چلی گئی۔ ندامت سے توبہ کا کوئی خاص فائدہ نہیں۔

می کند او توبہ و پیر خرد
بانگ لو ردوا لعادوا می زند

ترجمہ:۔ بوڑھا خرانٹ بھی توبہ کرتا ہے لیکن اس کی اندرونی آواز یہ ہے کہ اگر لوٹ جائیں جوانی کی طرف۔

تفسیر صوفیانہ:۔ عرائس البقلی یعنی تفسیر عرائس البیان میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یقین میں کمزور لوگوں کی صفت بتائی ہے کہ جب انھیں آزمائش کا الم (درد) پہنچتا ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کو بلا معرفت پکارتا ہے جب اسے نعمت نصیب ہوتی ہے تو نعمتوں میں مغرور ہو کر منعم حقیقی سے محجوب ہو جاتا ہے۔ پھر ہر دونوں طرفوں سے جاہل بن جاتا ہے نہ تو بلا پر صبر کرتا ہے اور نہ ہی نعمت پر شکر۔ یہ اس کی اپنے پروردگار سے جہالت کی علامت ہے اگر اسے اس کی معرفت ہوتی تو اپنی جان اس کے نام پر قربان کر دیتا اور کہتا کہ اس کے ساتھ جو چاہو کرو۔

فائدہ:۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ سب سے کم درجہ والا وہ بندہ ہے جو دکھ کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اس لیے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کو کسی سبب سے یاد کرتا تو اس کی یہ دعا معلول ہے یعنی کسی علت و سبب سے پکارنا یہاں تک کہ شوق و رغبت سے یاد کرے تو پھر یہ حقیقی یاد اور پکار ہوگی۔

فائدہ:۔ حضرت حسین نے فرمایا کہ جو آرام و سکون کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا دکھ درد کے وقت بھی اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول نہیں کرتا اسی لیے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو فرمایا کہ سکھ کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کر دتا کہ دکھ اور درد کے وقت وہ کریم تمھیں یاد فرمائے۔

Scanned with CamScanner

فائدہ: منعم کو بھلا کر نعمت سے فائدہ اُٹھانا دکھ اور تکلیف میں مبتلا ہونے کے قریب تر کر دیتا ہے ؎

ایں گلہ زاں نعمتے کن کت زند
از در ما دُور مطرابت کند

ترجمہ: یہ گلہ اس نعمت سے کر کہ جو تجھے ہمارے دروازے سے دور ہٹا کر رکھ دے۔

وجعل للہ اندادا۔ اور عبادت میں اللہ کے شریک بنالئے یعنی بتوں کی عبادت کی طرف لوٹا۔

اندادا۔ ند کی جمع ہے ہر وہ شے جو کسی کے فقط جوہر و اصل میں شریک ہو۔ اور بحر العلوم میں ہے ند بمعنی مثل مخالف یعنی اللہ تعالیٰ کی مثل ان کے متعلق اعتقاد رکھا کہ وہ بت اللہ تعالیٰ کی مخالفت اور اُس کے مقابلہ پر قدرت رکھتے ہیں۔

لیضل۔ تاکہ اس ذریعہ سے وہ لوگوں کو گمراہ کرے۔

عن سبیلہ۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے یعنی توحید السبیل وہ راستہ جس پر عادۃً چلا جاتا ہے استعارۃً توحید کے لیے مستعمل ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ اور اُس کی رضا کا موصل ہے۔ بعض قرأتوں میں یضل بفتح الیاء پڑھا گیا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا تاکہ وہ گمراہی میں بڑھے اور اس پر ثابت قدم رہے ورنہ جعل مذکور سے ضلال متاخر ہے اور لام عاقبت کی ہے کیونکہ نتیجہ کبھی فعل کی غرض اور کبھی غیر غرض ہوتا ہے اور ضلال و اضلال ہر دونوں غرض نہیں بلکہ ان دوں کا نتیجہ و عاقبت جعل مذکور ہے۔

قل اعملوا ما شئتم۔ یہ خطاب کفار کو تہدیدًا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ فرمایئے اے محبوب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ضال و مضل کو تہدیدًا اور اس کا حال و مآل بتا کر فرمایئے۔

فائدہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس انسان کو فرمایئے جس کی دکھ اور سکھ میں یہی طبیعت ہے۔

قل تمتع بکفرك قلیلاً۔ قلیلاً مصدر یا زمان محذوف کی صفت ہے دراصل تمتعًا قلیلاً یا زمانا قلیلًا تھا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ دنیا میں اسے کافر موت تک ہر طرح کا تھوڑا سا نفع اٹھا لے۔ تمتع بمعنی نفع اٹھانا۔

انك من اصحاب النار۔ بیشک تو آخرت میں دوزخیوں سے ہے یعنی ان لوگوں میں سے جو دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کو دوزخ میں ہمیشہ عذاب پاتے رہیں گے اس لیے کہ دنیا کی تمام لذتیں آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں یہ قلت تمتع کی تعلیل ہے۔

فائدہ: اس میں نجات سے بالکلیہ ناامیدی کا اظہار ہے گویا یوں کہا گیا کہ جب تو نے ایمان و طاعت سے

ل المفردات

انکار کیا تو تیری سزا یہ ہے کہ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ مبتلا رہے۔

تفسیر صوفیانہ: اس میں اشارہ ہے کہ جو دوزخ والوں کی صحبت و دوستی کرے گا اور اپنے اور اپنے مالک کی مخالفت کرے گا اور خواہش نفسانی کی موافقت کرکے درکات سفلی کے راستہ پر چلے گا وہی دوزخی و جہنمی ہے۔ نیز اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ دنیا کی عمر بالکل تھوڑی ہے اور انسان کی عمر تو بالکل نہ ہونے کے برابر۔ پھر دنیا سے نفع اٹھانا انسان کے لیے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اسی لیے لازم ہے کہ اجل کے آواز دینے سے پہلے ہی سمجھ جانا چاہیئے۔

حکایت: سیدنا ابو درداء (صحابی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دمشق کی ایک جامع مسجد میں نماز ادا کر کے حاضرین کو فرمایا کہ اے دمشق والو! حیا نہیں کرتے ہو کب تک ان غلط آوازوں میں مبتلا رہو گے جنہیں حاصل کرنا تمہارے بس سے باہر ہے اور کب تک مال اسباب جمع کرتے رہو گے جسے تم کھا بھی نہ سکو گے اور کب تک مکانات بناتے رہو گے جبکہ ان میں ٹھہرنا بھی نصیب نہ ہو گا (کیونکہ ممکن ہے ان سے نفع پاتے سے پہلے تمہیں گھیر لے) تمہارے سے پہلے لوگوں نے بڑی بڑی رنڈیں کیں اور اونچے اونچے اور مضبوط اور پختہ مکانات بنائے لیکن ان کے مرنے سے ان کی تمام آرزوئیں خاک میں مل گئیں اور ان کے جمع کردہ جملہ اسباب ضائع ہو گئے اور ان کے تیار کردہ مکانات ان کی قبریں بنیں۔

حکایت: منقول ہے کہ کسی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی کہ میرے لیے دُعا فرمائیے تاکہ میں دولتمند ہو جاؤں۔ آپ نے اس کے لیے دُعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیج کر فرمایا کہ اس کے لیے تھوڑا مال مانگتے ہو یا زیادہ۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا الہ العالمین اس کے لیے بہت زیادہ رزق مانگتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ وہ شخص اندھا ہو گیا موسیٰ علیہ السلام کو ملنے آرہا تھا تو اُسے درندہ کھا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی یا الہ العالمین یہ کیا ہو گیا اللہ نے فرمایا کہ تم نے اس کے لیے زیادہ کی دعا مانگی تو زیادہ تو آخرت ہے دنیا تو کوئی شے نہیں میں نے اسے اندھا کر کے درندے سے مروایا تاکہ آخرت میں اسے بہت زیادہ ثواب نصیب ہو۔

سبق: اسے مبارک ہو جو دنیا سے بغض رکھتا ہے اور اس کے تعلق والی چیزوں سے وہ ناخوش ہے اور آخرت اور مولیٰ کو راضی کرنے کے لیے عمل کرتا ہے اور موت سے اور سستی کے غلبہ سے پہلے نیک اعمال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انہی لوگوں سے بنائے اور ناامیدوں سے بچائے۔

امّن - باتشدید - یہ دراصل اَمْ مَنْ تھا۔ استفہام تقریری ہے اب معنیٰ یہ ہوا کہ کیا کافر سست

اور سنگدل اچھا ہے یا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ یہی معنیٰ زیادہ مشہور ہے اور عموماً اس میں ہر وہ شخص بھی داخل ہے جس میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرح تزکیہ و تصفیہ ہو ۔ بعض قرأتوں میں امن مخفف ہے یہی مصحف کے تابع ہے اس معنیٰ پر ہمزہ استفہامیہ اور من موصولہ ہوگا معنیٰ میں کوئی فرق نہیں۔

ھو قانت ۔ وہ جو عبادت الٰہی کے لیے شب خیز ہے کیا اس کی طرح ہے جو ساری رات سوتا رہتا ہے۔

قنوت کے معانی

قنوت کئی معنوں میں آتا ہے ۔

(۱) ۔ **دُعا** جیسے قنوت الوتر بمعنی دعاء الوتر ۔ یہ اضافت بیانیہ ہے[1]

(۲) ۔ **طاعت** جیسے القانتات ۔ قرآن مجید میں آتا ہے ۔

(۳) ۔ **القیام** نمازی قانت ہے اس لیے کہ وہ قیام بھی کرتا ہے فقہ کی کتب میں عام آتا ہے وطول القیام الاولیٰ من کثرۃ السجود ۔ طول قیام کثرت سجود سے افضل ہے ۔ حدیث شریف میں ہے افضل الصلوٰۃ طول القنوت ۔ افضل نماز وہ ہے جس میں قیام طویل ہو ۔ یہاں قنوت بمعنی قیام ہے[2] ۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے مثل المجاھد فی سبیل اللہ کمثل القانت الصائم ۔ مجاہد فی سبیل اللہ قانت صائم کی طرح ہے ۔ یہاں قانت سے نمازی مراد ہے[3] یہاں یہی معنیٰ مراد ہے جیسے کہ اس کے بعد اٰناء اللیل و ساجداً لایا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں قانت سے نمازی مراد ہے ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کیا وہ جو قیام میں گزرتا ہے ۔ آناء اللیل رات کی گھڑیوں میں آناء اِنی (بکسر الھمزہ و فتحہا) مع فتح النون ۔ کی جمع ہے یعنی ساعت ایسے ہی انی اور انو بالکسر و سکون النون مثلاً کہا جاتا ہے انوان و انیان من اللیل بمعنی ساعتان یعنی دو گھڑیاں ۔

ساجداً ۔ یہ قانت کی ضمیر سے حال ہے یعنی درانحالیکہ وہ سجدہ گزار رہتا ہے **وقائماً** اور درانحالیکہ وہ قیام میں رہتا ہے ۔ قیام کی تقدیم سجود پر اس لیے کہ وہ عبادت کے معنیٰ میں زیادہ داخل ہے اور واؤ دو صفتوں کے درمیان جمع کے لیے ہے اور سجود و قیام دونوں سے نماز مراد ہے اس طرح

---

[1] حواشی اخی چلپی ۱۲ ۔

[2] کشف الاسرار ۔

[3] الورد ۱۲

Scanned with CamScanner

اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ یہ دونوں نماز کے اہم ارکان ہیں۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ رات کو طویل قیام والا جیسا کہ آناء اللیل میں اشارہ ہے کیونکہ جو ساری رات بیدار رہتا ہے وہ قیام طویل کرتا ہے بخلاف اس کے جو رات کے تھوڑے سے حصے میں عبادت کرے تو ضروری نہیں کہ وہ قیام بھی طویل کرے۔

یحذر الآخرۃ۔ یہ دوسرا عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو جواب ملاوہ جو آخرت سے ڈرتا ہے جیسے وہ دنیا و زینت سے ڈرتا ہے۔

ویرجوا رحمۃ ربہ۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت یعنی مغفرت یا جنت کی اُمید رکھتا ہے یہ کافر اس کی طرح نہیں جو دنیا کے ضرر سے ڈرتا اور اس کی بھلائی کی اُمید رکھتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ قیام ظاہراً و باطناً بغیر قصور و تقصیر کے ادائیگی عبودیت کے لیے ہو وہ آخرت اور اس کی نعمتوں سے ایسے ڈرتا ہے جیسے دنیا اور اس کی زینت سے ڈرتا ہے وہ رب تعالیٰ کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے وہ اس کی نعمت کی اُمید میں نہیں رہتا۔[1]

مسئلہ: آیت سے ثابت ہوا کہ مؤمن پر واجب ہے کہ وہ خوف و رجا میں ہو نیک عمل کر کے اس کی رحمت کا اُمیدوار رہے اور اپنی کوتاہیوں سے اس کے عذاب سے ڈرتا رہے۔

فائدہ: جب اُمید حد سے متجاوز ہو اسے امن کہا جاتا ہے اور جب خوف حد سے بڑھ جائے وہ ایاس (نا اُمیدی) بن جاتی ہے۔ بالکل امن اور بالکل نا اُمیدی کفر ہے اسی لیے مؤمن پر واجب ہے کہ حد اعتدال میں رہے۔

حدیث شریف: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مؤمن کا خوف و رجا تولے جائیں تو برابر نکلیں ؎

گرچہ داری طاعتے زو ہیبتش ایمن مباش
ور گنہ داری ز فیض رحمتش دل بر مدار

ترجمہ: اگر طاعت بہت کرتا ہے تب بھی اس کی ہیبت سے بے غم نہ ہو۔ اگر گنہ رکھتا ہے تو اس کی رحمت کے فیض سے دل برداشتہ نہ ہو۔

نیک ترساں شو کہ قہر اوست بیروں از قیاس
باش بس خوش دل کہ لطف اوست افزوں از شمار

ترجمہ: بہت ڈرتا رہے کہ اس کا قہر قیاس سے باہر ہے نیز دل میں خوش بھی ہو کہ اس کا لطف شمار سے باہر ہے۔

---

[1] تفسیر ابن عباس ۱۱۰۰

مسئلہ:۔ آیت میں شب خیزی کی ترغیب و تحریض ہے۔

حدیث شریف[1]:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو چاہتا ہے کہ قیامت کا موقف اس کے لیے آسان ہو تو رات کے اوقات اللہ تعالیٰ کے حضور میں سجدہ ریز اور قائم ہو اور آخرت کا خوف دل میں رکھے اور اس کی رحمت کی امید میں رہے۔

حدیث شریف[2]:۔ ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شب باش ہوتا تھا۔ ایک دن میں آپ کے لیے وضو کا پانی لایا۔ آپ نے فرمایا مانگ۔ میں نے عرض کی بہشت میں آپ کی رفاقت کا سوال ہے فرمایا کچھ اور میں نے کہا بس وہی سوال ہے۔ فرمایا میری مدد کر۔ کثرت سجود سے یعنی کثرت صلوٰۃ سے۔

فائدہ صوفیانہ:۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ سحر کے وقت جاگنے والوں کے قلوب پہ اللہ تعالیٰ جھانکتا ہے یعنی تجلی خاص سے نوازتا ہے تو ان کے قلوب انوار سے پر ہو جاتے ہیں جن میں سے فوائد ہی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ نور کی طرح قلوب سے باہر پھیلتے ہیں تو نہروں کی طرح جاری ہوتے ہیں ان سے عارفین کے قلوب کا استفادہ و استفاضہ کا موقعہ نصیب ہوتا ہے:۔ ؎

خروسان در سحر گوید کہ قم یا ایھا الغافل
سعادت آنکہ دارد کہ وقت صبح بیدار است

ترجمہ:۔ مرغ صبح کے وقت کہتے ہیں کہ اے غافل اٹھ کھڑا ہو اس لیے کہ سعادت اسے نصیب ہوتی ہے جو صبح کے وقت بیدار ہوتا ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ قل۔ یہاں سے حق کا بیان ہے اور علم و عمل کی شرافت کا اظہار ہے۔ فرمایئے اے حبیب پاک (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

ھل یستوی الذین یعلمون۔ کیا برابر وہ جو اعمال کے حقائق کے عالم ہیں اور وہ اپنے علم کے مطابق عمل بھی کرتے ہیں جیسے قانت مذکور کی طرح۔

والذین لا یعلمون۔ اور وہ مذکورہ حقائق سے کچھ نہیں جانتے بلکہ وہ اپنے جہل کے موافق عمل کر کے گمراہ ہو جاتے ہیں جیسے کافر۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف۔

Scanned with CamScanner

فائدہ :۔ استفہام میں تنبیہ ہے کہ علم والے بہت بڑے مراتب خیر میں ہیں اور بے علم جاہل شر کے انتہائی مدارج میں ہیں۔

فائدہ :۔ یہ فعل بمنزلہ فعل لازم کے ہے اس کا کوئی مفعول مقدر نہیں اس لیے کہ مقدر بمنزلہ مذکور کے ہوتا ہے[1]۔ اب معنی یہ ہوا کہ کیا برابر ہو سکتے ہیں کہ جن میں علم کے حقائق موجود ہیں اور جن میں نہیں۔ (یعنی ہر دونوں برابر نہیں ہو سکتے)۔

انما یتذکر اولوا الالباب۔ بیشک عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں یہ مستقل کلام ہے کلام مذکور مامور بہ میں داخل نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وارد ہے یعنی ان آیات بینات واضحہ سے وہ عقل والے نصیحت حاصل کرتے ہیں جن کے عقول شوائب خلل و وہم سے خالص ہیں اور کافر لوگ اس سے کوسوں دور ہیں۔

فائدہ :۔ بعض علماء نے فرمایا کہ عقل والا وہ ہے جو آیات سے نصیحت حاصل کرے اور جو نصیحت حاصل نہ کرے تو گویا عقل سے بے بہرہ بلکہ جانوروں کی طرح ہے۔

حل لغات :۔ المفردات میں ہے اللب بمعنی عقل خالص کہ جس میں کسی قسم کا وہم و گمان نہ ہو اور اسے لب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ انسان کے قویٰ میں شے کے خلاصہ کی طرح ہوتا ہے۔ بعض نے کہا لب بمعنی وہ عقل جو صاف ستھرا ہو کر مغز کی طرح ہو جائے اسی لیے ہر لب کو عقل کہہ سکتے ہیں لیکن ہر عقل لب نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے ان احکام کو لب سے متعلق کیا ہے۔ جو عام عقول سے وراء ہیں مثلاً فرمایا ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا وما یذکر الا اولوا الالباب اور جسے حکمت عطا ہوتی ہے وہ خیر کثیر عطا کیا جاتا ہے اور اس سے نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر عقل والے۔ اس طرح کی دیگر آیات پر غور فرمائیے۔

تفسیر صوفیانہ

تفسیر صوفیانہ :۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ھل یستوی الذین یعلمون۔ کیا وہ لوگ برابر ہیں جو اللہ تعالیٰ کے جوار و قربت کو جانتے اور جنت اور اس کی نعمتوں پر ذات حق کو اختیار کرتے ہیں اور وہ جو اس کی قدر و منزلت نہیں جانتے۔ انما یتذکر۔ بیشک اس معنی کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ الا اولوا الالباب۔ مگر عقل والے اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے وجود سے بالکل فارغ ہیں بلکہ

---

[1] تفسیر بحر العلوم ۱۲۔

اپنی انانیت سے مٹ چکے ہیں اور اس کی ہویت میں اوقات بسر کرتے ہیں۔

فضائل علم و علماء

آیت میں علم کی فضیلت اور بے عمل علماء کی تحقیر کرتے ہیں کیونکہ بے عمل علماء اللہ تعالیٰ کے نزدیک جاہل ہیں اسی لیے علماء باعمل کو قانتین سے تعبیر فرمایا ہے۔

حضرت الشیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ نے فرمایا کہ ارباب الہمۃ وہ اہل علم ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے امن ھو قانت الی ان قال قل ھل یستوی الخ سے تعبیر فرمایا ہے ان کے لیے فرمایا کہ علماء وہ ہیں جو رات کو قیام میں وقت بسر کرتے ہیں۔ وہ اپنے علم کی تاثیر سے لوگوں کو اپنی طبیعت سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف لگاتے اور اپنی نگاہوں سے حقائق کی چوٹیوں کی طرف لذات روحانیہ میں پہنچاتے ہیں یہی وہ علماء ہیں جن کے رات کے وقت بستر خالی رہتے ہیں وہ غفلت سے دور ہو کر بیداری میں زندگی بسر کرتے ہیں۔[1]

حدیث شفاعت:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت میں تین حضرات شفاعت کریں گے:۔

۱۔ انبیاء ۲۔ علماء ۳۔ شہداء

سلیمان علیہ السلام کی شاہی:۔ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کو علم۔ مال۔ ملک پیش کر کے کہا گیا کہ ان میں سے جو چاہو اختیار کرو انہوں نے علم کو اختیار فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے علم کی برکت سے انہیں مال اور ملک ہر دونوں عطا فرما دیئے۔

آدم علیہ السلام کو علم کی دولت ملی:۔ حضرت جبریل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں عقل، حیا اور ایمان دے کر آدم علیہ السلام کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ ان میں سے ایک کو لے لو۔ انہوں نے عقل کو لیا تو اللہ نے باقی دونوں بھی عطا فرما دیئے۔ بعض روایات میں ہے کہ علم و حیاء و عقل ان کو بھیجا گیا تو علم ان کے دل میں اور آنکھ حیاء میں اور عقل دماغ میں سما گیا۔

طالب علم کی فضیلت:۔ جو چاہے کہ ان حضرات کی زیارت کرے جو اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے آزاد رکھے ہیں تو وہ دین کے طالب علموں کی زیارت کرے مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان

---

[1] عوارف المعارف ۱۲

ہے جب طالب علم علم کی خاطر آتا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک قدم پر سال بھر کی عبادت لکھتا ہے اور ہر قدم کے عوض بہشت میں ایک شہر تیار فرماتا ہے جب طالب علم زمین پر چلتا ہے تو زمین اس کے لیے بخشش مانگتی ہے بلکہ زمین پر ہر چلنے والی شے طالب علم کیلئے استغفار کرتی ہے اور وہ ہر صبح و شام گناہوں سے بخشا جاتا ہے اور فرشتے گواہی دیتے ہیں کہ یہی لوگ دوزخ سے آزاد شدہ ہیں۔ 32 C

مسئلہ:۔ علم کی شرافت نسب کی شرافت سے بڑھ کر ہے اسی لیے بعض علماء نے کہا کہ عائشہ صدیقہ فاطمہ زہرا (رضی اللہ عنہما) سے افضل ہیں۔

فضیلت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے دین کی دو تہائی عائشہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کرو۔

فضائل فاطمہ رضی اللہ عنہا:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بعض خصائل سے افضلیت حاصل ہے تو بعض خصال سے بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ترجیح ثابت ہے چنانچہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں میں بہت کامل ہوئے اور عورتوں میں سوائے مریم بنت عمران و آسیہ امرأۃ فرعون و خدیجہ بنت خویلد و فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اور کوئی کامل نہیں ہوا۔

حدیث فضیلت علم اور اس کی شرح

"علم کی طلب ہر مسلم مرد و عورت پر فرض ہے"

شرح:۔ احیاء العلوم میں ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ کونسا علم یہاں مراد ہے۔ متکلمین تو کہتے ہیں کہ علم کلام مراد ہے اس لیے اس کا حاصل کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے کیونکہ اس سے توحید کا ادراک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا علم نصیب ہوتا ہے۔ مفسرین و محدثین فرماتے ہیں کہ کتاب و سنت کا علم مراد ہے کیونکہ ان کے ذریعے علوم حاصل ہوتے ہیں۔ فقہاء نے کہا کہ اس سے علم فقہ مراد ہے کیونکہ اس سے ہی عبادات اور حلال و حرام کا پتہ چلتا ہے اور صوفیاء کرام نے فرمایا کہ اس سے علم تصوف مراد ہے کیونکہ اس سے ہی بندہ کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا علم ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہر صاحب فن نے اپنا فن مراد لیا ہے اور کل مسلم سے مکلف انسان مراد ہے مرد ہو یا عورت۔

فیصلہ:۔ شرح الترغیب میں ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ضرورت کے حصول سے پہلے اس کے متعلقات معلوم کرنا مثلاً مومن ہونے کے لیے سمجھنا کہ زبان سے اقرار کرنا اور دل سے تصدیق کرنا اور اعتقاد رکھنا کہ مرنے کے بعد اٹھنا حق ہے اور فلاں فلاں عبادات اسے ادا کرنا واجب ہے وغیرہ وغیرہ ایسے ہی معاش میں خرید و فروخت کرنے والے بیع کے احکام غرضیکہ جس کام کی مشغولیت کا ارادہ کرے

Scanned with CamScanner

اس سے پہلے اس کے احکام سمجھنا اسے ضروری ہے مثلاً نمازی کو نماز کے وقت کے دخول سے پہلے ضروری
ہے کہ وہ طہارت کے مسائل اور جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتا ہے سیکھے اس کے بعد نماز کے احکام
وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ہی جب ماہ رمضان آنے تو اسے روزے کے احکام سیکھنے واجب ہیں ایسے ہی
حج فرض ہو جائے تو ادائیگی حج سے پہلے حج کے احکام سیکھے ایسے ہی مالدار ہو جائے تو زکوٰۃ کے
مسائل سمجھے تاکہ مال پر سال گزرنے پر ادائیگی زکوٰۃ کے احکام اسے معلوم ہوں اور وہ بھی جب مال کا
صاحب نصاب ہوا ہو ایسے ہی ہر اُسے وہی علم حاصل کرنا واجب ہوگا جس کام کا ارادہ رکھتا ہے۔

سوال:۔ یہ تو مشکل ہوگا اس لیے کہ ادھر کام کرنا ہے اُدھر تحصیل علم تنگیٔ وقت کی وجہ کیا ہو سکے گا۔

جواب:۔ ہم نے کب کہا ہے کہ عین وقت میں وہی احکام سیکھے ہیں بلکہ ہم نے یہ کہا کہ جس کام کا ارادہ رکھتا ہے
اس کو عمل میں لانے سے پہلے اس کے احکام سیکھنے چاہئیں مثلاً کوئی شخص نکاح و بیاہ کا خواہش مند
ہے اور اُس کے اسباب بھی مکمل ہیں تو نکاح و بیاہ سے پہلے اس کے مسائل و احکام سیکھ لے۔ ہاں
جب ایسا وقت بھی آجائے کہ کام سر پر آپڑا ہے تو اُس وقت بقدر ضرورت کچھ نہ کچھ معلومات
حاصل کرے۔ یہ ایسے ہے جیسے طعام سامنے آجائے اور اس کی ضرورت بھی ہے تو بقدر ضرورت
اسے کھانا ہوگا ورنہ اصل صورت وہی ہے کہ بیماری کے لیے جیسے علاج وہی ہوگا جیسی بیماری
ہوگی۔

فائدہ:۔ عین العلم میں ہے کہ اس سے علم مکاشفہ مراد ہے یعنی علم تام جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:۔

"عالم کی جاہل پر وہی فضیلت ہے جو مجھے اُمتی پر"

ورنہ عام مراد وہی ہے جو ہم نے بیان کی کیونکہ وہ علم المعاملہ ہے اور وہ عمل کے تابع ہے اس لیے کہ اس
کا ثبوت اس کے لیے شرط ہے

ایسے ہی قلب کا معاملہ واجبہ کا حال ہے کہ اس پر قلب کی اصلاح کے لیے احوال قلب
مثلاً توکل وانابت وخشیت ورضا کا سمجھنا فرض ہے ایسے ہی جملہ اخلاق محمودہ و مذمومہ جیسے
جود۔ بخل۔ بزدلی۔ جرأت۔ تکبر۔ تواضع۔ عفت۔ حرص (خواہش نفسانی) اسراف۔ فضول خرچی۔
وغیرہ وغیرہ۔ قلب کو اس کے ماسوا اور معاملات کی ضرورت نہیں۔

فائدہ:۔ توحید تو اسے ہر وقت ضروری ہے بخلاف نماز کے کہ اس کی اہلیت و صلاحیت ہوگی تو ادائیگی
فرض ہے ورنہ نہیں مثلاً ایک شخص طلوع آفتاب کے بعد بالغ ہوا لیکن ظہر کے آنے سے
پہلے مر گیا تو اس پر نماز کے مسائل سیکھنے فرض نہ ہوئے اس معنی پر لفظ کل کل مسلم الخ میں عموم

Scanned with CamScanner

نہ رہا ایسے ہی علم الآخرۃ کا حال ہے۔

هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون میں مطلق مراد ہے جس میں مکاشفہ کو دخل ہے اسی لیے علماء کتنا بڑھ جائیں صحابہ پر فضیلت نہیں پا سکتے اور متکلمین وفقہاء وغیرہ کا اپنے علوم کا افضل بتانا بھی ناموزوں ہے اس لیے کہ یہ علوم تو ہیں ہی بدعت اگرچہ بدعت حسنہ سہی اگرچہ ان کی غرض وغایت اشرف واعلیٰ سہی لیکن پھر بھی بدعت کو کس طرح سنت کے مقابلہ میں لایا جا سکتا ہے۔

خلاصۃ البحث:۔ طلب العلم الخ میں علم التوحید[1] مراد ہے اور وہی اشرف العلوم ہیں ہے کیونکہ اس کا معلوم یعنی ذات باری تعالیٰ اشرف واعلیٰ ہے۔ ایسے ہی ہر علم نافع ہے جسے تقرب الٰہی سے تعلق ہو۔ یاد رکھیے کہ ایسا علم جسے تقرب الٰہی سے تعلق ہو سب سے زیادہ علم تصوف ہے جسے صوفیہ کرام نے اختیار فرمایا ہے اس کا امام ہمام محقق کامل حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعتراف فرمایا ہے[2]۔ اور دوسرے اہل علم ظاہری متقی حضرات بھی معترف ہیں کہ اہل تصوف واقعی مقربین الٰہی ہیں بلکہ یہ علماء ان کی مجالس کی حاضری کو غنیمت تصور کرتے تھے۔

حکایت:۔ امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے علم تصوف کو کیوں اختیار فرمایا، آپ نے فرمایا اس کی وجہ ظاہر ہے کہ تمہارے علم میں ہے پانچ اونٹوں کی زکوٰۃ ایک بکری ہے لیکن ہمارے علم میں تمام اونٹ راہ خدا میں دینے ضروری ہیں اور اس کی ہمارے ہاں دلیل ہے وہ یہ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا تمام مال اللہ ورسول کے لیے خرچ کر دیا (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جو اپنا تمام مال خرچ کرتا ہے اس کے امام سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو بعض خرچ کرتا ہے اور بعض اپنے لیے رکھتا ہے اس کے امام سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور جو مال اللہ تعالیٰ کے لیے دیتا ہے تو اس کا امام عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جس نے دنیا اور اہل دنیا کے لیے چھوڑ دی اس کے امام سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

مسئلہ:۔ وہ علم جو ترک دنیا کا سبق نہ سکھائے وہ علم نہیں جہالت ہے۔

حدیث شریف:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا مانگی **اعوذ بك من علم لا ينفع**۔ یا اللہ اس علم سے پناہ دے جو نفع نہ دے۔

---

[1] وہابیہ والی توحید مراد نہیں کیونکہ یہ تو توحید کے نام پر توہین باری تعالیٰ ہے۔ اویسی ۱۲

[2] المنقذ من الضلال ۱۲

Scanned with CamScanner

فائدہ :۔ اس سے وہ علم مراد ہے جو اہلِ علم کو منہیات سے روکے اور مامور بہ پر عمل کرنے کی ترغیب دے۔

فائدہ :۔ علم تین ہیں :۔

(۱) خبری (۲) الہامی (۳) غیبی

علم خبری کو کان سنتے ہیں۔

علم الہامی کو دل سنتا ہے۔

علم غیبی کو رُوح سنتی ہے۔

علم خبری روایت سے حاصل ہوتا ہے۔

علم الہامی ہدایت سے حاصل ہوتا ہے۔

علم غیبی عنایت الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔

علم خبری کے لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے فاعلم انه لا اله الا الله۔ اس میں علم کو مقدم کیا گیا ہے کہ علم عمل سے پہلے ہوتا ہے۔

علم الہامی کے لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے ان الذین اوتوا العلم من قبله۔

علم غیبی کے لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے وعلمناه من لدنا علما۔

ان کے علاوہ ایک اور علم بھی ہے جہاں انسان کا وہم و گمان نہیں پہنچ سکتا وہ اللہ تعالیٰ کا اپنا علم۔ اپنی حقیقت کے لیے فرمایا ولا یحیطون به علما۔

ملفوظاتِ اولیاء :۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علم خبر ہے اور خبر انکار ہے میرے نزدیک حقیقی علم وہ ہے جو مشائخ کے اقوال کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ یہ کہ علم کے ساتھ صفت حق سے موصوف ہونا کہ اس علم سے پہچان سکے کہ حق کیا ہے۔ بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ کل مقلات علم ہیں اور علم حجاب ہے یعنی جب تک معلوم تک نہ پہنچے اور اس میں فنا نہ ہو جائے حجاب ہے۔

مسئلہ :۔ قوانین و علومِ اسمیہ میں مشغول رہنا بھی حجاب ہے بلکہ یہ وصول الی اللہ سے مانع ہیں اس لیے کہ علم الٰہی جو حقائق الٰہیہ سے متعلق ہے وہ توجہ و افتقار تام و تفریغ القلب (قلب کو ماسوی اللہ سے فارغ رکھنا) اور اسے جمیع تعلقات کونیہ و علوم و قوانین سے خالی کر دینے سے حاصل ہوتا ہے۔

مسئلہ :۔ علم الحال سلوک کے مقدمات سے ہے اسے حجاب مانع نہیں کہا جا سکتا نہ ہی کوئی شخص مطلق علم کو حاجب و مانع کہتا ہے اور یہ حاجب کیسے ہو جبکہ یہی تو کشف و عیان کا سبب ہے لیکن عالم کے وجود میں فانی ہونا ضروری ہے اور فنا کا مطلب یہ ہے کہ افتخار، تکبر اور دوسروں پر بھروسہ کی علت ختم

(بقیہ بر صہ ۵۰۲)

Scanned with CamScanner

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا
حَسَنَةٌ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ
حِسَابٍ ○ قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ○
وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ قُلْ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ
رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ○
فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ
وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ○ لَهُمْ مِّنْ
فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ
عِبَادَهٗ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ○ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ
يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى فَبَشِّرْ عِبَادِ ○ الَّذِيْنَ
يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ
وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ
اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ○ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ
مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَعْدَ اللّٰهِ
لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ○ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ
مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا
اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ○

ترجمہ: تم فرماؤ اے میرے بندو جو ایمان لائے اپنے رب سے ڈرو جنہوں نے بھلائی کی اُن کے لیے اس

Scanned with CamScanner

دنیا میں بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے بے گنتی۔ تم فرماؤ مجھے حکم ہے کہ اللہ کو پوجوں نرا اُس کا بندہ ہو کر اور مجھے حکم ہے کہ میں سب سے پہلے گردن رکھوں۔ تم فرماؤ بالفرض اگر مجھ سے نافرمانی ہو جائے تو مجھے بھی اپنے رب سے ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ تم فرماؤ میں اللہ ہی کو پوجتا ہوں نرا اُس کا بندہ ہو کر۔ تو تم اس کے سوا جسے چاہو پوجو۔ تم فرماؤ پوری ہار انہیں جو اپنی جان اور اپنے گھر والے قیامت کے دن ہار بیٹھے ہاں ہاں یہی کھلی ہار ہے۔ ان کے اُوپر آگ کے پہاڑ ہیں اور ان کے نیچے پہاڑ اس سے اللہ ڈراتا ہے اپنے بندوں کو۔ اے میرے بندو تم مجھ سے ڈرو اور وہ جو بتوں کی پوجا سے بچے اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے انہیں کے لیے خوشخبری ہے تو خوشی سناؤ میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں۔ پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی اور یہ ہیں جن کو عقل ہے تو کیا وہ جس پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی نجات والوں کے برابر ہو جائے گا تو کیا تم ہدایت دے کر آگ کے مستحق کو بچا لو گے لیکن جو اپنے رب سے ڈرے ان کے لیے بالاخانے ہیں ان پر بالاخانے بنے ان کے نیچے نہریں بہیں۔ اللہ کا وعدہ خلاف نہیں کرتا۔ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا پھر اس سے زمین میں چشمے بنائے پھر اس سے کھیتی نکالتا ہے کئی رنگت کی۔ پھر سوکھ جاتی ہے تو تو دیکھے کہ وہ پیلی پڑ گئی پھر اسے ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں دھیان کی بات ہے عقلمندوں کو۔

بقیہ صفحہ

جائے ہاں اگر یہ باقی رہے تو واجب ہے اور علمائے رسوم میں سے بہت تھوڑے ہیں جو سلوک کی منازل طے کرتے ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ظاہر کو شرائع و احکام سے سنگارے اور ہمارے باطن کو انواع علوم والہام سے منور فرمائے اور ہمیں ان حضرات سے بنائے جو اہل علم ہیں جن کی وہ خود تعریف کرتا ہے اور ان لوگوں سے بچائے جو لاعلم ہیں جن کی اس نے مذمت فرمائی ہے (آمین) قبول فرمایا اللہ تو ہی ہمارا مددگار ہے۔

تفسیر عالمانہ: قل یا عبادی الذین آمنوا۔ انھیں میری طرف سے فرمائیے اے میرے بندو۔ اس میں بندوں کو شرافت و اکرام بخشا ہے کہ ان کو اپنی طرف اضافت

Scanned with CamScanner

فرمائی۔ یہ دراصل یا عبادی تھا۔ یاء کو کسرہ پر اکتفاء کر کے حذف کیا گیا۔

فائدہ:۔ یہ خطاب اُن لوگوں کو ہے جو خود کو ذات حق تعالیٰ کے موافق رکھتے اور اس کی رضا کو اپنی رضا پہ ترجیح دیتے ہیں یہاں تک کہ ان میں صفت عبودیت ان پہ مکمل ہو گئی اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ملا کہ انھیں اپنی طرف مضاف فرمایا۔

حدیث شریف:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے آپ کو ذاتِ حق تعالیٰ میں گم کیا اسے قیامت میں اللہ تعالیٰ عذاب سے امان دے گا۔

حکایت:۔ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ نے فرمایا اگر قیامت میں مجھ سے کسی آرزو کی اجازت ملی تو میں کہوں گا مجھے دوزخ میں بھیج دو اس لیے کہ مجھے دنیا میں کمینے نفس نے بڑا ستایا تھا اب میں اسے دوزخ میں لاؤں تاکہ اسے اپنے کیے کی سزا ملے[1]۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اخص الخواص وہ بندے ہیں جو دنیا و آخرت میں عبودیت غیر سے فارغ ہیں کیونکہ دنیا و آخرت بھی مخلوق ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ پر شوق و محبت سے ایمان رکھتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ:۔ اتقوا ربکم۔ وہ اپنے رب سے ڈرتے یعنی تقویٰ پہ ثابت قدم ہیں یہ معنیٰ ہم نے اس لیے کیا ہے کہ ایمان کفر و شرک سے بچنے کا نام ہے تو جب پہلے ایمان کا ذکر ہو چکا اب تقویٰ کا ذکر کیا اسی لیے ہم نے ثابت قدمی مراد لی ہے تاکہ تکرار نہ ہو یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ طاعات کر کے اور گناہوں سے بچ کر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے والے یا ماسوی اللہ سے کنارہ کشی کرنے والے یہاں تک کہ وہ ہجران سے محفوظ اور وصال یار اور جمال محبوب سے محفوظ ہوئے۔

للذین احسنوا فی ھذہ الدنیا۔ علی طریق اخلاص اس دنیا میں نیک عمل کیے جن کا سرتاج کلمۂ شہادت ہے۔ اسے اپنے تمام اعمال کا سرتاج سمجھا جاتا ہے۔

حسنۃ۔ یہ مبتدا اور اس کی خبر للذین احسنوا اور فی ھذہ الدنیا احسنوا کے متعلق ہے۔

فائدہ:۔ اس میں الدنیا مزرعۃ الآخرۃ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) کی طرف اشارہ ہے یعنی متقیوں کے لیے وہ حسنہ آخرت میں وہ عظیم اجر و ثواب ہے کہ جس کی کنہ کو کوئی نہیں جانتا اس سے بہشت اور مشاہدۂ حق مراد ہے اس لیے کہ احسان کا بدلہ احسان ہوتا ہے پس محسن وہی مشاہد

---

[1] کشف الاسرار ۱۲ا

ہے اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ سے ماسوی اللہ غائب ہو جاتا ہے اور اس کے ماسوی کوئی شے باقی نہیں رہتی اور یہی حقیقی اخلاص ہے اور غیر محسن خطرہ میں ہوتا ہے کیونکہ اس میں ماسوی اللہ باقی ہوتا ہے ایسا انسان ریاء قبیح اور شرک سے مامون نہیں ہوتا اور جس کا عمل قبیح ہو اُس کی جزاء احسن نہیں ہوتی۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے للذین احسنوا۔ ان لوگوں کے لیے جو میری طلب میں فی ھذہ الدنیا اس دنیا میں نیک عمل کرتے ہیں میرے سوا مجھ سے کوئی نیکی طلب نہیں کرتے انھیں کے لیے اچھی جزاء اور میرا وجدان ہے یعنی حسن الوجدان حسن طلب میں امانت رکھی گئی ہے۔

حضرت خجندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

بکوش تا بکف آری کلید گنج وجود
کہ بے طلب نتواں یافت گوہر مقصود

ترجمہ:۔ کوشش کرتا کہ تیرے ہاتھ لگے وجود کے خزانے کی کنجی کیونکہ طلب کے بغیر گوہر مقصود حاصل نہیں ہوتا۔

تو چاکر در سلطان عشق شو چو ایاز
کہ ہست عاقبت کار عاشقاں محمود

ترجمہ:۔ ایاز کی طرح سلطان کے دروازہ کا نوکر ہو جا کیونکہ عاشقوں کا انجام کار بھلا ہوتا ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ وارض اللہ واسعۃ۔ اور اللہ تعالیٰ کی زمین فراخ ہے۔

مسئلہ:۔ جس سے اپنے وطن میں تقویٰ اور نیکی و عبادت مشکل پڑ جائے تو اسے وہاں سے ایسی جگہ ہجرت کر جانا چاہیے جہاں اس سے نیکی وغیرہ آسان ہو یہی انبیاء و صالحین کا طریقہ ہے اس میں کوتاہی کا عذر غیر مسموع ہے۔

سبق:۔ اس میں ہجرت کی ترغیب ہے کہ جب اپنے وطن میں محسوس کرے کہ یہاں پر معاصی میں مبتلا ہو جائے گا تو وہاں سے ہجرت کر جائے۔

حدیث شریف:۔ وارد ہے کہ "جو شخص دین کی خاطر ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کو ہجرت کر جاتا ہے اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔

فائدہ:۔ ہم نے دین کی قید اس لیے لگائی ہے کہ دنیا کی خاطر کوچ کر جانے والے کے لیے یہ اجر و ثواب نہیں وہ مجرم ہے اور اس میں معاصی میں گرفتار ہونے والا بڑھ کر اور کون ہوگا۔

Scanned with CamScanner

اجر و ثواب نہیں بلکہ وہ مجرم ہے اور اس سے معاصی میں گرفتار ہونے والا بڑھ کر اور کون ہوگا۔

تفسیر صوفیانہ: اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غیر منتہی ہے اس لیے سالک کو راہ ہی سے دھوکہ نہ ہو کہ جب اس پر بعض مشاہدات و مکاشفات کے ابواب کھلیں تو وہ یہ سمجھے کہ مقصد اعلیٰ اور مرتبۂ بلند کو پہنچ گیا ہوں اس لیے مقاماتِ قرب کی کوئی انتہا نہیں اور نہ ہی مراتبِ وصال کی کوئی نہایت ہے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

اے برادر بے نہایت در گہست
ہر کجا کہ می رسی باللہ مایست

ترجمہ: اے برادر یہ درگاہ غیر منتہی ہے جہاں بھی پہنچو وہاں کھڑے نہ ہو جاؤ بلکہ آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔

انما یوفی الصابرون۔ بیشک وہ لوگ جو دین کے امور میں صبر کرتے اور اس میں تکالیف برداشت کرکے اسے نہیں چھوڑتے بلکہ اس کی حدود کی محافظت کرتے اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتے اگرچہ ان کو اس بارے کتنا ہی مشکلات در پیش ہوتے مثلاً اہل و عیال کو چھوڑنا اور وطن سے بے وطن ہو جانا تب بھی اس دھن میں لگے رہتے ہیں۔

حل لغات: التوفیۃ بمعنی پورا پورا دینا۔ المفردات میں ہے شے کو پورا کامل مکمل خرچ کرنا استیفاء بمعنی شے کا پورا لینا۔ اب معنی یہ ہوا کہ وہ پورا پورا دیئے جائیں گے اجرھم اپنا اجر اس کا بدلہ جو انہوں نے دین کے معاملات میں صبر کرکے تکالیف برداشت کیں۔

بغیر حساب۔ بے شمار کہ جس کا احصار حصر ناممکن ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ نمازیوں اور صدقہ والوں اور روزہ داروں اور حاجیوں کے لیے قیامت میں ترازو کھڑا کیا جائے گا جس سے انہیں پورا پورا اجر دیا جائے گا لیکن بلاؤں اور مصیبتوں والوں کے لیے کوئی ترازو نہ ہوگا بلکہ ان پر اجر و ثواب کی بارش کی جائے گی۔ اُس وقت ہر اجر والا آرزو کرے گا کاش دنیا میں اس کا جسم مصائب و تکالیف سے ٹکڑے ٹکڑے کیا جاتا تاکہ مجھے بھی ان مصیبتوں والے کی طرح بے شمار ان گنت اجر و ثواب نصیب ہوتا ؎

تو مبین رنجوری غم دیدگان
کاندران رنجیدہ از بگزیدگان

ترجمہ: تو غم دیدہ لوگوں کے رنج و غم کو نہ دیکھ کہ وہ دکھ اور غم کے ستائے ہوئے ہیں۔

Scanned with CamScanner

ہر کرا از زخمہا غم بیشتر
لطف بارش داده مرہم بیشتر

ترجمہ:۔ بلکہ یہ دیکھ کر جس کے غم کے زخم بہت زیادہ ہوں گے اُسے دوست سے بھی مرہم پٹی زیادہ ہو گی۔

اُمت کا غم خوار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (الآیۃ) نازل ہوئی تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی رب زدنی (زد امتی)۔ اے اللہ میری اُمت کے لیے اور اضافہ کرم فرما اس پر نازل ہوا مثل الذین ینفقون اموالهم فی سبیل الله کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة۔ پھر بھی حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض کی یا اللہ میری اُمت کے لیے اور کرم ہو تو نازل ہوئی۔ من ذا الذی یقرض الله قرضا حسنا فیضاعفه له اضعافا کثیرة۔ پھر بھی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی اے اللہ میری اُمت کو اور نواز تو یہی آیت اُتری انما یوفی الصابرون اجرهم بغیر حساب۔ اس کے بعد آپ نے کوئی عرض معروض نہ کیا۔

حدیث شریف:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ سب سے بڑھ کر کون لوگ مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام۔ پھر ان کے بعد جو ان کے قریب تر ہوتے ہیں۔ اس کے بعد وہ جو ان کے قریب ہوتے ہیں جتنا قدر دین میں مرتبہ بلند ہو گا اتنا قدر مصائب کا ابتلاء زیادہ ہو گا۔ اگر دین میں مضبوط تر ہے تو مصائب بھی سخت تر اور اگر دین میں کمزور ہے تو اس پر مصائب کچھ نہیں اگر ہونگے تو نہ ہونے کے برابر۔ بندۂ خدا کو مصائب میں اتنا مبتلا کیا جاتا ہے کہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ دنیا میں ہی اس کا کوئی ایک گناہ بھی باقی نہیں رہتا۔

حدیث شریف:۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی بندے کا کوئی مرتبہ دہ جاتا ہے یعنی عمل سے وہ مرتبہ حاصل نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ اسے کسی جسمانی، مالی یا اولاد کی مصیبت میں مبتلا کر کے اسے وہ مرتبہ پورا کرتا ہے بشرطیکہ وہ اس میں صبر کرے۔

مسئلہ:۔ جتنا مصیبت میں ابتلا زیادہ اتنا ہی اجر و ثواب زیادہ۔

فائدہ:۔ اللہ تعالیٰ جب کسی سے پیار کرتا ہے تو اسے کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے اگر وہ اس سے خوش ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے خوش ہوتا ہے اگر وہ اس سے ملال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

تفسیر صوفیانہ: عرائس البیان للبقلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں چار اوصاف سے لوگوں کی تعریف فرمائی:۔

۱۔ ایمان ۲۔ تقویٰ ۳۔ احسان ۴۔ صبر

ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا عرفان کسی خارجی دلیل سے استدلال کیے بغیر اسے اس کی مدد سے ہی پہچانا جائے۔

تقویٰ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو کونین کے تصور سے فارغ کرے یہاں تک کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے آگے کوئی حجاب باقی نہ رہے۔

احسان یہ کہ قلوب وارواح کو ذات باری تعالیٰ کی رویت ایسے نصیب ہو جائے کہ اس کا جمال کھل کر اس کے سامنے آجائے۔

صبر یہ کہ بندہ احوال پر مواظبت اور کشف کو چھپائے۔

حقیقی صبر یہ ہے کہ اس سے موصوف ہونے کے بعد اپنے آپ کو اس کی مداومت کا مدعی نہ بنائے۔

و ارض اللہ واسعۃ کا معنیٰ ہے کہ قلوب کی زمین وسعتِ حق سے وسیع ہے جب کوئی عارف سالک ان اصاف سے موصوف ہوتا ہے تو اسے دو اجر نصیب ہوتے ہیں:۔

۱۔ دنیوی ۲۔ اخروی

دنیوی تو یہی ہیں کہ اسے وجد وحال کے کوائف اور واردات عجیبہ نصیب ہوتے ہیں۔

اخروی یہ ہے کہ بحار آنال وآباد میں غوطہ زن اور فانی فی الذات اور باقی فی الصفات ہوگا۔

فائدہ:۔ الحارث المحاسبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سہام بلاؤں کے نشانہ بننے کا نام ہے اور طاہر مقدسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ صبر کی بہت سی اقسام ہیں:۔

۱۔ صبر منہ ۲۔ صبر لہ ۳۔ صبر علیہ ۴۔ صبر فیہ

ان سب سے آسان یہ ہے کہ امر الٰہی پر صبر کیا جائے اور اسی کا ثواب اللہ تعالیٰ نے انما یوفی الصابرون میں بیان فرمایا ہے۔

فائدہ:۔ یوسف بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صابر وہ نہیں کہ مصیبت کے کڑوے گھونٹ پی کر کراہت کا اظہار کرے بلکہ صابر وہ ہے جو اس پر صبر کر کے لذت پائے یہاں تک مقام رضا تک رسائی نصیب ہو۔

تفسیر عالمانہ: قل۔

شانِ نزول:۔ مروی ہے کہ مشرکین مکہ اور کفار قریش نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض

Scanned with CamScanner

کیا کہ آپ کو اس نئے دین لانے پر کس نے برانگیختہ کیا ہے کہ تم اپنے آباؤ اجداد کے دین یعنی لات و عزیٰ و دیگر بتوں کی پرستش کو چھوڑ دیا حالانکہ تمہیں اپنے آباؤ اجداد کا دین اختیار کرنا چاہیے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں کافروں سے فرمائیے انی امرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں ان اعبد اللہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں مخلصا له الدين درانحالیکہ میں اس کے دین کے لیے اخلاص کروں بایں طور کہ میری عبادت میں شرک و ریا نہ ہو یعنی میری عبادت کا مقصد صرف اور صرف معبود بالحق اور لیس جیسے دوسرے مقام پر قرآن مجید میں ہے قل انما امرت ان اعبد الله ولا اشرك به. فرمائیے میں مامور ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں۔ وامرت اور میں مامور ہوں لان اکون اول المسلمین کہ میں سب سے پہلا ماننے والا ہوں اسی امت میں تاکہ میں دنیا و آخرت میں ان سے پہلے ہوں کیونکہ سبقت سے مراد یہ ہے کہ دین میں اخلاص ہو جو بھی اخلاص کرتا ہے وہ سب سے مقدم ہوا کرتا ہے اور جب نبی علیہ السلام اپنی امت میں اخلاص سے موصوف ہوں گے تو وہ لازماً دارین میں ان سے مقدم ہوں گے اور ظاہر ہے کہ مسبوق سابق کا مرتبہ نہیں پا سکتا مثلاً صحابہ کرام سے بعد کو آنے والے ان کا مرتبہ نہیں پا سکتے۔

فائدہ:۔ لان اکون الخ کی لام زائدہ ہے اس معنیٰ پر یہ کہ وامرت ان اکون اول من اسلم کی طرح ہوگا اب معنیٰ یہ ہوا کہ میں مامور ہوں کہ میں اپنے ہم زمان لوگوں سے پہلا اسلام لانے والا ہوں اور سب سے پہلا دین آباء کے خلاف آواز اٹھانے والا ہوں۔ اگرچہ آپ سے پہلے بھی دین حق والے کئی حضرات گزرے لیکن تقریر مذکور کے لحاظ سے یہ اولیت آپ کے لیے موزوں ہوگی۔

تفسیر صوفیانہ:۔ بعض نے فرمایا کہ اخلاص یہ ہے کہ ظاہراً و باطناً جملہ حرکات و سکنات اللہ تعالیٰ کے لیے ہوں اس میں غیر کی کوئی ملاوٹ نہ ہو۔

نکتہ:۔ سیدنا جنید قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جملہ مخلوق کو عبادت کا حکم دیا لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاص کا حکم ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ اخلاص کے مقام پر پہنچنا صرف آپ ہی کا حصہ ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ قل انی اخاف ان عصیت ربی. فرمائیے کہ میں ڈرتا ہوں اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں کہ اخلاص چھوڑ دوں یا اس طرف مائل ہو جاؤں جس شرک میں تم مبتلا ہو۔ عذاب یوم عظیم. بڑے دن کے عذاب سے یعنی میں قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں اور یہ بڑا دن اس لیے ہے کہ اس میں مصیبت اور برے حال کی وجہ سے بہت بڑے وحشت ناک امور اور ہولناک باتیں ہوں گی۔

Scanned with CamScanner

اس میں بطریقِ مبالغہ معصیت سے زجر و توبیخ کی گئی ہے کیونکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود

فائدہ:۔ جلیل القدر ہونے کے تقدیر العصیان سے خائف ہیں تو اُمت کو بطریقِ اولیٰ ڈرنا چاہیئے۔

مسئلہ:۔ آیت سے معلوم ہوا کہ ضروری نہیں کہ معصیت سے عذاب ہو کیونکہ صغائر و کبائر سے معافی کا امکان ہے بلکہ انسان کو ویسے بھی اللہ تعالیٰ سے خوفزدہ ہونا ضروری ہے گناہ ہو یا نہ۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

محیط از چہرۂ سیلاب کردہ راہ می شود
چہ اندیشد کسے با عفو حق از گرد زلتہا

ترجمہ:۔ جسے سیلاب ہر طرف سے گھیرے اُس کے لیے ممکن ہے کہ راہ مل جائے لیکن جسے اللہ تعالیٰ کی معافی کا پروانہ مل جائے تو اس کا غلطیوں کی گرد کچھ نہ کر سکے گی۔

قل اللہ۔ اللہ منصوب ہے اعبد کی وجہ سے فرمایئے کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرتا ہوں اس کے غیر سے مجھے کوئی تعلق نہیں نہ مستقلاً نہ بالاشتراک۔ مخلصا لہ دینی اس کے لیے اپنے دین پر ملاوٹ سے خالص کر کے۔

سوال:۔ یہاں ضمیر متکلم کیوں اور اس سے پہلے ضمیر متکلم نہیں اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب:۔ یہاں اعبد کا صیغہ متکلم ہے اور پہلے والا مضمون عام ہے اس لیے یہاں دینی کہا گیا اور پہلے والا مضمون مطلق ہے اسی لیے وہاں ضرورت نہیں ہے یعنی یہاں متکلم اپنی عبادت کی خبر دے رہا ہے اور وہاں امرت کی خبر دینا مطلوب ہے اس میں اس کا مابعد صلہ اور مفعول ہے اس تقریر سے دونوں کا فرق ظاہر ہو گیا۔[1]

فائدہ:۔ کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ وہ اپنے طریقے کو اللہ تعالیٰ کے لیے شرک سے پاک کرنے والا ہے یا وہ ریاء سے اپنے عمل کو خالص کرنے والا ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں نہ دنیا کی طلب ہے اور نہ عقبیٰ کی اور میں اپنی عبادت سے اپنے مولیٰ کا طالب ہوں اور صرف اسی کے لیے میں اپنا دین خالص کرتا ہوں۔

---

[1] برہان القرآن

Scanned with CamScanner

و کل لہ سؤل و دین و مذھب
فلی انتمو سؤلی و دینی ھوا کمو

ترجمہ: سب کا کوئی مطلوب اور دین اور مذہب لیکن میرا مطلوب تم ہو اور میرا دین تمہارا عشق ہے۔

ز پشت آئینہ روئے مراد نتواں دید
ترا کہ روئے بخلق است از خدا چہ خبر

ترجمہ: آئینہ کی پشت سے کیا دیکھ سکو گے تمہارا منہ بھی مخلوق کی طرف ہے اسی لیے تمہیں خدا کی کیا خبر۔

تفسیر عالمانہ: فاعبدوا میں اپنے مامور بہ کا کاربند ہوں تو تم اے کافرو اور مشرکو عبادت کرو۔ ماشئتم جس کی چاہو۔ من دونہ۔ اللہ تعالیٰ کے ماسوئی کی۔ یہ امر تہدیدی ہے جیسے دوسرے مقام پر فرمایا اعملوا ماشئتم۔ جو چاہو عمل کرو۔

فائدہ: آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے جیسے کہ کسی سے مخفی نہیں یعنی کفار کو دیکھا گیا کہ وہ احکام خداوندی کی پرواہ نہیں کر رہے تو انھیں ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا تا کہ قیامت میں سخت سے سخت عذاب کے مستحق ہوں۔

شانِ نزول: جب مشرکین نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے اپنے آبا ؤ اجداد کا دین چھوڑ کر گھاٹا پایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا قل ان الخاسرین۔ فرمایئے کامل گھاٹے والے وہی ہیں جو اپنے مقصود کو ضائع کر دیں اور اپنے ضروری امر کو چھوڑ دیں۔ المفردات میں ہے کہ الخسران بمعنی راس المال کو گھٹانا اس کا استعمال مال و جاہ اور صحت و سلامتی اور عقل و ایمان و ثواب میں ہوتا ہے۔ یہاں ثواب کے ضائع ہونے کو اللہ تعالیٰ نے خسران مبین سے تعبیر فرمایا ہے۔ فارسی میں بمعنی زیان (نقصان) خاسر بمعنی زیان کار۔ آیت کا معنیٰ ہوا بیشک وہ لوگ نقصان والے ہیں الذین جنھوں نے یہ موصول ہے اس کا صلہ اگلا جملہ ہے یہ دونوں مل کر ان کی خبر ہیں۔

خسروا انفسہم۔ خسارہ میں ڈالا اپنے نفسوں کو گمراہی سے اور کفر کو اختیار کر کے یعنی انھیں ایسے ضائع کیا جیسے انسان اپنی تمام پونجی ضائع کر دیتا ہے۔ انفسہم۔ خسروا کا مفعول ہے۔ حضرت کاشفی مرحوم نے فرمایا کہ انہوں نے اپنے لیے نقصان کیا کہ خود کو گمراہ کیا۔ واھلیہم۔ اور اپنے اہل و عیال کو بھی کہ ان کو خسارہ میں ڈالا۔ گمراہ کر کے اور ان کے لیے کفر کو اختیار کیا یہ دراصل اھلین تھا۔ اہل کی جمع ہے بمعنی کنبہ اور رشتہ دار یعنی ازواج۔ اولاد۔ غلام۔ کنیزیں۔ بعض نے اقارب بعض نے دوست مراد لیے ہیں۔

Scanned with CamScanner

بعض نے ہر دونوں مراد لیے ہیں۔[1]

یوم القیمۃ۔ قیامت میں کہ وہ بہشت کے بجائے دوزخ میں داخل ہوں گے جبکہ انہیں دائمی عذاب کے لیے پیش کیا جائے گا اور جہنم میں ڈالا جائے گا اور ایسے ہی تباہی و بربادی کا نشانہ بنایا جائے گا کہ اس جیسی کوئی تباہی و ہلاکت کوئی اور نہ ہوگی۔

الا ذلک۔ خبردار وہ تباہی۔ ھو الخسران المبین۔ وہی ظاہر اور کھلا خسارہ ہے کہ انہیں جنت کے بجائے دوزخ میں جانا پڑے گا اور بڑے درجات کے حصول کے بجائے جہنم کے گڑھے نصیب ہوں گے۔ اور کاشفی مرحوم نے اس کا ترجمہ لکھا کہ سمجھ لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ وہی کھلا خسارہ ہے کہ کسی بھی مشروالے سے پوشیدہ نہ ہوگا۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ حقیقی خاسر وہی ہے جو خواہشات نفسانیہ کی تابعداری میں عمر کے دینا کا گھاٹا پاگیا اور منہیات کا ارتکاب کرکے آخرت کا گھاٹا پاگیا اور غیر سے تعلق جوڑ کر اپنے مولیٰ سے دور ہو گیا۔

ربط۔ اس کے بعد اب بتاتے ہیں کہ ان کے گھاٹے کی صورت کیا ہوگی۔ اس کے لیے فرمایا لھم من فوقھم ظلل من النار۔ ان کے لیے ان کے اوپر سائبان ہوں گے آگ کے۔

لھم الخ ظلل من النار کی خبر ہے اور ظلل ظلۃ کی جمع ہے جیسے غرفہ کی غرف جمع ہے سایہ کا بادل یعنی ہر وہ شے صفہ کی مانند اوپر سے ٹانگ دی جائے یعنی سائبان۔ کشف الاسرار میں ہے ہر وہ شے جو اوپر سے سایہ کرے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ خسارہ والوں کے لیے دوزخ کے بہت سے سائبان تہ بتہ ہیں جو ان کے سروں پر کھڑے کئے گئے ہیں اس سے دوزخ کے طباق اور سائبان اور دھواں مراد ہے اور نار کو سایہ اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ غلیظ و کثیف ہیں اور اس لیے کہ وہ اوپر سے دیکھنے سے روکتا ہے۔[2]

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ دوزخ میں ان کا بہت برا حال ہوگا اور ساتھ ہی ان کے ساتھ تہکم بھی ہے اس لیے کہ سائبان تو عموماً سایہ کرنے اور ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے ہوتے ہیں بالخصوص ان زمینوں میں جہاں گرمی بھی بہت زیادہ ہوتی ہے جیسے ارض حجاز بالخصوص جب خود ہی سائبان بھی آگ ہو تو پھر گرمی کے سوا اور کیا ہوگا اور پھر اور زیادہ برا حال ہوگا جب اس میں تاریکی بھی ہو۔

ومن تحتھم ظلل۔ اور ان کے نیچے سائے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ انہیں آگ ہر چار سو

---

[1] شرح المشارق لابن الملک ۱۲ [2] کشف الاسرار

گھیرے گی۔ چنانچہ فرمایا احاط بھم سرادقھا۔ یعنی انھیں دوزخ کا سائبان گھیرے گا۔ آگ کے گھیرے کو
سائبان سے تشبیہ دی گئی ہے جیسے سورۂ کہف میں تفصیل سے گزرا ہے اس کی نظیر دوسری آیت بھی ہے یوم
یغشاھم العذاب من فوقھم ومن تحت ارجلھم۔ اس دن کہ انھیں اوپر نیچے عذاب ڈھانپ
لے گا) ایک اور آیت میں ہے لھم من جھنم مھاد ومن فوقھم غواش۔ ان کے لیے
جہنم کے بچھونے اور ان کے اوپر دوزخ کے سائبان ہوں گے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے نیچے
آگ کے طباق ہوں گے اور وہ بھی تہ بتہ کہ ان سے نیچے والوں کے لیے سائبان کی طرح ہوں گے
بلکہ ان کے دوزخ کے اندر گرنے پر وہی طبقات ان کے لیے سائبان کی طرح ہوں گے۔ پھر اس طرح ہر نیچے
گرنے والے کے لیے وہی سائبان کی طرح ہوتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ گہرائی تک یہی حال
رہے گا جہاں منافقین پڑے مار کھا رہے ہیں خلاصہ یہ کہ ہر اوپر والے کے لیے دوزخ کا طبقہ
بچھونا ہوگا تو اس سے نیچے والے کے لیے سائبان۔

سوال:۔ نیچے بچھے ہوئے دوزخ کے طبقہ کو سائبان کیوں کہا گیا۔
جواب:۔ چونکہ وہ اپنے نیچے والے کے لیے بمنزلہ سائبان کے ہے اسی لیے اضافی طور پر اس کا نام
(سائبان) ہوا۔ ایسے ہی سدی مفسر نے کہا[1] ذالک۔ یہ ڈراؤنا عذاب وہ ہے یخوف اللہ بہ
عبادہ جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے تاکہ ایمان لائیں
اور آیات وعید کے ذریعے اس بڑے عذاب سے اس لیے بھی ڈراتا ہے تاکہ اس گناہ سے بچ
جائیں جو ان کو اس عذاب کا مستحق بناتا ہے۔

فائدہ:۔ اپنے ان بندوں کو آیات وعید سے ڈراتا ہے جو اہل ایمان ہیں ہاں وہ عذاب جو ابھی مذکور
ہوا وہ صرف کفار کے لیے تیار کیا گیا ہے اور اہل ایمان کو بھی ضمناً ڈراتا ہے تاکہ وہ اللہ
سے ڈرتے رہیں اور توحید کا اقرار کریں۔[2]

یا عباد۔ اے میرے بندو! یہ دراصل یا عبادی تھا فاتقون مجھ سے ڈرو وہ عمل ہرگز
نہ کرو جو میری ناراضگی کا موجب ہے۔ یہ نصیحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو لطف و کرم پر مشتمل ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کا ڈنڈا پیدا فرمایا تاکہ انھیں اس
سے ہانک کر جنت کی طرف لایا جائے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر کام حکمت

---

۱ اسئلۃ المقحمہ ۱۲ ۔ ۲ الوسیط ۱۲

Scanned with CamScanner

ومصلحت سے خالی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے ڈرانے سے ایسے خسارہ سے بچ جائے وہی اللہ تعالیٰ کا حقیقی بندہ ہے اور اس کا مستحق ہے کہ اضافت کی شرافت صرف اسی کو نصیب ہو۔ 33 C

نکتہ :۔ سیدنا بایزید بسطامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ لوگ یوم القیمۃ کے حساب سے ڈرتے ہیں لیکن میں اس سے خوش ہوں اس لیے کہ اگر ایک دفعہ وہ فرما دے کہ اے میرا بندہ تو مجھے اتنا کافی ہے۔

سبق :۔ عاقل پر لازم ہے کہ وہ عبودیت کی تحصیل و تکمیل میں کوشش کرے تاکہ خطاب الٰہی کا مستحق ہو اور اس کے ہاں محترم و معظم ہو لیکن نہیں دیکھتے ہو کہ بادشاہوں یا بڑے آدمیوں دنیاداروں کی خدمت کرتا ہے تو وہ اس کے ہاں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے حالانکہ وہ ایک مخلوق ہے تو خالق کے لیے تمہارا کیا خیال ہے۔

احناف کی مغفرت کا مژدۂ بہار

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ زندگی کے آخری حج کے لیے تشریف لائے تو کعبہ معظمہ کے نگرانوں سے فرمایا کہ ایک شب مجھے کعبہ شریف کے اندر اجازت دے دو تاکہ میں زندگی کے آخری حج میں جی بھر کر عبادت کر لوں۔ نگرانوں نے کہا کہ کعبہ شریف کے اندر عبادت کی عام اجازت کسی کے لیے نہیں لیکن چونکہ آپ اہل اسلام کے امام و مقتدا ہیں اسی لیے آپ کے لیے دروازۂ کعبہ کھول دیا جاتا ہے۔ آپ جب عبادت کے لیے مکہ معظمہ کے اندر تشریف لے گئے تو آپ دو ستونوں کے درمیان عبادت کے لیے کھڑے ہو گئے اور صرف سیدھے پاؤں پر آدھی رات تک قیام کیا اس میں نصف قرآن پاک ختم فرمایا۔ رکوع و سجود کے بعد بائیں پاؤں پر کھڑے رہے اور دایاں پاؤں اٹھا کر رکھ دیا اسی طرح سارا قرآن مجید رات کو ختم کر ڈالا۔ سلام پھیر کر خوب روئے اور عرض کی یا اللہ میں تیری عبادت کا حق ادا نہ کر سکا اس لیے کہ یہ عبد ضعیف کون لگتا ہے کہ تیری عبادت کا حق ادا کر سکے ہاں تیرا عرفان فرود نصیب ہوا۔ عبادت کا نقصان عرفان کے کمال کے طفیل پورا فرما۔ اس پر ہاتف غیبی نے کعبہ کے کونے سے آواز دی کہ اے ابوحنیفہ تم نے صحیح عرفان حاصل کیا اور اس میں خلوص کیا اور تو نے خدمت کا حق ادا کیا اسی لیے تجھے اور تیرے مذہب والوں کو جو قیامت تک تیری پیروی کریں گے میں نے سب کو بخش دیا۔[1]

فائدہ :۔ ایسی عبودیت تقویٰ اور خوف من اللہ اور مطالعہ ہیبت و جلال الٰہی سے پیدا ہوتی ہے اور

---

[1] الفتاوی الظہیریہ۔

Scanned with CamScanner

اور حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تھے تو جیسے ہانڈی سے جوش وار آواز سنائی دیتی ہے ایسے ہی آپ کے سینے پاک سے رونے کی آواز سُنی جاتی تھی۔

فائدہ :۔ الاذیز بمعنی الغلیان یعنی ہانڈی کا جوش بعض نے کہا کہ اس کی آواز المرحل بمعنی تانبے کی ہانڈی۔

فائدہ :۔ ایسے ہی یہ آواز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سینے مبارک سے سنائی دیتی تھی۔

فائدہ :۔ جب خوف الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے تو اسی گرمی جسم کے ظاہر و باطن کو نہیں جلا سکتی۔

فائدہ :۔ جب وقت گزر جاتا ہے تو پھر تدارک حال مشکل ہو جاتا ہے انسان پر لازم ہے کہ فرصت کو نگاہ میں رکھے۔ ؎

وحشیٔ فرصت چو تیر از چشم بیرون جستہ است
تا توزہ می سازی اے غافل کمان خویش را

ترجمہ :۔ فرصت کا وحشی شکار تیرے تیر کمان سے چھوٹ جائے گا جب تک کہ تو اے غافل کمان کو درست کرتا رہے گا۔

تفسیر عالمانہ :۔ والذین اجتنبوا الطاغوت (اور جنہوں نے بتوں سے کنارہ کیا۔

حل لغات :۔ الاجتناب بمعنی کنارہ کش ہونا مثلاً کہا جاتا ہے اجتنبہ بمعنی بعد عنہ (وہ اس سے ایک طرف ہوا)

الطاغوت۔ طغیان (گمراہی) کی انتہا کو پہنچنا یعنی گناہ میں حد سے بڑھ جانا بروزن فلعوت از طغیان بتقدیم اللام علی العین کہ یہ دراصل طغیوت تھا۔ یہ وزن مبالغہ کا ہے جیسے رحموت و عظموت پھر یہ صفت کے طور مبالغتاً مستعمل ہوتا ہے گویا شیطان طغیان کا عین ہے کیونکہ اس سے شیطان مراد ہے۔ تاء تانیث کی نہیں بلکہ زائدہ ہے۔

فائدہ :۔ طاغوت کی تاء اصلی نہیں ایسے ہی ملکوت و جبروت و لاہوت۔ ناسوت۔ رحموت۔ رہبوت میں تاء اصلی نہیں[1]

فائدہ :۔ طاغوت مذکر بھی ہے مونث بھی[2]

---

[1] کشف الاسرار ۱۲

[2] الکواشی

فائدہ :۔ مفرد و جمع ہر دو نوں طرح مستعمل ہوتا ہے [1]

فائدہ :۔ امام راغب نے فرمایا کہ طاغوت یعنی حد سے بڑھنے والا اور ہر وہ غیر اللہ جس کی پرستش کی جائے اور اہل کتاب کے سرکش لوگ اور کشف الاسرار میں فرمایا ہر وہ جو غیر کی پرستش کرے وہ طاغی ہے اور جس کی وہ پرستش کرتا ہے وہ طاغوت ہے اور قاموس میں ہے کہ طاغوت لات و عزیٰ اور کاہن اور شیطان اور غیر اللہ کے سوا جس کی پرستش کی جائے اور گمراہی کا سربراہ اور تمام بُت طاغوت ہیں۔

تفسیر صوفیانہ :۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ہر ایک انسان کا نفس طاغوت ہے اور طاغوت سے کنارہ کشی کا مطلب یہ ہے کہ نفس کی مخالفت کی جائے اور اپنے مولیٰ کی رضا پر چلا جائے اور ماسویٰ اللہ سے منہ موڑ کر صرف اسی کی طرف رجوع کیا جائے۔

فائدہ :۔ حضرت سہل (تستری) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ طاغوت دنیا ہے اس کا اصل جہالت اور اس کی فرع کھانے پینے اور ہار سنگار اور فخر و کبر کی اشیاء اور اس کا ثمرہ معاصی اور اس کی میراث قساوۃ قلبی اور عذاب و سزا ہے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو شیطان یا بتوں یا گناہ سے کنارہ کشی کرتے ہیں یعنی بت پرستوں سے علیحدہ اور کنارہ کش رہتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ :۔ ان یعبدوھا۔ یہ کہ ان کی پرستش کریں یہ طاغوت سے بدل الاشتمال ہے اس لیے کہ غیر اللہ کی پرستش گویا شیطان کی عبادت ہے اس لیے کہ وہی اس کا حکم دیتا اور اسے سنگار رتا ہے۔

فائدہ :۔ یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں پر طاغوت سے جمع مراد ہے۔

وانابوا الی اللہ ۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے اور اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور غیر اللہ سے بالکل منہ پھیر لیتے ہیں۔

فائدہ :۔ تفسیر بحر العلوم میں ہے اجتناب الطاغوت سے ان کے ساتھ کفر اور انابت الی اللہ سے اس کی طرف رجوع کرنا مراد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا **فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ** ۔ تو وہ جو طاغوت کے ساتھ کفر کرتا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے تو بیشک اس نے مضبوط رسی کو تھام لیا۔

نکتہ :۔ اجتناب طاغوت و کفر طاغوت کو ایمان باللہ پر مقدم کرنا کلمۂ توحید کے مطابق ہے کہ اس میں

---

[1] القاموس ۔ المفردات [2] الکواشی :

لا الٰہ نفی پہلے اور الا اللہ اثبات۔ بعد کو ہے۔ پہلے معبودانِ باطلہ کی نفی ضروری ہے۔ پھر اثبات معبودِ برحق۔

لھم البشریٰ۔ انھیں خوشخبری ہو ثواب و رضوان اکبر بزبان رسل کرام علیہم السلام ساتھ وحی کے دنیا میں یا ملائکہ کے ذریعے موت کے وقت اور جب قیامت میں اٹھائے جائیں گے اور اس کے بعد بھی۔

فائدہ:۔ بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ انھیں یہ خوشخبری دی جاتی ہے کہ تمہیں اہل ہدایت اور اللہ کے فضل والے ہو اور یہی بہت بڑی کرامت ہے۔

فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ۔ تو میرے ان بندوں کو خوشخبری سناؤ جو بات سن کر اس کی اچھی بات کی اتباع کرتے ہیں۔ اس میں تصریح ہے کہ خوشخبری رسل کرام علیہم السلام کے ذریعے سنائی جاتی ہے اور اس سے دنیا کی خوشخبری مراد ہے اور ملائکہ کی خوشخبری سنانا قیامت میں ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ۔ ان کے لیے دنیا کی زندگی اور آخرت میں خوشخبری ہے۔

فائدہ:۔ یہ بھی ہے کہ آخرت کی خوشخبری دنیا کی خوشخبری سے مربوط ہے۔ جو دنیا میں خوشخبری کا اہل ہے وہ آخرت میں خوشخبری کا مستحق ہوگا۔

عباد دراصل عبادی تھا یا حذف کردی گئی ہے۔

شانِ نزول:۔ بعض کے نزدیک یہ آیت حضرت عثمان بن عفان و حضرت عبدالرحمٰن بن عوف و سعد و سعید و طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ جب انہوں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ابتدائے اسلام میں ایمان کے متعلق پوچھا تو ان کی تفصیل سنانے پر یہ حضرات ایمان لائے اسے مہدی نے بیان کیا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ میرے ان بندوں کو خوشخبری سناؤ جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اسلام کی باتیں سن کر اس کی اچھی بات لا الٰہ الا اللہ کے متبع ہوئے۔

فائدہ:۔ الارشاد وغیرہ میں ہے کہ اس میں ضمیر کے بجائے اسم ظاہر کیا گیا ہے اور پھر عباد کو یا متکلم کی طرف اضافت کی گئی۔ اس میں ان کی شرافت اور بزرگی کا اظہار ہے نیز بتایا گیا ہے کہ وہ اس فضیلت کے لائق اس لیے ہیں کہ وہ بت پرستی سے اجتناب کرتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھتے ہیں۔ یہ ان کے دین میں کھرے ہونے کی دلیل ہے کہ اس طرح سے وہ حق و باطل کی تمیز کرتے اور افضل سے افضل بات پسند کرتے ہیں۔

لے کشف الاسرار

لے مکمل مہدی ۱۲

فائدہ: اس لیے لفظ قول لایا گیا ہے تاکہ عموم پر دلالت کرے کہ وہ ہر قسم کے اچھے قول کو عمل میں ترجیح دیتے ہیں۔

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اچھی بات سنتے ہیں قرآن ہو یا کوئی اور بات تو وہ ان کے احسن قول کی اتباع کرتے ہیں مثلاً ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں اور اس سے صرف قرآن مراد ہو تو پھر بھی جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے احسن الحدیث فرمایا۔ کما قال اللہ نزل احسن الحدیث۔ اللہ تعالیٰ نے احسن الحدیث نازل فرمائی۔ اس کی تفسیر آئے گی۔

فائدہ: امام راغب نے فرمایا کہ فیتبعون احسنہ میں الابعد من الشبہۃ مراد ہے یعنی وہ قول جو شبہ سے بعید تر ہو وہ اس پر عمل کرتے ہیں۔[1]

فائدہ: بحر الرائق میں ہے کہ قول عام ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہو یا کسی فرشتہ کا یا انسان کا یا شیطان کا یا نفس کا یعنی ان میں جو احسن بات ہے وہ اس پر عمل کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی پر اس لیے کہ انسان حق و باطل اور نیک و بد بولتا ہے اور شیطان صرف معاصی کی طرف بلاتا ہے اور نفس آرزو و تمنا کی ترغیب دیتا ہے اور فرشتہ طاعتِ الٰہی کی دعوت دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود اپنی طرف بلاتا ہے چنانچہ فرمایا و تبتل الیہ تبتیلا اور اس کی طرف پورے طور رجوع کرو۔ ایسی لیے خالص بندے وہ ہیں جو احسن الخطاب سن کر عمل کرتے ہیں اور احسن الخطاب صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے سنا جاتا ہے۔

فائدہ: القول میں الف لام عموم کا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لوگ صرف احسن پر عمل کرتے ہیں۔ قرآن ہو یا کوئی اور چاہیے بھی اُن کے لیے یہی کہ وہ اس پر عمل کریں جو بہتر ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے ہو گا یا اس کے لیے ہو گا جو اللہ تعالیٰ تک پہنچائے گا بولنے والے کا قول اسی فیصل سے ہو گا۔ یعنی بولنے والے کو نہ دیکھا جائے گا بلکہ اس کی بات کو دیکھا جائے گا کہ اس کی ہر اچھی بات پر عمل کرنا ہو گا۔

فائدہ: الکلبی نے کہا کہ انسان جب کسی مجلس میں بیٹھتا ہے تو وہاں اچھی اور بُری ہر طرح کی باتیں ہوتی ہیں اس کو لازم ہے کہ اس بات پر عمل کرے جو اچھی ہے اور بُری کو چھوڑ دے اور اچھی بات پر نہ صرف عمل کرے بلکہ دوسروں تک پہنچائے اور اس کی عام دعوت دے۔

فائدہ: لباب میں ہے کہ مجالس و محافل میں ہر طرح کی باتیں سننے میں آتی ہیں اچھے لوگ وہ ہیں جو اچھی باتوں کو لے لیتے ہیں اور بُری باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اس قسم کی محافل و مجالس کی باتوں کے لیے یہ مثال مشہور ہوئی۔

ع خذ ما صفا دع ما کدر ۱۲

---

[1] تاویلات نجمیہ ۱۲

ترجمہ:۔ اچھی شے لے لے میل کچیل یعنی بُری بات چھوڑ دے۔

قول کس چوں بشنوی در وے تامل کن تمام ؎
صاف را بردار و در وے را رہا کن والسلام

ترجمہ:۔ جب کسی کی بات سنو تو اس میں غور و فکر کرو صاف کو اُٹھا لو اور میل کچیل یعنی بُری کو چھوڑ دو۔

فائدہ:۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ استماع قول اور احسن سے قرآن مراد ہے اور اس کی اتباع اس قول پر ہو جو محکم ہے منسوخ کو سننا تو جائز ہے لیکن عمل نہیں کیا جاتا ہے ایسے ہی عزیمت پر عمل ہو نہ کہ رخصت پر۔

فائدہ:۔ صوفیہ کرام نے فرمایا کہ قرآن مجید میں اعدائے اسلام اور تبابعہ اور اولیائے کرام یعنی محبوبانِ خدا کے مدائح کا ذکر ہے۔ انسان پر لازم ہے کہ وہ محبوبانِ خدا کے مدائح پر عمل کرے مثلاً قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر ہے تو ہمیں موسیٰ علیہ السلام کے طریقہ کی متابعت ضروری ہے اور فرعون کے طریقے سے اجتناب و احتراز لازم۔

فائدہ:۔ کشف الاسرار میں ہے احسن فی الدین پر عمل کرنے کی ایک مثال بتائی ہے وہ یہ کہ مقتول کے وارث کا حق بنتا ہے کہ وہ قاتل سے بدلہ لے لیکن وہ اگر اسے معاف کر کے اسے بخش دے تو یہ احسن القول پر عمل کرنا ہے ایسے ہی جو شخص برائی کا بدلہ برائی دے تو بھی درست ہے لیکن اگر اسے معاف کر دے تو یہ احسن ہے۔ ایسے ہی شے پوری تول کر دے تو درست ہے لیکن اگر تھوڑی سی زائد بڑھا دے تو احسن ہے۔ ایسے ہی اگر سلام کا جواب صرف السلام علیکم سے دے تو درست ہے اگر اس پر اضافہ کر کے ورحمۃ اللہ (و برکاتہ) کہے تو احسن ہے ایسے ہی وضو میں اعضاء کو ایک ایک بار دھوئے تو جائز ہے اگر دو یا تین بار دھوئے تو احسن ہے ایسے اگر کسی ظالم کو حکم کے مطابق سزا دے تو جائز ہے لیکن اگر معاف کر کے اُلٹا کچھ ہدیہ دے تو احسن ہے۔ ایسے ہی نماز میں صرف سجود و رکوع کرے یعنی کچھ نہ پڑھے تو جائز ہے اگر اس میں تسبیح بھی پڑھے تو احسن ہے۔ اس کی نظیر موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد گرامی ہے کہ فخذھا بقوۃ وأمر قومك يأخذوا باحسنها۔ اے پیغمبر اور قوم کو اس کا حکم فرمایئے کہ وہ اس کے احسن کو لیں ایسے دوسرا ارشاد گرامی اس کی نظیر ہے کہ واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم اور جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر آتا۔ اگیا ہے اس کے احسن پر عمل کرتے ہیں[2] یہ تمام تقریر کشف الاسرار کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی سن کر اس کے احسن کی اتباع اور اس کے افضل پر عمل کرتے ہیں یعنی قرآن کے پورے تابعدار ہیں کہ اس میں عفو و درگزر کا حکم ہے تو وہ اس کے حامل ہیں اس میں تکالیف برداشت کرنے اور

---

[1] المفردات ۱۲
[2] کشف الاسرار ۱۲

ان پر صبر کرنے کا اشارہ ہے تو بھی اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

نکتہ: قرآن پاک کے تمام مضامین احسن ہیں صرف برتری عمل کرنے والے کی وجہ سے ہے اور بس۔

مسئلہ: حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس میں اختلاف ہے کہ کیا قرآن مجید کا کوئی مضمون دوسرے مضامین سے افضل ہے یا تمام مضامین برابر ہیں۔ حضرت امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بعض ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن کے کسی مضمون کو دوسرے پر ترجیح نہیں کیونکہ سارا کلام خداوندی ہے اس میں ترجیح و تفضیل کیسی۔ اگر تفضیل مان لیں تو پھر مفضل علیہ کا نقص لازم آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کوئی کلام ناقص نہیں۔ لیکن محققین رحمہم اللہ تعالیٰ تفضیل کے قائل ہیں اور یہی قول حق بھی ہے۔ بایں طور جو مضمون ذات حق تعالیٰ کے لیے ہوگا وہ اس دوسرے سے افضل ہوگا جو اس کی مخلوق کے لیے ہے مثلاً قل ھو اللہ احد میں اللہ تعالیٰ کی توحید ہے اور تبت یدا ابی لہب الخ میں ابولہب کی مذمت ہے اور ظاہر ہے کہ توحید کا مضمون کافر کی مذمت سے افضل ہوگا علاوہ ازیں قل ھو اللہ الخ میں تین باتیں ہیں:۔

۱۔ کلام اللہ۔

۲۔ مذکور یعنی باری تعالیٰ کی ذات کریمہ۔

۳۔ اس کی توحید و صفات ایجابیہ و سلبیہ اور تبت یدا میں صرف فضیلۃ ذکر ہے یعنی کلام الٰہی اور بس۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ بعض سورتوں اور آیتوں کے متعلق احادیث مبارکہ میں تصریح وارد ہے اور ان کے ثواب و اجر کا ذکر مصرح ہے وغیرہ وغیرہ۔[1]

فیصلہ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں سورۃ و آیت دوسری سورتوں و آیات سے اشرف و افضل ہیں کیونکہ یہ سب کی سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کے نور میں برکت دے یوں کہہ سکتے ہیں کہ اجر و ثواب کے لحاظ سے ایک سورت دوسری سورت سے یا ایک آیت دوسری آیت سے افضل و اشرف ہے مثلاً حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یٰس قرآن مجید کا دل ہے اور فرمایا فاتحۃ الکتاب قرآن مجید کا قلعہ ہے اور فرمایا آیت الکرسی قرآن مجید کی سردار ہے اور قل ھو اللہ احد یعنی سورۃ اخلاص قرآن مجید کے

---

[1] الاتقان ۱۲۔

تعالیٰ کے برابر ہے ان کی طرح دوسری سورتوں کے فضائل سے اجر و ثواب مراد ہے ورنہ ایک کو دوسری پر افضلیت کا قائل ہونا ناموزوں ہے اس لیے کہ کلام الٰہی میں افضلیت کی ترجیح کیسی[1]. خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس حیثیت سے کہ اس کا کلام ہے اس میں کسی کو دوسرے پر افضلیت و شرافت کا قائل نہیں ہونا چاہیے البتہ اجر و ثواب کے لحاظ سے ایک سورت کو یا آیت کو دوسری سورتوں یا آیتوں سے افضل واشرف کہنا جائز ہے۔ محققین و دیگر اکابر علماء کرام کے مختلف اقوال کی تطبیق اسی طرح دی جاسکتی ہے۔

مسئلہ صوفیانہ: عارفین کے نزدیک استماع القول ہر شے سے ہو سکتا ہے اس لیے کہ عرش تا تحت الثریٰ ہر شے میں اللہ تعالیٰ ہی کلام کرتا ہے لیکن استماع صرف اور صرف اہل حقیقت کو ہی نصیب ہوتا ہے۔ ان کی علامت یہ ہے کہ وہ ہر اس قول پر عمل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قریب لاتا ہے وہ امر ہو یا نہی وہ ذکر و ثنائے الٰہی ہو یا کوئی اور پند و موعظت وغیرہ وغیرہ اور وہ لوگ دوسروں کی غیبت اور بہتان و دیگر بُرے اقوال سننے سے بہرے بن جاتے ہیں اور نہ ہی وہ آیاتِ الٰہی میں طعن بازی کرتے اور نہ قیل و جدال کا ارتکاب کرتے ہیں اور نہ ہی گانے سرود وغیرہ سنتے ہیں بلکہ ہر وہ بات جس کے سننے سے شارع نے روکا ہے کبھی نہیں سنتے۔ ایسے لوگوں کے کان اللہ تعالیٰ کی باتوں کے سننے کے لیے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

پنبہ آں گوش سر گوش سر است
تا نگردد ایں کران باطن کراست

ترجمہ: اس کان کی روئی اسی کان کا سر ہے جب تک اس کا بہرہ پن نہ جائے گا باطنی بہرہ پن کبھی دور نہ ہوگا۔

فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کا بھی ایک شعر لیجئے ؎

پنبہ بیرون آمد از گوش دلت
می رسد تا صوت از ہر بلبلت

ترجمہ: دل کے کان سے روئی ہٹا دے پھر تجھے ہر بلبل کی آواز سنائی دے گی۔

---

[1] جواہر القرآن للغزالی ۱۲

تفسیر عالمانہ: اولٰئک۔ یہی لوگ جن کے محاسن جمیلہ اُوپر مذکور ہوئے۔ یہ مبتدا اور اس کی خبر الذین ھداھم اللہ۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے دین حق اور انصاف پسندیدہ کی ہدایت بخشی ہے۔ واولٰئک ھم اولوا الالباب اور یہی وہ ہیں جن کے عقول معارضہ وہم اور منازعہ[1] خواہش نفسانی سے پاک ہیں صرف یہی ہدایت کے مستحق ہیں نہ اُن کے غیر۔

مسئلہ:۔ آیت میں دلیل ہے اس مسئلہ کی کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور نفس انسانی کے قبول کرنے کی استعداد سے ہوتی ہے یعنی اس میں بندے کے کسب کو بھی دخل ہے جیسے عموماً افعال انسانی میں طریقہ (اہلسنت) مشہور ہے۔

فائدہ:۔ اس میں اشارہ ہے کہ یہی لوگ اشیاء کے چھلکوں کو چھوڑ کر ان کے حقائق کے مغز تک پہنچے ہیں۔

افمن حق علیہ کلمۃ العذاب افانت تنقذ من فی النار۔

ربط:۔ بت پرستوں کے احوال شروع ہورہے ہیں اس سے قبل ان حضرات کا ذکر تھا جو بت پرستی سے کوسوں دور تھے۔

ترکیب:۔ ہمزۂ استفہام انکار کا اور فاء عاطفہ کا عطف محذوف پر ہے جیساکہ کلام الٰہی سے معلوم ہوتا ہے۔ من شرطیہ ہے لیکن حضرت کاشفی اور کشف الاسرار کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ من موصولہ اور حق بمعنی وجب و ثبت اور کلمۃ العذاب سے وہی کلمہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو فرمایا لاملئن جھنم منک وممن تبعک منھم اجمعین (میں تمہیں اور تیرے تابعداروں سے جہنم کو بھروں گا) اور ہمزہ جزا میں بھی دوبارہ لایا گیا ہے۔ یہ انکار کی تاکید کے لیے ہے اور اس میں فاء جزائیہ ہے اور ضمیر کے بجائے اسم ظاہر یعنی من فی النار کو لایا گیا ہے۔ تشدید انکار و استبعاد کے معنیٰ میں زیادتی کے اظہار کی وجہ ہے۔ نیز تنبیہ ہے کہ جس کے لیے جہنم کا حکم سنایا گیا ہے وہ گویا واقع فی النار ہے۔

فائدہ:۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایمان کی دعوت دینا ان کو جہنم سے بچانے کی سعی ہے۔ الانقاذ بمعنی گہرے گڑھے سے نجات دلانا[2]۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا ان لوگوں کے لیے کیا خیال ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں کافروں کے متعلق طے ہوچکا ہے کہ اُنہوں نے جہنم میں جانا ہے تو کیا آپ ان کو ایسے قطعی عذاب سے نجات دلاسکتے ہیں۔

فائدہ:۔ آیت شرط و جزاء وغیرہ سے مل کر ایک جملہ ہوئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس پر کلمہ وعید واجب ہوچکا ہے تو

---

[2] المفردات ۱۲

آپ اسے اس سے نجات دلا سکو گے یعنی ایمان کی دولت سے نواز سکو گے مگر ہرگز نہیں کیونکہ یہ آپ کا کام نہیں کہ آپ قطعی جہنمیوں کو دوزخ سے نکالیں جیسے ابولہب اور اس کا لڑکا وغیرہ وغیرہ۔

تفسیر صوفیانہ: اس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے کہ جن کے لیے تقسیم اول یعنی روز اول سے کہا جا چکا ہے کہ یہ صفات قہر کے مظہر ہیں اور ہمیشہ اسی صفت کے مظہر رہیں گے تو انہیں نہ کسی شافع کی شفاعت کام دے گی نہ کوئی اسے غضب و قہر ربانی اور سنت حق سے بچا سکے گا نہ کوئی رسول۔

مسئلہ: اہل ایمان کے لیے شفاعت حق ہے جیسا کہ آیت **کنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منها۔** (تم تھے جہنم کے کنارہ پر تو اس سے تمہیں بچا لیا) اس آیت میں وہ لوگ مراد ہیں جن کے متعلق گزشتہ مضمون میں فرمایا **لهم من فوقهم ظلل من النار ومن تحتهم ظلل۔** یہ وہی ہے جن کے اوپر نیچے سے دوزخ کے سائبان ہوں گے۔ چنانچہ خود ذیل کے مضمون میں بھی استدراک فرمایا۔

تفسیر عالمانہ: **لکن الذین اتقوا ربهم۔** لیکن وہ لوگ جو آج شرک اور معاصی اور لغزشوں اور شہوات اور اتباع خواہش نفسانی اور غیر مرئی کی طرف جھکنے سے بچ گئے تو قسمت ازلی میں انہیں اللہ تعالیٰ نے کلمۂ عذاب کے اثبات سے بچا لیا بلکہ ان پر واجب ہوا کہ وہ مظہر لطف ربانی الی الابد کے مظہر ہوئے۔

لهم غرف۔ ان کے لیے بہشت میں بہت بڑی منزلیں و درجات ہیں یعنی انہیں یہ منزلیں ان کے تقویٰ کے مطابق نصیب ہوں گی۔

فائدہ: **غرف۔** غرفہ کی جمع ہے وہ چوبارہ جو مکان کی چھت پر بنایا جاتا ہے اور بہشت کی منازل کو بھی غرف سے تعبیر کرتے ہیں۔[1]

من فوقها غرف۔ ان کے اوپر بالا خانے ہیں یعنی بہشت میں ان کے لیے بالاخانوں پر اور بالاخانے ہیں جیسے جہنمیوں کے لیے جہنم کے نیچے گڑھے در گڑھے ہیں۔

مبنية۔ وہ مضبوطی کے ساتھ تیار کئے گئے ہیں جیسے زمین پر مکانات تیار کیے جاتے ہیں تو ان کی مضبوطی سیمنٹ بجری وغیرہ سے کی جاتی ہے۔

فائدہ: حضرت سعدی المفتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس وصف سے بیان کرنے میں ان کی حقیقت کا

---

[1] المفردات ۱۲۔

Scanned with CamScanner

اظہار مطلوب ہے اور واضح کرتا ہے کہ وہ بالاخانے سائبان نما ہوں گے جیسے کافروں کے لیے بھی سائبان مجازی لفظ بول کر ان کے ساتھ تہکم کیا گیا ہے۔

بحر العلوم میں ہے کہ وہ بالاخانے زبرجد۔ یاقوت۔ موتی و دیگر عجیب و غریب جواہر سے تیار کیے گئے ہیں

فائدہ: اور کشف الاسرار میں ہے کہ وہ بالاخانے سونے چاندی کی اینٹوں سے تیار کئے گئے ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ وہ بالاخانے نیک اعمال کے مطابق اور سالکین کے احوال کے موافق ہوں گے۔

تجری من تحتہا۔ جاری ہوں گی ان محلات کے اُوپر نیچے والوں میں۔ الانہار نہریں چار بغیر فرق کے اُوپر کے یا نیچے ہیں سب کو چاروں نہروں کا پانی برابر طور پہنچے گا۔

وعد اللہ۔ مصدر مؤکد ہے اس لیے کہ لھم غرف الخ میں وعدہ کا مضمون ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسے بالاخانوں کا پختہ وعدہ دے رکھا ہے۔

لا یخلف اللہ المیعاد۔ اللہ تعالیٰ وعدہ کے خلاف نہیں فرمائے گا اس لیے کہ خلف الوعد نقص ہے اور ہر نقص و عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

الاخلاف بمعنی وعدہ خلافی کرنا المیعاد بمعنی وعدہ۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس سے وہ وعدہ ہے جو تائبین کو مغفرت کا اور مطیعین کو جنت کا۔ مشتاقین کو دیدار کا اور عاشق صادقین کو قربت و وصال کا وعدہ دے رکھا ہے اس کا خلاف نہیں فرمائے گا۔ یعنی جب ان سے کمی واقع نہ ہوئی تو وہ بھی اپنا وعدہ سچا کر دکھائے گا۔ اگر اُن سے کوتاہی ہوئی تو پھر خود کو ملامت کریں (کہ نہ کرتے کوتاہی تو نہ ملتی انھیں سزا)۔

حدیث شریف مع شرح

متن: حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اہل جنت بالاخانہ والوں کو اپنے اُوپر ایسے دیکھیں گے۔

شرح: بالاخانہ والوں سے مراد وہ اہل جنت ہیں جنہیں اہل منازل کو عطا ہوں گی اور نیچے والے انہیں ایسے دیکھیں گے جیسے ہم زمین سے پہلی رات کے چاند کو دیکھتے ہیں۔ حدیث شریف میں اسی محاورہ کی طرف اشارہ ہے۔

متن: جیسے شرق و مغرب میں دور کنارے پر چمکیلے ستارے کو لوگ دیکھتے ہیں۔

شرح: بالاخانہ میں رہنے والوں اور عام بہشت میں رہنے والوں کا فاصلہ بتایا جا رہا ہے کہ جیسے مشرق و مغرب

Scanned with CamScanner

کے دور کنارے پر چمکیلے ستارہ کی کیفیت ہوتی ہے۔ ایسے ہی بالاخانہ میں رہنے والے کی کیفیت ہوگی کہ گویا وہ عام بہشتیوں سے اتنا بلند اور اونچا ہوگا اور ان کے محلات ایسے ہوں گے جیسے ہمارے لیے دور سے نظر آنے والے چمکیلے ستارے۔

متن :۔ ان کے مابین فضیلت و شرافت کے فرق کی وجہ سے۔

شرح :۔ ان کے درجات کی بلندی بتائے گی کہ وہ اتنا بلند قدر اور رفیع المرتبت ہوں گے۔

متن :۔ صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا وہ انبیاء (علیہم السلام) ہوں گے کہ ان کے درجات کو عام مومنین نہیں پہنچ سکیں گے۔ آپ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ لوگ ہیں۔

شرح :۔ یعنی وہ مراتب اہل اسلام کے ہیں جو ایسے مراتب حاصل کریں گے۔ آپ نے اس مضمون کو قسم سے بیان فرمایا اتنے بڑے مراتب کے انبیاء ہوتے ہیں تو سامعین حیران ہو گئے کہ انبیاء علیہم السلام کے مراتب کو دوسرے کیسے پاسکیں گے۔ آپ نے ان کے تعجب کو دور کرتے ہوئے فرمایا۔

متن :۔ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور رسل کرام علیہم السلام کی تصدیق کی۔

شرح :۔ اس میں اشارہ و بشارت ہے کہ ایسے درجات اس اُمت کے اہل ایمان حاصل کر سکیں گے سابقہ اُمتوں کے اہل ایمان کو ایسے درجات نصیب نہ ہوں گے اس لیے کہ سابقہ انبیاء کی تصدیق کلی طور اسی اُمت کے اہل ایمان کو نصیب ہوئی ہے۔

حدیث شریف مع شرح

من یدخل الجنۃ ینعم ولا یباس لا تبلی ثیابہ ولا یفنی شبابہ (جو بھی بہشت میں داخل ہوگا نعمت پائے گا اور کسی کا محتاج نہ ہوگا نہ اس کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ ہی اس کی جوانی زائل ہوگی۔)

شرح :۔ ینعم (بفتح الیاء والعین) بمعنی یصیب نعمۃ۔ نعمت پائے گا۔ لا ینباس (بفتح الہمزہ بمعنی لایفتقر۔ یعنی محتاج نہ ہوگا۔ بعض نسخوں میں ہمزہ کا ضمہ ہے بمعنی شدت نہ دیکھے گا۔ لا تبلی (بفتح حرف المضارعۃ واللام :)

تفسیر عالمانہ :۔ الم تر۔ اے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں دیکھا تم نے یا اے دیکھنے والے کیا تو نے نہیں دیکھا۔

Scanned with CamScanner

ان اللہ انزل من السماء۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا ہے یعنی عرش کے نیچے سے
ما کوئی شے یعنی بارش۔

حدیث شریف مع شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میٹھا پانی اور مفید ہوائیں بیت المقدس کے پتھر کے نیچے سے ہیں۔

شرح:۔ ہر وہ پانی جو زمین پر ہے نہریں ہوں یا چشمیں وہ تمام آسمان کا پانی ہیں جو آسمان سے بادل میں آکر زمین پر پہنچتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے پتھر میں جمع کرا کر تمام مقامات کے لیے تقسیم فرماتا ہے۔

فسلکہ۔ حل لغات:۔ اہل عرب کہتے ہیں سلک المکان وسلک غیرہ فیہ واسلکہ وہ مکان پہ چلا اور دوسروں کو بھی اس پر چلایا یعنی خود بھی مکان میں داخل ہوا اور دوسرے کو بھی داخل کیا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کرکے اسے داخل کیا۔

ینابیع فی الارض۔ زمین کے چشموں میں اور یہ زمین کے لیے ایسے ہیں جیسے انسانی جسم میں رگیں۔ ینابیع میں نزع الخافض ہے دوسری آیت میں اس کا حرف جارہ ظاہر کیا گیا ہے مثلاً فرمایا اسلک یدك فی جیبك۔ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں داخل کیجئے۔

فی الارض ینابیع کا مکان ہے۔ جیسے تم کہتے ہو ادخل الماء فی جدول المبطخة فی البستان۔ پانی ان جاری نالیوں میں داخل کر جو باغ میں ہیں۔

فائدہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ چشموں کا پانی بھی برسات کا پانی ہے جسے ایک جگہ پہ جمع کرکے تھوڑا تھوڑا تقسیم کیا جاتا ہے۔

حل لغات:۔ ینابیع ینبوع کی جمع ہے بروزن مفعول جمع المادے ہے تبنع نبعا ونبوعا۔ وہ پانی جو چشمے سے نکلے اور ینبوع چشمہ کہ جس سے پانی نکلتا ہے اور ینابیع وہ جگہیں جہاں چشمیں ہیں یا جہاں سے پانی نکلتا ہے۔

ثم یخرج بہ۔ پھر اس کے ذریعے سے نکالتا ہے زرعا کھیتیاں۔ یہ مصدر ہے بمعنی انبات مصدر بمعنی مزروع ہے۔

مختلفا الوانہ۔ اس کے مختلف رنگ ہیں مثلاً گندم۔ جو وغیرہ وغیرہ اور مختلف کیفیات ہیں مثلاً

Scanned with CamScanner

زرقتقہ وغیرہ۔ کلمہ ثم تراخی رتبہ کی وجہ سے یا زمانہ کی وجہ سے صیغہ مضارع استحضار الصورۃ کے لیے ہے۔المفردات
میں ہے رنگ کی کئی قسم ہے،

سفید　　　　اسود

پھر وہ قسمیں جو ان سے مرکب ہوتی ہیں کہا جاتا ہے تلوّن بمعنی ایک رنگ سے دوسرا رنگ بدلا کبھی الوان
بول کر اجناس وانواع مراد لیے جاتے ہیں جیسے کہتے ہیں فلان اتی بالوان من الاحادیث. فلاں نے
مختلف قسم کی باتیں کیں۔

تنا ول لونا من الطعام۔ کئی قسم کے طعام کھائے۔ ثم یھیج۔ پھر اس کی خشکی مکمل ہو جاتی ہے
یعنی اس کے جوش کا وقت پہنچ جاتا ہے۔ ہاج۔ یہیج۔ ہیجانا و ہیاجا بمعنی ثار۔ یعنی جوش کیا۔ و ھاج النبت
بمعنی خشک ہوئی کھیتی۔ پھر وہ کھیتی خشک ہوئی ہے۔

فتراہ مصفرا۔ پھر تم سبزی کے بعد خشکی سے اسے زرد دیکھتے ہو۔

فائدہ،۔امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ صفرت وہ رنگ جو سفیدی وسیاہی کے درمیان ہو لیکن وہ
سفیدی کو قریب تر ہوتا ہے اسے لیے اسے کبھی سواد (سیاہی) سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

ثم یجعلہ۔ پھر اسے اللہ تعالیٰ بناتا ہے۔ حطاما۔ ٹکڑے ٹکڑے گویا وہ اس سے پہلے یہ کھیتی تھی
بھی نہیں۔

حل لغات:۔ اہل عرب کہتے ہیں تحطم العود۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب شے خشک ہو کر ٹکڑے
ٹکڑے ہو جائے یعنی یہ حالت دلالت کرتی ہے کہ اس سے پہلے یہ شے قوت والی تھی لیکن اللہ تعالیٰ
نے اسے ایک حالت سے دوسری حالت میں بدل دیا۔

ان فی ذلک۔ بیشک مذکور مفصل میں لذکری البتہ نصیحت بڑی ہے۔ تذکیر بمعنی یاد دلانا۔ لاولی الالباب
ان عقل والوں کے لیے جو خلل کے شوائب سے پاک ہیں اور ان کے لیے تنبیہ ہے حقیقت حال پر کہ وہ اس سے
نصیحت حاصل کرتے ہیں کہ دنیوی زندگی بہت جلد ختم ہو گی ان کو کھیتی سے ہی مشاہدہ ہوتا ہے کہ وہ ہر سال
کیسے بارونق حال سے ریزہ ریزہ ہو کر مٹ جاتی ہے اسی لیے یہ لوگ دنیوی زندگی کی رونق اور اس کی بہار
سے دھوکہ نہیں کھاتے ؎

بود حال دنیا چوں آں سبزہ زار
کہ پس تازہ بینی بفصلِ بہار

ترجمہ:۔ دنیا کا حال اس سبزہ زار جیسا ہے کہ موسم بہار میں اسے سرسبز اور تازہ دیکھا جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

چو بروئے وزد تند باد خزاں
یکے برگ سبزے نیابی ازاں

ترجمہ:۔ لیکن جب اس پر بادِ خزاں چلتی ہے تو اس کا ایک پتہ سبز بھی دکھائی نہیں دیتا۔

بدلتے حالات

کشف الاسرار میں ہے کہ آیت میں اشارہ ہے کہ انسان بچہ ہوتا ہے پھر جوانی چڑھتا ہے پھر بوڑھا ہو جاتا ہے پھر آخری عمر تک پہنچ کر فنا پاتا ہے مثال مشہور ہے کہ درخت کا پھل نہ ہو تو اس کی کوئی قیمت نہیں ایسے ہی انسان میں نیک عمل نہ ہو تو اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ الم تر الخ میں اس فیض روحانی کے پانی کی طرف اشارہ ہے جو آسمان قلب سے اُترتا ہے۔ فسلکہ ینابیع تو اس میں حکمت کے چشمے داخل کرتا ہے فی الارض۔ بشریت کی زمین میں ثم یخرج بہ زرعا۔ پھر اس کے ذریعے سے اعمال بدنیہ نکالتا ہے مختلفا الوانہ جس کے رنگ مختلف ہیں یعنی نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ۔ حج جہاد۔

ثم یھیج الخ اس میں اشارہ ہے کہ وہ اپنے اعمال جو ریاکار دکھاوے کے طور کرتا ہے تو بظاہر تو دیکھتے ہو کہ وہ سرسبز ہوتے ہیں یعنی شرع کے موافق ہوتے ہیں۔ پھر تعجب و ریاء کی آفت سے خشک ہو جاتے ہیں۔ فتراہ اسے دیکھتے ہو مصفرا۔ بے نور ثم یجعلہ پھر اسے ریاح قہر سے لے جاتا ہے حطاما بیکار کر کے یعنی انسان سے کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ اُلٹا حسرت کے ہاتھ ملتا ہے۔ ان فی ذلک اس میں اشارہ ہے کہ سالک جب عقل و علم کے مطابق عمل کرتا ہے تو اس پر اجتہاد کے آثار کھل جاتے ہیں جب وہ مقام معرفت کی طرف عروج کرتا ہے تو اس کی پچھلی حالت مٹ کر رہ جاتی ہے پھر جب اس پر انوار توحید کا غلبہ ہوتا ہے تو پھر تمام حالات نیست و نابود ہو جاتے ہیں ؎

فلما استبان الصبح ادرج ضوءہ بانوارہ انوار تلک الکواکب

ترجمہ:۔ جب صبح آئی تو تمام روشنیاں اس میں گم ہو گئیں اور ستاروں کے انوار بھی اس میں گم ہو جاتے ہیں۔

خلاصہ سبق:۔ توحید سورج کی طرح ہے جیسے سورج کے سامنے ستاروں کے انوار گم ہو جاتے ہیں ایسے ہی نور توحید میں علوم و معارف کے انوار گم ہو جاتے ہیں بلکہ یہ سب کے سب فانی ہوتے ہیں اس فناء کے بعد بقا نصیب ہوتی ہے۔

ل قاموس ۱۲

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ
فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكْرِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝
اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ
جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ
ذِكْرِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ
فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝ أَفَمَن يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ
وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ۝ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن
قَبْلِهِمْ فَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ۝ فَأَذَاقَهُمُ اللَّهُ
الْخِزْيَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝
وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝
قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا
رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ
مَثَلًا ۚ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّكَ مَيِّتٌ
وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِندَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ۝

ترجمہ:۔ تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے
اس جیسا ہو جائے گا جو سنگدل ہے۔ تو خرابی ہے اُن کی جن کے دل یادِ خدا کی طرف سے سخت ہو
گئے ہیں وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔ اللہ نے اُتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی
ہے دوہرے بیان والی۔ اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے
ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے

Scanned with CamScanner

راہ دکھائے اسے جسے چاہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ تو کیا وہ جو قیامت
کے دن بڑے عذاب کی ڈھال نہ پائے گا اپنے چہرے کے سوا۔ نجات والے کی طرح ہو جائے گا اور
ظالموں سے فرمایا جائے گا اپنا کمایا چکھو۔ ان سے اگلوں نے جھٹلایا تو انہیں عذاب آیا جہاں سے
انہیں خبر نہ تھی، اور اللہ نے انہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا اور بے شک آخرت کا
عذاب سب سے بڑا۔ کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں
ہر قسم کی کہاوت بیان فرمائی کہ کسی طرح انہیں دھیان ہو۔ عربی زبان کا قرآن جس میں اصلا کجی
نہیں کہ کہیں وہ ڈریں۔ اللہ ایک مثال بیان فرماتا ہے ایک غلام میں کئی بدخو آقا شریک
اور ایک نرے ایک مولیٰ کا۔ کیا ان دونوں کا حال ایک سا ہے۔ سب خوبیاں اللہ کو بلکہ ان
کے اکثر نہیں جانتے۔ بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ پھر تم قیامت
کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔

افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام۔

تفسیر عالمانہ

ترکیب:۔ ہمزہ استفہام انکاری کا فا عطف محذوف پر ہے من شرطیہ یا موصولہ اس کی خبر محذوف ہے جس پر مابعد دلالت کرتا ہے۔

حل لغات:۔ شرح بمعنی گوشت وغیرہ کا کھل جانا مثلاً کہا جاتا ہے شرحت اللحم وشرحتہ اسی سے شرح الصدور یعنی نور الٰہی اور سکینہ من جہتہ باری تعالیٰ سے سینہ کا کھل جانا۔

فائدہ:۔ الارشاد میں ہے کہ شرح الصدور للاسلام بمعنی سینہ کی استعداد کی تکمیل اس لیے کہ سینہ قلب کا محل ہے اور قلب اس روح کا سرچشمہ ہے جس سے نفس قابلہ للاسلام کا تعلق ہے اس کا انشراح قلب کے اتساع اور اس کے نور ربانی سے روشن ہونے کا داعی ہے۔ یہ شرح قبل اسلام ہوگی بعد اسلام کے تو کچھ اور کمال ہوگا۔ اب معنی یہ ہوا کہ کیا تمام انسان برابر ہو سکتے ہیں تو کیا ہر ایسا شخص کہ جس کا سینہ اللہ تعالیٰ کھول دے یعنی اسلام کی استعداد پر اس کا سینہ فراخ پیدا فرمائے اور وہ اپنی اصل فطرت پر باقی رہے اس پر آنے والے عوارض سے بوجہ کسی عمل کے تغیر نہ آئے۔ فھو۔ تو وہ اس سبب سے ہو علی نور۔ بڑے نور میں ہوگا من ربہ اپنے رب تعالیٰ کی طرف

---

[1] المفردات ۱۲

سے یہ اللہ تعالیٰ کا اس پر خاص لطف ہے جو اسے آیاتِ تکوینیہ و تنزیلیہ کے مشاہدہ پر نصیب ہوتا ہے جس کی وجہ سے اسے حق کی طرف ہدایت حاصل ہوتی ہے اس جیسا وہ شخص نہیں ہو سکتا جس کا قلب سخت اور سینہ تنگ ہو بسبب فطرت الٰہی کی تبدیل کے جبکہ اس نے اپنا برا اختیار اسی طرف کو کیا اور اس پر گمراہی و ضلالت کی ظلمات چھا گئیں۔ اسی وجہ سے وہ آیات الٰہی سے بالکل روگردان ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اب نہ اسے آیات سے نصیحت ہوتی ہے اور نہ اسے ان سے کچھ فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسے کہ فرمایا ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا۔ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے تو اس کا سینہ تنگ بنا دیتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو نور الٰہی پر ہے اس جیسا نہیں جو تاریکی میں ہے۔ یہ دونوں ایسے برابر نہیں جیسے نور و ظلمت یا علم و جہل برابر نہیں ہو سکتے۔

مسئلہ: مسلمان کو نور و سعادت نصیب نہیں ہو سکتی جب تک اسے علم و معرفت نصیب نہ ہو اور اہل ایمان کو علم و معرفت نصیب ہوئی تو وہ مومن ہوا۔ ہاں ان کے علم و معرفت میں مختلف درجات ہوتے ہیں۔

فائدہ: ایمان و معارف انوار ہیں بعض کو تو از جمیع جہات نور ہی نور ہوتا ہے۔ بعض کا نور صرف قدموں سے چمکتا ہے۔ عوام کے ایمان کا نور شمع کی طرح چمکتا ہے ان میں بعض کا چراغ کی روشنی کی طرح ہوتا ہے اور صدیقین کے ایمان کا نور چاند کی طرح بعض کا ستاروں کی طرح چمکتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے ایمان کا نور سورج کی طرح یا اس سے بڑھ کر روشن ہوتا ہے تو جیسے سورج سے سارا جہان روشن ہوتا ہے ایسے ہی انبیاء علیہم السلام کے نور سے تمام عالم فیض پاتا ہے اور عوام کا ایمان شمع جیسا ہوتا ہے اس لیے اس سے ایک علاقہ بہرہ ور ہوتا ہے ایسے ہی انشراح صدر کو سمجھئے کہ جن سینوں کو معارف زائد نصیب ہوتے ہیں تو ان کے قلوب سے ملک و ملکوت روشن ہوتے ہیں۔

حدیث شریف: قیامت میں اعلان ہوگا کہ دوزخ سے ہر اس شخص کو نکال لو کہ جس کے دل میں مثقال اور نصف مثقال اور جو ذرہ برابر ایمان ہو۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے درجات مختلف ہیں۔ ایمان کی مقدار پر ہی قیامت کے مواقف میں انوار ظاہر ہوں گے بالخصوص پل صراط سے عبور کرتے وقت۔

فویل سخت عذاب ہوگا **للقاسیۃ قلوبھم عن ذکر اللہ**۔ ان دلوں کے لیے جو ذکر الٰہی سے سخت (روگرداں) ہیں۔

Scanned with CamScanner

حل لغات:۔ القسوۃ بمعنی قلب کی سختی۔ یہ حجر قاس (سخت پتھر) سے لیا گیا ہے۔ القساوۃ بمعنی سختی کو عمل میں لانا۔ من اجلیہ د سببیہ ہے مما خطیاتھم اغرقوا۔ میں بھی من سببیہ ہے یعنی ان کی خطاؤں کی وجہ سے غرق کئے گئے۔ آیت کا معنی یہ ہوا کہ مذکورہ لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان کے سینے کھلے اور دل مطمئن ہیں اس کے برعکس وہ ہیں جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ اور آیات الٰہی کا ذکر ہوتا ہے تو اس سے ان کے دل سختی میں بڑھ جاتے ہیں جیسے دوسرے مقام پہ فرمایا فزادتھم رجسا۔ تو آیات سے ان کے دل پلیدی میں بڑھ جاتے ہیں اور عن ذکر اللہ بھی پڑھا گیا ہے یعنی خرابی ہے ان کو جن کے قلوب قبول ذکر الٰہی سے سخت ہیں۔

فائدہ:۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سخت سے سخت تر عذاب اُس کو ہے جس کا دل سخت ہو اور جس پر اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی ہو۔ ان کے دلوں سے رحمت نکال لی جاتی ہے۔

فائدہ:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مناجات میں موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا دنیا میں تمنائیں مت بڑھاؤ قلب سخت ہو جائے گا۔ جس کا قلب سخت ہو جائے وہ مجھ سے دور ہے۔ پھٹے پرانے کپڑے پہنو قلب جدید (تر و تازہ) رہے گا۔ زمین والوں سے پوشیدہ رہو آسمان والوں میں شہرت ہو گی۔

حدیث شریف میں ہے تین باتیں قلب میں سختی پیدا کرتی ہیں:۔

۱۔ حب طعام ۲۔ حب منام (نیند) ۳۔ حب راحت یعنی آرام

فائدہ:۔ کشف الاسرار میں ہے قسوۃ قلبی کثرت معصیت سے پیدا ہوتی ہے۔

بدعت سیئہ:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد سب سے پہلی بدعت جو اُمت میں پھیلی ہے وہ ہے کثرت طعام یعنی پیٹ بھر کر کھانا۔

فائدہ:۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہے نہ مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے۔

فائدہ:۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب بھی پیٹ از طعام خالی رکھتا ہوں کوئی نہ کوئی حکمت دل میں القا کی جاتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل وہ ہے جو زیادہ بھوکا اور بہت زیادہ تفکر و تدبر کرے اور اس کے نزدیک مبغوض ترین وہ ہے جو زیادہ کھائے پیئے سوئے (نیند کرے) کھاؤ پیو لیکن پیٹ نہ بھرو اس لیے کہ نبوت کا ایک جزو ہے۔

Scanned with CamScanner

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

با اندازۂ خور زاد اگر آدمی
چنیں پُر شکم آدمی یا خمی

ترجمہ:۔ اندازہ سے کھا اگر تم آدمی ہو۔ پیٹ بھر کر کھاتے ہو کیا تم آدمی ہو یا مٹکا (پانی وغیرہ کا)

درون جائے قوتست و ذکر نفس
تو پنداری از بہر نانست وبس

ترجمہ:۔ پیٹ صرف چند لقموں اور سانس نکالنے کی جگہ ہے تم نے سمجھا ہے کہ یہ صرف کھانے پینے کے لیے ہے۔

ندارند تن پروراں آگہی
کہ پر معدہ باشد ز حکمت تہی

ترجمہ:۔ تن پروروں کو حق سے آگاہی نہیں ہوتی کہ معدہ پُر ہو تو حکمت سے خالی ہو گا۔

اولئک۔ وہی بعید از حق ہیں یعنی وہ لوگ جن کا ذکر ابھی گزرا قساوۃ قلب والے یعنی غافل اور سنگ دل لوگ فی ضلال۔ گمراہی یعنی حق سے بعید ہیں۔

مبین۔ ظاہر اور کھلم کھلا کہ دیکھنے والا دیکھتے ہی کہہ دے کہ یہ لوگ گمراہ ہیں یعنی بالکل معمولی سمجھ والا بھی کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ گمراہ ہیں۔

فائدہ:۔ یہ آیت عام ہے ہر اُس خوش بخت انسان کے لیے جس کا سینہ ایمان کے لیے کھلا ہے یعنی اس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی دولت پیدا فرمائی ہے۔

شانِ نزول:۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیات حضرت حمزہ بن عبد المطلب و حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہما اور ابو لہب اور اُس کی اولاد کے حق میں نازل ہوئیں۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی تو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا اسلام کے لیے سینہ کھول دیا اور ابو لہب اور اس کی اولاد کے دل سخت ہو گئے۔ رحمت ان حضرات کے لیے ہے جن کے سینے اسلام کے لیے کھل گئے اور غضب ان کے لیے جن کے دل سخت ہوئے۔ (تفسیر از مفسر ربانی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے نزول کے بعد پوچھا گیا کہ شرح الصدر کا کیا معنیٰ ہے آپ نے فرمایا کہ جب نور کسی قلب میں داخل ہوتا ہے تو وہ دل کھل کر فراخ ہو جاتا ہے۔ عرض کی گئی اس کی کیا علامت ہے آپ نے فرمایا اس کا ہر وقت دار الخلود کی طرف دل لگا رہتا ہے یعنی اس کا ہر وقت آخرت کی طرف دھیان رہتا ہے اور دار الغرور سے دُور رہتا ہے یعنی دنیا کے مشاغل سے پرہیز کرتا

Scanned with CamScanner

ہے بلکہ وہ موت کے نزول اور ورود سے پہلے ہی تیار رہتا ہے۔
کسی بزرگ نے فرمایا ہے

نشان آں دلے کز فیض ایمانست نورانی
توجہ باشد اورا سوئے دار الملک روحانی

ترجمہ:۔ وہ دل جو فیض ایمان سے پُر ہے اس کی نشانی یہ ہے کہ اسے دار الملک یعنی روحانی کی طرف توجہ ہوگی۔

ز دنیا روئے گردانیدن و فکر اجل کردن
کہ چوں مرگ اندر آید خوش توان مردن بآسانی

ترجمہ:۔ دوسرا دنیا سے روگرداں ہوگا تیسرا اجل کے فکر میں ہوگا کہ ایسے کو موت آسان نظر آتی ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔

تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ ایمان نور ہے اس سے ہی اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کے قلوب کے چراغ روشن فرماتا ہے اور اسلام ہی نور ایمان کی روشنی ہے کہ اس سے اہل ایمان کے قلوب کے طمانچے منور ہو جاتے ہیں۔ درحقیقت جس کے سینے اللہ تعالیٰ نور اسلام کی روشنی سے کھولتا ہے وہی نگاہ عنایت ربانی سے نور پر ہے اس کی علامت یہ ہے کہ ایسے شخص کے صفات ذمیمہ نفسانیہ کی ظلمات کے آثار مٹ جاتے ہیں۔ اس میں حب دنیا اور اس کی زینت و شہوات سب کی سب ختم ہو جاتی ہیں اور اس میں حبِ آخرت اور اعمال صالحہ اور اخلاق کریمہ حمیدہ آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت۔ اللہ تعالیٰ ہر چاہتا ہے مٹاتا ہے اور ثابت رکھتا ہے نیز ان کے علامات سے ہے کہ ایسے لوگوں کے دل ذکر الٰہی سے نرم ہوتے ہیں اور ان کے دیدار الٰہی کے لیے شوق میں فراوانی ہوتی ہے اور چاہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ جوار الٰہی میں ہوں اسی لیے انھیں دنیا کی محنتوں سے ناگوار ہوتی ہے۔ اوصافِ بہیمیہ و سبعیہ و شیطانیہ کا بوجھ اٹھانے کو تیار نہیں ہوتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہر وقت رجوع رکھتے اور اس کی صفات کے انوار سے نور حاصل کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ نور علم سے نور اللوائح پھر بیان نہم سے نور اللوامع پھر زوائد الیقین سے نور المحاضرہ پھر تجلی صفات سے نور المکاشفہ پھر ظہور ذات سے نور المشاہدہ پھر حقائق توحید سے انوار جلال صمدیہ کا شرف حاصل کرتے ہیں اس وقت نہ اُن کو وجد کا پتہ ہوتا ہے نہ وجود کا اور نہ قصد کا علم ہوتا ہے نہ مقصود کا۔ نہ قرب کو سمجھتے ہیں نہ بعد کو نہ انھیں وصال کی خبر ہوتی ہے نہ فراق کی کیونکہ ہر شے فنا ہو جاتی ہے بلکہ صرف ذاتِ الٰہی واحد قہار کو ہی بقاء ہے اور بس۔

Scanned with CamScanner

حضرت جامی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے

مکن اندیشہ ز نزدیکی و دوری

لا قرب ولا بعد ولا وصل ولا بین

ترجمہ: نزدیکی و دوری کی فکر چھوڑ دے کیونکہ قرب و بعد اور وصال و فراق کوئی شے نہیں ہیں۔

فائدہ: حضرت واسطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ نور الشرح ایک عظیم عطیہ ہے یہ صرف انھیں نصیب ہوتا ہے جو عنایت و رعایت سے مؤید ہیں عنایت جوارح و اشباح کی حفاظت کرتی ہے اور رعایت حقائق و ارواح کی نگرانی کرتی ہے۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ دوسرا پردہ قلب ہے وہی نور ایمان کا محل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اولئک کتب فی قلوبھم الایمان۔ وہی لوگ جن کے قلوب پر اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے تیسرا پردہ فواد ہے وہی سرا پردۂ مشاہدہ حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ما کذب الفواد ما رای فواد نے اسے نہ جھٹلایا جسے اس نے دیکھا۔ چوتھا پردہ شغاف ہے وہی عشق کی کرسی کی جگہ ہے چنانچہ فرمایا قد شغفھا حبا۔ پروردگار عالم جب چاہتا ہے کہ بھاگے ہوئے بندے کو کمند لطف سے اپنے دین کی راہ میں لگائے تو سب سے پہلے اس کے سینہ کو نگاہِ لطف سے نوازتا ہے تاکہ اس کا سینہ خواہشات و بدعات (سیئہ) سے صاف ہو جائے اور اس کا قدم سنت نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) پر اُٹھے۔ اس کے بعد اس کے قلب کو نگاہِ کرم سے نوازتا ہے تاکہ اس کا قلب آلائش دنیا و اخلاق مذمومہ جیسے عجب و حسد و کبر و ریاء و حرص و عداوت و رعونت سے پاک و صاف ہو کر ورع و پرہیزگاری پر چل سکے۔ پھر اس کے فوائد کو نظرِ عنایت سے نوازتا ہے اس سے وہ خلائق و علائق سے روگردان ہو جاتا ہے اسے چشمۂ علم و حکمت سے پُر کیا جاتا ہے اور نورِ ہدایت کا اسے تحفہ و ہدیہ بخشا جاتا ہے چنانچہ فرمایا فھو علی نور من ربہ (تو وہ اپنے رب کے نور پر ہوتا ہے) پھر اس کے شغاف پر نظرِ کرم ہوتی ہے اس سے اسے آب و گل سے فارغ کر کے فنا کے کوچے میں لگا دیا جاتا ہے (اور یہی انسان کی آخری منزل ہے۔ خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے گم تھیون مطلب یعنی گم ہونا (فنا) آخری مطلب ہے) اویسی غفرلہٗ۔

فائدہ: نور تین قسم ہے:۔

۱۔ نور بر زبان۔

Scanned with CamScanner

۲۔ نور در دل۔

۳۔ نور در تن۔

نور زبان توحید و شہادت ہے۔

نور تن خدمت و طاعت ہے۔

نور دل شوق و محبت ہے۔

نور زبان بہشت میں پہنچاتا ہے چنانچہ فرمایا فاثابھم اللہ بما قالوا جنات۔ جو کچھ انہوں نے زبان سے کہا اس کی جزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں جنات کے باغات میں پہنچایا۔

نور تن جنت الفردوس میں پہنچاتا ہے چنانچہ فرمایا ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت کانت لھم جنات الفردوس نزلا۔ بیشک وہ جو مومن اور نیک عمل والے ہیں اُن کے لیے فردوس کے باغات بطور مہمانی کے ہیں۔

نور دل دیدار الٰہی سے مشرف فرماتا ہے چنانچہ فرمایا وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ اس دن بعض چہرے بارونق اور اپنے رب کو دیکھنے والے ہوں گے۔

حدیث شریف میں ہے کہ نعمت والوں (اولیاء اللہ) کے کچھ دشمن بھی ہیں ان سے دور رہو۔

شرح الحدیث:۔ بعض محدثین نے فرمایا کہ نعمت والوں سے اسلام کی نعمت والے یعنی اہل ایمان مراد ہیں اور ان کے دشمنوں سے ابلیس مراد ہے۔

سبق:۔ اس نعمت اسلام کی پوری حفاظت کیجئے ایسے ہی دیگر تمام نعمتوں کو بھی اور نسیان اور قسوۃ قلبی اور کفران نعمت سے بچتے رہیئے۔

روحانی نسخہ:۔ حضرت حسین نوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نعمتوں سے قلب کا سخت ہوجانا غریبی و مسکینی سے زیادہ سخت ہے اس لیے کہ نعمت سے صرف سکون پاتا ہے لیکن سختیوں سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔

فائدہ:۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ جس نے کسی مباح امر پر عمل کیا اور سنت و مستحب کو ترک کردیا تو اسے تضییع اوقات کی سزا ملتی ہے اور قسوۃ قلبی کا شکار ہوجاتا ہے۔ جس شخص کی قیمتی عمر کے لمحات ضائع ہوگئے وہ اس پر ماتم کرے کہ وہ شرح صدر کے مراتب سے محروم ہوگیا اور قسوۃ قلب والوں میں شامل ہوگیا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے حفظ و عصمت کا سوال کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

تفسیر عالمانہ: اللہ نزل احسن الحدیث۔ اللہ تعالیٰ نے احسن الحدیث نازل فرمایا۔
احسن الحدیث سے مراد قرآن مجید ہے کیونکہ نہ اس کے حسن کی انتہا ہے اور نہ اس
کے جمال نظم کی غایت ہے اور نہ ہی اس کے معانی کی ملاحت تک کسی کو رسائی ہے۔ تمام انبیاء و مرسلین
علی نبینا و علیہم السلام پر جو کچھ نازل ہوا ان سب سے یہ احسن و اکمل اور ان کے احکام سے اکثر الاحکام ہے
اور اسے احسن الحدیث اس کی فصاحت و بلاغت اور اعجاز کی وجہ سے بھی کہتے ہیں اور اس لیے کہ یہ کلام الٰہی
ہے اور وہ قدیم ہے بخلاف دوسروں کے کلام کے کہ وہ مخلوق اور حادث ہے علاوہ ازیں اس کا ہر مضمون مبنی
بر صدق ہے نیز اس وجہ سے بھی یہ احسن الحدیث ہے کہ اسے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مخلوق کو
بیان فرمایا اور جو کچھ آپ پر نازل ہوتا اس کی فوراً خبر دیتے اسے حدیث کے لفظ سے حادث سمجھنا غلط
ہے اس لیے کہ ہر کلام و خبر حدیث ہے خواہ وہ قدیم ہو یا حادث

فائدہ: المفردات میں ہے ہر وہ کلام جو انسان کو سمع یا وحی کے ذریعے حاصل ہو یا بیداری یا
خواب میں وہ حدیث ہے۔

شان نزول: مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے غمگین ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے
عرض کی حدثنا حدیثا۔ ہمیں کوئی نئی بات سنایئے۔ لو حدثتنا۔ کاش آپ ہمیں عجیب
و غریب بات سناتے یعنی ہمیں وہ بات سناتے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو جس سے ہمارے
غم ٹل جائیں اور پریشانیاں دور ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ قرآن مجید تمام
مخلوق کی گفتگو کی سرتاج ہے۔

کتابا۔ احسن الحدیث سے بدل ہے متشابھا۔ ایسی کتاب ہے کہ اس کے تمام آیات صحت
معانی میں اور احکام میں اور مبنی برحق و صدق میں معاد و معاش کے متعلق منافع خلق میں فصاحت کے
لحاظ سے تناسب الفاظ میں اور اعجاز کے اعتبار میں نظم و نسق کے بے نظیر ہونے میں ایک دوسری کے
قریب قریب ہیں۔

مثانی۔ یہ کتاب کی دوسری صفت ہے۔

سوال: کتاب واحد اور مثانی جمع ہے۔ موصوف صفت میں مطابقت نہ رہی۔

جواب: کتاب تفصیل کے لحاظ سے گویا جمع ہے جیسے کہا جاتا ہے القرآن سورۃ و آیات۔ اور کہتے ہیں
الانسان عروق و عظام و اعصاب۔ مثانی مثنیٰ (بضم المیم و تشدید النون) کی جمع ہے مراد و مکرر
اس لیے اس میں قصے خبریں۔ احکام۔ اوامر۔ نواہی۔ وعدے وعیدیں۔ مواعظ بار بار لائے گئے ہیں

Scanned with CamScanner

یا اس لیے کہ اس کی تلاوت بار بار کرنے کے باوجود طبع ملول نہیں ہوتی جیسے اس کی تعریف میں وارد ہے کہ لا یخلق علی کثرۃ الترد دیعنی پڑھنے والوں کی زبانوں پر بار بار پڑھے جانے اور بار بار سُنے جانے کے باوجود اس کی رونق اور لذت قرات و استماع زائل نہیں ہوتی اور نہ ہی غور و فکر کرنے والے اذہان اس سے اُکتاتے ہیں بخلاف مخلوق کے کلام کے کہ اس سے چند بار پڑھنے سننے کے بعد طبیعت اُکتا جاتی ہے سہ

فلا تعد ولا تحصی عجائبہا
ولا تسام علی الاکثار بالسأم[1]

ترجمہ:۔ اس کے عجائبات شمار میں ہیں اور نہ وہ کوئی گن سکتا۔
قرآن مجید کی آیات کو کثرت سے پڑھنے سننے کے باوجود ملال پیدا نہیں ہوتا۔

فائدہ:۔ المفردات میں ہے کہ قرآن مجید کی سورتوں کو مثانی اس لیے کہا جاتا ہے کہ زمانوں کے گذر جانے پر بار بار پڑھی جا رہی ہیں اور کثرت تلاوت کے باوجود پرانی نہیں ہوتیں اور نہ ہی دوسری اشیاء کی طرح مٹ گئی ہیں۔ ہاں اس کے اوراق پُرانے ہو جائیں اور انھیں ختم کر دیا جائے تو اوراق کے مٹنے سے اصل کلام نہیں مٹا چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے متعلق منقول ہے کہ جن پر آپ تلاوت کرتے تھے ان کے پُرانے ہونے پر اور کثرت تلاوت کی وجہ سے آپ نے ان دو مصحفوں کو جلا دیا۔

فائدہ:۔ نیز اسے مثانی اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ ہر وقت نیا ہے ہر دور میں اس کے نئے فوائد کا انکشاف ہوا جیسا کہ اس کی تعریف میں ہے لا تنقضی عجائبہ اور اس کے عجائب و غرائب شمار سے باہر ہیں۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ثناء سے ہو اس لیے کہ ہر زمانہ میں اس سے ایسے بہترین عجائبات کا صدور ہوتا ہے جو اس کے لیے تعریف کا موجب بنتے ہیں اور جس کو اس کا مطالعہ کرنے والے اور پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے کو عجائبات نصیب ہوتے ہیں۔ اس بناء پر اس کی صفت کریم آئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انہ لقرآن کریم۔ بیشک وہ قرآن کریم ہے اور اس کی صفت مجید بھی ہے کما قال اللہ تعالیٰ بل ھو قرآن مجید۔ بلکہ وہ قرآن مجید بزرگی والا ہے۔

فائدہ:۔ یا مثانی مثنی (بفتح المیم و اسکان الثاء بروزن مفعل) تثنیہ سے ہے بمعنی تکرار و اعادہ جیسا

---

[1] قصیدہ بردہ شریف ۱۲

کر قرآن مجید میں ہے ثم ارجع البصر کرتین۔ پھر لوٹاؤ آنکھ کو بار بار۔ یا یہ مثنی (بضم المیم وسکون الثاء وفتح النون) بمعنی وہ جس کی ثناء کی جائے یعنی قرآن مجید۔ وہ ہے جس کی بلاغت و اعجاز کی وجہ سے تعریف کی جاتی ہے چنانچہ ایک عربی نے کسی کو کہا تو نے قرآن کی فصاحت پر اسے سجدہ کیوں نہ کیا۔

فائدہ: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مثانی۔ مثنیٰ (بکسر النون) کی جمع ہے اس لیے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی تعریف ہوتی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ و بلند و بالا صفات بیان ہوئے ہیں۔

نکتہ: چونکہ قرآن کلام الٰہی ہے اسی لیے اس کا ہر امر انسان کے کلام سے ممتاز ہے مثلاً انسان کے مجموعہ کلام کا نام دیوان وغیرہ ہوگا اور اس مجموعہ کا نام قرآن ہے اور انسانی مجموعہ کے اجزاء کا نام قصیدہ۔ خطبہ۔ رسالہ ہوگا لیکن اس کے جزء کا نام سورۃ ہے اس کے ایک مضمون کو بیت اور اسے آیت کہتے ہیں۔ انسان کے ابیات کے اواخر کا نام قوافی لیکن اس کے خواتیم کا نام مثانی ہے (کذا قال ابن حجر)

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ قرآن کے کتاب متشابہ فی اللفظ اور مثانی فی المعنی کے دو معنی ہیں:۔

(۱)۔ اس کے ہر لفظ کے معانی مختلف ہیں جس کے بعض کا تعلق لغت عرب سے ہے اور بعض کا تعلق اشارات حق سے ہے اور بعض کا تعلق احکام شرع سے ہے جیسے لفظ صلوٰۃ یہ لغت میں بمعنی دعا ہے اور احکام شرع میں ہیئت مخصوصہ وارکان و شرائط و حرکات مخصوصہ کا نام ہے اور اشارہ حق میں بمعنی رجوع الی اللہ اسے یوں سمجھو کہ روح اللہ کی طرف سے آئی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مخصوص پھونک سے قالب میں پابند فرمایا ہے اس کے قیام کو سماوات سے اور اس کے رکوع کی حالت کو حیوانات سے اور اس کے سجود کی کیفیت کو نباتات سے اور تشہد کی حالت کو معادن سے تعلق ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نماز کا حکم فرمایا تاکہ روح کو اسی مخصوص طریقہ سے رجوع الی اللہ نصیب ہو۔ اسی لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصلوٰۃ معراج المومنین۔ نماز مومن کی معراج ہے۔

(۲)۔ ایک آیت کو دوسری آیت سے صورت الفاظ کے لحاظ سے مشابہت ہے لیکن ان کے معانی و ارشادات و اسرار و رموز و حقائق مثانی (بے پایاں) ہیں اسی طرف آیت قل لو کان البحر مدادا الخ[1] میں اشارہ ہے (یعنی فرمایئے کہ اگر دریا سیاہی ہو جائیں اور کلمات الٰہی لکھے جائیں تو یہ دریا ختم ہو جائیں گے لیکن کلمات الٰہی ختم نہ ہوں گے۔

---

[1] سورۃ الکہف آخری رکوع۔

Scanned with CamScanner

تفسیر عالمانہ: تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم۔

ربط: پہلے مضمون میں قرآن پاک کے وہ اوصاف ہیں جو اس کی ذاتی ہیں۔ اب وہ آثار بیان فرمائے ہیں جو ان اوصاف سے مرتب ہوتے ہیں اور ثابت کرتا ہے کہ یہ کتاب واقعی احسن الحدیث ہے۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔

حل لغات: تقشعر اقشعر جلدہ سے ہے بمعنی اخذتہ۔ قشعرۃ بمعنی رعدۃ[1] جلد بمعنی بدن انسان کا چمڑا ہے۔ بعض نے کہا کہ اقشعرار بمعنی تغیر جیسے رعدہ (بیماری) جو انسان کے چمڑے پر ظاہر ہوتی ہے جبکہ اس پر ڈر خوف طاری ہو۔ الارشاد میں ہے الاقشعرار بمعنی التقبض اہل عرب کہتے ہیں اقشعر الجلد یہ اس وقت بولتے ہیں جب چمڑہ سخت سکڑ جائے یہ القشع سے ہے بمعنی ادیم یابس (خشک) را مزائد بڑھائی گئی تاکہ زائد معنی پر دلالت کرے مثلاً کہا جاتا ہے اقشعر جلدہ ووقف شعرہ[2] یہ اس وقت بولتے ہیں جب انسان کو اچانک سخت ناگوار بات عارض ہو اس سے مراد یا تو بطریق تمثیل وتصویر ان کے حد سے زائد خوف طاری ہونے کا بیان ہے یا اس حالت کے حصول کا ذکر ہے جو بطریق تحقیق انسان کو عارض ہوتی ہے۔ یہی معنی ظاہر ہے کیونکہ خوف کے وقت انسان سے یہ حالت محسوس کی جا سکتی ہے۔ یہ تاثر قلبی سے حاصل ہوتی ہے اس کا کسی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اب معنی یہ ہوا کہ جب وہ قرآن سنتے ہیں اور آیات وعید ان کے کانوں تک پہنچتی ہیں قرآن پر ہیبت وخشیت طاری ہو جاتی ہے اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یعنی ان کے چمڑوں پر قشعریرہ در عدچڑھ جاتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان وعیدوں سے جو قرآن مجید میں ہیں ان کے چمڑے لرزتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف سے۔ **ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ**۔ پھر ان کے چمڑے اور قلوب ذکر اللہ کی طرف جھک جاتے ہیں

حل لغات: اللین خشونت کی ضد ہے اس کا استعمال اجسام میں ہوتا ہے پھر استعارہ خلق وغیرہ از قسم معانی پر مستعمل ہوتی ہے الجلود سے ابدان اور قلوب سے نفوس مراد ہیں[3]۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی عموم مغفرت کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے ابدان ونفوس نرم پڑ جاتے ہیں اور وہ خوف وخطرہ اور لرزہ جو ان پر طاری ہوا تھا زائل ہو جاتا ہے یعنی ان کی خشیت رجاء (امید)

---

[1] القاموس ۱۲ [2] المفردات ۱۲

[3] المفردات ۱۲

سے اور ہیبت و خوف و خطرہ رغبت سے تبدیل ہو جاتا ہے یعنی ان کے چمڑے اور دل رحمت و مغفرت کے یاد کرنے پر نرم پڑ جاتے اور آرام پاتے ہیں۔

فائدہ:۔ لین کا الیٰ سے متعدی ہونا سکون و اطمینان کے معنی کو متضمن ہے گویا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ان کے قلوب اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مطمئن اور سکون پذیر ہوتے ہیں اسی لیے وہ نرم اور غیر منقبض اور رحمت سے اُمیدوار اور بے خوف و خطر ہوتے ہیں یا ان کے قلوب سکون پذیر اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں۔ یاد رہے کہ متضمن (بالکسر) متضمن (بالفتح) سے حال واقع ہوا کر گیا ہے۔

سوال:۔ تم نے ذکر اللہ سے رحمت مراد لی ہے حالانکہ رحمت و مغفرت کی آیت میں تصریح تو ہے ہی نہیں۔

جواب:۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی رحمت ہے کہ جونہی اس کا نام سُنا۔ اللہ تعالیٰ کا بندہ اس کی رحمت کا مہبط ہو جاتا ہے۔

سوال:۔ آیت میں پہلے جلود کو تنہا اس کے بعد قلوب کے ساتھ مذکور کیوں۔

جواب:۔ چونکہ خشیت کا ذکر پہلے ہوا ہے اور یہ قلب کے عوارض میں سے ہے گویا اصل عبارت یوں تھی کہ آیات وعید سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو اس کا نام سنتے ہی فوراً ان کے دل خوف و خشیت سے لبریز ہو جاتے ہیں چونکہ اس کا نام رحمت و رافت کی ضمانت ہے اسی لیے وہ خشیت کے بجائے ان کے قلوب رحمت کی اُمیدوار ہو جاتی ہیں اور رونگٹے کھڑے ہونے کے بجائے ان کے چمڑے نرم ہو جاتے ہیں۔

فائدہ:۔ دونوں جملے خوف و رجاء یا قبض و بسط یا ہیبت و انس یا تجلی و استتار کا اشارہ کرتے ہیں۔

فائدہ صوفیانہ:۔ حضرت نہر جوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سماع المریدین و العارفین کی صفت بیان فرمائی ہے وہ اس طرح کہ مریدین کا سماع ان کے حال کا اظہار کرتا ہے اور عارفین کا سماع اطمینان و سکون سے ہوتا ہے اقشعرار (رونگٹے کھڑے ہو جانا) مبتدیوں کے حال کی خبر دیتا ہے اور لین (نرم ہونا) منتہیوں کا حال ہے۔

فائدہ:۔ حضرت شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت اُم الدرداء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ خوف سالک کے قلب میں ایسے ہے جیسے سعف کا احتراق۔ مجھ سے فرمایا کہ تم دل میں اس قسم کی دھڑکن محسوس کرتے ہو میں نے کہا ہاں۔ فرمایا اب دعا مانگو اس لیے کہ اس وقت دعا مستجاب ہوتی ہے کیونکہ یہی

Scanned with CamScanner

وقت ہے قلب کے ملکوت و عالم قدس کی طرف کشش اور مقام اُنس میں پہنچنے کا۔
ذلك ۔ وہ کتاب جس کا حال ابھی مذکور ہوا۔
ھدی اللہ ۔ اللہ کی ہدایت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رہبری ہے جو اس کی طرف سے ہوتی ہے۔
یھدی بہ ۔ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے۔ من یشاء جسے چاہتا ہے یعنی اہل ایمان متقیوں میں سے جسے چاہتا ہے راہ دکھاتا تو اسے راہ دکھاتا ہے۔
سوال :۔ تم نے متقین کی قید کیوں لگائی۔
جواب :۔ دوسرے مقام پہ اس کی تصریح ہے چنانچہ فرمایا ھدی للمتقین ۔ متقین کی ہدایت ہے یعنی اسی مقدور کو ہدایت پانے میں صرف کرتا ہے یعنی شواہد خفیہ کے تامل میں اس کی تائید اور ایسے دلائل میں اس کی مدد فرماتا ہے جن سے اس کا یقین جم جاتا ہے کہ واقعی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔
ومن یضلل اللہ ۔ اور جس میں اللہ تعالیٰ گمراہی پیدا کرے کہ اس کی قدرت کو اس کے مبادی میں پھیرنے اور جو چیزیں حق کی طرف راہ دکھانے والی ہیں سے بالکل روگردانی اور اس میں وعدہ وعید کے بالکل اثر انداز نہ ہونے کی وجہ سے فمن لہ من ھاد ۔ تو اس کا کوئی رہبر نہیں ہوتا جو اسے ورطۂ گمراہی سے بچا سکے۔

تفسیر صوفیانہ :۔ تاویلات نجمیہ میں ہے ومن یضلل اللہ اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے بایں طور کہ اسے اس کے عقل و نفس کی طرف سپرد کرتا ہے اور اسے انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے اور ان کی اتباع سے محروم کرتا ہے فما لہ من ھاد ۔ تو اس کا کوئی رہبر نہیں ہوتا یعنی نہ اسے فلاسفہ کے براہین کام آتے ہیں اور نہ عقل دلائل۔

حضرت مولانا جامی قدس سرہ نے فرمایا ؎

خواہی بصوت کعبہ تحقیق رہ روی
پے پردہ مقلد گم کردہ رہ مرو

ترجمہ :۔ اگر تم کعبہ تحقیق کا راستہ چاہتے ہو تو مقلد گم کردہ کا راستہ مت لو۔

منافق کی نشانی

صحابہ میں سے کسی نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا وجہ ہے کہ ہم جب قرآن مجید سنتے ہیں تو اس سے ہمارے چہرے سرخ ہو جاتے ہیں اور منافقین کے سیاہ آپ نے فرمایا چونکہ قرآن مجید نور

Scanned with CamScanner

ہے اسی لیے اس سے ہمارے چہرے روشن ہوتے ہیں اور ان کے جلکر سیاہ ہوتے ہیں۔

یضل بہ کثیرا و یہدی بہ کثیرا۔ اس کی اس سے بہتوں کو لوگ ہدایت دیتا ہے اور بشتیوں کو گمراہ کرتا ہے۔

حضرت خجندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

دل از شنیدن قرآن بگیرت ہمہ وقت
چو باطلاں ز کلام حقت ملولی چیست

ترجمہ:۔ قرآن سننے سے تجھے پریشانی گھیر لیتی ہے۔ گمراہوں کی طرح تجھے کلام الٰہی سے ملال کیوں۔

عجائبات آیات

(۱)۔ قرآن مجید کی احسنیت یعنی اس کے متشابہ و مثانی ہونے کے ذکر کے بعد اہل ایمان کے رونگٹے کھڑے ہونے کے بیان میں اشارہ ہے کہ یہ بات اُس وقت نصیب ہوتی ہے جب انسان اسے بار بار پڑھے اور سُنے کیونکہ انسان کی طبیعت کا خاصہ ہے کہ یہ وعظ و نصیحت کی باتوں سے گھبراتا ہے بلکہ بسا اوقات ان کا انکار کر جاتا ہے ادھر اس کا جی بہت کم لگتا ہے اور اس طرف اس کی طبیعت کا میلان بہت کم ہوتا ہے جب تک اسے پند و نصائح تکرار با تکرار نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت کی باتوں کو تین تین سات بار تک دہراتے۔

(۲)۔ رونگٹے کھڑے ہو جانا رحمتِ الٰہی کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان خوفِ الٰہی سے کانپتا ہے تو اس سے اس کے گناہ جھڑتے ہیں ایسے جیسے درخت کے سوکھے پتے (ہوا سے) نیز فرمایا جب انسان کا جسم خوف خداوندی سے کانپتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ آتش جہنم حرام فرما دیتا ہے۔

فائدہ:۔ جب اللہ تعالیٰ نے ابراھیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو ان کے دل میں ایسا خوف ڈال دیا کہ آپ کے دل کی دھڑکن کی آواز دور سے ایسے سنائی دیتی تھی جیسے ہوا میں پرندوں کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ سنی جاتی ہے۔

نکتہ:۔ حضرت مسروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ خوف رجاء سے پہلے ہونی چاہیئے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت و نار دونوں کو پیدا فرمایا لیکن جنت میں دوزخ کو عبور کر کے داخل ہونا پڑے گا۔

Scanned with CamScanner

(۴) ۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ انسان کی تلاوت کلام سے اقشعرار (رونگٹے کھڑے ہونا) خوف وخشیت واطمینان حاصل ہونا اس کے نیک احوال سے ہے کیونکہ عابدین کا یہی حال ہوتا ہے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ اولیاء اللہ کے نیک اوصاف ہیں کہ قرآن پڑھنے سننے سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے دلوں کو قرار نصیب ہو جاتے ہیں اور یہ نہیں فرمایا کہ ان کے عقول چلے جاتے ہیں یا ان پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔ ایسا ہونا اہل بدعت کی علامت ہے اور یہ شیطانی اثر ہے۔

حکایت:۔ حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی جدہ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے قرآن مجید پڑھا جاتا تو ان کا کیا حال ہوتا تو انہوں نے فرمایا کہ ان کا وہی حال ہوتا جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہاں بیان فرمایا ہے کہ ان کے آنسو آنکھوں سے جاری اور ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ میں نے عرض کی ہمارے زمانہ میں بعض ایسے بھی ہیں کہ جب قرآن مجید سنتے ہیں تو ان پر غشی طاری ہو جاتی ہے اور وہ قرآن سن کر بیہوش ہو کر گر جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ میں شیطان رجیم سے پناہ مانگتی ہوں۔

حکایت:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک ایسے شخص عراقی پر گزر ہوا جو بے ہوش پڑا تھا۔ آپ نے پوچھا اسے کیا ہوا ہے۔ عرض کی گئی کہ اس کے سامنے قرآن مجید پڑھا گیا تو بیہوش ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہم بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں لیکن زمین پر گر کر بیہوش نہیں ہو جاتے دراصل بات یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے پیٹ میں شیطان داخل ہو جاتا ہے ورنہ یہ کام اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں[1]۔

فائدہ:۔ یہ ردو قدح اہل ریاء کے لیے ہے اور اس کے حق میں جو ایسی حالت کو ضبط کر سکنے کے باوجود پھر بھی بیہوشی ظاہر کرتا ہے۔

عشق کی حدیث شریف

من عشق وعف وکتم ثم مات مات شهيدا ۔ جو عشق سے بہرہ ور ہو کر پاکدامن رہا اور اسے چھپایا تو وہ شہید ہو کر مرے گا۔ اس لیے جس پر ایسے حال کا غلبہ ہوا سے چاہیئے کہ وہ ایسی کوئی حرکت

[1] کشف الاسرار۔ المعالم۔ الوسیط۔ الکواشی وغیرہا ۱۲ =

Scanned with CamScanner

کرے جس کی اسے اجازت نہیں یہی ادب ہے۔ ہاں اگر غالب ہو اور امر واقعی ایسے ہے اور مجنوں سا ہو جاتا ہے تو اس سے شرعی قلم کا حکم ساقط ہے اس وقت جس طرح کی حرکت کرے اُسے معاف ہے اور وہ معذور متصور ہو گا یہ بھی ہے کہ مبتدیوں اور متوسط لوگوں اور منتہیوں کے احوال برابر نہیں ہوتے اس لیے کہ جو منتہی حضرات کر سکتے ہیں وہ مبتدیوں اور متوسط لوگوں کے بس سے باہر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کو آنے والے ان جیسے حضرات ہر وقت اور ہر حال میں ادب کو مدنظر رکھتے ہیں کیونکہ ان میں قوت برداشت ہوتی ہے بلکہ ان کی تمکین میں شدت تکوین کا غلبہ ہوتا ہے اسی لیے جن میں یہ طاقت نہ ہو ان کا صحابہ کرام پر قیاس نہیں کیا جا سکتا بلکہ انھیں معذور سمجھا جاتا ہے وہ مغلوب الحال و مستورالاختیار ہوتے ہیں۔

سبق:۔ عاقل پر لازم ہے کہ وہ طریق میں خلوص سے جدوجہد کرے اس میں ریاء و خالی دعویٰ کو نہ لائے ہر امر میں ادب کو ملحوظ رکھے وہ امر فتویٰ کا ہو یا تقویٰ کا ہر برائی کے ظاہر و باطن سے بچے اور ان امور سے بھی بچے جو اسے عیوب و نقائص کی طرف لے جاتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ:۔ افمن یتقی بوجهه۔ ہمزہ انکار کا اور فاء کا محذوف پر عطف ہے اور من شرطیہ اور اس کی خبر محذوف ہے۔ اتقاء بمعنی ڈرنا اور خود کو بچانا اہلِ عرب کہتے ہیں اتقی فلاں بکذا۔ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی کو اپنے بچانے کے لیے ڈھال بنائے ان الفاظ کی ترکیب کسی شے کا ضرر دوسری شے سے دفع کرنے پر دلالت کرتی ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ کیا تمام لوگ برابر ہیں بعض وہ ہیں یعنی کافر جو اپنے چہرے سے بچائیں گے۔

سوء العذاب۔ برے عذاب سے یعنی دوزخ کی آگ کے شعلہ سے۔[1]

یوم القیمة۔ قیام کے دن میں۔

فائدہ:۔ چہرے سے عذاب کو دفع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس دن ان کے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوں گے اسی لیے دوزخ کے شعلوں اور دیگر تکلیف دینے والی چیزوں سے بچنے کے لیے چہرے کو استعمال کریں گے۔ یہ مومن کس طرح ہو سکتے ہیں کیونکہ مومن کو قیامت میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی اس لیے وہ اس سے چہرے کے ساتھ بچنے کی کوئی تدبیر نہ کرے گا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ افمن یتق تو کیا وہ شخص اپنے چہرے کو پھیرتا ہے اللہ تعالیٰ کے لیے۔

۱۔ تفسیر الفارسی للکاشفی ۱۲

Scanned with CamScanner

سوء العذاب۔ بُرے عذاب سے ۔ یوم القیمۃ ۔ قیامت کے دن عذاب کو اپنے سے دفع کرے گا اس کی طرح ہو سکتا ہے جو اپنے آپ کو عذاب سے نہیں بچاتا اس لیے کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا رہا۔

تفسیر عالمانہ:۔ وقیل للظالمین ۔ اور ظالموں کو کہا جائے گا یعنی جن لوگوں نے بجائے ایمان کے کفر کو اختیار کیا اور تصدیق کے بجائے تکذیب کی ۔ طاعت کے بجائے معصیت کا ارتکاب کیا۔ اس کا یتقی پر عطف ہے یعنی انھیں دوزخ کے نگرانوں کی طرف سے کہا جائے گا اور ماضی کا صیغہ اس لیے ہے تاکہ تحقیق پر دلالت کرے اور مضمر کے بجائے مظہر لانا ان کے ظلم پر مہر ثبت کرنا اور آنے والے امر کی علت بنانا ہے ۔

ذوقوا ۔ چکھو ما کنتم تکسبون اس کا وبال جو تم دنیا میں ہمیشہ کے طور عمل میں لاتے تھے یعنی کفر وعصیان وتکذیب وغیرہ ۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے تم اپنے افعال ردیہ اور اخلاق دنیہ کا وبال چکھو یعنی تم دنیا میں بھی عین عذاب میں تھے لیکن غفلت کی وجہ سے تم اس کا ذائقہ محسوس نہیں کرتے تھے جب تم مروگے تو تمھیں پتہ چل جائے گا۔

تفسیر عالمانہ:۔ کذب الذین ۔ تکذیب کی اُن لوگوں نے جو اُمتیں گزری ہیں من قبلھم کفار مکہ سے پہلے یعنی جیسے قوم آج آپ کی تکذیب کر رہی ہے پہلی قومیں بھی اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرتی تھیں۔ فاتاھم العذاب ۔ تو ان کے ہاں وہ عذاب آیا جو ان کے لیے مقدر تھا یعنی ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔ من حیث لا یشعرون اس جہت سے کہ ان کو اس کا وہم و گمان تک نہ تھا اور نہ ہی ان کے دل میں کبھی تصور آسکتا تھا کہ ایسے عذاب میں وہ مبتلا ہوں گے وہ امن کے ساتھ نہایت آرام اور چین سے وقت بسر کر رہے تھے کہ اچانک ان کی امن کی جگہوں میں عذاب آپہنچا۔ اس جہت سے کہ اسے سمجھتے نہیں کہ یونہی وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے کیونکہ وہ امن میں تھے اور عذاب سے بالکل غافل تھے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ انھیں صحت و نعمت اور سرور و فرحت کی صورت میں عذاب ملا جسے وہ سمجھ نہ سکا کہ یہ بھی عذاب ہے حالانکہ یہی ان کے لیے عذاب تو تھا جس کی انھیں توقع نہ تھی۔

تفسیر عالمانہ:۔ فاذاقھم اللہ الخزی ۔ تو انھیں اللہ تعالیٰ نے رسوائی و خواری چکھائی یعنی وہ اسے ایسے محسوس کرتے تھے جیسے چکھنے والا شے کا

Scanned with CamScanner

ذائقہ محسوس کرتا ہے۔

فی الحیوٰۃ الدنیا۔ دنیا کی زندگی میں اُن کی رسوائی کے چکھانے کے مکان کا بیان اسوہ رسوائی مسخ وخسف۔ غرق قتل۔ قید۔ جلاء وطنی جیسے عبرت ناک عذاب ستے[1] اور یہ تو ادنیٰ عذاب ہے۔ ولعذاب الاٰخرۃ۔ اور آخرت کا وہ عذاب جو ان کے لیے تیار ہے۔ اکبر۔ بہت بڑا ہے بہ نسبت دنیا کے عذاب کے اس لیے کہ وہ سخت اور دائمی ہے۔

لو کانوا یعلمون۔ اگر وہ ان کا حال جاننے کے لائق ہوتا تو جانتے اور اس سے عبرت پکڑتے اور پھر کبھی اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کرتے اور خود کو عذاب سے چھڑا لیتے۔

سبق:۔ عاقل پر لازم ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرے تاکہ دنیا و آخرت کے عذاب سے نجات پاسکے۔

حکایت:۔ حضرت شبلی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میں نے چار ہزار احادیث پڑھی تھیں لیکن ان میں سے عمل کے لیے صرف ایک کو اختیار کیا باقی کو چھوڑ دیا اس لیے کہ تامل کرنے پر مجھے اس پر عمل کرنے سے نجات وخلاصی کا یقین ہوا۔ اس میں ہی علم الاولین والاٰخرین مندرج ہے وہ یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو فرمایا کہ دنیا میں اتنا کام کر جتنا تو نے اس میں رہنا ہے اور آخرت کے لیے اتنا عمل کر کہ اس میں تو نے ہمیشہ زندگی بسر کرنی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے اتنا عمل کر جتنا تجھے اس کی ضرورت ہے اور دوزخ کے لیے عمل کر اگر اس میں ٹھہرنے کی برداشت رکھتا ہے یعنی جب اس میں تیرا ٹھہرنا ناممکن ہے تو پھر اس کے عمل کرنے کا معنیٰ جبکہ تو ایک ضعیف انسان ہے۔ تجھے تو اس سے بچنے اور نجات پانے کی کرنی چاہیے بلکہ بہشت اور اعلیٰ درجات تک پہنچنے کے اعمال کیجئے۔

حدیث شریف:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کے ابدال صوم وصلوٰۃ اور قیام اللیل کی وجہ سے بہشت میں نہیں جائیں گے بلکہ نفس کے سخا اور

---

[1] نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اُمت ایسی رسوائیوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے محفوظ ہے کبھی بطور عبرت کسی وقت ہو بھی جاتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے فقیر کی کتاب "مزدا الاعمال بمسخ الاشکال" (اویسی غفرلہٗ)

Scanned with CamScanner

سلامت صدر اور اہل اسلام کی خیر خواہی کی وجہ سے جائیں گے۔

فائدہ: تمام نیکیوں کی سرتاج توحید ہے۔

حکایت و روایت

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت کے ایک شخص کو قیامت میں اللہ تعالیٰ کے حضور لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ملائکہ کرام کو فرمائے گا کہ اس کے عمل نامہ میں دیکھو کیا اس میں کوئی نیکی ہے۔ عرض کریں گے اس کے دل پر لا الٰہ الا اللہ کے نقش کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے بہشت میں لے جاؤ (اس کلمے کے نقش کے صدقہ میں) میں نے اسے بخش دیا۔

سبق: جس کلمہ توحید کے ظاہری نقش میں نجات ہے بتائیے اس کے باطنی نقش کا کیا حال ہوگا اسی لیے انسان پر لازم ہے کہ وہ نفس کی اصلاح اور تقویۃ الیقین کے لیے بہت زیادہ جدوجہد کرے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں دین اسلام کی دولت سے نوازا۔

حکایت: حضرت ابو علی نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کا گدھا گم ہو گیا وہ اسے تلاش کرنے کے لیے گھر سے نکلا تو اسے راستہ میں مجوسی (آتش پرست) مل گیا اسے دیکھ کر مسلمان واپس گھر واپس لوٹ گیا اور عرض کی الٰہی میرا گدھا گم ہے اور یہ غریب (مجوسی) ایمان کی دولت سے محروم ہے۔ میری مصیبت سے اس کی مصیبت بہت بڑی ہے۔ میں تیرا شکر کرتا ہوں کہ تو نے اتنی بڑی مصیبت میں مبتلا نہیں کیا۔

فائدہ: یہ بہ نسبت حال اور وقت کے ہے ورنہ خاتمہ کا کیا پتہ اسی لیے یہی سب سے مشکل ہے کہ انسان کا نامعلوم خاتمہ کیسا ہو۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

ہیچ کافر را بخواری منگرید
کہ مسلماں مردنش باشد اُمید

ترجمہ: کسی کافر کو حقارت سے نہ دیکھ اس لیے کہ اس کی اسلام پر موت کی اُمید ہے۔

Scanned with CamScanner

چہ خبر داری ز ختم عمر او
تا بگردانی از و یکبارہ رو

ترجمہ:۔ کیا خبر کہ اس کی عمر کا اختتام کیسا ہے تو پھر اس سے روگردانی کا کیا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ سے بہتری کا سوال ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ ولقد ضربنا للناس فی ھذا القرآن من کل مثل۔ اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے قرآن مجید میں ہر طرح کی وہ کہاوتیں بیان کی ہیں جن کی اُمورِ دین میں اُن کو ضرورت ہے۔

فائدہ:۔ حضرت سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرآن مجید کے مضامین کو کہاوتوں سے تشبیہ اس لیے دی گئی ہے کہ جیسے کہاوتیں عجیب و غریب ہونے میں ذہنوں پر اثر انداز اور عام مشہور ہوتی ہیں اس کے مضامین بھی ایسے ہی ہیں یعنی ہم نے اس میں عجیب الشان قصے بیان کیے ہیں جیسے گزشتہ قوموں کے قصے اور قیامت میں اُٹھنے والوں کے حالات وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ:۔ الناس سے یہاں اہل مکہ مراد ہیں[1]۔ اس کی تائید اس قاعدہ سے ہوتی ہے کہ قرآن مجید میں جہاں یاایھا الناس کا خطاب ہے وہاں اہل مکہ مراد ہیں۔ بہتر ہے کہ اس سے عام لوگ مراد ہیں۔ اہل مکہ ہوں یا بعد کو آنے والے تمام لوگ۔

لعلھم یتذکرون۔ اُمید ہے وہ اس سے نصیحت پذیر ہوں گے۔

قرآنا عربیا۔ قرآن عربی یعنی لغت عرب میں ہے۔ یہ ھذا سے حال مؤکدہ ہے اور اس سے وصف مطلوب ہے یعنی بظاہر تاکید اور درحقیقت صفت ہے۔ بعض نے عربیا کے لیے قرآن کو حال کی تمہید بتایا ہے اور حال موطئہ اسم جامد ہے جو اپنے حال سے موصوف ہے یعنی وہ بظاہر حال ہے درحقیقت اس کی صفت ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ فعل محذوف سے علی طریق علاج منصوب ہے۔ عبارت یوں تھی ارید بھذا القرآن قرآنا عربیا۔ اس قرآن سے میری مراد قرآن عربی ہے۔

غیر ذی عوج۔ وہ ٹیڑھا نہیں یعنی اس میں کسی طرح کا بھی اختلاف نہیں نہ کسی قسم کا اس میں تناقض ہے نہ عیب ہے اور نہ خلل ہے۔

فائدہ:۔ عوج (بالفتح و بالکسر) ہر دونوں طرح ہے لیکن استعمال میں فرق ہے۔ ہر وہ شے جو

---

[1] الوسیط ۱۲۔

منتصب ہو جیسے حائط۔ جدار۔ رمح۔ اس وقت بالفتح ہوگا۔ اور معانی و اعیان غیر منتصبہ میں بالکسر ہوگا۔

سوال:۔ مستقیم یا غیر معوج کیوں نہیں کہا یہ الفاظ مختصر بھی ہیں۔

جواب (۱):۔ تاکہ معلوم ہو کہ اس میں کسی طرح کی بھی کمی نہیں جیسا کہ فرمایا ولم یجعل لہ عوجا۔

جواب (۲):۔ لفظ عوج صرف معانی سے متعلق ہے اعیان سے اس کا کوئی تعلق نہیں معنی بھی۔

فائدہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ غیر ذی عوج بمعنی غیر مخلوق ہے۔ اس کا زبان سے پڑھا جانا اور اوراق میں لکھا جانا اور کانوں سے سنا جانا اور سینوں میں محفوظ ہونا اس کے مخلوق ہونے کی دلیل نہیں اس لیے کہ اس سے اصل مراد وہی کلام ہے جو قدیم اور قائم بذاتہ ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ حقائق البقلی میں ہے کہ یہ قرآن وہ قدیم کلام الٰہی ہے جو حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے ظاہر ہوا اسے زمانہ کا تغیر متغیر نہیں کرتا اور نہ ہی حوادث کے غبار سے مٹ سکتا ہے اور نہ ہی اس کے حروف ٹیڑھے ہو سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی ظرف اسے گھیر سکتی ہے۔

فائدہ:۔ بحر الحقائق میں ہے یہ وہ سیدھا راستہ ہے جو ہمارے حضور میں پہنچاتا ہے۔ باطل اس سے کوسوں دور ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ لعلھم یتقون۔ یہ دوسری علت ہے اور پہلی علت پر مترتب ہے اس لیے کہ امثال لانے کی مصلحت یہی ہے کہ ان سے نصیحت حاصل کی جائے اس کے بعد تقویٰ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ لوگ اہل تقویٰ کا عمل کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی بیان کردہ حدود کی پابندی اور اس کی امثال سے عبرت پکڑتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ شاید یہ بسبب تامل فی المعانی کفر و تکذیب سے بچتے ہیں۔

ربط:۔ اب ان امثال میں سے ایک مثال بیان فرماتے ہیں وہ یہ ضرب اللہ مثلا رجلا فیہ شرکاء متشاکسون۔ ضرب المثل سے مراد یہ ہے کہ ایک حالت عجیبہ کو اس جیسی دیگر حالت عجیبہ کے ساتھ مطابق بنانا جیسے سورہ یٰس کے اوائل میں اس کی تحقیق گزر چکی ہے۔ مثلاً ضرب کا دوسرا مفعول ہے رجلاً مفعول اول ہے۔

سوال:۔ مفعول اول کو مؤخر کیوں لایا گیا۔

جواب (۱):۔ تاکہ شوق بڑھے۔

جواب (۲):۔ تاکہ اس سے ملایا جا سکے جو عمدہ فی التمثیل کا تتمہ ہے۔ اس جملہ میں خبر مقدم ہے اور مبتدا

یعنی شرکاء اکا خبر ہے۔ جملہ منصوب کے حیز میں ہے اس لیے کہ رجلا کی صفت ہے۔

حل لغات:۔ تشاکس بمعنی ایک دوسرے کے ساتھ بد خلقی سے پیش آنا۔ المفردات میں ہے التشکس بمعنی السئی الخلق مثال دی ہے جس سے اس کا مذہب واضح ہو جائے وہ اس طرح کہ کئی معبودوں کی مثال اپنے عبادت گزار کی اس شخص جیسی ہے جس کے کئی مالک ہوں جسے ہر ایک اپنی طرف کھینچے اور ہر ایک اسے اپنی ضرورت میں استعمال کرے تو جیسے اس شخص کو اس غلامی سے مصیبت وحسرت ہوگی۔ (ایسے ہی مختلف معبودوں کی پرستش کرنے والے کا حال سمجھیے)

ورجلا اور مثال بیان کی ہے اس موحد مسلمان کی مسلمًا جو خالص ہو لرجل ایک مرد کے لیے۔

یعنی مختلف ہیں اور اپنی سخت عادت پر ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑتے ہیں اور قاموس میں ہے کہ وہ بحو نکس ہے بمعنی سخت عادت والا اور بحوکتف بمعنی بخیل اور تشاکسون بمعنی مختلف اور سخت گیر اور تشاکسو بمعنی تخالفو۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرک کے لیے ایسی مثال دی ہے۔

ورجلا۔ اور مثال بیان کی ہے اس موحد مسلمان کی جو مسلمًا جو خالص ہو لرجل ایک مرد کے کے لیے جو اس کے ساتھ کوئی دوسرا نہ ہو یعنی کسی دوسرے کا اس پر کوئی حق نہ ہو اس کی تنکیر افراد کی ہے یعنی کوئی فرد دوسرے فرد کا عبد ہو۔

حل لغات:۔ سلم بفتحتین اور بحون قتل وفسق سلم لرکذا کا مصدر ہے یعنی خالص اسی کا مصدر سے لاکر معنیٰ وصفیت کا لینا مبالغہ کے لیے ہے جیسے کہا جاتا ہے رجل عدل یا اس میں ذو مضاف محذوف ہے بمعنی ذوسلامۃ لرجل یعنی شراکت سے خالص للرجل وہ آدمی جو صغر کی حد سے متجاوز ہو۔

نکتہ:۔ الرجل کو مثال میں اس لیے لایا گیا ہے کہ وہ ضرر پہنچنے پر بول پڑتا ہے بخلاف عورت اور چھوٹے بچے کے کہ وہ ضرر کے وقت ایسی سمجھداری نہیں رکھتے۔

ھل۔ استفہام انکاری ہے۔

یستویان۔ کیا یہ دو غلام شان میں برابر ہو سکتے ہیں۔

مثلاً۔ مثال میں یعنی از جہت صفت وحال کے اس کا منصوب ہونا علی التمیز ہے۔

سوال:۔ مثلین کہا جاتا مثل کیوں کہا گیا ہے۔

جواب:۔ مثلاً جنس ہے اور جنس عام ہوتی ہے جو تثنیہ جمع سب کو شامل ہوتی ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ کیا ان دونوں کا حال وصفت برابر ہو سکتا یعنی وہ برابر نہیں ہو سکتے۔ خلاصہ یہ کہ کافر کا حال اس شخص جیسا

Scanned with CamScanner

ہے جو کسی قسم کے بد خلق مالکوں کا غلام ہو کر وہ ہمیشہ حیران و سرگردان ہو کر زندگی بسر کرتا ہے ایسے ہی یہ کلاس کے کئی معبود ہیں ان سے بھی اسے کوئی خیر و بھلائی نصیب نہیں ہوتی بلکہ ان کی پرستش سے الٹا نچلے درجات میں چلا جا رہا ہے۔ بخلاف عبد ثانی کے کہ اس کا مالک ایک ہے اسے کسی قسم کی تنگی و تلخی نہیں ایسے ہی بلا تشبیہ اللہ تعالیٰ واحد اور لا شریک کی عبادت کرنے والا کا حال ہے کہ وہ ہمیشہ خیر و بھلائی پاتے بلکہ بلندی کی طرف ترقی کرتا رہتا ہے۔ ع

یک یار پسند کن چوں یک دل داری

ترجمہ:۔ ایک ہی دوست اختیار کر جبکہ تیرا دل بھی ایک ہی ہے۔

الحمد للہ۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں کہ اس نے اہل اسلام کی امداد کی مقابل نے ایسے ہی کہا یعنی ان کا جھگڑا ختم کیا اور کفار پر ان کو غلبہ بخشا اور مثال دے کر عدم استوار ثابت کر کے اہل اسلام کی حجت مضبوط کی۔

بل اکثرھم لا یعلمون۔

ربط:۔ عدم الاستوار کے بیان سے اضطراب و انتقال ہے کہ ان کے اکثر لا علم ہیں۔ ان سے مشرک مراد ہیں کہ وہ ان امثال کو نہیں جانتے باوجودیکہ یہ امثال بہت بڑی واضح ہیں لیکن وہ اسی طرح اپنی جہالت کی وجہ سے شرک و ضلال کے چکر میں ہیں۔

تفسیر صوفیانہ:۔ آیت میں اشارہ ہے کہ عدم الاستوار اس کے لیے ہے جو شغل دنیا و عیال و دیگر امور میں منہمک ہے اور اسے خواطر مختلفہ نے گھیرا ہوا ہے اور وہ جو خالص اللہ کا بندہ ہے اسے مخلوق سے ذرہ برابر بھی تعلق نہیں اور نہ ہی دنیا سے اسے کوئی واسطہ ہے بلکہ وہ آخرت سے بھی بے خبر ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کے قریب اور اسی سے لگاؤ ہے۔ خلاصہ یہ کہ دنیا کے راغب کو دنیا کے مختلف امور مشغول رکھتے ہیں وہ پروردگار عالم کی عبادت کے لیے فرصت بھی نہیں رکھتا اگرچہ وہ عبادت میں بھی ہو تب بھی اس کا دل دنیا میں مشغول ہوتا ہے۔ اور زاہد اگرچہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوتا ہے اور دنیوی امور سے بھی فارغ ہے لیکن اس کی عبادت خوف اور طمع سے ہوتی ہے اور عارف وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے دیدار کے شوق میں دونوں عالم سے فارغ ہو کر عبادت کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ طالبین و بطالین اور واصلین و منقطعین میں بہت بڑا فرق ہے۔

الحمد للہ۔ تمام تعریفیں اسی کی ہیں کیونکہ صفات جلال کی وجہ سے وہ اسی کا مستحق ہے بلکہ ان کے اکثر اس کے جمال و کمال سے بے خبر ہیں اور وہ حسن استعداد جو انہیں صفات جمال و جلال سے نصیب ہوتی

Scanned with CamScanner

تھی اس پر مطلع نہ ہو سکے ورنہ وہ جملہ اُمورِ دنیا کو بیکار سمجھتے اور نہ ہی دنیا کو بیکار چھوڑتے جو درحقیقت یہی آخرت کی کھیتی ہے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

اصل ایں عالم اے جان غفلتست
ہوشیاری ایں جہان را آفتست

ترجمہ:۔ اس جہان کی بنیاد اے جانِ من غفلت پر ہے اس جہان میں ہوشیاری بھی آفت ہے۔

ہوشیاری ز ان جہانست وچوں آن
غالب آید پست گردد ایں جہان

ترجمہ:۔ ہوشیاری اسی جہان کی چاہیئے کیونکہ جب اس جہان کی بات غلبہ پاتی ہے تو یہ جہان پست ہوجاتا ہے۔

ہوشیاری آفتاب و حرص یخ
ہوشیاری آب و ایں عالم وسخ

ترجمہ:۔ ہوشیاری آفتاب اور حرص برف ہے ہوشیاری پانی ہے اور یہ جہان سالم میل کچیل ہے۔

زان جہان اندک ترشح می رسد
تا نغزد در جہان حرص و حسد

ترجمہ:۔ اس جہان سے تھوڑا قطرہ پڑتا ہے تاکہ حرص وحسد اس جہان میں رواج نہ پائے۔

گر ترشح بیشتر گردد زغیب
نے ہنر ماند دریں عالم نہ عیب

ترجمہ:۔ اگر اس جہان سے کچھ زائد قطرات پڑجائیں تو پھر اس جہان میں نہ ہنر رہے نہ عیب۔

سبق:۔ عاقل پر لازم ہے کہ اللہ تعالٰی کی طرف رجوع کرے اور اس پر عمل کرے جو قرآن میں ہے اور اس کی امثال سے عبرت پکڑے تاکہ ان لوگوں سے ہوجائے جو حقیقت حال کرجاتے ہیں۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

ہست قرآن حالہائے انبیاء
ماہیان پاک بحر کبریا

ترجمہ:۔ قرآن انبیاء علیہم السلام کے حالات ہیں وہ حالات بحر کبریا کی مچھلیاں ہیں۔

Scanned with CamScanner

در نخوانی ونہ قرآن را پذیر
انبیاء و اولیاء را دیدہ گیر

ترجمہ:۔ اگر نہ پڑھتا ہے یعنی قرآن کو قبول نہیں کرتا انبیاء و اولیاء کو دیکھ لے (وہ کیسے عمل کرتے تھے)۔

در پذیرائی چو بر خوانی قصص
مرغ جانت تنگ آید در قفص

ترجمہ:۔ اگر قبول کرتا ہے تو پھر (دیکھ) قرآن کے قصے کیسے پڑھتا ہے تو تیری جان کا مرغ پنجرے میں تنگ آجائے گا۔

مرغ گو اندر قفص زندانیست
من بجوید رستن از نادانیست

ترجمہ:۔ اس مرغ کو کہہ کہ پنجرہ تو قید خانہ ہے جو اس سے نجات نہیں چاہتا وہ نادان ہے۔

روح ہائے کز قفصہا رستہ اند
انبیاء را رہبر شاں بستہ اند

ترجمہ:۔ جو ارواح اس پنجرے سے نجات پا گئی ہیں انبیاء علیہم السلام اس کے رہبر ہوئے ہیں۔

حکایت:۔ ایک دفعہ حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھیل رہے تھے تو آپ کو ان کا کھیلنا بھلا لگا اسی وقت جبرئیل علیہ السلام ایک شیشی اور کاغذ لائے۔ شیشی میں خون تھا اور کاغذ میں زہر اور عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو ان دونوں سے پیار ہے تو یاد رکھیئے ایک ان میں سے تلوار سے شہید ہوں گے (یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ) دوسرے کو زہر سے شہید کیا جائے گا (یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ) یعنی تلوار شیشے میں اور زہر کاغذ میں ہے۔

سبق:۔ اولاد سے قطع تعلق کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل لگانا ضروری ہے جو شخص زبان سے تو کہے اللہ لیکن اس کا دل غیر اللہ سے متنفر ہو کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ متعلق نہ ہو تو اس نے گویا اللہ کہا بھی نہیں بلکہ جب اللہ کا لفظ منہ سے نکلے تو اس وقت کیفیت یہ ہو کہ روح و قلب گویا ہے ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرمایا قل اللہ ثم ذرھم اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کہو لیکن ان کو بالکل چھوڑ دو۔ یعنی انھیں چھوڑ کر اللہ کہو۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان لوگوں سے بنائے جو صرف اسی کے ہیں بلکہ ان کے ہاں ہر وقت حاضر ہیں کیونکہ سوال تو صرف اسی سے ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

تفسیر عالمانہ: انك میت و انهم میتون: بیشک تم کو انتقال فرمانا اور انھیں بھی مرنا ہے۔ یہ آیت آنے والے مضمون میں کفار کے قیامت میں جھگڑنے کی تمہید ہے اور کفار مکہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال (وفات) کے منتظر رہتے تھے ان کے جواب میں فرمایا کہ کفار مکہ کہا کرتے ہیں کہ ہمیں محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی موت کا انتظار ہے وہ فوت ہوں گے تو ہم نجات پائیں گے۔

ردِّ معتزلہ: الموت صفة وجودية خلقت ضد الحياة (روح البیان ص۱۰۵ ج۸) موت وجودی صفت ہے حیات کی ضد (مقابل) میں پیدا کی گئی ہے۔

ردِّ وہابیہ: المفردات میں ہے: الموت زوال القوة الحاسية الحيوانيه وابانة الروح عن الجسد (روح البیان ص۱۰۵ ج۸) موت قوتِ حاسیہ حیوانیہ کے زوال اور روح کا جسم سے علیحدہ ہونے کا نام ہے۔[1]

فائدہ: انك الخ میں تاکید اس لیے لائی گئی ہے گویا مخاطب اس مسئلہ میں متردد ہے اِنَّ کی تاکید سے اسے تنبیہ ہو گئی کہ موت حق ہے اس کے دلائل اتنے واضح ہیں کہ انکار کی گنجائش نہیں ہے اور پھر اس میں نظر و فکر پر پراگندہ کرنا بھی مطلوب ہے۔ اب معنی یہ ہوا تم سب موت کا شکار ہو گے موت تم سب کے لیے ہے۔ کسی دوسرے کی موت کے انتظار کا کوئی فائدہ نہیں نہ ہی اسے کالی دینا کسی کام کا بلکہ ایسے کام کرنے والا جاہل بلکہ پاگل ہے۔

مکن شادمانی بمرگ کسے
کہ دہرت نماند پس از وے بسے

ترجمہ: کسی کی موت سے خوشی نہ مناؤ کہ اس کے مرنے کے بعد وقت (تمھارے لیے) ہمیشہ نہ رہے گا۔ ذیت کا معنیٰ یوں ہوا کہ آپ بھی اس دنیا سے کوچ کریں گے اور وہ بھی مرجائیں گے۔ قاعدہ ہے کہ جو شے کسی کو قریب ہو وہ اسی نام سے موسوم ہوتی ہے اسی لیے لازم ہوا کہ موت سب کو قریب ہے خواہ کتنا ہی مدت زندہ رہے۔ تب بھی موت کا شکار ہوگا۔ اسی لیے اسے قریب سمجھنا لازم ہے۔

---

[1] اس میں وہابیہ کا رد ہے کہ وہ سماع موتیٰ اور حیاۃ الانبیاء کے مسئلہ میں موت کا معنیٰ نہ سمجھتے ہوئے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ہم سماع موتیٰ کے متعلق عرض کریں کہ جب موت صرف حاسیہ کے زوال وابانۃ روح الخ کا نام ہے تو پھر مردے سے سماع و دیگر صفات کی نفی کیوں۔ (اویسی غفرلہٗ)

Scanned with CamScanner

لطیفہ: جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تو انھیں منجانب اللہ کہا گیا۔ فنا کے لیے پیدا ہو اور ختم ہونے کے لیے تیار ہو۔

فائدہ: بعض قرار نے انک میت و انھم مائتون پڑھا ہے وہ اس لیے کہ بوقت نزول تو موت واقع نہیں ہوئی بلکہ بعد کو واقع ہوگی اسی لیے صیغہ اسم فاعل زیادہ موزوں ہے۔

شرح: اس کی وجہ یہ ہے کہ مائت وہ صفت حادثہ ہے جو حال و مستقبل دونوں کے لیے آتی ہے جیسے موت کے منہ میں آنے والے زید کے لیے کہتے ہو۔ زید مائت الآن۔ ایسے ہی جو مستقبل میں فوت ہوگا اس کے لیے بھی کہتے ہو۔ زید مائت غدا۔ بخلاف میّت کے کہ یہ ایسی صفت ہے جو شے کو لازم ہے جیسے السیّد وہ شخص جس کی سیادت پیدائشی ہے اور السائد ہر وہ شخص جس کو سیادت بعد کو حاصل ہوئی ہو۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ موت کا وہ معنیٰ نہیں جو تم نے کیا کہ روح کا جسم سے علیحدہ ہونا بلکہ موت کا لفظ اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ موت وہ کیفیت ہے جو انسان کو لحظہ بہ لحظہ خلل و نقص طاری ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ انسان جب تک دنیا میں زندہ رہتا ہے وہ لحظہ بہ لحظہ مرتا رہتا ہے۔ اس معنیٰ پر میّت و مائت میں فرق ظاہر ہو گیا اور معلوم ہو گیا۔ مائت وہ ہے جو خلل و عیب والا ہو۔

فائدہ: قاضی علی بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مائت ہماری لغت عرب میں اس معنیٰ پر ہے نہیں جسے اوپر ذکر کیا گیا ہے ہاں موت مائت مستعمل ہوتا ہے جیسے شعر شاعر و سیل سائل۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ انک میّت الخ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی موت کے اور مسلمانوں کو ان کی موت سے باخبر رہنے کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اپنی دنیوی باتوں سے بالکل فارغ رہے اور جب اسے معلوم ہے کہ موت سامنے ہے کہ اس کے لیے سوگ منانا ہے اور سوگ تین دن تک روا ہے اور جو اس سے سبق حاصل نہیں کرتا اسے اس حدیث سے کوئی فائدہ نہیں۔ اسے چاہیے کہ نفس کے خیالات اور ذہن کے تصورات سے بالکل فارغ ہو جائے تب کہیں اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر و بھلائی نصیب ہوگی اور یہ اُس وقت ہوگا جب وہ بالکل فانی ہو جائے۔

وحی حضرت داود علیہ السّلام

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ "اے داؤد (علیہ السلام) میرا گھر پاک و صاف

Scanned with CamScanner

رکھتا کہ میں اس میں قیام کروں۔ عرض کی یا اللہ تو تو قیام سے منزہ ہے تجھے گھر کی کیا ضرورت ہے۔ فرمایا اپنے قلب کو میرے سوا سے کونین سے فارغ کر دے اور ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الم نشرح لک صدرک یعنی ہم نے آپ کا سینہ یعنی قلب نہیں کھولا اور فرمایا و ثیابک فطھر۔ اور اپنے قلب کو تعلقاتِ کونین کی تلویث سے پاک کیجئے ؎

سالک پاک رو نخوانندش
آنکہ از ما سوی منزہ نیست

ترجمہ: اسے پاک رو سالک نہیں کہتے جو ما سوی اللہ سے منزہ نہیں۔

حضرت مولانا عارف جامی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

روز و شب در نظرت موج زناں بحر قدم
حیف باشد کہ بلوث حدث آلودہ شوی

ترجمہ: شب و روز بحر قدیم تیرے سامنے موج زن۔ افسوس ہے کہ حدث کی غبار سے تا ہنوز بھرا ہوا ہے۔

تفسیر عالمانہ: ثم انکم۔ بیشک آپ اور وہ۔ یہ دراصل انک و انھم الخ تھا اور صیغۂ غائب صیغۂ مخاطب کی تغلیب ہے اور اِنَّ سے مؤکد کیا گیا ہے بوجہ اُن کی بہت زیادہ غفلت کے۔

یوم القیٰمۃ عند ربکم۔ قیامت میں اپنے پروردگار کے ہاں یعنی اپنے جملہ اُمور کا مالک کے پاس تختصمون تم جھگڑو گے۔ آپ ان پر حجت قائم کریں گے کہ آپ نے انھیں احکام الٰہی پہنچا دیئے اور انھیں خوب نصیحت کی اور دعوتِ حق میں ان کے لیے پوری پوری کوشش کی اور وہ مکابرہ عناد پر ڈٹ جائیں گے اور لایعنی عذر کریں گے مثلاً کہیں گے کہ ہم اپنے بڑوں کے کہنے پر دھوکہ کھا گئے یا ہمیں اپنے آباؤ اجداد کی تقلید نے دھوکہ دیا۔

فائدہ: بحر العلوم میں ہے کہ یہاں جھگڑا عام ہے وہ یہ کہ لوگ آپس میں جھگڑیں گے یعنی اہل ایمان کافروں کے ساتھ یوں جھگڑیں گے کہ دنیا میں ہم نے تمھیں توحید کے لیے دلائل سنائے۔

زن و شوہر کا قیامت میں جھگڑا

حدیث شریف میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں زن و شوہر کا جھگڑا

Scanned with CamScanner

یوں ہوگا کہ عورت کہے گی کہ میں نے اپنے شوہر کو کبھی بُرا بھلا نہ کہا اس پر اس کی زبان بند ہو جائے گی۔ اس کے خلاف اس کے ہاتھ پاؤں بول پڑیں گے اس نے جو کچھ مرد کے خلاف کیا ہو گا سب کچھ سنا دیں گے۔ ایسے ہی مرد عورت کے لیے کہے گا کہ میں نے اسے دنیا میں کچھ نہ کہا تھا اس پر اس کے ہاتھ پاؤں بول پڑیں گے جتنا اس نے اپنی عورت کو ایذا رسانی کی ہو گی ایک ایک کر کے سنا دیں گے۔

حضرت عثمان غنی کی طرف سے نبی علیہ السلام کا جھگڑا

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے عثمان بن عفان کا جھگڑا پیش کروں گا۔

فائدہ: حضرت ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حدیث شریف پر بہت متفکر تھے کہ ہم عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں ان سے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں تو پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح ان کی طرف سے جھگڑیں گے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تب انہیں معلوم ہوا کہ یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھگڑنا از طرف عثمان غنیؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بہت بڑے عرصہ کے بعد شہید ہوئے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پہلے بتانا علم غیب کے جزئیات سے ہے جسے علم ما فی الغد (کل کیا ہو گا) کے دلائل میں ہم اہلسنت پیش کرتے ہیں لیکن وہابی دیوبندی منکر ہیں۔

صحابہ کرام کا تحیر: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف کے بعد ہم حیران تھے کہ جب ہمارا رب ایک اور نبی علیہ السلام ایک اور دین ایک اور کتاب ایک تو پھر ہمارا ان سے خصومت کیسی لیکن جب میں نے غزوہ صفین میں دیکھا کہ ہم لوگ ایک دوسرے کے ساتھ برسرِ پیکار تھے۔ تب ہم سمجھے کہ ہاں یہی خصومت مراد ہے۔

قیامت کا نظارہ: حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی کے حقوق ادا کرنے ہیں ابھی سے ادا کرے یا معاف کرائے اس دن کے پہلے جہاں نہ درہم ہوں گے نہ دنانیر بلکہ حق والے کو اس کے اعمال صالحہ دیئے جائیں گے اگر نیکیاں نہیں ہوں گی تو حق والے کے گناہ اس کے سر پر رکھے جائیں گے۔

ف اویسی غفرلہٗ

Scanned with CamScanner

فائدہ: ممکن ہے وہی اعمال صالحہ کو جسمانی شکل میں بنا کر حق والے کو دیئے جائیں یا یہ کہ ان کے بدلے میں حق والے کو نعمتوں سے سرفراز کیا جائے اور جس نے دینا ہے اسے سزا کے طور پر مسبب بول کر سبب مراد لینے کے قبیل سے ہے۔

فائدہ: حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت ثم انکم الخ نازل ہوئی تو میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بتایئے کیا جھگڑوں کے علاوہ اور گناہوں کے بارے میں ادائیگی حق بھی ہو رہی ہوگی۔ آپ نے فرمایا ہاں ضرور ہوگی یہاں تک کہ جب تک حق والے کو حق نہ ملے گا جان نہ چھوٹے گی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہت بڑا سخت وقت ہوگا۔

حدیث شریف: حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں خصومت یہاں تک چلے گی کہ روح و جسم بھی آپس میں جھگڑیں گے۔ جسم روح کو کہے گا میں تو ایک زمین پر پڑے ہوئے پتھر کی طرح تھا۔ مجھ میں کوئی طاقت نہ تھی جو کچھ برائیاں ہوئیں تجھ سے سرزد ہوئیں۔ اس کے جواب میں روح کہے گی میں تو ایک ہوا تھی (اس کے باوجود دونوں کو سزا ملے گی) اس کی مثال اندھے اور اپاہج جیسی ہے کہ اندھا اپاہج کو لے جا کر چوری کا مال کھائیں تو اپاہج بتاتا جائے گا۔ اندھا اسے اٹھا کر وہاں پہنچا دے گا (تو اس برے عمل میں دونوں برابر کے شریک ہیں)

حدیث شریف: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا کیا تمہیں معلوم ہے کہ مفلس کون ہے۔ عرض کی جس کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو اور نہ ہی اس کے پاس کوئی پونجی ہو۔ آپ نے فرمایا میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت میں حاضر ہو لیکن اس کے پاس نہ نماز ہو نہ روزہ اور نہ زکوٰۃ بلکہ اس نے لوگوں کو گالی دی، کسی کو مارا۔ کسی کا حق کھایا۔ کسی کا خون بہایا۔ اب یہ تمام حقوق اس کی نیکیوں سے پورے کیے جائیں گے اگر نیکیوں سے حقوق ادا نہ ہوئے تو حق والے کے گناہ اس کے سر پر لکھ کر اسے جہنم میں پھینکا جائے گا۔

سوال: لا تختصموا لدی الخ میرے پاس نہ جھگڑو قرآن میں ہے لیکن اس آیت میں جھگڑنے کا ذکر ہے دو آیتوں میں تضاد کیسا؟

جواب: قیامت میں مختلف مواقف ہوں گے اور مختلف حالات انسان پر گزریں گے ایک وقت

Scanned with CamScanner

جھگڑنے کا ہوگا دوسرا وقت جھگڑنے سے رکاوٹ ہوگی مثلاً ایک مقام پہ فرمایا لھم لا یتسألون ایک دوسرے سے نہیں پوچھے جائیں گے۔ دوسری آیت میں ہے و اقبل بعضھم علیٰ بعض یتساؤلون۔ متوجہ ہوکر ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ اس کا بھی یہی جواب ہے کہ کبھی ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ دوسرے وقت سوال نہیں کر سکیں گے۔ ایسے ہی ایک مقام پہ فرمایا فیومئذ لا یسال عن ذنبھم انس ولا جان۔ آج کے دن اس کے گناہوں کے متعلق کسی جن و انس سے نہ پوچھا جائے گا۔ دوسرے مقام پہ فرمایا فو ربك لنسئلنھم اجمعین تیرے رب کی قسم ہم ان سے سوال کریں گے۔ اس جیسی اور آیات بھی ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: اکابر مشائخ فرماتے ہیں کہ قیامت بہت بڑا دن اور بہت بڑا سخت ہے۔ اس میں پہلے اللہ تعالیٰ صفت قہریہ کی تجلی سے متجلی ہوگا۔ یہاں تک کہ انبیاء و اولیاء بھی خاموش ہوں گے (شفاعت کبریٰ یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے بعد) پھر اللہ تعالیٰ لطف و کرم کی تجلی سے متجلی ہوگا تو تمام انبیاء و اولیاء شفاعت کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔

فائدہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ثم انکم یوم القیٰمۃ الخ یعنی اپنے حساب و کتاب کی فراغت کے بعد پھر تم اپنے اقرباء اور اہل و عیال اور دوستوں کی شفاعت کے لیے رجوع کرو گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عنایت اور لطف و کرم کا سوال کرتے ہیں۔

ھذا آخر مارقم قلم الفقیر القادری محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

والحمد للہ علی ذلك وصلی اللہ علی حبیبہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بفضلہ تعالیٰ فقیر پارہ ۲۳ کی تفسیر کے ترجمہ سے ۲۸ شوال ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۹۸۵ء کو بارہ بجے دن کو مسجد سیرانی شریف بہاولپور میں فراغت پائی۔

Scanned with CamScanner

فہرست تفسیر فیوض الرحمٰن پارہ ۲۳

رکوع اوّل او ومالی لا اعبد الذی	۳
ترجمہ رکوع ومالی لا اعبد الذی	۴
تفسیر آیت ومالی لا اعبد الذی الخ	۴
ابن نجار کفار کے نرغے میں	۶
ابن نجار کی شفقت ورحمت	۷
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا نمونہ	۷
صدیق اکبر کی شفقت حضور کی شفقت کا عکس	۷
تفسیر قیل ادخلوا الجنۃ الخ	۹
بوقت مرگ تبسم و نجار کی آخری منزل	۱۱
تفسیر وما انزلنا علی قومہ الخ	۱۲
بے ادبی کی سزا جلد ملی	۱۳
تفسیر الم یروا کم اہلکنا الخ	۱۶
عقیدہ رجعت و تکفیر روافض	۱۸
کل و جمیع میں فرق اعدائے اولیاء کی علامات	۱۹
فضیلت امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۰
عربی رکوع وآیۃ لھم الارض الخ	۲۱
ترجمہ رکوع مذکور	۲۲
تفسیر وآیۃ لھم الارض الخ	۲۳
انسان کے ایک لقمہ کے تین سو خدام ملائکہ	۲۴
حور عین کی مہر چاول کے عجوبے	۲۵
کھجور آدمی کی پھوپھی ہے	۲۶
منہ کی بدبو اور خارش کا علاج	۲۷
نہریں چشمے اور خاک چشمے ٹھنڈا چار چشمہ	۲۹
ولی اللہ کے مخالفین کو انتباہ	۳۰
حضرت ابراہیم ادھم کے مزار کی کرامات	۳۰
تفسیر سبحٰن الذی خلق الازواج	۳۲
چار اشیاء کی کنہ سے لاعلمی	۳۳
دہریہ کی کہانی	۳۴
تفسیر وآیۃ لھم الخ	۳۵
رات دن کا سپید و کالا دھاگہ	۳۷
افضل رات یا دن	۳۷
تفسیر والشمس تجری لمستقر لھا الخ	۳۸
نجومی علم کی وسعت	۳۹
دن رات کے اطوار	
عجائبات ارض اور بلغاریہ کی نماز	۴۰
تقدیر کا مسئلہ	۴۱
تفسیر والقمر قدرناہ الخ	۴۲
چاند کی چھپائیاں لا الہ الا اللہ الخ	۴۳
چاند کو سزا	۴۴
لا الشمس ینبغی لھا کی تفسیر	۴۸
چاند کی تیز رفتاری	۴۸
سہیل کا تعارف چاند سورج سے شرما گیا	۴۹
کسوف کا سبب	۵۱
تفسیر وآیۃ لھم انا حملنا الخ	۵۲
تفسیر وان نشا نغرقھم الخ	۵۵
رد کمیونسٹ	۵۶
تفسیر واذا قیل لھم انفقوا الخ	۵۸
لقمان حکیم رحمہ اللہ کی حکمت	۶۰
تفسیر ویقولون متی ھذا الوعد	۶۱
تفسیر ما ینظرون الا صیحۃ الخ	۶۲
قیامت سے پہلے ہوا چلیگی	۶۳
وفات حضرت عمرو العاص رضی اللہ عنہ	۶۴
رکوع عربی ونفخ فی الصور مع ترجمہ	۶۷
تفسیر ونفخ فی الصور الآیۃ	۶۸
صور کیا ہے	۶۹
تفسیر یا ویلنا الخ	۷۰
تفسیر فالیوم لا تظلم الخ	۷۴
اعجوبے بہشت کے	۷۷
منکرین اسلام کا سوال اور اویسی کا جواب (حاشیہ)	۷۷
آواز خوش اور سماع کے جواز و عدم کا بیان	۷۸
دوزخیوں کی ملاقات	۷۹
بہشتیوں کے دس شغل	۸۰
بہشت کے عشاق	۸۱
تفسیر ھم وازواجھم الخ	۸۲
شادی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	۸۳
نعمتہائے بہشت کی جھلکیاں	۸۴
تفسیر لھم فیھا فاکھۃ الخ	۸۵
تفسیر سلام قولا من رب رحیم الخ	۸۶
تفسیر وامتازوا الیوم الخ	۸۹
تفسیر الم اعھد الخ	۹۱

Scanned with CamScanner

تفسیر وان اعبدونی الخ ۹۴
تفسیر ولقد اضل منکم الخ ۹۶
تفسیر جہنم التی کنتم الخ ۹۹
جہنم کی آگ کی شدت ۱۰۰
تفسیر الیوم نختم علی افواھھم الخ ۱۰۱
علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰۳
تفسیر ولو نشاء لطمسنا علی اعینھم الخ ۱۰۵
تفسیر ولو نشاء لمسخناھم الخ ۱۰۷
مسخ دو قسم ہے اور آزر کا مسخ ۱۰۸
رکوع عربی ومن نعمرہ ننکسہ الخ مع ترجمہ ۱۰۹
تفسیر ومن نعمرہ ننکسہ الآیۃ ۱۱۱
قیامت میں مختلف الحال سزائیں ۱۱۲
نوے سالہ بوڑھے کو نوید مغفرت ۱۱۳
تفسیر وما علمناہ الشعر (الآیۃ) ۱۱۳
سوالات وہابیہ برائے لاعلمی رسول ۱۱۳
جوابات صاحب روح البیان
جوابات اویسی (حاشیہ) ۱۱۳
شان نبوت کا اظہار اور حضور علیہ السلام کو شعر گوئی کا علم ۱۲۰
نعت خوانی کی فضیلت ۱۲۰
تفسیر ان ھو الا ذکر للعلمین ۱۲۱
تفسیر اولم یروا انا خلقنا لھم (الآیۃ) ۱۲۴
تفسیر فلا یحزنک قولھم (الآیۃ) ۱۲۷
تفسیر اولم یر الانسان انا خلقناہ ۱۳۰
تفسیر وضرب لنا مثلاً (الآیۃ) ۱۳۳
تفسیر قل یحییھا الذی (الآیۃ) ۱۳۵
بعد الموت کے بعث کے منکرین ۱۳۷
قاعدہ صیغہ مبالغہ وتفسیر انما امرہ الآیۃ ۱۴۲
تفسیر فسبحان الذی بیدہ ملکوت الآیۃ ۱۴۴
فضائل سورۃ یٰس ۱۴۵
سورۃ یٰس قلب قرآن کیوں ۱۴۶
سورۃ یٰس پڑھنے میں دس برکتیں ۱۴۸
سورۃ یٰس کی برکت سے عذاب سے نجات ۱۵۰
سورۃ الصافات کا رکوع اول مع ترجمہ ۱۵۳
تفسیر والصفت صفا (الآیۃ) ۱۵۴
ملائکہ کی اقسام ۱۵۵
الصافات صفا (الآیۃ) کی تفسیر صوفیانہ ۱۵۷
تفسیر ان الھکم لواحد (الآیۃ) ۱۵۸
واحد کے اقسام ۱۵۸
واحد کی امام غزالی کی تحقیق ۱۵۹
تفسیر رب السموت والارض الآیۃ ۱۶۱
تفسیر انا زینا السماء (الآیۃ) ۱۶۲
تفسیر لا یسمعون الی الملا الاعلی ۱۶۳
ستاروں کا کام ۱۶۷
تفسیر فاستفتھم (الآیۃ) ۱۶۷
مرنے کے بعد اٹھنے کے دلائل ۱۶۸
تفسیر بل عجبت ویسخرون ۱۶۹
تفسیر واذا ذکروا لا یذکرون ۱۷۰
صوفیہ کے منکرین ۱۷۱
تفسیر اذا متنا وکنا ترابا ۱۷۱
رکوع عربی احشروا الذین الخ ۱۷۲
ترجمہ رکوع مذکور ۱۷۳
تفسیر احشروا الذین ظلموا ۱۷۵
امراؤ القیس کا حال اور بد مذہب دوستی کا حال ۱۷۶
تفسیر وقفوھم (الآیۃ) ۱۷۷
چار سوالات کے جوابات ۱۷۸
فرعون کی حکایت ۱۷۹
تفسیر ما لکم لا تناصرون ۱۷۹
علماء با عمل اور مدرسین علم عربی کے فضائل ۱۸۱
تفسیر واقبل بعضھم (الآیۃ) ۱۸۲
تفسیر قالوا بل لم تکونوا مؤمنین ۱۸۳
کمیونسٹوں کا رد مومن کی علامات ۱۸۴
تفسیر وعندھم قاصرات الطرف ۱۹۳
آنکھوں کی بینائی تیز ہوگئی ۱۹۵
صوفیہ انڈے نہیں کھاتے ۱۹۵
تفسیر واقبل بعضھم (الآیۃ) ۱۹۵
تفسیر افما نحن بمیتین (الآیۃ) ۱۹۷
تفسیر ان ھذا لھو الفوز العظیم ۱۹۸
آخری بہشتی (حکایت موسیٰ علیہ السلام) ۲۰۰
تفسیر اذلک خیر ام شجرۃ الزقوم ۲۰۱
تفسیر کانہ رؤس الشیطین ۲۰۳
تفسیر ولقد ضل قبلھم (الآیۃ) ۲۰۵
عبدیت کا دارومدار چھ چیزوں پر ۲۰۵
رکوع ولقد نادٰنا نوح فلنعم المجیبون ۲۰۷
ترجمہ رکوع مذکور ۲۰۸
تفسیر ولقد نادٰنا نوح (الآیۃ) ۲۰۹
اولاد یافث بن نوح علیہ السلام ۲۱۰

Scanned with CamScanner

اولادھام وسام اور سانپ و بچھوسے بچنے کا وظیفہ	۲۱۱
تفسیر ثم اغرقنا الاخرین شان مصطفےٰ	۲۱۳
شیعہ کے تقیہ کے جوابات	۲۱۵
تفسیر فراغ الی آلھتھم	۲۱۷
تفسیر تاللہ لاکیدن (الآیۃ)	۲۱۸
تفسیر قالوا ابنوا لہ (الآیۃ)	۲۱۹
نمرود کی قربانی	۲۲۰
تفسیر قال انی ذاھب الی ربی	۲۲۲
حبیب و خلیل علیہ السلام کا فرق	۲۲۳
حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت	۲۲۴
تفسیر فلما بلغ معہ السعی (الآیۃ)	۲۲۵
کلیم و ذبیح علیہ السلام میں فرق	۲۲۶
کنکریاں مارنے کا آغاز	۲۲۸
چھری نہ چل سکی	۲۲۹
جبریل علیہ السلام کی پرواز	۲۳۰
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مالداری	۲۳۱
تفسیر وفدیناہ بذبح عظیم	۲۳۳
اسماعیل ذبیح تھا وہبی نہ حضرت اسحاق جو بائبل کا	۲۳۴
ذبح تین اور فدا بھی تین	۲۳۵
دنبے کے سینگ کہاں	۲۳۶
تفسیر وبشرناہ باسحاق (الآیۃ)	۲۳۸
رکوع ولقد مننا علی موسیٰ و ہارون مع ترجمہ	۲۴۱
تفسیر ولقد مننا علی موسیٰ و ہارون	۲۴۲
تفسیر وآتیناھما الکتاب المبین	۲۴۳
دلائل خلافت بلا فصل لابی بکر الصدیق	۲۴۵
تفسیر وان الیاس لمن المرسلین	۲۴۵
نبی علیہ السلام حاضر و ناظر	۲۴۶
تفسیر اذ قال لقومہ الآیۃ	۲۴۷
ابدال کا کمال	۲۴۸
تحقیق الیاسین	۲۴۹
الیاس علیہ السلام کی بعثت کا قصہ مکمل	۲۵۰
ولی اللہ کی گستاخی کی سزا	۲۵۰
حضرت الیاس علیہ السلام کا رفع الی السماء	۲۵۱
الیاس علیہ السلام جنگلوں میں	۲۵۲
الیاس و خضر علیہ السلام کی موت	۲۵۲
حضرت والیاس و ولی اللہ کی ملاقات	۲۵۳
تفسیر وان لوطاً لمن المرسلین	۲۵۴
ابوجہل فرعون سے زیادہ سرکش تھا	۲۵۶
رکوع وان یونس لمن المرسلین	۲۵۷
ترجمہ رکوع مذکور	۲۵۸
تفسیر وان یونس لمن المرسلین	۲۵۹
ذوالنون مصری کی وجہ تسمیہ	۲۵۹
یونس علیہ السلام کا قصہ	۲۶۰
تفسیر فالتقمہ الحوت الآیۃ	۲۶۲
یونس علیہ السلام کے ساتھ مراعات	۲۶۲
حضرت یونس علیہ السلام محبوبانہ عتاب	۲۶۴
طاعون وبا کا روحانی علاج	۲۶۴
تفسیر وانبتنا علیہ شجرۃ من یقطین	۲۶۵
کدو سے حضور علیہ السلام کی محبت	۲۶۶
کدو کا گستاخ کافر	۲۶۶
معجزہ یونس علیہ السلام	۲۶۷
خالق کو مخلوق سے پیار	۲۶۸
بشر حافی رحمۃ اللہ کی کہانی	۲۶۹
حدیث شفاعتی لاہل الکبائر	۲۶۹
تفسیر فاستفتھم الآیۃ	۲۷۱
تفسیر اصطفی البنات علی البنین	۲۷۳
تفسیر وجعلوا بینہ وبین الجنۃ	۲۷۴
قاعدہ دوبارہ اِنّ	۲۷۶
تفسیر فانکم وما تعبدون	۲۷۷
ملکوتی ملک اور ننگے ہوکر جلنے کا مسئلہ	۲۷۹
تفسیر وانا لنحن الصافون	۲۸۱
تفسیر وان کانوا لیقولون الآیۃ	۲۸۳
تفسیر ولقد سبقت کلمتنا	۲۸۵
تفسیر فتول عنھم	۲۸۷
تفسیر سبحان ربک رب العزۃ	۲۸۹
رد وہابی دیوبندی در معنیٰ عزت	۲۹۰
تفسیر وسلام علی المرسلین	۲۹۱
صاحب روح البیان کی وصیت	۲۹۲
سورہ ص کا پہلا رکوع عربی	۲۹۳
رکوع مذکور کا ترجمہ مع تفسیر	۲۹۵
تفسیر بل الذین کفروا الآیۃ	۲۹۷
تحقیق الولایت	۲۹۸
محبوبانِ خدا کے دوست و دشمن کی علامات	۳۰۱
تفسیر اجعل الآلھۃ الٰھاً واحدا	۳۰۲
الوہیت کا معنیٰ	۳۰۳
تفسیر ما سمعنا بھذا	۳۰۵
تفسیر بل ھم فی شک من ذکری	۳۰۷

Scanned with CamScanner

تفسیر عندھم خزائن رحمۃ ۳۰۸
تفسیر کذبت قبلھم الآیۃ ۳۱۰
رکوع وما ینظر ھؤلا ۳۱۴
حیاۃ نبویہ دعلی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی دلیل ۳۱۵
تفسیر قالوا ربنا عجل لنا قطنا الآیۃ ۳۱۶
تفسیر اصبر علی ما یقولون الآیۃ ۳۱۷
صبر کی اقسام ۳۱۸
داؤد علیہ السلام کی جسمانی سخت اور انکا شغل ۳۱۹
تفسیر سخرنا الجبال الآیۃ ۳۲۰
نماز اشراق و ضحی ۳۲۱
نماز اشراق کا طریقہ اور چاشت کی تفصیل ۳۲۲
نماز چاشت کے فضائل ۳۲۳
لحن داؤدی ۳۲۴
تفسیر وشددنا ملکہ الآیۃ ۳۲۵
دلوں پر رعب کی وجہ ۳۲۶
تفسیر فصل الخطاب ۳۲۷
تفسیر وھل اتاک نبأ الخصم الآیۃ ۳۲۸
تفسیر لہ تسع وتسعون نعجۃ الآیۃ ۳۲۹
تفسیر وظن داؤد الآیۃ ۳۳۳
لحن داؤدی قیامت میں ۳۳۵
نکاح داؤد و ام سلیمان علیہ السلام ۳۳۶
منکرین عصمت انبیاء علیہ السلام ۳۳۷
قاضی عیاض کا انکار از واقعہ ۳۳۸
ایک کہانی اور اسکا رد ۳۳۹
انبیاء علیہ السلام کے ادب کا درس ۳۳۹
ابن العربی نے درس کا ادب دیا ۳۴۰
صاحب روح البیان کی عقیدت ابن العربی ۳۴۱
ادب مصطفی اور امام شعرانی ۳۴۱
کربلا کے واقعات ۳۴۱
تفسیر یاداؤد انا جعلناک خلیفہ ۳۴۲
خلافت صدیقی کا نکتہ اور خلافت داؤدی کی مدت ۳۴۳
اور اقسام خلافت
خلیفۃ الٰہی کی پرورش جسمانی ۳۴۴
تفسیر ان الذین یضلون عن سبیل اللہ ۳۴۶
رکوع وما خلقنا السماء والارض مع ترجمہ ۳۴۹
تفسیر وما خلقنا السماء والارض الآیۃ ۳۵۱
شرارتی قاری و مولوی ۳۵۵
تفسیر ووھبنا لداؤد سلیمان ۳۵۶
سلیمان علیہ السلام کی عجیب تمنا ۳۵۷
تفسیر اذ عرض علیہ الآیۃ ۳۵۸
دریائی گھوڑوں کے پر ۳۶۰
تفسیر فقال احببت حب الخیر ۳۶۱
تفسیر ردوھا علی الآیۃ ۳۶۳
فتوحات مکیہ کی تقریر ۳۶۵
معجزہ سلیمان ورد الشمس ۳۶۵
ہوا تابع سلیمان علیہ السلام ۳۶۵
رد الشمس مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ۳۶۶
رد مودودی وغیرہ ۳۶۷
سورج لوٹنے کی تعداد ۳۶۷
تفسیر ولقد فتنا سلیمان الآیۃ ۳۶۹
واقعہ جسم بلا روح ۳۷۰
سلیمان علیہ السلام کا ایک واقعہ ۳۷۱
ملائکہ مدعیوں کی شکل میں ۳۷۲
سلیمان علیہ السلام کی انگشتری جن کے قبضہ میں ۳۷۳
رد وہابیہ ۳۷۴
انگشتری سلیمان میں نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۳۷۵
تفسیر قال رب اغفرلی وھب لی ۳۷۵
کمال و علو شان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ۳۷۷
تفسیر صوفیانہ رب اغفرلی وھب لی ۳۷۸
تفسیر وسخرنا لہ الریح الآیۃ ۳۸۰
ہوا کے فوائد ۳۸۱
تفسیر ومن الشیاطین من یغوصون ۳۸۳
تسخیر دیو اور سلیمان علیہ السلام ۳۸۶
ایک غلط مسئلہ کا رد ۳۸۸
رکوع واذکر عبدنا ایوب الخ ۳۸۹
رکوع مذکور کا ترجمہ ۳۹۰
تفسیر واذکر عبدنا ایوب ۳۹۱
ایوب علیہ السلام کا نسب نامہ اور نام ۳۹۱
ایوب علیہ السلام بیمار کیوں ہوئے ۳۹۲
تفسیر ارکض برجلک الآیۃ ۳۹۴
زندگی بخش بارش اور ایوب علیہ السلام کی بیماری کے بعد ۳۹۵
پاؤں زمین پر مارنا ۳۹۵
سماع اور وجد و رقص ۳۹۶
غلط اور جاہلانہ استدلال ۳۹۷
ووھبنا لہ اھلہ کی تفسیر ۳۹۸

Scanned with CamScanner

عنوان	صفحہ
خلقت ابلیس	۳۹۹
شیطان کی کہانی	۴۰۰
تفسیر ولا تحنث (الآیۃ)	۴۰۱
حیلہ شرعیہ بر مذہب شافعیہ	۴۰۲
صابرین کا سردار	۴۰۵
تفسیر واذکر عبادنا (الآیۃ)	۴۰۶
تفسیر انا اخلصناھم (الآیۃ)	۴۰۷
تفسیر وانھم عندنا لمن المصطفین	۴۰۸
تفسیر واذکر اسماعیل (الآیۃ)	۴۰۹
عشق صدیق رضی اللہ عنہ کا نمونہ	۴۱۰
تفسیر ھذا ذکر (الآیۃ)	۴۱۲
تفسیر ھذا ما توعدون (الآیۃ)	۴۱۵
ھذا فوج مقتحم الآیۃ کی تفسیر	۴۱۹
تعارف ام ہانی رضی اللہ عنہا	۴۲۱
تفسیر اتخذناھم سخریا الآیۃ	۴۲۳
رکوع قل انما انا منذر الخ	۴۲۶
رکوع مذکور کا ترجمہ مع تفسیر قل انما انا منذر الآیۃ	۴۲۷
تفسیر رب السموات والارض	۴۲۹
دشمن ذلیل اور لشکر کو شکست	۴۳۰
تفسیر اذ قال ربک للملائکۃ الآیۃ	۴۳۲
روح کی اقسام	۴۳۶
تفسیر قال ما منعک (الآیۃ)	۴۴۰
آیت مذکورہ کی تفسیر کے عجائبات	۴۴۴
ابلیس کے دلائل کی تردید	۴۴۵
تفسیر قال فاخرج منھا (الآیۃ)	۴۴۹
تفسیر قال فانظرنی الی یوم (الآیۃ)	۴۵۱
تفسیر فبعزتک (الآیۃ)	۴۵۳
تفسیر قال فالحق والحق اقول	۴۵۵
مومن کی موت پر شیطان کا رونا	۴۵۶
سورۃ زمر کا پہلا رکوع عربی	۴۶۱
ترجمہ رکوع مذکور	۴۶۲
تفسیر تنزیل الکتاب الآیۃ	۴۶۳
تفسیر الا للہ الدین الخالص	۴۶۶
تفسیر والذین اتخذوا من دونہ اولیاء	۴۶۸
بت پرستی کی اصل وجہ	۴۶۹
ستاری کے دلائل	۴۷۵
تفسیر خلقکم من نفس واحدۃ	۴۷۶
تفسیر یخلقکم فی بطون امھتکم	۴۷۸
سوال علی جواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم	۴۸۰
حکایت قدری مذہب والے کی	۴۸۲
تفسیر ولا تزر وازرۃ وزر اخری	۴۸۳
تفسیر واذا مس الانسان (الآیۃ)	۴۸۷
تفسیر ثم اذا خولناہ (الآیۃ)	۴۸۸
قنوت کے معانی	۴۹۲
تفسیر قل ھل یستوی الذین (الآیۃ)	۴۹۴
فضائل علم وعلماء	۴۹۶
حدیث فضیلت علم مع شرح	۴۹۷
رکوع یعباد الذین الخ مع ترجمہ	۵۰۱
تفسیر قل یعباد الذین (الآیۃ)	۵۰۲
تفسیر وارض اللہ واسعۃ	۵۰۴
امت کا غمخوار نبی صلی اللہ علیہ وسلم	۵۰۶
تفسیر قل انی اخاف ان عصیت	۵۰۸
تفسیر لھم من فوقھم ظلل	۵۱۱
احناف کی مغفرۃ کا مژدہ	۵۱۳
تفسیر والذین اجتنبوا الطاغوت	۵۱۴
تفسیر اولئک الذین ھدٰھم اللہ	۵۲۱
تفسیر لکن الذین اتقوا ربھم	۵۲۲
تفسیر الم تر ان اللہ	۵۲۴
رکوع افمن شرح اللہ الخ مع ترجمہ	۵۲۸
تفسیر افمن شرح اللہ الآیۃ	۵۲۹
بدعت سیئہ کی مثال	۵۳۱
تفسیر اللہ نزل احسن الحدیث	۵۳۲
منافق کی نشانی	۵۴۱
عجائبات آیات مذکورہ	۵۴۲
عشق کی حدیث شریف	۵۴۳
تفسیر افمن یتقی الآیۃ	۵۴۴
تفسیر ولقد ضربنا للناس الآیۃ	۵۴۸
تفسیر انک میت (الآیۃ)	۵۵۴
زن وشوہر کا قیامت میں جھگڑا	۵۵۶
حضرت عثمان کی طرف سے حضور علیہ السلام کا جھگڑا	۵۵۷
صحابہ کرام کا تکبیر	۵۵۷

تمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بفیض حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفٰے رضا قادری برکاتی نوری قدس سرہٗ

فیوض الرحمٰن اُردو ترجمہ تفسیر

روح البیان

پارہ ۲۲

مفسر

حضرت علامہ شیخ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ

مترجم

شیخ التفسیر مولانا محمد فیض احمد اویسی رضوی

رضوی کتاب گھر

۴۲۵، اُردو مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی ۶

فون: 011-23264524

Scanned with CamScanner

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نیو ایڈیشن ۲۰۰۹ء ★ کوئی صاحب بلا اجازت عکس نہ لیں

نام کتاب : فیوض الرحمٰن اردو ترجمہ تفسیر روح البیان

مصنف : علامہ الشیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم : شیخ التفسیر علامہ محمد فیض احمد اُویسی مدظلہ العالی

باہتمام : حافظ محمد قمر الدین رضوی

ناشر : رضوی کتاب گھر دہلی

پارہ : (۲۴)

صفحات : ۴۳۲

تعداد اشاعت : ۱۱۰۰

مطبع : رضوی پریس ایجنسی، دہلی

ہدیہ مکمل سیٹ :

RAZVI KITAB GHAR

425, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6

Ph:.011-23264524 Email:razvikitabghar@yahoo.co.in

مہاراشٹر میں اہلسنت کا مرکزی کتب خانہ

رضوی کتاب گھر ۱۱۴
غیبی نگر، بھیونڈی ضلع تھانہ
Ph :. 02522-220609

نیو رضوی کتاب گھر
نزد امجدیہ ہائی اسکول، غیبی پیر روڈ، بھیونڈی ضلع تھانہ
Mob:. 09823625741

Scanned with CamScanner

پارہ ۲۴

فَمَنْ اَظْلَمُ

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ط
اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ○ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ
بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط ذٰلِكَ
جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ○ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ
اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ط وَ
يُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ○
وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ط اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ○
وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ط قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ
مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ
اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ط قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ط عَلَيْهِ
يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ○ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ فَسَوْفَ

Scanned with CamScanner

تَعْلَمُوْنَ ۝ مَنْ يَّأْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝
اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ
فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝

ترجمہ: تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور حق کو جھٹلائے جب اس کے پاس آئے کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں ان کے لیے ہے جو وہ چاہیں اپنے رب کے پاس نیکوں کا یہی صلہ ہے تاکہ اللہ ان سے اُتار دے بُرے سے بُرا کام جو انہوں نے کیا اور انہیں ان کے ثواب کا صلہ دے اچھے سے اچھے کام پر جو وہ کرتے تھے کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں اور تمہیں ڈراتے ہیں اس کے سوا اوروں سے اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور جسے اللہ ہدایت دے اُسے کوئی بہکانے والا نہیں۔ کیا اللہ عزت والا بدلہ لینے والا نہیں اور اگر تم اُن سے پوچھو آسمان اور زمین کس نے بنائے تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو اگر مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ اس کی بھیجی تکلیف ٹال دیں گے یا وہ مجھ پر مہر فرمانا چاہے تو کیا وہ اس کی مہر کو روک رکھیں گے تم فرماؤ اللہ مجھے بس ہے۔ بھروسے والے اس پر بھروسا کریں۔ تم فرماؤ اے میری قوم اپنی جگہ کام کیے جاؤ میں اپنا کام کرتا ہوں تو آگے جان جاؤ گے۔ کس پر آتا ہے وہ عذاب کہ اُسے رسوا کرے گا۔ اور کس پر اُترتا ہے عذاب کہ رہ پڑے گا۔ بیشک ہم نے تم پر یہ کتاب لوگوں کی ہدایت۔ حق کے ساتھ اُتاری تو جس نے راہ پائی تو اپنے بھلے کو اور جو بہکا وہ اپنے ہی بُرے کو بہکا۔ اور تم کچھ ان کے ذمہ دار نہیں۔

تفسیر عالمانہ: فمن اظلم ممن کذب علی اللہ الارشاد میں ہے کہ سابق آیت میں تختصمون کا معنیٰ یہ ہے کہ کفار ایک دوسرے سے جھگڑیں گے۔ یہی معنیٰ اسی آیت کے مطابق اظہر و انسب ہے اس لیے کہ اسے کفر و ایمان کی دونوں طرفوں کے متعلق جھگڑے کے بیان کے لیے لایا گیا ہے اور بحر العلوم میں ہے کہ اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ قیامت میں ظالم و مظلوم کے درمیان جھگڑا ہوگا۔ اب آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ تمام ظالموں سے بدتر اور بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر افترا کرتا ہے یعنی اس کے لیے شرک اور اولاد ثابت کرتا ہے۔ وکذب بالصدق اور صدق کی تکذیب کرتا

ہے۔ صدق سے وہ اُمور مراد ہیں جو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے اور خود حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مراد ہیں۔ اذ جاءہ جب اس کے پاس آیا یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے ظاہر ہونے کے وقت یعنی جونہی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے حق کا اظہار ہوا تو اچانک کفار سے تکذیب صادر ہوئی یعنی سنتے ہی اُنہوں نے ذرہ برابر بھی تامل اور تدبیر سے کام نہ لیا۔

فائدہ:۔ یہی حال ان جھوٹے مدعیوں کا ہے جو اللہ تعالیٰ پر افترا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں اعلیٰ مرتبہ نصیب ہوا ہے اور وہ اعلیٰ مقام اور بہتر حال سے نوازے گئے ہیں حالانکہ جب صدق، عالی اور احسن احوال اُن کی تکذیب کرتی ہے اور اُن کی صداقت کی کسی طریق سے بھی تائید نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کا قیامت میں حال وہی ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ویوم القیٰمۃ تری الذین کذبوا علی اللہ وجوھھم مسودۃ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا کرتے ہیں قیامت میں ان کے چہرے کالے سیاہ ہوں گے۔ اسی لیے یہاں فرمایا الیس فی جھنم مثوی للکافرین یہ استفہام انکاری ہے اور قاعدہ ہے کہ نفی کی نفی سے اثبات ہوتا ہے اور اس نفی کے انکار سے اس کی نفی مطلوب ہوتی ہے الثواء بمعنی اقامت واستقرار اور مثوی بمعنی مقام ومستقر اب معنی یہ ہوا کہ جہنم کاذبین اور مذکورہ مکذبین و دیگر کفار کی منزل و مقام ہے۔ یہ اُن کے کفر و تکذیب کی جزا ہے۔ والذی جاء بالصدق وصدق بہ۔ اس سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی اتباع کرنے والے مومن مراد ہیں جیسے ولقد اٰتینا موسیٰ الکتاب لعلھم یھتدون میں موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم مراد ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ اور وہ ذات جو صدق لائی اور وہ جس نے اس کی تصدیق کی اولٰئک وہ لوگ جو صدق و تصدیق سے موصوف ہیں۔ ھُمُ المتقون۔ وہی تقویٰ جو بہترین اور خوب فعل ہے کی صفت سے آراستہ ہیں۔

فضیلتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امام سہیلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ والذی جاء بالصدق سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور وصدق بہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

فائدہ:۔ اور جن لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے صدق کی تصدیق کی وہ بھی حکماً اس آیت میں داخل ہیں۔ اسی لیے جمع کے صیغے سے فرمایا واولٰئک ھم المتقون اس تقریر پہ لازم آتا ہے کہ ایک اور الذی مقدر ہو۔ مثلاً والذی صدق بہ مانا جائے تو یہ قاعدہ نحویہ کے لحاظ سے ناجائز ہے۔

مسئلہ:۔ آیت سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کچھ اللہ تعالیٰ سے احکام لاتے اس کی پہلے خود تصدیق کرکے اسے قبول فرماتے اس کی تائید اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ سے بھی ہوتی ہے۔ اسی لیے بعض علماء نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اپنی ذات کے لیے بھی رسول ہوتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

صوفیانہ فائدہ: کچھ یہی حال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارثین اولیاء کرام کا ہے کہ ان پر جب واردات الہیہ کا ورود ہوتا ہے تو سب سے پہلے اس کا اپنا وجود فیض پاتا ہے اس کے بعد اس کے برکات اس کے متعلقین کو نصیب ہوتے ہیں جیسے حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب فیوض و برکات نصیب ہوئے تو سب سے پہلے انہی فیوض حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہوئے اسی لیے وہ صدیق جیسے اعلیٰ لقب سے ملقب ہوئے ایسی طرح جملہ صدیقین کا حال ہے۔

حضرت حافظ قدس سرہٗ نے فرمایا:

بصدق کوش کہ خورشید زاید از نفست
کہ از دروغ روئے گشت صبح نخست

ترجمہ: سچائی کے لیے کوشاں ہو تا کہ تیرے نفس سے سورج پیدا ہو اس لیے کہ جھوٹ کی وجہ سے پہلی صبح کا منہ سیاہ ہوتا ہے۔

شرح: یعنی صادق صدیق کے نفس سے نفس معنویہ پیدا ہوتا ہے جیسا کہ صبح صادق کے بعد ظاہری سورج ظاہر ہوتا ہے تو جملہ آفاق روشن ہو جاتا ہے بخلاف صبح کاذب کے کہ اس کے جانے کے بعد ظلمت چھا جاتی ہے۔

لھم ما یشاء ون عند ربھم ۔ ان متقیوں کو ان کے ان صالح اعمال کے مقابلہ میں جو انہوں نے دنیا میں کیے آخرت میں ان کے رب کی طرف سے وہی عطا ہو گا جو وہ چاہیں گے حصول منافع یا ضرر و نقصان کا دفیہ۔ بعض لوگوں نے اسے جنت میں محمول فرمایا ہے لیکن وہ صحیح نہیں اس لیے کہ بعض حصول منافع و دفع ضرر جنت سے پہلے انہیں ضرورت ہوں گے۔ مثلاً سیات کی تکفیر آخرت کی بہت بڑی گھبراہٹ ایسے وہ جملہ ہولناک امور جو دخول جنت سے پہلے آخرت میں واقع ہوں گے۔

فقیر اویسی غفرلہٗ کہتا ہے پھر اسے آخرت یا جنت سے مقید کرنا بھی مناسب نہیں کیونکہ آیت مطلق ہے اسی لیے ان کی مشیت اور اختیار دارین کے لیے عام ہو گا۔ اسی سے

ہم اولیاء کرام کے اختیارات و تصرفات و کرامات کا ثبوت پیش کرتے ہیں (تفصیل تفسیر اویسی میں ہے)

اسی لیے بہشت کی جملہ نعمتوں کے لیے جامع تر مضمون **ولھم ما یشتھون** اور آخرت میں عذاب کی جامع تر عبارت **وحیل بینھم وبین ما یشتھون** ہے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں وہی ہے جو ہم اہلسنت کہتے ہیں چنانچہ اصلی عبارت ملاحظہ ہو:

Scanned with CamScanner

لهم ما یشاؤن عند ربهم لانهم تقربوا الی اللّٰہ تعالی بالاتقاء
بہ عما سواہ فاوجب اللّٰہ فی ذمة کرمه ان یتقرب الیهم باعطاء
مایشاءون من عندہ بحسب حسن استعدادهم۔

(روح البیان صفحہ جلد ۸ مطبوعہ جدید تحت آیۃ ہذا)

ترجمہ: وہ ان کے رب کے ہاں اُن کے لیے ہے جو چاہتے ہیں کیونکہ وہ بوجہ تقویٰ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں۔ انہوں نے ماسوا اللہ سے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم لگایا کہ انہیں وہ قرب بخشا کہ وہ جو چاہیں اللہ تعالیٰ انہیں ان کی استعداد پر انہیں عطا فرمائے۔

تفسیر عالمانہ: ذالك وہ جو چاہیں گے اس کا حصول جزاء المحسنین یہ ان لوگوں کا ثواب ہے جنہوں نے مشاہدۂ حق کے لیے نیک عمل کیے لیکفر اللّٰہ عنهم اسوء الذی عملوا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بُرے اعمال معاف فرمادے۔

حل لغات: امام راغب نے فرمایا کہ کفارہ ہر اس شے کو کہتے ہیں جو گناہوں کو چھپادے۔ یمین و قتل و ظہار کا کفارہ اسی معنیٰ سے ہے اور تکفیر بمعنی گناہ کو ایسا ڈھانپنا کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں تھا اور اسے ازالۃ الکفر کے معنی میں استعمال کرنا جائز ہے ایسے ہی بمعنی ازالۃ الکفران میں بھی جیسے تمریض بمعنی ازالۃ المرض اور محسنین کے ساتھ متصل ہے یعنی جنہوں نے نیک عمل کیے انہیں اُمید رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرمادے گا۔ یا لام جزاء کے متصل ہے۔ اب یوں ہوگا کہ جنہوں نے نیک عمل کیے اللہ تعالیٰ جزاء عطا فرمائے گا تاکہ اُن کے گناہ معاف فرمائے۔

(کذا فی کشف الاسرار)

فائدہ: مولانا ابو السعود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ لام لهم مایشاءون کے متعلق ہے جس کے فحوائے کلام سے وعدہ کا معنیٰ حاصل ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو کچھ وہ چاہیں گے امور سرور کا حصول یا ضرر و نقصان کا دفع۔ انہیں ان کا چاہا ہوا عطا ہوگا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کریمہ کے مطابق ان کی برائیاں معاف فرمائے جس سے ان سے ضرر و نقصان دفع ہو۔ ویجزیهم اجرهم اور انہیں ان کا ثواب عطا فرمائے باحسن الذی کانوا یعملون۔ انکا احسن بدلہ جو وہ دنیا میں نیک اعمال کرتے تھے یعنی یہ ہماری ان کے منافع کے لیے ہوگی۔

فائدہ: اسوء واحسن کا اپنے مابعد کی طرف مضاف ہونا مفضل ومفضل علیہ کے قبیل سے نہیں بلکہ یہ اضافۃ الشیٔ الی بعضہ کے قبیل سے ہے تاکہ تحقیق و توضیح ہو اس میں ایک دوسرے پر تفضیل کا ارادہ نہیں ہے

Scanned with CamScanner

مطلق فضیلت و زیادہ مطلوب ہے۔ اس میں کسی مضاف الیہ معین پر کچھ فضیلت و زیادۃ مراد نہیں ۔ ہاں ان میں ایک قسم کی زیادتی مراد ضرور ہے وہ یہ کہ اسوء الذی میں ان کے سیآت کو بہت بڑا تصور کرایا گیا ہے اگرچہ وہ فی نفسہٖ قلیل ہوں ایسے ہی احسن الذی الخ میں نیکیوں کی تحقیر کا خیال دلایا گیا ہے۔ اگرچہ ان گنت ہوں پھر لطف و کرم ایزدی کی عظمت کا تصور سامنے رکھا گیا کہ اس کریم نے معمولی سی نیکی کو بہت بڑا بنا کر اس کے عوض میں عظیم الشان اجر عطا فرمایا۔

فائدہ: نیز یہاں پر اسوء الذی الخ میں حقیقی زیادتی مراد لی جا سکتی ہے وہ اس طرح کہ جو ذات بہت بڑی برائی معاف کر دے گی تو پھر وہ چھوٹی برائی کو کیوں نہ معاف کر دے۔ لیکن چونکہ یہ معنی احسن الذی میں نہیں بن سکتا اس لیے کہ اس کی ہر جز احسن ہے اسی لیے ہر دونوں میں مطلق فضیلت و زیادۃ مراد لی جائے گی۔

نکتہ: موصول ثانی کے صلہ میں ایک صیغہ ماضی اور دوسرا مضارع لانا اور موصول اول میں صرف ایک صیغہ لانا اشارہ کرتا ہے کہ اعمال صالحہ پر مداومت چاہیے اور سیئات خطا اتفاقیہ ہو تو معافی کی امید رکھنی چاہیے ورنہ جو سیئات پر اصرار کرتا ہے تو کفر تک اس کی نوبت پہنچنے کا امکان ہے (اعاذنا اللہ تعالیٰ) (کذا فی الارشاد)

نسخہ سلوک: تکفیر السیآت اجر احسن کا موجب صدق و سچائی ہے اور بس اور یہ عطائے الٰہی ہے جسے نصیب ہو جائے اسے کسب اور جد و جہد انسانی سے کوئی تعلق نہیں۔ اگرچہ عطائے الٰہی کا تعلق بھی اس وقت ہوتا ہے جب بندے کی طرف سے سعی اور جد و جہد ہو اور اپنے ہر قول و فعل اور وعدہ و عزم میں صدق و سچائی کو دستور العمل بنائے۔

حضرت بایزید بسطامی کی امتحان میں کامیابی کا راز: حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے لاکھ بار اپنے ہاں بلا کر دارین کی شاہی بخشی لیکن میں نے ہر بار انکار کیا آخر میں فرمایا بتائیے کیا چاہتے ہو عرض کی کچھ نہیں

ع   من کہ باشم کہ مرا خواست بود
میں کون ہوتا ہوں کہ کچھ چاہوں

صرف تیری رضا چاہیے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو ہی میرا پکا اور سچا بندہ ہے۔

حضرت داود طائی کی کہانی

(۱)۔ حضرت داود طائی قدس سرہ اپنے دور کے بہت بڑے علامہ اور مفتی و فقیہہ عصر تھے اور

Scanned with CamScanner

مقام صدق میں بے نظیر تھے۔ چنانچہ جس شب کو ان کا وصال ہوا تو آسمان سے زمین پر اعلان ہوا کہ آج داؤد طائی اپنے پروردگار کے ہاں حاضر ہوئے ہیں لیکن حال یہ ہے کہ خود حاضر نہیں ہونا چاہتے تھے بلایا گیا ہے۔

(۲) حضرت ابوبکر عیاش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ان کے حجرے میں حاضر ہوا آپ ایک روٹی کا ٹکڑا تناول فرما رہے تھے اور گریہ بھی فرما رہے تھے میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا یہ خشک ٹکڑا تو مل گیا ہے نامعلوم حلال کا ہے یا حرام کا۔

فائدہ: حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ سے صدق فی سبیل اللہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا صدق اللہ تعالیٰ کی امانت ہے وہ جس بندے کے دل میں چاہے امانت رکھے لیکن اس سے نفس کا حصہ نہیں اس لیے کہ صدق سیدھا اللہ تعالیٰ کے ہاں لے جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو صاحب نفس کے لیے بنایا ہی نہیں۔

حدیث شریف: حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اے معاذ! اخلاص پیدا کرو پھر تمہارا قلیل عمل بھی کثیر ہے۔

تفسیر عالمانہ: الیس اللہ بکاف عبدہ۔ ہمزہ انکار کلمہ نفی پر داخل کیا گیا ہے تاکہ اثبات کفایہ اس کی تقریر کا افادہ کرے۔ کفایت بمعنی کسی شے کے خلل و نقصان کو دور کر کے مقصد و مراد تک پہنچنا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عبد مقدس حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کافی ہے کہ جو ان سے دشمنی کرے تو ان کے دشمن کو پسپا کر دے اور آپ کے ہر معاملہ میں آپ کی مدد فرمائے۔ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دی گئی ہے۔ نیز یہاں پر عبدہٗ مطلق بندہ مراد ہے اس معنیٰ پر اس بندے کو تسلی دی گئی ہے جسے مقام عبودیت میں تحقق نصیب ہوا۔

فائدہ: بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی ہے کہ اسے عبادت اور ایمان کی توفیق بخشی۔ ایسے بندے کو ہویت کی حقیقت کا تحقق نصیب ہوتا اور ہویت حقیقتِ الوہیت کا مبدا ہے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ الیس اللہ بکاف عبدہ یعنی کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے ہر شے سے کافی نہیں لیکن کوئی شے اللہ تعالیٰ سے کفایت نہیں کر سکتی البتہ وہ ہر شے کے لیے کافی ہے۔ اذ یغشی السدرۃ ما یغشی کا یہی معنی

ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا کافی ہوا کہ ملک و ملکوت کے نفائس آپ کو عطا فرما دیئے جنہیں آپ نے ما زاغ البصر و ما طغی کے مقام پر فائز ہو کر نظارہ فرمایا اور ایسی قبولیت سے نوازے گئے کہ اللہ تعالیٰ کی جملہ آیات کو معائنہ و مشاہدہ فرمایا۔

فائدہ: عرائس البقلی میں ہے کہ اس آیت میں ایک محبوبانہ عتاب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو استفہام کے طور پر متوجہ فرمایا کہ اے میرے بندے تمہیں خیال ہے کہ میں اپنے لیے تمہارے قلوب پر کسی غیر کا تصور چھوڑنے کی اجازت دوں گا یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ اور پھر اس کے ساتھ مخاصمت کی کسے جرأت ہو سکتی ہے جسے ازل سے ابد تک میں نے اپنی نگاہ کرم میں محفوظ فرمایا۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ جو اپنے اختیار سے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اپنی مشکلات میں غیر اللہ سے مدد نہ مانگے تو اسے اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔

حدیث شریف: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے صرف ایک ذات کا فکر ہے اللہ تعالیٰ اُسے دنیا و آخرت کے ہر فکر سے محفوظ فرمائے گا۔

حکایت: حضرت عبد الواحد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کوئی ایسا شخص آپ کو معلوم ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ذات میں ایسا محو ہو کہ اسے غیر کا خیال تک نہ ہو۔ آپ نے فرمایا ایک ہے انتظار کیجئے ممکن ہے کہ وہ تشریف لائے۔ تھوڑی دیر کے بعد عتبہ غلام تشریف لایا اور آپ نے اس سے پوچھا کہ راستے میں تو نے کیا دیکھا۔ عرض کی کہ کچھ نہیں صرف اتنا معلوم ہے کہ تمام راستہ ایک بازار ہے اور اس کی رونق خود ذات حقتعالیٰ۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے سلوک کا سبق دیا: سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بہترین غنی وہ ہے جو فقراء کے سامنے عجز و انکساری کا اظہار کرتا ہے اور بہترین فقیر وہ ہے جو غنی کی پرواہ نہیں کرتا صرف اس ارادہ پر کہ اسے غناء و کفایت الٰہی کافی ہے۔

فائدہ: حضرت ابوبکر طاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا جو شخص الیس اللہ بکاف عبدہٗ سن کر بھی اللہ تعالیٰ کی کفایت پر بھروسہ نہیں کرتا پھر اس جیسا تباہ و برباد انسان اور کوئی نہیں۔

فائدہ: حضرت ابن عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جس نے اس آیت الیس اللہ بکاف عبدہٗ پڑھنے کے بعد بھی غیر اللہ کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھا یا خلق خدا میں کسی سے خوفزدہ ہوا یا ان میں کسی سے کوئی اُمید کی تو یقین کرو کہ اس نے عبودیت کا زیور اپنے گلے سے اُتار پھینکا ہے

بس ترا از ما سوی امداد ہو
گفت الیس اللہ بکاف عبدہٗ

ترجمہ۔ تمہیں ماسویٰ اللہ کی امداد کی کیا ضرورت ہے جب حق تعالیٰ نے فرمادیا ہے۔ الیس اللہ بکاف عبدہٗ

Scanned with CamScanner

تفسیر عالمانہ: ویخوفونک اور آپ کو شرک ڈراتے ہیں بالذین من دونہ۔ ماسوی اللہ سے مثلاً بتوں سے جنہیں انہوں نے اپنا معبود بنا رکھا تھا۔ کفار مکہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہا کرتے کہ آپ ہمارے معبودوں کی مذمت کرتے اور ان کے عیوب بیان کرتے رہتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کو تباہ و برباد کر ڈالیں یا آپ جنون میں مبتلا ہو جائیں یا آپ کے اعضاء میں سے کوئی عضو خراب ہو جائے مثلاً ہاتھ یا پاؤں وغیرہ ٹوٹ جائے۔

شان نزول: بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جسطرح سورۃ فاتحہ دوبارہ نازل ہوئی کہ وہ ایک دفعہ مکہ معظم میں پھر دوبارہ مدینہ طیبہ میں ایسے ہی اس آیت کا حال ہے اور یہ آیت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ مشرکین عرب کے ایک گروہ نے درخت کو معبود بنا رکھا تھا اور اس میں ایک جن پوشیدہ تھا۔ عزیٰ اس کا نام تھا وہی ان کی گمراہی کا سبب تھا۔ ایک دفعہ حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اس درخت کو جڑ والیست کاٹ دو اور وہاں کے مقیم جن کو قتل کر دو۔ حضرت خالد بحکم مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درخت کاٹنے لگے مشرکین نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روکا اور کہا کہ درخت کو مت کاٹو ورنہ تباہ و برباد یا پاگل ہو جاؤ گے۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کفار کا حال سنایا تو آیت الیس اللہ بکاف عبدہٗ نازل ہوئی۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس لوٹے اور درخت کو جڑ سے کاٹ ڈالا اور اس درخت کے پوشیدہ سیاہ دیو عزیٰ نامی کو بھی قتل کر دیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عزیٰ تھا اور اب انشاء اللہ قیامت تک عزیٰ کی پرستش نہ ہوگی۔ (کذا فی کشف الاسرار)

ومن یضلل اللہ اور اللہ تعالیٰ اپنے سیدھے راستے بہ جانے کے اسباب جس سے ہٹا لے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کفایت کو فراموش کر دے اور اسے خیال تک ختم ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عصمت اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے اور آپ کے ہر نفع و نقصان کا وہی ذمہ دار ہے۔ **فما لہ من ھاد** تو اس کا کوئی ہادی نہیں جو اسے کسی خیر اور بھلائی کی راہ دکھائے۔ **ومن یھد اللہ** اور جس کے لیے وہ صراط مستقیم کی رہبری فرمائے۔ **فما لہ من مضل۔** اسے کوئی گمراہ نہیں کرے گا یعنی اسے اپنے مقصد سے پھیر سکیگا اور نہ ہی کسی طرح کی اذیت پہنچا سکے گا۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو کام کرنا ہے اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ ایسے ہی اس کے ارادہ کے سامنے کوئی حائل نہیں ہو سکتا۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ خیر و شر غیر اللہ سے سمجھنا گمراہی اور ماسوی اللہ سے ڈرنا ڈرانا بدترین ضلالت ہے اسی لیے فرمایا **ومن یضلل اللہ فما**

Scanned with CamScanner

له من هاد ۔ اس لیے کہ حقیقی ہادی اللہ تعالیٰ ہے جسے وہ گمراہ کرے پھر کون ہے جو اسے ہدایت دے سکے ایسے ہی جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے پھر کوئی اسے گمراہ نہیں کر سکتا ہے ۔ الیس اللہ بعزیز ۔ کیا اللہ تعالیٰ غالب نہیں یعنی جو اس کی عبادت کرتا ہے تو عزت پاتا ہے ۔ ذی انتقام اپنے دوستوں کے لیے ان کے دشمنوں سے بدلہ لیتا ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ استفہام نفی پر داخل ہو تو وہاں تقریر و تحقیق کا معنیٰ مستفاد ہوتا ہے ۔ (کما ہو) الانتقام بمعنی سینہ کشیدن ۔ اور بحر العلوم میں ہے کہ یہ النقمۃ سے ہے بمعنی شدۃ وعقوبۃ ۔

تفسیر عالمانہ: ولئن سالتھم اور اگر آپ ان مشرکین سے سوال کریں جو آپ کو اپنے بتوں سے ڈراتے ہیں کہ من خلق السموات والارض آسمانوں اور زمینوں کے کل اجناس جنہیں عالم سے تعبیر کیا جاتا ہے کس نے پیدا فرمایا لیقولن اللہ تو جواب دیں گے کہ انھیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ۔ انھیں انکار کی اس لیے گنجائش نہیں کہ ان کی تخلیق کے لیے ذات حق کی خالقیت ایسی واضح ہے کہ جسے دلیل کی کوئی گنجائش نہیں ۔ پہلی لام قسم کی توطیہ و تمہید کے لیے دوسری لام جواب دو قسموں کے قائم مقام ہے ۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ایمان فطری تو یوم میثاق سے ہی انسان میں مرکوز ہے یعنی اُس وقت سے جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا الست بربکم کما قال اللہ تعالیٰ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام اور یہ فطری ایمان ہر انسان میں موجود ہوتا ہے وہ کافر ہو یا مومن لیکن یہ ایمان قابل قبول نہیں اور نہ ہی اس سے نفع مرتب ہوتا ہے ۔ ہاں ایمان کسبی پر دار و مدار ہے جبکہ انسان اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت اور ملائکہ کی ملکیت اور کتابوں اور رسل علیہم السلام کے اللہ تعالیٰ کے لائے ہوئے احکام کو زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق نہ کرے ۔

تفسیر عالمانہ: قل زجر و توبیخ کرتے ہوئے کافروں کو فرمائیے ۔ افرءیتم ما تدعون من دون اللہ ان ارادنی اللہ بضر هل هن کاشفات ضره ۔ "ارءیتم" بمعنی اخبرونی ہے ۔ رؤیت کو علم کے معنی میں لا کر پھر اسے خبر دینے کا سبب بنانا مجاز ہے ۔

رد وہابیہ نجدیہ دیوبندیہ: ہم ایک قاعدہ کے طور پر کہا کرتے ہیں من دون اللہ کے ساتھ جہاں کہیں دعا کا صیغہ آتا ہے وہاں عبادت مراد ہوتی ہے ۔ اسے گمراہ لوگ نہیں مانتے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ تمہارے گھر کا بنایا ہوا قاعدہ ہے حالانکہ

Scanned with CamScanner

متقدمین مفسرین سب نے اس قاعدہ کو لکھا ہے۔ چنانچہ صاحب روح البیان قدس سرہ نے ایسے مواقع پر دعا بمعنی
عبادت لکھا چنانچہ یہاں بھی لکھا کہ۔
وتدعون بمعنی تعبدون یعنی یہاں پر بمعنی تعبدون ہے اور یہاں لفظ ما سے معبودان باطلہ مراد ہیں الضر
سے سوء الحال مراد ہے مرض ہو یا تنگی معاش اور شدت۔ استفہام انکاری ہے اور ھُنّ کی ضمیر جمع اس لیے ہے کہ کشف۔
ان گنت معبودوں کی پرستش کرتے تھے الکشف بمعنی الاظہار والازالہ اور وہ چیز جو کسی دوسری شے کو چھپائے اور
ڈھانپے لے اس سے ہٹانا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ عالم علوی وسفلی کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو
اب اے کافرو مجھے بتاؤ تو سہی کہ اگر میرا اللہ تعالیٰ مجھے دکھ دینے کا ارادہ فرمائے تو کیا تمہارے معبودوں میں کوئی
ایسا ہے جو مجھ سے وہ دکھ اور درد ٹال دے یعنی تمہارے معبودوں میں کوئی ایک بھی دکھ درد ٹالنے کی طاقت
و قدرت نہیں رکھتا او ارادنی برحمۃ۔ یا میرے ساتھ وہ کریم رحمت کا ارادہ فرمائے مثلاً وہ تندرستی اور دولت
اور اسی طرح دیگر منفعت کے امور ھل ھن ممسکات رحمتہ۔ کیا تمہارے معبودوں میں کسی ایک کو بھی
طاقت نہیں کہ وہ رحمت باری تعالیٰ کو منع یا روک سکے۔

نکتہ: نفع وضرر کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی طرف اس لیے منسوب فرمایا کہ کفار مکہ نے آپ کو اپنے بتوں کی ضرر رسانی سے
ڈرایا تو آپ نے گویا سینہ تان کر انہیں چیلنج کے طور پر فرمایا کہ تم اپنے بتوں سے میری ضرر رسانی کی مساعی کر لو نیز اس میں ان کی
نصیحت میں خلوص کا اظہار بھی ہے تاکہ کفار مکہ کو معلوم ہو کہ جو شخص اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتا تو یقیناً اپنی نصیحت گری میں مخلص ہے۔

نکتہ: بتوں کیلئے صیغے مؤنث کے اس لیے لائے گئے ہیں تاکہ کفار مکہ کو معلوم ہو کہ ان کے بت نہایت درجہ کے کمزور ہیں نیز قرآن
مجید میں بھی انہیں مؤنث کہا گیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ ان یدعون من دونہ الا اناثا۔ خود کفار بھی اپنے بتوں کو مؤنث کے صیغوں
سے موسوم کرتے ہیں جیسے عزیٰ ولات ومنات۔

خلاصہ: خلاصہ یہ کہ گویا کافروں کو کہا گیا کہ اے کافرو! تم ان اشیاء جمادیہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو جن میں حیات ہے
نہ علم نہ قدرت وطاقت اور نہ ہی کسی شے کو پیدا کر سکتے ہیں پھر تمہیں ان کی پرستش سے حیاء و شرم بھی محسوس نہیں ہوتی۔ قل اے
محبوب فرمائیے حسبی اللہ حسب کا لفظ کفایۃ کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے یعنی جملہ امور میں مجھے میرا رب کافی ہے اسی سے خیر و شر پہنچتا ہے۔

شان نزول: مروی ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کافروں سے مذکورہ بالا سوال کیا تو وہ خاموش ہوئے تو
تو یہ آیت نازل ہوئی علیہ یتوکل المتوکلون۔ متوکل لوگ صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں۔ اسی
لیے انہیں علم ہے کہ کل کائنات اسی کے قبضہ میں ہے ؎

تو با خدائے خود انداز کار و دل خوش دار
کہ رحم اگر نکند مدعی خدا بکند

ترجمہ: تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ واسطہ رکھو اور اسی کے ساتھ دل لگاؤ اگر کوئی تم پر رحم نہ کرے تو وہ کریم ضرور رحم کریگا۔

Scanned with CamScanner

تفسیر صوفیانہ: اس میں اشارہ ہے جو کافی کے غیر کی طرف رجوع کرتا ہے اس کا کام کبھی مکمل نہیں ہوگا اسی لیے لازم ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کیا جائے اور اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا جائے اور اسی کی فرمانبرداری میں کمربستہ رہنا چاہیئے۔

فائدہ: علیلہ دمنہ میں ہے کہ کوئی زبردست بادشاہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی اس کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے تو اس کی جان کی خیر نہیں اس کی مثال اس گھاس کے تنکے کی ہے جو ہوا کے تیز جھونکوں کا مقابلہ کرتا ہے پھر اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ کروڑوں دھکے کھاتا پھرتا ہے۔ اسے اس وقت نجات نصیب ہوتی ہے جب کسی درخت سے پناہ لیتا ہے یا اس درخت کی مانند جو کاٹنے والے کے سامنے گردن اکڑائے تو اسے ٹکڑے ٹکڑے ہونا پڑتا ہے۔ اس بڑی قدرت والے رب تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہو۔ شیر اگرچہ بہت بڑی طاقت والا ہے لیکن اس کے اندر حوصلہ بھی ہے۔

حضرت سفینہ اور شیر کا واقعہ: حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کا غلام ارضِ روم میں لشکر سے بہک گئے پھر وہ قیدے بھاگ کر جنگل میں چلے گئے تو ان پر شیر کا حملہ ہوا تو اسے فرمایا اے شیر یاد رکھو میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے علاقہ میں پہنچ جاؤں۔ شیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر دُم ہلاتا ہوا حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب ہوگیا حضرت سفینہ اس پر سوار ہوگئے۔ یہاں تک کہ آپ کو شیر لشکرِ اسلام میں پہنچا کر جنگل کی طرف واپس لوٹ گیا۔

فوائد (۱) یہاں سے معلوم ہوا کہ اسے موذی جانور بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا جو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہو۔

۲۔ ردِ وہابیہ و نجدیہ: ہم اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ دنیوی مشکلات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی نجات دلاتا ہے چنانچہ صاحب روح البیان نے لکھا کہ:

و منها ان الاستشفاع برسول الله والتقرب اليه بالايمان والتوحيد والعمل بسنة يهدي الى الصراط كما هدى سفينة رضي الله عنه.

ترجمہ: بعض مسائل میں سے ایک شے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سفارشی بنا لیا جائے اور آپ کے قریب ہونے کے لیے آپ پر ایمان ہو اور توحید میں پختگی ہو اور آپ کی سنت پر عمل ہو تو اسے سیدھا راہ نصیب ہوتا ہے جیسے حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیب ہوا۔

سبق: عاقل وہ ہے جو توحید میں مخلص ہو اور ماسوی اللہ سے اعراض کرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر حال اور ہر وقت اپنے بندوں کے لیے کافی ہے۔

Scanned with CamScanner

تفسیر عالمانہ: قل یا قوم اعملوا علیٰ مکانتکم فرمائیے اے میری قوم تم اسی حالت پر رہو جس میں تم ہو کہ تم میری عداوت پر تلے ہوئے ہو لفظ مکانۃ مستعار ہے۔ اس معنیٰ کے لیے جو موقع و محل کے لحاظ سے موزوں ہو جیسے یہاں ہوا اور لفظ حیث اسم زمان کے لیے ہے۔ باوجودیکہ یہ دونوں اسم مکان ہیں۔ انی عامل میں بھی اپنے حال پر مستحکم ہوں بلکہ تم میرا جتنا مقابلہ کرو گے اتنا ہی میری حالت اور زیادہ مستحکم ہو گی۔ فسوف تعلمون من یاتیہ عذاب یخزیہ۔ عنقریب تمھیں معلوم ہو گا کہ برے اعمال پر کسے رسوائی دینے والا عذاب پہنچتا ہے۔ من تعلمون کا مفعول ہے اور الاخزاء بمعنی کمزور اور خوار اور رسوا اور ہلاک کرنا۔ یہ ہر ایک آپس میں متقارب المعنی ہیں۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ہ کو رسوا مت کرو یعنی ایسے کام مت کرو جن سے وہ تم سے شرمائیں۔ (کذا فی تاج المصادر)

آیت میں عذاب سے دنیا کا عذاب مراد ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعداء کی رسوائی آپ کے غلبہ کی دلیل ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے یوم بدر میں فتح و نصرت سے در کنار کیا اور آپ کے دشمنوں کو سزا دی اور انھیں رسوا فرمایا چنانچہ بدر میں کئی بڑے سرغنے کافر مارے گئے اور چند ایک قید میں پھنسے ؂

ایں سر برباد دادہ و آں دستہائے بند
آں گشتہ خوار و زار و گرفتار و مستمند

ترجمہ: یہ برباد ہوا تو وہ ذلیل و خوار۔ ایسے ہی یہ ذلیل و خوار و زار پریشان اور عاجز ہوا کرتے ہیں۔

ویحل یہ الحلول سے ہے بمعنی النزول یعنی کردار کی وجہ سے نازل ہو گا۔ علیہ عذاب مقیم اس پر ہمیشہ کا عذاب کہ اس سے نہ کسی وقت جدا ہو گا نہ منقطع ہو گا۔ اس سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔ یعنی اے کافرو تم اپنے باطل عقیدہ کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے اور ہم اپنے سچے اور حق عقیدہ کی برکت سے نجات پائیں گے۔ پھر ہماری کامیابی کا راز اور تمہارے خسارے کا نتیجہ کھل کر سامنے آجائے گا۔ پھر معلوم ہو گا کہ فوقیت ہمیں حاصل ہوئی اور نقصان تمھیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے سے مطالبہ فرمائے گا جس کا تمھارے پاس کوئی جواب نہ ہو گا اور نہ ہی کوئی تمھاری شفاعت فرمائے کرے گا۔ تمھیں اس وقت مار پڑے گی اور تمھارا کوئی فریادرس نہ ہو گا۔

؏ ایماں رسد بفریاد قرآں رسد بامداد

ترجمہ ۔ ہاں ایمان فریاد رسی کرے گا اور قرآن امداد فرمائے گا۔
اور وہ دونوں تمہارے ہاں نہیں۔

انا انزلنا علیك الکتاب۔ بیشک ہم نے آپ پر قرآن اُتارا للناس لوگوں کے لیے اس لیے کہ لوگوں کی معاش و معاد کا دارومدار اسی پر ہے۔ اسی سورۃ کے اول میں الیٰ اور علیٰ کا فرق بیان ہو چکا ہے بالحق۔ یہ انزلنا سے حال ہے درآنحالیکہ ہم اس کے انزال میں حق کو واضح کرتے ہیں یا انزلنا کے مفعول سے حال ہے یعنی ہم نے کتاب کو نازل کیا درانحالیکہ وہ حق و صدق کے ساتھ ملتبس ہے یعنی اس میں جو کچھ ہے وہ حق و صدق و صواب ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اس کے جملہ احکام یقیناً واجب العمل ہیں۔ فمن اهتدیٰ۔ جو اس کتاب کے احکام پر عمل کرے گا تو وہ ہدایت پائے گا۔ فلنفسه تو وہ اس کا اپنا فائدہ ہوگا۔ ومن ضل اور جو اس کے موجب عمل نہیں کرے گا فانما یضل علیها تو اس کی گمراہی اپنی ہو گی یعنی اس کی گمراہی کا وبال اسے خود بھگتنا ہوگا وما انت علیهم بوکیل اور آپ ان کے وکیل نہیں یعنی آپ اُن کے معاملات کو سلجھانے پر مامور نہیں اور نہ ہی میں نے آپ کو اس لیے بھیجا ہے کہ آپ انھیں ہدایت پر مجبور کریں۔ آپ کو صرف پیغام رسانی کے لیے بھیجا گیا ہے اور وہ آپ نے نیک اسلوبی سے پہنچا یا۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ قرآن ان لوگوں کو جوار حق یاد دہانی کراتا ہے جنہوں نے جوارحق کو بھلا دیا جو قرآن کی تذکیر سے جوار حق یاد کر لیتا ہے اور اس کے مواعظ سے نصیحت قبول کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے ہدایت پا جاتا ہے اور ہدایت کے فوائد اس کی اپنی ذات کی طرف راجع ہوتے ہیں بایں طور کہ وہ نور ہدایت سے منور ہو جاتا ہے اور اس سے وہ آثار ظلمات صفات حیوانیہ سبعیہ شیطانیہ مٹ جاتے ہیں جو اس کے لیے جہنم کے داخل ہونے کے موجب تھے۔ ومن ضل فانما یضل علیها اور جو گمراہ ہوا اس کی گمراہی کا وبال اس کے اپنے سر اس لیے ہو گا کہ اس نے اپنے آپ کو نفس امارہ کے سپرد کر دیا اور طبیعت نفسانی کے ماتحت ہوا تو اس پر صفات ذمیمہ کا غلبہ ہو جائے اور یہی انسان کو دوزخ کا ایندھن بناتی ہے۔ وما انت اور اے محمد عربی آپ نہیں ہیں علیهم بوکیل ان کے نگران کہ انھیں دوزخ سے محفوظ رکھیں جب ان کی استعداد کا تقاضا ہے کہ وہ جہنم میں جائیں۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال اُس شخص کی ہے جس نے آگ جلائی تو چھوٹے چھوٹے پروانے وغیرہ آگ میں گرنے شروع ہو جائے پس میں تمہاری کمروں سے کھینچتا ہوں کہ کہیں تم جہنم میں داخل نہ ہو جاؤ۔

شرح الحدیث: حجز حجزۃ بروزن کدرۃ کی جمع ہے۔ انسان کی وہ جگہ جہاں ازار بند باندھا جاتا ہے اور حدیث شریف میں اس کی تخصیص اس لیے ہے کہ اسی کو قابو کرنا اور روکنا اس جگہ کے پکڑنے سے آسان ہے اور **تقحمون** 38/C
با تشدید دراصل **تتقحمون** تھا اور **فیہ** کی ضمیر نار کی طرف راجع ہے علی تاویل المذکور یعنی میں تمھیں کمر سے پکڑتا ہوں یہاں تک کہ تمھیں دوزخ سے بہت دور لے جاتا ہوں لیکن تم شدت کے ساتھ اس میں داخل ہونا چاہتے ہو۔ تمثیل کا مطلب یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں شہوات و معاصی جو دوزخ میں داخل ہونے کے موجب ہیں سے روکنے میں اس مشفق انسان کی طرح ہیں جو پروانوں کو آگ میں داخل ہونے سے روکتا ہے لیکن وہ آگ میں داخل ہونے کا زور لگاتے ہیں۔

فائدہ: حدیث شریف سے واضح ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے لیے بہت بڑے شفیق ہیں کہ انھیں عذاب نار سے بچانے کی فکر میں ہیں۔ یقین جانیے کہ امتیں اپنے انبیاء علیہم السلام کے لیے ایسے ہیں جیسے بے عقل بچے اپنے باپوں کی گود میں ہوتے ہیں۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور میری لائی ہوئی ہدایت وعلم کی مثال بارش کی ہے جو کسی علاقہ پر برستی ہے وہاں کا ایک حصہ تو سرسبز ہو جاتا ہے اور وہ بارش کے پانی سے خوب استفادہ کرتا ہے اس سے گھاس بھی اور کھیتیاں اگتی ہیں۔ اور اس سے خوش حالی ہوتی ہے اسی سے لوگ مستفید ہوتے ہیں خود بھی پانی پیتے اور جانوروں کو پلاتے ہیں اور کھیتوں کو بھی۔ دوسری وہ زمین ہوتی ہے جس پہ بارش تو پہنچتی ہے لیکن وہ پانی کو جذب نہیں کرتی یہ اس کی مثال ہے جو دین کی سمجھ حاصل کرتا ہے تو اسے میرے لائے ہوئے علم سے فائدہ نصیب ہوتا ہے خود بھی پڑھتا ہے دوسروں کو بھی پڑھاتا ہے اور دوسرا وہ ہے جس نے دین کی طرف سر اٹھا کر بھی نہ دیکھا یعنی اس پر عمل نہ کیا اس نے گویا میری لائی ہوئی ہدایت کو قبول نہ کیا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عالم باعمل اور معلم خیر اس بارش کی طرح ہے جو پاکیزہ مٹی پر پڑتی ہے۔ اور وہ عالم جو دوسروں کو تعلیم اسلام تو دیتا ہے لیکن خود عمل نہیں کرتا تو اس کی مثال اس خراب زمین کی ہے جو بارش کے پانی کو قبول نہیں کرتی نہ ہی اس سے گھاس اگتا ہے گویا اس کے اندر پانی گیا ہی نہیں اور نہ اس سے گھاس اگنے کی امید ہوگی ایسے ہی کافر اور وہ جاہل جس کے پاس نہ علم ہے نہ عمل تو پھر وہ نہ اپنے لیے فائدہ اٹھا سکتا ہے نہ دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ
الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ
اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ○ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ
لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ
اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ
دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ○ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ
الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○
وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ
سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ○ وَبَدَا لَهُمْ
سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ فَاِذَا مَسَّ
الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ؗ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ
هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَاۤ اَغْنٰى
عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ
هٰۤؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ○ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ
يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○

ترجمہ: اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں انھیں ان کے سوتے میں پھر جس پر موت کا حکم فرمادیا اسے روک رکھتا ہے اور دوسری ایک میعاد مقرر تک چھوڑ دیتا ہے۔ بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔ کیا اُنھوں نے اللہ کے مقابل کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں تم فرماؤ کیا اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل رکھیں۔ تم فرماؤ شفاعت تو سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اُسی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی۔ پھر تمہیں اسی کی طرف پلٹنا ہے۔ اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے دل سمٹ جاتے ہیں اُن کے جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر ہوتا ہے جبھی وہ خوشیاں مناتے ہیں۔ تم عرض کرو۔ اے اللہ آسمانوں اور زمین

Scanned with CamScanner

کو پیدا کرنے والے نہاں اور عیاں کے جاننے والے تو اپنے بندوں میں فیصلہ فرمائیگا جس میں وہ اختلاف رکھتے تھے اور اگر ظالمو کے لیے ہوتا جو کچھ زمین میں ہے۔ سب اور اس کے ساتھ اس جیسا تو یہ سب چھڑائی میں دیتے روز قیامت کے بُرے عذاب سے اور انھیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی اور اُن پر اپنی کمائی ہوئی برائیاں کھل گئیں اور اُن پر آپڑا وہ جس کی ہنسی بناتے تھے۔ پھر جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں بلاتا ہے پھر جب اسے ہم اپنے پاس سے کوئی نعمت عطا فرمائیں کہتا ہے یہ تو مجھے ایک علم کی بدولت ملی ہے بلکہ وہ تو آزمائش ہے مگر ان میں بہتوں کو علم نہیں۔ اُن سے اگلے بھی ایسے ہی کہہ چکے تو اُن کا کمایا اُن کے کچھ کام نہ آیا تو اُن پر پڑگئیں اُن کی کمائیوں کی برائیاں اور وہ جو ان میں ظالم ہیں عنقریب ان پر پڑیں گی اُن کی کمائیوں کی برائیاں اور وہ قابو سے نہیں نکل سکتے کیا انھیں معلوم نہیں کہ اللہ روزی کشادہ کرتا ہے جس کیلئے چاہے اور تنگ فرماتا ہے بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے۔

تفسیر عالمانہ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا

حل لغات: اہل عرب کہتے ہیں توفاہ اللہ بمعنی قبض روحہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی روح قبض کی۔ الانفس نفس (بسکون الفاء) کی جمع ہے۔ اس سے نفس ناطقہ جسے شرع میں رُوح اضافی انسانی سلطانی کہا جاتا ہے مراد ہے۔ اسے نفس اس لیے کہتے ہیں کہ اسے بدن سے تعلق ہے اور اسی پر احکام کا ترتب ہوتا ہے اور وہ اس میں پوشیدہ ہے اور اسے رُوح اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ مجرد محض ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہے۔

فائدہ: نفس ناسوتی سفلی ہے اور رُوح لاہوتی علوی ہے۔

رُوح کی تعریف: روح ایک جوہر مجرد ہے اور وہ جسم کو حرکت دیتا ہے اور جسم میں نہ حلول سریانی کیے ہوئے اور نہ حلول جواری بلکہ اسے جسم کے ساتھ ایک قسم کا تعلق ہے جیسے اس میں تدبیر و تصرف کرنا وغیرہ اور یہ رُوح حیوانی اس کے آثار سے ایک اثر ہے۔ اس کی تحقیق ہم نے سورہ اسراء کی ایک آیت یسئلونک عن الروح کے تحت کر دی ہے۔ یہ روح انسانی اس روح سے اس طرح استفادہ کرتا ہے جیسے چاند سورج سے اور یہ رُوح عام جانوروں میں ہوتا ہے اس روحانیت میں جملہ حیوانات انسان کے شریک ہیں اسی رُوح کو علم طب کہا گیا ہے تعدیل و تقویت کا قائل و عامل بتایا ہے۔ یہ وہ رُوح نہیں جو امانت و معرفت کا حامل ہے۔ انالہ وہم۔ اسی رُوح کے محل کو (جسم کو موت کے بعد) مٹی کھا جاتی ہے اور یہ عوام کے بدن کے متعلق ہے ورنہ انبیاء

Scanned with CamScanner

علیہم السلام کے اجسام کو مٹی نہیں کھا سکتی بلکہ اولیاء و صلحاء کے اجسام مبارکہ بھی مزارات میں محفوظ و مصون ہوتے ہیں۔

وہابی نجدی کے عقیدہ کا رد: وہابی نجدی ایسے ہی دیوبندی اور دیگر فرقے جو ان کے ہمنوا ہیں سب کا اصل عقیدہ یہی ہے کہ مرنے کے بعد ہر چھوٹا بڑا مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتا ہے چنانچہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید (قدیم) اور اسمٰعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان میں ان کا عقیدہ واضح طور پر مرقوم ہے۔ ہم اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ نہ صرف انبیاء علیہم السلام بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے اولیاء و شہداء کے اجسام بھی اپنی مزارات میں محفوظ و مصون ہیں۔ یہی عقیدہ اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو صاحب روح البیان مذکورہ بالا عقیدہ لکھ کر دلیل کے طور پر لکھتے ہیں کہ

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء والصدیقین والشہداء۔ روح البیان ص ۱۱۲ ج ۸ تحت آیت ہذا۔

"اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے اجسام مبارکہ کو کھائے۔"

روحِ انسانی کی ڈیوٹی: روحِ انسانی کا کام یہ ہے کہ اس نے روزِ میثاق سے امانت و معرفت ایمان کا بوجھ اٹھانے کا وعدہ کیا۔ اس میں شریعۃ و طریقۃ و حقیقۃ کا علم تصرف کر کے اس کی تعدیل و تقویت کا سامان ہم پہنچاتا ہے لیکن بوسیلہ حکمائے انبیین یعنی اولیاء کاملین کہ اسے مٹی نہیں کھا سکتی اور یہی انا بولتا ہے اسے بدن سے اخراج کے بعد ایک کپڑے میں لپیٹا جاتا ہے جیسے حدیث شریف میں وارد ہوا اسی سے ہی قبر میں سوال ہو گا یہی ثواب و عقاب پاتا ہے۔ اسے جسم سے اور کوئی تعلق نہیں سوائے اس کے کہ وہ حواس مقررہ کے ذریعے اس سے معارف و علوم حاصل کرتا ہے۔ یہ جسم اور اس کے حواس بمنزلہ شکاری کے جال کے ہے اور جال کے ختم اور خراب ہونے سے شکاری ختم نہیں ہو جاتا اور شکار کے بعد ہی جال کو بیکار کر دیا جاتا ہے ایسے ہی روح شکاری ہے اسی لیے باقی ہے اور جسم بمنزلہ جالی کے ہے فلہذا وہ دنیوی حیات کے بعد بیکار ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس کا موت کے وقت بیکار کرنا مناسب ہے اس لیے کہ روح اس کے حمل اور ثقل سے تنگ ہوتا ہے اسے چھوڑے گا تو خلاص پائے گا اسی لیے حدیث شریف میں ہے الموت تحفۃ المومن موت مومن کے لیے تحفہ ہے۔

نکتہ: اگر جالی وقت سے پہلے ٹوٹ جائے یعنی شکار کرنے سے پہلے تو اس کا افسوس ہوتا ہے یہی وجہ ہے جب کافر قیامت میں آرزو کریں گے رب ارجعون لعلی اعمل صالحا (الآیۃ)

Scanned with CamScanner

موت کی تعریف: قوت حساسہ کے زوال کا نام موت ہے جیسے اس قوت حساسہ کے وجود فی البدن کا نام حیات ہے اسی وجہ سے حیوان کو حیوان کہا جاتا ہے اور اس قوت کا مبدأ رُوح حیوانی ہے اور اس کا مرکز دماغ ہے اور رُوح انسانی کا مرکز قلب صنوبری۔

سوال: اس سے تو روح کا تجزّی لازم آتا ہے حالانکہ تجزّی کے قابل نہیں۔

جواب: اس سے تجزّی لازم نہیں آتا بلکہ وجہ یہ ہے کہ شے ایک ہے اس کے نام دو۔ اور وہ بھی بوجہ اپنے ظہور کے۔ اگرچہ اہلسنت اَرواح بشریہ کے متعلق تجزّی کے قائل نہیں۔

حقیقی ومجازی انسان: جب تک انسان میں قوت حساسہ ہے وہ حقیقی انسان کہلائے گا اور موت کے بعد اسے مجازی انسان کہا جائے گا اس لیے درحقیقت انسانیت رُوح انسانی کا نام ہے۔ جب وہ بدن سے متعلق ہو اور جب وہ جسم سے نکل جائے تو پھر اسے انسانیت کہنا مجازاً ہو سکتا ہے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

جاں ز ریش و سبلت تن فارغ ست
لیک تن بے جان بود مردار یست

ترجمہ: جان داڑھی اور مونچھ جسمانی سے فارغ ہے لیکن جسم بے جان مردار ہے۔

اب آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اَرواح انسانیہ کو اُن کے ابدان سے قبض کرتا ہے یعنی ارواح کا ابدان سے تعلق منقطع کر دیتا ہے اور ظاہراً و باطناً رُوح کو جسم کے تصرف سے روک لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرنے کے بعد ابدان میں حس وحرکت نہیں ہوتی۔ وہ خشک لکڑی کی طرح پڑا ہوتا ہے۔

مسئلہ: موت کے بعد عقل وایمان ومعرفت روح کے ساتھ جاتے ہیں۔

فائدہ: الوسیط میں حین موتھا میں مضاف محذوف مانتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ عبارت دراصل حین موت ابدانھا تھی اس لیے کہ موت ابدان کے لیے ہے اور اَرواح کے لیے نہیں۔ ارواح تو تاقیامت باقی ہیں۔

تحقیق از صاحب رُوح البیان: صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر الوسیط کا قول صحیح مانا جائے تو کل نفس ذائقۃ الموت کے ارشاد گرامی کے خلاف ہوتا ہے اس لیے کہ اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ موت کا وقوع نفوس پر ہوتا ہے نہ کہ ابدان پر۔ ہاں یوں تطبیق ہو سکتی ہے کہ کہا جائے کہ نفوس یعنی اَرواح کی یہی موت ہے کہ وہ اجسام سے خارج ہوئے[1]

---

[1] اس قول کو اہلسنت نے لیا ہے اور ابن قیم نے بھی کتاب الروح میں اس کی تائید کی ہے۔ ۱۲، اویسی غفرلہٗ

Scanned with CamScanner

فائدہ: آیت ہذا میں قبض کا اسناد اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اسی لیے فرمایا ہے کہ روح کو نکالنے کا حکم ملائکہ کرام کو وہی صادر فرماتا ہے یعنی چونکہ حکم ایزدی سے ہی ہر کام ہوتا ہے اسی لیے اسی حکم کی وجہ سے موت دینے کا اسناد اس کی طرف ہوا اور نہ ظاہر ہے کہ ہر زندہ کی روح نکالنا ملائکہ کرام کا کام ہے۔

زہرۃ الریاض میں ہے کہ التوفی یعنی حکم الٰہی کا ہونا وہ یہی ہے کہ ہر روح کو بدن سے نکلنے کا

اعجوبہ: باری تعالیٰ حکم فرماتا ہے ورنہ تمام ملائکہ بھی اگرچہ جمع ہو کر جسم سے نکالتے تو اسے ہرگز نہ نکال سکتے جیسے اس نے روح کو جسم میں داخل ہونے کا حکم فرمایا تو داخل ہوا (ورنہ داخل نہ ہوتا) اسے نکلتے وقت بھی اس کا حکم ہوتا ہے تو نکلتا ہے ورنہ تا قیامت جسم میں رہتا پھر روح کو جب جسم سے نکلنے کا حکم ہوتا ہے تو پھر فرشتے اسے جسم سے باہر نکال کر حلقوم تک لاتے ہیں جسے ملک الموت (عزرائیل علیہ السلام) حلقوم سے لیتے ہیں۔ ایمان دار ہو یا کافر۔ اس میں سب برابر ہیں۔

فاطمۃ الزہراء کی روح کس نے نکالی؟ خواص (انبیاء و اولیاء) کی روح کو خود اللہ تعالیٰ نکالتا ہے چنانچہ مروی ہے کہ:

ان فاطمة الزهراء رضي الله عنها لما نزل عليها ملك الموت لم ترض بقبضه فقبض الله روحها۔ (روح البیان ص۱۱ ج۸)

"جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں ملک الموت حاضر ہوئے اور آپ نے اسے روح دینے سے انکار کیا تو خود اللہ تعالیٰ نے روح قبض کی۔"

اور حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح ملک الموت نے اس لیے نکالی کہ آپ امت کے

لہ خانپور ضلع رحیم یار خاں کے مدرسہ سراج العلوم کے سالانہ جلسہ پر کسی واعظ نے یہی مسئلہ بیان کیا تو شور برپا ہو گیا چونکہ جلسہ پر پاکستان بھر کے علمائے اہلسنت جمع ہوتے تھے اسی لیے آراء بھی مختلف چونکہ مقررین واعظین مطالعہ کتب سے محروم ہوتے ہیں اسی لیے جلسہ میں علماء تین ٹولیوں پر منقسم ہو گئے۔

۱۔ فتویٰ باز ۲۔ شیعہ ۳۔ خارجی

جو اس مسئلہ کے قائل تھے وہ شیعہ کہلوائے اور جو منکر تھے وہ خارجی تیسرے انہیں شیعہ۔ خارجی کہنے والے فتویٰ باز بفضلہ تعالیٰ حوالہ کسی کے پاس بھی نہ تھا۔ خود مقرر صاحب نے کہہ تو دیا لیکن بلا حوالہ اگر وہ صاحب روح البیان تفسیر یا کسی اور مستند کتاب کا حوالہ دیتے تو شور نہ اٹھتا۔

فیصلہ: فقیر اویسی آخری نشست میں حاضر ہوا تو شور سنا اور پھر مجھے خود استاذی المعظم مولانا حافظ سراج احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آج تیرے ذمہ صرف یہی موضوع ہے۔ فقیر

مقتدی ہیں اور ان کی اقتدار پر اُمت کے لیے ثواب مرتب ہو گا۔

حاشیہ پچھلے صفحہ کا

نے جلسہ میں مفصل عرض کیا جس کا پورا بیان "مواعظ اویسیہ" میں ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تخصیص بھی غلط ہے اور سرے سے انکار بھی جہالت۔ واعظ صاحب کا دعویٰ صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر مشتمل تھا۔ اس لیے کہ جہاں پر بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال مبارک کے ذکر میں لکھا ہے کہ ان کی روح پاک خود اللہ تعالیٰ نے نکالی وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ بعض خواص کی ارواح خود اللہ تعالیٰ نکالتا ہے چنانچہ روح البیان کی عبارت ملاحظہ ہو:

ان من خواص العباد من یتولی اللہ قبض روحہ

بعض خواص بندوں کی روح خود اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے۔

اور یہ اعزاز شہداء بحر کو بھی حاصل ہے حدیث میں ہے:

أخرج ابن ماجہ عن ابی امامۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ وکل ملک الموت بقبض الارواح الا شہداء البحر فان اللہ یتولی قبضہم۔ (شرح الصدور ص۳۳)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو قبض ارواح کے لیے مقرر فرمایا ہے مگر دریا کے شہیدوں کی قبض روح کا خود حق تعالیٰ شانہٗ والی اور متولی ہوتا ہے۔

اور اسی طرح حضرت انس بن مالک اور حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔

اور یہ تخصیص کچھ ایسے بلند مناقب کی حامل نہیں اس لیے کہ بعض اشیاء کی روح کا قبض کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم میں رکھا ہے جس میں واسطہ ملک الموت ہے۔ چنانچہ دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آجال بہائم وحشرات ارض وخشاش ارض سبکی تسبیح میں ہیں جب ان کی تسبیح پوری ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو قبض فرماتا ہے ان کی طرف فرشتے نہیں بھیجے جاتے بلکہ

Scanned with CamScanner

حکایت: منقول ہے کہ حضرت ذوالنون مصری قدس سرہ نے عرض کی یا الٰہ العالمین میری موت پہ میری روح کا قبض کرنا حضرت عزرائیل علیہ السلام کے سپرد نہ فرمانا بلکہ خود قبض کرنا۔ ایسے ہی مجھے رضوان کے ذریعہ انعامات جنت نہ دینا بلکہ خود براہِ راست انعامات عطا فرمانا۔ ایسے ہی مجھے عذاب دینا ہو تو مالک (نار) کو نہ کہنا بلکہ خود سزا دینا (ہم اللہ تعالیٰ سے ہر وقت فضل و کرم مانگتے ہیں)

والتی لم تمت فی منامها۔ فی منامها کا تعلق یتوفی مقدر سے ہے المنام والنوم ایک ہی شے ہے۔ رطوبات کا دماغ کی طرف چڑھنے سے اس کے اعضاء کے ڈھیلے ہونے کا نام نوم ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ بعض کی رُوح موت کے علاوہ بھی قبض کی جاتی ہے ان کی دلیل یہی جملہ ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ نیند خفیف موت اور موت ثقیل نوم کو کہتے ہیں۔ یہ تمام تعریفات مختلف نظریات کے لحاظ سے صحیح ہیں۔

اب آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ وہ نفوس جنہیں نیند میں موت نہ آئی یعنی بعض کو نیند کے وقت موت وارد ہو جاتی ہے بایں طور کہ رُوح کا ظاہراً و باطناً بدن سے تعلق ختم ہو جاتا ہے اور اسے بدن کے تصرف سے روک دیا جاتا ہے اور نیند میں رُوحِ حیوانی باقی ہوتا ہے اسی لیے نیند میں سانس چلتی رہتی ہے اور جسم کروٹ بدلتا رہتا ہے صرف اسے رُوحِ انسانی کی وجہ سے عقل و تمیز نہیں رہتی۔

فائدہ صوفیانہ: صوفیاء کرام حالت انسلاخ کو نیند سے تشبیہ دیتے ہیں صرف فرق اتنا ہے کہ انسلاخ بیداری میں حال و شہود کے لحاظ سے نیند سے قوی تر ہوتا ہے اور نیند اور موت کو توفی سے تشبیہ دی جاتی

حاشیہ پچھلا صفحہ کا

اسی ملک الموت کو رُوح کے قبض کرنے پر انسانی شرافت ہے چنانچہ تفصیل کے ساتھ شرح الصدر وغیرہ میں لکھا ہے۔ پھر اسی شرافت پر مزید شرافت بلا واسطہ قبض ارواح میں اگر ہے تو وہ بھی صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تخصیص نہیں بلکہ بعض خواص کو بھی شرف حاصل ہے۔ چنانچہ صاحب رُوح البیان نے اسی مقام پر جہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رُوح کے قبض کی تخصیص لکھی ہے وہاں حضرت ذوالنون مصری قدس سرہ کا واقعہ بھی بیان فرمایا کہ جس طرح ان کی رُوح خود نکالے آنے والے بعض اعزازات بھی خود بلاواسطہ ملائکہ عطا فرماتے۔ واقعہ تفسیر "فیوض الرحمٰن" "ترجمہ" روح البیان" میں ملاحظہ ہو۔ جو کہ ابھی صـ۲۳ میں مذکور ہوا۔

Scanned with CamScanner

ہے اس لیے نیند و الا مردے جیسا ہوتا ہے کہ دونوں حالت میں وہ عقل و تمیز سے فارغ ہوتے ہیں اسی لیے مشہور ہے۔ "النوم اخ الموت"

روح کی پرواز: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نیند میں اگرچہ روح خارج ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کی شعاعیں باقاعدہ جسم میں موجود ہوتی ہیں اسی لیے وہ خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے لیکن جب جاگتا ہے تو روح فوراً آنکھ جھپکنے سے پہلے جسم میں آجاتی ہے۔[1]

باوضو ہونے کا روحانی فائدہ: مروی ہے کہ اہل ایمان کی روح نیند کے وقت آسمانوں پر چلی جاتی ہے جو باوضو ہو کر سوتا ہے اس کی روح کو عرش الٰہی کے نیچے سجدہ کرنے کی اجازت عطا ہوتی ہے اور جو بے وضو ہو کر سوتا ہے اس کی روح کو سجدے کی اجازت نہیں ملتی۔

مسئلہ: مذکورہ روایت کے مطابق فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ نیند سے پہلے وضو کر لینا مستحب ہے یعنی باوضو سونا چاہیے۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ سچے خواب نظر آئیں گے اور بحالت خواب اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملات و مخاطبات نصیب ہوں گے۔

نیند کا روحانی نعمت ہونا: بعض علماء کرام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو لطیف اور اجسام کو کثیف بنایا۔ جب روح لطیف جسم کثیف سے متعلق ہوتا ہے تو اس کے سامنے حجابات دور کر دیئے جاتے ہیں لیکن نیند میں اس سے وہ حجابات دور کر کے عالم ملکوت کی سیر کی اجازت عطا ہوتی ہے یہاں تک وہ مشاہدہ ربانی پاتا ہے اور اس سے اسے قربِ الٰہی کی رغبت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ نیند سے انسان راحت پاتا ہے بلکہ لذت محسوس ہوتی ہے کیونکہ خواب میں وہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہوتا ہے وہ بندوں کے لیے ارحم الراحمین ہے اسی لیے اسے نیند سے اضطراب اور پریشانی نہیں ہوتی ورنہ یہ بھی ایک قسم کی موت ہے اس میں تکلیف و اضطراب لازم تھا۔ لیکن نہیں وہ صرف اس لیے کہ وہ اُس وقت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ بخلاف موت کے اُس وقت اُس کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے اسی لیے اس سے اضطراب او شدت محسوس کرتا ہے اور عزرائیل علیہ السلام کی شدت مشہور ہے۔

فیمسك التی قضی علیہا الموت ۔ امساک بمعنی ایک شے دوسری سے متعلق ہونا اور شے کا محفوظ ہونا اور قضا کے حکم میں بھی آتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ موت کے وقت روح کو اپنے قبضے میں لے لیتا

---

[1] انبیاء و اولیاء کی پرواز اور طاقت عام انسانی روح سے کروڑوں درجہ زائد ہوتی ہے۔ فافہم ولا تکن من الواہابیین۔

ہے اسے واپس جسم میں نہیں لوٹاتا اور اس سے عالم برزخ کا امساک مراد ہے اس لیے کہ دنیوی مفارقت سے ارواح اجسام سے جدا ہو کر عالم برزخ میں محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ یہ وہ برزخ نہیں جو ارواح مجردہ و اجسام کے درمیان واقع ہے یعنی وہ اس عالم مثال کا غیر عالم ہے جو انسان کو نیند میں نظر آتا تھا یا یوں کہو کہ روح جسم سے نکلنے کے بعد فوراً اسی عالم میں داخل ہو جاتا ہے کیونکہ وجود کے تنزلات و معارج مدوریہ ہیں۔

فائدہ: وجود کے ادوار جو عالم دنیا سے پہلے تھے انھیں مراتب التنزلات کہا جاتا ہے اور وہ اولیہ ادوار تھے اور وہ ادوار جو اس دنیا کے عالم کے بعد ہوں گے انھیں مراتب المعارج سے تعبیر کیا جاتا ہے اور آخریہ ادوار میں اور وہ صورتیں جو برزخ اخیر میں ارواح کو لاحق ہوں گی وہ درحقیقت ان اعمال کی صورتیں اور افعال سابقہ کے نتائج ہوں گے جو انسان نے عالم دنیا میں کئے بخلاف برزخ اول کی صورتوں کے کہ اعمال و افعال کی کوئی شے آخرت کا عین نہ ہوگا۔ ہاں بایں معنی مشترک نہیں کہ وہ ہر دونوں عالم روحانی و جوہر نورانی غیر مادی اور صور عالم کی مثال پر مشتمل ہیں۔

ویرسل الاخری اور دوسرے نفوس کو چھوڑ دیتا ہے اس سے وہ نفوس مراد ہیں جو نیند سے زندہ اٹھتے ہیں یعنی نیند سے اٹھتا ہے تو اس کی روح جسم میں واپس لوٹا دی جاتی ہے یا اسے عالم مثال مقید سے نازل کیا جاتا ہے۔

فائدہ: عالم مثال جوہر جسمانی سے بایں معنی مشابہہ ہے کہ وہ ہر دونوں محسوس مقداری ہیں اور اسے جوہر عقلی سے اس معنی پر مشابہت ہے کہ وہ ہر دونوں نورانی ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے عالم مثال کو واسطہ بنایا ہے کہ اسے ہر دونوں سے مشابہت ہے کہ وہ متجسد ہو کر کثیف بھی ہو جاتا ہے۔ مثلاً علم اگرچہ اس کی حقیقت مجرد محض ہے لیکن عالم مثال میں ایک مخصوص صورت میں متجسد نظر آتا ہے۔ الی اجل مسمی وہ وقت جو اس کی موت کے لیے مقرر ہے اور جنھیں ارسال کی غایت ہے یہ اسی شخص کی غایت نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ یقظۂ اولیٰ کے بعد اسے پھر نیند نہ آئے۔

فائدہ: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ نیند میں احیاء اور اموات کی ارواح کی ملاقات ہوتی ہے ان کا آپس میں جتنا دیر مکالمہ اور گفتگو ہوتی رہتی ہے اس کے بعد اموات کی ارواح اللہ تعالیٰ اپنے ہاں بلا لیتا ہے اور اموات کی ارواح واپس اپنے زندگی کے لمحات تک ان کے اجسام میں واپس لوٹا دی جاتی ہے۔

فائدہ: الاسئلۃ المقحمۃ میں ہے کہ بعض اشخاص کی روح نیند میں قبض کر لی جاتی ہے اس لیے کہ نیند میں

Scanned with CamScanner

اس کی زندگی کے لمحات ختم ہو جاتے ہیں اس پر اس کی روح بحالت نیند ہی قبض ہو جاتی ہے۔ اس کا معنی یہ **فیمسک التی لم تمت** پر متفرع ہے۔ اس کی تائید مندرجہ ذیل حدیث شریف سے ہوتی ہے۔

سونے سے پہلے کی دعا حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بستر پر آرام کرنے لگو تو پہلے اس کی چادر کے اندر کے حصّہ کو خوب جھاڑو تمہیں کیا معلوم کہ تمہارے بعد اس میں کیا ہوا۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔

باسمك ربي وضعت جنبي وبك ارفعه ان امسكت نفسي فارحمها و ان ارسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادك الصالحين۔

فائدہ اس میں اشارہ ہے کہ زندگی کا اصلی مقصد اصلاح عمل ہے اس کے ماسوا باقی ہر شے اسی اصلاح کا ذریعہ وسبب ہے۔

ان فی ذلک: بیشک ان امور مذکورہ یعنی توفی بہر دو طریق پھر ایک میں امساک دوسری میں ارسال میں الآیات۔ البتہ آیات عجیبہ ہیں جو اس کی کمال قدرت وحکمت وشمول رحمت پر دلالت کرتی ہیں۔ لقوم یتفکرون۔ ان لوگوں کے لیے جو ارواح کے ابدان سے متعلق ہونے۔ پھر اس کے کبھی بالکلیہ نکل جانے جیسے موت میں کہ روح جسم کو بالکل چھوڑ جاتی ہے ایسے ہی اس سے نکل کر واپس لوٹنے اور اس میں باقی رہنے میں کہ واپس لوٹ کر ایک مقررہ وقت اس کے اندر باقی رہتا ہے ایسے ہی اس کے سعادت وشقاوت کے ظاہری حالات کی کیفیت سے یا اس کے ظاہری طور پر چند روز واپس چھوڑنے جیسے نیند کے وقت یا اسے بہ لحظہ چھوڑ کر روکنے یہاں تک کہ اسے موت آنے کی کیفیت میں غور وفکر کرتے ہیں۔

فائدہ اسکواشی میں ہے کہ یتفکرون کی مراد یہ ہے کہ وہ لوگ غور وفکر کرکے استدلال کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد اُٹھانے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے یہی کاشفی نے کہا ہے کہ اس سے وہ گروہ مراد ہے جو امانتہ کے معاملہ میں تفکر کرتے ہیں مثلاً سمجھتے ہیں کہ موت نیند کے اور حیات بیداری کے مشابہ ہے۔ تورات میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم زادے جیسے تمہیں نیند گھیر لیتی ہے ایسے ہی تمہیں موت آئے گی۔ جیسے پھر نیند سے جاگ اٹھتے ہو ایسے ہی مرنے کے بعد اٹھو گے۔ **فالموت باب وکل الناس داخله** موت اس گھر کا دروازہ ہے جس کے اندر سب نے داخل ہونا ہے۔

حدیث قدسی شریف: میں اپنے کسی کام میں توقف نہیں کرتا سوائے اپنے بندے کی روح قبض کرنے کے۔

Scanned with CamScanner

شرح الحدیث: حدیث شریف میں لفظ تردد واقع ہوا ہے بمعنی التحیر بین الشیئین یعنی دو کاموں کے متعلق کرنے یا ذکر نے میں متحیر ہونا اور چونکہ یہ لاعلمی سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے یہ معنی کرنا کفر ہے اسی لیے مجازاً اس کا معنی توقف ہے یعنی جو کام بھی کرتا ہوں اسے کر چھوڑتا ہوں سوائے مومن کی روح قبض کرنے کے کہ اس میں پہلے یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل میں خیالات ڈالتا ہوں کہ مرنے کے بعد فلاں انعامات و کرامات عطا ہوں گے۔ یہاں تک کہ اس کا دل موت اور میرے دیدار کے شوق کی طرف مائل ہوتا ہے پھر اسے موت دیتا ہوں (یہ اس کا فضل و کرم ہے ورنہ اسے کیا ضرورت ہے کہ بندہ کے لیے ایسا توقف کرے) نیز یہاں پر تردد سے موت کے اسباب جیسے مرض، بھوک و دیگر تکالیف ارسال کر کے مہلت دینا پھر چند روز کے بعد دوبارہ ایسے اسباب میں مبتلا کر نامراد ہو یہاں تک کہ وہ موت کو خود چاہے اور دیدار الٰہی کا بہت زیادہ مشتاق ہو جائے۔ (کذا فی شرح السنۃ) ویکرہ الموت)

یہ حدیث قدسی مذکورہ کا جملہ مستانفہ اور سوال کا جواب ہے گویا اللہ تعالیٰ سے کسی نے عرض کی اے الٰہ العالمین بندۂ مومن کی موت میں تردد کیوں اس کے جواب میں فرمایا اس لیے کہ وہ موت کی شدت سے گھبراتا ہے ورنہ موت تو وہ تحفہ ہے جو بندے کو مولیٰ سے ملاتی ہے۔ پھر وہ ایسے تحفے سے کیونکر گھبرائے۔

حدیث شریف: موت سے پہلے تم اپنے پروردگار کو نہیں دیکھ سکو گے۔

تا نمیرد بندہ از ہستی تمام
او نہ بیند حق تعالیٰ والسلام
مرگ پیش از مرگ آفت اے فتی
ایں چنیں فرمود مارا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: موت سے پہلے موت خود امان ہے اے جوان ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بعض مشائخ نے فرمایا کہ مومن بندہ موت سے اس لیے گھبراتا ہے کہ وہ موت سے پہلے وصال الٰہی کی لذت اور وہ مراتب و کمالات جو اسے موت کے بعد حاصل ہوں گے ان سے محجوب نہیں (جب اسے یہ امور حاصل ہوں گے اس وقت چاہے گا کاش میں چند روز پہلے مرتا) وانا اکرہ مساءتہ یہ بھی حدیث قدسی کا ایک حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بھی اس کا ایذا نہیں چاہتا کہ وہ صعوبت و شدت جو اسے موت سے لاحق ہوتی ہے۔ ولا بد لہ لیکن موت لازمی امر ہے اس لیے کہ وہ نفس کے لیے مقدر ہو چکی ہے۔

ایسی موت بھلی: بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ بندے کی روح جسم سے نکلے اور وہ پریشان

Scanned with CamScanner

ہو لیکن بالآخر روح نے جسم سے نکلنا ہے پھر یوں فرماتا ہے کہ نزع روح کے وقت اپنی ذات اور روح کے درمیانی حجابات ہٹا دیتا ہے۔ (اس طرح سے اس کے لیے یہ موت نہیں بلکہ وصال یار ہے اسی لیے ہم اہلسنت اولیاء کرام و انبیاء عظام کی موت کو وصال سے تعبیر کرتے ہیں) (اضافہ اویسی غفرلہٗ)
کسی نے کیا خوب کہا

تم سامنے آ بیٹھو جاں نکلے با آسانی ؏

حجاب چہرۂ جاں می شود غبار تنم ؎
خوشا دمی کہ ازیں چہرہ پردہ بر فگنم

ترجمہ: میرے جسم کی غبار روح کی پردہ ہے۔ وہ وقت خوب ہوگا جب میں چہرے سے پردہ ہٹا دوں گا۔

سبق: عاقل پر لازم ہے کہ وہ حضور قلب و تصفیہ حال کی تحصیل کے ساتھ موت کے لیے ہر وقت تیار رہے ورنہ بہت سے ارباب حال و اصحاب مقال موت کے وقت بازی ہار بیٹھے۔
مثنوی شریف میں ہے ؎

آں ہنر ہائے دقیق و قیل و قال
قوم فرعون را اجل چوں آب نیل
سحر ہائے ساحراں دان جملہ را
مرگ چوبی دانکہ آں شد اژدہا
جادو یہا را ہمہ یک لقمہ کرد
یک جہان پر شب بہ آں را صبح خورد
آتش ابراہیم را دندان نزد
چوں گزیدۂ حق بود چونش گزد

ترجمہ: وہ قیل و قال کے ہنر دقیق وہ فرعون کی قوم کے لیے آب نیل کا اجل ہیں۔
۲۔ ساحروں کے تمام جادو صرف ایک لاٹھی کی مار تھیں جن کو وہ لاٹھی اژدہا بن کر کھا گئی۔
۳۔ ان کے تمام جادوؤں کو ایک لقمہ کیا ایک جہان کو ایک ہی رات کھا گیا۔
۴۔ آگ نے ابراہیم علیہ السلام کو دانت نہ مارے جب وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ تھے تو پھر آپ کا آگ کیا کر سکتی تھی۔

Scanned with CamScanner

ہم چنیں باد اجل بر عارفان
نرم و خوش ہم چو نسیم یوسفان

ترجمہ: اسی طرح بادِ اجل عرفاء پر نرم اور خوش ہو کر آتی ہے جیسے نسیم باغ۔

تفسیر عالمانہ: ام اتخذوا۔

شانِ نزول: یہ آیت اہلِ مکہ کے حق میں نازل ہوئی۔ ان کا گمان تھا کہ اُن کے بت اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے بتوں کی سفارش سے انکار کرتے ہوئے فرمایا بلکہ قریش مکہ نے ٹھہرالیا ہے۔ یہاں پر اَمْ منقطعہ بَلْ و ہمزہ کے معنیٰ میں ہے۔ **من دون اللہ** اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر **شفعاء** سفارشی جو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اُن کی سفارش کریں گے یعنی ان کے بت سفارشی ہوں گے۔ **شفعاء** شفیع کی جمع ہے **الشفع** سے ہے یعنی اپنے جیسے کو اپنے ساتھ ملانا۔ **الشفاعۃ** یعنی اپنے ساتھ کسی کو لے جا کر اسی کے لیے کسی سے کچھ مانگنا اور عرف میں **الشفاعۃ** کا معنیٰ یہ ہے کہ ادنیٰ کے ساتھ اعلیٰ کو ملا کر کچھ طلب کرنا۔ قیامت میں شفاعت معروفہ اسی سے ہے **قل اولو کانوا لا یملکون شیئاً ولا یعقلون**۔ یہ ہمزہ واقع کے انکار اور اس کی قباحت کے اظہار اور زجر و توبیخ کے لیے ہے اور عند الجمہور واو حالیہ ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے محبوب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشرکین کو فرمایئے کہ کیا تم نے بتوں کو سفارشی ٹھہرا لیا ہے جو نہ کسی شے کے مالک ہیں بلکہ وہ تو عقل سے بھی بے بہرہ ہیں جب عقل سے بھی فارغ ہیں تو سفارش خاک کریں گے یا انھیں کیا علم کہ تم ان کی پرستش کرتے رہے ہو یعنی اے کافرو! جمادات سے شفاعت کی اُمید نہ رکھو کیونکہ وہ تو قدرت اور علم و عقل سے بھی بے بہرہ ہیں۔

تفسیر صوفیانہ:

تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ آیت میں اشارہ ہے کہ جن اُمور کو خواہش نفسانی کے مطابق عبادت سمجھا جائے اور انھیں شفاعت حق کا سبب سمجھنا حالانکہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے امر کو دخل نہیں تو عبادت موجب گمراہی اور اسے شفاعت تصور کرنا حماقت ہے۔

اس لیے کہ عبادت و شفاعت وہ مقبول ہیں جو حق تعالیٰ کے حکم سے ہوں اور اتباع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی وہی مفید ہے جو بموافق شرع ہو ورنہ خواہش نفسانی تو بندے کے لیے بہت بڑا حجاب ہے۔ اسی لیے امر الٰہی اور اتباع محمدی کے مطابق چلنا ضروری اور لازمی ہے۔ اسی لیے تو انبیاء و رسل علیہم السلام کو بھیجا گیا کہ وہ بندوں کی خواہشات نفسانیہ کا قلع قمع کریں ہر شخص کی حرکات و سکنات امر الٰہی اور اتباع انبیاء پر ہوں ورنہ انھیں خواہش نفسانی تو تباہ و برباد کر ڈالتی ہے کیونکہ نفس اور اس کی خواہشات ظلمانی اور امر حق اور اتباع انبیاء نورانی ہیں۔ جب بندہ خواہش نفسانی کے

Scanned with CamScanner

مطابق عبادت کرتا ہے تو اس کی وہ عبادت ظلمات بن جاتی ہے اور وہ فعل اگرچہ اس کا تعلق شہوات انسانی سے ہو لیکن اسے جب امر ربانی اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم تصور کر کے کیا جائے تو وہ نورانی بن جاتا ہے۔ مثلاً اپنی زوجہ کے ساتھ جماع کرنا انسانی خواہش نفس کے تقاضا کو پورا کرتا ہے لیکن چونکہ امر الٰہی کے مطابق اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موافق بجالاتا ہے تو ثواب پاتا ہے۔ اس معنی پر یہ خواہش نفسانی نورانی بن گئی اور وہ عبادت جو امر الٰہی کے بجائے خواہش نفسانی کے مطابق ہو تو وہ اگرچہ عبادت ہے لیکن اسے ظلمانی کہا جائے گا۔

تفسیر عالمانہ: ربط، ان کی زجر و توبیخ اور اُن کی تجہیل کے ذکر کے بعد تحقیقی امر بیان فرمایا کہ قل اے محبوب مدنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایئے لله الشفاعة جمیعا۔ جمیعاً الشفاعۃ سے حال ہے اسی وجہ سے منصوب ہے یعنی جملہ شفاعات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ہاں شفاعت وہ کر سکے گا جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گا اور اسے اس کی اجازت ہو گی اور یہ دونوں باتیں ان کے بتوں میں مفقود ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: حضرت البقلی نے فرمایا کہ اس میں اشارہ ہے کہ شافع اور مشفع فیہ (جس کے متعلق شفاعت کی جائے) کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عارف کامل سوائے اس کے اور کسی سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ وہاں تک جو بھی پہنچے گا اُسی کے فضل و کرم سے پہنچے گا۔ کما قال اللہ: من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ۔ حضرت رابعہ بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ محبت الٰہی کسی دوسرے کی محبت کو ٹھہرنے ہی نہیں دیتی۔

ازالۂ وہم: حب رسول اور عشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی درحقیقت حب الٰہی ہے (اسے غیر اللہ کی محبت سمجھنا گمراہی اور بے دینی ہے) جو اللہ تعالیٰ سے سچی محبت رکھتا ہے اس کے لیے ہی اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شفاعت کی اجازت بخشے گا۔

مسئلہ: جو شخص صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے لیکن اسے اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں تو وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم ہو گا جیسے شیعہ رافضی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کا دم بھرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت کا نام تک نہیں لیتے وہ سیدھے جہنم میں جائیں گے بلکہ ایسے لوگوں کو خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی درگاہ کا راندہ بنا کر زندہ جلا دیا (تاریخ شاہد ہے)۔

Scanned with CamScanner

تفسیر عالمانہ: له صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ۔ **ملک السموات والارض** (آسمانوں اور زمینوں (اور جو کچھ ان کے اندر ہے کی) بادشاہی۔ اس کی اجازت کے بغیر اس کے کسی امر و معاملہ میں کسی کو دم مارنے کی طاقت نہیں۔

ازالۂ وہم وہابی

اس میں اشارہ ہے کہ جملہ اشیاء کا مالک حقیقی صرف وہی اللہ تعالیٰ ہے جملہ کائنات اسی کی مملوک ہے ۔ عبد کسی شے کا مالک نہیں اگر اُسے کچھ میسر آتا ہے تو وہ بھی اس کے مولیٰ کا ہوتا ہے ایسے ہی اس کی مقبوضہ شے اس کے پاس عاریۃ کے طور ہوتی ہے۔ پھر وہ بھی اس کے مولیٰ کے پاس آجاتی ہے (ایسے ہی ہمارا حال ہے کہ ہم سب اس کے ہیں اور ہمارا سب کچھ اسی کا ہے) **ثم الیه ترجعون** پھر قیامت میں اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے کسی اور کے پاس لوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا: بالاستقلال نہ بالاشتراک اسی دن وہ جس کے ساتھ جیسے چاہے گا کرے گا۔

فائدہ: الکواشی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں ہم سب کے اعمال کا حساب کرے گا اور ہم سب اُسی کے ہاں حاضر ہوں گے۔ پھر وہ ہم سب کو اعمال کی جزا و سزا دے گا۔ اسی لیے ہمیں اس کے غضب سے خوف اور اس کے عذاب سے ہر وقت ڈرنا چاہیئے۔ سبحان اللہ! قیامت میں اہل توحید کی کیا شان ہوگی اور اہل شرک کا انجام بربادی۔

مسئلہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری اُمت کے اہل کبائر کے لیے میری شفاعت حق ہے یعنی میں اپنی گناہ گار اُمت کی شفاعت کروں گا۔

فائدہ: یہاں پر اُمتی سے اُمت اجابت اور کبائر سے ماسوی الکفر مراد ہے اس لیے کفر کی شفاعت نہیں اور کافر کے لیے طے ہو چکا ہے کہ اس نے ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے اس لیے اس کے لیے شفاعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سوال: فعل مکروہ کے متعلق حکم ہے کہ اس کا مرتکب شفاعت سے محروم ہوگا (کذا فی التلویح) اس معنی پر اہل کبائر کے لیے زیادہ ضروری ہے کہ محروم از شفاعت ہوں لیکن حدیث شریف میں اثبات ہے۔

جواب: مستحق ہونا اور بات ہے بالفعل محروم ہونا امر دگر۔ واقعی مکروہ فعل کے مرتکب کا استحقاق محرومی تھی لیکن کریم کے کرم نے اپنے دامن عفو میں چھپالیا۔ یہ ایسے ہے جیسے لکھ دیا جاتا ہے کہ گاڑی کے پل کو چھوڑ کر لائن کو عبور کرنے والا مستوجب سزا ہے یعنی اگر اسے سزا دینا چاہیں تو دے سکتے

Scanned with CamScanner

ہیں اگر چشم پوشی کر کے اسے سزا نہ دی جائے تو یہاں بھی یہی بات ہے (فافہم ولاتکن من الجاہلین)

تہتر فرقوں کی بخشش :- حضرت علاؤالدین عروہ میں لکھتے ہیں کہ جملہ اسلامی فرقے بخشے جائیں گے یعنی وہ تہتر فرقے جن کا ذکر حدیث شریف ستفترق اُمتی علی ثلث و سبعین فرقۃ ہے اور فرمایا اس میں صرف ایک فرقہ نجات پائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے بلاشفاعت بخشا جائے گا۔

عوام کے اوہام :- دنیا میں لوگوں کو دس باتوں کا فخر ہوتا ہے لیکن قیامت میں ان سے خس برابر بھی فائدہ نہ ہوگا۔

۱۔ مال۔ لیکن قیامت میں اگر مفید ہوتا تو قارون جہنم میں نہ جاتا کما قال اللہ تعالیٰ فخسفنا به و بداره الارض۔

۲۔ اولاد۔ اگر اس کا فائدہ ہو تو ابراہیم علیہ السلام سے آذر کو نفع پہنچتا کما قال اللہ تعالیٰ۔ یا ابراہیم اعرض عن ہذا۔

۳۔ حسن و جمال۔ اس سے اگر کچھ فائدہ پہنچتا تو اہل روم کو پہنچتا اس لیے کہ باقی لوگوں کی بہ نسبت انھیں نو گنا زائد حسن و جمال عطا ہوا لیکن قیامت میں کیفیت دگرگوں ہوگی۔ کما قال اللہ تعالیٰ یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ۔

۴۔ سفارش۔ اگر کسی کو سفارش کام دیتی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس کافر سے محبت کرتے اُسے سفارش کے ذریعہ نجات دلاتے لیکن کما قال اللہ تعالیٰ۔ انک لا تهدی من احببت گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ مجرموں کے جرائم کے شفیع ہیں لیکن ان کی ہدایات (تخلیقی) میں میرے شریک نہیں۔

۵۔ حیلہ۔ اگر کارگر ہوتا تو کافر نجات پا جاتے لیکن حیلہ بھی کام نہ دے گا کما قال اللہ تعالیٰ و مکر اولئک یبور۔

۶۔ فصاحت۔ اگر یہ بھی نفع دیتی تو جملہ عرب کو نفع ہوتا لیکن نہیں کما قال اللہ تعالیٰ لا یتکلمون الا من اذن له الرحمٰن۔

۷۔ عزت و مرتبت۔ اگر یہ سودمند ہوتی تو ابوجہل کو بخشش نصیب ہوتی لیکن اسے عذاب ہوگا کما قال اللہ تعالیٰ۔ ذق انک انت العزیز الکریم۔

۸۔ دوستی۔ یہ بھی قیامت میں فائدہ نہ دے گی اس کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔ الاخلاء یومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقین۔

۹۔ نوکر و خدام۔ ان کی کثرت سے کچھ نفع میسر آتا تو بڑے بڑے حاکم و امراء نجات پا جاتے لیکن نہیں کما قال اللہ تعالیٰ۔ اذ تبرأ الذین اتبعوا من الذین اتبعوا۔

۱۰۔ حسب نسب۔ اس سے بھی کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا ورنہ یعقوب علیہ السلام کی جملہ اولاد بخشی جاتی لیکن

Scanned with CamScanner

معاملہ اس کے برعکس ہے کہ اُن کی بعض اولاد جہنم میں جائے گی۔ کما قال اللہ تعالیٰ من تنفعکم ارحامکم ولا اولادکم یوم القیمۃ (لیکن یہ تمام بوجہ کفر کے ہے اور واقعی کفر کو یہ امور مفید نہ ہوں گے اور نہ ہی مومن فاسق کو انبیاء و اولیاء و علماء وغیرہم کی شفاعت کو اس میں داخل نہ کیا جائے)

حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا کہ:

"راکھ اگرچہ قیمتی جوہر ہے یعنی آگ کی آل و اولاد ہے لیکن چونکہ بے ہنر ہے اسی لیے بیکار ہے لیکن شکر اگرچہ نیشکر کی آل و اولاد ہے لیکن چونکہ ہنرمند ہے اسی لیے ہر ایک کی مرغوب و مطلوب ہے ~

چوں کنعان را طبیعت بے ہنر بود
پیمبر زادگی قدرش نیفزود
ہنر بنما اگر داری نہ گوہر
گل از خارست و ابراھیم از آذر

ترجمہ: جیسے کنعان کی طبیعت بے ہنر تھی پیغمبر زادگی نے مرتبہ نہ بڑھایا۔
ہنر دکھا اگر ہے تو نہ دو جوہر۔ دیکھ گل خار سے اور ابراھیم آذر؎ سے ہے۔

سبق: جب یہ تفصیل سامنے آگئی تو سمجھدار پر لازم ہے کہ وہ اسباب غیر نافعہ کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے لیکن رجوع الی اللہ اُس وقت نافع ہے جب کامل ایمان اور تقویٰ و طہارت نصیب ہو۔

تفسیر عالمانہ: و اذا ذکر اللہ۔ اور جب یاد کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو وحدہ درانحالیکہ وہ اکیلا اور منفرد ہے بخلاف مشرکین کے بتوں کے کہ وہ کثیر ہیں اور اذا عامل در اشمأزت ہے بمعنی انقبضت و نفرت۔ قلوب الذین لا یومنون بالاخرۃ یعنی نفرت کرتے ہیں ان لوگوں کے دل جو آخرت کی تصدیق نہیں کرتے ہیں۔ اشمأزت شمز سے ہے یعنی نفس سے اس سے نفرت کرنا جسے وہ نہیں چاہتا۔ اہل عرب کہتے ہیں تشمز وجھہ

؎ یہ صرف تمثیلاً ہے ورنہ تحقیق یہ ہے کہ آزر ابراھیم علیہ السلام کا چچا تھا نہ کہ باپ ۱۲

Scanned with CamScanner

یعنی تقبض۔ الاشمئزاز بمعنی غیظ و غضب ہے اور اس امر سے دل کا ایسا بھر جانا کہ جس سے چہرے کا انقباض ہو
انقباض قلب کے انتہائی درجہ کو اشمئزاز کہتے ہیں اس میں اُن کے حال کی قباحت بیان کرنے میں مبالغہ مطلوب ہے ۔
و اذا ذکر الذین من دونہ اور جب ماسوی اللہ کو یاد کیا جاتا ہے ۔ اس سے اُن کے بت مراد ہیں۔
یعنی تنہا اُن کے بتوں کو یا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ملا کر انھیں یاد کیا جاتا ہے تو اذا ھم یستبشرون
اُس وقت وہ خوش ہو جاتے ہیں اُن کے چہروں سے بشاشت چمکتی ہے ۔ یہ البشر سے ہے بمعنی اظہار السرور
یعنی چونکہ وہ اپنے بتوں پر بدل و جان فریفتہ ہیں اسی لیے ان کا نام سنتے ہی پھولے نہیں سماتے اور حق کو بالکلیہ
بھول جاتے ہیں۔
الاستبشار بمعنی دل خوشی سے ایسا بھر جائے کہ سرور و راحت کی وجہ سے چہرہ پھول جائے یعنی راحت و سرور کا انتہائی درجہ اس میں بھی ان کے
حال کی قباحت کے بیان کرنے میں مبالغہ مراد ہے ۔ یہاں پر اذا کا وہی عامل ہے جو اذا مفاجاتیہ کا ہے ۔
دراصل عبارت ذکر الذین من دونہ فاجاء و اوقت الاستبشار تھی یعنی اُس وقت یہ لوگ
بوجہ فراموشی از یادِ حق و مشغولی بباطل بہت بڑے خوش ہوتے ہیں ۔ بخلاف اہلِ ایمان کہ وہ یادِ خدا سے خوش
اور ذکر ماسوی سے غمگین ہو جاتے ہیں ؎

نامت شنوم دل از فرح زندہ شود
قال من از اقبال تو فرخندہ شود
از غیر تو ہر جا سخن آید بمیاں
خاطر بہزاراں غم پراگندہ شود

ترجمہ: تیرا نام سنتے ہی دل خوشی سے زندہ ہوتا ہے ۔ میری بات تیرے اقبال سے مبارک ہوتی ہے ۔
تیرے غیر کی جو بات درمیان میں آتی ہے دل ہزاروں غموں سے پریشان ہو جاتا ہے ۔

حکایت: حضرت رابعہ بصریہ عدویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے سامنے لوگ دنیا اور اُس کی مذمت کرنے لگے
تو آپ نے انھیں کہا یہی تمھاری اس کے ساتھ محبت کی علامت ہے اس لیے کہ جو بھی کسی سے
محبت کرتا ہے اُسے بہت زیادہ یاد کرتا ہے ۔

مشرکین کی مثال: مشرکین بچوں کی مانند ہیں کہ جیسے بچے مٹی کے گھوڑے اور لکڑی کے سانپ اور لہو و لعب کی چیزوں سے
خوش ہوتے ہیں اور اسی سے بہلاتے ہیں ایسے ہی بت پرستوں کا حال ہے ۔ دراصل بات یوں ہے
کہ وہ صرف ظاہری نمائش کے عاشق اور ظاہری شکلوں اور صورتوں کے دلدادہ تھے اور قاعدہ ہے کہ جو دل
معرفتِ الٰہی سے خالی ہو وہ ذکرِ حق سے مانوس نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی اُسے ذکرِ الٰہی سے تسکین نصیب
ہوتی ہے اور نہ ہی اس کا ذکر سن کر خوش ہوتا ہے اس لیے اس قلب میں اللہ تعالیٰ کا مسکن نہیں ۔

Scanned with CamScanner

اللہ کا جلیس: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں اللہ تعالیٰ نے وحی بھیج کر فرمایا اے موسیٰ (علیہ السلام) کیا تم چاہتے ہو کہ میں تیرے گھر میں تیرے ساتھ رہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے سن کر شکرانے کا سجدہ کیا اور عرض کی یاالٰہی تو کیسے کسی کے گھر میں سکونت اختیار فرمائے گا جب کہ تو زمان و مکان سے پاک اور منزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں اس کا ہم نشیں ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے اور میں بندے کو وہاں ملتا ہوں جہاں وہ مجھے تلاش کرتا ہے۔ (کذا فی المقاصد الحسنہ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کا جلیس ہے جو اسے یاد کرتا ہے اور جو اسے یاد نہیں کرتا تو اس کا شیطان جلیس ہے۔

حضرت شیخ نے فرمایا ؎

اگر مردہ مسکیں زُباں داشتہ
بفریاد و زاری فغاں داشتہ
کہ اے زندہ چوں ہست امکان گفت
لب از ذکر چوں مردہ بر ہم نہفت
چوں مارا بغفلت بشد روزگار
تو بارے دمے چند فرصت شمار

ترجمہ: اگر مردہ مسکین زبان رکھتا۔ فریاد و زاری سے شور کرتا۔

۲: کہ اے زندہ تجھے بولنے کی طاقت ہے۔ لب ذکر کے سوا مردے کی طرح بند نہ رکھ۔

۳: ہمارا تو غفلت سے وقت گزر گیا تو اپنے ان لمحات کو غنیمت سمجھ۔

حدیث: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب گرمی کا دن سخت ہو تو انسان کو چاہیئے کہ کہے لا الٰہ الا اللہ ما اشد حر ھذا الیوم۔ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں آج کیسا سخت دن ہے۔ اس کے بعد دعا مانگے:

اللھم اجرنی من حر جھنم
اے اللہ مجھے جہنم کی گرمی سے پناہ دے

اللہ تعالیٰ جہنم سے فرماتا ہے کہ میرا ایک بندہ تیری گرمی سے پناہ مانگ رہا ہے تو گواہ ہو جا کہ میں نے اسے تیری گرمی سے پناہ دے دی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اگر سخت سردی میں کہے لا الٰہ الا اللہ ما اشد برد ھذا الیوم۔ آج کیسی

Scanned with CamScanner

سخت سردی ہے۔ پھر یہ دعا مانگے:

اللّٰھم اجرنی من زمھریر جھنم

اے اللہ مجھے جہنم کی سخت سردی سے پناہ دے

اس پر اللہ تعالیٰ جہنم کو فرماتا ہے کہ میرا ایک بندہ تیری سخت سردی سے پناہ مانگ رہا ہے میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے پناہ دے دی۔

اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ زمہریر کیا ہے آپ نے فرمایا زمہریر جہنم کا ایک مقام ہے جہاں کافر کو ڈالا جائے گا تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

در حدیث آمد کہ مومن در دعا
چوں امان خواھد ز دوزخ از خدا
دوزخ از وے ہم امان خواھد بجان
کہ خدایا دور دارم از فلاں

ترجمہ: حدیث میں ہے کہ مومن جب دعا میں اللہ تعالیٰ کی دوزخ سے پناہ مانگتا ہے۔

۲: تو دوزخ بھی اس سے بدل و جان پناہ مانگتی ہے کہ اے اللہ مجھے فلاں سے دور رکھ۔

سبق: عاقل پر لازم ہے کہ وہ ذکر الٰہی سے زبان بند نہ رکھے بلکہ ذکر حق سن کر خوشی کا اظہار کرے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائے گا۔

تفسیر عالمانہ: (قل اللھم) اللھم کا میم حرف ندا سے بدل کر آیا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے محبوب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایئے یا اللہ" **فاطر السموات والارض**۔ اس کی نصب بوجہ ندا کے ہے یعنی اے آسمانوں اور زمینوں کے عجیب اسلوب سے پیدا کرنے والے۔ **عالم الغیب والشھادۃ**۔ اے اس غیب کے جاننے والے جو بندوں سے غائب ہے اور اے اے جاننے والے جو تیرے بندے کے سامنے ہے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سمجھایا کہ جب معاملات میں متحیر اور اُمور میں پریشانی لاحق ہو اور جب دیکھو کہ دشمن کا مقابلہ و معارضہ زوروں پر ہے اور اس سے جان کی رہائی مشکل ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اس لیے کہ وہی جملہ اشیاء پر قادر اور جملہ عالم کے ذرہ ذرہ کا عالم ہے۔ **انت** صرف تو ہی۔ **تحکم بین عبادك** اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرماتا ہے اسی لیے میرا اور میری اُمت کا فیصلہ بھی تو ہی فرمائے گا۔ **فیما کانوا فیه یختلفون**۔ ان اُمور دینیہ میں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں

Scanned with CamScanner

یعنی تو ایسا فیصلہ فرمائے گا جسے ہر مخالف مانے گا جس کے سامنے سرکش سر تسلیم خم کرے گا۔ اس سے دنیا یا آخرت کا عذاب مراد ہے لیکن زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس سے آخرت کا عذاب مراد لیا جائے جیسا کہ آیت کے مابعد سے معلوم ہوتا ہے۔

خلاصہ تفسیر: آیت میں اہلِ توحید اور مشرکین کے اختلاف کی طرف اشارہ ہے کہ اہل ایمان کے کاروبار حکم شرعی کے مطابق ہوتے اور مشرکین کے کاروبار شہوات اور خواہشات نفسانیہ سے ان کے درمیان اللہ کا فیصلہ فرمائے گا۔

دنیا کا فیصلہ یوں ہوا کہ اہل ایمان کو عفو اور فضل و کرم سے نوازا اور توبہ کی توفیق بخشی اور اپنی طرف رجوع کرنے کا موقع عطا فرمایا اور اُن کی آپس میں صلح و صفائی رہی اور آخرت میں اُن کے ساتھ عدل و انصاف ہوگا اور اُن کے لیے انتقام لیا جائے گا۔

حکایت: حضرت ربیع بن خثیم ابدال محدث رحمۃ اللہ علیہ زندگی بھر چپ شاہ بنے رہے۔ شدید ضرورت پر بولتے جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو اتنا کہا قل اللھم الی ان قال یختلفون۔ بعض روایت میں ہے کہ کہا بدبختوں نے ایسی شخصیت کو شہید کر دیا جسے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی گود میں بٹھاتے اور اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈالتے تھے۔

حضور علیہ السلام کی عادت کریمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب رات (تہجد) کو نماز پڑھتے تو یہ دعا پڑھتے:

اللھم رب جبریل و میکائیل و اسرافیل فاطر السموات والارض عالم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادک فیما کانوا فیہ یختلفون اھدنی لما اختلف فیہ من الحق باذنک انک تھدی من تشاء الی صراط المستقیم۔

"اے اللہ! جبریل و میکائیل و اسرافیل کے رب تو آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے غیب و شہادت کا عالم بندوں کے اختلاف کا قیامت میں فیصلہ فرمائے گا۔ ہمیں ان کے اختلاف اپنے امر سے حق کی ہدایت دے صراط مستقیم کی جس کی تو ہدایت چاہتا ہے دیتا ہے"۔

مسئلہ: آیت میں اشارہ ہے کہ حاکم حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کا فیصلہ اور حکم عدل و انصاف پر ہوتا ہے اور وہ حکمت سے بھی خالی نہیں ہوتا بخلاف غیروں کے فیصلوں کے کہ اس میں ضروری نہیں کہ عدل و انصاف ہو یا مبنی بر حکمت ہو۔

حدیث: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے بھی دنیا میں کوئی فیصلہ کیا تو وہ قیامت میں

Scanned with CamScanner

جب حاضر ہوگا تو اس کے دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ زنجیر سے بندھے ہوئے ہوں گے۔ اگر عدل و انصاف کا فیصلہ کیا ہوگا تو ہاتھ گردن سے چھوٹ جائے گا ورنہ بدستور بندھے رہیں گے۔

حکایت: روضۃ الاخیار میں ہے کہ مروان کے زمانہ میں مروان بن محمد عمر بن ہبیرہ عراق و خراسان کا حاکم تھا اس نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین بار قاضیٔ وقت کے عہدہ کی پیشکش کی لیکن امام صاحب نے انکار کر دیا اس نے قسم کھائی کہ وہ امام صاحب کو سخت سزا میں مبتلا کرے گا چنانچہ امام صاحب کو گرفتار کرا کر آپ کو اتنا مارا کہ آپ کا چہرہ اور سر مبارک سوج گیا۔ آپ نے فرمایا دنیا کے کوڑے سہنا آسان ہے لیکن آخرت کی سزا مجھ سے برداشت نہ ہوگی۔

کسی نے کیا خوب فرمایا ؎

بوحنیفہ قضا نہ کرد و بمرد

تو بمیری اگر قضا نہ کنی

ترجمہ: ابوحنیفہ نے قضا قبول نہ کی اور وفات پا گئے تو بھی مرے گا اگر قضا قبول نہ کرے گا۔

تفسیر عالمانہ: ولو ان للذین ظلموا ما فی الارض جمیعا۔ جمیعا ما سے حال ہے یعنی اگر ظالموں کو دنیا کے جملہ خزائن ذخائر اور اموال میسر آجائیں (ومثلہ) معہ اور اس کے مثل اس کے ساتھ اور ہوں۔ لافتدوا بہ من سوء العذاب یوم القیمۃ۔ قیامت میں اسے فدیہ کے طور پر ادا کر کے بُرے عذاب سے بچنے کی تدبیر بنائیں تو بھی قبول نہ ہوگی۔ افتدی بہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص اپنی جان کی رہائی کے لیے مال خرچ کرے اس لیے کہ فداء کا اطلاق انسان کا مشکلات و مصائب سے حفاظت کے لیے مال خرچ کرنے پر ہوتا ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ کافر قیامت میں اگر اپنی جان کی رہائی کے لیے مال خرچ کریں تو قیامت میں مال نہ ہوگا اگر ہو بھی تو قبول نہ ہوگا۔ اس میں وعید شدید اور ان کو نجات سے ناامیدی کا اظہار ہے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس جملہ میں اشارہ ہے کہ دفع عذاب کے لیے قیامت میں کافروں سے کوئی شے قبول نہ ہوگی لیکن آج اگر ایمان قبول کر کے ایک ذرہ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیں یا ایک لقمہ صدقہ میں دیں یا ایک کلمہ توبہ و استغفار زبان سے نکالیں تو قبول ہوگا۔ قیامت میں اگر خون کے آنسو بہائیں اور لاکھ بار توبہ و استغفار کریں تب بھی نجات نہیں ہوگی۔ اگر آج کوئی مومن خوفِ خدا میں ایک آنسو بہائے تو اس کے ان گنت گناہ معاف ہو جائیں۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

Scanned with CamScanner

آخر ہر گریہ آخر خندہ ایست
مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست
اشک کاں از بہر او بارند خلق
گوہر است واشک پندارند خلق

ترجمہ: ہر گریہ کی انتہا خندہ ہے وہ انسان جو انجام کو دیکھتا ہے وہی برکت والا ہے۔

۲۔ وہ آنسو جو اللہ تعالیٰ کے لیے بہتے ہیں۔ وہ موتی ہیں جنہیں لوگ آنسو سمجھتے ہیں۔

سبق: حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام کے آنسوؤں کو دیکھئے کہ دنیا میں ہی جوہر نے پھر ان کا آخرت میں کیا کہنا۔

تفسیر عالمانہ: وبدا لھم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون۔

حل لغات: بدا الشئ بدوا و بداء بمعنی ظہر ظہورا بینا۔ والاحتساب الاعتداد بالشئ من جہۃ دخولہ فیما یجب۔ یعنی قیامت میں انھیں ایسے گوناگوں عذاب ہوگا جو ان کے وہم و گمان میں نہ ہوگا یعنی ان کا گمان اتنا تو تھا کہ عذاب ہوگا لیکن ان کے بت ان کی سفارش کریں گے مگر بتوں کی سفارش تو کیا ہونی تھی البتہ جب سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے تو اس وقت انھیں پتہ چلے گا کہ ان کا گمان غلط تھا و بدا لھم سیات ما کسبوا۔ اور ظاہر ہو جائیں گے ان کے سامنے برے اعمال یا وہ صحیفے جن میں ان کے اعمال لکھے ہوں گے قیامت میں ان کے سامنے کیے جائیں گے۔ وحاق بھم ما کانوا بہ یستہزءون اور نازل ہو کر انھیں محیط ہو جائے گا ان کے استہزاء کا وبال اور ان کے مکر و فریب کا عذاب۔ وہ اس لیے کہ کفار دنیا میں کتاب اللہ اور اہل اسلام اور بعث و عذاب سے تمسخر مخول کرتے تھے۔

فائدہ: یہ آیت و بدا لھم سیات ما کسبوا الخ ایسی وعید ہے جس کی کوئی نظیر نہیں۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا قول:

فلا تعلم نفس ما اخفی من قرۃ اعین

ترجمہ: تو کوئی نفس نہیں جانتا کہ اس کے لیے کیا چھپا ہوا ہے اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک سے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس آیت میں اصحاب انتباہ کے لیے حسرت ہے۔

حدیث: مروی ہے کہ بعض فساق مسلمان جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے۔ جب ان کے مالک (دوزخ کے داروغے) سے ملاقات ہوگی تو وہ فرمائیں گے کیا وجہ ہے تمہارے سے پہلے جو جہنمی آئے تھے ان کے چہرے سیاہ

Scanned with CamScanner

اور آنکھیں نیلی تھیں اور تم ایسے نہیں یہ فساق جواب دیں گے ہمیں تو نیاں تک نہ تھا کہ ہم بھی جہنم میں جائیں گے ہم تو اور گمان میں تھے ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا و بدالھم من اللہ الخ

فائدہ: حضرت ابو اللیث نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں کے متعلق ہے جو نیک اعمال کے بعد ثواب کی اُمید رکھتے تھے لیکن مرنے کے بعد انھیں وہ اعمال فائدہ نہ دیں گے اس لیے کہ وہ نیک اعمال کے ساتھ شرک بھی کرتے تھے۔ اُس وقت انھیں اعمال کی جزا کے بجائے عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا۔

حدیث: کشف الاسرار میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر مروی ہے کہ اس سے ان کے وہ اعمال مراد ہیں جنہیں وہ لوگ نیکیاں سمجھتے تھے حالانکہ وہ نیکیاں نہیں بلکہ برائیاں ہوں گی۔

فائدہ: بعض حضرات نے فرمایا کہ آیت کے ظاہر پر معلوم ہوتا ہے کہ اس سے اہل ریا و شہرت مراد ہیں کیونکہ یہ لوگ مخلصین کے سامنے شرمساری اُٹھائیں گے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہی آیت پڑھی اور تین بار فرمایا کہ اہل ریاء کے لیے خرابی اور ہلاکت ہے۔

نگہداشت مرائی کہ عمل ہائے نکوست
مغزیکہ بود خلاصہ کار از دوست
چوں پردہ ز روئے کار برداشتہ گشت
بر خلق عیاں شد کہ نبود الا پوست

ترجمہ: ریا کار نے سمجھا کہ یہ نیکی ہے یہ مغز ہے اور خلاصہ ہے اور دوست کے لائق ہے۔

۲: جب پردہ منہ سے اُٹھے گا پھر مخلوق کو معلوم ہوگا کہ یہ تو پوست تھا۔

حکایت: حضرت محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ نزع روح کے وقت رو رہے تھے۔ آپ سے وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ ممکن ہے کہ میرے اعمال نامہ میں وہ عمل نکل آئے جسے میں نے حساب میں نہ رکھا ہو۔ پھر میرے سے باز پرس ہو تو میں اس کا کیا جواب دوں گا۔

ملفوظ سہل رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بعض لوگ ایسے ہیں جنہیں صرف اپنے اعمال پر سہارا ہوگا لیکن جب قیامت میں حاضر ہوں گے تو ان کے وہ اعمال بیکار ردی کی ٹوکری میں ڈال دیئے جائیں گے۔ اس پر انہیں سخت پریشانی ہوگی۔ مبارکباد ہو اس شخص کو جو اعمال صالحہ کے باوجود صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر اُمید رکھتا ہے ورنہ جسے صرف اپنے اعمال صالحہ پر اعتماد ہوگا وہ تباہ و برباد ہوگا۔

Scanned with CamScanner

فائدہ: عرائس البقلی میں ہے کہ یہ آیت اللہ نے ان مبتدیوں کی خبر دی ہے جنہیں اپنے اعمال صالحہ سے دھوکہ ہوا اور وہ اس خیال میں تھے کہ ہم نے معرفت و حقیقت کا انتہائی مقام طے کر لیا۔ اس کے بعد کوئی مقام معرفت نہ ہوگا لیکن جب اُن کی نگاہ اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوبوں اور عارفوں اور عاشقوں کے درجات پر پڑے گی تو دنگ اور حیران ہوں گے اور کہیں گے کہ ایسے درجات معرفت و حقائقِ توحید و لطائفِ مکاشفات و غرائبِ مشاہدات انھیں کیسے ملے پھر وہ اس حسرت سے مر جائیں گے۔

سبق: یہ ملفوظات پڑھیے ان سے بڑھ کر اور گفتگو تمھیں نصیب نہ ہوگی بلکہ جد و جہد کر کے ان ملفوظات کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالیے اور مخلصانہ عبادت کر کے وہ اَجر و ثواب حاصل کیجئے جو تمھارے وہم و گمان میں بھی نہ ہو بلکہ ایسا اخلاص اور کلی فنا سے باریابی ہو جس کا عوض اور بدلہ خود ذاتِ حق نصیب ہو۔

تفسیر عالمانہ: فاذا مس الانسان ضر دعانا۔ جب کسی انسان کو دکھ پہنچتا ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے۔ یہاں پر انسان کی جنس مراد ہے اس لیے اکثر انسانوں کی یہی عادت ہے جو آیت میں مذکور ہے اور مابعد کو ماقبل پر مرتب کرنے کے لیے ہے یعنی مشرکین جو کہ ذکر الٰہی سے ان کے دل گھبراتے اور بتوں کے ذکر سے خوش ہوتے ہیں۔ انہیں جب کوئی بھی تکلیف مثلاً بیماری وغیرہ پہنچتی ہے تو اس دکھ درد کو دفع کرنے کے لیے اسی ذات کو پکارتے ہیں جس کے ذکر سے ان کے دل گھبراتے تھے یہ ان کی ٹیڑھی چال اور معاملہ کو برعکس کرنے کی دلیل ہے اس لیے کہ کفر کو اللہ تعالیٰ سے التجا کرنے کا وسیلہ بنا رہے ہیں اور ایمان کے بجائے کفر کو اپناتے ہیں کیونکہ ایسے مقام پر کفر کے بجائے ایمان کو وسیلہ بنانا چاہیے تھا۔

ثم اذا خولناہ نعمۃ منا۔ پھر جب ہم اسے دنیا و دولت سے نوازتے ہیں۔ تخویل مخصوص ہے اس سے جو کسی لحاظ سے خصوصیت و فضیلت رکھتا ہو اور اس کا اس پر اطلاق ہوگا جسے کسی کام کی جزاء عطا ہوئی ہو۔ قال انما اُوتیتہ علی علم تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھے میرے علم و ہنر کی وجہ سے ملا ہے یا چونکہ میں علم و ہنر والا اور اس کا مجھے حق حاصل تھا سو مجھے ملا۔

فائدہ: اگر ما کو موصولہ مانا جائے تو ہ ضمیر اسی کی طرف راجع ہوتی ہے۔ اب عبارت یوں ہوگی ان الذی اوتیتہ۔ اگر ما کافہ ہو تو ضمیر نعمت کی طرف راجع ہوگی۔

سوال: اس معنیٰ پر ہ ضمیر مذکر اور نعمت مؤنث کو آپس میں مطابقت کیسے ہوگی۔

جواب: نعمت سے شیء من النعمۃ مراد ہے یعنی نعمت کی کوئی جنس اور ایسی تاویلیں عرب میں عام ہیں۔

Scanned with CamScanner

مناسبت: کافر کے مذکور قول کے رد میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا بل ھی فتنۃ جس طرح وہ کہہ رہا ہے وہ غلط ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ نعمت انسان کے لیے ایک امتحان اور آزمائش ہے کہ کیا حصول نعمت کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے یا ناشکری۔ فتنت الذھب سے ہے یہ اُس وقت بولتے ہیں جب سونے کو آگ میں اس ارادے سے ڈالا جائے تاکہ ظاہر ہو کہ کھرا ہے یا کھوٹا۔

فائدہ: ھی کی ضمیر فتنۃ مونث کی وجہ سے ہے ولکن اکثرھم لیکن اکثر لوگ لا یعلمون نہیں جانتے کہ یہ دنیا و دولت اس کے لیے آزمائش اور استدراج ہے یا کیونکر قد قالھا۔ بیشک یہی کلمہ یعنی انما اوتیتہ علی علم کہا تھا۔ الذین من قبلھم۔ وہ لوگ جو ان سے پہلے گزرے ہیں جیسے قارون اور اس کی بہادری مثلاً اُس نے کہا تھا انما اوتیتہ علی علم عندی۔

سوال: یہ مقولہ صرف قارون کا تھا تم نے اس کی برادری میں اس کو کیسے ملا دیا۔

جواب: چونکہ اس کی برادری اس کے اس مقولے سے راضی اور خوش تھی اور قاعدہ ہے جو کسی دوسرے کے کسی امر سے راضی اور خوش ہو تو وہ بھی اسی کے حکم میں ہوتا ہے۔ (اسی لیے فقہاء کرام نے کہا۔ الرضی الکفر کفر)۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ "انما اوتیتہ علی علم" کی تخصیص صرف قارون کے ساتھ نہیں ممکن ہے اس سے پہلے بہت سے لوگوں نے کہا ہو یعنی ان لوگوں نے جنہیں دنیا و دولت نے دھوکہ اور فریب دیا ہو۔ فما اغنی عنھم کانوا یکسبون تو انھیں ان کی کمائی نے نہ بچایا یعنی نہ انھیں دنیا و دولت کام آئی اور نہ ہی دیگر ساز و سامان۔ یعنی عذاب الٰہی سے انہیں نہ دولت نے بچایا اور نہ ہی کسی اور ساز و سامان نے اغنی عنہ۔ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی شے کسی کو کفایت کرے۔ (کذا فی المفردات)

فاصابھم تو انہیں پہنچیں سیات ما کسبوا ان کے بُرے اعمال کی سزائیں۔

فائدہ: ان کی سزاؤں کو سیآت کے نام سے موسوم اس لیے کیا گیا ہے تاکہ سیآت کا مقابلہ سیآت سے ہو کما قال تعالیٰ جزاؤ سیئۃ سیئۃ مثلھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے جملہ اعمال از قبیل سیآت تھے۔ خلاصہ یہ کہ ان کا خیال تھا کہ انھیں دنیا و دولت ملی ہے تو علم و ہنر کی وجہ سے گویا وہ دنیا و دولت کی وفرت کو اپنی بزرگی اور کرامت تصور کرتے تھے۔ حالانکہ ان کا یہ خیال سراسر غلط تھا اس لیے کہ اگر یہ دولت ان کے لیے منجانب اللہ کرامت و بزرگی کی وجہ سے تھی تو پھر وہ عذاب میں مبتلا نہ ہوتے حالانکہ جب انہیں عذاب نے گھیرا تو پھر انہیں نہ دولت نے بچایا اور نہ کسی اور شے نے۔ ان کافروں کا غلط تصور ان یہودیوں جیسا تھا جو کہا کرتے تھے نحن ابناء اللہ واحباءہ ان کے رد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے

Scanned with CamScanner

حبیب علیہ السلام سے فرمایا کہ ان یہودیوں کو فرمایئے کہ فلم یعذبکم بذنوبکم یعنی جسے اللہ تعالیٰ عزت و کرامت بخشتا ہے پھر اسے عذاب میں مبتلا نہیں فرماتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کا عذاب خائن اور ذلیل و خوار انسان کو پہنچتا ہے جیسے ان لوگوں کو پہنچا۔

کفار مکہ کو وعید سناتے ہوئے فرمایا والذین ظلموا من ھٰؤلاء اور وہ لوگ جو ظالم

ربط: ان اہل مکہ سے ہیں یعنی اے محبوب! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے معاصرین مشرکین نے حد سے تجاوز کیا سیصیبھم سیاٰت ما کسبوا ان کے کردار یعنی کفر و معاصی کی وجہ سے ان پر وہی مصائب آئیں گے جو ان سے پہلے گزشتہ کفار پر آئے من بیانیہ یا تبعیضیہ ہے اور سین تاکید یہ ہے چنانچہ انہیں مصائب نے گھیر لیا تھا جیسے گزشتہ کفار مصائب میں مبتلا ہوئے۔ چنانچہ سات سال قحط میں مبتلا رہے اور ان کے بڑے لیڈر مختلف غزوات میں مارے گئے۔ وما ھم بمعجزین اور اپنے اعمال و اخلاق کی وجہ سے اپنی جان چھڑانے میں اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ کاشفی نے لکھا ہے کہ عذاب پہنچانے اور ان کی گرفت کرنے میں وہ ہمیں عاجز کرنے والے نہیں انہیں عذاب ضرور گھیرلے گا وہ اس سے کہیں نہیں بھاگ سکتے۔ اولم یعلموا کیا انہوں نے کہا اور انہیں معلوم نہیں یا کیا وہ غافل ہیں اور انہیں علم نہیں۔

ان اللہ یبسط الرزق لمن یشاء۔ بیشک اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے رزق بڑھاتا ہے۔ بسط الشئ بمعنی توسیعہ و نشرہ ہے۔ یعنی کسی کا رزق بڑھنا اس کی رفعت قدر سے نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے۔ و یقدر اور تنگ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور اس کی تنگی رزق پر کسی شے کو دخل نہیں ہوتا کہ وہ دخل دے کر کسی کا رزق بڑھا دے اور کسی کا گھٹا دے۔

فائدہ: کاشفی نے لکھا کہ جس کے لیے رزق تنگ کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کی اپنی مشیت ہوتی ہے نہ کسی کو اس سے خوار کرنا مطلوب ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی اور وجہ بلکہ اس کی اپنی حکمت کا تقاضا یونہی ہوتا ہے۔

قحط عرب کا نمونہ: مروی ہے کہ کفار مکہ پر قحط پڑا تو انہوں نے مردار اور چمڑے اور ہڈیاں اور گوبر کھائی۔

فائدہ: العلھز بمعنی گوبر اور خون ملا کر گرم آگ پر پکانا۔ اس وقت بھوک کی یہ کیفیت تھی کہ آسمان پر انہیں صرف دھواں نظر آتا تھا۔ اس کے باوجود کفر و عناد سے باز نہ آئے۔ ان فی ذالک بیشک اس میں جو بسط و قبض مذکور ہوئے۔ لاٰیات۔ البتہ ایسی نشانیاں ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ تمام حوادث منجانب اللہ ہیں لقوم یومنون اہل ایمان کے لیے اس لیے وہی ان سے ان کے مدلولات پر استدلال کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

تفسیر صوفیانہ : آیات سے مندرجہ فوائد حاصل ہوئے :

(۱) عام انسان کی عادت ہے کہ شدت وضرر اور بلا میں اللہ تعالیٰ کے ہاں عجز و نیاز اور تضرع و زاری کرتا ہے لیکن اضطرار میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا کیا فائدہ جبکہ اس کے بعد پھر وہی کفر و شرک کیونکہ حق تو یہ تھا کہ جب اسے اللہ تعالیٰ نے شدت وضرر اور دکھ اور درد سے نجات بخشی تو اس کا شکر کرتا لیکن اس کے برعکس اس نے کفرانِ نعمت کر کے کہا پھرے کہ یہ دولت و نعمت میرے علم و ہنر کا نتیجہ ہے ہاں وہ یادِ الٰہی اور شکر خداوندی مفید ہے اور رجوع الی اللہ کام کا ہے جو نعمت اور دولت اور جاہ و مرتبت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرے ۔

حدیث شریف : حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم خدا تعالیٰ کو عیش و عشرت میں یاد کرو وہ تمہیں دکھ اور مصیبت کے وقت یاد کرے گا ۔

(۲) بعض زبانی لسانی دعویٰ کرنے والے کہتے ہیں ہم اہل اللہ ہیں جب انہیں مصائب و تکالیف گھیر لیتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ انہیں آرام ملے اور دکھ درد سے نجات پائیں حالانکہ انھیں اس وقت یہ دیکھنا تھا کہ اس مصیبت اور تکلیف میں مبتلا کرنے والا کون ہے ۔ اہل معرفت ایسے لوگوں کو مشرک کہتے ہیں ۔ پھر جب ایسے لوگوں کو نعمت اور دولت حاصل ہوتی ہے تو وہ ذاتِ حق سے محجوب ہو جاتے ہیں گویا یہ لوگ ہر دو نوں طرف سے محجوب ہوتے ہیں یعنی مصائب کے وقت مبتلا کرنے والے سے اور نعمت کے وقت نعمت عطا کرنے والے سے ۔

ملفوظ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ : سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو مصیبت کو دکھ سمجھتا ہے وہ عارف نہیں اس لیے کہ عارف وہ ہے جو دکھ اور درد کو بھی رحمت سمجھے کیونکہ درحقیقت دکھ اور درد انسان کے قلب کے زنگ کو اتارتے ہیں اور نعمت سے یہ توجہ الی اللہ نصیب ہوتی ہے جو اپنے لیے نعمت کا حصول اس خیال سے سمجھتا ہے کہ وہ اس کا مستحق تھا تو وہ درحقیقت نعمت کا منکر ہے ۔

(۳) اکثر لوگ فتنۂ نعمت کو نہیں جانتے اس کا انجام بہت برا ہے کیونکہ دولت اکثر و بیشتر قسوۃ قلبی کا سبب بنتی ہے بلکہ اکثر پر دنیا کے نشے سے غفلت چھا جاتی ہے اور آخرت اور اپنے مالک و مولیٰ کو بھلا بیٹھتے ہیں ۔

(۴) دنیا و دولت کی سعادت و شقاوت کا دار و مدار اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے اس میں بندے کی مشیت و ارادہ کو کوئی دخل نہیں ۔

سبق : انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے عزم و ارادہ کو یکسر بھلا دے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے حکم و قضاء کے سامنے سر جھکا دے ۔ ٥

Scanned with CamScanner

کلید قدر نیست در دست کس
کسی شاعر نے کہا ہے توانائے مطلق خدا ایست
ہر چہ باید بہر کہ می شاید
تو دہی آں چنانکہ می باید
دشناسی صلاح کار ہمہ
کہ توئے آفرید کار ہمہ

ترجمہ: قضاء و قدر کسی کے ہاتھ میں نہیں قادر مطلق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔
۲: جو چاہیے جس کے لیے تو ہی دیتا ہے جو جس کے لائق ہے۔
۳: تو ہر ایک کی بہتری جانتا ہے تو نے ہی سب کام پیدا کیے۔

(۵) دانا کا تنگ دست اور بیوقوف کا دولت مند ہونا اللہ تعالیٰ کے رازق ہونے اور اُس کی تقدیر کی دلیل ہے۔

یہ آیت اس خیال کی تردید کرتی ہے کہ دولت انا کی ہے اور فقر و فاقہ کم عقلی سے ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو فرمایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں احمق کو رزق کی فراوانی اور دانا کو تنگی کیوں دیتا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ یا اللہ تو ہی خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تا کہ سمجھدار کو یقین ہو کہ رزق حیلہ اور مکر و فریب سے نہیں حاصل ہوتا بلکہ یہ معاملہ میرے ہاتھ میں ہے۔

سبق: جملہ امور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتے ہیں اس سے ابن الراوندی کے مندرجہ ذیل اشعار کا رد ہو گیا۔

کم عاقل عاقل اعیت مذاہبہ
و جاہل جاہل تلقاہ مرزوقا
ھذا الذی ترک الاوھام حائرۃ
و صیر العالم النحریر زندیقا

ترجمہ: بہت سے عاقل ہیں جنہیں کاروبار نے تنگ کر دیا اور بہت سے جاہلوں کو بڑے مالدار پاؤ گے۔
۲: یہ وہ ہے جس میں اوہام حیران ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اسی سے بہت بڑے علماء چکر میں آ کر زندیق

(باقی ص۴۸ پر)

Scanned with CamScanner

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ وَ اَنِيْبُوْٓا
اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ○
وَ اتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ
بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ
جَنْۢبِ اللّٰهِ وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ○ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ
لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ○ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً
فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَ اسْتَكْبَرْتَ
وَ كُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ○ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ
وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ○ وَ يُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ
اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ اَللّٰهُ خَالِقُ
كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ○ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ
وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○

ترجمہ: تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ
سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اپنے رب کی طرف رجوع لاؤ اور اس
کے حضور گردن رکھو قبل اس کے کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ ہو اور اس کی پیروی کرو جو اچھی سے اچھی
تمہارے رب سے تمہاری طرف اُتاری گئی قبل اس کے کہ عذاب تم پر اچانک آجائے اور تمہیں خبر نہ ہو کہ
کہیں کوئی جان یہ نہ کہے کہ ہائے افسوس ان تقصیروں پر جو میں نے اللہ کے بارے میں کیں اور بیشک میں ہنسی بنایا
کرتا تھا یا کہے اگر اللہ مجھے راہ دکھاتا تو میں ڈر والوں میں ہوتا یا کہے جب عذاب دیکھے کسی طرح مجھے واپسی ہو کہ میں نیکیاں
کروں۔ ہاں کیوں نہیں بیشک تیرے پاس میری آیتیں آئیں تو تو نے انہیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو کافر تھا اور قیامت کے دن تم دیکھو
گے انہیں جنہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا کہ ان کے منہ کالے ہیں کیا مغرور کا ٹھکانا جہنم میں نہیں اور
اللہ بچائے گا پرہیزگاروں کو ان کی نجات کی جگہ نہ انہیں عذاب چھوئے اور نہ انہیں غم ہو۔ اللہ ہر چیز
کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز کا مختار ہے اسی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اور

Scanned with CamScanner

جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی نقصان میں ہیں۔

بقیہ صفحہ

دبے دین، ابن بیٹھے۔

یعنی بہت سے علماء اس عقیدہ سے کافر ہو جاتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ موجود ہوتا تو یوں ہوتا یوں نہ ہوتا۔ وغیرہ وغیرہ۔

کسی نے کیا خوب فرمایا:

کم من ادیب فہم عقلہ
مستکمل العقل مقل عدیم
و من جہول تکثر مالہ
ذالک تقدیر العزیز العلیم

ترجمہ: بہت سے کم ادیبوں کے عقل نے سمجھا اگرچہ وہ کامل العقل ہیں لیکن سامان و اسباب نہیں رکھتے۔

۲ وبہت سے جاہل ہیں جن کے مال و اسباب بہت زیادہ ہیں یہ اللہ تعالیٰ عزیز و علیم کی تقدیر ہے۔

یعنی جس کی تقدیر پر نگاہ ہے تو اسے یقین ہے کہ جملہ عالم کے جملہ اُمور اللہ تعالیٰ کی حکمت کے موافق چل رہے ہیں جیسے اُس کی مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے ایسے ہی ہوتا ہے۔

سبق: اس میں صانع حکیم کے وجود کا اثبات ہوتا ہے اس سے اس کے وجود کی نفی نہیں ہوتی۔

تفسیر عالمانہ: قل یعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم۔

حل لغات: امام راغب نے لکھا ہے کہ جس کام میں انسان تجاوز عن الحد کرنے اسے اسراف کہا جاتا ہے اگرچہ اس کا عام استعمال انفاق پر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی نظیر یہی آیت بیان فرمائی اس معنی پر اسراف اموال وغیرہ کو شامل ہوگا اور اسراف کو لفظ علیٰ سے اس لیے متعدی کیا گیا ہے کہ یہ جنایت کے معنی کو متضمن ہے اب معنیٰ یہ ہوگا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میرے ان بندوں کو فرمایئے جنہوں نے تجاوز عن الحد کر کے جنایت کا ارتکاب کیا یعنی معاصی و کبائر و فواحش کے مرتکب ہوئے۔

قاعدہ: قاضی بیضاوی اور دیگر وہ مفسرین جنہوں نے موصوف کا اتباع کیا فرماتے ہیں کہ جہاں عباد کی اضافت الی اللہ ہو وہاں مومن بندے مراد ہوں گے۔

تحقیق از صاحب رُوح البیان: صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ نے فرمایا یہ قاعدہ آیت فاذا جاء وعد اولٰھما بعثنا علیکم عبادًا لنا اولی باس شدید سے ٹوٹ گیا اس لیے کہ یہاں پر عبادًا لنا سے بخت نصر اور اس کی قوم مراد ہے اور وہ بالاتفاق کافر تھے۔ ہاں یوں کہا جائے کہ اگر عباد بالواسطہ مضاف ہو تو وہ عام ہے کافر ہوں یا مومن اگر بلاواسطہ ہو تو مومن مراد ہوں گے۔

شانِ نزول: یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جنہیں خوف تھا کہ اگر وہ مسلمان بھی ہو جائیں تو بھی نامعلوم ان کے بڑے گناہ جیسے شرک اور قتل ناحق اور زنا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سابقہ عداوت اور ان کے ساتھ جنگ و جدال بھی بخشے جائیں گے یا نہ۔ ان کے اس وسوسہ کو دور کرنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔

شانِ نزول: التکملہ میں ہے کہ حضرت وحشی جنہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو اُنہوں نے حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا کہ کیا ان کی توبہ قبول ہو گی یا نہ۔ اس لیے کہ مکہ معظمہ میں دو ایسی آیتیں نازل ہو چکی ہیں جنہیں سن کر میں سخت مایوس ہوں وہ دو آیتیں یہ ہیں لا یدعون مع اللّٰہ الٰھًا آخر الی قولہ مھانا۔ حضرت وحشی کے اس سوال پر آیۃ من تاب الخ نازل ہوئی اور حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت وحشی کو یہی آیت لکھ کر بھیج دی اس پر وحشی نے پھر لکھا کہ مجھے اسلام لانے کے بعد عمل صالح کا موقعہ بھی نہ ملے اور موت ہو جائے تو پھر کیا ہو گا۔ اس پر آیت ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء الخ یہ سن کر حضرت وحشی نے سوال اُٹھایا میں اسلام بھی قبول کر لوں تو بھی نامعلوم کہ میری بخشش مشیت ایزدی میں ہے یا نہ اس پر یہی آیت قل یٰعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم الخ نازل ہوئی۔ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت وحشی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے (اللہ تعالیٰ نے حضرت وحشی کی بخشش کے لیے مزید وسیلہ پیدا کر دیا کہ ان کے ہاتھوں مسیلمہ کذاب جھوٹے نبی کو قتل کرایا) اضافہ مسیح چوہدری مشتاق)

فائدہ: بہر تقدیر آیت کا خصوص حکم کے عموم پر منافی نہیں فلہٰذا آیت ہر مسرف کو شامل ہے۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ۔

حل لغات: القنوط بمعنی سخت مایوسی۔ المفردات میں ہے بمعنی خیر و بھلائی سے نا امیدی اللہ تعالیٰ پر رحمت کا اطلاق (لغۃً) ناجائز ہے لیکن مجازاً بمعنی انعام و اعطاء و تفضل جائز ہے بمعنی بخشائش اور یہ ترتیب وجودی میں مغفرت کے بعد مستعمل ہوتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کو عذاب سے بچانے کا نام رحمت ہے جیسا کہ انہ ھو الغفور الرحیم دلالت کرتی ہے اس لیے مفسرین نے اس کا معنیٰ لکھا ہے کہ اے اللہ کے بندو اولاً اس کی مغفرت سے پھر اس کے تفضل و احسان سے نا امید نہ ہو۔

Scanned with CamScanner

ع: ز رحمت خدا ہرگز نومید مشو کہ نا اُمیدی کفر است

نا اُمید نہ ہو اس لیے کہ نا اُمیدی کفر ہے

حکایت: معالم التنزیل میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مسجد میں تشریف لے گئے ایک واعظ کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو دوزخ کے عذاب سے اور اس کے ہولناک قید و بند سے ڈرا رہے تھے۔ آپ نے اسے فرمایا اے بندہ خدا خلق خدا کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید نہ کیجئے کیا تو نے نہیں پڑھا قل یٰعبادی الذین الخ

تفسیر صوفیانہ: رحمت الٰہی سے نا اُمیدی علامت ہے اس بات کی کہ اس بندے سے استعداد زائل ہو چکی ہے اور انقطاع درمیان عبد و مولیٰ کی وجہ سے یہ بندہ خدا فطرۃ سے گر چکا ہے اس لیے کہ اگر اس کے اندر نور اصلی ہوتا تو اس پر رحمت الٰہی کے اثرات ہوتے جو کہ اس کے غضب پر غالب ہے اور جو شخص رحمتِ الٰہی سے پُر اُمید ہے سمجھ لو کہ اس کے اندر فطرت کے اثرات ہیں اور اس کی برکت سے اسے عالم نور سے اتصال ہے اگرچہ اس سے بظاہر حقوق الٰہیہ میں کوتاہی بھی ہو گئی ہو۔ اور رحمت الٰہی سے نا اُمیدی بتاتی ہے کہ اس بندے کے دل پر حجاب آ گیا ہے بلکہ حقیقت میں اس کا منہ سیاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخشتا ہے بشرطیکہ اس کے قلب میں نور توحید ہو۔ جب اس کے دل میں نور توحید نہ ہو گا تو ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ میں داخل نہ ہو گا۔ خلاصہ یہ کہ نا اُمیدی ایک عظیم مصیبت ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ بندے کو سکرات سے پہلے توبہ کرنے کا موقعہ بخشتا ہے یہاں تک کہ بندہ اگر نزع رُوح سے تھوڑا سا پہلے توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ ان اللّٰہ یغفر الذنوب۔ بے شک اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخشتا ہے۔ درانحالیکہ جمیعاً سب کے سب۔ یہ سوال کا جواب ہے۔

سوال: رحمتِ الٰہی سے نا اُمیدی سے کیوں منع کیا گیا ہے۔

جواب:۔ سبب یہی آیت ان اللّٰہ یغفر الذنوب جمیعاً ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے وہ جسے چاہے معاف کر دے گناہوں کی سزا کے بعد یا سزا کے بغیر جسے چاہے وہ بڑی قدرتوں کا مالک ہے۔ وہ گناہوں کی معافی کا وعدہ فرما چکا ہے اگرچہ کتنے ہی بہت زیادہ ہوں صغیرہ ہوں یا کبیرہ یہاں تک کہ ریت کے قطرات اور درختوں کے پتوں اور ستاروں وغیرہا کے برابر ہوں۔ یہ آیت مخصوص عنہ البعض ہے کیونکہ الذنوب کے عموم میں کفر و شرک بالاجماع داخل نہیں اگرچہ کفر و شرک بھی معاصی میں شامل ہے لیکن معصیت کی بخشش اور مشیت ایزدی سے متعلق ہے کیونکہ یہاں پر مطلق مقید پر محمول ہے۔

حدیث قدسی شریف: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ گناہ

Scanned with CamScanner

بخشتا ہے اور اسے پرواہ کیا ہے جبکہ اس کی صفت غفور رحیم ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ تعالیٰ تو مجھے بخشنا چاہے تو میرے جملہ گناہ بخش دے اور تیرا وہ کون سا بندہ ہوگا جس سے کوئی گناہ نہ سرزد ہوتا ہو۔

عفو و مغفرت کا فرق

عفو یہ ہے کہ سرے سے گناہ مٹا دیئے جائیں جیسا کہ ان الحسنات یذھبن السیاٰت میں اشارہ ہے اور مغفرت میں تبدیلی کا معنیٰ ہے جیسا کہ فاولٰئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنات میں اشارہ ہے۔ کذا قال الشیخ الکبیر رضی اللہ عنہ فی شرح الاربعین)

ربط: اب سابق حکم بتاتے ہیں کہ انہ وہ بیشک کریم ھو مرف وہی الغفور الرحیم غفور رحیم ہے۔ غفور میں اشارہ ہے کہ وہ ان اُمور کو مٹاتا ہے جو عذاب کے موجبات ہیں اور رحیم میں اشارہ ہے وہ اپنے فضل و کرم سے ثواب عطا فرماتا ہے۔ صیغہ مبالغہ میں اشارہ ہے کہ گناہ کتنا ہی بہت زیادہ ہوں تو وہ بھی کثیر المغفرۃ ہے۔

نکتہ: یاعبادی میں بندوں کی مدح فرمائی پھر اسرفوا میں اُن کی مذمت فرمائی لیکن یعبادی کے خطاب سے بندوں کو اس کی رحمت کا طمع ہو گیا کہ آیت میں وہی مراد ہے تو پر اُمید ہو کر سر اُٹھایا لیکن اسرفوا سے شرم کے مارے ان کے سر جھک گئے اور دل میں تصور جما یا ہم کون ہیں کہ وہ ہمیں یعبادی کا خطاب عنایت فرمائے۔ اس بناء پر ان کا حال تبدیل ہو گیا۔ اس کیفیت سے ان کی دل لرز گئے اور وہ پہلے والے تصورات کمزور پڑ گئے لیکن علی انفسھم الخ سے پھر پُر اُمید ہوئے کہ پھر فرمایا لا تقنطوا من رحمۃ اللہ یعنی اے میرے بندو! اگرچہ تمہارے سے کوتاہیاں ہوئیں تب بھی نا اُمید نہ ہو کیونکہ میری رحمت سے آس توڑنا گناہ ہے بلکہ دل کو میری رحمت سے پُر اُمید رکھو۔ الذنوب کی لام استغراق و عموم کے لیے ہے اور جمیعًا اس کی تاکید ہے گویا فرمایا کہ میں تمہارے گناہ بخشوں گا کوئی گناہ بھی نہ چھوڑوں گا بلکہ ان سب کو مٹادوں گا ان میں کوئی ایک باقی بھی نہیں رہے گا اگرچہ تمہارے گناہ ان گنت ہوں لیکن میں بھی کثیر الرحمۃ ہوں اور یہ میری قدیمی صفت ہے۔

نکتہ: اللہ تعالیٰ کی جملہ مخلوق سے دو گروہ مکرم تر ہیں:

۱. ملائکہ ۲. انسان۔ اسی لیے انبیاء و رسل علیہم السلام انہی سے مبعوث فرمائے۔

نکتہ: انسان کی شرافت دو چیزوں میں ہے،

۱. عبودیت

عبودیت کی صفت ملائکہ کو بخشی اور یہ مخلوق کی صفت ہے اور محبت انسان کو عطا فرمائی اور یہ حق کی صفت ہے اسی اُمت کے لیے فرمایا یحبہم و یحبونہ بلکہ عبودیت میں بھی فضیلت انسان کو بخشی۔ یہی وجہ ہے کہ ملائکہ کو بلا اضافت عباد فرمایا کما قال۔ بل عباد مکرمون اور انسان کی عبودیت کو اپنی طرف مضاف فرمایا کما قال یعبادی۔ اسی محبت کے تقاضا پر ان پر فضل و کرم بھی وسیع تر ہوا کہ ان کے عیوب و نقائص کو انوار محبت سے چھپاتا ہے ان کے عیوب کی پردہ پوشی فرمائی۔ غور کا مقام ہے کہ غلطی کا صدور انسان سے نہ صرف ممکن بلکہ کثیر الوقوع ہے لیکن باوجود ایں ہمہ اس سے عبودیت کا مرتبہ نہیں چھینا چنانچہ اسی لیے فرمایا۔ یعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسہم بلکہ ان کی پردہ داری کی خود حفاظت فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ عین گناہ کے وقت بھی اس کا پردہ کھلنے نہیں دیتا بلکہ مجمل طریق سے اس کے گناہ کا ذکر کرکے پوشیدہ طور پر فرمایا: اسرفوا۔ اور ان سے گناہوں کا صدور بھی اسی لیے ہوا تاکہ اس کی شان مغفرت کا اظہار ہو۔ ان کے گناہوں کی پردہ دری کا اس نے ارادہ بھی نہیں فرمایا اسی لیے اسم عبودیت ان کے لیے مخصوص فرمایا۔ سبحان اللہ وہ اپنے بندوں کے لیے کیسا روف و رحیم ہے۔

مکالمہ موسیٰ با خدا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ! بندوں سے گناہ کا صدور تیرے ارادہ میں تھا پھر ان سے ناراضگی کیسی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ میرے عفو کی تمہید ہے تاکہ بندوں کو دکھاؤں کہ میری رحمت کے خزانے بے بہا ہیں۔ اگر عاصی نہ ہوں تو وہ تمام بیکار رہ جاتے۔

فائدہ: کاشفی نے لکھا کہ جرم و خطا کے بیماروں کی شربت راحت اسی دار الشفا سے ہی حاصل ہوتا ہے اور بیابان نفس و ہوا کے سرگردانوں کو نجات کا زادِ راہ اسی آیت سے نصیب ہوتا ہے۔

ندارم ہیچ گونہ توشہ راہ
بجز لا تقنطوا من رحمۃ اللہ

تو فرمودی کہ نومیدی میارید
ز من لطف و عنایت چشم دارید
بدیں معنی بس اُمید داریم
ببخشا زانکہ بس اُمیدواریم

ترجمہ: کسی قسم کا توشہ راہ ہمارے پاس نہیں سوائے لا تقنطوا من رحمۃ اللہ کے۔

۲: تو نے خود فرمایا ہے کہ نا اُمید ہو کر نہ آؤ۔ مجھ سے لطف و عنایت کی اُمید رکھو۔

۳: اسی وجہ سے ہم بہت پر اُمید ہیں۔ بخش دے اس لیے کہ ہم بڑے اُمیدوار ہیں۔

Scanned with CamScanner

اُمید دردمنداں را دوا کن
دل اُمید واراں را نہ روا کُن

حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ نے فرمایا:

بلے نبود دریں رہ نا اُمیدی
سیاہی را بود آخر سفیدی
ز صد دردی گر اُمیدت نیاید
بنو میدی جگر خوردن نشاید
در دیگر بباید زد کہ ناگاہ
ازاں در سوی مقصود آوری رہ

ترجمہ: دردمندوں کی اُمید کی دوا کر۔ اُمیدواروں کی دلی تمنا پوری کر۔

۲۔ ہاں اس راہ میں نا اُمیدی نہیں سیاہی کو بالآخر سفیدی آتی ہے۔

۳۔ سو درد سے بھی تیری اُمید پوری نہ ہو۔ نا اُمیدی سے جگر کو نہ کھانا چاہیئے۔

۴۔ دوبارہ دروازہ کھٹکھٹانا چاہیئے کہ اچانک اسی دروازہ سے مقصود راہ تک پہنچ جائے گا۔

حدیث شریف: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس آیت کے عوض دنیا و مافیہا دی جائے تب بھی یہ آیت نہیں دوں گا۔

فائدہ: حدیث شریف میں لفظ بہما کی بار بدلیت و مقابلہ کی ہے۔ اس لیے یہ آیت دنیا و مافیہا سے بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت میں جملہ گناہوں کے بخشنے کا وعدہ فرمایا اور اس کی رحمت سے نا اُمیدی سے منع فرمایا ہے۔

ازالۂ وہم: اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ علی الاطلاق تمام لوگوں کے جملہ گناہ بخش دے گا بلکہ اس کی مغفرت اس کی مشیت پر موقوف ہے اسی لیے یہ آیت توبہ کے حکم کے منافی نہیں اور نہ ہی بعض مجرموں کو سزا دینے کے خلاف ہے اور نہ ہی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عمل میں اخلاص نہ کیا جائے اور نہ ہی یہ اس کے مخالف ہے کہ عذاب پر وعید نہ ہو بلکہ یہ قاعدہ اپنے مقام پر حق ہے کہ شرک وکفر توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے ایسے ہی صغائر و کبائر کے لیے توبہ لازم ہے پھر وہ بھی اس کی مشیت پر موقوف ہے کہ اگر چاہے تو توبہ پر بھی گناہ نہ بخشے۔

فائدہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت کے مطلق کو مقید فرمایا کیونکہ ہر حکم اسی کی مشیت پر موقوف ہے۔

Scanned with CamScanner

مسئلہ: فقیر (صاحب روح البیان) کہتا ہے کہ کفر و شرک کے سوا باقی جملہ صغائر و کبائر کو توبہ کے بغیر وہ کریم بخش دے تو بھی مالک ہے۔ یہی اہلسنت کا مذہب ہے اس پر بکثرت آیات اور احادیث دلالت کرتی ہیں۔

حدیث: مروی ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ بعض گنہگاروں کو فرمائے گا کہ دنیا میں میں نے تیرے گناہوں کی ستاری فرمائی آج تیرے گناہوں کو بخشتا ہوں اس طرح کی بے شمار روایات موجود ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ توبہ کے بغیر بھی گناہوں کی مغفرت ہوگی۔

فائدہ: کفر و شرک اور دیگر گناہوں میں فرق اس لیے رکھا گیا ہے کہ کافر و مشرک اپنے کفر و شرک کی مغفرت چاہتا ہی نہیں۔ کما قال انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجھالۃ ثم یتوبون من قریب۔ یاد رہے کہ توبہ کی قبولیت سکرات کے شروع سے پہلے ہوتی ہے۔ یہ آیت بھی ہمارے دعویٰ کے منافی نہیں اس لیے کہ ایسے لوگوں کی مغفرت حکمت الٰہی کے مخالف ہوگی۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کو ایک سو اجزاء پر منقسم فرمایا۔ اپنے لیے ننانوے حصے۔ باقی ایک حصہ زمین پر نازل فرمایا۔ اسی ایک حصہ سے جملہ مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے۔ اسی رحمت کا کرشمہ ہے کہ جانور بھی اپنے بچے کو پاؤں سے نہیں روندتا اور اسی رحمت سے وہ اپنے بچے کو جانتا ہے۔

فائدہ: آیت میں اہل اسلام کو کمال جاہ اور بشارت ہے کہ جب دنیا کی ایک رحمت کی یہ شان ہے کہ سب کو ظاہری اور باطنی رحمتیں نصیب ہو رہی ہیں۔ پھر آخرت میں ان ننانوے سے نامعلوم کیا انعام و اکرام عطا ہوگا۔

فائدہ: حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہل ایمان کے لیے رحمت کے بہت بڑے خزانے موجود ہیں جن سے اُن کی عفو و مغفرت کی خوشخبری ملتی ہے۔ وہ خزانے یہ ہیں:۔

(۱) **قل یعبادی** الخ اسی لیے علماء نے فرمایا کہ اہل توحید کے لیے یہی آیت بہت رحمت حق سے برامید فرماتی ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی آیت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت بڑے خوش ہوئے اور صحابہ کرام بھی مغفرت ذنوب کے لیے اسی آیت کو کافی سمجھتے تھے۔

(۲) **ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء۔**

(۳) **ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔**

Scanned with CamScanner

شانِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان:۔ ہر نبی و رسل علیہما السلام بعض احکام رحمت کے مظہر تھے اسی لیے ان کی رسالت مقید اور ایک مخصوص گروہ تک محدود تھی لیکن ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم رحمت کی حقیقت کے مظہر تھے اسی لیے آپ کی بعثت بھی عام تھی آپ کی شان میں فرمایا وما ارسلنک الا رحمۃ للعٰلمین اور رحمانیت کے حکم کا مکمل طور پر ظہور شفاعت سے ہوگا۔ اُس وقت تمام لوگوں کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بزرگی معلوم ہوگی یہاں تک کہ ملائکہ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اور مومن کامل یعنی اولیاء کرام آپ کی شفاعت کے بعد شفاعت کے لیے ماذون ہوں گے۔

اے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ کی رحمت مطلقہ سے ناامید نہ ہو کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ اور یہ بخشش اس ذات کی شفاعت سے ہوگی جو اس کی حقیقی رحمت کے مظہر ہیں (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)

حضرت جامی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

ز مہجوری بر آمد جان عالم
ترحم یا نبی اللہ ترحم
اگرچہ غرق دریائے گناہم
فتادہ خشک لب بر خاک راہم
تو ابر رحمتی آں بہ نگاہے
کنی در حال لب خشکاں نگاہے

ترجمہ: ہجر و فراق سے عالم کی جان جاتی ہے اور اے اللہ کے نبی رحم فرمائیے (صلی اللہ علیہ وسلم)
۲: اگرچہ میں گناہوں کے دریا میں غرق ہو کر خشک لب ہو کر تیری راہ کی خاک پر پڑا ہوں۔
۳: آپ تو ابرِ رحمت ہیں بہتر ہے کہ کبھی خشک لبوں پر ایک نگاہ فرما دیں۔

تفسیر عالمانہ: وانیبوا الیٰ ربکم۔ اے میرے بندو گناہوں سے توبہ کر کے اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو۔ واسلموا لہ اور اسی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرو یعنی اسی کے لیے خالص عمل کرو۔ سالم بمعنی خالص آتا ہے من قبل ان یاتیکم العذاب دنیا و آخرت میں عذاب کے آنے سے پہلے ثم لا تنصرون۔ پھر تم مدد نہیں کیے جاؤ گے یعنی عذاب الٰہی سے نہیں روکے جاؤ گے۔ اگر توبہ نہیں کرو گے تو عذاب میں مبتلا ہو گے اُس وقت تمہاری مدد کو کوئی نہیں آئے گا جو تمہارے عذاب کو دفع کرے۔ آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطاب کفار کو ہے اب معنیٰ یہ ہوگا کہ اے کافرو کفر و معاصی سے توبہ کر کے توحید و ایمان میں مخلص ہو جاؤ۔

Scanned with CamScanner

تفسیر صوفیانہ: سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ کل کائنات سے کلی طور پر منقطع ہو جاؤ جو ہمارے ہاں حقیقی طور پر رجوع کرتا ہے اس پر غیر کا اثر نہیں ہوتا اور کل کائنات میں اس کے راز کا غلغلہ ہوتا ہے۔ اسی لیے صوفیاء کے نزدیک صوفی وہ ہے جو ماسوی اللہ سے فارغ ہو جائے۔

الاسئلۃ المقحمہ میں ہے کہ توبہ وانابت میں فرق ہے وہ یہ کہ تائب عذاب کے خوف سے رجوع الی اللہ کرے۔ اور منیب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے حیا اور اس کے شوق میں اس کی طرف رجوع کرے۔

فائدہ: حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب بندہ توبہ میں اخلاص کرنے کے بعد منیب بنتا ہے تو اس لیے کہ انابت توبہ کا دوسرا درجہ ہے۔

فائدہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ توبہ بتدیوں کے لیے ہوتی ہے توبہ کا معنیٰ یہ ہے کہ بندہ معصیت سے طاعت کی طرف رجوع کرے اور متوسط کے لیے ادبہ ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ بندہ دنیا سے آخرت کی طرف رجوع کرے اور انابت منتہی کے لیے ہوتا ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ بندہ وہ یہ کہ بندے کا ماسوی اللہ سے فنا فی اللہ کی طرف رجوع کرنا۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ انابت کی تین اقسام ہیں:

(۱) انابت پیغمبران اس کی تین علامتیں ہیں

۱۔ بشارت آزادی کے ساتھ خوف خداوندی۔

۲۔ شرف پیغمبری کے باوجود خلق خدا کی خدمت کرنا۔

۳۔ بطیب خاطر بلا یا مصائب جھیلنا اور یہ صِف انبیاء علیہم السلام کا کام ہے۔

(۲) انابت عارفاں اس کی بھی تین نشانیاں ہیں:

۱۔ گناہوں سے دوری۔

۲۔ طاعت الٰہی بجالانے کے باوجود شرمسار رہنا۔

۳۔ خلوت میں حق تعالیٰ سے مانوس ہونا۔

حکایت: حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مقام اُنس کے اس مرتبہ کو پہنچی کہ ہر وقت کہا کرتی،

حسبی من الدنیا الخ

مجھے دنیا میں تیرا ذکر اور آخرت میں تیرا دیدار کافی ہے۔

اگر در قصر مشتاقاں ترا یک روز بار ستی
ترا بارندگان عشق ایں جادو چہ کار ستی

Scanned with CamScanner

ترجمہ: اگر مشتاقوں کے جھونپڑوں میں کبھی قدم رنج فرماؤ۔ تو نے رندانِ عشق سے ایسے جادو کا کام کیوں کیا ہے۔

اگر رنگے ز گلزار حدیث او بدیدی تو
بچشم تو ہمہ گلہا کہ در باغند خارستی

ترجمہ: اگر تو عشق کے باغ کی ایک بات دیکھ لے تو تیری آنکھ کے آگے باغ کے تمام پھول کانٹے نظر آئیں۔

(۳) انابت توحید وہ یہ ہے کہ دشمنوں اور بیگانوں کو راہِ حق دکھانا اسی لیے فرمایا وانیبوا الی ربکم واسلموا لہ۔ اس انابت کی نشانی یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرے اور دل کی تصدیق سے اللہ تعالیٰ کو جانے اور اسے ذات میں بے شبیہ اور قدر میں بے نظیر اور صفات میں بے مثال سمجھے۔ بزرگانِ دین نے فرمایا کہ توحید کے دو دروازے ہیں:

۱۔ توحید اقرار یہ عام مومنوں کے لیے ہے اس لیے کہ اقرار کو ظاہر سے تعلق ہے اور اقرار زبان سے کیا جاتا ہے ایسے موحد کی منزل دنیا اور مطلوب بہشت ہے۔

۲۔ توحید معرفت۔ یہ عارفین و صدیقین کو نصیب ہوتی ہے۔ اس کی توحید کی خبر اس کی روح دیتی ہے ایسے موحدین کی منزل بہشت اور مقصود ذاتِ حق ہ

واسکر القوم دار کاس
وکان سکری من المدیر

ترجمہ: لوگ شراب کے پیالوں سے مدہوش ہوتے ہیں اور میری مدہوشی ساقی سے ہے۔

فائدہ: جس کا کام گلاب سے ہو وہ اُس کی خوشبو سونگھتا ہے اور جس کا باغباں سے تعلق ہوتا ہے وہ کانٹوں کے زخم کھاتا ہے۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے

از برائے آنکہ گل شاگرد رنگ روئے اوست
گر ہزارت بوسہ شد بر شریک یک خار آں

ترجمہ: گلاب میرے محبوب کے چہرے کا غلام ہے اس کا رنگ میرے محبوب سے ہے اگرچہ ایک بوسے ہزاروں کانٹوں کے دکھ اٹھانے پڑیں۔

تفسیر عالمانہ: واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم اور تم اس کی اتباع کرو جو تمہارے ہاں نازل کیا گیا ہے یعنی قرآن مجید کی اتباع کرو۔ دوسرے

مقام پر فرمایا، اللّٰہ نزل احسن الحدیث یا اس سے عزائم کی اتباع مراد ہے یعنی رخصتی احکام کے بجائے عزیمت والے احکام پر عمل کرو۔

فائدہ:۔ بیضاوی اور اس کی اتباع کرنے والوں نے کہا کہ اس سے وہ اُمور مراد ہیں جن سے انسان کو نجات ملے اور دنیا و آخرت سے سلامتی پائے جیسے انابت اور طاعت پر مواظبت۔ اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ طاعت پر التزام کرو اور معصیت سے اجتناب۔ اس لیے کہ جو کچھ ہمارے اُوپر احکام نازل ہوئے وہ کل تین قسم ہیں:

۱۔ قبیح تاکہ اس سے اجتناب کیا جائے۔

۲۔ حسن تاکہ اسے عمل میں لایا جائے۔

۳۔ مباح یہ کہ اس پر عمل ہو تو کوئی حرج نہ آئے عمل نہ ہو تب بھی۔

فائدہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ما انزل اللّٰہ۔ احسن اُمور مراد ہیں اور وہ یہی ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے دعوت دی۔ کما قال و داعیا الی اللّٰہ من قبل ان یاتیکم العذاب۔ قبل اس کے کہ تم پر عذاب یعنی بلا و عقوبت نازل ہو۔ "بغتۃ" اچانک۔

امام راغب نے کہا کہ ایسے امر کا ورد جس کا وہم و گمان ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے موت مراد ہو کیونکہ یہ عذاب اُخروی کی کنجی ہے۔ و انتم لا تشعرون کے ساتھ متصل ہے یعنی تم اپنی غفلت کی وجہ سے اس کا حواس سے ادراک نہیں کر سکتے یعنی اس کے آنے کے وقت اور مقام نہیں جانتے تاکہ اس کے لیے تیاری کر سکو۔ ان تقول نفس یہ افعال سابقہ ہے یعنی انابت۔ اخلاص و اتباع القرآن کا مفعول یہ ہے اور نفس کی تنکیر اس لیے ہے کہ اس کے قائل بعض لوگ تھے یا تکثیر و التعمیم کے لیے ہے۔ اس وقت ہر نفس مراد ہوگا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے لوگو! مذکورہ اُمور کو بجالاؤ ورنہ پھر پچھتاتے ہوئے قیامت میں ہر نفس کہے گا۔

یاحسرتی۔ الف کے ساتھ جو یائے اضافت سے تبدیل ہو کر آیا ہے کیونکہ یہ دراصل یاحسرتی اہل عرب کہتے ہیں یاحسرتی یالہفی۔ یاحسرتی یالہفی اور یاحسرتا یالہفاتے۔ یعنی ہر دونوں عوضوں کو جمع کرکے اور یہ جملہ کلمات نداء الاستغاثہ کے ہیں اور حسرۃ وہ غم جو کسی شے کے فوت ہو جانے سے لاحق ہو اور اس پر نادم ہونا پڑے گویا جس جہالت سے اس نے اس فعل کا ارتکاب کیا وہ اس سے ہٹ گیا تو اسے اس کا غم لاحق ہوا۔ بعض کہتے ہیں حسرۃ بمعنی تاسف النفس نفس کا افسوس کھانا اس امر پہ کہ جس سے وہ حسیر یعنی منقطع ہوا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے میری حسرت و ندامت تو میرے ہاں حاضر ہو یہی تیری حاضری کا وقت ہے علی ما فرطت اس پر جس پر میری کوتاہی اور تقصیر

ہوئی۔ یہ ما مصدریہ ہے۔ امام راغب نے فرمایا کہ الافراط بمعنی اسراف فی التقدم اور التفریط بمعنی التقصور اس لیے کہ فرط متقدم کو کہا جاتا ہے۔ فی جنب اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے یعنی اس کی طاعت اور اقامت حقوق اور سلوک طریق میں۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ جس جانب کو جنب سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ اہل عرب اسے بکثرت استعمال کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں فلاں کے جنب یعنی جانب سے تو تنگ ہوا اور فلاں مال مجھ کو اس کی جنب یعنی جانب سے حاصل ہوا۔ امام راغب نے فرمایا دراصل یہ ایک عضو کا نام ہے جس کی جمع جنوب آتی ہے پھر استعارہ کے طور پر اس جانب کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے جو شے کی جانب کے قریب ہو ایسے ہی جملہ اعضاء اسی جانب کے لیے مستعمل ہوتے ہیں مثلاً یمین دایاں شمال (دایاں) اور جنت الحائط و جانبہ۔ جنبت اللہ بمعنی امر اللہ۔ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کا امر۔ و ان کنت لمن الساخرین یہ ان مخففہ ہے اور لام فرق بتلانے کے لیے ہے کہ یہ ان شرطیہ نہیں بلکہ مخففہ ہے۔ السخر بمعنی استہزاء ہے اور جملہ محلاً منصوب ہے علی الحال ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ میں نے کوتاہی کی درانحالیکہ میں دنیا میں دین حق اور دین داروں سے استہزاء کرتا تھا۔

فائدہ: حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ طاعت الٰہی کو ضائع کیا اس کی نحوست سے پھر اہل طاعت سے استہزاء کیا جس پر وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ سلسلۃ الذہب میں ہے ؎

روز آخر کہ مرگ مردم خوار
کند از خواب غفلتش بیدار
یادش آید کہ در جوار خدائی
سالہا زد بجرم و عصیان وائی
ہر چہ در شصت سال یا ہفتاد
کردہ از خیر و شر پیش افتاد
یک بیک پیش چشم او آرند
آشکارا بروی او دارند

ترجمہ: بالآخر کہ موت مردم خور۔ اسے غفلت کی نیند سے بیدار کرے گی۔

۲: اُسے یاد آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے جوار میں کئی سال کھلے بندوں جرم و گناہ کرتا رہا۔

۳: جو ساٹھ ستر سال بندے نے عمل کیے خیر یا شر اسے سامنے آجائیں گے۔

۴: ایک ایک عمل تیرے سامنے لائیں گے بالکل ظاہر کرکے تیرے آگے رکھیں گے۔

Scanned with CamScanner

بگذراند ز گنبد والا
بانگ واحسرتا و واویلا
حسرت از جان او بر آرد دود
و آن زمان حسرتش ندارد سود

ترجمہ: گنبد بالا سے نیچے چھوڑیں گے تیری آواز ہو گی ہائے افسوس۔
۲: اس وقت حسرت کا دھواں چھوڑے گا لیکن حسرت اس وقت کوئی فائدہ نہ دے گی۔
فائدہ: حضرت فارسی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ سے بھاگ کر اپنے نفس کی طرف جاتا ہے تو میں اسے اپنے ہجر و فراق کی آگ میں جلاؤں گا جس سے وہ ہمیشہ اپنی کوتاہی پر حسرت کرتا رہے گا جب اہل معارف و مراتب اور کمالات کے درجات دیکھے گا تو کہے گا یا حسرتی الخ اور یہ وہی کہے گا جو اللہ تعالیٰ کی ہجر و فراق کی آگ سے جلے گا۔
او تقول لو ان اللہ ھدانی لکنت من المتقین یا کہے کہ کاش اللہ تعالیٰ مجھے ارشاد الی الحق کی راہ دکھاتا تو میں ترک و معاصی سے بچنے والوں سے ہوتا۔
حدیث: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دوزخی دوزخ میں جائیں گے تو انھیں بہشت کے وہ مقامات دور سے دکھائے جائیں گے جو ان کے لیے نامزد ہوتے اس وقت کہیں گے لو ان اللہ الخ یعنی یہ معاملہ ان کے لیے باعث حسرت و ندامت ہو گا۔ او تقول حین تری العذاب یا جب عذاب کو آنکھوں سے دیکھ کر کہے لو ان لی۔ لو تمنائیہ ہے۔ کاش میرے لیے ہو۔ کرۃ۔ دنیا کی طرف لوٹنا۔
حل لغات: اہل عرب کہتے ہیں۔ کر علیہ بمعنی عطف اگر اس کے بعد لفظ عن ہو تو بمعنی رجع آتا ہے الکرۃ بمعنی مرۃ و حملہ ہے۔ (کذا فی القاموس)
فاکون۔ منصوب ہے اس لیے کہ لو کا جواب ہے من المحسنین تو میں ہوتا ہوں گا عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے نیک لوگوں سے اور آؤ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے یہ مختلف اقوال تحیر اور دل بہلانے کے طور ہو گا جس کا انھیں کوئی فائدہ نہ ہو گا یا ندامت سے کہیں گے لیکن اس وقت کی ندامت بھی انھیں کوئی نفع نہ دے گی۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ مختلف اقوال مختلف قائلین سے سرزد ہوئے اس لیے کوئی کچھ کہتا تھا اور کوئی کچھ۔ بلیٰ انھوں نے آپ کو ایسے کہا۔
سوال: اگر کوئی کہے کہ بلیٰ کا استعمال ایجاب نفی سے مخصوص ہے لیکن مذکورہ بالا اقوال میں کوئی کلمہ نفی کا نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

دیتا تو میں متقین سے ہوتا لیکن اس نے مجھے ہدایت نہ دی ہو تو اسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں میں نے تجھے بخشی۔ و قد جاءتک ایاتی اور تیرے ہاں میری آیات قرآنی آئیں اور یہی ہدایت کا سبب تھیں۔

فائدہ: اسے لو ان اللہ الخ سے علیحدہ بیان کرنے میں اشارہ ہے کہ اس کی تیسرے مضمون پر تقدیم ان قرائن ثلاثہ کا فرق بتلائے گی جس پر وہ داخل ہوئی ہے یا لو ان اللہ الخ کی تاخیر سے ترتیب وجودی کو خلل پڑتا تھا کیونکہ اعمال نامے جب بندوں کے ہاتھوں پہنچیں گے اور اس کے بائیں ہاتھ میں آئے گا تو اپنی کوتاہیوں سے حسرت کھائے گا ادھر متقین کے احوال مشاہدہ کرے گا اور اپنے سے ہدایت مفقود پائے گا تو اہل تقویٰ کے مراتب سے رشک کرتے ہوئے آرزو کرے گا کاش اسے دنیا میں واپس جانے دیا جائے یہ رشک اسے دوزخ کے عذاب کو دیکھ کر بھی ہو گا۔ کیونکہ اسے اب یقین آئے گا کہ اس سے بچنے کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ میں واپس دنیا میں لوٹایا جاؤں۔

فائدہ: خطاب کی تذکیر باعتبار معنیٰ کے ہے کیونکہ نفس کے ساتھ متعلقہ احکام کا مقصود انسان ہی ہے لیکن ایک روایت میں آیا ہے جاءتک کے خطاب کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالتانیث پڑھا ہے ایسے ہی مابعد کے جملہ خطابات کو۔ ان سے بھی نفس مراد ہے۔ فکذبت بھا تو تو نے ان آیات کی تکذیب کی اور کہتا تھا یہ اللہ تعالیٰ سے نہیں اتریں واستکبرت اور تو نے تکبر کیا اور ایمان سے دور بھاگا۔ وکنت من الکافرین اور تو ان لوگوں کے ساتھ کفر کرنے والوں میں سے تھا۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ بلی قد جاءتک ایاتی۔ تمہارے ہاں میری آیات انبیاء علیہم السلام سے آئیں اور انہوں نے معجزات دکھائے اور کتابیں لائے ان کے احکام سنائے اور مواعظ و اسرار و حقائق و دقائق و اشارات سے تمہیں آگاہ کیا۔ فکذبت بھا واستکبرت تو انہیں جھٹلایا اور ان پر عمل کرنے اور ان کے حقوق کی ادائیگی سے جی چرایا۔ وکنت من الکفرین اور نعمتوں کو ٹھکرانے والوں سے تھا۔ بالخصوص میری مخصوص نعمتوں کی جی بھر کر تکذیب مثلاً انبیاء علیہم السلام اور ان کی لائی ہوئی کتب اور ان کے معجزات کا انکار کیا۔

معتزلہ کے دلائل: معتزلہ کہتے ہیں کہ ان آیات سے ثابت ہوا کہ بندہ اپنے افعال میں مختار کل ہے اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی دخل نہیں اس کی تین وجوہ ہیں:

۱۔ بندہ کی حسرت اُس وقت ہوتی ہے جب وہ کسی امر کے کرنے پر قدرت رکھتا تھا لیکن نہ کیا۔

۲۔ جسے اپنے فعل سے ایمان لانے کی قدرت نہ ہو تو اسے اس میں کوتاہی کرنے والا نہیں کہا جائے گا۔

Scanned with CamScanner

۳۔ جو کام اس کی قدرت و اختیار میں نہ ہو اور وہ اسے بجا نہ لائے تو اُس کی مذمت نہیں کی جاتی۔

جوابات از اہلسنت: ان آیات سے کسب ثابت ہوا کہ بندے کے افعال میں اللہ تعالیٰ کی تاثیر کو دخل بھی نہیں اور نہ ہی یہ ثابت ہوتا ہے کہ جن افعال میں بندے کی طرف اسناد نہ ہوا نہیں اس کا دخل نہ ہو مثلاً **بلیٰ قد جاءتک** آیاتی الخ بالخصوص۔ **یفعل من یشاء** جیسی آیات سے ان کے مذہب کے بطلان کی تصریح ہے

تفسیر عالمانہ: **ویوم القیمۃ تری الذین کذبوا علی اللہ** اور قیامت میں ان لوگوں کا حال دیکھو گے جنہوں نے اللہ پہ بہتان تراشا تھا مثلاً کہا کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے اور اس کی جورو ہے اور اس کے شریک بھی ہیں۔ حالانکہ یہ جملہ امور اس کی شان کے لائق نہیں ہیں۔ **وجوھھم مسودۃ** مبتدا خبر ہیں اور یہ حال ہے اس میں واو کے بغیر صرف ضمیر پر اکتفا کیا گیا ہے اور رویت سے مرویۃ بصری مراد ہے یا یہ دوسرا مفعول ہے اگر اس سے رویۃ عرفانیہ مراد ہو اب معنیٰ یہ ہوگا کہ انھیں قیامت میں دیکھنا درانحالیکہ ان کے چہرے کالے سیاہ ہوں گے ظلمت و جہل ان کے چہروں پر چھا جائے گی جس سے ان کے چہرے کالے سیاہ محسوس ہوں گے یعنی دوزخ کے داخلہ سے پہلے ہی ان کے چہرے کالے سیاہ ہو جائیں گے چنانچہ فرمایا **یعرف المجرمون بسیماھم**۔ مجرموں کو ان کی علامات سے پہچانا جائے گا۔

فائدہ: حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا **ویوم القیمۃ** سے معلوم ہوا کہ یہ ان لوگوں کا مقولہ ہے جو کہتے تھے کہ ہمارے معاملے ہمارے اپنے اختیار میں ہیں۔ یہ ہماری مرضی پر ہے چاہے ہم ان پر عمل کریں یا نہ کریں۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ قیامت میں چہرے کا رنگ دل کے رنگ کے مطابق ہوگا جن کے قلوب جھوٹے ہیں ان کے چہرے دل کی سیاہی کی وجہ سے سیاہ ہو جائیں گے۔

حضرت یوسف بن الحسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا سب سے زیادہ کالے سیاہ ان لوگوں کے دل ہوں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹے دعوے کیے ہوں گے یا ایسے احوال کا دعویٰ کرتے رہے جن سے اسے دور کی نسبت بھی نہ ہوگی۔ (یعنی جھوٹے اور مکار پیران طریقت) **الیس فی جہنم** کیا دوزخ میں نہیں **مثوی** ٹھکانا **للمتکبرین** ان لوگوں کا جو ایمان و طاعت سے جی کتراتے تھے۔

فائدہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یہاں پر متکبرین سے مراد اولیاء کرام کے منکرین اور اُن کی نصیحت وغیرہ سے روگردان ہیں۔

تفسیر عالمانہ: **وینجی اللہ الذین اتقوا** اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوزخ سے نجات بخشے گا جو کفر و معاصی سے بچتے تھے **بمفازتھم**۔ یہ مصدر میمی ہے بمعنی فوز ہے

Scanned with CamScanner

فاز بامطلوب سے ہے بمعنی ظفر بہ یعنی سلامتی کے ساتھ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ باء کا متعلق محذوف ہے وہ اسم موصول سے حال ہے یعنی اللہ تعالیٰ انہیں اس ٹھکانے سے نجات بخشے گا جو متکبرین کے رہنے کی جگہ ہے درانحالیکہ وہ اپنے مطلوب میں کامیابی کے ساتھ متلبس ہوں گے یعنی انہیں بہشت عطا ہوگی۔ لا یمسھم السوء ولا ھم یحزنون یہ اسم موصول کا دوسرا حال ہے۔ یہ اس میں اشارہ ہے کہ انہیں بہشت میں ٹھہرانے سے پہلے کسی غم اور حزن میں مبتلا نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی کسی قسم کی اور تکلیف یا عذاب پہنچے گا۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ ان کے جسموں کو کوئی ایذا نہ پہنچے گی اور نہ ہی ان کے دل محزون و مغموم ہوں گے اور مفازۃ کو فاز سے بھی مشتق کیا جا سکتا ہے بمعنی نجاۃ منہ اور باء ملابست کی ہوگی اور لا یمسھم الخ اس کی تفسیر ہے اس سے واضح کرتا ہے کہ ان کی کامیابی صرف تقویٰ کی وجہ سے ہے چنانچہ اس مضمون کو صلہ کے صیغہ میں لانے میں بھی اشارہ ہے۔

نکتہ: مفازۃ بول کر تقویٰ مراد لے کر اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اولاً تو وہ حزن و ملال وغیرہ میں مبتلا نہیں ہوں گے اگر کسی عمل سے انہیں کچھ ہوگا تو دائمی نہیں ہوگا۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ وہ متقی حضرات جو ماسوی اللہ سے فارغ ہو جاتے ہیں انہیں ہجر و فراق کے عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں ان نعمتوں کا غم اور ملال ہوگا جو اسے دنیا و آخرت میں نہیں ملیں کیونکہ وہ قرب مولیٰ سے فائز ہوئے اور یہ وہ کامیابی ہے جس کے بالمقابل اور کوئی کامیابی نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ متقی دارین میں کامیاب ہیں دنیا میں گناہوں اور غلطیوں سے محفوظ رہے اور آخرت میں دیدار الٰہی سے سرشار ہوں گے۔ آج دنیا میں عنایت ربانی سے اور کل قیامت میں کفایت و ولایت حقانی سے سرفراز ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان امور سے بچائے جو اس کے دیدار سے حجاب بنتی ہیں اور ہمیں ہر باب میں اپنی حمایت میں رکھے۔ (آمین)

فائدہ: آیت میں تقویٰ و طہارت کی ترغیب ہے اس لیے کہ نجات کا سبب صرف تقویٰ ہے اس وجہ سے جہنم متقی سے عرض کرے گی اے مومن یہاں سے جلد گزر فرمائیے کیونکہ تیرے نور سے میری آگ ٹھنڈی پڑ گئی ہے۔ اور متقی سے جملہ خلائق خائف ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں شاہ روم کا قاصد پہنچا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ہیبت سے تھر تھرانے لگا۔

مثنوی شریف میں ہے:-

ہیبت حق ست ایں از خلق نیست
ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

Scanned with CamScanner

اور بوستان میں ہے ؎

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید
ترسد از وی جن و انس و ہر کہ دید

تو ہم گردن از حکم داور بپیچ
کہ گردن نپیچد ز حکم تو ہیچ

محالست چوں دوست دارد ترا
کہ در دست دشمن گذارد ترا

ترجمہ: یہ ہیبت حق کی ہے مخلوق کی نہیں یہ ہیبت اس گودڑی والے کی نہیں۔
۲: جو حق تعالیٰ سے ڈرا اور تقویٰ اختیار کیا اس سے جن وانس بلکہ جو بھی دیکھے گا ڈرے گا۔
۳: تو بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے گردن نہ پھیر کہ کوئی شے تیرے حکم سے گردن نہ پھیرے گی۔
۴: محال ہے جب تجھے وہ دوست رکھتا ہے کہ تجھے دشمن کے ہاتھ میں چھوڑ دے

حکایت: منقول ہے کہ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک وزیر حاضر ہوا اور عرض کی دعا فرمایئے میں بادشاہ سے گھبرایا ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا کاش ایسے ہی مجھے اپنے پروردگار سے خوف ہوتا تو میں صدیقین میں شمار ہوتا ؎

گر نبودے اُمید راحت و رنج
پائے درویش بر فلک بودے
در وزیر از خدا بترسیدے
ہم چناں کز ملک ملک بودے

ترجمہ: اگر نہ ہوتی راحت و رنج کی اُمید تو درویش کے پاؤں آسمان پر ہوتے۔
۲: اگر وزیر خدا تعالیٰ سے ڈرتا جیسے وہ بادشاہ سے ڈرتا تھا تو وہ فرشتہ (ولی اللہ) ہوتا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو مخلصین سے بنائے (آمین)

تفسیر عالمانہ: ان اللہ خالق کل شئ۔ اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے خیر ہو یا شر ایمان ہو یا کفر ہو لیکن کفر کا ارتکاب بندہ خود کرتا ہے جب وہ ان کے اسباب کو اختیار کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے کفر کو پیدا فرماتا ہے۔

ازالہ وہم: کل شئ میں بندوں کے افعال و اکساب داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کا کلام و دیگر

Scanned with CamScanner

صفت قدیر اس میں شامل ہیں اس لیے کہ خطاب میں خود مخاطب داخل نہیں ہوتا دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کو کلام یعنی کلمہ کن سے پیدا فرماتا ہے اور مخلوق سے پہلے کلام کا ہونا ضروری ہے۔ **وھو بکل شیٔ وکیل** اور وہی ہر شے پر تصرف فرماتا ہے جیسے چاہتا ہے۔ **الوکیل** بمعنی امور کا منتظم اور کسی کام کی تکمیل کا ضامن یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصالح کا متکفل اور اُن کے جملہ اُمور کا ضامن ہے اور جسے یقین ہو گا کہ اس کے جملہ اُمور کا وہی کفیل ہے تو وہ کبھی کسی معاملہ میں تدبیر کو سامنے نہیں لائے گا اور نہ ہی کسی شے پر سہارا کرے گا۔ 41 C

خاصیت اسم وکیل: اس اسم کی خاصیت یہ ہے کہ اس کی برکت سے جملہ حوائج پورے ہوتے اور جملہ مصائب و مشکلات میں کفایت رہتی ہے۔ جو شخص آندھی یا آسمانی بجلی وغیرہ سے خوف زدہ ہو اُسے اس اسم کا کثرت سے ورد کرنا چاہیے اس لیے کہ اس اسم کی برکت سے جملہ مصائب دفع ہو کر ابواب خیر و برکت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور رزق میں وسعت نصیب ہوتی ہے۔

مقالید السمٰوات والارض ۔ مقلد یا مقلاد کی جمع ہے بمعنی کنجی یا اقلید کی جمع لیکن یہ شذوذ ہے جیسے ذکر کی جمع مذاکیر شاذ ہے ورنہ قیاس کا تقاضا ہے کہ اس کی جمع اقالید ہو۔ اور اقلید بالکسر کلید کا معرب ہے بمعنی کنجی۔ عوام میں یہ قفل کے معنی میں شائع ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جملہ عوالم سفلیہ و علویہ کی کنجیاں ہیں ان میں اس کے سوا اور کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔

حدیث: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقالید کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا۔

۱۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ ۔

۲۔ وَاللهُ اَكْبَرُ ۔

۳۔ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ ۔

۴۔ وَاسْتَغْفِرُ اللهَ

۵۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔

۶۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔

جملہ خزائن السمٰوات والارض کی کنجیاں ہیں۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ انہی کلمات سے اللہ تعالیٰ کی تحمید و تمجید بیان کی جاتی ہیں یہی آسمانوں اور زمینوں کے خزینوں کی کنجیاں ہیں۔ خیر و برکت کی کنجیاں ہیں جو ان کو بکثرت پڑھتا ہے

Scanned with CamScanner

گویا وہ جملہ خیر و بھلائی کو حاصل کر لیتا ہے۔

فائدہ:۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ آسمان کے خزانے بارش اور زمین کے خزانے گھاس ان سب کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں جب چاہتا ہے بارش برساتا ہے اور جتنا چاہتا ہے کھیتیاں اگاتا ہے۔

مختار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارِ کُل کا ثبوت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین کے خزانے میرے ہاں لائے گئے میں نے کہا الٰہی میں ایک دن بھوکا اور دوسرے دن سیر ہو کر کھانا چاہتا ہوں۔

صائب نے کہا ۔

افتد ہمہ دولت اگر در کمند ما
از ہمت بلند رہا می کنیم ما

ترجمہ: اگر دولت ہمارے قبضہ میں آجائے تو ہم اپنی بلند ہمتی سے اسے اپنے سے رہا کر دیں گے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ لطف و کرم کے خزانوں کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اور قلوب کے آسمانوں کے خزانوں میں پوشیدہ ہیں اور قہر کے خزانوں کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں اور یہ نفوس کی زمین میں امانت رکھی گئی ہیں یعنی لطف و قہر کے خزائن کا وہی مالک ہے وہی فتاح ہے اور اسی کے ہاتھ میں کنجی ہے وہ اپنے لطف کے خزانے جس قلب پر کھول دے پھر اسی سے ہی حکمت کے چشمے ابلتے ہیں اور اخلاق حسنہ کے جواہر اعلیٰ سے نمودار ہوتے ہیں۔ ایسے ہی اپنے قہر و جلال کے خزانے جس نفس پر چاہتا ہے کھول دیتا ہے تو اسی سے مکر و خداع اور اوصاف خسیسہ کے فنون ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی راز کی بناء پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ قلوب کی کنجیاں ہیں۔ اس کی تفسیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پوچھی تو آپ نے فرمایا آسمانوں اور زمین کی کنجیاں:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ الخ ہے۔

تفسیر عالمانہ: والذین کفروا بآیات اللہ۔ آیات الٰہیہ تنزیلیہ و تکوینیہ جو کہ آفاق و انفس میں ہیں کا جنہوں نے انکار کیا اولئک ھم الکفرون وہی لوگ خسارے والے ہیں۔ اس جیسا خسارہ اور کسی کو نصیب نہ ہوا اس لیے کہ انہوں نے ثواب کے بجائے عذاب کو اختیار کیا اور اپنے نفوس پر کفر و نفاق کے دروازے خود بخود کھول دئے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان لوگوں سے بنائے جن کی تجارت نفع بخش ہوتی ہے اور ہمیں ان لوگوں سے نہ بنائے جنہیں خسارہ ہی خسارہ ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ○ وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَيْكَ
وَاِلَی الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ
الْخٰسِرِيْنَ ○ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ○ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ
حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ
بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ
مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰی
فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ○ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ
وَجِایْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِیَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○
وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ○

ترجمہ: تم فرماؤ تو کیا اللہ کے سوا دوسرے کے پوجنے کو مجھ سے کہتے ہو۔ اے جاہلو! اور بے شک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف کہ اے سننے والے اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا اور ضرور تو ہار میں رہے گا بلکہ اللہ ہی کی بندگی کر اور شکر والوں سے ہو اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا اس کا حق تھا اور وہ قیامت کے دن سب زمینوں کو سمیٹ دے گا اور اس کی قدرت سے سب آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے اور ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے اور صور پھونکا جائے گا تو بیہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں مگر جسے اللہ چاہے پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے اور زمین جگمگا اٹھے گی اپنے رب کے نور سے اور رکھی جائے گی کتاب اور لائے جائیں گے انبیاء اور یہ نبی اور یہ اُس کی اُمت کے اُن پر گواہ ہوں گے اور لوگوں میں سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور اُن پر ظلم نہ ہوگا اور ہر جان کو اس کا کیا بھرپور دیا جائے گا۔ اور اسے خوب معلوم ہے جو وہ کرتے تھے۔

تفسیر عالمانہ

قل افغیر اللہ تامرونی اعبد ایہا الجاہلون ۔ فرمایئے کیا ان آیات کے مشاہدہ ومعائنہ کے بعد بھی اے جاہلو تم مجھے کہتے ہو کہ میں غیر اللہ کی پرستش کر دوں

یہ جملہ معترضہ ہے اور دلالت کرتا ہے کہ ان دلائل کو سن کر کافروں نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ وہ غیر اللہ کی پرستش کریں اور کہا کہ ہم اور آپ یوں صلح کر لیں کہ ہم آپ کے خدا کی عبادت کریں اور آپ ہمارے معبودوں کی پرستش کریں یہ اُن کی عبادت تھی۔

تامرونی دراصل تامرونني تھا پہلا نون دوسرے نون میں مدغم ہوا۔ دوسرا نون رفع کی علامت اور پہلا وقایہ کا ہے۔ ابن عامر کی قرآۃ اظہار نون کے ساتھ ہے اور نافع نے نون کو محذوف کر کے پڑھا ہے اس لیے کہ نون مرفوع اکثر و بیشتر محذوف ہوا کرتا ہے۔ **ولقد اوحی الیك والی الذین من قبلك** ۔ بیشک آپ کی طرف اور آپ سے پہلے پیغمبران علیہم السلام کی طرف وحی بھیجی گئی۔ **لئن اشرکت**) بفرضِ محال اگر تم شرک کرو گے۔ واحد مخاطب کا صیغہ باعتبار کل واحد کے ہے **لیحبطن عملك** تو باطل ہو جائے گا تیرے عمل کا ثواب اگرچہ آپ میرے ہاں معزز و مکرم ہیں۔

ولتکونن من الخاسرین اور تم ہو جاؤ گے اپنی بیع میں خسارے والے بوجہ اعمال کے حبط ہو جانے کے پہلی م قسم تمہید کے لیے ہے پچھلی دو قسم کا جواب ہیں۔

ازالۂ وہم: یہ کلام بطریقہ بفرضِ محال کے طور پر واقع ہوا ہے۔ توحید کی ترغیب کے لیے اور کافروں کو ناامید کرنے کے لیے کہ وہ اہل توحید سے پھر جانے کی اُمید نہ رکھیں اور شرک کی شناعت و قباحت کا اظہار مطلوب ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ شرک ایسا قبیح فعل ہے کہ اس کے ارتکاب سے اس ذات کو بھی منع کیا جا رہا ہے جس سے اس کا امکان بھی ممتنع ہے پھر اس کو کس طرح نہ منع کیا جائے جس سے اس کا صدور ممکن بلکہ واقع ہے۔ چنانچہ علامہ تفتازانی نے فرمایا کہ یہ خطاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہے اور یہ بھی قطعی طور پر ناممکن بلکہ ممتنع ہے کہ آپ سے شرک کا صدور ہو لیکن بفرضِ محال کے طور پر آپ کو خطاب کیا گیا تاکہ ان لوگوں کو سخت تنبیہ ہو جو اس میں مبتلا ہیں اور انھیں یقین ہو کہ ان کے جملہ اعمال صالحہ اکارت اور ضائع ہیں۔

دوسرا جواب: یہ خطاب اگرچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہے لیکن اس سے آپ کے غیر مراد ہیں۔ اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ادب سکھایا لیکن اس سے آپ کے غیر لوگ مراد ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شرک اور کفار کے ساتھ تعلقات مذہبی سے معصوم بنایا۔

تیسرا جواب: جناب کاشفی نے لکھا کہ ایسی آیات میں بظاہر اگرچہ انبیاء علیہم السلام کو خطاب ہوتا ہے لیکن اس سے اُن کی اُمت کے وہ افراد مراد ہیں جو ان پر ایمان لاتے ہیں یعنی ان افراد کو گویا فرداً فرداً خطاب کر کے فرمایا کہ اگر تم شرک کرو گے تو تمہارے جملہ اعمال صالحہ اکارت اور ضائع ہو جائیں گے۔ اگرچہ اس سے قبل بحالت ایمان ان گنت نیک عمل کیے لیکن بوجہ شرک کے وہ تمام

Scanned with CamScanner

برباد ہو جائیں گے اور پھر تم خسارہ والوں سے ہو جاؤ گے اور دین کی دولت سے محروم ہو کر ہمیشہ کے لیے کفر کے گڑھے میں پڑے رہو گے۔

فائدہ:۔ ابن عطاء نے فرمایا کہ اس سے التفات ملاحظہ الی الغیر کا شرک مراد ہے۔ نیز حبط اعمال میں موت وغیرہ کی قید نہیں اس لیے کہ ممکن ہے کہ یہ ان کا خاصہ ہو کہ موت تک ان کے اعمال بلکہ دوبارہ قبول نہ ہوں گا کیونکہ ان لوگوں کا کفر و شرک قبیح شرک و شدید ترین تھا۔ یا اس لیے کہ چونکہ دوسرے مقام پر موت کی تصریح ہو چکی ہے۔ اسی لیے یہاں صراحت کی ضرورت نہیں۔ کما قال تعالیٰ۔ ومن یرتدد منکم عن دینه فیمت وهو کافر فاولئك حبطت اعمالهم۔ نیز یہ مطلق کو مقید پر محمول کرنے کے قبیل سے ہے۔

مسئلہ:۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نفس کفر غیر محبط ہے البتہ وہ کفر محبط اعمال ہے جو موت تک ہو دوسرے ائمہ فرماتے ہیں کہ مطلقاً کفر محبط اعمال ہے کفر پر موت واقع ہو یا نہ۔

حبط اعمال کے اقسام

:۔ المفردات میں ہے کہ حبط اعمال کئی قسم ہے:

۱۔ ایسے اعمال دنیویہ جن کا آخرت میں کوئی فائدہ نہ ہو کما قال وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناه هباء منثورًا۔

۲۔ اعمال اخرویہ ہوں لیکن ان سے صاحب اعمال کو آخرت مطلوب نہ ہو چنانچہ مروی ہے کہ قیامت میں ایک شخص کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جائے گا۔ اس سے سوال ہو گا کہ تو دنیا میں کیا کام کرتا تھا۔ عرض کرے گا قرآن کی تلاوت۔ اسے فرمایا جائے گا کہ تو نے قرآن اس لیے بکثرت پڑھا تا کہ تجھے لوگ قاری صاحب کہیں سو تجھے قاری صاحب کہا گیا اس کے بعد حکم ہو گا کہ اسے جہنم میں لے جاؤ۔

۳۔ اعمال صالحہ ہوں لیکن اس کے بالمقابل اس کے اعمال سیئہ بہت زیادہ ہوں۔ اسی کے متعلق آیات میں آیا ہے کہ ایسے لوگوں کے لیے کہا گیا ہے کہ ان کے اعمال کا پلڑا ہلکا ہو گا۔

فائدہ: عطف الخسران کا عطف حبوط پر ہے یہ عطف المسبب علی السبب کے قبیل سے ہے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ انسان اگرچہ نبی ہو تب بھی اگر وہ اپنے آپ کو نفس کے حوالے کر دے تب بھی اس پر شرک و ریاء کی کنجی سے اپنے اوپر قہر الٰہی کے دروازے کھولتا ہے اگر وہ غیر اللہ کی طرف بنظر محبت التفات کرے تو اس کے اعمال حبط ہو جاتے ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام سے ایسا نہیں ہوتا بلکہ ممتنع ہے۔

Scanned with CamScanner

تفسیر عالمانہ: بل اللہ فاعبد۔ اس کا رد ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیر اللہ کی پرستش کا کہا۔ اگر تقدیم علی القصر کی دلیل نہ ہوتی تو ایسا نہ ہوتا تو فاء شرط محذوف کا جواب ہے۔ دراصل لا تعبد ما امرك الكفار بعبادة بل ان عبدت فاعبد الله آپ اس کی عبادت نہ کیجئے جس کا آپ کو کفار نے کہا ہے بلکہ اگر آپ عبادت کرنا چاہیں تو صرف اللہ کی عبادت کریں۔ شرط کو حذف کر کے مفعول کو اس کے قائم مقام کھڑا کر دیا گیا ہے۔ وکن من الشاکرین اور ہو جائیے اس انعام کے شکر کرنے والے جو آپ پر ہوا۔ منجملہ ان کے توحید و عبادت ہے۔ ایسے ہی نبوت و رسالت جو آپ کو محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاصل ہوئے اور حصول نبوت میں نہ عمل کو دخل ہے اور نہ کردار کو۔

شکر کے درجات: شکر کے تین درجے ہیں۔

(۱) اچھی چیزوں کے حصول پر شکر بجا لانا اس میں تمام لوگ شریک ہیں مسلمان ہوں یا یہودی یا نصرانی یا مجوسی۔

(۲) طبع کے خلاف امور پر قیامت میں سب سے پہلے بہشت میں ایسے شکر گزار کو بلوایا جائے گا۔ کیونکہ بہشت تکالیف سے گھیری گئی۔

۳۔ سوائے منعم کے اسے کسی کا مشاہدہ نہ ہو ایسے انسان کو نہ نعمت پر نظر ہوگی نہ شدت پر۔ اور اس کا یہ شہود اور تلذذ تمام لذات سے اعلیٰ اور برتر ہے کیونکہ یہ مقام سر ہے۔

سبق:۔ عاقل کو چاہیے کہ توجہ الی اللہ نہ ہی اس کی دائیں طرف نگاہ ہے نہ بائیں طرف کو۔

انتباہ:۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک نہر سے وضو کرنا چاہا تو آپ کی ایک حسین و جمیل عورت پر نگاہ پڑ گئی اس نے عرض کی میں نے پہلے آپ کو عاقل پھر عالم پھر عارف سمجھا لیکن اب معلوم ہوا کہ آپ نہ عاقل ہیں نہ عالم نہ عارف۔ آپ نے فرمایا وہ کیسے۔ عرض کی عاقل بے وضو نہیں رہتا اس لیے کہ وہ وضو کے فضائل سے باخبر ہے اور عالم غیر محرم نہیں دیکھتا کیونکہ عالم کا با عمل ہونا ضروری ہے اور عارف غیر اللہ کی طرف مائل نہیں ہوتا کیونکہ عرفان کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب حقیقی کے سوا اور کسی کو نظر میں نہیں لاتا۔ اس لیے کہ اس کا حسن ذاتی اور غیروں کا حسن اس کے حسن سے مستفاد ہے۔ اگرچہ وہ بھی اس کے حسن کی تجلی ہے لیکن مقید ہے اور عالم اطلاق میں حاضری مفقود ہے اسے اصطلاح صوفیاء میں تجرید کہا جاتا ہے یعنی موحد کا انفس و آفاق سے منقطع ہونا۔

غذا است در دو جہان جاوداں جامی

وما سواه خیال مزخرف باطل

Scanned with CamScanner

ترجمہ: اے جامی دونوں جہان میں صرف اللہ تعالیٰ کو دوام ہے اور اس کا ماسوا صرف خیال ہی خیال ہے۔
ہم اللہ تعالیٰ سے یہی حقیقی توحید کا سوال کرتے ہیں۔

شانِ نزول: حضرت عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ایک یہودی عالم حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا آپ کو معلوم ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں کو ایک انگلی پر اور تمام زمینوں کو دوسری انگلی پر اور تمام پہاڑوں کو ایک انگلی پر اور پانی اور تمام تری اور درخت ایک اور انگلی پر اور جملہ مخلوق کو ایک انگلی پر رکھ کر اپنی طرف کھینچے گا اور فرمائے گا صرف میں ہی بادشاہ ہوں کہاں ہیں دنیا کے بادشاہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس یہودی عالم کی بات سن کر تعجب سے ہنس پڑے۔ آپ کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی وما قدروا اللہ حق قدرہٖ۔ یہاں پر القدر بمعنی تعظیم ہے (کذا فی القاموس)

اب معنی یہ ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا حق ادا نہیں کیا اس لیے کہ اس کا شریک ٹھہرایا حالانکہ یہ اس کی شانِ عظیم کے لائق نہیں اور اہل عرب۔ قدر الشئ قدرہ از تقدیر بھی استعمال کرتے ہیں۔
(کذا فی المختار)

اس تقریر پر معنیٰ یہ ہوا کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی کماحقہٗ عزت و عظمت نہیں اور المفردات میں لکھا ہے کہ اس کا معنیٰ ہے ما عرفوا کنہہ یعنی انہوں نے اس کی کنہ کو نہیں پایا۔ صاحب روح البیان نے فرمایا کہ یہ معنیٰ یہاں پر موزوں نہیں۔ اگرچہ اس سے انکار نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کنہ کو نہیں پہچانا جا سکتا جس طرح کہ وہ ہے لیکن اس سے وہ معرفت حقیقی نہیں جو ہمارے لائق ہے نہ وہ معرفت اس کے لائق ہو۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ انہوں نے اپنے لائق اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانا کیونکہ اگر وہ اپنے لائق اللہ تعالیٰ کو پہچانتے تو اس کا شریک نہ بناتے۔

اور تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا اور نہ ہی اس کی شان کے لائق اس کی صفات بیان کیے اور نہ ہی اس کی عظمت کا حق ادا کیا جو شخص اللہ تعالیٰ کو کسی تمثیل سے موصوف کرتا ہے یا اس کے لیے تفضیل ثابت کرتا ہے تو صحیح طریقے اور حق کے راستے سے بھٹک گیا۔ مثلاً بعض بد مذہبوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اعضاء ثابت کیے اور بعض نے اس کے اجزاء بتائے تو اس معنیٰ پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی شان عظمت کو نہ پہچانا۔

والارض جمیعا۔ جمیعا لفظاً حال اور معنیٰ تاکید ہے اسی لیے مفسرین نے فرمایا۔ یہ جملہ زمین کی تاکید ہے کیونکہ ارض سے زمین کے کل طبقات مراد ہیں یا اس کے جمیع اجزاء جو ظاہر ہیں یا غیر ظاہر

Scanned with CamScanner

الارض مبتدا اور اس کی خبر۔ قبضتہ یوم القیمۃ۔ القبضۃ مرۃ من القبض۔ قبضہ کے معنی ہیں مستعمل ہوتا ہے۔ وہ مقدار جو ہاتھ کی ہتھیلی کے قبضہ میں آسکے یا یہاں پر ذات کا لفظ مضاف محذوف ہے یعنی زمین کے کل طبقات قیامت میں اسی ایک کا قبضہ ہے۔ المفردات میں ہے القبض بمعنی التناول ہے بجمع الکف جیسے قبض السیف وغیرہ پھر استعارہ کر کے تحصیل الشئی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اگرچہ اس میں ہتھیلی کا تعلق نہ ہو جیسے کہا جاتا ہے۔ قبضت الارض فلان۔ یعنی میں نے فلاں سے دار حاصل کی کما قال اللہ تعالیٰ۔ والارض جمیعاً قبضتہ یعنی اسی کے گھیرے میں ہیں جملہ طبقات ارض کہ اس وقت کسی بندے کی کوئی تملیک نہ حقیقۃً نہ مجازاً مثلاً کہا جاتا ہے ھذا فی یدك فی قبضتك بمعنی فی ملكك یعنی فلاں شے تمہارے قبضہ اور ملک میں ہے۔ اگرچہ اس پر تم نے ہاتھ سے قبضہ کیا ہے اب معنی یہ ہے کہ قیامت میں زمین کے کل طبقات اسی کے ملک و تصرف میں ہیں جس میں اور کوئی قسم کا تنازع نہ ہو گا نہ وہاں پر کوئی ملکیت کے طور پر تصرف کرے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کل طبقات اگرچہ تمہیں بہت نظر آتے ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے قدرت کے بالمقابل مٹھی بھر کی حیثیت ہے۔

فائدہ: آیت میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کمال قدرت اور دوسرے جملہ اُمور اگرچہ بہت بڑے اُمور ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کچھ نہیں اور اس میں دلالت ہے کہ جملہ عالم کو ویران کرنا اس کے لیے آسان ہے بطریق تمثیل و تخییل کے بیان کیا گیا ہے۔ اس میں حقیقی و مجازی معنی کا اعتبار نہیں کیا گیا وغیرہ وغیرہ۔ اسی طریقہ کے طور پر ہے۔ والسموٰت مطویات بیمینہ۔ السموٰت مبتدا ہے اور مطویات اس کی خبر ہے۔ بیمینہ۔ مطویات کے متعلق ہے۔ مطویات بمعنی مجموعات اور مدرجات یہ طویت الشئی طیا بمعنی اور حبہ اور رجا یا بمعنی مہلکات ہے یہ طی سے ہے بمعنی معنی العمر مثلاً کہا جاتا ہے۔ طوی اللہ عمرہ اور بیمینہ بمعنی بقوتہ و اقتدارہ اسے اقتدارہ کے معنی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یمین چونکہ شمال یعنی دایاں ہاتھ بہ نسبت بائیں کے بہت زیادہ طاقتور ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے لیے لفظ یمین استعمال کیا ہے۔ (کذا فی الامثلۃ بمیقم)

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے ایسی ہیں جیسے تمہارے ہاتھ میں رائی کا دانہ۔

مسئلہ: بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت متشابہات سے ہے اس میں تاویل و تفسیر کی کوئی گنجائش نہیں اسی لیے کہ تاویل و تفسیر سے ایمان میں خلل پڑ جائے گا۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ کل من عند ربنا۔

Scanned with CamScanner

فائدہ:۔ بعض محققین نے لکھا ہے کہ قبضہ سے قبضۂ شمال (بایاں ہاتھ) مراد ہے جس کی طرف اس کا قہر وجلال اور غضب اور اُن کے لوازم اور عالم عناصر اور وہ اشیاء پیدا ہوتی ہیں منجملہ ان کے آدم علیہ السلام کی صورت عنصریہ وغیرہا مراد ہے۔ اور آدم علیہ السلام کی روحانیت وہ اس قبضہ سے منسوب ہے جسے یمین سے تعبیر فرمایا ہے جیسا کہ زمین کے بالمقابل کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے اس کی تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں پر آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بائیں ہاتھ سے بنایا۔ اس سے مراد یہی ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام کی جسمانیت کو بائیں ہاتھ سے بنایا۔ (کذا فی شرح الاربعین حدیثا للشیخ الکبیر قدس سرہ الخطیر)۔

سوال:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

حدیث شریف:۔ رب تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں اور مبارک ہیں۔

کسی شاعر نے کہا ؎

له يمينان عدلا لا شمال له
وفي يمينه آجال وارزاق

ترجمہ: عدل کے لحاظ سے اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں اس کا کوئی بایاں ہاتھ نہیں اور اسی کے دائیں ہاتھ میں آجال وارزاق ہیں۔

حدیث شریف اور شاعر کا قول مذکورہ بالا حدیث تخلیق آدم کے منافی ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھوں کو یمین کہنا مجازاً ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات برکت والی ہے اور اس کی طرف جو امور منسوب ہیں وہ بھی برکت والے ہیں پھر اس سے جو آثار مرتب ہوں گے اس لحاظ سے انھیں یمین وشمال کہا جائے گا۔ اس لیے کہ دنیا وآخرت میں لطف وقہر وجمال وجلال اور بسط وقبض اور روح وجسم اور طبیعت وعنصر وغیرہ ہیں۔

فائدہ:۔ اس سے واضح ہوا کہ آسمان زمین کی حدود سے خارج نہیں جیسا کہ ان کا دائیں ہاتھ سے منسوب کرنے سے ثابت ہوتا ہے اگرچہ وہ بھی عالم کون وفساد میں ہے۔

فائدہ:۔ نیز یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ عناصر مطلقاً زمین کی طرف منسوب ہیں اور وہ اس کے بائیں کے قبضہ میں ہے اور جملہ ملکوت یعنی زمین کا باطن جیسے آدم علیہ السلام کا باطن۔ ایسے ہی آسمانوں کا باطن جیسے ارواح علویہ ان آسمانوں کی طرف منسوب ہیں جو دائیں ہاتھ کے قبضہ میں ہیں اس معنیٰ پر یعنی بحیثیت عناصر کے دنیا کی حدود میں داخل ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون وہ پاک ہے اور اس سے بلند وبالا ہے جو اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں یعنی بہت بعید اور دور کی بات ہے کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ

Scanned with CamScanner

کے ساتھ شریک بنایا جائے یا مصدریہ ہے یا موصولہ۔ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے والسمٰوٰت مطویات کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ منتشر کب تھے کہ پھر انہیں لپیٹا گیا۔ دراصل مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کاملہ قدرت کا اظہار فرماتا ہے کہ جسے تمہارے عقول و فہوم بہت عظیم شے تصور کرتی ہیں اوراس کے نزدیک رائی کے دانے اور مچھر کے پر یا اس سے بھی کم سے کم تر ہے۔

حضرت زروق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر تم کو دریائی سفر سے خطرہ ہو تو چاہیئے کہ مندرجہ

دریائی سفر کا وظیفہ: ذیل حزب البحر (وظیفہ) پڑھو بسلامت و عافیت دریا کو عبور کر لو گے وہ وظیفہ یہ ہے:

بسم اللہ مجریہا ومرسہا ان ربی لغفور رحیم۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ الی ان قال عما یشرکون۔

اس لیے کہ حدیث شریف میں ہے کہ یہ وظیفہ غرق سے امان اور منجانب اللہ اخلاص کا موجب ہے۔

فائدہ: وجہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا کامل عرفان رکھتا ہے وہ کبھی کشتی کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ وہ دریا کے پانی پر ایسے چلتا ہے جیسے خشک زمین پر اور یہ اہل تصرف اولیاء اللہ سے بکثرت واقع ہوا۔ نیز اس میں بندے کا اپنے لیے عجز و قصور کا اعتراف ہے۔ اور سب کو معلوم ہے کہ جیسے زمین اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے ایسے ہی دریا بھی اسی کے قبضہ میں ہے۔

سبق: اہل عقل پر لازم ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی سطوت و غلبہ سے ڈرتا رہے اور اس کے ذکر و فکر سے لمحہ بھر بھی غافل نہ ہو لیکن اس میں خلوص قلبی و صدق یقینی لازم ہے۔

تفسیر صوفیانہ

شرک کی دو اقسام ہیں:

۱۔ شرک جلی

۲۔ شرک خفی

جلی عوام کا کفر میں مبتلا ہونا اور ان سے زبان سے توحید کا ذکر لیکن قلب کو غیر اللہ میں مشغول رکھنا اور یہی خواص کے لیے شرک جلی ہے اور ان کا دنیا اور اُس کے اسباب کی طرف متوجہ ہونا شرک خفی ہے اور پھر یہی اخص الخواص کے لیے شرک جلی اور ان کا آخرت کی طرف متوجہ ہونا شرک خفی ہے۔

ازالۂ وہم: حضرت زکریا علیہ السلام چونکہ اخص الخواص تھے اسی لیے ان کا درخت سے امان لینا ان کے لیے شرک خفی تھا۔ جب اُنہوں نے درخت سے کہا اے درخت مجھے اپنے اندر چھپا لے (اس پر اللہ تعالیٰ نے الخواص کی حیثیت سے ان کے ساتھ وہی کیا جو ایک محبوب اپنے محب سے کرتا ہے ورنہ ہمارے لیے ایسا کرنا جرم ہے نہ گناہ بلکہ نہ کریں تو گناہ) اضافہ کا تمتہ ایسے ہی حضرت یوسف علیہ السلام کا بادشاہ کے

Scanned with CamScanner

چند سال قید میں رکھا۔ اگرچہ اسباب کا استعمال کوئی جرم نہیں بلکہ ضروری ہے لیکن اخص الخواص حضرات کے مراتب و کمالات بلند و بالا ہوتے اسی لیے ان کے احکام بھی ہمارے سے جدا۔ لیکن خدا غرق کرے نبوت دشمنی کو کہ اسی سے ایسے پیاروں کے ایسے واقعات عوام کے سامنے پیش کر کے عوام کے دلوں سے نبوت کی عزت و عظمت کو گھٹانے کی کوشش کی۔ لیکن بے سود۔ (اضافہ اویسی غفرلہٗ)

سبق: انسان پر لازم ہے کہ وہ غیر اللہ سے نظر ہٹا کر صرف اللہ تعالیٰ سے لو لگائے۔

فائدہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ حال ہے کہ جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی کچھ ضرورت ہو تو بندہ خدمت کے لیے حاضر ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا مجھ کو ضرورت تو ہے لیکن تجھ سے کہنے کی نہیں وہی مالک میری ضرورت کو پورا فرمائے گا اور وہی خود دانا بینا ہے چونکہ اخص الخواص کو اللہ تعالیٰ ہی دیکھنا چاہتا ہے اسی لیے ان کے لیے فوراً فرمایا:

"اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔"

اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دوسرے بعض انبیاء علیہم السلام پر فوقیت اور اُن کی امامت کا شرف ملا۔

نگرتا قضا از کجا سیر کرد
کہ کوری بود تکیہ بر غیر کرد

ترجمہ: قضا کو دیکھو کیسے اور کہاں سے آتی ہے لیکن یہ جہالت ہے کہ غیر اللہ پر تکیہ کیا جائے۔

حکایت: حضرت عبدالواحد بن زید نے حضرت ابو عاصم انصاری رحمہما اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ جب آپ کو حجاج ظالم نے بلایا تو آپ نے کون سا عمل کیا کہ جس کی وجہ سے ظالم کے ظلم سے بچ گئے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ میں اپنے گھر میں تھا کہ حجاج کے نوکر مجھے بلا کر اُس کے ہاں لے گئے لیکن راستہ میں مجھے ایسا دھکا لگا کہ اس کے ہاں پہنچنے کے بجائے میں نے اپنے آپ کو جبل ابو قبیس پہ پایا پھر پوچھا کہ آپ کی غذا کیا تھی فرمایا کہ ایک بڑھیا روزانہ میرے ہاں شام کے افطار کے لیے دو روٹیاں لاتی تھی۔ بس اسی پر میری زندگی کا بسر تھا۔ حضرت عبدالواحد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ وہی دنیا تھی جو ہماری دشمن ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت ابو عاصم کی خدمت گزاری کے لیے مقرر فرمایا تھا۔

سبق: ہم پر لازم ہے کہ ہم ماسوی اللہ سے منقطع ہو کر صرف اسی کے ہو جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی کرم نوازی سے ہمیں کسی وقت بھی خائب و خاسر نہیں فرمائے گا۔ جو اللہ تعالیٰ پر سہارا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسی کرامات و انعامات فرماتا ہے اسی لیے

Scanned with CamScanner

تفسیر عالمانہ : ونفخ فی الصور۔ اور صور میں پھونکا جائے گا اس سے نفخہ اولیٰ مراد ہے کہ جس سے تمام مخلوق کو فنا کر دیا جائے گا جیسا کہ آنے والے نفخہ سے واضح ہوتا ہے کہ وہ دوسرا ہے اور یہ پہلا۔ اور دوسرا قبور سے میدان حشر میں اُٹھانے کے لیے ہوگا۔

حل لغات : النفخ معنی کسی شے میں ہوا پھونکنا کو کہا جاتا ہے۔ نفخ بفمہ یعنی اس نے اپنے منہ سے ہوا خارج کی (پھونکا)

نفخ کی اقسام :

نفخ کی پانچ اقسام ہیں جن کا قرآن مجید شاہد ہے :۔

۱۔ حضرت جبریل علیہ السلام کا حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گریبان میں پھونکنا قال اللہ تعالیٰ فنفخنا فیہ من روحنا یعنی جبریل علیہ السلام نے پھونکا ہمارے حکم سے اور جبریل علیہ السلام کی پھونک سے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بچہ جنا۔

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گارے (مٹی) میں پھونکنا کما قال اللہ تعالیٰ فنفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ۔ یہاں پر طیر سے چمگادڑ مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات نے مٹی کو چمگادڑ بنایا لیکن اس کا سبب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پھونک تھی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی میں پھونکنا کما قال اللہ تعالیٰ ونفخت فیہ من روحی یعنی میں نے رُوح کو فرمایا کہ اسی جسم میں داخل ہو کر اس کے متعلق ہو جا وہی قادر ہے جس نے گوشت کو بولنے کی اور چربی میں دیکھنے کی اور ہڈیوں کو سننے کی طاقت اور جسم کو روح کے ذریعے سے زندگی بخشی۔

۴۔ ذوالقرنین سکندر مرحوم کا لوہے میں پھونکنا کما قال (حکایۃ عنہ) قال انفخوا الآیۃ وہ پاک ذات ہے جس نے لوہے کے ٹکڑے کو آگ بنایا۔ اسے ذوالقرنین کے پھونکنے کو سبب بنایا۔

۵۔ صور میں اسرافیل علیہ السلام کا پھونکنا کما قال اللہ تعالیٰ ونفخ فی الصور الخ پاک ہے وہ ذات جس نے ایک ہی پھونک ابدان سے اَرواح کو نکالا۔ اس کی مثال میں ہمارا چراغ ہے کہ بہت بڑی لمبی اور دور تک پھیلنے والی روشنی سے ایک پھونک سے بجھا دیا جاتا ہے۔ ایسے ہی آگ کو بھی ایک پھونک سے روشن کیا جاتا ہے۔ وہ پاک ذات ہے جس نے ایک ہی نفخ سے تمام ارواح کو ابدان میں واپس لوٹاتا ہے۔ یہ تمام اس کی قدرت کاملہ کی دلیلیں ہیں۔

صور اسرافیل کیا ہے؟ صُور ایک نورانی قرن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اسرافیل علیہ السلام کے منہ میں دبا کر رکھنے کا حکم فرمایا ہے وہ اس وقت اسے منہ میں رکھے ہوئے ہیں اور منتظر ہیں کہ کس وقت پھونکنے کا حکم ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

اسرافیل علیہ السلام کے طول وعرض کی کیفیت: حضرت اسرافیل علیہ السلام جملہ مخلوق کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ سو قریب تر ہیں۔ ان کے دو پر ہیں ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں اور عرش اس کے کاندھے پر اور دونوں قدم زمین ارض سفلی سے باہر نکلے ہوئے ہیں یہاں تک کہ ان کے دونوں قدم زمین کی گہرائی کے اختتام کے بعد ایک سو سال کی مسافت آگے کو بڑھے ہوئے ہیں۔ (رواہ وہب)

قرن کی لمبائی چوڑائی: قرن کے دائرے کا عظم چودہ طبق آسمانوں اور زمینوں جیسا ہے اور حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرن نور کا ہے اس کے چودہ دائرے ہیں ہر دائرہ زمین و آسمان کے برابر ہے۔ اس میں ارواح بریہ کے قعد اور سوراخ ہیں۔ صور کے متعلق مزید تحقیق سورۂ کہف و نور میں گزری ہے وہاں پر ملاحظہ کیجئے۔

فصعق من فی السمٰوٰت ومن فی الارض۔

حل لغات: صعق الرجل اُس وقت بولتے ہیں جب کسی کو کوئی صدمہ پہنچے تو اس سے بیہوش ہو جائے بسا اوقات ایسے صدمات سے موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔ پھر اس کا استعمال موت کے لیے بکثرت ہونے لگا۔ کذا فی شرح المشارق لابن الملک) المختار میں ہے کہ صعق الرجل (بالکسر) صعقۃ بمعنی غشی علیہ یعنی اس پر غشی طاری ہو گئی۔ یہاں پر صعق بمعنی مات ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ آسمانوں اور زمینوں میں رہنے والے اسرافیل کے صور کی سخت آواز سے مر جائیں گے الا من شاء اللہ مگر جنہیں اللہ تعالیٰ چاہے وہ اس سے جبریل و اسرافیل و میکائیل و ملک الموت علیہم السلام مراد ہیں اس لیے کہ یہ نفخ صور کے بعد مریں گے۔ سعدی نے فرمایا کہ ان کے ساتھ آٹھ ملائکہ اور بھی ملا لو وہ ہیں حملۃ العرش اس روایت کے مطابق کل ملائکہ بارہ ہوئے (علیہم السلام) ان سب سے آخر میں مرنے والے حضرت ملک الموت علیہ السلام ہوں گے۔ نقاش نے فرمایا آخری موت جبر۔

ملک الموت کی موت کا واقعہ: نقاش سے مروی ہے کہ نفخ صور کے بعد اللہ تعالیٰ ملک الموت کو فرمائے گا کہ اسرافیل کی روح نکالئے اس کے بعد ملک الموت سے پوچھے گا بتائیے باقی کون کون ہیں۔ عرض کی جبریل و میکائیل اور ملک الموت۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میکائیل کی رُوح قبض کرے۔ یہاں اب صرف باقی ملک الموت اور جبرائیل علیہما السلام بچ رہے اللہ تعالیٰ ملک الموت کو فرمائے گا اب اپنی رُوح قبض کیجئے اس پر ملک الموت پر موت واقع ہو جائے گی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جبریل علیہ السلام اب کون باقی ہے عرض کرے گا یا ذوالجلال والاکرام تیری ذات دائم و باقی ہے اور یہ تیرا بندہ جبریل فانی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا لئے جبریل تمھارے لیے بھی موت ضروری ہے۔ یہ سن کر جبریل علیہ السلام سجدہ ریز ہوں گے اور فوراً پر ملائیں

گے تو ان کی رُوح بھی پرواز کر جائے گی۔ اس کے بعد وہی باقی رہے گا جس کے لیے دائمی بقا ہے۔ باقی تمام انس و جان اور ملائکہ کرام سب فنا ہو جائیں گے۔ وہی واحد قہار حی و قیوم ہے۔

فائدہ: بعض مفسرین نے فرمایا اس آیت میں نفخِ صور کے بعد باقی رہنے والی حوریں اور ولدان جنت اور جنت و نار اور جو ان کے اندر ہے کیونکہ انہیں بقا کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور فنا تو صرف مکلفین کے لیے حتی اور ان کے لیے ضروری تھا کہ انہیں دارِ دنیا سے دارِ آخرت میں لایا جائے اور موت سے ہی ہو سکتا تھا اور یہ اشیاء اہلِ جنت ہیں۔ ان کے لیے قلب مکانی کا کیا معنیٰ۔ اسی لیے موت کے بغیر انہیں اپنے حال پہ چھوڑا جائے۔ نیز یہ خطاب اہلِ دنیا کے متعلق ہے اور جنت و نار ایک دیگر عالم میں ہیں جس عالم کی تخلیق بھی بقا کے لیے تھی اسی لیے انہیں عالمِ فنا کے حکم میں داخل نہیں کیا جا سکتا اس معنیٰ پر وہ آیت کے حکم میں داخل ہی نہیں۔ اس تقریر پہ یہ آیت کل شئ ھالك الا وجهه اور کل نفس ذائقة الموت کی تفسیر ہوگی۔ اسی اعتبار سے آیات میں تناقض نہ ہوگا۔

تردید از صاحب رُوح البیان: صاحب روح البیان مذکورہ بالا قول کی تردید میں لکھتے ہیں کہ اس خطاب کو صرف اہلِ دنیا سے متعلق کیا جائے تو من فی السموٰت والارض کے عموم میں ترمیم کرنی پڑے گی کیونکہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ السموٰت زمین کے حدود سے خارج ہیں۔ اگر وہ دوسرا کلیہ پیش کریں کہ چونکہ ساتوں آسمان زمین کی طرح عالم کون و فساد ہیں۔ تو بھی مطلب واضح نہ ہوگا جبکہ السموات میں فلک ثامن بمعنی کرسی اور فلک تاسع یعنی عرش آیت کے حکم سے خارج ہو جائیں گے۔ اس سے لازم آجائے گا کہ عرش و کرسی کے باشندوں کو فنا نہ ہو بالخصوص ملائکہ کہ جن کی تعداد اللہ تعالیٰ جانتا ہے حالانکہ وہ بھی مکلفین ہیں کہ تم کہتے ہو کہ مکلفین کو فنا ہے۔

سات اشیاء غیر فانی ہیں: بحر العلوم میں امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہلِ حق یعنی اہلِ سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ سات اشیاء غیر فانی ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ عرش ۲۔ کرسی ۳۔ لوح ۴۔ قلم

۵۔ جنت ۶۔ نار اور ان کے اندر رہنے والے ملائکہ یعنی رحمت و عذاب کے فرشتے

۷۔ ارواح۔

اہلِ سنت کی دلیل بھی یہی آیت ہے۔

مسئلہ: حضرت شیخ العلماء سیدنا حسن بصری قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مستثنیٰ (الا من شاء الله میں) صرف اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہے۔ اس کی تائید میں حدیث بیان فرمائی جسے امام غزالی قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس بزرگ نے حدیث بیان فرمائی ہے جس پر مجھے ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ آیت کا مستثنیٰ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور بس۔

Scanned with CamScanner

تردید از صاحب روح البیان: صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا کہ روایت مذکورہ اور قول مذکور بعید از قیاس ہیں اور نص قطعی کے مضمون کے منافی وہ اس لیے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ جا ہنے والا (شاء من) بھی وہی اور مستثنیٰ (الا من شاء اللہ) سے چاہا ہوا بھی وہی یہ کیسے اسی وجہ سے واللہ علی کل شئی قدیر اور واللہ خالق کل شئ میں بالاتفاق اللہ تعالیٰ کی ذات مراد نہیں لی گئی کیونکہ شائی اور شئی کا ایک ہونا لازم آتا ہے جو عقیدہ حق کے سراسر منافی ہے۔ علاوہ ان دو آیات کے اور آیتیں و احادیث بھی دعویٰ میں پیش کی جا سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کو بھی اہل السموات والارض میں داخل ماننا پڑے گا حالانکہ وہ ان کا اہل (مکین) نہیں بلکہ اِلٰہ ہے کما قال وھو الذی فی السماء الٰہ و فی الارض الٰہ۔

تحقیقی فیصلہ: بعض محققین نے فرمایا کہ صعق موت سے عام ہے اس اعتبار پر جو اس وقت نہیں مرے ہوں گے وہ صور سے مر جائیں گے اور جو مر چکے ہوں گے وہ بیہوش ہو جائیں گے پھر جب نفخ ثانی ہو گا اس وقت جو مر چکا ہو گا اسے زندہ کیا جائے گا اور جن پر بیہوشی ہو گی انہیں افاقہ ہو گا یہی قول معتبر و معتمد علیہ ہے اور اہل تحقیق اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔

صاحب روح البیان کا بیان: صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا اس قاعدہ پر حضرت ادریس علیہ السلام بھی شامل ہو گئے اس لیے کہ ان پر بھی موت آئے گی پھر وہ زندہ اٹھیں گے اور جنت میں جائیں گے ان کے لیے غشی کا عموم ہو گا اگرچہ موت کا اطلاق کیا جائے گا ہاں یہ بھی فمن شاء اللہ کے استثناء میں داخل ہوں گے اور موسیٰ علیہ السلام کو صعقہ و غشیۃ کوہ طور پر واقع ہوا۔ خلاصہ یہ کہ موت عام ہے جو سب پر آئے گی ورنہ جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا لمن الملك الیوم تو وہ کوئی جواب دیتا لیکن نہیں بلکہ وہ خود ہی فرمائے گا۔ للہ الواحد القہار۔

فائدہ: الاسئلۃ المقحمۃ میں ہے کہ محققین کے نزدیک کل شئی ھالك الا وجھہ کا معنیٰ یہ ہے کہ ہر وہ شے جو قابل ہلاکت ہے وہی ہلاک ہو گی بلکہ اسے ہلاکت ہے جو دائمی طور پر اور بہ نسبت اپنی ذات کے دائمی طور پر ہلاک ہے وہ فنا ہو گی اس لیے کہ ہر شے کی دو نسبتیں ہیں:

۱۔ الی نفسہ
۲۔ الی ربہ

بہ نسبت اول کے وہ شے ہالک اور عدم محض ہے اور بہ نسبت ثانی کے وہ عین اور قائم بربہ ہے اور سا گر اس کا ظل ظاہر ہے تو ہر حادث قابل الہلاک ہے اور عدم محض ہے بخلاف ثانی کے اسے ہلاکت نہیں اس لیے وہ ازلی اور قدیم ہے۔ اس کی تائید اس دلیل سے ہوتی ہے کہ عرش الٰہی کے بارے میں کوئی روایت نہیں ملتی کہ جس سے ثابت ہو کہ وہ بھی ہلاک ہو گا ایسے ہی بہشت کے متعلق سمجھئے۔

Scanned with CamScanner

سوال: ایک حدیث شریف میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ آیہ مذکورہ میں الا من شاء اللہ سے کون لوگ مراد ہیں۔ عرض کی وہ شہداء ہیں جو اپنے گلے میں نور کی قندیلیں لٹکا کر عرش الٰہی کے ارد گرد کھڑے ہیں (کشف الاسرار) اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آیت کے مستثنیٰ سے حضور سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت رضی اللہ عنہم اور اہل معرفت مراد ہیں اور بعض مشائخ نے فرمایا اس سے اہل تمکین اور استقامت مراد ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ الا من شاء اللہ کے استثناء سے بہت سے حضرات مراد ہیں۔

جواب: مذکورہ روایات اور اس قسم کی دیگر سے مراد یہ ہے کہ آیت میں غشی سے صعق مراد ہے اس لیے کہ شہداء وغیرہم جیسے صدیقین اگرچہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں لیکن یہ دوبارہ موت کا ذائقہ نہیں چکھیں گے ورنہ ان پر عدم حقیقی ثابت ہوتا اور یہ حکمت ایزدی کے خلاف ہے۔ صرف یہی کہا جائے گا کہ ان پر غشی طاری ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان کو اس غشی سے محفوظ فرمائے گا۔ اس کا معنیٰ جملہ الارواح والاجساد مشترک نہیں صرف وہی اس غشی سے محفوظ ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ چاہے گا۔

حکایت: کسی نے ایسے شخص کو خواب میں دیکھا جو نوجوان ہو کر مرا تھا لیکن مرنے کے بعد بوڑھا تھا۔ اسے کہا گیا کہ مرسی معتزلی ہے یہ قرآن مجید کے مخلوق ہونے کا قائل تھا جب مرا تو اس پر جہنم نے شور و غل کر کے جھانکا تو اس کے خوف سے بوڑھا ہو گیا ہے۔ اس طرح کی بے شمار حکایات ہیں۔

مسئلہ: عام الارواح کے حکم میں وہ ارواح بھی شامل ہیں جو ارواح عالیہ متحیرہ ہیں اس لیے کہ وہ تو ارواح محض ہیں اس لیے ان پر غشی طاری نہیں کیونکہ ان کو تو ماسوی اللہ کی خبر بھی نہیں اور بحر شہود میں ہر وقت مستغرق ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفخہ سے یہ کوئی اور نفخہ ہے۔ نفخۂ اماتہ کا یہاں مراد نہیں اس کی مزید تشریح نفخات کی بحث میں آئے گی۔ انشاء اللہ۔

سوال: اس آیت کے صعق اور سورہ نمل کے فزع میں کیا فرق ہے جبکہ وہاں فرمایا ففزع من فی السمٰوٰت ومن فی الارض الخ

جواب: الصعق سے موت مراد ہے اور وہ فزع کی غیر ہے اسی طرح الصعق کو بمعنی غشی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں جس پر فزع طاری ہو وہ بیہوش بھی ہو بہت سے لوگوں کو گھبراہٹ تو ہوتی ہے لیکن وہ بیہوش نہیں ہوتے۔

اس مقام پر جو کچھ مجھ سے ہو سکا میں نے تحقیق لکھ دی اور اس کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

Scanned with CamScanner

42/C **تفسیر عالمانہ:** ثم نفخ فیه اخری ۔ اس سے نفخۂ ثانیہ مراد ہے ۔ اُخری اسم ظرف منصوب اور نائب فاعل ہے ۔ اگر اسے مفعول مطلق کی صفت بنا کر منصوب پڑھا جائے تو جائز ہے اسے مرفوع مقدر مصدر کی صفت بنا کر نائب فاعل پڑھا جائے تب بھی جائز ہے فاذا ھم تو اُس وقت جملہ مخلوق ۔ قیام ۔ قائم کی جمع ہے ۔ اپنی قبور سے پاؤں پر کھڑے ہو جائے گی یا قیام بمعنی متوقفون یعنی قبور سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے حضور ٹھہرائے جائیں گے اور قیام بمعنی موقوف ہے اور ان کا ٹھہرنا ایسے ہوگا جیسے پتھر ۔ ڈھیلے جہاں پڑے ہوں وہاں پڑے رہتے ہیں ۔ ایسے ہی تحیر سے ان کا حال ہوگا ۔

ینظرون ۔ مبہوت کی طرح ہر طرف دیکھیں گے یا اسی انتظار میں ہوں گے کہ نامعلوم اب اُن کے ساتھ کیا ہوگا ۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ آسمان کی طرف دیکھیں گے اور حیران ہوں گے کہ اسے کیا ہو گیا ہے کہ اب یہ غبار آلود ہو گیا ہے ۔ پھر زمین کو دیکھ کر کہیں گے اسے کیا ہو گیا ہے کہ اب اپنی پہلی حالت سے بدل گئی ہے اور پھر داعی کی پکار سے مزید متحیر ہوں گے جب وہ انھیں حساب و کتاب یا اُن کے آباء و اجداد و امہات کے ساتھ مل جانے کے لیے پکارے گا لیکن آباء امہات کے تیور بدلے ہوں گے وہ انھیں منہ نہیں لگائیں گے تو کہیں گے اب ان کی شفقت اور لطف و کرم کیوں نہیں پھر خصماء کو دیکھیں گے کہ وہ اُن کے گلے میں پھندا ڈال رہے ہیں تو کہیں گے انھیں کیا ہو گیا کہ اب یہ لوگ بے رحم ہیں ۔

نفخ ثانی کے بعد سب سے پہلے کون

حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سب سے پہلا ہوں جس کی قبر شق ہو گی اور ملائکہ سے سب سے پہلے اسرافیل زندہ ہو کر اُٹھے گا تاکہ نفخ صور فرمائے ۔ جانوروں میں سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بُراق اُٹھے گا اور سایۂ عرش میں سب سے پہلے وہ شخص جائے گا جس نے تنگ دست قرض دار کو ادائیگی قرض میں مہلت دی یا اسے قرض معاف کر دیا اور حوض کوثر پر سب سے پہلے اُمت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فقیر اور وہ لوگ حاضر ہوں گے جو آپس میں خدا کے واسطے محبت کرتے تھے اور بہشت کی پوشاک سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنائی جائے گی اس لیے کہ آپ کو آگ میں ننگا کر کے ڈالا گیا ۔ اور دوزخ کی ناری پوشاک سب سے پہلے ابلیس کو پہنائی جائے گی اور سب سے پہلے حساب جبرئیل علیہ السلام سے لیا جائے گا اس لیے کہ وہ رسل کرام کی طرف اللہ تعالیٰ کے امین مقرر تھے اور لوگوں کے درمیان فیصلوں میں پہلا فیصلہ خون کے متعلق ہوگا ۔ ہر ایک سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا ۔ عورت سے سب سے پہلے اپنے شوہر کے حقوق اور نماز کا حساب ہوگا ۔ سب سے پہلے انسان سے نعمتوں کا حساب

Scanned with CamScanner

ہو گا کہ ہم نے صحت بخشی تو نے اس کا کیا حق ادا کیا ہم نے تجھے ٹھنڈا پانی پلایا اس کا تو نے کون سا شکریہ ادا کیا وغیرہ وغیرہ۔ میزان میں اعمالِ صالحہ میں سب سے پہلے حسنِ خلق کو رکھا جائے گا اور میزان میں اخراجات میں سب سے پہلے اہل و عیال کا خرچ رکھا جائے گا۔ انسان پر گواہی کے لیے اعضاء میں سب سے پہلے ران اور ہتھیلی بولے گی۔ سب سے پہلے ایک دوسرے پر دعویٰ کرنے والے ہمسائیگان ہوں گے۔ سب پہلے شفاعت انبیاء کریں گے پھر علماء پھر شہداء امتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سے سب سے پہلے بہشت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ داخل ہوں گے۔ پھر دوسرے لوگ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ مصافحہ فرمائے گا اور سب سے پہلے انھیں کو السلام علیکم فرمائے گا۔ اغنیاء میں سب سے پہلے بہشت میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف (جو عشرہ مبشرہ سے ہیں) جائیں گے۔

فائدہ:۔ المدارک میں ہے کہ آیت سے معلوم ہوا کہ نفخہ دو ہیں،

۱۔ موت کا نفخہ ۲۔ قیامت میں اُٹھنے کا۔

جمہور کے نزدیک تین ہیں:

۱۔ فزع کا نفخہ ۲۔ موت کا نفخہ ۳۔ قیامت میں اُٹھنے کا نفخہ۔

نفخ فزع کی دلیل قرآن مجید میں ہے کما قال اللہ تعالیٰ۔ و نفخ فی الصور ففزع الخ

اگر نفخے ہوں دو تو صعق کا معنیٰ ہو گا کہ وہ مردہ ہو کر گریں گے۔ اگر ہوں تین تو معنیٰ ہو گا کہ ان پر غشی طاری ہو گی اس معنیٰ پر یہ نفخہ ثانیہ قیامت میں زندہ اُٹھنے کے بعد ہو گا۔ جیسا کہ بعض کا مذہب ہے۔

نفخ صور چار دفعہ: سعدی المفتی مرحوم نے فرمایا کہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نفخ چار دفعہ ہو گا دو وہی جو سورہ یٰسین میں مذکور ہیں کہ پہلے نفخ سے کل مخلوق مر جائے گی دوسرے سے قیامت میں زندہ کرنے کے لیے تیسرا نفخہ انھیں مرعوب و مرہوب کرنے کے لیے چوتھا اس رعب و رہب سے کھڑا کرنے کے لیے۔

چالیس سال گھبراہٹ: خریدۃ العجائب جملہ نفخات میں سب سے پہلے نفخۂ فزع ہو گا وہ اس وقت جبکہ اشراطِ ساعت کی تکمیل ہو گی تو اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم فرمائے گا جب نفخ صور کا آغاز ہو گا تو دھیمی آواز ہو گی پھر اس طرح سے اس کا زور بڑھتا جائے گا یہاں تک کہ ایک سال کے بعد آواز کی شدت میں اضافہ ہو جائے گا۔ نفخ صور کی آواز کی شدت سے مخلوق گھبرا جائے گی یہاں تک کہ شہروں کو چھوڑ کر جنگلوں کی طرف بھاگیں گے اور جانوروں کو چارہ اور گھاس بھول جائے گا۔ وہ شور سے تمام وحشی اور درندے گھبرائے ہوں گے اور انسانوں میں مل کر رہیں گے لیکن گھبراہٹ سے کسی کو کچھ ایذا نہیں دے سکیں گے اور زمین و آسمان کی ہیئت کذائیہ میں فرق آجائے گا۔ نفخہ گھبراہٹ کے نفخہ سے

Scanned with CamScanner

دوسرے نفخہ تک چالیس سال کا عرصہ ہوگا اسی طرح پھر تیسرے اور چوتھے کے درمیان چالیس سال یا چالیس ماہ یا چالیس یوم یا چالیس گھنٹے گزریں گے۔

تطبیق روایات: امام غزالی قدس سرہ نے فرمایا کہ اگرچہ روایات کا اختلاف ہے لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ہر نفخہ کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا۔ ہاں مجھے ایک معتبر بزرگ نے روایت کی ہے فرمایا کہ ان نفخات کے درمیان کے فاصلے کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اس لیے کہ یہ اسرار ربوبیت سے ہے۔

قیامت میں زندہ اُٹھنے کا منظر

جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو قیامت میں زندہ اُٹھانے کا ارادہ فرمائے گا تو وہ عرش کے خزانوں سے ایک خزانہ کھولے گا اس خزانہ میں بحر الحیات ہے اس سے زمین پر مینہ برسے گا وہ پانی انسانوں کی منی کی طرح ہوگا جب قبور سے اُٹھیں گے تو سخت پیاسے ہوں گے اسی پانی سے مردے اُٹھیں گے اور نئی نشو و نما ہوگی اور وہی عرش کا پانی بارش کی کیفیت سے بڑھتا جائے گا یہاں تک کہ چالیس گز زمین کے اوپر پانی چھا جائے گا۔ اجسام ریڑھ کی ہڈی سے بڑھنا شروع ہوں گے کیونکہ انسان میں سب سے پہلے یہی ہڈی بنتی ہے پھر اس سے دوسرا جسم بڑھایا جاتا ہے اور مرنے کے بعد صرف یہی ہڈی بچ جاتی ہے۔ یہ چنے کی مقدار پر ہے اس میں چربی وغیرہ نہیں ہے۔ اس پر گوشت و پوست ایسے بڑھتا ہے جیسے انگوری بڑھتی ہے مثلاً اسی ہڈی کے بعد سر کو مونڈھوں پر اور ہاتھوں کو اس کے کناروں پر اور رانیں آخری کناروں پر۔ اُس وقت جیسے مردے ہوں گے ویسے ہی اُٹھیں گے مثلاً بچہ تھا تو بچہ۔ نوجوان تھا تو نوجوان۔ بوڑھا تھا تو بوڑھا۔ قرب قیامت میں عرش الٰہی کے نیچے سے گرم ہوا چلے گی جس میں آگ ہوگی وہ روئے زمین کے تمام درخت کھیتیاں وغیرہ فنا کر دے گی۔ زمین ایک چٹیل میدان ہوگی گویا تھال ہے اور سیدھی کہ اس میں معمولی بل بھی نہ ہوگا۔ ایسے معلوم ہوگی گویا تھال ہے اُس وقت اسرافیل علیہ السلام صخرہ بیت المقدس سے نفخ صور فرمائیں گے یہاں تک کہ جملہ ارواح نکل کر ایسی آواز نکالیں گے جیسے شہد کی مکھیوں کی آواز ہو یہاں تک کہ تمام زمین بھر جائے گی اس کے بعد ہر روح اپنے جسم میں چلی جائے گی۔

سوال: کیا ارواح عالم یہی ہمارے اجسام ہیں؟

جواب: اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم عطا ہوگا۔

فائدہ: یہ ارواح صرف انسان کے نہیں بلکہ جملہ وحوش۔ پرندے وغیرہ اس پر تمام اجسام اُٹھ کھڑے ہوں گے

پھر اللہ تعالیٰ جو چاہے گا کرے گا۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

Scanned with CamScanner

چو در خاکدان لحد خفت مرد
قیامت بیفشاند از موی گرد
سر از جیب غفلت برآور کنون
که فردا نماند بحسرت نگون
بران از دو سر چشمہ دیدہ جوی
در آلائشی داری از خود بشوی

ترجمہ: جب قبر کی خاکدان میں تو سو گیا تو قیامت میں اُٹھ کر بال جھاڑے گا۔
۲۔ آج ہی گریبان غفلت سے سر باہر کر تو پھر قیامت میں حسرت سے تیرا سر نگوں نہ ہوگا۔
۳۔ سر میں دو چشمے ہیں ان کو بہا (یعنی گریہ کر) جتنا آلائش ہے آنسو سے دھو ڈال۔

تفسیر عالمانہ: واشرقت الارض۔ اور چمک اُٹھے گی زمین یعنی قیامت کا میدان روشن ہوگی کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اپنی شان خاص کے ساتھ بندوں کے فیصلہ کے لیے اپنی کرسی پر نزول و اجلال فرمائے گا اس سے زمین پر نور ہی نور پھیل جائے گا۔ بنور ربھا۔ النور یعنی وہ روشنی منتشر جو شے کے دیکھنے پر مدد کرے یعنی اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف سے قیامت میں زمین روشن ہو جائے گی۔

سوال: تم نے نور کی تفسیر عدل و انصاف سے کیوں کی؟

جواب: یہ استعارہ ہے اس لیے کہ وہ زمین تر و تازہ اور بارونق ہوتی ہے۔ جہاں عدل و انصاف کے فیصلے اور لوگوں کے حقوق مکمل طور پر ادا کیے جاتے ہوں جیسے حدیث شریف میں ظلم کو تاریکی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم " الظلم ظلمات یوم القیمۃ۔ ظلم قیامت میں تاریکی ہی تاریکی ہے یعنی ظلم ظالم کے شدائد کا سبب ہوگا یا ظالم کا ظلمت حقیقۃً سبب بنے گی یہاں تک کہ سیدھے راہ کو نہیں پا سکے گا یہاں تک کہ وہ نور اہل ایمان کے دائیں بائیں دوڑے گا۔ اس میں رب کا زمین کی ضمیر کی طرف اضافہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ نور سے مراد عدل و انصاف ہے کیونکہ یہ اُس وقت موزوں ہوگی جب زمین عدل و انصاف سے پُر ہو کر مزین ہو یا اس کا معنی یہ ہے کہ زمین اسی نور سے چمک اُٹھے گی جسے قیامت میں اللہ تعالیٰ پیدا فرمائے گا اور وہ نور کسی جسم کے وسیلہ سے ہوگا یعنی وہ ایسا نور نہیں ہوگا جو دنیا میں ہوتا ہے کہ وہ کسی جسم کے وسیلہ اور سبب سے پیدا ہوتا ہے یعنی وہ زمین جو قیامت میں اس ہیئت سے تبدیل ہو کر دوسری ہیئت بدلے گی تو اس پہ سورج، چاند و دیگر اجسام نور دہندہ کے بغیر روشن ہوگی اس لیے لفظ نور اسم رب کی طرف مضاف ہے اور وہ اسم زمین کی طرف لوٹنے والی ضمیر کی

Scanned with CamScanner

طرف مضاف ہے۔

صوفیانہ ترجمہ: حضرت سہل نے فرمایا کہ الارض سے اہلِ ایمان کے قلوب اور نور ربھا سے اُمت کا امام یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توحید اور اُن کی سنت کی اقتدا مراد ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ قیامت میں اہلِ ایمان کے قلوب سرور انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توحید اور آپ کی سنت کی اقتدار کی برکت سے چمکیں گے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ واشرقت الارض میں الارض سے ارض الوجود مراد ہے یعنی جب ارض وجود اللہ تعالیٰ کی جلوہ گاہ بنتی ہے جس سے وہ ارض وجود چمک اُٹھتی ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا یہ ایک مخفی راز ہے جس کی تفسیر نہ کی جائے تو بہتر ہے۔ (کذا فی تفسیر ابی اللیث)

تفسیر عالمانہ: ووضع الکتاب۔ اور قیامت کے دن حساب وجزا کی کتاب کھول کر رکھی جائے گی۔

فائدہ: یہ "وضع المحاسب کتاب المحاسبۃ بین یدیہ" کے محاورہ سے ہے یعنی محاسب نے حساب کے لیے اپنے سامنے کتاب رکھی یا قیامت میں ان اعمال ناموں کی طرف اشارہ ہے جبکہ ہر عمل والے کے اعمال نامے ان کے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے۔ اسم جنس (الکتاب) لانے میں اشارہ ہے کہ ہر ایک کا عمل نامہ علیحدہ علیحدہ ہوگا۔ الکتاب اس صحیفے کا نام ہے جس میں کوئی مضمون درج ہو۔

فائدہ: بعض علماء کرام نے فرمایا کہ اعمال نامے آسمانوں میں ہیں لیکن قیامت میں آسمان سے زمین پر لائے جائیں گے۔ صاحبِ روح البیان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اعمال ناموں کو آسمان پہ ہونے کے لیے اطلاق کا دعویٰ غلط ہے اس لیے کہ ابرار کے عمل نامے تو آسمانوں بلکہ علیین میں ہوں گے لیکن فجار کے تو آسمان کے بجائے سجیین میں ہیں پھر مطلقاً آسمان کہنا کیسے صحیح ہوگا۔

فائدہ: نہ صرف آسمان کی چیزیں زمین پر لائی جائیں گی بلکہ لوحِ محفوظ پہ رکھے ہوئے اُمور بھی زمین پہ لائے جائیں گے اور زمین کی چیزیں تو زمین میں ہیں ہی انھیں ان کے اپنے حال پہ چھوڑا جائے گا۔

وجیئ بالنبیین۔ باتعدیہ کی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو لایا جائے گا۔ والشھداء۔ اور گواہوں کی گواہی کے لیے جملہ اُمتوں کی نجات کی یا اُن کی گرفتاری کی وہ گواہ ملائکہ بھی ہوں گے اور اہلِ ایمان بھی۔

سبق: جب قیامت میں انبیاء و شہداء کو محاسبہ اور فیصلہ وقضاء کے لیے بلایا جائے گا پھر ہم تم کون اور اہلِ معاصی وجرائم کو اس سے غفلت کیوں؟

وراں روز کز فعل پرسند و قول
اولوالعزم راتن بلرزد ز ہول
بجائے کہ دہشت خورد انبیاء
تو عذر گنہ را چہ داری بیا

ترجمہ: اسی روز جو فعل و قول کا سوال ہوگا ہول سے کانپے گا۔
۲: جہاں انبیاء علیہم السلام کو دہشت ہو گی تو اپنے گنہ کا عذر جو رکھتا ہے وہ لے آ (یعنی توبہ کر لے)۔

"وقضی بینہم بالحق" اور ان بندوں کے درمیان عدل و انصاف کا فیصلہ ہوگا۔ وھم لایظلمون اور ثواب کو گھٹا کر اور عذاب کو بڑھا کر انھیں ظلم کا نشانہ نہ بنایا جائے گا بلکہ جس طرح وعدہ ہے ویسے ہی ہوگا۔

آیت کی ابتداء عدل سے شروع فرما کر اسے نفی ظلم سے ختم کیا تاکہ بندوں کو اطمینان ہو کہ وہاں لطف و کرم ہی ہوگا۔ ووفیت کل نفس ما عملت اور ہر مکلف کو پورا کیا جائے گا۔ ما عملت۔ اس کے اعمال کی جزا کو۔ نیک اعمال ہوں گے تو خیر الجزاء اگر بُرے ہوں گے تو سخت سزا۔ وھو اعلم بما یفعلون۔ اور وہ اللہ تعالیٰ بہ نسبت ان کے اور اُن کے گواہوں کے بہت خوب جانتا ہے کیونکہ ان کے افعال کا وہی خالق ہے اور اس کے علم سے کوئی شے چھپی نہیں اور گواہوں کی گواہی محض اتمام حجت کے لیے ہو گی۔

قیامت میں کلام الٰہی بندوں کو سنایا جائے گا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ اس زمین کو دوسری ہیئت میں تبدیل فرمائے گا۔ یہاں تک کہ اس کے طول و عرض میں اضافہ کیا جائے گا۔ جب اس پر ہر نیک اور بد کے قدم جم جائیں گے یعنی قبور سے اُٹھ کر حساب و کتاب کے لیے مستعد ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے بلاواسطہ گفتگو فرمائے گا کہ اے میرے بندو! دنیا میں میرے ملائکہ تمہارے تمام ظاہری و باطنی اعمال لکھتے رہے تم صرف اپنے ظاہری اعمال کو تو جانتے تھے لیکن پوشیدہ اعمال کا صرف مجھے علم تھا کیونکہ میں تمہارے ظاہر و باطن کو یکساں جانتا تھا آج تمہارے جملہ ظاہری و باطنی کا حساب ہوگا پھر میری مرضی ہے جسے چاہوں بخش دوں اور جسے چاہوں نہ بخشوں۔

مسئلہ: حضرت الشیخ عزیز الدین قدس سرہٗ نے فرمایا کہ فرشتے کو بندے کے باطنی عمل کا علم نہیں ہوتا وہ صرف ظاہری اعمال کو لکھتا ہے (یہی اکثر علماء کا قول ہے)۔

Scanned with CamScanner

ولی اور نبی کا عمل: ریحان القلوب میں ہے کہ ذکرِ خفی وہ ہے جو کہ ان فرشتوں سے بھی مخفی ہیں لیکن وہ ذکر جو آہستہ
سے کیا جائے تو اس کا انھیں علم ہوتا ہے اسے وہ لکھتے بھی ہیں لیکن مذکورہ بالا ذکر کہ جسے فرشتے بھی نہیں
یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یا انھیں نصیب ہوتا ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
اور پکے فرمانبردار اور آپ کی سیرت اور کردار پر چلتے ہیں۔

فائدہ:۔ فرشتے درحقیقت لوحِ محفوظ کے خزینوں کے کاتب ہیں انھیں بندے کے ہر فعل و قول او
ارادہ اور عزم ، بالجزم ظاہر و باطن کا علم ہوتا ہے جسے وہ لکھتے ہیں۔ لیکن مذکورہ طریقۂ ذکر کسی ایک ایسے
بھید سے متعلق ہے جسے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانے یا وہی جو اسے یاد کرتا ہے۔ یہی فائدہ صاحب ادد
کا بیان کردہ ہے۔

حاضر و ناظر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی پر فیصلہ:

قیامت کے دن ا
فرمائے گا کہ لوح م

ہے لے بارگاہِ حق میں جب لایا جائے گا تو اس پر لرزہ طاری ہوگا۔ لوحِ محفوظ سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے
ہوئے مضمون (یعنی توراۃ۔ انجیل۔ زبور۔ قرآن) کہاں ہیں۔ عرض کرے گی میرے سے جبریل امی
نے نقل کر لیے۔ پھر روح الامین علیہ السلام کو لایا جائے گا تو وہ بھی کانپتے ہوئے حاضر ہوں گے یہا
سر سے پاؤں تک ان پر لرزہ طاری ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جبریل علیہ السلام لوحِ محفوظ
کہ میرے سے کلامِ ربانی اور وحیِ یزدانی جبریل علیہ السلام نے نقل کر لیا ہے کیا وہ سچ بول رہی
کریں گے ہاں وہ سچ بولتی ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو پھر وہ کلام و وحی کہاں۔ عرض کرے گا۔ تورا
موسیٰ علیہ السلام کے ہاں اور انجیل عیسیٰ علیہ السلام کو اور زبور داؤد علیہ السلام کو اور قرآن مجید حضو
صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا۔ اور ہر رسول علیہ السلام کو رسالت اور ہر صاحبِ صحیفہ کو صحیفہ پہنچایا۔ اس
علیہ السلام کو حاضر کرنے کا حکم ہوگا جب وہ حاضر ہوں گے تو ان پر بھی لرزہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نو
فرمائے گا کہ جبریل (علیہ السلام) کہتا ہے کہ میں نے پیغامِ حق آپ تک پہنچا دیا ہے کیا وہ سچ بو
علیہ السلام عرض کریں گے ہاں وہ سچ کہتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو پھر آپ نے کیا کیا نو
عرض کریں گے میں نے اپنی قوم کو رات دن پیغام سنائے لیکن وہ بجائے ماننے کے منکر ہو
بعد اللہ تعالیٰ قومِ نوح کو بلائے گا تو ایک جماعت حاضر ہوگی انھیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ نو
فرماتے ہیں کہ انھوں نے پیغامِ ربی تم کو سنایا کیا وہ سچ کہتے ہیں۔ وہ عرض کریں گے یا اللہ
جھوٹ بول رہے ہیں (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کو فرمائے گا تم اپنے دعوے پر گوا

Scanned with CamScanner

کریں گے میرے گواہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی امت ہے۔ کافر جرح کریں گے کہ وہ ہمارے اُوپر کیسے گواہی دے سکتے ہیں جبکہ ہم اول الامم ہیں اور وہ آخر الامم (یعنی کفار کو صرف امت محمدی کی گواہی سے انکار ہوگا ورنہ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ بلایا جاتا چنانچہ کفار کی جرح کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلایا جائے گا اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نوح علیہ السلام اپنی تبلیغ و رسالت کا آپ کو گواہ بناتے ہیں کیا آپ گواہی دے سکتے ہیں۔ آپ گواہی دیتے ہوئے پڑھیں گے انا ارسلنا نوحاً الیٰ قومہ (الیٰ آخرۃ السورۃ) اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گواہی سن کر قطعی فیصلہ فرمائے گا کہ اے کافرو تم پر فرد جرم عائد ہوگیا اور کلمۂ عذاب تمھارے لیے لازم ہے اب جاؤ جہنم میں انھیں دھکیلا جائے گا نہ ان سے حساب اعمال اور نہ وزن اعمال۔ ایسے ہی جملہ امتوں کے ساتھ ہوگا کیونکہ قرآن مجید نے ان سب کے احوال و اعمال کی تصریح کی ہے۔

خدا تعالیٰ کے گواہ ہمارے اعضاء

مروی ہے کہ قیامت میں ایک شخص کو اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش کیا جائے گا اے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے بدمعاش تو نے برائیاں کیں اور بڑے گناہوں کے جرائم کا ارتکاب کیا لیکن وہ انکار کردے گا اس پر کراماً کاتبین گواہی دیں گے لیکن پھر بھی انکار۔ پھر اس کے اپنے اعضاء گواہی دیں گے اس پر اسے جہنم میں دھکیلا جائے گا۔ جہنم میں پہنچ کر اپنے اعضاء کو کوسے گا۔ اعضاء کہیں گے ہمارے بس کی بات نہیں تھی ہم نے از خود نہیں بلکہ ہم سے بلوانے والے نے بلوایا جو کل کائنات کو بلواتا ہے۔

فائدہ:۔ قیامت میں ہر زمان و مکان وغیرہ ہما گواہی دیں گے۔ خلاص کا طریقہ یہ ہے کہ اس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی گواہی نہ دے یعنی ماسویٰ کو ترک کرکے صرف اسی کی طاعت میں لگ جانا چاہیئے اور اس کے ذکر کے سوا اور کسی کا خیال اور تصور بھی نہ بھی رہے۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا:

دریغست کہ فرمودہ دیو زشت
کہ دست ملک بر تو خواہد نوشت
روا داری از جہل و ناپاکیت
کہ پاکاں نویسند ناپاکیت

ترجمہ: افسوس ہے کہ شیطان پلید کا کہا ہوا صحیح ہو رہا ہے کہ اس نے کہا کہ اس فرشتے کا ہاتھ تجھ پر لکھے گا۔

ترجمہ: کیا تو جہالت و ناپاکی سے اسے جائز سمجھتا ہے کہ پاک لوگ تیری ناپاکی کو لکھیں۔

Scanned with CamScanner

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ
اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ
عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا
بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۝ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا
اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝
وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا
وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا
خٰلِدِيْنَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا
الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ مَا نَشَاۗءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝
وَتَرَى الْمَلٰۗىِٕكَةَ حَاۗفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ
وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

ترجمہ:۔ اور کافر جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے گروہ گروہ یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے اس کے دروازہ کھولے جائیں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کے ملنے سے ڈراتے تھے کہیں گے کیوں نہیں مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اترا۔ فرمایا جائے گا داخل ہو جہنم کے دروازوں میں اس میں ہمیشہ رہنے تو کیا ہی برا ٹھکانہ متکبروں کا اور جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کی سواریاں گروہ گروہ جنت کی طرف چلی جائیں گی یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے سلام تم پر تم خوب رہے۔ تو جنت میں جاؤ ہمیشہ رہنے اور وہ کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث کیا کہ ہم جنت میں رہیں جہاں چاہیں تو کیا ہی اچھا ثواب کامیوں کا اور تم فرشتوں کو دیکھو گے عرش کے آس پاس حلقہ کیے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے اور لوگوں میں سچا فیصلہ فرمادیا جائے گا اور کہا جائے گا اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا رب۔

Scanned with CamScanner

بقیہ صفحہ کا

طریق بدست آور و صلحی بجوی
شفیعی بر انگیز و عذری بگوی
کہ یک لحظہ صورت نبندد امان
چو پیمانہ پر شد بدور زمان

ترجمہ: اچھا طریقہ ہاتھ میں لا اور صلح تلاش کر۔ سفارشی کھڑا کر اور عذر کہہ۔
۲۔ کہ ایک لحظہ بھی امان نہ ملے گی جب پیمانہ دورِ زمانہ کا پر ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ: وسیق الذین کفروا الی جھنم۔ اور کافروں کو اُن کے پیشواؤں کے ساتھ جہنم کی طرف چلایا جائے گا۔

زمرا۔ درانحالیکہ وہ جماعت جماعت ہو کر جا رہے ہوں گے۔ زمرا۔ زمرہ کی جمع ہے جماعت قلیل کو کہا جاتا ہے مثلاً زمارۃ اس بکری کو کہتے ہیں جن کے جسم پر تھوڑے سے بال ہوں اس کا اشتقاق زمر سے ہے بمعنی آواز اور جماعت میں تھوڑی سی آواز کا ہونا ضروری امر ہے۔

سوق بمعنی چلانا یعنی کافروں کو حساب کے بعد ہمارے حکم سے جہنم کی طرف ہانک کرلے جایا جائے گا اس سے ان کی تحقیر و اہانت مطلوب ہے کہ انھیں ٹولیوں کی صورت میں ایک دوسرے کے آگے پیچھے گمراہی اور شرارت کے اعتبار سے ترتیب وار چلایا جائے گا۔ بڑے گمراہ اور بدترین کافروں کو آگے آگے ان کے تابعداروں کے پیچھے لگایا جائے گا۔ آگے جہنم کے تیور بدلے ہوں گے یہ اس کا بدلہ ہو گا کہ جب ان کے سامنے اوامر ونواہی سنانے والے آتے تو ان کے تیور بدل جاتے۔

حتیٰ اذا جاؤھا۔ یہ وہی لفظ حتیٰ ہے جو جملہ کے بعد واقع ہوتا ہے یہاں تک ذلت وخواری کے ساتھ جہنم تک آئیں گے۔

اذا کا جواب فتحت ابوابھا ہے تو جہنم کے ساتوں دروازے کھول دیئے جائیں گے تاکہ یہ کافر اس میں داخل ہوں اور دوزخ کے سات دروازے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ لھا سبعۃ ابواب۔

فائدہ: ان کے آنے سے پہلے دوزخ کے دروازوں کو بند رکھنے کا ایک فائدہ یہ مطلوب تھا کہ کافروں کو دوزخ کی شدت کا خوف دل میں ہو اور آگ کو بند رکھنے میں اس کی گرمی میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

فائدہ:۔ الاسئلۃ المقحمۃ میں ہے کہ دوزخ کے دروازوں کو بند رکھنا دنیوی قیدخانوں کے مطابق ہوگا کہ جب مجرم جیل میں نہیں ہوتا تو اسے بند رکھا جاتا ہے جب مجرم آتا ہے تو دروازے کھولے جاتے ہیں اس طرح سے مجرم پر قید کا سخت اثر پڑتا ہے پھر ایسے طریقہ اختیار کرنے سے ان کی اہانت و تحقیر بھی مطلوب ہے۔

فائدہ صوفیانہ:۔ صاحب روح البیان نے فرمایا کہ دراصل اس طرح سے کافروں کو روحانی سزا دینا مطلوب ہے اس لیے روحانی سزا جسمانی سزا سے شدید تر ہوتی ہے۔ اسی لیے انھیں دوزخ کے دروازوں پر کھڑا رکھنا عذاب کی شدت مقصود بھی یہی وجہ ہے کہ اس وقت دوزخی عرض کریں گے یا اللہ ہمیں اس شدت انتظار اور اس کی سخت تکلیف سے نجات بخشئے اگرچہ جہنم میں دھکیل دیجئے لیکن یہاں سے ہمیں نجات مل جانی چاہیئے۔

دیگر:۔ اس میں اشارہ ہے کہ اوصاف ذمیمہ نفسانیہ بھی سات ہیں:۔

۱۔ کبر	۲۔ بخل	۳۔ حرص	۴۔ شہوت
۵۔ حسد	۶۔ غضب	۷۔ کینہ	

دراصل دوزخ کے سات دروازے یہی ہیں۔ نفس کو ان سے تصفیہ تزکیہ ضروری ہے۔ **وقال لھم خزنتھا** یہ تقریع و توبیخ ہے بلکہ ان کے درد و الم پہنچانے میں اضافہ کرنا ہے **خزنۃ** خازن کی جمع ہے جو خزانے کی نگرانی کرے اسے خازن کہا جاتا ہے۔ اس سے جہنم کے نگران فرشتے مراد ہیں یعنی وہ ملائکہ جو کفار کے عذاب پہنچانے کے لیے مامور ہیں **الم یاتکم رسل منکم** کیا تمہاری جنس سے اور تمہارے جیسے آدمی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر تمہارے ہاں نہیں آئے تھے اور انھیں تمہاری جنس اور تمہارے جیسے آدمی بنا کر اس لیے بھیجا گیا تاکہ تمھیں کلام الٰہی سمجھنے میں آسانی ہو۔ **یتلون علیکم آیات ربکم** وہ تمہارے سامنے آیات ربانی پڑھتے تھے اس سے وہ آیات مراد ہیں جو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے **وینذرونکم لقاء یومکم ھذا** اور اسی وقت حاضری سے وہ تمھیں ڈراتے تھے۔ اس سے قیامت میں ان کا جہنم میں داخل ہونے کا وقت مراد ہے۔ اس سے مطلق قیامت مراد نہیں اس لیے کہ یہ اضافت لامیہ ہے اور وہ اختصاص کا فائدہ دیتی ہے اور قیامت کا دن صرف کافروں سے مخصوص نہیں بلکہ اس میں تو جملہ مخلوق حاضر ہوگی۔

قاعدہ:۔ لفظ **یوم** اور **ایام** شدت کے مواقع پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس معنیٰ پر ہم نے **یوم** کو **وقت** کے معنیٰ میں استعمال کیا ہے۔

مسئلہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ شرع کی حجت سے قبل کسی کو مکلف نہیں بنایا جاتا جیسا کہ آیت میں تصریح ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ اس وقت توبیخ فرمارہا ہے جبکہ ان کے ہاں رسل کرام علیہم السلام تشریف لائے اور کتب الٰہی پڑھ کر سنائیں۔ **قالوا بلیٰ۔** کہیں گے۔ واقعی حضرات تشریف لائے اور انہوں نے ہمیں کتب الٰہی سنائیں اور عذاب خداوندی سے ہمیں ڈرایا۔ یہ لیے وقت پر اعتراف و اقرار کر رہے ہیں

Scanned with CamScanner

جہاں انھیں اس اقرار و اعتراف سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ولکن حقت کلمۃ العذاب لیکن ثابت ہوگیا کہ عذاب کا کلمہ اس سے وہی ابلیس کے جواب میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لاملئن جہنم منك وممن تبعك منہم اجمعین مراد ہے۔ علی الکافرین۔ کافروں پر۔ کافر کہیں گے کہ ہم چونکہ ابلیس کی اتباع کر کے رسل کرام علیہم السلام کی تکذیب کرتے ہوئے کہتے تھے کہ ما انزل اللہ من شیئ ان انتم الا تکذبون اسی لیے آج ہمیں سزا ملے گی۔

ع امروز قدر پند عزیزاں شناختیم — آج ہی ہم نے بزرگوں کی نصیحت کو سمجھا

قیل ادخلوا ابواب جہنم خالدین فیہا۔ کہا جائے گا کہ جہنم میں داخل ہو جاؤ اور اس میں تم ہمیشہ رہو گے یعنی اس میں تمھارا ہمیشہ رہنا مقدر ہو چکا ہے۔ کہی ہوئی بات یعنی جہنم میں ہمیشہ رہنے کے حکم کو ہولناک ظاہر کرنے کے لیے قیل صیغہ مجہول لا کر قائل کا نام ظاہر نہیں کیا گیا۔

صوفیانہ فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ حکمتِ الٰہیہ کا تقاضا تھا کہ دوزخ کو پیدا کیا جائے تا اس کی صفت قہر کا اظہار ہو اس لیے اس میں داخل ہونے والوں کو پیدا فرمایا۔ اس کے ساتھ بہشت اور اس کے اہل کو پیدا فرمایا تاکہ اس کی صفت لطف کا اظہار ہو۔ اسی حکمت پر ازل میں کہا گیا کہ قہراً و قسراً و جبراً۔ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ اور دوزخ کے دروازے وہی سات صفات ہیں جنھیں ہم نے اُوپر ذکر کیا۔

خالدین فیہا۔ یعنی ان میں تم ہمیشہ رہو کہ تمھارا ان صفات سے خارج ہونا ناممکن ہوگا جیسے متقیوں کے لیے ممکن ہوگا کہ ان میں اگرچہ یہ سات صفات ہوں تب بھی وہ ان سے نکل کر تزکیۂ نفس و تصفیۂ نفس کر لیتے تھے۔ فبئس مثوی المتکبرین اور ان لوگوں کا بہت بڑا ٹھکانا جہنم ہے جو ایمان و طاعت و حق سے انکار کرتے ہیں۔

المتکبرین کی لام جنس کی ہے اور لام جنس کو یہ معنی مضر نہیں کہ ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ ان کے تکبر عن الحق سے انھیں جہنم میں جانا ہوگا کیونکہ ازل میں ان کے لیے ثابت ہو چکا تھا کہ وہ تکبر و کفر کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ تکبر عن الایمان اور دیگر قبائح و جرائم دوزخ میں داخل ہونے کے اسباب ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عاصی دو قسم کے ہیں:

(۱) متکبرین یعنی کفر و جرائم پر اصرار کرنے والے اور ابلیس کے پکے وفادار۔ ایسے لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

(۲) متواضعین یعنی کفر و جرائم سے توبہ کرنے والے اور حضرت آدم علیہ السلام کی اتباع کرنے والے یہ لوگ نجات پائیں گے۔

Scanned with CamScanner

تکبر کے نتائج: آیت سے ثابت ہوا کہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ کبر ہے بلکہ شرک و کفر اسی تکبر کی پیداوار ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین۔

حدیث قدسی شریف: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کبریائی میری چادر اور عظمت میری ازار ہے جو دونوں مجھ سے چھینے گا میں اسے جہنم میں داخل کروں گا۔

حدیث شریف: حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بہشت میں ہرگز نہیں جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا۔

ازالۂ وہم: ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ ہمارے بہت سے دوست اچھے کپڑے، اچھے جوتے استعمال کرتے ہیں اور جی ہم سب کا چاہتا ہے کہ ایسے ہونا چاہیئے تو پھر بھی ہمیں تکبر میں شامل کیا جائے گا۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں اگر کوئی اچھی نیت سے کرتا ہے تو بہتر ہے کیونکہ ان اللہ جمیل ویحب الجمال۔ اللہ جمیل ہے اور حسن و جمال کو پسند فرماتا ہے۔

فائدہ: حق کو خراب کرنے اور لوگوں کی تحقیر کا نام کبر ہے یعنی اوامر و نواہی الٰہی میں حق کو ضائع کرنا اور انہیں کچھ نہ سمجھنا اور لوگوں کو حقیر ناقص اور لاشے سمجھنا۔

شرح الحدیث: حدیث شریف کے دو مطلب ہیں:-

۱۔ تکبر کا معنیٰ ہے ایمان کا انکار۔

۲۔ کسی کے دل میں تکبر کا جزو ہو لیکن اسے عذاب دے کر یا معاف کر کے اسے نکال لیا جائے اس لیے کہ جس کے دل میں ذرہ بھر تکبر ہوگا وہ بہشت میں داخل نہ ہوگا۔ یہ امام خطابی کی تقریر ہے اور تکبر وغیرہ کو دل سے نکالنے کی تصریح قرآن مجید میں ہے۔ ونزعنا ما فی صدورہم من غل۔

دوسری تقریر: ممکن ہے اس کا مطلب یہ ہو کہ کبر ایسا برا عمل ہے کہ اگر اس کے لیے اللہ تعالیٰ سزا دینا چاہے تو اس کی سزا بہشت سے محرومی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اہلِ توحید پر احسان کرتے ہوئے اس برے عمل کو معاف کر کے اسے بہشت میں داخل فرمائے گا۔ (کذا فی شرح المشارق لابن الملک)

خطابی کا رد: حضرت اسمٰعیل حقی قدس سرہ نے لکھا کہ مذکورہ حدیث سے محض تغلیظ و تشدید مطلوب ہے اور خطابی صاحب کی توجیہ ثانی مذکورہ بالا بعید از قیاس ہے وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی بندے کو بخشنا چاہے گا تو پہلے اس کے گناہ بخشے گا خواہ وہ تکبر ہو یا کوئی اور جرم۔ اس میں صرف تکبر کی تخصیص کیوں۔

حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

Scanned with CamScanner

جمعیت خیرہا ہمہ در خانہ ونیست
آں خانہ را کلید بغیر از فروتنی
شرہا بدیں قیاس بیک خانہ است جمع
و آں را کلید نیست بجز مائی ونہی

ترجمہ: تمام نیکیاں گھر میں جمع ہیں لیکن اس کی چابی نہیں ہاں اس کی چابی عاجزی ہے۔
یہ: تمام برائیوں کا یہی قیاس ہے کہ وہ ایک گھر میں ہیں اور اُن کی چابی تکبر ہے۔

تفسیر عالمانہ: وسیق الذین اتقوا ربھم الی الجنۃ زمرا۔ اور متقیوں کو بہشت کی طرف جماعتوں کی صورت میں لے جایا جائے گا۔ آگے پیچھے جماعات کی ترتیب ان کے مراتب و کمالات کے مطابق ہوگی لیکن یہ حساب سے پہلے یا حساب کے بعد فوراً یا بدیر جیسا کہ "ووضع الکتاب" کی تفسیر میں ہم نے بیان کیا اور ان حضرات کے لے جانے والے ملائکہ کرام ہوں گے جو صرف اس کام پر مامور ہیں اور یہ لے جانا تکریم و تعظیم کے طور پر ہوگا جس میں نہ انھیں کوئی تھکان محسوس ہوگی اور نہ کوئی اور پریشانی بلکہ اس سے وہ اُلٹا بہت مسرور و مفروح ہوں گے اور دارالکرامت میں داخل ہونے کے لیے بہت بڑی تیز رفتاری سے جائیں گے اور متقین سے شرک سے بچنے والے لوگ مراد ہیں یعنی عوام اہل جنت اور ان سے اُوپر والے حضرات کے لیے بہشت کو قریب لایا جائے گا کما قال اللہ تعالیٰ واذلفت الجنۃ للمتقین اور پھر ان سے اُوپر والے حضرات کا یہ حال ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدا۔

فائدہ: اُوپر والے فرق میں قرآن مجید نے دوسرے مقام پر بیان فرمایا ہے اس لیے کہ وہ اہل بہشت جو ظالم لنفسہ ہیں وہ پیدل چل کر جائیں گے اور مقتصد حضرات اہل زلفہ ہیں اور اہل وفار سابقون فی الخیرات ہیں۔

برق براق سواریاں: جب عادہ الی المحشر کا صور پھونکا جائیگا اور ہر ایک اپنی قبر سے اُٹھ کر میدان محشر میں جانے کے لیے تیاری کر رہا ہوگا تو ہر ایک کا اپنا عمل قبر پر آکر صاحب عمل کو کہے گا آئیے حضرت میں آپ کو میدان محشر میں لے چلوں۔ مراتب پر سواریوں کی شکل میں اعمال متمثل ہو کر حاضر ہوں گے۔ بعض کے خچر کی صورت۔ بعض کے گدھے کی صورت۔ بعض دنبے کی صورت میں۔

نورانی نور: جب قبور سے میدان محشر کے لیے جائیں گے تو راستہ اعمال کے مطابق روشن ہوگا بعض کا گیس کی روشنی میں بعض کا ستاروں کی روشنی کی طرح۔ بعض کا چاند کی روشنی جیسا بعض کا سورج کی روشنی کی طرح ہوگا۔ یعنی قوت ایمانی اور اصلاح احوال کے مطابق دائیں۔ آگے۔ پیچھے روشنی

Scanned with CamScanner

ہی روشنی ہو گی۔ البتہ دائیں جانب تاریکی ہو گی تاکہ اس طرف سے جہنمی چلیں۔ تو وہ انھیں نظر نہ آئیں۔ مومن اس نور کے عطیہ اور کافروں کو تاریکی کی وجہ سے حمد الٰہی بجا لائے گا۔ بعض روایات میں ہے کہ بعض لوگ پیدل اور بعض تو پاؤں کی انگلیوں پر چلیں گے (بوجہ اعمال صالحہ کی قلت اور جرائم کی کثرت کے)۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کہ میدان حشر میں لوگ کس طرح حاضری دیں گے آپ نے فرمایا کہ بعض اُونٹ پر دو دو سوار ہوں گے بعض پانچ پانچ اور بعض دس دس۔ وہ اس لیے کہ وہ اُونٹ ان کا عمل ہو گا اور وہ اس میں سب شریک ہوں گے وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو اُونٹ کی شکل بنا کر ان کے لیے سواری کے لیے بھیجے گا اس کی مثال یوں سمجھو کہ چند اشخاص مل کر ایک سواری (اونٹ مثلاً) خرید لیتے ہیں جب سفر کرتے ہیں تو باری باری اس پر سوار ہوتے ہیں وہاں بھی ایسے ہو گا یہ نہیں کہ یکبارگی پانچ پانچ دس دس ایک اُونٹ پر بیٹھ جائیں۔

سبق: اے اللہ کے بندو! نیک عمل کرو تاکہ وہ تمہارا عمل قیامت کے میدان میں اُونٹ کی شکل میں لایا جائے اور تم اُس پر سوار ہو کر آسانی سے سفر کر سکو اور شرک سے ہر طرح بچنے کی کوشش کرو۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کسی ایک عمل میں چند شرکا رہوں تو بھی اللہ تعالیٰ سب کو ایک سواری دے تو مالک ہے اگر علیحدہ علیحدہ سواری عطا فرما دے تو بھی اس کے خزانے میں کمی نہیں آئے گی۔

حکایت: منقول ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کو اپنے باپ سے وراثت میں بہت سا مال ملا۔ اس نے ایک باغ خرید کر فقراء و مساکین میں وقف کر دیا اور بہت سا نقد مال اور دیگر سامان غرباء محتاجوں کو تقسیم کر دیا اور کہا کہ میں اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ سے خدام اور کنیزیں لوں گا۔ ایک دن کہیں جا رہا تھا کہ ایک نابینا جو نہایت بوڑھا تھا کہ پھسلتا جا رہا تھا۔ اس شخص نے ایک سواری خرید کر اس نابینا بوڑھے کو سوار کیا اور کہا کہ اس سواری کے عوض میں قیامت سے اللہ تعالیٰ سے سواری لوں گا اسی شخص کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کے لیے سواری لائی گئی ہے۔ اس سواری کو لگام دی گئی ہے اور وہ قیامت میں اس پر سوار ہو کر آئے گا۔

در خیر باز ست و طاعت و لیک
نہ ہر کس توانا ست بر فعل نیک

ترجمہ: خیر و بھلائی کا دروازہ کھلا ہے اور طاعت کا بھی۔ لیکن ہر ایک کو نیک عمل کی طاقت نہیں۔

Scanned with CamScanner

(اُسے ہے جسے توفیق ایزدی نصیب ہے)۔

حتی اذا جاؤھا وفتحت ابوابھا : یہاں تک کہ جب وہ بہشت کے نزدیک آئیں گے تو درانحالیکہ ان کے لیے بہشت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے تاکہ انھیں انتظار کی سختی نہ دیکھنی پڑے پھران پر تالے بھی نہیں لگائے جائیں گے کیونکہ یہ دار الفرح والسرور ہے اور عموماً مہمان خانے کھلے رکھے جاتے ہیں تاکہ مہمانوں کو ان میں داخل ہونے کے لیے کسی قسم کی دقت نہ ہو۔

سوال: ایک حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ بہشت کے دروازے بند ہوں گے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائیں گے تو پھر کھلیں گے چنانچہ سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میں ہی بہشت کے دروازے کھلواؤں گا۔

جواب: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان لوگوں کے داخلے سے پہلے ہی بہشت کے دروازے کھلے رہنے کی استدعا فرمائیں گے آپ کی استدعا ان لوگوں کے آنے سے پہلے ہو گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی استدعا کے بعد ان کے آنے سے پہلے تک دروازے بند نہیں کیے جائیں گے اور آپ کی یہ استدعا حساب وکتاب سے پہلے ہو گی۔ پھر جونہی یہ لوگ حساب وکتاب سے فارغ ہوں گے تو فوراً بہشت میں چلے جائیں گے۔ ان کے لیے کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو گی اور نہ ہی ان کے لیے جہنمیوں کی طرح انتظار کرنا پڑے گا۔ یہی مطلب ہے اس حدیث شریف کا جس میں حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے میں ہی بہشت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا اور جنت تمام اُمتوں پر حرام ہے۔ جب تک میں اور میری اُمت اس میں نہیں جائیں گے۔

صاحبِ روح البیان کی عجیب توجیہ

صاحبِ روح البیان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حدیث اول و دوم کا مطلب بطریق تمثیل ہے اولیت کے لیے یعنی سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی اُمت ہی بہشت میں داخل ہو گی۔ اس توجیہ پر مزید کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

فائدہ: بہشت کے آٹھ دروازے ہیں اس کے متعلق روایات وارد ہیں چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت کے آٹھ دروازے ہیں ہر دروازے کے مابین کی مسافت سوار کی رفتار ہر ستر سال کی ہے اور اس کے ہر دروازے کا مربع سات سال کا ہے۔ ایک روایت میں دونوں دروازوں کی مسافت چالیس سال بتائی گئی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ مکہ وبصرہ کے درمیانی مسافت کے مطابق مذکور ہے۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ یہ واو ثمانیہ سے معروف ہے اور اس میں ہے کہ واؤ ثمانیہ غیر مطردہ ہے۔ اس واؤ

کے متعلق سورہ توبہ کے آخر میں تفصیل عرض کر دی ہے۔ 43 C

نکتہ: بہشت کے آٹھ اور دوزخ کے سات دروازوں کا نکتہ یہ ہے کہ بہشت اللہ تعالیٰ کا فضل اور دوزخ اس کا عدل ہے اور فضل عدل سے زائد ہے اور جنت اس کی رحمت اور دوزخ اس کا غضب ہے اور رحمت غضب پر غالب و سابق ہے۔ بعض نے فرمایا کہ نار جزا ہے اور جزا حد سے زائد ہو تو وہ ظلم ہوتا ہے اور بہشت ثواب ہے اور ثواب اس کا کرم ہے۔

نکتہ: اذان کے سات اور اقامت کے آٹھ کلمات ہیں ایسے ہی بہشت کے آٹھ اور دوزخ کے سات دروازے ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ جو اذان و اقامت پر عمل کرے گا اس کے لیے دوزخ کے دروازے بند اور بہشت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

فائدہ: اور **اذا** کا جواب محذوف ہے یعنی جو کچھ اس کے لیے ہوگا وہ حیطۂ بیان سے باہر ہے بعض نے کہا **اذا** کا جواب **و فتحت** ہے اور اس کی واؤ زائدہ ہے تاکہ اشارہ ہو کہ ان کے آنے سے پہلے ہی بہشت کے دروازے کھلے ہوں گے۔

و قال لهم خزنتها بہشت کے داخلہ کے وقت بہشتیوں کو بہشت کے نگران یعنی رضوان بہشت اور دیگر فرشتے کہیں گے **سلام علیکم**۔ تمھیں تمام تکالیف و آلام سے سلامتی ہو۔ یہ تحیہ نہیں بلکہ انھیں آنے والے مقام میں رہنے کی خبر دی جا رہی ہے۔ اسی لیے کاشفی نے ترجمہ لکھا کہ اے بہشتیو تم پر درود و سلام اور تمھارے لیے امنی و سلامتی لازم ہے۔

فائدہ: یہ عوام کو کہا جائے گا اور خواص کو اللہ تعالیٰ خود فرمائے گا **سلام قولا من رب رحیم**۔ اس لیے کہ بہشت میں سلام کے کئی وجوہ ہوں گے:۔

(۱) اللہ تعالیٰ سے سلام اگرچہ بالواسطہ سہی۔

(۲) سلام خاص لیکن بلا واسطہ مگر یہ اُس وقت ہوگا جب بارگاہ حق میں حاضری ہوگی۔ **طبتم** تم معاصی کی گرد و غبار سے پاک ہوئے یا تم خوش ہو گئے کہ تمھارے لیے بہشت کی ہر نعمت مباح کر دی گئی ہے۔

حضرت علی کی تفسیر: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میدان محشر سے فارغ ہو کر بہشت کی طرف روانہ ہوں گے تو پہلے ایک نہر سے گزریں گے وہاں انھیں غسل کا حکم ہوگا پھر دوسری نہر ہوگی جس سے پانی پئیں گے جس سے ان کا باطن ظاہر کی طرح پاک و صاف ہو جائے گا۔ اُس وقت انھیں فرشتے کہیں گے **طبتم فادخلوها خلدین**۔ پس بہشت میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔ **فاء** دلالت کرتی ہے کہ ان کا پاک ہونا بہشت کے داخلے کا سبب اور ہمیشہ رہنے کا سبب ہے خواہ ان کے گناہوں کو معاف کر کے یا سزا دینے کے بعد اس لیے کہ ہر دونوں طریقے ان کے پاک ہونے کے سبب ہیں یعنی اقرار لسانی بہانے توحید و رسالت اور

Scanned with CamScanner

اعمال بدنیہ صالح سے ان کا ظاہر پاک ہوا اور ان کا باطن حسن نیات و احسن عقائد سے۔

ذکر الٰہی کی فضیلت: عرائس البقلی میں ہے کہ ذکر الٰہی سے ملائکہ کو رشک ہوتا ہے جب وہ اس کی برکت سے اولیاء و صدیقین کے منازل دیکھیں گے جب اللہ تعالیٰ ان کو فرمائے گا کہ اب تم لوگ مشاہدۂ جمال میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وصالِ حق سے سرشار ہو گئے اب تمہارے لیے حجابات اٹھا دیے گئے ہیں۔ وہ اس لیے کہ اس دن اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کاملین پر معارف و احوال و طاعات و اذعان و نعیم جنان و رضائے رحمٰن اور نظر الیٰ رب دیان کے دروازے کھول دے گا اور ان سے بلا واسطہ کلام فرمائے گا اور بلا واسطہ السلام علیکم کے خطاب سے نوازے گا اور عجیب و غریب مژدہ باد کے لطف و کرم فرمائے گا جس پر رضوان سے تائید غلغلے اٹھیں گے تو ملائکہ کو رشک ہوگا اس سے وہ ان نوازشات سے کوسوں دور ہوں گے۔

ملائکہ را چہ سود از حسن طاعت
چو فیض عشق بر آدم فرو ریخت

ترجمہ: ملائکہ کو حسن طاعت کا کیا فائدہ جب عشق کا فیض آدم علیہ السلام کو نصیب ہوا۔

عشق کی نشانی: عاشق کو آزمانے کے لیے جہاد کا امر اور بلایا و محن و مصائب پر صبر اور عبادات کی مشقات کی برداشت پر مامور کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ ملائکہ میں عشق نہیں تو یہ امور ان کے لیے مقرر نہیں اگرچہ وہ صبح و شام ذکر الٰہی میں مصروف ہیں اور اس سے وہ تھکتے بھی نہیں اور قاعدہ ہے کہ بہت سا تھوڑا کام بہت بڑی اور کثیر التعداد تسبیح سے افضل ہوتا ہے۔ بہت سے اگرچہ ساری رات سوتے رہتے ہیں۔ وہ رات بھر جاگنے والوں سے بہتر ہوتے ہیں اسی لیے کہ ان کے اجسام نوری ہوتے ہیں اور دوسروں کے گوشت و پوست اور خون سے۔ پھر انہیں ان نورانی حضرات پر کسی قسم کی فوقیت نہیں ہو سکتی۔ اور اللہ تعالیٰ صرف صورتوں کو بھی نہیں دیکھتا اور آب حیات کو بھی اسی لیے تاریکی میں پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

حضرت صائب نے فرمایا ؎

فروغ گوہر من از نژاد خورشید است
بتیرگی نتواں کرد پائمال مراد

اور فرمایا ؎

بر بساط ریا سیر دو عالم می کنم
باوجود نے سواری برق جولانیم ما

ترجمہ: میرے گوہر کی روشنی خورشید کی اصل سے ہے۔ تیرگی سے میری مراد کو ضائع نہیں کیا جا سکتا۔

۲: چٹائی کے فرش پر دونوں جہان کی سیر کرتا ہوں باوجودیکہ میرے پاس سواری نہیں لیکن میری

Scanned with CamScanner

جولانیاں برق (بجلی) جیسی ہیں۔

تفسیر عالمانہ: وقالوا۔ جب اہل ایمان بہشت میں داخل ہوں گے تو کہیں گے۔ الحمد للہ۔ جمیع محامد اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں۔ الذی صدقنا وعدہ۔ وہ جس نے ہمارے وعدہ سچا کر دکھلایا کہ قیامت میں زندہ کرکے ثواب عطا فرمایا۔

سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ حمد ان عارفین کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں بہشت میں ہوں گے۔ اور الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن۔ واصلین کی حمد ہوگی۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان میں بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے ایفائے وعدہ پر حمد کریں گے اور ان کے بعض صرف اس لیے کہ وہ ہر حال میں حمد کے لائق ہے اسے اس کی نعمت کا علم ہے یا نہ۔ یہی حمد پہلی حمد سے بلیغ تر ہے اور یہی خواص کی حمد ہے۔ واورثنا الارض اور ہمیں زمین کا وارث بنایا اس سے وہ مکان مراد ہے جس پر وہ بہشت میں مستقر ہوں گے بطریقہ استعارہ اسے الارض کہا گیا ہے اور ایراث بمعنی اعطاء و تملیک ہے وہ اس لیے کہ جیسے وراثت کا مال کسی شے کے عوض میں نہیں بلکہ گویا مفت مل جاتا ہے۔ ایسے کہ جیسے جب اپنے اعمال کا حال دیکھیں گے تو انہیں جنت کی نعمتیں گویا مفت عطا ہوئی ہیں اور ایراث میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ انھیں بہشت کی نعمتوں کی ملکیت حاصل ہوگی جیسے وارث کو مورث کا مال بطور ملکیت حاصل ہوتا ہے۔

فائدہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ صدق الوعد۔ عوام کے لیے ہے جسے واورثنا الخ سے تعبیر فرمایا اور صدق وعدہ۔ خواص کے لیے جسے للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ مقعد صدق اخص الخواص کے لیے چنانچہ ان کے لیے فرمایا ان المتقین فی جنات ونھر فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر فنعم اجر العاملین میں عاملین سے عاشقین مراد ہیں۔ نتبوأ من الجنۃ حیث نشاء التبوء بمعنی جا گرفتن (جگہ لینا) کذا فی تاج المصادر المباۃ بمعنی محلہ سے ہے ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے اور ابو علی نے فرمایا کبھی یہ دو مفعولوں کی طرف بھی متعدی ہوتا ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں بوأت لہ مکانا بمعنی سویتہ یعنی میں نے اس کے لیے جگہ تیار کی۔ اب آیت کا معنیٰ یہ ہوگا کہ بہشت والے حمد بجالا کر کہیں گے کہ بہشت میں ہم جہاں چاہیں جگہ بنائیں اور جہاں ہمارا جی چاہے اس میں قرار لیں یعنی ہم اپنی مقرر کردہ بہشت میں جہاں چاہیں آرام کریں یہ نہیں کہ وہ دوسرے کی جگہ میں جہاں چاہے مکان بنائے یا قرار ے۔ اس لیے کہ بہشت کے مقامات معنوی نہیں۔ اس میں کسی دوسرے کو آنے جانے کی رکاوٹ نہ ہوگی۔ (کذا فی التفسیر الکبیر)۔

فائدہ: حکمائے اسلام نے فرمایا کہ بہشت دو قسم ہے:

۱۔ جسمانی ۲۔ روحانی

Scanned with CamScanner

جسمانی میں تو شارکت نہیں ہوگی لیکن روحانیت میں عام اجازت ہے کہ وہ جس درجہ کو جو چاہے حاصل کرے۔

تفسیر الفاظ بخاری میں ہے کہ جنت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ حسی
۲۔ معنوی

عقل دونوں کو مانتی ہے جیسے ہم عقلاً مانتے ہیں کہ عالم دو ہیں:

۱۔ عالم لطیف
۲۔ عالم کثیف

اور غیب و شہادت اور نفس ناطقہ جسے احکام شرعیہ کا مکلف بنایا گیا ہے۔ اس کے لیے ہر طرح کی نعمتیں ہیں مثلاً علوم و معارف یہ وہ نعمتیں ہیں جنھیں نظر سے تعلق ہے اور بعض نعمتیں ہیں جو لذات و شہوات سے متعلق ہیں انھیں نفس حیوانیہ محسوس کرتا ہے جنھیں اس کے قوی حسیہ فائدہ حاصل کرتی ہیں جیسے کھانا پینا، نکاح، لباس، روائح و نغمات طیبہ اور جمال حسی جیسے دوشیزاؤں کا حسن و جمال ایسے ہی دیگر حسین چہرے اور مختلف رنگ اور درخت اور نہریں۔ یہ تمام نعمتیں نفس حیوانیہ سے متعلق ہو کر نفس ناطقہ تک پہنچتی ہیں جن سے نفس ناطقہ لذت پاتا ہے۔ اگرچہ درحقیقت ان کی لذات کا تعلق ارواح سے ہے لیکن نفس ناطقہ کو بھی دخل ہے اس لیے کہ اگر صرف روح کو لذت محسوس ہوتی تو لذت کا تعلق صرف عورت اور بے ریش لڑکے کے حسن سے ہوتا۔

فائدہ: اس ظاہری جنت کی روح وہی جنت معنوی ہے وہ جنت معنوی فرح الٰہی ہے اور سرور و ابتہاج ہے جو کمال خداوندی کی ایک صفت ہے اس سے ثابت ہوا کہ ظاہری جنت بمنزلہ جسم کے ہے اور معنوی جنت اس کی روح ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آخرت کو دارالحیوان سے تعبیر کیا ہے جس سے اہل جنت حسی طور پر لذت پائیں گے اور معنوی بھی۔

عجوبہ: جیسے اہل جنت کو اس کی نعمتوں سے لذت محسوس ہوتی ہے ایسے ہی خود جنت کو بھی بعض بندگان خدا کی زیارت سے لذت اور فرحت حاصل ہو گی چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ بہشت کو حضرت علی، حضرت بلال، حضرت عمار اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم کا اشتیاق ہے۔

جنت خود مشتاق ہے: حدیث شریف میں ہے کہ بہشت چار شخصوں کا استقبال کرے گی۔

۱۔ روزہ دار۔
۲۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا۔
۳۔ زبان کی حفاظت کرنے والا۔
۴۔ غریب ہمسائیگان کو کھانا کھلانے والا۔

Scanned with CamScanner

نکتہ: یہی راز اور واضح ہوتا ہے اس حدیث پاک سے جس میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُحد پہاڑ کو ہمارے ساتھ محبت ہے اور ہمیں اس سے اس لیے کہ اُحد پہاڑ بہشت سے ملحق ہے ایسے ہی دوسرے مقامات شریفہ کیونکہ انمیں بھی حیوۃ وادراک ہے اگرچہ اس کا سمجھنا ہماری عقل جزوی سے خارج ہے۔

سوال: الاشارۃ المقرہ میں ہے کہ یہ سب کو معلوم ہے کہ کوئی بھی کسی دوسرے کی جنت میں جگہ نہیں بنائے گا پھر حیث نشاء کہنے کا کیا مطلب۔

جواب ۱: اس میں مبالغہ مطلوب ہے کہ ان کے لیے اتنی وسعت اور فراخی ہوگی کہ جہاں چاہیں انہیں ان کے لیے کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہوگی اور ایسے مقامات پر عموماً اس طرح کے مبالغے ہوتے ہیں۔

جواب ۲: یہ بھی اللہ تعالیٰ کسی بندے میں یہ خیال اور تصور بھی پیدا نہیں فرمائے گا کہ وہ دوسرے کی جگہ پر قابض ہو جائے۔

جواب ۳: یہ دار دنیا ہے کہ اس میں غیر اور اپنی شے کا امتیاز ہے اور مکلف لوگوں کو اس کی خلاف ورزی پر سزا بھی ہوگی بخلاف دار آخرت کے کہ اس میں ایسے احکامات ہیں ہی نہیں۔

فائدہ: الکواشی میں ہے کہ اس میں وسعت و فراخی کی طرف اشارہ ہے کہ بہشت میں ہر شے وافر ملے گی کہ قدر حاجت سے کئی گنا زائد ہوگی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی کسی دوسرے کی جگہ پر قبضہ کرے گا۔

حضور علیہ السلام کی اُمت کی فضیلت: مروی ہے کہ حضور علیہ السلام کی اُمت سب سے پہلے بہشت میں جائے گی۔ ان کے لیے عام اجازت ہوگی کہ وہ جہاں چاہیں اپنی پسند کی جگہ حاصل کر لیں۔ ان کے بعد دوسری اُمتوں کے داخلے کا حکم ہوگا۔ فنعم اجر العاملین تو کیسا بہترین اَجر ہے عمل کرنے والوں کا یعنی بہشت کیسا بہتر اجر ہے۔

فائدہ: بعض مشائخ نے فرمایا کہ ہر فرض و نفل اور کار خیر اور ترک حرام و مکروہ کے لیے علیحدہ علیحدہ جنت اور مخصوص نعمتیں مقرر ہیں جو بھی بہشت میں داخل ہوگا اپنے اعمالِ صالحہ کے مطابق حسب مراتب اعمال مخصوص جنت اور مخصوص نعمتیں پائے گا۔ اور جنت کی فوقیت و فضیلت اعمال کے مراتب پر یوں ہوگی کہ مثلاً بعض مراتب سن کے اعتبار سے زائد ہوں گے بشرطیکہ سن رسیدہ نوجوان سے زائد نیکیاں رکھتا ہو۔ بعض کو زمانہ کی وجہ سے مرتبہ زائد ملے گا بعض کو مقدس مقام میں عبادت کرنے سے فضیلت حاصل ہوگی۔ مثلاً مسجد حرام کی نماز پڑھی ہوئی کو نماز کو مسجد مدینہ سے فضیلت ہے اور مسجد مدینہ کو مسجد اقصیٰ سے اور مسجد اقصیٰ جملہ عالم کی مساجد سے اور بعض کو احوال سے فضیلت ہوگی مثلاً نماز باجماعت کو تنہا نماز سے فضیلت ہے۔ بعض نفس اعمال میں افضل ہیں مثلاً نماز پڑھنا راستے سے کانٹے ہٹانے سے افضل ہے۔ ایک ہی عمل سے دوہرا ثواب ملتا ہے مثلاً ذی رحم محرم مستحق کو صدقہ دینا دوہرا ثواب ہے۔ ایسے ہی اہل بیت سیدزادہ مستحق کو نذرانہ۔ ہدیہ

Scanned with CamScanner

پیش کرنا دوہرا ثواب ہے۔ بعض حضرات ایک ہی ساعت ان گنت ثواب حاصل کر لیتے ہیں مثلاً بیک وقت آنکھ اور کان سے اور ہاتھ سے عبادت بجالانا۔ روزے میں ایک عبادت میں عبادات کی ادائیگی ہوتی ہے ایسے ہی نماز میں بھی ایسے ہی متعدد نیات سے متعدد ثواب نصیب ہوتے ہیں۔ مثلاً اس نے نیت کی کہ فلاں فلاں نیک کام کروں گا اور فلاں فلاں برائیوں سے باز رہوں گا وغیرہ وغیرہ۔ ہم اللہ تعالیٰ سے استدعا کرتے ہیں کہ ہمیں ان لوگوں سے بنائے جو بہت سی نیکیوں کو بیک وقت ادا کرتے ہیں ؎

چو از جا نگاہ دریدن گرد
نبردی ہم افتان و خیزاں برو
گراں باد بایاں برفتند تیز
تو بے دست و پا از نشستن بخیز

ترجمہ: جب تو اپنی جگہ سے دوڑنا نہیں جانتا تو بھی افتاں وخیزاں (گرتا گرتا) چلتے رہو۔

۲: اگر باد رفتار تیز چلے گی تو بے دست و پا ہے تو کیا ہوا کم از کم اٹھ تو سہی۔

تفسیر عالمانہ: وترى الملائكة۔ اے محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ قیامت میں مردوں کے زندہ اٹھنے کے بعد ملائکہ کرام کو دیکھیں گے۔ کاشفی نے لکھا کہ جب آپ مقام مقعد صدق اور رتبۂ قرب میں ہوں گے تو آپ فرشتوں کو دیکھیں گے۔ حافین۔ گھیرے ہوئے ہوں گے۔ من حول العرش۔ یہ من زائدہ ہے یا ابتدائے حفوف کے لیے ہے۔

حل لغات: اہل عرب کہتے ہیں حفوا حولہ حفوفا بمعنی کافوربہ واستداروا۔ اسی سے حافین ہے بمعنی محیطین ماحفۃ العرش یعنی عرش کی ہر جانب سے گھیرنے والے ہوں گے۔ يسبحون بحمد ربهم۔ یہ حال ثانیہ یا پہلے جملہ کے لیے مقیدہ ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی ان امور سے تنزیہ بیان کرتے ہیں جو اس کے شان کے لائق نہیں ورانحالیکہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد سے متلبس اور اس کے وصف و جمال و کرام کو یاد کرتے ہوئے لذت پاتے ہیں مثلاً کہتے ہیں سبحان اللہ وبحمدہ۔

فائدہ: تسبیح سے اللہ تعالیٰ سے ان امور کی نفی کی جاتی ہے جو شایان شان نہیں اور حمد اس کے صفات کا بیان کا رثبات مطلوب ہوتا ہے کہ بندہ حق اور اس کی صفات میں مستغرق ہو جائے۔

فائدہ: صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا جیسے عرش کے گرد فرشتے تسبیح وحمد کرتے ہوئے طواف کرتے ہیں ایسے ہی کعبہ کے گرد اہل ایمان اللہ تعالیٰ کا شکر اور ذکر کرتے ہوئے طواف کرتے ہیں۔

طواف کا نکتہ: طواف میں ایک نکتہ یہ ہے کہ عالم وحدت ہر قید وجہات سے پاک ہے ایسے ہی عارف کا دل بھی۔ چونکہ کعبہ معظمہ ذات احدیہ کی صورت میں ہے اسی لیے اس کے گرد

Scanned with CamScanner

گھومنے اور اس کے طواف کا حکم ہوا ہے۔

طواف و نماز کا فرق: طواف ظاہر اً و باطناً اطلاق کی حیثیت رکھتا ہے اور نماز بظاہر مقید ہے اور ہم نے ظاہر کی مقید اسی لیے لگائی ہے کہ اس میں جہت کعبہ کی قید ضروری ہے۔ اگر اس قید سے ہٹ جائے تو نماز ہوگی ہی نہیں۔ **و قضی بینہم بالحق** اور مخلوق کے درمیان حق یعنی عدل و انصاف کا فیصلہ ہوگا کہ جہنمی جہنم میں اور بہشتی بہشت میں داخل کیے جائیں گے یا یہاں پر ملائکہ کے درمیان فیصلہ مراد ہے وہ اس طرح کہ انھیں اُن کے درجات کے مطابق اُمور پر متعین کیا جائے گا اور یہ بھی ہے کہ ان کے اعمال کے مطابق انھیں مراتب عطا ہوں گے جیسا کہ احکام المرجان میں ہے کہ ملائکہ اگرچہ معصوم ہیں لیکن اُن کے اعمال کے مراتب کی وجہ سے ان کے فضائل و کمالات میں بھی فرق رکھا گیا ہے جیسے رسل البشر عام انسانوں سے افضل ہیں ایسے ہی رسل الملائکہ عام فرشتوں سے افضل ہیں۔

وقیل الحمد للہ رب العلمین اور کہا جائے گا جمیع محامد اللہ تعالیٰ رب العالمین کے لیے ہیں کہ اس نے کہ ہمارے درمیان حق کا فیصلہ فرمایا اور ہمیں حق سے نوازا۔ اس کے قائل اہل ایمان ہوں گے جن کے حق میں حق فیصلہ ہوگا یا وہ فرشتے جن کا ابھی ذکر ہوا بوجہ اُن کے متعین ہونے اور ان کی تعظیم و تکریم۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ مابین ملائکہ و انبیاء و اولیاء فیصلہ ہوگا کہ انھیں ان کی شان و قدر کے مطابق مراتب و منازل عطا ہوں گے۔ اس کے بعد ہر ایک کہے گا **الحمد للہ رب العلمین** کہ اس نے ہم پر انعام و اکرام فرمایا۔

فائدہ: جناب کاشفی نے لکھا ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تخلیق کی ابتداء پر اپنی حمد فرمائی کما قال؛ **الحمد للہ الذی خلق السموات والارض**۔ پھر جب مخلوق نے آسمان و زمین کو قرار پایا تو بھی تاکہ مخلوق کو معلوم ہو کہ ابتداء و انتہا ہر طرح سے حمد کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے ؎

در خود ستائش نبود غیر تو کس

جا کہ ثنا ئیست ترا زیبد و بس

ترجمہ: تیرے سوا کوئی بھی ستائش کے لائق نہیں۔ جہاں کوئی ثنا ہے تو وہ تجھے زیبا ہے اور بس۔

فائدہ: جب ہر شے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں معروف ہے تو انسان پر بھی لازم ہے کہ وہ بھی ہر وقت اس کی حمد و ثنا میں مشغول رہے اس لیے کہ یہ افضل المخلوقات ہے۔

بعض عارفین نے فرمایا ؎

Scanned with CamScanner

ثنا گو تا ثنا یابی شکر گو تا عطا یابی

رضا دہ تا رضا یابی دارجو تا قدر یابی

ترجمہ: تعریف کہہ تاکہ تعریف پائے شکر کہہ تاکہ عطا نصیب ہو۔ رضا دے تاکہ رضا نصیب ہو ورا رکو تلاش کر تاکہ وراد نصیب ہو۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر انعام فرماتا ہے تو پھر وہ کہتا ہے الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کو دیکھو کہ میں نے اسے وہ عطا کیا جو اس کے مقدر میں تھا لیکن اس نے اس کے عوض میں ایسی شے دی جس کی قیمت کوئی نہیں ادا کر سکتا۔

فائدہ: خلاصہ یہ کہ انعام تو اشیاء میں سے ایک شے ہے اور وہ عادات انسانی میں شامل ہے مثلاً بھوکے کو کھانا کھلانا، پیاسے کو پانی پلانا اور ننگے کو کپڑے پہنانا۔ لیکن الحمد للہ وہ کلمہ ہے کہ اس کا معنیٰ یوں ہوگا کہ جو بھی کسی وقت کسی کی حمد کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ اس سے ملائکہ عرش و کرسی اور آسمان کے طبقات اور انبیاء و اولیاء و علماء وغیرہم کی جملہ محامد جو کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے یہاں تک جب آخرت میں کہیں گے و اٰخر دعواھم ان الحمد للہ رب العلمین تک صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ ان محامد کی انتہا ہے بلکہ ہم تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس کی محامد کی کوئی انتہا نہیں یہاں تک کہ پھر وہی حضرات مذکورہ بالا بہشت میں ابد الآباد حمد بجا لائیں گے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے بندے کو جو نعمت دی ہے اس کا بدلہ ایسی شے دی کہ جس کی قیمت کی ادائیگی کسی سے نہیں ہو سکتی کہ ایسا شکر کیا کہ جس کی کوئی انتہا بھی نہیں۔

فائدہ: کعب الاحبار نے فرمایا کہ عوالم الٰہی کی کوئی گنتی نہیں کما قال تعالیٰ و ما یعلم جنود ربك الا ھو۔ اور اللہ تعالیٰ ہر عالم کے ہر ہر ذرے کا مربی ہے جیسے کہ اس ذرے کا ظاہراً و باطناً تقاضا ہے: ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کی اولاً و آخراً حمد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

صاحب روح البیان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سورۂ زمر کی تفسیر کا اختتام ہفتہ کے دن ۲۷ شعبان ۱۱۳۷ھ کو ہوا۔

اور

فقیر اویسی غفرلہٗ بھی اس کے ترجمے سے ہفتہ کے دن ۱۹ شوال ۱۳۹۶ھ کو فارغ ہوا۔ فالحمد للہ علی ذالک وصلی اللہ علی حبیبہ الکریم الرؤف الرحیم وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء امتہ اجمعین۔

انا الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

۹/۹۸ ۱۳ اھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۷۶ء (بہاول پور) ترجمہ کے اختتام کا سن ۱۹۷۶ء جیسے ۱۳۹۶ھ ہے۔

سُورَةُ الْمُؤْمِنِ

ركوعاتها ٩	سُورَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ	آياتها ٨٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۝

حٰمٓ ۝ تَنْزِيلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ وَ
قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ
الْمَصِيرُ ۝ مَا يُجَادِلُ فِيٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا يَغْرُرْكَ
تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّالْأَحْزَابُ مِنْ
بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ
لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ وَكَذٰلِكَ
حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوٓا أَنَّهُمْ أَصْحٰبُ النَّارِ ۝
الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ
بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ
عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝
رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِي وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ
اٰبَآئِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَقِهِمُ
السَّيِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذٰلِكَ
هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے

ترجمہ: یہ کتاب اُتارنا ہے اللہ کی طرف سے جو عزت والا علم والا گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا۔ سخت عذاب کرنے والا بڑے انعام والا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔ اللہ کی آیتوں میں جھگڑا نہیں کرتے مگر کافر تو اے سننے والے تجھے دھوکا نہ دے ان کا شہروں میں اہلے گہلے پھرنا۔ ان سے پہلے نوح کی قوم اور ان کے بعد کے گروہوں نے جھٹلایا اور ہر اُمت نے یہ قصد کیا کہ اپنے رسول کو

Scanned with CamScanner

پکڑ لیں اور باطل کے ساتھ جھگڑے کہ اس سے حق کو ٹال دیں تو میں نے انہیں پکڑا پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور یوں ہی تمہارے رب کی بات کافروں پر ثابت ہو چکی ہے کہ وہ دوزخی ہیں وہ جو عرش اُٹھاتے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے اور اس پر ایمان لاتے اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں۔ اے رب ہمارے تیرے رحمت و علم میں ہر چیز کی سمائی ہے تو انہیں بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے اے ہمارے رب اور انہیں بسنے کے باغوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور اُن کو جو نیک ہوں ان کے باپ دادا اور بیبیوں اور اولاد میں۔ بے شک تو ہی عزت و حکمت والا ہے اور انہیں گناہوں کی شامت سے بچا لے اور جسے تو اس دن گناہوں کی شامت سے بچائے تو بیشک تو نے اس پر رحم فرمایا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

سورۃ مؤمن مکیہ ہے اس کی آیات پچاسی یا اٹھاسی ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر عالمانہ: حٰمٓ یہ سورۃ کا نام محلاً مرفوع مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی یہ وہ سورت ہے جس کا نام حٰمٓ ہے۔ اسے بمنزلہ حاضر کے قرار دے کر اشارہ کیا گیا اس کی شرافت اور بزرگی کی وجہ سے۔

حدیث شریف: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حٰمٓ اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور اس کا ہر نام اُس کے خزانوں کی کنجی ہے جو شخص اُس کے کسی اسم کا بکثرت شغل رکھتا ہے تو ذکر کے مناسب اس اسم کے اسرار و رموز اس پر کھلیں گے۔ جتنا اس شغل سے اس کی مناسبت قوی اتنا ہی اسے مزید مناسبت نصیب ہو گی۔ اس کے بعد اس اسم کے مناسب اس پر حق تعالیٰ کے جلوے متجلی ہوں گے اور اس کی استعداد کے مناسب جتنا چاہے گا فیض یاب فرمائے گا۔

فائدہ: درحقیقت اللہ تعالیٰ کا ہر نام اسم اعظم ہے۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا الٓرٰ و حٰمٓ و نٓ چند سورتوں کے حروف مقطعات اسم الرحمٰن کے حروف ہیں۔

Scanned with CamScanner

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یہ قسم ہے اس راز کی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اور حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں ایسا مخفی ہے جس کا نہ کسی ملک کو علم ہے نہ کسی نبی مرسل (علیہم السلام) کو اور اس کی تقریر یوں ہے کہ حٰمٓ۔ اللہ تعالیٰ کے اسم رحمٰن کا وسط ہے۔ یہی اسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا وسط ہیں تو جیسے یہ دونوں حروف ان دونوں کے اسرار میں۔ ایسے ہی اسی راز کی قسم کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو ان کے مابین ہے یعنی قسم ہے راز مخصوص کی کہ بیشک نازل کرنا کتاب (تنزیل الکتاب الخ)۔

فائدہ: حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حٰمٓ میں حی۔ ملک کی طرف حکیم۔ ملک۔ منان۔ مجید کا فواتح ہے۔

کاشفی مرحوم کی تقریر: حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حاء کا اشارہ اس حکم کی طرف ہے جو اسے رد و منع نہیں کر سکتا اور میم اس ملک کی طرف اشارہ ہے کہ اسے فناء و زوال نہیں۔

فائدہ: حضرت بقلی مرحوم نے فرمایا کہ حاء حیات الازلی کی طرف اور میم۔ منہل المحبۃ محبت کا چشمہ کی طرف اشارہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنا قرب عطا فرماتا ہے۔ اسے اسی حیاۃ الازلی چشمہ سے سیراب فرماتا ہے۔ پھر اسے اس کی حیات ازلی سے زندگی نصیب ہوتی ہے اور وہ اسی حیات سے ہمیشہ زندہ رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے لیے فنا کا تصور تک نہیں ہوتا۔ اس کی برکات اسی حیات کی حکمت سے ہوتی ہے اور محبت کے میم میں ان علوم مجہولہ کی طرف اشارہ ہے جس پر قدم دبقاء کے چشمے پر وارد ہونے والے بھی آگاہ نہیں ہو سکتے۔

فائدہ: شرح حزب البحر میں ہے کہ حم میں حمایت کی طرف اشارہ ہے اسی لیے غزوۂ اُحد میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ تمہارا شعار حٰمٓ لا ینصرون ہونا چاہیے یعنی اللہ تعالیٰ کی حمایت سے دشمنانِ اسلام کو کوئی مدد نصیب نہ ہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ صرف اہلِ ایمان کا مولا ہے اور کافروں کا کوئی مولا نہیں۔ عنایت حمایت سے حاصل ہوتی ہے اور حمایت حضرۃ الافعال سے ہے اور حم الامر بھی کہا جاتا ہے یعنی بضم الحاء وتشدید المیم بمعنی قضی وقدر وتم یعنی جو ہونا تھا وہ مقدر ہو چکا یا کہا جاتا ہے۔ حم امر اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کا امر یا قیامت کا دن قریب ہو گیا۔ یہ بھی کسی نے کہا ؂

قد حم یومی فسر قوم

قوم بہم غفلۃ ونوم

ترجمہ: میرا دن مکمل ہوا تو لوگ خوش ہوئے وہ قوم جو نیند اور غفلت میں ہے۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ حاء کا اشارہ محبت کی طرف اور میم کا منت کی طرف ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا

Scanned with CamScanner

ہے تو محبت سے میرا دوست ہو سکتا ہے بجز اس کے نہیں اور میری منت سے مجھے پا سکتا ہے طاعت سے نہیں یعنی میں نے تجھے دوست بنایا لیکن تو نے مجھے نہ پہچانا اور میں نے تجھے چاہا لیکن تو نے مجھے نہ چاہا۔ دوسری اُمتیں مجھے پکارتی رہیں لیکن میں نے اُن کی طرف ذرہ برابر بھی توجہ نہ کی لیکن اے اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے سوال کے بغیر ہی میں نے تمھیں دے دیا اور تمھاری ہر دُعا قبول کر لی اور تمھاری بخشش مانگے بغیر ہی میں نے تمھیں بخش دیا۔ اسی لیے سابقہ انبیاء علیہم السلام بھی اسی اُمت میں ہونے کی دعا مانگتے رہے یہاں تک کہ خلیل علیہ السلام نے کہا اجعل لی لسان صدق فی الاخرین۔ مجھے پچھلے لوگوں میں لسان صدق بنا اور حضرت کلیم علیہ السلام نے کہا اجعلنی من اُمۃ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بنا۔ اور ویسا نہیں ہوا کہ میں نے اُن کو تمھارے افعال کی شرح سنائی ہو بلکہ اگر اُن کو اس کی شرح سنائی جاتی تو پھر وہ اپنے دامن پکڑ لیتے ہاں انھیں یہ سنایا کہ میرا ان پر اتنا فضل وکرم اور انعام ہو گا اور پچھلوں کو جن امور میں علیحدہ علیحدہ برگزیدہ بنایا مثلاً آدم و نوح و آل ابراہیم و آل عمران علیٰ نبینا وعلیہم السلام کو چنا تو فرداً فرداً لیکن جب تمھاری باری آئی تو تم کو علی العموم والشمول برگزیدہ بنایا چنانچہ فرمایا کنتم خیر اُمۃ اُخرجت للناس۔ ایسے ہی دوسرے مقام پر فرمایا کہ اصطفینا من عبادنا۔ یہ خطاب بھی عام ہے۔ وہ خواہ ہو یا علیہ ظالم ہو یا مظلوم۔

حکایت: حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے عرض کی یا اللہ جیسے مجھے شرف بخشا ایسے کسی اور کو بھی نصیب ہوا۔ مجھے تو نے بلا واسطہ کلام سے نوازا اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے اور بندے ہیں جنہیں میں آخری زمانہ میں پیدا کروں گا انھیں ماہ رمضان عطا فرماؤں گا اور ان کو اس کی وجہ سے قریب تر ہوں گا۔ جب میں تمھارے سے ہم کلام ہوتا ہوں اس وقت میرے اور تیرے درمیان ستر ہزار حجاب ہوتے ہیں۔ لیکن جب اُمت حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھے گی تو ان کے لب خشک ہو کر سفید اور رنگ زرد ہوں گے تو میں ان کے درمیان سے پردے اٹھا دوں گا جب وہ افطار کریں گے۔

روزے کہ سر از پردہ بروں خواہی کرد
دانم کہ زمانہ راز بوں خواہی کرد
گر زیب و جمال ازیں فزوں خواہی کرد
یا رب چہ جگر ہا است کہ خون خواہی کرد

ترجمہ: اس وقت کہ تم پردہ سے سر باہر نکالو گے مجھے یقین ہے اُس وقت تمام زمانہ کو زبوں حال بناؤ گے ۲: اگر یہ اُس وقت تمھارا زیب وجمال بڑھ کر ہو گا۔ یارب کتنا جگر اُس وقت ریزہ ریزہ کر دو گے۔

اے موسیٰ علیہ السلام خوش بخت ہے وہ جگر جو رمضان میں پیاسا ہو اور وہ شکم جو بھوکا ہو گا انھیں ملیں

Scanned with CamScanner

اور کوئی جزا نہ دوں گا سوائے اپنے دیدار کے اور ان کے لبوں کی خشکی میرے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی بڑھ کر ہے جس نے روزہ رکھا اس نے اپنے اوپر وہ واجب کر لیا جو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل پر اس کا تصور آ سکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا رب یہی ماہ رمضان مجھے عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تو میں اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو عطا فرما چکا ہوں۔

سبق: اس اُمت پر جو اللہ تعالیٰ نے انعام و اکرام عطا فرمائے ہیں کیسے عجیب و غریب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تمام اُمتوں سے نمایاں بلکہ مرحومہ اُمت ہے۔

تفسیر عالمانہ: تنزیل الکتاب۔ یہ کتاب کا نازل کردہ ہے۔ یہ خبر کے بعد دوسری خبر ہے یہ مصدر ہے مفعول کے معنی پر اس کا استعمال ہوا ہے یعنی تنزیل بمعنی منزل ہے بطور مبالغہ مصدر بمعنی مفعول ہے۔ من اللہ۔ یہ تنزیل کا صلہ ہے۔ ظاہر تر یہ ہے کہ یہ مبتدا ہے اور من اللہ اس کی خبر ہے اس معنی پر مصدر اپنے معنی میں مستعمل ہو رہا ہے یعنی قرآن کا نزول منجانب اللہ ہے نہ کہ جیسے کافر کہتے ہیں کہ اسے حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے از خود گھڑا ہے۔ العزیز العلیم وہ عزیز اور علم والا ہے۔ دو وصفوں کو یکجا ذکر کرنے میں اشارہ ہے کہ قرآن میں حد درجہ کا اعجاز ہے اور علم کے جملہ انواع اس میں موجود ہے۔

فائدہ: فتح الرحمٰن میں ہے کہ عزیز وہ ہے جس کا کوئی مثل نہ ہو اور علیم وہ ہے جو جملہ معلومات پر آگاہ ہو۔

فائدہ: کاشفی مرحوم نے لکھا ہے کہ عزیز بمعنی وہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اس پر بھی اسے قدرت ہے کہ کو نازل فرمائے اور العلیم وہ ہے جو کچھ اُس نے نازل فرمایا اس کا اسے ہر وقت علم ہے۔ غافر الذنب گناہوں کو بخشنے والا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور یہ اضافتِ حقیقی ہے اس لیے کہ اسے کسی مخصوص وقت کے لیے ارادہ نہیں فرمایا کیونکہ صفاتِ الٰہی ازلی ہے اور تجدد و تحدث سے منزہ ہے اور وہ کسی زمانہ سے مقید نہیں اگرچہ بوجہ متعلقات کے حدوث کی اس کا تعلق حادث ہے مثلاً گناہ اس مقام پہ حادث ہے تو غفران کا تعلق اس حدوث کی وجہ سے ہے اور اسم فاعل میں کبھی استمرار کا معنی بھی ہوتا ہے جیسے یہاں لیکن صفت مشبہ میں استمرار واجب ہوتا ہے۔

فائدہ: غافر بمعنی ساتر اور ذنب بمعنی گناہ اور ہر وہ فعل جو کسی کو آخرت میں نقصان دہ اور ضرر رساں ہو بقدر اس گناہ کے۔

سوال: غافر الذنوب کیوں نہیں فرمایا۔ غافر الذنب کیوں فرمایا۔

جواب: ذنب اسم جنس ہے جیسے الحمد للہ میں حمد جنس ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے گناہ بخشنے والا ہے صغیرہ ہوں یا کبیرہ توبہ سے یا توبہ کے بغیر گناہ گار کو قیامت میں

Scanned with CamScanner

شرمسار کرے گا جیسا کہ غافر الذنب کا مدح کا مقام دلالت کرتا ہے۔ وقابل التوب قبول بمعنی پسند کرنا اور قابل وہ ہے جو کنوئیں سے ڈول نکالتے وقت اس کی طرف منہ کر کے اسے کھینچے اور القابلہ وہ عورت جو ولادت کے وقت بچے کی طرف منہ کرے اور کہا جاتا ہے قبلت عذرہ وتوبتہ میں نے اس کا عذر اور توبہ قبول کی وغیرہ وغیرہ۔ التوب توبہ کی طرح مصدر ہے بمعنی کسی وجہ سے گناہ کا ترک اور وجہ اعتذار سے یہی بلیغ ہے اس لیے کہ اعتذار تین وجوہ پر ہے:۔

۱۔ عذر کرنے والا کہے کہ میں نے فلاں کام نہیں کیا۔

۲۔ یا کیا ہے تو اس کی فلاں وجہ ہے۔

۳۔ فلاں کام کر کے میں نے غلطی کی ہے لیکن اب ہرگز نہیں کروں گا۔

ان کے سوا اور کوئی چوتھی وجہ نہیں ہے اور اسی تیسری وجہ کا نام توبہ ہے اور شرع میں توبہ یہی ہے کہ گناہ کو قبیح سمجھ کر اسے پھر نہ کرنا اور جو کچھ کر لیا ہو اس پر ندامت ظاہر کرنا اور پختہ ارادہ کرنا کہ یہ عمل ہرگز نہ کرنا بلکہ ہر ممکن برائی کے بدلے میں نیکی کر کے تدارک کرنا جس میں یہ چاروں شرائط پائی جائیں تو وہ توبہ مکمل ہو گئی۔

توبہ و استغفار میں فرق:۔ توبہ اس فعل مذموم جو شرعاً قبیح ہے اسے رجوع کر کے ایسے اچھے عمل کی طرف لوٹنا اور معصیت کی قباحت دیکھ کر اس سے اعراض کر کے طلب مغفرت کا نام استغفار ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ توبہ استغفار سے مقدم ہوا کرتی ہے اور بالاجماع استغفار توبہ نہیں ہو سکتی جب تک تمت (میں نے توبہ کی۔ **اسأت**۔ میں نے برا کیا۔ **ولا اعود الیہ ابدا**۔ میں اس عمل کو دوبارہ بالکل نہیں کروں گا۔ **فاغفر لی یارب**۔ اے پروردگار عالم مجھے بخش دے) جیسے الفاظ نہ کہے توبہ نہ ہو گی۔

نکتہ: غافر و قابل کے درمیان واو لانا دلالت کرتا ہے کہ کتنا ہی بہت بڑے مذنب و مجرم اور کثیر التعداد ہوں تب بھی اُن کے گناہ مٹا کر ان کی بخشنے والی ایک ذات کافی ہے۔

مسئلہ: مغفرت توبہ سے گناہ مٹانے کے بعد ہو گی اور اسی توبہ کو طاعت بنا کر ثواب عطا فرمانے کا نام قبول ہے۔ قبول التوبہ میں اشارہ ہے کہ توبہ وہی قبول ہوتی ہے جو بندے کے اعمال نامہ میں توبہ بھی طاعت الٰہی لکھی جائے اور کسی کی توبہ طاعت نہ لکھی جائے تو وہ توبہ قبول نہ ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ اسی توبہ کو قبول کرتا ہے جو اسے طاعت کے کھاتہ میں لکھ دے۔

فائدہ: غافر و قابل کی واو مغایرت کی ہو سکتی ہے اس لیے کہ دونوں صفات کے درمیان میں مغایرت ہے اگرچہ اتحاد کا توہم بھی ہے تو اُس وقت مراد یہ ہو گی کہ یہ مغایرت محض ایضاح و تفسیر کے لیے ہے یا تغایر دو فعلوں کے مواقع و متعلق کی وجہ سے ہے اس لیے کہ غفر بمعنی ستر الذنب اس سے اتنا ثابت ہوا کہ گناہ صرف ڈھانپ

Scanned with CamScanner

یے گئے ورنہ وہ درحقیقت باقی ہیں۔ یہ اُس وقت ہے جو کبائر کا مرتکب توبہ نہ کرے لیکن کسی وجہ سے اس کے گناہ ڈھانپ لیے جائیں یعنی بالکل بخشے نہ جائیں۔ ہاں ان سے چشم پوشی کی جائے اس لیے کہ تائب تو وہ ہوتا ہے کہ جس کے کوئی گناہ باقی بھی نہ رہیں اور قبول کا تعلق ہر قسم کے تائبین کے لیے ہے۔

رد المعتزلہ: الاسئلۃ الاقحمۃ میں ہے کہ تعلیم المغفرت علی التوبہ میں معتزلہ کا رد ہے وہ کہتے ہیں کہ بغیر توبہ کے مغفرت نہیں ہو سکتی اگر اللہ توبہ کے بغیر بخش دے تو ناٹک ہے۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ توبہ کا ذکر بعد کو اور مغفرت کا ذکر پہلے اس لیے کہ گویا اللہ فرماتا ہے کہ اگر میں کہتا کہ میں توبہ قبول کرتا اور گناہ بخشتا ہوں تو بندے گمان میں رہتے کہ جب تک توبہ نہ ہو گناہوں کی بخشش نہ ہوگی میں نے مغفرت کا ذکر پہلے کیا تاکہ معلوم ہو کہ میں چاہوں تو توبہ کے بغیر بخش دوں۔ علاوہ ازیں اگر توبہ کا ذکر پہلے ہوتا تو توبہ بخشش کے لیے بمنزلہ علت کے ہوتی اور اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل و علت کا محتاج نہیں اور نہ ہی کسی حیلہ کا متقاضی ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ بخشش سے پاک ہو کر بارگاہِ حق میں قدم رکھے کیونکہ جو بھی اس کی بارگاہ میں آتا ہے پاک اور صاف ہو کر آتا ہے۔ اسی لیے دوسرے مقام پر فرمایا ثم تاب علیهم لیتوبوا اب پھر ان کی توبہ قبول کی تاکہ اس کی بارگاہ کی طرف رجوع کریں۔ ثابت ہوا کہ وہ کریم توبہ کے بغیر بھی گناہ بخشتا ہے۔ نیز ثابت ہوا کہ جو بھی توبہ کرے اس کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان واو عاطفہ ہے اور وہ مغایرت چاہتی ہے اور ان کا حکم بھی یکساں ہیں مثلاً کہا جاتا ہے جاءنی زید و عمرو اگرچہ زید و عمر آپس میں غیر ہیں لیکن حکم میں یکساں ہیں اگر یہ ایک ہوتے تو عطف لانا بے سود تھا اگر حکم ایک نہ ہوتا تو واو مغایرت کی نہ ہوتی۔

شدید العقاب۔ یہ اسم فاعل کے معنی میں ہے یعنی شدید العقاب (سخت عذاب والا ہے) جیسے قرین بمعنی موذن آتا ہے اسی لیے اسے معرفہ کی صفت لانا جائز ہے کیونکہ اس سے دوام و ثبات مراد ہے۔ یہ صفت مشبہ نہیں کہ اس پر اعتراض ہو تو یہ تو اضافت لفظیہ ہے پھر یہ معرفہ کی صفت کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں صفت کی اضافت اپنے فاعل کی طرف ہو کر نکرہ کے حکم میں ہوتی ہے اور نکرہ معرفہ کی صفت نہیں ہوتا یا یہ کہ دراصل الشدید العقاب تھا الف لام اپنے پچھلے۔ غافر الذنب و قابل التوب کی مناسبت سے محذوف ہے۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وصف و نعت خود بیان فرمائی میں "غافر الذنب" "قابل التوب" ہوں اور میری ہر صفت قابل تغیر و تبدل نہیں پھر جب "شدید العقاب" فرمایا تو واضح فرمایا کہ سزا دینا بھی اسی کی صفت ہے تو جیسے اس کی دوسری صفات ہیں ایسے یہ بھی لیکن اس کی سختی و نرمی محل تصرف کی وجہ سے ہے کہ جسے چاہے اسے سخت سزا دے جسے چاہے نرم۔ لیکن اس کے تصرف میں کوئی فرق نہیں نہ ہی اس میں تغیر و تبدل ہو سکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

ذی الطول۔ الطول (بالفتح) بمعنی الفضل مثلاً کہا جاتا ہے کہ **لفلان علی فلان طول**۔ یعنی فلاں کو فلاں پر فضیلت ہے۔ یہ دراصل وہی طول ہے جو قصیر کی نقیض ہے کیونکہ جو طویل ہے وہ صاحب زیادۃ و کمال ہے ایسے ہی جو قصیر ہے وہ صاحب قصور و نقصان ہے۔ غنی کو بھی اسی لیے طول کہا جاتا ہے کہ جو مرادیں وہ دولت مندی سے حاصل ہو سکتی ہیں وہ فقیر یعنی مسکینی غریبی سے حاصل نہ ہو سکیں گی۔ یہاں پر طول سے اس سے ترک عقاب جو اس کا مستحق ہو۔

نکتہ: اول و آخر صفات رحمت کے درمیان میں غضب کی صرف ایک صفت لانے میں اشارہ ہے کہ اس کی رحمت کو غضب پر سبقت ہے۔

تفسیر صوفیانہ: عرائس البقلی (عرائس البیان تفسیر) میں ہے کہ **غافر الذنب** ہے کہ وہ اہل بیان[۱] کے حق بیوں کی ستاری کرتا ہے یہاں تک کہ گناہ اُن کی آنکھوں سے ایسا دور کر دیتا ہے کہ وہ اپنے گناہوں کو بھول جاتے ہیں۔ پھر اُن کے عذر قبول کرتا ہے۔ جب وہ اپنے گناہوں کی اُن کے حضور میں معذرت کرتے ہیں۔ **شدید العقاب** ہے اس کے لیے جو اس کی طرف رجوع نہیں کرتا یہاں تک کہ اسے حجاب کی ذلت کی سزا دیتا ہے۔ **ذی الطول**۔ اہل فنا کے لیے فضل کرتا ہے کہ ان کو اپنے جمال کا مشاہدہ کراتا ہے۔

فائدہ: الوسیط میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** (صلی اللہ علیہ وسلم) ماننے والوں کے لیے غافر الذنب ہے یہی اس کے اولیاء اور اہل طاعت ہیں۔ شرک سے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ **شدید العقاب** ہے ان کے لیے جو اس کی توحید کے قائل نہیں۔ **ذی الطول** بے نیاز ہے اس سے جو اس کی توحید کا قائل نہیں اور نہ ہی **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا اقرار کرتے ہیں[۲]۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آیات وعید اسی لیے سناتا ہے تاکہ وہ عاجزی و نیازی کریں اور گڑگڑا کر اس کی عبادت کریں اور زاری و خواری کا اظہار کر کے طاعت بجا لائیں۔ پھر وہ کریم اس کا رحمت و رافت اور مہربانی کی آیات سُنا کر بندے کا دل خوش کرتا اور اسے فضل و رحمت کی بشارت سناتا ہے۔ **شدید العقاب** فرما کر اسے ڈرایا بندہ نے اسے سن کر گھبرا کر کہا ؎

پر ز آب دو دیدہ و پر آتش جگرم
پر ز باد دو دستم و پر از خاک سرم

---

[۱] تفسیر الامام فخر الدین رازی فی سورۃ الشعراء ۱۲؛

[۲] الوسیط۔

ترجمہ: میری دونوں آنکھیں آنسو سے پر اور جگر آگ سے دونوں ہاتھ خالی اور سر خاک سے پُر۔ 44/C

اس کے باوجود پھر جب اللہ تعالیٰ کو سمجھتا ہے کہ وہ ذی الطول۔ بڑا غنی ہے تو مچل جاتا ہے اس کا دل بڑھ جاتا ہے اور فخر کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

چہ کند عرش کہ دو غاشیۂ من نکشد
چوں بدل غاشیۂ حکم قضائے تو کشم

ترجمہ: عرش کی کیا مجال کہ میرے لیے پردے کا چہرہ نہ کھولے جب میں نے دل میں تیری قضا کے حکم کے پردے کھولے رکھتا ہوں۔

حکایت: ایک روز حضرت ابوبکر شبلی قدس سرہ پہلوانوں کی طرح بے نیاز ہو کر ٹہلتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ اگر تمہارے اور میرے درمیان لاکھوں آگ کے دریا ہوں تب بھی مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ میں ان میں غوطہ لگا کر انہیں عبور کر کے تمہارے ہاں پہنچ جاؤں گا دوسرے روز دیکھے گئے کہ محروموں کی طرح سر نیچا کیے ہوئے نہایت ہی عاجزی سے کہہ رہے تھے۔ المستغاث منك بك۔ فریاد از حکم تو پناہ از قہر تو نہ تیرے وصال سے آرام نہ تیرے فراق سے ہمارا کام تمام نہ یہ منہ کہ تیرے سامنے کی حاضری دوں نہ طاقت کہ تجھ سے بھاگ جاؤں۔ ؎

دگر باز آیم ہمی نہ بینم جاہے
در بگریزم ہمی نہ دانم راہے

ترجمہ: اگر تیرے ہاں لوٹ کر آؤں تو بھی میرا یہ مرتبہ نہیں اگر بھاگ جاؤں تو بھی مجھے کوئی راہ نہیں ملتی۔

لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ حضرت شبلی کل تو کچھ اور کہہ رہے تھے آج اس کے برعکس۔ آپ نے فرمایا ہاں چغد جب مور کو نہیں دیکھتا تو اپنے حسن و جمال پر اتراتا ہے لیکن سب کو معلوم ہے کہ چغد چغد ہے مور مور ہے۔

تفسیر عالمانہ: لا الٰہ الا ھو۔ اس کے سوا کوئی اور عبادت کا مستحق نہیں۔ اس لیے جملہ اوامر و نواہی میں کلی طور اسی کی طرف توجہ دی جائے۔ الیہ۔ صرف اسی طرف اس کے غیر کی جانب نہ مستقلاً نہ بالاشتراک۔

المصیر۔ آخرت میں مخلوق کا رجوع۔ اس وقت ہر نیک و بد کو جزا و سزا دے گا۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ وہ اپنے دوستوں کے گناہ بخشنے والا کہ اُن کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اور قابل التوب ہے یعنی توبہ میں ان کو اخلاص کی توفیق بخشتا ہے کیونکہ وہی اس کے صفات لطف کے مظاہر ہیں۔ شدید العقاب۔ بے ایمانوں اور توبہ نہ کرنے والوں کے لیے سخت عذاب والا ہے کیونکہ وہی اس کے صفات قہر کے مظاہر ہیں۔ ذی الطول۔ بڑی طاقت اور

Scanned with CamScanner

سخاوت والا ہے کہ اس نے ہی تمام کو عدم سے وجود بخشا اور ان کو حیات و رزق عطا فرمایا۔

دوسری تفسیر صوفیانہ: وہ اُن کے عاملوں کے گناہ بخشنے والا اور اُن کے درمیانہ رفتاروں کی توبہ قبول کرتا ہے اور اہل شرک کو سخت عذاب دیتا ہے۔ ان کے سبقت کرنے والوں کے لیے سخی اور کریم ہے اور چونکہ ان کے کرم کا طریقہ ہے کہ اس کی رحمت غضب پر سبقت رکھتی ہے۔ اسی لیے ان اسماء میں بھی اس کے لطف کے صفات قہر کے صفات پر غالب ہیں بلکہ اس نے عواطف احسان اور مراحم وجود و سخاو انعام سے قہری صفت کا ذکر تین اسماء صفات کے درمیان میں فرمایا۔ اس لحاظ سے مرج البحرین یلتقین بینھما برزخ لا یبغین کا منظر سامنے آگیا کہ جب ہدایت کے مرکز سے عنایت یزدانی کی ہوا چلے اور دونوں دریا موج میں آجائیں تو دریاؤں کے ٹکراؤ سے درمیان والا ان میں گم ہو کر ہر دونوں ایک ہی دریا ہو جائے اور اس ایک دریا سے مراد لا الٰہ الا ھو الخ ہے۔ جب یقین ہو کر اسی کی طرف جاتا ہے تو یہ سیر اور روانگی بھلی محسوس ہوگی۔

حکایت: سیدنا عمر بن خطاب یعنی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک دینی دوست تھا اتنا گہرا کہ آپ نے اسے بھائی کے لقب سے نوازا ہوا تھا اور وہ بھی بہت بڑا دانا۔ پارسا اور عبادت گزار تھا اور شام میں ان کا گھر تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام سے آنے جانے والوں سے اس کا حال پوچھ لیا کرتے اور ایک شخص ملک شام سے آیا آپ نے حسب عادت اپنے دوست کی خیریت پوچھی تو اس نے کہا کہ وہ شخص تو ابلیس کا دوست ہے آپ کا دوست نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا وہ کیسے عرض کی وہ تو شرابی کبابی اور شراتی فسادی ہے۔ آپ نے فرمایا جب تم گھر واپس جاؤ تو مجھے مطلع کرنا میں اپنے دوست کے لیے ایک رقعہ دوں گا۔ جب وہ شخص جانے لگا تو آپ نے خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من عبداللہ عمر الی فلان بن فلان سلام علیک انی احمد الیک اللہ الذی لا الٰہ الا ھو غافر الذنب قابل التوب شدید العقاب ذی الطول لا الٰہ الا ھو الیہ المصیر۔

ترجمہ: "یہ خط اللہ کے بندے عمر کا فلاں بن فلاں کے نام تجھ پر سلام ہو میں تجھے اللہ کی حمد سناتا ہوں کہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی گناہ بخشنے والا توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب والا اور سخی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف لوٹنا ہے۔"

جب آپ کا خط اُس کے ہاں پہنچا تو کہا اللہ نے سچ فرمایا اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پند و نصیحت بھی مبنی بر صدق ہے یہ کہہ کر خوب رویا اور توبہ کی اس کے بعد پہلے کی طرح ہو گیا۔

Scanned with CamScanner

سبق: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دوستوں کے لیے ایسے ہونا چاہیئے اس کے لیے ایسے نہ ہو جاؤ کہ تمہاری وجہ سے اسے شیطان بہکا دے یعنی اگر اس سے غلطی سرزد ہو جائے تو اسے اپنے سے بالکل ہٹا نہ دو بلکہ اسے نصیحت کرو۔[ل]

تفسیر عالمانہ ما یجادل فی آیات اللہ۔ المجادلہ بمعنی المفاوضۃ علی سبیل المنازعۃ والمغالبۃ یعنی بطریقہ نزاع و غلبہ ایک دوسرے سے دست بگریبان ہونا۔ دراصل یہ جدلت الحبل سے ہے بمعنی احکمت فتلہ یعنی اس کے تاگے کا بٹ مضبوط ہوا تو جھگڑنے والا ہر ایک اپنے اپنے رائے کو مضبوط کرنے کی فکر میں ہوتا۔

شانِ نزول: حضرت ابوالعالیہ نے فرمایا کہ یہ آیت حارث بن قیس کے حق میں نازل ہوئی یہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء کرنے والوں میں سے تھا یعنی انکار از قرآن اور تکذیب اور باطل میں سخت جھگڑا کرتا تھا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ آیات الٰہی میں جھگڑا نہیں کرتا کہ اس میں طرح طرح کی طعن و تشنیع کرتا ہے۔ مثلاً کہتا ہے کہ یہ سحر ہے شعر ہے اور پہلے لوگوں کے افسانے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

سوال: جدال تو مطلق ہوتا ہے تم نے اسے باطل کے ساتھ مقید کر دیا۔

جواب: اس کے استعمال در ازالہ و ابطال نے اسے باطل سے مخصوص کر دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَجادلوا بالباطل لیدحضوا بہ الحق (انہوں نے باطل کے لیے جھگڑا کیا تاکہ اس کے کے ذریعے حق کو مٹائیں) اسی لیے اسے باطل کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ الا الذین کفروا مگر وہ جو کافر ہیں اور اہل ایمان تو اس میں بال برابر بھی شک نہیں کرتے چہ جائیکہ اس پر طعن و تشنیع کریں۔

فضیلت مناظرہ: بدمذاہب کے ساتھ اس غرض سے مناظرہ اور دلائل و براہین قائم کرنا کہ قرآنی مضامین کے مشکل مسائل حل ہوں اور ان کے حقائق واضح ہوں اور اہل زیغ اور گمراہوں کے شبہات زائل ہوں تو یہ بہت بڑی عبادت ہے بلکہ یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

[ل] اچھی طرح سمجھاؤ۔ اس کے باوجود اگر وہ باز نہیں آتا تو پھر وہ اپنی قسمت کا ماتم کرے جیسے امام اہلسنت نے دیوبند کے اکابر کی غلط عبارات پر انہیں بارہا بذریعہ خطوط وغیرہ تنبیہہ فرمائی لیکن نہ مانے تب علمائے عرب و عجم کے فتویٰ کی زد میں آئے جس پر اب ان کی روحیں اپنی بدقسمتی پر رو رہی ہیں اور اپنی برادری (وہابی دیوبندی وغیرہم) کو کہہ ؎ مانکردیم شما حذر کنید۔ اویسی غفرلہٗ۔

نکتہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان جدالاً فی القرآن کفر۔ قرآن میں جدال کفر ہے۔ جدالاً کی تنکیر میں اشارہ ہے کہ جدال کی کئی قسمیں ہیں اور ہر ایک کا حکم جدا۔

صاحب روح البیان کے پیر و مرشد کی صاحب رُوح البیان کو وصیت

میرے شیخ اور مرشد قدس سرہٗ نے مجھے لکھا کہ کفار شریعت کے قرآن رسمی کی آیات میں جھگڑتے ہیں تو ان کا جھگڑنا رسمی ہوگا کیونکہ وہ آیات رسمیہ میں جھگڑا کرتے ہیں۔ بنابریں وہ کفار کی رسوم ہیں ایسے ہی کفار الحقائق والحقیقۃ قرآن حقیقی کی آیات میں جھگڑتے ہیں اسی لیے ان کا جھگڑا حقیقی ہوگا کیونکہ ان کا جھگڑنا آیاتِ حقیقیہ میں ہے اسی معنیٰ پر وہ کفار الحقائق ہیں انھیں کفار الرسوم نہ کہا جائے گا اور تم اے حقی اور ذبیح اللہ کے ہم نام (یعنی صاحب روح البیان) مطلق کفر و جدال سے دور ہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے ہاں پکے سچے مومن اور مسلم مجھے جاؤ یہی صواب و رشاد کی راہ ہے اسی کی طرف دعوت و ارشاد ہے ہمیں اسے قبول کرنا ضروری ہے اور یہ تمام لوگوں پر فرض اور واجب ہے۔

فلا یغررک تقلبھم فی البلاد۔ فا شرط محذوف کا جواب ہے الغرۃ جاگتے وقت غفلت التقلب بمعنی پھرنا۔ المفردات میں ہے التقلب بمعنی التصرف۔ البلد وہ پسندیدہ محدود جگہ جو رہنے بسنے اور جمع ہونے کے لیے ہو اس کی جمع بلاد و بلدان آتی ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ جب تمھیں یقین ہے کہ ان پر کفر مسلط ہو چکا ہے تو ان کی مہلت اور دنیوی ٹھاٹھ باٹھ اور کاروبار کے لیے ملک شام و یمن کو آنے جانے سے دھوکہ نہ کھائیے۔

فائدہ: کفار مکہ سرما و گرما میں ملک شام و یمن کو تجارتی امور کے لیے آتے جاتے اور غیر معمولی منافع کماتے یعنی انھیں چند روز مہلت و فرصت دی گئی ہے پھر عنقریب کفر پر ان کی اسی طرح سخت گرفت ہوگی جیسے پہلی اُمتوں کے کافروں کی ہوئی جیسا کہ فرمایا کذبت الخ۔

فائدہ: عین المعانی میں لکھا ہے کہ یہ خطاب عام ہے یعنی ہر وہ شخص جوان کے کاروبار کو دیکھ کر دھوکہ کھاتا ہے تجھے دھوکہ نہ ہو اس خطاب سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مستثنیٰ ہیں۔

منکرین اولیاء کا ردّ اور اُن کی نشانی

آیت میں اشارہ ہے ان محروم القسمت لوگوں کی طرف جو اولیاء کرام کی کرامات کے منکر ہیں اور ان کے ذوق مشارب اور بلند مقامات سے بے خبر ہو کر انکار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان بندگانِ اعلیٰ پر کسی قسم کی آیات سے مخصوص نہیں فرمایا بلکہ ہر ممکن ان پر اعتراض کرتے ہیں اور ان کی کرامات کے متعلق جھگڑتے ہیں جیسا کہ ہمارے دور میں وہابیوں کا طریقہ ہے) اور ہر طرح سے انھیں نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن

Scanned with CamScanner

انھیں ان کے متعلق رجحان اور اپنے نقصان کی خبر نہیں رہتی فلہذا اے مسلمان دستی) تم ان کا مختلف شہروں کو اعلیٰ تعلیم کے لیے آنے جانے سے دھوکہ نہ کھانا اس لیے کہ جب تحصیل علوم مبنی برخواہشات نفسانی اور انھیں دنیوی مفاد مد نظر ہو تو انھیں وہ نور نصیب نہ ہوگا جس سے وہ مراتب حاصل کر سکیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلصین بندوں کے لیے خاص فرمائے ہیں۔

حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

بے چارہ مدعی کند اظہار علم و فضل
نہ شناختہ قبول در جید از ردی

ترجمہ: بیچارہ مدعی علم و فضل ظاہر کرتا ہے لیکن اسے کھرے اور ردی کو قبول کرنے کی تمیز نہ ہو سکی۔

تفسیر عالمانہ: کذبت قبلھم۔ ان قریش مکہ سے پہلے تکذیب کی۔ قوم نوح والاحزاب من بعدھم۔ نوح علیہ السلام کی قوم اور اُن کے بعد والے گروہوں نے جو رسل کرام علیہم السلام کے خلاف گروہ بندی میں مصروف رہے اور اُن کے ساتھ انتہائی دشمنی کا مظاہرہ کیا اور خوب مقابلہ کیا۔ الاحزاب سے نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد کے لوگ مراد ہیں جیسے عاد و ثمود اور ان جیسے اور۔ نوح علیہ السلام کی قوم سے اختلاف کا آغاز اس لیے فرمایا کہ نوح علیہ السلام وہ پہلے نبی علیہ السلام ہیں جو کافروں کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے ورنہ ان سے پہلے آدم علیہ السلام رسول تھے لیکن وہ صرف اپنی اولاد کے وھمت اور انبیاء علیہم السلام کی دعوت اسلامی کے وقت ارادہ کیا۔ الھم بمعنی اچھے یا بُرے فعل کے کرنے سے پہلے دل کا پختہ ارادہ کر لینا۔ کل اُمۃ۔ معتوب امتوں میں سے تمام نے دسولھم اپنے رسول علیہ السلام کے ساتھ۔

سوال: الاشارۃ المقحمہ میں ہے کہ بہ سولھا کے بجائے بہ سولھم کیوں فرمایا۔

جواب (۱) یہاں پر اُمت سے اُن کے مرد مراد ہیں اس میں عورتیں داخل نہیں جیسا کہ عام مفسرین کی رائے ہے۔

جواب (۲) تغلیباً مردوں کا ذکر ہے۔ لیاخذوہ۔ اخذ سے ہے بمعنی الاسر یعنی قید کرنا الاخیذ بمعنی الاسیر لیاخذوہ بمعنی لیاسروا یعنی تاکہ وہ اسے (نبی علیہ السلام) کو قید کریں اور اسے عذاب دیں اور قتل کر ڈالیں۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ اولیاء کرام کے منکرین ہر زمانہ میں ہوں گے جو ان کے کمالات و کرامات کے نہ صرف منکر ہوں گے بلکہ ان پر ہر طرح کے اعتراضات کرتے رہیں گے جیسے ہر نبی و رسول علیہم السلام

عین المعانی۔

کے زمانہ میں ان کے ساتھ منکر و معترض پیدا ہوتے رہے۔ وجادلوا ۔ اور اپنے پیغمبروں کے ساتھ جھگڑے بالباطل ۔ ایسے باطل کے ساتھ جس کی نہ کوئی اصل تھی نہ حقیقت ۔

فائدہ: باطل ہر وہ شے جس کا ہر وجہ سے کوئی معنی (حقیقت) نہ ہو اگرچہ بظاہر اس کی کوئی صورت ہو اس کی دو قسمیں ہیں:۔

۱۔ اہلیہ کا انعدام ۔ ۲۔ محلیہ کا انعدام

پہلے کی مثال بیع الحر دوسرے کی بیع الصبی ۔ لیدحضوا بہ الحق ۔ تاکہ باطل کے ذریعے اس حق کو مٹائیں جو ناگزیر ہے جیسے انھوں نے کر دکھایا فاخذتھم تو میں نے انھیں تباہ کر کے پکڑا ان کے اس ارادہ کی سزا تھی جو انھوں نے انبیاء علیہم السلام کو قیدی بنانے کے منصوبے بنا رکھے تھے ۔ فکیف کان عقاب تو کیسا ہے میرا عذاب جو میں نے پہنچایا کہ ان کی تباہی و بربادی کے آثار تم آنکھوں سے دیکھتے ہو ۔ جب ان پر تمہارا گزر ہوتا ہے تو دیکھنے والوں کے لیے دعوتِ عبرت کا کافی سامان سامنے ہوتا ہے انھیں بھی میں نے عنقریب تباہ و برباد کرنا ہے کیونکہ ان کا طریقہ ان کے ساتھ ملتا جلتا ہے بلکہ جرائم میں برابر کے شریک ہیں ۔ چنانچہ فرمایا وکذلک حقت کلمۃ ربک اور جیسے ان پر تیرے پروردگار کا حکم اور فیصلہ واجب و ثابت ہو چکا تھا کہ انھیں تباہ و برباد کر کے چھوڑا کہ ان کے منصوبے تھے کہ وہ باطل کے ذریعے حق کو مٹائیں گے لیکن ہم نے انھیں تباہ و برباد کر کے چھوڑا کہ تو ایسے ہی واجب ہو گیا علی الذین کفروا ۔ کافروں پر اور ان لوگوں پر جنھوں نے آپ کے ساتھ مقابلہ کی ٹھان لی ہے اور ایسے منصوبے بنا رکھے ہیں جن کو وہ عملی جامہ نہ پہنا سکیں گے ۔

فائدہ: الذین سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قوم کفار یعنی قریش مکہ مراد ہیں نہ کہ اُمم سابقہ کے مکذبین و مہلکین ۔ انھم اصحاب النار ۔ بیشک وہی دوزخی ہیں جو محلاً منصوب ہے یہاں لام التعلیل محذوف ہے ۔ اب معنی یہ ہوا کہ اس لیے کہ یہ کفار سخت ترین عذاب کے مستحق ہیں ۔ عذاب دوزخ کے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے کیونکہ وہ کافر ہونے کے باوجود رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاند اور گروہ بندی کرنے والے ہیں جیسے ان سے پہلے لوگ تھے ۔ وہ بھی ان کی طرح رسل کرام علیہم السلام کے معاند تھے ۔ یہ اور وہ ہر طرح کے سخت عذاب کے برابر کے مستحق ہیں کیونکہ ان کا طریقہ ایک طرح کا ہے ۔

فائدہ: بعض مفسرین نے کہا کہ یہ محلاً مرفوع ہے اس لیے کہ یہ کلمۃ ربک سے بدل الکل ہے ۔ اب معنی یہ ہوا کہ ان پر عذاب کا وجوب اسی طرح ہے جیسے پہلے تباہ شدہ کافروں پر تھا تو جیسے وہ اصحاب النار

---

[1] فتح الرحمٰن ۔

Scanned with CamScanner

تھے یہ بھی ایسے ہی ہیں یعنی جیسے وہ دنیا میں عذاب پا کر تباہ و برباد ہوئے ایسے ہی یہ عذاب نار میں تباہ و برباد ہوں گے۔ ان دونوں کی وجہ تسمیہ عذاب نار ہے اور کاف ہر اعتبار سے محلاً منصوب ہے۔ اس نے کہا کہ وہ صفت ہے مصدر محذوف کی۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے گناہ پر اصرار دنیا و آخرت کے عذاب کا مستحق بناتا ہے۔

سبق: دانا پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھے اور گناہوں سے توبہ کرے اور دوسروں کی سزا سے عبرت پکڑے ایسا نہ ہو کہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔ ؎

چوں برگشتہ بختی در افتد بہ بند
ازو نیک بختاں بگیرند پند
تو پیش از عقوبت در عفو کوب
کہ سودے نہ دارد فغاں زیر چوب

م: جب کوئی شوربخت قید میں ہو تو اس سے نیک بخت لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

۲: سزا سے پہلے ہی توبہ کا دروازہ کھٹکا۔ جب ڈنڈا سر پر پڑے اس وقت فریاد بے فائدہ ہے۔
ہمیں سب کو اللہ تعالیٰ اپنی ناراضگی کے اسباب سے بچائے۔ (آمین)

تفسیر عالمانہ: الذین یحملون العرش۔ عرش وہ جسم جو جمیع اجسام کو محیط ہے اس کے بلند ہونے کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہے یا سریر الملك۔ بادشاہ کے تخت کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے اسے عرش کہا جاتا ہے کہ اللہ کے احکام قضا و قدر یہاں سے نافذ ہوتے ہیں وہاں نہ کوئی صورت ہے نہ جسم یہ نواں آسمان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سبز موتی سے پیدا فرمایا ہے اس کے دو ستونوں کے درمیان کی مسافت کو تیز رفتار پرندہ اسی سال ہزار سال کے بعد طے کر سکتا ہے۔

خادم دربارِ محمد جبریل امین: عرش کے حاملین سے افضل الملائکہ مراد ہیں (کیونکہ یہ اشرف المخلوقات عرش کے حامل ہیں) جیسے اشرف الخلائق صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم جبریل علیہ السلام افضل و اعلیٰ ہیں۔

حدیث شریف: میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمیع ملائکہ کو حکم دے رکھا ہے کہ وہ ہر صبح و شام حاملین عرش فرشتوں کو روزانہ سلام عرض کریں۔

فائدہ: یہ ان کی جمیع ملائکہ پر شرافت و بزرگی کی وجہ سے ہے۔

فائدہ: حاملین عرش ملائکہ چار ہیں:۔
ا۔ بنی آدم کے رزق کا سوال کرتا رہتا ہے یہ انسان (مرد) کی شکل میں ہے۔

Scanned with CamScanner

۲۔ پرندوں کے رزق کا سوال کرتا ہے یہ گدھ کی شکل میں ہے۔

۳۔ جانوروں کے رزق کا سوال کرتا ہے یہ بیل کی شکل میں ہے۔

۴۔ درندوں کے رزق کا سوال کرتا ہے یہ شیر کی شکل میں ہے۔

فائدہ: حاملین عرش اور عرش کے درمیان کے ستر ہزار نور کے حجابات ہیں۔

فائدہ: آج حاملین عرش چار ہیں قیامت کے دن آٹھ ہو جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذ ثمانیۃ اور تیرے رب کے عرش کو اُن کے اُوپر اُٹھائیں گے آج کے دن آٹھ فرشتے۔

فائدہ: بعض روایات میں ہے کہ ان سب کی شکلیں (اوعال) کی ہیں اور عرش ان کے سینگوں پر یا اُن کی پیٹھ پر ہے۔

حدیث شریف: ایک طویل حدیث کے آخر میں ہے کہ ساتویں آسمان کے اُوپر ایک دریا ہے جس کے اُوپر اور نیچے تک کے درمیان کا فاصلہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان کا اس کے اُوپر آٹھ اوعال ہیں جن کے کھروں اور گھٹنوں کے درمیان کا فاصلہ ایسے ہے جیسے ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے پھر ان کی پشت پر عرش ہے۔ اس کے اعلیٰ و اسفل کے درمیان کا فاصلہ ایسے ہے جیسے ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اجازت بخشی ہے کہ میں حاملین عرش کے ایک فرشتہ کا ذکر سناؤں وہ یہ کہ اس کے کان کی لَو سے کاندھے تک کا فاصلہ سات سو سال کا ہے۔

حدیث شریف: مروی ہے کہ حاملین عرش کے پاؤں زمین کے نچلے حصے میں ہیں ان کے سر عرش کے اُوپر ہیں اور وہ خشوع و خضوع میں ہیں۔ اُوپر کو سر نہیں اُٹھاتے اور وہ ساتوں آسمانوں کے تمام فرشتوں سے خوفِ الٰہی میں زیادہ سخت ہیں اور ہر اُوپر کے آسمان والوں کو بہ نسبت نیچے والوں کے خوفِ خدا زیادہ ہے۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا فرمایا تو فرشتوں کو کہا کہ اسے اُٹھاؤ وہ اسے نہ اُٹھا سکے تو اللہ تعالیٰ نے جملہ زمین و آسمان کے فرشتوں اور دیگر مخلوق کے برابر ان کے اعوان و مددگار پیدا فرمائے لیکن وہ بھی نہ اُٹھا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہو لا حول ولا قوۃ الا باللہ جب یہ کہا تو انھیں عرش معمولی سا محسوس ہوا اس سے ان کے قدم ساتویں زمین میں دھنس گئے یہاں تک اس بیل کی پیٹھ تک پہنچ گئے جس نے تحت الثریٰ پر تمام زمین کو ایک سینگ پر اُٹھایا ہُوا ہے حضرت ابن عباس

Scanned with CamScanner

رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے پروردگار کی عظمت میں غور و فکر نہ کرو ہاں ان کی تخلیق میں بیشک غور و فکر کرو مثلاً حضرت اسرافیل علیہ السلام اُس کے ملائکہ میں ایک ہے جس کے کاندھے پر عرش کا ایک کونہ ہے اور ساتوں زمینوں کے نیچے اُس کے پاؤں ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے چڑیا کی طرح ہو جاتا ہے۔

فائدہ: الوصع (صاد مہملہ ساکنہ و متحرکہ) ایک زرد رنگ چھوٹا پرندہ چڑیا کی طرح۔[1]

فائدہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے عرش کو سبز جوہر کی شکل پیدا فرمایا اور اس کے لاکھ سر ہیں اور ہر سر میں چھ چھ لاکھ اور ہیں اور ایسے ہر سر میں چھ چھ لاکھ زبانیں ہیں۔ ہر زبان سے ایک ایک لاکھ لغت سے تسبیح پڑھتے ہیں۔ پھر ان لغات عرش سے اللہ تعالیٰ فرشتے پیدا فرماتا ہے جو ان لغات سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔

فائدہ: عرش کو روزانہ ستر ہزار رنگ کی نورانی پوشاک پہنائی جاتی ہے اور نور کی ایسی تیز روشنی ہے کہ مخلوق الٰہی کا کوئی فرد اسے نہیں دیکھ سکتا اور تمام کائنات عرش کے آگے ایسے ہے جیسے جنگل میں گرا پڑا ایک حلقہ۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے عرش اور اُس کے حاملین کے درمیان کئی حجابات ڈال رکھے ہیں:

۱. ستر پردے آگ کے۔
۲. ستر پردے پانی کے۔
۳. ستر پردے برف کے۔
۴. ستر پردے سفید موتی کے۔
۵. ستر پردے زبرجد کے۔
۶. ستر پردے یاقوت احمر کے۔
۷. ستر پردے تاریکی کے اس لیے عرش کو کوئی آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتا ہے۔ اس خوف سے کہ کہیں اسے وہ اچک کے نہ لے جائے۔

فائدہ: فقیر (صاحب رُوح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ مذکورہ بالا روایات دلالت کرتی ہیں کہ حاملین عرش کا اُٹھانا حقیقی معنی پر محمول ہے یہاں مجازی معنی لینا کہ وہ اس کی نگرانی اور تدبیر کرتے ہیں

---

[1] قاموس ۱۲ او

Scanned with CamScanner

صحیح نہیں جیسا کہ بعض مفسرین کا مذہب ہے۔ بہرحال عرش کی اتنی بڑی وسعت اور اس کا اتنا بڑا اندازہ ایسے ہی ملائکہ کرام کو اسے کاندھوں پر یا پیٹھ پر یا سروں پر اُٹھانا اللہ تعالیٰ کی کمال عظمت و جلالت شان پر دلالت کرتا ہے تو رسول اکرم شفیع معظم صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال احترام و احتشام کی بھی دلیل ہے کیونکہ وہ عرش کیا ہے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ؎

عرش است کمین پایہ ز ایوان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)[1]

فائدہ: آج حاملین عرش چار ہیں تو قیامت میں آٹھ ہوں گے اور وہ عرش کے لیے ایسے ہیں جیسے ستون مکان کو اُٹھائے ہوئے ہوتے ہیں ایسے ہی وہ عرش کو۔

سوال: وہ جوہر دی ہے کہ عرش کے قوائم ہیں اور وہ جملہ اجسام کو محیط ہے۔

جواب: ملائکہ کا اُٹھانا اس کے منافی نہیں اس لیے کہ اس کے قوائم بھی ہوں تو ملائکہ کا اُٹھانا مطلب ہے اور قوائم پر بھی ہے تو اس میں کونسا حرج ہے کیونکہ قوائم سمیت بالکلیہ ملائکہ کے حامل ہیں۔

ومن حولہ: یہ محلا مرفوع ہے اس کا عطف الذین یحملون الخ پر ہے یعنی فرشتے عرش کے ارد گرد والوں کو بھی اُٹھاتے ہیں۔ حول الشئ بمعنی شی کا وہ کنارہ جس پر اسے ممکن ہو کہ وہ اس کی طرف گھوم پھر سکے۔ اسم موصولہ یعنی العرش محلا مرفوع مبتدا اور اس کی خبر یسبحون بحمد ربھم اور وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں یعنی اس کی اس سے تنزیہ بیان کرتے ہیں جو اس کے شان کے لائق نہیں۔ درانحالیکہ وہ اس کی غیر متناہی نعمتوں پر حمد کے ساتھ متلبس ہیں۔

حاملین عرش کی تسبیح

سبحان ذی العزۃ والجبروت سبحان ذی الملک والملکوت سبحان الملک الحی الذی لا یموت سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح[2]

ترجمہ: ''پاکی صاحب عزت و جبروت کی پاکی ہے صاحب ملک و ملکوت کی پاکی ہے بادشاہ حی لا یموت کی وہ سبوح قدوس اور ملائکہ و روح کا رب ہے۔''

سوال: تسبیح کو اصل اور حمد کو حال کیوں؟

---

[1] اضافہ اویسی غفرلہٗ۔

[2] فتح الرحمٰن ۱۲۔

جواب: حمد اُن کے حال کے مقتضیٰ پر بخلاف تسبیح کے اس لیے وہ اس وقت ہوتی ہے جو کوئی سبب عارض ہو۔ مثلاً کوئی ایسی صفت اس کیلئے بیان کی جائے جو اس کے لائق نہ ہو تو پھر تسبیح کہی جاتی ہے۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ عرش کے ارد گرد ملائکہ کی ستر ہزار صفیں ہیں جو عرش کا طواف کرتے ہوئے تکبیر تہلیل پکارتے ہیں پھر اُن کے آگے ستر ہزار فرشتوں کی دیگر صفیں قیام میں ہیں جو اپنے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر بلند آواز سے تکبیر و تہلیل پڑھتے ہیں پھر اُن کے آگے ملائکہ کی لاکھ اور صفیں ہیں جو سیدھے ہاتھ پر بایاں ہاتھ رکھ کر تسبیح میں مشغول ہیں یاد رہے ہر ایک فرشتہ کی الگ الگ تسبیح و تہلیل کے کلمات ہیں کہ اس کے سوا دوسرا اس جیسی تسبیح نہیں پڑھ سکتا ان کے آگے پھر اتنا ان گنت فرشتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا ان ہر ایک کے پر ہیں اور ان کے ہر دو پر کے درمیانی مسافت تین سو سال کے سفر کے برابر ہے۔

فائدہ: شہر بن حوشب سے منقول ہے کہ حاملین عرش آٹھ ہیں چار تو کہتے ہیں:

سبحانك اللهم و بحمدك لك الحمد على حلمك بعد علمك

تیری پاکی ہے اے اللہ اور تیری حمد اور تیرے علم کے بعد تیرے حوصلہ پر تیری حمد ہے۔

اور چار دوسرے کہتے ہیں:

سبحانك اللهم و بحمدك لك الحمد على عفوك بعد قدرتك

تیری پاکی ہے اے اللہ اور تیری حمد اور تیری قدرت کے بعد تیری معافی پر حمد ہے[1]۔

گویا یہ نسبت کرم الٰہی بہ ذنوب بنی آدم یہ کلمات کہتے ہیں۔

فائدہ: بعض تفاسیر میں ہے گویا وہ بنو آدم کے گناہ دیکھ کر یہ کلمات کہتے ہیں۔ ان کلمات میں بہت بڑے فوائد ہیں۔ پیر طریقت حضرت ابو القاسم بن یاسین (آپ مشاہیر علماء و مشائخ دہر تھے) نے شیخ ابو السعید الخیر کو فرمایا کہ یہ کلمات مجھ سے یاد کرو اور ہمیشہ کہتے رہو۔ حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے وہ کلمات یاد کر لیے اور ہمیشہ کہتا رہتا ہوں اور مجھے ان کلمات سے اتنے فوائد نصیب ہوئے جنہیں میں بیان نہیں کر سکتا۔ ویؤمنون بہ اور اپنے رب تعالیٰ پر حقیقی ایمان رکھتے ہیں۔

سوال: ضمناً ایمان کا ذکر تو ہو چکا ہے اس کی تصریح کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: فضیلت ایمان کی شرافت کا اظہار اور اس کے اہل کی بزرگی کا بیان ہے اسی لیے کہتے ہیں اوصاف الاشراف اشراف الاوصاف۔ بزرگوں کے اوصاف بھی بزرگ ہوتے ہیں۔

---

[1] معالم التنزیل ۱۲

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے ایمان کے ذکر میں اشارہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بصائر سے ادراک کرتے ہیں اگرچہ انسانوں کی طرح ابصار کے ادراک سے محجوب ہیں لیکن یہ صرف دنیا کے قاعدہ پر ہے اور آخرت یعنی جنت میں اہل ایمان کو آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔

سوال: لا تدرکہ الابصار (اسے آنکھیں ادراک نہیں کر سکتیں) ظاہر ہوتا ہے کوئی بھی اس کا ادراک نہ کر سکے گا نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

جواب: آخرت میں اہل ایمان کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا اس عموم سے مستثنیٰ ہے لیکن جن اور ملائکہ اس عموم میں داخل نہیں اس لیے کہ آخرت میں دیدار الٰہی کی استعداد صرف اور صرف اہل ایمان انسانوں میں ہے کیونکہ انہیں ہی جامع کمال نصیب ہوا ہے۔

یستغفرون للذین آمنوا۔ اور وہ اہل ایمان کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ استغفار سے یہاں شفاعت اور اُن کو توبہ پر برانگیختہ کرنا اور ایسا الہام جو انہیں مغفرت کا موجب بنائے مراد ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بنی آدم کے گناہوں پر آگاہی ہے نیز اس میں تنبیہ ہے کہ ایمانی مشارکت ایک دوسرے کی خیرخواہی و شفقت کی متقاضی ہے۔ اگرچہ جنس مختلف ہو کیونکہ یہی مشارکت ایمانی و قوی و اتم مناسبت سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما المومنون اخوۃ بیشک مومن بھائی بھائی ہیں۔

نکتہ: برائی کی معاونت اور اس میں سعی کرنے والوں اور ظالموں کو قتل کرنا مباح ہے اور اُن کے قاتل کو ثواب کا کام کرنے والا سمجھا جاتا ہے اگرچہ وہ مسلمان ہوں کیونکہ اسلام کی شرط ہے کہ خلق خدا پر شفقت کی جائے اور اُن کی خوشی اپنی خوشی اور ان کا غم و حزن اپنا غم و حزن سمجھا جائے اور مذکورہ بالا لوگوں نے اس کے برعکس عمل کیا تو ایسے قتل کر ڈالنے کے لائق ہیں۔

مسئلہ: اگر ایسے لوگوں کو بُرے عمل سے باز رکھنے کے لیے قید وغیرہ سے کام لیا جائے تو جائز ہے۔

فائدہ: امام (فخر الدین رازی) نے فرمایا کہ کمال سعادت دو چیزوں سے مربوط ہے۔

۲۔ التعظیم بامر اللہ۔

۔ الشفقۃ علی خلق اللہ۔

تعظیم بامر اللہ کو شفقۃ خلق اللہ پر مقدم کرنا واجب ہے اس لیے کہ یسبحون بحمد ربھم ویؤمنون بہ۔ تعظیم بامر اللہ پر اور ویستغفرون للذین آمنوا شفقۃ علی خلق اللہ پر دلالت کرتا ہے۔

فائدہ: حضرت مجاہد نے فرمایا کہ یہ فرشتے اہل ایمان کے لیے اُس وقت سے استغفار کرنے لگے جب سے انہیں ہاروت و ماروت کا معاملہ معلوم ہوا۔ یا اس وقت سے جب خود کہا: اتجعل فیھا

Scanned with CamScanner

من یفسد فیھا ویسفك الدماء ۔ کیا زمین میں اُن کو پیدا کرتا ہے جو اس پر فساد برپا اور خونریزی کریں گے۔

فائدہ: امام راغب نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگنے کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ بندے کو عذاب سے بچائے اور استغفار بمعنی عذاب سے بچنے کی طلب زبان سے یا عمل سے اس لیے کہ صرف زبان سے طلب مغفرت جھوٹوں کا کام ہے۔

سوال: اس سے ملائکہ کی بشر پر علی الاطلاق افضلیت ثابت ہوتی ہے (جیسا کہ معتزلہ نے سمجھا۔ اس لیے کہ وہ اپنے بجائے اہل ایمان کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ اگر ان کو اپنے لیے استغفار کی ضرورت ہوتی تو وہ پہلے اپنے لیے استغفار کرتے)۔

جواب: یہ عوام اہل اسلام کے لیے ہے اور خواص یعنی انبیاء و رسل علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ وہ ملائکہ کرام سے علی الاطلاق افضل ہیں بلکہ یہ ملائکہ استغفار کے بجائے ان پر صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں ان کی تعظیم و تکریم کے پیش نظر صلوٰۃ وسلام ان کے لائق ہے نہ کہ استغفار۔

مسئلہ: حضرت ابو اللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس آیت سے اہل ایمان کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ ملائکہ کرام جیسے تحمید و تسبیح پر مامور ہیں وہ اہل ایمان کی استغفار بھی منجانب اللہ مامور ہیں اور انہیں حکم ایزدی ہے کہ وہ اہل ایمان گنہگاروں کے لیے دعائیں مانگیں اسی لیے وہ اہل ایمان کی دعا میں مشغول رہتے ہیں بلکہ بہت بڑی جدوجہد کرتے ہیں اور اُن کی نجات کی طلب کے علاوہ ان کے رفع درجات کی دعا کرتے رہتے ہیں چنانچہ فرمایا ربنا اس میں یقولون پہلے مراد ہو گا یعنی وہ ملائکہ کہتے ہیں ان کی استغفار کا بیان ہے یا یہ حال ہے یعنی درانحالیکہ وہ کہتے ہیں۔ اے پروردگار عالم وسعت کل شئ رحمۃ و علما وسعت رحمتك و علمك اور اس کا منصوب ہونا تمیز کی وجہ سے ہے دراصل عبارت وسعت رحمتك و علمك تھی۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی ذات مراد نہ لی جائے اس لیے کہ وہ مکان کی قید سے پاک ہے اسی لیے اس کی صفت مراد لی گئی ہے یعنی رحمت و علم۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اس کی ذاتی رحمت و علم ہر شے کو محیط ہے۔

سوال ذات کو تو علم زیادہ تعلق اور وہ زیادہ شامل ہے تو پھر رحمت کو کیوں مقدم کیا گیا ہے۔

جواب: یہاں پر رحمت بالذات مقصود ہے۔

فائدہ: عین المعانی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و علم ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے۔

فائدہ: فقیر صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے کہ رحمت و علم ہر شے کو شامل ہے یہاں تک کہ شیطان وغیرہ کو بھی ہے کیونکہ ہر شے موجود کو دنیوی رحمت نصیب ہے فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلك تو انہیں بخش دو جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستہ کی اطاعت کی فاء دعا ما قبل کی ترتیب

کے لیے ہے۔ یعنی فا، کا ما بعد رحمت وعلم ہر ایک سے سبب ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے پروردگار جس کی توبہ از کفر و معاصی اور سبیل الایمان وطاعت تو جانتا ہے۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ فرشتے ہر اُس شخص کی استغفار کرتے ہیں جو گناہوں وغیرہ سے تائب اور اتباع خواہش نفسانی سے رجوع کر چکا ہو اور صدق طلب وصفائے نیت الی سبیل الحق کا تابع ہو۔

سوال: آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ بخشش صرف تابعین کے لیے ہے حالانکہ یہ شفاعت تو عام ہوگی۔

جواب: چونکہ یہاں تائب کا بیان ہو رہا ہے اس لیے تابعین کا ذکر خصوصیت سے ہوا۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کے لیے ضروری نہیں کہ ہر تائب کی توبہ قبول فرمائے۔[1]

جواب: توبہ اور اتباع کی ترغیب کے لیے اس کی تخصیص ہے اور یہی جواب یہاں مرغوب تر ہے۔

مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم: ان سب سے عجیب تر حضرت بقلی مرحوم کا قول ہے جو یہاں پر انھوں نے لکھا کہ مجھے تعجب ہے فرشتوں سے کہ انھوں نے صرف تابعین کا نام لے کر مجرموں کو چھوڑ دیا یہ اُن کے زہد کی دلیل ہے اگر وہ ہمارے نبی سرور پیغمبران صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کو سامنے رکھتے تو ایسا نہ کرتے۔ آپ کو باوجودیکہ دشمنوں نے آپ کو سخت ایذائیں دیں لیکن پھر بھی فرما رہے تھے۔

اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون

اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کہ وہ نہیں جانتے۔

فرشتوں نے پہلے رحمت عام کر کے پھر تابعین کو خاص کر لیا کاش وہ اپنے پہلے قول پر قائم رہتے اور تابعین کو خاص کرتے تو کیا اچھا ہوتا۔[2]

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان) کہتا ہے کہ عاصی یا مومن ہوگا یا کافر۔ دوسرے یعنی کافر سے مغفرت کو کوئی تعلق نہیں کیونکہ مغفرت مطلقاً اہل ایمان کے ساتھ مخصوص ہے۔ جب ملائکہ کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کو ہرگز نہیں بخشے گا تو اس لیے ملائکہ نے مغفرت اہل ایمان کے ساتھ خاص کی تاکہ مشرکین خارج ہو جائیں۔ **وقھم عذاب الجحیم۔** قِ وقی یقی وقایۃ کا امر ہے یعنی کسی کو اس سے بچانا جو اسے ایذا دے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ انھیں عذاب جہنم سے بچا۔

فائدہ: کنایہ کے بعد اب تصریح تاکید کے لیے ہے کیونکہ غفران بمعنی اسقاط الذنوب ہے۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ محض توبہ نجات کے لیے کافی نہیں جب تک اس میں ثبات نہ ہو نجات مشکل

---

[1] الاسئلۃ المقحمہ ۱۲

[2] تاویلات البقلی ۱۲

ہے اور عمل کو ریا و سمعت سے دور رکھنا اور قلب کی خواہشاتِ نفسانیہ اور بدعت سیئہ کا ارتکاب کرنا ضروری ہے۔

ربنا و ادخلھم اس کا عطف قِھِم پر ہے۔ اے ہمارے پروردگار ان میں داخل فرما۔ ربنا کا تکرار دعا میں آہ و فغاں میں مبالغہ کے لیے ہے یعنی تا کہ آہ و زاری و استغاثہ کے وقت دعا میں آواز زیادہ سے زیادہ بلند ہو۔ جنات عدن۔ اقامت کے باغات میں التی وعدتھم جن کا تو نے ان کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہے گا اسے جنات عدن میں داخل فرمائے گا۔

جنات عدن کیا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ جنات عدن کیا ہے۔ عرض کی وہ بہشت میں سونے کے محلات ہیں جن میں انبیاء علیہم السلام رونق افروز ہوں گے اور وہ ائمہ (حکام) جنہوں نے رعایا کے ساتھ عدل و انصاف فرمایا۔

فائدہ: اس روایت سے ثابت ہوا کہ جنات عدن مخصوص حضرات کیلئے ہے عوام اس میں داخل نہ ہوں گے۔ ایسے ہی جنت الفردوس کا حال ہے کیونکہ ہر مقام کے لیے خاص عمل ہے جو اس کے سوا اور کوئی اس کا مستحق نہ ہوگا۔ جب عمل احسن وارفع ہو تو مقام بھی بلند تر اور ارفع و اعلیٰ نصیب ہوتا ہے۔ ومن صلح من اٰبائھم وازواجھم وذریاتھم۔ یہ جملہ محلاً منصوب اس کا عطف وادخلھم کی منصوب ضمیر پر ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ داخل کر ان کے ساتھ وہ جو صالح ہیں ان کے آباؤ ازواج سے ہیں یعنی ایسے کامل و مکمل صلاحیت والے جو منجملہ دخول جنت کے لائق و مستحق ہیں اگرچہ وہ اصول کے مراتب سے بہت کم مرتبہ ہوں۔ یہ اس لیے ہوگا تاکہ ان کو سرور و فرحت کی تکمیل اور رونق میں اضافہ ہو۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ تائب کی برکات اس کے آباؤ ازواج و ذریات تک پہنچتے ہیں تاکہ وہ بھی اس کی وجہ سے جنت اور اس کی نعمتیں پائیں۔

محبوبانِ خدا کی عزت افزائی: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن بہشت میں داخل ہو کر کہے گا ابن ابی۔ ابن ولدی۔ ابن زوجی۔ میرے ماں باپ کہاں ہیں۔ میری اولاد۔ میری بیوی کہاں ہیں۔ جواب ملے گا انہوں نے تمہارے جیسے عمل نہیں کیے۔ عرض کرے گا میرے عمل صرف میرے لیے نہیں تھے بلکہ ان کے لیے بھی تھے فرمان ہوگا ان کو اس کے ساتھ بہشت میں داخل کر دو۔

Scanned with CamScanner

اُمید است از آنانکہ طاعت کنند
کہ بے طاعتاں را شفاعت کنند

ترجمہ: اُمید ہے کہ طاعت کنندگان بے طاعت گزاروں کی سفارش کریں گے۔

ننھے منھے بچوں کی شفاعت کا نمونہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں مسلمانوں کے ننھے منھے بچوں کو حکم ہوگا کہ قبروں سے نکل کر ٹولی بنا کر سیدھے بہشت میں چلے جاؤ۔ بچے عرض کریں گے اے پروردگار ہمارے ماں باپ بھی ہمارے ساتھ ہوں۔ دوبارہ وہی حکم ہوگا۔ وہ بھی وہی عرض کریں گے اس سے اللہ تعالیٰ تبسم فرمائے گا (جیسا کہ اُس کے لائق ہے) اور حکم دے گا کہ اپنے ماں باپ کو بھی ساتھ لے جاؤ اس سے ننھے منھے اپنے اپنے ماں باپ کی طرف دوڑ کر انھیں ہاتھوں سے پکڑ کر بہشت کو چل پڑیں گے اُس وقت وہ ننھے منھے اپنے ماں باپ ایسے پہچانیں گے جیسے گھر میں رہنے والے بچے اپنے ماں باپ کو پہچانتے ہیں۔

اعجوبہ: الواقعات المحمودیہ میں ہے کہ حضرت شیخ الشہیر بافادہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ مرد بہشتی ہوگا اور اس کی عورت دوزخ کے لائق تو اس کے لیے اس جیسی عورت پیدا فرمائی جائے گی تاکہ اسے تسلی ہو۔

سوال: مثلی عورت کے ساتھ تسلی کیسی؟

جواب: اے علم تنگ: ہوگا کہ یہ اصلی ہے یا مثلی کیونکہ اگر اسے مثلی کا علم ہو جائے تو مغموم ہوگا اور بہشت دار السرور ہے نہ کہ دار الحزن۔ اسی لیے آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجا گیا تاکہ جنت میں محزوم و مغموم نہ ہوں۔ **انك انت العزیز** بیشک تو غالب ہے کہ تو کسی مقصد سے مغلوب نہیں ہو سکتا۔ الحکیم۔ تو وہ حکیم ہے کہ اس کا ہر کام حکمت کے عین تقاضا پر ہوتا ہے منجملہ ان کے ایک یہی وعدہ اور اس کا پورا کرنا ہے۔

فائدہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ انت العزیز تو ہی وہ عزیز ہے کہ تائبین کو عزت دیتا اور ان سے پیار کرتا ہے اگرچہ اُنھوں نے گناہ کیا الحکیم تو وہ حکیم ہے کہ تو نے اپنے محبوں کو گناہوں سے نہ بچایا پھر ان کی توبہ قبول کرلی ہے

ز من سر ز حکمت بدر می برم
کہ حکمت چنیں می رود بر سرم

ترجمہ: میں اپنے سر سے حکمت کے خیالات نکال چکا ہوں کہ حکمت ایزدی کا میرے لیے یہی حکم ہے۔

Scanned with CamScanner

وقِهِم السیّآت ۔ اور انھیں ان برائیوں سے بچائیے جو قیامت میں اُن کی رسوائی کا موجب نہیں اور ان سے عذاب رفع فرمائیے ۔ اس لیے بُرائی کی سزا بُری ہوتی ہے اسے سیئۃ کہنا یا اس لیے ہے کہ یہ ملزوم کا نام ہے یعنی اعمال سیئہ کا لیکن اس کا اطلاق اس کے لازم پر آیا ہے یعنی اس کی جزا اب معنیٰ یہ ہوا کہ انھیں بُرائی کی جزا سے بچا یہاں مضاف محذوف ہے اور سیئآت بمعنی اعمال سیئہ ہے اور یہ تخصیص کے بعد تعمیم ہے یعنی پہلے فرمایا انھیں عذاب جہنم اور عذاب قبر اور قیامت کے موقف اور حساب اور سوال اور پلصراط وغیرہ وغیرہ سے بچا ۔ یا یہ مخصوص ہے ۔ صالحین اور اُن کے اتباع کے لیے اور پہلا اصول کے لیے دعا ہے ۔ ومن تق السیئآت یومئذ اور جسے قیامت میں برائیوں سے بچا تا فقد رحمتہ تو بیشک تو نے اس پر رحم فرمایا کیونکہ جسے عذاب سے معافی نصیب ہو وہی مرحوم ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ سیئات اول سے معاصی فی الدنیا مراد ہے ۔ اب ومن اتق الخ کا معنیٰ یہ ہوا کہ جسے اللہ تعالیٰ دنیا میں معاصی سے بچائے تو اس پر آخرت میں رحم فرمائے گا گویا ملائکہ نے ان کے لیے مسبب کے لیے سبب کا سوال کیا ۔

تاویلاتِ نجمیہ میں ہے وقِهِم السیّآت یعنی اُن کی توبہ کے بعد انھیں سیئات سے بچا تا کہ وہ معاصی و آثم سے ناامید ہوں اور جنھیں تو سیئات سے بچاتا ہے تو تو نے اس پر رحم فرمایا ۔ اس طرح سے وہ اپنے جملہ اُمور کو رحمتِ الٰہی کے حوالہ کریں گے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مومن پر رذیل ترین مخلوق مسلط نہیں فرمائی یعنی شیطان کو بلکہ ان کی شفاعت پر بزرگ و برتر مخلوق یعنی ملائکہ مقربین کو مقرر فرمایا ۔

فائدہ : مطرف نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومن بندوں کے زیادہ خیر خواہ ملائکہ کرام اور سب سے زیادہ کھوٹ کرنے والے اور دغاباز شیاطین ہیں ۔ وذالک اور رحمت و وقایت جو ابھی مذکور ہوئیں ۔ **ھو الفوز العظیم** وہ بہت بڑی کامیابی ہے ۔ الفوز بمعنی الظفر مع حصول السلامۃ ۔ یعنی وہ بڑی کامیابی کہ جس کے بعد کسی طمع والے کو طمع نہ ہو یعنی ایسی بڑی کامیابی کہ جسے آج اللہ تعالیٰ کی عصمت کی پناہ نصیب ہوئی تو کل قیامت میں رحمت کے سایہ لامتناہی میں جگہ پائے گا ۔

کسی نے کیا خوب فرمایا ؎

امروز کسے را در آری بہ پناہ
فردا بمقام قربتش بخشی راہ
و آں را کہ رہش ندادہ بر درگاہ
فردا چہ کند کہ بکند نالہ و آہ

ترجمہ : آج تو نے جسے پناہ بخشی ۔ کل قیامت میں اسے مقام قربت عطا فرمائے گا ۔
۲ اور جسے تو نے اپنی درگاہ سے ہٹا دیا تو وہ کل قیامت میں آنسو نہ بہائے گا تو اور کیا کرے گا ۔

Scanned with CamScanner

تفسیر صوفیانہ: فقیر (صاحب روح البیان) کہتا ہے کہ آیات عظام اور استغفار ملائکہ کرام سے واضح ہوتا ہے کہ انسان معاونت کا محتاج ہے کیونکہ اس پر امانتِ عظمیٰ کا بوجھ ہے لیکن نورِ لطف وجمال الٰہی سے منور اور اس کے قہر وجلال کی نار سے محترق ہے اور اس کا راستہ بہت بڑا سخت ہے لیکن وہ بے نظیر ہے اس کا حال عجیب بہ ملائکہ مرغ مع بازی کے مشابہ ہے۔ بازی نے مرغ سے کہا کہ میں تجھ جیسا بے وفا اور کسی کو نہیں پاتا اس لیے کہ تیرے گھر والے تیری تربیت کرتے ہیں یعنی انڈے سے نکال کر باہر پھینکتے ہیں اور جب تک تو بڑا نہیں ہوتا تیری تربیت و پرورش میں جان کی بازی لگائی جاتی ہے لیکن جب تو بڑا ہوتا ہے تو تجھے اپنے سے دور کر دیتے ہیں کہ کبھی سونگھتے تک نہیں ہیں اور میرا حال یہ ہے کہ مجھے پہاڑوں سے پکڑ کر میری آنکھیں بند کر کے مجھے قید میں ڈال دیتے ہیں اور پھر کئی دن تک بھوکا رکھتے ہیں اور نہایت ہی تاریک جگہ پر چھپائے رکھتے ہیں۔ پھر جب مجھے چھوڑتے ہیں تو میں شکار کو پکڑتا ہوں لیکن میں شکار خود نہیں کھاتا بلکہ واپس آکر ان کو پیش کر دیتا ہوں۔ مرغ نے جواب دیا بازی بھائی بتاؤ بھلا تم نے کبھی کسی بازی کو سیخ پر بھی پکتے دیکھا اور مرغ بیچارے ہی ہر وقت سیخ پر پکائے جاتے ہیں (لیکن ہم نے مرغ کو پنجروں میں کبھی مقید نہیں دیکھا (مطلب یہ ہوا کہ جتنا کسی کو آرام ملتا ہے اتنا دکھ بھی اٹھاتا ہے پھر جتنا دکھ دیکھتا ہے اتنا آرام بھی پاتا ہے۔

فائدہ: جو شخص کامیابی چاہتا ہے اسے اس کے طریقہ میں دکھ بھی اٹھانا چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ آخرت کی سعادت کے لیے دنیا کو کھیتی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

سبق: عاقل پر لازم ہے کہ وہ آخرت میں اپنے لیے کچھ کام کر دکھلائے۔

پند لقمان: حضرت لقمان حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو فرمایا اے عزیز چیونٹی سے کم نہ ہو کہ وہ گرمیوں میں سردی کا سرمایہ جمع کر لیا کرتی ہے۔

حکایت: مینڈک نے چیونٹی سے سردی میں کچھ کھانے کو مانگا تو چیونٹی نے کہا پاگل تو گرمیوں میں آرام سے سوتا رہا سردیوں کے لیے کچھ جمع نہ کیا (اب بھیک مانگنے کا کیا فائدہ)

حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

کنوں با خرد باید انبار کشت
کہ فردا نماند رہ بازگشت

ترجمہ: ابھی تجھے کچھ عقل ہے تو ذخیرہ جمع کرلے ورنہ کل تجھے واپس لوٹنے کا وقت نہیں دیا جائے گا۔

سبق: قیامت میں دنیا کی طرف لوٹنے کی اجازت نہ ہوگی (کہ جس سے تم سرمایہ حاصل کرسکو)۔

Scanned with CamScanner

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِن مَّقْتِكُمْ أَنفُسَكُمْ
إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ○ قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَ
أَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّن سَبِيلٍ ○
ذَٰلِكُم بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ ۖ وَإِن يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا ۚ
فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ○ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُم مِّنَ
السَّمَاءِ رِزْقًا ۚ وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَن يُنِيبُ ○ فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ
الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ○ رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي
الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ○ يَوْمَ
هُم بَارِزُونَ ۖ لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۚ لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ
الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۚ
إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ○ وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ
لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ ۚ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ○ يَعْلَمُ
خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ○ وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ
يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ○

ترجمہ: بیشک جنہوں نے کفر کیا ان کو ندا کی جائے گی کہ ضرور تم سے اللہ کی بیزاری اس سے بہت زیادہ ہے جیسے تم آج اپنی جان سے بیزار ہو جبکہ تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تو تم کفر کرتے۔ کہیں گے اے رب ہمارے تو نے ہمیں دو بار مردہ کیا اور دو بار زندہ کیا۔ اب ہم اپنے گناہوں پر مقر ہوئے تو آگ سے نکلنے کی بھی کوئی راہ ہے۔ یہ اس پر ہوا کہ جب ایک اللہ پکارا جاتا تو تم کفر کرتے اور اس کا شریک ٹھہرایا جاتا تو تم مان لیتے تو حکم اللہ کے لیے ہے جو سب سے بلند بڑا وہی ہے کہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمھارے لیے آسمان سے روزی اُتارتا ہے اور نصیحت نہیں مانتا مگر جو رجوع لائے تو اللہ کی بندگی کرو نرے اللہ کے بندے ہو کر پڑے بُرا مانیں کافر بلند درجے دینے والا۔ عرش کا مالک ایمان کی جان وحی ڈالتا ہے اپنے حکم سے اپنے بندے میں جس پر چاہے کہ وہ ملنے کے

Scanned with CamScanner

دن سے ڈرائیے جس دن وہ بالکل ظاہر ہو جائیں گے۔ اللہ پر ان کا کچھ حال چھپا نہ ہوگا۔ آج کس کی بادشاہی ہے ایک اللہ سب پر غالب کی۔ آج ہر جان اپنے کیے کا بدلہ پائے گی۔ آج کسی پر زیادتی نہیں بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ اور انھیں ڈراؤ اُس نزدیک آنے والی آفت کے دن سے جب دل گلوں کے پاس آجائیں گے۔ غم میں بھرے اور ظالموں کا نہ کوئی دوست نہ کوئی سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔ اللہ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ۔ اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے اور اللہ سچا فیصلہ فرماتا ہے اور اُس کے سوا جن کو پوجتے ہیں۔ وہ کچھ فیصلہ نہیں کرتے بیشک اللہ ہی سنتا دیکھتا ہے۔

تفسیر عالمانہ: ان الذین کفروا ینادون۔ المناداۃ والنداء بمعنی الدعوۃ ورفع الصوت بیشک کافر پکارے جائیں گے۔ یہ اس لیے کہ کفار جہنم میں اپنے نفس امارہ کو کوسیں گے کہ اس نے ہی کرایا جو کچھ کرایا کہ: وہ اتباع خواہشات کرتے نہ ایسے دائمی جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوتے اور وہ نفس پر ایسا شدید غضب ظاہر کریں گے کہ انگلیوں کو چبا چبا کر شدت غیظ و غضب کا مظاہرہ کریں گے اور ان کا یہ مظاہرہ برسرعام مجلس ہوگا تو اُس وقت اُنھیں ملائکہ پکار کر کہیں گے یہ پکارنے والے وہ فرشتے ہوں گے جو جہنم کے دارو غے ہیں اور ان کا پکارنا بھی دُور سے ہوگا تاکہ انھیں تنبیہہ ہو کہ وہ حق سے کتنا دور ہیں یعنی کفار جب جہنم میں پہنچیں گے تو اپنے نفسوں سے دشمنی کا آغاز کرتے ہوئے انھیں غیظ و غضب کے ساتھ جھڑکیں گے کہ تم نے باوجود اختیار کے ایمان قبول نہ کیا۔ اس پر ملائکہ ان کو پکاریں گے اور کہیں گے **لمقت اللہ**۔ بیشک غضب اللہ تعالیٰ یہ قسم محذوف کا جواب ہے۔ **المقت بمعنی البغض الشدید** ہر اس شخص کے لیے کہ جسے کسی بُرائی میں دیکھا جائے۔ اور بغض بمعنی نفس اس شے سے نفرت کرنا جس سے وہ منہ موڑتا ہے۔ یہ حب کی نقیض ہے حب بمعنی نفس کا اس طرف انجذاب جس کی وہ رغبت رکھتا ہے اور مقت الٰہی بمعنی اس کا غضب یہ مصدر فاعل کی طرف مضاف ہے اور اس کا مفعول محذوف ہے جس پر مقت ثانی دلالت کرتا ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ بخدا اللہ تعالیٰ کا غضب تمہارے نفوس امارہ پر۔ **اکبر**۔ بہت بڑا ہے۔ **من مقتکم انفسکم**۔ تمہارے اپنے نفسوں پر غصہ کرنے سے۔ **اذ تدعون**۔ یاد کرو جب تم دنیا میں انبیاء علیہم السلام کی طرف بلائے جاتے تھے۔ **الی الایمان**۔ ایمان کی طرف۔ تو تم اسے قبول کرنے سے انکار کرتے تھے۔ **فتکفرون**۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور اُس کی توحید سے کفر کرتے تھے اپنے نفسوں کی اتباع اور اُن کی خواہشات کی طرف تیزی سے جانے سے۔

فائدہ: اذ کا تعلق مقت اول کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ اس میں حرج نہیں کہ اس کے درمیان میں خبر واقع ہوئی ہے کیونکہ ظروف میں ہوتی ہے کہ وہ دور و نزدیک سے عمل کو قبول کر لیتی ہیں۔ اب

Scanned with CamScanner

معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب بہت بڑا ہے۔ تمہارے آج کے اپنے نفسوں پر غضب سے جبکہ تم نے دنیا میں کفر کر کے اسے ناراض کیا۔

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ اذ تدعون الخ دلالت کرتا ہے کہ ان میں غضب کا سبب کفر ہے گویا انھیں کہا گیا ہے کہ یاد کرو کہ دنیا و آخرت میں غضب سخت آگ جلانے والی میں دخول کا سبب کفر ہے جیسا کہ اس کی تفصیل آتی ہے۔ زیر آیت ذلکم بانہ اذا دعی اللہ الخ۔

تفسیر صوفیانہ: حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ احب المحبین ہے جیسے نفس امارہ اعدی الاعداء ہے تو پھر جس احب المحبین کی محبت کو اعدی الاعداء میں صرف کر دی اور اس کے ابرو اشارہ پر چلنے لگا تو اللہ تعالیٰ اس سے نظر عنایت پھیر لیتا ہے بلکہ اس پر غیظ و غضب فرماتا ہے۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

نظر دوست نادر کند سوئے تو
چو در روئے دشمن بود روئے تو

گرت دوست باید کزو بر خوری
نباید کہ فرمان دشمن بری

ندانی کہ کمتر نہد دوست پائے
چو بیند کہ دشمن بود در سرائے

ترجمہ: تیری طرف دوست آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا جب تیری نگاہ اس کے دشمن پر ہو۔

۲: اگر تم اپنے دوست سے پھل کھانا چاہتے ہو تو چاہیئے کہ دشمن کی بات نہ مانو۔

۳: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ دوست اس گھر میں قدم رکھنے کو بھی تیار نہیں جس گھر میں دشمن بیٹھا ہوا دیکھ لے۔

فائدہ: کفر میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب ازلی پوشیدہ ہے یہ اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب کافر سے کفر کا صدور ہو اور ایسی ابدی ہے کیونکہ وہ دنیا کے انقطاع سے بھی منقطع نہ ہوگی۔ اس معنیٰ پر کافر اللہ تعالیٰ کا دنیا و آخرت میں مبغوض و مغضوب ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا غضب بندوں کے غضب سے بدرجہا بڑا ہے کیونکہ بندے کا غضب بھی اللہ تعالیٰ کے غضب سے ہے اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کسی جرم سے نہ پکڑے تو پھر بندے کی مجرم پر ناراضگی اور غضب کیسا اور سب سے بڑا عذاب اللہ تعالیٰ کا کسی پر ناراضگی اور غضب کے آثار ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی

Scanned with CamScanner

نعمت بندے سے راضی وخوش ہونا ہے۔ جب کافر دیکھے گا کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ اس پر سخت ناراض ہے تو اس وقت اس سے بڑھ کر اور کوئی عذاب نہ ہوگا کیونکہ اُس وقت اسے نہ رونا کام آئے گا اور نہ ہی اور کوئی اَمر کہ جس سے عذابِ الٰہی سے بچ سکے اور نہ ہی اس کی آہ وزاری سنی جائے گی اور نہ ہی کوئی حیلہ کام آسکے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عفو وعطا کا سوال کرتے ہیں اور وہی اپنے ماسوٰی سے کافی ہے۔ قالوا۔ جب انھیں مذکورہ بالا خطاب ہو گا تو کافر کہیں گے ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین۔ اے ہمارے پروردگار تونے ہمیں دوبار مارا اور دوبار زندہ کیا اثنتین۔ پہلے اور دوسرے جملے میں اثنتین موصوف محذوف ہے صفت ہے۔ پہلے میں اماتتین اور دوسرے میں احیا تین محذوف ہے۔

فائدہ: حضرت کاشفی مرحوم نے لکھا کہ اماتتین (دو موتیں دینا) سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم (علیہ السلام) کو ان کی پشت سے باہر کرکے ان سے میثاق لیا یہ پہلی موت ہے اس کے بعد اسے نطفہ سے رحمِ مادر میں زندہ کیا۔ یہ پہلی زندگی ہے اس کے بعد دنیا میں موت دے گا یہ دوسری موت ہے اس کے بعد آخرت میں زندہ کرکے اُٹھائے گا۔ یہ دوسری حیات ہے[1]۔

فاعترفنا بذنوبنا۔ تو ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا بالخصوص قیامت میں مر اُٹھنے کا جب کہ ہمیں حضرات انبیاء علیہم السلام نے دعوت دی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان لاؤ تم نے دھریہ (کمیونسٹ) کی طرح انکار کردیا کہ مرنے کے بعد اُٹھنا نہیں ہے۔ ہم نے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کی پرواہ نہ کی بلکہ اپنے باطل عقیدہ پر ڈٹ گئے اور اسی پر ہمیں موت آئی اور اسی پر ہم اُٹھے جس کا ہم دنیا میں انکار کرتے تھے اس کا اب ہم نے مشاہدہ کرلیا یعنی مرنے کے بعد زندہ ہونے کی بات اب ہمیں سمجھ آگئی اسی لیے ہم اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہیں۔

فھل الی خروج۔ تو کیا دوزخ سے نکلنے کا جاری ہے یا دیر سے یا کوئی عمل من سبیل کوئی چارہ جس پر ہم عمل کریں یا کوئی راستہ کہ جس پر چل کر عذاب سے نجات پاسکیں یا کوئی ایسا راستہ ہے جس سے ہم دنیا میں واپس جاسکیں تو جو عمل کرتے تھے اس کے برعکس (نیک اعمال) کریں گے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ھل الی مرد من سبیل۔ کیا کوئی دنیا کی طرف واپس لوٹنے کا کوئی راستہ ہے۔

فائدہ: عین المعانی میں ہے کہ ان کے سوال کا جواب فیقال (تو انھیں کہا جائے گا) محذوف ہے اور دوسروں نے کہا کہ ان کے سوال کا جواب آنے والا مضمون ہے یعنی ذٰلکم الخ

---

[1] تبیان ۱۲۔

Scanned with CamScanner

اماتتین واحیائین کی تفاسیر عالمانہ

:۔ ۱۔ اُوپر مذکور ہوئی جسے علامہ کاشفی مرحوم نے لکھا۔

۲۔ اماتۃ اولیٰ سے بنو آدم کی تخلیق جب کہ نفخ روح سے پہلے بحالت نطفہ مادر رحم میں تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کنتم امواتا فاحیاکم۔ تم مردہ تھے تو تمہیں اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا اور اماتۃ ثانیہ جب دنیا میں زندگی ختم کر کے موت کا شکار ہوں گے۔ اماتۃ کا معنیٰ ہے حیات کو معدوم کرنا اور احیاء اول سے بطن مادر سے نکلنے سے پہلے کا وقت اور احیاء ثانی سے البعث بعد الموت مراد ہے۔

سوال: اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ قبر میں نہ عذاب ہے نہ وہاں حیات ہے نہ موت کیونکہ اس کا ذکر نہیں ہوا۔ اگر کچھ ہوتا تو اس کا بھی مفسرین بیان فرماتے۔

جواب: ہم حیات و ممات عرفی کا ذکر کر رہے ہیں اور قبر کی زندگی نہ تو دنیوی زندگی کی طرح ہے اور نہ اُخروی حیات کی طرح (وہ ایک عجیب زندگی ہے جسے برزخی زندگی سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ بھی عوام کے لیے انبیاء علیہم السلام کی حیات حقیقی اور حسّی ہے۔

ردِ معتزلہ اور ان کے ہم نوا وہابیہ وغیرہ

۱۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بطریق تواتر ثابت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عذابِ قبر سے پناہ مانگی ہے اور اس پر اسلاف صالحین کا اجماع ہے یہاں تک بتدعین (معتزلہ وغیرہ) پیدا ہوئے تو اس کا انکار ہونے لگا۔ بلکہ ہمارے مشائخ نے تو من اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا (جو ذکر الٰہی سے روگردانی کرتا ہے تو اس کی قبر کی زندگی تنگ ہوگی) سے قبر کی معیشت مراد لی ہے۔ کیونکہ اگر یہاں دنیوی معیشت مراد ہوتی تو ہمارا مشاہدہ ہے کہ منکرین خدا کی ظاہری معاش دنیوی اہل ایمان کے بہت سے لوگوں سے بہتر اور برتر ہے۔

۲۔ اماتۃ اولیٰ سے حیاتِ دنیا کے مابعد کا وقت اور اماتۃ ثانیہ سے حیات القبر کے مابعد کا وقت مراد ہے اور احیاءین سے وہ وقت جو قبر میں ہا اور وہ جو بعث بعد الموت کے وقت نصیب ہوگا مراد ہے۔

فیصلہ: الارشاد یہ ہے کہ یہی تقریبان کے مناسب حال کو موزوں تر ہے۔

سوال: دنیوی حیات کا نام نہیں لیا گیا حالانکہ اس کا تحقق یقینی ہے۔ یا تو یوں مانو کہ نص میں دو حیاۃ پر ایک تیسری حیات علاوہ ہے اس سے زیادہ علی النص کا ارتکاب لازم آتا ہے یا اس کا کوئی معقول

لہ الاسناد الاقمہ ۱۲۔ اسی لیے معتزلہ اور آج کل پرویزیوں اور نیچریوں اور اصولی طور پر وہابیوں کو انکار ہے ۱۲۔

جواب پیش کرو۔

جواب: کافروں نے دنیوی زندگی کو قابل اعتماد ہی نہیں سمجھا کیونکہ یہ تو زوال پذیر اور مٹنے والی اور اس کے آثار و احکام کا نام و نشان نہ رہے گا۔

سوال: یہ جواب نامعقول ہے اس لیے کہ بیوقوف غلطی کرے تو حقیقت ختم نہیں ہو جاتی۔

جواب: اس سے انکار دنیا کی زندگی کا انکار تو نہیں بلکہ اس کے عدم ذکر سے ان کا مقصد یہ ہے کہ جس کا انہیں دنیا میں انکار تھا اب اس کا انہیں اعتراف ہے اور پھر اس عزم کا اظہار ہے کہ جس کا اب ہم اعتراف کر رہے ہیں اس کے موجب و مطابق عمل بھی کریں گے۔ ان حیلوں بہانوں سے ان کا مقصد رجوع الی الدنیا ہے چنانچہ ان کے ارادہ کی تقریر فھل الی خروج من سبیل۔ میں واضح ہے۔ اگرچہ وہ اس کو بعید از امکان اور اس سے بالکل مایوسی کے بعد کہتے تھے ان کا یہ کہنا صرف اس لیے نہیں تھا کہ وہ اس سے صرف مایوس ہیں بلکہ اسے بعید از امکان بھی سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں انہیں چونکہ مرنے کے بعد زندہ ہونے کا بالکل انکار تھا اسی سے اپنے جنون و کفر میں سرمست بھی تھے باقی رہا احیائے اول اس سے اگرچہ ان کے اعتراف کو کوئی تعلق نہ تھا لیکن اس سے اپنا ایک قسم کا نفع محسوس کرتے تھے اس لیے اس کا ذکر کر دیا۔

سوال: موت اُولیٰ کا ذکر کیسا حالانکہ اس سے بھی تو ان کو کوئی خاص فائدہ نہ تھا۔

جواب: چونکہ اس کے بغیر احیائین کا ترتب ناممکن تھا اس لیے اس کا ذکر ایسے ضروری ہے جیسے اس کا وجود ان دونوں کے وجود کے بغیر ناممکن ہے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ کفار اس سے اماتۃ القلوب واحیاء النفوس پھر اماتۃ الابدان واحیاء الابدان بالبعث مراد لیں گے۔

تفسیر عالمانہ: ذالکم۔ الارشاد میں ہے کہ یہ جواب جس کی وہ اُمید رکھتے ہوں گے اس سے نا اُمیدی پر ہو گا اسی لیے اب ان کے اعمال سیئہ کا ذکر بھی ساتھ کر دیا گیا۔

یعنی وہی یہ ہے جس عذاب میں تم ہو۔ یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر **بانہ** الخ یعنی بسبب اس کے کہ **اذا دعی اللہ** جب دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا جاتا یعنی ان کی عبادت کے لیے کیا جاتا **وحدہ** وہ اکیلا ہے یعنی درانحالیکہ وہ منفرد ہے یہ لفظ اللہ سے حال ہے **کفرتم** تو تم اس کی توحید کا انکار کر جاتے۔ **وان یشرک بہ**۔ اور اگر ان کا شریک بنایا جاتا۔ **تومنوا**۔ تو تم مان جاتے یعنی اس کے شریک بنانے کو تیار ہو جاتے اور اس کی تصدیق کرتے بلکہ اسے بہت جلد قبول کر لیتے۔

فائدہ: لفظ استقبال (یشرک بہ) میں تنبیہ ہے کہ اگر وہ دنیا میں دوبارہ لوٹتے بھی تو اسی شرک

Scanned with CamScanner

کا ارتکاب کرسکے۔

نکتہ: الا شاد تک ہے کہ اذا اور اُس کے بعد ماضی اور ان اور اس کے بعد مستقبل لانے میں ان کے بُرے حال کے کمال کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ ظاہر ہے گویا انہیں سمجھایا جا رہا ہے کہ تمہارا اس طرح کا بُرا حال ہوگا فالحکم للہ تو حکم صرف اللہ کا ہے جو سوائے حق کے اور کوئی حکم نہیں فرماتا۔ العلی الکبیر۔ وہ بلند بالا شان کا مالک ہے اس سے اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے کیونکہ نہ اس کی ذات میں اس جیسا کوئی ہے نہ صفات میں اور نہ افعال میں۔

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے کہ مشرک کی ہرگز بخشش نہ ہوگی اور یہ بھی اس کا فیصلہ ہے کہ اس کے عذاب کی کوئی انتہا نہیں اور نہ ہی اس کے عذاب سے بچ نکلنے کا کوئی چارہ ہے۔

خوارج کی اصلی تصویر: حروریہ (خوارج) کا مشہور قول لا حکم الا للہ (اللہ ہی کا حکم ہے اور بس) اسی سے لیا گیا ہے اور خوارج کو حروریہ[1] اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ (بستی) ان کے اجتماع و دیگر ضروری امور کا مرکز تھی۔

فائدہ: حروراء بروزن جیلولاء کبھی اسے مقصور بھی پڑھتے ہیں کوفہ میں ایک بستی ہے جس کا نام حروراء ہے اور خوارج کوفہ کے زاہد مشہور تھے اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اطاعت کا قلادہ گردن سے اُتار کر بغاوت کی اور اسی کو گلے کا ہار بنا لیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تحکیم پر فیصلہ چھوڑا اور اُن کی جنگ مشہور ہے اور جب بہت وقت اُس پر گزرا تو دونوں نے اتفاق کر لیا کہ امر خلافت میں حضرت ابو موسیٰ اشعری و حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جو فیصلہ فرمائیں گے ہمیں منظور ہے خوارج نے یہ سن کر کہا ان الحکم الا للہ فیصلہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کلمہ تو حق ہے لیکن اس سے ان کی مراد باطل ہے[2]۔ اس وقت خوارج بارہ ہزار تھے ان سب نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا انکار کر دیا اور اتفاق رائے کر کے مخالفت کا علم بلند کر کے کشت و خون کا سلسلہ جاری کر دیا یہاں تک کہ مسلمانوں کو قتل کرنا اور ان کو لوٹنا عام ہوگیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ہاں تشریف لے گئے اور امر خلافت کی اطاعت میں واپس لوٹنے کی دعوت دی لیکن وہ اپنے پروگرام سے پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیتے تھے بلکہ جنگ کرنے پر تل گئے یہاں تک نہروان میں گھمسان کی لڑائی

---

[1] ہمارے دور کے خوارج کو دیوبندیہ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ دیوبند قصبہ (انڈیا) ان کا مرکز ہے ۱۲۔ اویسی غفرلہٗ

[2] یہی ہمارے زمانہ کے خوارج کا حال ہے کہ توحید کی رٹ لگاتے پھرتے ہیں اس پر ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ توحید کلمۂ حق ہے لیکن ان سے ان کی مراد (تنقیص انبیاء و اولیاء) باطل ہے۔

Scanned with CamScanner

ہوئی۔

فائدہ: نہروان بروزن زعفران بغداد کے قریب میں ایک چھوٹا سا پرانا شہر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں خوب قتل کیا بلکہ ان کی جڑ کاٹ دی چند ایک جان بچا کر وہاں سے بھاگ نکلے (کاش وہ بھی مارے جاتے تو آج ہمیں ان کی نسل (وہابیہ۔ نجدیہ۔ دیوبندیہ وغیرہا) سے یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے فقیر کی کتاب الاحادیث النبویہ فی علامات الوہابیہ)۔ (اویسی غفرلہٗ)

خوارج کی کہانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی

حدیث:(۱) یخرج قوم من امتی فی اٰخر الزمان[1] یحقر احدکم صلاتہ فی جنب صلوٰتھم وصومہ فی جنب صومھم ولکن لا یجاوز ایمانھم تراقیھم۔[2]

ترجمہ: میری اُمت کے آخری زمانہ (قرب قیامت) میں ایک قوم ظاہر ہوگی جس کی نمازوں اور روزوں کے مقابلہ میں تمہاری نمازیں اور روزے حقیر محسوس ہوں گے لیکن ان کا ایمان ان کے حلقوم سے نیچے تجاوز نہیں کرے گا (یعنی پکے بے ایمان ہوں گے)۔

حدیث:(۲) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
الخوارج کلاب النار[3] (خوارج جہنم کے کتے ہیں)۔

صاحب روح کا فیصلہ: خلاصہ یہ کہ خوارج اسلامی فرقوں میں سے ایک گمراہ فرقہ کا نام ہے اس لیے کہ ان کے عقائد فاسدہ ہیں اور حق کا انہیں انکار ہے اور بُرے عقائد نے اکثر بلاد میں اکثر بندگان کو بگاڑ دیا ہے بالخصوص ہمارے دور میں۔

سبق: عاقل پر لازم ہے کہ وہ دعوت الٰہی و دعوت نبوی کو قولاً۔ عملاً۔ حالاً اور اعتقاداً قبول کرے یہاں تک کہ اسے سعادت ابدی اور دار السلام (بہشت) نصیب ہو۔ ایسا نہ کرے کہ ہاں عنقریب اپنا معاملہ و

---

[1] آخر الزمان کا لفظ ہمیں یقین دلاتا ہے کہ ہمارے دور کے خوارج نجدی۔ وہابی۔ دیوبندی۔ مودودی اور ان کی تمام شاخیں ہیں ۱۲۔

[2] روح البیان صفحہ ۱۶۳ جلد ۸۔ ۱۲

[3] ایضاً

عقیدہ وغیرہ صحیح کروں گا۔

ملوث مکن دامن از گرد شوی
کہ ناگہ زبالا بنبندد جوی
مگو مرغ دولت ز قیدم بجست
ہنوزش سر رشتہ داری بدست
و گر دیر شد گرم رو باش و چست
ز دیر آمدن غم ندارد درست

ترجمہ: اپنا دامن گرد و غبار سے آلودہ نہ کر کہ اچانک اوپر سے ہی تجھ پر سیلاب آکر غرق کر دے گا۔

۲: یہ نہ کہہ کہ مجھ سے مرغ دولت اُڑ گیا کیونکہ ابھی تو اس کی قید کا تاگہ تیرے ہاتھ میں ہے۔

۳: اگر دیر ہو گئی ہے تب بھی وقت ہے اُٹھ اور تیز چل کیونکہ کام درست آئے اگرچہ دیر سے ہی آئے تب بھی کوئی حرج نہیں۔

فائدہ: اس میں توبہ کی ترغیب ہے اگرچہ بڑھاپے میں ہی بلکہ قریب موت کے وقت ہو تب بھی۔

تفسیر عالمانہ: ھو اللہ الذی یریکم ایاتہ ۔ وہ ہے جو تمہیں اپنے آیات دکھاتا ہے یعنی انفس و آفاق میں اپنی قدرت کے دلائل اور وحدت کے شواہد تمہارے ادیان کی مصلحتوں کے لیے دکھاتا ہے۔

مسئلہ: اس میں اشارہ ہے کہ انسان کے بس میں نہیں کہ وہ حقائق الاشیاء کو اپنی بصیرت سے دیکھ سکے جب تک اللہ تعالیٰ کا دکھانے کا ارادہ نہ ہو۔ **وینزل لکم من السماء رزقا** اور تمہارے لیے آسمان سے رزق اُتارتا ہے یعنی رزق کا سبب اس سے بارش مراد ہے۔ یہ تمہارے ابدان کی مصلحتوں کے لیے ہے۔ وما یتذکر اور انہیں نصیحت پکڑتا۔ تذکر یعنی نصیحت حاصل کرنا یعنی وہ اُمور جن سے نصیحت اور آیات باہرہ سے عبرت حاصل کی جاتی کہ اس کے مقتضا کے سوا اور کوئی عمل نہ کرے۔ **الا من ینیب** مگر وہ جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے یعنی انکار نہیں کرتا اور غور و فکر کرتا ہے۔ اس میں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مصنوعات میں وہ شواہد قدرت کاملہ و نعمت شاملہ ظاہرہ و باطنہ کی امانتیں رکھی ہیں جو اُس کی عبادت کو خاص کرنے کی موجب ہیں اور جو ایسی صفت نہیں رکھتا ہے وہ معاند ہے اسے نہ تذکر نصیب ہو گا اور نہ وہ کسی شے سے نصیحت حاصل کر سکے گا جب ایسا معاملہ ہے کہ تذکر صرف اسے نصیب ہو گا جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

فادعوا اللہ تو اے مومنو! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے لیے دین میں مخلص ہو کر یعنی تمہارا یہ حال ہو کہ تم اپنے دین میں مخلص ہو اور شرک سے خالص اسی لیے اطاعت کرو بوجہ تمہاری انابت اور ایمان کے ماسوی

Scanned with CamScanner

اللہ سے التفات نہ کرو۔ وہ لوگ کہ انکا فہ(دن) اور اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو یعنی اگرچہ انھیں تمہارا اخلاص ناگوار ہے۔

فائدہ: حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ اگرچہ کافر تمہارے اخلاص کو ناگوار سمجھتے ہیں کہ توحید کی نعمت ان کو نصیب نہیں اور تم اس نعمت پر شکر گزار ہو اسی لیے ان کے اور تمہارے درمیان منافرت ہے اسی لیے تمہیں اعمال و اقوال نامرغوب وغیر محبوب ہیں۔ ایسے ہی ان کے کردار و گفتار تمہیں مکروہ و مبغوض ہیں ؎

زاہدے در سماع رندان بود
زاں میاں گفت شاہد بلخی
گر ملولی زما ترش رو منشین
کہ تو ہم در میان ما تلخی

ترجمہ: ایک زاہد رندوں کی مجلس میں تھا اس مجلس میں ایک بلخی محبوب نے کہا۔

۲: اے زاہد اگر تو غمگین ہے تو یہاں ترش رو ہو کر نہ بیٹھ اس لیے کہ تو ہمارے ہاں کڑوا محسوس ہو رہا ہے۔

مسئلہ: آیت میں اشارہ ہے کہ یا مومن اللہ کو لائق ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے عمل کرے اس میں دنیا و آخرت کے مقاصد میں کوئی مقصد ہے اگرچہ اس سے کافر کو کتنا ہی ناگوار ہو کیونکہ وہ امور ان کے مشارب کے خلاف ہے ؎

خلاف طریقت بود اولیاء
تمنا کنند از خدا جز خدا

ترجمہ: یہ اولیاء کی طریقت کے خلاف ہے کہ وہ خدا سے خدا کے سوا آرزو کرے۔

سبق: اخلاص مطلقًا اخلاص کے لیے ضروری ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کے لیے خالص طیب ہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ طیب ہے۔

حدیث شریف: ابن آدم کو ہر خرچ کرنے کا ثواب ملے گا سوائے اس کے کہ جو اس نے مٹی اور پانی پر خرچ کیا (یعنی تعمیراتِ فضول میں)۔

شرح الحدیث: حضرت شیخ صدر الدین القنوی نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا کہ اعمال کی جزا اعراض ہے لیکن اُن کے جواہر عمل کرنے والوں کے مقاصد میں ایسے ان کے علوم و اعتقادات و متعلقات ہم بھی جواہر ہیں۔ اگرچہ یہ حدیث شریف صیغہ کی حیثیت سے مطلق ہے لیکن احوال و قرائن اسے مخصوص کرتے ہیں اس لیے کہ مساجد اور رباطات اور دیگر عبادت خانوں کی تعمیر سے

Scanned with CamScanner

تعمیر کرنے والے کو ثواب ملتا ہے اس سے کسی کو اختلاف نہیں۔ ؎

چوں بود قصدش از ریا منفک
مزد یابد بر اں عمل بے شک

ترجمہ: جب کسی کا عمل ریا سے خالص ہو تو اس عمل پر اُسے بلا شک ثواب ملے گا۔

ازالہ وہم: مذکورہ بالا حدیث کا مصداق وہ تعمیر ہے جو محض تنزہ و فراخی و استراحت و ریاد شہرت کے لیے ہو جب تعمیر کرنے والے کا مقصد مذکورہ بالا ہے تو آخرت میں اس کا کوئی ثمرہ و نتیجہ حاصل نہ ہو گا چونکہ اس کا مقصد آخرت کے لیے تو نہ تھا اس لیے اس کے اعراض زائل ہو جائیں گے اور ان کے اثرات آخرت تک نہ پہنچیں گے اس لیے اس کا نہ کوئی اثر نہ اجر ہے

ہر کہ ہمچو خواہد از عمارت گل
قسمت دارد نزہت منزل
یا تفاخر میانہ اقران
کہ بنا کرد مسجد ویران
چوں باخلاص ہمت عامل
متجاوز نشد ز عالم گل
نفقاتش در آب و گل موضوع
ماند و او ز اجراں بود مقطوع
بلکہ در حج و عمرہ و صلوات
چوں بود بہر عاجلت نفقات
ہمہ ماند در آب و گل مرہون
ندھد اجر صانع بیچوں

ترجمہ: جو کوئی مٹی کی عمارت تعمیر کرتا ہے وہ قسمت رکھتا ہے اور پاکیزہ منزل رکھتا ہے

۲: یا فخر کے ساتھ ملنے والا ہے کہ اُس نے ویران مسجد تعمیر کی۔

۳: جب عامل کا عمل اخلاص سے نہ تھا اس لیے عالم گل سے متجاوز نہ ہوا۔

۴: اس کا تمام خرچہ پانی اور مٹی میں مل گیا اس لیے اُسے اجر بھی نصیب نہ ہو گا۔

۵: بلکہ حج و عمرہ اور نمازوں میں یہی ارادہ ہو تو چونکہ یہ ارادہ اسی دنیا سے متعلق ہے

۶: اسی لیے وہ خرچہ پانی اور مٹی میں گیا اس کا اجر اللہ تعالیٰ ہرگز نہ دے گا۔

Scanned with CamScanner

ہر کہ از عمارت گل و آب
ہست مقصود کسب قرب و ثواب
چوں ز گل در گزشت ہمت وی
نفقاتش ہمہ رود درپی
کل ما کان عندکم ینفد
دام ما عندہ الی السرمد

ترجمہ: جس کا ارادہ قرب و ثواب کا ہو وہ پانی اور مٹی سے عمارت تعمیر کرے۔
۲۔ جب مٹی سے گزر گئی اس کی ہمت تو اس کا خرچہ بھی اس کے پیچھے چلا گیا (یعنی مقبول ہو گیا)
۳ کہ جو کچھ تمہارے ہاں ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ ہمیشہ رہے گا۔

فائدہ: پچھلا شعر آیت ما عندکم ینفد و ما عند اللہ باق کا ترجمہ ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اُمید کرتے ہیں کہ وہ فیض کمال اخلاص کے طفیل ہمیں اہل اختصاص سے بنائے۔

تفسیر عالمانہ: رفیع الدرجات۔ یہ ھُوَ کی دوسری خبر ہے۔ الرفیع صفت کا صیغہ ہے اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے اور یہ فَعُلَ (بفتح العین) کی طرف منتقل کیا گیا ہے جیسا کہ مشہور ہے۔ اسے رافع کے معنیٰ میں لا کر فاعل کی مفعول کی طرف اضافت کرنا بعید از اسفال ہے[1]

فائدہ: درجۃ منزلۃ کی طرح ہے صرف فرق اتنا ہے کہ جب صرف صعود کا اعتبار ہو اور امتداد کو دخل نہ ہو تو درجہ کا استعمال ہو گا جیسے درجۃ السطح درجۃ السلم[2] وغیرہ۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ مرقاۃ کے معنیٰ میں ہو اس کی جمع درج آئے گی۔ اگر مرتبہ و طبقہ کے معنیٰ میں ہو تو اس کی جمع درجات آئے گی[3]

تفاسیر: اس آیت کی تفسیر میں علماء کرام کا اختلاف ہے:

۱۔ رفیع الدرجات ملائکہ کرام ہیں اس لیے کہ ان کے درجات و منازل عرش تک بلند ہیں[4]۔
۲۔ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں کا خالق اور ان کو مطلقاً وہی بلند کرنے والا ہے کہ طبق در طبق ایک دوسرے کے اُوپر ہیں کہ ایک سے دوسرے تک پانچ سو سال کی مسافت ہے[5]۔
۳۔ بندوں کے درجات بلند کرنے والا دنیا و آخرت میں دنیا کے متعلق خود فرمایا و رفع بعضکم فوق

---

۱ الارشاد ۱۲ ۲ مفردات راغب ۱۲ ۳ بشارق الانوار ۴ الارشاد ۱۲ ۵ تفسیر ابو اللیث

بعض درجات لیبلوکم فیما آتاکم۔ تمہارے بعض کے بعض پر درجات بلند کئے تاکہ تمہارا
امتحان لے اس میں جو تمہیں عطا فرمایا۔ یعنی بعض کو بعض پر یوں بلندی بخشی کہ کسی کو دانشور بنایا تو کسی کو
صاحب نسب کسی کو مال بخشا تو کسی کو بزرگی۔ کسی کو حسن وصورت سے نوازا تو کسی کو قوت وطاقت عطا فرمائی۔
دوسرے مقام پر فرمایا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجات لیتخذ بعضھم بعضا سخریا یعنی ان
کے بعض کو بعض پر فوقیت بخشی۔ عزت ومال اور رزق ومعیشت میں کہ کسی کو مالک بنایا تو کسی کو مملوک
کسی کو خادم بنایا۔ کسی کو مخدوم۔ ایک حاکم ہے تو دوسرا فرمانبردار اور آخرت کے درجات کے متعلق فرمایا
وللآخرۃ اکبر درجات و اکبر تفضیلا اور آخرت میں بڑے درجات اور بعض ایک دوسرے
سے بڑی فضیلت والے ہوں گے یعنی جو دنیا میں طاعت وعبادت میں بڑا ہوگا وہ آخرت میں اللہ
تعالیٰ کے قریب تر ہوگا اس کی بزرگی بہت زیادہ۔ خلاصہ یہ کہ وہی درجات بلند کرنے والا ہے دنیا و
آخرت میں۔ دنیا میں مختلف طبقات کے انسان بنائے اور آخرت میں انہیں متباین المراتب و
المقامات بنایا۔[1]

حدیث شریف: مروی ہے کہ بہشت میں سب سے گھٹیا درجہ کا انسان دنیا کے برابر دس گنا جاگیر عطا کیا
جائے گا عرض کرے گا یا الٰہ العالمین اجازت عطا ہو تاکہ میں تمام بہشت والوں کو
مہمانی دوں، کھلاؤں۔ پلاؤں اس سے میری جائداد میں کمی تو نہیں آئے گی۔ ایسے شخص کی دنیوی ازواج کے علاوہ
بہتر حوریں ہوں گی۔

۴. بعض نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کے درجات بلند کرنے والا ہے کہ آدم علیہ السلام کو
صفوت سے نوح علیہ السلام کو دعوت سے ابراہیم علیہ السلام کو خلت سے موسیٰ علیہ السلام کو قربت
سے عیسیٰ علیہ السلام کو زہد سے ہمارے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شفاعت
سے نوازا۔

۵. بعض نے کہا کہ گناہ گاروں کے لیے درجے بلند کرتا ہے نجات دے کر اور طاعت گزاروں کے اجر و
ثواب سے اور حاجت مندوں کے کفایات سے اور اولیاء کرام کو کرامات سے عارفین کے کونین
سے بے نیاز کر کے محبین کے فناء عن المحبیۃ وبقاء بالمحبوبیۃ سے کسی بزرگ نے فرمایا کہ بقاء فناء
کے بغیر نصیب نہیں ہوتی جب تک فناء کی شربت نہ پیو گے بقاء نہیں پاؤ گے۔ ع

نوش درد فنا گر بقا ہمی خواہی
کہ زادِ راہ بقائے درد خراباتست

ترجمہ: اگر بقا چاہتا ہے تو درد فنا کا گھونٹ پی اس لیے کہ بقا کا زاد راہ خرابات کا درد ہے یعنی فنا۔

---

[1] کشف الاسرار ۱/۱

Scanned with CamScanner

ز حال خویش فنا شود دریں راہ اے عطار
کہ باقی رہ عشاق فانی الذات است

ترجمہ: اے عطار اس راہ میں اپنے حال فنا پائے گا اس لیے عشاق کے نزدیک بقا کا خواہاں فانی الذات ہے۔

تفسیر صوفیانہ: فقیر (صاحب روح البیان حضرت اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ سادات صوفیہ قدست اسرارہم کے نزدیک آیت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اسماء و صفات اور تنزلات و استرسالات میں اپنے ظہور کے طبقات کے درجات بلند کرتا ہے اس کی تفصیل یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل اول کو پیدا فرمایا اور عقل اول ہی کائنات کا پہلا صاحب وجود ہے یعنی حقیقی آدم اول یعنی روح کلی محمدی جسے علم اعلیٰ بھی کہا جاتا ہے یہی پہلی ذات ہے جس پر جملہ نعم الٰہیہ کا تحقق ہوا اور آخر الموجودات کہ جس پر انہی نعمتوں کا تحقق ہو گا وہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں کیونکہ ان کے بعد قیامت تک زمین پر کوئی خلیفہ نہ ہو گا بلکہ آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے دنیا سے رخصت ہونے پر کوئی بھی دنیا میں مومن نہ ہو گا چہ جائیکہ اولیاء اللہ۔

حدیث شریف: قیامت قائم نہ ہو گی جب تک زمین پر کوئی بندہ اللہ اللہ کرنے والا ہو گا۔

فائدہ: اس سے ہمیشہ اللہ اللہ کرنے والا مراد ہے نہ کہ وہ جو کبھی کبھی اللہ اللہ کہہ دیتا ہے۔

سبق: نمازی پر لازم ہے کہ صراط الذین انعمت علیہم الخ کے وقت وہ جملہ نعمتیں دل میں لائے جو علم اعلیٰ سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائیں۔

فائدہ: علم اعلیٰ یعنی روح محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بعد نفس کلیہ پیدا فرمایا کہ جس سے تمام نفوس ناطقہ بنائے گئے یہ حقیقت اولیٰ کی حواء ہے اس کے بعد وہ طبیعت کلیہ پیدا کی گئیں جو اجسام جزئیہ میں ہیں۔ اسی کے واسطہ سے اشیاء میں فعل و انفعال ظاہر ہوئے پھر ہباء پھر شکل کو پیدا کیا گیا یہی ہیولیٰ اجمیہ ہے پھر جسم کلی پھر فلک اطلس پیدا ہوا اس سے عرش کریم مراد ہے۔ پھر کرسی پیدا کی گئی یہ وہ ہے جسے داؤد قیصری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا لیکن شیخ صدر الدین قنوی قدس سرہ نے فرمایا کہ عرش اور فلک اطلس ایک نہیں ان کے ان کے نزدیک ترتیب یوں ہے عرش پھر کرسی پھر فلک اطلس اسے اس نام سے اس لیے موسوم کیا گیا کہ اس پر ستارے نہیں اسے اس اطلس سے تشبیہ ہے کہ جس پر نقوش نہ ہوں اس کے بعد منازل ہیں پھر سماء کیوان پھر سماء مشتری پھر سماء مریخ پھر سماء شمس پھر سماء زہرہ پھر سماء عطارد پھر سماء القمر پھر عنصر النار، پھر عنصر الہواء، پھر عنصر التراب، پھر معدن پھر نبات، پھر حیوان، پھر ملک، پھر جن، پھر انسان۔ یہی اسم جامع کا مظہر ہے۔ پھر یہ اپنے اس مرتبہ میں ظاہر ہوا جو اسم رفیع کا مظہر

Scanned with CamScanner

ہے یہاں پر ملک و ملکوت ختم ہوئے یہی جملہ حقائق ہیں یہی درجات الٰہیہ و مراتب رحمانیہ میں جس پر رفیع الدرجات تجلیات کرتا ہے۔

تفسیر عالمانہ: ذو العرش - یہ ھُوَ کی دوسری خبر ہے یعنی وہی عرش عظیم کا مالک ہے اور عرش جملہ عالم علوی و سفلی کے اکناف و اطراف کو محیط ہے اس کے چار سو ستون ہیں۔ ایک ستون سے دوسرے ستون تک چار ہزار سال کی مسافت ہے۔ ساتوں آسمانوں اور کرسی کے اوپر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تاکہ اس کی عظمت و قدرت کا اظہار ہو۔ اس نے اپنی تمکنات کے طور نہیں بنایا کیونکہ وہ مکانیت سے منزہ اور پاک ہے وہ جیسے تھا اب بھی اسی طرح ہے اور اس کا طول اور عظمت کا ذکر صرف عقول کے لیے ہے کیونکہ عقول ایسی عظمت والی اشیاء کو عظیم ترین سمجھتی ہیں ورنہ اس کے لیے تو اس کی قدر و منزلت دانائی کے دانہ سے بڑھ کر نہیں۔

تخلیق عرش کے وجوہ

۱. عرش کو ملائکہ کرام کے طواف کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

۲. دعاؤں کا قبلہ ہے۔

۳. نزول البرکات کا مرکز ہے۔

کیونکہ یہی استوائے رحمت کلیہ کا مظہر ہے اسی لیے دعا کے وقت آسمان کی طرف ہاتھ پھیلائے جاتے ہیں گویا اس سے سائل خزانہ سلطانیہ کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہاں سے ہی گدا کو عطا ہوگی۔ اسی اشلہ پر وہ سلطان سے مانگتا ہے کہ وہ اپنے اسی خزانہ سے عطا کے دریا کا رُخ ادھر پھیر دے۔

مسئلہ: علماء کرام نے نماز کے وقت آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنے کو مکروہ کہا ہے۔

مسئلہ: غیر نماز میں بھی بعض کے نزدیک مکروہ ہے ان میں اکثر کے نزدیک مکروہ نہیں اس لیے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے۔

۴. کتاب الابرار کی جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کتاب الابرار لفی علیین۔ بیشک ابرار کی کتاب علیین ہے۔

۵. ملائکہ کا آئینہ ہے کہ وہ اسی سے ہی تمام آدمیوں کو دیکھتے ہیں اور اس سے ان کے حالات سے آگاہ ہوتے ہیں تاکہ قیامت میں ان کے اعمال کی گواہی دے سکیں۔

۶. قیامت میں ابرار و متقین کے لیے بمنزلہ شامیانہ کے ہوگا جبکہ وہ اس وقت نہ آسمان پر ہوں گے نہ زمین پر۔

۷. امام الانبیاء و المرسلین رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بزرگی و شرافت کا اظہار

Scanned with CamScanner

ہو جیسا کہ فرمایا عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا ۔ یہ مقام محمود عرش الٰہی کے نیچے ہے۔ ؎

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے ہر شے کی ہر جنس سے ایک بلند قدر بنایا مثلاً خوشبو میں مسک امکنہ میں عرش ۔ جواہر میں یاقوت انوار میں سورج ۔ کتابوں میں قرآن مجید ۔ مٹھائوں میں شہد ۔ لباس میں ریشم ۔ اشجار میں زیتون ورندوں میں شیر ۔ شہور میں رمضان المبارک ۔ ایام میں جمعہ ۔ راتوں میں لیلۃ القدر ۔ معانی میں توحید فعال میں نماز ۔ رسل کرام میں حضرت محمد عربی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وکرم وسلم اجمعین) ۔ اُمتوں میں اُمت مصطفیٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ۔

لغوی تحقیق: یہ عرش وہ ہے جو جسم محیط ہے کبھی عرش بمعنی ملک و بسیط ہونے اور عزت کو کہا جاتا ہے ۔ مثلاً کہا جاتا ہے ۔ ثل عرشہ یعنی اس کی قوت د طاقت ختم ہو گئی ۔

حکایت: مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے وصال کے بعد خواب میں پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا ۔ آپ نے فرمایا لولا ان تدارکنی اللہ لثل عرشی ۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت مدد نہ فرماتی تو میری قوت جواب دے چکی تھی ۔

تفسیر صوفیانہ: ذو العرش کا معنیٰ تاویلات نجمیہ میں لکھا ہے کہ وہ بہت بڑے ملک کا مالک ہے کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات سے بلند تر اور جسم کے لحاظ سے عظیم ترین بنایا ہے تاکہ اس کی عظمت کا اظہار ہو اور دوسرا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ عرش القلوب کا مالک ہے کیونکہ درحقیقت عرش قلوب اولیاء ہیں جیسا کہ صوفیاء کرام نے فرمایا کہ وہ صفت رحمانیہ کے ساتھ عرش پر مستوی ہے اور عرش کو اس کا شعور بھی نہیں اور وہ اولیاء کے قلوب پر جمیع صفات کے ساتھ مستوی ہے ۔ اولیاء کرام سے وہ عارف باللہ ہیں جو معرفت الٰہی میں مستغرق ہیں ۔ جب عرش صوری و معنوی اس کے قبضۂ قدرت میں ہے تو وہی اس پر غالب اور متصرف ہے ۔ اس کے سوا اس کا کوئی مالک و متصرف نہیں ۔ اسی لیے لائق نہیں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے بلکہ واجب صدقاً یقیناً ظاہراً اور باطناً صرف اور صرف اسی کی عبادت کی جائے ۔

تفسیر عالمانہ: یلقی الروح یہاں سے اُس رزق روحانی کا ذکر ہے جو معنوی ملک سے نازل ہوتا ہے جبکہ اس سے پہلے رزق جسمانی کا ذکر تھا جو کہ وہ بھی معنوی ملک سے نازل ہوتا

؎ اسی پایہ شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

عرش است کمین پایہ ز ایوان محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

Scanned with CamScanner

ہے اس لیے خود کو رفیع الدرجات وذوالعرش سے موصوف فرمایا ہے کیونکہ آثارِ رحمت مطلقاً از جانب آسمان بالخصوص عرش سے نازل ہوتے ہیں اس لیے وہ جمیع حرکات کا مرکز و مبداء ہے۔ اَب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ وحی کو نازل فرماتا ہے جو قلوب کے لیے ایسے ہے جیسے رُوح جسم کے لیے جیسے رُوح اجساد کی حیات کا سبب ہے۔ ایسے حیات قلوب کے لیے وحی ظاہر ہے کہ عارف باللہ کو الہی حیات وحی کے ذریعہ نصیب ہوتی ہے۔

نکتہ: وحی کو رُوح سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ یہ جہل و حیرت جیسی موت سے قلوب کو حیات بخش کر معرفت و طمانیت سے معمور فرماتی ہے۔

نکتہ: جبریل علیہ السلام کو روح الامین اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ حیات قلب کا موجب ہے یعنی وحی لاتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رُوح اللہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ جبریل علیہ السلام کے نفخ سے پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی اضافت تعظیماً و تشریفاً ہے۔

فائدہ: ماسوی اللہ تمام اشیاء یا جسمانی ہیں یا روحانی اور یہ ہر دونوں اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے جسمانی اشیاء میں سب سے بڑا عرش ہے۔ ذوالعرش سے پتہ چلتا ہے کہ وہ جمیع عالم اجسام پر تصرف رکھتا ہے اور یلقی الروح دلالت کرتا ہے کہ روحانیات اسی کے تابع ہیں۔ جب جبریل علیہ السلام جیسا فرشتہ اس کے حکم کے تابع ہے کہ اس کے فرمان پر انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی پہنچاتا ہے جبکہ یہ تمام ملائکہ کرام کا سردار ہے تو پھر تمہارا کیا خیال ہے کہ دوسرے فرشتے اس کے زیرِ فرمان نہ ہوں گے اور خود وحی بھی امور معنویہ سے ہے اور اس کی صورت ظاہر ہوتی ہے جب کسی پر القاء کی جائے۔

من امرہ۔ اُس کے حکم سے۔ یہ اُس رُوح کا بیان ہے جس سے وحی مراد لی گئی ہے اور مکلف لوگوں کی طرف بھیجی گئی کہ اس پر عمل کرے گا تو فائدہ پائے گا اگر چھوڑ گیا تو نقصان اُٹھانے گا اور اَمر سے یہاں معنیٰ شان ہے یا اس سے ملا ہے۔ اب عبارت یوں ہوگی حال کو ناشئاً و مبتدأ من امر اللہ۔ علیٰ من یشاء من عبادہ۔ اپنے بندوں سے جن پر چاہے ان سے وہ حضرات مراد ہیں جنہیں اپنی رسالت و تبلیغ کے لیے منتخب فرمایا۔

فائدہ: ضحاک نے فرمایا کہ رُوح سے جبریل علیہ السلام مراد ہیں۔ اَب معنیٰ یہ ہوا کہ وحی اُس کی طرف بھیجتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔ یہ خطاب ان کو ہے جو حضور سرور انبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے کراہت کرتا تھا۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اہل ایمان کو رُوح الھدایۃ واہل عرفان کو رُوح ولایت اور انبیاء علیہم السلام کو رُوح النبوۃ عطا ہوتی ہے۔

Scanned with CamScanner

ردِ مرزائیت: صاحب روح البیان قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔ وفی الآیۃ دلیل علی ان النبوۃ عطائیہ الا کسبیۃ۔ آیت سے ثابت ہوا کہ نبوت عطا ہے کبھی نہیں (قادیانی مرزا کا عقیدہ ہے کہ نبوت کسبی ہے)

مسئلہ: درحقیقت ولایت بھی عطائی ہے اس میں بھی اسباب خارجیہ کی طرف نہیں دیکھا جاتا بلکہ اختصاص الٰہی کی طرف نظر ہوتی ہے۔ **لینذر** یہ القاء کی غایت ہے یعنی تاکہ اللہ یا ملقی الیہ یعنی نبی علیہ السلام یا روح ڈرائے۔ انذار بمعنی دعوۃ ابلاغ مع تخویف۔ **یوم التلاق**۔ یہ مفعول ثانی کی طرف ہے اب معنی یہ ہوا کہ تاکہ ملاقات کے دن یعنی قیامت کے دن سے لوگوں کو ڈرائے۔ یا مفعول ثانی ہے بوجہ وسعت واصالت کے اس لیے کہ وہ شدت ہول وغیرہ کے اس لائق ہے کہ وہ دوسروں کو ڈرائے۔

قیامت ملاقات کا دن کیوں؟

قیامت کو ملاقات کا دن اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہاں ارواح و اجساد اور آسمان و زمین والوں اور عابدوں و معبودوں اور عاملین و عمال اور اولین و آخرین اور ظالمین و مظلومین اور دوزخیوں و زمانہ فرشتوں کی ملاقات ہوگی۔ **یوم ھم بارزون**۔ یہ یوم التلاق سے بدل ہے۔ اس دن کہ تمام لوگ فضاء اور میدان میں کھل کر باہر آجائیں گے۔ اہل لغت کہتے ہیں برز بروزا بمعنی خرج الی البراز بمعنی وہ فضاء کی طرف نکلا۔ تبرز کی طرح بمعنی وہ خفاء کے بعد ظاہر ہوا جیسے برز (بالکسر) یعنی وہ قبور سے نکل کر ظاہر ہوں گے یا یہ معنیٰ ہے کہ اُس وقت انھیں ایسے ظاہر ہوں گے کہ انھیں نہ کوئی پہاڑ چھپا سکے گا نہ ٹیلہ نہ کوئی اور تعمیر کیونکہ اُس وقت تو زمین برابر کر دی جائے گی اور نہ ہی ان پر کپڑے ہوں گے کیونکہ قبور سے ننگے جسم اور کھلے اُٹھائے جائیں گے۔

حدیث شریف: یحشرون حفاۃ عراۃ غرلا۔ پاؤں اور جسم ننگے اور بے ختنہ شدہ اُٹھائے جائیں گے۔

فائدہ: حفات حاف کی جمع ہے وہ جس کا جوتا نہ ہو۔ عراۃ عاری کی جمع ہے وہ کہ جس کے جسم پر لباس نہ ہو۔ غرل اغرل کی جمع ہے وہ کہ جس کا ختنہ نہ کیا گیا ہو۔

بقیۃ الحدیث: الا قوما ماتوا فی الغربۃ مومنین لھم منوا الخ مگر جو مومن ہو کر مسافری میں مرے اور ان سے زندگی بھر زنا بھی سرزد نہ ہوا تو وہ قیامت میں اُٹھائے جائیں گے

لہ روح البیان ص۱۶۱ ج ۵

Scanned with CamScanner

تو انھیں بہشت کی پوشاک پہنائے جائے گی اور حضور سرورِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت بھی کیونکہ ایک دن حضور نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

بالغوا فی اکفان موتاکم فان امتی یحشر باکفنھا وسائر الامم حفاۃ عراۃ۔

اپنے مردوں کے کفنوں میں مبالغہ کر دینی اچھے کفن پہناؤ اس لیئے کہ میری اُمت کفنوں سمیت اُٹھائی جائے گی اور دوسری اُمتیں پاؤں اور جسم ننگی۔

لا یخفی علی اللہ منھم شئ۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی شے پوشیدہ نہیں نہ وہ خود نہ اُن کے اعمال کبیرہ صغیرہ پہلے پچھلے سب اللہ تعالیٰ کے آگے عیاں ہوں گے اگرچہ اُس وقت شمار سے باہر ہوں گے۔ چنانچہ فرمایا یومئذ تعرضون لا تخفی منکم خافیۃ۔ آج کے دن تم اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش ہو گے جبکہ تمہاری کوئی شے مخفی نہ ہوگی، یہ اس لیے فرمایا کہ دنیا میں تو ایسا کر سکتے تھے کہ کسی سے ڈر کے مارے دیوار کی اوٹ میں چھپ گئے یا کسی اور شے سے لیکن قیامت کے دن تو یہ توہم بھی ختم کہ ہر شے اللہ تعالیٰ کے آگے ظاہر باہر ہوگی کہ وہاں نہ دیوار نہ کوئی اور شے کہ جس سے چھپ سکیں۔ لمن الملک الیوم آج کے دن کس کا ملک ہے یعنی اُن کے قبور سے نکلنے اور احوال کے ظہور کے بعد ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ کس کے لیے ہے آج کے دن کی بادشاہی۔ پھر وہی منادی خود جواب دے گا للہ الواحد القہار۔ اللہ واحد قہار کے لیے۔ یا یہ جواب محشر کے مومن و کافر دیں گے۔ جب اُس وقت کافر کو بھی توحید کا علم بدیہی حاصل ہو جائے گا لیکن کافر ذلت سے کہے گا یا بسبیل تحیر و ندامت کہے گا اور مومن خوش ہو کر لذت سے کہے گا جبکہ وہ دنیا میں بھی خوشی اور لذت سے اسے پکارتا تھا۔ یہ سوال تقریر کا ہے۔

فائدہ: بعض نے کہا یہ جواب ادریس علیہ السلام دیں گے۔

سوال: ملک و شاہی اُسی دن اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص کیوں حالانکہ ہر وقت ہر آن اللہ تعالیٰ کی شاہی اور اسی کا ملک ہے۔

جواب: واقعی ہر وقت اور ہر آن اللہ تعالیٰ کی شاہی اور ملک ہے لیکن دنیا میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو عارضی ملکیت عطا فرما دی تھی لیکن قیامت میں اُن کے دعاوی ختم ہو جائیں گے۔ اُس وقت کوئی مدعی بھی نہ ہوگا کہ کہہ سکے کہ فلاں شے میری ملک ہے اور نہ ہی کوئی کسی شے کا مالک ہوگا۔ اسی لیے فرمایا لمن الملک الیوم۔

فائدہ: اس دن ہر راز آشکارا اور تمام چھپے اُمور کے پردے ہٹ جائیں گے ناشکرے دولت مند کو حساب میں لایا جائے گا اور بے صبر درویشوں کے نفاق کے پردے اُٹھائے جائیں گے اور رسوائی

Scanned with CamScanner

کے چادر علماء بے عمل کو پہنائے جائیں گی اور ندامت کی خاک ریاکاروں کے سر پر ڈالی جائے گی۔ کوئی تو اُس وقت وحشت کی خاک سے ایسے باہر آئے گا جیسے آگ سے راکھ کوئی ان میں ایسے نکلے گا جیسے صدف سے گوہر۔ کوئی کہہ رہا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سے بھاگ کر کہاں جانا ہے۔ کوئی کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کونسا راستہ جاتا ہے۔ کوئی کہتا ہوگا کہ اس کتاب (عملنامہ) کو کیا ہے کہ کسی چھوٹے بڑے عمل کو نہیں چھوڑتی۔ ہر ایک کو ظاہر کر رہی ہے۔ کوئی کہے گا تمام تعریفیں اُس ذات کو جس نے ہم سے غم اور حزن کو دور فرمایا اُس وقت تمام روئے زمین کے بادشاہوں کو میدان میں لایا جائے گا ان کی سلطنت کے ساتھ اعلان ہوگا کہ آج کس کی شاہی ہے۔ جواب آئے گا صرف اللہ تعالیٰ واحد و قہار کی شاہی ہے اور وہی تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے اس کی بادشاہی کو حشم و سپاہ کی ضرورت نہیں۔ دنیا کے بادشاہ ملک و مال اور نعمت اور سواریوں اور پیدل چلنے والی رعیت اور درگاہ پر فخر کرتے تھے اور ملک الٰہی کو ان میں کسی شے کی حاجت نہیں اس لیے کہ وہ بے نیاز ہے وہ تمام رسوم ظاہری کو آگ میں ڈالتا ہے اور جملہ عالم کو ایک آن میں ہوا پر اُڑا سکتا ہے اور تمام آسمانوں پر قہر و جلال کی تلوار چلا سکتا ہے اُس وقت اعلان ہوگا کہ آج کس کی شاہی ہے لیکن کسے ہمت کہ اس کا جواب دے سکے سوائے اُس بادشاہ حقیقی کے کہ وہ خود فرمائے گا:

لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ

سبق: اے مسکین کہ کل قیامت میں بہت بڑوں کے سر اُس کی درگاہ میں جھک جائیں گے۔ مجھے سمجھ نہیں آیا کہ تو مسکین ہو کر اپنے اعمال آلودۂ اغلاط سے کیوں پاک نہیں ہوتا خود سوچ لے کہ جب اتنی بڑی گردن والوں کا یہ حال ہوگا تو تجھے کہاں پناہ ملے گی۔ اے مسکین اگر تیرے سر پر عذاب نہ ہوگا تو پھر اُس وقت تیری آہ وزاری کیوں۔ اگر تیرے جسم کو آگ نہ جلائے گی تو تیرے سے دھواں کیوں نکل رہا ہوگا۔ اگر کسی کی عمل صالح کے بغیر ہزار سال زندگی بسر ہوئی تو کیا فائدہ۔ اے موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے اور ہارون علیہ السلام کے جوتے کیا کام دیں گے۔ اگر اس کے اوپر فرعون کی تکبر کی چادر تنی ہوئی ہے۔[ف] (یعنی کتنا حشمت و جاہ و جلال ہو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب نہ ہوئی)

فائدہ: یہ بھی جائز ہے کہ لمن الملك الخ کو اُس وقت کے ظاہری حال کی حکایت بنائی جائے کہ وہ وقت ایسا ہوگا کہ تمام اسباب اور ذرائع ختم ہو جائیں گے۔ کیونکہ اگر اسباب نہ ہوتے تو کوئی شک نہ کرتا لیکن حقیقت حال اس پر ناطق ہے۔ بعض نے کہا کہ اس مضمون کا سائل بھی اللہ تعالیٰ خود ہے اور جواب دینے والا بھی وہی ہے لیکن یہ مخلوق کی فنا کے بعد ہوگا اس معنیٰ پر کلام کا ابتدا اللہ تعالیٰ سے ہوگا۔

---

[1] کشف الاسرار

[ف] اضافہ اُویسی غفرلہٗ

لطیفہ: یہاں پر ایک عجیب لطیفہ ہے وہ یہ کہ سورۃ الفاتحہ کا پہلا نصف حصہ مبنی بر ثنائے الٰہی ہے۔ دوسرا مبنی بر دعاء۔ بندہ پر واجب ہے کہ جب دوسرا حصہ دعائیہ ختم کرے تو آمین کہے مثلاً جب کہے ولا الضالین تو اس پر ضروری ہے کہ وہ کہے آمین۔ گویا اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے فرماتا ہے کہ میرا بندہ تو میرا نائب ہے مجھے کہہ دے آمین۔ اے اللہ قبول کر۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو میں کہوں گا لمن الملک الیوم۔ تجھ پر لازم ہے کہ کہو للہ الواحد القہار۔ جب تو قبر میں ہوگا تو میں تیری جانب سے کہوں گا للہ الواحد القہار۔ ایسے ہی قیامت میں بھی میں تیری طرف سے کہوں گا للہ الواحد القہار۔

فائدہ: حضرت ابن عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگر غلط طبائع ایسے نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کبھی لمن الملک الیوم الخ نہ فرماتا اس لیے کہ سب کو یقین ہے کہ حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے ہی اور ملک ہمیشہ اسی کا ہے اور اسی کا رہے گا لیکن غلط طبائع اس سے محجوب ہوئے۔ اور اس کی معرفت سے لاعلم ہے اسی لیے اس کے ملک کو اپنا ملک سمجھ لیا لیکن جب آخرت میں حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی تو مجبوراً انھیں کہنا پڑے گا للہ الواحد القہار۔

فائدہ: واحد وہ ہے جس کے آگے اعداد کا نام و نشان نہ رہے اور قہار وہ ہے کہ وہ سب پر غالب ہو اور ان سب کو اس کی عبودیت کا طوعاً یا کرہاً اقرار ہو۔

تفسیر صوفیانہ: میرے شیخ سیدی سندی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ للہ الواحد القہار میں عجیب ترتیب ہے وہ یوں کہ واحد میں ذاتِ احدیت کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اس کی وحدت کثرت کو دفع کرتی ہے اور قہار میں اشارہ ہے کہ وہ اپنی قہاریت سے ہر شے کو مٹا کر رکھ دیتا ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا وجود نہیں رہنے دیتا۔

فائدہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یوم ھم بارزون کا معنیٰ ہے کہ تمام مخلوق اللہ فانی ہوکر اپنے وجود سے خارج ہونے والے ہیں سوائے وجود باری تعالیٰ کے کسی کا وجود باقی نہ رہے گا اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا لمن الملک الیوم یعنی وجود کا ملک کس کا ہے۔ خود فرمائے گا للہ الواحد القہار اس مقام پر حضرت جنید قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ماسوی اللہ کے کسی کا وجود نہیں۔ جب وجود کا ملک کسی کا نہیں تو پھر داعی بھی وہی ہے اور مجیب بھی خود ہے اسی لیے لمن الملک الیوم کے اعلان پر خود فرمائے گا للہ الواحد القہار اس لیے کہ جب اس نے صفت قہاریت کی تجلی ڈالی تو پھر نہ کوئی داعی رہا نہ

مجیب سوائے اُسی ذات حق کے۔

حضرت جامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ؎

جامی معاد و مبدأ ما وحدت ست و بس
ما در میانہ کثرت موہوم عالمیم

ترجمہ: اے جامی ہمارا معاد و مبدأ وحدت ہے اور بس۔ ہماری درمیانی کثرت موہومی ہے۔

الیوم تجزیٰ کل نفس بما کسبت (آج ہر ایک اپنے کردار پر جزا دیا جائے گا)

تفسیر عالمانہ: یہ یا تو جواب کا تتمہ ہے یا اللہ تعالیٰ سوال و جواب کے بعد کہے گا یعنی اس دن ہر نیک اور بد کو نیکی اور برائی کی جزا اور سزا دیا جائے گا۔ لا ظلم الیوم۔ آج کوئی ظلم نہ ہوگا۔ نہ کسی کا ثواب کم ہوگا نہ ہی کسی برائی میں اضافہ۔ یعنی نہ کسی کا ثواب کم کریں گے اور نہ کسی کا عذاب بڑھائیں گے۔ نہ کسی کے گناہ کی وجہ سے کسی دوسرے کو پکڑیں گے۔ نہ کسی کو نیکی کے بجائے برائی کی سزا دیں گے۔

ان اللہ سریع الحساب۔ بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے یعنی اس کے حساب کی تکمیل میں بہت کم وقت لگے گا۔ کوئی شے بھی اسے حساب لینے میں آڑے نہیں آئے گی۔ یعنی باوجودیکہ اس وقت مخلوق کی کثرت ہوگی لیکن ان سب کے حساب میں بہت کم وقت خرچ آئے گا۔ ہر ایک کو تھوڑے سے وقت میں ان کے استحقاق پر جزا اور سزا مرتب ہو جائے گی۔ اس معنیٰ پر یہ الیوم تجزیٰ کی علت ہوگی کیونکہ یہی دن ہے جس میں سب قبور سے نکل کر ایک دوسرے سے ملیں گے۔ اسی لیے کفار کو اس دن کے وقوع کے لیے بُعد کی تمنا ہوگی۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حساب لیا جائے گا تو اہل جنت بہشت میں ہی قیلولہ کریں گے ایسے ہی دوزخی دوزخ میں۔

فائدہ: قیلولہ یعنی دوپہر کے وقت آرام کرنا۔

سبق: کشف الاسرار میں ہے کہ جسے یقین ہو جائے کہ اس کا حساب ہونا ہے اور ہر نیکی بدی کے متعلق اس سے سوال ہوگا اور برائی پر سزا ملے گی تو اسے چاہیئے کہ شب و روز بے قرار رہے اور ہر وقت نیکی میں مشغول و مستغرق رہے اپنے تمام امور کا محاسبہ کرتا رہے۔ اپنے عیوب پر نگاہ رکھے۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حساب ہونے سے پہلے اپنا حساب بنا لو اور بہت بڑی پیشی کی تیاری کر لو۔

Scanned with CamScanner

حکایت: کسی ایک بزرگ کی رہائش ایک عاریت کے مکان میں تھی انھیں خیال گذرا کہ اسے توڑ پھوڑ دوں، پھر خیال آیا کہ بیگانہ مکان ہے اگر میں نے نقصان کر دیا تو کل اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا ان کے خیال پر ہاتف نے آواز دی کہ جو آج اپنے اعمال کا محاسبہ نہیں کرتا اور برائی کو کچھ نہیں سمجھتا تو کل اللہ تعالیٰ کے سامنے کس منہ سے حاضر ہوگا جو مکان کے گرانے کا خیال کر رہا ہے وہ سوچ لے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کس طرح حساب دے گا۔

حدیث شریف: میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ہی بادشاہ ہوں۔ میں ہی حساب لینے والا ہوں۔ نہ کوئی بہشتی بہشت میں داخل ہو سکے گا اور نہ ہی کوئی دوزخ میں داخل کیا جائے گا جب تک کسی حق دار کا حق ادا نہ کرے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی آیت ان اللہ سریع الحساب تلاوت فرمائی۔

حدیث شریف: قیامت میں سینگ والی بکری سے بے سینگی قصاص لے گی۔

فائدہ: یہ بحیثیت مقابلہ کے ہوگا ورنہ جانور تو غیر مکلف ہیں ؎

در وعدۂ اہل ظلم حالے عجب است

و لرزیدن ظلم را وبالے عجب است

از ظلم پرہیز کہ در روز جزا

رہ ظلم الیوم گوشمالے عجب است

ترجمہ اہل ظلم کے لیے وعدہ میں حال عجیب ہے۔ ظلم کے عمل کا وبال بھی عجیب ہے۔

۲ ظلم سے پرہیز کرو کہ قیامت میں لاظلم الیوم کی گوشمالی بھی عجیب ہے۔

وانذرھم۔ اے حبیب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل مکہ کو ڈرایئے۔ یوم الازفۃ۔ قیامت کے دن سے۔

یہ انذرھم کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ آپ کو ڈرایا جا رہا ہے۔ آزفۃ بروزن فاعلۃ۔ ازف الامر سے ہے۔ از باب علم بمعنی قرب۔ اسی سے قیامت مراد ہے اسی لیے صیغہ مونث لایا گیا ہے اس کی نظیر ازفت الآزفۃ ہے یعنی قیامت قریب ہو گئی اور قیامت کو اس نام سے موسوم کرنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ وقوع کے لحاظ سے وہ قریب ہے اس لیے ہر آنے والی شے قریب ہی ہوتی ہے۔ اگرچہ اس سے ناامید ہونے والا کتنا ہی دور سمجھے۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور قیامت دو دو انگلیوں کے (اشارہ کر کے) کی طرح ہیں بلکہ ممکن ہے کہ وہ مجھ سے سبقت کر جائے۔

Scanned with CamScanner

فائدہ: جن انگلیوں سے اشارہ فرمایا وہ سبابہ اور وسطیٰ (درمیانی انگلی) تھی۔ اس میں اشارہ تھا کہ دنیا کا کافی وقت گزر چکا ہے باقی اتنا ہے جتنا سبابہ سے درمیانی انگلی کا بقایا ہے۔ قرب زمانی کو قرب مساحت سے تشبیہ دی گئی ہے تاکہ اس کے بہت زیادہ قریب ہونے کا مفہوم ذہن میں اترے ازوف میں بھی تنگی وقت کی طرف اشارہ ہے اسی لیے قیامت کو ساعت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اتی امر اللہ میں اسی طرف اشارہ ہے اسی لیے اسے صیغہ ماضی سے لایا گیا ہے تاکہ اس کے قرب اور تنگی وقت پر تنبیہ ہو۔[1]

فائدہ: بعض نے اس کا معنی کیا ہے انذرھم یوم الخطۃ الآزفۃ۔ اس کے وقت سے ڈرائیے۔ یہ وہ وقت ہے جب جہنمی دوزخ میں داخل ہونے کے لیے متوجہ ہوں گے الخطۃ بمعنی الامر والقصہ۔ اس کا اکثر استعمال ان عظیم امور کے لیے ہوتا ہے جو اس لائق ہوں کہ انھیں لکھا جائے بوجہ ان کے عجیب و غریب ہونے کے۔[2]

اذ القلوب لدی الحناجر۔ حنجرہ کی جمع ہے بمعنی حلقوم (گلا) یہ جملہ یوم الآزفۃ سے بدل ہے یعنی اس دل کی سخت گھبراہٹ کی وجہ سے قلوب اپنی جگہوں سے اٹھ کر حلقوم سے چپاں ہو جائے گی کہ پھر واپس نہ لوٹ سکیں گی کہ جس سے آرام پائیں یا سانس نکال سکیں اور نہ ہی باہر نکلنے کی کہ موت آئے تو جان چھوٹے۔ بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خوف سے رگ پھول جائے گی اور دل حلقوم کو چمٹ جائے گی

کاظمین، یہ اصحاب القلوب سے حال ہے اس معنی پر کہ یہ دراصل اذ قلوبہم لدی حناجرھم (اس لیے کہ ان کے دل ان کے حلقوموں کے نزدیک ہوں گے) تھا۔ کیونکہ تعریف لامی تعریف اضافی سے بدل ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں کظم غیظہ بمعنی رد غضبہ الخ یعنی اس نے اپنے غصہ کو لوٹایا اور صبر کر کے اپنے اندر روکا اور اس کا اثر ظاہر نہ ہونے دیا۔ اب معنی یہ ہوا کہ غم و حزن پر غصہ پیتے ہیں اور باوجودیکہ غم اور حزن سے پر ہوتے ہیں لیکن خاموشی اختیار کرتے ہیں یعنی حزن و خوف پر بولنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی اپنا مافی الضمیر ظاہر کر سکتے ہیں بوجہ شدت کربت اور غلبہ غم کے۔

فائدہ: اذ القلوب لدی الحناجر ان کے شدید خوف کی اور کاظمین کلام نہ کر سکنے کی تقریر ہے کیونکہ پریشان حال اگر بولنے اور شکوہ ظاہر کرنے پر قادر ہو تو اسے ایک قسم کی خفت اور سکون

---

[1] المفردات ۱۲

[2] حواشی سعدی المفتی۔

Scanned with CamScanner

مل جاتا ہے ورنہ اس کا اضطراب بڑھ جاتا ہے اور غم و حزن کی کیفیت میں اشتداد ہو جاتا ہے۔

ما للظالمین۔ کافروں کا کوئی نہ ہوگا۔ من حمیم۔ کوئی مشفق قریبی کہ اس پر شفقت اور مہربانی کرکے ان سے عذاب دفع کرسکے۔

ولا شفیع یطاع اور نہ کوئی سفارشی کہ جس کی سفارش قبول کی جاسکے۔ اس معنیٰ پر شفاعت و طاعت دونوں کی بیک وقت نفی ہوگی اگر یطاع مجازاً معنیٰ یجاب ہو اب معنیٰ یہ ہوگا کہ اس کا کوئی ایسا سفارشی نہ ہوگا کہ جس کی شفاعت قبول ہو اس لیے کہ مطیع مطاع سے مرتبہ میں بہت کم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں کہ جس کی ہر وقت اطاعت کرے۔

مسئلہ، کفار کے لیے کسی طرح کی بھی شفاعت قبول نہ ہوگی۔ اس لیے کہ ان کی مذمت کی گئی ہے۔

نکتہ: کافرین کے بجائے ظالمین کہتے ہیں۔ وہ نکتہ یہ ہے کہ کافرین کے علاوہ اور لوگ بھی اس میں داخل ہو سکتے ہیں کیونکہ ظالمین کا لفظ عام ہے لیکن یہاں صرف کفار مراد ہیں تاکہ ثابت ہو کہ ان سے بڑھ کر اور کوئی ظالم نہیں اور ان کے ظلم پر شہرت ہو اور یقین کیا جائے کہ یہی ہیں کہ نہ ان کا کوئی مشفق و مہربان ہوگا اور نہ ہی کوئی سفارشی۔

ردِّ وہابیہ: اس سے ثابت ہوا کہ گناہ گار مسلمانوں کے لیے مشفق و مہربان بھی ہوں گے اور ایسے سفارشی بھی جو ان کے لیے شفاعت کریں گے اور وہ ہیں نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جملہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء مقربین و ملائکہ اجمعین۔

یعلم۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ خائنۃ الاعین۔ ان آنکھوں کو جو خیانت کرتی ہیں یہاں پر خیانت کا اسناد اعین کی طرف مجازاً ہے اس لیے کہ حقیقت میں دیکھنے والے سے ہوتی ہے یا خائنۃ اسم فاعل بمعنی مصدر ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے۔

اندرونی طور عہد توڑ کر حق کی مخالفت کرنے کا نام خیانت ہے۔ اس کی نقیض امانت ہے۔

فائدہ: یہاں پر آنکھ چرا کر غیر محرم عورتوں کا دیکھنا مراد ہے جیسے عموماً غلط نگاہ والوں کا کام ہے کہ دوسری بار دیکھنے سے گناہ لکھا جاتا ہے۔

حدیث شریف: اے ابن آدم پہلا دیکھنا (غیر محرم کو) تجھے معاف ہے اس لیے کہ اچانک ہوا ہے لیکن دوسری بار دیکھے گا تو تجھ پر گناہ ہوگا کیونکہ وہ قصداً ہے اور یہ بھی آنکھ کے زنا سے ہے۔ مثنوی شریف میں ہے ؎

Scanned with CamScanner

گر زنانے چشم حظے می بری
نے کباب از پہلوئے خود می خوری

ترجمہ: اگر آنکھ کے زناسے حظ لے رہے ہو تو یوں سمجھو کہ اپنے جسم کے کباب کھا رہے ہو۔

اس لیے کہ بری نگاہ سے دیکھنا زہریلا تیر ہے اور یہ تیر ابلیس کا ہی ہے۔ یاد رکھئے کہ بری نگاہ دل میں شہوت کا بیج بوتی ہے اور انسان کے لیے یہی فتنہ کافی ہے۔

حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

چشم نظر آنچہ حلال است یا غمز کردن بمصایب مردم یعنی نگاہ

وہ بری ہے جو عیوب مردمان پر ہو ے

دو چشم از پے صنع باری نکوست
ز عیب برادر فروگیر و دوست

ترجمہ: دو آنکھیں اللہ تعالیٰ کی صنعت کے لیے ہیں۔ بھائی اور دوست کے عیب سے آنکھ کو بند رکھ۔

یا کذب رویت و عدم رویت میں یعنی رویت کا جھوٹا ہو کر دعویٰ کرتا ہے اور پھر اس کا انکار بھی کرتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یہاں پر خیانت سے یہ مراد ہے کہ محب ہو کر ماسوی محبوب کے دوسروں کو اچھی نگاہ سے دیکھتا ہے بلکہ غیر محبوب کی طرف دیکھتا ہے۔ اس معنی پر کہا گیا ہے ے

فعینی اذا استحسنت غیرکم
امرت الا موع بتا دیبہا

ترجمہ: میری آنکھ جب تمہارے غیر کو اچھا سمجھتی ہے تو میں اسے سزا کے طور پر آنسو بہانے کا حکم کرتا ہوں۔

حکایت: ایک شخص کسی دکان سے گزرتا اس پر ایک بندھنا لٹکتا ہوا دیکھا۔ اسے اچھا لگا۔ جب وہ دکان سے دور گیا تو وہ بندھنا غائب ہو گیا۔ دکاندار اس کے پیچھے ہو لیا اور واویلا کیا کہ اس نے میرا بندھنا چرایا ہے۔ چنانچہ اس کی تلاشی لی گئی تو اس کی کمر میں بندھا ہوا تھا۔ یہ اسے اللہ تعالیٰ سے اس لیے سزا ہوئی کہ اس نے بندھنے سے کیوں دل لگایا۔ اسی لیے اسے چوری کی تہمت سے سزا دی گئی۔

فائدہ: حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ خیانت العین یہی ہے کہ محارم سے آنکھ کو نہ بچائے بلکہ اسے خواہشات و شہوات کی طرف لگا دے۔ حضرت ابو بکر وراق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آنکھ کو جانتا ہے جو ارادۂ شہوت سے دیکھتی ہے۔ حضرت ابو جعفر نیشاپوری

Scanned with CamScanner

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عارف کا زنا یہ ہے کہ وہ شہوت سے کسی شے کو دیکھے اور حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عشاق کی آنکھ کی خیانت یہ ہے کہ وہ مناجات کے وقت نیند کرے جیسا کہ زبور شریف میں ہے وہ محبت میں جھوٹا ہے کہ تو محبت کا مدعی ہو کر رات کو نیند میں گزارتا ہے۔

ع من نام عینا نام عنه وصالنا

ترجمہ: جو آنکھ کو نیند میں لگا دیتا ہے وہ ہمارے وصال سے محروم ہے۔

ے
خواب را با دیدۂ عاشق چہ کار
چشم او چوں شمع باشد اشکبار
چشم ہائے عاشقاں را خواب نیست
یک نفس آں چشم ہا بے آب نیست

ترجمہ: نیند کو عاشقوں سے کیا کام۔ عاشق کی آنکھ تو شمع کی طرح آنسو بہاتی ہے۔
۲: عشاق کی آنکھ کو نیند نہیں۔ ایک گھڑی بھی عاشق کی آنکھ آنسو کے بغیر نہیں گزارتی۔

تفسیر عالمانہ: وما تخفی الصدور۔ اور وہ جو سینے کے اسرار و رموز کو چھپاتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ وہ برے اسرار ہیں یا اچھے۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو قلوب کے افعال معلوم ہیں ایسے ہی اس سے افعال جوارح بھی مخفی نہیں اس لیے کہ ان میں سب سے زیادہ پوشیدہ افعال صدور کی خیانت ہے جب اسے یہ معلوم ہیں تو باقی کیا۔

مسئلہ: حاکم وقت کو جب ایسی خیانت کا یقین ہو جائے تو مجرم کو سزا دے کیونکہ ایسے افعال جرائم میں سخت اور قوی تر ہیں۔

فائدہ: یعلم خائنۃ الاعین الخ امر انذار کے لیے بمنزلہ تعلیل کے ہے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نفوس کی تمناؤں اور قلوب کی دلچسپ باتوں اور ارواح کی مرغوبات کو جانتا ہے اور سالک سلوک میں لٹکا رہتا ہے جب تک ان امور سے فراغت نہ پائے۔

فائدہ: بعض مشائخ نے فرمایا کہ صدور کی خیانت یہ ہے کہ مقام قبض[1] میں آئے کیونکہ جو قبض میں مبتلا ہو اس پر احکام حقیقت کا اجراء نہیں ہوتا اس کے بعد ہی اس پر عالم بسط کے حقائق منکشف ہوتے

---

[1] قبض صوفیاء کا ایک اصطلاحی لفظ ہے ۱۲۔

ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ خیانت العیون اور اسرار صدور کو جانتا ہے بلکہ اس پر تو کوئی شے پوشیدہ نہیں۔

فائدہ: آنکھ قلوب کے ابواب میں سے ایک دروازہ ہے یہی وجہ ہے کہ جو کچھ آنکھ دیتی ہے اس سے قلب کو راحت پہنچتی ہے۔ اسے پہلے نفس کو علم ہوتا ہے۔ پھر قلب کو حظ نصیب ہوتا ہے اس لیے کہ دل کا آنکھ میں ایک دروازہ ہے جس پر نفس کے خیالات جاری ہوتے ہیں۔ اس دروازے کے نیچے قلب پر اثرات پہنچتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنکھ کی خیانت کے امور مافی الصدور سے متعلق ہیں۔

نسخہ روحانی: جب عارف باللہ نفس کی حرکتوں سے باخبر ہوتا ہے تو اسے طویل ریاضت میں ڈال کر مجاہدات کثیرہ سے صاف کرتا ہے اور زنا، خوف و آداب شریعت سے اسے قابو کرتا ہے تو حظوظ نفسانیہ سے صاف اور پاک ہو جاتا ہے لیکن جبلی شہوات اس کے اندر دبے میں باقی رہتی ہیں جو ہر لحظہ طالب حظوظ میں سر اٹھاتی رہتی ہیں۔ مجاہدات و ریاضات کے خطرات اتنا پوشیدہ ہوتے ہیں کہ عقل و روح ان سے بے خبر ہوتی ہیں۔ جب بھی انھیں وقت مل جاتا ہے تو وہ آنکھ کی طرف دوڑ پڑتی ہیں جو اپنی مراد و مقصد کو دیکھ کر محارم سے لذت حاصل کرتی ہیں۔ یہ اتنا جلدی ہوتا ہے کہ گویا آنکھ کو اس کا علم تک نہیں۔ اسے اصطلاح تصوف میں نظر مخفی اور شہوت خفی کہا جاتا ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے آیت میں فرمایا ہے اس سے آپ نے پناہ مانگی ہے چنانچہ فرمایا اعوذ بک من شہوۃ خفیہ (میں تجھ سے شہوت خفیہ سے پناہ مانگتا ہوں)

روحانی نکتہ: عاشق روح جمال ازل کے مشاہدے جب سے محجوب ہوا ہے تو وہ ہر وقت اس کے وصال اور دیدار میں تڑپ رہا ہے اور تاک میں رہتا ہے کہ کسی طرح وہ جھلک نصیب ہو لیکن دیدار حق کہاں اور نہ اس کے امکان میں ہے کہ اسے آسانی سے حاصل کر سکے اسی لیے وہ اسے صورت انسانیہ میں ڈھونڈتا ہے کیونکہ اس میں آثار روحانیہ نہیں اس کا منظر عقل میں اور عقل کا منظر قلب میں اور قلب کا منظر نفس میں اور نفس کا منظر صورت دیکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنکھ کو ہر حسین شے بھلی لگتی ہے صرف اسی امید پر کہ شاید شواہد حق منکشف ہو جائیں اسی لیے نفس اس کے ساتھ ہو جاتا ہے اس سے شہوانی نگاہ فائدہ اٹھا لیتی ہے لیکن یہ نگاہ شرعاً اور طریقت و حقیقت میں ناپسند ہے یعنی وہ حسن و جمال کہ جس سے نفسانی شہوات کو سہارا ملے انھیں دیکھنا ناجائز ہے۔

فائدہ: مذکورہ بالا سے روح کے حق کو وسائط سے دیکھنا بھی خیانت ہے (اسی لیے اہل عشق مجازی کو موصل الی الحق سمجھنے والوں کا رد ہے)

نسخہ روحانی: سالک پر لازم ہے کہ ہجر کے کڑوے گھونٹ پی کر صبر کرے ایک ایسا وقت بھی

نصیب ہوگا کہ بلا واسطہ جمال حق کا نقاب ہٹ جائے گا جس سے سیر ہو کر دیدار سے سرشار ہوگا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؂

طفل یک روزہ ہوشش نہ برد
کہ در صنع دیدن چہ بالغ چہ خرد
محقق ہمی بیند اندر ابل
کہ در خوبرویان چین و چگل

ترجمہ یکروزہ بچے یعنی چھوٹے بچے نے اس کا ہوش کیوں نہ اڑایا جبکہ اللہ تعالیٰ کی مصنوعات
میں چھوٹے بڑے برابر ہیں۔
۲ ؎ اہل حق اونٹ میں وہی دیکھتے ہیں جو انھیں چین و چگل کے حسینوں میں نظر آتا ہے۔
اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے کہ وہ ہمیں حق کے جلوے دیکھنے کی توفیق بخشے ۱ مآمین!

تفسیر عالمانہ: واللہ یقضی۔ اور اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا۔ بالحق۔ ہر نیک و بد میں صدق
وعدل کے ساتھ۔ کیونکہ وہی علی الاطلاق مالک و حاکم ہے۔ جس کا مکلف مستحق ہوگا۔
اس کے مطابق ہی حق وعدل کا فیصلہ فرمائے گا۔ ان میں مکلف کو سخت خوف دلایا گیا ہے۔
والذین یدعون من دونہ وھم۔ اور وہ جو عبادت کرتے ہیں۔ یَعْبُدُوْنَ ؎
الاصنام۔ یعنی من دون اللہ سے مراد بت ہیں اس کا ترجمہ فارسی میں لکھا کہ و انانکہ می
پرستند مشرکاں بدوں خدا) اور وہ مشرک جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی پرستش (پوجا) کرتے ہیں۔ ؎
اس سے وہابیہ کا رد ہے کہ ایسی آیات کو اہل اسلام پر چسپاں کرتے ہیں اور من دون اللہ۔
اولیاء اور انبیاء علیہم السلام مراد لیتے ہیں حالانکہ اس سے بت مراد ہیں۔ ہم اہل اسلام کو اس حرکت سے
خوشی ہے کہ ہمارے دور میں ہی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ظاہر ہوا جس کی آپ
نے سینکڑوں سال پہلے خبر دی کہ دعا سے یہاں پکارنا مراد نہیں بلکہ عبادت مراد ہے۔
الحمد للہ ہم اہل سنت انبیاء و اولیاء کرام کو معظم و مکرم بندگان خدا مان کر ان کو بارگاہ خدا کا وسیلہ بناتے
ہیں۔ اگر ان کو پکار کر عرض کرتے ہیں تو ہمارا یہ مسئلہ مراد ہوتا ہے ۱۲
لا یقضون بشیء۔ کسی قسم کا فیصلہ نہ کرسکیں گے کیونکہ اگر پتھر ہیں تو بھی۔ اگر حیوان ہوں گے تو بھی اس لیے کہ

؎ روح البیان ص ۱۴۳ ج ۸

؎ ۔ ایضاً

Scanned with CamScanner

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِن
قَبْلِهِمْ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ
بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ ○ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَت
تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ
الْعِقَابِ ○ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ○ إِلَىٰ
فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سَاحِرٌ كَذَّابٌ ○ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْحَقِّ
مِنْ عِندِنَا قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ
وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ○ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ
مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُ إِنِّي أَخَافُ أَن يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَن يُظْهِرَ فِي
الْأَرْضِ الْفَسَادَ ○ وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُم مِّن كُلِّ
مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ○

ترجمہ: تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے کیسا انجام ہوا ان سے اگلوں کا ان کی قوت اور زمین میں جو نشانیاں چھوڑ گئے ان سے زائد تو اللہ نے انہیں ان کے گناہوں پر پکڑا اور ان سے ان کا کوئی بچانے والا نہ ہوا یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیاں لے کر آئے پھر وہ کفر کرتے تو اللہ نے انہیں پکڑا بے شک اللہ زبردست سخت عذاب والا ہے اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور روشن سند کے ساتھ بھیجا فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف تو وہ بولے جادوگر ہے بڑا جھوٹا پھر جب وہ ان پر ہمارے پاس سے حق لایا بولے جو اس پر ایمان لائے ان کے بیٹے قتل کرو اور عورتیں زندہ رکھو اور کافروں کا داؤں نہیں مگر بھٹکتا پھرتا اور فرعون بولا مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کروں اور وہ اپنے رب کو پکارے میں ڈرتا ہوں کہیں وہ تمہارا دین بدل دے یا زمین میں فساد چمکائے اور موسیٰ نے کہا میں تمہارے اور اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں ہر متکبر سے کہ حساب کے دن پر یقین نہیں لاتا۔

Scanned with CamScanner

بقیہ صت ۱۶۰ کا

انہیں کسی قسم کی قدرت نہیں اور مخلوق و مملوک خدا ہیں تو مخلوق و مملوک کو حکمرانی اور فرمانروائی کیسی۔

فائدہ: الارشاد میں ہے کہ اس میں بت کے پجاریوں سے تہکم ہے کہ تمہارے بت پتھر ہیں اور پتھروں کے لیے فیصلہ کی صفت کیسی۔

ان اللہ ھو السمیع البصیر (بیشک وہ سمیع بصیر ہے) یہ علم الٰہی کی تقریر ہے کہ وہ واقعی خیانتی آنکھوں کو جانتا ہے اور اس کا قیامت کا فیصلہ حق ہے کیونکہ جو ذات کسی کی ہر بات سنے اور اس کا ہر کام دیکھے تو وہ جو فیصلہ کرے گا حق ہی ہوگا۔ اس میں افعال و اقوال پر وعید اور بت پرستی پر ان کے بتوں پر تعریض ہے کہ جب وہ بت ان دونوں صفات (سمع و بصر) سے محروم ہیں تو پھر وہ معبود کیسے۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل بُعد کو ہجر کی سزا اور اہل محبت کو وصال کی جزا بخشے گا اور سالکین کو ازل سے قدر و قضا میں لکھے ہوئے تعلقات سے نکالتا ہے۔ اگرچہ ان کے ایمان و اعمال صالحہ کو ذریعہ بنا کر کیونکہ اللہ تعالیٰ حاجات کے سوال ازل سے سن چکا ہے حالانکہ وہ ابھی معدوم تھے۔ اور ازل سے ہی گنہ گاروں اور نفوس اور نیکوکاروں کے قلوب کی آہ و بکا سن چکا اور ان کی حاجات کو ازل سے دیکھ چکا۔

تفسیر عالمانہ: اولم یسیروا فی الارض۔

ربط: کفار کو آخرت کے سخت عذاب کا ڈر سنانے کے بعد اب دنیا کے عذاب سے ڈرانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ کیا زمین کی سیر نہیں کرتے یعنی تجارت کے لیے مشرکین مکہ شام و یمن کی طرف جاتے ہیں۔

فینظروا۔ تو دیکھیں۔ مجزوم ہے کہ اس کا عطف یسیروا ہے یا منصوب ہے اس لیے کہ استفہام کا جواب ہے۔ کیف کان عاقبۃ الذین کانوا من قبلھم۔ ان لوگوں کا انجام جو ان سے پہلے تھے۔ یعنی ان سے پہلی وہ قومیں جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی جیسے عاد و ثمود اور ان جیسے دیگر کیونکہ ان کے علاقے کفار مکہ کا گزرگاہ تھے۔ کانوا ھم اشد منھم قوۃ۔ وہ ان سے زیادہ قوت والے تھے۔ یعنی تصرفات میں ان کو بہت زیادہ قوت و طاقت حاصل تھی۔

سوال: ھم ضمیر فاصلہ یہاں کیوں ہے حالانکہ یہ تو دو اسم معرفوں کے درمیان آیا کرتی ہے۔

Scanned with CamScanner

جواب: افعل التفضیل جو من سے مستعمل ہوتا ہے وہ اسم معرفہ کے مشابہ ہو جاتا ہے کہ جس طرح اس پر لام کا داخلہ ممتنع ہے۔ ایسے ہی اس پر اسی لیے اس میں ضمیر فاسدہ کا آنا بے جا نہیں۔

واثارا فی الارض۔ اور زمین کے نشانات۔ جیسے ان کے مضبوط قلعے اور پختہ دیواروں و عمارتوں والے شہر فاخذھم اللہ بذنوبھم۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی شامت سے ان کی گرفت فرمائی۔ یعنی ان کے کفر و تکذیب کے سبب سے ان کی گرفت کی اور انھیں تباہ و برباد کر ڈالا۔

وما کان لھم من اللہ۔ اور نہ تھا انھیں عذاب الٰہی سے۔ من واق۔ کوئی بچانے والا۔ جو انہیں عذاب سے بچا کر محفوظ کر لیتا۔ ذلك۔ وہ جو ان کی گرفت مذکور ہوئی۔ بانھم۔ اس سبب سے ہوئی کہ بیشک وہ ایسے تھے کہ کانت تاتیھم رسلھم بالبینات۔ جب ان کے ہاں رسل کرام علیہم السلام۔ معجزات۔ باظاہری احکام لاتے۔ فکفروا۔ تو وہ انکار کرتے اور پیغمبران عظام علیہم السلام کی تکذیب کرتے۔ فاخذھم اللہ۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت فرمائی بہت تیزی سے۔

انہ قوی۔ کیونکہ وہ جسے تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے تو وہ اس پر بہت بڑی قوت و طاقت رکھتا ہے شدید العقاب۔ مشرکین کو سخت عذاب میں مبتلا کرتا ہے کہ ان کے عذاب کا کوئی بھی سامنا نہیں کر سکتا اور یہ اہل مکہ ان کے ٹھکنے کی جگہوں اور ان کی تباہی کے نشانات کو آنکھوں سے دیکھ رہے تھے تو پھر یہ کیوں۔ اس سے بے خوف و خطر ہیں کہ ان پر عذاب نازل ہو جیسے ان پر عذاب نازل ہوا۔

تفسیر صوفیانہ: سعادت مند لوگ نعمتِ وجود پر شکر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی نعمتِ ایمان میں اضافہ فرماتا ہے۔ پھر وہ نعمتِ ایمان پر شکر کرتے ہیں تو اُن کی نعمت ولایت میں اضافہ فرماتا ہے۔ پھر وہ نعمت ولایت پر شکر کرتے ہیں تو انہیں دنیا میں نعمت قرب و معرفت میں بڑھاتا ہے اور آخرت میں نعمت جوار میں اضافہ فرمائے گا اور اہل شقاوت جب نعمتِ وجود میں ناشکر کرتے ہیں تو انہیں کفر و بُعد و فراق اور دنیا میں لعنت اور اپنے سے دُور رہنے کے عذاب میں مبتلا کرتا ہے اور آخرت میں نارِ جہنم اور قسم و قسم کے عذاب میں مبتلا فرمائے گا اور ذلك بانھم الخ میں اشارہ ہے کہ اگر بعض سالکین اور طالبانِ خدا مقصد تک نہ پہنچ سکیں۔

گستاخِ اَولیاء کی سزا: یہاں معلوم ہونا چاہیے کہ حجاب و حرمان اپنے شیخ یا کسی ولی کامل پر اعتراض کی وجہ سے ہوتا ہے اس کا تدارک توبہ سے ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے رجوع سے ہوتا ہے کیونکہ مشائخ کرام کہ وہ مریدین کے لیے بمنزلہ انبیاء علیہم السلام کے ہوتے ہیں۔

حدیث شریف میں ارشاد ہے:

Scanned with CamScanner

الشیخ فی قومہ کالنبی فی اُمتہ

ترجمہ:- شیخ اپنی قوم میں ایسے ہے جیسے نبی اپنی اُمت میں

مثنوی شریف میں ہے ؎

گفت پیغمبر کہ شیخے رفتہ پیش
چوں نبی باشد میان قوم خویش

ترجمہ: فرمایا پیغمبر علیہ السلام نے کہ شیخ اپنی قوم میں ایسے ہے جیسے نبی اپنی اُمت میں۔
وہ اولیاء اللہ کے دشمنوں پر بدلہ لینے پر بڑی قوت والا ہے ایسے ہی دشمنانِ اولیاء سے سخت عذاب دے کر بدلہ لیتا ہے۔

فائدہ: شرح الاسماء اللزورقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے کہ قوی وہ ہے کہ ذات وصفات وافعال میں کبھی عجز لاحق نہ ہو تو اسے نقصان نہ پہنچے نہ تکلیف نہ دکھ اور نہ کوئی تصور کسی امر کو توڑنے یا کسی کام کو مضبوط کرنے میں اسے کوئی کمی نہیں آتی جسے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ قوی ہے تو وہ کبھی اپنی قوت وطاقت پر بھروسہ نہیں کرے گا۔

خاصیت قوی: اس اسم کی خاصیت یہ ہے کہ وہ وجود کو قوت بخشتا ہے کتنا ہی بہت ضعیف یا کتنا ہی جسم کمزور ہو اس کا وظیفہ کرے گا تو اسے خوب قوت اور جسمانیت میں برکت ہوگی کوئی مظلوم اگر ظالم کو تباہ وبرباد کرنے کے ارادہ پر ایک ہزار دفعہ پڑھے تو اس کے لیے یہی اسم مبارک کفایت کرے گا۔

تفسیر عالمانہ: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا۔ اور بیشک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو آیات دے کر بھیجا۔ یہاں آیات سے مراد معجزات نو ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئے۔ وسلطان مبین۔ اور ظاہری دلیل یعنی حجۃ قاہرہ ظاہرہ جیسے عصا۔

سوال: سلطٰن مبین کو علیحدہ ذکر کرنے کا کیا فائدہ جبکہ وہ آیات میں مندرج ہے۔

جواب: اس کی شان کی عظمت وبزرگی کے اظہار کے لیے یہ عطف الخاص علی العام کے قبیل سے ہے۔ الی فرعون کی طرف جو کہ عمالقہ مصر کا سرغنہ اور ربوبیت کا دعویٰ کرتا تھا۔ وھامان۔ اور ہامان جو فرعون کا وزیر تھا۔ ان دونوں کی تخصیص کے لیے فرمائی کہ یہ دونوں کثرت جان ومال اور خزائن کی وجہ سے گویا وہ بادشاہ تھے۔

فائدہ: قارون کے ہاں فرعون کے بعد حکم لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے۔ اس کا ذکر اس لیے نہیں ہوا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا۔ بنی اسرائیل کی طرف ایمان لایا تھا اور تورات کا حافظ تھا

Scanned with CamScanner

پھر دولت کی وجہ سے بگڑ گیا اور سامری کی طرح منافق تھا۔ پھر وہاں فرعونوں کے ساتھ مل گیا اور کفر کے گڑھے میں گر کر تباہ و برباد ہو گیا۔

انتباہ: ہمارے اس مضمون کو یاد کر لے دیگر ان مضامین کا قصہ ختم کر دے جو دیگر اہل تفاسیر نے لایعنی باتیں لکھی ہیں۔

فقلوا۔ تو معجزات بالخصوص عصا کے بارے میں کہا۔ ساحر یہ تو جادو ہے کہ عادت کے خلاف باتیں سرزد کر رہا ہے اور جو رب العالمین کی طرف سے رسالت کا دعویٰ کرتا تھا اسے کہتے کذاب "جھوٹا ہے یعنی کہتا ہے کہ خدا ایک ہے جس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ غلط کہتا ہے کذاب وہ ہے جسے بار بار جھوٹ بولنے کی عادت ہو اور انھیں سحار اس لیے نہ کہا کہ ان کا گمان تھا کہ ان سے بڑھ کر کوئی جادوگر نہیں ہے۔ چنانچہ کہا یاتوا بکل سحار علیم۔ تیرے پاں بہت بڑا جادوگر اور بڑے علم والا لائیں گے۔

فائدہ: اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی ہے کہ آپ کے زمانہ کے قریب قریش سے بڑھ کر سخت گرفت والا فرعون گزرا ہے اس کا کیا انجام ہوا۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ و لقد ارسلنا الخ میں اشارہ ہے کہ رذیل ترین مخلوق میں افضل ترین بندے رسول بنا کر بھیجتا ہے۔ یہ اس کا عظیم احسان ہے اور یہ بھی اس کا کرم ہے کہ خسیس ترین انسانوں میں مخصوص ترین محبوبوں کو اسی لیے بھیجتا ہے کہ وہ اس کے فضل پر سے ان کی اصلاح کر کے اس کی بارگاہ تک پہنچنے کی دعوت دے۔ پھر انسان اپنی خباثت طبع اور بلادت عقل کی وجہ سے اس کا مقابلہ کرتا ہے۔ الٹا اسے جادوگری کی تہمت لگاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے اظہار اور لطف و کرم کی وجہ سے اسے عذاب میں مبتلا کرنے میں جلدی نہیں فرماتا بلکہ اسے اس وقت تک مہلت دیتا ہے کہ اس کی شقاوت مکمل طور پر ظاہر ہو جائے۔ پھر اسے اپنی صفت قہر کا مظہر بناتا ہے اور اپنے بھیجے ہوئے بندے کو موسیٰ علیہ السلام کی طرح اپنی صفت لطف و کرم کا مظہر بنایا ہے ؎

نردبان خلق این ما و منیست
عاقبت زین نردبان افتادنیست
ہر کہ سرکش بود او مقہور شد
ہر کہ خالی بود او منصور شد

ترجمہ: مخلوق کی سیڑھی ہم تم ہیں بالآخر اس سیڑھی سے گرنا ہی ہے۔

۲: جو سرکش ہوتا ہے وہ قہر کی لپیٹ میں آجاتا ہے جو اس سے خالی ہوتا ہے اسے نصرت الٰہی نصیب

Scanned with CamScanner

ہوتی ہے۔

تفسیر عالمانہ۔ فلما جاءھم بالحق من عندنا۔ تو جب وہ ہماری طرف سے حق لے کر آئے اس سے وہ معجزات مراد ہیں جو موسیٰ علیہ السلام سے ظاہر ہوئے۔ قالوا۔ اپنی شقاوت کی تکمیل کرتے ہوئے کہا اقتلوا ابناء الذین آمنوا۔ ان کے بچوں کو قتل کردو جو اس کے ساتھ ایمان لائے یعنی ایمان میں ان کے تابع ہوئے۔ اس کا قائل فرعون ہے اور اس کے خصوصی مشیر یا صرف فرعون ہے کیونکہ وہ بمنزلہ بڑی جماعت کے تھا۔ چنانچہ خود کہا سنقتل ابناءھم ہم ان کے بچوں کو قتل کریں گے اور اُن کی بیٹیوں کو زندہ چھوڑیں گے۔ واستحیوا نساءھم اور اُن کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دو انھیں قتل نہ کرو تاکہ ان کی لڑکیاں قبطی عورتوں کی خدمت کرتی رہیں۔ معنیٰ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے کے قتل کی مثال زندہ کردو۔

فائدہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے فرعون کو نجومیوں نے کہا تھا کہ ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو تیری شاہی کے زوال کا سبب بنے گا۔ اس سے وہ بنی اسرائیل کے بچے ایک عرصہ تک قتل کراتا رہا۔ پھر اس خوف سے چھوڑ دیا کہ بنی اسرائیل ختم ہو گئے تو قبطیوں کی خدمت کون کرے گا اور اتنا بڑے اُمور قبطیوں سے کیسے سرانجام ہو سکیں گے۔ جب موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو فرعون نے آپ کی نبوت کو محسوس کیا تو غیظ و غضب میں آکر دوبارہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا تاکہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام سے بے دل ہو کر ان کا ساتھ چھوڑ دیں کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ جس لڑکے کی نجومیوں نے خبر دی تھی کہ اس سے فرعون کی سلطنت کو زوال ہو گا وہ یہی موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ وما کید الکافرین اور نہیں کافروں کا مکر۔ اس سے فرعون اور اس کی قوم یا ان کے علاوہ دیگر کفار مراد ہیں یعنی انبیاء (اولیاء) اور اہلِ ایمان کے حق میں کافروں کی تدبیریں نہیں ہیں۔ الا فی ضلال۔ مگر گمراہی و بیہودگی اور ضیاع و بطلان میں کیونکہ تدبیریں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں جو تقدیر میں ان کے متعلق لکھا جا چکا ہے وہ ہو کر رہے گا کیونکہ تقدیر کا حتمی فیصلہ ہوتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کے ہلاک کرنے پر اپنا لشکر سوار اور پیدل تیار کیا تاکہ انھیں سخت عذاب میں مبتلا کرے لیکن جسے خدا رکھے اُسے کون مٹا سکتا ہے۔ چنانچہ خود فرمایا کہ وما کید الکافرین الا فی ضلال۔ یعنی کفار کی تدبیریں گمراہی میں ہیں یعنی ان کی گمراہی میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ قانونِ قدرت ہے کہ جو کوئی اس کے کسی ولی کے لیے کنواں کھودتا ہے یعنی ہلاک کرنے کی تدبیر بناتا ہے تو وہ خود کنویں میں گر کر تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

حکایت : شام کے مفتی نے حضرت شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہ کے قتل کا فتویٰ دیا۔ اس کے بعد وہ حوض میں نہانے کے لیے داخل ہوا تو غیب سے ایک ہاتھ نکلا جس نے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ کنوئیں سے مردہ ہو کر نکلا۔

حکایت : ایک نوجوان امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتا تھا اسے ہارون الرشید نے ایک حجرے میں بند کر کے ہر طرف سے راستے بند کر دیئے تاکہ وہ اس میں تڑپ تڑپ کر مر جائے چند دنوں کے بعد اسے نکالا گیا تو وہ ایک بہت بڑے باغ میں ٹہل رہا تھا۔ ہارون الرشید نے اسے اپنے پاس بلا کر پوچھا کہ تجھے کس نے حجرے سے نکالا۔ کہا جس نے مجھے باغ میں پہنچایا۔ پوچھا باغ میں کون لے گیا۔ کہا جس نے مجھے حجرے سے نکالا۔ اس پر ہارون الرشید خاموش ہو گیا پھر رویا اور حکم دیا کہ اسے انعام واکرام سے نوازا جائے اور گھوڑے پر سوار کر کے اعلان کیا جائے کہ یہ وہ شخص ہے کہ جس کی اہانت کا ہارون الرشید نے ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی عزت افزائی فرمائی۔ اسی لیے پھر وہ بھی اس کے اعزاز و اکرام پر مجبور ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ : وقال فرعون۔ فرعون نے اپنی جماعت سے کہا ذرونی۔ مجھے چھوڑ دو موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو عذاب میں مبتلا کرنے سے نہ روکو۔

حل لغات : اہل عرب کہتے ہیں ذرہ۔ اسے چھوڑ دے۔ یذرہ ترکا۔ اسے چھوڑتا ہے۔ اسے وذر یذر وسع یسع کی طرح بھی کہہ سکتے ہیں لیکن اس کی ماضی اور مصدر ایسے نہیں آتا اور نہ ہی اسم فاعل اس طرح مستعمل ہوا ہے (قاموس)

اقتل موسیٰ۔ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرے ملک کی بہتری اسی میں ہے یہ اس وقت کہا جب اس کے مشیروں نے اسے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے سے روکا تھا اور کہا تھا کہ یہ وہ نہیں کہ جس کے متعلق تمہیں نجومیوں نے خبر دی تھی کیونکہ یہ ایک معمولی انسان اور بہت کمزور آدمی ہے وہ کوئی ہو گا جو بڑا جادوگر ہو گا۔ علاوہ ازیں اس کے قتل پر لوگ شبہ میں پڑ جائیں گے کہ تم اس کے مقابلہ سے عاجز تھے اسی لیے حجت تمام کرنے کے بجائے اسے قتل کرا دیا۔ اس سے فرعون لعین کو خیال گزرا کہ یہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے کترا رہے ہیں اور ہے بھی یہی صحیح بات کہ اگر اس کے مشیر آڑے نہ آتے تو وہ موسیٰ علیہ السلام کو شہید کر دیتا اور جس سے وہ روکتا رہا وہ اس سے خطرہ میں رہا کیونکہ اسے یقین تھا کہ موسیٰ علیہ السلام برحق اور سچے نبی ہیں لیکن قتل اس لیے نہیں کرتا تھا کہ اس سے وہ خود ہلاک ہو جائے گا۔

ولیدع ربہ۔ اور چاہیے وہ اپنے رب کو بلائے جس کے متعلق اس کا خیال ہے کہ اس نے اسے رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ وہ اسے میرے قتل سے روک دے۔

اَجوبہ: فرعون بظاہر تو اس طرح موسیٰ علیہ السلام کو چیلنج کرتا لیکن باطن میں خود اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہتا تھا ورنہ اس کے لیے تو موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دینا معمولی بات تھی۔ صرف باتوں پر قوم کو طفل تسلیاں دیتا تھا۔

انی اخاف۔ بیشک مجھے خوف ہے کہ اگر میں اسے قتل نہ کروں۔ ان یبدل دینکم۔ تو وہ تمہارا دین بدل دے گا یعنی جس دین پر تم ہو کہ میری اور بتوں کی پرستش کرتے ہو اس سے ہٹا کر کسی دوسرے دین میں لے جائے گا اور اس دین میں کہ تمہیں میرا قرب نصیب ہے۔ اس سے تم یکسر محروم ہو جاؤ گے۔ او ان یظہر فی الارض الفساد۔ یہ کہ زمین پر فساد برپا کرے گا یعنی اگر وہ تمہارا دین تبدیل بھی نہ کر سکا تو تمہارے ملک میں خانہ جنگی اور فتنہ فساد برپا کر کے تمہارا آرام و قرار چھین لے گا۔

فائدہ: لفظ او دلالت کرتا ہے کہ ان دو باتوں میں ایک ضروری ہوگی۔

اَجوبہ: آیت میں اشارہ ہے کہ فرعون دل کا اتنا اندھا ہو گیا تھا کہ اسے یہ گمان تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بچ کر اپنی قوت و ہمت سے موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کو قتل کر دے گا۔ یہ نہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کی حفاظت فرمائے گا اور خود فرعون اور اس کی قوم کو تباہ و برباد کر دے گا۔ اسے یہ خطرہ تو تھا کہ موسیٰ علیہ السلام دین میں تبدیلی فرمائیں گے یا زمین پر فساد برپا کر دیں گے لیکن اسے یہ خیال نہ آیا کہ وہ خود بھی ہلاک ہو گا اور اس کی قوم بھی اور ان کا دونوں جہانوں میں بیڑا غرق ہو گا۔

وقال موسیٰ۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون لعین کی قتل کی سازش کی باتیں سنیں تو آپ نے اپنی قوم کو فرمایا انی عذت۔ میں نے پناہ لی اور فریاد کی۔ العوذ بمعنی غیر کی پناہ لینا اور اس کے ساتھ متعلق ہونا۔ بربی وربکم اپنے اور تمہارے پروردگار سے۔

نکتہ: اسم رب کی تخصیص صرف اسی لیے ہے کہ یہاں حفاظت و تربیت مراد ہے اور وہ اسم رب سے متعلق ہے اور پھر اس کی اپنے اور قوم کی طرف مضاف کرنے میں آپس کی موافقت کا اظہار فرمایا بلکہ انہیں توکل پر ابھارا کیونکہ کثرت نفوس کی فریاد و زاری اور پناہ و دعا کی قبولیت کے لیے قوی اثر رکھتی ہے۔

نکتہ: ادائے صلوات خمس و جمعات و اعیاد و استسقاء وغیرہ کے اجماع میں بھی یہی نکتہ ہے کہ کثرت نفوس کی الحاح و زاری میں قبولیت کی قوی امید ہو جاتی ہے۔

من کل متکبر۔ ہر سرکش سے یعنی ایمان سے منہ موڑ کر سرکشی کرنے والا۔ فرعون کا نام نہیں لیا بلکہ

Scanned with CamScanner

اس کی ایک صفت کا ذکر فرمایا تاکہ وہ استعاذہ عام ہو کہ ہماری پناہ ہر طرح کے سرکش سے ہے وہ فرعون ہو یا کوئی اور۔ ساتھ ہی اشارہ فرمایا کہ تکبر ایک ایسی گندی بیماری ہے کہ اس سے قساوت قلبی اور جرات علی اللہ جیسی مہلک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں کہ جن سے بندہ اللہ تعالیٰ اور دیگر ضروری امور پر ایمان لانے سے محروم ہو جاتا ہے۔

ازالۂ وہم: یہاں پر امام رازی اور اس کی اتباع میں قاضی بیضاوی رحمہما اللہ تعالیٰ کو تسابل ہوا ہے وہ یہ کہ یہاں فرعون کا نام نہ لے کر موسیٰ علیہ السلام اور اس کی تربیت کو ملحوظ رکھا ہے لیکن یہ اس لیے صحیح نہیں کہ دوسرے اس سے سخت ترین مقامات ہیں جہاں موسیٰ علیہ السلام کا نام لیا بلکہ بالمشافہ گفتگو کی اور اس کا نام لے کر سخت سے سخت الفاظ استعمال فرمائے مثلاً فرمایا انی لاظنك يفرعون مثبورا (بیشک میرا گمان یہ ہے کہ اے فرعون تو تباہ و برباد انسان ہے، اور یہاں تو غائبانہ کہہ رہے ہیں اور سورۂ بنی اسرائیل کی مذکورہ آیت میں بالمشافہ فرمایا اور غائب سے بالمشافہ سخت بات کہنا زیادہ سنگین ہوتی ہے۔

لا یومن بیوم الحساب (وہ یوم حساب پر ایمان نہیں لاتا)۔ یہ ماقبل کی صفت ہے اسے تکبیر کے بعد اس لیے لائے ہیں تاکہ اشارہ ہے کہ جسے تکبیر کا مرض ہو اس کا یہی حال ہو جاتا ہے کہ وہ حق کا بطلان اور خلق خدا کی تحقیر کرتا ہے اسے اس مرض سے نجات مل سکتی ہے جو یقین رکھتا ہو کہ اس سے قیامت میں حساب ہو گا لیکن جسے تکبر کے ساتھ تکذیب کی بیماری بھی ہو تو سب سے بڑھ کر ظالم اور حد درجہ کا سرکش بن جاتا ہے۔ پھر وہ لامحالہ خلق خدا پر بھی ظلم و ستم سے باز نہیں آتا۔ اسی لیے زیادہ لائق ہے کہ اس سے پناہ مانگی جائے۔

امام ابوحنیفہ کے ارشادات حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال ہوا کہ کس گناہ پر سلب ایمان کا زیادہ خطرہ ہے فرمایا وہ تین امور ہیں:۔

۱۔ ایمان پر ترک شکر۔ **۲۔ خوف خاتمہ کا ترک۔**

۳۔ بندگان خدا پر ظلم و ستم

۔ جس میں تینوں صفات پائی جائیں۔ اکثر ایسے ہوتا ہے کہ وہ دنیا سے بے ایمان ہو کر جائے۔ ہاں سعادت ازلی نصیب ہو تو علیحدہ بات ہے۔

حدیث شریف: اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا تابع کر دی ہوا آپ کو قوم سمیت آسمان کے قریب لے گئی جہاں سے سلیمان علیہ السلام ملائکہ کی گفتگو سن

Scanned with CamScanner

رہے تھے۔ ایک فرشتہ اپنے قریبی سے کہہ رہا تھا کہ اگر ذرہ برابر بھی سلیمان علیہ السلام کے دل میں تکبر ہو تو جتنا اُوپر آپ آسمان کی بلندیوں پر پہنچے ہیں۔ اتنا ہی تکبر کی نحوست سے زمین میں دھنس جائیں (لیکن قرآن میں نہ تکبر ہے نہ زمین میں دھنسیں گے۔)

حدیث شریف: انسان کے سر میں دو زنجیریں ہیں۔ ایک کا سرا ساتویں آسمان میں دوسری کا ساتویں زمین میں۔ اگر وہ تواضع کرتا ہے تو اسے وہ زنجیر ساتویں آسمان تک لے جاتی ہے۔ اگر تکبر کرتا ہے تو اسے دوسری زنجیر ساتویں زمین میں دھنسا دیتی ہے۔

تکبر کی مذمت: متکبر جیسا بھی ہو بالآخر ذلیل و خوار ہوتا ہے چنانچہ مشہور ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک سفید موتی پیدا فرمایا اس پر اللہ تعالیٰ نے ہیبت کی نگاہ ڈالی تو وہ پگھل کر پانی ہو گیا۔ اس کے اُوپر ایک جھاگ کا ٹکڑا بلند ہوا جس سے زمین پیدا کی گئی۔ اس نے فخر کیا تو اس کے فخر کرنے کے لیے اس پر پہاڑ بچھا دیئے جو اس کے لیے بمنزلہ میخوں کے ہوئے اس طرح زمین کو تکبر کی سزا ملی پھر پہاڑوں نے فخر کیا تو ان کے فخر ختم کرنے کے لیے لوہا پیدا فرمایا تو لوہے نے تکبر کیا تو اسے آگ سے کمزور کیا۔ آگ نے تکبر کیا تو پانی کو پیدا کر کے پھیلا دیا۔ بادل نے فخر کیا تو ہوا نے اسے منتشر کر دیا ہوا نے فخر کیا تو آدمیوں کو پیدا کر کے انھیں اس کی حفاظت کا طریقہ سکھا دیا کہ گرمی و سردی سے بچنے کے لیے گھر بنائیں تاکہ ہوا کی محتاجی نہ ہو اور نہ ہی اسے فخر کرنے کا موقع ملے۔ آدمی کو تکبر ہوا تو اس پر نیند مسلط کر دی نیند نے تکبر کیا تو اس پر مرض کا حملہ کرا دیا۔ مرض نے تکبر کیا تو اس پر موت طاری کر دی۔ موت نے تکبر کیا تو اسے قیامت جنت و نار کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وانذرھم یوم الحسرۃ اذ اقضی الامر۔ اور انھیں حسرت کے دن سے ڈرایئے جبکہ ایک امر کا فیصلہ ہوگا۔ پہلے جب موت کو ذبح کیا جائے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ سب پر غالب صرف اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وانا فوقھم قاھرون۔ اور ہم ان سب پر غالب ہیں۔

فائدہ: تکبر نفس امارہ کی بہت گندی اور خراب بیماریوں میں سے ہے۔ اس لیے اس کا ازالہ نہایت ضروری ہے۔

حضرت مولانا جامی قدس سرہ نے فرمایا ؎

لاف بے کبری مزن کاں از نشان پائے مور
در شب تاریک بر سنگ سیاہ پنہاں تر است

ترجمہ: یہ دعویٰ نہ کر کہ میں تکبر سے فارغ ہوں اس لیے تکبر کا نشان اس سیاہ چیونٹی سے باریک تر ہے جو کالی رات میں سیاہ پتھر پر ہوتی ہے۔

Scanned with CamScanner

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا
أَن يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُم بِالْبَيِّنَاتِ مِن رَّبِّكُمْ ۖ وَإِن يَكُ كَاذِبًا
فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ ۖ وَإِن يَكُ صَادِقًا يُصِبْكُم بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ ۖ
إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ○ يَا قَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ
ظَاهِرِينَ فِي الْأَرْضِ فَمَن يَنصُرُنَا مِن بَأْسِ اللَّهِ إِن جَاءَنَا ۚ قَالَ
فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ ○
وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُم مِّثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ ○
مِثْلَ دَأْبِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِن بَعْدِهِمْ ۚ وَمَا اللَّهُ
يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ○ وَيَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ○
يَوْمَ تُوَلُّونَ مُدْبِرِينَ مَا لَكُم مِّنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۗ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ
فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ○ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِن قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ
فِي شَكٍّ مِّمَّا جَاءَكُم بِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَن يَبْعَثَ اللَّهُ مِن بَعْدِهِ
رَسُولًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ○ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ
فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ ۖ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ وَعِندَ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ
كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ○ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا هَامَانُ
ابْنِ لِي صَرْحًا لَّعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ ○ أَسْبَابَ السَّمَاوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلَىٰ
إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا ۚ وَكَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوءُ عَمَلِهِ وَ
صُدَّ عَنِ السَّبِيلِ ۚ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ ○

ترجمہ: اور بولا فرعون والوں میں ایک مرد مسلمان کہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا۔ کیا ایک مرد کو اس پر مار ڈالتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور بیشک وہ روشن نشانیاں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے لائے۔ اور اگر بالفرض وہ غلط کہتے ہیں تو اُن کی غلط گوئی کا وبال ان پر اور اگر وہ سچے ہیں تو تمہیں پہنچ جائے گا کچھ وہ جس کا تمہیں وعدہ دیتے ہیں۔ بے شک اللہ راہ نہیں دیتا اسے جو حد سے بڑھنے والا بڑا جھوٹا ہو۔ اے میری قوم آج بادشاہی تمہاری ہے اس زمین میں غلبہ رکھتے ہو تو اللہ کے عذاب

Scanned with CamScanner

سے ہمیں کون بچائے گا اگر ہم پر آئے فرعون بولا میں تمہیں وہی کہتا ہوں جو میری سوجھ ہے اور میں تمہیں وہی بتاتا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے اور وہ ایمان والا بولا اے میری قوم مجھے تم پر اگلے گروہوں کے دن کا سا خوف ہے جیسا دستور گزرا نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد اوروں کا۔ اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں چاہتا اور اے میری قوم میں تم پر اس دن سے ڈرتا ہوں جس دن پکار مچے گی۔ جس دن پیٹھ دے کر بھاگو گے اللہ سے کوئی تمہیں کوئی بچانے والا نہیں اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کا کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ اور بیشک اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف روشن نشانیاں لے کر آئے۔ تو تم ان کے لائے ہوئے سے شک ہی میں رہے یہاں تک کہ جب اُنھوں نے انتقال فرمایا تم بولے ہرگز اب اللہ کوئی رسول نہ بھیجے گا۔ اللہ یوں ہی گمراہ کرتا ہے اسے جو حد سے بڑھنے والا شک لانے والا ہے۔ وہ جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں۔ بے کسی سند کے کہ انھیں ملی ہو کس قدر سخت بیزاری کی بات ہے اللہ کے نزدیک۔ اللہ یوں ہی مہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر اور فرعون بولا اے ہامان میرے لیے اُونچا محل بنا شاید میں پہنچ جاؤں ڈوروں تک کا ہے کے راستے آسمانوں کے تو موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور بیشک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے۔ اور یوں ہی فرعون کی نگاہ میں اس کا بُرا کام بھلا کر دکھایا گیا اور وہ راستے سے روکا گیا اور فرعون کا داؤں ہلاک ہونے ہی کو تھا۔

بقیہ صلا

وز درون کردن برون آسان گمیر آنرا کزان

کوہ را کندن بسوزن از زمین آسان تر است

ترجمہ: اور اسے اپنے دل سے دور کرنے کو آسان بھی نہ سمجھ اس لیے کہ پہاڑ کو سوئی سے کھودنا بہ نسبت زمین کے آسان تر ہے۔

تفسیر عالمانہ: وقال رجل۔

ربط: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کرانے کی سازش منظر عام پر آگئی جس سے دشمن خوش ہوئے اور دوستوں کو صدمہ ہُوا لیکن موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی اور اس پر توکل کیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے

Scanned with CamScanner

فضل و کرم سے محفوظ رکھا بلکہ انھیں اپنے مقاصد میں کامیاب فرمایا اور اس کام کے لیے ایک غیر واقف آدمی کو مقرر فرمایا جس نے اس سازش کو بالکل ناکام بنادیا۔ چنانچہ فرمایا۔ اور ایک مرد نے کہا مؤمن من آل فرعون۔ جو فرعون کی قوم میں ایک اہل ایمان تھا۔ مؤمن رجل کی صفت اول اور من آل فرعون اس کی صفت ثانیہ اور یکتم ایمانہ۔ اس کی صفت ثالثہ ہے۔ پہلی صفت اول ہے۔ اس کی شرافت اور بزرگی کی وجہ سے دوسری و دوسرے نمبر پہ ہے تاکہ مقصود کے حصول میں وہم و گمان نہ ہو اس لیے کہ جب معلوم ہوگا کہ وہ مومن خود فرعون کی برادری کا آدمی تھا اور اگر اسے تیسرے نمبر پہ لایا جاتا تو من آل فرعون اس کے صلہ بننے کا وہم ہوتا اس سے معلوم نہ ہوتا کہ وہ مرد فرعون کی برادری سے تھا یا کون تھا۔

فائدہ: آل الرجل اس کے ان خاص آدمیوں سے ہوتا ہے جس کی طرف سے اس کی قرابت یا صحبت یا موافقت فی الدین کی وجہ سے اس کے اُمور کا مرجع ہو۔

رجل موسیٰ علیہ السلام کا تعارف: یہ مرد فرعون کے قریبی رشتہ داروں سے تھا یعنی اس کا چچازاد تھا۔ یہ وہی ہے جس نے ان الملأ یاتمرون بك لیقتلوك (ایک جماعت تیرے متعلق مشورہ کر رہی ہے تاکہ وہ تجھے قتل کر دیں) سے خبری کر کے موسیٰ علیہ السلام کو ڈرایا اور مشورہ دیا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ اس کا نام شمعان (بالشین المعجمہ) یہی تمام اقوال سے صحیح تر ہے۔ امام سہیلی نے اسی طرح فرمایا ہے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ اس کا نام جبر ہے۔ بعض نے اس کا نام حبیب نجار بتایا ہے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کا وہ صندوق تیار کیا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے آپ کو دریا میں ڈالنے کا ارادہ فرمایا یہ وہ حبیب نجار نہیں جن کا ذکر خیر سورۃ یٰسٓ میں ہے۔ بعض نے کہا اس کا خربیل بن نوحائیل نام بتایا ہے۔ بعض نے حزقیل لکھا ہے۔ اس کی تائید حدیث شریف سے ہوتی ہے۔

علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اُمم میں ایمان میں سبقت کرنے والوں میں تین ایسے ہیں کہ انہوں نے آنکھ جھپکنے کی مقدار بھی کفر نہیں کیا۔

۱. حزقیل مومن آل فرعون۔ ۲. حبیب نجار صاحب یٰسٓ۔ ۳. علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سب سے افضل ہیں۔

حدیث شریف: حضور نبی کریم رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ صدیقین تین ہیں:

انسان العیون نقلاً عن عرائس البیان ۱۲

۱. حبیب النجار مؤمن آل یٰسین۔

۲. مومن آل فرعون جس نے کہا تھا اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ۔ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔

۳. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور یہ ان تمام سے افضل ہیں۔[۱]

ازالۂ وہم: ان دو روایتوں میں کسی قسم کا تضاد نہیں اس لیے کہ صدیق اکبر کی افضلیت صدیقیت کے متعلق ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت بسبقت ایمان اور عدم صدور کفر اگرچہ ایک لمحہ میں ہے اور ان پر ہر دونوں کی افضلیت کے جہات مختلف ہیں اور ان دو روایتوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آل فرعون کا رجل قبطی تھا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرعون نے اس بات کی طرف توجہ کی اور نہایت غور سے سُنا۔ اگر وہ اسرائیلی تھا تو وہ اسے دشمن سمجھ کر قریب بھی نہ پھٹکنے دیتا چہ جائیکہ اس کی بات کو غور سے سنتا۔

سوال: التکملہ میں ہے کہ آل کا لفظ کبھی غیر قرابت پر بھی بولا جاتا ہے جیسے ادخلوا آل فرعون اشد العذاب۔ فرعون والوں کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔ یہاں پر آل سے رشتہ دار مراد نہیں اس لیے کہ دوزخ میں اس کے ساتھ صرف اس کے رشتہ دار داخل نہ ہوں گے بلکہ اس کا غیر بھی۔

جواب: رجل مذکور فرعون کے دین کا تو تھا نہیں کیونکہ وہ مومن تھا اس کے بعد آل میں رشتہ داری کے سوا اور کوئی مفہوم باقی نہ رہا۔

فائدہ: بعض کہتے ہیں وہ اسرائیلی قارون کا چچا زاد تھا۔ بعض نے کہا کہ اس کا باپ آل فرعون سے اور اس کی ماں بنو اسرائیل سے تھی۔ اور من آل فرعون یکتم کا صلہ ہے لیکن تقدیم متعلق کا مقتضی کوئی نہیں۔ علاوہ ازیں فرعون تمام بنی اسرائیل کے ایمان کو جانتا تھا تو پھر اسے کیسے اپنے پاس رہنے دیا۔ بعض نے کہا وہ عربی تھا اور پکا مومن موحد تھا۔ مصلحۃً منافقت کے طور ان کے ساتھ رہتا تھا۔ یکتم ایمانہ۔ ایمان چھپاتا تھا۔ فرعون اور اس کی قوم سے مخفی رکھتا تھا۔ کسی دیگر خطرے سے نہیں بلکہ اس ارادہ پر کہ اس کی بات کا اعتبار ہو اس نے موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری پر ایمان قبول کیا یا سو سال پہلے ایمان لا چکا تھا لیکن ایمان کو مصلحۃً چھپائے رکھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون شہید کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو فرمایا اتقتلون رجلا۔ کیا تم بلا دلیل ظلماً قتل کا ارادہ

---

[۱] حواشی ابن الشیخ ۱۲۔

Scanned with CamScanner

کرتے ہو (یہ استفہام انکاری ہے) ایسے مرد کے لیے۔ ان یقول ربی اللہ جو کہتا ہے میرا رب اللہ تعالیٰ ہے یعنی ان کے قتل کا یہی گناہ ہے کہ وہ صرف ایک اللہ کو مانتا ہے یا تمھیں اس سے کراہت ہے کہ وہ ایک اللہ کا قائل ہے کہ جس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ حصر جملہ کے دونوں اطراف معرفہ کی وجہ سے حاصل ہوئی جیسے کہا جاتا ہے۔ صدیقی زید۔ میرا دوست صرف زید ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ قد جاءکم بالبینات۔ حالانکہ وہ تمھارے ہاں معجزات لے کر آیا ہے۔ ان سے وہ تمھیں دعوت دیتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو مانو اور اس کے بارے میں غور و فکر کرکے اس کی ذات کا اعتراف کرو اس کے ساتھ مکابرہ نہ کرو کیونکہ جواب الارباب کا پیام لائے اور اس کی اتباع لازم اور ضروری ہے۔

قریش مکہ کے ظلم کا نمونہ: عروہ بن الزبیر نے فرمایا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کوئی ایسا واقعہ سنائیے جس جس سے معلوم ہو کہ مشرکین مکہ نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہت سخت ظلم و ستم کیا ہو انھوں نے فرمایا ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ معظمہ میں نماز پڑھ رہے تھے یا طواف کر رہے تھے کہ عقبہ بن معیط نے آپ کی چادر مبارک لے کر آپ کے گلے میں ڈال کر خوب کھینچا اور کہا وہی ہو کہ ہمیں ہمارے معبودوں کی پرستش سے روکتے ہو آپ نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں یہ کیفیت دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کی چادر عقبہ بن معیط سے چھین لی اور دھکیل کر آپ سے اسے دور کرکے کہا اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ و قد جاءکم بالبینات اور یہ زور زور سے کہتے تھے اور آنکھوں سے خون کے آنسو بہاتے تھے۔ یہاں تک کہ کفار رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چلے گئے۔

نکتہ: جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کارنامہ دکھایا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کارنامہ اور جاں نثاری بھی کم نہیں اس لیے کہ آپ کھلم کھلا ایمان کا اظہار فرما رہے تھے اور قریش مکہ کے سرکشوں کے مجمع میں بے دھڑک رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرفداری کر رہے تھے۔

فضیلت صحابہ: ابن عطیہ نے اپنی تفسیر میں اپنے باپ سے روایت کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے ابوالفضل بن الجوہری سے منبر پر فرماتے سنا جب انہیں کہا گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان کرو تو تھوڑی دیر سر جھکایا اور پھر یہ شعر پڑھا۔

عن المرء لا تسئال وسل عن قرینہ
فکل قرین بالمقارن یقتدی

ترجمہ: کسی کے متعلق معلومات کرنے ہوں تو اس کے ساتھی کو دیکھ لو کیونکہ ہر ساتھی اپنے ساتھی کی اقتداء کرتا ہے۔

ایسے لوگوں کے فضائل معلوم کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کی رفاقت کے لیے منتخب فرمایا اور انھیں ان کی زیارت و مشاہدہ کا شرف بخشا اور ان کی ارواح کو اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رُوح کی ملاقات عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی بھی تعریف کر ڈالی اور اس کا قصہ قرآن مجید میں درج فرمادیا جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان تو رکھتا تھا لیکن اُسے چھپاتا تھا اور اس نے بھی کوئی بڑا کارنامہ سر انجام بھی نہیں دیا صرف کافروں کی مجلس میں اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سرسری طور ذکر کر دیا۔ لیکن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا کہنا کہ مکہ میں دشمنوں کے سامنے تلوار نیام سے نکال کر کہا کہ آج کے بعد ہم چھپ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کریں گے اس کے بعد دنیا نے دیکھ لیا کہ کس طرح کھلم کھلا عبادت خداوندی ہونے لگی۔

ربط: فرعون کو موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے باز رکھنے کے لیے فرعون سے احتیاطی تدبیر بتاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر محض گمان ہی ہے کہ یہ وہی ہوں جو تیری شاہی کی تباہی کا سبب بنے اور قتل کا ارتکاب ایک غلط کردار ہے چنانچہ فرمایا **وان یک کاذبا فعلیہ کذبہ**۔ اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے کذب کا زوال اس کے سر ہو گا اور اس کا نقصان اُٹھائے گا یعنی اس کے قتل کی خود بخود ضرورت سامنے آجائے گی کیونکہ کاذب کو اس وقت قتل کیا جاتا ہے جب اس کے کذب کا ضرر دوسروں تک پہنچ جائے جیسے زندیق کہ وہ لوگوں کو زندیقیت کی دعوت دے گا تو قتل کیا جائے گا۔ ایسے بتدع بڑے عقائد کی بدعات کا پرچار کرنے والا جو عوام کو بدعت کی دعوت دے گا تو اس کا قتل کرنا موزونیت رکھتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام اپنے دعووں کی دعوت میں ناکام رہیں گے کیونکہ لوگ ان کی دعوت قبول نہیں کریں گے کیونکہ ان کی طبائع تیرے دین کی طرف مائل ہیں۔ ان کے دین سے قبول کرنے سے انکاری ہیں۔ اگر وہ کچھ اپنا دینی مشن آگے بڑھانے کی کوشش کریں گے تو تم اسے روکنے اور دفع کرنے کی بہت بڑی طاقت رکھتے ہو۔ **وان یک صادقا یصبکم**۔ اگر وہ اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ جس کی تم تکذیب کر رہے ہو اور اسے تکالیف کا نشانہ بنا رہے ہو۔ سچے ہیں تو جن باتوں کا وہ تمہارے ساتھ وعدہ کر رہے ہیں وہ تمہیں ضرور پہنچے گا۔ اگر تمام بھی نہ پہنچا تو کم از کم اتنا تو ضرور ہو گا کہ تم پر بعض باتوں کے پہنچنے کے بعد وہ تھوڑے ہیں تم انھیں بہت جلد ختم کر سکتے ہو۔

فائدہ: بعض کا ذکر کیا جو وہ بھی کل کے پہنچنے کا سبب ہے اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ وہی بعض کل ہے یہ گفتگو مبنی بر انصاف ہے اس میں اُنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کی طرفداری کا ثبوت نہیں دیا کہ جس سے

Scanned with CamScanner

تعصب کی بو آئے اسی لیے کذب کی شق پہلے لائے تاکہ تعصب کا شبہ نہ ہو اور ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی صداقت پر کل عذاب کے بجائے بعض کا ذکر کیا تاکہ تعصب کا تصور ذہن میں نہ آئے ورنہ سچے رسول علیہ السلام کی تکذیب پر عذاب آتا ہے تو کل عذاب آتا ہے نہ کہ بعض۔ اور بعض عذاب وغیرہ کا پہنچنا کاہنوں اور نجومیوں سے ہوتا ہے (یہ گفتگو ان کی توریت پر محمول کی جائے گی ورنہ مومن کی شان نہیں کہ وہ اپنے نبی علیہ السلام کے لیے ایسے تصور ذہن میں لائے۔) ممکن ہے کہ انہوں نے بعض سے دنیوی تکالیف مراد لی ہوں کیونکہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے بعض ہے اس لیے کہ موسیٰ علیہ السلام انہیں دونوں یعنی دنیا و آخرت کے عذاب سے ڈراتے تھے اور انہوں نے فرعون کو اسی ظاہری عذاب دنیا سے ڈرانے کا احتمال فرمادیا (یہی تقریر موزوں ہے)۔

فائدہ: عین المعانی میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو ایمان لانے سے نجات کا وعدہ اور کفر پر ہلاکت و تباہی کا ڈر سنایا تھا۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں بعض بمعنی کل ہو جیسا کہ شاعر کے شعر میں ہے ؎

قد یدرک المتأنی بعض حاجته
و قد یکون مع المستعجل الزلل

ترجمہ: کبھی حوصلہ والا اپنی جملہ مرادیں پاتا ہے اور کبھی جلد باز پریشانیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں بھی بعض معنے کل مستعمل ہوا ہے حالانکہ فرمایا ولابین لکم بعض الذی تختلفون فیه تاکہ میں بیان کر دوں وہ جملہ امور جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔ اس آیت میں بعض بمعنی کل ہے اور فرمایا یرید اللّٰہ ان یصیبکم ببعض ذنوبکم۔ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ تمہیں جملہ گناہوں پر عذاب پہنچائے۔ یہاں بھی بعض بمعنی کل ہے۔[1]

فائدہ: حضرت ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہاں پر بعض یصبکم کا صلہ ہے یعنی بمعنی الذی ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ پہنچے گا تمہیں وہ کہ جس سے تمہیں ڈراتا ہے۔

ان اللّٰہ لا یہدی من ھو مسرف کذاب۔ بیشک اللہ تعالیٰ مسرف و کذاب کو ہدایت نہیں دیتا۔) مسرف وہ ہے جو گناہوں میں حد سے تجاوز کرے یا وہ جو ناحق خون بہائے۔

کذاب وہ ہے جو بار بار جھوٹ کا ارتکاب کرے۔ بعض نے کہا کہ کذاب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے کیونکہ اس پر جھوٹا افتراء دوسروں جیسا جھوٹ نہیں ہوتا۔

---

[1] کشف الاسرار ۱۲

فائدہ: یہ اس مومن کی طرف سے دوسرا احتجاج ہے اور یہ بھی ذو وجہین۔ ایک معنیٰ تو یہ ہے کہ اگر وہ مسرف و کذاب ہے تو اسے اللہ تعالیٰ بینات کی ہدایت نہ دے گا اور نہ ہی اس کی معجزات سے تائید ہو گی۔ دوسرا معنیٰ یہ کہ اگر وہ مسرف و کذاب ہے تو اسے اللہ تعالیٰ رسوا اور ہلاک کرے گا۔ تمھیں اس کے قتل کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ غالباً اس سے اس کی مراد پہلا معنیٰ ہے تاکہ ان کی طبیعت موسیٰ علیہ السلام پر نرم ہو۔ اس سے فرعون کو تعریض بھی ہے کہ وہی بنی اسرائیل کے بچوں کو ناحق قتل کر کے مسرف کہلانے کا مستحق تھا اور کذاب بھی تھا کہ الوہیت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہوا تھا اس لیے اسے ہی راہ ثواب نصیب نہ ہو گا اور نہ ہی نجات پائے گا بلکہ رسوا ہو کر تباہ و برباد ہو گا۔

یا قوم۔ اے میری قوم **لکم الملک الیوم**۔ آج سلطنت تمھاری ہی ہے۔ **ظاھرین** در انحالیکہ تم غالب اور بنی اسرائیل پر حاوی ہو۔ حال اور **الیوم** کا عامل **لکم** کا متعلق ہے۔ **فی الارض**۔ ارض مصر میں اُس وقت تمھارا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ **فمن ینصرنا من باس اللّٰہ**۔ تو عذاب الٰہی سے بچنے کے لیے ہماری کون مدد کرے گا۔ **ان جاءنا**۔ اگر اس کا عذاب اور اُس کی گرفت ہمیں گھیر لے اسی لیے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر کے اپنا کام نہ بگاڑو اور نہ ہی عذاب الٰہی کو دعوت دو ورنہ اگر عذاب الٰہی نے گھیر لیا تو اسے کوئی بھی نہ روک سکے گا۔

نکتہ: پہلے انھیں خوش کیا کہ تمھارا ملک اور شاہی ہے اور تم بہت بڑی طاقت والے ہو۔ ان باتوں میں صرف ان کا نام لیا تاکہ وہ خوش ہوں اور عذاب کی حیثیت میں خود کو ان کے ساتھ ملایا ہے تاکہ انھیں معلوم ہو کہ یہ ان کا ہی ہے اور ان کا بہت بڑا خیر خواہ ہے۔ بلکہ جو امر انھیں نقصان دے گا اس کے دفع کرنے میں بہت بڑی جدوجہد کرتا ہے۔ بلکہ وہ ان کی خاطر اپنی جان ان پر قربان کرنے کو تیار ہے اتنا بہت بڑی خواہی اظہار صرف اسی لیے تھا کہ ان کی بات ان پر گہرا اثر چھوڑے۔

قال فرعون۔ فرعون نے ان کی بات سننے کے بعد بحث و مجادلہ سے ہٹ کر موسیٰ علیہ السلام کے خیر خواہ اور دوسرے حاضرین کو کہا کہ **ما اریکم**۔ جس کا میں تمھیں اشارہ کر رہا ہوں۔ ایسے نہیں کہ وہ فضول بات ہے۔ **الا ما اریٰ** بلکہ حقیقت ہے کہ میں موسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے پر آمادگی فتنہ و فساد ختم کرنے کے ارادہ پر کر رہا ہوں۔ **وما اھدیکم**۔ اور میں تمھیں نہیں ہدایت دیتا۔ اس راستے سے **الا سبیل الرشاد** مگر راہ صواب کا۔

فائدہ: رأی سے ہے مثل کہا جاتا ہے **رأی فیہ رأیا** یعنی اُس نے اس طرح کا اعتقاد رکھا اور کہتے ہیں **رایتہ** بمعنی **شاورتہ** میں نے اسے مشورہ دیا۔

قاعدہ: جب افعال کی طرف منتقل کیا جائے تو اسے ضمیر منصوب کے ساتھ متعدی کر کے بعد کو استثناء مفرغ لایا جاتا ہے جیسے **الا ما اریٰ** اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ رؤیت سے ہو بمعنی علم مثلاً کہتے ہیں **رآہ بعینہ**۔ اس نے اسے آنکھ سے دیکھا اور کہا جاتا ہے **رآہ بقلبہ** اسے اس نے جان لیا اُس

وقت وہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوگا۔ یہاں پر یہ معنی ہو تو اس کا دوسرا مفعول الا ما اری ہے۔ اب معنی یہ ہے کہ میں تمہیں وہی بتاتا ہوں جس کا مجھے علم ہے اور اس کے خلاف نہیں بتاتا جو میرے دل میں ہے لیکن یہ اس نے صاف جھوٹ کہا اس لیے کہ وہ خوف شدید سے ہی مشورہ لیتا تھا جسے وہ اپنی حماقت اور لا پرواہی سے تعبیر کرتا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ کبھی کسی سے مشورہ نہ لیتا۔

فائدہ: مثنوی شریف میں ہے کہ مشورہ لینا اس کی عادت میں داخل تھا یہاں تک کہ بعض اوقات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتوں کی طرف مائل ہوجاتا یہاں تک ایمان کی طرف مائل ہوجاتا تو اپنی زوجہ بی بی آسیہ سے مشورہ کرتا تو وہ اسے ایمان کے لیے مشورہ دیتیں اور فرماتیں موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کرلو فائدہ پاؤ گے پھر ہامان اپنے وزیر سے مشورہ کرتا تو وہ اسے ایمان سے روکتا۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

پس بگفتی تا کنوں بودی خدیو
پند کردی زندہ پوشی را بریو
ہم چو سنگ منجنیقی آمدی
آں نحن بر شیشۂ خانہ اوزدی
ہرچہ صد روز آں کلیم خوش خطاب
ساختی دریکدم او کردی خراب
عقل تو دستور مغلوب ہواست
در وجودت رہزن راہ خداست
وائے آں شہ کہ وزیرش ایں بود
جائے ہر دو دوزخ پر کین بود

ترجمہ: پس تونے کہا میں ابھی دانا ہوا تو نے خود کو بند کرکے مکر کی گدڑی پہنی۔

۲: جیسے فلاخن میں پتھر رکھ کر اس کے شیشہ کے گھر کو توڑ ڈالا۔

۳: جو کچھ موسیٰ علیہ السلام نے سودن میں محنت کی تونے اسے ایک آن میں ختم کرڈالا۔

۴: تیری عقل خواہش کو زیرے مغلوب ہے تیرے وجود میں راہِ خدا کا رہزن موجود ہے۔

۵: ایسے بادشاہ پر افسوس ہے جس کا ایسا وزیر ہو ہر دونوں کی جگہ پر کینہ جہنم میں ہے۔

Scanned with CamScanner

ہر ہوا را تو وزیر خود مساز
کہ بر آرد جان پاکت از نماز
شاد آں شاہی کہ اورا دستگیر
باشد اندر کار چوں آصف وزیر
شاہ عادل چوں قرین او شود
نام او نورٌ علیٰ نورٍ بود
شاہ چوں فرعون و ہامانش وزیر
ہر دورا نبود ز بدبختی گزیر
پس بود ظلمات بعضا فوق بعض
نے خرد یار و نے دولت روز عرض

ترجمہ: خواہش اور وزیر کی موافقت نہ کر اس لیے کہ وہ پاک جان نماز سے باہر لائے گی۔

۲: وہ بادشاہ خوش نصیب ہے جس کا وزیر آصف جیسا ہو۔

۳: ایسا بادشاہ عادل ہوتا ہے جب اسے ایسا وزیر مل جائے تو اس کا نام نور علیٰ نور ہو جاتا ہے۔

۴: اگر بادشاہ فرعون اور وزیر ہامان ہو تو ہر دونوں کو بدبختی لازم ہے۔

۵: ایسوں پر ظلمات در ظلمات ہو گی اسے نہ عقل نصیب نہ دولت۔

ہم اللہ تعالیٰ سے روح کا جلاء اور دل کی روشنی کا سوال کرتے ہیں۔

وقال الذی آمن ۔ اور اس مومن نے کہا جو آل فرعون سے تھا اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

حدیث شریف: افضل جہاد ظالم بادشاہ کو کلمۂ حق کہنا ہے۔

فائدہ: اس لیے کہ اس سے بہت بڑا خوف اور قہر و غضب کا خطرہ ہوتا ہے۔

مسئلہ: تیر و تلوار کے جہاد سے حجت و برہان کا جہاد مرتبہ و فضیلت میں بڑھ کر ہے۔ **یاقوم۔** اے میری قوم **انی اخاف علیکم۔** موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب پر مجھے تمہارا خطرہ ہے۔ اگر تم نے ایذا پہنچائی یا قتل کیا۔ **مثل یوم الاحزاب۔** امم ماضیہ کے ایام کی طرح ہے یعنی ان کے عظیم واقعات اور سخت عذاب کے امور مجمل بول کر حال مراد لیا گیا ہے۔

سوال: **مثل ایام الاحزاب** ہوتا تو زیادہ موزوں تھا اس لیے کہ ہر گروہ کا علیحدہ علیحدہ دن تھا مثلاً قوم نوح کا حال اور ان کے عذاب کی نوعیت اور تھی ایسے ہی دوسروں کو سمجھئے۔

Scanned with CamScanner

احزاب حزب کی جمع ہے اور ان میں ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ تفسیر آئے گی اور ان کے ہر
جواب: ایک کے واقعات آئیں گے۔ ان کے ازمان و امکنہ کا ذکر ہوگا اسی لیے ایام کی ضرورت
نہیں۔ اس سے خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ یوم سے ایام مراد ہیں۔ **مثل داب قوم نوح**
داب بمعنی عادت مستمرہ اور یہ مثل اور پہلے مثل سے بدل ہے اور داب و یوم ایک شے ہے کیونکہ معنی
یہ ہے کہ قوم نوح کا حال اور عذاب میں ان کا معاملہ یوں ہوا کہ طوفان سے تباہ و برباد ہوئے **وعاد**
اور قوم عاد کہ باد صرصر سے ان کی جڑ کٹ گئی۔

وثمود۔ اور قوم ثمود کہ ایک چنگھاڑ سے تباہ ہوئی۔ **والذین من بعدھم** اور ایسے ہی جو ان
کے بعد آئے جیسے اہل مؤتفکہ کہ ان کے آباد شہر بہت جلد ویران ہوئے اور اہل ایکہ کہ یوم الظلہ میں گرفتار ہوئے
وما اللہ یرید ظلما للعباد اور اللہ تعالیٰ بندوں کے ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا کہ انھیں بلا حجت ہلاک کرے
اور گناہوں کے بغیر سزا دے اور ظالم سے بدلہ لیے نہیں چھوڑتا۔ تمھیں چاہیئے کہ تم کبھی ظلم نہ کرو ورنہ سخت
عذاب میں گرفتار ہو گے۔

ویاقوم انی اخاف علیکم یوم التناد۔ اور اے میری قوم مجھے تمھارا یوم تناد کا خوف ہے۔

حل لغات: التناد دراصل التنادی تھا یاد کے ساتھ **تنادی القوم بعضھم بعضًا تنادیا**
کا مصدر ہے۔ (بضم الدال) یاء کی وجہ سے دال کو مکسور کیا گیا ہے۔ پھر یاء محذوف ہوئی
تاکہ آیات کے فواصل برابر رہیں۔ **التنادی** بمعنی ایک دوسرے کو پکارنا اور یوم کی نصب **ظرفیت** کی ہے
ای من ذلک الیوم وہ اس لیے کہ اس دن گناہوں پر اصرار کرنے والوں پر عذاب ہوگا تو چیخیں گے اور
ایک دوسرے کو پکاریں گے یا یوم التناد مفعول بہ ہے کہ یہاں عذاب مضاف محذوف کر کے مضاف الیہ
اس کے قائم مقام رکھا گیا ہے اس سے قیامت کا دن مراد ہے اس لیے اس میں استغاثہ کے لیے ایک
دوسرے کو پکاریں گے اور کہیں گے **فھل لنا من شفعاء فیشفعوا لنا**۔ کیا کوئی ہمارا بھی سفارشی
ہے کہ ہماری شفاعت کرے لیکن کوئی بھی ان کی سفارش کو نہ پہنچے گا یا فریاد و زاری سے آوازیں دیں گے
مثلاً کہیں گے **یاویلنا من بعثنا**۔ ہائے ہائے ہمیں کس نے اٹھایا یا کہیں گے **مال ھذا الکتاب**
اس کتاب کو کیا ہو گیا ہے۔ یا یہ کہ بہشتی اور دوزخی ایک دوسرے کو پکاریں گے مثلاً بہشتی دوزخیوں
سے کہیں گے۔ **انا قد وجدنا ما وعدنا ربنا**۔ ہم نے پالیا جس کا ہمیں بہشت کی نعمتوں پر وعدہ
تھا۔ کیا تم نے بھی پالیا وہ جو تمھیں دوزخ کے عذاب کی وعید سنائی گئی یا نہ دوزخی اس کے جواب میں
کہیں گے ہاں ہم نے وعید کے مطابق عذاب پالیا اور پا رہے ہیں۔ اسی طرح جب دوزخی بہشتیوں
کی چہل پہل دیکھیں گے تو کہیں گے **ان افیضوا علینا من الماء او مما رزقکم اللہ**۔ ہمیں

Scanned with CamScanner

پانی کا ایک گھونٹ دو یا وہ جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے انعامات فرمائے ان میں سے تھوڑا سا ہمیں عطا کرو۔

فائدہ: حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ پکار موت کی ذبح کے بعد ہوگی مثلاً اعلان ہوگا اے بہشتیو اب ہمیشہ بہشت میں رہو گے اس کے بعد کوئی موت نہیں اور دوزخیوں کو اعلان ہوگا اے دوزخیو! اب ہمیشہ دوزخ میں رہو اس کے بعد موت نہ آئے گی۔ یا یوں اعلان ہوگا کہ فلاں نیک بخت ہے اس کے بعد وہ کبھی بدبخت نہ ہوگا اور فلاں بدبخت ہے اس کے بعد کبھی نیک بخت نہ ہو سکے گا۔

یوم تولون۔ یوم التناد سے بدل ہے اس دن کہ موقف حساب سے پھیرے جاؤ گے۔ معذبین دوزخ کی طرف جاتے ہوئے موقف حساب کو پیٹھ کر کے یعنی موقف حساب سے فراغت پاکر دوزخ کی طرف جاؤ گے **مالکم من اللہ من عاصم۔** درانحالیکہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی تمہارا بچانے والا نہ ہوگا جو تمہیں عذاب سے بچا سکے **و من یضلل اللہ** اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے۔ **فما لہ من ھاد۔** اس کا کوئی ہادی نہ ہوگا جو اسے راہ نجات بتا سکے۔

فائدہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خیر خواہ نے جب دیکھا کہ یہ میری نصیحت قبول نہیں کر رہے اور ان سے بالکل مایوس ہو گئے تو آخری خطرہ سنایا۔

تفسیر صوفیانہ: آیات میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی قدرت کا کمال اور اپنا فضل و کرم ظاہر کرنا چاہتا ہے تو زندہ کو مردے سے نکالتا ہے جیسے آل فرعون سے مومن کو نکال لیا جس کا دل ایمان سے زندہ تھا اور ان کافروں سے جن کے قلوب کفر کی تاریکی سے مردہ تھے تاکہ ثابت ہو جائے کہ اس کا ارشاد گرامی **ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھداھا** (اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو ہدایت عطا فرمادیں) حق ہے اور اگر چاہے تو بہت بڑے بڑے بادشاہوں اور سمجھدار کو اندھا اور بہرہ بنادے جیسے فرعون اور اس کی قوم تاکہ آیات الٰہی نہ دیکھ سکیں اور نہ ہی روشن دلائل سن سکیں۔ باوجودیکہ ان کے اپنے نے خیر خواہانہ نصیحت کی تاکہ یقین ہو جائے کہ **و من یضلل اللہ فما لہ من ھاد۔** جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ حق اور سچ ہے۔ ایسے ہی اس کا ارشاد **ولکن حق القول منی۔** بھی۔ (تاویلات نجمیہ)

فائدہ: اضلال کو اپنی طرف اس لیے منسوب کیا کہ ضلالت کا خالق ہے اور شیطان وغیرہ تو اسباب و وسائط ہیں۔ جاہل تو سمجھتا ہے کہ قلم کاتب کے ہاتھ سے چل رہا ہے لیکن عارف سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ قدرت کے قبضہ میں ہے کیونکہ قلم و کاتب ہر دونوں کا خالق وہی ہے ایسے ہی کاتب

Scanned with CamScanner

کے فضل کا بھی۔

فمالہ من ھاد میں اشارہ ہے کہ توفیق و اختیار اللہ واحد قہار کے ہاتھ میں ہے۔

مسئلہ: اگرچہ آدم علیہ السلام کو اختیار (تخلیقی) ہوتا تو وہ قابیل کو ہلاک نہ ہونے دیتا ایسے ہی نوح علیہ السلام کو اختیار ہوتا تو کنعان کو غرق نہ ہونے دیتے اور ابراہیم کو اختیار ہوتا تو آذر کو کافر نہ ہونے دیتے۔ موسیٰ علیہ السلام کو اختیار ہوتا تو فرعون کو مسلمان بنا لیتے۔ حضور علیہ السلام کو اختیار ہوتا تو ابوطالب کو کلمہ پڑھا دیتے۔

لطیفہ: سات اُمور عام ہیں لیکن اُن کے متعلقات خاص ہیں:۔

۱۔ امر عام ہے توفیق خاص ہے۔
۲۔ نہی عام ہے عصمت خاص ہے۔
۳۔ دعوت عام ہے ہدایت خاص ہے۔
۴۔ موت عام ہے بشارت خاص ہے۔
۵۔ حشر یوم القیمۃ عام ہے سعادت خاص ہے۔
۶۔ ورود نار عام ہے نجات خاص ہے۔
۷۔ تخلیق عام ہے اختیار خاص ہے۔

یہ ضروری نہیں جسے اللہ تعالیٰ پیدا کرے اسے اختیار بھی کرے بلکہ ان میں خاص قوم کو مخصوص فرماتا ہے۔ ایسے ہی بہت مخلوق کو پیدا فرمایا لیکن بعض کو بعض خواص کی وجہ سے مخصوص فرمایا۔ اس بدبخت قوم پر تعجب ہے کہ ان میں موسیٰ علیہ السلام جیسا نبی موجود تھا لیکن ہدایت نہ پاسکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صفراوی مزاج کو شہد میٹھا محسوس نہیں۔ اندھا سورج کو نہیں دیکھ سکتا یہ صرف سوء مزاجی اور فساد الحال وفقدان الاستعداد کی وجہ سے ہے۔ ؎

عنکبوت ار طبع عنقا داشتی
از لعابے خیمہ کے افراشتی

ترجمہ: مکڑی اگرچہ عنقا کی طبیعت رکھتی ہے وہ اپنی تھوک سے تانا کیوں تنتی۔

تفسیر عالمانہ: ولقد جاءکم۔ اور بیشک اے اہل مصر تمہارے ہاں یوسف۔ حضرت یوسف بن یعقوب بن ابراھیم الخلیل (علیٰ نبینا وعلیہم السلام) تشریف لائے من قبل۔ موسیٰ علیہ السلام سے پہلے۔ بالبینات۔ معجزات واضحہ لاکر جن میں ان کے تعبیر رؤیا اور شہادت طفل جس نے موسیٰ علیہ السلام کی برات ظاہر کی۔ یوسف علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے پہلے قبطیوں

Scanned with CamScanner

کے ہاں مبعوث ہوئے یہ اس وقت ہوا جب مصر کا بادشاہ مرگیا۔

فائدہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون نے طویل عمر پائی جو موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے وقت زندہ تھا اس کی عمر چار سو سال سے بھی زائد تھی اور ابراھیم و موسیٰ علیہما السلام کے درمیان نو سو سال کا فاصلہ تھا۔[1] اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یوسف علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کی درمیانی مدت اتنی ہو جتنی فرعون کی عمر تھی۔ تو یہ خطاب فرعون اور اس کی قوم کو ہوگا۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کا اس کے ہاں تشریف لے جانا گویا تمام قوم کے ہاں مترادف ہے ورنہ موسیٰ علیہ السلام کے ہم عصر لوگوں نے تو یوسف علیہ السلام کو نہیں دیکھا تھا تو پھر انھیں خطاب کیا۔ لیکن قوی قول یہ ہے کہ آباء کے احوال کا اولاد کو خطاب ہوا کرتا ہے اور معاصرین کی زجر و توبیخ سابقین کی وجہ سے عام ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلم تقتلون انبیاء اللہ من قبل۔ انبیاء کو تم کیوں قتل کرتے تھے۔ یہ زجر معاصرین رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے حالانکہ یہ بُرائی ان کے آباء کی تھی اور یہ بھی ضروری نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کا فرعون۔ یوسف علیہ السلام کا فرعون کی اولاد سے ہو جیسا کہ بعض مفسرین اس طرف گئے ہیں۔

فائدہ: بعض نے کہا یہاں یوسف سے یوسف علیہ السلام کا پوتا یوسف بن افرائیم بن یوسف مراد ہے جو کہ وہ بھی بیس سال تک نبوت کے مرتبہ پر فائز رہے۔ فما زلتم۔ زال سے ہے بمعنی ثَبَتَ بمعنی مَادُمْتُمْ۔ پس تم ہمیشہ رہے۔ فی شك مما جاءكم به۔ شک میں اس سے جو وہ لائے دین حق۔ حتی اذا هلك۔ یہاں تک کہ وہ فوت ہوئے۔ قلتم۔ ان کی رسالت کے ساتھ دوسرول کی رسالت کا انکار کرتے ہوئے تم نے کہا لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا۔ ان کے بعد اللہ تعالیٰ کسی کو رسول بنا کر نہ بھیجے گا۔

فائدہ: حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انھوں نے کہا جب ہم نے اس رسول کی بات نہیں سُنی تو دوسرے رسول آکر کیا کریں گے گیا اُن کو یہ بات سامنے نہ ہوگی کہ ہم کسی کی بات نہیں سنتے۔

فائدہ: آیت میں اشارہ ہے کہ انسان میں ظلومیت و جہولیت ہے اگر اسے اپنی طبیعت پر چھوڑا جائے تو وہ کسی کو بھی نبی نہ مانے اور نہ ہی ان کے معجزات کو اور صاف انکار کر دے کہ وہ کچھ نہیں حالانکہ وہ حق ہیں یہی کفار کے متقدمین و متاخرین کی عادت تھی اس سے ثابت ہُوا کہ ہدایت یافتہ وہی ہے جسے وہ اپنے فضل و کرم سے ہدایت بخشے منجملہ ان کے انکار کے یہ بھی ہے کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت کے منکر ہیں اور سچے مومن کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے نبی علیہ السلام کے علاوہ جملہ انبیاء

---

[1] رواہ ابن قتیبہ فی کتاب المعارف ۱۲

علیہم السلام کی نبوت پر ایمان لائے۔
کذلک اضلال فظیع کی طرح یضل اللہ۔ اللہ گمراہ کرتا ہے اور وادی طغیان میں پھینکتا ہے اسے من ھو مسرف۔ جو گناہوں میں حد سے بڑھ کر ہو مرتاب اور دین اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں شک کرنے والا ہو بوجہ غلبۂ وہم وتقلید کے۔ الذین یجادلون فی آیات اللہ۔ وہ آیات الٰہی میں جھگڑا کرتے ہیں۔ یہ پہلے موصول سے بدل ہے کیونکہ وہ جمع کے معنیٰ میں ہے کیونکہ اس سے ایک مسرف نہیں بلکہ جملہ مسرفین مراد ہے اور مجادلہ سے آیات کا رد اور اس میں طعن وتشنیع مراد ہے بغیر سلطان دلیل کے بغیر یہ یجادلون کے متعلق اور سلطان سے حجت اور برہان صالح مراد ہے کہ جس سے کسی مخلوق سے استدلال کیا جا سکے۔ اتاھم۔ ان کے ہاں آئی یہ سلطان کی صفت ہے۔ کبر۔ جو مسرف مرتاب بڑا ہے یا جدال عظیم ہے۔ مقتاً۔ بغض شدید ونفوس قوی کی وجہ سے عند اللہ وعند الذین امنوا۔ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان کے نزدیک۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ کفار کا جدال جو اہل ایمان کے ساتھ کرتے ہیں کا عذاب ہوگا۔ کذلک۔ سخت ترین مہر کی طرح۔ یطبع اللہ۔ اللہ تعالیٰ مہر لگاتا ہے ہدایت سے محجوب رکھتا ہے۔ علی کل قلب متکبر جبار۔ متکبر وسرکش کے قلب پر ہر دل شخص ومتکبر کہ سرکش ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے منہ موڑ کر دوسروں پر اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اس کے قلب پر اللہ تعالیٰ مہر لگاتا ہے ایسے لوگوں سے اسراف وارتیاب ومجادلہ بالباطل صادر ہوتے ہیں۔

فائدہ: امام راغب نے فرمایا کہ جبار وہ شخص ہے جو اپنی کمی پورا کرے یعنی جس صفت کا وہ مستحق نہیں خود کو بلند سمجھ کر اس کا دعویٰ کر کے اپنی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرے اسی لیے اس کا اطلاق انسان میں مذمت کے طور پر ہوتا ہے اور اس بادشاہ کو جبار کہا جاتا ہے جو لوگوں پر اپنا ارادہ پورا کرنے کے لیے قہر وتشدد کرے اور اپنے امور کی اصلاح کے لیے بھی ان پر سختی کرے اسی لیے جبر کبھی محض اصلاح کے مستعمل ہوتا ہے اور کبھی محض قہر کے لیے آتا ہے۔

فائدہ: حضرت ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایسے ہی کشف الاسرار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر سرکش کے دل پر مہر لگاتا ہے۔ قلب تنوین کے بغیر ہے کیونکہ وہ متکبر کی طرف مضاف ہے اس لیے متکبر انسان ہی ہوتا ہے۔ ایک قرأت میں قلب کو تنوین کے ساتھ پڑھا گیا ہے اس لیے کہ کبر کی نسبت قلب کی طرف ہے اس سے مراد صاحب کبر مراد ہے کیونکہ جس کا دل تکبر کرتا ہے گویا اس کا سالم جسم تکبر کرتا ہے ایسے ہی خود تکبر کرتا ہے تو گویا دل تکبر کرتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اس سے

Scanned with CamScanner

آنکھ کے زنا سے آنکھ والے کا اپنا زنا مراد ہے۔

فائدہ ، کواشی د تفسیر) میں ہے دونوں قرأتوں میں جمیع القلب پر عموم طبع مراد ہے نہ کہ جمیع القلوب کا عموم مغلوب۔

صاحب روح البیان کی تحقیق :۔ فقیر اسمٰعیل حقی حنفی (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے :۔

۱۔ طابع (مہر لگانے والا) اللہ تعالیٰ۔

۲۔ مطبوع وہ قلب ہے جس پر مہر لگائی گئی اور مہر لگانے کا سبب تکبر و جباریت۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جب مہر لگ جاتی ہے تو پھر اس سے کفر و نفاق اور زیغ و ضلال خارج نہیں ہو سکتا اور جو چیز اس سے خارج ہو چکی یعنی ایمان و اخلاص وسداد و ہدایت اس میں داخل نہیں ہو سکے گا اور اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا عذاب یہی ہے۔

سبق : عاقل پر لازم ہے کہ ان امور کا دامن مضبوط پکڑے جو شرح صدر کے اسباب ہیں اور ان امور سے بچے جو دل پر مہر لگنے کا موجب ہیں۔

روحانی نسخے : حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ قلب کے پانچ دوا ہیں :۔

۱۔ تدبر سے قرآن مجید کی تلاوت۔

۲۔ پیٹ کو طعام سے خالی رکھنا۔

۳۔ قیام اللیل۔

۴۔ سحر کے وقت تضرع الی اللہ۔

۵۔ نیک لوگوں کی صحبت۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات

حضرت امام حسن بصری قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ذکر الٰہی سے قلوب کی تجدید کرو اس لیے کہ دل جلد تر میلا کچیلا ہو جاتا ہے۔ یہ ان قلوب کے لیے ہے جو میل کچیل کو قبول کرتے ہیں ورنہ بہت سے قلوب میل کچیل کو قبول نہیں کرتے ہے

آئینے را کہ مودیانہ خورد
نتواں بردا ازو بصیقل زنگ

Scanned with CamScanner

ترجمہ: پرانے لوہے کو زنگ کھا جاتی ہے ایسے لوہے سے زنگ ہٹانا مشکل ہے۔

باسیہ دل چہ سود گفتن وعظ
نرود میخ آہنین در سنگ

ترجمہ: سیہ دل کو وعظ سنانے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ پتھر میں میخ داخل نہیں ہو سکتی۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے قلب پر غین آجاتا ہے اسی لیے میں ہر روز سو بار استغفار کرتا ہوں۔

حدیث مذکور کی تاویل کی تقاریر مبارکہ

۱۔ سیدنا حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ عبد مقدس ہمیشہ ترقی کرتا رہتا ہے جب وہ پہلے مرتبے سے دوسرے اعلیٰ مرتبہ میں پہنچتا ہے تو پہلا مرتبہ کم درجہ محسوس کرتا ہے تو اصلاح کے پیش نظر اس کی تصحیح فرماتا ہے (جسے استغفار سے تعبیر کیا گیا) اہل معرفت فرماتے ہیں کہ عبد اور حق تعالیٰ کے درمیان ایک ہزار مقام یا ایک سو نور و ظلمات کے حجابات میں اسی قاعدہ پر جب حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مقام کو طے فرماتے ہیں تو استغفار فرماتے ہیں کیونکہ آپ ہر روز جمیع حجابات کو طے فرما لیتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا مقام ہے اور آپ کی جلالت و کمال کا کیا کہنا۔

۲۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ غین سے مراد لباس بشریت اور وہ ماہیت امکانیہ مراد ہے جو شہود حضرت احدیت کے لیے بمنزلہ پردہ ہے۔ اور چونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہر روز سو مراتب کا انکشاف ہوتا تھا (اور یہی اسمائے حسنیٰ کے مراتب ہیں۔ اسی لیے آپ کے قلب کے لیے غین کا وہم و گمان تک نہیں اور استغفار میں مرتبہ کی تبدیلی کی طرف اشارہ ہے کہ آپ غین (بالمعجمہ) کو عین (بالمہملہ) سے اور علم کو شہود میں تبدیل فرماتے تھے۔ اس میں اشارہ تھا کہ وہ مقام اگرچہ غین کا حامل ہوتا ہے لیکن استغفار سے ختم ہو جاتا ہے۔ یہ بھی تعلیم امت کے لیے فرمایا ورنہ آپ کو اس مقام پر غین کیسا۔ اگرچہ تھوڑی سمجھ والا عام آدمی وہم و گمان میں مبتلا ہو سکتا ہے لیکن اس کے وہم و گمان سے حقیقت پر کوئی دھبہ نہیں آتا۔

مسئلہ: آیت میں اشارہ ہے کہ تکبر و جبر سخت مذموم ہے۔

حدیث شریف: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں جبار و سرکش، متکبر چیونٹی کی طرح اٹھائے جائیں گے جنہیں لوگ پاؤں میں روندتے ہوئے چلیں گے

Scanned with CamScanner

اس سے ان کو تکبر و جبر (سرکشی) کی وجہ سے ذلیل و خوار کیا جائے گا۔ یاد رہے کہ متکبر و جبار (سرکش) کو چیونٹی کی شکل و صورت لائق ہے جیسا کہ اہل دل اس سے بخوبی باخبر ہے۔

تفسیر عالمانہ: وقال فرعون: اور فرعون نے اپنے وزیر سے آسمانوں پر چڑھ جانے کے لیے از راہ تکبر و تجبر کہا۔

فائدہ: حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب فرعون نے دیکھا کہ خرئبل کی باتیں موثر ہیں اسی لیے سامعین کی توجہ دوسری طرف مبذول فرمائی اسی لیے وزیر کو بلا کر خود اور سامعین کو مشغول میں ڈال دیا۔

یاھامان۔ اے ہامان۔ یہ فرعون کا وزیر تھا۔ قبطی تھا۔ بنو اسرائیل سے تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ فرعون کے ساتھ غرق نہیں ہوا بلکہ اس کے بعد سو سال زندہ رہا۔ غم سے پچھتاتا رہا۔ بدبخت ہو گزرا۔ اور لوگوں سے دور زندگی گزاری۔

ابن۔ بنی یبنی کا امر ہے معنی تیار کر۔ **لی۔** میرے لیے۔ **صرحًا** محل کھلا جسے ہر دیکھنے والا دیکھے اونچا اور اسے پکی اینٹوں سے تیار کیا جائے۔ القصص میں ہے کہ اے ہامان آگ گارے پر جلا کر محل تیار کر۔ (یعنی پکی اینٹوں سے)

مسئلہ: قبور میں پکی اینٹ لگانا مکروہ ہے (عین المعانی) اس لیے کہ سب سے پہلے اسے فرعون نے تیار کیا۔

وہ صرح الشی: (بتشدید الراد) سے مشتق ہے بمعنی ظھر کیونکہ یہ لازم (فعل ہے) **لعلی۔** امید ہے کہ میں۔ **ابلغ۔** پہنچوں۔ **الاسباب۔** راستوں کے ذریعے۔ **اسباب السمٰوٰت۔** پہلے اسباب کا بیان ہے یعنی آسمانی راہوں سے آسمانوں تک۔

نکتہ: پہلے اسباب کو مبہم پھر اسے واضح کر کے لانے میں ان کی تفخیم شان اور سامع کو اس کی معرفت کا شوق دلانا ہے۔

فاطلع الی الہ موسیٰ۔ ہمزہ قطعی ہے اور لام (عین) مفتوح ہے اس لیے کہ ترجی کا جواب ہے یعنی تو میں موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو دیکھوں۔

فائدہ: تاج المصادر میں ہے کہ الاطلاع بمعنی دیدہ ور ہونا اور عین المعانی میں ہے بمعنی اوپر ہو کر کسی کو جھانکنا۔ **وانی لاظنہ کاذبا۔** اور میرا گمان ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے دعویٰ رسالت میں جھوٹے ہیں۔

نکتہ: یہاں کاذبًا پہلے کذابًا کہنے میں اشارہ ہے اس کا قائل صرف فرعون ہے اور اس سے قبل فرعون کے ساتھ ہامان اور قارون بھی تھا۔

Scanned with CamScanner

فائدہ: تفصیل قصہ سورہ قصص میں مذکور ہو چکا ہے۔ بعض مفسرین نے اس کلام کو ظاہر پر محمول فرمایا ہے اور فرعون کا آسمان کی طرف محل بنانے کا مفسرین نے اسے مجاز پہ محمول کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر فرعون مجنون تھا تو اس کی طرف سے ایسی بات نقل کرنا بے سود ہے اور ایسے ہی مجنون ہوتا تو ان کو دعوت دینے کے لیے رسول بھیجنے کے کیا معنیٰ۔ اگر وہ سمجھدار تھا تو عقل مند سے ایسا تصور نہیں ہو سکتا کہ وہ ایسا بلند مکان تیار کرنے کا حکم دے کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ پہاڑ تعلی سے اونچا مکان نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ یہ قوتِ بشر سے باہر ہے۔ اور آسمان کا دیکھنا پہاڑ کی طرح نہیں کہ اس کے اونچے نیچے کا فرق کیا جا سکے۔ اسی لیے اسے حقیقی معنیٰ پر محمول کر کے فرعون کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں۔

فرعون کے محل کی تیاری کی دو توجیہیں: مفسرین نے مذکورہ بالا تقریر کے بعد فرمایا کہ اس کا مطلب دو طریقوں سے بیان کیا جا سکتا ہے جو کہ عین عقل کے مطابق ہیں:

۱۔ ہامان کو حکم ہوا کہ وہ اونچی جگہ پر رصدگاہ تیار کرے جس سے وہ کواکب کے احوال جان سکے اور یہی ستارے آسمان کے اسباب ہیں جو حوادثِ ارضیہ پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی سے فرعون کو خیال ہوا کہ وہ بیٹھ کر اندازہ لگائے گا کہ کیا واقعی موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

۲۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کے قول میں فساد سمجھتا تھا اور کہتا تھا یہ جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں سے خبر دیتا ہے اور ہر بات میں یہی کہتے ہیں کہ جو اس کا حکم ہوگا اور جب تک اس کا پیغام نہ آئے گا کوئی کام نہ ہوگا اور میں جب تک خود آسمان تک پہنچ کر مطلع نہ ہوں گا اطمینان نہ ہوگا۔ کوئی انسان بھی اس پر طاقت نہیں رکھتا کہ آسمانوں پر رہ سکے اگر وہ ایسا ہے کہ وہ آسمان پر رہتا ہے تو وہ تمام زمین کے بادشاہوں پر زیادہ قدرت رکھتا ہوگا۔ اسی لیے میں آسمانوں پر جا کر دیکھوں گا کہ وہ کیسا ہے اگر وہ آسمانوں پر موجود نہیں تو موسیٰ علیہ السلام کا دعویٰ جھوٹا ہوگا۔ اس توجیہ ثانی پر فرعون کے متعلق یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ دہریہ اور زندیق تھا اور اس کا شبہ مذکور غلط اور فاسد ہوگا۔ اس لیے کہ جو محسوس نہ ہو تو وہ سرے سے موجود بھی نہ ہو کیونکہ ایسی ذات کی معرفت آثار و دیگر دلائل و براہین سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ تمہارے آباء اولین کے پروردگار نے فرمایا اور مشرق و مغرب اور ان کے مابین کا پروردگار ہے۔

فائدہ: فرعون لعین اللہ تعالیٰ کی ذات سے بے خبر تھا اور اسے انبیاء علیہم السلام کے بھیجنے کا علم نہ تھا اسی لیے بنا دلی وہم کو دلیل کے رنگ میں بیان کر کے اپنے ماننے والوں کو الجھن میں ڈال دیا۔

Scanned with CamScanner

فائدہ: کلبی نے کہا کہ فرعون موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں مشغولیت کی وجہ سے مذکورہ بالا تعمیر تیار نہ کر سکا
بعض نے کہا کہ فرعون نے اس طریقہ کا اظہار دھوکہ دہی کے طور پر کیا۔ بعض نے کہا کہ یہ اس کی
جہالت تھی لیکن ظاہر یہ ہے کہ جب چاہے اور جسے چاہے اندھا اور بہرہ بنا دے اور اللہ تعالیٰ نے
فرعون کو اپنے محل کے بنانے کا موقع دیا تاکہ وہ اس سے اللہ تعالیٰ کی آیت کا نظارہ دیکھے اور اس
پر سزا کی حجت قائم ہو۔

فائدہ: مروی ہے کہ وہ محل بنا تا تھا اللہ تعالیٰ اسے توڑتا تھا جیسا کہ سورۂ قصص میں تفصیل کے ساتھ گزرا نیز
ہمبرو تجربہ کا تقاضا یہی ہے جیسا کہ منقول ہوا۔ ایسے ہی نجمت نصر کے ساتھ ہوا کہ وہ بھی پرلے درجہ
کا سرکش اور متکبر تھا اس نے بھی بابل میں ایک محل تیار کرایا تھا تاکہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کو مٹا دے۔ اس کا قصہ
اس سے پہلے بھی گزرا۔

ازالہ وہم: فرعون دہریہ نہ تھا کیونکہ متواتر روایات سے ثابت ہے کہ فرعون خلوت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ
میں تضرع وزاری کرتا تھا تاکہ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہے
سمجھ دے جس پر مہربانی فرمائے۔ ہمارے قول کی تائید اس قول سے ہوتی ہے۔

وکذٰلک۔ ایسی بلیغ اور حد سے زائد تزئین کی طرح۔ **زین۔** سنگار اگیا۔ **لفرعون سوء عملہ**
فرعون کے لیے اس کے برے کردار جن میں وہ ایسا منہمک ہوا کہ معمولی طور پر بھی اس سے نہ ہٹتا تھا۔ **وصد**
اور روکا گیا۔ **عن سبیل۔** سیدھے راستے سے روکنے والا در حقیقت اللہ تعالیٰ تھا اور شیطان اس کا سبب بنا
اسی لیے دوسرے مقام پر فرمایا **زین لھم الشیطان اعمالھم۔** ان کے کردار کو شیطان نے ان کے
لیے سنگارا۔ یہی اہل سنت کا مذہب ہے اور معتزلہ نے کہا سنگارنے والا بھی شیطان تھا اور روکنے والا بھی
(اس کی وجہ یہ ہے کہ معتزلہ کی توجیہ میں ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ برے کام اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں
ہوتے)

وماکید فرعون۔ ابطال آیات اور محل کی تیاری کا مکر فرعون کا نہ تھا **الا فی تباب** مگر خسارے
اور گھاٹے اور ہلاکت میں۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ جو گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف
آسمانوں میں ہے وہ اپنے وقت کا فرعون ہے کافر کے کفر کے اثبات میں اتنا
کافی ہے کہ وہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے۔ اس غلط عقیدہ اور گندے مذہب پر دلیل قائم کرنے
کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ فرعون کا زعم تھا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے۔ اگر وہ آسمانوں میں ہوتا تو فرعون
اپنے دعویٰ میں سچا ہوتا۔ ایسے عقیدے والا خطاء کا مرتکب اور اللہ تعالیٰ سے کوسوں دور ہے اور جب

فرمان اللہ تعالیٰ کی طلب میں آسمانوں پر اعتقاد رکھ کر خسارہ و گمراہی میں تھا ایسے ہی یہ ۔

حدیث شریف: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جیسے آنکھوں سے محجوب ہے ایسے ہی بصائر سے بھی پوشیدہ ہے۔ ملاء اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو ایسے ہی تلاش کر رہے ہیں جیسے تم۔

فائدہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصد مبارک یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آسمانوں پر ہوتا تو اسے آسمان والے کیوں تلاش کرتے اگر وہ زمین پر ہوتا تو زمین والے اسے کیسے تلاش کرتے۔ وہ اب بھی اسی طرح مکان سے منزہ و مقدس ہے جیسے پہلا تھا۔

مسئلہ: ہدیۃ المہدیین میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے اس سے اس کی مخصوص مکان مراد ہے تو وہ بالاتفاق کافر ہو جائے گا کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی جسمانیت کا ثبوت ملتا ہے اگرچہ اس کی نیت اللہ تعالیٰ کے جسم کے ثبوت نہ ہو تب بھی کافر ہو جائے گا۔ یہی اکثر علماء کا مذہب ہے۔ اگر اس سے اخبار و آثار کے ظاہر کے مطابق حکایت کرتا ہے تو کافر نہ ہو گا۔

حکایت: حضرت معاویہ بن الحکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میری ایک لونڈی ہے جو بکریاں چراتی ہے میں اس کے ہاں آیا تو وہ ایک بکری گم کر چکی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا تو کہا کہ اسے بھیڑیا نے کھا لیا ہے مجھے اس کا افسوس ہوا لیکن میری غلطی ہوئی کہ میں نے بتقاضائے بشری ایک تھپڑ اس کے چہرے پر اور ایک گردن پر مارا۔ اب میرا جی چاہتا ہے کہ میں اسے آزاد کر دوں۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لونڈی سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے اس نے کہا آسمان میں۔ پھر پوچھا کہ میں کون ہوں عرض کی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا اے معاویہ (رضی اللہ عنہ) اسے آزاد کر دے اس لیے کہ وہ مومنہ ہے۔

مسئلہ: دلیل عقلی بھی دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اینیت محال ہے اسے اینیت میں محصور نہیں کیا جاتا ہے۔

نکتہ: جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لونڈی اللہ تعالیٰ کو کس طرح جانتی ہے تو آپ نے اس سے اسی طرح مخاطب فرمایا۔ اگر آپ اس سے کسی اور طریقہ سے مخاطب ہوتے تو مطلب حاصل نہ ہوتا اور نہ ہی لونڈی کی دوسری بات قبول ہوتی اسی لیے یہی حکمت تھی کہ آپ نے ایسی لونڈی سے اس طرح کا سوال فرمایا جس کی وہ اہل تھی اسی لیے لونڈی نے جب آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا اللہ تعالیٰ یہاں ہے

Scanned with CamScanner

تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے ایمان کی تصدیق فرما دی اس لیے کہ کم از کم وہ لونڈی خدا تعالیٰ کے وجود کو تو جان کر اس کی تصدیق کرتی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ وہ عاملہ نہیں اگر وہ علم رکھتی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کو آسمان میں مقید نہ کرتی۔

مسئلہ: عالم پر لازم ہے کہ وہ جاہل کے ساتھ ایسی بات کرے جو اس کی عقل کے مطابق ہو اور جاہل بھی مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک عالم کی صحبت سے بہرہ ور نہ ہو۔

فتوحات مکیہ: اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فوقیت کے اقرار سے جہت لازم نہیں آتی اگرچہ فوقیت اس کے لیے ثابت ہے اس میں رائے زنی نہیں کرنی چاہیئے۔ اس مسئلہ میں اہلسنت کا مذہب اختیار کرنا لازم ہے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

قرب نے بالا نہ پستی رفتن است
قرب حق از حبس ہستی رستن است

ترجمہ: اس کے حق میں قرب اور اونچا و نیچا کا تصور نہیں ہونا چاہیئے اس کے قرب سے ہستی کو قید سے نجات پانا ہے۔

نیست اورا چہ جائے بالا است و زیر
نیست اورا زود و نہ دور است و نہ دیر

ترجمہ: اس کے لیے نہ بالا ہونے کا تصور ہے نہ نیچے ہونے کا اس لیے نہ جلدی ہے نہ دور ہے نہ دیر (یعنی وہ ہمارے ہر تصور سے منزہ و مقدس ہے)۔

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اشیاء کا وجود اور ان کی ماہیات اعتباری نہیں اور حقیقت میں اعتباری شے کا کوئی وجود نہیں۔ حقیقی وجود اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اگر کوئی موجود ہے تو اس کا ظل اور اس سے قائم ہے۔ جب تمام موجودات کا حکم عدمی ہے تو پھر اس کے وجود کو عدم کے ساتھ مقید کرنے کا کیا معنیٰ یعنی اسے ایسا مقید کیا جائے کہ جس سے اینیت کا ثبوت ہو اور اینیت مخصوصہ سے اللہ تعالیٰ منزہ و مقدس ہے۔ ہاں دوسروں کے لیے جیسی اینیت چاہو ثابت کر سکتے ہو۔

Scanned with CamScanner

وَقَالَ الَّذِيٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۝
يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۫ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ
دَارُ الْقَرَارِ ۝ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا
مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ
فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَيٰقَوْمِ مَا لِيٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ
اِلَى النَّارِ ۝ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ
وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ
لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ
الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ وَ
اُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ
مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ
عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ
اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ وَاِذْ يَتَحَاجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ
اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ۝
قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ۝
وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا
مِّنَ الْعَذَابِ ۝ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا
بَلٰى قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝

ترجمہ۔ اور وہ ایمان والا بولا اے میری قوم میرے پیچھے چلو میں تمہیں بھلائی کی راہ بتاؤں۔ اے میری قوم
یہ دنیا کا جینا تو کچھ برتنا ہی ہے اور بیشک وہ پچھلا ہمیشہ رہنے کا گھر ہے جو برا کام کرے تو اسے
بدلہ نہ ملے گا مگر اتنا ہی اور جو اچھا کام کرے مرد خواہ عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل
کیے جائیں گے وہاں بے گنتی رزق پائیں گے اور اے میری قوم مجھے کیا ہوا میں تمہیں بلاتا ہوں

Scanned with CamScanner

نجات کی طرف اور تم مجھے بلاتے ہو دوزخ کی طرف ۔ مجھے اس طرف بلاتے ہو کہ اللہ کا انکار کروں اور ایسے کو اس کا شریک کروں جو میرے علم میں نہیں اور میں تمھیں اس عزت والے بہت بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں ۔ آپ ہی ثابت ہوا کہ جس کی طرف مجھے بلاتے ہو اُسے بلانا کہیں کام کا نہیں دنیا میں نہ آخرت میں اور یہ ہمارا پھرنا اللہ کی طرف ہے اور یہ کہ حد سے گزرنے والے ہی دوزخی ہیں تو جلد وقت آتا ہے کہ جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اسے یاد کرو گے اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں بے شک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے تو اللہ نے اسے بچا لیا ان کے مکر کی برائیوں سے اور فرعون والوں کو بُرے عذاب نے آگھیرا آگ جس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہو گی حکم ہو گا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو اور جب وہ آگ میں باہم جھگڑیں گے تو کمزور ان سے کہیں گے جو بڑے بنتے تھے ہم تمھارے تابع تھے تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ گھٹا لو گے وہ تکبر والے بولے ہم سب آگ میں ہیں بے شک اللہ بندوں پر فیصلہ فرما چکا اور جو لوگ آگ میں ہیں اس کے داروغوں سے بولے اپنے رب سے دعا کرو ۔ ہم پر عذاب کا ایک دن ہلکا کر دے اُنھوں نے کہا کیا تمھارے پاس تمھارے رسول روشن نشانیاں لاتے تھے بولے کیوں نہیں بولے تو تمھیں دعا کرو ۔ اور کافروں کی دعا نہیں مگر بھٹکتے پھرنے کو ۔

تفسیر عالمانہ : وقال الذی اٰمن ۔ اس نے کہا جو ایمان لایا یعنی فرعون کی جماعت میں رہنے والا مومن ۔ یا قوم اتبعونی ۔ اے میری قوم میری اتباع کرو یا قوم اتبعون اے میری قوم جن امور کی میں نے تمھیں رہبری کی اس میں میری اتباع کرو یہ دراصل یا قوم اتبعونی ۔ تمھاری اھدکم سبیل الرشاد ۔ میں تمھیں ایسے راستے کی رہبری کروں گا جو تمھیں مقصود تک پہنچا دے ۔ رشد و رشاد مصالح دین و دنیا کی رہبری کرنا " اس میں تعریف ہے کہ وہ راستہ کہ جس پر فرعون اور اس کی قوم چل رہی ہے وہ گمراہی کی طرف لے جانے والا ہے ۔

فائدہ : اس میں اشارہ ہے کہ سیدھا راستہ انبیاء و اولیاء کی اتباع میں امانت رکھا ہوا ہے اور ولیِ اللہ[1] پر بھی لازم ہے کہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں سیدھا راستہ تلاش کرے

---

[1] جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عمل کرتا ہے وہ ولی اللہ نہیں ولی الشیطان ہے ۔ (اویسی غفرلہٗ)

Scanned with CamScanner

جیسے خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی راہ پائی۔ منجملہ ہدایت کے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یا قوم انما هذه الحیوٰة الدنیا متاع۔ اے میری قوم یہ حیاۃ دنیا ایک متاع ہے۔ متاع متعہ کا اسم ہے بمعنی تمتع و انتفاع نہ بمعنی سامان اس لیے کہ اس کا جھوٹ دنیا سے خبر بننا اس معنی سے مانع ہے یعنی یہ دنیا تھوڑا سا نفع پاتا ہے پھر وہ نہایت جلد مٹنے والا ہے کیونکہ دنیا ساری کی ساری ایک لحظہ ہے جب ساری دنیا ایک لحظہ ہے تو پھر انسان کی اپنی کل عمر کا کیا حال ہوگا۔

سبق: عیش کا بستر تھوڑی دیر کے بعد لپیٹ لیں گے اور اس کے معاشرہ کی کتاب کے حروف ختم کر ڈالیں گے۔ اس کے بعد سمجھئے کہ اس سے جی لگانے کا کیا فائدہ ہوا۔

بباغ دہر کہ بس تازہ رنگ و خوش بوئیست
بباش غرہ کہ رنج خزاں زپے دارد

ترجمہ: باغ دہر جو نہایت تازہ رنگ اور خوشبودار ہے اس پر غرہ نہ ہو اس لیے کہ اس کے پیچھے خزاں کے جھونکے آ رہے ہیں۔

زماں زماں بہ مدا ہیچ نکبت واد بار
چہ رنگ و بو کہ نشانی ازاں نگذرد

ترجمہ: اس پر خزاں کے جھونکے لحظہ بہ لحظہ آ کر نہ اس کا رنگ بچے گا اور نہ خوشبو رہے گی۔

فائدہ: حضرت محمد بن علی ترمذی قدس سرہ نے فرمایا کہ سابقہ امم میں عقلا کے نزدیک مذموم رہی ہے اور حکمائے سابقہ کے نزدیک اس کے طالب ذلیل و خوار سمجھے جاتے رہے جو بھی سابقہ دور میں داعی حق اٹھا دنیا کی متابعت اور اس کے جمع کرنے اور اس کی محبت سے ڈراتا رہا کیا نہیں دیکھتے ہو کہ مومن آل فرعون نے یہی تو فرمایا کہ اتبعونی اهدکم سبیل الرشاد۔ گویا انہوں نے پوچھا کہ سبیل الرشاد کیا ہے تو اس نے یہی فرمایا انما هذه الحیوٰة الدنیا الخ یعنی تم سبیل الرشاد کو حاصل نہیں کر سکو گے اگر تمہارے دل میں بال برابر بھی دنیا کی محبت یا طلب ہوگی۔

و ان الآخرة هی دار القرار۔ اور بیشک آخرت ہی دار القرار ہے کیونکہ اسی میں خلود و دوام ہے اور ظاہر ہے کہ جو شے دائمی ہو وہ ختم ہو جانے والی سے بہتر ہوتی ہے۔

فائدہ صوفیانہ: کسی عارف نے فرمایا کہ اگر دنیا سونا اور فانی ہوتی اور آخرت ٹھیکری اور دائمی تو بھی دنیا سے آخرت بھلی ہے اس لیے کہ دنیا تو ہے بھی ٹھیکری اور فانی اور آخرت سونا اور دائمی ہے اسی لیے بہتر ہے۔

حدیث شریف ۱؎ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چٹائی پر آرام فرمایا تو آپ کے جسم مبارک پہ نشان پڑ گئے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ فرمائیں تو آپ کے لیے گدا (روئی سے بھرا ہوا) بنالیں۔ آپ نے فرمایا مجھے دنیا کی کوئی ضرورت نہیں اس لیے کہ میری دنیا اس سوار جیسی ہے جو درخت کے نیچے آرام کرے اور پھر وہ اٹھ کر چل پڑے۔

حدیث شریف ۲؎ : حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عزیز! موت کو زیادہ یاد کیا کرو کہ جب تم موت کو زیادہ یاد کرو گے تو دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی رغبت پیدا ہوگی اور آخرت دارالقرار اور دنیا سراسر دھوکہ ہے جو اس سے دل لگائے گا وہ فریب خوردہ ہے ؎

تو غافل در اندیشۂ سود مال
کہ سرمایہ عمر شد پائمال
چہ خوش گفت کودک را آموزگار
کہ کارے نکردیم و شد روزگار

ترجمہ: تو سود مال کے فکر میں رہ کہ غافل ہے کہ تیری عمر کا سرمایہ خراب ہو رہا ہے۔
۲: استاد نے شاگرد کیا خوب فرمایا کہ ہم کوئی کام نہ کر سکے ہائے زندگی ضائع ہو گئی۔

من عمل سیئۃ ۔ جو دنیا میں بُرے عمل کرتا ہے ۔ **فلا یجزی** تو آخرت میں نہ جزا دیا جائے گا۔ **الا مثلہا** ۔ مگر اس کی مثل اللہ تعالیٰ ہے ۔ یہ اس کا عدل ہو گا کہ کافر کو کفر کی سزا میں اسے ہمیشہ دوزخ نصیب ہو۔ اگرچہ اس کے کفر کو لمحہ بھی نہ گزرا ہو کہ یہ سزا اس کے اسی طرح کے دائمی عقیدہ کی وجہ سے ہو گی کیونکہ وہ تو اگر زندگی جتنا طویل بسر کرتا تب بھی اسی عقیدہ میں رہتا۔

مسئلہ : مومن فاسق کی سزا منقطع ہو گی کیونکہ اس کا یہ اعتقاد نہ تھا کہ وہ اسی جرم پر زندگی بسر کرے گا۔

مسئلہ : آیت سے ثابت ہوا کہ جنایات کی سزا برابر ہے خواہ نفوس سے سرزد ہوں یا اعضاء سے یا اعمال سے ارتکاب جرم پر زائد سزا نہیں ہو گی کیونکہ یہ ظلم ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محال ہے۔

ومن عمل صالحا ۔ اور وہ جو نیک عمل کرتا ہے یعنی جن اعمال میں صرف اور صرف رضائے الٰہی

Scanned with CamScanner

مطلوب ہو تو بھی مشروع عمل ہو۔

من ذکر او انثی۔ مرد ہو یا عورت دونوں کا ذکر انھیں نیک عمل کی ترغیب دینے کے لیے ہے۔ وھو مؤمن۔ اور وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتا ہو۔ عمل کے بعد ایمان کو حال بنانے میں اشارہ ہے کہ ایمان کے بغیر اعمال بے کار ہیں جیسا کہ فن اصول میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ حال کا وقوع بمنزلہ شرط کے ہوتا ہے۔

فاولئک۔ تو وہ جو نیک عمل والے ہیں۔

ید خلون الجنۃ یرزقون فیھا۔ بہشت میں داخل ہو کر عطا کیے جائیں گے از قسم پاکیزہ فواکہ "میوہ جات" اور لذیذ طعاموں سے۔ بغیر حساب بے انداز اور یہ صرف ان کے اعمال کے مطابق نہ ہو گا بلکہ شمار سے باہر ہوں گے۔ یہ محض فضل ربانی اور رحمت رب کریم سے ہو گا۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ حساب سے مراد وہی حساب ہے جو بندگان خدا آپس میں حساب اور شمار کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ عطیہ ایسی گنتی اور شمار جیسا نہ ہو گا۔

بہشت کی نعمتیں:

حدیث شریف: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اہل جنت کو اعمال صالحہ کی فضیلت پر جہانی دی جائے گی اور انھیں حکم ہو گا کہ دنیوی ایام کے مطابق جمعہ کے دن ایک کھلے میدان میں حاضر ہوں۔ انہیں انھیں اللہ تعالیٰ اپنے دیدار سے شرف بخشے گا چنانچہ اس کے لیے اپنا عرش ظاہر فرمائے گا اور انھیں حکم ہو گا کہ بہشت باغیچوں کے ایک باغیچہ میں جمع ہو جاؤ۔ جب وہ حاضر ہوں گے تو ان کے لیے موتی یاقوت زبرجد سونے۔ چاندی کے منبر بچھائے جائیں گے اور ہر ایک اپنے قریب لوگوں کے منبر پہ ہو گا اور ادنیٰ لوگ مشک و کافور کے ٹیلوں پر ہوں گے۔ لیکن ان کو یہ خیال تک نہ آئے گا کہ کرسی نشین حضرات ان سے افضل ہیں۔

سوال ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔

جواب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم: حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں کیا تم سورج اور چودھویں کے چاند کو دیکھنے میں کچھ شک و شبہ کر سکتے ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم سب نے عرض کی نہیں تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا ایسے ہی تم اپنے رب

Scanned with CamScanner

تعالیٰ کے دیدار کرو گے جس میں تمھیں شک وشبہ نہ ہوگا اور اس مجلس میں تمام اہل بہشت کو زیارت نہ ہوگی۔

سوال آقا جواب بندہ: آقا اس مجلس میں کسی ایک بندے سے فرمائے گا اے فلاں بن فلاں کیا تو نے فلاں فلاں دن یہ بات کہی تھی یا نہیں۔

بندہ: تھوڑی سوچ کے بعد عرض کرے گا ہاں آقا مجھے یاد پڑتا ہے واقعی مجھ سے غلطیاں سرزد ہوئی تھیں کیا تو نے بخش نہیں دیا۔

آقا: بخش دیا مگر سات مغفرتوں کے برابر اور تیرا انھی کے برابر مرتبہ بنا دیا۔ وہ بندگان اسی حال میں ہوں گے کہ اچانک انھیں بادل چھا جائے گا جس سے خوشبو برسے گی ایسی کہ انہوں نے کبھی نہ سونگھی ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ میں نے تمھارے لیے کرامتیں (عطیات) تیار فرمائی ہیں جو چاہو حاصل کرو پھر وہ ایسے بازار میں آئیں گے جنھیں ملائکہ نے گھیر رکھا ہوگا اور ایسا منظر نہ ہی کبھی دیکھا اور نہ ہی کبھی سنا ہوگا۔ اور نہ ہی کسی کے ذہن میں اس کا تصور ہو سکتا ہے۔ اس بازار میں پہنچ کر ہر چیز بلاقیمت حاصل کر سکیں گے اور وہاں اہل بہشت ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے وہاں اچھے لباس والا گھٹیے لباس والے کو ملے گا تو گھٹیے لباس والا اعلیٰ لباس والے سے ملال کرے گا کہ اسے اچھا لباس عطا ہوا ہے کاش مجھے بھی ایسے ہی عطا ہوتا) ابھی وہ باتیں ہی کر رہے ہوں گے تو اس کا لباس اس سے بہتر واحسن ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بہشت میں کسی قسم کا حزن وملال نہ ہوگا اس کے بعد اہل بہشت اپنی منازل میں لوٹیں گے وہاں ان کی عورتیں منتظر ہوں گی وہ اپنے خاوندوں کو دیکھ کر خوش آمدید کہیں گی اب تو دیدار الٰہی کی وجہ سے تمھارے حسن وجمال میں مزید نکھار آگیا ہے اہل بہشت کہیں گے کہ آج ہم بڑے خوش قسمت ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا نصیب ہوا اور پھر آرزو رکھتے ہیں کہ پھر اسی طرح ہمیں دیدار نصیب ہو۔

تفسیر عالمانہ: ویاقوم۔ علامہ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آل فرعون حضرت خربیل رضی اللہ عنہ کی باتوں سے یقین کریں گے کہ یہ بھی موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے ہیں اس پر انھیں وہ ملامت کرنے لگے کہ تمھیں شرم ہونی چاہیئے کہ فرعون کی پرستش سے منہ موڑ کر کسی دوسرے کو پوجنے لگے ہو۔ حضرت خربیل رضی اللہ عنہ انھیں بار بار یاقومی کہتے شاید کہ ان کے دل پر کوئی اثر ہو اور خواب غفلت سے بیدار ہوں اسی لیے فرمایا بھائیو ا مالی۔ یہ استفہام توبیخ کا ہے۔ مجھے کوئی انکار نہیں کہ ادعوکم الی النجاۃ۔ میں تمھیں دوزخ کی آگ سے نجات پانے کی دعوت دوں اور تمھیں توحید کی طرف

بلاؤں۔ وتدعوننی الی النار اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو۔

فائدہ: ادعوکم فعل منوی فی الخبر سے حال کے مقام میں ہے اور تدعوننی کا اس پر عطف ہے اور تعجب ان پر ہے کہ وہ الٹا خربیل رضی اللہ عنہ کو دوزخ کی دعوت دیتے تھے اور اس پر تعجب نہیں کہ خربیل نے انھیں بہشت کی دعوت کیوں دی گویا فرمایا کہ مجھے خبر دو کہ میں تو تمھیں نجات کی دعوت دیتا ہوں اور تم مجھے جہنم کی طرف بلاتے ہو یہ کس طرح کا معاملہ ہے۔

فائدہ: بعض نے اسے مالی اراک حزینا (مجھے کیا ہے کہ تمھیں محزون دیکھتا ہوں) کے قبیل سے بنایا ہے. اب معنی یہ ہوا کہ تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم مجھے جہنم کی دعوت دیتے ہو۔ تدعوننی لاکفر باللہ تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کروں۔ یہ بدل ہے اور دعا کا استعمال ہدایت کی طرح ہے کہ کبھی الی سے متعدی ہوتا ہے اور کبھی لام سے۔ واشرک بہ مالیس لی بہ۔ اور شریک کروں اس کی معبودیت میں اسے جس کا مجھے علم نہیں۔ علمٌ۔ علم۔ اس سے معلوم کی نفی مراد ہے یعنی بطریق کنایہ ان کے مزعومہ معبودوں کا اللہ تعالیٰ کا شریک کا مجھے نہیں (اس سے معبودانِ باطلہ کی بالکلیہ نفی مراد ہے کہ نہ وہ ہیں اور نہ مجھے ان کا علم ہے) یہ نفی الشیٔ بنفی اللازم کے قبیل سے ہے۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ الوہیت کے لیے اقامت برہان ضروری ہے تاکہ اس برہان سے علم یقینی حاصل ہو۔ وانا ادعوکم الی العزیز۔ اور میں تمھیں اس عزیز (غالب رب) کی طرف بلاتا ہوں جس کا کوئی کفو نہیں اور مخلوق میں سے ہر ایک دوسرے سے کفو ہوا کرتے ہیں اور وہ مشرکین کو عذاب میں مبتلا کرنے پر بھی قادر ہے الغفار۔ جو اس کی طرف رجوع کرے اور دل سے تائب ہو تو وہ مذنبین کے گناہ بخشنے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔

لاجرم۔ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ لاجرم بمعنی یقیناً دوسروں نے فرمایا کہ یہ کلمہ علیحدہ ہے اور سابق کلام سے متعلق ہے یعنی جس کی انھوں نے خربیل رضی اللہ عنہ کو دعوت دی آپ نے لفظ لا سے ان کی رد کی ہے۔ جرم فعل ماضی ہے بمعنی حق اور ان کا فاعل ان ما تدعوننی ہے۔ بیشک جس کی تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرکے اس کی عبادت کروں۔ لیس لہ دعوۃ فی الدنیا والاخرۃ (اس کی نہ دنیا میں کوئی دعوت کا ثبوت ہے نہ آخرت میں) یعنی یقین ہے کہ تمھارے معبودوں نے اپنی عبادت کی کوئی دعوت نہیں دی حالانکہ معبود حق وہ ہے جو رسل کرام علیہم السلام اور کتب آسمانی بھیج کر اپنی عبادت کی دعوت دے اور تمھارے معبودوں اور بتوں میں یہ بالکل نہیں کیونکہ وہ صرف مٹی کے ڈھیلے ہیں انھیں کسی کو دعوت دینے کی استطاعت نہیں اور آخرت میں جب اللہ تعالیٰ ان کو بولنے کی طاقت دے گا تو وہ اپنے عبادت گزاروں سے برأت ظاہر کریں گے یا معنیٰ یہ ہے کہ وہ بت دنیا میں کسی کی دعا قبول کرنے کے اہل نہیں۔ دنیا میں تو اس لیے نہیں کہ وہ نہ کسی کو باقی رکھ سکتے ہیں اور نہ کسی کو تندرستی دے سکتے ہیں اور نہ کسی کو دولت مند بنا

Scanned with CamScanner

سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ اور آخرت میں نہ کسی کو نجات دے سکتے ہیں اور نہ کسی کے درجات بلند کر سکتے ہیں[1] وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بتوں کے بارے میں فرمایا کہ ان تدعوھم لا یسمعوا دعائکم ولو سمعوا ما استجابوا لکم۔ اگر تم انھیں بلاؤ تو وہ تمھارے پکارنے کو نہیں سنتے اور اگر سنیں بھی تو اس کا تمھیں کوئی جواب نہ دے سکیں گے۔ تو پھر بت کس طرح رب ہو سکتے ہیں کیونکہ انھیں پکارنے والوں کی دعا قبول کرنے کی قدرت نہیں اور معبود حقیقی کا کام ہے کہ پکارنے والے کی دعا قبول کرے اور اُن کی ضروری حاجات پوری کر سکے۔

فائدہ: بعض نے کہا جرم بمعنی کَسَبَ اور اس کا فاعل ضمیر مستتر ہے یعنی اس کا کفر و اشراک کی دعوت کا عمل مدعو الیہ کی دعوت کا بطلان کرتا ہے یعنی اس سے سوائے اس کی دعوت کے بطلان کچھ ظاہر نہ ہوا گویا انھیں کہا گیا کہ شاید تمھارا خیال ہو کہ تمھارے شرک و کفر کی دعوت مجھے اس کے قبول کرنے کی طرف متوجہ کرے۔ یہ تمھارا خیال غلط ہے۔ یہ اعراض اور ظہور بطلان کا سبب ہے۔ بعض نے کہا کہ جرم جَرَمَ کی ماضی ہے بمعنی القطع جیسے بُدّ کا لفظ بدیں تبدید کی ماضی ہے یعنی اصنام کی الوہیت کا بطلان قطعی ہے کہ کسی وقت بھی اس کے برعکس نہیں ہو سکتا کہ وہ حق ہو سکے اس معنی پر جرم اسم ہو گا لیکن نہ بنی علی الفتح ہوگا اور یہ فعل ماضی جیسے سابقہ دونوں وجہوں میں بتایا گیا ہے کہ یہ اسم مبنی علی الفتح ہے یا فعل ماضی ہے اور القاموس میں ہے کہ لاجرم بمعنی لابد بمعنی حقا یا لامحالہ اور یہی اس کا اصلی معنیٰ ہے پھر کثیر الوقوع ہو کر قسم کے معنیٰ میں مستعمل ہونے لگا اس لیے اس کے جواب لام آتی ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے۔ لاجرم لآتینک۔ بخدا میں تیرے پاس آؤں گا۔ وان مردنا۔ اور بیشک ہمارا رجوع الی اللہ۔ اللہ تعالیٰ یعنی موت اور مفارقت الارواح من الاجساد کی طرف ہے اور وہی اللہ تعالیٰ ہمیں جزا و سزا دے گا۔ اس کا عطف ان ما تدعوننی پر ہے اسی لیے اس کے حکم میں داخل ہے۔ ایسے ہی وان المسرفین اور بیشک ضلال و طغیان میں ایسے ہی شرک کے ارتکاب و خون بہانے میں حد سے بڑھنے والے ھم اصحاب النار۔ وہی ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔ فستذکرون۔ عنقریب عذاب دیکھ کر تم ایک دوسرے کو یاد کرو گے۔ ما اقول لکم۔ جو میں تمھیں نصیحتیں کہتا ہوں۔ لیکن اُس وقت کا یاد کرنا تمھیں کوئی فائدہ نہ دے گا۔ وافوض امری الی اللہ۔ اور میں اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کرتا ہوں۔ وہی مجھے ہر دکھ تکلیف

---

[1] وہابیہ و دیوبندیہ نجدیہ کا انبیاء و اولیاء کو بتوں کی طرح سمجھنے کا اس مضمون سے رد ہوا کہ انبیاء و اولیاء نے دنیا میں بے شمار خلق خدا کو فوائد بخشے اور آخرت میں بے شمار بندگان خدا کو شفاعت سے نوازیں گے۔ اویسی غفرلہ

سے بچائے گا۔ خربیل رضی اللہ عنہ نے یہ اُس وقت کہا کہ جب اُنہوں نے آپ کو قتل کر دینے کی دھمکی دی۔

حل لغات : القاموس میں ہے **فوض الیہ الامر** یعنی فلاں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کو سپرد کیا التفویض کو حقیقی معنی ہے۔ **تعطیل الارادۃ فی تدبیر اللہ تعالیٰ** ۔ ارادہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے آگے چھوڑ دینا۔ اور تفویض میں انسانی کمال یہ ہے کہ اپنے میں نہ ہی مخلوق میں نفع و ضرر کی قدرت کا خیال دل میں لائے (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی نفع و نقصان کا وسیلہ بنانا ہے بنانا ہے)

فائدہ : بعض مشائخ نے فرمایا کہ نزول تقدیر سے پہلے کا نام تفویض اور نزول کے بعد کا نام تسلیم ہے۔

ان اللہ بصیر بالعباد ۔ بیشک اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھتا ہے۔ وہی حق و باطل والوں کو جانتا ہے جو اس سے پناہ مانگے اور اس پر توکل کرے تو اسے تکلیف و مصائب سے پناہ بخشتا ہے۔

فائدہ : کشف الاسرار میں ہے تفویض کا معنی ہے اپنے تین اُمور اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا اور وہ تین اُمور یہ ہیں :۔

۱۔ دین ۲۔ قسم ۳۔ حساب خلق

دین میں تفویض یوں کہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اُمور میں بہ تکلف موافقت نہ کرے بلکہ یہ بلا تکلف عقیدہ رکھے کہ جو کچھ اس نے ہمارے لیے بنایا ہے وہ ہمارے لیے خیر ہی خیر ہے۔ اور تفویض در قسم یہ ہے کہ دعا کا حیلہ بنا کر حکم الٰہی کا معارضہ نہ کرے۔ اور تفویض در حساب یہ ہے کہ اُمور میں بُرائی دیکھے تو اسے بدبختی نہ سمجھے بلکہ اللہ تعالیٰ سے خوف کرے۔ اگر کسی میں نیکی دیکھے تو اسے دائمی سعادت نہ سمجھے ہاں اس کی رحمت پر اُمید رکھنی چاہیئے۔ اور ظاہری حال پر حکم جاری ہوتا ہے لیکن اس کی صداقت پر دلائل طلب نہیں کرنا چاہیئے۔ اسی کے مطابق ایک حدیث شریف وارد ہے۔

حدیث شریف :۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل کے دو شخص آپس میں محبت کرتے تھے ایک ان میں عبادت و ریاضت میں لگا رہتا تھا اور دوسرا کہتا تھا میں تو گنہ گار ہوں۔ عبادت گزار دوسرے کو بار بار کہتا گناہ کرنا چھوڑ دے گناہ گار کہتا مجھے میرے حال پہ چھوڑ دے میں بھی گناہوں کو بُرا سمجھتا ہوں لیکن شومیٔ قسمت جب وہ اسے سخت تاکید کرتا تو کہتا مجھے اپنے حال پہ رہنے دے تیرا اگر ان نہیں تیرا کچھ نا فرض تھا وہ تو نے ادا کر دیا نیکی پر گھمنڈ کرنے والے نے گناہ گار کو کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے ہرگز نہ بخشے گا اور نہ ہی تجھے بہشت نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کے پاس فرشتہ بھیج کر دونوں کی رُوح قبض کر لی اور

لہ ۔ مبین المعانی ۱۲ لہ عرائس البیان البقلی ۱۲

Scanned with CamScanner

دونوں اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہوئے ۔ گناہ گار کو فرمایا میں نے اپنی رحمت سے تجھے بہشت میں داخل کیا ۔ دوسرے کو کہا کیا تو میری رحمت کو میرے بندے سے روک سکتا ہے ۔ عرض کی نہیں فرمایا اسے دوزخ میں لے جاؤ ۔

سبق : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کسی وقت انسان سے ایسا کلمہ منہ سے نکل جاتا ہے جس سے اس کی دنیا و آخرت خراب ہو جاتی ہے ۔

مسئلہ : آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا پتہ ہے اور ان کے حالات سے مکمل طور پر باخبر ہے ۔ اس لیے انسان پر لازم ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر حال میں اپنی اصلاح کا خیال رکھے ۔

حکایت صحابہ : حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند ساتھیوں کے ساتھ جنگل کو سیر کرنے نکلے ۔ ایک جگہ قیام کیا اور طعام پکا کر کھانے کے لیے تیار ہوئے تو دیکھا کہ ایک چرواہا بکریاں چرا رہا ہے اسے کھانے کو کہا تو معذرت کی کہ میں روزے سے ہوں ۔ سب کو اس کے روزے سے تعجب ہوا کہ ایسی شدید گرمی اور جنگل میں بکریاں چراتے ہوئے بھی روزہ ۔ اس نے کہا کہ جہنم کی گرمی اس سے سخت تر ہے ۔ اس کے جواب سے انھیں اور حیرانی ہوئی پھر کہا ایک بکری ہمیں قیمتاً دے دے کہا بکریاں میری نہیں میرے مالک کی ہیں اس کی اجازت کے بغیر میں نہیں بیچ سکتا ۔ انھوں نے کہا کہ مالک کو کہہ دینا اسے بھیڑیا لے گیا ہے یا گم ہو گئی ہے ۔ چرواہے نے کہا این اللہ اللہ کہاں جائے گا یعنی میں اسے کیا جواب دوں گا ۔ اس سے اور تعجب ہوا ۔ مدینہ طیبہ واپس پہنچ کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس چرواہے کو بکریوں سمیت اس کے مالک سے خرید لیا اور اسے بکریوں سمیت آزاد کر دیا ۔ پھر کبھی اسے دل لگی کے طور پہ کہا کرتے ارے میاں این اللہ ۔

حکایت نبی علیہ السلام : کسی زمانے کے نبی علیہ السلام ایک پہاڑ میں عبادت میں مشغول تھے ۔ وہاں ایک پانی کا چشمہ تھا وہاں سے ایک سوار کا گزر ہوا چشمہ سے پانی پی کر چل دیا اور ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی بھول گیا اس کے بعد ایک اور شخص آیا اس نے تھیلی اٹھالی اور چلتا بنا ۔ پھر ایک مسکین آیا جس کے سر پر لکڑیوں کا گٹھا تھا وہ پانی پی کر سستا یا ہی تھا کہ تھیلی والا واپس آیا ۔ بسیار تلاش کے باوجود تھیلی نہ ملی ۔ اسے اسی مسکین پر شک گزرا اور اسے پکڑ کر خوب باز پرس کی لیکن تھیلی اس کے پاس تھی ۔ تھیلی والے نے غصہ سے مسکین کو مار کر جان نکال لی ۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی یا اللہ اس غریب کا کونسا گناہ تھا جبکہ تھیلی تو اور لے گیا لیکن ظالم نے اس مسکین کی جان لے لی ۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اپنا کام کیجئے ۔ عبادت میں مشغول رہو میرے امر میں دخل نہ دو لیکن سن لو کہ اس مسکین نے تھیلی والے سوار کے باپ کو قتل کر دیا تھا اب ہم نے قصاص کے طور پر اس کے لڑکے سے اسے قتل کرا دیا اور تھیلی والے سوار نے دوسرے کے ہزار دینار دبا رکھے تھے اب ہم نے اس کے ترکہ سے حقدار کو حق دلوایا ہے (تذکرۃ الغزالی)

Scanned with CamScanner

حضرت حافظ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے

در کارخانہ کہ دخل عقل و فضل نیست
فہم ضعیف ورائے فضولی چرا کنند

ترجمہ: خس و خاشاک کے جھونپڑے میں عقل و فضل نہ ہو تو ایسے ضعیف الفہم و الرائے کیوں قیاس آرائیاں کریں۔

خربیل رضی اللہ عنہ کی کرامت: منقول ہے کہ فرعون نے حکم دیا کہ خربیل رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا جائے۔ آپ کو معلوم ہوا تو آپ بھاگ کر پہاڑ میں چلے گئے اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لیے درندے بھیج دیئے تاکہ ان کے ارد گرد پھرتے رہیں۔ انھوں نے اُفوض امری الی اللہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُن کی تفویض قبول فرما کر ان کو فرعون کے ظلم سے بچا لیا۔[1]

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ فرعون نے خربیل کے پیچھے اپنے خاص کو لشکر دے کر آپ کی گرفتاری کے لیے بھیجا تو دیکھا کہ وہ خود تو نماز میں مشغول ہیں اور درندے اُن کے ارد گرد پہرہ دے رہے ہیں۔ فرعونی یہ حال دیکھ کر گھبرا گئے اور واپس ہو کر فرعون کو ان کا حال سنایا۔ فرعون نے سیاست کے طور پر سب کو کہہ دیا کہ خربیل کا حال کسی کو نہ سنانا تاکہ عوام فرعون سے منحرف نہ ہو جائیں۔ بعض نے کہا کہ فرعون کو اطلاع دی اور اس نے سیاسۃً ان سب کو سولی چڑھا دیا تاکہ راز فاش نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے خربیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر دی کہ فوقاہ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے بچا لیا سیآت مامکروا۔ ان کی بُری تدبیروں سے اور ان کے ان بدارادوں سے جو اس کے بارے میں طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کرنے کا پروگرام بنا کر آئے تھے۔ بعض نے کہا کہ خربیل رضی اللہ عنہ نے بھی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات پائی تھی۔

وحاق اور گھیر لیا۔ بآل فرعون۔ فرعون اور اُس کی قوم کو۔

سوال: فرعون کی تصریح تو نہیں تم نے اسے کیسے شامل کر دیا۔

جواب: قوم کے ساتھ اس کا ہونا لازمی امر ہے اس لیے کہ اصل تو وہی تھا بلکہ اس نے ہی ان سب کو گمراہ کیا تھا اگرچہ تصریح نہ بھی ہو تب بھی اس کا اسی لیے ہونا ضروری ہے۔

سوء العذاب۔ بُرا عذاب یعنی دریا میں ڈوب کر مر جانا اور یہ دنیوی عذاب تھا۔ آخرت کا عذاب

---

[1] آج بھی اگر کسی کو دشمن سے خطرہ ہو تو اُفوض امری الی اللہ کی کثرت کرے تو دشمن کے حملہ سے محفوظ رہے گا۔ اویسی غفرلہ۔

Scanned with CamScanner

یوں ظاہر فرمایا النار یعرضون۔ فرعون اور اُس کی قوم کو جہنم کی آگ میں پیشی کی جاتی ہے۔ علیہا یعنی نار پر۔ ان کا آگ کے سامنے پیش کرنے کا معنیٰ ہے ان کا آگ میں جلنا اور عذاب میں مبتلا ہونا جیسے کہا جاتا ہے عرض الاسارى على السيف۔ قیدیوں کو تلوار کے سامنے پیش کیا گیا۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب انھیں تلوار سے قتل کیا جائے۔ القاموس میں عرض القوم على السيف بمعنیٰ انھیں تلوار سے قتل کرنا اور عرض القوم على السوط بمعنیٰ انھیں ڈنڈا مارنا ہے۔ غدوا وعشيا۔ صبح اور شام یعنی ہمیشہ۔

فائدہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فرعون اور اس کی قوم کی اَرواح سیاہ پرندوں کے پیٹ میں ہیں اور صبح و شام یعنی دونوں وقت روزانہ ان کو دوزخ پیش کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اے فرعونیوں یہی تمہارا ٹھکانا ہے۔ اس سے دو مخصوص وقت مراد ہیں یا ان دو وقتوں میں کسی وقت (اللہ ہی جانے ان کے حال کو) نامعلوم انھیں مقید کرکے عذاب دیا جاتا ہے یا کچھ مہلت بھی پاتے ہیں یا دائمی عذاب میں مبتلا رہتے ہیں۔ دوام کا قرینہ قوی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بہشت کے لیے فرمایا۔ ولهم رزقهم فيها بكرة وعشيا۔ ان کے لیے صبح و شام رزق ہے یعنی انھیں دائمی رزق سے نوازا جاتا ہے۔

فائدہ: ابن الشیخ نے اپنے حاشی میں لکھا کہ اس میں اشارہ ہے کہ یہ عرض و احراق تعذیب کے لیے نہیں بلکہ اظہار و ابراز کے لیے ہے اور یہ القلب کے طریق پر ہے جیسے کہا جاتا ہے عرضت الناقة على الحوض۔ کہ دراصل عرضت الحوض على الناقة یعنی اونٹنی کو ہانک کر یا پکڑ کر حوض پر لایا گیا۔ یہاں بھی یہی مراد ہے کہ فرعونیوں کی اَرواح جن سیاہ پرندوں کے پیٹ میں ہیں انھیں جہنم کی آگ کی طرف لایا جائے گا۔

حدیث شریف: جب انسان مرتا ہے تو روزانہ اسے اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اگر وہ بہشتی ہے تو اسے بہشت دکھائی جاتی ہے اگر وہ دوزخی ہے تو دوزخ اور کہا جاتا ہے کہ یہی تیرا ٹھکانہ ہے۔ جب تو قیامت میں اُٹھایا جائے گا تو اسی میں قیام کرے گا۔

ازالۂ وہم: اَرواح[1] کا سیاہ پرندوں کے پیٹ میں ہونے سے تناسب ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ ان کی برزخی صورتوں کے نقشے کا اظہار ہے اور عرض بمعنی اظہار ہے۔ یہ عدم تعذیب کا مقتضی نہیں کیونکہ ہر رُوح یا تو عذاب میں ہے یا نعمتوں میں اور تعذیب و تنعیم کے مراتب ہیں۔ اور آل فرعون کی اَرواح کا آگ کے سامنے پیش کرنے کا وہ طریقہ نہ ہوگا جیسے دوسری اَرواح خبیثہ کا ہوتا ہے (بلکہ یہ اُن سے بھی بڑھ کر ہوگا)۔

---

[1] یہ صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تقریر ہے۔

Scanned with CamScanner

حکایت: حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کسی نے کہا کہ میں نے ان گنت پرندے دیکھے ہیں جن کی گنتی خدا جانتا ہے وہ صبح کو دریا میں سفید ہو کر داخل ہوتے ہیں اور شام کو سیاہ ہو کر نکلتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کیا ماجرا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ آل فرعون کی ارواح ہیں جو صبح و شام دوزخ کے اوپر پیش کی جاتی ہیں اور ان کے سیاہ ہو جانے سے ان کا آگ میں جلنا مراد ہے اور جب تک دنیا قائم ہے ان کے ساتھ ایسے ہی ہوتا رہے گا۔[1]

ویوم تقوم الساعۃ۔ اور قیامت قائم ہو گی اور ارواح ابدان میں لوٹیں گے تو ملائکہ کو کہا جائے گا اُدخلوا آل فرعون اشد العذاب اور آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کر دو یعنی جہنم کے عذاب میں کیونکہ روح و جسم کے لیے وہی سخت ترین عذاب ہے بہ نسبت اس کے کہ صرف روح کو عذابِ شدید ہو جیسے برزخ میں علاوہ اس لیے کہ موت کے بعد ارواح کو حسی جسمانی عذاب یا نعمت حاصل نہیں ہوتی بلکہ صرف روحانی یا معنوی عذاب یا نعمت ملتی ہے یہاں تک کہ وہ اجسام قیامت میں اٹھیں گے ان میں ارواح لوٹائی جائے گی۔ اس وقت ان کو عذاب یا نعمتِ حسی حاصل ہو گا۔

حکایت: حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو وصال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا عرض کی گئی آپ کے ساتھ کیا گزری فرمایا آدھی جنت مل گئی ہے یعنی روحانی نعمتوں سے نوازا گیا ہوں باقی آدھی اس وقت ملے گی جب روح جسم میں داخل ہو گی۔

سوال: بہت سے لوگوں کو مرنے کے بعد کھاتا پیتا دیکھا گیا ہے وہ کھانا پینا کیسا؟

جواب: وہ ایسے ہے جیسے خواب میں کھانا پینا محسوس ہوتا ہے تو خواب کا کھانا پینا روح کی لذت ہے پھر جس طرح خواب کے جاگنے کے بعد حالات مختلف ہوتے ہیں کہ بعض تو خواب سے اٹھے اور وہاں کھایا پیا تو وہ اب سیر شکم اٹھتے ہیں ایسے ہی اہلِ اموات بھی حالات مختلف ہوتے ہیں مثلاً شہداء حیات دنیا کی طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں ان کو جو نعمتیں ملتی ہیں وہ حسی نعمتوں کے قریب قریب ہوتی ہیں۔

فائدہ: اس کا معنیٰ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ آلِ فرعون کو جہنم کے سخت ترین عذاب میں داخل کرو کیونکہ جہنم کے عذاب مختلف ہیں ان میں کوئی شدید ترین ہیں اور بعض اس سے کم۔

حدیث شریف: سب سے نرم تر عذاب اسے ہے جس کے پاؤں میں نار کے دو جوتے ہیں جب وہ جوش مارتے ہیں تو اس کا دماغ کھولنے لگ جاتا ہے۔[2]

---

[1] روح المعانی ۱۲۔ [2] وہ ہے ابو طالب جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔

Scanned with CamScanner

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یوم تقوم الساعۃ میں موت کے وقت روح کے جسم سے جدا ہونے کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ جو مرتا ہے اس کے لیے قیامت ہو جاتی ہے ادخلوا آل فرعون الخ میں نفس مراد ہے اس لیے نفس کے لیے موت سے بڑھ کر اور کوئی عذاب نہیں ہوتا کیونکہ یکبارگی اس سے جمیع اشیاء محبوبہ چھین لی جاتی ہیں اور محبوب شے کو یک لخت چھین لینا سب سے بڑا گناہ ہے اور یہ عذاب اتنا ہی کم و بیش ہوگا جتنا اس شے سے تعلق و پیار ہوگا۔

حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود
ز ہرچہ رنگ تعلق پذیرد آزاد ست

کسی دوسرے بزرگ نے فرمایا ؎

الف مگیر بہیچ الف ہیچ با کسے
تا بستۂ الم نشوی وقت انقطاع

ترجمہ: میں ہمت کا اس لیے غلام ہوں کہ یہ دنیا کے ہر رنگ سے آزاد ہے۔

۲: الف کی طرح کسی سے الفت نہ کرتا کہ اس کے انقطاع کا درد نہ ہو۔

مسئلہ: آیت سے ثابت ہوا کہ انسانی روح کو بقا اور عذاب قبر حق ہے کیونکہ عرض (دوزخ کا پیش کیا جانا) منجملہ عذاب سے ایک ہے۔ یہ مراد ہرگز نہیں ہو سکتی کہ یہ قیامت میں ہوگا اس لیے کہ قیامت کا ذکر تو بعد کو ہے کہ و یوم تقوم الساعۃ الخ۔

مسئلہ: یہ ثبوت جب آل فرعون کے لیے ہے تو باقی سب کے لیے بھی ہوگا کیونکہ آل فرعون کی تخصیص اور دوسروں سے نفی کا کوئی قائل نہیں۔

اثبات عذاب قبر

حدیث نمبر (۱): حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

حدیث نمبر (۲): حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگوں کے ایذا سے باز رہتا ہے اسے اللہ تعالیٰ قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔

حکایت: حضرت سالم بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے فرماتے سنا کہ میں مکہ معظمہ سے اونٹنی پر سوار ہو کر واپس مدینہ طیبہ آرہا تھا اور میرے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا ایک گورستان کی طرف اشارہ فرمایا جو کہ مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے درمیان واقع ہے کہ اس سے قبر سے ایک مرد نکلا جو سر سے پاؤں تک آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں تھا اور اس کے گلے میں لوہے کا طوق تھا وہ سم،

آگ کے شعلے مار رہا تھا۔ میں نے اونٹنی کو اس طرف موڑا تاکہ دیکھوں کیا ماجرا ہے وہ مجھے دیکھ کر کہتا تھا اے عبداللہ! مجھ پر پانی ڈال دے۔ اس کے بعد ایک اور مرد نے قبر سے نکل کر پہلے شخص کے زنجیر کو پکڑ کر مجھے کہا کہ اس پر پانی مت ڈالنا یہ کسی قسم کی عزت کے لائق نہیں۔ اس کے بعد اسے کھینچ کر قبر میں لے گیا اور اس کے ہاتھ میں ایک کوڑا تھا جس سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے جس سے اسے مار مار کر قبر میں داخل کیا۔[1]

عذابِ قبر سے نجات کا وظیفہ:- حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص میت کو دفناتے وقت بسم اللہ و باللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھے تو اللہ تعالیٰ صاحبِ قبر سے چالیس سال تک عذاب اُٹھالے گا۔

مسئلہ:- علماء کرام فرماتے ہیں کہ عذاب القبر سے برزخی عذاب مراد ہے بوجہ غلبہ قبر کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ جسے عذاب دینا چاہے تو اسے عذاب ہوگا اسے قبر میں دفنایا جائے یا نہ مثلاً سولی چڑھا کر وہاں چھوڑ دیا جائے یا دریا میں غرق ہو جائے یا جلا یا جائے یہاں تک کہ راکھ ہو کر ہوا میں اڑایا جائے۔

مسئلہ: حضرت امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس کے مرنے کے بعد اجزاء متفرق ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ ان کے بعض یا کل میں حیات پیدا کرے گا تاکہ اس سے نکیرین سوال کریں۔

مسئلہ:- قبر میں عذاب روح و جسم دونوں کو ہوگا اسی پر اہل سنت کا اتفاق ہے اور امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب تک ارواح علیین اور سجین میں ہوں گے تو عذاب و نعمت صرف ارواح کو ہوگا۔

مسئلہ:- حضرت فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ عذاب و نعمت قبر کا اقرار ضروری ہے اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے۔

مسئلہ:- احادیث میں ہے کہ محبوبانِ خدا فتنۂ قبر سے محفوظ ہوتے ہیں یعنی انبیاء و اولیاء، شہداء فتنۂ قبر سے مستثنیٰ ہیں۔

---

[1] یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو آپ نے فرمایا پانی مانگنے والا عذاب رسیدہ ابوجہل تھا اسے مار مار کر قبر میں لے جانے والا فرشتہ تھا اور یہ واقعہ بدر کے گورستان کا ہے (الحاوی للفتاوی للسیوطی) اویسی غفرلہ۔

Scanned with CamScanner

مسئلہ:۔ حضرت حکیم ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب شہداء محفوظ ہیں تو صدیقین بطریق اولیٰ محفوظ ہیں۔

فائدہ:۔ صدیق وہ ہے جو نفس کے صفات سے بالکل فارغ ہو اور شہید اہل حضور ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ صدیق وہ ہے جسے دین کی استقامت نصیب ہو۔

حکایت:۔ کسی کو مرنے کے بعد بہتر صورت میں پاکر کسی نے سبب پوچھا تو کہا میں لا الٰہ الا اللہ کی کثرت کرتا تھا۔

سبق:۔ تجھے بھی اے بھائی کلمہ طیبہ اور نیک کلمات کی کثرت کرنی چاہیئے۔

اللّٰھم اختم لنا بالخیر والحسنیٰ

اے اللہ ہمارا خیر و بھلائی پر خاتمہ فرما۔

تفسیر عالمانہ:۔ واذ یتحاجون فی النار۔ اور جب جہنم میں آپس میں جھگڑیں گے۔

حل لغات:۔ التحاج (بالشدید) بمعنی تخاصم الحاجۃ کی طرح بمعنی ایک دوسرے سے جھگڑنا اے حبیب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یاد کیجئے جب تیری قوم (کفار مکہ وغیرہ) اہل نار کا جہنم میں جھگڑا کرنے کو وہ آل فرعون ہو یا دیگر کفار۔ ان کے جھگڑنے کا مضمون بیان فرمایا کہ فیقول الضعفاء۔ ان کے دنیا میں قدر و منزلت اور حال میں کمزور یعنی قوم کے عاجز اور بیچارے لوگ کہیں گے للذین استکبروا انھیں جنہوں نے باطل کو تکبر کے طور پر ظاہر کیا تھا یعنی ان کے لیڈر۔ کبراء نہیں فرمایا اس لیے کہ کبراء فی نفس الامر ان کی صفت نہ تھی۔ انا کنا لکم۔ بیشک دنیا میں ہم تمہارے تبعا۔ تابع تھے۔

حل لغات:۔ تبعا تابع کی جمع ہے جیسے خدم خادم کی جمع ہے۔ القاموس میں لکھا ہے کہ التبع (متحرکہ) تابع ایک ہو یا زیادہ وہ جو کسی دوسرے کی تابع داری کرے وہ کہیں گے ہم تمہاری ہر بات کی اتباع کرتے تھے بالخصوص شرک کے بارے میں جب تم نے دعوت دی تو ہم نے تمہاری اتباع کی اور تکذیب رسل بھی تمہارے کہنے پر کی اور تمہیں ہمارے دوزخ میں داخل ہونے کے سبب ہو۔ فھل انتم۔ تو کیا تم۔ مغنون عنا نصیبا من النار۔ ہمیں دوزخ سے کچھ نجات دلا سکتے ہو کہ اس کا عذاب ہم سے اٹھا لو یا اس کا عذاب ہمارے سے ہٹا لو۔

ك. المفردات ۱۲

Scanned with CamScanner

حل لغات :۔ کہا جاتا ہے مایغنی عنك هذا تجھے کفایت کرے گا نہ بچائے گا نصیبا بمعنی مقررہ حصہ یہ فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے جس پر مضمون دلالت کرتا ہے۔

قاعدہ : اغنیٰ جب عن سے متعدی ہو تو دوسرے مفعول کو نہیں چاہے گا۔ اب معنی یہ ہوا کہ کیا ہمارے سے دوزخ کا بعض حصہ عذاب کا ہٹا سکتے ہو کیونکہ ہم نے تمہاری اتباع کی تھی اور دنیا میں تمہارے ہر دکھ درد کو ہم ہٹاتے تھے (اب تمہارا فرض ہے کہ ہماری مدد کرو)

قال الذین استکبروا۔ ان کے لیڈر جواب دیں گے کہ یہاں کوئی بات کرنے کی نہیں۔ انا کل بیشک ہم سب۔ یہ مبتدا ہے (یعنی کل کا مضاف الیہ محذوف ہے یہ دراصل کلنا تھا) اس کی خبر فیھا ہے یعنی دوزخ میں تو پھر ہم تمہیں کیسے بچا سکتے ہیں ہاں اگر ہمیں کچھ قدرت ہوتی تو ہم عذاب میں کیوں مبتلا ہوتے۔

ان اللہ قد حکم بین العباد۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کا فیصلہ فرما یا ہے اور حق فرمایا ہے کہ جس کا جو حق تھا اسے مل گیا کہ اہل ایمان کو بہشت بخشی اور جو جن درجات کا مستحق تھا اسے ملا اور دوزخیوں کو دوزخ میں داخل فرمایا اور وہ جن سزاؤں کے مستحق تھے دوزخ کے طبقات میں داخل ہوئے اور اس کے حکم کی خلاف ورزی کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ و قال الذین فی النار۔ اور دوزخ میں رہنے والے کمزور اور طاقت والے سب جب دوزخ کا سخت عذاب پائیں گے اور اس کی برداشت نہ کر سکیں گے تو لخزنۃ جہنم۔ جہنم کے منتظمین (جو عذاب مسلط کرنے والے ہیں) کو کہیں گے۔

حل لغات :۔ خزنۃ۔ خازن کی جمع ہے الخزن بمعنی خزانہ میں شے کو محفوظ کرنا اب ہر حفظ کو کہا جاتا ہے مثلاً راز کی حفاظت وغیرہ وغیرہ۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لفظ جہنم کو ضمیر کی جگہ پر رکھنے میں ہولناکی اور گھبراہٹ کا اظہار مطلوب ہے کیونکہ جہنم اس آگ کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے کافروں کو سخت عذاب دینے کے لیے تیار کر رکھی ہے۔ ادعوا ربکم اپنے رب کو پکارو اور اس کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کرو۔ یخفف عنا یوما۔ صرف ایک دن کے لیے ہمارے عذاب کی تخفیف فرما دے یعنی کم از کم دنیا کے ایام کے مطابق صرف ایک دن ہمیں عذاب سے تخفیف مل جائے۔ من العذاب۔ تھوڑے عذاب سے۔

ترکیب :۔ یوماً یخفف کی ظرف یعنی مفعول فیہ ہے اور اس کا مفعول محذوف ہے من العذاب محذوف مفعول کا بیان ہے۔

سوال : کافروں نے اتنا طویل زمانہ کے بالمقابل تھوڑے سے عذاب کی تخفیف کیوں طلب کی بجائے سرے سے تمام کے اٹھ جانے کی التجا کرتے یا زیادہ عرصہ عذاب سے تخفیف کی تمنا کیوں نہ کی۔

لہ المفردات ۱۲۔

Scanned with CamScanner

جواب:۔ انہیں یقین تھا کہ یہ ممکنات سے نہیں ہے۔

قالوا عرصہ دراز کے بعد جہنم کے منتظمین کافروں کو جواب دیتے ہوئے کہیں گے **اولم تک تاتیکم** کیا نہ تھے ہمزہ استفہامیہ واو عاطفہ ہے اس کا عطف مقدار پر ہے کیا تمہیں یاد نہیں کہ **تاتیکم رسلکم** تمہارے ہاں پے درپے رسل کرام لاتے رہے۔ **بالبینات** اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلائل واضحہ جو تمہارے انجام بد پر دلالت کرتے کہ کفر و معاصی سے تمہارا انجام برباد ہوگا۔ اس سے ان پر الزام و توبیخ مراد ہے کہ تم نے دعا مانگنے کے اوقات ضائع کر دیئے اور اب تمہاری دعاؤں کی قبولیت کا دور لد گیا۔ **قالوا بلیٰ** کہیں گے یہی صحیح ہے کہ رسل کرام علیہم السلام ہمارے ہاں آئے اور ہم نے ان کی تکذیب کی (اس کی تصریح سورہ ملک شریف میں موجود ہے) **قالوا** فرشتے کہیں گے جب بات یہی صحیح۔ **فادعوا** تو پکارتے رہو اب اس کی قبولیت ناممکن ہے۔

سوال: جب قبولیت ناممکن ہے تو پھر ان کو دعا کا امر کیوں؟

جواب:۔ اس سے قبولیت کی امید دلانا مطلوب نہیں بلکہ اس سے ناامید کرنا مقصود ہے اور ان کی حقیقت ظاہر کر دی جیسے کہ وہ تھے چنانچہ اس کی تصریح بھی کر دی کہ۔ **وما دعاء الکٰفرین** اور کافروں کی اپنے لیے دعا مانگنا نہیں مصدر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے۔ یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ دوسروں کا کافروں کے لیے دعا مانگنا تخفیف عذاب کے لیئے اس وقت مصدر مفعول کی طرف مضاف ہے۔ **الا فی ضلال** مگر گمراہی اور بطلان ایجاب میں اس لیے اب ایسے وقت میں دعا کی جارہی ہے جس میں ان کے لیے قبولیت کا دور ختم ہے۔

کافر کی دعا کی تحقیق:۔ کیا کافر کی دعا قبول ہوتی ہے یا نہ اس میں علماء کرام کا اختلاف ہے جمہور نفی کے قائل ہیں۔ ان کا استدلال اسی جملہ **وما دعاء الکٰفرین الا فی ضلال** سے ہے اور فرماتے ہیں کافر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں جانتا اگر کچھ جانتا ہے تو اس کے ان اوصاف سے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں بلکہ اس کے ذہن میں اللہ تعالیٰ کے اوصاف برعکس ہیں۔

سوال:۔ حدیث شریف میں ہے **ان دعوۃ المظلوم وان کان کافرا تستجاب**۔ مظلوم کی دعا قبول ہو جاتی ہے اگرچہ کافر ہو۔

جواب۔ یہاں کافر[1] بمعنی نعمت کی ناشکری کرنے والا مراد ہے (حقیقی کافر مراد نہیں)

مسئلہ:۔ بعض علماء کافروں کی دعا کے مستجاب ہونے کے قائل ہیں ان کی دلیل ابلیس کی دعا ہے کہ اس نے عرض کی

---

[1] متقدمین تو صریح الفاظ کفر کو بھی کافر سے ہٹا کر اہل ایمان کو کافر کہنے سے بچتے تھے لیکن ہمارے

انظر نی یعنی مجھے مہلت دے اور مجھے بہت جلد موت نہ دینا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کرتے ہوئے فرمایا انک من المنظرین بیشک تجھے مہلت دی گئی ہے۔ یہی استجاب دعا ہے اسی لیے فتویٰ اس پر ہے کہ کبھی کافر کی بھی دعا قبول ہو جاتی ہے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

در از جہاں بستہ بود
خود را بخدمت میان بستہ بود
پس از چند سال آں نکوہیدہ کیش
قضا حالتی صعبش آورد پیش
بپائے بت آمدہ بامید خیر
بغلطید بیچارہ برخاک دیر
کہ در ماندہ ام دست گیر ای صنم
بجاں آمدم رحم کن برتنم
بزارید در خدمتش بارھا
کہ ہیچش بسامان نشد کارہا
بتی چوں برادر مہمات کس
کہ نتواند از خود براند مگس

ترجمہ: ایک بت پرست جہاں سے دروازے بند کر کے بت کی عبادت میں کمربستہ ہو گیا۔

۲: وہ اچھے طریقے والا چند سال تو ایسے رہا قدرت نے اس کے آگے ایک سخت کام پیش کر دیا۔

۳: وہ بت کے آگے خیر کی امید پر سر جھکا دیا اور خوب گڑگڑایا کافی دیر زاریاں کرتا رہا۔

۴: کہ میں بہت عاجز و ذلیل و خوار ہوا اے بت میری مدد کر۔ تیرے ہاں حاضر ہوں میرے حال پر رحم فرما۔

۵: اس کی خدمت میں بہت بار زاری کی لیکن کسی حالت میں بھی اس کا کام نہ ہوا۔

۶: بھلا بت کسی کا خاک کام کریں گے جبکہ وہ خود اپنے سے مکھی نہیں اڑا سکتے۔

حاشیہ بقیہ صنہ۲۱۰

دور میں اہل ایمان کو ایسان کی باتوں پر کافر بنایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ غیر مقلدین تو بے نماز اور دیگر نیک اعمال میں کوتاہی کرنے والے کو کافر کہہ دیتے ہیں اور دیوبندی نجدی ان کے ساتھ مل کر اہل اسلام کو مشرک گردانتے ہیں۔ اویسی غفرلہٗ۔

Scanned with CamScanner

آشفت کای پای بند ضلال
باطل پرستیدمت چند سال
تہی کہ در پیش دارم بہ آر
وگرنہ بخواہم ز پروردگار
ہنوز از بت آلودہ رویش بخاک
کہ کامش بر آورد یزدان پاک
حقائق شناسی دریں خیرہ شد
سر وقت صافی بر و تیرہ شد
کہ سرگشتہ بود آں باطل پرست
ہنوزش سر از خیانت نشست
دل کفر و دست از خیانت نشست
خدائش بر آورد کامی کہ خواست
کہ افروخت خاطر دریں مشکلش
کہ پیغامی آمد از دروں دلش
کہ پیش صنم پیر ناقص عقول
بسی گفت و قولش نیامد قبول

ترجمہ۔ پریشان ہوکر کہا۔ اے گمراہی کا پھندا کتنی سال میں نے تیری باطل پرستش کی۔

۲ :۔ میرا مقصد ضرور پورا کر ورنہ میں پروردگار سے سوال کرتا ہوں۔

۳ :۔ ابھی بت کے آگے چہرہ رگڑ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مراد پوری کر دی۔

۴ :۔ اے حقائق شناسی اس سے قبل تاریک تھی وقت صافی کے اسرار اس سے پوشیدہ تھے۔

۵ :۔ وہ باطل پرست سرگشتہ تھا۔ ابھی تک وہ بت پرستی کے خمار میں تھا۔

۶ :۔ اس کا دل کفر سے اور ہاتھ خیانت سے بجھ گیا اللہ تعالیٰ نے اس کا کام بنا دیا جسے وہ چاہتا تھا۔

۷ :۔ اس مشکل میں اس کا دل پریشان تھا کہ کیا کرے یہاں تک کہ اسے دل سے آواز آئی۔

۸ :۔ ناقص عقل بت کے سامنے جھکنا چاہیے لیکن دل اسے قبول نہیں کر رہا۔

Scanned with CamScanner

إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ
الْأَشْهَادُ ۝ يَوْمَ لَا يَنفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ
وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي
إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ۝ هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ فَاصْبِرْ
إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ
وَالْإِبْكَارِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ
إِن فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم بِبَالِغِيهِ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ
السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ لَخَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ
وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُسِيءُ قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ ۝ إِنَّ السَّاعَةَ
لَآتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي
أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ
جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ۝

ترجمہ :۔ بیشک ضرور ہم اپنے رسولوں کی مدد کریں گے اور ایمان والوں کی ۔ دنیا کی زندگی میں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے جس دن ظالموں کو ان کے بہانے کچھ کام نہ دیں گے اور ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر اور بیشک ہم نے موسیٰ کو رہنمائی عطا فرمائی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث کیا ۔ عقل مندوں کی ہدایت اور نصیحت ۔ تو اے محبوب تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی پاکی بولو ۔ وہ جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں بے کسی سند کے جو انہیں ملی ہو ان کے دلوں میں نہیں مگر ایک بڑائی کی ہوس جسے نہ پہنچیں گے تو اللہ کی پناہ مانگو بیشک وہی سنتا دیکھتا ہے ۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش آدمیوں کی پیدائش سے بہت بڑی ۔ لیکن بہت لوگ نہیں جانتے اور اندھا اور انکھیارا برابر نہیں اور نہ وہ جو ایمان لائے اور اچھے

Scanned with CamScanner

کام کیے اور بدکار کتنا کم دھیان کرتے ہو بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں لیکن بہت لوگ ایمان نہیں لاتے اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا بے شک وہ جو میری عبادت سے اونچے کھنچتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر۔

بقیہ صـ ۶۱۲

گر از درگہ ما شود نیز زد
پس آنکہ چہ فرق از صنم تا صمد
دل اندر صمد باید ای دوست بست
کہ عاجز ترند از صنم ہر کہ ہست
محالست گر سر بریں در نہی
کہ باز آیدت دست حاجت تہی

ترجمہ درگاہِ حق سے بھی کچھ حاصل نہ ہوتا تو صنم و صمد میں کیا فرق رہتا۔
۲ دل صمد میں لگانا چاہیے اس لیے کہ بت سے عاجز تر کوئی نہیں۔
۳ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر سر جھکاؤ اور کام نہ ہو یعنی اس سے خالی ہاتھ لوٹو یہ نہیں ہو سکتا۔

سبق: جب ثابت ہوا کہ صرف اللہ ہی دعائیں قبول کرتا ہے اور بتوں کو اس کی اہلیت نہیں تو اس کی توحید اور اطاعت و عبادت میں صرف اور صرف وہی[1] نفع دیتا ہے اور اس کے آگے پیش کی جائیں کیونکہ دنیا و آخرت میں وہی نفع دیتا ہے اور بس اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت کا تابع اور خواہشات نفسانی کی اتباع سے محفوظ فرمائے۔

تفسیر عالمانہ: انا لننصر رسلنا۔ بیشک ہم اپنے رسولوں کی مدد کریں گے۔ نون جمع کا تعظیم کے لیے ہے یا باعتبار صفات یا مظاہر کے لیے۔ النصر بمعنی عون ہے۔ والذین امنوا۔ اور ہم مدد کریں گے ایمان والوں کی جو ان رسل کرام کے فرماں بردار ہیں۔ فی الحیوٰۃ الدنیا۔ حیوٰۃ دنیا میں حجت و فتح مندی اور کافروں سے بدلہ لیں گے ان کی جڑ کاٹ دیں گے یا قتل یا قید کرائیں گے و دیگر سزائیں دیں گے۔

---

[1] انبیاء و اولیاء اس کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں۔ ان کا کسی کو نفع دینا دراصل اللہ تعالیٰ کا ہی نفع دینا ہے۔

Scanned with CamScanner

سوال: کبھی تو رسل اکرام کے اتباع (تابعدار) مغلوب بھی ہوئے۔

جواب: یہ بطور امتحان تھا تاکہ عبرت حاصل ہو۔ غلبہ کا دارومدار انجام اور اکثریت پر ہے۔

سوال: بعض اوقات مسلمانوں کو شکست کیوں ہوئی اگرچہ عارضی سہی۔

جواب: ایسی شکست یا تو حاکم کے حکم کی خلاف ورزی کی وجہ سے ہوئی جیسے اُحد کے غزوہ میں ہوا یا اس سے دنیا کا حصول مطلوب ہوگا یا لشکر کے غرور و عجب توڑنا مقصد ہوگا جیسے اہل ایمان کی بعض غزوات میں ہوا۔

سوال: بہت سے غزوات ان اُمور کے نہ ہونے کے باوجود تب بھی اہل ایمان کو شکست ہوئی۔

جواب: ان کے لیے بدلہ لینے کا پروگرام اُمت کے نبی علیہ السلام کے وصال کے بعد مقرر ہوا ہوگا جیسے یحییٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد دشمنان اسلام (بنی اسرائیل) سے خوب بدلہ لیا کہ ان پر بخت نصر کو مسلط کرکے ان کے ستر ہزار کو قتل کر دیا گیا[1]۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس اُمت نے کسی نبی کو شہید کیا تو اس کے بدلہ

اعجوبہ: میں ستر ہزار انسان قتل کر دیئے جاتے کسی خلیفہ کو شہید کیا تو پینتیس ہزار (جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہوا)

سوال: حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو خلیفہ نہ تھے ان کی شہادت کے بعد بے شمار اُمت ماری گئی۔

جواب: یہ اُن کے جدامجد کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی وجہ سے ہوا۔ خلاصہ یہ کہ اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حکم بنی اسرائیل کے انبیاء (علیٰ نبینا و علیہم السلام) جیسا ہے جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت (قریبی یا بعیدی ظاہری معنوی) ہوگی۔ اسے شرافت و بزرگی ضرور نصیب ہوگی جو ان کی تعظیم و تکریم کرے گا وہ گویا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کر رہا ہے۔ ایسے ہی ان کی توہین و تحقیر کو سمجھیئے۔ (تطبیق الآیات) مذکورہ بالا تقریر پر مندرجہ ذیل آیات میں کوئی اختلاف نہیں رہے گا۔ مثلاً فرمایا انا لننصر رسلنا اور اس کے خلاف فرمایا و یقتلون النبیین الخ۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ شہید وہ انبیاء علیہم السلام ہوئے جن کو اللہ تعالیٰ نے جنگ کا حکم نہیں فرمایا اور جنہیں جنگ کا حکم ہوا ان کو کافر شہید نہ کر سکے[2]

---

[1] بخت نصر کے زمانہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جدامجد حضرت معد بن عدنان رضی اللہ عنہما زندہ موجود تھے ان کو قتل کرنے کی باری آئی تو کسی نے بخت نصر کو کہا کہ نبی آخرالزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظہور اس کی پشت سے ہوگا۔ بخت نصر نے حیا کرکے انہیں چھوڑ دیا۔ تفصیل کے لیے فقیر کی کتاب آدم تا ایں دم کا مطالعہ کیجئے۔

اویسی غفرلہٗ

[2] تفسیر القرطبی فی تفسیر البقرۃ ۱۲

فائدہ :۔ وہ انبیاء علیہم السلام جنہیں جنگ کا حکم نہ ہوا وہ یہ ہیں : زکریا ۔ یحییٰ ۔ شعیب و علیٰ نبینا و علیہم السلام ۔

تحقیق از صاحب روح البیان :۔ فقیر (مصنف روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے نصرہ خواص مراد ہے اور یہاں کی یہ مدد کبھی امداد ملکوتی ہوتی اور کبھی ظاہری بلاد کی صورت میں ہوتی ۔ قتل وغیرہ یہ اسی امداد کی علامات ہیں ۔ والحمد للہ الذی بیدہ الخیر ۔ اس ذات کی جس کے ہاتھ میں خیر و بھلائی ہے ۔

دو وہابی نجدی :۔ صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا قال الشیخ الشہیر بافتادہ ۔ آفندی قدس سرہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی تخلیص الحسنین رضی اللہ عنہما بالشفاعۃ من اللہ تعالیٰ لکنہ رأی کما لہما فی الشہادۃ رجحہا علی الخلاص[1]۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کو بچانے کی قدرت رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو شفاعت کرتے لیکن آپ نے ان کا کمال شہادت میں دیکھ کر انھیں نجات دلانے کے بجائے ان کی شہادت کو ترجیح دی ۔

تفسیر صوفیانہ :۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کمال نصرت و فتح مندی یہ ہے کہ انسان اپنے نفس پر غالب ہو کہ وہ انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے اور یہی جہاد اکبر ہے اور قلب نفس پر غلبہ پاتا اللہ تعالیٰ کی فتح و نصرت کے بغیر ناممکن ہے اور جب انسان کو یقین ہو جائے کہ مخلوق تو صرف نوشہ کا ڈھانچہ ہے ۔ اس پر تقدیر کا اجراء ہوتا رہتا ہے ۔ ولی اللہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو دوست و دشمن نہیں سمجھتا اسی لیے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے ۔ اللھم انی اعوذ بک منک ۔ اے میرے رب تیری مدد سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ۔

تفسیر عالمانہ :۔ ویوم یقوم الاشہاد ۔ اور اس دن کہ گواہ گواہی کے لیے اٹھیں گے ۔

حل لغات : اشہاد شاہد کی جمع ہے جیسے اصحاب صاحب کی یعنی ہم رسل کرام اور ان کے فرماں برداروں کی دنیا و آخرت میں مدد کریں گے ۔

نکتہ :۔ یوم القیمۃ ۔ کو یوم یقوم الاشہاد سے تعبیر کرنے میں اپنی مدد کی وسعت کا اظہار ہے کہ ان حضرات کی ہر حال میں مدد کی جائے گی ۔ بالخصوص اس دن جبکہ وہاں پر تمام اولین و آخرین جمع ہوں گے اور وہ انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ حق کی اور کفار کی تکذیب کی گواہی دیں گے ۔

---

[1] روح البیان تحت آیت ہذا صفحہ ۱۹۲ ج ۸ ۔ اس سے وہابیوں نجدیوں کا رد ہے ۔ ان کے اس عقیدہ کا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار ہوتا تو امام حسین وغیرہ شہدائے کربلا کو کیوں نہ بچایا ۔ اویسی غفرلہ

فائدہ: اشہاد سے ملائکہ اور حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے اُمتی مراد ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وکذلک جعلناکم اُمۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس اور ایسے ہی ہم نے تمہیں نیک اُمت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔ ویوم لاینفع الظلمین معذرتہم اور اس دن کہ لوگوں کو معذرت نفع نہ دے گی۔ یہ یوم اول سے بدل ہے۔ المعذرۃ بمعنی العذر ہے اس کا معنی اول سورۃ میں بیان ہو چکا ہے یعنی آج انکار کفر کرنے کا عذر یعنی غیر مسموع ہو گا اگرچہ بعض اوقات میں معذرت کریں گے اس لیے کہ اب ان کی معذرت باطل ہو گی اسی لیے انہیں معذرت کے وقت کہا جائے گا اخسئوا ولا تکلمون۔ ہٹ جاؤ میرے ساتھ بات بھی نہ کرو یا ان کی معذرت غیر مفید ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ انہیں عذر داری کی اجازت ہی نہ ہو گی کہ وہ اپنے دکھ درد سنا سکیں۔ اس معنیٰ پر مقید و قید ہر دونوں کی نفی ہے۔ اس کا معنیٰ یہ نہیں کہ اس وقت معذرت و نفع نہ ہو گا۔

تفسیر صوفیانہ: عرائس البیان میں ہے کہ ان کے ظلم کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ حق سے منہ موڑ کر خلق کی طرف متوجہ ہو گئے اور ان کا یہ عذر آخرت میں حالانکہ انہیں یہ عذر دنیا میں کرنا چاہیئے تھا اور اس میں اشارہ ہے کہ موثر وہی ہے جس کی نعمتیں ہیں نہ کہ اوقات۔

تفسیر عالمانہ: ولہم اللعنۃ اور ان کے لیے رحمت سے بعد ہے ولہم سوء الدار اور ان کے لیے برا ٹھکانا ہے یعنی جہنم بخلاف اہل ایمان عارفین کے کہ معذرت انہیں نفع بخشے گا اس لیے کہ وہ گناہوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اسی لیے ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور ان کے لیے بہتر ٹھکانہ ہو گا۔

جہنم کا تعارف: جہنم بُرا ٹھکانا اس لیے ہے کہ اس کی گرمی تیز اور گہرائی سخت اور اس کے زیور لوہے کی بیڑیاں اور پینے کا پانی پیپ اور اس کا کلام ھل من مزید۔ کیا کچھ اور ہے اور سب سے بڑے ظالم مشرک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ لقمان میں فرمایا ان الشرک لظلم عظیم۔ بیشک شرک بڑا ظلم ہے اور شدید ترین عذاب منافقین کو ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار بیشک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ منافقین اہل ایمان سے ٹھٹھہ مذاق کرتے تھے۔

سبق: سمجھ دار پر لازم ہے کہ وہ ظلم سے بچے خواہ وہ اس کی اپنی ذات کا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا یا معصیت یا غیر پر جیسے کسی کی بے عزتی کرنا اور غیر کا مال چھیننا وغیرہ وغیرہ۔ انسان کو چاہیئے کہ اس دن کو یاد رکھے جس دن ظالم کہیں گے کہ اے پروردگار ہمیں دوزخ سے نکال ہم نیک عمل کریں گے وہ عمل ہرگز نہیں کریں گے جو پہلے ہم کرتے تھے۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اولم نعمرکم ما

Scanned with CamScanner

یتذکر فیہ من تذکر و جاءکم النذیر۔ کیاہم نے تمہیں لمبی عمریں نہیں دی تھیں اس میں جس نے نصیحت پائی اور تمہارے پاس ڈرانے والے تشریف لائے تھے فذوقوا فما للظلمین من نصیر۔ تو عذاب چکھو اب ظالمین کا کوئی مددگار نہیں۔

حدیث شریف:۔ مروی ہے کہ دوزخی خوب روئیں گے یہاں تک کہ خون کے آنسو بہائیں گے۔ دوزخ کا داروغہ (مالک) فرشتہ کہے گا کہ کاش تم اس طرح دنیا میں روتے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

کنونت کہ چشمست اشکی بیار
زبان در دہانست عذری بیار
کنوں بایدت عذر تقصیر گفت
نہ چوں نفس ناطق زگفتن بخفت
کنوں باید ای خفتہ بیدار بود
چو مرگ اندر آید زخوابت چہ سود
کنوں وقت تخمست اگر پروری
گر امید داری کہ خرمن بری

ترجمہ:۔ ابھی تیری آنکھیں ہیں فلہذا آنسو بہا۔ زباں منہ میں ہے تو عذر پیش کرلے۔
۲:۔ ابھی سے تجھے گناہ کا عذر کرنا چاہیئے نہ اُس وقت کہ جب زبان بولنے سے بند ہو جائے۔
۳:۔ اے سونے والو ابھی سے جاگو جب موت نے نیند میں سلا دیا تو کیا فائدہ۔
۴:۔ ابھی تیرے پاس بیج ہے اسے بو۔ اگر خرمن اُٹھانے کی اُمید رکھتا ہے تو۔

فائدہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ آخرت میں نہ رونا کام آئے گا نہ معذرت۔ عقلمند کو دنیا میں ندامت و صلاح و تقوی سے تدارک کرنا چاہیئے۔ تاکہ آخرت میں آرام پائے اور انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین کے ساتھ بلند مراتب و درجات حاصل کر سکے۔

صحابہ کی آرزو رضی اللہ عنہم:۔ مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کسی نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ ہم آپ کو جنت میں کہاں پائیں جبکہ آپ تو بلند مرتبہ میں ہوں گے۔ اس پر آیت نازل ہوئی من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔ جو اللہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا۔ وہ انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین کے

Scanned with CamScanner

ساتھ ہوگا یہی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور یہی بہتر رفیق ہیں۔

سبق: اس سے ثابت ہوا کہ انسان پر اطاعت ضروری ہے اگر کوئی غلطی ہو جائے تو توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

حکایت وہابی کش: حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص زنا کر کے نہر میں غسل کرنے گیا تو نہر سے آواز آئی کہ تجھے اللہ تعالیٰ سے حیا نہیں اس پر وہ تائب ہو کر بارہ بزرگ انسانوں کے ساتھ عبادت میں مشغول ہوئے۔ ایک عرصہ کے بعد وہ حضرات اس نہر کو عبور کرنے لگے تو وہ شخص شرم کے مارے دور رہا۔ نہر سے آواز آئی کہ توبہ کے بعد بندہ اللہ تعالیٰ کا مقبول ہو جاتا ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے باپ بیٹے پر ناراض ہو تو وہ باپ سے معذرت کرے تو باپ راضی ہو جاتا ہے۔ اے بندگان خدا تم اسی نہر کے کنارے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جاؤ وہ حضرات اسی کنارہ نہر پر ایک عرصہ تک مقیم رہے۔ اسی اثناء میں وہ شخص فوت ہو گیا جس نے تائب ہو کر ان کی صحبت اختیار کر لی تھی۔ اس کے دفنانے کے بعد اس کی قبر پر صبح کے وقت بارہ سرو کے درخت پیدا ہو گئے۔ سرو کی ابتداء یہاں سے ہوئی ورنہ اس سے پہلے سرو کا درخت روئے زمین پر نہیں تھا۔ اس کے بعد ان بارہ بزرگوں میں سے جو بھی فوت ہوتا وہیں دفنایا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل ان کی قبروں کی زیارت کو جاتے۔

اس سے معلوم ہوا اولیاء اللہ کی مزارات کی زیارت کے لیے جانا قدیم سے اہل ایمان کا طریقہ ہے (اویسی)

تفسیر عالمانہ: ولقد اٰتینا۔ اور بیشک ہم نے اپنے فضل سے دیا۔ موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو ھدی۔ ایسے امور جن سے ہدایت حاصل کی جا سکے یعنی معجزات۔ صحف۔ شرائع۔ واورثنا بنی اسرائیل الکتاب۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا۔ الایراث۔ میراث دینا۔ الکتاب سے تورات مراد ہے۔

فائدہ: چونکہ ایراث کا اطلاق حقیقی مال کے لیے ہوتا ہے اور وہ یہاں محال ہے۔ اسی لیے مجازاً ترکت حاصل کرنا مراد ہے اس میں اشارہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی میراث علم اور کتاب جو دین میں ہدایت کا سبب بنیں (اس میں شیعہ فرقہ کا رد ہے جو فدک کی وراثت کا جھگڑا کرتے ہیں) اب معنیٰ یہ کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد بنی اسرائیل کے لیے کتاب چھوڑی۔

فائدہ: صرف کتاب کا نام اس لیے لیا گیا ہے کہ باقی وہ جملہ امور جو ہدایت کا سبب تھے وہ موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد اٹھا لیے گئے تھے۔ خلاصہ یہ کہ ہم نے بنی اسرائیل یعنی اولاد یعقوب علیہ السلام کے لیے تورات چھوڑی وہ ایک دوسرے سے عرصہ دراز تک اس کے وارث بنے رہے۔

Scanned with CamScanner

ھدی۔ مفعول بہ ہے بمعنی ہدایت اور گمراہی سے بچنے کے طریقہ کا بیان یا مصدر بمعنی اسم فاعل اور حال ہے بمعنی ہادیا یعنی رہبر۔ وذکری۔ اور نصیحت وتذکیر یا حال ہے بمعنی پند ونصیحت کرنے والا۔
لاولی الالباب۔ عقل مندوں کے لیے۔ یعنی وہ عقول سلیم جو باعمل ہیں نہ وہ ناکارے جو کچھ سمجھتے ہی نہیں۔

ہدی وذکری کا فرق: ہدی دوسری کی دلیل بنتی ہے۔ اس میں یہ شرط نہیں کسی معلوم شے (جو بھول گئی ہو) کو یاد کیا جائے بخلاف ذکری کے کہ وہ بھولی شے (جو پہلے معلوم تھی) کو یاد نہیں دلاتی بلکہ مطلق کسی شے کا بیان ہوتا ہے انبیاء علیہم السلام کی کتب ان دونوں باتوں پر مشتمل تھیں یا تو صرف رہبری کی باتیں بتاتی تھیں یا کتب الٰہیہ میں وار دشدہ امور کو یاد دلاتی تھیں۔ فاصبر۔ تو صبر کیجئے۔ اس کا ترتب۔ انا لننصر نا اور ولقد اٰتینا الخ پر ہے جملہ معترضہ بیانیہ اور انبیاء علیہم السلام کی نصرت کی تائید کے لیے تھا گویا فرمایا گیا ہے کہ جب تم نے سن پایا کہ ہم انبیاء علیہم السلام کی مدد کرتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو کتاب دی۔ اس سے ہمارے وعدے کی پختگی کا تمہیں یقین ہو گیا تو پھر تم پر جو مصائب وتکالیف مشرکین کی طرف سے پہنچیں صبر کرو۔

فائدہ: یہ آیت آیات السیف سے منسوخ نہیں کیونکہ صبر ہر معاملہ میں محمود ہے ان وعد اللہ۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی مدد اور اسلام کا جملہ ادیان پر غلبہ وفتح مکہ وغیرہ کا وعدہ حق۔ حق ہے اس کے خلاف ہونا محال ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا فرعون پر غلبہ کا حال سن چکے ہو۔ واستغفر لذنبک اپنوں کے گناہوں کی بخشش مانگئے۔ ان افعال کے تدارک کے لیے جو تمہارے خواص سے خلاف اولیٰ کا صدور ہوا اس لیے کہ نصرت دین وغلبہ علی الادیان پر غلبہ دینے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

فائدہ: صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر کاف کا مخاطب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بنا کر خلافِ اولیٰ مراد لی ہے۔ ہم نے ادباً خلاف اولیٰ سے عمداً احتراز کیا ہے تاکہ عوام کے اذہان کسی غلطی کا شکار نہ ہو جائیں اگرچہ خواص کے نزدیک خلافِ اولیٰ کا مطلب بھی بے غبار ہے۔ اب صاحب روح البیان رحمہ اللہ دوسرے مفسرین کی آراء درج فرماتے ہیں۔ ہم نمبروار انہیں لکھتے ہیں۔ صاحب روح البیان کی توجیہ مذکور ہو چکی۔ اور فیصلہ آگے فرماتے ہیں:

۱۔ عین المعانی میں ہے کہ اگر بفرض محال کوئی گناہ ہوا ہو تو اس کے لیے استغفار کیجئے۔ بعض نے کہا کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بندگی کے اظہار کا حکم فرمایا ہے تاکہ اس سے آپ کے درجات

ف: الفقیر اویسی غفرلہ یہ لکھتا ہے کہ مذکورہ رائے صاحب روح البیان کی اپنی نہیں اپنی رائے بعد کو ذکر فرمائیں گے جو نہایت ہی لطیف ہے۔ اویسی غفرلہ

Scanned with CamScanner

بلند ہوں نیز تاکہ آنے والے فرمانبرداروں کے لیے سنت بن جائے۔

۲۔ عرائس البیان میں ہے جو تمہارے قلب اقدس احکام بشریہ کے احکام کا اجراء ہوا اس کے لیے بخشش مانگیے۔

۳۔ اپنے وجود کے تصور کو وجود حق کے سامنے لانے کی بخشش مانگیے کیونکہ وجود حادث کو وجود قدیم کے سامنے لانا بھی ایک قسم کا گناہ ہے۔

۴۔ اپنی اُمت کے گناہوں کی بخشش مانگیے لیکن یہ معنی دوسری آیت جو سورۃ محمد میں مذکور ہے کہ واستغفر لذنبك وللمؤمنين وللمؤمنات کی وجہ سے صحیح نہیں اُترتا۔

۵۔ ابن الشیخ نے حواشی میں لکھا کہ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہے ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ ہم اسے ذنب گناہ سے تعبیر کریں۔

صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ کا محبوب فیصلہ

فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے ابن الشیخ کا کلام شیخ الکلمات ہے اس لیے کہ نبوت کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ ولایت کو وہاں پہنچنا مشکل ہے کیونکہ ولی اللہ کتنا ہی بلند قدر کیوں نہ ہو وہ نبوت کے حال کو معلوم نہیں کر سکتا ہے۔ جب ولی اللہ نبی کے حال سے بے خبر ہے تو پھر اس کی طرف کس طرح گناہ کی نسبت کر سکتا ہے۔ ہاں نبی علیہ السلام کے حال کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے وہ ذنب کی نسبت اس کی طرف کرے گا تو اسی کو علم ہو گا کہ وہ کس طرح کا ذنب ہے (جب اولیاء اللہ کا یہ حال ہے تو پھر کون لگتے ہیں نبی علیہ السلام کی طرف گناہ کی نسبت کرنے والے) ذنب کی نسبت کا حال وہی ہے جو درود الٰہی کا ہے جیسے فرمایا ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی۔ یہ ایک پوشیدہ راز ہے جو خدا جانے یا خدا کا رسول جانے۔

کسی کو اس کی معرفت کی طرف راہ نہیں۔ یہی حال سہو کا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نماز میں ہوا۔ اس کے لیے بھی یہی کہنا چاہیئے۔ ؎

خدا و مصطفٰے کی کنہ میں ادراک عاجز ہے
خدا کو مصطفٰے جانے مصطفٰے کو خدا جانے[1]

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ سہو ایسا نہیں جسے عوام سمجھتے ہیں۔ اسی لیے شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت پہلے فرما گئے ؎

---

[1] اضافہ از اویسی غفرلہٗ

ندانم کدامین سخن گوئیمت
کہ والا تری زانچہ من گوئیمت

ترجمہ: میں نہیں جانتا آپ کو کون سا مدحیہ کلمہ عرض کروں۔ آپ ہر طرح میری مدح سے بالا تر ہیں۔

فسبح بحمد ربك بالعشی والابکار (اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کیجئے صبح وشام) یعنی اللہ تعالیٰ تسبیح جو حمد کے ساتھ ملی ہوئی ہو پر مداومت کیجئے۔ یا سبحان اللہ اور الحمد للہ ہر وقت کہتے رہیئے۔

فائدہ: صبح و مسا کے ذکر سے جملہ اوقات مراد ہیں اس لیے کہ ابکار صبح سے دوپہر اور عشی سے دوپہر سے دن کے اول حصہ تک کو کہا جاتا ہے تو اس سے جملہ اوقات مراد ہوئے۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ سالک صادق کے قلب پر نفس وہوی اور شیطان کی طرف سے جتنا اذیتیں پہنچیں سے صبر کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کا قلب مجاہد کے ساتھ وعدہ حق ہے کہ اس کافر نفس پر فتح ونصرت بخشے گا۔ اے قلب مجاہد اپنے ان گناہوں کی معافی مانگ جو تجھ پر صفات نفس کا گزر ہوا اور تو اس کے اخلاق سے متعلق ہوا۔ گناہ کی اس لیے بخشش مانگ کہ اس سے قلب زنگ آلود ہو جاتا ہے اور طاعات واذکار پر مداومت وملازمت کر کیونکہ قلب کے آئینہ سے اخلاق ذمیمہ کی زنگ طاعت وذکر الٰہی سے اترتی ہے۔

فلسفۂ قلب: انسان کا ظاہری بدن عالم شہادت سے اور اس کا دل عالم ملکوت سے ہے جیسے قلب کے معارف سے اعضاء پر آثار مرتے ہیں۔ ایسے ہی اعضاء کے احوال سے (جو کہ عالم شہادت سے ہیں) قلب پر اثر انداز ہوتے ہیں اسی لیے اعمال صالحہ کی مشغولی ضروری ہے تاکہ احوال کی اصلاح اور قلب کو روشنی خیالات کی صفائی ہو جس کا دنیا میں کوئی شغل نہ ہو اور وہ دنیا اہل دنیا کے لیے چھوڑ دے تو وہ خدمت الٰہی سے فائدہ نہ پائے گا جب تک کہ نیک اعمال پر صرف رضائے الٰہی کے لیے مداومت نہ کرے اور ہر وقت اس میں مشغول نہ ہو ظاہراً بھی باطناً بھی جسم سے بھی قلب سے بھی۔

عبادت الٰہی کی بہترین ترتیب و تدبیر

جب تک انسان کا دل لگا رہے نماز (نوافل) پڑھتا رہے جب اس سے طبیعت اکتائے تو تلاوت

لہ اضافہ اویسی غفرلہ۔

Scanned with CamScanner

قرآن میں مشغول ہو جائے کیونکہ نفس پر بنسبت نوافل کے تلاوت آسان ہے۔ اگر تلاوت سے بھی دل بھر جائے تو ذکر الٰہی میں لگ جائے۔ زبان اور قلب ہر دونوں سے کیونکہ یہ بنسبت تلاوت کے زیادہ آسان ہیں اگر ان سے دل چل جائے تو مراقبۂ قلب میں مشغول ہو اور مراقبہ قلب یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے خیال و تصور میں مستغرق کر دے۔ جب تک دل اسی تصور میں ہوگا مراقب کہلائے گا اور مراقبہ بھی ذکر ہے بلکہ لسانی ذکر سے افضل ہے اگر اس سے بھی عاجز ہو اور اس پر وساوس شیطانیہ کا غلبہ ہو جائے اور اس کے قلب پر خطرات نفسانیہ کا ہجوم ہو تو سو جائے کیونکہ سالک کو نیند میں بھی سلامتی ہے ورنہ کثرت وساوس و خطرات نفسانی کثرت کلام فضول کی طرح قلب کو زنگ آلود کر دیتا ہے اس لیے کہ یہ زبان کی گفتگو کے بغیر بھی کلام کے حکم میں ہے اس سے انسان کو بچنا لازم ہے۔

نسخہ روحانی:۔ ۱۔ جیسے ظاہری عمل صالح و ذکر الٰہی اور تسبیح مفید ہے ایسے ہی مراقبہ در رعایت تصور سے قلب کو فائدہ پہنچتا ہے۔

۲۔ توجہ الی اللہ اور قلبی مداومت اور لسانی ذکر پہ مداومت سے قلب کو ذکر ذات کی طرف ترقی نصیب ہوتی ہے بلکہ قلب عرش خدا کے بالمقابل ہو جاتی ہے اور عالم خلق و حکمت میں عرش کائنات کی قلب ہے اور قلب عالم امر و قدرت میں عرش ہے۔ جب دل کو ذکر ذات کا مرتبہ نصیب ہوتا ہے اور نسمات قرب کا دریا بن جاتی ہے تو اخلاق نفس کی کیاریوں میں نعوت و صفات کی صفائی نصیب ہوتی ہے اور اس کے لیے تخلق باخلاق اللہ متحقق ہو جاتا ہے ؎

غیر ذکر خدا چہ سر چہ جہر
نیست دل را نصیب و جاں را نہر
نور حق چوں در دل ظہور کند
ظلمت تن چہ شر و شور کند

ترجمہ:۔ ذکر الٰہی سری و جہری سے حصہ نصیب نہیں تو دل اور روح کو کچھ حاصل نہ ہوگا۔

۲:۔ ذکر الٰہی سری دل سے ظاہر ہوتا ہے تو جسم کی ظلمت شر اور شور کرتی ہے۔

اعمال صالحہ کی برکت:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایک امتی کو دیکھا کہ وہ اپنے سے آگ کے شعلوں اور چنگاریوں کو ہٹا رہا ہے لیکن وہ اس سے نہیں ہٹ رہے پھر اس کا صدقہ آیا اور اس کے لیے آگ کے آگے سے پردہ بن کر اسے جہنم کی آگ سے بچا لیا۔ پھر ایک اور کو دیکھا جو گھٹنوں کے بل پڑا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان حجاب ہے جس سے

Scanned with CamScanner

زیارت کے مشرف سے محروم پڑا ہے تو اس کے حسن خلق نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کر دیا (یعنی حجابات اُٹھ گئے) پھر ایک اور کو دیکھا کہ اس پر ابواب جنت نہیں کھل رہے تو کلمہ شہادت نے آکر دروازے کھول کر اسے بہشت میں پہنچا دیا (اللہ تعالیٰ ہم سب کو اچھے اخلاق و احوال اور اعمال والا بنائے۔ (آمین)

تفسیر عالمانہ: ان الذین۔ بیشک وہ جو۔

شان نزول: منقول ہے کہ کفار مکہ کہتے تھے کہ قرآن کلام الٰہی نہیں اور نہ ہی مرنے کے بعد اُٹھنا ہے کیونکہ یہ محالات سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یجادلون فی اٰیات اللہ - اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑتے یعنی انکار کرتے ہیں۔ **بغیر سلطان** حجت اور واضح دلیل کے بغیر۔ **اتاھم**۔ جو ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہو مجادلہ کو دلیل سے مقید کرنے میں اشارہ ہے کہ دین کی باتیں نہیں مانی جا سکتیں۔ جب ان پر واضح اور مدلل ثبوت نہ ہو۔ **ان فی صدورھم**۔ ان کے سینوں میں **الا کبر** مگر تکبر۔ یہ جملہ ان کی خبر ہے۔ قلب کے بجائے صدر اس لیے آیا ہے کہ قلب (سینہ) میں ہوتی ہے۔

فائدہ: حصر میں اشارہ ہے کہ ان کے قلوب سے ہر شے نکل گئی لیکن تکبر نے گھر کر رکھا ہے کہ وہ حق کو ماننے کا نام نہ لیتے اور نہ ہی تفکر کے درپے ہوتے اور نہ ہی دین کی باتیں سمجھتے یا اس خیال سے کہ ان کی حکومت ان کے ہاتھ سے نہ نکل جائے اور وہ ہمیشہ نبی علیہ السلام اور اہل ایمان پر فائق رہیں یا اس سے ان کے حسد کا اظہار مطلوب ہے کہ وہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حسد کرتے۔ عموماً ان کی بغاوت بھی اسی لیے ہوتی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کیوں نصیب ہوئی یہ ہمیں حاصل ہوتی۔ اسی لیے یہ ہر وقت حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ برسرپیکار رہتے اور ان کا برسرپیکار رہنے کا بھی موجب صرف یہی تھا یا ہر دونوں یعنی نبوت و ریاست (حکومت) اور یہ بھی خیالی طور ورنہ نہ وہ نبوت کے مستحق تھے اور نہ ہی کوئی ان کے پاس ریاست (حکومت) **ماھم ببالغیہ** نہ وہ اسے پہنچنے والے۔ یہ کبر کی صفت ہے اور ضمیر کبر کی طرف راجع ہے۔ یہاں مضاف مقدر ہے۔ دراصل **ماھم ببالغی۔ مقتضی کبرھم** یعنی وہ اپنے کبر کے مقتضیٰ کو پہنچ نہیں سکتے یعنی آیات الٰہی کو دفع نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے اندر میں ہی پھیلاتا ہوں اور آپ کی قدر و منزلت بھی میں خود بڑھاتا ہوں یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ کبر کے اس مقتضیٰ کو نہیں پہنچا سکتے جس سے انھیں حسد نے گھیر رکھا ہے یعنی نہ انھیں نبوت نصیب ہوگی نہ ریاست (حکومت)

Scanned with CamScanner

فاستعذ باللہ۔ تو اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کیجئے تاکہ آپ حاسد کے مکر و فریب سے سلامت رہ سکیں اور نہ ہی وہ آپ پر حملہ کر سکے۔ انہ ھو السمیع۔ بیشک وہ تمہاری باتوں کو خوب سنتا ہے۔ البصیر اور تمہارے افعال کو خوب جانتا ہے۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ یہاں پر مجادلین سے یہود مراد ہیں وہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہا کرتے کہ جس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق تورات میں تشریف لانے کا وعدہ ہے وہ مسیح بن داؤد ہیں آپ نہیں ہیں اور کاشفی میں ہے وہ ابو یوسف بن مسیح بن داؤد ہیں اور ان کا ارادہ تھا کہ دجال جو آخر زمانہ میں آئے گا اور اس کی شاہی بحر و بر تک ہمہ گیر ہو گی جس کے ساتھ نہریں چلیں گی وہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے ایک آیت ہے۔ اس وقت بادشاہی ہمیں نصیب ہو گی اور ساتھ یہ بھی کہتے کہ دجال قتل کریں گے یہاں تک کہ کوئی بھی نجات نہ پا سکے گا۔ اب فاستعذ باللہ کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ مسیح دجال کے فتنہ سے پناہ مانگیں کیونکہ اس کے فتنہ سے بڑھ کر اور کوئی فتنہ نہیں ہے۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عذابِ نار سے پناہ مانگو صحابہ کرام نے عرض کی ہم اللہ تعالیٰ کی مدد سے عذابِ نار سے پناہ مانگتے ہیں پھر آپ نے فرمایا کہ ظاہری اور باطنی فتنوں سے پناہ مانگو صحابہ کرام نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کی مدد سے ظاہری اور باطنی فتنوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ پھر فرمایا مسیح دجال کے فتنہ سے پناہ مانگو۔ صحابہ کرام نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کی مدد سے مسیح دجال کے فتنہ سے پناہ مانگتے ہیں۔

تعارف دجال: کاشفی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دجال آدمی ہے اس کا قد اونچا اور جسم بھاری اور اس کی صرف ایک آنکھ۔ اس کا ظہور قیامت اور علاماتِ قیامت سے ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے ظہور کی علامات بیان فرمائی ہیں۔

علاماتِ ظہورِ قیامت

۱۔ اس کے آنے سے پہلے تمام عالم دنیا میں تین سال مسلسل مہنگائی اور قحط زوروں پر ہو گی۔

۲۔ بارشوں کی کمی ہو جائے گی یہاں تک کہ ایک سال صرف معمول سے تہائی بارش کم ہو گی ایسے ہی زمین سے بھی تہائی حصہ خوراک کم آئے گی۔ دوسرے سال دوسرا حصہ بارش اور دوسری تہائی خوراک ختم ہو جائے گی۔ تیسرے سال نہ بارش آئے گی نہ خوراک بلکہ گھاس تک نہ اُگے گی۔

۳۔ اس پر اہل ایمان کی غذا آسمان والوں کی طرح تسبیح و تقدیس ہو گی اس وقت علامات دجال مذکورہ بالا امور کے ظہور پر مکر و مکر و فریب سے کام لے گا۔ اگر لوگ اس کی تابعداری کریں گے سوائے

Scanned with CamScanner

ان کے جنہیں اللہ تعالیٰ بہکائے اس کے ساتھ دیو ہوں گے جو آدمیوں کی صورتوں میں متشکل ہو سکیں گے۔ دجال کہے گا جو کوئی چاہے میں اس کے ماں باپ کو زندہ کر دکھاؤں گا۔ پھر وہ میری ربوبیت کا اقرار کرے۔ اگر چاہے گا کہ اس کے ماں باپ کو زندہ کر دے تو وہ دیوں کا حکم دے گا کہ وہ اس کے ماں باپ کی شکلوں میں متشکل ہو کر اس کے سامنے آجائیں چنانچہ وہ اس کے ماں باپ کی شکل میں ہو کر اسے کہیں گے بیٹا اس کی تابعداری قبول کر لے کیونکہ یہی تیرا پروردگار ہے۔

مکہ و مدینہ کی شان:۔ اسی طرح دجال اپنے دعویٰ کو منواتا ہوا عالم دنیا میں چکر لگائے گا سوائے مکہ و مدینہ کے کہ ان کی ملائکہ کرام نگرانی کر رہیں ہوں گے۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام:۔ جب اہل ایمان پر دجال کا دائرہ تنگ ہو جائے گا تو وہ بارگاہِ حق میں اس سے نجات کی دعائیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے عیسیٰ علیہ السلام کو زمین پر تشریف لانے کا حکم فرمائے گا وہ تشریف لا کر دجال کو قتل کر دیں گے چونکہ اس کے لشکر میں یہودی بہت زیادہ ہوں گے اسی لیے عیسیٰ علیہ السلام ان سب کی بیخ کنی کریں گے۔ نزول عیسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی ذکر سورہ زخرف میں آئے گا۔

حدیث شریف نمبر (۱) حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ تیس دجال آئیں گے۔ سب کا یہی خیال ہو گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے۔

حدیث شریف نمبر (۲) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے بہت جھوٹے نبی پیدا ہوں گے۔ ان سے بچتے رہنا (المصابیح)

فائدہ: ان جھوٹوں سے وہ مذہبی پیشوا مراد ہیں جو دوسروں کو گمراہ کریں گے (ہم جھوٹے دجالوں سے پناہ مانگتے ہیں ایسے ہی ہر گمراہ کن فتنہ سے۔

فائدہ: مفسرین نے فرمایا کہ آیت ان الذین یجادلون الخ اگرچہ خصوصیت سے مشرکین مکہ کے لیے نازل ہوئی لیکن ہر مجادل و مبطل کو شامل ہے کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ خاص سبب کا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ آیت میں اشارہ ہے کہ ارباب حقائق کے ساتھ ہمیشہ سے اہل طلب کا جھگڑا رہتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نوازے جاتے ہیں تو وہ اسی جھگڑے میں کوئی حجت و برہان نہیں رکھتے بلکہ یوں سمجھو کہ وہ اس میں حسد کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اسی لیے وہ حق کو قبول نہیں کرتے اور نہ ہی صدیقین کی تصدیق کرتے ہیں اور نہ ہی ان حقائق کو مانتے ہیں جو یہ محبوبان خدا علماء کشف کرتے ہیں۔ یہ صرف ان کا تکبر

Scanned with CamScanner

ہی ہوتا ہے جو انہیں ابلیس کی صفت خاص نصیب ہوتی ہے اسی نے تو سجدۂ آدم علیہ السلام سے انکار کر کے تکبر کیا اور کہا انا خیر منہ اور یہ صفت ہر نفس میں گھر کئے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض وہ اہل علم جو اپنے علوم سے دھوکہ کھائے ہوئے ہیں وہ مشائخ راسخین کے بعض ملفوظات کا انکار کر دیتے ہیں حالانکہ وہ مشائخ علوم میں ان اہل علم فریب خوردہ از علم سے بہت وافر حصہ رکھتے ہیں لیکن چونکہ وہ منکر مدعی ان کی مراد تک نہیں پہنچ سکتے اور نہ ہی اہل حقائق کے مراتب کو پا سکتے اسی لیے انکار کر دیتے ہیں۔ اسی لیے بزرگانِ دین نے فرمایا کہ انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ انکار نحوست ہے اور سارے منکر تو حقائق سے محروم ہے لیکن اے طالب حق تمہیں شر نفس سے پناہ مانگنی چاہیئے اور نفوس مستردہ اسی طرح جمیع آفات تجھے حق سے روک دیں گے اور طریق حق تک نہیں پہنچنے دیں گے۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ مشائخ کے اسرار کے منکرین بدعتی ہیں۔ درحقیقت یہ صفاتِ الٰہیہ کے منکر ہیں کیونکہ ایسے اُمور میں جھگڑنا ایسے بیوقوفوں کا کام ہے اور معترضین کا اعتراض اور مبتدعین کا جدال و تاویل جہمیان اور بناوٹی اصول دشمریان و تدبیر فلسفیان و قانون دہریان ہر دور میں پیدا ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ چونکہ قدریہ فرقہ کا غیلان اور بشر سی و شیطان الطاق و ابن داؤد و جہم صفوان و عمرو عبید اور ان جیسے اور جنہوں نے صفاتِ الٰہیہ کا انکار کیا اور دین قدیم (اصلی) کو ترک کر دیا اور قرآن و سنت کے مضامین سمجھنے میں غلطی کر کے اپنے رائے و قیاس کو مضبوط و مستحکم سمجھا۔ انہوں نے قرآن و سنت کو پیچھے کر دیا اور عقول و افہام کو پیشوا بنایا۔ ان کی یہی خواہش دل میں رکھی کہ وہ اپنے اصول کو غالب کر دیں لیکن کچھ نہ کر سکے بلکہ وہ اپنی خواہش کو قبر میں لے کر چلے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

شمع حق را تف کنی تو اے عجوز
ہم تو سوزی ہم سرت اے گندہ بوز
کے شود دریا ز پوزِ سگ نجس
کے شود خورشید از پف منطمس
ہر کہ بر شمع خدا آرد تفو
شمع کے میرد بسوزد پوز او

ترجمہ:۔ شمع حق کو اے بڑھیا تو پھونک مارتی ہے اس سے خود تم اور تمہارا سر جل جائے گا اے گندی خصلت والی۔

۲ :۔ دریا کو بڑے کب نجس ہو سکتا ہے ایسے کہ سورج کی روشنی کسی کی پھونک سے کب بجھ سکتی ہے۔

۳ :۔ جو شمع خدا پر تھوکتا ہے شمع کیا بجھے گی اس کا اپنا چہرہ جلے گا۔

Scanned with CamScanner

چوں تو خفاشاں بسے بینند خواب
کیں جہاں ماند یتیم از آفتاب
اے بریدہ آں لب و حلق و دہان
کے کند تف سوئے مہ یا آسمان
تف بروئیش باز گردد بیش کے
تف سوئے گردوں نیابد مسلکے
تا قیامت تف برو بارد ز رب
ہمچو تبت بر روان بولہب

ترجمہ:۔ جیسے چمگادڑ بہت خواب دیکھتے ہیں کہ جہاں ضیا سورج سے یتیم ہو جائے گا۔

۲ :۔ منہ لب حلق کٹا ہوا کب تھوک آسمان اور چاند کی طرح پھینک سکتا ہے۔

۳ :۔ تھوک اس کے منہ پر واپس آئے گی آسمان کی طرف تھوک کا راستہ کہاں۔

۴ :۔ بلکہ تا قیامت ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی رہے گی جیسے تباہی و بربادی ابولہب پر برس رہی ہے۔

لخلق السموات والارض۔ آسمانوں و زمینوں کو پیدا کرنا) اس سے تحقیق حق اور ان کے مشہور ترین جھگڑے کو بیان کرنا مطلوب ہے یعنی ان کا بڑا جھگڑا مرنے کے بعد اٹھنے کا تھا۔ اکبر۔ قدرت ایزدی کا بہت بڑا کارنامہ۔ من خلق الناس۔ انسانوں کے دوبارہ پیدا کر کے اٹھانے سے تو جو ذات بہت بڑی قوی اور عظیم شے کے بلا اصل و بلا مادہ پیدا کرتے ہیں قدرت رکھتی ہے تو وہ کم طاقت اور ضعیف تر شے سے

بلا اصل و مادہ سے پیدا کرنے میں بطریق اولیٰ قدرت رکھتی ہے تو پھر تم اس کا تو اقرار کرتے ہو کہ وہ آسمان و زمین پیدا کر سکتا ہے لیکن قیامت میں مرنے کے بعد پیدا کرنے کا کیوں انکار کرتے ہو۔ ولکن اکثر الناس لیکن اکثر لوگ یعنی کفار لا یعلمون۔ نہیں جانتے کہ اعادۃ ابتداء کی بہ نسبت زیادہ آسان ہے۔ نظر و تامل میں کوتاہی و قصور کی وجہ سے اس لیے کہ ان میں غفلت اور اتباع خواہشات نفسانیہ بہت زیادہ ہے۔ وما یستوی الاعمیٰ والبصیر۔ آنکھوں والا اور اندھا برابر ہے یعنی غافل اور بیدار مغز برابر ہے۔ اعمیٰ سے وہ مراد ہے جس کا دل رویت آیات کے دیکھنے اور ان سے استدلال سے اندھی ہے اور بصیر سے وہ ہے جو آیات اور ان سے استدلال سے باخبر ہے ؎

کسی شاعر نے کہا ؎

Scanned with CamScanner

ايهـا المنكح الثريا سهيلا
عمـرك الله كيف يلتقيان
هي شامية اذا ما استقلت
وسهيل اذا استقل يمانی

ترجمہ: اے ثریا و سہیل کو آپس میں ملانے والا اللہ تعالیٰ تجھے بڑی عمر دے۔ بھلا یہ دونوں کیسے اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ جب ثریا آسمان پر طلوع کرتا ہے تو وہ شامی ہے اور جب سہیل طلوع کرتا ہے تو وہ یمنی ہے۔

تو جیسے یہ دونوں یکجا جمع نہیں ہو سکتے ایسے مؤمن و کافر اور عالم و جاہل یکجا اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

والذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحات۔ اور اہلِ ایمان نیک عمل والے۔ اسے مقدم کیا گیا ہے بوجہ بصیر کے قریب ہونے کے اور یہ بھی ابوابِ بلاغت کا ایک باب ہے ذکر قرب کی وجہ سے اس کے ہم جنس (کسی وجہ سے بھی) کو اس کے ساتھ لایا جاتا ہے) ان سے محسن (صالح اعمال والے) حضرات مراد ہیں۔ ولا المسیئ اور یہ اسم جنس ہے جو جملہ بُرے اعمال والوں کو عام ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ صالح و طالح برابر نہیں کیونکہ ایک کی حالت دوسرے کی حالت کے مخالف ہے۔ دونوں فریقوں کا فرق ظاہر ہوگا یعنی مرنے کے بعد یہ بعث و جزا کی حقیقت پر دوسری حجت و دلیل ہے اور صرف المسیئ میں لا لایا گیا تاکہ کلام طویل نہ ہو کیونکہ اٰمنوا و عملوا الصّٰلحات کے بالمقابل کفروا و اساؤا۔ کہا جاتا ہے تو کلام طویل ہو جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ المسیئ۔ المحسن سے نفی مساوات مطلوب ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ محسن و مسیئ برابر نہیں کیونکہ مسیئ بُرا حقارت و ذلت (خواری) کا مستحق ہے اور محسن فضل و کرامت کا مستحق ہے۔ والذین کا عاطف وہی ہے جو اعمیٰ و بصیر کا ہے۔ اگرچہ غافل و مستبصر کے مجموعہ کا مطلب وہی ہے جو مسیئ و محسن کا ہے لیکن چونکہ ظاہری صفت کے لحاظ سے ایک دوسرے کے منتفا پر نہیں اسی لیے ان کا ایک دوسرے پر عطف جائز ہے اس لیے کہ پہلے دو یعنی اعمیٰ و البصیر کے عمی و بصر کا تعلق قلب سے ہے اور اس سے علم مطلوب ہے اور دوسروں کا تعلق جوارح سے ہے یعنی ایمان و اعمال اعضاء سے متعلق ہیں اور اس سے عمل مطلوب ہے ورنہ درحقیقت الا الذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحٰت۔ ایک شے ہیں۔ ایسے ہی اعمیٰ۔ المسیئ ایک شے ہیں نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صراحۃً و تمثیل سے دلالت مراد ہو کہ دونوں وصفیں۔ مقدمیں متحد نہیں یعنی ہر دونوں سے مطلب۔ محسن و مسیئ ہی ہیں مثلاً صراحت تو الا الذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحٰت اور المسیئ میں ہے اور اس کے ماقبل سے تمثیل مراد ہے یعنی لا عمیٰ و البصیر صرف تمثیلاً لائے گئے ہیں۔ تمثیلاً تتذکرون قلیلاً مصدر محذوف کی صفت ہے اور ما معنیٰ قلت کی تاکید ہے اور تتذکر علی طریق الالتفات کفار کو خطاب

Scanned with CamScanner

ہے اگر ضمیر کفار کے لیے ہو تو۔ مقام توبیخ میں التفات کا ایک فائدہ ہوتا ہے کہ کفار کو معلوم ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیر ترین مخلوق ہیں اور ان کے رو یہ سے سخت طریقہ سے انکار ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے جھگڑنے والے کافرو تم بہت تھوڑی نصیحت پاتے ہو یعنی اگر چہ تمھیں معلوم ہے آگاہی غفلت سے بہتر ہے۔ یہ دونوں برابر نہیں۔ ایسے ہی تمھیں یقین ہے کہ اچھا عمل بُرے عمل سے بہتر ہے۔ لیکن تم بہت تھوڑی نصیحت پاتے ہو بلکہ پاتے ہی نہیں ہو کیونکہ قلت کی نفی سے عدم محض مراد ہوتی ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ فلاں قلیل الحیاء یعنی لے سرے سے حیا ہے ہی نہیں۔

حل لغات: تاج المصادر میں ہے کہ التذکر بمعنی یاد کرنا یا یاد دلانا یا نصیحت حاصل کرنا۔ ان الساعۃ۔ بیشک قیامت۔ بارہا عرض کیا گیا کہ قیامت کو ساعت سے کیوں تعبیر کیا گیا ہے۔

الاٰتیۃ۔ البتہ آنے والی ہے۔ اسے لام سے مؤکد کیا گیا ہے کیوں مخاطبین کفار ہیں اور سورۂ طٰہٰ میں لام کے بغیر ہے مثلاً کہا گیا ہے ان الساعۃ اٰتیۃ۔ اس لیے کہ وہاں مخبر اس خبر پر شک کرنے والا نہیں ہے لاریب فیھا۔ اس میں شک نہیں یعنی اس کے آنے میں کسی قسم کا شک نہیں کیونکہ اس کے شواہد واضح ہیں۔ ان کے بعض وہ ہیں جو مذکور ہوئے مثلاً لخلق السمٰوٰت الخ و لکن اکثر الناس لیکن اکثر یعنی کفار لا یومنون۔ اس کی تصدیق نہیں کرتے کیونکہ ان کی نگاہیں ظواہر تک محدود ہیں اور فہم کی قوت بھی بہت کم رکھتے ہیں اور وہ بھی صرف محسوسات تک پھر یہ کفر و تکذیب انسان کی طبیعت کے تقاضے ہیں سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ بچائے، اور اس کی دل کو نگاہ لطف سے نوازے۔

فائدہ: پل صراط پر سات موقف ہیں۔

سوال ہوگا ایمان سے اور یہی تمام سے سخت ترین ہے اور اس میں کامیاب ہوگیا تو نجات پاگیا ورنہ گر کر سب سے نچلے طبقہ میں پہنچے گا۔

پھر نماز کا سوال ہوگا۔

تیسری منزل پر زکوٰۃ کی پرسش ہوگی۔

چوتھے پر روزہ پوچھا جائے گا۔

پانچویں پر حج کا سوال ہوگا۔

لے برہان القرآن ۱۲۔

چھٹے اور ساتویں پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا سوال ہو گا۔
اگر ساتوں کے جوابات صحیح دیئے گئے تو نجات ورنہ جہنم ؎

کرد بعث محمد عربی
تا بود خلق را رسول و نبی
ہر چہ ثابت شود بقول ثقات
کہ محمد علیہ الف صلوات
داد ما را خبر بموجب آں
واجب آمد زما بروایماں

ترجمہ:۔ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھیجا تا کہ آپ جملہ مخلوق کے لیے نبی و رسول ہوں۔
۲:۔ جو معتبر بزرگوں سے روایت ثابت ہے کہ محمد پر ہزاروں صلوات وسلام۔
۳:۔ معتبر لوگوں سے ہم تک خبر پہنچی کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس کی خبر دی ہے اس پر ہمارا ایمان ہے۔

فائدہ:۔ اساس اور بنیاد ایمان و توحید ہے انہی پر ہی تمام واجبات کا دارو مدار ہے۔

حکایت:۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے بصرہ میں ایک جنازہ کو دیکھا کہ اُسے سوائے اُٹھانے والوں کے اور کوئی ساتھ نہ تھا۔ میں نے وجہ پوچھی۔ کہا گیا کہ شہر کے بہت بڑے جرائم پیشہ کا جنازہ ہے۔ میں نے اس کی نماز جنازہ پڑھ کر قبر میں اُتارا اور جا کر ایک درخت کے نیچے سو گیا۔ خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ آسمان سے دو فرشتے اُترے اور اُس کی قبر میں صرف ایک فرشتہ داخل ہوا اور کہا اسے اہلِ نار میں لکھو اس لیے کہ اس کا کوئی عضو بھی گناہ سے خالی نہیں۔ دوسرے نے کہا جلدی نہ کرو ذرا مجھے بھی دیکھنے دو۔ دوسرے فرشتے نے اسے غور سے دیکھ کر کہا کہ واقعی اس کے تمام اعضاء جرائم میں ملوث ہیں لیکن اس کا دل ایمان سے معمور ہے اسی لیے اسے اہل جنت میں لکھ دو۔

سبق:۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو دل ایمان و توحید سے معمور ہو اُس کے لیے اُمید کی جا سکتی ہے کہ اس کے گناہ معاف ہو جائیں۔

مسئلہ:۔ قیامت کے قیام کے متعلق باوجودیکہ دلائل و آثار واضح اور روشن ہیں لیکن منکرین ایک نہیں مانتے اور انکار ہی انکار کیے جا رہے ہیں۔ اور اہل ایمان و توحید پرست قیامت کو ہر وقت اپنے سامنے دیکھتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

حکایت:- حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیف اصبحت یا حارثہ۔ اے حارثہ رات کیسے گزری۔ عرض کی اصبحت مؤمنا حقا۔ الحمد للہ ایمان کی سلامتی سے رات بسر ہوئی۔ آپ نے فرمایا اے حارثہ ہر شے کی حقیقت ہوا کرتی ہے بتلیے تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ عرض کی عزلت نفسی عن الدنیا میں نے دنیا کو خود سے دور رکھا فصمت نہارھا واسہرت لیلہا واستوی عندی حجرھا و ذھبھا۔ اور دن کو روزے سے رات کو بیداری سے گزارا۔ اب میرے نزدیک پتھر اور سونا برابر ہے۔ وکانی انظر الی اھل الجنۃ تیز اور اون والی۔ اھل النار یتضاغون گویا میں جنتیوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک دوسرے کی ملاقات کے لیے آجا رہے ہیں اور دوزخیوں کے شور و غل کو دیکھ رہا ہوں۔ وکانی الی عرش ربی بارزا۔ اور عرش الٰہی کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذحبت فالزم۔ بہت خوب اسی پر رہو۔

ملفوظ حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا۔ اگر مجھ سے پردے ہٹ بھی جائیں تب بھی میرے یقین میں کوئی اضافہ نہ ہوگا۔ ؎

حال خلد و جحیم دانستم
بیقین آنچنانکہ می باید
گر حجاب از میانہ برگیرند
آں یقین ذرہ نیفزاید

ترجمہ:- بہشت اور دوزخ کا حال میں نے جان لیا اور جیسا کہ وہ نہیں۔

۲:- میں نے یقین سے جانا اگر درمیان سے حجابات اُٹھ جائیں تو پھر یقین ہی یقین ہے اس میں اضافہ کا کیا معنی۔

سبق:- اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اولیاء اہل عیان کے سامنے کوئی شے محجوب نہیں۔ دنیا کی کوئی شے بھی ان کے علم و شہود و معرفت سے پوشیدہ نہیں ایسے ہی آخرت میں درجات و قربات اور مراتب میں اُن کے برابر کا اور کوئی نہیں ہوگا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ ہمیں صالحین محسنین اور ان حضرات سے بنائے جو مطالب دنیا و دین و آخرت کے مطالب میں کامیاب ہیں۔

Scanned with CamScanner

تفسیر عالمانہ:۔ وقال ربکم۔ اور اے لوگو تمہارے پروردگار نے فرمایا لہ ادعونی میری عبادت کرو۔ میری توحید مانو۔ استجب لکم۔ تمہاری عبادت قبول کروں گا۔ یعنی تمہیں ثابت قدم رکھوں گا۔ اس معنیٰ کا قرینہ اگلا جملہ ہے۔

ان الذین یستکبرون عن عبادتی۔ بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں یعنی میری عبادت سے اطاعت سے جی کتراتے ہیں۔

سیدخلون جہنم، عنقریب جہنم میں داخل کریں گے۔

داخرین: درآنحالیکہ وہ ذلیل ہیں یعنی وہ کمزور و ضعیف ہیں۔ یہ دخور سے ہے۔ بمعنی خوار ہونا۔ دخر سے ہے بمعنی منع دفرح بمعنی صغر و ذل۔

دور حاضرہ ۱۳۹۰ھ میں ہمارے زمانہ کے خوارج و معتزلہ کا دعویٰ ہے کہ دعا صرف بمعنی **رد و ابیہ**:۔ سوال (پکارنا، مانگنا ہے) اس کا رد کرتے ہوئے صاحب روح البیان لکھتے ہیں:

وان فسر الدعاء بالسؤال کان الاستکبار الصادف عنہ منزلۃ منزلۃ الاستکبار وعن العبادۃ فاقیم الثانی مقام الاول للمبالغۃ۔

ترجمہ:۔ اگر دعا کو صرف سوال کے معنیٰ میں لیا جائے تو جو اس سے تکبر کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ عبادت سے تکبر کرتے ہیں اس معنیٰ پر مبالغہ کے طور پر دوسرا پہلے قائم مقام ہے۔

جواب تنزلی:۔ اس کا اعتراف کرکے کہ عبادتی میں بمعنی دعا ہو تو بھی حرج نہیں اس لیے کہ دعاء بھی عبادت کے افضل العبادات سے ہے تو مجازاً اطلاق العام علی الخاص کے قبیل سے ہے۔

فائدہ:۔ حضرت علامہ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دعا بمعنی سوال ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھ سے سوال کرو کہ میرے خزانے مالا مال ہیں اور میرا کرم ہر امیدوار کی امیدیں پوری کرتا ہے کون سا گدا ہے جو کبھی میرے آستانے پر جبین نیاز خم کرے میں تقدم مراد اس کے ساتھ میں بخشتا ہوں جو سائل مجھ سے سوال کا دست دراز پھیلاتا ہے۔ میں اس کی گدڑی رحمت سے بھر دیتا ہوں ؎

بر آستان ارادت کہ سرنہاد شبے
کہ لطف دوست بروئش دریچہ میکشد

ترجمہ:۔ جس نے بھی آستان الٰہی پر کسی شب سر رکھا دوست کا لطف اس پر دریچۂ رحمت کھول دیتا ہے۔

ل یہاں مفسرین نے ادعونی بمعنی اعبدونی لکھا ہے ص۲۳ ج ۴

Scanned with CamScanner

تفسیر صوفیانہ:۔ بزرگوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم مجھ سے غفلت ہٹا کر کچھ مانگو تو میں تمہیں بلا مہلت دے دوں گا۔ تم مجھ سے بلا خفاء مانگو تو میں تمہیں تمہارا عمل بدعا عطا کروں گا۔ مجھ سے بلا خطاء مانگو تو میں تمہیں عطا فرماؤں گا تم مجھ سے دُعا کی شرائط پوری کر کے مانگو یعنی اکل حلال کے بعد دُعا مانگو (تو تمہاری یہ دعا مستجاب ہوگی۔

فائدہ:۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ دعا ہر حاجت کی کنجی ہے لیکن اس کے دندانے اکل حلال ہیں۔

حکیم ترمذی کی تقریر: حضرت حکیم ترمذی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جس نے دُعا مانگی لیکن اس سے پہلے توبہ و انابۃ و اکل حلال و اتباع سنت و مراعات سر سے دعاء کا راستہ صاف نہیں کیا تو اس کی دعا مردود ہوگی بلکہ مجھے خطرہ ہے کہ اس کی دعاء کا جواب طرد و لعن سے نہ دیا جائے۔

ہر دعا مُستجاب: مشائخ فرماتے ہیں کہ مومن کی ہر دعا مستجاب ہوتی ہے بایں معنی کہ یا تو اس کا مطلب پورا کر دیا جاتا ہے۔ یا اسے ایسا کام پورا کر دیا جاتا ہے جو اس کے سوال کردہ مُدعا سے بہتر ہوتا ہے۔

مسئلہ:۔ کافر دراصل اللہ تعالیٰ سے تو مانگتا نہیں وہ تو اس کے شریک سے سوال کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔

رد بد مذہب فرقہ معطلہ:۔ فرقہ معطلہ کی دعا بھی قبول نہیں کیونکہ وہ اس معبود کی پرستش کرتے ہیں جس کے صفات نہیں مثلاً وہ کہتے ہیں خدا وہ ہے جس کی صفات، حیات و سمع و بصر و کلام و قدرت و ارادہ نہیں۔ یہ ان کا گندا اور غلط عقیدہ ہے۔ اس معنیٰ پر کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے (ایسے ہی وہابیہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے کذب کے امکان کے قائل ہیں۔ وہ بھی حقیقی معبود کی پرستش سے محروم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ہر نقص و عیب سے منزہ و مقدس ہے)۔

مشبہ فرقہ کا ردّ:۔ مشبہ فرقہ بھی اس خدا کی پرستش کرتے ہیں جس کے اعضاء ہیں اور حقیقی معبود تو جوارح و اعضاء سے منزہ اور پاک ہے (وہابیہ غیر مقلدین بھی اللہ تعالیٰ کے لیے اعضاء کے قائل ہیں اگرچہ وہ کہتے ہیں اس کے ہاتھ نہ ہمارے جیسے۔ اس کا چہرہ ہے لیکن ہمارے جیسا نہیں وغیرہ۔ (ہدی المہدی)

ہم اہلسنت کہتے ہیں کہ وہ جوارح و اعضاء سے منزہ و مقدس ہے اس کی کوئی مثل نہیں۔ وہ سمیع و بصیر ہے۔

Scanned with CamScanner

مشبہ فرقہ کی نشانی:- حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا جو مدبر (باری تعالیٰ) کی طلب میں فکر کو دوڑا کر کسی موجود شے کو اللہ سمجھتا ہے وہ مشبہ فرقہ سے ہے اور جو بالکل وجود باری تعالیٰ کی نفی کرتا ہے وہ فرقہ معطلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر اس کے وجود کا قائل ہے لیکن اس کے سمجھنے سے قاصر ہے اپنے آپ کو عاجز سمجھتا ہے تو وہ پکا موحد مسلمان ہے۔

عقیدہ اہلسنت: اہلسنت اللہ تعالیٰ کی صفات کا اثبات اور اُن اُمور (جو اُن کی شان کے لائق نہیں) کی نفی کرتے ہیں۔ اسی لیے یہ حقیقی معبود سے دُعا مانگتے اور ہر مومن کی دُعا مستجاب ہوتی ہے کیونکہ وہ جب اس سے سوال کرتا ہے تو وہ اس کا مدعا یا دنیا میں پورا فرما دیتا ہے یا اس کے لیے آخرت کا ذخیرہ بنا دیتا ہے۔ پھر کل قیامت میں اسے فرمائے گا جو تو نے مجھ سے سوال کیا تھا وہ تجھے دیا گیا لیکن جو نہیں دیا گیا تو وہ یہ ہے جو تیرے لیے آج کے دن کے لیے ذخیرہ بنا کر رکھا گیا تھا اُس وقت بندہ تمنا کرے گا کہ کاش مجھے دنیا میں میرا مدعا نہ ملتا۔

نکتہ:- بندے کو دُعا کی توفیق اللہ تعالیٰ کے ارادہ پر مبنی ہے کہ وہ چاہے تو اس کی دُعا قبول کرے لیکن فوراً اجابت کا بھی ایک وقت مقرر ہے اس کی مثال یوں سمجھو کہ بادشاہ خوشی میں بیٹھا ہو تو اس وقت سائل سوال کرے تو اس کے سوال کو رد نہیں کرتا۔

ملفوظ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ آج عرفات میں اللہ تعالیٰ کے وفود اس کے در اقدس پر بھیک مانگنے کے لیے حاضر ہیں اسے ان کے مطالب پورے کرنے کے لیے کوئی کمی نہیں بھلا بتاؤ کسی بادشاہ سے کوئی ایک ٹیڈی پیسہ مانگے تو کیا بادشاہ کو دینے میں تامل ہو گا یا اس کے خزانے میں کمی آسکتی ہے تو بلاتمثیل اللہ تعالیٰ کے لیے جمیع مخلوق کے جمیع مطالب پورے کرنے میں کوئی کمی نہیں آتی۔

اجابت کے مقامات:- عرفات میں وقوف اجابت دعا کا بہترین محل ہے ایسے ہی جمیع عبادات کے مقامات واوقات الطاعات بھی اجابت کے بہترین محل ہیں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ وہ میرے حکم پر چل رہا ہے تو اس سے راضی ہوتا ہے۔ اُس وقت اس سے جو کچھ مانگتا ہے وہ اسے عطا فرما دیتا ہے۔

Scanned with CamScanner

سفیان ثوری کا جواب:- حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دعا کے لیے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ ترک ذنوب سے ہی دعا مستجاب ہوتی ہے۔

عبادتی نسخہ:- بعض عارفین باللہ فرماتے ہیں کہ نماز افضل الحرکات اور روزہ اغفل السکنات اور تفریع عبادات کے ہیاکل میں ہے۔ افلاک دائرہ جن امور کو باندھ دیتا ہے تو انہیں عبادات ہی کھولتے ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ضروری ہے۔

حکایت:- ایک مجنوں طواف کر رہا تھا اسے کسی نے مزاحاً کہا کہ کیا تجھے اللہ تعالیٰ نے جہنم سے برأت کا پروانہ عطا فرمایا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ پوچھا کیا تم نے پروانہ لے لیا ہے انہوں نے کہا ہاں ہم سب نے لے لیا ہے۔ یہ سنتے ہی آہ وفغاں کر کے کعبہ شریف کے پردوں کو لٹک کر رونے لگا کہ الٰہی مجھے بھی جہنم سے آزادی کا پروانہ عطا فرما اس کے ساتھی اور دوسرے طواف کرنے والوں نے کہا بھائی یہاں سے پروانہ ملنے کا کیا معنیٰ تیرے ساتھی نے تو تیرے ساتھ مذاق کی ہے۔ اس نے کسی کی نہ مانی۔ بدستور روتا رہا اور کہتا تھا الٰہی مجھے بھی جہنم سے آزادی کا پروانہ عطا فرما اس کا رونا اللہ تعالیٰ کو پسند آیا چنانچہ غیب سے ایک پرچہ اس کے ہاتھ میں گرا جس پر لکھا تھا کہ اسے جہنم سے آزاد کیا۔ پرچہ دیکھ کر وہ مجنوں بہت خوش ہوا۔

عجوبہ:- پرچہ کو دیکھ کر لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور پرچے کو دیکھنے لگے اس کی یہ خاصیت تھی کہ وہ ہر طرف سے برابر پڑھا جاتا اسے اُلٹا یا جاتا تو کتابت بھی اُلٹ کر سیدھی پڑھی جاتی۔ اس سے لوگوں نے یقین کیا کہ واقعی اسے اللہ تعالیٰ سے برأت کا پروانہ عطا ہوا ہے۔

دُعا معجون ہے:- دُعا بیس بہترین خصلتوں کی جامع ہے جو اس کے ضمن میں حاصل ہوتی ہیں یہ معجون کی طرح ہے کہ وہ بھی بہترین اجزاء سے ہوتا ہے۔ مثلاً دُعا سے مندرجہ ذیل عبادات نصیب ہوتی ہیں:

۱۔ عبادت	۲۔ اخلاص	۳۔ حمد
۴۔ شکر	۵۔ ثناء	۶۔ تہلیل
۷۔ توحید	۸۔ سوال	۹۔ رغبت
۱۰۔ ربوبیت	۱۱۔ نداء	۱۲۔ طلب
۱۳۔ مناجات	۱۴۔ افتقار	۱۵۔ خضوع
۱۶۔ تذلل	۱۷۔ مسکنت	۱۸۔ استعانت
۱۹۔ استکانت	۲۰۔ التجاء۔	

رب العالمین نے ادعونی استجب لکم جیسے مختصر کلمات میں ان بیس خصائل حمیدہ سے بندے کو نوازا

Scanned with CamScanner

مثلاً فرمایا کہ تم مجھ سے دعا مانگو تو میں تمھیں ان خصائل حمیدہ سے نوازوں گا تاکہ تمھیں معلوم ہو کہ یہ قرآن کیسا بہترین جوامع الکلم ہے۔

وسیلہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ترویح القلوب میں ہے کہ ہر نیک کام میں توجہ الی اللہ ضروری ہے اور ایسے دعا اور توبہ کے وقت اور ایسے ہی اس کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کا نام اور اُس کے محامد و ثناء اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کا وسیلہ اور آپ پر صلوٰۃ و سلام کیونکہ یہ سعادت کی کنجی ہے ایسے ہی اکل حلال۔ ایسے ہی ہر طاقت و قوت سے بیزاری کا اظہار اور غیر اللہ کی التجاء سے ترک اور حسن ظن بحق و جمع الہمۃ و حضور القلب و غایۃ الدعاء اور اظہار الفاقہ کا ہونا ضروری ہے۔ تب دعا مستجاب ہونے پر پُر اُمید ہو و یسے ہو گا وہی جو منظور خدا ہو گا۔

جز خضوع و بندگی و اضطرار

اندریں حضرت ندارد اعتبار

ترجمہ: سوائے خضوع و بندگی و اضطرار کے اس بارگاہ میں کوئی اعتبار نہیں۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو ہاتھوں کے اندرون حصہ سے ہاتھوں کی اُلٹی جانب سوال نہ کرو اور جب تم دعا سے فراغت پاؤ تو انھیں اپنے چہروں پر ملو۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین سوال عافیت طلبی ہے۔

مسئلہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنا سنت ہے اور یہی اصح ہے اور امرار المحمدیہ میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا کرتے کہ وہ دُعا کے بعد ہاتھوں کو چہروں پر مل لیا کریں اور اس پر بہت بڑی تحریض فرماتے۔

نکتہ: اس میں راز یہ ہے کہ انسان دُعا کے وقت خصوصیت سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے ظاہراً بھی باطناً بھی۔ یہی وجہ ہے کہ دُعا کے وقت حضور قلبی شرط ہے اور ضروری ہوتا ہے کہ دعا کے وقت یوں سمجھے کہ وہ حق کے آستان کے سامنے حاضر ہے۔ ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگا اور پھر ہاتھوں کو منہ پر ملنے میں یہی راز ہے کہ اس کا ایک ہاتھ ظاہر کی توجہ اور دوسرا باطن کی توجہ کی طرف اشارہ کرتا ہے اور زبان ان دونوں کی ترجمان ہے اور ہاتھوں کو منہ پر ملنے میں حصول برکت کی وجہ سے ہے یعنی تبرک۔

لہ۔ کشف الاسرار

ٹہ۔ یہ حوالہ گو صحیح ہے لیکن تفسیر غیر معتبر کتاب ہے لیکن اس سے وہ تفسیر مراد ہے جس کا مصنف معتزلی ہے ۱۲۔

Scanned with CamScanner

اعجوبہ:۔ فرقہ وہابیہ دیوبندیہ تبرک سے گھبراتا ہے لیکن اس کی شومئ قسمت کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اسلامی اُمور کی ادائیگی کے بہت سے مسائل میں تبرک پر مامور فرمایا ہے جس کا اسے علم تک نہیں ہوتا یہ اس فرقہ کی بدقسمتی ہے کہ جن اُمور کو وہ شرک کہتے ہیں وہی اُمور درحقیقت عین عبادت ہیں۔

نکتہ صوفیانہ:۔ دُعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے میں انسان کو تنبیہ ہے کہ وہ اس حقیقت کی طرف رجوع کرے جو رُوح وبدن کی جامع ہے کیونکہ ہر شے میں اس کی حقیقت ہے اور یہ چہرہ اس حقیقت کا مظہر ہے۔

مسئلہ:۔ دُعا کے وقت سینہ کے برابر ہاتھ اُٹھانا مستحب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے ہی کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

مسئلہ:۔ افضل یہ ہے کہ دعا کے وقت دونوں ہتھیلیوں کو کھلا رکھے اور ان کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ ضرور کرے اگرچہ معمولی سا ہو۔

مسئلہ:۔ دعا کے وقت ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر نہ رکھے۔

مسئلہ:۔ اگرچہ سردی ہو یا کوئی اور عذر ہو تو اُنگلی کے اشارہ سے دعا مانگے یہی دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کے قائم مقام ہوگا۔

مسئلہ:۔ ہاتھوں کو آستین سے باہر نکال کر دعا مانگنا سنت ہے۔

حکایت بایزید:۔ حضرت سلطان العارفین سیدنا بایزید قدس سرہ نے فرمایا کہ ایک رات میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اُس وقت ایک ہاتھ اُٹھایا دوسرا نہ اُٹھا سکا کیونکہ سخت سردی تھی دوسرا ہاتھ اُٹھایا نہ جا سکا اس کے بعد میں سو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرا ایک ہاتھ نور سے پُر ہو گیا ہے اور دوسرا خالی ہے۔ میں نے عرض کی یارب یہ کیا۔ اللہ تعالیٰ سے جواب ملا کہ جو ہاتھ تم نے دعا کے وقت ہمارے سامنے پیش کیا اسے ہم نے بھر دیا اور جو تو نے نہیں اُٹھایا وہ خالی رہا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ ادعونی الخ میں اشارہ ہے کہ مجھ سے مجھے مانگو۔ میرے غیر سے نہ مانگو اس لیے کہ جس کا میں ہو جاتا ہوں اس کے لیے وہی ہے جو میرا ہے اور مجھے طلب کرتا ہے وہ مجھے ضرور پائے گا۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

خلاف طریقت بود کاولیاؔ
تمنا کنند از خدا جز خدا

ترجمہ:۔ طریقت کے خلاف ہے کہ اولیاء اللہ خدا تعالیٰ کے سوا خدا کے آرزو کریں۔

نُو: ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں ان دُعا گوؤں اور عبادت گزاروں سے بنائے جو اخلاص کا دامن پکڑے ہوئے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ
اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ۝
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝
كَذٰلِكَ یُؤْفَكُ الَّذِیْنَ كَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ۝ اَللّٰهُ الَّذِیْ
جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ
وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝
هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ اَلْحَمْدُ
لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ ۚ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝
هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ
طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى
مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِیْ
یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۝

ترجمہ:۔ اللہ ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اس میں آرام پاؤ اور دن بنایا آنکھیں کھولتا بیشک اللہ لوگوں پر فضل والا ہے لیکن بہت آدمی شکر نہیں کرتے وہ ہے اللہ تمہارا رب ہر چیز کا بنانے والا اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو کہاں اوندھے جاتے ہو۔ یونہی اوندھے ہوتے ہیں وہ جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین ٹھہراؤ بنائی اور آسمان چھت اور تمہاری تصویر کی تو تمہاری صورتیں اچھی بنائیں اور تمہیں ستھری چیزیں روزی دیں۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب تو بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے جہان کا۔ وہی زندہ ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اسے پوجو نرے اسی کے بندے ہو کر۔ سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا رب تم فرماؤ میں منع کیا گیا ہوں کہ انہیں پوجوں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو جب کہ میرے پاس روشن دلیلیں میرے رب کی طرف سے آئیں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ رب العالمین کے حضور

Scanned with CamScanner

گردن رکھوں ۔ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا پھر پانی کی بوند سے ۔ پھر خون کی پھٹک سے پھر تمہیں نکالتا ہے بچہ ۔ پھر تمہیں باقی رکھتا ہے کہ اپنی جوانی کو پہنچو ۔ پھر اس لیے کہ بوڑھے ہو اور تم میں کوئی پہلے ہی اٹھا لیا جاتا ہے اور اس لیے کہ تم ایک مقررہ وعدہ تک پہنچو اور اس لیے کہ سمجھو وہی ہے کہ جلاتا اور مارتا ہے ۔ پھر جب کوئی حکم فرماتا ہے تو اس سے یہی کہتا ہے کہ ہو جا ۔ جبھی وہ ہو جاتا ہے ۔

تفسیر عالمانہ: اللہ الذی جعل ۔ وہ اللہ تعالیٰ جس نے پیدا کیا ۔ لکم ۔ تمہارے نفع کے لیے اللیل ۔ اندھیری رات ۔ لتسکنوا فیہ ۔ تاکہ تم اس میں آرام کرسکو ۔ رات بارد رطب ہے یہ نفس اور قویٰ و حواس کو کمزور بناتی ہے ۔ اسے اندھیری بنایا گیا تاکہ حواس کو سکون پہنچا سکے اس لیے کہ نفس و قویٰ اور حواس بوجہ قلت اشتغال و اعمال سکون پاکر راحت حاصل کریں گے ۔

طبی اصول: ابن ہیثم نے کہا کہ رات کو حرکت سے سکون کے مناسب بتایا گیا اس لیے کہ حرکت دو قسم ہے :

۱. حرکت طبعی از حرارت ۔

۲. حرکت اختیاری از خطرات جو بسبب حواس کے پے درپے واقع ہوتے ہیں اسی لیے رات سیاہ بنائی گئی تاکہ حواس حرکت نہ کرسکیں اور اسے بارد بنایا تاکہ حرکت متحرک نہ ہو اسی مناسبت سے برد (ٹھنڈک) کو قرّ (قرار) کہا جاتا ہے کیونکہ برد سکون کی مقتضی ہے اور حر (گرمی) حرکت چاہتی ہے ۔ والنھار اور دن کو راہ دکھانے والے کہ اس میں راستہ ملتا ہے کہ چلنے والے اس کی روشنی کے ذریعے راہ پاتے اور اشیاء کو دیکھتے ہیں اور اس لیے کہ دن میں گرمی ہوتی ہے ۔ یہ اکتساب معاش میں حرکات کو گرماتا ہے اسی لیے نہار کی ابصار کی طرف نسبت مجاز ہے اس سے مبالغہ مطلوب ہے اسی لیے تعلیل سے حال کی طرف عدول کیا ہے یعنی تبصروا کے بجائے مبصرا کہا گیا ہے یعنی جب نفس نہار کو مبصرا کہا گیا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے کمال بسبب ابصار اور کثرت آثار قوت باصرہ کی وجہ سے مبصرا کہا گیا ۔

Scanned with CamScanner

سوال :۔ اللیل میں مبالغہ کیوں نہیں کیا گیا۔

جواب :۔ چونکہ دن ایک بڑی نعمت ہے اس لیے کہ اسے حیات سے بہت زیادہ مکمل و مشابہت ہے بہ نسبت اللیل کے کیونکہ اسے موت سے مشابہت ہے اس لیے نہار مبالغہ کا زیادہ مستحق ہے کیونکہ یہ امتنان کے قائم مقام ہے۔ علاوہ ازیں اللیل سکون سے موصوف ہوئی اس لیے اس کی ہوا ساکن ہے اور یہ اس کی مجازی وصف ہے جس کا سب کو علم ہے اس میں مبالغہ الٹا اشتباہ پیدا کرتا ہے جس کا کشاف میں اشارہ ملتا ہے۔

اسے اگر احتساك (مناسبت) پر محمول کیا جائے تو بعض نے کہا اس کا معنیٰ ہوگا۔ جعل

فائدہ :۔ لکم اللیل مظلما لتسکنوا فیہ والنہار مبصرا لتبشروا فیہ و لتبتغوا من فضل اللہ ۔ اس تقریر پر پہلا حذف کیا گیا۔ دوسرے کے قرینہ سے اور دوسرا پہلے کے قرینے سے

اب پہلی تقریر کی ضرورت نہ رہی کہ جس میں مجاز کا ارتکاب کیا گیا ہے (کذا افادہ سعدی المفتی)

تفسیر صوفیانہ :۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رات بنائی تاکہ تم روح مناجات کی طرف سکون پاسکو اور دن کو بنایا تاکہ اس میں تم قدرت کے جنگلات دیکھ سکو۔

فائدہ :۔ اس میں اشارہ ہے کہ بشریت رات اس لیے بنائی تاکہ اہل ریاضیات و مجاہدات قلوب کے لیے استراحت سے تھوڑا سا سکون حاصل کر سکیں تاکہ وہ مداومت ذکر و تعبد اور اعبائے امانت کے بوجھ سے اکتا نہ جائیں اور روحانیت کا دن بنایا تاکہ اسے طلب کی جدو جہد کا مظہر بنائے اور دکھ و تکلیف پر برداشت کرنے پر صبر کرے

سکون الناس فی اللیل کے اقسام :۔ لوگوں کا رات میں سکون چار قسم ہے :۔

۱۔ اہل غفلت استراحت نفوس و ابدان سے سکون پاتے ہیں۔ ۲۔ اہل شہوت اپنے جیسے مردوں عورتوں سے سکون پاتے ہیں۔

۳۔ اہل طاعت حلاوت اعمال اوساں میں کثرت اوساں پر استقلال سے سکون پاتے ہیں۔

۴۔ اہل نفوس و قلوب کے گریہ اور اسرار کے لیے عاجزی اور نار شوق سے ارواح میں شعلہ زنی سے سکون پاتے ہیں بلکہ یہ رات و دن کے قرار کو ختم کر دیتے ہیں یہی وہی لوگ ہیں جو ہمیشہ شوق کی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔ سہ

ہر کہ از درد خدا آگاہ شد ذکر و فکرش دائما اللہ شد

ترجمہ :۔ جو درد خداوندی سے آگاہ ہوا وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر میں مشغول ہوا۔

ان اللہ لذو فضل ۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے) علی الناس ۔ لوگوں پر رات اور دن کے پیدا کرنے میں اس کے فضل کے برابر کا کوئی نہیں نہ اس جیسا کوئی ہو سکتا ہے۔ ولکن اکثر الناس لا یشکرون ۔ لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔

Scanned with CamScanner

فائدہ:- الناس کا تکرار اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہی ہیں جو ان سے بہت ناشکری ہوتی ہے ورنہ یہاں پر ضمیر لائی جاتی ۔ تصریح مطلوب ہے کہ انسان کا عمومی حال یہی ہے بلکہ ان کا اکثر یہی رویہ ہے یعنی اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کا شکر نہیں کرتے یہ ان کی جہالت ہے کہ وہ اپنے منعم کو نہیں سمجھتے اور ان پر ایسی غفلت چھائی ہوئی ہے کہ نعمتوں کے مواقع سے بھی بے خبر ہو گئے ہیں یعنی انہیں چاہیئے تھا کہ وہ نعمت کے مواقع کی رفعت شان اور بلند قدری کو سمجھتے ہاں جب نعمت ان کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے تو پھر ہاتھ ملتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہاں ہمارے لیے وہ نعمت بہت بڑی عظیم الشان تھی جیسے بعض لوگوں کے ساتھ ایسا معاملہ ہو جاتا ہے ۔ خدانخواستہ کسی کو گہرے کنوئیں میں کوئی ظالم مدت دراز تک قید میں ڈال دے پھر اسے ہوا اور خالی میدان کی نعمت کا پتہ چلتا ہے ۔ اب سمجھتا ہے کہ روشنی کی کیا قدر ہے ۔ ؎

یکے را عسس دست بر بستہ بود
ہمہ شب پریشان دل خستہ بود
بگوشش آمدش در شب تیرہ رنگ
ہر شخصے ہمی نالد از دست تنگ
شنید ایں سخن دزد مسکین و گفت
ز بیچارگی چند نالے بخفت
برو شکر یزداں کن اے تنگ دست
کہ دستت عسس تنگ بر ہم نہ بست

یعنی اب تجھے قدرت ہے عمل کر لے ؎

ندانند کسے قدر روز خوشی
مگر روزے افتد بسختی کشی

ترجمہ:- کسی کے کوتوال نے ہاتھ باندھ دیئے وہ تمام شب پریشان دل خستہ رہا ۔

۲ :- اس کے کان میں آواز آئی کہ ایک شخص رات کو پریشان ہے اور وہ تنگی سے رو رہا ہے ۔

۳ :- یہ بات چور نے سنی اور کہا کہ وہ مسکین صرف روزی کی تنگی سے پریشان ہے ۔

۴ :- وہ شکر کرے کہ اس کے ہاتھ کو توال نے تو نہیں باندھ رکھے ۔

۵ :- خوشی کے ایام کی وہ قدر کیا جانے ہاں جب وہ دکھ میں مبتلا ہو تو اسے قدر معلوم ہو گی ۔

Scanned with CamScanner

زمستان درویش بس تنگ سال
چہ سہلت پیش خداوند مال
چہ داند جیحونیاں قدر آب
ز وا ماندگاں پرس در آفتاب
کسے قیمت تندرستی شناخت
کہ یک چند بیچارہ در تپ گداخت
ببانگ دہل خواجہ بیدار گشت
چہ داند شب پاسباں چوں گذشت

ترجمہ :۔ مست درویش تنگ سال کا حال خداوند مال کو کیا معلوم۔
۲ :۔ جیحوں (دریا والے) پانی کی قدر کیا جانیں ان غریبوں سے پانی کی قدر پوچھئے جو دھوپ میں پیاسا مر رہا ہو۔
۳ :۔ تندرستی کی قدر اُسے معلوم ہے جو چند لمحات بخار کی گرمی میں تڑپتا رہا ہو۔
۴ :۔ جو صاحب نقارہ کی آواز سے بیدار ہوتا ہو اُسے کیا معلوم کہ رات کو پہرے دار پر کیا گزری۔

ذلکم ۔ وہی ان افعال میں منفرد ہے جو الوہیت و ربوبیت کے مقتضی ہیں
اللہ ربکم خالق کل شئی ۔ اللہ تمہارا پروردگار ہر شئے کا خالق ہے۔
لا الہ الا ھو ۔ اس کے بغیر کوئی معبود نہیں۔
یہ اخبار مترادفہ ہیں جس کی لاحقہ سابقہ کی تخصیص و تقریر کرتی ہے۔

فائدہ :۔ کشف الاسرار میں ہے کہ کل یہاں پر بمعنی بعض ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ وہ مخصوص عنہ بعض ہے جس میں وہ بعض داخل نہیں جو خلق سے تعلق نہیں رکھتا۔

فانی تؤفکون ۔ تو پھر کیسے پھیرے جا رہے ہو یعنی عبادتِ الٰہی سے غیر اللہ کی عبادت میں کس وجہ سے پھیرے جاتے ہو۔

کذلک یؤفک الذین کانوا بایات اللہ یجحدون ۔ ایسے ہی وہ لوگ پھیرے جاتے تھے جو آیات الٰہی کا انکار کرتے تھے یعنی اس پھیرنے عجیب کے کہ جس کی نہ کوئی وجہ ہے اور نہ صحت قریش کو حق سے پھیرا ہے کہ لڑائی پہ آمادہ ہو گئے اور حق سے بالکل نکل گئے حالانکہ ان کے پاس توحید اور دین حق کے دلائل بھی ہیں ایسے پہلے لوگ جنہیں حق سے انکار رہتا وہ بھی حق سے پھر جاتے ایسے ہی آنے والے منکرین کا حال ہوگا کہ وہ آیات میں کسی آیت کا انکار کرتے رہے یا کرتے رہیں گے جو ان کو اس کے خلاف کوئی اور غلط دلیل مد نظر ہوتی ہے جس کو وہ اپنی

Scanned with CamScanner

وبیل کو حق سمجھ کر انکار کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

حل لغات:۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ افک ہر وہ امر جو اصلیت اور حقانیت (کہ جس پر اسے ہونا چاہیے تھا) سے پھرا ہوا ہو اسی لیے ان ہواؤں کو موتفکات کہا جاتا ہے جو اپنی سمت سے مڑ کر دوسری طرف چلیں۔ اَب انی تؤفکون معنی یہ ہوا کہ اے کافرو اعتقاد حق سے باطل کی طرف اور صدق سے کذب کی طرف اور جمیل فعل سے قبیح کی طرف کیسے پھیرے جا رہے ہو اور دجل ما فوک اس مرد کو کہتے ہیں جو حق سے باطل کی طرف پھرا ہوا ہو۔

الجحود بمعنی جس کا اثبات مطلوب ہے اس کی نفی کرنا اور جس کی نفی مقصود ہو اُس کا اثبات کرنا لیکن تجحد عمل سے مخصوص ہے۔

سبق:۔ بندے پر لازم ہے کہ وہ اپنے مولیٰ اور اُس کی آیات کا اقرار کرے کیونکہ وہی اُس کا خالق و رازق ہے۔

حدیث معراج:۔ معراج کی احادیث میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندو جسے تم اس لیے محبوب سمجھتے ہو کہ وہ تمہارا محسن ہے تو اس کا میں ہی سب سے زیادہ مستحق ہوں اس لیے کہ میری تمہارے لیے بہت بڑی نعمتیں ہیں اور آسمان و زمین والوں میں سے تم جس سے بہت زیادہ خوفزدہ ہو اس کا بھی میں مستحق تر ہوں کیونکہ کمال قدرت کا مالک میں ہوں۔ اگر تم کسی سے اُمید یں وابستہ رکھتے ہو اس کا بھی میں ہی مستحق ہوں کیونکہ مجھے اپنے بندوں سے بہت بڑا پیار ہے اگر تم کسی پر جفا کر کے اس پر شرمسار ہو تو بھی اس کا مستحق میں ہی ہوں کیونکہ تم جفا کرتے ہو اور میں وفا کرتا ہوں اگر اپنے اموال و انفس سے کسی کو ترجیح دیتے ہو تو بھی اس کا مستحق میں ہی ہوں کیونکہ میں تمہارا معبود ہوں۔ اگر تم کسی کے ساتھ وعدہ ایفاء کرنے کا خیال رکھتے ہو تو بھی اس کا مستحق میں ہی ہوں کیونکہ میں صادق ہوں۔

سبق:۔ عبودیت و معرفت کا بہت بڑا مرتبہ ہے۔

ملفوظ حضرت علی رضی اللہ عنہ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس سے خوشی ہرگز نہیں کہ میں بچہ ہو کر فوت ہو جاتا اور بہشت میں داخل ہوتا بلکہ مجھے اس سے بہت مسرت ہے کہ میں جوان ہو کر عرفان الٰہی حاصل کروں اس لیے انسان عبادت و معرفت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ اگر کسی کو وقت مل جائے اور عمر طویل حاصل ہو تو اسے چاہیے کہ مطالب کے انتہائی منازل پر اور اپنی استعداد کے لیے عالی مراتب پر پہنچنے کی کوشش کرے۔

سبق:۔ جس نے زندگی گنوا دی اور سستی میں وقت ضائع کر دیا تو وہ اس بچے کی طرح ہے جو بچپن میں مر گیا جو کمالات و سعادات کے زیور سے مزین نہ ہو سکا۔

Scanned with CamScanner

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں عرفان کے لیے جدوجہد کرنے والوں سے بنائے (آمین)

تفسیر عالمانہ:۔ اللہ الذی جعل لکم۔

اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہارے مصالح و حوائج کے لیے بنایا۔ الارض قرارا۔ زمین ٹھہرنے کی جگہ یعنی جائے قرار و مکان ثبوت و سکون اس لیے کہ قرار جیسے ثبات و سکون کے لیے آتا ہے ایسے ہی اس معنیٰ میں بھی مستعمل ہوتا ہے جس میں قرار ہو اور زمین مطلقاً پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ قرار بمعنی حیات و بعد الممات کی منزل زمین کو بنایا۔ والسماء بناء۔ البناء بمعنی مبنی یعنی تمہارے لیے آسمان بنایا ہوا، بلند قبہ بنایا جو تمہارے اوپر ہے۔ ابنیۃ العرب اسی سے ہے بمعنی وہ جگہیں جو ٹھہرنے کے لیے تیار کی جاتی ہیں وہ اس لیے کہ آسمان آنکھوں میں فضائے زمین پر بلند قبہ کی طرح محسوس ہوتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں اشارہ ہے کہ خلق لکم۔ زمین کو مستقل تمہارے لیے پیدا کیا ہے دوسرے تمہارے طفیلی اور تبعا ہیں تاکہ تم اس میں ٹھہرو اور آسمان بھی صرف تمہارے لیے بنایا ہے تاکہ وہ تمہارے لیے چھت کا کام دے اور وہ بھی تمہارے لیے مستقلاً ہے باقی تمہارے طفیلی ہیں۔

فائدہ:۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ زمین اپنے اولیاء کے قرار کے لیے بنائی اور آسمان ملائکہ کے لیے اس میں اشارہ ہے۔ اس حدیث قدسی کی طرف جس میں فرمایا اولیاء تحت قبائی لہٰ میرے دوست میری قباؤں میں ہیں، یعنی وہ ملکوت کی قباؤں میں پوشیدہ ہیں۔ ان کا حال کسی کے منکشف نہیں ہوتا سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ خود بتائے۔

فائدہ:۔ پہلے اللہ تعالیٰ کے اس فضل کا بیان تھا جو زمانہ کے متعلق تھا۔ اب اس فضل کا بیان ہے جو مکان سے تعلق رکھتا ہے۔

وصورکم فاحسن صورکم میں اس فضل کا ذکر انسانوں کے نفوس سے متعلق ہے (اور تمہاری صورتیں بنائیں تو بہتر صورتیں بنائیں) فاحسن صورکم میں فا تفسیریہ ہے کیونکہ احسان تصویر کا عین ہے جیسے حدیث ان اللہ ادبنی فاحسن تادیبی (بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا تو بہتر ادب سکھایا) میں احسان تادیب کا عین ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا تادیب (ادب سکھانا) حسن ہی حسن

لہٰ قاموس۔

Scanned with CamScanner

بلکہ احسن ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بہترین صورت تیار فرمائی ہے کہ تمہارا قد و قامت سرو نما ہے۔ صاف چمڑے سے نوازا اور متناسب اعضاء بنائے اور ہر موقعہ پر بہترین لکیریں کھینچی ہیں اور تم کو ہر طرح کی صنعت کے حاصل کرنے والا بنایا بلکہ ہر کمال کے حاصل کرنے کی تمہیں استعداد بخشی۔

حدیث شریف: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم (علیہ السلام) کو قائم و معتدل بنایا کہ اپنے ہاتھ سے کھاتا پیتا اور لیتا دیتا ہے بخلاف دوسری مخلوق کے کہ وہ منہ سے شے کو لے کر کھاتی پیتی ہے۔

تفسیر صوفیانہ: اس میں اشارہ ہے کہ بشریت انسان کی زمین کو روح کی قرارگاہ بنایا۔ اور آسمان روحانیت تمہاری صورتوں کے عالم میں جمع فرمایا اس جیسی صورت کی حقیقت کسی دوسری مخلوق کو نہیں بخشی نہ ملائکہ کو نہ جنات کو نہ شیاطین و حیوانات کو اسی مطلب کی طرف۔ آیت لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ بیشک ہم نے انسان کو اچھی تقویم میں پیدا فرمایا) اور آیت فاحسن صورکم میں اشارہ ہے اس لیے کہ انسان کو اپنے جمال کا آئینہ ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل جمیل من جمال اللہ۔ ہر جمیل اللہ تعالیٰ کے جمال کی جھلک ہے اور انسان کو جمیل اس لیے بنایا تاکہ اس سے پیار کرے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ان اللہ جمیل یحب الجمال۔ بیشک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے۔

فائدہ: صورت انسانی اس لیے حسین ہے کہ یہ آئینہ جہان نما ہے اور یہ جملہ حقائق علوی و سفلی و جمیع دقائق صوری و معنوی کا جامع ہے اور ذات کے انوار معرفت و صفات کے آثار شناخت اس کے آئینہ جامعہ سے چمکتے نظر آتے ہیں ؎

اے صورت تو آئینہ سر وجود
روشن زرخت پرتو انوار شہود
مجموعہ ہر دو کونے و نیست چو تو
در مملکت صورت و معنیٰ موجود

ترجمہ: تیری صورت سر وجود کا آئینہ ہے انوار شہود کے پرتو تیرے رخ روشن ہے۔
۲۔ مجموعہ ہر دو کون میں تیرے جیسا نہیں۔ صورت و معنی کی مملکت میں تیرے جیسا موجود ہے۔

نکتہ: اس میں ملائکہ کی خطاء کا اظہار ہے۔ جب انہوں نے انسان کی صورت پر اعتراض کیا تھا اور کہا تھا اتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفک الدماء۔ کیا تو زمین پر ایسا پیدا کرتا ہے جو زمین پر فساد برپا کریگا اور خون ریزی کرے گا۔

Scanned with CamScanner

نکتہ:- حسن وہ نہیں ہے جسے لوگ حسین سمجھیں بلکہ حسین وہ ہے جسے محبوب حسین سمجھے۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ معترضین وہ نہیں جنہوں نے تمہاری قبیح صورتوں کا اظہار کیا بلکہ قباحت وہ ہے جو تمہارے بُرے اعمال تمہارے اعمالنامے میں لکھ کر لائے لیکن ہم نے تمہاری سیئات کو مٹا کر تمہارے دفتروں میں حسنات لکھوا دیئے۔ چنانچہ فرمایا یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت (مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے جو چاہتا ہے) اور فرمایا فاولئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنات۔ وہی اللہ تعالیٰ جو ان کے سیئات کو حسنات سے تبدیل کرتا ہے۔

یاد رہے کہ صوری و معنوی حسن انسان سے مخصوص ہے اصل مدار انسان ہے اس کا ماسوا اس کے گرد گھومتے ہیں۔

حضرت صائب نے فرمایا ؎

اسرار چار دفتر و مضمون نہ کتاب
در نقطۂ تو ساختہ ایزد نہاں ہمہ
ز بہر خدمت تو فلک ہا چو بندگان
ز اخلاص بستہ اند کمر بر میاں ہمہ
پیش تو سر بخاک مذلت نہادہ اند
آں علوم و مرتبہ روحانیاں ہمہ

ترجمہ:- چار دفتروں کے اسرار اور نو کتابوں کے مضامین اللہ تعالیٰ نے تیرے نقطہ میں مخفی رکھے ہیں۔
۲:- نوکروں کی طرح تیری خدمت کے لیے تمام افلاک اخلاص سے تیری خدمت کے لیے کمربستہ ہیں۔
۳:- روحانیوںؔ نے (باوجود علوم و مراتب کے) تیرے سامنے عاجزی سے سر جھکائے ہوئے ہیں۔

تفسیر عالمانہ:- و رزقکم من الطیبات۔ اور تمہیں پاکیزہ چیزیں بخشیں یعنی کھانے کی لذیذ اشیاء اور تیری غذا جملہ حیوانات سے ممتاز بنائی ہے۔

تفسیر صوفیانہ:- تاویلات نجمیہ میں ہے کہ طیب وہ نہیں جسے لوگ طیب سمجھیں بلکہ طیب وہ ہے جسے حق تعالیٰ پاکیزہ بنائے وہ خود بھی پاک ذات ہے اور پاکیزہ چیز ول کو قبول فرماتا ہے۔ اور ایسی پاکیزہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے قبول فرماتا ہے اور بندے کی پاکیزہ کمائی سے کلمات طیبہ بھی ہیں یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ جیسا کہ فرماتا ہے الیہ یصعد الکلم الطیب۔ اللہ تعالیٰ کی طرف کلمات طیبہ ہی پہنچتے ہیں اور یہ کلم اللہ

ؔ مقدس و مقرب فرشتے ہیں۔

تعالیٰ کے عطیات سے ہے۔ یہی اس کی صفات جمالیہ وجلالیہ کی تجلی ہے۔ اسی کی طرف رزقکم من الطیبات میں اشارہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ طیب کی کئی قسم ہے:۔

۱۔ ارزاق ۲۔ اذکار ۳۔ حالات

تفسیر عالمانہ

ذٰلکم وہ ذات جس کی اعلیٰ سے اعلیٰ صفات بیان کی گئی ہیں۔ اللّٰہ ۔ اللہ (معبود برحق ہے) ذٰلکم کی خبر ہے۔ ربکم۔ تمہارا پروردگار ہے وہی عبادت کا مستحق ہے۔ یہ دوسری خبر ہے۔ فتبارک اللّٰہ۔ پس برکت والا ہے اللہ تعالیٰ۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے یعنی وہ مقدس ومنزہ ہے اور اپنی ذات میں اس سے منزہ ہے کہ کوئی اس کا شریک ہو اس کی عبادت میں کیونکہ مذکورہ بالا نعمتوں کے عطا کرنے میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں۔

رب العالمین۔ وہ جملہ عالمین یعنی انسانوں، جنوں وغیرہ کا پروردگار ہے یعنی وہ ان سب کا مالک ومربی ہے تمام اس کی ملک ہیں اور سب کے سب اس کی ذات ووجود کے محتاج ہیں اپنے جملہ احوال میں یہاں تک کہ اگر لمحہ بھر اس کا فیض ان سے معدوم ہو تو یہ سب کے سب مٹ جائیں۔

ھو الحی۔ وہی زندہ ہے یعنی حیات ذاتیہ حقیقیہ میں وہی منفرد ہے۔ اس پر موت نہیں وہ سب پر موت طاری فرمائے گا۔

لا الٰہ الا ھو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں کیونکہ کوئی موجود شے ایسی نہیں جو اس کی ذات وصفات وافعال میں اس کا مقابلہ کر سکے۔

فادعوہ۔ صرف اسی کی ہی عبادت کرو اس لیے عبادت کے موجبات صرف اسی سے خاص ہیں۔

مخلصین لہ الدین۔ درانحالیکہ اسی کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہو یعنی خالص اسی کی طاعت کرو جس میں شرک جلی وخفی کو دخل نہ ہو۔ درانحالیکہ کہنے والے ہو۔

الحمد للّٰہ رب العالمین۔ جملہ تعریفیں اللہ تعالیٰ عالمین کے پروردگار کے لیے ہیں۔

حدیث شریف:۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جو لا الٰہ الا اللّٰہ کہے اسے چاہیے کہ اس کے بعد پڑھے الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

تفسیر صوفیانہ:۔

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ھو الحی یعنی اسی کے لیے ہے حیات حقیقیہ ازلیہ ابدیہ اور کوئی زندہ ہے تو اسی کے زندہ کرنے سے جسے اپنی صفات کے نور

Scanned with CamScanner

سے زندہ کرتا ہے جیسا کہ فرمایا کہ فاحیناہ و جعلنا لہ نورا۔ تو ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے نور بنایا۔

ھوالحی کے بعد لا الہ الا اللہ اشارہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ اپنی حیات کی صفت کے نور سے زندگی بخشے وہ مرتبہ الٰہیہ کو نہیں پہنچ سکتا فلہذا الٰہیت صرف اسی کے لیے مخصوص ہے اسی لیے تمہیں چاہیئے کہ دین میں اخلاص کر کے اسی کی عبادت کرو۔ یعنی خلوص سے اپنی عبودیت کا اقرار کرو کہ اس میں ربوبیت کا دعویٰ نہ ہو۔ جیسے بعض درویشوں نے کہا انا الحق کا اور بعض نے سبحانی ما اعظم شانی کا دعویٰ کیا۔

الحمد للہ رب العلمین۔ یعنی رب رب العالمین کی حمد کرو اس میں کہ تمہیں عدم سے وجود میں اتار کر اپنے فضل و کرم سے مقام وحدت تک پہنچایا کیونکہ یہ ایسا مقام تھا جہاں پر پہنچنا اس کے بس میں نہ تھا۔ یعنی وہ اپنی کوشش سے نہیں پہنچ سکتا تھا اس کا فضل و کرم ہوا کہ اس نے اسے یہاں تک پہنچا دیا۔

حضرت صاحب نے فرمایا ؎

نیستم از کشش جذبۂ رحمت نومید
گرچہ از قلزم وحدت بکنار افتاد

ترجمہ:۔ جذبہ رحمت کی کشش سے ناامید نہیں ہوں۔ اگرچہ قلزم وحدت سے کنارے پہ پڑا ہوں۔

فائدہ:۔ جیسے انسان کا مقام وحدت تک پہنچنا اس کے فضل سے نصیب ہوتا ہے ایسے ہی اس مقام کے دعویٰ سے نجات پانا بھی اس کے فضل سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے دو طریقے ہیں یا تو محض اس کے باطنی فضل سے کہ جس کا ظاہری سبب نہ ہو یا اس مرشد کامل کی رہبری سے جو خود ایسے انتہائی مقامات کا واصل ہو۔ جب ان دونوں اسباب سے کوئی نہ ہو تو مقام وحدت تک پہنچنے والا ہمیشہ نشہ و خمار میں رہتا ہے۔ پھر اس سے خلاف شرع باتیں صادر ہوتی ہیں جیسا کہ اسلاف میں بعض نادانوں سے ایسی باتوں کا صدور ہوا۔

تفسیر عالمانہ:۔ قل (حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرمایئے۔)

شان نزول:۔ مروی ہے کہ کفار قریش نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنے باپ[1] عبداللہ اور دادا عبدالمطلب (رضی اللہ عنہما) کے دین کو نہیں اپناتے۔ اس پر یہ

[1] یہ آیت مکیہ ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی کا ایمان لانا بعد کو ہے جبکہ حضور سرور

آیت اُتری کہ اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایئے۔ انی نھیت۔ بیشک میں روکا گیا ہوں۔

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۴۹ کا

عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بطور معجزہ زندہ کرکے اپنے دین میں داخل فرمایا اور وہ نہ صرف مومن بلکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے عالی مراتب و کمالات کے مالک بن گئے۔ تفصیل ہم نے پہلے عرض کردی ہے یہاں محل و موقعہ کی مناسبت سے اپنے زمانہ کے اخبارات اور پھر مدینہ طیبہ پہنچ کر مشاہدہ کرنے والوں کے بیانات سے عرض کردوں کہ :

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلہ میں کی جانے والی کھدائی کے دوران آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما کا جسد مبارک جس کو دفن کیے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے بالکل صحیح سالم حالت میں برآمد ہوا۔ علاوہ ازیں صحابیٔ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت مالک بن سنان کے علاوہ دیگر چھ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے جسد مبارک بھی اصلی حالت میں پائے گئے ہیں۔ جنہیں جنت البقیع میں نہایت عزت و احترام کے ساتھ دفنایا گیا۔ جن لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ صحابہ کے چہرے نہایت تر و تازہ اور اجسام اصلی حالت میں تھے۔"

اور یہ کوئی تعجب کی بات بھی نہیں اس طرح کے ہزاروں واقعات ہوئے اور انشاء اللہ ہوتے رہیں گے اسی طرح ایک عرصہ پہلے ہم نے اخبارات میں پڑھا اور یہ صرف اخباری بات نہیں بلکہ مبنی بر حقیقت ہے اس لیے کہ جنہوں نے آنکھوں سے دیکھا ان کا مشاہدہ کہتا ہے کہ ۱۹۳۲ء میں شاہ عراق کو مسلسل کئی دن خواب آتا رہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دو صحابہ ان سے کہتے ہیں کہ ہماری قبروں میں نمی آگئی ہے۔ اور ایک قبر میں تو دجلے کا پانی رسنا شروع ہوگیا ہے اس لیے ہمیں یہاں سے اٹھا کر سلمان پاک (مدائن کا نیا نام) میں دفن کیا جائے۔ بادشاہ نے علماء کرام سے پوچھا تو سب نے بالاتفاق مشورہ دیا کہ قبریں کھول کر حال معلوم کیا جائے۔ شاہ عراق نے اعلان کردیا کہ عید الفطر کی نماز کے بعد دونوں قبریں کھولی جائیں گی۔ عربی کے اخبار "النغر" میں یہ خبر شائع ہوئی اور جہاں جہاں مسلمان آباد تھے۔ وہاں وہاں سے اپیلیں اور درخواستیں آنی شروع ہوگئیں کہ تاریخ ایسی رکھی جائے جس پر دوسرے ملکوں کے مسلمان بھی اس سعادت میں شریک ہوسکیں۔ چنانچہ تاریخ تبدیل کردی گئی۔ مقررہ تاریخ پر جب قبروں کو کھولا گیا تو واقعی ہر قبر کی لحد میں نمی تھی۔ لیکن دونوں صحابی جن میں

Scanned with CamScanner

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲ کا

سے ایک کا نام جابر بن عبداللہ اور دوسرے کا غالباً معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما اسی انداز میں آسودہ محو پائے گئے جیسے انہیں شہادت کے بعد دفن کیا گیا تھا (شہید کا کفن ہی باس ہوتا ہے جسے پہنے ہوئے وہ شہادت حاصل کرتا ہے) بالکل بوسیدہ تھا۔ ہاتھ لگانے سے بھُر جاتا تھا لیکن جسم دونوں کے تروتازہ زخم ہرے اور خونچکاں تھے اور جابر بن عبد اللہ کی آنکھوں میں تو چمک ایسی تھی کہ ایک جرمن ڈاکٹر جو موقع پر موجود تھا پہلے تو وہ حیرت میں گم رہا۔ اور جب حیرت کم ہو گئی تو اسی موقع پر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ (فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

دوبارہ دفن: پھر ان اجساد مطہرہ کو غسل دے کر سلمان فارسی کے روزے کے احاطے میں نئی قبروں میں دفن کیا گیا اور یہ واقعہ مسلسل کئی برس تک دنیا بھر کے اخباروں میں مختلف زبانوں میں شائع ہوتا رہا اور کلام الٰہی کی ان آیاتِ مقدسہ کی تائید کرتا رہا کہ "جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور تم ان کی حقیقت سے واقف نہیں ہو" کوئی مادہ پرست کوئی منکرِ خدا کوئی دہریہ (بدعقیدہ) بتائے کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ (روزنامہ نوائے وقت ۲۵ جنوری ۱۹۷۸ء (روزنامہ امروز لاہور، ۱ ستمبر ۱۹۸۶ء)

پاکستان میں: واقعات مذکورہ غیر ملکی ہیں بفضلہ تعالیٰ ہمارے اپنے ملک پاکستان میں بھی محبوبانِ خدا کی کمی نہیں ۱۹۶۵ء کے پاک بھارت جنگ میں یہاں بھی اس قسم کے سینکڑوں واقعات رونما ہوئے۔ ۱۹۶۵ء میں جنگ، مشرق، نوائے وقت، امروز میں تازہ واقعہ ہم نے پڑھا۔ قارئین تفسیر بھی پڑھ کر اپنا ایمان تازہ کریں۔ ہم اخبارات کے تراشے انہی تواریخ کے مطابق عرض کرتے ہیں۔

روزنامہ جنگ: "گجرات۔ یہاں سے تقریباً ۱۵ کلومیٹر کے فاصلے پر موضع نوشہرہ میں ایک ایسے بزرگ کا مزار کھودا گیا ہے جنہوں نے تقریباً چار سو سال قبل اپنی زندگی میں یہ بشارت کی تھی کہ ان کی وفات کے بعد لوگ انہیں تین بار دیکھ سکیں گے:

۱۔ وفات کے بعد وہ بزرگ جنہیں سپہار سرکار بھی کہا جاتا ہے کو دریائے چناب کے کنارے دفن کیا گیا۔

۲۔ وہاں نوے ۹۰ سال اور بعض روایات کے مطابق ایک سو ۱۰۰ سال کے بعد سیلاب آ گیا۔ چنانچہ

Scanned with CamScanner

ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کے میں بتوں کی لما جاءنی البینات من ربی۔ بلکہ میرے پروردگار سے

حاشیہ بقیہ

ان کی میت وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کر دی گئی۔
۳۔ اب وہ بزرگ گجرات سے ۱۵ کلومیٹر کے فاصلے پر دریائے چناب کے کنارے دفن تھے کہ ان کا مزار ایک بار پھر دریا کے کٹاؤ کی زد میں آگیا۔ چنانچہ ان کی میت کو تیسری بار یہاں سے نکالا گیا۔
۴۔ اور پاکستان بھر کے ہزاروں افراد تین روز سے مسلسل ان کا دیدار کر رہے ہیں۔ گزشتہ روز ان کے دیدار کا آخری تھا اور اس موقعہ پر لاکھوں کا ہجوم تھا۔ امن وامان برقرار رکھنے کے لیے گجرات سے پولیس کے خصوصی دستے طلب کرنا پڑے۔
۵۔ عورتیں بچے مرد اور بوڑھے آخری دیدار کے لیے دھکم پیل کر رہے تھے۔ کئی بار امن وامان کا مسئلہ بھی پیدا ہوا اور پولیس کو بار بار مداخلت کرنا پڑی۔
۶۔ چار سو سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود میت صحیح سلامت حالت میں تھی۔
۷۔ لوگ بسوں، کاروں، ٹریکٹر ٹرالیوں اور سکوٹروں پر دھڑا دھڑ وہاں پہنچ رہے ہیں ہجوم کی وجہ سے کئی افراد بے ہوش بھی ہو گئے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کے امیر مولانا ابو داؤد محمد صادق نے بھی گزشتہ روز آپ کی زیارت کی۔ حضرت پیر محمد بچیار حضرت نوشہ گنج بخش کے خلیفہ اور مرید خاص ہیں۔ جن کی تبلیغ سے دو لاکھ غیر مسلموں نے اسلام کی دولت کو قبول کیا (جنگ لاہور ۸ دسمبر)

روزنامہ مشرق:۔ جلال پور جٹاں کے نواحی گاؤں نوشہرہ شریف سے برآمد ہونے والے حضرت محمد بچیار کے تابوت کی زیارت عام طور پر پانچ دسمبر سے آٹھ دسمبر تک نوشہرہ خواجگان میں کرائی گئی۔ اس سلسلے میں بعض افراد نے اخبارات کو غلط تاویلات ارسال کیں اور عوام کی اکثریت کے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کی صاحبزادہ غلام ربانی سجادہ نشین نوشہرہ، صاحبزادہ نثار افضل چیئرمین مرکزی کونسل جلالپور جٹاں صاحبزادہ نذر محی الدین، صاحبزادہ مختار احمد، صاحبزادہ سکندر حیات نے ہنگامی اجلاس میں اخباری نمائندوں کو اصل صورت حال سے آگاہ کیا اور باقاعدہ

Scanned with CamScanner

میری طرف بینات یعنی آیات آئی ہیں یعنی میرے پروردگار سے آیات قرآنیہ کے نزول کے وقت یہ

حاشیہ بقیہ

دستاویزات کے ثبوت مہیا کیے کہ جو جسد مبارک زیارت کے لیے رکھا گیا تھا وہ حضرت محمد سپیارکا ہی تھا۔

۱۔ حضرت محمد سپیار کا وصال ۲۵ ربیع الاول ۱۱۲۰ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار اطہر نوشہرہ شریف میں آپ کے اکلوتے بیٹے حضرت عبد الجلیل نے ۱۱۲۲ھ میں تعمیر کرایا تھا۔

۲۔ ۱۲۵۰ھ میں نوشہرہ دوبارہ دریائے چناب کی طغیانی میں آگیا۔ اس طرح پہلی دفعہ آپ کا تابوت مبارک نکال کر دیدار عام کے لیے رکھا گیا۔ کئی روز تک لوگ حضرت کا دیدار کرتے رہے۔ ۱۲۶۰ھ میں چوہدری قادر بخش بھٹی وزیر اعظم مہاراجہ کپورتھلہ نے آپ کا شایان شان گنبد تعمیر کرایا۔ وہ اپنے ساتھ معمار بھی جالندھر سے لایا تھا۔

۳۔ ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۱ء) میں دریائے چناب نے دوبارہ نوشہرہ کو زد میں لے لیا تو آپ کا تابوت مبارک نکالا گیا۔ آپ کی زیارت کرنے والے اکثر اصحاب کی اولاد زندہ ہے۔ وہ اس بات کے گواہ ہیں کہ جب آپ کا تابوت مبارک کھولا گیا تو آپ کا جسم اطہر صحیح وسالم تھا۔ ان زیارت کرنے والوں میں صاحبزادہ نذر محی الدین کے والد بھی شامل تھے آپ کے اعضاء صحیح سالم تھے۔ آنکھ۔ ناک۔ ہونٹ۔ دانت۔ بال بدستور تھے۔ موضع عدالت گڑھ کا ٹیلہ خرید کر اس میں آپ کو مع اولاد کے دفن کیا گیا۔ ٹیلہ کی خرید میں خان بہادر امجد شاہ ڈسٹرکٹ جج گجرات کا بھی حصہ تھا۔

۴۔ جولائی ۱۹۸۵ء میں ایک دفعہ پھر دریائے چناب کی طغیانی سے حضرت کے تابوت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوا تو ۱۹ جولائی ۱۹۸۵ء میں ان کا تابوت قبر سے نکال کر محفوظ کر لیا گیا اور ان کے لیے نئی جگہ کی تلاش شروع ہو گئی۔ اس طرح دو تین ماہ نئی جگہ کے حصول میں گزر گئے۔ تاہم سجادہ نشینوں کی کوشش سے قریبی گاؤں میں دس ایکڑ زمین خریدی گئی۔ مگر بعض لوگوں نے اس پر حق شفع کا مقدمہ کر دیا۔ جب شفع کا فیصلہ ہوا اور سجادہ نشینوں کو زمین مل گئی تو تب حضرت کا دیدار عام کرایا گیا۔ ۱۰ دسمبر کو ایک بجے

Scanned with CamScanner

معنی ہم نے اس لیے لکھا ہے کہ اہلسنت کے نزدیک وجوب ونہی کے ورود سے پہلے کوئی شے ممنوع ہے نہ واجب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بت پرستی کی نہی عقلی ہے کیونکہ توحید پر عقلی شواہد موجود ہیں جس پر شرع نے اس نہی کو مؤکد فرمایا۔

ردِ وھابیہ :۔ ممکن ہے اس سے مخاطب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیا گیا لیکن اس سے مراد آپ کا غیر ہو یہی قاعدہ اکثر خطابات کے صیغوں میں چلتا ہے۔)

حاشیہ بقیہ

دن حضرت کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز جنازہ کے متعلق جو افواہیں پھیلائی گئی تھیں اور اخبارات کو غلط خبریں مہیا کیں۔ سجادہ نشین ان کے خلاف اعلیٰ عدالتوں میں قانونی کارروائی کر رہے ہیں تاکہ آئندہ کوئی شخص کسی بزرگ ہستی کی بے حرمتی نہ کر سکے۔ سجادہ نشینوں نے بتایا کہ وراثت کے متعلق جھگڑوں کی خبریں بھی بے بنیاد ہیں۔

۵۔ انہوں نے کہا پیر بھیار کے نام پر کوئی رقم اکٹھی نہیں کی گئی اگر ہم دیدار کے نام پر کوئی رقم اکٹھی کرنا چاہتے تو تین دن سے زیادہ دن ہم کرایا جا سکتا تھا۔ لیکن ہم نے وہی کچھ کیا جس کی انہوں نے وصیت کی تھی۔

(روزنامہ مشرق لاہور ۱۰ دسمبر ۱۹۸۵ء)

روزنامہ نوائے وقت : "حضرت پیر محمد سچیار حضرت نوشہ گنج بخش کے خلیفہ اور مرید خاص ہیں۔ ضلع گجرات کے علاقہ نوشہرہ میانہ میں دریائے چناب کے کنارے آپ کا مزار شریف ہے گزشتہ دو روز سے ہزاروں افراد آپ کی زیارت کرنے کے لیے اس دور افتادہ اور گمنام علاقہ میں دیوانہ وار پہنچ رہے ہیں۔ (نوائے وقت ۹ دسمبر)

روزنامہ امروز :۔ لاہور ۶ دسمبر گجرات کے نواحی علاقہ نوشہرہ میں ایک بزرگ بھیار مرحوم کی ایک کرامت دیکھنے میں آئی ہے۔ حضرت سچیار چار سو سال قبل وفات پا گئے تھے اور اپنی وفات سے قبل انہوں نے کہا تھا کہ ان کی وفات کے بعد دنیا تین دفعہ ان کی زیارت کرے گی۔

۱۔ ان کی کہی ہوئی بات سچ ثابت ہوئی اس تیسری مرتبہ۔

۲۔ اب یہ میت عام زیارت کے لیے رکھی گئی ہے اور لوگ جوق در جوق اسے دیکھنے آ رہے ہیں۔ کل جمعے کو میت کی زیارت کا آخری دن ہو گا جس کے بعد حضرت بھیار کی وصیت،

Scanned with CamScanner

تفسیر صوفیانہ:- من ربی میں اشارہ ہے کہ دلائل توحید اور انوار حقیقت کے شواہد پہ کسی کو اطلاع نہیں سوائے اس کے کہ جسے ہدایت ازلیہ نصیب ہے لیکن متلاشیان حق پر لازم ہے کہ ماسوا اللہ سے اعراض اور بدعت و خواہشات پر اصنام کو ترک کر کے صرف اسی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے

در کعبہ دلست شب و روز روئے دل
چو آفتاب سجدہ بہر در کنم

ترجمہ:- کعبہ دل میں ہے شب و روز روئے دل اسی طرح سورج کی طرح ہر در پر سجدہ کرتا ہوں۔

تفسیر عالمانہ:- وامرت ان اسلم لرب العلمین اور مجھے حکم ہے کہ میں پروردگار عالم کے لیے گردن جھکاؤں۔ کہ صرف اسی کی فرمانبرداری کروں اور

حاشیہ پچھلے صفحہ کا

کے مطابق میت کو کسی اور جگہ دفن کیا جائے گا اور اس پر مزار بھی بنایا جائے گا کیونکہ ان ولی اللہ کے قول کے مطابق تین ہی دفعہ ان کی میت کی زیارت ہونا تھی۔

۳۔ جو لوگ ان کی میت دیکھ کر آئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ چار سو سال گزر جانے کے باوجود میت نہ صرف صحیح حالت میں ہے بلکہ ان کے چہرے پر جھریاں تک نہیں اور ان کی داڑھی اور بھویں بھی کالی ہیں" (امروز لاہور ۶ دسمبر ۱۹۸۵ء)

اخبارات کی اس متفقہ تاریخی دستاویز کے باوجود بھی بعض لوگوں کا بد زبانی کرنا اور ان کی بد عقیدگی اور ہٹ دھرمی کی بنا پر ہے۔ یہ ان کی بد قسمتی کی دلیل ہے ورنہ قرآن مجید میں صاف اور صریح ہے کہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ ترجمہ) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ روزی پاتے ہیں خوشیاں مناتے ہیں (پ ۴ رکوع ۸) علماء مفسرین فرماتے ہیں کہ "اکابر اولیاء بھی شہداء کے حکم میں ہیں۔ شہید کو تلوار گناہ سے پاک کرتی ہے اور اولیاء خود گناہ سے محفوظ ہوتے ہیں۔ نفس سے جہاد اکبر فرماتے ہیں اور ان کے ارواح اجسام کی طرح زمین و آسمان و بہشت میں جہاں چاہیں جاتے ہیں۔ اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک فرماتے ہیں۔ ان سے باطنی فیض آتا ہے اور ان کو ہر عبادت کا ثواب جاتا ہے۔ (تذکرۃ الموتیٰ تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ)

نے اسی قاعدہ پر وہابیوں، دیوبندیوں کے بہت سے اعتراضات خود بخود رفع ہو جاتے ہیں وہی اعتراضات

Scanned with CamScanner

اسی کے لیے دین کو خالص کروں۔

فائدہ: ابن الشیخ نے فرمایا کہ اسلم امرہ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جھکایا اور حکم کو رضامندی و انقیاد سے بجالانے کو کہا جاتا ہے۔ و اسلمت لہ الشئ۔ جب کام خالص اور مکمل اسی کے لیے کیا جائے تو ہر دو نوں تقدیروں پر اسلم کا مفعول محذوف ہے۔ دراصل عبارت تھی ان اسلم امری و اخلص توحیدی و طاعتی۔ میں نے اپنا ہر معاملہ اسی کے سپرد کیا اور توحید خالص اُسی کے لیے تسلیم کی اور طاعت صرف اُسی کی ہے۔

اعجوبہ: برہان القرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف کے بعد مسلسل تین آیات میں الحمد للہ رب العالمین لانا صرف اسی مقام پہ ایسے کیا ہے۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبوت کے بڑے کمال کے مالک اور رب کریم کے قرب میں سب سے قریب تر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں عظمت قدر و منزلت کا کیا کہنا اور شراب مستی میں آپ کی سیری کسی سے مخفی نہیں (شراب مستی سے مراد تجلی ذات وصفات ہے) اس کے باوجود آپ کو حکم ہے کہ آپ اپنی عبودیت اور ترک ربوبیت پر شکر خدا بجالائیں ورنہ مسلمانی کا دعویٰ نامکمل رہے گا (اس سے اندازہ لگایئے کہ آپ کے بعد پھر باقی کون ہے وہ جو اپنی عبودیت اور ترک ربوبیت پر شکر نہ کرے۔)

سبق: عاشق صادق پر لازم ہے کہ وہ مقام وحدت میں شراب تجلی کی لذت سے سکر کے غلبات پر غیر اللہ کے لیے الوہیت کا اثبات نہ کرے کیونکہ رب رب ہے بندہ بندہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں ادب مقبول ہے۔

فائدہ: ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ لوگو غور کرو حضرت منصور کو کیسی سزا ملی حالانکہ وہ اہل معنیٰ تھے پھر ان کا کیا حال ہوگا جو صرف زبانی لسانی باتیں کرتے ہیں یعنی انہیں حقیقت تو کیا نصیب ہوگی صرف خالی دعویٰ ہی ہے ان کو کتنا ملے گی۔

حاشیہ پچھلے صفحہ کا

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم و اختیار ہوتا تو فلاں کیوں اور کیوں نہ کیا۔ **تفصیل** کے لیے دیکھیے فقیر کی تفسیر اویسی۔

Scanned with CamScanner

حکایت منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ: ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ نے انا الحق کا دعویٰ بلند کیا تو اسے دار پر چڑھا دیا گیا۔ میں اسی رات ان کی سولی کی جگہ کے نیچے میں شب بھر نفل پڑھتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو ہاتف نے آواز دی:

اطلعناہ علی سر من اسرارنا فافشی سرنا فھذا جزاء من یفشی سر الملوک۔

ترجمہ: "ہم نے اپنے رازوں سے ایک راز پر اسے مطلع کیا لیکن اس نے ہمارا راز فاش کر دیا یہ اس کی سزا ہے جو بادشاہوں کے راز فاش کرتا ہے۔"

فائدہ: بادشاہوں کی عادت ہے کہ اسے معاف نہیں کرتے جو ان کے راز فاش کر دے یا ان کی مملکت کے درپے ہو یا ان کے حرم میں دست اندازی کرے۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا؎

رسید جان بلب و دم نمی توانم زد
کہ سر عشق ہمی ترسم آشکار نشود

ترجمہ: جان لبوں پر پہنچی لیکن میں دم نہیں مار سکتا۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں عشق کا راز کھل نہ جائے۔

حکایت: حضرت شیخ ابو سعید رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی کہ فلاں شخص پانی پہ تیرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا ہوا مینڈک اور مچھلی بھی تو پانی میں تیرتے رہتے ہیں۔ پھر عرض کی گئی کہ فلاں شخص ہوا پر اڑتا ہے آپ نے فرمایا کیا ہوا پرندے بھی تو اڑتے ہیں۔ عرض کی گئی فلاں مغرب تا مشرق ایک آن میں پہنچتا ہے آپ نے فرمایا کوا بھی اڑتا ہے۔ ایسے ہی ابلیس بھی آن کی آن میں کہیں سے کہیں تک پہنچ جاتا ہے۔ عرض کی گئی تو آپ کے نزدیک کمال کس چیز کا نام ہے فرمایا کمال یہ ہے کہ ظاہر خلق سے اور باطن خالق سے مشغول ہو یہ مقام استقامت ہے جسے نصیب ہوتا ہے وہ راسخ فی التمکین ہوتا ہے بلکہ یوں کہو کہ وہ تلوین التمکین میں ہے ایسے خوش قسمت انسان سے راز فاش نہیں ہوتے اور نہ ہی اس سے ایسے دعاوی سرزد ہوتے ہیں جس سے عوام الناس میں فتنہ برپا ہو اور خوش قسمت ہے وہ انسان جو ادب کا دامن نہیں چھوڑتا اور اپنے رب تعالیٰ کے ہر حکم کی پابندی کرتا ہے۔

فائدہ: حضرت الشیخ الشہیر بافتادہ آفندی قدس سرہ نے فرمایا السید نسیمی نے حق کہا لیکن اس نے بعض اسرار ظاہر کر دیئے جن کا چھپانا ضروری تھا۔ اس لیے انھیں الشیخ بالی الصوفی نے زندیقوں سے لکھا بلکہ وہ ملحد تھا۔

Scanned with CamScanner

سبق :- ہر مقام پر شریعت مطہرہ کی پاسداری ضروری ہے۔

تفسیر عالمانہ هو الذی خلقكم ۔ اے بنی آدم وہ اللہ جس نے تمہیں پیدا کیا۔ من تراب۔ مٹی سے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کے ضمن میں۔ ثم من نطفة۔ پھر تمہیں تفصیلی طور بنایا پہلے نطفہ یعنی منی سے۔

حل لغات :- امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ نطفہ صاف پانی ہے ماء الرجل (جوان کا پانی) یعنی اس کی پیٹھ کا وہ پانی جو رحم میں ڈالا جاتا ہے۔

طبی فائدہ :- ابن سینا نے کہا ہے

لا تكثرن من الجماع فانه
ماء الحياة يصب فی الارحام

ترجمہ :- جماع کی کثرت نہ کرو اس لیے کہ حیات کا پانی ہے جسے ارحام میں ڈال کر ضائع کیا جاتا ہے۔

اب آیت کا معنی یہ ہوا کہ تمہارے اصل آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا۔ پھر تمہیں نطفے سے نسلاً بعد نسل پیدا فرمایا یا معنیٰ ہے کہ تمہارے ہر ایک کو مٹی سے بنایا یعنی ہر انسان منی سے پیدا کیا گیا ہے اور منی ایک خون ہے جو حیوانی اور انگوری کی غذاؤں سے تیار ہوتا ہے اور غذائے حیوانیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ غذائے نباتیہ تک پہنچے یہ تقریر نہ کی جائے تو تسلسل لازم آئے گا کہ حیوانیت سے حیوانیت تیار ہوئی ایسے ہی پھر حیوانیت سے وغیرہ وغیرہ۔ اور انگوری پانی اور مٹی سے پیدا ہوتی ہے یا یہ معنیٰ ہے کہ ابتدائے امر میں تمہارا قالب اس ذرۂ ترابیہ سے پیدا کیا ہے جسے آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا پھر اسے اس کی اولاد و آدم کے قطرات منی میں امانت رکھا۔ ثم من علقة۔ پھر علقہ سے یعنی خون جامد سے کیونکہ چالیس دن کے بعد ماں کے پیٹ میں منی اسی شکل میں ہو جاتی ہے۔

ثم یخرجکم طفلا۔ پھر تمہیں طفل بنا کر نکالتا ہے جب تک بچہ جوان نہ ہو اسے طفل کہا جاتا ہے۔ (المفردات)

ایسے ہی ہر شے کے صغیر کو طفل کہتے ہیں یا صرف مولود کو طفل کہا جاتا ہے (القاموس)

طفولیت کی حد پیدائش سے لے کر چھ سال تک ہے۔ (تفسیر الفاتحہ للفناری)

فائدہ :- طفل مفرد ہے جمع نہیں جیسے بعض لوگوں کا گمان ہے۔

سوال :- قرآن مجید میں ہے او الطفل الذین لم یبلغوا الحلم۔ اگر طفل مفرد ہوتا تو الذین کے بجائے الذی ہوتا۔

Scanned with CamScanner

جواب:۔ یہاں جنس ہے اور جنس کا اطلاق مفرد و جمع ہر دونوں پر آتا ہے ایسے ہی جہاں بھی جمع کا معنی دے
وہاں جنس ہوگا۔ یہ کہ طفل صیغہ جمع ہے یا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر ایک کو ماں کے رحم سے نکالتا ہے درانحالیکہ تم
بچے ہوتے ہو تاکہ بعد کو تم آہستہ آہستہ جوانی تک پہنچو۔

لتبلغوا اشدکم۔ تاکہ تم اپنی قوت کمال و عقل تک پہنچو کہ منتہائے قوت تک جسے عالم شباب
کہا جاتا ہے۔

حل لغات:۔ القاموس میں ہے کہ اشد واحد کا صیغہ ہے جو جمع کے وزن پر آیا ہے بمعنی قوت
یعنی اٹھارہ سال سے تیس سال کا درمیانی زمانہ۔

کشف الاسرار میں ہے کہ جب انسان اکیس سال کا ہوتا ہے تو اس کے لیے کہا جاتا ہے کہ فلاں دخل
فی الاشد۔ وہ انتہائی قوت کے دور میں داخل ہو گیا یہ اس لیے کہ اس دور میں انسان کی ہڈیاں پختگی اور اعضا
قوت پاتے ہیں۔ ثم لتکونوا شیوخا۔ پھر تاکہ تم بوڑھے ہو جاؤ۔ یعنی بڑھاپے کی حالت تک پہنچ جاؤ۔
الشیخ اسے کہتے ہیں جس کے سن میں کمزوری واقع ہو اور ضعف و نقاہت کھل کر سامنے آجائے۔ بعض نے کہا کہ
وہ پچاس یا اکیاون سال سے آخر عمر کا نام ہے۔ بعض نے اسی سال تک کا کہا ہے (القاموس)
اور کشف الاسرار میں ہے کہ جب سفید بال شروع ہو جائیں تو کہا جاتا ہے شاب (بوڑھا) ہو گیا اور
جب حرم میں داخل ہو تو کہتے ہیں شاخ۔ شیخ ہو گیا۔

شاعر کہتا ہے ؎

فمن عاش ومن شب شاب
ومن شاب شاخ ومن شاخ مات

ترجمہ۔ جو زندگی بسر کرے گا جوان ہوگا۔ جوان ہوگا تو بوڑھا بھی ہوگا۔ بوڑھا ہوگا تو شیخوخت تک پہنچ کر
بالآخر مرے گا۔

حدیث شریف:۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بوڑھا ہو
گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا مجھے سورت ہود اور اس جیسی اور سورتوں نے بوڑھا بنا دیا۔

فائدہ:۔ یاد رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں معمولی بڑھاپا تھا زیادہ سے زیادہ آپ کے اکیس
بال سفید تھے بعض نے صرف سترہ بتائے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کے
سر مبارک اور داڑھی شریف میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفید بال تھے ہی نہیں۔ بعض سے سوال ہوا تو انہوں نے آپ کی عنفقہ کی طرف اشارہ

Scanned with CamScanner

کیا یعنی آپ کے نچلے ہونٹ مبارک اور ٹھوڑی کے درمیان چند سفید بال تھے۔ یہ اختلاف بوجہ قلت کے تھا اور وہ بھی جب آپ تیل مبارک لگاتے تو چھپ جاتے (محسوس تک نہ ہوتا کہ آپ کے بھی سفید بال ہیں یا نہ (جنہوں نے نفی کی انہوں نے تیل لگے ہوئے بال مبارک کو دیکھا ہوگا۔)

ومنکم من یتوفی۔ اور تمہارے بعض وہ ہوتے جو فوت کیے جاتے ہیں یعنی اُن کی روح قبض ہو جاتی ہے تو وہ مر جاتا ہے

من قبل۔ بڑھاپے سے پہلے یعنی جوانی کے بعد یا پہلے۔

مسئلہ: ولتبلغوا اجلا مسمی۔ تاکہ تم وقت محدود ومعین تک پہنچو جس سے تجاوز نہ کر سکو گے اس سے موت کا وقت مراد ہے یا قیامت کا دن مراد ہے کہ اس میں اس طرح ہوگا کہ انسان کو مٹی سے نکال کر پھر مذکورہ بالا اطوار بدلے گا۔ اسی معنیٰ پر اسے ماقبل پر عطف نہیں ڈالا گیا۔

فائدہ: ہم نے اس سے یوم قیمۃ اس لیے مراد لیا ہے کہ آیت انسان کے جمیع مراتب (جو اسے مبدئے فطرت سے منتہائے امر تک حاصل ہوں گے) کو شامل ہے۔ اس تقریر پر اس سے یوم جزا بھی مراد ہو سکتا ہے کیونکہ انسان کا وہی انتہائی مقصد ہے اور وہاں تک اس کے جمیع احوال کا انتہا ہے۔

ولعلکم تعقلون۔ اور تاکہ تم سمجھو ان حکمتوں اور عبرتوں کو جو اس نے مختلف اطوار میں منتقل ہونا ہے پھر اس سے خالق القوی والقدر کے وجود پر استدلال کر سکو۔

ھو الذی یحیی۔ وہی ہے جو مردوں کو زندگی بخشتا ہے جیسے ارحام میں اور قیامت میں اٹھنے کے وقت۔

ویمیت۔ اور زندوں کو مارتا ہے جیسے اجل کے اختتام کے وقت اور قبر میں سوال کے بعد نیز وہی اپنے نور ربوبیت اور لطف وکرم سے مردہ قلوب کو زندہ کرتا ہے اور نار قہر سے قلوب کو مارتا ہے۔ جب دل زندہ ہو تو نفس مر جاتا ہے اور جب دل مر جاتے تو نفس زندہ ہو جاتا ہے۔

ملفوظ از نوری صاحب: حضرت حسین نوری قدس سرہ نے فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس نے ایک نگاہ سے جملہ عالم کو زندہ کیا جو اس کی نظر سے اور اس سے زندہ نہیں وہ مردہ ہے اگرچہ بظاہر زندہ ہو اور گفتگو کرتا ہو۔ اور چلتا پھرتا بھی ہو۔

ع
خوش دل کہ زنور خدا بود روشن

ترجمہ: وہ دل بہت خوش قسمت ہے جو نورِ خدا سے زندہ ہے۔

فاذا قضی امرا۔ جس وقت وہ کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے۔ القضاء بمعنی تقدیر اسے اس لفظ سے تعبیر کرنا اس کے لازم کی وجہ سے ہے یعنی تکوین کا ارادہ کرتا ہے گویا کہا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی شئے کو مقدر کرنا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ ہو جائے فانما یقول لہ کن فیکون تو بیشک اسے کہتا ہے

Scanned with CamScanner

ہو جاتی وہ ہو جاتی ہے بغیر کسی توقف اور دیر کے کیونکہ اس کی تکوین کو آلہ اور وقت و فرصت کی محتاجی نہیں ہے

فعل او را گر عیب و علت نیست
متوقف بہیچ آلت نیست
از خم زلف کاف و طرۂ نون
ہر زماں شکلے آورد بیرون

ترجمہ۔ اس کے فعل میں عیب ہے نہ علت اس کا فعل کسی آلہ پر موقوف نہیں۔

۲۔ کاف و نون کے خم و طرہ سے ہر لحظہ نئی شکل ظاہر کرتا ہے۔

فائدہ:۔ یہ مقدرات میں ارادہ کے وقت قدرت ایزدی کی تاثیر اور اس کی تکوین کی مکونات کے ترتیب میں سرعت کا تصور پیش کرتا ہے کہ وہاں نہ مامور ہوتا ہے نہ امر (گویا یہ مجاز ہے)۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ یہ حقیقت ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مکونات کی تکوین کے وقت یہی کلمہ کن کہتا ہے یہ اس کا کلام ازلی ہے نہ کہ یہی کلام حادث ہو۔ (کن) وصورت و حروف سے مرکب ہے یعنی کن بمعنی احدث۔ فیکون۔ تو وہ جاتے۔ مراد نہیں۔ جب اس خطاب تکوین کا تعلق فہم سے متعلق نہیں اور چونکہ وہ بہت بڑے فوائد پر مشتمل ہے یعنی وجود ہے تو ایسے خطاب کا تعلق معدوم سے جائز ہے۔

فائدہ:۔ کشف الاسرار میں ہے کہ اس کا لفظ کن ایک بار ہو گیا بار بار نہیں ہوتا۔

فائدہ:۔ التکملہ میں ہے کہ یہ کن کا خطاب شے کے وجود سے پہلے ہوتا ہے یا بعد کو (واللہ اعلم)

سوال:۔ اگر شے کے وجود سے پہلے ہو تو یہ خطاب بالمعدوم ہوگا اور وہ عقلاً محال ہے۔ اگر بعد کو ہو تو پھر کن خطاب کا کیا فائدہ۔

جواب:۔ مامور کے وجود کے ساتھ ہی کن کا خطاب ہوتا ہے نہ پہلے نہ بعد کو جیسے شے کی حرکت و سکون ایک دوسرے کے مقارن ہیں۔ یہ بھی ایسے ہی جیسے تقدم و تفاخر کا سوال نہیں ہوتا ایسے ہی یہاں مثلاً ہم ایک شے کو ایک جگہ ساکن مانتے ہیں پھر وہ دوسری جگہ کے لیے منتقل ہوتی ہے تو ہمارا سوال یہ ہے کہ یہ حرکت محل اول میں ہے یا ثانی میں اگر کہو اول میں تو غلط ہے کیونکہ وہ ساکن کا محل تھا اس سے تو اجتماع النقیضین لازم آتا ہے اگر کہو دوسرے میں تو پھر وہ ساکن کے محل سے کیسے منتقل ہوئی اگر کہو کہ حرکت نہ محل اول میں ہوئی نہ ثانی میں تو پھر یہ بھی محال ہے کیونکہ اس طرح لازم آتا ہے کہ حرکت کسی غیر محل میں طاری ہوئی لازماً ماننا پڑا کہ اس سکون و حرکت میں تقدم و تاخر کا کوئی مسئلہ نہیں۔ اس تقریر کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ حرکت ہے تو محل ثانی سے مخصوص لیکن محل اول کو خالی کرنے کے لیے اس میں طاری ہو کر محل ثانی میں مشغول ہوتی ہے۔

Scanned with CamScanner

نکتہ:۔ اللہ تعالیٰ نے ۲۸ حروف نازل فرمائے ہیں اور اس کے حقائق کی بھی ۲۸ منزلیں مقرر فرمائی ہیں دفیع الدرجات کے تحت اسی پارہ میں ہم نے تفصیل بیان کر دی ہے اور دونوں ہاتھوں کے جوڑ بھی ۲۸ ہیں۔ ابہام کے سوا ہر انگلی میں تین جوڑ ہیں اور دو ابہام ہیں کل چودہ ہو گئے اسی طرح دوسرے ہاتھ میں اور ہر جوڑ انہی اصول خمسہ کا مظہر بنایا مثلاً ابہام قدرت کا اور سبحہ حیات کی اور وسطیٰ علم کی اور بنصر ارادہ اور خنصر قول کی مظہر ہے چونکہ علم احاطہ کے لحاظ سے اعم ہے اسی لیے درمیان میں رکھا کہ دو اصل حیات و قدرت اس کے دائیں اور دو ارادہ و قول) اس کے بائیں ہیں۔

نکتہ:۔ ابہام میں (جو قدرت کا مظہر ہے اس سے تیسرا جوڑ اسی لیے نہیں تاکہ معلوم ہو کہ دوسری چار انگلیوں کا تعلق عام ہے اور قدرت غیر مطلقہ مجورۃ الحکم ہے کیونکہ اس کا تعلق صرف ممکنات سے ہے اسی لیے اس کا مظہر ابہام (نر انگشت) کو بنایا جس کے صرف دو جوڑ ہیں کیونکہ قدرت کا معاملہ مبہم ہے اور اس کے تعلق بالمقدور کی کیفیت ایک پوشیدہ امر ہے۔ اسی لیے اس کے مظہر کا نام بھی ابہام ہے اسی لیے تعلق القدرت بالمقدور سے بحث ناجائز ہے۔ ایسے ہی وجود باری تعالیٰ اور عذاب بعد الموت وغیرہ کی کیفیت میں بحث بھی ناجائز ہے۔ ایسے جملہ امور غامضہ میں بحثیں ناجائز ہیں مثلاً تقدیر وغیرہ وغیرہ۔

حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

فعل ہائے کہ از ہمہ اشیاء
تو بنود در جہاں شد پیدا
گر ارادی بود چو فعل بشر
ور طبعی بود چو میل بشر
منبعث جملہ از مشیت اوست
منتبنی بر کمال حکمت اوست
نخلا بے ارادتش خارے
نگسلد بے مشتیش تارے

ترجمہ:۔ تمام اشیاء کے افعال جو نت نئے جہاں میں پیدا ہوتے ہیں۔

۲ :۔ ارادی ہو جیسے انسان کا فعل یا طبعی ہوں جیسے انسان کا طبعی میلان۔

۳ :۔ تمام اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ابھرتے ہیں اور ہر ایک مبنی بر حکمت ہیں۔

۴ :۔ اس کے ارادہ کے بغیر کسی کو کانٹا نہیں چبھتا نہ ہی اس کی مشیت کے بغیر کوئی تار ٹوٹتی ہے۔

Scanned with CamScanner

فی المثل گر جہانیاں خواہند
کہ سر موئے از جہاں کاہند
گر نباشد چناں ارادت
او نتواں کاستن سر یک مو
ور ہمہ در مقام آں آیند
کہ بر آں ذرہ بے فزایند
نہ دہد بے ارادت او سود
نتوانند ذرہ افزود
بعد ازاں قدرتش بود کامل
ہر مرادات را ہمہ شامل
اثر آں بہر عدم کہ رسید
رخت با خطۂ وجود کشید

ترجمہ:۔ مثلاً سارا جہان چاہے کہ کسی کا ایک بال جہاں سے ہٹا دیں۔

۲ :۔ اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ نہ ہو تو نہیں ہٹا سکتے۔

۳ :۔ اگر تمام مل کر کسی کا ذرہ برابر مرتبہ بڑھانا چاہیں۔

۴ :۔ اس کے ارادہ کے بغیر کوئی نفع نہیں دے سکتے اور نہ ہی کسی کا مرتبہ بڑھا سکتے ہیں۔

۵ :۔ کسی پر اُس کی قدرت کامل شامل حال ہو تو وہ مراد پائے گا۔

۶ :۔ عدم سے تمھیں وجود ملا تو اسی سے تبھی تو تم اسباب باندھ کر وجود میں آئے۔

فائدہ:۔ احیاء و اماتہ کی حقیقت ایجاد کی طرف راجع ہے کیونکہ وجود ہی حیات ہی ہے اسی لیے اس کے فعل کو احیاء اور موت کے فعل کو اماتہ کہا جاتا ہے۔ موت و حیات کا خالق صرف وہی ہے وہی حیات کو پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے وہی عطا کرتا ہے جس طرح چاہے اور اسے تادیر اور دائم رکھے جب کے لیے چاہے سبب سے یا بلا سبب ایسے ہی موت کا خالق بھی وہی ہے زندوں میں سے جس کے لیے جب اور جیسے چاہے سبب سے یا بلا سبب مسلط کرے۔

سبق:۔ جسے یقین ہو کہ زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے وہ موت و حیات کے لیے کسی قسم کا اہتمام نہیں کرتا بلکہ ہر وقت اسی ذات کے سامنے سر جھکائے رکھتا ہے اور اپنے جملہ امور اسی کی طرف سپرد کرتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا الذی خلقنی فھو یھدین۔ اُسی نے مجھے پیدا کیا تو وہی

Scanned with CamScanner

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ أَنَّى يُصْرَفُونَ ○
الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَسَوْفَ
يَعْلَمُونَ ○ إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ ○
فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ○ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا
كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ ○ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُو
مِنْ قَبْلُ شَيْئًا كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ○ ذَٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُونَ ○ ادْخُلُوا
أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ○
فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ
فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ○ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ
قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ
يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ
هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ○

ترجمہ۔ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں کہاں پھیرے جاتے ہیں وہ جنہوں نے جھٹلائی کتاب اور جو ہم نے رسولوں کے ساتھ بھیجا وہ عنقریب جان جائیں گے جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں گھسیٹے جائیں گے کھولتے پانی میں پھر آگ میں دھکائے جائیں گے پھر ان سے فرمایا جائے گا کہاں گئے وہ جو تم شریک بناتے تھے اللہ کے مقابل کہیں گے وہ تو ہم سے گم ہو گئے بلکہ ہم پہلے کچھ پوجتے ہی نہ تھے اللہ یونہی گمراہ کرتا ہے کافروں کو یہ اس کا بدلا ہے جو تم زمین میں باطل پر خوش ہوتے تھے اور اس کا بدلا ہے جو تم اتراتے تھے جاؤ جہنم کے دروازوں میں اس میں ہمیشہ رہنے تو کیا ہی برا ٹھکانا مغروروں کا تو تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو اگر ہم تمہیں دکھادیں کچھ وہ چیز جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا تمہیں پہلے ہی وفات دیں۔ بہر حال انہیں ہماری طرف پھرنا اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول بھیجے کہ جن میں کسی کا احوال تم سے بیان

Scanned with CamScanner

فرمایا اور کسی رسول کو نہیں پہنچتا کہ کوئی نشانی لے آئے بے حکم خدا کے۔ پھر جب اللہ کا حکم آئے گا سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور باطل والوں کا وہاں خسارہ۔

بقیہ صـ۲۶۳ـکا

تجھے ہدایت دے گا۔

وظیفہ فراق و حبس:۔ اسم محی میں الفت کی خاصیت ہے جو فراق و حبس سے ڈرتا ہے اسے چاہیئے کہ اپنے نام کے عدد کی گنتی پر روزانہ اس کا ورد کرے۔

نفس تابع ہو:۔ جسے خطرہ ہے کہ اس کا نفس طاعت و عبادت پر اس کے قابو نہ آئے گا تو وہ اسم ممیت کی کثرت کرے یہاں تک کہ نفس قابو میں آجائے اور ان اوصاف کو مٹا ڈالے جو احکام الٰہی بجا لانے سے روکتے ہیں۔

فائدہ:۔ پانی اسم محی کا اور مٹی اسم ممیت کا مظہر ہے۔ ایسے جملہ موجودات اسمائے الٰہی کے مظاہر ہیں۔

تفسیر عالمانہ:۔ **الم تر**۔ کیا نہیں دیکھتے ہو۔ **الی الذین یجادلون فی ایات اللہ**۔ ان لوگوں کو جو آیاتِ الٰہی کے رفع اور باطل کرنے میں جھگڑتے ہیں **انی یصرفون**۔ کہاں پھیرے جا رہے ہیں یعنی اے محبوب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان مکابرین پر آیات الٰہی (جو دافع اور ایمان کی موجب میں اور ان میں جھگڑا کرنے سے روکتی ہیں) کے متعلق جھگڑا کرنے والوں کو ان کے احوال شنیعہ و آرائے رکیکہ میں تعجب دلائی گئی ہے کہ یہ لوگ آیاتِ قرآنیہ سے اور تصدیق کے بجائے تکذیب کی طرف کیسے پھیرے جا رہے ہیں حالانکہ ان پر ایمان لانے کے مضبوط اسباب موجود ہیں اور اس سے روگردانی سے منہ پھیرنے والے دلائل و براہین ان کے سامنے ہیں۔

سوال:۔ اس سورت میں مجادلین کی چار جگہ مذمت کیوں؟

جواب:۔ مجادلین متعدد اقوام تھیں یا اس لیے کہ اسم موصول مختلفہ میں جھگڑا کرتے تھے یا صرف تاکید مطلوب ہے۔

الذین کذبوا بالکتاب۔ جنہوں نے کتاب یعنی تمام قرآن کی تکذیب کی۔ یہ جملہ محلا مجرور ہے اس لیے کہ اسم موصول سے بدل ہے۔

سوال:۔ الارشاد میں ہے دوسرے موصول کی مجادلہ کو چھوڑ کر صرف تکذیب صلہ کیوں؟

جواب:۔ مجادلہ قرآن کے بعض مقامات پر ہوتا ہے بخلاف تکذیب کے کہ ہر آیت میں ان سے

Scanned with CamScanner

صادر ہوئی۔

سوال: صیغہ ماضی کیوں؟

جواب: تاکہ تحقیق پر دلالت کرے جیسے پہلے موصول میں مضارع کا صیغہ صلہ ہے تاکہ مجادلہ کا تجدد و تکرار پر دلالت ہو۔

وبما ارسلنا بہ رسلنا۔ اور انہوں نے تکذیب کی ان تمام کتابوں کی جو ہم نے اپنے رسل کرام (علیہم السلام) کی طرف بھیجیں۔

فسوف یعلمون۔ تو عنقریب اپنے فعل جدال و تکذیب کی کنہ معلوم کرلیں گے جب ان کی سزا کو دیکھیں گے یہ مستانفہ تہدید کے لیے ہے۔

اذ الاغلال فی اعناقھم۔ یعلمون کی ظرف ہے۔

سوال: اذ زمانۂ ماضی کے لیے اور یعلمون لفظاً و معنیً مستقبل کے لیے ہے اور سوف کے وجود سے تو صراحۃً ناجائز ہے مثلاً فسوف اصوم امس میں کل گذشتہ روزہ رکھوں گا۔

جواب: کفار کے علم کا وقت تحقیقاً تو زمانۂ مستقبل میں ہے لیکن تاویلاً ماضی ہے کہ مضارع کو بمنزلہ ماضی کے لایا گیا وہ جو کچھ مستقبل میں جانیں گے وہ گویا انہوں نے زمانۂ ماضی میں جان لیا اس کی تحقیق کی وجہ سے اذ (ائے ماضی) لایا گیا۔ خلاصہ یہ کہ سوف مستقبل تحقیقی کی وجہ سے اور اذ ماضی تاویلی کی وجہ سے ہے۔

حل لغات: اغلال غل (بالضم) کی جمع ہے وہ بیڑی جس سے کسی کو ایسا باندھا جائے کہ اس کے اعضاء درمیان ہو جائیں مثلاً کہا جاتا ہے غل فلانٌ اسے مقید کیا گیا یعنی اس کے ہاتھ اور گردن میں بیڑی ڈالی گئی۔

اعناق عنق کی جمع ہے بمعنی گردن۔ کشف الاسرار میں اس کا ترجمہ لکھا کہ اس وقت جب ان کے ہاتھ باندھ کر گردنوں سے ملا دیا جائے گا۔

والسلاسل۔ اس کا اغلال پر عطف ہے اس پر جر تاخیر کی نیت پر ہے وہ سلسلہ (بالکسر) کی جمع ہے بمعنی زنجیریں اس لیے سلسلہ (بالفتح) مصدر ہے بمعنی شے کو دوسری شے سے ملانا۔ چونکہ مجرموں کو ایک دوسرے سے باندھا جائے گا اس لیے اسے سلسلہ سے تعبیر کیا گیا۔ یسحبون فی الحمیم۔ انہیں گرم پانی میں کھینچا جائیگا۔

حل لغات: سحب بمعنی سختی سے کھینچنا۔ السحاب اسی سے ہے اس لیے کہ بادل کو ہوا کھینچ کر لے جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے سحبہ بمعنی منعہ۔ اسے روکا اور اس کا چہرہ زمین کے بل کر کے کھینچا فانسحب۔ تو وہ کھنچ گیا۔

Scanned with CamScanner

الحمیم بمعنی گرم پانی (بارد) ٹھنڈے پانی کی نقیض ہے۔ گندے پانی اور پسینہ کو بھی کہا جاتا ہے، صرف تشبیہ کے طور پر۔ اور جملہ یعلمون کے فاعل سے یا اعنا قہم کی ضمیر سے حال ہے یعنی دراں حالیکہ وہ کھینچے جائیں گے یعنی جہنم کے نگران فرشتے انہیں منہ کے بل نار جہنم کے گرم پانی میں کھینچ کر لے جائیں گے۔

دوزخ کا گرم پانی: دوزخ کے گرم پانی کا کیا کہنا دنیا کی آگ سے کئی گنا زیادہ جہنم کی آگ گرم ہے اسی سے ہی پانی گرم کیا جائے گا۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ وہ پانی کتنا گرم ہو گا۔ (معاذ اللہ) جب ہم اس دنیا کے گرم پانی کی برداشت نہیں رکھتے تو پھر دوزخ کے گرم پانی کی کسے برداشت ہو سکتی ہے۔

نکتہ: لفظ فی میں اشارہ ہے کہ وہ پانی مجرموں کو ہر طرف سے ایسے گھیر لے گا جیسے برتن اپنے اندر پڑی ہوئی شے کو گویا انہیں کھولتے ہوئے پانی میں اندر لے جا کر منہ کے بل گرا کر کھینچا جائے گا۔

فائدہ: حضرت مقاتل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہیں جہنم کی آگ میں کھینچ کر لے جایا جائے گا جیسے دوسری آیت میں ہے۔ یوم یسحبون فی النار علیٰ وجوھھم ذوقوا مس سقر (اس دن کو انہیں منہ کے بل جہنم میں کھینچ کر کہا جائے گا جہنم کی آگ چکھو) لیکن ظاہر ہے کہ ہر دونوں آیتوں کا معنی یہ ہے کہ انہیں منہ کے بل گرا کر جہنم کی طرف کھینچا جائے گا۔

حکایت: فرزدق (شاعر) کی عورت فوت ہوئی تو اس کے جنازہ کے لیے شہر کے رؤساء معززین تشریف لائے۔ ان میں حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ آپ نے فرزدق سے پوچھا کہ تیری عورت نے اس دن کے لیے کیا تیار کیا اس نے کہا کلمہ شہادت (اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ عبدہٗ ورسولہٗ) اس کے بعد فرزدق نے قبر پر کھڑے ہو کر پڑھا۔

اخاف وراء القبر ان لم یعافنی
اشد من القبر التھابا واضیقا
لقد خاب من اولاد آدم من مشی
الی النار مغلول القلادۃ ازرقا

ترجمہ:۔ اگر مجھے معافی نہ ملی تو مجھے قبر کے سخت شعلوں اور اس کی تنگی کا خطرہ ہے۔
۲:۔ جب قیامت میں فرزدق کے پاس آ کر سخت گیر فرشتہ کھینچ کر سخت سے سخت بیڑیوں میں جکڑ کر جہنم کی طرف لے جائے گا۔

۵۔ المفردات ۱۲

فائدہ: فرزدق یہ اشعار پڑھ کر خوب رویا اور حاضرین کو بھی رلایا۔

ثم فی النار یسجرون۔ پھر آگ میں سلگائے جائیں گے۔ درانحالیکہ وہ ان کو گھیر جلائے گی۔

حل لغات: سجر التنور سے ہے یعنی تنور ایندھن سے بھر گیا چونکہ جو لوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے ان کو آگ محیط ہو کر جلائے گی اور اس سے ان کے پیٹ بھر جائے گی۔ اس معنی پر لازم ہوا کہ وہ بہت زیادہ جلیں گے یہاں تک کہ آگ سے پُر ہو جائیں گے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ قسم قسم کے عذاب یعنی ایک عذاب سے فارغ ہو کر دوسرے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ قسم قسم عذاب کا مطلب یہ ہے کہ کبھی تو ان کے ہاتھ دوزخ کے نگران فرشتے آگ کے زنجیروں سے جکڑیں گے۔ ایک زنجیر ستر گز کا ہوگا ہر گز میں ستر حلقے ہوں گے اس کا ایک حلقہ اگر دنیا کے پہاڑوں پر گرے تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ ایسے زنجیر کافروں کے جسم پر ڈال کر کھینچیں گے تو کھولتے پانی میں گرا دیئے جائیں گے اور وہ کھولتا ہوا پانی ایسا گرم ہوگا کہ اگر اس کا ایک پیالہ دنیا کے دریاؤں میں ڈالا جائے تو تمام دریا زہر ہو جائیں اس پانی کا ایک پیالہ کافر کے چہرے پر ڈالیں گے تو ان کا گوشت پوست اور آنکھ ناک گر کر پیالے میں پڑیں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یشوی الوجوہ۔ وہ چہروں کو بھون کر رکھ دے گا۔ جب وہ گرم پانی پیٹ میں پہنچے گا تو جو کچھ پیٹ میں ہوگا سب کچھ باہر نکال کر رکھ دے گا چنانچہ فرمایا وسقوا ماء حمیما فقطع امعائہم۔ وہ گرم پانی پلائے جائیں گے تو وہ اُن کی آنتیں کاٹ کر رکھ دے گا۔ جب وہ گرم پانی اُن کے سر پر ڈالیں گے تو سر سے پاؤں تک تمام چمڑا اُدھڑ جائے گا صرف ہڈیاں ہی رہ جائیں گی۔ پھر ندا آئے گی اے مالک (دوزخ کا چیف افسر) ہم اس کا نیا ڈھانچہ بناتے ہیں تم اس کے عذاب کے لیے تیاری کر لو۔

مجرم مومن

مفسرین فرماتے ہیں کہ مجرم مومن کو دس چیزوں سے پناہ نصیب ہوگی:

۱۔ چہرہ سیاہ نہ ہوگا۔

۲۔ آنکھیں نیلی نہ ہوں گی۔

۳۔ گردن میں طوق نہیں ڈالا جائے گا۔

۴۔ اُن کے ہاتھوں کو زنجیروں سے باندھا نہ جائے گا۔

۵۔ ناامیدی نہ ہوگی۔

Scanned with CamScanner

۶۔ ہمیشہ کی فرقت نہ ہوگی۔

۷۔ قطعیت نہ ہوگی۔

۸۔ لعنت نہ ہوگی۔

۹۔ جب جہنم کی حرارت اور دوزخ کے شعلے بھڑکیں گے تو جہنم کو ندا آئے گی اے آگ سجدہ گزاروں کے چہروں کو نہ لپٹنا۔ تجھے سجدہ گاہوں کے مقامات کو جلانے کی اجازت نہیں۔
اے اللہ ہمیں آگ سے بچا ہم تیری جوار رحمت کی برکت پر آگ سے پناہ مانگتے ہیں۔

ثم قیل لھم:۔ جلانے کے بعد کافروں سے زجرو توبیخ کے طور پر کہا جائے گا معنی بوجہ تحقق کے ہے۔ این ما۔ کہاں وہ تمہارے بت۔ کنتم۔ جن کو تم دنیا میں ہمیشہ تشرکون من دون اللہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔ اس اُمید پر کہ وہ تمہاری شفاعت کریں گے اب اُن کو بلاؤ تاکہ وہ تمہاری شفاعت کریں یا کسی قسم کی مدد کریں۔ یہ دوسری قسم کا عذاب ہے۔

قالوا۔ کافر کہیں گے۔ ضلوا۔ وہ تو چھپ گئے۔ عنا۔ ہماری آنکھوں سے حالانکہ وہ اُن کے سامنے پڑے ہوں گے انہیں مٹا نہیں دیا جائے گا۔

حل لغات:۔ اہل عرب کہتے ہیں ضل المسجد، والدار۔ مسجد و دار غائب ہوگئی یعنی ان کی جگہ معلوم نہیں اسی طرح ہر وہ شے موجود ہو لیکن معلوم نہ ہو سکے یعنی تم اسے نہ پاسکو۔ یہ اُس وقت جب اُن کے بت اُن کے ساتھ ملائے نہیں جائیں گے۔ اس لیے کہ جہنم کے متعدد مقامات و مختلف طبقات ہیں اس لیے کہ اس ارشاد باری تعالیٰ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم (بیشک تم اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ جہنم کے ایندھن ہیں) میں کوئی اختلاف نہیں۔ یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ بت ہمارے سے ضائع ہوگئے کہ ان سے جو ہم اُمیدیں وابستہ رکھتے تھے وہ ہم نہیں پاسکتے۔

اب ضل بمعنی ضاع و ھلك ہے ان کے وجود کو بمنزلہ ضیاع ضائع ہونے) کے کہا گیا ہے ان کے لیے ان کے بتوں کو گویا ہلاک کر دیا گیا اس لیے کہ ان سے وہ نفع نہ پاسکے جس کی انہیں ان سے اُمید تھی حالانکہ بت تو ہر وقت ان کے پاس ہوں گے۔ بل۔ بلکہ ہمیں اب ظاہر ہوا کہ لم نکن ندعو[1]۔ ہم ان کی پرستش نہیں کرتے تھے۔ من قبل۔ دنیا میں۔ شیئا۔ کسی معاملہ میں۔ اب ہمیں معلوم ہوا کہ وہ تو کسی شے سے

---

[1] مفسرین نے لم ندعوا کا معنی لم نعبد کیا ہے ۱۲۔ اویسی غفرلہٗ۔

Scanned with CamScanner

نہیں بلکہ یہ اس مقولہ سے ہے جسے اہل عرب بولتے ہیں۔ حسبتہ شیئاً فلم یکن۔ میں تو اس کو بہت کچھ سمجھتا تھا لیکن وہ تو کچھ نہیں۔

خلاصہ یہ کہ جن کی ہم پرستش کرتے انھیں ہم بہت کچھ سمجھتے تھے لیکن اب واضح ہوا ہے کہ یہ تو بے کار اور غیر معتبر ہیں۔ کذٰلک۔ بتوں کی بے کار پرستش کی طرح۔ دونوں مذکورہ بالا تفسیروں کے مطابق یعنی بتوں کا ان سے غائب ہو جانا جیسے اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا ضلوا یضل اللہ الکفرین کا نزول کہ اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے بایں معنیٰ کہ دنیا میں ان لوگوں کو ایسے عقائد و اعمال صالحہ نصیب نہ ہو سکے جو انھیں آخرت میں فائدہ دیتے۔ یہ تفسیر ثانی کے مطابق ہے یا یہ معنیٰ ہے کہ ان سے ان کے معبود دور ہوں گے اللہ تعالیٰ بھی ان سے ان کو ایسا دور کر دے گا کہ ان کا آپس میں ملنا ناممکن ہو جائے گا۔ یہ تفسیر اول کے مطابق ہے۔

مسئلہ:۔ اللہ تعالیٰ کا بندے کو گمراہ کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کا مناہی سے بچنے کی عصمت اور اوامر پر عمل کرنے کی توفیق اس سے روک لے اور نہ ہی اسے اس پر مدد فرمائے یا صرف مناہی سے بچنے کی عصمت اس سے روک لے۔[1] اور حلبی کے نسخہ میں کذٰلک کا اشارہ۔ اضلال کی طرف ہے۔ قرآنی عادت کے مطابق یہی معنیٰ زیادہ موافق ہے۔ یعنی قرآن کی عادت ہے کہ وہ اس فعل کے مصدر کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اس کے بعد آتا ہے۔

فائدہ:۔ سیدی المفتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ آیت واللہ ما کنا مشرکین (بخدا ہم مشرک نہ تھے) کے موافق ہے یعنی وہ بوجہ حیرت و اضطراب کے جھوٹ بولیں گے اور کذٰلک یضل اللہ الکفرین میں اللہ تعالیٰ ان کی خبر دے رہا ہے کہ قیامت میں وہ ایسے حیرت زدہ ہو جائیں گے کہ باوجودیکہ انہیں یقین ہوگا کہ اب کچھ نہیں ہوگا تب بھی جھوٹ بول دیں گے۔

ذٰلکم۔ اضلال کی طرف اشارہ ہے اور التفات توبیخ و زجر کا ہے اور تفسیر جلالین میں ہے کہ اے کافرو! یہ عذاب جو تم پر نازل ہوا ہے وہی ہے جو تمھیں پہلے بتایا گیا یعنی گلے اور پاؤں میں لوہے کے زنجیر اور بیڑیاں وغیرہ۔ ابن الشیخ یہ معنیٰ بُعد سے خالی نہیں۔ بما باسببیہ ہے کنتم تفرحون فی الارض کہ تم دنیا میں اس کی وجہ سے اتراتے تھے۔

بغیر الحق۔ ناحق یعنی شرک و سرکشی۔ یا الفرح کا صلہ ہے۔

حل لغات:۔ القاموس میں ہے کہ الفرح بمعنی سرور و بطر (اکثر ناخوشی سے) البطر بمعنی النشاط و الاشر (خوشی اور اترانا) اشر بمعنی شدۃ البطر، یا در ہے کہ اشر بطر سے اور بطر فرح سے زیادہ بلیغ ہے المفردات میں ہے کہ الفرح بمعنی انشراح الصدر بوجہ عاجلہ لذت کے اس کی اجازت نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت و نصرت کے۔ البطر ایسی غلط خوشی کا طاری ہونا جو نعمت ملنے پر اس کی برداشت نہ کرنے پر ہوتا ہے یہ اس پر وارد ہوتا ہے جو نعمت کے حقوق ادا نہ کرے اور نعمت کو بے جا خرچ کرے۔ وبما کنتم تمرحون۔

---

[1] تفسیر الفاتحہ و صدر الدین القونوی رضی اللہ عنہ ۱۲

اور یوجہ اس کے کہ غلط طور نازاں تھے۔

حل لغات :۔ المرح بمعنی شدۃ الفرح والنشاط اور اس میں توسع کرنا یعنی تم بطرز اتراہٹ زیادہ کرتے تھے یعنی از خود نازاں تھے اور تکبر سے اکڑتے تھے۔ ارسطو نے فرمایا من افتخر ارتطم۔ جو بھی اترانے گا وہ منہ کے بل گرے گا۔

حضرت صائب مرحوم نے فرمایا ؎

پست و بلند پیش سموم فنا یکیست

چوں تاک بر درخت دویدن چہ فائدہ

ترجمہ۔ اُونچ نیچ سموم فنا کے آگے برابر ہے۔ درخت پہ تیز رفتاری کا کیا فائدہ۔

ادخلوا ابواب جهنم۔ (جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ) دوزخ کے ساتوں دروازے تمہارے لیے کھلے ہیں جو جس دروازہ سے داخل ہونا چاہے داخل ہو جائے۔

خالدین فیھا۔ تم نے اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔ فبئس مثوی المتکبرین۔ متکبرین کا برا ٹھکانا ہے یعنی حق سے روگردانی کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

سوال :۔ یہاں فبئس مدخل المتکبرین مناسب تھا۔

جواب :۔ آخر کلام کو ابتدا ر کلام کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے کے لیے ایسے کہا گیا ہے جیسے کہا جاتا ہے۔ زر بیت اللہ فنعم المزار۔ بیت اللہ کی زیارت کر کہ وہ بہترین زیارت گاہ ہے اور فصلّ فی المسجد الحرام فنعم المصلّٰی۔ مسجد حرام میں نماز ادا کر اس لیے کہ یہ بہترین عبادت گاہ ہے۔ چونکہ دوزخ کا داخلہ دائمی ٹھہرنے کا سبب ہے اسی لیے محل اقامت کو مثوی سے تعبیر کیا گیا ہے تاکہ کلام کا آخر اور ابتدا متحد ہو جائیں۔

تفسیر صوفیانہ :۔ آیت میں اشارہ ہے کہ دنیا کی ہر شہوت و زینت جہنم کا دروازہ ہے جو کہ یہی نفس کے دروازے ہیں اور وہ جہنم کے ابواب میں سے ایک ہے اسی لیے دنیا کی شہوات و زینت اور اس پر فخر کرے تو ترک کیا جائے کیونکہ اس کی رونقوں کا تعلق جہنم کے ابواب میں سے ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اس کی ہدایت کی استعداد سلب کر لیتا ہے تو پھر اسے مجازی اشیاء حقیقت کی شکل میں مزین کر کے دکھاتا ہے جس سے وہ سیدھے راستہ سے بھٹک جاتے ہیں وہ نہیں سمجھتے کہ دنیا تو سراب اور محض خواب و خیال ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

Scanned with CamScanner

غافل مشو ز پردہ نیرنگ روزگار
سیر خزاں در آئینہ نو بہار کن

ترجمہ:۔ زمانہ کی نیرنگی کے پردہ سے غافل نہ ہو خزاں سیر کو بہار کے آئینہ میں دیکھ۔

نسخہ روحانی:۔ آیت میں تکبر کی مذمت ہے اس کا علاج اس کی ضد یعنی تواضع میں ہے۔

گھاس درخت اور قصب کا مناظرہ

گھاس نے درخت سے کہا۔ انا خیر منک۔ میں تجھ سے بہتر ہوں۔ اس لیے کہ مجھے جانور کھاتے ہیں جو کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔

درخت نے کہا۔ انا خیر منک۔ میں تجھ سے بہتر ہوں اس لیے کہ مجھ میں لذیذ میوے ہوتے ہیں جسے اہل ایمان کھاتے ہیں۔

گماد نے کہا۔ میں کچھ بھی نہیں نہ تو مجھ میں میوہ ہے کہ اہل ایمان کے کام آئے اور نہ گھاس ہوں کہ مجھے جانور کھائیں۔ اس نے تواضع کی تو اللہ تعالیٰ نے اس میں مٹھاس پیدا کر دی تو تواضع کی برکت سے اس میں دنیا کی لذیذ ترین شے پیدا ہوئی۔

تکبر کا انجام بد:۔ جب قصب میں مٹھاس سے تکبر پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے جھاڑو کے تنکے پیدا کر دیئے کہ اس سے گندگیاں صاف کی جاتی ہیں۔

سبق:۔ یہ غیر مکلف کے تکبر کا انجام ہے نامعلوم مکلف (انسان) کو تکبر پر کیا سزا ملے گی۔

منکرین کے تکبر کی بدانجامی

فرعون نے تکبر کیا یہاں تک کہ ربوبیت کا دعویٰ کر دیا اسے اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کے عذاب میں مبتلا فرمایا۔ دنیا میں پانی میں غرق کیا اور آخرت میں سخت سے سخت عذاب میں مبتلا کرے گا اور قارون کثرت مال کی وجہ سے اترایا تو اسے محلات سمیت زمین میں دھنسا دیا اور ابلیس نے تکبر کیا جب اسے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو اکڑ گیا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے دائمی لعنت میں مبتلا فرمایا اور قریش مکہ نے اہل ایمان فقراء پر تکبر کیا تو ذلیل و خوار ہو کر مارے گئے اور مرنے کے بعد گڑھوں میں پھینکے گئے۔ قیامت تک ہر ظالم متکبر کا یہی حال رہے گا۔ کسی متکبر نے نجات نہ پائی اور نہ ہی پائے گا (انشاء اللہ) مثنوی شریف میں ہے ہے

آنچہ در فرعون بود اندر تو ہست
لیک از درہات محبوس چست
نفس اژدرہاست او کے مردہ است
از غم بے آلتی افسردہ است
گر بیابد آلت فرعون اُو
کہ بامر او ہمی رفت آب جو
آنگہ او بنیاد فرعونی کند
راہ صد موسیٰ و صد ہارون زند
کرم گشت آں اژدہا از دست فقر
پشّہ گردد زجاہ و مال صقر
ہر خسے را ایں تمنائے رسد
موسیٰ باید کہ اژدہا را کشد
صد ہزاراں خلق ز اژدہائے اُو
در ہزیمت کشتہ شد از رائے اُو

ترجمہ:۔ وہ جو فرعون میں تھا وہی تیرے میں بھی ہے تیرے اژدہا کنوئیں میں بند ہیں۔

۲:۔ نفس مردہ اژدہا ہے وہ کب مرتا ہے صرف اسباب نہ ہونے کی وجہ سے مرجھایا ہوا ہے۔

۳:۔ اگر اسے بھی اسباب میسر ہوں تو وہ ہزاروں فرعون کی طرح ظلم وستم کا جیا ہوگا۔

۴:۔ اگر کسی کو فرعون کی طرح اسباب میسر ہوں تو وہ ہزاروں نیکوں کے راستے بند کرے گا۔

۵:۔ تنگ دستی کی وجہ سے یہ اژدہا کیڑا بنا ہوا ہے۔ اگر جاہ و مال مل جائے تو مچھر شکرا بن جاتا ہے۔

۶:۔ ہر کسی کی یہ آرزو پوری نہیں ہوئی موسیٰ علیہ السلام جیسا کوئی ہو تو اسی اژدہا کو مار ڈالے۔

۷:۔ بے شمار مخلوق اس اژدہا سے ماری گئی اس کی رائے نے بہتوں کو ذلیل وخوار کیا۔

سبق:۔ نفس بہت بڑے اژدہا کی طرح ہے اس کے اوصاف مٹانا آسان کام نہیں اس کے لیے ہمت عالی اور جہاد کثیر (جس میں سستی نہ ہو) چاہیے۔

تفسیر عالمانہ:۔ فاصبر۔ اے محبوب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دشمنوں کے ان تکالیف پر صبر کیجئے یہاں تک کہ وہ اس مقام تک پہنچیں جہاں تک ان کے لیے

Scanned with CamScanner

عذاب تیار کیا گیا ہے۔

ان وعد اللہ حق۔ بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے) یعنی وہ وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے کافروں کو عذاب کا وعدہ فرمایا وہ حق ہے فاما نرینک۔ اگر ہم تمہیں دکھائیں۔ ما تاکید شرط کے لیے زائدہ ہے اسی لیے فعل پر نون تاکید داخل ہوتا ہے لیکن جب ما زائدہ آئے تو اس کے ساتھ ان شرطیہ کا ہونا ضروری ہوتا ہے اسی لیے لا تکرمنی اکرمک (نون تاکید کے ساتھ) نہیں کہا جائے گا بلکہ کہا جائے گا۔ ان تکرمنی اکرمک۔ بعض الذی نعدھم۔ اس کا بعض جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے یعنی قتل و قید اس کا جواب محذوف ہے وہ ہے فذاک یعنی وہی ہوگا۔ او نتوفینک یا ان کے عذاب کے ظہور سے پہلے آپ کو دنیا سے اٹھالیں۔

فالینا یرجعون۔ یہ نتوفینک کا جواب ہے یعنی قیامت میں یہ صرف ہماری طرف لوٹائے جائیں گے پھر ہم ہی ان کے اعمال کی جزا و سزا دیں گے۔ پھر ہم ان کو نہیں چھوڑیں گے۔

فائدہ:۔ دنیا میں بعض کافروں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کیا مثلاً بعض کو غزوات میں قتل اور بعض کو قید کرایا اور بعض کو قحط میں مبتلا کیا اور دیگر عذاب آخرت میں پائیں گے ؎

دوستاں ہر دو عالم شاد و خرم می زیند
دشمناں در محنت و غم ایں سرا و آں سرا

ترجمہ:۔ دوستانِ خدا ہر دو عالم میں خوشی و خرم زندگی بسر کرتے ہیں۔ دشمنانِ خدا اس دنیا میں بھی دکھ اور غم میں مبتلا رہیں گے اور آخرت میں بھی۔

فائدہ:۔ اولیائے کرام کا آخرت کا سرور تو سب کو معلوم ہے اور دنیا کا سرور یہ ہے کہ وہ حق پر ہوتے ہیں اور ہر وقت حق اُن کے سامنے ہوتا ہے اور وہ ہر وقت اور ہر حال سے فقر و غنا اور صحت و مرض میں راضی برضائے خدا ہوتے ہیں۔ جب وہ کسی بلا و مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تو ان کا حال مکدر نہیں ہوتا کیونکہ وہ مشاہدۂ حق میں خوش ہوتے ہیں اور دشمنانِ خدا کا دنیا کا غم سب کو معلوم ہے اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں کیونکہ جس کے ساتھ نفس شریر ہو وہ کیسے خوش ہو سکتے ہیں اور آخرت میں جس پر غضب خدا ہو وہ کس طرح خوش ہو سکتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ:

آیت میں اشارہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں لامحالہ حاضر ہونا ہے جو فرمان ہے وہ جب حاضر ہوگا تو اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوگا اگر فرمانبردار

ہوگا تو ایسے حاضر ہوگا جیسے مشتاق حبیب اپنے حبیب کی ملاقات کو جاتا ہے۔

ع بہارِ عمر ملاقاتِ دوستاں

زندگی کی بہار دوستوں کی ملاقات میں ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ ولقد ارسلنا رسلا۔

شانِ نزول:۔ مروی ہے کہ وہ کافر جو آیات اللہ کے متعلق جھگڑتے تھے۔ معجزات کو دیکھ کر مزید معجزات کے طالب ہوئے۔ مثلاً کہا کہ چشمے بہنا۔ باغات کا ہونا۔ آسمانوں پر چڑھنا وغیرہ۔ حالانکہ تسلیم کرنے کو تو وہی پہلے معجزات کافی تھے لیکن چونکہ ان کا مقصد ضد اور ہٹ دھرمی تھا اس لیے خواہ مخواہ مزید معجزات کے طلب گار رہوئے) ان کے ردّ میں اللہ تعالیٰ نے یہی آیات نازل فرمائی۔ اور بیشک ہم نے بہت کثیر التعداد پیغمبر علیہم السلام اُن کی اُمتوں کی طرف بھیجے۔

من قبلك۔ اے محبوب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کی بعثت مبارکہ سے پہلے یا آپ کے زمانہ اقدس سے پہلے منهم من قصصنا عليك۔ من قصصنا کی خبر (منك) مقدم ہے اور جملہ قصصنا کی خبر صفت ہے۔ قص علیک بمعنی بین یعنی ہم نے انہیں بیان کیا اور ان کے اسماء قرآن مجید میں ذکر کیے گئے جنہیں تم جانتے ہو۔ منهم من لم نقص عليك اور بعض وہ ہیں جن کے اسماء ہم نے نہیں بتائے اور نہ ہی ان کی تفصیلی خبر دی ہے۔

فائدہ:۔ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بعض پیغمبران عظام علیہم السلام ایسے ہیں جن کے قصے ہم نے آپ کو سنائے اور وہ انتیس ۲۹ ہیں اور عین المعانی میں ہے وہ اٹھارہ ہیں اور بعض وہ ہیں کہ جن کے قصے ہم نے بیان نہیں کیے اگرچہ ان کے صرف اسماء بتائے ہیں جیسے حضرت الیسع علیہم السلام وغیرہ اور بعض ایسے ہیں کہ جن کے نہ قصے بیان ہوئے نہ ان کے اسماء مذکور ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان پر ایمان کے لیے نہ تعین کی ضرورت ہے نہ ہی ان کے اسماء و انساب کی معرفت شرط ہے۔

فائدہ:۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سیاہ فام بھی اور تکملہ میں ہے کہ وہ نبی علیہ السلام حبشی قوم سے تھے۔ یہ بھی انہی انبیاء علیہم السلام سے تھے جن کا نام مذکور نہیں ہوا۔

ادب توجیہ:۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ اس کی توجیہ یہ ہونی چاہیئے کہ وہ نبی (علیہ السلام) حبشی لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے۔ ہماری یہ توجیہ اس حدیث شریف کے خلاف نہ ہوگی جس میں وارد ہے ان الله ما بعث نبيا الا حسن الوجه حسن الصورة حسن الصوت (روح البیان صفحہ ۱۵۱ ج ۲) بیشک اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاء علیہم السلام

Scanned with CamScanner

حسین چہرے اور حسین صورت اور خوش آواز والے بھیجے۔

اس کی وجہ ہے کہ ہر جنس میں بہ نسبت دوسری جنس کے حسن زیادہ ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے قصے چند ایک کے مذکور ہوئے ورنہ اُن کی گنتی بعض روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار (ایک روایت میں دو لاکھ چوبیس ہزار) تھی۔

حدیث شریف: شرح المقاصد میں ہے کہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ انبیاء کی تعداد کتنی ہے آپ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ پھر میں نے عرض کیا رسل کرام کی تعداد کتنی ہے فرمایا تین سو تیرہ۔

مسئلہ: علماء کرام نے فرمایا بہتر ہے کہ انبیاء کی گنتی کے متعلق تعین نہ کیا جائے اس لیے خبر واحد باوجودیکہ اپنی جملہ شرائط کے پھر بھی صرف ظن کا فائدہ دیتی ہے صرف فروع کو اس سے فائدہ ہے۔ عقائد کو اس سے کوئی فائدہ نہیں اگر حصر ہو تو نص قرآنی منھم من قصصنا الخ خلاف ہے دوسرا واقع حال کے خلاف کے وقوع کا بھی احتمال ہے کیونکہ گنتی کے وقت غیر نبی کو نبی سمجھا ہوگا حالانکہ وہ انبیاء میں نہ ہوگا اور نبی کو غیر نبی سمجھا ہوگا اس لیے ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی کوئی خاص گنتی پر عقیدہ نہ ہو۔

فائدہ: ایک روایت میں دو لاکھ چوبیس ہزار کی گنتی کا ذکر ہے۔[1]

فائدہ: ابن ابی شریف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے شرح عقائد کے حاشیہ پر لکھا کہ میں نے یہ روایت نہیں دیکھی۔

مسئلہ: مولانا محمد رومی رحمہ اللہ نے اپنی ایک مجلس میں فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان کے وجوب کا مطلب یہ ہے کہ اتنا علم ہو کہ انہوں نے جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی وہ اس میں سچے تھے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس لیے بھیجا کہ وہ اس کے بندوں کے ہاں امر و نواہی وعدہ وعید سنائیں اور انہیں ایسے معجزات کی تائید فرمائی جو ان کے صدق پر دلالت کریں۔

فائدہ: تمام انبیاء علیہم السلام میں سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور آخری نبی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جب تمام سابقین انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائے گا تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ ان پر اس لحاظ سے ایمان لا رہا ہے کہ وہ پہلے گزر گئے ہیں نہ بایں معنیٰ کہ وہ اب بھی من حیث النبوۃ نبی ہیں کیونکہ ان کی شریعت اب باقی نہیں۔

---

۱ شرح العقائد للنسفی ۲

Scanned with CamScanner

مسئلہ: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانا بایں معنی ہے کہ اب ان کی نبوت کا دور ہے اور آپ ہی خاتم الانبیاء والرسل (علیہم السلام) جب ایمان لائے گا کہ آپ ہی نبی و رسول ہیں۔

ردِ مرزائی: اگر آپ کو نبی تو مانتا ہے لیکن آپ کو خاتم الانبیاء اور آپ کے دین کو قیامت تک ناسخ نہیں مانتا تو وہ ایمان نہ لانے کے برابر ہے۔

مسئلہ: جو تمام انبیاء علیہم السلام کو نبی مانتا ہے لیکن یوں کہے کہ نامعلوم آدم علیہ السلام نبی ہیں یا نہیں تو وہ کافر ہے۔

انبیاء علیہم السلام: انبیاء علیہم السلام کا شمار قرآن مجید کا بیان نہیں ہاں بعض مفسرین نے کہا کہ نام لے کر صرف اٹھائیس انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام۔
۲۔ حضرت نوح علیہ السلام۔
۳۔ حضرت ادریس علیہ السلام۔
۴۔ حضرت صالح علیہ السلام۔
۵۔ حضرت ہود علیہ السلام۔
۶۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام۔
۷۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام۔
۸۔ حضرت اسحاق علیہ السلام۔
۹۔ حضرت یوسف علیہ السلام۔
۱۰۔ حضرت لوط علیہ السلام۔
۱۱۔ حضرت یعقوب علیہ السلام۔
۱۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔
۱۳۔ حضرت ہارون علیہ السلام۔
۱۴۔ حضرت شعیب علیہ السلام۔
۱۵۔ حضرت زکریا علیہ السلام۔
۱۶۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام۔
۱۷۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔
۱۸۔ حضرت داؤد علیہ السلام۔

Scanned with CamScanner

۱۹۔ حضرت سلیمان علیہ السلام۔

۲۰۔ حضرت الیاس علیہ السلام۔

۲۱۔ حضرت الیسع علیہ السلام۔

۲۲۔ حضرت ذوالکفل علیہ السلام۔

۲۳۔ حضرت ایوب علیہ السلام۔

۲۴۔ حضرت یونس علیہ السلام۔

۲۵۔ سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

تین وہ ہیں جن کی نبوت کے بعض علماء قائل ہیں وہ یہ ہیں:

۲۶۔ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام

۲۷۔ حضرت عزیر علیہ السلام۔

۲۸۔ حضرت لقمان علیہ السلام۔

ان تینوں کے متعلق آمالی میں ہے ؎

و ذوالقرنین لم یعرف نبیا
کذا لقمان فاحذر عن جدال

ترجمہ: ذوالقرنین ولقمان کے متعلق نبوت کی تحقیق نہیں ہوئی اس لیے اس مسئلہ میں جھگڑے سے بچنا چاہیے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں میں نبی نہیں ہوئیں اور ذوالقرنین ولقمان ایسے ہی تبع کی نبوت کے متعلق دلائل نافیہ ملتے ہیں۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لا ادری اھو نبی ام ملک

مجھے تبع کے متعلق (از خود) معلوم نہیں کہ وہ نبی تھے یا صرف بادشاہ۔

مسئلہ: حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا نہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ نبی تھے بعض نے کہا وہ ولی اللہ تھا۔ بعض نے کہا پیغمبر۔ اس لیے کہ کسی خاص کے لیے قطعی نبوت کی نفی اثبات نہ کیا جائے کیونکہ غیر نبی کو نبی ماننا کفر ہے ایسے ہی نبی کو نبی نہ ماننا بھی یعنی اس نبی کو نہ ماننا کفر ہے جس کی نبوت پر تمام عالم اسلام کا اتفاق ہے یا جس کی نبوت نفی پر جملہ عالم اسلام کا اتفاق ہو اسے نبی ماننا کفر ہے)۔

مسئلہ: جس نبی علیہ السلام کی نبوت میں اختلاف ہو اس کے اثبات و نفی میں کفر نہیں کیونکہ یہ بمنزلہ دلیل ظنی کا ہے اور دلیل ظنی سے ثبت عقیدہ کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ ہاں دلیل قطعی کے ثبت مسئلہ کا

Scanned with CamScanner

منکر کافر ہے۔

مسئلہ: قرآن میں ۲۶ انبیاء علیہم السلام کے نام مذکور ہیں۔ وہ یہ ہیں:

۱۔ حضور سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
۲۔ حضرت آدم علیہ السلام۔
۳۔ حضرت ادریس علیہ السلام۔
۴۔ حضرت نوح علیہ السلام۔
۵۔ حضرت ہود علیہ السلام۔
۶۔ حضرت صالح علیہ السلام۔
۷۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام۔
۸۔ حضرت لوط علیہ السلام۔
۹۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام۔
۱۰۔ حضرت اسحاق علیہ السلام۔
۱۱۔ حضرت یعقوب علیہ السلام۔
۱۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام۔
۱۳۔ حضرت ایوب علیہ السلام۔
۱۴۔ حضرت ذوالکفل علیہ السلام۔
۱۵۔ حضرت شعیب علیہ السلام۔
۱۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔
۱۷۔ حضرت ہارون علیہ السلام۔
۱۸۔ حضرت داؤد علیہ السلام۔
۱۹۔ حضرت سلیمان علیہ السلام۔
۲۰۔ حضرت عزیر علیہ السلام
۲۱۔ حضرت یونس علیہ السلام۔
۲۲۔ حضرت زکریا علیہ السلام۔
۲۳۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام۔
۲۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

Scanned with CamScanner

۲۵۔ حضرت الیاس علیہ السلام۔
۲۶۔ حضرت الیسع علیہ السلام۔

فائدہ:۔ وقال لھم نبیھم الخ میں اشمویل (علیہ السلام) کی طرف اور کالذی مر علی قریۃ الخ میں ارمیا علیہ السلام کی طرف اور واذ قال موسیٰ لفتاہ الخ میں یوشع علیہ السلام کی طرف اور لقد کان فی یوسف و اخوتہ میں یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرف اشارہ ہے اور اثبات میں بھی ان کا اجمالی ذکر ہے اور یہ یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور وہ بارہ تھے اور انہیں میں انبیاء علیہم السلام تھے۔ حضرت لقمان اور حضرت خضر میں اختلاف ہے۔

مسئلہ:۔ دانا فرماتے ہیں کہ مومن پر لازم ہے کہ وہ اپنی اولاد اور عورتوں کو ان انبیاء علیہم السلام کے اسماء یاد کرائے جن کا قرآن مجید میں صراحۃً ذکر ہے تاکہ وہ بھی ان پر ایمان لائیں اور سب کی تصدیق کریں انہیں یہ خیال نہ ہو کہ ان پر صرف حضور سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے حالانکہ ہم پر سب انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا ضروری ہے کسی کا ذکر قرآن میں ہے یا نہیں ہاں جنکا نام قرآن میں صراحۃً ہے اس پر نام لے کر ایمان لانا ضروری ہے اور جن کا ذکر نہیں ان پر اجمالی ایمان کافی ہے۔

فائدہ:۔ ابن قتیبہ نے المعارف میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام ایک لاکھ چوبیس ہزار اور ان میں رسل کرام علیہم السلام تین سو پندرہ ہیں۔ ان میں پانچ عبرانی ہیں جن کے یہ نام ہیں:۔

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام۔
۲۔ حضرت شیث علیہ السلام۔
۳۔ حضرت ادریس علیہ السلام۔
۴۔ حضرت نوح علیہ السلام۔
۵۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام۔

اور پانچ ان میں عربی ہیں:۔

۱۔ حضرت ہود علیہ السلام۔
۲۔ حضرت صالح علیہ السلام۔
۳۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام۔

ہ فتح الرحمٰن سورۃ البقرۃ۔

Scanned with CamScanner

۴۔ حضرت شعیب علیہ السلام۔

۵۔ حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ازالۂ وہم: التکملہ میں ہے کہ ابن قتیبہ کا عرب میں پانچ انبیاء کا حصر صحیح نہیں کیونکہ عرب میں ایک نبی اور بھی تھے وہ تھے حضرت خالد بن سنان بن غیث۔ آپ عبس بن بغیض کے قبیلہ سے تھے۔

حدیث شریف: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خالد وہ نبی تھے جنہیں قوم نے ضائع کر دیا۔

حکایت: حضرت خالد (علیہ السلام) کی صاحبزادی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ سے سورۂ اخلاص سن کر عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ سورۃ میں اپنے والد گرامی سے سنا کرتی تھی۔

فائدہ: ابن قتیبہ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں لیکن صاحب التکملہ نے تکملہ میں لکھا کہ میرے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہاں اگر ان کا لفظ نبی سے رسول مراد ہے تب تو صحیح ہے ورنہ قول مذکور غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے زمانہ کے مومن کا قول فرمایا ہے و لقد جاءکم یوسف من قبل بالبینات۔ بیشک تمہارے ہاں اس سے پہلے یوسف علیہ السلام معجزات لے کر آئے تھے۔ اسی آیت میں بتایا گیا ہے کہ بنو اسرائیل میں سب سے پہلے نبی یوسف علیہ السلام ہیں۔

فائدہ: یوسف دو تھے۔

۱۔ یعقوب علیہ السلام کے مشہور صاحبزادے۔

۲۔ یوسف بن افرائیم بن یوسف یعنی مشہور پیغمبر یوسف بن یعقوب کے پوتے کا نام بھی یوسف تھا۔

جیسا کہ ہم اس آیت کے تحت اختلاف کی تفصیل عرض کر چکے ہیں اگر نبوت مطلق مراد لی ہے تو پھر بنی اسرائیل کے پہلے نبی تو یوسف اور بعض قول کے مطابق یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی انبیاء تھے اور اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا اسم گرامی ہے۔

فائدہ: مطلق نبوت (قطع نظر بنی اسرائیل کی قید کے) میں آدم علیہ السلام پہلے نبی اور آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

حدیث شریف: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ابن سلام وغیرہ نے روایت کی ہے۔ فرماتی ہیں کہ،

ان تقولوا لا نبی بعد محمد و قولوا خاتم النبیین لانہ ینزل عیسی بن مریم حکما عدلا و اماما مقسطا فیقتل الدجال و یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ و تضع الحرب اوزارھا۔

ترجمہ: یہ نہ کہو کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں بلکہ کہو آپ خاتم النبیین ہیں۔

Scanned with CamScanner

اس لئے کہ آپ کے بعد عیسیٰ بن مریم علیہ السلام حکم۔ عادل۔ امام۔ المنصاف والے ہو کر تشریف لائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور صلیب توڑیں گے اور خنزیر قتل کریں گے جزیہ رکھیں گے اور جنگ کے لیے اپنے ہتھیار رکھیں گے۔

ازالۂ وہم مرزائی: اس حدیث سے مرزائیوں کو وہم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبی کا آنا ممتنع نہیں ورنہ بی بی نہ کہتیں۔ لا تقولوا لا نبی بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کا ازالہ صاحب روح البیان نے یوں فرمایا کہ:

وفی التکملۃ وقول عائشۃ لا تقولوا لا نبی بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم انما ذکر واللہ اعلم لعلا یتوھم المتوھم رفع ما روی من نزول عیسیٰ بن مریم فی آخر الزمان وعلی الحقیقۃ فلا نبی بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم لان عیسیٰ وان نزل بعدہ فھو موجود قبلہ حی الی ان یغول واذا نزل متبع شریعۃ مقاتل علیہا فلا یخلق نبی بعد محمد ولا تجدد بشریعۃ بعد شریعۃ فعلی ھذا یصح ولا نبی بعدہ۔

ترجمہ: تکملہ میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول لا تقولوا لا نبی بعد محمد الخ واللہ اعلم اسے اس لیے ذکر فرمایا کہ کوئی یہ وہم نہ کرے کہ روایت میں جو آیا ہے کہ آخر زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے وہ حکم مرفوع ہو گیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام تو آپ سے پہلے موجود ہیں زندہ ہیں یہاں تک کہ زمین پر تشریف لائیں گے تو آپ کی شریعت کی اتباع میں اسی شریعت کی وجہ سے جنگ کریں گے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضور کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو گا اور نہ ہی آپ کی شریعت کے بعد کوئی نئی شریعت ہو گی۔ اس معنیٰ پر لا نبی بعدہٗ کا معنیٰ صحیح ہو گیا۔

ردّ مرزائیت: کتاب الشمائل وغیرہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی میں ایک اسم العاقب ہے۔ عاقب وہ ہے کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ آ سکے۔

فائدہ: یہ تفسیری الفاظ زائد ہیں امام مالک نے موطا میں یہ الفاظ نہیں کہے۔ ممکن ہے یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہوں یا راوی کا اضافہ ہو اگر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے الفاظ ہیں پھر تو یہی حجت کافی ہے۔ اگر راوی کے الفاظ ہیں تو بھی قابل حجت ہیں کیونکہ راوی سے ایسے الفاظ کا ممتنع ہے اور اسے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت اور اس حدیث کے مابین کوئی معارضہ نہیں کیونکہ بی بی صاحبہ

ل روح البیان صفحہ ۲۲ ج ۲

Scanned with CamScanner

رضی اللہ عنہا کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کی تخلیق نہیں ہوگی اور نہ ہی اُس وقت دنیا میں کوئی نبی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام اگر وہ نبی ہیں تو پہلے سے پیدا شدہ ہیں یا آسمان پر ہیں اگر زمین پر تشریف لائیں گے تو نبی بن کر نہیں بلکہ ہمارے نبی علیہ السلام کے اُمتی ہو کر اسی لیے آپ کی دشمنانِ اسلام کے ساتھ جنگ ہوگی تو ایک اُمتی کی حیثیت سے (نہ بحیثیت نبی) یہی وجہ ہے کہ ان کی کوئی نئی شریعت نہ ہوگی اور نہ ہی اپنی شریعت کو لا کر شریعت مصطفویہ کو منسوخ کریں گے۔

خاتم النبیین کا معنیٰ: خاتم النبیین کا یہی معنی ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نبوت و رسالت ختم ہو گئی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت پہلے سے تھی اسی لیے کہا جاسکتا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت نے تمام نبوات کو ختم اور آپ کی شریعت نے تمام شریعتوں کو منسوخ کر ڈالا۔

تفسیر صوفیانہ: التاویلات النجمیہ میں ہے کہ آیت میں اشارہ ہے کہ حکمت بالغہ ازلیہ نے چاہا کہ اے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم آپ سے پہلے رسل و انبیاء علیہم السلام بھیجتے رہیں گے ان کے اور اُن کی اُمتوں کے حالات جس طرح گزریں گے پھر ہم آپ کو ان کے جملہ حالات سنائیں گے تاکہ ان سے آپ کا دل مطمئن ہو اور تاکہ آپ اُن کے عادات کے مطابق عمل کر کے نصیحت پائیں آپ کو ان سے پہلے نہیں بھیجا کیونکہ سعادت اس میں ہے کہ کسی دوسرے سے نصیحت حاصل کرے۔

ع ہر طپیدن قاصدے باشد دل آگاہ را

ترجمہ: دل کی آگاہی کے لیے ہر دکھ درد ایک مستقل قاصد ہے۔

ومنھم من لم نقصص علیک اور جن انبیاء علیہم السلام کے قصے آپ کو اس لیے نہیں سنائے کہ آپ کو ان کی ضرورت نہیں یہ بھی آپ کے لیے تخفیف ہے تاکہ آپ کے لیے بوجھ نہ ہو۔ خلاصہ یہ کہ انبیاء علیہم السلام کے قصے سنانا بھی آپ کے لیے فائدہ ہے اور نہ سنانا بھی فائدہ ہے اور یہ بھی کمال کی علامت ہے۔

تفسیر عالمانہ: **وما کان لرسول۔** اور یہ رسول (علیہ السلام) کے لائق نہیں۔ **ان یأتی بآیة** کہ لائے کوئی آیت جو اس کی نبوت کی علامت ہو ـــــــــــ

الا باذن اللہ۔ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم پر۔ کیونکہ معجزات جن کے مختلف طریقے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عطائیں ہیں جو اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہے جیسے اس کی مشیت کا تقاضا اور حکمت ہوتی ہے جیسے دوسری عطاؤں میں بندوں کو اختیار نہیں ہوتا کہ جسے اور جیسے چاہیں انھیں مل جائے اور نہ ہی انہیں کوئی چارہ ہوتا ہے کہ جیسے جو کوئی طلب کرے اُسی طرح کر دے اس میں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ سے پہلے بہت سے رسل کرام علیہم السلام گزرے ہیں (ان کا ذکر قرآن میں ہوا یا نہیں) انہیں معجزات

Scanned with CamScanner

عطا ہوئے تو ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی اور عناد کے طور اور عبث جھگڑے کھڑے کئے تو سابقہ انبیاء نے صبر کیا اس پر وہ فتحیاب ہوئے۔ آپ بھی صبر کیجئے جیسے وہ صبر کر کے فتحیاب ہوئے۔ آپ بھی ان کی طرح فتحیاب ہوں گے۔

مثنوی شریف میں ہے:۔

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید
کیمیائے ہمچو صبر آدم ندید

ترجمہ۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے لاکھوں کیمیا پیدا فرمائے لیکن صبر جیسا کوئی کیمیا کسی نے نہیں دیکھا۔

فاذا جاء امر اللہ۔ تو جب عذاب دنیوی یا اُخروی کے متعلق امر الٰہی ہوتا ہے **قضی بالحق** تو حق کا فیصلہ ہوتا ہے۔ یعنی رسل کرام اور ان کے مکذبین کے درمیان حکم فرماتا ہے کہ رسل کرام اور حق والوں کو نجات دے دو اور مکذبین کو تباہ و برباد کر کے عذاب میں مبتلا کر دو۔ **وخسر۔** اور ہلاک ہو گیا اور یہ بات محقق اور واضح ہو گئی کہ بیشک خسارہ میں ہیں۔ امر و نہی کے کرنے کے وقت یا اسم مکان استعارۃً زمانہ۔

المبطلون۔ باطل لوگ یعنی وہ جو مطلقاً باطل پر ڈٹ جانے والے ہیں اس میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو اولیاء کرام کے ساتھ معاندت و مخالفت رکھتے ہیں جیسے وہابی۔ نجدی۔ دیوبندی وغیرہ۔

حل لغات:۔ القاموس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کو نقیض ہے اور **ابطل بمعنی جاء بالباطل** وہ باطل لایا۔ المبطل بمعنی صاحب الباطل اور ہر وہ شخص جو باطل پر ڈٹ جائے جیسے المحق بمعنی صاحب الحق اور اس پر عمل کرنے والا۔

نکتہ:۔ یہاں پر خسر ھنالک الکافرون اس لیے نہیں فرمایا کہ حق کی نقیض باطل آتی ہے اور یہاں باطل کا خسران مراد ہے۔[1]

تفسیر صوفیانہ:۔ آیت میں اشارہ ہے کہ امر الٰہی اور تقدیر ربانی یعنی موت سے پہلے رجوع الی اللہ ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ عذاب میں مبتلا ہو جائے پھر سوائے غم و اندوہ کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔

تو پیش از عقوبت در عضو کوب
کہ سودے ندارد فغاں زیر چوب

ترجمہ۔ عذاب سے پہلے معافی کا دروازہ کھٹکا۔ ڈنڈا برسنے پر آہ و فغاں کا کوئی فائدہ نہیں۔

---

[1] برہان القرآن ۱۲:

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝
وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَیْهَا وَ
عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝ وَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ ۖ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ۝
اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا
یَكْسِبُوْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ
مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا
قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِیْنَ ۝ فَلَمْ یَكُ
یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ
عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ اللہ ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے کہ کسی پر سوار ہو اور کسی کا گوشت کھاؤ اور تمہارے لیے ان میں کتنے ہی فائدے ہیں اور اس لیے کہ تم ان کی پیٹھ پر اپنے دل کی مرادوں کو پہنچو اور ان پر اور کشتیوں پر سوار ہوتے ہو اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تو اللہ کی کونسی نشانی کا انکار کرو گے۔ کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے ان سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا وہ ان سے بہت تھے اور ان کی قوت اور زمین میں نشانیاں ان سے زیادہ تو ان کے کیا کام آیا جو انہوں نے کمایا تو جب ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لائے تو وہ اسی پر خوش رہے جو ان کے پاس دنیا کا علم تھا اور نہیں پر الٹ پڑا جس کی ہنسی بناتے تھے۔ پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا بولے ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور جو اس کے شریک کرتے تھے ان سے منکر ہوئے تو ان کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا۔ جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا اللہ کا دستور جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور وہاں کافر گھاٹے میں رہے

بقیہ صـ [illegible]

چہ سود از پشیمانی آید بکف
چو سرمایہ عمر کردی تلف

Scanned with CamScanner

ترجمہ: پریشانی سر پہ آجانے کے بعد کیا فائدہ جبکہ سرمایہ زندگی کا تو نے ضائع کر دیا۔

کسے گرچہ بد کرد ہم بد بنگرد
کہ پیش از قیامت غم خویش خورد

ترجمہ: جو بُرائی کرتا ہے وہ خود بھی برائی دیکھے گا۔ کون ہے جو قیامت سے پہلے اپنا غم کھائے (یعنی موت کو قیامت سے پہلے کیونکہ جب مرتا ہے تو اُس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے۔

تفسیر عالمانہ: اللہ الذی جعل لکم الانعام۔ اللہ وہ ہے جس نے جانور یعنی اُونٹ تمھارے اور تمھاری مصلحت کے لیے پیدا کیے۔ نعم کی جمع ہے۔ بعض دراصل یہ ہر جانور کے لیے لیکن اس کا اکثر استعمال اونٹوں کے لیے آتی ہے۔ لترکبوا منہا ومنہا تاکلون۔ تاکہ تم ان پر سوار ہو اور ان کا گوشت کھاؤ من ابتداء للغایۃ کے لیے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ رکوب اور اکل کا ابتداء ان سے ہو یعنی ان دونوں کا تعلق ان سے ہو یا تبعیضیہ ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ تاکہ تم ان پر سوار ہو اور ان کا بعض حصہ کھاؤ۔ یہ مطلب نہیں کہ اس کے ہر حصہ پر سواری اور کھانے کے لائق نہیں کیونکہ کھانا اس کے بعض حصہ سے تعلق ہوتا ہے جو چیزیں کھانے کے لائق نہیں اسے عقل سے تعلق نہیں بلکہ جس شے کو جس کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس سے کسی دوسری شے کو کوئی تعلق نہ ہوگا۔

فائدہ: دوسرے جملہ کا تغیر و اصل کی وجہ سے ہے نیز اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ ان سے اصل غرض سوار ہونا ہے کیونکہ انسان کے بہت سے منافع اس سے متعلق ہیں۔ اگرچہ ان کے کھانے میں بھی انسان کا نفع ہے لیکن اس سے کئی منافع ضائع ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے اکل کے نفع ہونا رکوب کے منافع کے خلاف نہیں اسی لیے فرمایا لنا کلوا منہ لحما طریا۔ تاکہ تم اس سے تر و تازہ گوشت کھاؤ۔ ولکم فیہا منافع اور تمھارے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔ جو رکوب و اکل کے سوا ہیں مثلاً دودھ اور بال۔ اون اور چمڑے وغیرہ۔

ولتبلغوا علیہا حاجۃ فی صدورکم۔ تاکہ تم ان دلی مقاصد کے حصول کے لیے ان پر سوار ہو کر منازل مقاصد تک پہنچو یا یہ کہ تم ان پر بوجھ لاد کر ایک شہر سے دوسرے شہر تک پہنچو۔

فائدہ: کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ کیا کہ تاکہ تم اپنے دلی مقاصد کے مطابق ان پر سوار ہو کر سفر کر کے منافع اور معاملات طے کرو۔ اس کا عطف لترکبوا منہا پر ہے اور حاجۃ ولتبلغوا کا مفعول بہ ہے۔ وعلیہا اور اونٹوں پر۔ وعلی الفلک اور کشتیوں پر دریاؤں میں تحملون اُٹھائے جاؤ۔ اس کی نظیر آیت وحملنا کم علی البر والبحر۔ اور ہم نے تمھیں اٹھایا جنگلوں

Scanned with CamScanner

اور دریاؤں میں۔

نکتہ: الارشاد میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ تم اپنے بچوں اور عورتوں کو ہودج میں بٹھا کر ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جاؤ۔ اسی معنیٰ پر کہا جا سکتا ہے کہ کشتیوں کے ذکر کے بعد اس کا ذکر مناسبت رکھتا ہے۔ اسی لیے اونٹوں کو سفائن البر (جنگل کی کشتیاں) کہا جاتا ہے۔

سوال: فی الفلك کے بجائے علی الفلك کیوں کہا؟

جواب: چونکہ فعل کا صلہ پہلے علیٰ آیا ہے تو اس کی مناسبت سے یہاں بھی علی الفلك لایا گیا ہے۔ یہی بلاغت کا تقاضا ہے اسے علم البیان میں مزاوجۃ کہا جاتا ہے۔ یہ اس لیے لایا جاتا ہے تاکہ پہلے کو دوسرے سے مناسبت ہو جیسا کہ اسی مناسبت کی وجہ سے دوسری جگہ قلنا احمل فیھا فرمایا۔ نیز علی الفلك کہنا و علیھا آنے والے جملہ کی وجہ سے بھی ہے۔ اس لیے کہ جانوروں پر سامان وغیرہ اوپر ہوتا ہے۔ انہی مناسبات پر علی الفلك کہنا موزوں ہے۔

فائدہ: المدارک میں ہے کہ فلك کے لیے فی اور علیٰ ہر دونوں موزوں ہیں اس لیے کہ کشتی بمنزلہ برتن کے ہوتی ہے اور جن کو اٹھا کر چلتی ہے وہ اس کے اوپر ہوتی ہیں اسی لیے جب اس میں دونوں معانی صحیح ہیں تو دونوں عبارتیں بھی صحیح ہیں۔

فائدہ: بعض مفسرین نے فرمایا کہ الانعام سے یہاں پر وہ آٹھ جوڑے مراد ہیں جنہیں قرآن مجید میں دوسرے مقام پر بیان فرمایا ہے یعنی اونٹ، گائے، بکری، بھیڑ (نر مادہ ہر دونوں کو ملا یا جائے تو آٹھ ہوتے ہیں۔) اس معنیٰ پر مجموعی طور پر ان سے رکوب و اکل مراد ہے اور ضروری نہیں ایک ساتھ اکل کا تعلق ہو تو رکوب کا بھی ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں بعض کا تعلق رکوب سے اور بعض کا اکل سے اور بعض کا صرف اکل سے جیسے بکری بھیڑ وغیرہ اور بعض کا ہر دونوں سے جیسے اونٹ اور بیل وغیرہ۔ اور لفظ منافع کا تعلق سب سے ہے ایسے ہی ضرور ان کے ذریعے مقاصد تک پہنچنا بھی عام ہے اس میں بیل بھی شامل ہے۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفس بہیمیہ وحیوانیہ پیدا کیا تاکہ وہ تمہاری روح علوی کی سواری ہو۔ و لتبلغوا الخ تاکہ تم ان مقاصد کو حاصل کرو جو تمہارے دلوں میں ہیں مثلاً مشاہدۂ حق و مقامات القرب اور نفس کی صفات میں تمہارے منافع میں مثلاً شہوت حیوانیہ کیونکہ اس کی منفعت عشق ہے یہی شہوات عشق و غضب کی سواری ہے اور صلابۃ فی الدین کی سواری بھی یہی ہے اور حرص و ہمت کی سواری ہے۔ انہی سواریوں سے سالک مراتب عالیہ تک پہنچتا ہے جیسا کہ فرمایا و علیھا و علی الفلك اور الفلک سے صفات قلب مراد ہیں۔

Scanned with CamScanner

تحملون ۔ جو ارحق کی طرف اٹھائے جاؤ گے ؎

چوں بے خبراں وامن فرصت مدہ از دست
تا ہست پروبال ز عالم سفرے کن

ترجمہ بے خبروں کی طرح ہاتھ سے فرصت کو نہ گنوا جب تک تیرے میں پروبال ہیں اس عالم سے سفر جاری رکھو۔

تفسیر عالمانہ: ویریکم ایاتہ : اور تمہیں آیات دکھاتا ہے یعنی وہ دلائل جو اس کے کمال قدرت و فور رحمت پر دلالت کرتے ہیں۔

فای ایات اللّٰہ تنکرون ۔ تو اللہ تعالیٰ کے کون سے آیات کا انکار کرو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہر دلیل ایسی واضح اور روشن ہے کہ کسی کے انکار کی جرأت نہیں ہو سکتی بشرطیکہ عقل سلیم حاصل ہو۔ یریکم ای کا ناصب ہے اور آیات کی اللہ تعالیٰ کے لفظ کی طرف اضافت دل میں ہیبت ڈالنے اور انکار سے ڈرانے کے لیے ہے۔

سوال: آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ فایۃ ایات اللّٰہ ہونا چاہیئے کہ اس کا مضاف مونث (آیات) ہے تو مضاف بھی مونث (آیۃ) ہونا چاہیئے۔

جواب: ای کا استعمال عام شائع ذائع ہے بخلاف ایۃ کے کہ وہ قلیل الاستعمال ہے کیونکہ اسماء غیر صفاتی میں تذکیر و تانیث کا تفرقہ بہت قلیل ہے مثلاً حمار کی حمارۃ انسان کی انسانۃ (تانیث) بہت کم مستعمل ہوتی ہے پھر ای کے لیے ایۃ کا مستعمل ہونا تو غریب ترین ہے کیونکہ یہ اسم مبہم ہے اور بالخصوص تمیز و تفرقہ کا قصد اسمائے مبہمہ منافی ہے۔

ازالہ وہم: یہ قاعدہ ندا میں جاری نہ ہوگا کیونکہ ندا میں لغت خصیحہ یہی ہے کہ اس کی ندا مونث میں تانیث اور مذکر میں تذکیر ہو مثلاً یا ایھا النفس المطمئنہ یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ کہا جاتا ہو یا ایھا المرأۃ (تذکیر کے ساتھ)

تفسیر صوفیانہ: محبوبان خدا کہتے ہیں کہ جملہ عالم کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کی آیات بینات اور واضح اور روشن دلائل ہیں اور جو اس کی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ وہ بہت بڑی کمال قدرت والا ہے لیکن رہبری اور اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر ہے اور وہی اس کی اصل الاصول ہے۔

Scanned with CamScanner

غوث اعظم کا مرید: ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میری توبہ کا سبب یوں ہوا کہ میں ایک رات سو رہا تھا تو پرندوں سے سُنا کہ وہ اللہ کی تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ ان کی تسبیح سے میں دنیا سے منہ پھیر کر مولیٰ کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کے بعد میں مرشد کامل کی تلاش میں نکل پڑا۔ اندریں اثنا میری حضرت ابو العباس خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اُنہوں نے فرمایا کہ حضور شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو جا میں ابھی اُن سے ہو کر آیا ہوں وہ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ابھی اپنے بندے کو اپنا بنا کر میرے پاس بھیجنے کا حکم فرمایا ہے اور وہ ابھی میرے ہاں آ رہا ہے۔ جب میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر ہوا تو فرمایا مرحبا! اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو پرندوں کے ذریعے اپنا بنا کر اس کے لیے خیر کثیر جمع فرمائی ہے اور اس کی عادتِ کریمہ ہے کہ جسے وہ اپنا بناتا ہے تو وہ اپنے پاس بلانے کے لیے جو چاہتا ہے اس کا سبب بناتا ہے اس سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ معمولی شے کو سبب بنائے یا بڑی کو۔

سبق: جسے بصیرت نصیب ہوتی ہے وہ ہر شے میں جمال وحدت کا مشاہدہ کرتا ہے ؎

محقق ہمی بیند اندر اِبل
کہ در خوبرویان چین و چگل

ترجمہ: محقق اُونٹ میں وہی جلوہ دیکھتا ہے جو وہ چین و چگل کے حسینوں میں دیکھتا ہے۔

انبیاء و اولیاء کی شانِ عظیم: اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم آیات انبیاء و اولیاء ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عالمین کے لیے عزت و کبریائی کا جلوہ انہی سے ظاہر فرمایا ہے اسی لیے ان کا منکر سب سے بڑا بُرا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظیم آیات اور واضح و روشن دلائل کا انکار کر رہا ہے۔

اولیاء و انبیاء کے عشاق و اعداء: حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی آیات اولیاء میں ظاہر فرماتا ہے اور اسے سعادت بناتا ہے جو اُن کی کرامات کو مانتا ہے لیکن بدبختوں کی آنکھیں اندھی کر دیتا ہے تو وہ ان کی کرامات سے اندھا ہو کر انکار کرتا ہے بلکہ ان کے دلوں پر تالہ لگا دیتا ہے اسی لیے وہ ان محبوبانِ خدا سے قلبی طور پر متنفر ہوتا ہے۔

کرامات کا منکر درحقیقت قدرت خداوندی کا منکر ہے: ہمارے دَور میں ایسی قوم ہے جو اولیائے کرام کی کرامات کا لفظاً اقرار لیکن اُن کی تفصیلی جزئیات کا انکار کرتے ہیں ہم انہیں دلائل میں کہتے رہتے ہیں کہ اولیاء کرام کی کرامات کا انکار درحقیقت اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے چنانچہ صدیوں پہلے یہی صاحب رُوح البیان فرما گئے ہیں چنانچہ فرمایا کہ:

؎ روح البیان صفحہ ۲۱۹ ج ۷

؎ اویسی۔

Scanned with CamScanner

ومن انکر آیات اولیاء فانه ینکر قدرة الله فان القدرة الالٰهیه تظهر
علی اولیاء الامارات لا ھم بانفسھم یظھرونها[1]

ترجمہ:۔ جس نے اولیاء کی کرامات کا انکار کیا وہ دراصل قدرت الٰہی کا انکار کرتا ہے کیونکہ قدرت الٰہی
کے امارات اولیاء کرام پر ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ عقیدہ کسی کا نہیں کہ اولیاء کرام خود کرامات ظاہر
کرتے ہیں۔

فائدہ:۔ ویریکم ایاتہ فای آیات اللہ تنکرون۔ اس میں اشارہ ہے کہ جان پہچان کے بعد انکار
کرنا اور زیادہ سخت ہے۔ مبارکباد کے مستحق ہیں وہ لوگ جو اپنے مرشد کے اشارہ پر چلتے ہیں
اور ان کے ارشادات پر عمل کرتے ہیں وہ منکرین کے زمرہ میں شامل نہیں ہوتے اور گمراہوں سے دور
پھرتے ہیں۔

فائدہ:۔ امام حجۃ الاسلام نے فرمایا کہ تعجب ہے کہ تو اپنے غنی کے گھر میں داخل ہو کر اس میں قسم قسم کے
زیب وزینت کو دیکھتا ہے پھر اس سے زندگی بھر تعجب کر کے اسے یاد کرتا رہتا ہے اور اس
کے حسن وجمال کے بیان سے زبان نہیں رکتا لیکن اس دنیا میں رہ کر تو نے کبھی خیال نہیں کیا یہ کتنا بڑا مکان
ہے کہ اس جیسا کوئی اور تمہیں نظر نہیں آئے گا لیکن کبھی تو نے اس کا دل میں خیال نہیں کیا اور نہ ہی اس طرف
کبھی تیری توجہ ہوئی اور نہ ہی اس کے عجائبات پر غور وفکر کیا۔ یہ اس اندھے دل کی کارستانیاں ہیں جو تجھے شہود و
رؤیت سے مانع ہے ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

ترجمہ:۔ ہر درخت سبز کا ہر پتہ ہوشیار کی نگاہ میں معرفت کردگار کا بہت بڑا دفتر ہے۔

فائدہ:۔ اس مرتبہ کو حاصل کرنے کے لیے اسباب کا وسیلہ و ذریعہ ضروری ہے اور ان کا سب سے بڑا وسیلہ اور ذریعہ
ہر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہنا ہے یہاں تک کہ مفتح الابواب دروازہ کھولے۔

تفسیر عالمانہ:۔ افلم یسیروا۔ ہمزہ استفہام توبیخیہ اور فاء کا عطف فعل مقدر اقعدوا
پر ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ کیا تمہاری قوم قریش بیٹھی ہوئی ہے سیر اور سفر نہیں کرتی
فی الارض۔ عاد وثمود کے علاقوں میں فینظروا۔ تو دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔ یہ استفہام کا جواب ہے تاکہ
انہیں معلوم ہو۔ کیف کان۔ کیسے ہے۔ عاقبة الذین من قبلھم۔ ان لوگوں کا انجام جو ان سے پہلے تباہ
ہونے والی امتوں کا ہوا یعنی یہ زمین کے اطراف میں جا کر شام ویمن کا حال دیکھ کر سابقہ امم مکذبین کے برباد ہونے
والوں کی تباہی اور انجام کو آنکھوں سے دیکھیں۔ ان کے حالات کی تفصیل خود بتائی کہ کما نوا اکثر منہم۔ اکثر

---

[1] روح البیان صفحہ ۲۱۹ ج ۷

گنتی کے لحاظ سے ان سے یعنی تمہاری قوم قریش سے زیادہ تھی اور وہ قوت کے لحاظ سے زیادہ سخت ابدان وعدد میں بہت زیادہ تھے۔ وآثارا فی الارض۔ اور زمین میں ان کے نشانات دیکھیں جو ان کے بعد بچ گئے ہیں مکانات اور محلات (بنگلے کوٹھیاں اور مصانع یعنی حوض وغیرہ۔ مصانع مصنعہ (بفتح النون وضمہا) کی جمع وہ جگہ جہاں پانی جمع کیا جائے جیسے حوض وغیرہ جسے محرمیج کیا جاتا ہے جسے غلطی سے ترک (عوام) صارنیج کہتے ہیں اور اکثر اہل عرب پانی کی قلت کی وجہ سے ایسے حوضوں کے محتاج تھے کیونکہ یہاں نہ نہریں ہیں اور نہ کنوئیں۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آثار الارض سے ان کی طویل مراد ہے بعض نے کہا ان کے زمین پر قدموں کے نشانات بتاتے ہیں کہ اجسام کتنے موٹے تھے۔

حکایت: حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فرمایا کہ قوم یونس کے چند افراد اندلس میں ۵۸۵ھ میں جمع ہوئے ہیں نے ان کے ایک قدم کے نشان کو ناپا تو تین بالشت اور دو تہائی تھا اس سے اندازہ لگائیں کہ ان کے قد و دیگر جسم کی ضخامت کتنا ہوگی۔

تفسیر عالمانہ: فما اغنی عنہم۔

حل لغات: اہل عرب کہتے ہیں کہ اغنیٰ عنہ کذا یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی شے کسی کو کفایت کر جائے اور اسے نفع دے۔ جب وہ عن سے متعدی ہو تو بیک مفعول مستعمل ہوگا جیسا کہ گزرا اب معنیٰ یہ ہوا کہ ان سے نہ دفع کر سکا نہ انہیں نفع دے سکا۔ ما کانوا یکسبون۔ وہ جو عمل کرتے یعنی ان کے کسب یا مکسوب از قسم اموال و اولاد و ترتیب العساکر جب انہیں اس بڑی طاقت نے فائدہ نہ دیا تو انہیں خیبت و خسارہ کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا جب ان بڑی طاقت والوں کا یہ حال ہے تو ان غریبوں، مسکینوں کے حال کا خود اندازہ لگائیے۔

فائدہ: یہ بھی جائز ہے کہ پہلا ما استفہامیہ ہو بمعنی ای شئ انہیں عذاب سے کون سی شے بچائے گی اور دوسرا بہر دونوں تقدیروں پر اغنیٰ کا فاعل ہو گا اور یہ فاء بیانیہ ہو گی یعنی ان کی کثرت و شدت قوت اور کسب و فرت کے باوجود جو ان کے گمان میں بچاؤ کے بہترین اسباب تھے لیکن پھر بھی ان کا انجام برباد ہوا۔ خلاصہ یہ کہ ان کے اسباب انہیں کوئی فائدہ نہ دے سکے بلکہ ان کی غرض و مطلوب کے برعکس ہوا یہ ایسے ہے جیسے تم کہتے ہو وعظتہ فلم یتعظ۔ میں نے اسے نصیحت کی لیکن اس نے قبول نہ کیا یعنی وعظ کے فائدہ کا ترتب عدم اتعاظ ہے۔ حالانکہ اس سے ایسی توقع نہ تھی۔

فلما جاءتہم رسلہم بالبینات ۔جب ہمارے رسل کرام ان کے ہاں معجزات اور دلالات واضحہ لے آئے۔ یہ فاء تفسیریہ ہے اور عدم اغنا کے اجمال و ابہام کی تفصیل ہے۔ یہ فاء تفسیریہ تعقیبیہ کہلاتی

ہے کیونکہ تفسیر مفسر کے بعد واقع ہوتی ہے۔ ایسی فاء کے مطابق مفسرین نے بہت طویل بحثیں کی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ ابہام کے بعد اور اجمال کے بعد تفصیل کے موقع پر واقع ہوتی ہے۔

و فرحوا بما عندھم من العلم۔ اور وہ اپنے علم پر اس طریق سے خوش تھے جیسے دوسرے مقام پر فرمایا۔ **کل حزب بما لدیھم فرحون** (ہر گروہ اپنے نظریات سے خوش ہے) یعنی اُنہوں نے اپنی اُن کا سودائیوں سے خوشی کا اظہار کیا اور انبیاء علیہم السلام کے علوم کی تحقیر کی اور یہاں علم سے اُن کے ٹیڑھے عقائد اور اوہام باطلہ مراد ہیں۔ مثلاً کہتے نہ ہم مرنے کے بعد اُٹھیں گے اور نہ ہی ہمیں عذاب ہوگا اور نہ ہی قیامت قائم ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

سوال: جو واقع کے مطابق نہ ہو اسے جہل کہا جاتا ہے۔ یہاں ان کے باطل عقائد کو علم سے کیوں تعبیر کیا گیا ہے۔

جواب: ان کے جہل کو علم سے تعبیر کرنا تہکم واستہزاء ہے۔ علاوہ ازیں وہ جو کہ ان عقائد باطلہ کو علم سمجھتے تھے ان کے گمان فاسد کی بناء پر اسے علم سے تعبیر کیا گیا ہے نہ یہ کہ وہ واقعی علم ہے یا اس سے علم الصنائع والتنجیم والطبائع مراد ہے۔ اور علم الطبائع فلاسفہ کا علم ہے اس لیے کہ فلاسفر انبیاء علیہم السلام کے علوم کی تحقیر کرتے ہیں اور اپنے نظریات کو عقل سے ثابت کر کے کہتے کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں ہمیں کسی ہادی کی ضرورت نہیں جیسے سقراط نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ ہم مہذب لوگ ہیں ہمیں کسی دوسرے کی تہذیب کی ضرورت نہیں۔

حضرت مغربی قدس سرہٗ نے کہا ؎

علم بے دیناں رہا کن جہل را حکمت مخواں
از خیالات و ظنون اہل یونان دم مزن

ترجمہ: بے دینوں کا علم چھوڑ جہل کو حکیم نہ کہہ اور اہل یونان کے خیالات و ظنون پر دم نہ مار۔

لطیفہ: ابوجہل کو جاہلیت کے لوگ ابو الحکم کہا کرتے کیونکہ وہ سمجھتے کہ وہ بڑا عالم اور صاحب حکمت ہے لیکن اسے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوجہل کہا اس لیے اسے اگر حقیقت کا علم ہوتا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا۔

حضرت حافظ قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

سرائے و مدرسہ و بحث علم و طاق رواق
چہ سود چوں دل دانا و چشم بینا نیست

ترجمہ: سرائے اور مدرسہ اور علم کی بحث اور طاق رواق کا کیا فائدہ۔ جب دل دانا اور چشم بینا نہ ہو۔

Scanned with CamScanner

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ علم سے معقولات و مخیلات و موہوماتِ مراد ہیں۔ اور جائز ہے کہ عندھم کی ضمیر رسل کرام علیہم السلام کی طرف راجع ہو اور علم سے وہی علم مراد ہے جسے رسل کرام علیہم السلام نے ظاہر فرمایا۔ اور فرح الکفار سے ان کی تضحیک و استہزاء مراد ہو اس کی تائید و حاق بھم ما کانوا بہ یستھزءون اور انہیں وہ محیط ہو گیا جو اس کے ساتھ استہزاء کرتے تھے یعنی کفار پر نازل ہوا اور پہنچا ان پر ان کا انبیاء علیہم السلام کے ساتھ استہزاء ان کے علوم کے استحقار کا وبال اور جس عذاب کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی اس سے نہ بچ سکے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو عاجز کر سکے جیسا کہ ان کا خیال تھا کہ ہم اپنی مراد میں کامیاب ہو جائیں گے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

از دہان کرد کرد وز تسخر بخواند
مر محمد را دہانش کژ بماند
باز آمد کای محمد عفو کن
اے ترا الطاف و علم من لدن
من ترا افسوس می کردم زجہل
من بدم افسوس را منسوب و اہل
چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکان برد
پس سپاس اورا کہ مارا در جہان
کرد پیدا از پس پیشینیان
تا شنیدم آں سیاستہائے حق
بر قرون ماضیہ اندر سبق

ترجمہ: ۱۔ منہ ٹیڑھا کر کے ٹھٹھا مول کیا حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تو اس کا چہرہ ٹیڑھا ہو گیا۔

۲۔ پھر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے اللہ کے رسول مجھے معاف فرمایئے آپ تو بحرِ لطف اور علم لدن کے مالک ہیں۔

۳۔ میں نے آپ سے جہالت سے مسخری کی ہیں تو افسوس اور ننا اہل سے منسوب ہوں۔

۴۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کا پردہ چاک کرتا ہے تو اس کا میلان پاک لوگوں پر طعنہ کی طرف ہو جاتا ہے۔

۵۔ پس اس کا شکر کہ ہمیں گزشتہ لوگوں کی پیروی میں لگا دیا۔

۶۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات میں سے سنا ہے کہ گزشتہ لوگوں کے حالات سے سبق حاصل کرو۔

Scanned with CamScanner

تا کہ ما از حالِ آن گرگان پیش
ہمچو روبہ پاس خود داریم بیش
اُمتِ مرحومہ زین رو خواند مان
آن رسولِ حق و صادق در بیان
استخوان و پشمِ آن گرگان عیان
بنگرید و پند گیرید ای مہان
عاقل از سر بنہد این ہستی و باد
چون شنید انجامِ فرعونان و عاد
ورنہ بنہد دیگران از حالِ اُو
عبرتی گیرند از اضلالِ اُو

ترجمہ :۔ ہم گزشتہ لوگوں میں بھیڑیوں سے سبق سیکھیں کہ خود کو دنیا میں لومڑی کی طرح کمزور ہو کر رہیں۔
۲ :۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اُمتِ مرحومہ اس لیے کہا جسے رسولِ صادق و مصدوق نے بیان فرمایا ہے۔
۳ :۔ ان بھیڑیوں کی ہڈیاں اور اُون تا حال موجود ہیں۔ اے سردارو انہیں دیکھ کر نصیحت حاصل کرو۔
۴ :۔ دانا اپنے سر سے ہستی کا خیال ختم کر ڈالتا ہے جب وہ فرعون اور عاد کا انجام سنتا ہے۔
۵ :۔ ورنہ دوسرا اس کے حال سے اپنی اصلاح کرے گا اس کی گمراہی سے دوسرے عبرت حاصل کریں گے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے اس علم کی توفیق کی درخواست کرتے ہیں جو تحقیق تک پہنچائے۔ (آمین)

ے

نتوان بقیل و قال از اربابِ حال شد
منعم نمی شود کسے از گفتگوئے گنج

ترجمہ :۔ قیل و قال سے اربابِ حال نہیں ہو سکتا اور نہ ہی باتوں سے کوئی خزانہ پا سکتا ہے۔

سبق :۔ حق کی فرمانبرداری اور عمل کی جد و جہد ضروری ہے ے

در علمِ محققان جدل نیست
از علم مراد جز عمل نیست

ترجمہ :۔ محققین کے علم میں جدل نہیں علم مراد گویا ناسوائے عمل کے نہیں ہو سکتا۔

حکایت :۔ الروض میں ہے کہ حجاج بن یوسف ظالم حج کے موقع پر حضرت سعید بن المسیب کے پہلو میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے دیکھا حجاج امام سے پہلے سر اُٹھاتا اور سجدے میں اس سے پہلے سر کو رکھ دیتا

Scanned with CamScanner

تھا۔ جب حضرت سعید نماز سے فارغ ہوئے تو حجاج کا کپڑا پکڑ لیا۔ وہ بھی نماز سے فارغ ہو چکا تھا۔ آپ نے اس پر جوتا مارنے کو اٹھا کر فرمایا اے سارق اے خائن تو ایسی غلط نماز پڑھتا ہے صرف تیرا مقصد چہرے کو مٹی پر مارنا ہے اور بس۔ حج سے فراغت کے بعد حجاج شام کو واپس گیا تو اسے خلیفۂ وقت نے مدینہ طیبہ کا گورنر بنا کر بھیجا تو اس نے مسجد نبوی شریف میں آتے ہی حضرت سعید بن المسیب کی مجلس میں حاضری دی اور عرض کی کہ آپ ہی نے مجھے ایسے ایسے کہا تھا۔ آپ نے فرمایا ہاں میں نے کہا تھا۔ عرض کی اللہ تعالیٰ آپ کو تعلیم و تادیب کی جزائے خیر عطا فرمائے اس لیے اس کے بعد میں نے جب بھی نماز پڑھی تو آپ کی تعلیم و تادیب مجھے یاد آجاتی تھی۔

سبق:۔ علم کے تقاضا پر عمل ضروری ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ فلما رأوا۔ پس جب امم سابقہ مکذبہ نے دیکھا باسنا۔ دنیا میں ہمارا سخت عذاب اور خسارے اور گھاٹے کی ذلت میں پڑے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا بعذاب بئیس۔ سخت عذاب۔ قالوا۔ اضطراب میں آکر کہنے لگے امنا باللہ وحدہ۔ ہم اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لے آئے۔ وکفرنا بما کنا بہ۔ اور ان سے ہمارا انکار ہے۔ ان پر ایمان لاتے سے ان کی مراد ان کے بت ہیں۔ مشرکین۔ مشرک یعنی ان کے ساتھ جو ہمارا ایمان تھا وہ انھیں ہم شریک کرتے تھے۔ اب ہم ان سے بیزار ہیں۔

فائدہ:۔ یہ ماء تعقیب کی ہے مابعد کو ماقبل کے تابع کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ مابعد نے ماقبل کے بعد آنا ہے اس لیے فلما جاءتھم الخ کا مضمون بعینہٖ وہی ہے جو انھم کفروا الخ کا ہے۔ تمام مضمون بمنزلہ فکفروا فلم یک ینفعھم ایمانھم۔ تو انھیں اللہ کی وحدانیت کی تصدیق نے فائدہ نہ دیا کیونکہ ان کی یہ تصدیق اضطراری تھی۔ فکفروا ثم رأوا باسنا امنوا کے ہے۔ فلم یک۔ دراصل لم یکن تھا۔ نون محذوف ہوا بوجہ کثرت استعمال کے

ترکیب:۔ ایمانھم۔ لم یک کا اسم و ینفعھم اس کی خبر مقدم ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایمانھم ینفعھم کا فاعل اور کان کا اسم ضمیر ہے جو اس میں مستتر ہے۔

فلما رأوا باسنا: جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا اور جب وہ ان پر واقع ہو گیا اس لیے کہ اس وقت ان کی قبولیت ایمان ممتنع ہو گیا تھا اور یہ امتناع عادی کہلاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سنۃ اللہ الخ اس لیے کہ معائنہ عذاب کے وقت تکلیف (زمانہ آزمائش) ختم ہو جاتی ہے اس لیے کہ ایمان تکلیف کا قابل قبول ہے نہ کہ بوقت یاس (ناامیدی) کے۔

Scanned with CamScanner

فائدہ: ان کے لیے امتناع قبولیت اس لیے ہو گیا کہ انھوں نے مامورہ کے وقت کو ضائع کر دیا اس لیے لم یک معنی لم یصح و لم یستقم کیا گیا ہے اور یہ لم ینفعھم سے زیادہ بلیغ ہے۔ اس کا امنوا پر عطف ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ وہ ایمان لائے لیکن انھیں ایمان نے نفع نہ دیا کیونکہ ان کا یہ ایمان اضطراری تھا اور بارگاہِ حق میں اختیاری ایمان قابل قبول ہے۔ ایمان اختیاری انسان کی اپنی قدرت اور اختیار سے ہوتا ہے۔ جب اس نے عذاب کو دیکھا تو اب اس کا اختیار باقی جملہ امورسے مسلوب ہو گیا۔ تو اب اسے سوائے ایمان کے اور کوئی اختیار نہ رہا اور ایسا ایمان ناقابل قبول ہے۔ جب اسے ایمان نے دنیا میں فائدہ نہ دیا تو آخرت میں بھی کوئی فائدہ نہ دے گا۔

سنة الله التی قد خلت فی عباده۔ اللہ تعالیٰ کا طریقہ جو پہلے اس کے بندوں میں گزرا۔

حل لغات: سنة مصادر مؤکدہ سے ہے۔ خلت خلو سے ہے زمان و مکان ہر دونوں کے لیے مستعمل ہوتا ہے لیکن زمانہ گزشتہ چونکہ تصور میں آسکتا ہے اسی لیے یہ صرف زمانہ گزشتہ میں مستعمل ہوتا ہے مثلاً کہا جائے گا خلا الزمان بمعنی مضٰی و ذھب۔ اب آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ کا سابقہ زمانہ میں بھی یہی طریقہ رہا کہ جو بوقت یاس (ناامیدی موت کے وقت) ایمان قبول نہیں کرتا۔ نیز سنة الله کو منصوب پڑھنا جائز ہے یہ تحذیر کے قبیل سے ہو گا۔ اصل احذروا سنة الله الخ تھا یعنی اللہ تعالیٰ کے اس طریقہ سے ڈرو جو اس نے سابقہ امتوں کے مکذبین کے ساتھ کیا۔ یہاں سنت کا معنیٰ طریقہ اور عادت جاری مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا طریقہ جو حکمت پر مبنی ہے۔ وخسر ھنالك الكفرون۔ ھنالك اسم مکان ہے اور اصل یہ اس اسم مکان کے لیے وضع کیا گیا ہے جس کی طرف اشارہ کیا جائے لیکن یہاں پر استعارہ کے طور اسم زمان کے لیے مستعمل ہے اس لیے کہ یہ لما راوا باسنا کے مدلول کی طرف اشارہ ہے اور لما زمانہ کے لیے ہے تو ثابت ہوا کہ یہاں ھنالك زمانہ کے لیے مستعمل ہے بوجہ اسم مکان کے ساتھ ظرف میں مشابہ ہونے کے۔ اب بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما معنیٰ یہ ہوا کہ وحدانیت الٰہیہ کے کفر کرنے والے یاس و عذاب کے دیکھنے کے وقت ہلاک ہوئے۔

فائدہ: زجاج فرماتے ہیں کہ کافر ہر وقت خسارے میں ہے لیکن اس کا ظہور اس وقت ہو گا جب عذاب دیکھے گا کیونکہ اس وقت اس کی فلاح کی امید ختم ہو جائے گی۔

فائدہ: یہاں خسر ھنالك المبطلون نہیں فرمایا جیسے پہلے فرمایا ہے اس لیے کہ اس کا اتصال ایمان سے ہے اور ایمان کی نقیض کفر[1] ہے یعنی یہاں الکفرون کا موقعہ حسن ہے جیسے یہاں مبطلون کہنا حسن تھا اس کے اسرار ہم نے اس کے موقعہ پر بیان کر دیئے ہیں۔

مسئلہ: ایمان یاس و یاس کے لیے تفصیل ہے میں تمھیں اس کا بیان سناتا ہوں۔

---

[1] برہان القرآن۔

قصیدۃ الامالی میں ہے ؎

و ما ایمان شخص حال یاس
بمقبول لفقد الامتثال

ترجمہ: یاس کے وقت انسان کا ایمان ناقابلِ قبول ہے اس لیے امتثال کا وقت ختم ہوگیا۔

فائدہ: باس (بالباء الموحدہ و سکون الہمزہ) کہا یاس (بالیاء المثناۃ) نہیں کہا تاکہ لما رأوا باسنا۔ کے موافق ہو۔ ویسے باس یاس کو بھی مشتمل ہے اس لیے باس کا لغوی معنیٰ ہے شدۃ و مضرۃ اور حال الباس وہ وقت ہے جب عذاب نظر آئے اور وعدہ و وعید کی خبروں کا انکشاف ہو جائے اور حال الیاس غرغرہ کا وہ وقت جب انسان کے حواس و قویٰ جواب دے جائیں اور دار آخرت کے احکام کا آغاز ہو جائے۔ حال باس میں ایمان و توبہ کا کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلم یك ینفعھم۔ رحمت کی امید کا بھی ایک وقت ہے جب وہ نکل گیا اس کے بعد امید رکھنا بے سود ہے کیونکہ اس کی فرمانبرداری قبول کرنا اضطراری ہے یہ ایمان اختیاری نہ ہوگا بلکہ اضطراری ہوگا مثلاً جب سورج مغرب سے طلوع کرے گا اُس وقت توبہ اور ایمان قابلِ قبول نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ ایمان اضطراری ہے اختیاری نہیں کیونکہ اس وقت ایمان اس لیے قبول کر رہا ہے کہ عذاب سے بچ جائے یہ ایسے ہے کہ اگر عذاب سے بچ گیا تو پھر اپنی حالت پر عود کرے گا۔

مسئلہ: علماء کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ایمان اس ارادہ سے قبول کرے یا طاعت اس نیت سے کرے کہ یہ مجھے عذاب سے بچائیں گے تو ایسا ایمان و طاعت غیر مقبول ہیں بلکہ ایمان و طاعت اس ارادہ پر ہو کہ ایمان و طاعت فی نفسہٖ اچھے ہیں اسی لیے قابلِ قبول ہیں۔

مسئلہ: ثواب کے حصول اور عذاب سے بچنے کی نیت پر طاعت کی رغبت ناقابلِ قبول ہے۔[1]

مثنوی شریف میں ہے ؎

آں ندامت از نتیجہ رنج بود
نے ز عقل روشن چوں گنج بود
چونکہ شد رنج آں ندامت شد عدم
می نیرزد خاک آں توبہ ندم

ترجمہ: ندامت رنج کے نتیجہ سے ہوتی ہے عقل روشن کے بغیر خزانہ کہاں سے حاصل ہوگا۔

۲: جب رنج گئی تو ندامت بھی ختم۔ مٹی ہو جائے گی ایسی توبہ و ندامت۔

---

[1] حواشی الشیخ فی سورۃ الانعام ۱۲۔

Scanned with CamScanner

می کند او توبہ و پیر خرد
بانگ لو ردوا لعادوا می زند

ترجمہ: پیر خرد توبہ کرتا ہے لیکن (لو رُدُّوا لعادوا) اگر لوٹے جائیں تو لوٹ آئیں گے کا آواز مارتا ہے۔

مسئلہ: دنیوی وعید اور اخروی وعید کے ظہور کے وقت ایمان و توبہ کا کوئی فائدہ نہیں اس لیے کہ آخرت کے احکام کا ظہور آخرت کے حکم میں ہے اسی لیے حدیث میں ہے **من مات فقد قامت قیامۃ** جو مرا اس کے لیے قیامت قائم ہو گئی۔ اس لیے کہ موت کا زمانہ دنیا کا آخری اور آخرت کا ابتدائی زمانہ ہے اس معنیٰ پر اس کا مرنا آخرت کے زمانہ سے متصل ہے اس لیے اس کا حکم آخرت کے زمانہ کے حکم میں ہوگا یہی وجہ ہے کہ فرعون جیسوں کا بوقت غرق ایمان لانا ناقابل قبول ہوا۔ اسی لیے اس کا ظہور اس وقت ہوا جب احوال و احکام آخرت کا دور شروع ہو چکا تھا اور دنیا کے عذاب کا ظہور بمنزلہ آخرت کے عذاب کے ظہور کا ہے۔ حال ایاس جیسے غرغرہ (سکرات الموت) کے وقت کا ایمان ناقابل قبول ہے۔ فرعون کا غرق ہونے کے وقت ایمان لانا اگرچہ قبل الغرغرہ تھا۔ لیکن چونکہ عذاب میں مبتلا ہو چکا تھا اسی لیے اس کا ایمان قابل قبول نہ ہوا۔ اسے خوب سمجھ لے کیونکہ اس مسئلہ میں بہت سے لوگوں کے قدم ڈگمگا گئے۔

مسئلہ: ایمان ایاس (بالیاء المثناۃ التحتانیہ) یہ احوال الآخرت کے مشاہدہ کے وقت ایمان لانا ہے جو کہ غرغرہ یعنی روح کے جسم سے نکلنے کے وقت ہوتا ہے۔ کتب فتاویٰ میں ہے کہ یہ ایمان بھی ناقابل قبول ہے۔

مسئلہ: سکرات (غرغرہ) کے وقت گناہوں سے توبہ قابلِ قبول ہے یہی مختار ہے[1] اس لیے کہ کافر اجنبی اور اللہ تعالیٰ کو نہیں جانتا وہ اپنے ایمان کی ابتدا کر رہا ہے فلہذا ناقابلِ قبول ہے اور فاسق اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے اور یہ اپنے ایمان کی بقاء میں باقی ہے اور بقاء و ابتداء میں فرق ہے۔

مثال عجیب: ایمان ایاس اس درخت کی مثال ہے جسے ایسے موسم میں بویا جائے جس کی نشوونما کا وقت نہیں اور فاسق کی مثال اس درخت کی ہے کہ درخت پہلے سے ہے لیکن سردی سے اس کے پتے جھڑ گئے ہیں لیکن اب موسم بہار میں اس کے پھل لگنے کی امید کی جا سکتی ہے۔

مسئلہ: مطلقاً توبہ کی قبولیت کی دلیل آیت **وھو الذی یقبل التوبۃ** (وہ اللہ جو توبہ قبول کرتا ہے) لیکن یہ دوسری آیت **ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات اذا حضر احدھم**

---

[1] ہدیۃ المہدیین ۱۲

Scanned with CamScanner

الموت قال انی تبت الآن (ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں جو لوگ بُرے عمل کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جب ان پر موت آتی ہے تو کہتے ہیں میں نے ابھی توبہ کی) کے مخالف ہے۔ اس کی تفسیر میں بغوی نے لکھا کہ گنہگاروں کی توبہ اور نہ کافر کا ایمان قابل قبول ہے جب یقین ہو جائے کہ موت آگئی۔

فائدہ: اس سے مراد یہ ہے کہ جب موت جھانکے اور غرغرہ (سکرات) شروع ہو جائے ورنہ محققین کہتے ہیں کہ جب موت قریب ہو تو اس وقت قبولیت سے کوئی شے مانع نہیں۔ ہاں جب احوال آخرت کا سامنا آ جائے تو پھر توبہ قبول نہیں کیونکہ اُس وقت سے اضطرار اً اللہ تعالیٰ کا علم ہوا ہے[1]۔

فائدہ: قرب الموت تیقن موت کے منافی نہیں کیونکہ موت سے پہلے اسباب و آثار کا ظہور ہوا کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترك خیر الوصیۃ (الآیۃ) تمہارے اوپر وصیت فرض ہے کہ جب موت آئے اگر مال چھوڑے) اس سے بھی موت کے اسباب و آثار مراد ہیں مثلاً بیماری میں مبتلا ہونا وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ جب موت کی کشمکش میں ہوتا ہے اُس وقت وصیت کا کیا معنیٰ۔

حکایت: ہماری دلیل حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وصیت بھی ہے کہ جب آپ نے موت کے آثار دیکھے تو اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا بیٹے جو مال و دولت جمع کرتا ہے تو وہ ایسا ہے جیسے کسی کا اللہ تعالیٰ ناک کاٹ دے اس کے بعد فرمایا مجھے بیت المال کی طرف لے چلو وہاں جا کر لوہے کے زنجیر گلے میں اور بیڑیاں پاؤں میں ڈال لیں پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ توبہ کا میدان وسیع ہے جب تک انسان کو سکرات گھیر نہ لے۔ یہ کہہ کر قبلہ رُخ ہو کر کہا "اے اللہ تم نے ہمیں حکم فرمایا ہم نے اس کی خلاف ورزی کی۔ بہت سے اُمور سے روکا۔ ہم ان کے مرتکب ہوئے۔ یا اللہ یہ پناہ لینے والوں کا مقام ہے اگر تو معاف کر دے تو معافی دینے کا اہل ہے اگر تو سزا دے تو اس کا میں مستحق ہوں۔ لا الٰہ الا انت سبحانك انی کنت من الظلمین کہہ کر فوت ہو گئے اور وہ لوہے کی بیڑیاں اور زنجیر بدستور ان کے گلے اور پاؤں میں تھے۔ (جنہیں بعد کو اتار لیا گیا) حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرت عمرو بن العاص کی کارروائی کا علم ہوا تو فرمایا شیخ نے اُس وقت مانا جب اسے موت کا یقین ہوا۔ اُمید ہے اسے یہ طریقہ نفع دے گا۔

نکتہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے لفظ اُمید سے فیصلہ فرمایا اس لیے کسی کے بارے یقینی خبر نہیں دی جا سکتی یہی علم الارشاد کا قاعدہ ہے جیسا کہ حکایت ذیل والا سمجھ گئی ہے۔

حکایت: حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ جو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رضاعی بھائی تھا کا وصال ہوا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں غسل، کفنانے کے بعد دونوں آنکھوں کے درمیان

---

[1] حواشی ابن الشیخ فی سورۃ النساء ۱۲

بوسے کر دیئے۔ یہ حال دیکھ کر ان کی زوجہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے کہا طبت هنيئاً لك الجنة يا ابا السائب۔ تمھیں مبارک ہو اے ابو سائب اللہ تعالیٰ تمھیں جنت عطا فرمائے گا۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی کی طرف ناراضگی سے دیکھ فرمایا تمھیں کیسے معلوم ہوا عرض کی انھوں نے آپ کو مانا اور آپ کی رفاقت میں ہے آپ نے فرمایا وما ادری ما يفعل بی ولا بکم۔ مجھے کیا معلوم کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا اس سے لوگ گھبرا گئے اور عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خوف زدہ ہوئے (یہ حدیث پاک ابتدائی زمانہ (مکی زندگی) کا ہے اس سے عوام کے ذہنوں سے وہ خیال دور کرنا مطلوب تھا جو دوسرے کے سہارے اعمال صالحہ کی پرواہ نہیں کرتا اور پھر یہ حدیث بمطابق آیت ما ادری ما يفعل بی ولا بکم (سورہ احقاف رکوع اول) آیت انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم وما تاخر الخ سے منسوخ ہو گئی (تفصیل کے لیے فقیر کی کتاب احسن التحریر) میں ہے[1]۔

نکتہ:۔ موت کی کشمکش کے وقت ایمان قابل قبول اس لیے نہیں کہ ہم ایمان غیبی کے لیے مامور ہیں چنانچہ فرمایا يؤمنون بالغيب، چونکہ موت کا وقت غیب کے بجائے عیاں ہو جاتا ہے اسی لیے اُس وقت کا ایمان قابل قبول نہیں۔ علاوہ ازیں ہر مومن عاصی موت کے وقت ندامت کا اظہار کرتا ہے اور حدیث شریف میں ہے ان التائب من الذنب کمن لا ذنب له[2]۔ بیشک گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اس کا کوئی گناہ نہیں۔ اگر اس وقت کی توبہ قابل قبول ہو تو پھر کوئی مومن بھی دوزخ میں نہ جائے۔ حالانکہ بعض اہل ایمان دوزخ میں جائیں گے۔

توبہ کا معنیٰ:۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ توبہ یہ ہے انسان اس فعل پر دوبارہ عود نہ کرے اور اس عزم پر پختہ یقین رکھے لیکن یہ اس کے غالب گمان پر ہے لیکن یہ اس کے خلاف جو آمدی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جب کسی پر موت جھانکے یعنی موت کا وقت قریب ہو جائے تو اب اپنے کیے پر ندامت کرے تو ایسی توبہ اہل اسلام کے نزدیک بالاتفاق قبول ہے اگرچہ اسے اس کے دوبارہ عمل کرنے کا تصور بھی نہ ہو کیونکہ اب ایسا تصور ختم ہے یہ اس عمومی قاعدہ توبہ سے مستثنیٰ ہے کیونکہ عموماً اسے کہتے ہیں کہ ماضی میں جو کام کئے اس سے ندامت اور اب ایسے ترک کر رہا ہے اور مستقبل میں اسے عمل میں نہیں لائے گا[3]۔ هو الذی يقبل التوبة کے اطلاق کا جواب ہے کہ یہ آیت وليست التوبة ازالهم وهم۔ (الآیہ) سے اور حدیث ان الله يقبل التوبة ما لم يغرغر[4] (بیشک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے یہاں تک کہ سکرات شروع ہو) سے مقید ہے۔

---

[1] اضافہ اویسی غفرلہ ۱۲ [2] شرح العقائد علوی و سنان آفندی رحمۃ اللہ علیہ [3] اخرج الترمذی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما

مسئلہ: اور یہ مومن و کافر ہر دونوں کی توبہ کو شامل ہے۔ خلاصہ یہ زمانہ یاس کی توبہ از کفر اور توبہ فسق قبول نہیں ہاں اگر یاس سے پہلے اگرچہ تھوڑی دیر بھی تو یہ قبول ہے یہ اپنے گنہ گار بندوں پر اس کی رحمت ہے۔

فائدہ: احتضار یعنی غرغرہ کا وقت یعنی رُوح کے جسم سے نکلنے کا وقت نہ کہ اوائل موت کا حضور اور اس کی علامات کے ظہور کا وقت یہی حالۃ الناس (بابا الموحدہ) کا حال ہے۔

سوال: حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا جس نے کہا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوچھنے پر کہا کہ اس نے دل سے نہیں پڑھا تھا آپ نے فرمایا ھل شققت قلبہ۔ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ مضطر و مکرہ کا ایمان قابلِ قبول اور صحیح ہے۔

جواب: صاحب رُوح البیان رحمہ اللہ نے جو جواب دیا ہے وہ اہلسنت کے مسلک کا مؤید ہے فرمایا:

لعلہ علیہ السلام اطلع بنور النبوہ علی ایمان ذالک المقتول بخصوصہ
(روح البیان صفحہ ۲۲۲ ج ۷)

ترجمہ: اُمید ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوت کے نور سے مقتول کا ایمان معلوم فرمایا تھا۔

اسی لیے وہی فرمایا جو اُوپر مذکور رہا۔ (العلم عند اللہ المتعال)

مسئلہ: امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایمان الیاس (بالمثناہ) قبول اور صحیح ہے۔ یہ بھی ان سے منقول ہے کہ موت کے یقین ہو جانے کے بعد ایمان لانا مقبول ہے اگرچہ اس کے ایمان پر کوئی دلیل نہ بھی ہو اسی لیے فرعون کا ایمان مردود ہے کہ اس کے لیے نص میں وارد ہے کہ الآن وقد عصیت من قبل ابھی ایمان لا رہا ہے حالانکہ اس سے قبل تو نافرمان رہا۔ امام مالک ایمان یاس اس لیے مقبول فرماتے ہیں کہ اس گھڑی کے ایمان کے مردود ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔

ردّ مذہب مالکی: یہ مذہب ناقابلِ قبول ہے کیونکہ اس میں مکمل ضعف موجود ہے اور اسے امام مالک کی طرف منسوب کرنا بھی خطاء سے خالی نہیں جیسا کہ مخفی نہیں۔

خاتمہ بحث: یہاں پر مجھے بھی جمع و ترتیب اور ترجیح و تہذیب کی توفیق نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں اپنے اور تمہارے لیے کہ وہ ہمیں ایمان کی قوت بخشے اور عیان و ایقان

کے زیورات سے سنگارے اور ہمیں خیر و حسنی پر موت دے اور رضوان و قرب کی خوشخبری سے نوازے اور ہمیں اپنی بہشت کی طرف اُڑنے والوں اور اپنے قریب آنے والوں اور اپنے خطاب کے لائق بنائے۔ آمین بحرمۃ الحوامیم اور ان اسرار کے صدقے جو ان میں ہیں۔

صاحب رُوح البیان کی تاریخ اختتام سورۃ المومن:۔ صاحب رُوح البیان نے فرمایا کہ ختم المومن ہفتہ کے دن ۲۸ ذیقعدہ شریف ۱۱۱۲ھ میں ختم ہوئی۔

تاریخ اختتام ترجمہ:۔ فقیر اویسی غفرلہٗ نے اس سورۃ کے ترجمہ سے ۱۸ جمادی الآخرہ ۱۴۰۶ھ بروز جمعہ قبل صلوٰۃ العصر فراغت پائی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

Scanned with CamScanner

سورۃ حٰمٓ

ایاتها ۵۴	(نمبر ۴۱) سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ (عدد نزول ۶۱)	رکوعاتها ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

حٰمٓ ○ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ
اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ
اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ○ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا
تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ
اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ○ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ
وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ○
الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ○

سورۃ السجدۃ مکی ہے اس میں ۶ رکوع ۵۴ آیات ۷۹۶، کلمات ۳۲۹۵ حروف ہیں ۔ (مخزن)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

ترجمہ: یہ اتارا ہے بڑے رحم والے مہربان کا ایک کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل فرمائی گئیں ۔ عربی قرآن عقل والوں کے لیے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا تو ان میں اکثر نے منہ پھیرا تو وہ سنتے ہی نہیں اور بولے ہمارے دل غلاف میں ہیں اس بات سے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور ہمارے کانوں میں ٹینٹ ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان روک ہے تو تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کرتے ہیں تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تمہیں جیسا ہوں ۔ مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اس کے حضور سیدھے رہو اور اس سے معافی مانگو اور خرابی ہے شرک والوں کو وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے بے انتہا ثواب ہے ۔

Scanned with CamScanner

تفسیر عالمانہ:- حمٓ ۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ دراصل ھذہ السورۃ الخ یعنی یہ وہ سورت ہے جس کا نام حمٓ ہے اسے کتاب اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ کتاب الٰہی کا جز ہے اور کل بول کر جز مراد لینا جائز ہے۔

فائدہ:- بعض نے کہا حمٓ قرآن کا نام ہے اس معنی پر کتاب پر اس کا اطلاق حقیقی ہوگا۔ اسے حمٓ سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ حُمَّ بضم الحاء وتشدید المیم بمعنی ماھو کائن ہے (کذا قال سھل قدس سرہٗ) یعنی جو لائق ہونے کے ہے وہ میں ہوں اور جو کرنے کے لائق ہے وہ میں نے کیا اور جو ہٹانے کے لائق ہے اسے میں نے ہٹایا اور جو برگزیدہ بنانے کے لائق ہے اسے میں نے برگزیدہ بنایا۔ اور جو قبول کرنے کے لائق ہے اسے میں نے قبول کیا اور جو اُٹھانے کے لائق ہے اسے میں نے اُٹھایا جو گرانے کے لائق ہے اسے میں نے گرایا جو چاہنے کے لائق ہے اسے میں نے چاہا اور جسے میں نے پسند کیا اسے دیکھتا ہوں۔ اس سے جفا دیکھتا ہوں بلکہ اسے معاف اور درگزر کرتا ہوں اور اس کے کہے کو میں کبھی نہیں ٹالتا۔ ما یبدل القول۔ یہ قول بدلا نہیں جاتا۔ چونکہ یہ کتاب کے ذکر سے شروع ہوئی ہے کہ جس میں احکام مذکور ہیں اور واضح طریق سے اسی لیے مناسب ہوا کہ اسے حٰمٓ سے شروع کیا جائے تاکہ براعۃ الاستہلال ہو۔

فائدہ:- ان سات سورتوں کو حٰمٓ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان میں حمٓ ہے اور کتاب کے ذکر پر مشتمل ہیں۔ ان میں آیاتِ الٰہی سے مجادلہ کرنے والوں کا رد اور آیات پر ایمان اور ان کے مقتضی پر عمل کرنے کی ترغیب ہے۔

حٰمٓ کے معانی:-

۱۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ حٰمٓ میں خطاب و تنزل ہے حبیبِ اعظم سے محبوب معظم کی طرف۔

۲۔ یہ قسم ہے یعنی مجھے اپنی حیات اور مجد کی قسم ہے یہ تنزیل ہے۔

۳۔ قسم ہے تیری حیات و ... کی اے حبیب و محبوب۔

۴۔ قسم ہے حجر اسود اور مقام ابراہیم کی اس لیے یہ دونوں یواقیت الجنۃ سے دو یاقوت ہیں اور اسرار الٰہیہ میں سے دونوں راز ہیں اس لیے ان کی قسم مناسب ہوئی۔

۵۔ یہ وہ حروف تنزیل اسم ہیں جنہیں جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہے گویا فرماتا ہے کہ یہ حروف تمہی منجملہ ان کے حٰمٓ بھی ہیں جنہیں رحمٰن نے اُتارا ہے اس کی مثال یوں ہے کہ جب بچے سے پوچھا جاتا

Scanned with CamScanner

ہے کہ تو نے تختی پر کیا لکھا وہ کہے گا الف ۔ با۔ حالانکہ اُس نے تختی پر تمام حروف بھی لکھے ہیں اس سے اس کی مراد صرف الف ۔ با نہیں بلکہ جملہ حروفِ تہجی ۔ اور حروفِ تہجی آدم علیہ السلام پر نازل ہوئے اور قرآن مجید انہی حروفِ تہجی پر مشتمل ہے ۔ اس معنی پر یہ حروفِ تہجی ہر نازل شدہ کتب آسمانی کی اصل ہیں ۔

حدیث شریف :۔ من قرأ القرآن فلمعربه ۔ جو قرآن پڑھے اسے چاہیئے کہ اسے صحیح و صاف پڑھے اس میں غلطیاں نہ مارے ۔ فله بکل حرف خمسون حسنة و من قرأ ولحن فيه فله بکل حرف عشر حسنات ۔ تو اسے ایک حرف کے بدلے میں پچاس نیکیاں ملیں گی اور جو اسے پڑھتا ہے لیکن اس نے لحن کیا یعنی اصول کے مطابق نہیں پڑھا تو اسے ایک حرف کے بدلے دس نیکیاں نصیب ہوں گی اما انی لا اقول الٓمٓ حرف بل حرف الف و لام حرف و میم حرف ۔ میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف علیحدہ حرف ہے اور لام اور میم اور

نکتہ :۔ ایک حرف پڑھنے پر پچاس نیکیوں کے حصول میں نکتہ یہ ہے کہ دراصل قرآن کی قرأۃ تو صرف نماز کے لیے تھی اور اصل نماز پچاس ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے فصیح قاری کو ایک حرف کے بدلے پچاس نیکی (اجر) عطا فرمایا ۔ چونکہ دس اس کا ادنیٰ درجہ ہے چنانچہ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها جو ایک نیکی لاتا ہے اسے اس جیسے دس عطا ہوں گی ، اسی لیے ادنیٰ درجہ کے قاری کو دس نیکیاں عطا ہوں گی ۔

اسمِ اعظم :۔ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسم اعظم حروفِ مقطعات میں مخفی ہے لیکن ہر شخص اس کے استخراج پر قدرت نہیں رکھتا ۔

حضرت کمال خجندی رحمہ اللہ نے فرمایا ؎

گرت دانستن علم حروف آرزو صوفی
نخست افعال نکو کن چہ سود از خواندن اسماء

ترجمہ :۔ اے صوفی اگر تجھے علم حروف کے جاننے کی خواہش ہے تو نیک عمل کر کیونکہ صرف اسماء پڑھنے کا کیا فائدہ ۔

تنزیل ۔ یہ دوسری خبر ہے مصدر بمعنی مفعول ہے یعنی نازل کردہ شدہ اس لیے مصدر بمعنی مفعول مجازاً عام مشہور ہے مثلاً کہا جاتا ہے هذا الدرهم ضرب الامير بمعنی مضروب الامیر اور منزل من اللہ کا معنی یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ پر لکھا پھر جبریل علیہ السلام کو فرمایا اسے یاد کر لے ۔ اس سے ہی وہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جستہ جستہ نازل کرتے ۔ چونکہ یہ کلمات الٰہیہ (قرآن) جبریل علیہ السلام کے ذریعے حاصل ہوا اسے لیے اسے تنزیل سے تعبیر کیا ورنہ کلام نفسی ذات باری تعالیٰ سے قائم ہے اسے نہ نزول سے تصور کیا جا سکتا ہے نہ اوپر سے نیچے کا تصور ہو سکتا ہے ۔ من الرحمٰن الرحیم ۔ تنزیل کے متعلق ہے یعنی الرحمٰن الرحیم سے نازل ہوا ہے

Scanned with CamScanner

تنوین تنزیل اور اضافہ الی الرحمٰن رحیم میں موکد اور معظم بالشان ہونے کی طرف اشارہ ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس میں دین و دنیا کی مصلحتیں ہیں اور رحمت ربانیہ کے عین مقتضیٰ پر نازل ہوا ہے کیونکہ جب معلوم ہوگا کہ یہ اس ذات سے آیا ہے جس کی رحمت غالب ہے تو لازماً اس میں بہتری ہی بہتری ہوگی۔

فائدہ:۔ کاشفی علیہ الرحمہ نے اس کا ترجمہ لکھا کہ وہ رحمٰن بخشنے والے سے نازل ہوا ہے جس میں عوام کی ہدایت ہے اور وہ رحیم ہے کہ قلوب خواص کے لیے مہربان ہے۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ حاء میں حکمت کی طرف اور میم اس کی منت و احسان کی طرف یعنی اس نے بندوں پر احسان فرمایا ہے کہ اپنا کلام ان پر نازل فرمایا۔ اپنی حکمت ازلی سے جس کی رحمت غضب پر غالب ہے اس نے جملہ موجودات کو اس رحمانیۃ الرحیم سے پیدا فرمایا جو ابدی اور اس کی رحمت ہر شے کو ہمیشہ تک واسع ہے اور نازل شدہ یہی کتاب (قرآن مجید) ہے۔

نکتہ:۔ بعض عارفین نے فرمایا جب بحر رحمت نے موج ماری تو ہر شے لاشی ہوگئی اور کوئی شے پہلے نہ تھی پھر موجود ہوئی اس کے بعد مٹ جائے گی جس شے کا یہ حال ہو وہ لایزال ولم یزل کا کس طرح مقابلہ کر سکتی ہے۔

حضرت صائب نے فرمایا ؎

محیط از چہرہ سیلاب گرد راہ می شوید

چہ اندیشہ کسے با عفو حق اگر گرد زلہا

ترجمہ: سیلاب کے چہرہ سے محیط گرد راہ دھوتا ہے۔ عفو حق کے مقابلہ میں گناہوں کی راہ کی کیا فکر۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

ہمی شرم دارم از لطف کریم

کہ خوانم گنہ پیش عفوش عظیم

ترجمہ: مجھے لطف کریم سے شرم آتی ہے اس کی عفو کے سامنے اپنے گناہ کیسے بیان کروں۔

کتاب۔ تیسری خبر ہے۔ کتب بمعنی جمع ہے اور اسی لیے یہ کتاب (قرآن) جملہ علوم اولین و آخرین کا جامع ہے۔ فُصِّلَتْ آیاتہ۔ اس کے آیات مفصل ہیں یعنی اس میں امر و نواہی اور حلال و حرام اور وعدہ وعید اور قصص و توحید کا بیان ہے۔

فائدہ:۔ امام راغب رحمہ اللہ نے احکمت آیاتہ ثم فصلت کے تحت فرمایا۔ اس میں آیت تبیانا لکل شئ وھدی ورحمہ کی طرف اشارہ ہے جو کوئی اس میں انصاف کی نگاہ سے دیکھے گا تو اسے یقین ہوگا کہ مخلوق کے پاس قرآن مجید کے سوا کوئی ایسی کتاب نہیں جو علوم مختلفہ کی جامع ہو قرآناً عربیاً

Scanned with CamScanner

قرآن عربیا ہے اس کا منصوب ہونا علی المدح ہے یعنی جس کتاب کے مفصل آیات ہیں اس سے ہماری مراد قرآن مجید ہے یا اس کا منصوب ہونا علی الحال ہے۔ اس کا ذو الحال کتاب ہے اس لیے کہ وہ صفت کے ساتھ مخصوص ہو گیا ہے اسے حال موطئہ کہا جاتا ہے حال موطئہ وہ اسم جامد ہے جو صفت سے موصوف ہوتا ہے۔ یہ اگرچہ جامد ہے لیکن درحقیقت یہ بھی حال ہے۔ اس کی بحث بارہا گزری ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ یہ قرآن لغت عرب میں ہے تاکہ انہیں آسانی ہو اور وہ اسے سمجھ سکیں۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے اس میں اشارہ ہے کہ قرآن قدیم ہے اس حیثیت سے کہ وہ کلام الٰہی اور اس کی صفت ہے اور عربیت اس کی پوشاک ہے اور یہ مخلوق ہے۔ اسے یہ پوشاک اللہ تعالیٰ نے پہنائی ہے۔

مسئلہ:۔ جو کہے کہ قرآن عجمی ہے وہ کافر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ قرآن عربی ہے اور یہ کہتا ہے قرآن عجمی ہے۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ کا معارضہ ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا معارضہ کرے وہ کافر ہو جاتا ہے۔

سوال:۔ قرآن کے بہت سے کلمات عجمی بھی ہیں تو پھر اسے علی الاطلاق عربی کہنا کیسے صحیح ہو گا۔

جواب:۔ قرآن کے اکثر کلمات عربی ہیں اور حکم اکثریت پر ہوتا ہے۔

عجمی کلمات کی مثالیں:۔ قسطاس یہ رومی لفظ ہے بمعنی میزان (ترازو) سجیل فارسی سنگ و گل کا معرب ہے۔ الصلوات عبرانی لفظ صلوتا کا معرب ہے بمعنی المصلی الرقیم رومی لفظ ہے بمعنی کلب (کتا) طور سریانی میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ:۔ لقوم۔ اس قوم کے لیے جو عربی ہے یعلمون جو اس کے معانی جانتے ہیں کیونکہ یہ ان کی زبان میں ہے۔ یہ قرآن کی دوسری صفت ہے۔

فائدہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے یہ قرآن اس قوم کیلئے ہے جو عربیت کو جانتے ہیں اور ظاہر ہے کہ عربیت اپنے جملہ حروف کے ساتھ مخلوق ہے اور قرآن اس سے منزہ ہے۔

بشیرا۔ یہ قرآن کی تیسری صفت ہے۔ یعنی جو قرآن کی تصدیق کرتا اور اس کی قدر و منزلت جانتا ہے تو وہ اسے بہشت اور وصول الی اللہ کی خوشخبری سناتا ہے۔

و نذیرا۔ اور جو اس کی تکذیب کرتا اور اس کی قدر و منزلت نہیں جانتا تو اسے دوزخ اور اللہ تعالیٰ سے جدائی کا ڈر سناتا ہے۔

صوفیانہ معنیٰ:۔ جو متوجہ الی اللہ ہوتا ہے اسے نعمت شوق کی خوشخبری سناتا ہے اور جو اپنے نفس کا تابعدار ہو کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا تو اس کے لیے نذیر ہے یا اللہ کے پیاروں کو مقامات پر پہنچنے کی خوشخبری سناتا ہے اور ان کے لیے نذیر ہے کہ وہ مخالفات سے بچیں تاکہ بلند درجات

Scanned with CamScanner

سے گزر جائیں یا مطالعہ رجار کو خوشخبری اور مطالعہ خوف کو ڈر سنانے والا ہے یا عاصیوں کو شفاعت و غفران کی خوشخبری اور مطیعین کو ڈر سنانے والا ہے تاکہ ادب کریں اور طاعتِ رحمٰن میں اعضاء کو عمل میں لائیں یا جنہیں ہم نے اپنے لیے چنا اور برگزیدہ بنایا انہیں خوشخبری اور جنہیں ہم نے گمراہ کیا انہیں ڈر سنانے والا ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ فاعرض اکثرھم۔ ان کے اکثر نے مدبر سے اعراض کیا حالانکہ قرآن ان کی لغت میں اُترا۔ ضمیر اہلِ مکہ کی طرف ہے یا جملہ اہلِ عرب یا مشرکین کی طرف لوٹتی ہے جیسا کہ ویل للمشرکین دلالت کرتا ہے۔ فھم لا یسمعون اسی لیے وہ تفکر و تامل سے انہیں سنتے ورنہ اس کی جلالت قدر کو سمجھ کر اس پر ضرور ایمان لاتے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یہ لوگ قرآن کے حقوق کی ادائیگی سے اعراض کرتے ہیں اسی لیے سن کر اسے قبول کرتے ہیں اور نہ فرمانبرداری کرتے ہیں۔

فائدہ:۔ اس میں اشارہ ہے کہ اسے قبول کرنے والے بہت تھوڑے ہیں اللہ نے اپنے لطف سے ان کے کانوں سے ثقل دور فرمایا۔ انہوں نے قرآن سُنا تو اُن کے اذہان معانی قرآن سے بھرپور ہو گئے۔

حکایت:۔ حضرت عبدالرحمٰن بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کو رجوع الی اللہ کس طرح نصیب ہوا تو فرمایا کہ ایک دن میں باغ میں کسی دعوت پر مدعو ہوا کھانا کھا کر محفل راگ منعقد ہوئی اور میں سرود گانے سننے پر بڑا حریص تھا بلکہ طنبور وغیرہ ہر وقت ساتھ رکھتا تھا۔ آدھی رات کو اٹھا اور حسب عادت طنبور وغیرہ میں مصروف تھا۔ اسی وقت مجھے میرے سر پر اُڑتا پرندہ نظر آیا جو یہ آیت پڑھ رہا تھا۔

الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ۔ کیا ابھی اہلِ ایمان کا وقت نہیں ہوا کہ ان کے قلوب ذکر الٰہی کے لیے نرم ہوتے ہوں۔ میں نے سُن کر کہا میرا دل نرم ہو گیا۔ اس پر میں نے سرود توڑ ڈالا۔ اسی سے میرے زہد کی ابتداء ہوئی۔

تورات کا مضمون:۔ تورات میں لکھا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تجھے حیاء نہیں ہے جب میری کتاب تیرے دوستوں کے ذریعے سے پہنچی ہے تو تو پڑھ سن کر اس پر عمل نہیں کرتا۔ ابھی تو سفر کی منازل طے کر رہا ہے لیکن سیدھی راہ سے بھٹک رہا ہے۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر میری کتاب کو پڑھ کر اس کے ایک ایک حرف پر تدبر و تفکر کرتا تو پھر تو کبھی سیدھی راہ سے نہ بھٹکتا یہ میری کتاب ہے۔ میں نے تیرے لیے نازل فرمائی ہے۔ دیکھ میں نے اس میں کیسی تفصیل بنائی ہے۔ اور بار بار اس میں سمجھایا گیا ہے تاکہ تو اس کے نشیب و فراز سے آگاہ ہو لیکن تو اس سے بدستور روگرداں ہے لیکن یاد رکھو سے کہ میں جب دوسروں کو سزا دوں گا تو بھی اس سے بچ کر نہیں نکل سکے گا۔

Scanned with CamScanner

درسِ عبرت:۔ اسی تورات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا اے میرے بندے تو اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر اُن کی طرف متوجہ ہو کر ان کی باتوں کو نہایت غور و خوض اور قلب کی گہرائیوں سے سنتا ہے۔ اگر کوئی کسی دوست کی بات ٹوکے یا تجھے اس کی بات سننے سے دوسری طرف متوجہ کرے یا کوئی اور وجہ سامنے آئے تو تو دوست کی بات سننے میں ہمہ وجوہ مشغول رہتا ہے اور تجھ پر افسوس ہے کہ میں خود تیری طرف متوجہ ہو کر باتیں کرتا ہوں لیکن تو معمولی طور بھی دل کو میری طرف متوجہ نہیں کرتا میری قدر و منزلت تیری نظر تیرے دوست سے بھی کم ہے[1]۔

تفسیر عالمانہ:۔ وقالوا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشرکین کو قرآن کے فرمان کے مطابق ایمان و عمل کی دعوت دی تو اُنہوں نے کہا قلوبنا فی اکنۃ اکنۃ کنان کی جمع ہے بمعنی ہر وہ پردہ کہ جس میں شے چھپ کر محفوظ ہو جائے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ ہمارے قلوب مضبوط پردوں میں محفوظ ہیں۔ فاتدعونا الیہ۔ ان باتوں سے جن کی طرف آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں۔

فائدہ:۔ یہاں مضاف محذوف ہو کر مضاف الیہ اس کے قائم مقام ہے۔ ایسے ہی حروف جر کا متعلق بھی محذوف ہے۔ مشرکین نے اپنے قلوب کو اس محفوظ شے سے تشبیہ دی ہے جس کے ارد گرد ایسی مضبوط شے گھیرے ہوئے ہو جو باہر سے کوئی شے اسے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے۔ تبھی کہہ دیا کہ آپ ہمیں جس طرح بھی اثر دکھائیں۔ ہمارے دل آپ کی کسی بات سے متاثر نہیں ہو سکتے۔

سوال:۔ یہاں پر اکنۃ پر حرف فی اور سورۃ کہف میں لفظ علیٰ ہے اس کی وجہ۔

جواب:۔ یہاں عدم قبول میں مبالغہ مطلوب ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ ڈھانپنے والی شے پر ایسے گھیرے جیسے ظرف مظروف کو تو پھر باہر سے اندر والی شے تک کوئی شے نہیں پہنچ سکتی اور یہ مفہوم علیٰ سے نہیں ادا ہو سکتا۔ اسی لیے یہاں لفظ فی لایا گیا اور سورۃ کہف میں صرف نصیحت کی باتیں ہیں جہاں ایسا مبالغہ مطلوب نہیں اسی لیے وہاں لفظ علیٰ موزوں ہے[2]۔ وفی اذاننا وقر۔ اور ہمارے کانوں میں ثقل ہے (بہرہ پن)

حل لغات:۔ الوقر بمعنی وہ ثقل جو کانوں میں ہوتا ہے جسے بہرہ پن سے تعبیر کیا جاتا ہے[3] یا کانوں کی شنوائی بالکلیہ ختم ہونا مراد ہے اور کفار نے اس سے اس لیے تشبیہ دی ہے کہ اگرچہ حق اُن کے کانوں میں گونجتا ہے لیکن ہم اسے اس طرف مائل بھی نہیں ہوتے۔

---

[1] احیاء العلوم ۱۲۔ [2] کذا قال السعدی المفتی رحمہ اللہ [3] القاموس ۱۲۔

Scanned with CamScanner

تفسیر صوفیانہ:۔ کافروں کا کہنا کہ ہمارے کانوں میں بہرہ پن ہے یہ مبنی بر حقیقت ہے اگرچہ انہوں نے ازراہِ تمسخر مذاق کیا لیکن حق یہ ہے کہ اُن کے دل جب دُنیا اور اُس کی زینت اور نقش و نگار پہ فریفتگی کی وجہ سے ہزاروں پردوں میں پوشیدہ اور شہوات اور اوصافِ بشریہ کے کانوں سے بند تھے اگر یہ مشغلہ قبول نہ کرتے تو ممکن ہے انھیں توحید کی دولت نصیب ہو جاتی لیکن چونکہ وہ قلب کی صداقت کی استعداد بالکل ختم کر چکے تھے اس لیے حق سے اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں آ گئے۔

تفسیر عالمانہ:۔ ومن بیننا وبینک حجاب۔ اور ہمارے اور تمہارے درمیان بہت بڑی آڑ اور سخت قسم کا پردہ ہے جو ایک دوسرے کے توافق و تواصل سے روکتا ہے۔

نکتہ:۔ لفظِ مِنْ سے ثابت ہوتا ہے کہ حجاب کی ابتدا ہر دونوں جانب سے ایک دوسرے کے درمیانی مسافت میں ایسے مضبوط پردے ہیں کہ کہیں بھی معمولی سی جگہ خالی نہیں۔ اس لیے ہمارے اور تمہارے توافق و تواصل کی تمام راہیں بند ہیں اگر یہاں پر لفظ مِنْ نہ ہوتا تو مطلب صرف اتنا ہوتا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان پردے ہیں اس سے معلوم نہ ہوتا کہ وہ پردے طرفین تک ہیں یا نہ۔ اس سے وہ مبالغہ اور اصل مقصد حاصل نہ ہوتا جو مِنْ کی وجہ سے حاصل ہوا۔

فائدہ:۔ کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی ان دو چیزوں سے تشبیہ دی ہے جو ان کے درمیان ایسی عظیم آڑ ہو جو ان دونوں کو آپس میں نہ پہنچنے دے نہ دیکھنے دے بلکہ ہر طرح کے توافق سے دور رکھے۔

سوال:۔ یہاں پر اعضائے انسانی سے صرف ان تینوں (دل۔ سمع۔ بصر) کا ذکر کیوں؟

جواب:۔ قلب تو اس لیے کہ یہی معرفتِ الٰہی کا مرکز ہے اور سمع و بصر قلب تک معارضہ کے پہنچانے کا اعلیٰ و قوی ذریعہ ہیں تو جب ان تینوں پر پردے لٹکائے گئے تو ثابت کر دیا گیا کہ ان سے ایمان قبول کرنے کی اُمید بالکل منقطع ہو گئی۔ (نعوذ باللہ)

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ ان کے قلوب دعوتِ حق قبول کرنے سے حجاب میں اور اُن کے کان ندائے حق سننے سے بہرہ پن میں ہیں یہی معنی زیادہ مناسب ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حق اور اُن کے درمیان وحشت و اہانت کی آڑ تھی اس لیے انکار کے گڑھے میں گرے اور رویۃ آثار سے رُکے۔ ؎

در چشم ایں سیاہ دلاں صبح کاذب است
در روشنی اگر ید بیضا شود کسے

ترجمہ: سیاہ دلوں کے لیے صبح کاذب کی مانند ہے اگرچہ کسی کے ہاتھ میں ید بیضا جیسی روشنی بھی ہو۔

Scanned with CamScanner

تفسیر عالمانہ: فاعمل۔ تو اپنے دین پر عمل کر۔ انناعاملون۔ ہم اپنے دین پر عمل کرتے رہیں گے۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الٰھکم اله واحد۔ فرمائیے میں تمہارے جیسا بشر ہوں میری طرف وحی الٰہی آتی ہے۔ بیشک سوائے ایک معبود کے اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ یہ مشرکوں کے مقولے کے بعد ان کو جواب کے لیے تلقین ہے یعنی میں تمہاری جنس کے مغایر تو ہوں نہیں۔ جس سے میرے اور تمہارے درمیان کوئی حجاب اور ایسا تباین نہیں جو اعمال میں تباین پیدا کردے یا دین میں مخالفت کا سبب ہے۔ جیسے تم نے سمجھ رکھا ہے اور کہتے پھرتے ہو۔ فاعمل اننا عملون۔ بلکہ میں بشر اور تمہارے جیسا آدمی ہوں اور انھیں امور کا مامور ہوں جن کے تم ہو کہ تم بھی توحید کے ماننے کے مامور ہو اور میں بھی اس کے متعلق جو خطاب ہے اس میں میں اور تم برابر ہیں کیونکہ الٰھکم خطاب جامع ہے جو جمیع کو شامل ہو نہ یہ کہ مثلکم کے خطاب کی طرح صرف کفار کو خطاب ہے۔

فائدہ: آیت میں اشارہ ہے کہ بشریت میں (بظاہر) تمام برابر ہیں لیکن کفار کے آگے معرفت کے دروازے بند ہو چکے ہیں جیسے وحدانیت کہ جو آلات بشریت سے سمجھتا تھا مثلاً بذریعہ عقل اور سمع و بصر وغیرہ ان کے لیے معرفت کے سمجھنے کی راہیں بند ہو گئیں لیکن یہ دروازے صرف انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے لیے کھلے ہوئے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کو بذریعہ وحی اور اولیائے کرام کو بذریعہ الہام معرفت الٰہی کا سمجھنا نصیب ہوتا ہے۔ بلکہ اولیاء کرام کو شواہد و کشوف سے معرفت نصیب ہوئی اور عوام اہل ایمان کو بذریعہ الہام و شرح الصدور چنانچہ اس نے فرمایا افمن شرح الله صدره للاسلام فهو علی نور من ربه۔ جس کا اللہ تعالیٰ اسلام کے لیے سینہ کھولتا ہے تو وہ اپنے رب تعالیٰ کے نور پر ہوتا ہے[1]۔

تردید وہابیہ

یہ آیت پڑھ کر وہابی عوام کو بہکاتے ہیں۔ جو صاحب روح البیان نے لکھا ہے وہ یہ کہ قل انما انا بشر مثلکم میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود کو بشر تواضعاً فرمایا ہے۔ اسی لیے آپ متواضعانہ طور مندرجہ امور سرانجام دیتے ہیں:

۱۔ مریضوں کی طبع پرسی۔

۲۔ جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا۔

۳۔ گدھے کی سواری۔

---

[1] تاویلات نجمیہ ۱۲۔

۴۔ غلاموں کی دعوت قبول فرمانا۔

حکایت:۔ قریظہ ونضیر کی صلح کے دن آپ ایسے گدھے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے جس کی لگام کھجور کے پتوں اور اس کا گدا بھی کھجور کے پتوں کا تھا۔

شاہی ٹھاٹھ:۔ غور تو کیجئے کہ کبھی وہ مقام ہوتا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہشتی براق پر سوار ہوئے ہیں تو پھر کبھی تواضعاً گدھے پر سواری فرماتے۔ ہاں ہاں سواریاں مختلف ہوتی تھی لیکن سوار ہر حیثیت سے ایک ہی صفت پر ہوتے ان کی ہمت وارادہ میں فرق نہیں آتا تھا۔ اگر براق پر سوار ہوئے تو بھی تکبر وعجب نہ ہوا اگر گدھے پر سوار ہوئے تب بھی احساس کمتری کا شکار نہ ہوئے۔

خلق خوش عود بود انجمن مردم را

چوں زناں منگن برسر مجمر دامن

ترجمہ:۔ خوش خلقی انجمن میں خوشبو والی لکڑی (لوبان) ہے عورتوں کی طرح انگیٹھی پر دامن نہ ڈال (یعنی مت چھپا)

فاستقیموا الیہ۔ یہ قل کے منجملہ مقولہ سے ہے وو دقاء مابعد کو ماقبل پر ترتیب کے لیے ہے یعنی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اوپر وحی کا ایک حکم یہ ہے کہ توحید پر ایمان لانے کے بعد اس پر استقامت پکڑو اور اعمال میں خلوص پیدا کرو۔

سوال:۔ استقامت خود متعدی ہے اسے الیٰ سے متعدی کرنے کا کیا معنیٰ؟

جواب:۔ یہاں استقامت بمعنی استوار ہے اور استوار الیٰ سے متعدی ہوتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ دین کے امور میں برابر رہو یعنی توحید کی جانب اختیار کرنے کے بعد اس پر دائم وقائم رہو۔ **واستغفروا۔** اور بخشش مانگو برے عقیدہ اور برے اعمال سے۔

حدیث شریف:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ استقامت کرو لیکن اس میں تم طاقت نہیں رکھتے جب تک ایک طرف نہ جھکو۔[1]

حدیث شریف:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سورہ ہود اور اس جیسی دیگر سورتوں نے بوڑھا کر دیا اس لیے کہ اس میں استقم کا حکم ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ جب علم ومعرفت حاصل ہو جائے تو استغفار کرو اس لیے کہ تم اللہ تعالیٰ کو پورے طور جان چکے یا اس کا تحصیں ادراک ہو گیا یا اس کے تم مقرب ہو گئے یا اس لیے کہ تم اپنا وجود اس کے وجود کے بالمقابل لائے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے ادراک

---

[1] المقاصد الحسنہ ۱۲

اور حدوث کے جملہ اُمور سے منزہ اور مقدس ہے۔

فائدہ: بعض مشائخ نے فرمایا کہ الاستقامۃ یعنی مساواۃ الاحوال مع الاعمال والاقوال یعنی ظاہر باطن اور باطن ظاہر کے خلاف نہ ہونے پائے ایسے حال کے حصول کے باوجود پھر بھی استغفار سے غفلت نہیں کرنی چاہیئے۔ کہ کہیں یہ خیال نہ آجائے کہ میں استقامت حاصل کر چکا ہوں بلکہ سالک پر لازم ہے کہ وہ اس خیال میں رہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے استقامت کی توفیق بخشی ہے۔ یہ تصور کبھی نہ ہو کہ میں خود بخود استقامت پہ پہنچا ہوں۔

تفسیر عالمانہ: وویل للمشرکین اور مشرکین کے لیے سخت عذاب ہے۔

ربط:۔ توحید کی ترغیب کے بعد شرک سے ترہیب و تنفیر فرمائی یعنی اس تربیت میں شرک سے بچے اور اس سے نفرت کرنے میں کامیابی ہے

الذین لا یؤتون الزکوٰۃ۔ وہ لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے یعنی اس کے وجوب کے قائل نہیں اور نہ ہی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

وھم بالاخرۃ ھم کافرون۔ ضمیر کا اعادہ محض تاکید کے لیے ہے یعنی وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں یعنی مرنے کے بعد اُٹھنے اور ثواب و عذاب کا انہیں انکار ہے اسی لیے کہ وہ راہِ خدا میں کچھ خرچ نہیں کرتے کیونکہ ان کا عقیدہ مکافات عمل کے متعلق ہے بھی نہیں اس لیے آخرت کا عقیدہ نہیں رکھتے اس کا لا یؤتون الزکوٰۃ پر عطف ہے اسی لیے یہ الذین کے صلہ کے حکم میں ہے۔

سوال: ایک صلہ جملہ فعلیہ دوسرا اسمیہ یہ کیوں؟

جواب: یہ نحو میں جائز ہے ہاں جملہ فعلیہ حدوث پر دلالت کرتا ہے اور خیرات و صدقات کے عدم ادائیگی دوام نہیں چاہتی اسی لیے اس کے لیے جملہ فعلیہ ہے بخلاف کفر کے کہ وہ دوام و استمرار کا متقاضی ہے اسی لیے یہ جملہ اسمیہ ہے۔

استدلال شوافع: اسی آیت سے شوافع نے استدلال فرمایا ہے کہ مشرکین بحالتِ شرک بھی احکامِ شرعیہ مثلاً اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ کے خطابات میں داخل ہوتے ہیں اسی لیے عدم ادائیگی پر بھی ان کو تہدیدی احکام کے مستحق ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کو وعید مذکور نہ ہوتی۔ جب زکوٰۃ کی عدم ادائیگی پر انہیں وعید ہے تو باقی جملہ احکام پر بھی وعید لازم ہے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ اسی لیے لازماً ماننا پڑا کہ ہر حکم کے ترک پر عذاب ہوگا۔ ہمارے شافعی مشائخ کا بھی یہی مذہب ہے۔

Scanned with CamScanner

احناف وغیرہم کا موقف: اس مسئلہ میں شوافع کے سوا باقی جملہ اہلِ مذہب کہتے ہیں کہ یہ وعید اور خطاب ان کو ہے جو اس کے وجوب کا اعتقاد نہیں رکھتے نہ کہ انھیں جو اسے ادا نہیں کرتے اسی لیے یہ سزا انھیں ہوگی جو اس کے وجوب کے قائل نہیں نہ کہ جو اس کے عامل نہیں (کیونکہ غیر عامل فیغفر ما دون ذلک لمن یشاء کے ارشاد کے مطابق ایسے سزا اور اس سے بچ سکتا ہے) جیسا کہ اصول فقہ میں اس کی بحث کی تفصیل موجود ہے۔

مسئلہ: ہمارے اصحاب (احناف) فرماتے ہیں کہ تقدیم الاسلام کی شرط پر جملہ مسائل کے مخاطب ہیں یہ ایسے ہے کہ جیسے مسلمان کو نماز کا خطاب ہو لیکن اس میں بھی وضوء کی تقدیم کی شرط بھی ضروری ہے۔

فائدہ: حضرت مولانا ابو السعود (مفسر) رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی صفت لا یؤتون الزکوٰۃ اس لیے بتائی تاکہ انھیں زکوٰۃ کو مزید تحذیر وتخویف ہو جب اسے معلوم ہوگا کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنا مشرکین کا کام ہے بلکہ ایسے لوگ گویا آخرت کے منکر ہیں۔ چنانچہ اسی آیت میں فرمایا۔ وھم بالاخرۃ ھم کافرون۔

فضیلت زکوٰۃ: زکوٰۃ اسلام کا پل ہے جو اسے ادا کرتا ہے وہ نجات پا جاتا ہے اور جو اس کے خلاف کرتا ہے تباہ وبرباد ہوتا ہے۔

نکتہ: مشرکین کہ حج بھی پڑھتے اور عمرے بھی کرتے لیکن زکوٰۃ نہیں دیتے تھے اسی لیے انھیں اللہ تعالیٰ نے کافر کہا۔ یہ حضرت صاحب کا قول ہے۔

نکتہ: حضرت کاشفی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مشرکین کے دیگر اوصاف سے اسے خصوصیت سے ذکر کرنے میں اشارہ ہے کہ انسان کو مال ودولت محبوب شے ہے اس کا خرچ نفس کو گراں محسوس ہوتا ہے۔ اس صفت سے مشرکین کے بخل کی طرف اشارہ ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان ظالموں کو خلق خدا پر شفقت نہیں اور بتایا گیا ہے کہ بخل انسان کے رذیل ترین اور بہت بڑے مذموم صفات سے ہے۔

لطیفہ: بزرگ فرماتے ہیں جس دولت مند میں سخاوت نہ ہو وہ جسم بے جان کی طرح ایسا درخت ہے جس کا پھل نہ ہو۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

زر و نعمت اکنوں بدہ کان تست
کہ بعد از تو بیروں ز فرمان تست

ترجمہ: زر اور نعمت ابھی دے جو تیرے ہاتھ میں ہے تیرے مرنے کے بعد تیرے فرمان سے باہر ہوگی۔

Scanned with CamScanner

کسے گوئے دولت ز دنیا برد
کہ با خود نصیبے بعقبیٰ برد
مسلّم کسے را بود روزہ داشت
کہ درماندہ را دہد نان چاشت
وگرنہ چہ حاجت کہ زحمت بری
ز خود باز گیری و ہم خود خوری
نہ بخشندہ بر حال پروانہ شمع
نگہ کن کہ چوں سوخت درپیش جمع
چہ بخش اے پسر کآدمی زادہ صید
باحسان توان کرد و وحشی بقید
کرامت جوانمردی و نان دہیست
مقالات بیہودہ طبل تہیست

ترجمہ :- وہ دولت کی گیند دنیا سے لے جائے گا جو اپنا حصہ آخرت کے لیے لے جائے گا۔

۲ :- اسے روزہ رکھنا جائز ہے جو عاجز کو دن کا کھانا کھلائے۔

۳ :- ورنہ کیا ضرورت ہے دکھ اٹھانے کی اپنے سے لے کر خود کھاتا ہے۔

۴ :- پروانہ کے حال پر شمع ترس نہیں کھاتی تو پھر دیکھ کیسے مجلس کے آگے جلتی ہے۔

۵ :- اے بیٹے بخشش کر اس لیے کہ آدمی کو احسان سے اور وحشی کو قید سے شکار کیا جاتا ہے۔

۶ :- کرامت جوانمردی اور روٹی دینے میں ہے۔ فضول باتیں خالی طبلہ کی آواز کی طرح ہیں۔

اعجوبہ تفسیر :- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے لا یؤتون الزکوٰۃ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے لا الٰہ الا اللہ مراد ہے اس لیے کہ یہ کلمہ نفوس کی زکوٰۃ ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ یہ لوگ توحید کے ساتھ نفوس کو شرک کی نجاست سے پاک نہیں کرتے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما المشرکون نجس۔ بیشک مشرکین نجس (پلید) ہیں۔

قاعدہ تفسیریہ :- کشف الاسرار میں ہے کہ قرآن مجید میں لفظ زکوٰۃ دو طرح مستعمل ہوا ہے :-

۱۔ نماز کے ذکر سے متصل۔

۲۔ منفرد۔ جہاں نماز کے ذکر سے متصل ہے وہاں مال و دولت بمقدار شرعی راہِ خدا میں ادا کرنا اس کی

Scanned with CamScanner

مثالیں قرآن مجید میں بکثرت ہیں جیسے اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ۔ ور جہاں منفرد ہے وہاں پاکی و زیادتی و دین داری مراد ہے مثلاً:۔

١. وحنانا من لدنا و زکوٰۃ۔
٢. خیرا منہ زکوٰۃ۔
٣. وما اوتیتم من زکوٰۃ۔
٤. قد افلح من تزکیٰ۔

تفسیر عالمانہ: ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحات لهم اجر غیر ممنون
بیشک اہل ایمان اور نیک عمل والوں کے لیے بے شمار اجر و ثواب ہے۔
یہاں علیہم محذوف ہے۔ دراصل معنیٰ یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہیں نعمت دے کر ان کا دل مکدر نہیں کیا جاتا۔

حل لغات: اہل لغت کہتے ہیں منّ علیہ منّاً بمعنی انعم یعنی فلاں نے انعام دیا اور کہا جاتا ہے منۃ امتن۔ دراصل منّت اس بھاری نعمت کو کہا جاتا ہے جو دینے والا کسی قسم کا اجر و معاوضہ نہ چاہے۔ پھر مطلق امتنان کے لیے مستعمل ہونے لگی یعنی نعمت کا شمار کرنا۔

مسئلہ: جو کچھ اللہ آخرت میں اپنے بندوں کو نعمتیں عطا فرمائے گا یہ اس کا فضل و احسان ہوگا۔ اہل سنت کے نزدیک اس پر کوئی شے واجب نہیں اور ایسا عطیہ قابل اظہار احسان و امتنان ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ایسے ذکر نا بھی اس کا فضل و کرم ہے اسی لیے فرمایا غیر ممنون۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ غیر ممنون یعنی وہ لوگ کہ جن کا اجر و ثواب آخرت میں غیر منقطع یعنی دائمی ابدی ہوگا یہ منّت الحبل سے ہے بمعنی قطعتہ۔ میں نے منقطع کیا۔ یا غیر ممنون بمعنی غیر محسوب ہے جیسے دوسرے مقام پر فرمایا بغیر حساب۔ اور قاموس میں ہے غیر ممنون بمعنی غیر محسوب و غیر مقطوع۔

اعمال صالحہ کا اخروی فائدہ

آیت میں اشارہ ہے کہ جو شخص ایمان کی دولت سے سرشار ہو لیکن اعمال صالحہ سے محروم تو اسے اجر نصیب ہوگا لیکن ناقص۔ اجر تو ملے گا بوجہ ایمان لیکن اعمال صالحہ کی کمی کی وجہ سے جہنم میں داخل کیا جائے گا پھر ایمان کے اجر کی بدولت دوزخ سے نکال کر بہشت میں داخل کیا جائے گا۔ بہشت میں داخل ہونے کے باوجود اعمال صالحہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ درجات بلند نہ حاصل کر سکے گا جو اعمال بدنیہ کے متعلق ہیں جیسے نماز۔ روزہ۔ حج وغیرہ۔

شان نزول: حضرت سدی نے فرمایا کہ یہ آیت ضعیفوں و بیماروں کے حق میں نازل ہوئی جب وہ بیماری و کمزوری کی وجہ سے طاعت و عبادت نہ کر سکتے تو اپنی کمی کے احساس سے

Scanned with CamScanner

غمگین واندوہگین ہوئے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ انھیں بیماری وضعف کی حالت میں بھی تندرستوں کی طاعات وعبادات کا ثواب نصیب ہوگا۔

حدیث شریف:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ عبادت وطاعت میں اوقات بسر کرتا ہوا بیمار ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے فرشتے کو حکم ہوتا ہے کہ اس کی بدستور نیکیاں لکھتا رہے یہاں تک کہ تندرست ہو جائے یا میری درگاہ میں پہنچ جائے یعنی اس پر موت واقع ہو جائے۔

حدیث شریف ۲:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بھی مسلمان کو جب جسمانی بیماری میں مبتلا کیا جاتا ہے تو اُس کے کراماً کاتبین فرشتہ دان کو حکم ہوتا ہے کہ جب تک یہ بندہ میری آزمائش میں ہے اُس وقت تک اُس کی وہ تمام نیکیاں لکھتے جاؤ جو تندرستی کی حالت میں بجا لاتا تھا۔

حدیث وحکایت:۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ نے آسمان کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا میں نے عرض کی یارسول اللہ اس وقت تبسم ریزی کا موجب کیا ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے بیمار کے جزع فزع پر تعجب ہے اس لیے کہ اگر معلوم ہو جائے کہ بیماری میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے کتنا اعزاز واقرب نصیب ہوتا ہے تو وہ تمنا کرتا کہ وہ زندگی بھر بیمار رہے اور ابھی میرے تبسم کا موجب یہ ہوا کہ میں نے آسمان سے دو فرشتے اُترتے دیکھے۔ وہ آسمان سے اُتر کر مسجد کے حجرے میں اس بندے کے پاس چلے گئے جو ہمیشہ اسی حجرے میں معروف بعبادت رہتا تھا لیکن حجرے میں اسے نہ پاکر اس کی تلاش میں نکلے۔ اسے ایک جگہ بیمار پایا۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی یا اللہ تیرا یہ بندہ عبادت وطاعت کرتا تو ہم اسے لکھتے تھے لیکن اب ہم کیا کریں جبکہ یہ بوجہ بیماری عبادت نہیں کر رہا اللہ تعالیٰ سے فرمان ہوا کہ اس کے شبانہ روزہ عبادات وطاعات لکھتے رہو۔ اس میں ذرہ بھر بھی کم نہ لکھو کیونکہ اس کی تندرستی اور بیماری ہر دونوں حالتوں کے اعمال کا اجر وثواب میرے ذمۂ کرم ہے۔

مسئلہ:۔ عقد الدار میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی خلوصِ نیت کر جاتا ہے کہ اس کا ارادہ کہ وہ حج ادا کرے۔ جہاد کو چلے اور صدقات دے لیکن بوجہ عجز۔ ادائیگی سے قاصر ہے تو اگرچہ وہ عمل بھی نہ کر سکے تب بھی اجر وثواب عطا فرمائے گا۔

حدیث شریف ۱:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ رات کو تہجد ونوافل وغیرہ کی نیت سے سوتا ہے لیکن اس کی جاگ نہ ہوئی تو بھی اس کے لیے نوافل کا ثواب ہوگا بلکہ صدق نیت پہ نورِ صدق مزید براں۔

Scanned with CamScanner

قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ
لَهُ أَنْدَادًا ۚ ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ
فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً
لِلسَّائِلِينَ ۝ ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ
لِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ۝ فَقَضَاهُنَّ
سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا ۚ وَزَيَّنَّا
السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَحِفْظًا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝
فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَ
ثَمُودَ ۝ إِذْ جَاءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ
أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً فَإِنَّا
بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ۝ فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ
بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۖ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي
خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ۝ فَأَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَحِسَاتٍ لِنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ ۖ وَهُمْ لَا يُنْصَرُونَ ۝
وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ فَأَخَذَتْهُمْ
صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ
آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝

ترجمہ: تم فرماؤ کیا تم لوگ اس کا انکار رکھتے ہو جس نے دو دن میں زمین بنائی اور اس کے ہمسر ٹھہراتے ہو وہ ہے سارے جہان کا رب اور اس میں اس کے اوپر سے لنگر ڈالے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں اس کے بسنے والوں کی روزیاں مقرر کیں یہ سب ملا کر چار دن میں ٹھیک جواب پوچھنے والوں کو۔ پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں تھا تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی

Scanned with CamScanner

سے چاہے ناخوشی سے دونوں نے عرض کی ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے تو انہیں پورے سات آسمان کردیا دو دن میں اور ہر آسمان میں اُس کے کام کے احکام بھیجے اور ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور نگہبانی کے لیے ۔ یہ اس عزت والے علم والے کا ٹھہرایا ہوا ہے۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرماؤ کہ میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی جب رسول ان کے آگے پیچھے پھرتے تھے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو بولے ہمارا رب چاہتا تو فرشتے اُتارتا تو جو کچھ تم لے کر بھیجے گئے ہم اسے نہیں مانتے ۔ تو وہ جو عاد تھے اُنہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور بولے ہم سے زیادہ کس کا زور اور کیا اُنہوں نے نہ جانا کہ اللہ جس نے انھیں بنایا ان سے زیادہ قوی ہے اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے تو ہم نے اُن پر ایک آندھی بھیجی سخت گرج کی ان کی شامت کے دنوں میں کہ ہم انھیں رسوائی کا عذاب چکھائیں دنیا کی زندگی میں اور بیشک آخرت کے عذاب میں سب سے بڑی رسوائی ہے اور ان کی مدد نہ ہوگی اور رہے ثمود انھیں ہم نے راہ دکھائی تو اُنھوں نے سوجھنے پر اندھے ہونے کو پسند کیا تو انھیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے آلیا سزا ان کے کئے کی اور ہم نے انھیں بچالیا جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔

بقیہ ص ۳۱۷ کا

حدیث شریف ۲: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ مریض ہوجائے یا سفر کر جائے اور بوجہ عجز وہ اعمال صالحہ جو تندرستی و اقامت کے دوران کرتا تھا نہیں کرسکتا۔ تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرماتا ہے کہ میرے بندے کے وہ اعمال صالحہ لکھو جو بحالت تندرستی و اقامت کرتا تھا۔

استدلال از قرآن: مذکورہ بالا روایت کی تصدیق قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لیس علی الضعفاء ولا علی المرضٰی ولا علی الذین لا یجدون ما ینفقون حرج اذا نصحوا للہ ورسولہ ضعیفوں اور مریضوں اور اُن لوگوں پر کوئی حرج نہیں جو خرچ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے جبکہ وہ اللہ و رسول کی خیر خواہی کرتے ہیں۔ اور فرمایا ان اللہ لا یجدوا ما ینفقون۔

سبق: مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے نا اُمید نہ ہو اور اس کی قدر و قضا پر راضی رہے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

Scanned with CamScanner

ناخوشی و خوش بود در جانِ من
جاں فدائے یار دل رنجانِ من
عاشقم بر رنج خویش و درد خویش
بہر خوشنودیٔ شاہ فرد خویش

ترجمہ: میں ناخوشی و خوشی سے ہر طرح خوش ہوں۔ رنج پہنچانے والے محبوب پر میری جان قربان۔
۲: میں تو اپنے رنج و درد پر عاشق ہوں۔ اس لیے کہ یہ میرے محبوب کی عطا کردہ ہے۔

تفسیر عالمانہ: قل ائنکم۔ فرمائیے کیا تم۔ لتکفرون۔ کفر کرتے ہو۔ یہ اُن کے کفر کی مذمت و تشنیع ہے۔ ان و لام انکار کی تاکید کیلئے ہے۔ **بالذی** اس عظیم الشان خدا کے ساتھ جس نے زمین پیدا کی یعنی اُس کا وجود مقدر فرمایا یعنی حکم فرمایا یعنی عنقریب وہ پیدا کی جائے گی۔ فی یومین۔ ایام آخرت کے دنوں کی مقدار کے دو دنوں میں بعض نے اس سے دنیا کے دو دن مراد لیے ہیں۔

ازالہ وہم: اگر اللہ چاہتا تو آنکھ جھپکنے سے پہلے اسے پیدا فرما لیتا لیکن دو دنوں میں پیدا کر کے انسان کو سبق دیا کہ سکون و آہستگی عجلت اور جلد بازی سے بہتر ہے اس لیے بندے پر لازم ہے کہ وہ ہر کام سکون و آہستگی سے کرے اور راہ طے کرے تو سکون و آہستگی سے۔

فائدہ: عین المعانی میں ہے کہ آیت میں اشارہ ہے انسان اپنے ہر کام میں آہستگی اختیار کرے نیز اس میں اشارہ ہے کہ ہر وہ شے جو آہستگی سے تیار ہو وہ دیرپا ہوتی ہے اس سے فرشتوں کے لیے عبرت ہے جبکہ وہ اس کی تیاری میں موجود تھے اور انسانوں کی آزمائش ہے کہ انھیں ایسی خبر دے کر آزمایا گیا ہے ؎

زود در چاہ اُمت سرنگوں خواہد فتاد
ہر کہ پائے خود گزارد بے تامل بر زمین

ترجمہ: سرنگوں ہو کر ندامت کے کنوئیں میں نہیں گرتا جو بلا تامل پاؤں زمین پر نہیں رکھتا۔

فائدہ: امام ابو اللیث فرماتے ہیں کہ یومین کا مطلب یہ ہے کہ زمین کو اتوار کے دن پیدا فرمایا اور سوموار کے دن اسے بچھایا۔ اس کی عنقریب تحقیق آئے گی (ان شاء اللہ تعالیٰ) نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یومین سے دو نوبتیں مراد ہے۔ جس کی ہر باری دوسری جملہ باریوں سے تیز تر تھی۔ اسی معنیٰ پر یومین دفعتین (باری) سے مجاز ہوگا۔ ذکر الملزوم بارادۂ لازم کے یوم سے متعلق وقت مراد ہے۔

ؒ تفسیر ابو اللیث ۱۲

سوال: یہاں پر یوم کو حقیقی سے ہٹا کر مجازی معنیٰ میں لینے کی کیا وجہ ہے۔

جواب: یوم کا تحقق زمین کے وجود اور تسویۂ اسماء اور اُن کے مختلف طرق کے ہونے اور ترتیب احکام پر موقوف ہے جب یہ امور ابھی نہیں تھے تو پھر اسے اصلی معنیٰ پر کس طرح لایا جائے۔

خلاصہ یہ کہ یوم کہتے ہیں سورج کا زمین پر ضو فشاں ہونا جب زمین پیدا ہی نہ کی گئی اور آسمان و ستارے موجود ہی نہ تھے تو سورج کی ایسی ضو فشانی کیسی اور پھر یومین میں کو اصلی معنیٰ میں استعمال کیا جائے تو کیا معنیٰ

ویجعلون لہ اندادا۔ اس کا عطف تکفرون پر ہے اسی لیے یہ انکار و توبیخ کے حکم میں داخل ہے۔

لغات: انداداً (جمع) باعتبار واقع کے ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہوں نے بے شمار معبود بنا کر رکھے تھے اسی لیے وہ مورد توبیخ ہوئے اگر وہ ماسوی اللہ کے ایک معبود بناتے تو مورد الزام نہ ہوتے اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے کافرو! تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے ہو یعنی اس کی طرح دوسرے معبود بناتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ معبود اللہ تعالیٰ حقیقی کے شریک اور اس کی صفات سے موصوف ہیں حالانکہ اس کا تو ایک شریک بھی ممتنع ہے چہ جائیکہ بے شمار معبود بنائے جائیں۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دو امروں کا حکم فرمایا ہے کہ آپ کافروں کو بتائیں کہ یہ دونوں امر نہایت قبیح ہیں۔

۱۔ ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا کہ اس کی ذات و صفات میں الحاد یعنی بے دینی کا ارتکاب کرنا مثلاً اسے جسم والا ماننا اور اس کے لیے جورو مقرر کرنا اور اولاد والا بتانا اور کہنا کہ وہ مرنے کے بعد زندہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ بشروں میں وہ رسول نہیں بھیجتا۔

۲۔ شرکاء کا اثبات اور اس کے مثیل معبود بنانا۔

ازالۂ وہم: کفر کے ذکر کے بعد اثبات الانداد بھی کفر ہے لیکن چونکہ پہلا کفر عمومی تھا اور یہ ان کا خاص کفر ہے اس لیے یہ عطف بحیثیت مغایرت کے صحیح ہے۔

ذلک۔ وہ عظیم الشان فعل جو مذکور ہوا یعنی زمین کی دو دنوں کی تخلیق یہ مبتداء ہے اس کی خبر رب العلمین ہے۔ جمیع موجودات کا خالق و مربی ہے نہ صرف زمین کا تو پھر اس کی خسیس ترین مخلوق میں کوئی کیسے اس کا شریک ہو سکتا ہے۔

وجعل فیھا رواسی۔ اور بنائے میں اس میں لنگر اس کا عطف خلق پر ہے اور صلہ کے حکم میں ہے۔

حل لغات: جعل سے جعل ابداعی مراد ہے یعنی یہاں تقدیر الجعل مراد ہے نہ کہ جعل بالفعل اور رواسی سے پہاڑ ثابتہ مستقرہ مراد ہیں یعنی پہاڑ بلند اور پائیدار۔

Scanned with CamScanner

اہل لغت کہتے ہیں اسا الشئ وارساہ غیرہ۔ شے مضبوط ہوئی اور اس کے کسی نے مضبوط کیا اسی سے المرساۃ ہے یعنی کشتی کے لنگر کہ جن سے وہ ٹھہرتی ہے۔

من فوقھا۔ یہ جملہ سے متعلق ہے یا اس کا متعلق مضمر ہے یہ رواسی کی صفت ہے یعنی وہ لنگر زمین کے اوپر نہیں تاکہ طلبگاروں کے منافع ظاہر ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اس کے وجوہ استدلال دیکھنے والوں پر واضح ہوں ورنہ وہ پہاڑ جو زمین کے اوپر ہیں وہ زمین کو جھکنے سے نہ روک سکتے اگر وہ اس کے نیچے ہوتے جیسے بالاخانوں کے نیچے ستون ہوتے ہیں یا زمین کے اندر گاڑ دیئے جاتے میخوں کی طرح تو بھی اسے جھکنے سے روک لیتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم اول التخلیق[1] کو پیدا فرمایا اسے فرمایا لکھ عرض کی کیا لکھوں فرمایا قضاء و قدر تو قلم نے اس وقت سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا لکھ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو پیدا فرمایا اس کے بعد پانی کے انجرات بلند ہوئے تو اس سے آسمان بنے اس کے بعد مچھلی زمین پر بچھائی گئی۔ مچھلی ہلنے لگی تو زمین جھکنے لگی اس پر پہاڑ گاڑ دیئے گئے جس پر انہوں نے زمین کو مضبوط کر دیا۔

عجائبات زمین کے واقعات

ا۔حضرت الشیخ الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی پر بچھایا تو زمین ہلنے لگی اور جھک گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان انجرہ غلیظہ کثیفہ سے جو زمین کے ہیجان سے اُٹھ رہے تھے پہاڑ بنا کر زمین پر گاڑ دیئے اس سے زمین کا جھکاؤ رُک گیا بلکہ اس کی جملہ حرکت ختم ہو گئی جس سے اسے استقرار نصیب ہوا اس کے بعد زمین کو ایک محیط پہاڑ کا طوق ڈالا اور وہ طوق سبز پتھر تھا پھر اس پہاڑ کو سانپ کا طوق ڈالا جو پہاڑ کو محیط ہو کر اس کا سر دُم سے آکر ملتا ہے۔

حکایت: حضرت ابن العربی قدس سرہٗ نے فرمایا میں نے ایک ایسے ابدال کو دیکھا جو اس کاف پہاڑ پر چڑھ گیا تھا۔ میں نے اس سے طول اور بلندی کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ بیت اشراق اس کے نچلے حصے

---

[1] اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اول الخلق قلم ہے حالانکہ تم اہلسنت کہتے ہیں کہ اول الخلق حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔

جواب: یہ روایت اضافی ہے یعنی حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد باقی جملہ اشیاء سے پہلے قلم پیدا کی گئی۔

مزید جوابات فقیر کی کتاب "ابتدائیات" میں دیکھئے۔

Scanned with CamScanner

میں پڑھی تو عصر کی نماز اس کے اوپر جا کر ادا کی اور یہ ابدال کا ایک قدم کی مسافت سمجھی جاتی ہے۔ اور یہی مشرق ومغرب کی درمیانی مسافت ہے۔

شانِ ولایت:۔ فقیر (صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ یہ سیر ملکوتی ہے ورنہ مشرق ومغرب کی درمیانی مسافت ایسے ہے جیسے آسمان وزمین کے درمیان یعنی پانچسو سال کی راہ[۱]۔ جیسا کہ اہل علم نے کہا ہے۔

حکایت:۔ حضرت ذوالقرنین رحمہ اللہ تعالیٰ کوہ قاف پر تشریف لے گئے اس سے پوچھا تم کون ہو عرض کی قاف (جبل) آپ نے اس کے اردگرد لکیریں دیکھ کر پوچھا یہ کیا ہیں عرض کی یہ میری جڑیں ہیں۔ کوئی ایسا شہر نہیں جہاں میری کوئی جڑ نہ ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کسی شہر پر زلزلہ لاتا ہے تو مجھے حکم فرماتا ہے میں اپنے اسی جڑ کو ہلاتا ہوں۔ اسی سے وہ شہر زلزلہ کا شکار ہو جاتا ہے۔ فرمایا اے قاف مجھے اللہ تعالیٰ کی کوئی عظیم الشان بات بتا۔ عرض کی میرے رب تعالیٰ کی شان بہت بلند ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ میرے آگے پانچ سو سال کی مسافت پر برف کے پہاڑ ہیں جو ایک دوسرے کو توڑ رہے ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو میں دوزخ کے شعلوں سے جل کر راکھ ہو جاتا۔ (العیاذ باللہ)

پہاڑوں کی گنتی

اہل حکمت فرماتے ہیں کہ زمین پر مجموعی طور کل ایک سو اٹھتر پہاڑ ہیں۔ ان کے بعض کا طول بیس فرسخ (ساٹھ میل) بعض کا ایک سو سے ایک ہزار فرسخ ہے۔

کوہ ابوقبیس:۔ سب سے پہلے زمین پر ابوقبیس پہاڑ گاڑا گیا۔ ٹیلوں کے علاوہ زمین پر کل پہاڑ چھ ہزار چھ سو تہتر ہیں[۲]۔

پہاڑوں کی تاثیرات

۱۔ بعض ایسے پہاڑ ہیں جن میں ٹھنڈک ہے ان میں اللہ تعالیٰ نے برف اور پانی کے خزانے جمع کر

---

[۱] اسی لیے فرید الملت حضرت خواجہ غلام فرید چاچڑانی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے

تھل مارو دا اوکھا پینڈا تھیسم ہک پلانگ۔

یعنی محبوب کا تھل یعنی عرش الٰہی کی شکل راہ میرا تو صرف ایک قدم ہے۔ (اویسی غفرلہٗ)

[۲] زہرۃ الریاض ۱۲۔

Scanned with CamScanner

رکھے ہیں۔ جس علاقے کو سیراب کرنا ہوتا ہے وہاں سے بحکم الٰہی پانی بھیجا جاتا ہے۔

۲۔ بعض ایسی وادیاں ہیں جن میں بندگانِ خدا کے منافع رکھے گئے ہیں۔ انہیں میں سونے۔ چاندی، لوہا اور دیگر جواہرات ہیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کے خزانے اور اس کے قلعے اور اس کی قدرت اور کمال حکمت کی دلیل ہیں۔ یہی رات کے وقت وحوش اور درندوں کے قید خانوں کا کام دیتے ہیں۔

۳۔ بعض وہ خوش قسمت پہاڑ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی امانت پیش کی (جسے وہ برداشت نہ کر سکے) لیکن وہ تسبیح سے معمور اور خوف و خشیت الٰہی سے بھرپور ہیں وہی انبیاء علیہم السلام کی کرسیاں ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی کرسیاں:۔ جبلِ اُحد ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کرسی ہے اور طور موسیٰ علیہ السلام اور سراندیپ آدم علیہ السلام اور جودی نوح علیہ السلام کی۔ ان پہاڑوں کے لیے یہی شرافت کافی ہے اور یہی دنیا میں بمنزلہ مردوں کے ہیں اسی لیے مرد کامل کو جبل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ہلاکو خان کا واقعہ:۔ کسی اللہ والے نے خواب میں دیکھا کہ بغداد میں ہلاکو خان کے ذریعہ بے شمار مخلوق ماری گئی ہے اور عراق کے پہاڑ کالی اندھیری بغداد میں لائے ہیں بعد کو معلوم ہوا کہ ہلاکو خاں نے بغداد پر چڑھائی کر دی اور بے شمار اولیاء۔ علماء، صلحاء و امراء اور ان گنت عوام کو مار ڈالا۔

اقسامِ اولیاء:۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ بظاہر پہاڑ زمین کے لنگر ہیں اور درحقیقت اولیاء اللہ زمین کے اوتاد ہیں جیسے پہاڑ جملہ اماکن پر شرافت رکھتے ہیں ایسے ہی اولیاء اللہ جملہ مخلوق سے برگزیدہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا من فوقھا یعنی اولیاء اللہ عوام پر فوقیت رکھتے ہیں پھر جیسے جبل قاف جملہ پہاڑوں سے بزرگ تر ہے ایسے ہی قطب غوث اعظم ہر ولی سے بزرگ تر ہیں۔ انہی سے جملہ اولیاء کو قوام ہوتا ہے اور رواسی (عام اولیاء) ان سے مراتب میں بہت کم درجہ ہیں۔

خواص اولیاء:۔ خواص اولیاء جنہیں اوتاد کہا جاتا ہے وہ چار ہیں:۔

۱۔ یہ اللہ کے اذن سے جملہ اہلِ مشرق کی حفاظت فرماتے ہیں۔ ان کا نام عبد الحی ہے۔

۲۔ اہلِ مغرب کی حفاظت فرماتا ہے ان کا نام عبد العلیم ہے۔

۳۔ اہلِ شمال کی حفاظت فرماتا ہے ان کا نام عبد المرید ہے۔

۴۔ اہلِ جنوب کی حفاظت فرماتا ہے ان کا نام عبد القادر ہے۔

Scanned with CamScanner

امام شافعی اوتاد میں سے ہیں

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے فرمایا کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان چار اوتاد میں ایک تھے۔[1]

رد وہابیہ دیوبندیہ :۔ حضرت اسمٰعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دور حاضرہ کے اختلاف کا فیصلہ صدیوں پہلے فرما گئے۔ ملاحظہ ہو۔

وبرکات للاولیاء یاتی المطر من السماء وتخرج النبات من الارض وبدعائہم یندفع البلاد عن الخلق وان حیاتہم ومماتہم سواء فانہم ماتوا عن اوصاف وجودہم بالاختیار قبل الموت بالاضطرار فہم احیاء علی کل حال ولہذا قیل[2]

---

[1] فتوحات مکیہ ۱۲

[2] یہ تھا اسلاف کا عقیدہ جسے آج شرک سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ اس شرک کے فتویٰ کا آغاز تو ابن تیمیہ نے کیا تھا لیکن اسے پروان محمد بن عبد الوہاب نجدی نے چڑھایا چنانچہ وہ کتاب کشف الشبہات میں لکھتا ہے کہ وَ اِنَّ مُحَمَّدًا لَا یَمْلِكُ لِنَفْسِهٖ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا فَضْلًا عَنْ عَبْدِ الْقَادِرِ وغیرہ اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کے واسطے نفع اور نقصان کے مالک نہیں۔ چہ جائیکہ عبد القادر وغیرہ۔ اس عقیدہ کی وہابیوں، دیوبندیوں نے خوب پرچار کی۔ چنانچہ فرقہ دیوبندیہ اور وہابیہ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام و بت مساوی ہیں۔ کیونکہ جو آیات کریمہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے بتوں کی معبودیت کو توڑنے کے واسطے ان کا عجز ثابت کیا ہے۔ وہی آیات یہ لوگ وہابیہ اور دیوبندیہ انبیاء و اولیاء پر چسپاں کرتے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ انبیاء و اولیاء پر یہ فتویٰ اور ان کا عجز ظاہر نہ کر سکتا تھا۔ حالانکہ ان کے برعکس اللہ تعالیٰ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کے اردگرد کئی ہزار ملائکہ نازل فرماتا رہتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کے پاس مودبانہ درود شریف پڑھتے ہیں۔ کیا وہ بھی اپنے نفع و نقصان کے مالک نہیں۔ اور نبی کریم صلی علیہ وسلم کی نسبت یہ کہنا آپ اپنے نفع و نقصان کے مالک نہیں کیا رسالت اور نبوت کس ذات کو مستلزم ہوئی ؟ اور عالمین کی رحمت ایسی ذات کو بنایا گیا جو اپنے نفس کے نفع کے مالک نہیں اور پھر اپنے نفس کے نفع نقصان کے انکار سے یہ کب لازم ہوا کہ آپ عالمین کے نفع نقصان کے بھی مالک نہیں ہیں جو ان کی عقل نارسا نے سمجھا ہے ولا خوف علیہم ولا ھم یحزنون سے سرلبے اور یہ ان کو ذلیل سمجھیں (انا للہ وانا الیہ راجعون۔) تردد میں ہمارے علماء کرام نے ان کی سرکوبی فرمائی اور ان شاء اللہ

کسی نے کیا خوب فرمایا ؂

مشو بمرگ ز امداد اہل دل نومید
کہ خواب مردم آگاہ ہیں بیدار است

ترجمہ:۔ اہل دل کی امداد سے ان کی موت کے بعد نا اُمید نہ ہو اس لیے کہ مردم خدا آگاہ نیند بھی بیداری ہی ہے۔

ترجمہ:۔ اولیاء کی برکت سے آسمان سے پانی آتا ہے اور زمین سے کھیتی اُگتی ہے اور ان کی دعا سے مخلوق سے بلائیں دفع ہوتی ہیں اور ان کی حیات و ممات برابر ہے وہ تو موت سے پہلے اپنے اختیار سے وجود کے اوصاف سے مر چکے ہوتے ہیں۔ اسی لیے ان کی اضطراری ان کو کوئی نقصان نہیں دیتی وہ ہر حال میں زندہ ہیں۔

وبارک فیھا۔ اور برکت مقدر کی اس میں یعنی زمین کو برکتوں سے بھر دیا بایں سطور کہ قسم وقسم

حاشیہ بقیہ صفحہ سابقہ

ان کی تاقیامت سرکوبی ہوتی رہے گی۔ یہی ٹولی ہر صدی میں نام بدلتی رہے گی لیکن اہلسنت اپنے کام میں لگے رہیں گے یہاں تک کہ ان کی آخری ٹولی دجال کے ساتھ ہو گی۔ تفصیل کے لیے دیکھئے فقیر کی کتاب "ابلیس تا دیوبند"۔

اکابرین سے حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری حضوری رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار[1] ملاحظہ ہوں ؂

ہست یکے فرقہ وہابیاں
منکر از امدادِ ولی در جہاں
بلکہ ز امداد نبی منکر اند
با ہمہ اموات مساوی نہند
لعنتِ حق باد بر ایں اعتقاد
رفت مسلمانی ایشاں بباد

ترجمہ:۔ فرقہ وہابیوں کا دنیا میں ولی اللہ کی امداد کا منکر ہے۔
۲:۔ بلکہ وہ تو نبی علیہ السلام کی مدد کے بھی منکر ہیں انھیں جملہ مردوں کی طرح سمجھتے ہیں۔
۳:۔ ایسے اعتقاد پر لعنت ہو ان کی مسلمانی برباد ہو گئی۔

---

[1] مقیاس حقیقت صد ۱۵۹ و صد ۱۶۰

Scanned with CamScanner

کے حیوان پیدا کر دیئے۔ منجملہ ان کے ایک انسان ہے اور قسم قسم کی انگوریاں پیدا کیں کہ جن انسان کی وجہ معاش ہے منجملہ ان کے مختلف بیج ہیں۔ وقدر فیہا اقواتہا۔ اور اس میں تمہارے کھانے کی چیزیں مقدر فرمائیں۔

حاشیہ بقیہ سابقہ صفحہ

صورت شاں صالح و باطن پلید
صحبت لشاں نکنی اے سعید
گفتہ من ہیچ منہ درمیاں
بین کہ چہ گفت است زپیشنیاں
صحبتِ بد راہ تباہ می کند
دیگ سیاہ جامہ سیاہ می کند
جملہ فسادات ز صحبت اثر
یُحفِظُنَا اللہ عَذَابَ السَّقَر
نیست خلل ہیچ ولی را بموت
قوت امداد نہ زو گشت فوت
موت ولی ہست حیاتِ ابد
گر کہ نہ اقرار کند گشت رد
گر نہ مدد ہا رسد از اولیاء
غیر ولی چوں زولی شد جدا

ترجمہ: ان کا ظاہر اچھا لیکن باطن پلید ہے۔ اے سعادت مند ان کی صحبت میں مت بیٹھ۔

۲ ،، میرے کہنے کو معمولی نہ سمجھ ذرا گزشتہ بزرگوں سے سنئے۔

۳ ،، صحبتِ بد راہ تباہ کرتی ہے سیاہ دیگ کپڑے سیاہ کر دیتی ہے۔

۴ ،، تمام فسادات بری صحبت سے ہیں ہمیں اللہ تعالیٰ دوزخ کے عذاب سے بچائے

۵ ،، ولی اللہ کو موت خلل نہیں ڈالتی نہ ہی موت ان سے مدد کی قوت چھین لیتی ہے۔

۶ ،، ولی اللہ کی موت دائمی حیات ہے جو اس کا اقرار نہیں کرتا وہ مردود ہے۔

۷ ،، اگر اولیاء سے مدد نہ پہنچے تو ولی اللہ اور غیر ولی کا فرق کیا رہا۔

Scanned with CamScanner

حل لغات: القوت۔ اتنا رزق کہ جس سے زندگی باقی رکھی جا سکے اور اس سے انسان کے بدن کو قوام نصیب ہو۔ اہل لغت کہتے ہیں قاتہ یقوتہ۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کسی کو اس کا قوت کھلایا جائے۔ المقیت بمعنی وہ قادر جو ہر ایک کو قوت عطا فرمائے۔

فائدہ: بلاغات الزمخشری سے ہے اذا حصلتك یاقوۃ ھان علی الدر والیاقوت۔ جب تجھے یاقوت نصیب ہو تو تجھے موتی و یاقوت آسانی سے حاصل ہوتے ہیں۔ اب آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ ان کے لیے مختلف چیزیں پیدا کی جائیں جو مقدار معین پر ان کے مناسب حال پر ہو جیسا کہ حکمت کا تقاضا ہے یہاں اقوات سے زمین پر ٹھہرنے والوں کے لیے کھانے کی چیزیں مراد ہیں۔ اصل عبارت قدر اقوات اہلہا۔ گویا یہاں مضاف محذوف ہے بایں طور کہ ہر ایک کے لائق روزی پیدا فرمائے گا جیسے گندم اور جو اور چاول اور کھجور اور گوشت وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ: بعض عارفین نے فرمایا ہر ایک کا رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو اس کے لائق ہے مثلاً روحانیون کا رزق مشاہدہ اور ربانیوں کا رزق مکاشفہ اور صادقین کا رزق معرفت اور عارفین کا رزق توحید اور

حاشیہ بقیہ سابقہ صفحہ

خاصہ قرآں شہ ہمہ اولیاء
نائب کامل ز شہ انبیاء
قطب جہاں غوثِ زماں محی الدین
فیض ازو تا بقیامت یقین
پیر دگر شاہ بود نقشبند
ہست ز بسیار مشائخ بلند
ہم مددش تا بقیامت یقین
ایں ہمہ آثار کرامت بہین

ترجمہ:۔ بالخصوص تمام اولیاء کا شہنشاہ اور شہ انبیاء کا نائب کامل

۲ :۔ قطب جہاں غوث زماں محی الدین ان کا تا قیامت فیض جاری ہے بالیقین۔

۳ :۔ دوسرا پیر شاہ نقشبند جو بہت سے اولیاء سے بلند قدر ہے۔

۴ :۔ ان کی مدد بھی قیامت تک ہے یہ منجملہ کرامات کے آثار سے ہے۔

Scanned with CamScanner

ارواح کا روح اور اشباح کا رزق کھانا پینا ہے اور یہ تمام رزق اللہ تعالٰے نے زمین میں رکھا ہے اور یہ زمین مطیعین کے لیے عبادت گاہ اور غافلوں کے لیے آرام گاہ ہے ؎

جلوہ تقدیر در زندان گل دارد مراد
ورنہ بالاتر بود از نہ فلک جولان من

ترجمہ:۔ جلوہ تقدیر کا ہمارے لیے ارادہ ہے کہ ہم زمین پر رہیں ورنہ میری جولانیاں تو نو فلک سے بھی آگے ہیں۔

فی اربعۃ ایام ۔چار دنوں میں یعنی آخرت کے چار دنوں میں یا اس سے ایام دنیا مراد ہے جیسا کہ گزرا ہے اس کا متعلق حاصل ہے یعنی تم رحصو تھا یعنی ان کا حصول مقدر کیا ہے دو دن منگل اور بدھ کے دنوں میں جیسا کہ اس کا آئے گا۔

سوال ۔ یہ دو دن کیسے حالانکہ آیت میں چار دنوں کا ذکر ہے۔

جواب :۔ اس سے چار یوم کا تتمہ مراد ہے یعنی یہاں مجموعہ مراد ہے کیونکہ پہلے دو دن ملا کر ان دونوں کے ساتھ چار ہوئے۔ گویا کہا گیا کہ نصب راسیان و تقدیر اقوات و تکثیر خیرات دوسرے ان دو یوم کے بعد ہو اجو زمین کے پیدا کرنے میں صرف ہوئے۔

سوال :۔ آیت کو اپنے ظاہر پر کیوں محمول نہیں کیا گیا۔ یوں مان لیا جائے کہ زمین کی تخلیق دو یوم میں ہوئی اور اس کے اندر سوائی اشیاء چار دنوں میں۔

جواب :۔ اپنی جگہ پر ثابت ہو چکا ہے کہ آسمان کی تخلیق دو دنوں میں ہوئی۔ اب ان سب کو ملایا جائے تو کل آٹھ دن ہوتے ہیں اور یہ خلافِ نص ہے کیونکہ نص قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کی تخلیق چھ دنوں میں ہوئی۔

نکتہ:۔ برہان القرآن میں ہے کہ اس کو صاف طور دو یوم کے ساتھ اس لیے ذکر نہیں کیا گیا اس میں گہرائی ہے جسے ہر ایک نہیں سمجھ سکتا مثلاً **خلق الارض فی یومین** ۔ **الذی** کا صلہ ہے اور **وتجعلون له اندادا** ۔ کا عطف تکفرون پر ہے اور **جعل فیہا دواسی** کا **خلق الارض** پر عطف ہے اور یہ اعراب کے لحاظ سے ممتنع ہے اور یہ عام کلام میں قبیح ہے اور استعار میں تو اسے اقبح الضرورات گنا گیا ہے اسی لیے یہ عبارت ناجائز ہے۔

جاءنی الذی یکتب وجلس ویقرأ ۔ کیونکہ موصول اور اس کے معطوف علیہ اور صلہ کے درمیان کوئی اجنبی شے نہیں لائی جاتی جب ایسی مانع ہو تو وہاں کسی شے کو مقدر کرنے کے سوا چارہ نہیں ہوتا تا کہ کلام صحیح ہو سکے۔

Scanned with CamScanner

ذلك رب العلمین کے بعد خلق الارض مقدر ہے اس کے بعد و جعل فیہا رواسی من فوقہا و بارک فیہا و قدر فیہا اقواتہا فی اربعۃ ایام ۔ اس معنیٰ پر یہ کل کا کل چار دنوں میں ہوا ۔

فائدہ :۔ ایک اور مفسر نے فرمایا و جعل فیہا رواسی کا عطف خلق پر ہے ۔

سوال :۔ اس طرح سے خارجی دو جملوں کو چیر صلہ سے فصل لازم آتا ہے ۔

جواب :۔ یہ دونوں فصل نہیں بنتے اس لیے کہ پہلا جملہ تکفرون سے متحد ہے گویا دوسرا پہلے کا اعادہ ہے اور دوسرا بھی معترضہ ہے لیکن مضمون کلام کا مقررہ ہے اور وہ ضمیر کے لیے وہ بمنزلہ تاکید کے ہے ان کا فصل ہونا نہ ہونے کے برابر ہے ۔

خلاصہ یہ کہ یہ تمام کلام مل کر ہی فائدہ دیتا ہے انہیں علیحدہ علیحدہ نہ سمجھا جائے ۔

سواء : بمعنی مستوی ۔ **للسائلین** ۔ سائلین کے لیے برابر ہے جس میں کسی قسم کی زیادتی اور نقصان نہیں یہ محذوف کے متعلق ہے یعنی وہ لوگ جو زمین اور اس کے اندر کی اشیاء کی تخلیق کی مدت کا سوال کرتے ہیں کہ زمین اور اس کے اندر کی اشیاء کی تخلیق کی مدت کا سوال کرتے ہیں کہ زمین اور اس کے اندر والی اشیاء کے دنوں میں پیدا کی گئیں ۔ یہ سوال استفتائی ہے اور لام بیانیہ یا قدر کے متعلق ہے ۔ بحر العلوم میں ہے کہ یہی ظاہر ہے یعنی زمین میں اقوات مقدر فرمائے ۔ سائلین یعنی ان کے طالبوں اور ان محتاجوں کے لیے جو ان اقوات کے ضرورت مند ہیں ۔ اس تقریر پر یہ سوال استعطائی (طلب عطاوالا) ہوگا اور لام بمعنی اجل ہے ۔

حدیث شریف :۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سواری پر سوار تھا آپ نے فرمایا کہ ارواح اجسام سے چار ہزار سال پہلے پیدا کی گئیں اور ارزاق ان سے بھی چار ہزار سال پہلے پیدا کیے گئے ۔ کوئی رزق کا سوال کرے یا نہ اسے ضرور ملے گا ۔ کوئی اسے مانگ کر کھاتے ہیں اور کوئی بغیر مانگے میں ان میں ہوں ۔ جنہیں بغیر مانگے ملتا ہے اور جو مانگ کر کھاتے ہیں وہ جاہل ہیں ۔

فائدہ :۔ اس حدیث کی رو سے للسائلین کی لام سواء کے متعلق ہے ۔ اسی طرف تاویلات نجمی کا اشارہ ہے کہ سوال سے رزق گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے ۔

سبق :۔ اس میں تنبیہ ہے اسے جو اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہیں ۔

کشاد عقدۂ روزی بدست تقدیر است
مکن رزق شکایت ازیں رزق زنہار

ترجمہ :۔ روزی کی عقدہ کشائی تقدیر کے ہاتھ میں ہے تم رزق کی تھوڑے زیادہ کی شکایت نہ کرو ۔

Scanned with CamScanner

حدیث شریف:۔ جو بھوکا ہو کر لوگوں سے مخفی رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اس کی حلال روزی کھول دے۔

فائدہ:۔ عمدہ عمل صبر اور ترک شکایت اور توکل اور ذکر میں مشغول ہونا ہے۔

حکایت حدیثی:۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ پاک کی ایک وادی میں جا رہا تھا۔ میرے پاس آپ کے وضوء کا پانی تھا حضور علیہ السلام جب وادی میں داخل ہوئے تو سر مبارک اُوپر اُٹھا کر مجھے اشارہ فرمایا کہ آگے جاؤ میں پہنچا تو دیکھا ایک درخت کے اُوپر ایک پرندہ ٹہنی کو چونچ سے کرید رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کچھ سمجھا کیا کہتا ہے میں نے نفی کا عرض کیا تو آپ نے فرمایا یہ کہتا ہے:

اللّٰهم انت العدل لا تجور حجبت عنی بصری و قد جعت فاطعمنی

اے اللہ! تو عادل ہے ظلم نہیں کرتا مجھ سے میری آنکھیں بھی محجوب ہیں۔ میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلا۔

ابھی تھوڑی دیر ہوئی کہ ایک ٹڈی آئی جو اس کے منہ میں خود بخود چلی گئی اس کے بعد وہ پرندہ چونچ ہلانے لگا آپ نے پوچھا معلوم ہے کہ کیا کہہ رہا ہے۔ میں نے عرض کی نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ کہہ رہا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے وہ اس کی کفایت کرتا ہے اور جو اسے یاد کرتا ہے تو وہ اسے نہیں بھولتا پھر مجھے فرمایا۔ اے انس آپ بھی کسی کو رزق کی فکر ہوگی حالانکہ اس کی بہ نسبت رزق اس کا بہت زیادہ متلاشی ہے۔

حضرت صاحب نے فرمایا ؎

رزق اگر بر آدمی عاشق نمی باشد چرا
از زمین گندم گریبان چاک می آید چرا

ترجمہ:۔ اگر رزق آدمی کا عاشق نہیں تو گندم کا دانہ زمین کا گریبان کر کے باہر کیوں آتا ہے۔

ثم استوی الی السماء۔ کیفیت تقدیر کے بیان کے بعد اب سماوات کی کیفیت کا بیان شروع فرماتے ہیں۔

سوال:۔ زمین اور اہل زمین کے بیان کا اتنا اہتمام کیوں۔

جواب:۔ تاکہ مخاطبین کو تنبیہ ہو کہ وہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے تو ان کے رزق کا بندوبست پہلے ہو گیا تھا تاکہ وہ صرف اور صرف ایمان و اسلام کی طرف راغب ہوں اور کفر اور سرکشی سے اجتناب کریں۔

فائدہ:۔ اس لیے تمام آیات کے بعد ہی لفظ ثمّ لایا گیا۔

حل لغات:۔ استواء اعوجاج (ٹیڑھاپن) کی نقیض ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں استوی العود یہ اس وقت بولتے ہیں جب لکڑی سیدھی ہو جائے لیکن یہاں پر استویٰ بمعنی قصد

Scanned with CamScanner

وتوجہ ہے کیونکہ اس کے اصلی معنیٰ اجسام کا مقتضی ہے بلکہ اس کے خواص سے ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے صفات سے منزہ ومقدس ہے۔

اب آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ ومشیت سے آسمان کا مکمل قصد فرمایا اور پورے طور پر اس کی طرف متوجہ ہوا کہ دوسرے کسی مقصد کا تصور ہی نہ ہوتا تھا اسے انسان کے قصد سے تشبیہ دے کر ایسے کہا گیا مثلاً کسی انسان کے لیے کہا جاتا ہے کہ استوی الی مکان کذا کالسهم المرسل چھوٹے ہوئے تیر کی طرح فلاں نے مکان کی طرف قصد کیا۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی سیدھا اسی مکان کی طرف ایسا جارہا ہو کہ اسے دوسرے کسی مقصد کی طرف گردن موڑنے کا تصور تک نہ ہو۔

ثم میں اشارہ ہے کہ ابداع مخلوقات کی طرف اسے کتنا خصوصی توجہ کرم ہے۔

فائدہ[1]: وھی دخان۔ واؤ حالیہ اور السماء کی طرف راجع ہے کیونکہ یہ بھی مونثات سماعیہ سے ہے اور دخان وہ اجزائے ارضیہ لطیفہ ہیں جو حرارت کے ساتھ ہوا میں بلند ہوتے ہیں۔

المفردات میں ہے کہ وہ غبار جو شعلہ کے ساتھ اٹھتی ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ حالانکہ اس وقت آسمان ایک دھواں تھا۔ یعنی دھوئیں کی طرح اندھیرا ہی اندھیرا تھا اور دخان یعنی وہ سیاہ شے جو آگ سے اوپر کو اٹھتی ہے یہ تشبیہ بلیغ کے قبیل سے ہے اور آسمان کو دخان کہنا مآل کی حیثیت سے ہے۔

فائدہ: امام راغب نے فرمایا کہ ھی دخان بمعنی مثل الدخان اس میں اشارہ ہے کہ آسمان دھوئیں کی طرح بلا سہارا کھڑا ہے اسے کوئی شے روکے ہوئے نہیں۔

فائدہ: مادۂ آسمانی کو دخان سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی آسمان کے ہیولیٰ وصورت جسمیہ کو دخان کہا گیا ہے یا وہ چھوٹے اجزاء جن سے آسمان مرکب ہے اسے دخان سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی اجزاء لا یتجزیٰ کو دخان کہا گیا قبل اس کے کہ اس کی ظلمات کو روشنی پھیلانے والی چیزیں وارد ہوں۔[1]

نکتہ: چونکہ اول الحدوث میں ظلماتی تھا اسی لیے اسے دخان کہنا مناسب ہے۔ اس چیز کے ساتھ تشبیہ دے کر جس کے متفرق غیر متواصلہ وعدیمۃ النور ہوں۔ دخان (دھواں) کی طرح دیگر اشیاء کہ جن کی کوئی صورت نہیں کہ جس کی ترکیب کو محفوظ کیا جا سکے۔[2]

فائدہ: بعض نے کہا کہ اس سے وہ دھواں مراد ہے جو پانی سے اوپر کو مرتفع ہوتا ہے یعنی آسمان دھوئیں کی طرح پانی کا بخار ہے۔ اب ترجمہ یوں ہوگا کہ آسمان دھواں ہے یعنی پانی کا بخار دھوئیں کی

---

[1] حواشی سعدیہ ۱۲۔ اویسی غفرلہٗ [2] حواشی ابن الشیخ ۱۲

طرح ہے۔[1]

فائدہ:۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عرش کو پانی پر بنایا۔ پانی پگھلا تو اس سے سبز یا سفید جواہر اُترے وہ پگھلے تو ان میں آگ ڈالی تو وہ پانی بن گیا جس پر ایک جھاگ سا اوپر کو تیرنے لگا اسی جھاگ سے ہی زمین بنائی گئی پھر اس دھوئیں کی طرف ارادہ کیا جو پانی سے برآمد ہوا تھا اسے آسمان بنا کر اُونچا کیا گیا اور زمین آسمان کی پیدائش سے پہلے پیدا ہوئی پھر زمین بچھائی گئی اس پر پہاڑ گاڑھے گئے اس میں ارزاق مقدر کیے۔ درخت اور جانور اور دریا نہریں پیدا کی گئیں لیکن یہ کام آسمان کے بنانے کے بعد ہوا اسی لیے فرمایا۔ والارض بعد ذالک دحاھا۔ اس کے بعد ہی زمین بچھائی۔

فائدہ:۔ مندرجہ ذیل اشعار حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مضمون کا مجموعہ ہیں جو آپ نے نافع ابن الازرق حروری کے سوال کے جواب میں فرمایا ۔

کفی را منبط سازد کہ ایں فرشیت بس لائق
بخار برابر افراز د کہ ایں سقفیت بس زیبا

ترجمہ:۔ ایک مٹھی کو فراخ فرماتا ہے یعنی یہ فرش جو لائق ہے بخار کو روشن فرماتا ہے اس نے تیار فرمایا۔

ازاں سقف معلق حسن تصویرش بود ظاہر
بدیں فرش مطبق لطف تدبیرش بود پیدا

ترجمہ:۔ یعنی یہ چھت جو نہایت زیب و زینت سے مزین ہے اس کی تیار کردہ ہے۔ اسی چھت معلق سے اس کی اچھی تصویر (تخلیق) ظاہر ہے۔ موزوں فرش سے اس کی لطیف تدبیر ظاہر ہوتی ہے۔

فقال لھا۔ پس آسمان کو۔ والارض۔ اور زمین کو فرمایا یعنی زمین اور اس کے اندر والی چیزوں کو مقدر کر کے فرمایا ائتیا۔ آؤ یعنی پیدا ہو جاؤ اُوپر وجہ معین کے اور وقت مقدر کے جو تمہارے لیے ہو چکا۔ اس سے وہ وقت مراد ہے جب ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تعلق فعلی سے متعلق ہوا بعد تقرر امر کے بغیر اس کے کہ وہاں کوئی امر و مامور نہ تھا یہ ایسے ہے جیسے اشیاء کو فرمایا کُن۔ ہو جا۔ ان میں تاثیر و قدرت اور اُن کے تاثر قبول کرنے کو آمر نے اس امر نافذ الحکم کو تشبیہ دی گئی ہے جو مامور مطیع کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ مامور اسے پورا کرتا ہے۔ مشبہ کی حالت کو مشبہ بہ کی حالت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

---

[1] تفسیر حسینی ملا کاشفی ۱۲،

Scanned with CamScanner

طوعًا او کرھًا. دونوں مصدر حال کی جگہ پر واقع ہوئے ہیں. الطوع بمعنی الانقیاد یعنی فرمانبرداری۔ اس کی نقیض کرۃ آتی ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ در انحالیکہ تم خود بخود فرمانبردار ہو کر اور یا کراہت کرکے یعنی تم چاہو یا نہ چاہو اس میں تاثیر و قدرت کے لزوم کی تمثیل ہے یعنی اس کے خلاف ہونا بالکل محال ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ طوع و کرہ ان کے لیے ثابت کیا جارہا ہے کیونکہ یہ طوعًا و کرہًا تو عقلا ہے و ذو الارادہ والاختیار کے اوصاف سے ہیں اور زمین و آسمان از قبیل جمادات عدمیۃ الارادۃ والاختیار ہیں۔

قالتا اتینا طائعین۔ کہا دونوں نے ہم آئے فرمانبردار ہو کر۔ یہ اُن کی قدرت بالغہ کے کمال تاثیر اور جس طرح حکم ہوا اسی طرح کے حصول کی تمثیل اور ان کا وجود اسی طرح ہوا۔ جس طرح حکمۃ کاملہ کا تقاضا تھا کی تصویر ہے۔ لفظ طوع اسی تقریر کا مؤید ہے کیونکہ لفظ کرہ اس کے خلاف میں ہے۔

سوال:۔ طائعین کیوں جبکہ یہ جمع مذکر عقلاء کا صیغہ ہے حالانکہ بیان طائعتین (تثنیہ مونث) مناسب تھا تاکہ ارض و سماء کے مطابق ہوتا یا طائعات ہوتا تاکہ اس کے معنیٰ پر انھیں محمول کیا جاتا کیونکہ اس سے مراد سماوات و ارضون ہے۔

جواب:۔ یہ چونکہ معرض خطاب میں ہیں جب ان کے ساتھ کلام میں عقلاء جیسا معاملہ کیا گیا ہے اسی لیے ان کے لیے جمع عقلاء کا صیغہ لایا گیا۔ پھر چونکہ ان کا مفہوم جمع کا معنیٰ دیتا ہے اسی لیے جمع کا صیغہ لایا گیا اور اس کی نظیر قرآن مجید میں دوسرے مقام پر موجود ہے جیسے یوسف علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ انی رأیت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رأیتھم لی سٰجدین۔ میں نے گیارہ ستارے اور سورج اور چاند اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس میں قدرت کاملہ کا اظہار ہے کہ اس نے ارض و سماء معدوم کو بلوایا اور انہیں ائتیا الخ کا خطاب سنوایا تاکہ وہ جواب دے سکیں اور کہہ سکیں اتینا طائعین۔

سوال:۔ ابتداء میں انہیں مؤنث کے صیغے سے کیوں تعبیر کیا۔

جواب:۔ اسوقت معدوم مؤنث تھے۔

سوال:۔ بالآخر ان پر صیغہ عقلاء مذکر کیوں لایا گیا۔

جواب:۔ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ کرکے عقل عطا فرمائی تو عقلاء کی طرح اتینا طائعین کا جواب

Scanned with CamScanner

دیا اسی لیے بالآخر ان پر صیغہ مذکر عقلاء کا اطلاق ہوا۔

حدیث شریف:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے رب کریم جب تو نے آسمان و زمین کو ائتیا کا حکم فرمایا اگر وہ نافرمانی کرتا تو پھر ان کے ساتھ کیا کرتا فرمایا میں کسی ایسے جانور کو حکم دیتا جو ان دونوں کو نگل جاتا۔ عرض کی اے رب کریم وہ جانور کہاں ہے فرمایا میری چراگاہوں میں۔ عرض کی وہ چراگاہ کہاں ہے فرمایا وہ میرے پوشیدہ علم میں ہے۔

کعبہ معظمہ نے ادب سے عزت پائی

بعض روایات میں ہے کہ زمین کے جس ٹکڑے نے اتینا طائعین کہا تھا وہ یہی حصہ ہے جہاں اب کعبہ معظمہ ہے۔ ایسے ہی آسمان کے اس حصے نے جو کعبہ کے بالمقابل ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے کعبہ معظمہ کو تمام روئے زمین پر عزت بخشی اور کعبۃ الاسلام و قبلۃ الانام بنایا۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا سب سے پہلے شام کے ملک کے علاقہ اُردن نے اس کا جواب دیا اسی لیے اسے لسان الارض کہا جاتا ہے۔

فائدہ:۔ زمین پر سب سے پہلا شہر بلخ (جو خراسان میں ہے) بنایا گیا اسے کیومرث نے بنایا پھر کوفہ بنا اساس کے لڑکے ہوشنگ نے بنایا اور کیومرث مہلائیل بن قینان ابن انوش بن شیث علیہ السلام کا بیٹا تھا اس کی عمر سات سو سال تھی۔

شانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی کعبہ کا کعبہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضور کی سرشت کا خمیر ناف الارض یعنی مکہ میں تھا۔ اسی لیے یہاں سے ہی زمین بچھائی گئی اسی لیے مکہ معظمہ کو ام القریٰ کہا جاتا ہے۔

فائدہ:۔ اس سے ثابت ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکوین کے لیے اصل الکل ہیں روحاً بھی جسماً بھی اور جملہ کائنات آپ کی فرع و تابع ہے اسی لیے آپ کو النبی الامی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ سب کی اصل و بنیاد ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

سوال:۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جہاں کسی کا خمیر ہوتا ہے مدفن بھی ہوتا ہے اس قاعدہ پر تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن مکہ معظمہ میں ہونا چاہیے تھا کیونکہ آپ کا خمیر مبارک مکہ کا تھا۔

جواب:۔ طوفان نوح (علیہ السلام) کے دنوں پانی کی موج سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عنصر شریف و زبدہ لطیف و جوہر نظیف گنبد خضریٰ کی جگہ پر مدینہ طیبہ میں لایا گیا۔

Scanned with CamScanner

نور کا خمیر: تاریخ مکہ میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خمیر مبارک مکہ معظمہ میں کعبہ معلّی کی جگہ پر طوفان نوح (علیہ السلام) تک چمکتا ہوا محسوس ہوتا تھا پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے طوفان کی موج اس خمیر مبارک کو اُٹھا کر گنبد خضریٰ کی جگہ پر مدینہ طیبہ میں لائی اس میں حکمت الٰہیہ وغیرہ ربانیہ کا یہی تقاضا ہے جسے اہل اللہ ہی جانتے ہیں۔

کعبہ کا قبلہ: اسی لیے علماء میں سے کسی کا اختلاف نہیں کہ:

ان ذلک المشهد الاعظم و المرقد الاکرم افضل من جميع الاکوان من العرش و الجنان۔ (روح البیان صفحہ ۲۰ ج ۸)

ترجمہ: بیشک مشہد اعظم اور روضۂ انور جملہ کائنات یہاں تک کہ عرش اور جنت سے بھی افضل ہے۔

صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی افضلیت

اسی سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے استدلال فرمایا ہے کہ شیخین بعد الانبیاء افضل ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اسی خمیر سے پیدا کیے گئے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کی تخلیق ہوئی انھیں اس مبارک خمیر سے قرب نصیب ہوا (تبھی تو وہ اسی روضۂ اقدس میں اپنے آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مدفون ہیں اس معنی پر جیسے روضۂ اقدس کا ٹکڑا کل کائنات سے افضل ہے تو انھیں بھی اس فضیلت کا مصداق ماننا پڑے گا۔

انبیاء و اولیاء کی فضیلت کا ذکر

حضرت امام سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب عزرائیل علیہ السلام زمین سے مٹی بھر کر جملہ بنو آدم کے خمیر لے گئے تو ان تمام کی خمیر پر ابلیس کے قدم مس کر چکے تھے اسی لیے ابلیس کے اقدام کی نحوست سے نفوس امارہ پیدا ہوئے اور یہی شر و فساد کا مرکز اور اصل ہیں سوائے انبیاء و اولیاء کے خمیروں کے کہ وہاں ابلیس کے منحوس قدم نہیں پڑے تھے۔

محبوبِ خدا مطمح نظر کبریا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خمیر مبارک وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خصوصی نگاہ سے نوازا یہ بھی عزرائیل علیہ السلام کی مٹھی میں تھا لیکن یہ مقدس خمیر ابلیس کی نحس مس سے ہر لحاظ سے منزہ و مقدس تھا اسی لیے یہ خمیر اقدس نفس امارہ کی جہالت کے حظ سے مقدس و منزہ ہے بلکہ یہاں جہالت کا بیج ہی ختم کر دیا گیا۔ اس کی جگہ پر علم بھر دیا گیا۔ اسی لیے آپ کو اللہ تعالیٰ نے مجسم علم و ہدایت بنا کر بھیجا اور وہ علم ہدایت

آپ کے قلب انور میں منتقل ہوکر برگزیدہ قلوب میں جاگزین ہوا اور آپ کے نفس مطمئنہ سے انھیں فیض ملا۔ یہ طہارت طینت کی مناسبت ہے کہ خمیر رسول بھی طیب و طاہر اور انبیاء و اولیاء کے خمیر بھی طیب و طاہر۔ جس کا خمیر زیادہ پاکیزہ ہوتا اسی قدر آپ سے اسے وافر سے وافر تر قبول و تسلیم سے ذاتی کمال بھی نصیب ہوا۔

سوال: یہی بات ہے تو پھر انبیاء و اولیاء کے مزارات گنبد خضریٰ سے دُور دُور کیوں انہیں تو صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرح قریب تر ہونا چاہیئے تھا۔

جواب: قرب ظاہری نہ سہی ان کو قرب معنوی تو نصیب ہے اور قرب معنوی کے لیے ظاہری بُعد نہیں رہتا مثلاً حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بظاہر کعبہ سے دور ہیں لیکن قربِ معنوی سے قریب ہیں اور انبیاء و اولیاء کا دُور کی مسافت پر ہونے میں مصلحت تھی اس لیے اسی مصلحت کو پورا کرنے پر انہیں دُور دُور رکھا گیا۔[1]

حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

گرچہ دوریم بیاد تو قدح مینوشیم
بعد منزل نبود در سفر روحانی

ترجمہ: اگرچہ ہم بظاہر دور ہیں لیکن یاد کا پیالہ ہم ہر وقت نوش کرتے رہتے ہیں اور سفر روحانی میں بعد منزل کچھ نہیں۔

تفسیر عالمانہ: فقضٰھن سبع سمٰوات۔ تو اللہ نے ان کے سات آسمان مکمل کیے یہ آسمان کی تکوین مجمل کی تفصیل ہے یعنی وہ اجمال جو ائتیا اور اتینا طائعین میں تھا اس کا معنی یہ نہیں یہ فعل ان کی تکوین پر مرتب ہے اور ھُنّ کا ضمیر اسماء کی طرف راجع ہے۔

سوال: اسماء مفرد اور ھُنّ ضمیر جمع اس کی وجہ۔

جواب: اسماء معنیً جمع ہے اگرچہ لفظاً مفرد ہے۔ اس لیے کہ اس کا مدلول متعدد ہے اس معنیٰ پر سبع سمٰوٰت حال ہوگا یا ضمیر مبہم ہے جس کی تفسیر سبع سمٰوٰت کا لفظ کرتا ہے یہ ربہ رجلا کی ضمیر کی طرح ہے اس معنیٰ پر سبع سمٰوٰت اس کی تمیز ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ انہیں پیدا کیا درانحالیکہ وہ سات آسمان تھے یا یہ کہ تخلیق کے لحاظ سے وہ سات آسمان تھے اور ان کی تخلیق ابداعی ہے یعنی ایسی پیدائش کہ اس سے پہلے

---

[1] وہ یہی کہ ان کے فیوض و برکات سے زمین کا کوئی خطہ محروم نہ رہ جائے فافھم و لا تکن من الوھابیین ۱۲ اویسی۔

Scanned with CamScanner

اس جیسی اور کوئی مخلوق نہ تھی اور انھیں مضبوط تر بنایا کہ نہ ان میں کوئی خلل ہے نہ نقصان ہے جیسا کہ اس کی حکمت کا تقاضا تھا اسی طرح بنا دیا۔

تفسیر صوفیانہ:- تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یہ آسمان قلب کی طرف اشارہ ہے کہ اسے سات اطوار سے بنایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وقد خلقکم اطوارا۔ اور تمھیں مختلف اطوار میں بنایا۔ وہ سات اطوار قلب ہیں :۔

۱۔ کرکرہ یہ وسوسہ کا محل ہے۔

۲۔ شغاف یہی محبت و عشق کا ٹھکانہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا قد شغفہا حبا[1]

اویسی غفرلہٗ:- اس کے بعد مضمون اصل کتاب مطبوعہ میں نہیں کسی صاحب کو اس کی اگلی عبارت پرانی مطبوعہ تفسیر روح البیان سے ملے تو لکھ کر بھیج دیں (شکریہ)

۷۔ حب القلب یہی مورد التجلی و موضع الکشوف و مرکز الاسرار و مھبط الانوار ہے۔

فی یومین۔ ایک وقت میں جو دونوں سے مقدر ہے۔ یعنی جمعہ خمیس کے دن آسمانوں کو اور جمعہ کے دن اس کے اندر والی اشیاء جیسے سورج، چاند، ستارے پیدا کیے۔ زمین اور اس کی اندر والی چیزوں کی تخلیق کا مقدار بھی بیان کی گئی۔ ان سب کی تخلیق چھ دن میں ہوئی جیسا کہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر مذکور ہے۔

و اوحیٰ فی کل سماء امرھا۔ اس کا قضٰی ھنّ پر عطف ہے۔ ایحاء سے اس کی تکوین مراد ہے اس کا حال وہی ہے جو اس کے معطوف الیہ کا ہے یعنی جو قید اس میں ہے اس میں بھی ہے۔

فائدہ:- امام راغب رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابداع کو امر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی وہی مراد ہے اب معنی یہ ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان ہر ایک میں وہ چیزیں پیدا کیں جو اس میں ہیں جیسے ملائکہ اور دوسری نورانی مخلوق وغیرہ جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ان میں جن کے متعلق ارادہ ہوا بعض کو ظاہر فرمایا[2]۔ یا یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ان کے امور القاء فرمائے جن کے وہ لائق تھے ان کا انھیں مکلف بنایا۔ چنانچہ بعض ملائکہ قیام میں ہیں کہ وہ کبھی نہیں بیٹھے اور نہ قیامت تک بیٹھیں گے بعض ان میں سجدہ میں ہیں کہ وہ ہمیشہ تک سر نہ اٹھائیں گے۔ پہلے اور دوسرے کا ایک مطلب ہے لیکن یہ دوسرا قید مذکور سے متعلق ہے اور اس کا امر اللہ تعالیٰ ہے اور مامور جملہ اہل سماء ہیں آسمان کی طرف امر کی اضافت مجازاً ملابست کی وجہ سے ہے کیونکہ جب یہ امر آسمان سے مخصوص ہے تو بھی اہل سماء کے واسطہ

---

[1] یہاں مطبوعہ تفسیر میں عبارت غائب ہے

[2] کذا قال قتادہ والسدی ۱۲۔ اویسی غفرلہٗ

سے ہے۔

وزینا السماء الدنیا بمصابیح۔ اور ہم نے آسمان دنیا کو مصابیح سے سنگارا۔ التفات الی التکلم بصیغۂ جمع بوجہ امر کے معاملہ کو مہتم بالشان ظاہر کرنے کے ہے اور مصابیح سے ستارے مراد ہیں کہ وہ رات کو مصابیح کی طرح چمکتے ہیں۔ اور کل کے کل آسمان دنیا پر چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں اور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ آسمان میں ہیں۔

فائدہ:۔ مصابیح سے جملہ چمکیلے ستارے مراد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آسمان میں پیدا فرمایا وہ ثوابت ہوں یا سیارگان لیکن وہ کل کے کل پہلے آسمان میں ہیں۔ ہاں یہ چمکیلے ستارے اہل ارض کے قریب ہیں اور سبع سیارگان فلک ثامن میں ہیں صرف اتنا ہے کہ وہ آسمان دنیا کے اُوپر اپنے افلاک میں مرکوز ہیں۔

سوال:۔ اگر یہی بات ہے تو پھر السماء الدنیا سے کیوں مقید کیا گیا ہے اور اس کی زینت کیوں بنائی گئی ہے۔

جواب:۔ یہ ہمارے دیکھنے کی وجہ سے ہیں کہ ہم انھیں پہلے آسمان میں ایسے دیکھتے ہیں گویا وہ مصابیح کی طرح چمک رہے ہیں۔ بعض نے کہا کہ تمام چمکیلے ستارے پہلے آسمان کے ساتھ مخصوص ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ چمکیلے ستارے تمام آسمانوں میں ہیں۔

فائدہ جلیلہ:۔ بعض نے کہا کہ آسمان کی زینت کرو بیوں کے انوار سے ہے جیسے زمین کے انبیاء و اولیاء ہیں۔ اور عارفین کے قلوب کی زینت انوار معرفت ہے ان میں اللہ تعالیٰ نے مصابیح ہدایت وضیاء التوحید رکھی ہے اور اہل ایمان کے اعضاء کی زینت خدمت خلق ہے اور جنت عارفین کی مناجات اور خدمت عارفین کی رونق۔

نورے از پیشانی صاحبدلاں دریوزہ کن
شمع خود را می بمی دل مردہ زیں محفل چرا

ترجمہ: صاحب دل لوگوں کی پیشانی سے نور مانگ کر اس محفل سے اپنے دل کو مردہ کر کے کیوں خالی لے جائے گا۔

وحفظا:۔ مصدر مؤکد ہے اس فعل کے لیے جس کا عطف زیّنّا پر ہے۔ یعنی ہم نے آسمان دنیا کو آفات اور چوروں سے محفوظ فرمایا۔ ان شیاطین سے جو کچھ باتیں سننے کی چوری کی نیت سے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں تو انھیں شہاب سے مارا جاتا ہے جو نارِ کواکب سے صادر ہوتا ہے انہیں ستارے نہیں مارے جاتے بلکہ ان کو نار کی چنگاری ماری جاتی ہے۔ کیونکہ وہ تو فلک میں مرکوز ہیں اور وہ ہمیشہ

Scanned with CamScanner

اس میں رہتے ہیں بلکہ ان سے ایک چنگاری لی جاتی ہے جیسے آگ سے چنگاری لے کر کسی کو ماری جاتی ہے۔ شیاطین کو ستاروں کی نار کی چنگاری ماری جاتی ہے۔ تو جس طرح چنگاری لینے آگ اپنے مقام پر ہوتی ہے اور چنگاری دوسرے مقام پر کام کرتی ہے ایسے ہی ستارے اپنے مقام پر ہوتے ہیں اور ان کی آگ کی چنگاری شیاطین پر پڑتی ہیں۔

ذٰلک : وہ بیان جو ابھی تفصیل کے ساتھ مذکور ہوا۔ **تقدیر العزیز العلیم**۔ عزیز علیم کی تقدیر ہے یعنی وہ بہت بڑی قدرت والا جو ہر مقدور کو اس کی قدرت شامل ہے اور وہ بہت بڑے علم والا جس کا علم ہر معلوم کو محیط ہے۔ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا اشارہ اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب آفرینش کی طرف بتایا ہے۔ اور **تقدیر العزیز العلیم** کا معنیٰ بتایا کہ وہ پیدا کرنے والا اور مقدر کرنے میں ایسا غالب ہے کہ ہر شے اس کی ملک ہے اپنی قدرت سے جس طرح چاہتا ہے اور علم والا ہے کہ جو کچھ بناتا ہے اس کی حکمت سے ہوتا ہے۔

فائدہ : اس تفصیل سے آسمان و زمین کی ترتیب کا ذکر واضح نہیں ہوتا کہ ان میں کون پہلے پیدا ہوا اور کون بعد کو۔ اگر خلق اور اس کے معطوفات کو اپنے معانی ظاہرہ پر رکھا جائے تو پھر صاف ظاہر ہوتا ہے کہ زمین اور اس کے اندر والی اشیاء آسمان اور اس کی اشیاء سے پہلے پیدا ہوئی ہیں اکثر مفسرین کے مطابق ہے اس کی تائید آیت **ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوٰی الی السماء** سے بھی ہوتی ہے۔ بعض نے کہا کہ زمین کی تخلیق آسمان سے پہلے ہے۔ ہاں اس کا بچھانا آسمانوں کے بچھانے کے بعد ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **والارض بعد ذٰلک دحاھا** اس کے بعد زمین کو بچھایا۔ اس تقریر پر ثم تراخی زمانی کے لیے ہوگا۔ اگر اس کی تراخی رتبی مانی جائے بایں معنی کہ ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہے تو تخلیق آسمان کی تفصیل زمین اور جو کچھ اس میں ہے پہ ثابت ہوگی۔[1] لیکن آیت کریمہ ترتیب کی کوئی دلیل نہیں جیسے پہلی تقریر سے ظاہر ہے۔

فائدہ : شیخ زشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آسمان کی تخلیق زمین سے پہلے ہے تاکہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے کام مخلوق کے افعال سے نرالے ہیں کیونکہ اس نے چھت بنائی۔ پھر بنیادیں پھر آسمانوں کو ستونوں کے بغیر کھڑا کیا۔ یہ اس کی قدرت اور کمال صفت کی دلیل ہے۔

ہفت روزہ پروگرام : مروی ہے کہ زمین کو اتوار۔ پیر کے دن بنایا اس کے بچھانے اور اس کے اندر والی اشیاء کی تخلیق بدھ کے دن ہوئی اور آسمان اور اس کے اندر والی اشیاء کی تخلیق خمیس و جمعہ کے دن ہوئی اور آدم علیہ السلام کی تخلیق جمعہ کی آخری ساعت میں

---

[1] جیسا کہ اکثر مفسرین کا خیال ہے ۱۲

ہوئی۔ اسی گھڑی میں ہی قیامت قائم ہوگی اور اس کا نام جمعہ اس لیے ہے کہ اس میں مخلوقات کا اجتماع اور تخلیق ہوئی چونکہ ہفتہ کے دن اللہ تعالیٰ نے کوئی شے نہیں بنائی اسی لیے اسے بنی اسرائیل نے ہر طرح کی مشغولیت سے فارغ رکھا۔[1]

ازالۂ وہم:۔ بہتر ہے یہاں یہی کہا جائے اگر اس وقت سورج چاند وغیرہ ہوتے تو اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے تخلیق کا سلسلہ فرمایا یعنی اتوار کی مقدار میں فلاں اور فلاں دن کی مقدار میں فلاں وغیرہ وغیرہ۔[2]

ازالۂ وہم:۔ اس سے وہ اشکال مندفع ہوگیا جو سعدی المفتی نے وارد فرمایا کہ جب اس وقت سورج ہی نہ تھا تو پھر آسمان اور زمین کو ان دنوں کے اسماء سے موسوم کر کے تخلیق کا کیا معنیٰ۔

فائدہ:۔ ابن عطیہ نے فرمایا کہ قصص سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن پیدا کیا گیا) اس سے پہلے یہی موسومہ ایام موجود تھے اور جن دنوں میں یہ مخلوق پیدا کی گئی تو یہ ایام بھی پیدا کیے گئے کیونکہ زمین و آسمان اور سورج کی تخلیق سے ہی ایام بنے۔ اس سے قبل نہیں تھے۔

فضائل جمعہ

حدیث شریف:۔ جمعہ کی تخلیق کے بارے میں ہے یہ وہ دن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ پر فرض کیا لیکن یہ اسے بھول گئے اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی ہدایت بخشے یعنی تمہیں نصیب ہوا یعنی وہ اس کی تعظیم کے مامور ہوئے لیکن محروم رہے اور اس میں عبادت کے لیے مشغول رہنے کا انہیں حکم ہوا تو نہ کر سکے وہ یوں ہوا کہ یہود نے ہفتہ کو اور نصاریٰ نے اتوار کو پسند کیا۔ یہود نے تو اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی فراغت کا دن ہے کہ اس میں کسی قسم کی تخلیق نہیں فرمائی اسی لیے ہم اسی دن ہی اس کی عبادت کو افضل سمجھتے ہیں تو نصاریٰ نے سمجھا کہ چونکہ اتوار تخلیق کا پہلا دن ہے اسی لیے یہی عبادت کے لیے موزوں ہے اور راجح بھی یہی ہے کہ مخلوق کی تخلیق کا پہلا دن اتوار ہے۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ ہفتہ کا پہلا دن اتوار ہے اور یہی مبدأ الخلق ہے لیکن اس سے ہفتہ یعنی سنیچر موزوں ہے کیونکہ عربی میں اسے سبت کہتے ہیں اور عرف فقہاء میں یہی دن مراد ہوتا ہے کیونکہ بحث یمین وغیرہ میں یہی دن مراد لیتے ہیں۔

---

[1] فتح الرحمٰن ۱۲ء

[2] حواشی ابن الشیخ ۱۲ء

حدیث شریف ۱۔ مرفوع حدیث میں ہے کہ جمعہ کا دن سید الایام ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی دن عظیم الشان ہے۔ دنوں میں اس کی وہی فضیلت ہے جو مہینوں میں ماہِ رمضان کی جس طرح رمضان شریف کی راتوں میں لیلۃ القدر اجابت کی رات اسی طرح اس میں ایک ساعت اجابت کی ہے۔

حدیث شریف ۲۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دن کو پیدا کر کے اس کا نام یوم الاحد رکھا دوسرا پیدا فرما کر اس کا اثنین (پیر) رکھا۔ تیسرا پیدا فرما کر اس کا ثلثاء (منگل) رکھا۔ چوتھا پیدا فرما کر اس کا اربعاء (بدھ) رکھا۔ پانچواں پیدا فرما کر اس کا خمیس نام رکھا۔

ازالۂ وہم:۔ اس سے وہ وہم دُور ہوا جو سہیلی نے وارد فرمایا کہ دنوں کے اسماء ان کی تخلیق کے عرصہ کے بعد رکھے گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کسی کو قرآن میں ذکر نہیں کیا سوائے جمعہ وسبت (سنیچر) کے اہل عرب نے ایام کے نام اہل کتاب سے لیے ہیں۔ ان پر وہی نام وارد کئے جو اہل کتاب بتایا کرتے تھے اور خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے اسماء مقرر نہیں فرمائے۔ آپ نے بھی اپنی قوم کے بتائے ہوئے فرمائے اپنی طرف سے ان کا کوئی نام نہیں رکھا۔

ہفت روزہ تاثیرات:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہفتہ کے دن پوچھا تو آپ نے فرمایا یوم مکر وخدیعۃ۔ یہ مکر ودھوکہ کا دن ہے کیونکہ اسی دن دار الندوہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہادت کے لیے مشورہ کے لیے جمع ہوئے۔

پھر آپ سے پوچھا گیا کہ اتوار کیسا ہے۔ آپ نے فرمایا یوم غرس وعمارۃ۔ باغ بونے اور تعمیر کرنے کا دن ہے۔

سوموار کے متعلق پوچھا گیا۔ فرمایا یوم سفر وتجارۃ (سفر وتجارت کا دن) ہے۔ کیونکہ حضرت شیب علیہ السلام اسی دن تجارت کے لیے تشریف لے گئے تو خوب نفع پایا۔

منگل کے دن کا پوچھا گیا تو فرمایا یوم دم۔ خون کا دن ہے۔ کیونکہ اسی دن بی بی حوا رضی اللہ عنہا کو ماہواری آئی اور ابن آدم نے اپنے بھائی کو قتل کیا اور اسی دن جرجیس و زکریا ویحیٰی علیہم السلام اور سحرۃ فرعون و آسیہ بنت مزاحم یعنی فرعون کی زوجہ شہید ہوئے اور بنی اسرائیل کی گائے اسی دن ذبح کی گئی۔ اسی لیے نبی علیہ السلام نے منگل کے دن حجامت (خون نکلوانے) سے روکا بلکہ سختی سے نہی فرمائی۔

اور فرمایا کہ منگل میں ایک ایسی گھڑی ہے اگر خون کھل جائے تو پھر بند نہیں ہوتا اور منگل کے دن ہی ابلیس زمین پر اُترا تھا اور اسی دن جہنم پیدا ہوئی۔ اسی دن ہی اللہ تعالیٰ عزوجل نے عزرائیل علیہ السلام کو ارواحِ بنی آدم پر مسلط فرمایا۔ اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام بیماریوں میں مبتلا ہوئے۔ بعض روایات میں بدھ کا دن

بھی آیا ہے۔

تعلیمی تعطیل: سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تعلیم کی تعطیل ہفتہ کے دن ہوا کرتی تھی۔ پھر خصاف کے زمانہ میں کبھی پیر کو کبھی منگل کے چھٹی ہوتی تھی۔[1]

بدھ کا دن: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بدھ کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا کہ یہ منحوس ہے اسی یوم میں فرعون اور اس کی قوم غرق ہوئی۔ اسی دن عاد و ثمود و قوم صالح تباہ و برباد ہوئی اور مہینے کا ہر آخری بدھ منحوس تر ہوتا ہے۔

حدیث شریف[1]: بدھ کا دن لینے دینے کا دن نہیں۔

حدیث شریف: بدھ کے دن ناخن کاٹنا ممنوع ہے اس لیے کہ اس سے برص پیدا ہوتی ہے۔

حکایت: یہ حدیث شریف سن کر ایک عالم دین کو تردد ہوا تو وہ اس بیماری میں مبتلا ہو گیا (نعوذ باللہ)

حدیث ۳: جذام و برص کی بیماری جسے ہوئی بدھ کے دن سے ہوئی۔

مسئلہ: بدھ کے دن مریض کی عیادت کو بعض علماء نے مکروہ کہا ہے۔

بدھ کے فضائل: بدھ کے دن نہانا مستحسن ہے۔ اسی دن دعا مستجاب ہوتی ہے بالخصوص بعد از زوال وقبل العصر اس لیے کہ یوم الاحزاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی وقت دعا فرمائی تو مستجاب ہوئی۔ آپ کی اسی مستجاب جگہ پر مسجد بنوائی گئی جسے مسجد الاستجابہ کہتے ہیں جس کی آج بھی لوگ زیارت کو جاتے ہیں۔[2]

حدیث شریف: جو کام بھی بدھ کے دن شروع کیا جائے وہ ضرور پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے۔

فائدہ: اسی لیے مثلاً کسی کتاب کے سبق کا آغاز کرنا ہو تو بدھ کے دن کیا جائے۔ حضرت صاحب ہدایہ رحمہ اللہ ہر کام کو بدھ تک موقوف رکھتے۔ اسکی وجہ اسی حدیث شریف کو بتلاتے اور فرماتے میرے والد محترم کا بھی یہی دستور تھا اور وہ یہ حدیث اپنے شیخ احمد بن عبد الرشید سے روایت فرماتے تھے۔

یوم الخمیس کا پروگرام: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خمیس کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا یہ قضائے حوائج کا دن ہے کیونکہ اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر میں بادشاہ کے ہاں تشریف لے گئے تو بادشاہ نے آپ کی تعظیم و تکریم کی اور آپ کی ضروریات پوری کیں اور ہاجرہ بی بی نذر کی۔ بادشاہوں کے پاس اسی دن جانا چاہیے۔

---

[1] روضۃ الاخیار اویسی۔

[2] وہ مسجد شریف مدینہ طیبہ میں اب بھی ہے۔ اب اُسے مسجد اجابہ کہتے ہیں۔ اویسی غفرلہٗ۔

حدیث شریف:- جو بھی جمعہ کے دن خون نکلوائے اور اسے بخار ہو جائے تو وہ اس بخار سے مر جائے گا۔

جمعہ کا پروگرام:- حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جمعہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ نکاح کا دن ہے اسی دن آدم کا حوا سے، یوسف کا زلیخا سے، موسیٰ کا بنت شعیب سے، سلیمان کا بلقیس سے۔ اور صحیح روایات میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بی بی خدیجہ و بی بی عائشہ سے رضی اللہ عنہما نکاح ہوا تھا۔

فضائل:- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو جمعہ کے دن ناخن کٹواتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ بیماری نکال کر شفا داخل فرمائے گا۔

حکایت:- حضرت اصمعی فرماتے ہیں میں ہارون الرشید (بادشاہ) کے ہاں جمعہ کے دن حاضر ہوا تو وہ ناخن کٹوا رہے تھے اور فرمایا جمعہ کے دن ناخن کٹوانا سنت ہے اور مجھے حدیث پہنچی ہے کہ جمعہ کے دن ناخن کٹوانے سے فقر و فاقہ دفع ہوتا ہے۔ میں نے کہا اے امیر المومنین آپ کو فقر و فاقہ کا کیا خوف۔ فرمایا مجھ سے کوئی اور زیادہ فقر و فاقہ سے ڈرنے والا کون ہوگا۔

حدیث شریف:- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جو جمعہ کے دن ثواب کی نیت سے روزہ رکھتا اور اس پر صبر کرتا ہے تو اسے دس غزوات کا ثواب ملتا ہے جس کا ہر غزوہ ایام دنیا کے برابر ہوگا۔

فائدہ:- جس کی آنکھ سے جمعہ کی صبح کو آنسو گرتے ہیں یعنی خوفِ الٰہی سے روتا ہے تو اللہ تعالیٰ بائیں جانب کے فرشتے کو فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کے آئندہ جمعہ تک گناہ نہ لکھنا۔

مسئلہ:- بعض عرفاء فرماتے ہیں کہ ازمنہ کی شرافت ان احوال کی وجہ سے ہوتی ہے جو ان میں واقع ہوتے ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ کے کسی محبوب کو حضوری و مشاہدہ نصیب ہوا۔

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ؎

و عندی عید کل یوم اری بہ
جمال محیاھا بعلین قریاہ
و کل اللیالی لیلۃ القدر ان دنت
کما کل ایام اللقا یوم الجمعہ

ترجمہ:- میں ان ایام کو عید سمجھتا ہوں جس میں اپنے محبوب کے دیدار کر کے آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہوں۔

۲:- میرے نزدیک ہر رات لیلۃ القدر ہے جیسے دیدار کا ہر دن جمعہ کا دن ہے۔

Scanned with CamScanner

(جمعہ کے دن کے اور بھی بہت سے فضائل و خواص ہیں جو اپنے مقام پر آئیں گے (انشاء اللہ)

جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے کے فضائل

حدیث شریف ؛۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃ الزہراء اور یوم الاغر میں مجھ پر درود شریف کی کثرت کرو کیونکہ آسمان میں تمہارے درود شریف میرے پیش ہوتے ہیں میں تمہارے لیے دعا و استغفار فرماتا ہوں۔

فائدہ ؛۔ لیلۃ الزہراء سے شب جمعہ مراد ہے اس لیے اس رات کے انوار چمکیلے ہیں اور یوم الاغر سے جمعہ کا دن مراد ہے اس لیے کہ اس میں نور اور روشنی زیادہ تیز ہوتی ہے۔

حدیث شریف ۲ ؛۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی مجھ پر جمعہ کے دن اور رات میں ایک سو بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ایک سو مرادیں پوری فرماتا ہے۔ ستر دنیا میں اور تیس آخرت میں۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر فرماتا ہے جو تمہارے درود شریف میری مزار میں ایسے داخل کرتا ہے جیسے تم اپنے اپنے گھر میں داخل کرتے ہو۔ پھر وہ مجھ سے عرض کرتا ہے کہ یہ درود شریف فلاں بن فلاں کا ہے یہاں تک کہ اس کی نسبت اور قبیلہ کا نام بھی عرض کرتا ہے تمہارا درود شریف میرے ہاں سفید صحیفہ میں لپیٹ کر پیش کیا جاتا ہے یاد رکھو میرا علم حیات و موت میں برابر ہے۔

بروز جمعہ درود محمد عربی
از روئے قدر ز ایام دیگر افزونست
ز اختصاص کہ اورا بحضرت نبویت
در د ثواب درود از قیاس بیرونست

ترجمہ ؛۔ جمعہ کے دن محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درود کو فضیلت ہے کہ قدر و منزلت میں یہ دن بڑھ کر ہے۔

۲ ؛۔ اس لیے کہ جو خصوصیت نبوت سے اسے حاصل ہے اسی وجہ سے اس میں وارد کا ثواب بے حساب ہے۔

فائدہ ؛۔ رات اور دن دونوں خزانے ہیں تم جو کچھ ان میں امانت رکھو گے وہ تمہیں ادا کریں گے وہ تیرے لیے کام کر رہے ہیں تو ان میں نیک کام کر۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو وقت کی قدر و منزلت پہچاننے کی توفیق بخشے (آمین)

Scanned with CamScanner

تفسیر عالمانہ:۔ فان اعرضوا۔ یہ قل ائنکم کے متصل ہے یعنی اگر کافر ایمان سے اس بیان کے بعد روگردانی کریں باوجودیکہ انھیں اجرام علویہ (آسمانوں) اور اجرام سفلیہ (زمینوں) کی عظیم تخلیق کا حال سنایا گیا ہے۔ **فقل** تو انھیں فرمایئے **انذرتکم**۔ میں تمھیں ڈراتا اور خوف دلاتا ہوں۔ ماضی کا صیغہ بوجہ اس انداز کے تحقق کے ہے جو منذر کے تحقق کی خبر دیتا ہے۔

صاعقۃ: ایسا سخت عذاب جو شدید الوقوع ہے گرباوہ صاعقہ ہے۔ دراصل صاعقہ آگ کے اس ٹکڑے کو کہا جاتا ہے جو آسمان سے گر کر جس پر پہنچے اسے جلا دے لیکن یہاں شدید عذاب کے لیے استعارہ کیا گیا ہے ان کی شدت وہول میں مشابہ ہونے کی وجہ سے ورنہ دراصل وہ دونوں ایک شے ہیں۔

حل لغات: المفردات میں ہے الصاعقہ خلا کی سخت آواز پھر اس میں کبھی صرف آگ ہوتی ہے کبھی عذاب ہوتا ہے کبھی موت کرتی ہے اور دراصل یہ تینوں ایک شے ہیں۔ یہ چیزیں اسی آواز کی تاثیریں ہیں یعنی وہ عذاب کا صاعقہ یا صرف بے ہوش کر دیتا ہے یا ہلاک کر ڈالتا ہے۔

مثل صاعقۃ عاد ۔ مثل قوم عاد کے عذاب کی طرح کہ اسے سخت آندھی نے تباہ و برباد کیا۔

وثمود ۔ اور قوم ثمود کے عذاب کی طرح جو کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آواز تھی یعنی مشرکین مکہ اب تمھارا کوئی علاج نہیں سوائے انزال عذاب کے جیسے پہلی قوموں پر نازل ہوئے وہ بھی تمھاری طرح معاند و منکر اور سرکش اور اللہ تعالیٰ سے اور اس کی طلب رضا سے روگرداں تھے۔ تکذیب و عناد وانکار میں وہ تمھارے اسلاف ہیں تم ان کی پیروی کر رہے ہو تو تمھاری تباہی و بربادی بھی ان کی طرح ہو گی۔

اعجوبہ: چچازادوں کی فہرست:۔

۱۔ عاد و ثمود۔

۲۔ موسیٰ علیہ السلام و قارون۔

۳۔ الیاس و الیسع اور حضرت عیسیٰ و حضرت یحییٰ علیہما السلام خالہ زاد تھے۔[ل]

سوال: اللہ تعالیٰ نے عذاب کے اظہار کے لیے صرف ان دو قوموں کا نام کیوں لیا۔

جواب: قریش مکہ تجارت پیشہ تھے۔ گرمیوں سردیوں میں باہر کے سفروں کو جاتے وقت صرف انہی دو قوموں کے علاقے سے گزرتے تھے تو ان کے عذاب کو آنکھوں سے مشاہدہ کرتے اسی لیے صرف دو قوموں کا نام لیا گیا۔

اذ جاءتھم الرسل ۔ جب ان کے ہاں رسل کرام علیہم السلام تشریف لائے۔

ل۔ ایسے ہی مقاتل نے فرمایا ۱۲۔ اویسی غفرلہٗ

Scanned with CamScanner

سوال :۔ ھم ضمیر کیوں حالانکہ ان کی طرف تشریف لانے والے صرف دو پیغمبر علیہم السلام تھے یعنی عاد کی طرف ہود علیہ السلام اور ثمود کی طرح صالح علیہ السلام۔

جواب :۔ دو پر جمع کے صیغہ وضمیر کا اطلاق جائز ہے اور جملہ صاعقۃ عاد سے حال ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوگا کہ ان کے صاعقہ کی طرح جو ان کے رسل کرام علیہم السلام کی تکذیب کے وقت آیا تھا تو انہوں نے ان کی تکذیب کی تو مراد یہ ہے کہ متعلق ظرف کا اس سے حال ہے۔

من بین ایدیھم ومن خلفھم ۔ یہ جار تم کے متعلق ہے یعنی انھیں انبیاء علیہم السلام دائیں بائیں

غرضیکہ ہر ایک ہر طرح کی صورتوں سے اُن کو ہر جانب یعنی ہر طریق سے سمجھایا کبھی نرمی سے کبھی سختی سے کبھی شوق دلانے سے، کبھی ڈرانے دھمکانے سے۔

فائدہ :۔ اس سے جہت مکانی مراد نہیں کہ اس سے وہ مکان مراد ہوں جو ان کے اردگرد تھے یا اس سے جہت زمانی مراد ہو کہ انہیں ماضی کے جملہ کفار کے حالات اور ان پر نزول عذاب کے مکمل طور سنائے گئے اور زمانہ مستقبل کی وہ خبریں بتائی گئیں کہ اگر کفر پہ مرے تو ان کے لیے یہ عذاب ہوگا اور وہ ہر کا یا اس سے کثرت انذار مراد ہے جیسا کہ یاتیہا رزقہا من کل مکان ۔ اسے اس کا رزق ہر مکان سے آتا ہے یعنی اس بستی کے ہاں بکثرت رزق آتا ہے اور الرسل کے تمام متقدمین و متاخرین پیغمبران عظام (علیہم السلام) مراد ہیں۔ یا اس سے عام تر مراد ہے جس میں رسل کرام علیہم السلام بھی شامل ہوں ورنہ یہاں پر آنے والے تو صرف دو تھے جیسا کہ گزرا اور دو میں کثرت نہیں ہوتی۔

ان لا تعبدوا الا اللہ ۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یعنی اے میری قوم عبادت نہ کرو۔ یعنی وہ قوم کو صرف اللہ کی عبادت کا حکم فرماتے تھے ان مصدریہ ناصبہ للفعل ہے جو سابق مضمون کو نہی کے ساتھ ملاتا ہے جیسے کبھی وہ امر سے ملاتا ہے جیسے اَنْ طَهِّرَا ۔ خلاصہ یہ کہ انبیاء علیہم السلام نے ان کے ہاں تشریف لا کر فرمایا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی پرستش نہ کرو۔ (کاشفی)

قالوا :۔ انبیاء علیہم السلام کی تحقیر کرتے ہوئے کافروں نے کہا ، لو شاء ربنا ۔ اگر ان کا رسولوں کے بھیجنے کا ارادہ تھا۔

سوال :۔ ارسال الرسل تو قرآن مجید میں مذکور نہیں تم نے ترجمہ میں کیوں بڑھایا۔

جواب :۔ چونکہ اس کا معنی جواب شرط میں موجود ہے پھر ایسے مقامات پہ شرط کا مفعول مقدر کرنا عام ہے یہ اسی قبیل سے ہے۔

Scanned with CamScanner

لا نزل ملائکۃ۔ تو وہ نازل کرتا ملائکہ کرام کو یعنی تمہارے بجائے انہیں بھیجتا کیونکہ ان کے معاملہ میں ہمیں کسی قسم کا خلجان نہیں اسی لیے ہم ان پر ایمان لاتے (بخلاف تمہارے کہ تم ہمارے جیسے بشر ہو اسی لیے ہم نہیں مانتے) لیکن تم پر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے ایسے طریقہ پر رسول بنا کر بھیجا جو ہمارے خیال کے منافی ہے۔ فانا بما ارسلتم۔ جو تمہارے خیال پر ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں ہم اس کے ساتھ۔ اس سے ان کے رسول ہونے کا ان کے اقرار کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ کافرون۔ کفر کرتے ہیں۔

فائدہ: بحرالعلوم میں ہے کہ فاء شرط محذوف کا جواب ہے کیونکہ در اصل معنیٰ یہ ہے کہ چونکہ تم ہمارے جیسے بشر ہو تمہیں ہم پر کسی قسم کی فضیلت نہیں ہے اور تم فرشتے بھی نہیں اس لیے نہ ہم تمہیں مانتے ہیں نہ تمہارے لائے ہوئے دین کو۔

سوال:۔ فاء کا مدخول تو فعل ہونا چاہیے یہاں تو اس کا مدخول اسمیہ ہے۔

جواب:۔ یہ قاعدہ کلیہ نہیں کیونکہ یہ فاء کبھی اس جملہ اسمیہ پر بھی داخل ہوتی ہے جس کی ترکیب مبتدا و خبر ہو۔

فائدہ: سعدی المفتی فرماتے ہیں اس میں اشارہ ہے کہ ان کے قیاس استثنائی فاسد کا نتیجہ اس کی تالی کی نقیض ہے۔

کاشفی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کافروں نے صرف انبیاء علیہم السلام کو دیکھ کر کہا ورنہ اگر وہ اُن کی حقیقت کو دیکھتے تو ایسا نہ کہتے بلکہ وہ ان کی حقیقت کے مشاہدہ سے ہمیشہ محروم رہے۔

چند صورت بینی اے صورت پرست
ہر کہ معنیٰ دید از صورت برست

دیدۂ صورت پرستی را ببند
تا شوی از نور معنیٰ بہرہ مند

ترجمہ:۔ اے صورت پرست کب تک صورت کو دیکھتے رہو گے جس نے معنیٰ دیکھا وہ صورت سے نجات پا گیا۔

۲:۔ صورت پرستی کی آنکھ بند کرلے تاکہ تم نورِ معنیٰ سے بہرہ مند ہو۔

حکایت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بہ عتبہ

ایک دن ابو جہل نے اپنے رفیقوں میں کہا کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ ہمیں خاصا پریشان کر تا جا رہا ہے۔ کوئی ایسا آدمی تلاش کرو جو علوم، شعر، کہانت، سحر کا جامع عالم ہو وہ اس سے گفتگو کر کے اسے لاجواب کر دے۔ اس پر عتبہ بن ربیعہ نے حامی بھری اور کہا کہ میں شعر و کہانت و سحر سن

Scanned with CamScanner

چکا ہوں اور ان کا تھوڑا بہت علم بھی رکھتا ہوں۔ ایسی باتیں مجھ سے مخفی نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ وہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی اے (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بتائیے تم بہتر ہو یا ہاشم تم سے بہتر یا عبدالمطلب تم سے بہتر یا عبد اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اس سے اس کی مراد تھی کہ وہ جس دین پر تھے چونکہ ان کی نظروں میں وہی لوگ بہتر تھے اسی لیے اُن کے گمان پر ان کا مذہب بہتر ہو گا فلہذا تمہارا دین ہمیں اس لیے پسند نہیں کہ تم نے اپنے آباد کا دین چھوڑ دیا (معاذ اللہ) اچھا بتائیے تم ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کیوں کہتے ہو اور ہمیں کیوں گمراہ کر رہے ہو۔ اگر تم ریاست چاہتے ہو تو تمہارا جھنڈا لہراتے ہیں۔ آپ ہم سب کے رئیس ہوں گے اور ہم رعایا۔ اور اگر تم شہوت رانی چاہو تو تم بنات قریش میں سے دس عورتیں پسند کرو ہم تم سے ان کا عقد کر دیں۔ اگر مال و دولت چاہو تو ہم آپ کو اتنی دولت جمع کر دیں جس سے آپ کو کسی کی حاجت نہ رہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی باتیں خاموشی سے سنتے رہے جب عتبہ فارغ ہوا تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حٰم تا مثل صاعقۃ عاد و ثمود پڑھا تو عتبہ وہ کلام الٰہی سن کر اتنا مبہوت و مدہوش ہُوا کہ اس میں تاب سخن نہ رہی مجبور ہو کر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ دیا اور قسم بھی دی کہ آپ آگے نہ پڑھیں کہ اس سے میری طاقت سلب ہو گئی ہے اور میں تو حیران و سرگردان ہوا جاتا ہوں اس کے بعد سید ھا گھر کو متحیر ہو کر واپس لوٹا۔ قریش کے پاس کئی روز تک نہ جا سکا۔ وہ اس کے معاملہ میں مشوش ہوئے۔ ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ عتبہ اب تک نہیں لوٹا کہیں وہ صابی تو نہیں ہو گیا یعنی دین رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبول تو نہیں کر لیا اس کی تلاش میں نکلے اسے گھر پر مل کر کہا اے عتبہ تمہیں کیا ہوا تم ہمیں نہیں مل رہے کہیں صابی تو نہیں ہو گئے۔ عتبہ نے ان کی بات سن کر ناراض ہو کر کہا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی اُنہوں نے جو جواب دیا بخدا نہ تو وہ شعر ہے اور نہ کہانت ہے اور نہ جادو ہے جب وہ مثل صاعقۃ عاد و ثمود تک پہنچے تو میں نے اُن کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور قسم دی کہ آگے نہ پڑھیں اور تمہیں معلوم ہے کہ (حضرت) محمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ کہتے ہیں وہ جھوٹ نہیں ہوتا مجھے خطرہ ہو گیا تھا کہ کہیں تم سارے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ اس لیے میری رائے ہے کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو اس کا تعرض نہ کرو۔ عرب اس کا مقابلہ کر رہا ہے اگر وہ اس پر غالب آ گئے تو تم بے فکر ہو جاؤ گے۔ اگر وہ عرب پر غالب آ گیا تو پھر ملک تمہارا ہے اور تمہیں عزت بھی ملے گی۔ ابو جہل نے کہا مجھے معلوم تھا کہ تم پر بھی اس کا جادو چل جائے گا۔ اور تم اس کے زیر اثر ہو جاؤ گے اور وہ تمہیں اپنی طرف مائل کرے گا۔ عتبہ نے کہا اب جاؤ جو کچھ چاہو کرو۔ کفار اپنے موقف پر ڈٹ گئے یہاں تک کہ بدر میں مارے گئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ اپنے نور کو مکمل کرے اور دین اسلام کو تمام پر غالب رکھے اور وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

فلما عاد ۔ چونکہ تفصیل اجمالی کا سبب ہوتی ہے اس لیے اس پر لفظ فاء سببیہ لایا گیا یعنی اب پہلے اجمال کی تفصیل بتاتے ہیں کہ بہر حال ثمود نے فاستکبروا فی الارض زمین پر تکبر کیا یعنی زمین میں اپنی عظمت کا سکہ بٹھانا چاہا۔ بغیر الحق۔ تعظیم کے استحقاق کے نہ ہونے کے باوجود اپنی قوت کے بل بوتے پر اہل ایمن کو اپنی عظمت منوانے لگے وقالوا اپنے اجسام کے عظیم الجثہ کی قوت کی عظمت پر دھوکہ کھا کر کہا۔ من ۔ استفہامیہ ہے۔ اشد منا قوۃ ۔ ہم سے قوت میں بڑھ کر کون ہے۔

فائدہ:۔ ان کے ایک جوان کا قد اٹھارہ ہاتھ لمبا ہوتا اور اُن کی قوت کا یہ حال تھا کہ ان کا اکیلا ایک جوان پہاڑ سے ٹکڑا اکھیڑ لیتا تھا پھر وہ اسے جہاں چاہتا لے جاتا انھیں ایسی قوت سے دھوکہ لگا کہ وہ اپنی قوت وطاقت کے بل بوتے عذاب الٰہی کا مقابلہ کریں گے اور اسے دفع کریں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عذاب مقدر کا ارادہ فرمایا تو ان کے رد میں فرمایا کہ اولم یروا ۔ کیا یہ اپنی قوت سے دھوکہ کھانے والے نہیں جانتے یعنی اس سے کیا وہ غافل ہو چکے ہیں کیا ایسے ظاہر باہر علم سے انہیں معلوم نہیں جو ان کو بالکل مشاہدہ کی طرح ہے کہ ان اللہ خلقھم ۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے انھیں و دیگر جملہ اشیاء پیدا کی ہیں بالخصوص اتنی بڑی بڑی عظیم جثہ والی چیزیں جیسے آسمان و زمین اور پہاڑ وغیرہ۔

سوال:۔ خلق کا مفعول ھم کو کیوں بنایا ان سے بڑھ کر آسمانوں اور زمینوں کو بنانا چاہئے تھا۔

جواب:۔ چونکہ ان کو اپنی قوت پر ناز تھا اس لیے پہلے انہیں ان کی اپنی ہی تخلیق کی طرف متوجہ فرمایا۔

ھو اشد منھم قوۃ ۔ وہ قوت کے لحاظ سے ان سے بڑھ کر ہیں تو جو ذات ان کی تخلیق کی قدرت رکھتی ہے اس کی اپنی قدرت کتنی ہو گی۔ کیونکہ یہ عظیم قدرت والی اشیاء اس کی مخلوق ہیں پھر ان کے خالق کی طاقت کا کیا کہنا اس لیے کہ ان کی قدرت تو اس کی قدرت کے مستفاد ہے۔

فائدہ:۔ قوت بمعنی شدید البنیان اور سخت سے سخت شے اس کی نقیض ضعف ہے۔

سوال:۔ اشد افعل التفضیل ہے اس میں مفضل و مفضل علیہ میں نفس فعل کا اشتراک لازم ہے اللہ تعالیٰ اور بندے کا کسی فعل میں اشتراک محال ہے۔

جواب:۔ ہم نے مطلق قوت مراد لی ہے کیونکہ وہ قوت کی قدرت سبب ہے۔ اس لیے اب اشتراک لازم نہیں آتا۔

وکانوا اور تھی وہ عادی کی قوم از روئے تعصب کے بآیاتنا ۔ ہماری ان آیات کی جو رسل کرام علیہم السلام پر نازل ہوئیں۔

یجحدون ۔ انکار کرتی۔

حل لغات:- الجحود۔ جان کر انکار کرنا یعنی وہ انکار کرتے جبکہ وہ ان کی حقیقت کو جانتے تھے یہ ایسے ہے جیسے امانتدار امانت سے جان کر انکار کرے۔ اس کا فاستکبروا عطف ہے۔ ان کے درمیان جملہ معترضہ ہے تاکہ ان کے غلط کلمات کا رد ہو۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ انہوں نے استکبار اور طلب العلو فی الارض کو جمع کیا۔ اور یہ فسق اور ترک احسان کر کے خروج عن الطاعۃ ہے اور آیات کا انکار کفر ہے۔ ایسے ہی تعظیم حق کا ترک بھی اس معنیٰ پر وہ فاسق بھی تھے اور کافر بھی اور یہ دونوں جملہ صفات ذمیمہ کی جڑ ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب مسلط فرمایا چنانچہ فرماتا ہے فارسلنا علیہم ریحا صرصرا۔ ترجمہ ان پر تیز آندھی بھیجی تاکہ ان کی جڑ اکھاڑ دے وہ آندھی اتنی سرد تھی کہ انھیں تباہ و برباد کر ڈالا اور سردی جب سخت ہو تو وہ آگ کی طرح جلا دیتی ہے۔

حل لغات:- صرصر کا مادہ صر ہے۔ وہ سردی جو شے کو سمیٹے یعنی وہ تیز آندھی چلتے وقت آوازیں دے۔ صریر شے سے ہے۔ بمعنی آواز یعنی تیز آندھی گرجدار۔

فائدہ:- بعض نے کہا وہ آندھی دبور یعنی صبا کی بالمقابل اور صبا مطلع شمس سے چلتی ہے۔ اس معنیٰ پر دبور وہ ہوتی جو مغرب سے چلتی ہے۔ صرصر کا تکرار ہے۔ امام راغب نے فرمایا کہ صر ہے بمعنی شد اور صرۃ۔ ہر وہ شے جس میں دراہم باندھے جائیں یعنی تھیلی اور صرصر اسی لفظ کا تکرار ہے اس کا رجوع شد کی طرف ہے اور برودۃ میں تعقید ہے کیونکہ یہ فعلیات سے ہے اور وہ کثیف ہے جس کا کام ہے تفریق المشکلات و تفریق المخالفات۔ فی ایام نحسات۔ (منحوس دنوں میں) نحسات کی جمع ہے نحس نحساً سے ہے جو سعد سعداً کی نقیض ہے ہر دو نوں باب علم سے ہیں اور نحسات دو ستارے (زحل و مریخ) ہیں۔ ایسے ہی شباط۔ ایسے ہی کا آخر شوال اور وہ آندھی ایک بدھ سے دوسرے بدھ تک جاری رہی۔ اس لحاظ سے وہ آندھی سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلتی رہی اور وہی مہینے کا آخری دن تھے انہیں ایام الحسوم بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل سورۃ الحاقہ میں آئے گی (ان شاء اللہ)

العجوبہ:- جس قوم کو بھی عذاب ہوا وہ بدھ کا دن تھا۔

فائدہ:- ضحاک نے فرمایا کہ ان سے اللہ نے تین دن تک بارش روک دی اور ان پر بغیر بارش مسلسل ہوا چلتی رہی۔

فائدہ:- حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کی بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو انہیں بارش سے نوازتا ہے اور آندھی روک لیتا ہے۔ اگر کسی قوم پر اظہار ناراضگی فرماتا ہے تو ان سے بارش روک کر آندھی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

اب معنیٰ یہ ہوا کہ انہیں ان دنوں میں عذاب میں مبتلا فرمایا منحوس و مشؤم تھے۔ انھیں کسی قسم کی بھی

Scanned with CamScanner

خبر تھی۔

مسئلہ:۔ ان کی نحوست کا مطلب یہ ہے کہ آندھی کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہی طریقہ اور ایک ہی حالت پر رکھا کسی وقت وہ کم نہ ہوئی یہاں تک کہ قوم عاد تباہ و برباد ہو گئی۔

ازالۂ وھم:۔ منجمین کا یہ خیال غلط ہے کہ بعض دن نحس ہوتے ہیں اور بعض سعید۔ انہوں نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔ اسلام کے نزدیک تمام ایام فی حد ذاتہا برابر ہیں۔ ہاں بعض وجوہ سے ایک دوسرے سے متمایز ضرور ہیں مثلاً جس دن میں طاعت و عبادت ہو گی وہ سعید ہو گا اور جس میں معصیت و گناہ سرزد ہو گا وہ نحس ہو گا جیسے جمعہ کا دن بہ نسبت دوسرے دنوں طاعت گزار کے لیے سعد ہے لیکن عاصی و مجرم کے لیے نحس۔ اگرچہ فی حد ذاتہ سعد ہے۔

حکایت:۔ کسی نے اصمعی کے سامنے کہا فسد الزمان۔ زمانہ خراب ہو گیا۔ تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

ان الجدیدین فی طول اختلافہما
لا یفسدون ولکن یفسد الناس

ترجمہ: رات دن کو طول زمانہ گزرنے کے باوجود ان میں کوئی فساد نہیں ہاں لوگ خود فاسد ہوتے ہیں۔

کسی دوسرے شاعر نے کہا

نذم زماننا وفینا عیب
ولو نطق الزمان اذا ھجانا

ترجمہ: زمانہ ہمارا ساتھی ہے حالانکہ ہمارے میں ہزاروں عیب ہیں۔ اگر زمانہ بولتا ہوتا تو اس وقت ہماری گالی دیتا۔

فائدہ:۔ حضرت شیخ صدر الدین قنوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لباس کا کپڑا جب کاٹا جاتا ہے لیکن اسے ردی وقت میں سیا گیا تو اس میں ردی وقت کی نحوست سرایت کر جائے گی۔

تحقیق از صاحب روح البیان:۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ شیخ قنوی قدس سرہٗ کے ارشاد کا مطلب ہے کہ اس میں ردی ہونا کسی سبب خارجی کی وجہ سے ہو گا جیسے بدھ کے دن کی نحوست خارجی وجہ سے ہوئی۔ وہ یہ کہ اسی دن قوم عاد پر عذاب نازل ہوا ورنہ اس میں ابتدائی تخلیق میں رداءۃ نہ تھی۔ اس تقریر پر ماسبق اور حضرت شیخ کے بیان میں کوئی منافات نہیں۔

مسئلہ:۔ ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمان و مکان کو متفاوت پیدا فرمایا ایسے ہی جملہ موجودات کا حال ہے ولعذاب الاخرۃ۔ اور البتہ آخرت کا عذاب۔ اخزی۔ زیادہ رسوا کن ہے بہ نسبت دنیا کی

رسوائی کے یہ بھی دراصل صفت ہے معذب کی عذاب کو اس سے موصوف کرنا مجاز اہے۔ اسی لیے اسی کی وجہ سے رسوائی حاصل ہوئی۔

وھم لا ینصرون۔ دفیہ عذاب کے لیے ان کی کسی وجہ سے بھی مدد نہ ہوگی نہ دنیا میں نہ آخرت میں اس لیے انھوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی مدد نہ کی اور اہل ایمان چونکہ ضعیف ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا۔ اسی لیے انہوں نے اللہ اور اس کے دین کی دنیا میں مدد کی تھی۔ یہ عجیب معاملہ ہے قوت ضعیف سے حاصل ہو رہی ہے اور اس پر بھی تعجب ہے کہ قوت والوں کو ضعف پہنچ رہا ہے۔

حدیث شریف :۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک تم ضعیف حضرات (اولیائے کرام) کے طفیل مدد دیئے جاتے ہو یعنی ضعیف حضرات جو تمہارے لیے مدد کی دعا مانگتے ہیں۔

فائدہ :۔ خالد بن برمک نے کہا ضعیف لوگوں کی مجانیق (بددعاؤں) سے ڈرو۔

فائدہ :۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمہ اللہ) کہتا ہے عاد کی قوم اس لیے سخت آندھی کے عذاب میں مبتلا ہوئی کہ انھیں اپنے طول قامت اور عظیم اجساد و زیادہ قوت پر ناز تھا۔ انھیں گمان تھا کہ جسے ایسی قوت اور جسامت حاصل ہو تو وہ اپنی جگہ ثابت قدم رہتا ہے اسے کوئی اپنی جگہ سے ہٹا نہیں سکتا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ہوا کو ایسا مسلط کیا کہ پھر وہی جسم ہوا میں ریزہ ریزہ ہو کر اڑ گئے۔

سیرت نبوی :۔ جب ہوا تیز چلتی تو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھٹنے ٹیک کر دعا مانگتے اے اللہ اسے رحمت بنا۔ اسے عذاب نہ بنا۔ اے اللہ اسے ہوا ریاح یعنی رحمت بنا۔ اسے ریح یعنی عذاب نہ بنا۔

فائدہ :۔ ریح سے عذاب اس لیے مراد لی گئی کہ قرآن میں یہ لفظ وارد ہوا ہے تو وہاں عذاب مراد لیا گیا ہے جیسے فارسلنا علیھم ریحا صرصراً اور فرمایا وارسلنا علیھم الریح العقیم اگرچہ ریح رحمت کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہوا چنانچہ فرمایا وجرین بھم بریح طیبۃ۔ اور ریاح جہاں بھی قرآن میں مستعمل ہوا ہے۔ رحمت کے معنیٰ میں آیا ہے یہ کبھی عذاب کے معنیٰ میں نہیں آیا۔

فائدہ :۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ ہوا کے چلنے اور آواز اور گرج اور کڑک کے سننے کے وقت کہتے اے اللہ! اپنے غضب سے ہمیں قتل نہ کرنا اور نہ ہی اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک کرنا اس سے پہلے ہمیں عافیت بخش۔

حدیث شریف :۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہوا کو گالی نہ دو جب تم اس سے کوئی ناگوار

Scanned with CamScanner

بات دیکھو تو کہو۔

اللھم انا نسئلک من خیر ھذہ الریح وخیر ما فیھا وخیر ما امرت بہ
و نعوذ بک من شر ھذہ الریح و شر ما فیھا و شر ما امرت بہ[1]۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! میں اسی ہوا کی خیر اور اس کے اندر کی خیر اور جس کے لیے مامور ہے اور اس کے اندر کے شر اور جس کے لیے مامور ہے کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔

ریح صرصر باد نفس اژدہاست
قلب ازو در اضطراب و کرہاست
ہر کہ پابر جا بُش در عہد دین
پائدارش می کند حق چوں زمین

ترجمہ:۔ نفس اژدہا کی آندھی سخت ہے قلب اس سے اضطراب اور پریشانی میں ہے۔
۲ :۔ جس کے دین میں قدم مضبوط ہیں اسے حق پائیدار کرتا ہے زمین کی طرح۔

و اما ثمود۔ ثمود قبیلہ ہے یہ غیر منصرف ہے اس میں دو سبب ہیں۔ علمیت و تانیث بعض نے اسے منصرف بتایا ہے وہ کہتے ہیں چونکہ یہ ایک مرد کا نام ہے اسی لیے اس میں صرف ایک سبب ہے لہٰذا منصرف ہے۔

ثمود۔ اس قوم کا جداعلیٰ ہے۔ فھدینا ھم۔ ہدایت یہاں پر بمعنی وہ جو ایسی راہ پر دلالت کرے جو مطلوب تک پہنچادے۔ اس کے بعد مقصد حاصل ہو یا نہ جیسے انک لا تھدی الی صراط مستقیم میں بھی یہی معنی مراد ہے (یعنی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کام تھا کہ آپ ایسی راہ دکھائیں جو مقصد تک لے جانے والا ہو۔ پھر پہنچنے والے کی قسمت مقصد کو حاصل کرے یا نہ) ایسی ہدایت میں ضروری نہیں ہوتا کہ جسے راہ دکھائی جائے وہ مقصد پالے جیسے اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے فرمایا و اللہ لا یھدی القوم الکافرین۔ اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔ یعنی انہیں منزل مقصود تک پہنچنے نہیں دیتا۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ہم نے ثمود کو آیات تکوینیہ و ارسال الرسل و انزال کتب مبارکہ کے ذریعہ سے ہدایت دی اور ان پر رحم فرمایا۔ فاستحبوا العمیٰ۔

حل لغات :۔ استحباب بمعنی کسی شے سے سوچ سمجھ کر محبت کرنا اور اعلیٰ سے

---

[1] المصابیح ۱۲ :

متعدی ہوکر بمعنی ایثار و اختیار کے ہے[1] بمعنی پسند کرنا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ انہوں نے عمی البصیرۃ کی وجہ سے گمراہی کو اختیار کیا اور گمراہی کو ہدایت پر کفر کو ایمان پر معصیت کو طاعت پر ترجیح دی۔

فائدہ: صاحب کشاف نے کہا کہ لفظ استحباب بتاتا ہے قدرت الٰہی موثر ہے اور بندے کی قدرت کا اس میں کچھ نہ کچھ دخل ضرور ہے کیونکہ محبت بالاتفاق غیر اختیاری ہے۔ اندھاپن کو محبت سے اختیار کرنا اور استحباب اختیارات سے ہے۔ چونکہ صاحب کشاف معتزلی ہے اس نے اپنے مذہب کے مطابق ڈھالا ہے۔ اس پر سعدی المفتی رحمہ اللہ تعالیٰ اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ محبت اختیاری کو کیسے کہا ہے اگر یہ اختیاری ہے تو پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت (عشق) کے مکلف کیوں ہیں حالانکہ مکلفات غیر اختیاری امور ہوتے ہیں مثلاً رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا الاٰن یا عمر۔ ابھی کامیاب ہوا اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث شریف: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ ملا کر جا رہا تھا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ مجھ کو ہر شے سے محبوب تر ہیں سوائے میری اپنی جان کے آپ نے فرمایا اے عمر! مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اس وقت تک ایمان میں ناکمل ہو جب تک تم مجھے اپنی جان سے عزیز نہ سمجھو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ اس وقت سے آپ مجھے جان سے بھی محبوب تر ہیں۔ آپ نے عمر سے فرمایا الاٰن یا عمر۔ یعنی اب تیرا ایمان کامل ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس محبت سے محبت اختیاری مراد ہے نہ کہ طبعی۔ کیونکہ طبعی طور پر ہر انسان اپنی جان سے پیار کرنے پر مجبور ہے۔ اسی لیے وہ اپنی جان کے معاملہ میں دوسروں پر خود کو ترجیح دیتا ہے۔

اب حدیث کا معنیٰ یہ ہوا کہ اے عمر! تیرا ایمان کامل نہیں ہو سکتا جب تک تم میری رضا کو اپنی رضا پر ترجیح نہ دو اگرچہ اس سے جان کا خطرہ ہو تب بھی۔ اس کی نظیر قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ویؤثرون علیٰ انفسهم ولو کان بهم خصاصة یعنی باوجودیکہ وہ

---

[1] المفردات ۱۲
[2] حواشی سعدی المفتی ۱۲

کے کھانے کے خود بھی حاجتمند تھے لیکن مہمانوں کو خود پر ترجیح دی۔ ایسے ہی ہر محب کا کام ہے کہ اپنی رضا پر محبوب کی رضا کو ترجیح دیتا ہے اگرچہ اسے اپنے نفس سے اپنے محبوب نفس سے زیادہ محبت ہے۔

فائدہ: بعض نے کہا اہل ثمود نے ابتدا ً دین حق قبول کر لیا لیکن بعد کو مرتد ہو گئے اس دوران اپنے رسول کی تکذیب کی تو ان کو بھی ان کے دوسرے کافروں کی طرح عذاب میں مبتلا کر کے ان کی جڑ اکھیڑ دی اس معنی پر یہاں ہدایت کا لباس تو پہن لیا لیکن درحقیقت وہ ننگے تھے یعنی بظاہر تو ان پر ہدایت کا حقیقی لباس سجا یا گیا لیکن انھوں نے ہدایت کے بجائے اندھا پن کو اختیار کیا جس کی وجہ سے وہ اسی حال کی طرف مائل ہوئے جس پر ازل میں ان کے لیے لکھا تھا یعنی ان کی گمراہی جبلی تھی اسی لیے وہ اپنی جبلی عادت کی طرف لوٹے کہ گمراہی قبول کر لی۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ سابق عادت انجام پر اثر انداز ہوتی ہے اسی لیے درمیانی مدت میں ہدایت ہونے کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ وہ عارضی ہے۔[1]

حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

چوں حسن عاقبت نہ برندی وزاہدیست
آں بہ کہ کار خود بعنایت رہا کند

ترجمہ: جب انجام بخیر نہ کر سکا تو نری زاہدی بیکار ہے وہی بہتر ہے کہ تجھے اپنی عنایت سے نجات عطا فرمائیں۔

فاخذتھم صاعقۃ العذاب الھون۔

حل لغات: الھون مصدر ہے بمعنی الھوان و الذلۃ کہا جاتا ہے ہان ھونا و ہوانا بمعنی ذلّ بطور مبالغہ اس سے عذاب کو موصوف کیا گیا ہے۔[2]

اب معنی یہ ہوا کہ انھیں ذلیل کرنے والے سخت عذاب نے گھیر لیا۔ اس سے جبرائیل علیہ السلام کی چیخ مراد ہے۔ ان کی چیخ سے سب تباہ و برباد ہوئے۔ صاعقہ ہی عذاب تھا اس کی شدت کی وجہ سے اسے صاعقہ سے تشبیہ دی گئی ہے (جیسا کہ پہلے گزرا) بعض نے کہا صاعقہ سے وہ آگ مراد ہے جو ان کو تباہ کرنے کے لیے آسمان سے نازل ہوئی۔ جس نے انھیں جلا کر راکھ بنا دیا۔

اس تقریر پر یہ اضافۃ النوع الی الجنس بتقدیر من کے قبیل سے ہے یعنی عذاب کی اس جنس

---

[1] شرح مشارق الانوار لابن الملک ۱۲

[2] القاموس ۱۲

سے جو ذلیل کرنے والا تھا جو معذب کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔

بما کانوا یکسبون۔ بسبب اس کے کہ انہوں نے ضلالت وکفر وعصیان اختیار کیا۔ حضرت کاشفی نے فرمایا کہ بسبب اُن کے ان غلط کاموں جو ان سے سرزد ہوئے جیسے صالح علیہ السلام کی تکذیب اور اُن کی اونٹنی کو ذبح کرنا۔

نکتہ: فقیر (صاحب رُوح البیان رحمہ اللہ علیہ) کہتا ہے کافروں کو صیحۃ کے عذاب میں مبتلا کرنے میں راز یہ تھا کہ انہوں نے صالح علیہ السلام کی حق بات کو نہ سُنا اور نہ استجاب مذکور کا تعلق تو باطن کی صفت ہے اور صیحۃ (چیخ) ایسی تھی کہ جگر کو خراب کرڈالتی تھی جس سے ظاہر و باطن ہر دونوں خراب ہو گئے اور آگ سے انہیں اس لیے عذاب کیا گیا کہ انہوں نے اونٹنی کی بچی کی ماں کو قتل کر کے اس کا دل جلایا اسی لیے انہیں ظاہری آگ سے جلایا گیا جیسے یعقوب علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔

اعجوبہ: بعض کا قول ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے بکری کے بچے کو بکری کے سامنے ذبح کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فراق یوسف کی آگ میں مبتلا فرمایا۔

و نجینا الذین امنوا۔ اور ہم نے اہل ایمان کو اسی صاعقہ سے نجات دی۔ وہ کل ایک سو دس تھے۔ **وکانوا یتقون**۔ اور وہ شرک سے بچتے تھے یا ناقہ کے ذبح کرنے سے۔ اس میں عذاب نار سے نجات کی طرف اشارہ ہے۔ قیامت میں عذاب نار سے بچنے والے کئی قسم ہوں گے:۔

۱۔ بعض نار جہنم کو دیکھیں گے بھی نہیں وہ پل صراط کو عبور کرتے ہوئے ایسے تیز نکل جائیں گے کہ انہیں نار جہنم کا علم تک نہ ہوگا۔

۲۔ بعض تیز بجلی کی طرح اس کو عبور کر جائیں گے (یہ محبوبان خدا ہوں گے اکابر اولیاء ہوں گے۔)

۳۔ بعض تیز رفتار سواری کی طرح اسے عبور کریں گے یہ بھی اکابر اولیاء ہوں گے۔

۴۔ بعض وہ ہوں گے جو پلصراط پر گر پڑیں گے ایسے ہی گرتے پڑتے پار کریں گے۔

۵۔ بعض پلصراط عبور کرتے وقت نار جہنم میں گر پڑیں گے تو پھر پڑے ہی رہیں گے۔

۶۔ ان گرنے والوں میں سے بعض کو آگ ٹخنوں تک ہوگی۔

۷۔ بعض کو گھٹنوں تک۔

۸۔ بعض کو گردن گیر ہوگی۔

اعجوبہ: بعض لوگوں کے قلب تک آگ پہنچے گی تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا اسے مت جلا یہ پہلے ہی میری محبت میں جل چکی ہے۔

Scanned with CamScanner

۹۔ بعض کو دوزخ میں داخل کرنے کے بعد نکال لیا جائے گا یہاں تک کہ وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔

حل لغات: الامتحاش بمعنی جلا ہوا ہونا۔ حمم حممۃ (بالضم) کی جمع ہے بمعنی کوئلہ۔[1]

حدیث شریف: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرمائے گا دوزخ سے ان بندوں کو نکال لو جن کے دل میں رائی برابر ایمان ہے جب انھیں نکالا جائے گا تو وہ کالے سیاہ ہوں گے حکم ہوگا انھیں نہر الحیاۃ میں پھینک دو۔ تو نہر الحیات میں ایسے پروان چڑھیں گے جیسے سیلاب کے کنارے دانہ اگتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے جہنم کی آگ سے نجات کا ذریعہ ایمان و تقویٰ ہے۔ اور یہ دونوں قلب کی صفات ہیں۔ جب انسان مقامِ نفس سے بھاگ کر مقامِ قلب میں داخل ہو جاتا ہے تو دنیا و آخرت کے ہر قسم کے دکھ درد سے مامون و محفوظ ہو جاتا ہے ورنہ اسے کئی قسم کے عذاب میں مبتلا ہونا پڑتا ہے۔

حکایت: سیدنا بایزید بسطامی قدس سرہٗ ایک دن حمام میں داخل ہے تو سخت گرمی کی وجہ سے آپ کی چیخ نکلی تو حمام کے چاروں کناروں سے آواز سنائی دی کہ اے بایزید جب تک ہم نے تمھیں عذاب دنیا میں مبتلا نہ کیا تو نے ہمیں یاد نہ کیا اور نہ ہی ہم سے فریاد چاہی۔

سبق: اس میں اشارہ ہے غلطی کا تدارک وہ قابل قبول ہے جو اپنے اختیار سے ہو اور ایمان وہی قبول ہے جو دورِ تکلیف میں ہو ورنہ جب وقت ہاتھ سے نکل جائے تو پھر کوئی فائدہ نہیں ہوتا ایسے ہی قوم ثمود اگر وقت تکلیف میں ایمان قبول کر لیتے تو صاعقہ کے عذاب سے بچ جاتے۔

تو پیش از عقوبت در عفو کذب
کہ سودے ندارد فغاں زیر چوب

ترجمہ: سن اسے پہلے ہی معافی کا دروازہ کھٹکا۔ جب ڈنڈا سر پر پڑا اس وقت فریاد کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

فائدہ: کافر مرتا ہے تو اس پر عذاب کے فرشتے اترتے ہیں مومن مرتا ہے تو ملائکہ اس کا مصافحہ کرتے ہیں۔

---

[1] قاموس ۱۲

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَآءُ اللّٰهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝ حَتّٰٓى إِذَا مَا جَآءُوهَا
شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝
وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۖ قَالُوٓا أَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيٓ أَنْطَقَ
كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ
أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلٰكِنْ
ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي
ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدٰىكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخٰسِرِينَ ۝ فَإِنْ
يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ ۖ وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ ۝
وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ
وَالْإِنْسِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا خٰسِرِينَ ۝

ترجمہ:۔ اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف ہانکے جائیں گے تو اُن کے اگلوں کو روکیں گے یہاں تک کہ پچھلے آملیں یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے سب ان پر ان کے کئے کی گواہی دیں گے اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے تم نے ہم پر کیوں گواہی دی وہ کہیں گی ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی اور اس نے تمہیں پہلی بار بنایا اور اسی کی طرف تمہیں پھرنا ہے اور تم اس سے کہاں چھپ کر جاتے کہ تم پر گواہی دیں تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں لیکن تم تو یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ اللہ تمہارے بہت سے کام نہیں جانتا اور یہ ہے تمہارا وہ گمان جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا اور اس نے تمہیں ہلاک کر دیا تو اب رہ گئے ہارے ہوؤں میں پھر اگر وہ صبر کریں تو آگ اُن کا ٹھکانا ہے اور اگر وہ منانا چاہیں تو کوئی ان کا منانا نہ مانے اور ہم نے اُن پر کچھ ساتھی تعینات کیے اُنہوں نے انھیں بھلا کر دکھایا جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے اور ان پر بات پوری ہوئی ان گروہوں کے ساتھ جو ان سے پہلے گزر چکے جن اور آدمیوں کے بیشک وہ زیاں کار تھے۔

Scanned with CamScanner

بقیہ صـ ۳۵۷

وحی موسیٰ علیہ السلام کا نمونہ، موسیٰ علیہ السلام کو اللہ سے وحی ہوئی کہ اسمع یا موسیٰ ما اقول فالحق ما اقول ومنہ من تکبر علی مسکین حشرۃ یوم القیمۃ علی صورۃ الذر۔ اے موسیٰ علیہ السلام سن میں کیا کہتا ہوں۔ میں جو کچھ کہتا ہوں حق کہتا ہوں جو مسکین پر بڑائی کریگا میں اسے قیامت کے دن صورتِ ذرہ پہ اُٹھاؤں گا۔

ومن تواضع لعالم رفعتہ فی الدنیا والاخرۃ۔ جو کسی عالم دین کے سامنے تواضع کرتا ہے میں اسے دنیا و آخرت میں بلند قدر بناؤں گا۔ ومن رضی بہتلث ستر مسلم ستره سبعین مرۃ۔

ومن اھان مسلمًا فقد بارزنی بالمحاربۃ ومن آمن بی صافحہ الملائکۃ فی الدنیا والاخرۃ جھرًا۔ جو کسی مسلمان کی ہتک (بے عزتی) سے خوش ہے میں اس کی ستر بار بے عزتی کروں گا اور جو کسی مسلمان کی اہانت کرتا ہے تو وہ میرے ساتھ جنگ کرتا ہے اور جو مجھ پر ایمان لاتا ہے اس کا فرشتے مصافحہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس امر کی توفیق دے جس سے وہ راضی ہو۔

تفسیر عالمانہ:۔ ویوم یحشر اعداء اللہ۔ اور اُس دن کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن حشر میں جمع کیے جائیں گے۔

حل لغات:۔ الحشر جماعت کو اپنے ٹھکانے سے نکالنا اور وہاں سے جنگ وغیرہ کی طرف لے جانا۔ اور اس کا اطلاق جماعت کے نکالنے پہ ہوتا ہے اور یوم اذکر محذوف سے منصوب ہے اب معنیٰ یہ ہوگا کہ اے محبوب محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قوم کو وہ دن یاد دلایئے جب اللہ تعالیٰ اپنے مذکور اعداء یعنی عاد و ثمود کو محشر کے دن کے لیے جمع فرمائے گا۔ یہاں یہ معنیٰ نہیں کہ اس کے جملہ اعداء اولین و آخرین جو جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے جیسے ان کے لیے دوسرے مقام پہ فرمایا کہ قل ان الاولین والاخرین لمجموعون الی میقات یوم معلوم۔ فرمایئے بیشک اولین و آخرین کو یوم معلوم ہی میقات کی طرف جمع کیا جائے گا اس کی تفصیل آئے گی (انشاء اللہ) تحت آیت۔ فی امم قد خلت من قبلھم من الجن والانس۔

فائدہ:۔ انہیں اعداء سے تعبیر کرنا اس کی مذمت کی وجہ سے ہے اور آگاہ کرنا ہے کہ انہیں جو چارسو عذاب گھیرے گا اُس کی علت یہی عداوت ہے۔ الی النار۔ موقف حساب کی طرف کیونکہ آنے والی شہادت کا تحقق وہاں ہوگا نہ کہ سوال وجواب کے بعد اور ان کو جہنم کی طرف لے جانے کے وقت۔

Scanned with CamScanner

فائدہ: نار سے تعبیر یا تو اس لیے کہ ان کے حشر کا انجام کیا ہے یا اس لیے کہ یہ اس کے بعد جہنم میں ہی داخل ہونے والے ہیں یا اس لیے کہ ان کا حساب جہنم کے کنارے پر ہو گا۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے اوامر کی پابندی نہیں کرتا اور اس کے نواہی سے نہیں بچتا اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تابعداری نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اگرچہ ایمان کا دم بھرنے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا دوست وہ ہے جو اس پر اور اس کے رسل کرام پر ایمان لائے اور متابعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اوامر بجا لائے۔

فائدہ: قیامت میں اولیائے کرام اللہ تعالیٰ اور اس کی جنت کی طرف جمع کیے جائیں گے لیے ہی اس کے اعداء نار جحیم اور اس کی جہیم کی طرف دھکیلے جائیں گے۔

تفسیر عالمانہ: فهم یوزعون۔ پس وہ روکے جائیں گے۔

حل لغات: اہل لغت کہتے ہیں وزعتہ عن کذا بمعنی کففتہ۔ میں نے اسے روکا یعنی ان کے اولین و آخرین سب کے سب روکے جائیں گے تاکہ اکٹھے ہو کر دھکیلے جائیں اس میں ان کی کثرت کی طرف اشارہ ہے۔ نیز اس میں ان کے عذاب کی طرف بھی اشارہ ہے۔ حتی اذا ما جاؤها۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے ہاں آئیں گے۔ یہ اُن کے جمع ہونے کی غایت ہے یہاں تک کہ ان کے سب کے سب جہنم میں آئیں گے ما زائدہ۔ یہ ان کو شہادت کے وقت کی حاضری کی تاکید کے لیے ہے یعنی ان کا جہنم کے ہاں آنے کے بعد شہادت کا ہونا ضروری ہے۔ شهد علیهم سمعهم۔ ان پر ان کے کان گواہی دیں گے اس لیے کہ یہ انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال کرتے تھے اسی لیے کان ان کے ان گناہوں کی گواہی دیں گے جو اُنہوں نے ان سے بُری باتیں سنیں۔ سمع کو مفرد لانا اس لیے ہے کہ وہ مصدر ہے (اور مصدر میں واحد و جمع کا کوئی فرق نہیں) وابصارهم۔ اور ان کی آنکھیں ان اُمور کی گواہی دیں گی جو ان کو حرام کے دیکھنے پر لگایا تھا۔ وجلودهم۔ اور ان کے چمڑے ان اُمور کی گواہی دیں گے جو ان سے ممنوع اُمور کو چھوا تھا۔ الجلد بمعنی چمڑا بعض نے کہا اس سے اعضاء مراد ہیں۔

فائدہ: سب سے پہلے سیدھا ہاتھ گواہی دے گا۔ بما کانوا یعملون۔ اس کی جو دنیا میں عمل کرتے تھے بعض نے کہا کہ ہر عضو اس کی گواہی دے گا جو عمل اس سے متعلق تھا۔ اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ ہر عضو جملہ اُمور کی گواہی دے گا۔ ما موصولہ سے ان کے جملہ بُرے اعمال مراد ہیں۔ وہ کفر ہو یا دیگر معاصی۔

Scanned with CamScanner

فائدہ: گواہی یوں ہو گی کہ اللہ تعالیٰ ان کو بولنے کی قدرت بخشے گا ان کا بولنا کوئی عجوبہ بھی نہیں کیونکہ زبان بولتی ہے تو وہ بھی اس کی دی ہوئی قدرت سے ورنہ یہ بھی تو ایک عضو ہے ۔ علاوہ ازیں وہ قادر درختوں کو اور جس بکری میں زہر مل گئی تھی بولنے کی طاقت دے سکتا ہے تو ان اعضاء کو بولنے کی قدرت دے دے تو وہ کون سی بڑی بات ہے ۔

مسئلہ: اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں بولنے کی قدرت پیدا کرے گا کیونکہ حیات و قدرت و عقل کے لیے جسم سے متعلق ہونے کی شرط نہیں جیسا کہ معتزلہ نے ایسی شرطیں لگائی ہیں ۔ اور حضرت سعدی المفتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بولنے کی طاقت دے گا لیکن یہ نہیں یہ اعضاء اس کلام کے آلات ہوں گے اور نہ ہی بولنے کے لیے قدرت و ارادہ کا آلہ ہونا شرط ہے اگر یہ شرط ہو تو مجرم اس سے بولتے ہی نہ کیونکہ وہ تو ایسی باتوں کے اظہار سے کراہت کریں گے ۔ ہاں وہ اعضاء حقیقۃً بولیں گے اور وہ خود قدرت و ارادہ سے موصوف ہوں گے [1] (اس میں تامّل کی دعوت ہے)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیوں ہنسے ؟

مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن ایسے ہنسے کہ آپ کے اندر والے دانت (داڑھ) کھل گئے ۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا مجھ سے کیوں نہیں پوچھتے میں کیوں ہنسا ۔ عرض کی گئی فرمایئے آپ نے فرمایا کہ میں قیامت کے فلاں بندے کے اللہ تعالیٰ سے جھگڑنے پر ہنسا ہوں ۔ جب وہ کہہ رہا ہو گا کہ یا اللہ کیا تیرا وعدہ نہ تھا کہ تجھ پر ظلم نہ کروں گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں تو تو کیا کہتا ہے عرض کرے گا میں تو اس وقت اپنی ذات کو ہی اپنی گواہ تسلیم کروں گا کسی دوسرے کی گواہی مجھے قبول نہیں ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں اور میرے فرشتے ہی تیری گواہی کے لیے کافی ہیں ۔ عرض کرے گا مجھے ظلم سے پناہ دے ۔ مجھے تو اپنی ذات کی گواہی چاہیئے ۔ اس پر اللہ تعالیٰ اس کی زبان پر مہر لگا دے گا تو اس کے اعضاء اس کے کرتوت بیان کرنے لگ جائیں گے ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پھر اپنے اعضاء کو کوسے گا کہ تمہیں خرابی ہو میں تو تمہاری وجہ سے جھگڑ رہا تھا ۔ تم بھی میرے دشمن نکلے ۔

فائدہ: اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ قیامت میں جماد بھی حیوان ناطق ہوں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وان الدار الاخرۃ لھی الحیوان ۔ بیشک آخرت ہی حیات کی دار ہے ۔ **وقالوا لجلودھم** ۔ اور وہ اپنے چمڑوں کو جھڑکتے ہوئے کہیں گے **لم شہدتم علینا** ۔ تم نے ہم پر کیوں گواہی دی

---

[1] حواشی السعدی المفتی ۱۲ ، اویسی غفرلہٗ ۔

Scanned with CamScanner

جمع ذو العقول کا صیغہ ایسے ہی قالوا انطقنا میں اس لیے ہے کہ وہ اُس وقت سوال و جواب عقلاء کی طرح کر رہے ہوں گے اور اُن کی شہادت ایک عجوبہ بھی ہے اور اُن کے حال سے بعید تر ہے کیونکہ وہ بولنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے لیکن فر فر کرکے بول رہے ہوں گے اور اعضاء کی تخصیص بھی اسی لیے ہے کہ وہ اس کام کے نہ تھے ورنہ سمع و بصر میں تو بظاہر ادراک ہوتا ہے اور ادراک شہادت کے لیے لازم ہے اور وہ شہادت یا دیکھنے سے ہوتی ہے یا سننے سے اور ادراک لمسی (ہاتھ لگنا وغیرہ) کو شہادت سے کوئی تعلق نہیں اسی لیے انھیں جلود (چمڑے وغیرہ) کی گواہی سے انھیں تعجب ہو گا۔

فائدہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جلود سے یہاں فروج مراد ہیں اس لیے کہ یہ بھی چمڑا تو ہی ہیں اور یہ گواہی انہیں موزوں تر ہے کہ یہ خود گواہی دیں کہ جو کام ان سے مرزد ہوا مجرم کے لیے اس سے زیادہ رسوائی ہو گی بہ نسبت اس کے کہ اس کی گواہی کان اور آنکھ دیں۔ قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شئی۔ کہیں گے ہمیں اُس ذات نے بولنے کی طاقت دی ہے جو ہر بولنے والے کو بولنے کی طاقت دیتی ہے یعنی واقعہ بیان کرنے کے لیے ہمیں وہی ذات بولنے کی قدرت دے رہی ہے کہ ہم تمھارے ان کرتوتوں کی گواہی دیں جن کو تم نے ہمارے ذریعہ سے ارتکاب کیا۔

فائدہ:۔ آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ارواح و اجسام برابر ہیں چاہے تو وہ ارواح کو اجسام کی طرح بہرے، گونگے، اندھے بنادے کہ نہ کچھ سمجھیں نہ کچھ جانیں اور چاہے تو اجسام کو ارواح کی صفت بخش دے تو وہ اجسام بولیں اور سنیں اور دیکھیں اور سمجھیں۔ وھو خلقکم اول مرۃ۔ وہ ذات جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا یعنی عدم سے وجود میں لایا۔ والیہ ترجعون۔ اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ یعنی جو ذات تمھاری تخلیق و انشاء پر بار اول اور پھر تمھارے اعادے اور حساب و جزا کے لیے بار دوم لوٹانے کی قدرت رکھتی ہے اسے یہ بھی قدرت ہے کہ وہ اعضاء کو بولنے کی طاقت دے اس سے تمھیں تعجب کیوں۔

فائدہ:۔ جلالین (تفسیر) میں ہے کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہے جو انھیں ان کی اصل حقیقت کی خبر دے رہا ہے یہ اعضاء (جلود) کا کام نہیں۔

سوال:۔ یہ گفتگو تو بعد البعث والرجع (یعنی آخرت میں لوٹائے جانے والے) کے بعد ہو گی تو پھر صیغہ مضارع کیوں؟

جواب:۔ اس رجوع سے صرف مرنے کے بعد اٹھنا مراد نہیں بلکہ مطلق رجوع مراد ہے وہ یہ کہ آگے آنے والے عذاب و تکالیف بھی ہوں گی تو وہ بھی رجوع میں شامل ہے اس معنیٰ پر تغلیب المتوقع علی الواقع ہے علاوہ ازیں آیت کے فواصل کا تقاضا بھی یہی ہے۔

Scanned with CamScanner

صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب و غریب تحقیق

فقیر (صاحب روح البیان رحمہ اللہ تعالیٰ) کہتا ہے کہ علم کلام میں ثابت ہو چکا کہ حواس مخصوصہ کو ادراکات مخصوصہ کے لیے پیدا فرمایا ہے مثلاً سمع کو اصوات کے لیے ذوق کو طعوم کے لیے اور شم کو روائح کے لیے لیکن یہ ادراک محض تخلیق ربانی پر منحصر ہے اس میں حواس کی اپنی تاثیر کا کوئی دخل نہیں اسی لیے ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر قوت باصرہ میں ادراک اصوات پیدا فرما دے تو ممکن ہے اگرچہ فی الواقع ایسے نہ بھی ہو وغیرہ وغیرہ۔ دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور پر کلام الٰہی سنتے تھے تو وہ ہر جانب سے برابر سنتے تھے۔ ایسے ہی شب معراج حضور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رؤیت باری تعالیٰ کا حال ہے کہ آپ کا جسم مبارک ہی ہر جانب سے ذاتِ حق کو دیکھ رہا تھا۔ ایسے ہی زبان کو اللہ تعالیٰ نے بولنے کے لیے بنایا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو انسان کے بدن سے رونگٹے رونگٹے میں بولنے کی قدرت بخش دے تو ممکن ہے اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے حیوۃ و نطق کی نعمت سے نوازا ہے تو اس کا رونگٹا رونگٹا حیوۃ و نطق سے موصوف ہو تو کیا حرج ہے اس لیے یہ حیوۃ و نطق کی صفت حقیقی سے موصوف ہے بلکہ ہم تو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے عالم کائنات کے ذرے ذرے کو اس کے حال کے لائق حی و ناطق بنایا ہے۔ اسے صرف بنی آدم سے مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں مؤذن کی اذان کی ہر خشک و تر (خس و خاشاک) گواہی دے گا۔ اور یہ گواہی نطق سے ہی ہوگی نہ کہ صرف علم و تعقل سے۔

سبق: انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے اعضاء کی گواہی سے ڈرتا ہے ایسے ہی ہر مکان و زمان کی گواہی سے ڈرنا چاہیئے۔

ہر دن ہمارا گواہ: حضرت علاء بن زیاد فرماتے ہیں کہ دنیا کا ہر نیا دن آتے ہی اعلان کرتا ہے کہ اے لوگو! میں نیا دن ہوں تمہارے پاس آیا ہوں۔ یاد رکھو میرے میں جیسا عمل کرو گے میں قیامت میں اس کی گواہی دوں گا۔ جب سورج غروب کرے گا اس وقت میں چلا جاؤں گا۔ پھر میں تمھیں قیامت میں ہی ملوں گا۔

حضرت صائب مرحوم نے فرمایا ؎

غبار قافلہ عمر چوں نمایاں نیست
در زیر رفتن بیل و نہار را دریاب

ترجمہ: جب زندگی کی اڑتی غبار نمایاں نہیں تو تُو تیز رفتار لیل و نہار کی سواری کا دامن نہ چھوڑ۔

تفسیر عالمانہ: وما کنتم تستترون ان یشھد علیکم سمعکم ولا ابصارکم ولا جلودکم ۔ اور تم نہیں چھپتے تھے اس سے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے چمڑے تم پر گواہی دیں گے۔

ان یشھد ۔ منصوب بنزع الخافض ہے کہ دراصل من ان یشھد الخ تھا اس لیے کہ استتر متعدی بنفسہٖ نہیں ہوتا یا بتقدیر المضاف کی جگہ پر ہے کہ دراصل مخافۃ ان یشھد الخ تھا اور لا ہر دونوں جگہ پر زائدہ نفی کی تاکید کے لیے ہے۔ یہ اس کی حکایت ہے کہ قیامت اعداء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا یہ انھیں توبیخ اور زجر کے طور پر ہو گا جو انھیں جلود کے ذریعے جواب سنایا جائے گا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ تم دنیا میں گناہ کرتے وقت اعضاء کی گواہی سے چھپتے نہیں تھے۔ تمھیں یہ خیال تک نہ تھا کہ یہ بھی تمہارے گناہوں کی گواہی دیں گے کیونکہ تم سمجھتے تھے کہ یہ خاموش اجسام ہیں ان کو بولنے سے کیا کام اسی لیے ارتکاب گناہ کے وقت یہ تصور نہ تھا کہ ان سے چھپ کر گناہ کریں جیسے لوگوں سے۔ بس دیوار اور پردوں میں اور رات کی تاریکی میں گناہ کر لیتے تھے ان سے اسی لیے چھپتے تھے کہ ان کے سامنے رسوائی نہ ہو بلکہ اے کافرو! تم تو سرے سے مرنے کے بعد اٹھنے اور گناہوں کی سزا کے منکر تھے چہ جائیکہ تمھیں خیال آتا کہ یہ اعضاء بھی گواہ ہوں گے۔

سبق: اس میں اہل ایمان کو تنبیہ ہے کہ اس پر کوئی ایسا وقت نہ گزرے جس میں اس کا خیال یہ نہ ہو کہ قیامت میں میرا حساب ہو گا اور میرا اللہ ہر وقت میرے ساتھ ہے اور وہ میرا ہر حال جانتا ہے۔

حدیث شریف: بہترین ایمان یہ ہے جس میں عقیدہ ہو کہ میں جہاں ہوں میرا خدا میرے ساتھ ہے۔

یار باتست ہر کجا ہستی
جائے دیگر چہ خواہی اے اوباش
با تو در زیر یک گلیم چو اوست
پس برو اے حریف خود را باش

ترجمہ: یار تیرے ساتھ ہے جہاں تم ہو۔ اے اوباش دوسری جگہ سے کیوں تلاش کرتا ہے۔ وہ تو تیری بغل میں ہے تو پھر جا اپنا حریف خود ہو۔

سبق: دانش مند پر لازم ہے کہ وہ اپنے نفس کی حفاظت کرے۔ حساب کے وقت سے پہلے اپنا حساب صحیح کرے۔

عرائس البیان کا بیان: امام البقلی نے عرائس البیان میں لکھا کہ جو گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو گناہ کے آثار اس پر ظاہر ہو جاتے ہیں جنھیں وہ چھپا نہیں سکتا ہے اگر اس کا احساس ہو تو اس پر ظاہر ہو جاتے ہیں

Scanned with CamScanner

اللہ تعالیٰ سے پوشیدگی میں اتنا بخشش مانگے یہاں تک کہ اس کے نشانات مٹ جائیں کہ اُسے ہر صاحب نگاہ سمجھے کہ اس پر گناہ کے آثار ختم ہیں۔

فائدہ: حضرت ابو عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو گناہ کے ارتکاب کے وقت یہ خیال نہیں کرتا کہ اعضا میرے گناہ کی گواہی دیں گے تو وہ گناہ پہ اور جرأت کرتا ہے۔ اگر کسی کو اس کا تصور آجاتا ہے تو وہ آئندہ یا اسی وقت گناہ کے ارتکاب سے بچ سکتا ہے۔ بلکہ توفیق الٰہی اور عصمت ربانی اسے گناہ سے مانع ہوں گی پھر نہ وہ دنیا کی فضیحت میں مبتلا ہوگا نہ آخرت کی نار میں جائے گا اور نہ اُسے کسی قسم کی عار لاحق ہوگی۔ ولکن ظننتم اور چھپ کر گناہ کرتے وقت تمہارا یہ گمان تھا ان اللہ لا یعلم کثیرا مما تعملون بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے اعمال کو نہیں جانتا یعنی جتنا تم گناہ چھپ کر کر رہے ہو ان میں وہ قیامت میں ظاہر نہیں فرمائے گا۔ اسی لیے تم گناہوں پر جرأت کر رہے ہو۔

عقیدۂ فلاسفہ: اس میں فلاسفہ کے اس غلط عقیدہ کا رد ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں۔[1]

مسئلہ: اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس وقت جوارح کو علم دے گا جس کی وجہ سے وہ گواہی دیں گے نہ یہ کہ وہ پہلے سے گواہی کے مطابق علم رکھتے ہوں گے جس پر وہ گواہی دیں گے۔

فائدہ: کثیر کی تعداد اس لیے ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ پوشیدہ امور کو نہیں جانتا۔ صرف ان امور کو جانتا ہے جو ظاہر سے متعلق ہیں۔

شانِ نزول: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کعبہ معظمہ کے پردوں میں چھپا ہوا تھا دیکھتا ہوں کہ تین آدمی آئے دو بنو ثقفی اور ایک قریشی تھا یا دو قریشی اور ایک ثقفی تھا۔ بعض نے کہا ثقفی۔ عبد یالیل اور قریشی اس کے قریبی رشتہ دار یعنی داماد ایک ربیعہ دوسرا صفوان بن اُمیہ تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ کیا جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے دوسرے نے کہا جو ہم کھل کر عمل کرتے ہیں وہ جانتا ہے اور جو چھپ کر کرتے ہیں وہ نہیں جانتا میں نے ان کی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی تو یہی آیت نازل ہوئی۔

---

[1] ایسے ہی وہابی دیوبندی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماکان وما یکون کے عالم تو ہیں لیکن ان کے جزئیات نہیں جانتے۔ اویسی غفرلہٗ

فائدہ: آیت میں جن لوگوں کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے وہ خصوصیت سے ان کا ہوگا جو ظن کو رجھے اور ظن کا عموم المجاز معنیٰ ہے جو اپنے حقیقی معنیٰ اور جو اس کے قائم مقام ہے دونوں کو شامل ہے جیسے یحسب ان مالہ اخلدہ۔ اسے گمان ہے کہ اس کا مال اسے باقی رکھے گا۔ یہ اس کو شامل ہے جو اس طرح کا عقیدہ رکھتا ہے اور دوسرے کافروں کو بھی جو اس کے اس عقیدہ میں شریک ہوں گے۔

وذلکم۔ اے کافرو! تمھارا وہ گمان۔ یہ مبتدا اور اس کی خبر ہے ظنکم الذی ظننتم بربکم۔ تمھارا وہی گمان ہے جو تم نے اپنے پروردگار کے ساتھ کیا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو جملہ کلیات و جزئیات کو جانتا ہے کیونکہ وہ اپنے جملہ اسماء وصفات کے ساتھ جملہ موجودات میں جلوہ گر ہے وہ تمھارے اعمال و اعراض وجواہر کا خالق اور جملہ بواطن وسرائر ظواہر کی طرح سے آگاہ ہے۔

فائدہ: دونوں عنوان کا تغایر ظاہر ہے اس لیے کہ عدم علم اللہ تعالیٰ کا ظن ظن بالرب کا غیر ہے۔ اس لیے اس کا خبر واقع ہونا صحیح ہوا۔

اردٰکم: یہ دوسری خبر ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے جہنم کی آگ میں ڈال کر تمھیں تباہ و برباد کرے گا۔

فاصبحتم من الخسرین تو تم خسارہ والوں سے ہو جاؤ گے کیونکہ وہ قوت عاقلہ جو انہیں سعادت دارین کیلئے عطا فرمائی گئی وہی شقاوۃ دارین کا سبب بن گئی تو لامحالہ وہ خاسرین سے ہو گئے۔ ان کا آخرت کا خسارہ تو ظاہر ہے اور دنیا کی شقاوت کا ظہور بھی واضح ہے کہ وہ قوت عاقلہ جو انھیں سعادتِ دارین کے لیے عطا ہوئی تھی انہوں نے اسے اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات سے جہل مرکب اور اتباع شہوات و ارتکاب معاصی میں صرف کر دی۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ خاسرین بایں معنیٰ ہیں کہ وہ بیج ارواح جو ان کے اجسام کی زمین میں ڈالا گیا تھا اس سے انہوں نے گھاٹا پایا کہ ان کی زمین میں ایمان کا پانی نہ پہنچ سکا اور نہ ہی اعمال صالحہ سے سرسبز ہو سکے اسی لیے ان کے اجسام کو صم بکم عمی فھم لا یعقلون سے موصوف ہونا پڑا۔

فائدہ: بحر العلوم میں ہے کہ الخاسرین سے یہاں کاملین فی الخسارہ مراد ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی کی اور اللہ تعالیٰ پر بدگمانی کرنا اکبر الکبائر (کفر) ہے[1]۔ ایسے ہی حب دنیا بھی بہت بڑا کبیرہ

---

[1] الارشاد ۱۲۔

[2] ایسے ہی انبیا علیہم السلام پر بدگمانی کفر ہے (عینی شرح بخاری) اویسی غفرلہ۔

Scanned with CamScanner

گناہ ہے۔

فائدہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جس قوم کو دنیوی خواہشات ایسا گھیر لیں کہ مرتے دم تک کوئی فرصت نہ دیں تو انہیں کسی قسم کی بھلائی نصیب نہ ہو گی۔ جو کوئی دعویٰ کرتا ہے کہ میرا اللہ تعالیٰ پہ حسن ظن ہے تو وہ جھوٹا ہے اگر نیک عمل نہیں کرتا۔ کیونکہ اگر اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حُسنِ ظن ہوتا تو وہ نیک اعمال بجالاتا۔ اس کی تائید میں آپ نے پڑھا۔ و ذلکم ظنکم الخ۔

فائدہ: گمان دو قسم ہے:۔

۱۔ منجی (نجات دہندہ) وہ یہ کہ جس میں عقیدہ صحیح اور اعمال صالحہ ہو۔

۲۔ ہلاک کرنے والا۔ وہ جو اس کے برعکس ہو۔

سبق:۔ انسان پر لازم ہے کہ وہ نیک عقیدہ اور نیک اعمال میں سعی کرے ؎

زریں درگاہ ہیچکس ضائع نمی گردد
بقدر آنچہ فرمان می بری فرمان روا گردی

ترجمہ: اس درگاہ میں کسی کی کمائی ضائع نہیں جاتی حکم جس قدر مانے گا اس قدر فرمانروا ہو گا۔

تفسیر عالمانہ: فان یصبروا۔ پس اگر جہنم میں صبر کریں گے اور فریاد و زاری نہ کریں گے اور نہ جہنم کی آگ سے جزع فزع کریں گے۔ اس انتظار میں کہ انہیں نجات ملے گی کیونکہ ان کو خیال ہو گا کہ الصبر مفتاح الفرج۔ صبر نجات کی چابی ہے۔ فالنار مثوی لھم۔ تو بھی جہنم ان کا ٹھکانہ ہے یعنی جہنم ان کے ٹھہرنے اور اقامت کی جگہ ہے ان کے لیے دائمی طور پر مقدر کی گئی ہے کہ کسی وقت بھی انہیں اس سے نجات نصیب نہ ہو گی اسی لیے ان کا صبر انہیں کوئی فائدہ نہ دے گا۔ صیغہ غیب کی طرف التفات میں اشارہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنا ذلیل و خوار ہیں کہ وہ اس لائق نہیں کہ ان سے خطاب کیا جائے اور اشارہ ہے کہ وہ نار جحیم کے عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ و ان یستعتبوا اور اگر وہ عقبیٰ یعنی رجوع کی طلب کریں یعنی وہ جزع فزع کر کے اپنے مطالبہ کے منوانے کا سوال کریں فما ھم من المعتبین تو بھی وہ ان لوگوں سے نہیں کہ ان کے رجوع کے مطابق ان کی بات مان لی جائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان کا صبر اور جزع فزع وہاں برابر ہو گا کسی سے بھی انہیں کوئی فائدہ حاصل نہ ہو گا اور نہ ہی وہ عذاب قبر سے نجات پا سکیں گے اس کی نظیر آیت سواء علینا اجزعنا ام صبرنا مالنا من محیص (ہم جزع فزع کریں یا صبر کریں ہمیں چھٹکارا نہ ملے گا) ہے۔

لہ تاج المصادر ۱۲۔

حل لغات: الاعتاب بمعنی خوشنود کرنا الاستعتاب بمعنی کسی سے اپنا حق مانگنا کہ وہ اسے خوش کرے اور بمعنی صلح چاہنا[1]۔ العتبیٰ سے ہے بمعنی الرضیٰ (خوشنودی)۔ اہل لغت کہتے ہیں استعبه بمعنی اعطاه العتبی۔ اسے رضامندی بخشی جیسے اعتبه بمعنی اسے رضامندی دی اور بمعنی اس سے رضامندی چاہی[2]۔

نیز اہل لغت کہتے ہیں اعتبته بمعنی ازلت عنه العتبی۔ میں نے اس سے عتاب کو ہٹایا جیسے اشکیته میں نے اس سے شکایت زائل کی۔ اسی سے ہے فما هم من المعتبين۔ والاستعتاب بمعنی کسی سے چاہے کہ اس کا عتاب کا ذکر کرکے اس سے رجوع کرے۔ العتب سے ہے بمعنی شدت اور سامرّ کردہ اور وہ سختی جو کوئی اپنے غیر پر اپنے دل میں محسوس کرے[3]۔

وقيضنا لهم: اور ہم نے مسلط کیا۔

حل لغات: التقييض بمعنی مقدر کرنا اور سبب بنانا بمعنی ہم نے مقدر کیا اور کافروں کے لیے ملایا قرناء۔ ساتھی قرین کی جمع ہے۔ اس سے اس کے کافروں کے وہ ساتھی جو شیاطین والانس وجنات میں سے ہیں اور ان پر وہ دوست ہیں مسلط ہیں جیسے انڈے پر چھلکا۔ القيض بمعنی انڈے کا اوپر والا چھلکا۔

فائدہ: اس میں قدریہ (فرقہ) کا رد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عام اختیار دے رکھا تھا کہ جو چاہیں اختیار کریں۔ انھوں نے اپنے اختیار سے برے ساتھی اختیار کیے فزينوا لهم تو ان کے برے ساتھیوں نے ان کے لیے سنگار رے۔ مابين ايديهم۔ جو ان کے آگے تھا امور دنیا میں سے اور اتباع شہوات میں سے وما خلفهم اور جو ان کے پیچھے تھا۔ امور آخرت میں سے مثلاً یہ بٹی پڑھائی کہ مرنے کے بعد اٹھنا کیسا اور کاہے کا حساب اور آخرت کی سزائیں کہاں۔

فائدہ: مابين ايديهم۔ امر دنیا مراد لینا ایسے ہے جیسے کہا جاتا ہے۔ قدمت المائدة بين ايديهم میں نے دسترخوان اس کے سامنے کر دیا۔ اور آخرت کو خلفهم سے تعبیر کرنا اس لیے ہے کہ وہ اس کے بعد واقع ہوگی جیسے اس شخص کے لیے جو کسی کے بعد آئے تو کہا جاتا ہے انه خلفه (بیشک وہ اس کے پیچھے ہے۔) اور یہ ترتیب وجودی کے عین مطابق ہے۔

اجوبہ: بعض نے کہا کہ مابين ايديهم سے آخرت مراد ہے اس لیے کہ گویا ان کے آگے ہے اور وہ اس کی طرف متوجہ ہیں اور ما خلفهم سے دنیا مراد ہے اس لیے کہ وہ اسے پیچھے

---

[1] تاج المصادر ۱۲؛ [2] القاموس ۱۲، [3] المفردات ۱۲؛

چھوڑ کر جا رہے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: عرائس البیان میں ہے کہ نفس نے شہوات کو سنگارا اور شیاطین نے انہیں حاصل کرنے پر ابھارا۔ یہی **مابین ایدیھم وما خلفھم**۔ اور حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نفس حق سے کبھی مانوس نہیں ہوتا اور حضرت ابن عطا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ نفس شیطان کا دوست ہے اور اس کا ساتھی اور فرمانبردار جس کا مشورہ شیطان دیتا ہے نفس اسے کر گزرتا ہے۔ نفس حق سے دور اور متنفر بلکہ مخالف رہتا ہے کبھی بھی اس سے اسے الفت نہ ہوگی اور نہ ہی اس کی اتباع کرے گا۔ اور یہاں **مابین ایدیھم** سے طول امل اور **وما خلفھم** سے نسیان ذنوب مراد ہے۔

در سر این غافلاں طول امل دانی کہ چیست
آشیاں کردہ مارے در کبوتر خانہ

ترجمہ: طول امل غافلوں کے دل میں ایسے ہے جیسے سانپ کا کبوتر خانہ میں بسیرا۔

تفسیر عالمانہ: **وحق علیھم القول**۔ اور ان پر بات ثابت ہو گئی یعنی کلمۂ عذاب ان کے لیے لازم ہو گیا کیونکہ اس کے موجبات و اسباب ان میں ثابت ہو گیا تو لازماً عذاب بھی ان کے لیے ثابت ہو گیا اس سے **لاملئن جہنم منک وممن تبعک منھم اجمعین** وغیرہ مراد ہے یعنی میں تجھ سے اور تیرے فرمانبرداروں سے جہنم کو بھر دوں گا۔ **فی امم**۔ یہ ضمیر مجرور سے حال ہے یعنی یہ بھی منجملہ ان کے ہیں جو امتیں پہلے گزری ہیں۔ بعض نے کہا یہاں فی بمعنی مع ہے۔

فائدہ: اس سے صراحۃً ثابت ہوا کہ یہاں اعداء اللہ سے صرف عاد و ثمود مراد ہیں نہ کہ جملہ کفار اولین و آخرین۔ **قد خلت**۔ یہ امم کی صفت ہے یعنی تحقیق وہ گزرے **من قبلھم من الجن والانس**۔ ان سے پہلے جن اور انس کفر اور عصیان پر ان کافروں کی طرح **انھم کانوا خاسرین**۔ بے شک تھے وہ خسارہ والے۔ یہ ان کے استحقاق عذاب کی علت ہے اور ھم کی ضمیر اولین و آخرین کفار کی طرف راجع ہے۔

ز نقد معرفت امروز مفلس
ز سود آخرت فردا تہی دست

ترجمہ: آج نقد معرفت سے مفلس آدمی کل آخرت کے نفع سے خالی ہاتھ ہو گا۔

Scanned with CamScanner

جب اللہ تعالیٰ کسی کے لیے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس پر ایسے ساتھی مسلط کر دیتا ہے جو اسے طاعت و عبادت پر معاونت کرتے اور نیکی کی دعوت دیتے ہیں۔

صحبت صالح ترا صالح کند

جب اللہ تعالیٰ کسی کے لیے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس پر برے ساتھی مسلط کر دیتا ہے جو اسے مخالفت حق پر اُبھارتے اور بُرائی کی دعوت دیتے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک شیطان بھی ہے جو انسان پر مسلط ہو کر وسوسہ ڈالتا ہے اور اس سے بدتر نفس امارہ ہے جو آج اسے ایسے امور کی طرف بلاتا ہے جو اس کی تباہی و ہلاکت کا موجب ہیں لیکن کل پھر یہی اس کی برائیوں کا گواہ بھی ہو گا۔[1]

وحی داود علیہ السلام کا نمونہ: اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد اپنے نفس سے دشمنی کر اس لیے کہ یہ تمہاری دشمنی پر کمربستہ ہے۔[2]

حدیث شریف ۱: میں ہے کہ رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاكبر۔ ہم جہاد اصغر سے لوٹ کر جہاد اکبر کی طرف جا رہے ہیں۔[3]

حدیث شریف ۲: میں ہے کہ جو نفس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے دشمنی رکھتا ہے کل قیامت کے عذاب سے اللہ تعالیٰ اسے امن دے گا۔

نفس دشمنی کا نمونہ: حضرت ابو علی دقاق قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے خود کو کیسا پایا فرمایا کہ اگر پچاس سال مجھے مل جاتے اور مجھے ساتوں طبق روئے زمین اور ساتوں طبق روئے آسمان کی مجھے سیر نصیب ہو تب بھی مجھے ملک مقرب کے سامنے منہ دکھانا آسان نہ ہو گا اور نہ ہی مجھے اس زمین پر حلال چیز پر قدرت کا دعویٰ ہو گا یعنی جس صفت کا ذکر ہوا ہے اس سے ایک شخص موصوف تھا بوقت نزع مدح اس کے سامنے ٹھنڈا پانی لایا گیا تاکہ وہ جگر کی گرمی کو ٹھنڈا کریں۔ فرمایا یہ وہ وقت نہیں کہ نفس دشمن کو خوش کر دں کیونکہ یہ جونہی ٹھنڈا پانی پی کر قوت پائے گا سب سے پہلے مجھ پر حملہ کر کے مجھے تباہ و برباد کرے گا اسی لیے مجھے ٹھنڈے پانی کی ضرورت نہیں ہے

نفس اژدہا ست او کے مردہ است
از غم بے آلتی افسردہ است

ترجمہ: نفس اژدہا ہے وہ کب مرتا ہے یہ اسباب کے نہ ہونے کی وجہ سے مغموم و افسردہ ہے۔ (بقیہ صفحہ ۳۷۲)

---

[1] کشف الاسرار ۱۲۔ [2] کشف الاسرار ۱۲۔ [3] کشف الاسرار ۱۲۔

Scanned with CamScanner

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ
تَغْلِبُونَ ۝ فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا ۙ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ
أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ذَٰلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارُ ۖ لَهُمْ
فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ ۖ جَزَاءً بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ
كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا الَّذَيْنِ أَضَلَّانَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا
لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا
تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ
الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ
وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ نُزُلًا
مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ ۝

ترجمہ: اور کافر بولے یہ قرآن نہ سنو اور اس میں بیہودہ غل کرو۔ شاید یوں ہی تم غالب آجاؤ تو بیشک ضرور
ہم کافروں کو سخت عذاب چکھائیں گے اور بیشک ہم ان کے بُرے سے بُرے کام کا انہیں بدلہ دیں گے یہ ہے اللہ کے دشمنوں
کا بدلہ آگ اس میں انھیں ہمیشہ رہنا ہے سزا اس کی کہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے اور کافر بولے اے ہمارے رب
ہمیں دکھا وہ دونوں جن اور آدمی جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا کہ ہم انھیں اپنے پاؤں تلے ڈالیں کہ وہ
ہر نیچے سے نیچے رہیں۔ بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر
فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمھیں وعدہ دیا جاتا ہے
ہم تمھارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمھارے لیے ہے اس میں جو تمھارا
جی چاہے اور تمھارے لیے اس میں جو مانگو مہمانی بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔

گر ببیابد آیتے فرعون او
کہ بامراد ہمی رفت آب جو
آنکہ او بنیاد فرعونی کند
راہ صد موسیٰ و صد ہارون زند

Scanned with CamScanner

ترجمہ:۔ اگر اسے فرعون والے ہتھیار مل جائیں اس کے حکم سے پانی چلے یعنی حکمران بن جائے۔

۲ ۔۔ جو فرعون کی طرح حکومت کرتا ہے تو موسیٰ و ہارون جیسوں کے راستے بند کرے گا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ جب کی یہ کیفیت ہے تو اس کی اصلاح و تزکیہ ضروری ہے تاکہ اس پر قول حق ثابت نہ ہو اور نہ ہی وہ جہنم میں داخل ہونے والوں سے ہو جائے اور خسارہ اصلی یہ ہے کہ اس سے استعداد فطری فاسد ہو جائے جیسے انڈے کے بعض اسباب خراب ہو جائیں۔

جب وہ فاسد ہو جائے گا تو اس سے نفع پانا ناممکن ہو جائے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں نفع پانے والوں سے بنائے نہ کہ خاسرین سے اور وہ ہماری نفس اور ابلیس بلکہ جمیع شیاطین پر ہماری مدد فرمائے۔ (آمین)

تفسیر عالمانہ:۔ وقال الذین کفروا۔ اور رؤسا المشرکین نے اپنے غنڈوں اور اشقیا کو یا ان کے بعض نے بعض کو کہا۔ لا تسمعوا۔ نہ سنو۔ اور کان نہ دھرو۔ لھذا القرآن سننے کے لیے قرآن کی طرف۔ والغوا۔ اور بکواس کرو۔

حل لغات:۔ اللغو۔ یعنی وہ کلام جو غیر معتبر ہو یعنی وہ گفتگو جو فہم و فکر کے بغیر ہو جو لغاء کے قائم مقام ہوتی ہے۔

لغاء۔ چڑیوں وغیرہ کی آواز کو کہا جاتا ہے یعنی اس میں وہ باطل کلام لاؤ جس کا کوئی فائدہ نہ ہو اور اس کے بالمقابل خرافات و بکواسات لاؤ یعنی ایسی باتیں لاؤ جو منگھڑت افسانے ہوں جیسے رستم و اسفندیار کے قصے یا ان کے مقابلے میں گالی بکواس اور بیہودہ اشعار پڑھو اور سیٹیاں بجاؤ اور تالیوں کا شور کرو اور اونچا بولو۔ تاکہ پڑھنے والا پریشان ہو جائے اور جو پڑھے اس میں اسے خلط ہو جائے۔

لعلکم تغلبون۔ اُمید ہے اس طرح سے تم اس کی قرأت پر غلبہ پا جاؤ گے۔ اس کے بعد وہ قرآن کو پڑھنا چھوڑ دے گا اور سننے والا اس کی قرأت نہ سن سکے گا۔ اس سے ان کی تشویش و تلبیس سے مسلمانوں کو اذیت و تکلیف دینا مقصود تھی اور انھیں یہ خوف تھی کہ اگر عوام نے ان کا قرآن سن لیا تو ایمان لے آئیں گے اور یہ طریقہ عموماً ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کا تھا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں اشارہ ہے کہ نفوس متمردہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ لغو و باطل باتیں گھڑیں اور ہمیشہ بکواسات میں رہیں تاکہ دل الہامات ربانیہ نہ سننے پائے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اس طرح سے دل پر غلبہ پا جائیں گے انھیں یہ معلوم نہیں کہ جو اسرار الغیب کے استماع میں مستغرق ہوتا ہے اسے ماسویٰ اللہ کی کوئی خبر نہیں ہوتی اور نہ ہی اس پر حدیث نفس اثر انداز ہو سکتی ہے۔

Scanned with CamScanner

تفسیر عالمانہ: فلنذیقن الذین کفروا۔ تو بے شک ہم ان کافروں اور لغویات بکنے والوں یا تمام کافروں کو چکھائیں گے۔ عذابا شدیدا۔ ایسا سخت عذاب کہ جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا جیسا کہ عذاب کی تنکیر اور اس کی صفت شدید سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ تہدید شدید ہے اس لیے کہ ذوق کا لفظ قدر قلیل کے لیے بولا جاتا ہے۔ اسے تجربہ کے طور پر عمل میں لایا جاتا ہے تو جب یہ ذوق کا حال ہے تو پھر بڑے عذاب کا کیا حال ہوگا۔

تفسیر صوفیانہ: اس میں اشارہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قلوب پر تجلی فرماتا ہے تو نفوس جل کر فنا ہو جاتے ہیں۔ ان میں ان کے اوصاف ختم ہو جاتے ہیں۔ یہی ان کا عذاب ہے یہ ایسے ہے کہ ارض اسلام میں جزیہ و خراج مقرر کیا جاتا ہے تو پھر جس طرح اہل ایمان کافروں کی ایذاء سے محفوظ رہے ایسے ہی قلوب نفوس کی شرارتوں سے محفوظ رہتی ہیں کیونکہ ایمان و تسلیم کے ساتھ کفر و اعتراض کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔

تفسیر عالمانہ: ولنجزینھم اسوأ الذی کانوا یعملون۔ اور ہم انہیں ان کے برے کرتوتوں کی وجہ سے سزا دیں گے یعنی ان کے وہ برے اعمال جو ان کے نفوس میں تھے ان کی جزاء برائی ہوگی یعنی جیسے ان کے کردار بدتر ہوں گے تو ویسے ہی ان کی سزا بھی سخت تر ہوگی۔

ازالۂ وہم: یہاں اسوأ سے مطلق زیادتی مراد ہے اس کی اضافت بیانیہ اور تخصیصیہ ہے۔

فائدہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ عذاب شدید بدر میں ان کی شکست اور سواد آخرت کا عذاب مراد ہے۔ ذلک وہ سزا جو مذکور ہوئی وہ مبتدا ہے اور اس کی خبر جزاء اعداء اللہ ہے یعنی وہ جزا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کے لیے تیار کر رکھی ہے۔

النار۔ جہنم کی آگ ہے یہ جزاء سے عطف بیان ہے یا ذلک مبتدا محذوف کی خبر ہے کہ دراصل الامر ذلک اور ہے اور اس سے مضمون جملہ مراد ہے نہ کہ جزاء اور اس کا مابعد مستقبل جملہ ہے جس کا تعلق ماقبل سے ہے یا النار مبتدا ہے اور اس کی خبر لھم فیھا دار الخلد ہے۔ یعنی ان کا جہنم میں دائمی رہنا ہے یعنی وہی جہنم ان کا دار الاقامہ ہے۔ اس سے وہ کبھی منتقل نہ ہوں گے اور فی تجرید کے لیے ہے ظرفیہ نہیں اب مطلب یہ ہوا کہ ان سے ایک امر خاص کا انتزاع کر کے دوسرا اس جیسا ان کو دیا جائے گا اس سے مبالغہ مطلوب ہے جیسے کہا جاتا ہے یہ تلوار سو سیر لوہے کی ہے۔ بعض نے کہا فی اپنے معنی حقیقی میں ہے یعنی ظرفیۃ کا معنی دیتی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے لیے وہ دار ہے جو مختلف طبقات پر مشتمل ہے جس میں سخت سے سخت عذاب رکھے گئے ہیں اور یہ مخصوص ان کے لیے ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ جزاءً بما کانوا بایتنا یجحدون۔ یہ ان کی جزاء آیات کے انکار کی وجہ سے ہے یہ فعل مقدر کی وجہ سے منصوب

Scanned with CamScanner

ہے یعنی یجحدون جن ادا ٹو پہلی با جزاء سے دوسری یجحدون کے متعلق ہے رعایت فواصل کی وجہ سے مقدم کی گئی ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ یہ عذاب اس سبب سے جو ہمارے حق آیات کا انکار کرتے یا ان میں لغویات بکتے تھے۔ جحود کا ذکر اس لیے ہے تا کہ معلوم ہو کہ لغو کا سبب یہی ہے۔

وقال الذین کفروا۔ اور کہیں گے وہ کافر جو اس عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

ربنا ارنا الذین اضلانا من الجن والانس۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں وہ جن و انس دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا یعنی وہ شیاطین جنہوں نے مکر و فریب سے ہمیں گمراہی پر اکسایا تھا وہ جن ہیں یا انس اس لیے کہ شیطان جیسے جنات سے ہوتے ہیں۔ ایسے ہی انسانوں میں سے بھی ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا شیاطین الانس والجن اور فرمایا من الجنۃ والناس۔ بعض نے کہا اس سے قابیل مراد ہے جس نے ناحق قتل کا طریقہ جاری کیا اور جنات میں سے ابلیس مراد ہے جس نے کفر و شرک کا طریقہ جاری کیا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ انھوں نے ہمیں گمراہ کیا کہ کفر و معصیت کا طریقہ جاری کیا۔ اس تفسیر کی تائید حدیث مرفوع سے ہوتی ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کسی مسلمان کو ناحق قتل کرتا ہے تو قتل کا گناہ پہلے قابیل کے نام لکھا جاتا ہے اس لیے کہ اس نے سب سے پہلے ناحق قتل کا طریقہ جاری کیا۔

اعجوبہ:۔ مروی ہے کہ قابیل کی پنڈلیاں باندھ کر اس کی رانوں سے ملا کر سورج کے ساتھ گھمایا جاتا ہے سردیوں میں برف خانے میں اور گرمیوں میں گڑھے میں ڈالا جاتا ہے۔

نجعلھما تحت اقدامنا۔ ان سے انتقام کے طور انہیں اپنے قدموں تلے ڈال کر روند دیں گے **لیکونا من الاسفلین** تا کہ ہو جائیں ذلیل ترین مخلوق سے یا انہیں جہنم کے نچلے طبقے میں پھینکیں تا کہ اس سے ہمارا دل ٹھنڈا ہو کہ وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں پڑ کر سخت عذاب میں مبتلا ہیں۔

تفسیر صوفیانہ:۔ آیت میں اشارہ ہے کہ جب انوار تجلی سے نفوس اپنے اوصاف سے فنا اور قلوب کی حلاوت کا ذائقہ پاتے ہیں تو اپنے رب سے باقی اوصاف شیطانیہ وحیوانیہ پر مطلع ہو جاتے ہیں جو کہ یہی اوصاف ان جبلی ہیں پھر وہ چاہتے ہیں کہ وہ ان پر غلبہ پا کر اپنی ہمت کے قدموں کے تلے دے کر انہیں فنا کر دیں اور ان کے ذریعے مقامات قرب میں پہنچیں تا کہ پھر وہ نیچے اور خود اوپر ہو جائیں اس طرح سے ایک مقام سے دوسرے اعلیٰ مقام کی طرف ترقی ہوتی ہے۔ اس لیے کہ جب تک پہلا مقام طے نہ ہو گا دوسرے اعلیٰ مقام تک پہنچنا کیسے نصیب ہو گا۔ ایسے ہی انتہائی مقام تک پہنچنا ہوتا ہے۔

سبق:۔ سالک پر لازم ہے کہ اس بارہ میں جد و جہد کرے یہاں تک کہ نفس کو فنا کر کے دنیا سے نکل جائے۔ اگر اس میں کچھ بقا کی بو ہو گی تو منزل مقصود تک پہنچنا مشکل ہو گا۔ اگر نفس کو فنا کر کے

[illegible]

Scanned with CamScanner

منزل طے کرے گا تو قیامت کی جزع فزع سے بچ جائے گا ورنہ ڈگمگانے کا خطرہ ہے جیسے کافر کے ساتھ ہوا۔ لیکن قیامت میں جزع فزع کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

فائدہ: آیت سے ثابت ہوا کہ قیامت میں دوست بھی دشمن ہوں گے۔ مومن کا داعی وہاں خیر خواہ اور مہربان اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں۔

حکایت: ایک شخص کا محبوب فوت ہو گیا وہ جزع فزع کرتے کرتے پاگل ہو گیا۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس کا حال سنایا گیا تو آپ اس کے ہاں تشریف لائے اور پاگل خانے میں زنجیروں میں بندھا پڑا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا اے میاں تو نے عشق کی ابتدا ایسے زندہ (انسان) سے کی جسے مرنا تھا تجھے تو اس زندہ (اللہ تعالیٰ) سے عشق کرنا تھا جس پر موت نہیں پاگل کی آنکھ کھلی تو عبادت الٰہی میں مصروف ہو گیا یہاں تک کہ وہ ولی اللہ بن گیا۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

چوں ز علت وا رہیدی اے رہین
سر کہ را بگذر و بخور انگبین

تخت دل معمور شد پاک از ہوا
بروی الرحمٰن علی العرش استوی

حکم بر دل بعد ازیں بے واسطہ
حق کند چوں یافت دل ایں رابطہ

ترجمہ: ۱۔ اے ضعیف جب بیماری سے نجات پا تو سرکہ چھوڑ کر شہد پی۔
۲۔ دل کا تخت آلود اور خواہشات سے پاک ہو گیا الرحمٰن علی العرش استوی کا راز کھل گیا۔
۳۔ پھر دل پر بلا واسطہ حکم وارد ہوتا ہے خود اللہ تعالیٰ اسے حکم فرماتا ہے جب اس طرح کا رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔

فائدہ: اس میں ریاضۃ النفس کی طرف اشارہ ہے کہ نفس کو ریاضت میں ڈالے۔ یہاں تک کہ ہر بیماری سے چھٹکارا پائے کیونکہ جب تک نفس کی بیماری رہے گی کام نہ بنے گا۔ جب نفس بیماریوں سے پاک ہو جائے گا تو قلب کو اس پر حکومت کا موقعہ مل جائے گا اور قلب تو حلاوت و لذائذ روحانی چاہتی ہے اس پر بھی اکتفا نہ ہو بلکہ اپنے تصورات کو ماسوی اللہ سے پاک کر دے اور اس کی بیٹھک تو ہے بھی قلب انسانی جب اللہ تعالیٰ اس کے قلب پر مستوی ہو گا تب اس کا چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو گا اب عشق و سکون ہی ہو گا ہم اللہ تعالیٰ سے اسی ترقی کامیابی کا سوال کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

تفسیر عالمانہ: ان الذین قالوا ربنا اللہ۔ بیشک جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ یعنی اس کی ربوبیت والوہیت کا اقرار کرکے کہتا ہے۔ ہمارا رب اللہ ہے۔ یہ صدیقی دروازہ ہے اور ربنا کے بعد لفظ اللہ کا اضافہ حصر کا فائدہ دیتا ہے۔

ثم استقاموا۔ پھر اس پر وہ ثابت قدم رہے۔ یعنی اقرار ربوبیت کے بعد سر مو نہ ہٹے اور جو اس کے تقاضے ہیں اس پر ڈٹا رہے۔ قلب و قالب (ظاہراً باطناً) ہر طرح سے عبودیت کے طریق پر چلے معمولی طور پر بھی لغزش نہ کھائی۔

فائدہ: اس میں جملہ معتقدات وعبادات داخل ہیں یعنی ابتداء سے لے کر موت تک ان پر مداومت کی۔

فائدہ: ثم تراخی زمانی کا ہے یا رتبی کا بہرحال استقامت ایک عجیب الشان مرتبہ ہے۔ اسی لیے مشائخ فرماتے ہیں الاستقامۃ خیر من الف کرامۃ۔ کیونکہ یہی مقصود اعظم ہے کہ انسان ابتدائے حال یعنی اقرار سے لے کر تادم آخرین استقامت کا دامن نہ چھوڑے اور وہ یہ ہے کہ انسان راہ مستقیم پر دائماً چلتا رہے۔

سوال: تمہارا استقامت کا معنی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ارشادات کے خلاف ہے مثلاً سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا الاستقامۃ بمعنی الثبات علی الایمان۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ الاستقامۃ بمعنی اخلاص العمل۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا الاستقامۃ بمعنی اداء الفرائض علی الدوام۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا الاستقامۃ "......"

جواب: انہوں نے استقامۃ کے جزئیات کا ذکر فرمایا ہے جزئیات کے ذکر سے کلی طور نفی نہیں ہوتی (جیسا کہ اصول کا قاعدہ ہے)۔

حدیث شریف: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا امتی ورب الکعبۃ (بخدا یہی استقامت میری امت کو نصیب ہوئی۔

شرح الحدیث: اس سے آپ کی یہ مراد ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنے دین پر استقامت نہ کر سکے کیونکہ انہوں نے حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو ابن اللہ (اللہ کا بیٹا) کہا وغیرہ وغیرہ اور اپنے نبیوں سے بھی کفر کیا۔

لہ بخلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امت کے کروڑوں کی تو بے اور انشاء اللہ تاقیامت ایسے رہے گی اس سے واضح ہوا کہ اہل سنت سواد اعظم کو شرک کہنے والوں کی بدبختی ہے۔ اویسی غفرلہ۔

Scanned with CamScanner

فائدہ: استقامت کا ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ نفع و نقصان صرف اللہ تعالیٰ سے سمجھا جائے (یہی اہلسنت کا مذہب ہے کہ نفع و نقصان اللہ تعالیٰ سے سمجھتے ہیں نفع کے حصول اور ضرر کے دفع کے لیے انبیاء و اولیاء کو وسیلہ مانتے ہیں اور یہی منشائے ایزدی ہے۔ تبھی تو انہیں اپنا نبی و ولی بنایا) یہی وجہ ہے کہ مومن کامل سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہیں ڈرتا۔

حدیث شریف: حضرت سفیان بن عبداللہ الثقفی رضی اللہ عنہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے ایسا امر بتایئے جسے میں تادم زیست مضبوطی سے تھامے رہوں۔ آپ نے فرمایا کہہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے اور اسی پر مضبوط رہ۔ میں نے عرض کی مجھے اپنے نفس سے بڑا خطرہ ہے کہ وہ مجھے کہیں بھلا نہ دے۔ آپ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر یہی ہے (یعنی زبان سے اقرار کرتے رہو۔)

فائدہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب یہی آیت تلاوت فرماتے تو کہتے

اللهم انت ربنا فارزقنا الاستقامة۔

اے اللہ تو ہمارا رب ہے ہمیں استقامت عطا فرما۔

تفسیر صوفیانہ: صاحب کشف الاسرار نے فرمایا کہ ربنا اللّٰہ سے توحید کا اقرار مراد ہے کہ یہی عام اہل ایمان کا شیوہ ہے۔ ثم استقاموا سے توحید معرفت مراد ہے جو عارفین اور صدیقین کو نصیب ہوئی ہے۔ توحید اقراری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یکتا کہے اور توحید معرفت یہ ہے کہ اسے یکتا سمجھے یعنی از ہمہ جہت صرف اس کی وحدت کا تصور دل میں جما ہے اس لیے کہ عالم وحدت میں جہت نہیں ہے۔

نے جہت گنجد دراں جا نے صفت
نے تفکر نے بیان نے معرفت
آتشے از سر وحدت بر فروخت
غیر واحد ہر چہ پیش آید بسوخت

ترجمہ: یہاں نہ جہت سماسکتی ہے نہ صفت نہ تفکر نہ بیان نہ معرفت۔
۲: بھروحدت کی آگ روشن کی واحد کے سوا جو کچھ بھی آگے آیا جل گیا۔

حکایت: حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ ایک وقت عالم ہوش میں تھے تو آپ اقرار توحید کا درس دے رہے تھے۔ کسی مرید نے کہا کہ حضرت آپ کو اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل ہے۔ آپ نے فرمایا: عالم میں کوئی ایسا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل نہ ہو (یعنی ہر ایک کو علم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہے یہی عرفان ہے) پھر ایک وقت بحر توحید معرفت میں مستغرق تھے تو سوال ہوا کہ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب

ہے۔ آپ نے فرمایا میں کون ہوں کہ اس کی معرفت کا دم بھروں بلکہ جہان عالم میں کوئی ایسا نہیں کہ وہ اس کی معرفت کا دم بھر سکے۔ ؎

در عشق تو من کیم کہ در منزل من
از وصل رخت گلی در بر گل من

ترجمہ: تیرے عشق میں میں کون ہوں اس لیے کہ میری منزل میں تیرے چہرے کی زیارت سے میری مٹی میں گل پیدا ہوگا۔

صوفیانہ ٹوٹکے: پیر طریقت نے فرمایا کہ سجت باحق کے صرف دو حرف ہیں:

۱۔ اجابت ۲۔ استقامت۔

اجابت عہد ہے استقامت اس کی وفا کا نام ہے یا یوں کہو اجابت شریعت ہے استقامت درک شریعت یاد رہے کہ درک شریعت ہزار سال کے بعد لمحہ بھر نصیب ہو سکتی ہے لیکن درک حقیقت تو ہزاروں سال کے بعد بھی نصیب نہیں ہو سکتی۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس میں یوم میثاق کے خطاب کی طرف اشارہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بندوں کو فرمایا الست بربکم تو انہوں نے جواب دیا بلیٰ یعنی اقرار کیا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ جواب دینے والے وہ ذریات تھے جو آدم علیہ السلام کی پشت سے باہر نکل کر ربوبیت کا اقرار کر رہے تھے۔ پھر وہ اسی پر ڈٹ گئے یعنی اقدام عبودیت پر ثابت قدم رہے جبکہ وہ عالم صورت میں ظاہر ہوئے۔ اسی لیے اسے لفظ ثم سے تعبیر کیا گیا ہے جو تعقیب و تاخیر بعید چاہتا ہے۔ یعنی اقرار تو کیا عالم ارواح میں اور استقامت کی عالم اشباح میں۔ اس سے اہل ایمان مراد ہے نہ کہ منافقین و کافرین کیونکہ انہوں نے اقرار تو کیا لیکن استقامت نہ کر سکے اور اہل اسلام میں عوام کی استقامت تو یہ ہے کہ وہ ظاہر میں اوامر و نواہی کی پابندی اور باطن میں ایمان و تصدیق سے بہرہ ور ہوئے اور خواص کی ظاہری استقامت یہ ہے کہ وہ دنیا سے مجرد رہے اور اس کی زینت و شہوات کو یک لخت ترک کیا اور باطن میں نعیم جنان سے لاپرواہ ہو کر شوق لقائے استقامت یہ ہے وطلب عرفان میں رہے اور اخص الخواص کی ظاہری استقامت یہ ہے کہ نفس و بال کو اس کی طرف سپرد کر کے حقوق متابعت بموافق بیعت رعایت کی اور باطن میں ناسوتیہ کو توحید کے ساتھ لاہوتیہ میں محو کر ڈالا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مستقیم رہیں اور انانیت سے فانی ہو کر ہویت میں باقی رہیں اور اس بارہ میں محبوب سے سوال بھی نہ کریں بلکہ اس کی عطا اس کی بقا پر اکتفا کریں اور اس کے وجود میں فانی ہونے کی وجہ سے اس کے جود و عطا پر اس میں دائما فانی رہیں۔

Scanned with CamScanner

تفسیر عالمانہ: تتنزل علیھم الملائکۃ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ملائکہ نازل ہو کر ان کی عوارض پر مدد کرتے ہیں جو انہیں امور دینیہ و دنیویہ عارض ہوتے ہیں کہ بذریعہ الہام ان کے سینے کھولتے اور ان سے حزن و غم اور خوف دفع کرتے ہیں جیسے کافروں پر شیاطین کو مسلط کرتا ہے کہ قبائح مزین کر کے ان کے دل میں ڈالتے ہیں۔

فائدہ: جیسے ملائکہ اہل ایمان کی دنیا میں مدد کرتے ہیں ایسے ہی مرتے وقت انہیں خوشخبری سناتے ہیں اور قبر میں بھی اور پھر قبور سے اٹھنے کے بعد بھی۔ ان لا تخافوا۔ اس سے خوف نہ کرو کہ جو تم نے امر آخرت کے لیے کمایا اس میں تمہیں کوئی امر ناگوار پیش نہ آئے گا۔

فائدہ: ان مفسرہ یا مخففہ من المثقلہ ہے۔ دراصل بانہ تھا ضمیر شان کی تھی محذوف ہو گئی اور ان کو مخفف کیا گیا یعنی ان پر فرشتے بھی بشارت لے کر اترتے ہیں کہ تمہیں کوئی خوف نہیں۔

ولا تحزنوا۔ اور جو تم اولاد و اموال دنیا میں چھوڑ کر آئے ہو اس پر بھی غم نہ کھاؤ کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے خیر و بھلائی ہی عطا فرمائے گا اور تمہیں جنت میں چھوڑے ہوئے اہل و عیال و اموال سے بڑھ کر نعمتیں بخشے گا۔ پھر تمہارے اہل و عیال کو اسلام کی دولت سے نواز کر جنت میں تمہیں ملائے گا۔

فائدہ: حزن یعنی وہ غم جو نافع شے کے فوت ہونے سے لاحق ہو یا ضرر کے حصول سے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ خوف زمانہ مستقبل میں ہوتا ہے کہ کوئی امر ناگوار لاحق ہو یا کوئی پسندیدہ و مرغوب سے فوت ہو جائے اور فرشتے انہیں خوشخبری سناتے ہیں کہ تمہیں ہر وہی امر ملے گا جو تمہارا پسندیدہ اور محبوب و مرغوب ہے اور ہر وہ امر جو تمہیں ناگوار ہے وہ تمہارے قریب نہ پھٹکے گا۔

حزن حزونۃ الوقت سے ہے ورنہ جو بندۂ خدا راضی برضاء الٰہی ہو اور وہ جملہ احکام ازلیہ کے سامنے سر تسلیم خم رکھتا ہے اسے کاہے کا حزن اور غم بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم اور اسی دھن میں سرگرداں ہے اسے نہ حزن کی پرواہ اور نہ خوف کی خبر۔ ہاں فرشتے انہیں یہ خوشخبری سناتے ہیں کہ جو انہیں عنایت ازل میں نصیب ہوئی تھی وہ ان سے فوت نہ ہو گی۔

تفسیر عالمانہ: وابشروا۔ اور خوش ہو جاؤ۔ ابشار سے ہے بمعنی خوش ہونا۔ بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ اس بہشت سے جس کا تمہیں دنیا میں وعدہ دیا جاتا رہا۔ وہ رسل کرام تمہیں خوشخبریاں سناتے رہے۔ وہ آج پورا ہو گا۔

Scanned with CamScanner

مومن کو تین بشارتیں ہوں گی ان میں سے ایک یہی ہے۔ حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا

فائدہ۔ ہمیں یوں بتایا گیا ہے کہ جب اہل ایمان قبور سے اُٹھیں گے تو اپنے سامنے نگران فرشتوں کو پائیں گے جو انہیں کہہ رہے ہوں گے نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ بلکہ بہشت کی نوید سے خوش ہو جاؤ۔ آج تم ایسی نعمتیں پاؤ گے جن کا تمہیں تصور تک نہ تھا اسی لیے گھبرانے کی ضرورت نہیں وہ وعیدیں جو دنیا میں سنائی گئیں وہ تیرے لیے نہیں وہ اوروں کے لیے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اے مومنو جنت وصال سے خوش ہو جاؤ یہاں نقد وصال ہوگا۔ وعدہ وعید رہ گئے یوں سمجھو کہ آج تمہارے لیے عید ہے۔ اہل ایمان عوام کو ثواب کی اور خواص کو حسن مآب کی اخص الخواص نقد وصال کی۔

ع نقد ست ایں جا حالت ذوق و حضور

ترجمہ: نقد جنت ہے یہاں ذوق اور حضور۔

بعض نے کہا کہ ان کی خوشخبری یوں ہوگی کہ ولایت کے چھن جانے کا خوف نہ کھاؤ اور جو

فائدہ: غلطیاں تم سے دنیا میں ہوئیں ان کے متعلق نہ ڈرو بلکہ حسن عنایت پر خوش ہو جاؤ یا یہ کہ نعمتوں کی محرومی کا خوف نہ کرو اس لیے کہ تم خوف الٰہی دل میں رکھتے تھے اور نہ ہی کوئی غم کھاؤ اس لیے کہ تم عارف باللہ تھے اور جنت سے خوش ہو جاؤ کیونکہ نیک عمل کرنے والوں کا یہی بہترین اجر ہے۔

فائدہ: جتنا م پر احکام تھے کل قیامت میں ان سب پر قلم نسخ پھیرا جائے گا۔ نہ نماز نہ روزہ نہ حج نہ جہاد نہ زکوٰۃ بلکہ جملہ احکام ختم ہو جائیں گے ہاں عقد محبت و عشق و عہد معرفت نہ منسوخ ہوئے نہ ہوں گے بہشت میں ہر نیا دن اللہ تعالیٰ کی معرفت کا نیا باب کھولے گا کہ جسے وہ کبھی دیکھا نہ سنا گیا۔ اور اس کی کوئی انتہا نہ ہوگی یعنی معرفت کا ہر روز نیا باب کھلتا جائے گا جس کی کوئی حد نہ ہوگی ؎

تا من بر ہم پیشہ و کارم اینست
آرام و قرار غمگسارم اینست
روزم اینست و روزگارم اینست
جوینده میدم و شکارم اینست

ترجمہ: تادم زیست (دائماً) میرا پیشہ اور کام یہی ہے آرام و غم گسار میرا یہی ہے۔

۲: میرا مشغلہ روزگار یہی ہے میں شکار کا طالب اور میرا شکار یہی ہے۔

Scanned with CamScanner

فائدہ: حضرت البقلی قدس سرہ نے فرمایا کہ مجھے اس لئے تعجب ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور اس کے مشاہدہ میں غرق ہے اور اس کے جمال سے سرشار ہے پھر ملائکہ کو کیا تاب کہ وہ اسے خوشخبری سنا سکیں۔ کہاں ملک کہاں ملک کہاں محبوب کہاں محب۔ بس ان کو تو بشارت حق ہی کافی ہو گی جو وہ ملائکہ کی بشارت سے پہلے سن چکے ہوں گے جیسا کہ فرمایا الا ان اولیاء اللہ لا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون۔ ایسے لوگوں کو نہ جدائی کا غم اور نہ حجاب کا خوف۔ وہ تو مشاہدہ جبار سے سرشار ہوں گے۔ ہاں فرشتوں کی یہ بشارت محض تشریفی ہو گی کیونکہ فرشتے ایسے حضرات سے ہم کلام ہونے کے محتاج ہوں گے وہ تو صرف نسب معرفت کی وجہ سے ہمارے دوست ہیں ورنہ در حقیقت وہ تو ہمارے خدام ہیں کیا تمہیں یاد نہیں یہی تو تھے ہمارے باپ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے والے۔

تفسیر عالمانہ: نحن اولیاءکم فی الحیٰوۃ الدنیا۔ ہم تمھارے دنیا میں مددگار ہیں۔ یہ دنیوی بشارات ہیں۔ اولیاء بمعنی مددگار یعنی ہم تمھارے دنیوی اُمور میں مدد کرنے والے ہیں کہ تمھیں حق القا کریں گے اور ایسے اُمور کی رہبری کریں گے جن میں تمھاری خیر و بھلائی ہو گی۔ اس کے بجائے جو شیاطین کافروں کے ساتھ کرتے ہیں یعنی وہ اُن کی بُرائی کی رہبری کرتے ہیں ہم تمھاری خیر و بھلائی کی رہبری کریں گے۔

فائدہ: اس عبارت سے اہل ایمان کے اس تصور کی تائید ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی طاعات و عبادات بجالانا توفیق ایزدی ہے جو بواسطہ ملائکہ انہیں نصیب ہوتی ہے اور حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو طاعت و عبادت سے ثواب یا دیگر اغراض مثلاً بہشت کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کی ملائکہ امداد کرتے ہیں اور جو اس سے مشاہدۂ حق کا طالب ہوتا ہے تو خود اللہ تعالیٰ اس کا حامی و ناصر ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ ولی الذین اٰمنوا۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی ہے۔ و فی الاٰخرۃ اور آخرت میں یعنی آخرت میں شفاعت سے ان کی مدد کریں گے اور اعزاز و اکرام سے انھیں ملیں گے جبکہ کافروں اور اُن کے ساتھیوں کی آپس میں بغض و عداوت سے ملاقات ہو گی۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ ولایت رحمت عوام کو اور ولایت نصرت خواص کو اور ولایت محبت اخص الخواص کو نصیب ہوتی ہے اور ولایت رحمت عوام کو دنیا میں یہ کہ اُن کی شریعت پر قائم رہنے کی توفیق بخشتا ہے اور آخرت میں انہیں جنت کی جزا دے گا اور خواص کی دنیا میں ولایت نصرت یہ کہ انہیں سب سے بڑے دشمن پر مسلط فرمائے گا یعنی نفس امارہ ان کے تابع کر دے گا۔ یعنی اس کے خلاف مذمومہ اور اوصاف رذیلہ سے پاک و صاف

Scanned with CamScanner

کرے گا اور آخرت میں یوں کہ انہیں ارجعی الی ربک کے جذبہ سے نوازے گا اور اخص الخواص کی دنیا میں نصرت و ولایت محبت۔ یوں کہ ان پر مشاہدات و مکاشفات کے دروازے کھول دے گا اور آخرت میں انہیں اہل قربات و ولایات سے بنائے گا اور اللہ تعالیٰ کی ولایت کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کی لغزشیں و خطائیں معاف فرماتا ہے جب وہ خود معاف فرما دے تو پھر خطاؤں و لغزشوں کا بندے سے کیا کام۔

حکایت بایزید قدس سرہٗ:۔ سیدنا بایزید بسطامی قدس سرہٗ کہیں جا رہے تھے کہ ایک شور و غل سنا وہاں تفتیش حال کے لیے تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک بچہ کیچڑ میں پڑا ہے اور لوگ اس کے تماشائی بنے ہوئے ہیں اس کی ماں کو علم ہوا تو بھاگ کر کیچڑ میں سے بچے کو اٹھا کر گلے لگا لیا۔ بایزید قدس سرہٗ یہ حال دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور پھر وجد میں آ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شفقت کا بھی یہ حال ہے کہ گناہوں کی آلائش دھوتی ہے اور اس کی محبت گناہوں کو صاف کرتی ہے اور اس کی عنایت غلطیوں کو مٹاتی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیرا عذر میرے ہاں قابلِ قبول ہے اور عذر کرنے والے کے گناہ رہتے ہی نہیں۔

حضرت حافظ علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے

بپوشی دامن عفوے بذلت من مست
کہ آبروئے شریعت بدیں قدر نرود

ترجمہ:۔ میری ذلت پر عفو کا دامن ڈال دے اس لیے کہ آبروئے شریعت ایسے کرنے سے چلی نہیں جائے گی۔

تفسیر عالمانہ:۔ ولکم۔ صرف تمہارے لیے نہ کہ تمہارے غیروں کے لیے۔ **فیہا**۔ آخرت میں۔ **ماتشتھی انفسکم**۔ لذائذ میں سے جو تمہارے نفوس چاہیں گے۔ **ولکم فیہا تدعون**۔ اور جو تم آرزو کرو گے یعنی تمہاری خواہش کے مطابق تمہیں سب کچھ ملے گا۔

فائدہ:۔ **تدعون**۔ باب افتعال از دعا ہے بمعنی طلب اور یہ اشتہاء سے اعم ہے اس لیے کہ ہر مشتہیٰ مطلوب نہیں ہوتا مثلاً علم کے فضائل مطلوب ہیں لیکن اسے اشتہاء سے تعلق نہیں۔ اگرچہ اول بھی من وجہ اعم ہے جیسے بسبب حال دنیا مثلاً مریض کر اشتہائے اشیاء ہے لیکن وہ اس کے مرض کو نقصان پہنچاتی ہے اس لیے یہ اشتہاء مطلوب سے اعم ہے۔ یا یوں کہو کہ تمنی ارادہ سے اعم ہے۔

سوال:۔ صرف تدعون پر اکتفا کیوں نہیں کیا گیا اس پر ولکم فیہا کے اضافہ کا کیا فائدہ۔

جواب:۔ تاکہ بشارت کامل کا اظہار ہے اور معلوم ہو کہ یہ دونوں اپنے طور مستقل ہیں۔

Scanned with CamScanner

نزلاً۔ مہمانی ہے جو ہونے والی ہے۔ من غفور۔ بڑے بڑے گناہوں کو بخشنے والے سے تو برائیوں کو نیکیوں سے تبدیل کرتا ہے۔ رحیم۔ طاعت والے اہل ایمان کا مہربان ہے کہ اُن کے درجات و قربات کو بڑھاتا ہے۔ یہ تدعون سے حال ہے یعنی اس کے ما موصولہ سے یا ضمیر سے محذوف ہے کہ دراصل ما تدعونہ تھا یعنی جو کچھ ان کو عطا ہوگا وہ ان کے لیے یہ حال فائدہ دے رہا ہے۔ نزل وہ شے جو مہمان کے لیے تیار کی جائے گویا انہیں کہا گیا ہے کہ جو تمہاری خواہشات ہیں وہ تمہارے لیے مہمانی کی طرح ثابت ہیں اور جو تمہاری کرامات و اعزازات ہیں وہ بحال ہیں چہ جائے کہ جو تم چاہو وہ نہ ملیں بلکہ وہ تو تمہیں ایسے اعزاز و اکرام سے ملیں گے جو مہمان کو بطور اعزاز و اکرام مہمانی کی چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ نزلاً بمعنی فضل و عطاء اور ازل تک جو اُن کی دائمی عطوفات و الطاف عطا فرمائے جائیں گے۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جو اُن پر آن نئی شان سے ملے گی بالخصوص کاملین اہل استقامت کو ہر وقت اور ہر جگہ پر ایسی شان سے ظاہر ہوں گی جو اس سے پہلے اس کا ظہور نہ ہوا ہوگا اور ہر وقت نعمت جو زمانہ ماضی میں ملے گی وہ زمانہ حال میں دکھائی دے گی۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جو نہی یہ لوگ شراباً طہوراً پئیں گے پیاس میں اضافہ ہوتا جائے گا اس لیے کہ سیرابی اللہ کی دنیا و آخرت میں کوئی انتہا نہیں۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

ہر کہ جز ماہی ز آبش سیر شد
ہر کہ بے اوزیست روزش دیر شد

ترجمہ: مچھلی کے سوا جو بھی پانی سے سیر ہوا جو بے روزی ہوا اس کے دن ہونے میں دیر ہوئی۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ بعض ایسے بھی ہیں جو عشق سے بے نصیب ہیں نہ انہیں ذوق کی دولت حاصل ہے اور نہ ہی تجلی سے نوازے گئے ہیں۔ ایسے لوگوں کو غم و الم ہمیشہ گھیرے رہتے ہیں اور اس کی حسرت بڑھتی رہتی ہے اس لیے قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔

حضرت ابن الفارض قدس سرہٗ اپنے قصیدہ خمریہ کے آخر میں لکھتے ہیں ؎

علی نفسہ فلیبک من ضاع عمرہٗ
و لیس لہ منہا نصیب ولا سہم

ترجمہ: جس کی عمر ضائع ہوئی وہ اپنا ماتم کرے اُسے آخرت میں کوئی حصہ نصیب نہ ہوگا۔

حضرت صائب نے فرمایا ؎

Scanned with CamScanner

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ
مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ
هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○
وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ وَاِمَّا
يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○
وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ
وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○
فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ
لَا يَسْئَمُوْنَ ○ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا
عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ
اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ
عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ
اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ
لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ○ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ
يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ○ مَا يُقَالُ
لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ
عِقَابٍ اَلِيْمٍ ○ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ
اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ
وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ
اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ○

ترجمہ:- اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں مسلمان ہوں
اور نیکی اور بدی برابر نہ ہو جائیں گی۔ اے سننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور

Scanned with CamScanner

اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا اور اگر تجھے شیطان کا کوئی کونچا پہنچے تو اللہ کی پناہ مانگ بیشک وہی سنتا جانتا ہے اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں رات اور دن اور سورج اور چاند ۔ سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا اگر تم اس کے بندے ہو تو اگر یہ تکبر کریں تو وہ جو تمہارے رب کے پاس ہیں رات دن اس کی پاکی بولتے ہیں اور اکتاتے نہیں اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تو زمین کو دیکھے بے قدر پڑی پھر ہم نے جب اس پر پانی اتارا تر و تازہ ہوئی اور بڑھ چلی بیشک جس نے اسے جلایا ضرور مردے جلائے گا بیشک وہ سب کچھ کر سکتا ہے بیشک وہ جو ہماری آیتوں میں ٹیڑھے چلتے ہیں ہم سے چھپے نہیں تو کیا جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ بھلا یا جو قیامت میں امان سے آئے گا جو جی میں آئے کرو بے شک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے بے شک جو ذکر سے منکر ہوئے جب وہ ان کے پاس آیا ان کی خرابی کا کچھ حال نہ پوچھ اور بیشک وہ عزت والی کتاب ہے باطل کو اس طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا تم سے نہ فرمایا جائے گا مگر وہی جو تم سے اگلے رسولوں کو فرمایا گیا کہ بیشک تمہارا رب بخشش والا اور دردناک عذاب والا ہے اور اگر ہم اسے عجمی زبان کا قرآن کرتے تو ضرور کہتے کہ اس کی آیتیں کیوں نہ کھولی گئیں ۔ کیا کتاب عجمی اور نبی عربی تم فرماؤ وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے اور وہ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ٹینٹ ہے اور وہ ان پر اندھاپن ہے ۔ گویا وہ دور جگہ سے پکارے جاتے ہیں ۔

بقیہ ۳۸۳ کا

ازیں چہ سود کہ در گلستان وطن دارم
مرا چہ عمر چو نرگس بخواب می گزرد

ترجمہ :۔ مجھے باغ میں رہنے کا کیا فائدہ جبکہ میں نے خواب میں نرگس کی طرح وقت ضائع کر دیا ہے ۔

اور بعض ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں کہ انہیں عشق و ذوق و تجلی سے حصہ نصیب ہوتا ہے لیکن ابھی نامکمل ہوتے ہیں اور بعض ایسے خوش بخت ہیں کہ انہیں ان سے سیری ہوتی ہی نہیں اور وہ اعلیٰ درجہ کے کاملین ہیں ۔

Scanned with CamScanner

حکایت: حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ نے لکھا کہ میں عشق کے پیالے کو پی کر سرمست ہو گیا ہوں۔ میں نے ان کے جواب میں لکھا کہ ؎

شربت الحب کأسا بعد کأس
فما نفد الشراب ولا رویت

ترجمہ: میں نے عشق کے پیالے بھر بھر کر پئے لیکن نہ شراب ختم ہوا اور نہ ہی میری پیاس بجھی۔

فائدہ: اس میں کثرت سیری کی طرف اشارہ ہے یہ ضعفاء کا حال ہے اور جو بہت بڑی قوت والے ہیں وہ سات سمندر پی جائیں تب بھی کہتے ہیں هَلْ مِنْ مَّزِيْدٌ۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل سے ایسے بنائے۔

تفسیر عالمانہ: ومن استفہامیہ ہے اور کون ہے۔ احسن زیادہ بہتر۔ **قولاً** باتوں میں۔ فمن دعا الی اللہ۔ اس سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے یعنی اس کی توحید و طاعت کی طرف۔ وعمل صالحًا۔ اور عمل کرتا ہے وہ جو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان صالح ہیں۔ وقال اننی من المسلمین اور کہا بیشک میں مسلمان ہوں اور اس پر اسے فخر ہونا ہے یا یہ کہ وہ اسلام کو اپنا دین سمجھتا ہے کسی غیر دین کی طاعت کو مانتا ہی نہیں۔ یہ اس محاورہ سے ہے جو کہا جاتا ہے ھذا قول فلاں۔ یعنی یہ اس کا مذہب ہے اس کا یہ معنی نہیں کہ اس نے یہ بات صرف زبان سے کی اس میں اس کا رد ہے جو کہتا ہے انا مسلم۔ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا کہنا ناقابل اعتماد ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے اس میں انشاء اللہ وغیرہ کی کوئی قید نہیں۔

مسئلہ: علم کلام میں ہے کہ اگر تو کہے انا مسلم انشاء اللہ تعالیٰ تو وہ کافر ہے کیونکہ اسے اپنے اسلام میں شک ہے اور اسلام میں شک کرنا کفر ہے۔

مسئلہ: اگر انشاء اللہ تادب مع اللہ یا اپنے جملہ امور اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کرنے یا اپنے آپ کو عجب سے بچانے یا عاقبت و انجام میں شک کی وجہ سے نہ یہ کہ اسی وقت اپنے اسلام پر شک ہے یا انشاء اللہ محض تبرک کے طور پر کہا یا اپنے نفس سے بیزاری کے ارادہ پر کہا تو جائز ہے لیکن بہتر ہے کہ انا مسلم کے بعد انشاء اللہ نہ کہے اس لیے کہ یہ شک میں ملاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

فائدہ:۔ یہ آیت عام ہے جس میں خصال حمیدہ موجود ہوں یعنی عمل صالح اور قول یقینی اگرچہ اس کا شانِ نزول خاص ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام یا ان مؤذنین کے حق میں نازل ہوئی ہے جو نماز کی دعوت دیتے ہیں۔

سوال:۔ سورہ ہذا بلا خلاف مکیہ ہے اور اذان کا حکم مدینہ طیبہ میں آیا تو پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ مؤذنین کے حق میں نازل ہوئی۔

جواب:۔ شانِ نزول کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ آیت کے نزول کے بعد ضروری نہیں کہ اجراءِ احکام بھی ہو بلکہ بہت سے ایسے احکام بھی ہیں جو نزولِ آیات کے ایک عرصہ بعد ان کا اجراء ہوا اور قرآن میں اس کی کئی مثالیں ہیں منجملہ ان کے اذان بھی ہے اور یہی بعض مشائخ کا مذہب ہے جیسے علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔

مراتب دعوت:۔ دعوت الی اللہ کے کئی مراتب ہیں:۔

۱۔ دعوت الانبیاء علیہم السلام۔ یہ حضرات معجزات اور براہین اور تلوار سے دعوت الی اللہ دیتے ہیں اور تاویلات نجمیہ میں ہے کہ احسن قول (آیت) میں انبیاء و اولیاء کی دعوت مراد ہے کہ وہ خلق خدا کو خالق کے وصال کی دعوت دیتے ہیں۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو خاص اس دعوت سے مخصوص تھے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ

ترجمہ: اے نبی (علیہ السلام) ہم نے آپ کو شاہد و مبشر و نذیر اور اپنے اذن سے داعی الی اللہ بنا کر بھیجا۔

یہ دعوت ایسی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اکتفا کیا جائے کہ اس میں غیر اللہ سے طلب کی کسی قسم کا دخل نہ ہو۔

خلافِ طریقت بود کاولیاء
تمنا کنند از خدا جز خدا

ترجمہ:۔ یہ طریقت کے خلاف ہے کہ اولیاء اللہ۔ خدا کے سوا کسی اور کی آرزو کریں۔

و عمل صالحا کا مطلب یہ ہے کہ جیسے وہ خلق کو خالق کی طرف دعوت دیں۔ وہ خود بھی عین دعوت کے مطابق عمل کریں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف ایسے راستہ پر چلیں تو بلا انفصال اس تک پہنچا دے یعنی اس راستہ پر پہلے وہ خود چلیں اور اللہ تعالیٰ تک کی منازل کو پہچانیں جب خود اس راہ کے مکمل طور پر واقف

Scanned with CamScanner

ہو جائیں پھر خلق خدا کو دعوت دیں اور انّنی من المسلمین کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر راضی ہوں۔ اُس کی ہر قضاء و قدر کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں۔

۲۔ دعوت العلماء یہ عوام کو حجج و براہین (دلائل) سے اللہ تعالیٰ کی دعوت دیتے ہیں۔

فائدہ:۔ حضرت علامہ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آیت میں دعوت سے علماء کی دعوت مراد ہے ایسے ہی امام ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس لیے کہ یہی حضرات لوگوں کو معالم دین سمجھاتے ہیں اور ان کا عمل صالح یہ ہے کہ اپنے علم پر عمل کرتے ہیں اور اس کا ہر وقت خیال رکھتے ہیں کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے خلاف بات ان سے سرزد نہ ہو ان کا عمل صالح صبر و تحمل ہے اسی لیے ناخوشگوار امور کی ان کو برداشت ہوتی ہے۔

علماء کی اقسام

علماء تین قسم ہیں:۔

۱۔ عالم باللہ و غیر عالم بامر اللہ۔

۲۔ عالم بامر اللہ غیر عالم باللہ۔

۳۔ عالم باللہ و بامر اللہ۔

عالم باللہ و غیر عالم بامر اللہ وہ ہے جس کے قلب پر معرفت الٰہی کا ایسا غلبہ ہو کہ وہ ہر وقت مشاہدہ و صفات کبریاء میں مستغرق رہے یہاں تک احکام کے علوم سیکھنے کا اُسے وقت بھی نہ ملے صرف مابہ الضرورۃ بالا حکام کو جانتا ہو۔

۲۔ دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو حلال و حرام کو جانتے ہیں اور اُس کے دقائق سے شناسا ہیں لیکن وہ اسرار جلال و جمال حق سے بے خبر ہیں ایسے شان والوں کے اقرار و انکار سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۳۔ تیسری قسم کے لوگ علماء کی صف میں نہیں (کیونکہ وہ بے عمل ہیں)

فائدہ:۔ وہ علماء جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے احکام کے عالم ہیں وہ دونوں مذکور قسموں کے فضائل کے جامع ہیں۔ وہ حب ارادہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور شفقت و رحمت سے مخلوق کے ساتھ ہیں جب وہ مخلوق میں ہوتے ہیں تو اس میں گھل مل کر رہتے ہیں گویا وہ اللہ تعالیٰ کو جانتے ہی نہیں اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتے ہیں تو ذکر الٰہی میں ایسے مشغول ہوتے ہیں کہ گویا وہ مخلوق کو جانتے ہی نہیں۔ یہی مرسلین و صدیقین کا طریقہ ہے۔

Scanned with CamScanner

عارف وہ ہے جو مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی دعوت دے اور انہیں شمائل قدم یاد دلائے اور اور صفات حق اور جلال ذات کی پہچان کرائے اور اُن کے دلوں میں اللہ کی محبت پیدا کرے پھر تکمیل و تمکین کے بعد کہے انّنی من المسلمین۔ تواضع اور اپنے حسن احوال سے کہے کہ میں بھی مسلمان ہوں ؎

از زنگ کبر آئینہ خویش سادہ کن
زیر پا نظر کن و حج پیادہ کن

ترجمہ: تکبر کی زنگ سے آئینہ صاف کر پاؤں کے نیچے دیکھ اور پیدل حج ادا کر۔

مرتبہ (۳) دعوت بالسیف ہے اور یہی بادشاہوں کا کام ہے جو کافروں سے جہاد کر کے انھیں دین حق اور اس کی طاعت میں داخل کرتے ہیں۔ عالم ارواح میں علماء انبیاء کے پیچھے تھے اور بادشاہ عالم اجسام میں انبیاء علیہم السلام کے پیچھے ہیں۔

مرتبہ (۴) دعوۃ المؤذنین الی الصلوٰۃ ہے یہ دعوت الٰہی کا ادنیٰ درجہ ہے وہ اس لیے کہ یہ بھی اگرچہ دعوت ہے لیکن مؤذن صرف معروف کلمات کو دہراتا ہے اسے معنیٰ و مطلب کی خبر نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی انھیں دعوت الی اللہ کا ارادہ ہوتا ہے جب وہ واقفیت کے مآل کی طرف توجہ نہیں رکھتے اگرچہ اذان کے ظاہری و باطنی شرائط کی رعایت بھی کرتے اور مقصد صحیح کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن عام اہلِ دعوت کی طرح ہیں (کسی خاص عہدہ کو حاصل نہیں کر سکتے)۔

حکایت: حضرت رفیدہ بن فضیل فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عاصم بن ہبیرہ رضی اللہ عنہما صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مؤذن تھے۔ مجھے انھوں نے فرمایا کہ جب اذان سے فراغت پایا کرو تو کہہ دیا کرو۔ وانا من المسلمین۔ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرمایا ہے۔ انّنی من المسلمین:

حدیث شریف میں ہے کہ بادشاہی قریش کو، قضاء انصار کو اور اذان حبشیوں کو نصیب ہوئی ہے۔

فضیلت حضرت بلال رضی اللہ عنہ

حدیث مذا میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح اور آیت میں مؤذن پران کی عظمت کا بیان ہے بالخصوص داعی الی اللہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مؤذن رضی اللہ عنہ کی۔

Scanned with CamScanner

شانِ نزول: عین المعانی میں ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان پڑھتے تو یہودی کہتے کہ یہ مکروہ آواز کہاں سے آگئی اس کے علاوہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق بیہودہ بکواس بکتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فائدہ: اگر آیت میں مؤذن مراد ہوں تو صالح عمل سے اذان مراد ہوگی اور ساتھ ہی اذان واقامت کے درمیان میں دو رکعت نفل۔

فضائل اذان

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر میں مؤذن ہوتا تو مجھے حج فریضہ کے بعد نفلی حج اور جہاد وعمرہ کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔

۲۔ کشف الاسرار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُمتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مؤذنین کو پانچ کرامات عطا فرمائے گا۔

۱۔ حسن الثناء

۲۔ کمال العطاء۔

۳۔ شہداء کی رفاقت۔

۴۔ انبیاء علیہم السلام کی صحبت۔

۵۔ شقاوت سے نجات۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ:

۱۔ حسن الثناء کا مطلب یہ ہے کہ مؤذنین کے حق میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیت ہذا میں تعریفی سند بخشی ہے اور من احسن قولا الخ کہہ کر صیغہ مبالغہ سے نوازا جبکہ یہ صیغہ تعظیم قرآن مجید کے لیے فرمایا کہ اللہ نزل احسن الحدیث الخ یعنی قرآن احسن الآیات ہے اور اذان احسن کلمات بھی ہے اس لیے کہ اس میں تکبیر وتعظیم واثبات توحید اور ساثبات نبوت مصطفویہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس کے گناہ زیادہ ہوں وہ روزانہ صبح کی اذان پڑھا کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ اذان صبح کی اس بارہ میں کیا خصوصیت ہے آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا کہ جب نصاریٰ عبادت کے لیے ناقوس بجاتے ہیں تو عرش حاملین عرش پر بوجھل ہو جاتا ہے اور مؤذنین کی اذان سے اس کی تخفیف کی اُمید رکھتے ہیں۔ جب مؤذن اذان پڑھتے ہیں تو حاملین عرش

Scanned with CamScanner

کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔

عالمِ دنیا میں صبح کی تکبیر و تسبیح کا آغاز

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سحر کے وقت منبروں پر تسبیح پڑھنے کا رواج حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہوا۔ جب آپ جنگل میں قوم کو لے کر پھر رہے تھے تو اس کی وحشت دُور کرنے کے لیے سحر کی تسبیح کا آغاز فرمایا یہ دستور حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ تک رہا۔ جب اُنہوں نے بیت المقدس کی تعمیر مکمل فرمائی تو منبروں پر آلات کے ذریعے تسبیح پڑھانے کا آغاز کیا اور منبروں کے علاوہ دوسری جگہ پر بغیر آلات کے تسبیح پڑھی جاتی تھی یہ سلسلہ رات کے آخری تہائی حصّہ سے شروع ہو کر صبح تک جاری رہتا یہاں تک کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کے بعد بخت نصر نے بیت المقدس کو تباہ و برباد کیا اور یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دشمنی کی تو نہ صرف یہ سلسلہ بند ہو گیا بلکہ جملہ شرائع و احکام دینی ختم ہو گیا۔

اسلام میں صبح کی تسبیح کی ابتداء:۔ پھر اسلام میں سحر کے وقت تسبیح کا رواج حضرت مسلمہ بن مخلد صحابی رضی اللہ عنہ نے شروع فرمایا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ نے اپنے دورِ امارت مصر میں مسجد عمر میں ایک منارہ بنوا کر اسی مسجد میں اعتکاف بیٹھے تو آپ نے نصاریٰ کے ناقوس سنی تو اس کے مؤذنین کے عریف حضرت شرحبیل بن عامر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ نصاریٰ تو سحر کے وقت ناقوس بجائیں تو مسلمان ذکر الٰہی سے خاموش رہیں۔ اُنہوں نے عرض کی تو میں آدھی رات سے صبح کی اذان تک تسبیح اور ذکر الٰہی میں مشغول ہوں گا۔ اس کام کو احمد بن طولون نے آگے بڑھایا اس کی صورت یہ ہوئی کہ اس کارِ خیر کے لیے ایک جماعت کو باری باری مقرر فرمایا جو آدھی رات تک تکبیر و تسبیح و تحمید اور قصائد زہدیہ (مبنی بر پند و نصائح) پڑھتے اور اُن کے بہت بڑے وظائف مقرر فرمائے اسی لیے اسلامی ممالک میں اس کام کے لیے مؤذن مقرر کیے جانے لگے یہاں تک کہ حضرت سلطان صلاح الدین بن ایوب نے اپنے دور میں حکم جاری فرمایا کہ مؤذنین بجائے تسبیح کے عقیدۂ اشعریہ کا اعلان کرتے ہیں اور یہ اسم تا دیر یہاں تک کہ صاحب روح البیان کے زمانہ تک جاری رہی۔

دورِ حاضرہ کی شکایت:۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ بلادِ روم میں ہمارے دور میں یہ حال ہو گیا ہے کہ بادشاہوں نے دینی اُمور میں کمزوری اختیار کر لی ہے اور ایسے مغلوب ہو گئے ہیں کہ ان سے معاملات اہل حرب کے ہاتھ میں آگئے ہیں ان بدعملوں نے سمجھ لیا کو گرجوں

Scanned with CamScanner

سے تبدیل کر دیا اور مساجد کے میناروں پر ناقوس بجاتے ہیں اور لوگ چونکہ بادشاہوں کے طریقے پر چلتے ہیں اسی لیے مسلمانوں کے دینی امور سست پڑ گئے ہیں بلکہ بعض مقامات تو مساجد میت ختم ہو گئے ہیں، اہل ذمہ کے غلبہ کی وجہ سے مسلمانوں کے دینی امور بالکل معطل ہو کر رہ گئے ہیں۔ ان کی مساجد کا حال زار ہے۔ اب خون کے آنسو بہانے کو بھی جی چاہتا ہے کہ ہمارے دین کی شان و شوکت ختم ہو گئی۔

دا ٍسے ہم اپنے دور ۱۴۰۶ھ میں خون کے آنسو بہا رہے ہیں کہ دین کے نام لیواؤں کو مٹایا جا رہا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اضافہ اویسی غفرلہٗ)

۲۔ موذنین پر کمال عطاء کا یہ معنی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موذنین نماز کے بارے میں اہل ایمان امین ہیں بلکہ روزے اور ان کے لحوم و خون ان کی امانت ہیں کل قیام میں یہ جن کی شفاعت چاہیں گے قبول ہو گی بلکہ جو چاہیں گے ان کو ملے گا اور فرمایا کہ جہاں تک موذن کی آواز جائے گی اتنا مقدار اس کی بخشش ہو گی اور ہر درخت اور پتھر اور ڈھیلا کہ جس نے اس کی آواز سنی ہو گی بلکہ ہر خشک و تر شے اس کے ایمان کی گواہی دے گی اور فرمایا جتنا نمازیوں نے اس کی اذان سے نماز ادا کی ان کی نمازوں کا ثواب ان کو بھی اور موذن کو بھی ملے گا۔

۳۔ شہداء کے ساتھ رفاقت کا یہ معنی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس موذن نے ایمان سے اور ثواب کی نیت سے اذان پڑھی اللہ تعالیٰ اسے جنت میں شہداء کے ساتھ جگہ دے گا۔

۴۔ انبیاء علیہم السلام کی صحبت کا یہ معنی ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم) بہشت میں سب سے پہلے کون داخل ہو گا آپ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام۔ ان کے بعد شہداء، ان کے بعد مسجد نبوی کے موذنین پھر دنیا بھر کے اہل ایمان موذنین اپنے اعمال کی مقدار پر (یعنی الاول فالاول الخ)

حدیث شریف ۱ :۔ جس نے بیس سال مسلسل اذان پڑھی اللہ تعالیٰ اسے جنت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ٹھہرائے گا۔

۵۔ دار الاشقیاء سے خلاص کا یہ معنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب موذن کہتا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر تو اس پر دوزخ کے ساتوں دروازے بند ہو جاتے ہیں جب وہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو اس پر بہشت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں۔ جب اشہد ان محمدا رسول اللہ کہتا ہے تو اسے حور عین دیکھ کر جھانکتی ہیں۔ جب حی علی الصلوٰۃ کہتا ہے تو بہشت کے میوہ جات نیچے لٹک کر اس کے منہ میں گرنا چاہتے ہیں جب حی علی الفلاح کہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں تو کامیاب ہوا اور وہ بھی جس نے

Scanned with CamScanner

اذان کی اجابت کی۔ جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہتا ہے تو فرشتے کہتے اللہ تعالیٰ تجھے کبیر الشان اور عظیم الشان بنائے اور جب کہتا ہے لا الہ الا اللہ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے تیرا بدن اور جس نے اذان کی اجابت کی کا بدن جہنم پر حرام کیا۔

حدیث شریف ۲:۔ میں ہے کہ قیامت میں مؤذنین کی گردنیں بلند ہوں گی۔

شرح الحدیث :۔ قیامت میں مؤذن اہل محشر کے سردار اور ثواب کے لحاظ سے سب سے زیادہ ہوں گے یا جماعتوں میں ان کی کثرت ہوگی یا سب سے زیادہ پُر اُمید ہوں گے دستور ہے کہ جو کسی شے کے بارہ میں زیادہ پُر اُمید ہوتا ہے تو اسے اونچی گردن کرکے دیکھتا ہے یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جب لوگ قیامت میں پریشان حال ہوں گے تو مؤذنین خوشی سے پُر اُمید ہوں گے کہ وہ ابھی بہشت میں داخل ہوں گے یہ اس کی جزا ہوگی جو وہ اذان کے وقت گردن دراز کرکے آواز اونچی کرتے اور اذان پڑھتے تھے یا درازی گردن سے مطلق فرحت مراد ہوگی کیونکہ غم رسیدہ کو گردن نیچی سے تعبیر کیا جاتا ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب قیامت میں پسینہ لوگوں کے گردن گیر ہو کر اُن کے منہ میں داخل ہونے شروع ہوگا تو مؤذنین کی گردن بلند ہوگی تاکہ پسینہ ان کے منہ میں نہ جا سکے۔

مسائل اذان

مسئلہ :۔ اذان کی اجابت کرنے والے کے فضائل وہی ہیں جو مؤذن کے ہیں۔

مسئلہ :۔ فقہاء کرام علیہ الرحمۃ نے فرمایا اذان سنتے ہی کاروبار سے ہاتھ اٹھالے اگر چل رہا ہے تو کھڑا ہو جائے۔ بول رہا ہے تو خاموش ہو جائے یہاں تک کہ تلاوت قرآن بھی ترک کر دے یہ اُس وقت ہے جب مسجد سے باہر ہو اگر مسجد میں ہے تو پھر یہ امور کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ :۔ اذان کے وقت کسی پر السلام علیکم نہ کہے۔

مسئلہ :۔ اگر کوئی السلام علیکم کہہ دے تو جواب سلام کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے بعض نے کہا جائز ہے اور بعض نے کہا ناجائز ہے۔

مسئلہ :۔ اذان سن کر اجابت میں مشغول ہو اس میں اختلاف ہے کہ اجابت اذان واجب ہے یا مستحب بعض نے کہا کہ اذان و اقامت ہر دونوں میں اجابت واجب ہے۔ قائلین میں سے صاحب التحفہ والبدائع بھی ہیں۔ بعض نے استحباب کا فتویٰ دیا انہیں میں صاحب ہدایہ ہیں۔

Scanned with CamScanner

اذان سن کر انگوٹھے چومنے کا ثبوت

شہادت ثانیہ میں یعنی اشہد ان محمدا رسول اللہ۔ سن کر کلمۂ اول میں کہے صلی اللہ علیک یارسول اللہ اور دوسرے کلمہ میں کہے قرۃ عینی بک یارسول اللہ۔ پھر کہے اللّٰھم متعنی بالسمع والبصر بعد ظفر الابہامین علی العینین (قہستانی) آنکھوں پر انگوٹھے رکھنے کے بعد

فائدہ: حضرت علامہ کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب تفسیر حسینی نے تحفۃ الصلوات میں فرمایا کہ بہت بڑے کبیر الشان سے منقول ہے کہ اذان کی فراغت کے بعد کہے۔ اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ اٰت محمدن الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ وابعثہ المقام المحمود الذی وعدتہ اور مغرب کی اذان کے وقت بالخصوص یہ کہے اللّٰھم ھذا اقبال لیلک وادبار نہارک واصوات دعاتک فاغفرلی۔

موذن اول: سب سے پہلا موذن حضرت جبرئیل علیہ السلام یا میکائیل علیہ السلام جنہوں نے بیت المعمور کے نزدیک اذان پڑھی اور اسلام میں سب سے پہلا موذن حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ ہے اور سب سے پہلے صبح کی اذان شروع ہوئی۔

فائدہ: حضرت بی بی نوار ام زید بن ثابت رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مسجد کے قریب میرا مکان اونچا تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسی پر کھڑے ہو کر اذان پڑھتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی تو مسجد کے اوپر اذان دی جاتی۔

فائدہ: سب سے پہلے عبداللہ بن زید نے اقامت کہی اور حی علی الفلاح میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا کلمہ دوبار فجر کی اذان میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھایا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرما کر برقرار رکھا۔[۱]

الصلوٰۃ خیر من النوم کا معنی ہے نماز جو بیداری سے حاصل ہوگی اس راحت سے بہتر ہے جو نیند سے ہوگی۔

مسئلہ: اجابت والا الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں کہے صدقت وبالخیر نطقت تو نے سچ کہا اور بھلائی کا کلمہ بولا اور اقامت کے کلمات قد قامت الصلوٰۃ کے جواب میں کہے۔

---

۱ اس سے شیعہ کا رد ہوا کہ وہ کہتے ہیں کہ الصلوٰۃ خیر من النوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اضافہ ہے۔

Scanned with CamScanner

اقامها اللہ و ادامها۔ اللہ تعالیٰ اسے قائم دائم رکھے۔

مسئلہ:۔ اقامت وہی کہے جو اذان پڑھے۔ ہاں اس کی اجازت سے دوسرا اقامت کہہ سکتا ہے۔

فائدہ:۔ سفر کی حالت میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اذان پڑھی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا شین سین:۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اشھد میں شین کے بجائے سین پڑھتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلال کا سین بھی شین ہے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

آں بلال صدق در بانگ نماز حی راہی
ہی ہمی خواند از نیاز

تا بگفتند اے پیغمبر نیست راست
ایں خطا اکنوں کہ آغاز بناست

اے نبی و اے رسول کردگار
یک موذن گو بود افصح بیار

عیب باشد اول دیں و صلاح
لحن خواندن حی علی الفلاح

چشم پیغمبر بجوشید و گفت
یک دو رمزے از عنایات نہفت

کاں خسان نزد خدائے حی بلال
بہتر از صد حی حی و قیل و قال

ترجمہ: بلال صدق دل کے ساتھ نماز کی اذان میں حیّ کو ہی کہتے تھے اور حیّ کو نیازمندی کے ساتھ پڑھتے تھے۔

۲ - لوگوں نے کہا اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یہ درست نہیں ہے ابھی اسلام کا آغاز ہے اور یہ غلط پڑھتے ہیں۔

۳:۔ اے نبی اے اللہ کے رسول آپ فرمائیے ایک مؤذن کو فرمائیں جو فصیح ہو۔

۴ - یہ عیب ہوتا ہے دین کی فلاح میں کہ وہ لہجہ کے ساتھ پڑھیں حی الفلاح۔

۵ - پیغمبر کی آنکھیں جوش میں آئیں اور فرمایا کہ اس میں ایک راز چھپا ہوا ہے۔

۶ - اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلال کا ہی چھوٹی حد سے کہنا بڑی ح سے بہتر ہے۔

Scanned with CamScanner

وامشو رانید تا من هو راز تان
و انگویم آخر و آغاز تان

ترجمہ: یہ راز ہے سن لو اور اچھی طرح سن لو اس راز کا اوّل و آخر نہیں بتاؤں گا۔

بدعاتِ اذان

۱۔ جمعہ کی اذان اول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بڑھائی تا کہ بازار کے کاروباری لوگ کاروبار چھوڑ کر مسجد میں آسکیں ورنہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانۂ اقدس میں جمعہ میں صرف ایک ہی اذان ہوتی۔ جب امام خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھتا۔

۲۔ اذان سے پہلے تسبیح کی بدعت ۷۸۱ھ کے بعد ناصر محمد بن قلاوون کے زمانہ میں شروع ہوئی اس کی علت بھی وہی ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی اذان ثانی کے لیے پیش کی یعنی لوگوں کی غفلت دور کرنے کے لیے۔

۳۔ **اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام کا اجراء**: یہ بدعت حسنہ ہے حضرت سلطان منصور حاجی بن اشرف شعبان بن حسن بن محمد بن قلاوون کے زمانہ میں شروع ہوئی یعنی آٹھویں صدی کے اواخر میں اس کا آغاز ہوا۔

۴۔ دو اذانیں اکٹھا کرنے کی بدعت کا آغاز بنو امیہ نے کیا۔ ۵۔ ایک ہاتھ کان پر رکھ کر اذان کا آغاز حجاج بن یوسف کے مؤذن ابن الاصم نے کیا ورنہ پہلے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دونوں کانوں پر رکھ کر اذان پڑھتے تھے۔ ۶۔ منارہ پر کھڑے ہو کر اذان پڑھنے کا آغاز مصر میں شرجیل نے فرمایا۔

۷۔ اذان کے لیے منبر مقرر کرنا بامر معاویہ رضی اللہ عنہ بنی مسلمہ نے کیا۔ ۸۔ مؤذنین پر عریف سالم بن عامر مقرر ہوئے جسے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے قائم فرمایا جب وہ فوت ہو گئے تو ان کے بھائی شرجیل کو عریف مقرر کیا گیا۔

۹۔ مؤذنین کی تنخواہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مقرر فرمائی۔

مسئلہ: اذان میں جہر واجب ہے تاکہ لوگوں کو نماز کے اوقات معلوم ہوں۔

مسئلہ: اذان اونچی جگہ پہ کہنا سنت ہے اگر صرف اپنے لیے اذان پڑھے تو آہستہ کہہ سکتا ہے۔

ؔ آج کل سپیکر سے یہ طریقہ ختم ہو گیا لیکن افسوس کہ اکثر مساجد میں سپیکر مساجد کے اندر فٹ کئے گئے ہیں جس سے اذان اور دوسرے اعلانات شروع ہوتے ہیں یہ گناہ ہے اس کا ازالہ ضروری سا ہے جرم میں مساجد کے متولی اور امام و مؤذن و مقتدی برابر کے شریک ہیں۔

Scanned with CamScanner

مسئلہ۔ تکبیرات انتقالیہ کو مؤذن زور سے پڑھے تاکہ جو لوگ امام سے دور ہیں انہیں اقتداء میں سہولت ہو۔ اگر امام کی اپنی آواز مقتدیوں کو پہنچ سکتی ہے تو مؤذن کو جہر سے تکبیرات کہنا مکروہ ہے۔ (انسان العیون)

فوائد

۱۔ صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں مسجد نبوی کے پانچ منارے تھے ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ مسجد نبوی کے پانچ مناروں میں نماز کے اوقات خمسہ کی طرف اشارہ ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں پانچ اوقات نماز کی دعوت میناروں کے ذریعے دی جارہی ہے۔

۲۔ بارہ گھنٹوں کا اندازہ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے مقرر فرمایا جبکہ آپ طوفان کے درمیان کشتی میں تھے تاکہ ان سے نماز کے اوقات معلوم ہو سکیں۔

۳۔ حرم مکی میں سات میناروں میں مراتب الدعوۃ الی الفنا کی طرف اشارہ ہے اور یہ مراتب بھی سات ہیں جو سات اسماء کے مطابق جن کا آخری مرتبہ اسم قہار پر ہے اور کعبہ ذات احدیہ اور اس کے مراتب عروجی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور یہ مراتب وہی مراتب الفناء ہیں اس لیے کہ مراتب بقاء تو نزول کے بعد ہوتے ہیں اسی لیے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا تاکہ مرتبہ بقاء کا تحقق ہو اور کعبہ کا آٹھواں مینارہ بھی ہے یہی مینارہ بقا ہے لیکن وہ منارہ کعبہ کا آٹھواں میں ہے جو کعبہ میں مدفون ہے وہ زمین پر کبھی ظاہر نہیں ہوتا ہاں اہل کشف اسے دیکھتے رہتے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ مجھے بھی مکشوف ہوا جب میں کعبہ معظمہ میں مجاور (مقیم) تھا۔

۴۔ ابتداء میں کعبہ معظمہ کے ۵۰ مینار تھے جیسا کہ میں نے تاریخ قطبی میں دیکھا وہ بعض تو حرم کے اندر تھے اور بعض پہاڑوں پر یہ سب نماز کے اوقات کا اشارہ کرتے تھے کیونکہ شب معراج تو اصلی نماز پچاس مقرر ہوئی جو بعد تخفیف کر کے پانچ کی گئی۔ ہر شے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت عجیبہ و مصلحت بدیعہ ہے۔

تفسیر عالمانہ۔ لاتستوی الحسنۃ ولا السیئۃ۔ نیکی اور برائی برابر نہیں۔ آپ ان اعمال کا بیان ہو رہا ہے جو بندے اور رب تعالیٰ کے درمیان جاری ہیں تاکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار و مشرکین کی اذیت پر صبر کرنے کی ترغیب ہو۔ برائی کا احسان سے مقابلہ کیا جا سکے اور دوسرا لا زائدہ نفی کی تاکید کے لیے ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اچھی خصلت اور برائی جزاء اور حسن انجام کے لحاظ سے برابر نہیں۔ جب آپ ان کی ایذاء و جہالت پر صبر کریں گے

Scanned with CamScanner

اور ان سے انتقام نہ لیں گے اور نہ ہی ان کی سفاہت اور بیوقوفی کی طرف التفات فرمائیں گے تو ان کی دنیا میں بہت بڑی عزت اور آخرت میں بہت بڑا ثواب ہوگا اور وہ (کفار و مشرکین) اس کے خلاف ہیں یعنی نہ انھیں دنیا میں عزت ہے اور نہ آخرت میں ثواب پائیں گے۔ اسی لیے ان کی برائی کا ارتکاب آپ کو اچھی خصلتوں پر عمل کرنے سے نہیں روک سکتا۔ اگر حسنہ و سیئہ سے ان کی جنس مراد ہو تو اب معنی یہ ہوگا کہ تمام نیکیاں آپس میں برابر نہیں کیونکہ نیکیاں فی نفسہا متفاوت ہیں مثلاً کہاں ایمان اور کہاں راستہ سے ایذا دینے والی چیز کو ہٹانا ایسے ہی برائیاں بھی متفاوت ہیں کہ ان کی بعض کبیرہ ہیں اور بعض صغیرہ۔ اس معنی پر دوسرا لا نفی کی تاکید کے لیے نہ ہوگا۔ (کشاف)

ادفع بالتی ھی احسن۔ دفع کیجئے اس کے ساتھ جو وہ زیادہ بہتر ہے اچھی خصلت کے حسن انجام کا بیان ہے یعنی جب تمہیں کسی دشمن سے کوئی برائی عارض ہو تو اُسے بھلائی سے دفع کریں جو اس سے بہتر ہے یعنی برائی کا بدلہ احسان سے دیں کیونکہ یہ عفو سے احسن ہے ؎

بدی را بدی باشد سہل جزا
اگر مردی احسن الی من اسا

ترجمہ:۔ برائی سے برائی کی جزا آسان ہے اگر جوانمرد ہو تو برائی والے کو احسان سے جزا دو۔

حدیث شریف:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قطع رحمی تعلق کرے تو اُس سے تعلق جوڑ اور جو تجھ پر ظلم کرے تو اُسے معاف کر جو تیرے ساتھ برائی کرے تو اس پر احسان کر۔

فائدہ:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم بھی کسی کو فرمایا ہے تو پہلے خود اس پر عمل فرمایا اور ایسے اُمور سوال کے قائم مقام ہوتے ہیں گویا کسی نے کہا کہ برائی والے کے ساتھ تو اس کے جواب میں فرمایا۔ ادفع الخ۔ یہاں ظاہری عبارت کا تقاضا تھا کہ فادفع الخ ہو کیونکہ فاء سببیہ یہاں مناسب ہے لیکن چونکہ مبالغہ مطلوب ہے اسی لیے فاء سببیہ لانا نامناسب ہے اسی لیے حسنہ کی بجائے احسن کہا گیا ہے کیونکہ حسنہ کو دفع کی بہ نسبت احسن زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اعلیٰ درجہ کے حسنہ سے برائی کا بدلہ دے سکتا ہے اسے ادنیٰ سے بدلہ دینا آسان ہوگا۔ فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم۔ دفع مامور مذکور کا نتیجہ ہے یعنی جب تو عمل مذکور کرے گا تو تیرا دشمن جو تیری جان کا دشمن ہے وہ تیرا شفیق دوست کی طرح ہو جائے گا۔

شانِ نزول:۔ مروی ہے کہ یہ حضرت ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی اس لیے کہ ان کے اسلام لانے سے پہلے باوجودیکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر

Scanned with CamScanner

تے لیکن دشمنی میں بھی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے لیکن جب مسلمان ہوئے تو اسلام کی وجہ سے مسلمانوں کے دوست ہوتے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رشتہ داری کے لحاظ سے حمیم (شفیق) سمجھے جاتے ۔

حکایت امام اعظم رضی اللہ عنہ :۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جس کے متعلق معلوم ہوتا کہ وہ پس پشت میری بدگوئی کرتا ہے تو میں پس پشت اس کی تعریف کرتا رہتا تھا یہانتک کہ مجھے یقین سے اطلاع پہنچی کہ وہ میرے اس طریق سے میری تعریف کرنے لگ گیا ہے ؎

بدی در قفا عیب من کرد و خفت
بتر زو قریبے کہ آورد و گفت

ترجمہ :۔ وہ برائی جو میرے پس پشت بیان اور عیب ظاہر کر کے چھپ گیا اس سے میرے نزدیک وہ برا ہے جو میرے قریب ہو کر اسے آکر سناتا ہے ۔

عدو را بالطاف گردن بہ بند
کہ نتواں بریدن بتیغ ایں کمند
چوں دشمن کرم بیند و لطف وجود
نیاید دگر خبث ازوو در وجود
چو با دوست دشوار گیری و تنگ
نخواہد کہ بیند ترا نقش رنگ
دگر خواجہ با دشمناں نیک خوست
کسے بر نیاید کہ گردند دوست

ترجمہ :۔ دشمن کی الطاف سے گردن بند کر اس کمند کو تلوار سے نہیں کاٹا جا سکتا ۔

٢ :۔ جب دشمن کرم ولطف واحسان دیکھے گا تو اس سے خباثت وغیرہ وجود میں نہ آئے گی ۔

٣ :۔ جب دوست سے سخت گیری اور تنگی کرو گے تو وہ تیرا سایہ دیکھنا بھی گوارا نہ کرے گا ۔

٤ :۔ اگر سردار دشمنوں سے نیک عادت کرتا ہے تو وہ وقت دور نہیں کہ اس کے دشمن دوست نہ ہوں ۔

فائدہ :۔ حضرت البقلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر بتایا ہے کہ خلق حسن اور خلق برا برابر نہیں ہو سکتے ہمیں اخلاقِ مذمومہ کو اخلاق محمودہ سے تبدیل کرنے کا حکم ہے اور احسن الخلق حوصلہ ہے اس سے ہی دشمن دوست بنتا ہے اور بعید قریب ہوتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے

Scanned with CamScanner

کہ مخالف پر غضب کے بجائے حوصلہ اور ظلم کے بجائے معافی اور برائی کے بجائے جود و کرم کو عمل میں لایا جائے۔

فائدہ:۔ حضرت ابن عطاء نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو ہماری خدمات یعنی سلوک کی راہ میں داخل ہوتا ہے اور جو اس سے نکل جاتا ہے وہ دونوں برابر نہیں اور نہ ہی وہ جو اس راہ میں رہ کر بے ادبی اختیار کرتا ہے کیونکہ جو دور رہ کر بے ادبی کرے وہ اس کے برابر نہیں جو قریب رہ کر کرتا ہے عموماً جہال کو کبائر معاف کیے جاتے ہیں اور صدیقوں سے معمولی سی غلطی پر سخت مؤاخذہ کیا جاتا ہے۔

وما یلقٰھا تلقیہ سے ہے بمعنی کوئی شے کسی کے آگے لانا۔ اور نہیں عطا فرماتے ایسی نیک خصلت یعنی برائی کے بدلے احسان کرنے کی خصلت و عادت۔

الا الذین صبروا ۔ مگر انہیں جنہوں نے صبر کیا کیونکہ صبر ہی سے نفس کو انتقام سے باز رکھا جاتا ہے۔ **وما یلقٰھا** اور یہ عادت و خصلت نہیں عطا کرتے **الا ذو حظ عظیم** ۔ مگر اس صاحب کو جو فضائل نفسانیہ اور قوت روحانیہ سے وافر حصہ رکھتا ہے اسی لیے انتقام کے درپے ہونا ضعف نفس کی دلیل ہے بلکہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس پر تاثرات خارجیہ کا غلبہ ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ نفس جو نہی قوۃ جوہر رکھتا ہو وہ خارجیہ واردات سے متاثر نہیں ہوتا اور جو وہ اُن سے متاثر نہیں ہوتا تو اُسے تحمل و حوصلہ کرنا دشوار نہیں ہوتا اور نہ ہی انتقام کے درپے ہوتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تزکیہ نفس ضروری ہے تاکہ اُسے میٹھا و کڑوا برابر محسوس ہوں اور وہ ایسی عادت اپنا لے کہ اس کے لیے ناگوار امر نہ ہونے کے برابر ہو۔ آیت میں ایسے لوگوں کی مدح ہے جو صبر کرتے ہیں اور حظ وہ نصیب جو مقدر ہو۔

فائدہ:۔ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ **وما یلقٰھا الا ذو حظ عظیم** کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حظ عظیم کی توفیق اسے نصیب ہوتی ہے جسے عنایت حق سے وافر حصہ عطا ہوتا ہے اور حضرت ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے ایام سے آگاہ ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ **واما ینزغنک من الشیطٰن نزغ** ۔ اما در اصل ان شرطیہ و ما مزید سے مرکب ہے اور ما زائدہ شرط و استلزام کی تاکید کرتا ہے۔ اسی لیے نون تاکیدہ فعل شرط میں لاحق ہوا ہے اور یہ اُس وقت لاحق ہوتا ہے جب شرط میں تاکید مطلوب ہو النزع کو النخس سے

تشبیہ ہے اور اسے شیطان کے وسوسہ سے اس لیے تشبیہہ دی گئی ہے کہ وہ شر پر ابھارتا ہے اور ایسے امر کی حرکت کرتا ہے جو انسان کے لائق نہیں ہوتے اور نازغ اس شخص کی طرح ہے جو کسی کام میں بہت زیادہ جد وجہد کرے اس معنیٰ پر مِنْ ابتدائیہ ہے یعنی نزغ اس کی طرف سے صادر ہوئی ہے یا نازغ کی صفت شیطان کی ہے اس معنیٰ پر مِن تجریدیہ ہے یعنی شیطان کو شیطنت خالی کر کے مطلق نازغ مراد لیا گیا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اگر تجھے شیطان وسوسہ ڈالتا ہے اور تجھے اس امر سے پھیرتا ہے جس کی تمہیں وصیت کی گئی ہے یعنی بُرائی کو احسان سے دفع کرنا۔ اور وہ تمہیں اس کے خلاف بلاتا ہے

فاستعذ باللہ۔ تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے شیطان کے شر سے پناہ مانگیے اور اس کی اطاعت نہ کیجئے **انہ ھو السمیع**۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے استعاذہ کو خوب سنتا ہے۔ **العلیم**۔ اور تمہارے ارادہ کو خوب جانتا ہے۔

فائدہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ بُرائی کا بدلہ احسان سے نہ دینا بھی شیطان کے وسوسہ کی نشانی ہے اس سے انسان کو خوب بچنا لازمی ہے۔

انبیاؑ و اولیاءؒ:۔ آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی و ولی کو شیطان کے مکر سے پر خطر رہنا لازمی ہے اس لیے کہ شیطان کا وسوسہ اللہ تعالیٰ کے امتحانات سے ایک امتحان ہے بلکہ اس کے حملوں سے ہر وقت پرُحذر رہنا ضروری ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیئے کیونکہ شیطان کے وسوسے کا اثر قلب پر پڑتا ہے بلکہ وہ پہلے ہی وار سے قلب پر گھیرا ڈال لیتا ہے جسے فکرہ کہا جاتا ہے اس کے بعد یہ کیفیت ہوتی ہے کہ جو بھی شیطان امر کرتا ہے اس پر عزم بالجزم سے عمل کرتا ہے۔ اگر اس حالت سے انسان باز نہیں آتا تو زلۃ تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ جب شیطان اسے پورے طور پر قابو پالیتا ہے تو قلب قسوۃ کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد انسان کا شیطان اسے پورے طور قابو پالیتا ہے ہاں اگر استعاذہ پر زور دے اور عبودیت میں اخلاص کرے تو چھٹکارا ممکن ہے ورنہ مشکل ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا **ان عبادی لیس لک علیھم سلطان**۔ بیشک میرے بندوں پر تیرا کوئی قبضہ نہیں۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی قوت و تائید سے شیطان سے بے زاری میں بڑھتا اور اس کی عبادت میں عجز و نیاز اور اس سے استعانت میں اخلاص کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حفاظت فرماتا ہے اور شیطان کو اس سے دفع فرماتا بلکہ اسے اس پر ایسا مسلط کر دیتا ہے کہ خود شیطان اسلام قبول کر لیتا ہے[۲]۔

---

[۱] الارشاد ۱۲ : اویسی غفرلہ

[۲] التاویلات النجمیہ ۱۲

ازالۂ وہم اور قاعدۂ اہم

حضرت البقلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نبی پر شیطان کا کوئی حملہ نہیں ہو سکتا۔ یہ ظاہری حکم تعمیل امت کے لیے ہے جبکہ سب مانتے ہیں کہ شیطان تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھوں مسلمان ہو چکا ہے۔

اجماع اُمت

:۔ حیوۃ الحیوان میں ہے کہ :۔

اجمعت الامة على عصمة النبي عليه السلام من الشيطن وانما المراد تحذير غيره من فتنة القرين ووسوسة له واغوائه فاعلمنا انه معنا لنحترز منه حسب الامكان (روح البیان ص۲۶۲ ج ۸ تحت آیت ہذا۔

ترجمہ :۔ امت کا اجماع ہے کہ نبی علیہ السلام کو شیطان سے حفاظت و عصمت ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ اپنے قرین کے فتنہ اور وسواس سے بچ جائیں اور اس کے اغواء سے بھی اسی لیے فرمایا کہ شیطان تمہارے ساتھ ہے اس سے حسب الامکان بچو۔

~ آدمی را دشمن پنہاں بسے ست
آدمی با حذر عاقل کسے ست

ترجمہ :۔ آدمی کے پوشیدہ دشمن بہت ہیں۔ با حذر انسان عاقل آدمی ہے۔

حدیث شریف :۔ کوئی ایسا آدمی نہیں جس کے ساتھ جن ساتھی اور فرشتہ ساتھی نہ ہو۔ عرض کی گئی تو آپ کے ساتھ بھی۔ آپ نے فرمایا میرے ساتھ بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی ہے اور وہ مسلمان ہو گیا ہے مجھے سوائے خیر کے اور کوئی بات نہیں کہتا۔

نبوی شیطان کی تحقیق

:۔ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ میں اس کے شر سے محفوظ ہوں نہ یہ معنیٰ کہ شیطان مسلمان ہو گیا۔ شیطان کا مسلمان ہونا کیسا۔ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ یہ صیغہ ماضی ہے جس کا معنیٰ وہی ہے جو ہم نے ترجمہ میں اختیار کیا ہے۔ واقعی نبوی شیطان مسلمان ہو گیا ہے۔ اس کی تائید حدیث ذیل سے ہوتی ہے۔

حدیث شریف :۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے آدم علیہ السلام پر دو وجہوں سے فضیلت حاصل ہے :۔

۱۔ میرا شیطان کافر تھا میرے اللہ نے میری مدد فرمائی تو وہ مسلمان ہو گیا۔

۲۔ میری ازواج دینی امور میں میری معاون رہتی ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کا شیطان کافر رہا اور ان کی

Scanned with CamScanner

زوجہ نے ان کی لغزش وخطا پر مدد کی۔

فائدہ: یہ صریح الفاظ موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شیطان مسلمان ہو گیا اور یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرین (شیطان) کے ساتھ خاص ہے اور یہ صرف اور صرف ہمارے نبی علیہ السلام کا خاصہ ہے اور بس۔[1]

تحقیق صاحب رُوح البیان: فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ یہ اپنی جگہ پہ حق ہے کہ شیطان کبھی مسلمان نہیں ہو سکتا جیسے نفس کی حقیقت تبدیل نہیں ہو سکتی جیسے یوسف علیہ السلام نے فرمایا ان النفس الامارۃ بالسوء بلکہ اس کی صفت ہو سکتی ہے اور اس قاعدہ نبی و ولی اور عدو اللہ برابر نہیں لیکن یہ تو سب مانتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور اولیاء محفوظ اور اعداء الٰہی نفس امارہ کے دلدادہ اس لیے ہم نے کبھی نہیں کہا کہ نبی و ولی نفس سے خالی ہیں بلکہ یہ کہا کہ وہ معصوم و محفوظ ہیں اس سے واضح ہوا کہ نفس ہر ایک میں ہوتا ہے۔

انتباہ: اے غور سے سمجھ لو کہ یہاں پر کئی قدم ڈگمگائے اسی لیے کسی کامل سے اس کی تحقیق کرو تاکہ مسئلہ مکمل طور منکشف ہو جائے۔

خلاصہ: بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے شیطان کے اسلام کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کی صلح میں داخل ہوا جیسے کافر ذمی دار الاسلام میں صلح کے ساتھ داخل رہتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو کسی وقت بھی اذیت نہیں پہنچا سکتے ہیں۔ اسی سے نبی اور ولی کے شیطان کے اسلام کا فرق بھی معلوم ہو گیا کہ جیسے اُن کی عصمت و حفاظت میں فرق ہے وہی ان کے شیطان کے اسلام میں فرق ہے۔ وہ یہ کہ عصمت تمام ذات کو محیط ہوتی ہے اور حفاظت صرف اعضاء تک محدود ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ولی اللہ خواطر و ہوا جس سے محفوظ نہیں ہوتا لیکن ان کا اثر جوارح اعضاء پر ظاہر نہیں ہو سکتا۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ مشائخ نے فرمایا کہ نزع شیطان غضب کی صورت کا ہے اور یہ ان بُری عادات سے پیدا ہوتی ہے جس میں کبر۔ عجب و عداوت کہا جاتا ہے اور ایسی خشم کا دفع ممکن نہیں کیونکہ وہ انسان کی پیدائشی ہے ہاں وہ خشم مذموم ہے اور اسے دفع کرنا ضروری ہے جو حد اعتدال سے بڑھ جائے اگر یہ حد اعتدال پر ہو تو اسے شجاعت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسی سے حوصلہ اور کرم و کظم (غصہ پینا) پیدا ہوتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ غضب اس نار سے پیدا کیا گیا جس سے شیطان کی تخلیق ہوئی۔

---

[1] آکام المرجان۔

Scanned with CamScanner

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں کہ الغضب من نار الشیطان الا ترى الى حمرة عينيه وانتفاخ اوداجه والمتغاضبان يتهاتران ويتكاذبان۔ غضب شیطان کی آگ ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ غصہ کے وقت آنکھیں سرخ اور رگیں پھول جاتی ہیں۔ ایک دوسرے پر غصہ کرنے والے غلط گوئی اور جھوٹ سے کام لیتے ہیں۔

تہاتر بمعنی ایک دوسرے پر غلط و باطل دعویٰ کرنا۔

حدیث شریف: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم غصہ کرو، کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ اگر بیٹھے ہو تو سو جاؤ۔ اور شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے مکر و فریب سے بچائے اور ہم صرف اللہ تعالیٰ پر توکل اور صرف اسی پر اعتماد کرتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ:- ومن آياته۔ قدرت الٰہی کی نشانیوں میں سے الليل والنهار دن اور رات ہیں۔ حضرت امام مرزوق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ الليل النهار کے بالمقابل اور النهار الليل کے بالمقابل ہوتا ہے۔ والشمس۔ اور سورج وہ جس پر نہار مشتمل ہے یعنی خورشید عالم آرا جس کی صورت جام سیماب کی طرح ہے۔

والقمر اور چاند جس پر رات مشتمل ہے جس کی شکل کبھی سناری نعل کی طرح ہوتی ہے اور کبھی سرسیمین کی طرح اور یہ ہر دو فول اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے حکم کے پابند ہیں یعنی رات دن کا ایک دوسرے کے آگے پیچھے آنا جانا کہ جس سے خلق خدا کے منافع و مصالح حاصل ہوتے ہیں اور سورج اور چاند کا اس طرح ہونا جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے یہ ان ظاہر ترین علامات سے ہے جو باری تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت اور اس کے کمال علم و حکمت پر دلالت کرتی ہے۔

بر صنع الله بے عدد برہانست
در برگ گلے ہزار گوں الوانست
روز ارچہ سپید و روشن تابانست
آن را کہ نداند روز شب یکسانست

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کی کاری گری پر ہزاروں برہان ہیں گلاب کے پتوں میں ہزاروں رنگ ہیں۔

۲ ،، دن اگرچہ سفید اور روشن چمکیلا ہے جسے دن کے متعلق علم ہو اس کے نزدیک دن رات برابر ہیں۔

لہ۔ تاج المصادر ۱۲

Scanned with CamScanner

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے سے فرمایا کہ اگر تو میری ولایت کو دیکھنا چاہتا ہے تو لِلّٰہِ
فائدہ: مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں میری ولایت کا بیان ہے۔ اگر تو میری سپاہ دیکھنا چاہتا ہے
تو لِلّٰہِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں میری سپاہ کا ذکر ہے۔ اگر تو میرے نسل کے دیکھنے کا
خواہش مند فَانْظُرْ اِلٰی اٰثٰرِ رَحْمَۃِ اللّٰہِ کَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا۔ رحمت الٰہی کے آثار
دیکھ کر وہ کیسے ویران زمین کو آباد کرتا ہے۔ اگر تو میری صنعت کو دیکھنا چاہتا ہے تو مِنْ اٰیٰتِہِ
الَّیْلُ وَالنَّھَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ میں میری صنعت کا بیان ہے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تو کل قیامت
میں مجھے دیکھے تو آج میری صنعت میں میری قدرت کے ساتھ دیدۂ دل سے دیکھ۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ

کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ: تاکہ کل قیامت میں میرے فضل سے دیدۂ سر سے دیکھے چنانچہ فرمایا وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ
اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ۔ آج بعض ایسے چہرے بارونق ہوں گے جو اپنے رب تعالیٰ کو دیکھیں گے۔
لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ۔ تو سورج و چاند کو سجدہ نہ کرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق تمہاری
طرح اس کے حکم کے تابع ہیں۔

فائدہ: امر سے امر تکوینی مراد ہے نہ کہ تکلیفی کیونکہ اہل ظاہر کے نزدیک نہ انہیں علم ہے نہ اختیار لیکن
اہل حقیقت اس کے برعکس فرماتے ہیں وہ یہ کہ انہیں علم بھی ہے اور اختیار بھی جیسا کہ شیخ سعدی
قدس سرہٗ کا قول دلالت کرتا ہے ؎

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

ترجمہ: سب تیرے لیے پریشان اور فرمانبردار لیکن یہ انصاف کی شرط نہیں کہ تو اس کا فرمان
پورا نہ کرے۔

وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَھُنَّ: اور اسے سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا فرمایا۔ ھُنَّ
کی ضمیر چاروں طرف لوٹتی ہے اس لیے جمع غیر ذوی العقول کا حکم مونث جیسا ہوتا ہے۔ اگرچہ
یہاں تغلیب المذکر مناسب تھی کیونکہ اس میں صرف الشمس مونث ہے باقی مذکر ہیں یا جمع مونث کی ضمیر
بایں معنی ہے کہ سب آیات ہیں۔

سوال: تعلیق کا تعلق کل سے اور سجدہ کی نفی صرف سورج چاند سے کیوں۔

جواب: جب اتنی بڑی نشانیاں سجدہ کے لائق نہیں تو باقی اشیاء کیسے کیونکہ ان کا قیام اپنی ذات سے
نہیں بلکہ ان کو قائم رکھنے والی کوئی اور ذات ہے جو صرف اور صرف وہی سجدہ کے لائق ہے۔
مثنوی شریف میں ہے ؎

Scanned with CamScanner

آفتاب از امر حق طباخ ماست
ابلہی باشد کہ گوئیم او خداست
آفتاب گر بگیرد چوں کنی
آں سیاہی ز نور چوں بیرون کنی
تے بدرگاہ خدا آری صداع
کہ سیاہی را ببر وادہ شعاع
گر کشیدن نیم شب خورشید کو
تا نیابی یا امان خواہی ازو
حادثات اغلب بشب واقع شود
واں زماں معبود تو غائب بود
سوئے حق گر راستانہ خم شوی
وارہی از اختراں محرم شوی

ترجمہ :۔ سورج بحکم الٰہی ہمارا طعام پکاتا ہے یہ بیوقوفی ہے کہ ہم اسے خدا کہیں ۔

۲ :۔ اگر وہ سورج کو پکڑ کر اپنے پاس رکھ لے تو نور سے اس کی سیاہی کیسے دور کر سکو گے ۔

۳ :۔ تو پھر تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کیوں نہیں لاتا کہ وہ سیاہی دور کر کے نور لائے ۔

۴ :۔ اگر آدھی رات کو بھی سورج کو لایا جائے تو تم اس وقت بھی پناہ نہ پاؤ گے ۔

۵ :۔ حادثات بیشتر رات کو واقع ہوتے ہیں اُس وقت تیرا معبود غائب ہو چکا ہوتا ہے ۔

۶ :۔ حق تعالیٰ کی طرف اگر صدق دل سے سر خم کرو تو تم نجات پاؤ گے اور معزز بن جاؤ گے ۔

ان کنتم ایاہ ۔ اگر تم خاص اسی کو نہ اس کے غیر کو۔ تعبدون پوجتے ہو یعنی اگر صرف اسی کی عبادت کرتے ہو تو پھر اس کے غیر کے آگے سجدہ نہ کرو۔ اس لیے کہ سجدہ مراتب عبادت کا انتہائی مرتبہ ہے اسی لیے یہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہو۔

فائدہ :۔ بعض لوگ ایسے تھے جو سورج اور چاند کو عبادت کا سجدہ کرتے جیسے صابی ستارہ پرستوں کا حال ہے ان کا خیال تھا کہ سجدہ دراصل اللہ تعالیٰ کو ہے اس سے دو کے گئے اور فرمایا گیا کہ سجدہ براہ راست اللہ تعالیٰ کو ہے جس نے جملہ اشیاء کو پیدا کیا ۔

سوال :۔ ایسا سجدہ کیوں ناجائز ہے جب وہ سورج کو قبلہ بنا کر سجدہ کرتے ۔

Scanned with CamScanner

جواب:۔ سورج بظاہر ایسا جوہر ہے جو نورانی اور عظیم المرتبہ اور اس میں صلاح احوال خلق کے بےشمار منافع ہیں۔ اگر اجازت دی جائے کہ اس کو قبلہ سمجھ کر اس کی طرف رکوع و سجود کیا جائے تو بعض کمزور دماغ کے لوگ یہ سمجھیں گے کہ صرف اسی کو رکوع و سجود ہو رہا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کو بخلاف کعبہ کے پتھروں کے کہ ان کو قبلہ بنانے میں ایسا وہم پیدا نہیں ہو سکتا۔

سورج کی پرستش کا عذاب:۔ حضرت عکرمہ نے فرمایا جب سورج غروب کرتا ہے تو وہ ایک دریا میں داخل ہو جاتا ہے جو عرش کے نیچے بہہ رہا ہے صبح تک تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتا ہے جب واپسی کا اسے حکم ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے واپسی کی معافی چاہتا ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ اس کے حال سے باخبر ہے پھر بھی وجہ پوچھتا ہے عرض کرتا ہے کہ جب طلوع ہوتا ہوں تو لوگ میری پوجا شروع کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس میں تیرا کوئی قصور نہیں میں انھیں جہنم میں داخل کروں گا۔ ان کے لیے تیرہ ہزار فرشتے آگ کو کھینچ کر ان کے قریب لے جا کر انہیں جہنم میں داخل کریں گے۔

مسئلہ:۔ حدیث شریف میں ہے کہ میری امت میں ریا نہیں اگر ہے تو اعمال میں ہاں ایمان ان کے دل میں ایسے مضبوط ہے جیسے پہاڑ اور نہ ہی ان میں کبر ہے اگر ہے تو جب سجدہ میں گرتے ہیں تو وہ بھی نہیں رہتا۔

تفسیر عالمانہ:۔ فان استکبروا۔ اگر ترک سجود میں نافرمانی کر کے تکبر کرتے ہیں اور غواہ خواہ سورج وغیرہ کو سجدہ کرتے ہیں تو جو اللہ کی خالصاً عبادت کر رہے ہیں ان کے بالمقابل یہ منکرین کچھ نہیں کیونکہ فالذین عند ربک اور وہ جو تیرے رب کے ہاں ہے یعنی مقرب فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے قریب ہیں۔ یہ جزا محذوف کی علت ہے۔ یسبحون لہ۔ اللہ تعالیٰ کی شرکا سے تنزیہ کرتے بلکہ ان جملہ امور سے جو اس کی شان کے لائق نہیں۔ اللیل والنہار اور رات و دن میں یعنی دائما اور جمیع اوقات میں۔

فائدہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ ملائکہ کی تخصیص اس لیے ہے کہ وہ تعداد میں بہ نسبت دوسروں کے زائد ہیں ورنہ عبادت گزار مخلوق اور بھی ہے۔ علاوہ ازیں سورج و چاند ان کے نزدیک ہیں لیکن وہ عجیب ہیں کہ وہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرتے ہیں سورج و چاند ان کی نظروں میں کچھ بھی نہیں۔ وھم لا یسئمون اور وہ ملال نہیں کرتے۔

حل لغات:۔ السامہ بمعنی ملالت یعنی وہ تسبیح و عبادت سے نہ تھکتے ہیں اور نہ ملال کرتے ہیں بلکہ تسبیح ان کے لیے ایسے ہے جیسے انسان سانس نکالتے ہیں۔ اسی لیے وہ تسبیح و عبادت سے

Scanned with CamScanner

نہیں تھکتے اور نہ سیر ہوتے ہیں۔

فرشتہ عجوبہ روزگار: مروی ہے کہ ایک فرشتہ جن کا نام حزقیائیل (علیہ السلام) ہے جن کے اٹھارہ ہزار پر ہیں اور ہر پر کے درمیانی مسافت پانچسو سال ہے وہ خیال کرتا ہے کہ دیکھوں عرش کے اوپر کیا شے ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے دوہرا کر دیتا ہے یعنی اس کے چھتیس ہزار پر پیدا ہو جاتے ہیں جس کے ہر پر کی دوسرے پر کی درمیانی مسافت پانچ سو سال ہے۔ پھر حکم ہوتا ہے لے فرشتے اڑ تو وہ بیس ہزار سال اڑتا ہے ہے تب بھی عرش کے کسی پایہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے قوت اور پروں میں اضافہ فرما کر تیس ہزار سال اڑنے کا حکم فرماتا ہے تب بھی وہ عرش کے پایہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ پھر اسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تجھے اسی طرح پروں اور قوت میں اضافہ ہوتا رہے اور تو نفخ صور تک اڑتا رہے تب بھی تو عرش کے کسی ایک پایہ تک نہیں پہنچ سکے گا اس پر وہ پڑھتا ہے۔ سبحان ربی الاعلیٰ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے۔ سبح اسم ربك الاعلیٰ نازل فرمائی حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس مبارک کلمہ کو نماز کے سجدہ میں پڑھا کرو۔

فائدہ: حضرت عبد العزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پاک ہے وہ ذات جو اس کے عرفان پر اسے یاد کرنے پر نہیں تھکتا اور پاک ہے وہ جو اس سے مانوس ہونے کے بعد غیر سے وحشت نہیں پاتا اور پاک ہے وہ جو اس سے محبت کرتا ہے تو ماسویٰ سے مکمل طور منہ پھیر لیتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ وہ جو معقولات اور مختلف علوم کے انوار کے شمس الروح کی تجلیات کے وقت تمہیں کشف ہوا ہے اپنا مقصود و معبود نہ بناؤ جیسے فلاسفہ نے کیا اور ایسے ہی جو مشاہدات و مکاشفات علوم دینیہ سے قر قلب میں شواہد حق کی تجلی کے وقت تم کو مشاہدہ ہوتا ہے انھیں مقصود و معبود نہ سمجھو جیسے بعض خام خیال صوفیہ اور ناقص ارباب سلوک نے کیا۔ انھیں عرفان کی معمولی جھلک اور کرامات کا کچھ حصہ نصیب ہوا تو منازل طے کرنے سے ٹھہر گئے اور جس کی معرفت حاصل کرنی تھی اس کے بجائے معرفت میں دل بہلاتے رہے اور کرامات عطا کرنے والے کے بجائے کرامات کے صدور پہ خوش رہے ایسے حضرات نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کو معبود و مقصود سمجھ لیا حالانکہ مقصود و معبود تو ذات ہونی چاہیئے جو سالکین کی منازل کی سیر کا اصل منشاء ہے تمہیں بھی وہی راہ لینی چاہیئے اگر تم اس کے محب اور اس کے سچے عابد ہو اور اس کے وصل اور اس کی طرف پہنچنے کی خواہش رکھتے ہو خبردار ایسے نہ ہونا جو اس کی عبادت محض جہنم کے خوف اور جنت کے طمع پر کرتے ہیں۔ اگر اہل اہواء و اہل البدع تکبر میں ہیں اور جمیع الوجود کے ساتھ سجدہ کے لیے تیار نہیں تو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انبیاء و اولیاء کی کثرت ہے

Scanned with CamScanner

جو اس کی تنزیہ کرتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو کسی کی بھی سجدہ ریزی کی ضرورت نہیں اور وہ انبیاء و اولیاء کی ارواح اس کی تسبیح و تنزیہ سے نہ تھکتے ہیں اور نہ ملول ہوتے ہیں۔

تحقیق سجدۂ تلاوت: حضرت علامہ کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا سجدات قرآنی میں سے یہ گیارھواں سجدہ ہے۔ حضرت امام و شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر نے اس کا نام سجدۂ اتحاد رکھا ہے اور فرمایا اگر یہ ان کنتم ایاہ تعبدون سے تعاون ہو اگر لا یسئمون سے مقارن ہو تو یہ سجدۂ نشاط ہے۔

خلاصہ یہ کہ تعبدون ہی سجدہ کا مقام ہے۔ یہ امام شافعی و امام مالک رحمہما اللہ کا مذہب ہے کیونکہ یہی کا امر ہے اور جس کا امر ہے سجدہ بھی وہاں ہو لیکن امام ابو حنیفہ اور ایک روایت میں امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک وھم لا یسئمون سجدہ کا مقام ہے کیونکہ مضمون کا اتمام یہاں پر ہوتا ہے۔

مسئلہ: ہر امام اپنے اصل کے مطابق سجدہ کا حکم صادر فرماتا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ سجدہ واجب ہے امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک موجب فضیلت ہے اور امام شافعی و احمد رضی اللہ عنہ کے نزدیک سنت ہے۔

تفسیر عالمانہ: ومن اٰیاتہ انک تری الارض اور اللہ تعالیٰ کے قدرت کے دلائل سے ہے کہ اے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اے ہر ناظر) تم دیکھتے ہو زمین کو خاشعۃ خشک ہوتی ہے اس پر کسی کی انگوری نہیں ہوتی بلکہ نہایت ہی بے آب و گیاہ اور بے کار سی نظر آتی ہے۔

الخشوع سے ہے بمعنی التذلل زمین کے خیر و برکت سے خالی اور بالکل خشکی کی وجہ سے اسے خشوع سے تشبیہ دی گئی ہے جیسے خاشع و قانع انسان نہایت ذلیل اور غیر معتبر اور بے کار ہوتا ہے ایسے ہی زمین کا حال ہے یہ استعارہ تبعیہ ہے یعنی زمین خشک اور ویران۔ فاذا انزلنا علیہا الماء اھتزت۔ اہتزاز سے ہے بمعنی تحرک یعنی انگوری سے حرکت میں آجاتی ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ جب ہم زمین پر پانی برساتے ہیں تو اس سے گھاس وغیرہ اگنا شروع ہو جاتا ہے وربت اور بڑھنے شروع ہو جاتی ہے کیونکہ جب انگوری بڑھتی ہے تو ایسے معلوم ہوتی ہے کہ زمین اونچی اور بلند ہو گئی وہ انگوری سے پھٹتی ہے تو انگوری اوپر کو اٹھتی ہے۔ یہ ربا۔ ربوا سے ہے بمعنی زاد و نما۔ کہا جاتا ہے ربا الفرس یہ اس وقت بولتے ہیں جب گھوڑا دوڑنے سے سانس نکالے تو پھولا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ ایسے ہی اس کی گھبراہٹ کے وقت یہی حالت ہوتی ہے۔

Scanned with CamScanner

فائدہ: امام راغب نے فرمایا کہ ربت بمعنی زادت و نمت یا زادۃ المتربی زمین ایسے بڑھی جیسے تربیت کنندہ سے تربیت کردہ شخص بڑھتا ہے ان الذی احیاھا۔ بیشک اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اسے زندہ کیا جیسا کہ مذکور ہوا۔ الاحیاء بمعنی اعطاء الحیاۃ اور یہ حس و حرکت کی مقتضی ہے۔ احیاء الارض سے زمین میں قوائے نامیہ اٹھنا اور اس میں مختلف انگوریوں کے ساتھ رونق کا پیدا ہونا مراد ہے لمحی الموتیٰ وہی قیامت میں مردے زندہ فرمائے گا۔ انہ علیٰ کل شیٔ۔ بیشک وہ جملہ اشیاء منجملہ ان کے احیاء الموتیٰ بھی ہے۔ قدیر۔ قادر ہے یعنی وہ بہت بڑی قدرت کا مالک ہے اس کا وعدہ کیا ہے تو اسے ضرور پورا فرمائے گا۔

فائدہ: مردوں کو زندہ کرنے کی ایک حکمت یہ ہے کہ انھیں ان کے اعمال کی جزا و سزا دے گا۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ احیاء النفوس بھی فرماتا ہے اور احیاء القلوب بھی۔ احیاء النفوس کا مطلب یہ ہے کہ بشریت کی دواعی و اسباب کے فقدان سے خشک اور بیکار تھی۔ جب اس پر ابتلاء و استدراج پانی پڑتا ہے تو پھر تم دیکھتے ہو کہ وہ کیسے معاصی کی نباتات و مناہی کے اشجار سے پھلتی پھولتی ہے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

آتشت را ہیزم فرعون نیست
زانکہ کہ چوں فرعون او را عون نیست

نفس اژدرہاست او کے مردہ است
از غم بے آلتی افسردہ است

کرمک است ان اژدہا از دہ است فقر
پشہ گردد زجاہ و مال صقر

ترجمہ: تیری لکڑی میں فرعونی تیزی نہیں اس لیے فرعون کی طرح وہ طاقت نہیں۔

۲: نفس تو اژدہا ہے وہ مردہ کب ہے اسباب نہ ہونے کی وجہ سے مرجھایا ہوا ہے۔

۳: کیڑا ہے لیکن اژدہا ہے کمزور فقر و افلاس کی وجہ سے ہے۔ جاہ و مال سے مچھر بھی شکرہ بن جاتا ہے۔

اسی لیے مندرجہ ذیل دعا سخت ترین دعاؤں میں شمار ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی کسی کو دعا دے۔

اذا قک اللہ طعم نفسك۔ تجھے اللہ تعالیٰ نفس کا ذائقہ چکھائے۔

یہ ظاہر ہے کہ جو نفس کے ذائقہ میں معروف ہو جائے اور اس کی چاشنی میں محو ہو کر مقصود سے رہ جائے

Scanned with CamScanner

اس جیسا محروم القسمت اور کون ہوگا۔

اور احیاء القلوب نورِ ایمان و صدق طلب و غلبات شوق سے ہوتا ہے۔ یہ اُس وقت ہے جب لطف اعلیٰ کی بارش اور سماء الرحمت ان پر نازل ہو۔

حکایت:۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سمنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو طواف میں ٹہلتے ہوئے طواف کرتے دیکھا انھیں پکڑ کر پوچھا اے شیخ بارگاہِ حق میں حاضر ہو کر ایسا ٹہلنا کیسا جب اُنھوں نے مجھ سے بارگاہِ حق کی حاضری کا سنا تو بیہوش ہو کر گر پڑے جب افاقہ پایا تو پڑھ رہے تھے ؎

و مکتئب لج السقام بجسمه
كذا قلبه بين القلوب سقيم
بحق لومات نوخاً و لوغه
فمو فقه يوم الحساب عظيم

ترجمہ:۔ میں جسمانی لحاظ سے بیماریوں میں مبتلا ہوں ایسے ہی میرا دل بھی بیمار ہے۔

۲۔ بخدا یہ اس حالت میں مر جائے تو اس کی پیشی یوم حساب میں بڑی ہے۔

اس کے بعد مجھے فرمایا اے برادر میں نے نفس سے چند خصلتیں پائی ہیں جن کی وجہ سے مجھے فائدہ ہوا:۔

۱۔ جو میرے نفس میں زندہ تھی اسے میں نے مار دیا یعنی اس کی خواہشات اور جو مردہ تھی میں نے اسے زندہ کیا۔ یعنی دل۔

۲۔ جو مجھ سے غائب تھا اسے میں نے حاضر کیا یعنی آخرت کا میرا حصّہ اور جو میرے ہاں حاضر تھا اسے میں نے غائب رکھا یعنی میرا دنیوی حصّہ۔

۳۔ جو مجھ میں فانی تھا اسے میں نے باقی بنایا یعنی تقویٰ اور جو میرے میں باقی تھا اسے میں نے فانی کیا یعنی خواہشاتِ نفسانی۔

۴۔ جس سے لوگوں کو وحشت تھی میں نے اس سے اُنس کیا یعنی اللہ تعالیٰ کا اُنس اور اس کا ذکر اور جس سے لوگوں کو اُنس تھا میں نے اس سے وحشت کی یعنی ماسوی اللہ اور اُنس مابعد سے حسن الخاتمہ نصیب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے وحشت اور غیر اللہ سے اُنس سے خاتمہ برباد ہوتا ہے (نعوذ باللہ) اور سوء الخاتمہ یہی ہے کہ دنیا سے کوچ کے وقت انسان ایمان کی دولت سے محروم ہو جائے۔

حکایت حاتم اصم:۔ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک نباش (قبر کھود کر کفن چرانے والا) نے توبہ کی اللہ تعالیٰ نے اس کا دل حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے زندہ کیا آپ نے اس سے پوچھا کہ تو نے کتنی قبریں اکھیڑیں عرض کی بیس سال میں ستر ہزار قبریں اکھیڑی گئیں یہ سن کر آپ

Scanned with CamScanner

بیہوش ہو گئے۔ افاقہ کے بعد پوچھا وہ مسلمانوں کی قبریں تھیں یا کافروں کی۔ عرض کی مسلمانوں کی۔ آپ نے پوچھا ان میں کتنے مردے رو بقبلہ تھے اور کتنے قبلہ سے منہ پھیرے ہوئے تھے۔ عرض کی صرف تین سو مردے ایسے تھے جن کا رُخ قبلہ کو تھا باقی مردوں کے چہرے قبلہ سے پھیرے ہوئے تھے۔ یہ سن حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ بیہوش ہو گئے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کا دل خوفِ خدا سے لبریز اور معرفت سے بھرپور ہوتا ہے تو اُسے یقین ہوتا ہے کہ موت حق ہے اس کے بعد آزمائش بھی ہے اس کے بعد قبر سے اُٹھنا ہے وہاں بڑا امتحان ہے اس سے وہ خوف زدہ رہتا ہے اور جب اس پہ وہ تصور غالب ہو جاتا ہے تو بیہوش ہو جاتا ہے۔

ابلیس کے حملے: جب مومن کی رُوح کو مرنے کے بعد آسمانوں پر لے جاتے ہیں تو فرشتے کہتے ہیں پاک ہے وہ ذات جس نے اُسے شیطان کے حملوں سے بچایا ورنہ شیطان کے حملے تو زبردست ہیں نامعلوم اس روح نے اس کے حملوں سے کیسے نجات پائی کیونکہ حملے سخت اور فتنے بکثرت اور قلوب کو وہ چمٹ جاتا ہے تو ایسی کیفیت سے نجات پانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے دین پر استقامت اور ذکرِ الٰہی پر مداومت اور شیطان مضل اور اس کے مہلک فتنہ سے استعاذہ ضروری ہے۔

تفسیر عالمانہ: ان الذین یلحدون۔

حل لغات: الحاد دراصل مطلق میل و انحراف کو کہا جاتا ہے۔ لحد اسی سے ہے اسی لیے وہ قبر کی ایک جانب سے ہے پھر اس انحراف سے مخصوص ہو گیا جو حق سے باطل کی طرف ہو اب معنیٰ یہ ہوا کہ بیشک وہ لوگ استقامت سے میل کرتے ہیں فی ایاتنا ہماری آیات میں یعنی اپنے الحاد کی وجہ سے ان پہ طعن کرتے ہیں۔ مثلاً کبھی کہہ دیا کہ یہ جادو ہے یہ جھوٹ ہے یہ شعر ہے یا تحریف مراد ہے وہ یہ کہ اس کے اصلی محامل سے ہٹ کر دوسرے معانی گھڑتے ہیں۔

لا یخفون علینا۔ وہ ہم پر مخفی نہیں ہم ان کے الحاد کی انہیں سزا دیں گے۔ افمن یلقی فی النار۔

ربط: یہاں سے ایسے لوگوں کی سزا کی کیفیت کا ذکر ہے یعنی تو کیا وہ جو آگ میں ڈالا جائے اپنے منہ کے بل اس سے تمام کافر مراد ہیں۔ ان کا کفر کسی قسم کا ہو۔

خیر ام من یاتی اٰمنا یوم القیمۃ۔ بہتر ہے یا وہ جو قیامت میں امن و چین سے آئے۔ اس سے جملہ اہلِ ایمان مراد ہیں۔

Scanned with CamScanner

نکتہ : جہنم میں ڈالے جانے کے مقابلے میں امنا الخ لائے میں اہل ایمان کی شان کے اظہار میں مبالغہ ہے کہ وہ قیامت میں ہر طرح کے خطرے سے امن میں ہونگے اگر اس کے بجائے ان ید خلھم فی الجنۃ فرماتا تو اس میں احتمال ہوتا ممکن ہے کہ انھیں خوف کے بعد امن بخشا ہو۔

فائدہ : آیت میں احتباک بھی ہو سکتا ہے وہ یہ کہ اول سے ثانی کا مقابل اور ثانی میں اول کا مقابل حذف کر دیا جائے جیسے یہاں در اصل عبارت یوں ہو افمن یاتی خائفا و یلقی فی النار خیر ام من یاتی امنا و ید خل الجنۃ۔ خلاصہ یہ کہ ثانی پہلے سے بہتر ہے اعملوا ما شئتم

وہی عمل کرو جو چاہو برے اعمال جہنم میں لے جائیں گے۔ نیک اعمال قیامت میں امن و چین عطا فرمائیں گے۔ اب خود سوچو کہ تم کون سے اعمال چاہتے ہو۔ اگر برائی کرو گے تو تمھارا اپنا نقصان ہے۔

فائدہ : اس میں تہدید شدید مطلوب ہے نہ یہ کہ اس سے برائی کے ارتکاب کی اجازت ہے۔

فائدہ : الاسئلۃ الاقحم میں ہے کہ امر وعیدی ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مہلت دینا عجز یا غفلت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی وجہ اور ہے وہ یہ کہ برے کو موت سے پہلے برائی سے باز آجانے کا موقعہ دیا گیا ہے یہی وعید کے اسباب میں ابلغ وجہ ہے۔

انہ بما تعلمون بصیر۔ بیشک جو تم عمل کر رہے ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے جس کی تمھیں تمھارے اعمال کے مطابق جزا سزا دے گا۔

حیل و مکر رہا کن کہ خدا می داند
نقد مغشوش میاور کہ معامل بیناست

ترجمہ : حیلہ و مکر چھوڑ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے یہاں نقد کھوٹا نہ لا کیونکہ جس سے معاملہ ہے وہ خوب جانتا ہے

تفسیر صوفیانہ

تفسیر صوفیانہ : آیت میں ان اہل شطح و طامات کو ڈرایا گیا ہے جو طامات وغیرہ سے عوام سے عزت کے خواہاں ہیں۔ پھٹے پرانے کپڑے پہنتے ہیں اور گوشہ نشین بنے رہتے ہیں (تاکہ لوگ انھیں ولی اللہ سمجھیں) اور مشائخ کی کتابوں (تصانیف) پر طعن و تشنیع کرتے ہیں حالانکہ خود جاہلانہ باتیں کرتے ہیں اور جب عوام کی مجالس میں آتے ہیں تو قیمتی لباس پہن کر (تاکہ وہ ان سے نفرت نہ کریں) اور وجد و حال اور کشف وغیرہ کے دم بھرتے ہیں حالانکہ ان کا جھوٹ اور بدنیتی اور بہتان وغیرہ اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ان کے قلوب کے گوشوں میں چھپے ہوئے غلط خیالوں سے بھی باخبر ہے۔

اولیاء کرام کے علوم : ایسے اولیاء کرام یعنی صدیقین و عارفین خلق خدا کے قلوب کے مخفی اسرار و رموز سے مطلع ہیں بلکہ وہ نور الٰہی سے قلوب کے جملہ حالات کو آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

مذکورہ بالا مدعیان کشف و کرامات کے قیامت میں رسوائی اور فضیحت دیدنی ہوگا اللہ
دنیا میں عبرت ۔ نہ دکھائے اور نہ ہمیں ان سے بنائے ۔ آمین۔

فائدہ :۔ کل قیامت میں اہل حق کو آنکھوں بلکہ قلوب عاشقانہ سے دیکھیں گے اسی لیے قرآن میں ہے کہ

اہل جنت و اہل نار برابر نہیں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا مدعیوں کو ملحد بتایا اور انہیں فراعنہ سے تشبیہ دی اور فرمایا کہ ان کے قلوب بھیڑیوں کے ہیں۔

حدیث شریف :۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

یخرج فی امتی اقوام لسانھم لسان الانبیاء و قلوبھم کقلوب الفراعنۃ

میری امت میں ایک قوم پیدا ہوگی جن کی زبان انبیاء علیہم السلام جیسی ہوگی لیکن مثل فرعون کی طرح ہوں گے۔

دوسری جگہ فرمایا :[1]

کقلوب الذباب یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ

ان کے قلوب بھیڑیوں کی طرح ہوں گے وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

افتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا

بغیر علم کے فتویٰ دے کر خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

فائدہ :۔ مفسرین نے فرمایا آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ لوگ ہمارے اوپر بلاوجہ جرأت کرتے ہیں تو ان کی جرأت ہم پر مخفی نہیں اور ان کے دعویٰ میں ہم ان کے حد سے تجاوز کو جانتے ہیں اور حضرت ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو حقیقت کے بغیر دعویٰ کرتا ہے وہ عنقریب ہم سے دیکھ لے گا جو ہم اس کی تکذیب کی سزا دیں گے اور اس کے احوال کی فضاحت و رسوائی کریں گے۔

تفسیر عالمانہ :۔ ان الذین کفروا بالذکر ۔ بیشک وہ لوگ جنہوں نے ذکر سے کفر کیا یعنی قرآن سے یہ وضع الظاہر موضع المضمر کے قبیل سے ہے کیونکہ یہاں کفروا بہا ہونا چاہیے تھا اور ھا کی ضمیر بینات کی طرف لوٹنا چاہیے تھی ۔ لما جاءھم ۔ جب ان کے ہاں آیا تو ان کے آتے ہی فوراً اس کا انکار و کفر سے مقابلہ کیا اور سنتے ہی بلا غور و فکر کہہ دیا ہم نہیں مانتے اور بلا تدبر

---

[1] اس حدیث کی تفصیل و دیگر عجیب و غریب ابحاث فقیر کی کتاب "وہابی کی نشانی" میں پڑھیے ۔ اویسی غفرلہٗ

ان الذین الخ ان ۔ اس پر غور و فکر کرنا ضروری تھا تا کہ اس کی معرفت حاصل ہو۔ ان
اسے جھٹلایا حالانکہ پہلے
الذین یلحدون پر عطف ہے عامل کے تکرار سے اور ان کی خبر وہی سابق خبر یعنی لا یخفون علینا۔
فائدہ :۔ آیات قرآن میں الحاد کفر ہے۔ اس لیے دوسرے جملے کی خبر کے بیے پہلے جملے کی خبر پر اکتفا کیا گیا
لیکن ہمارا علم نحو میں غیر معہود ہے صرف جار و مجرور میں جائز رکھا گیا ہے بوجہ اتصال کے جیسا کہ رضی نے
کہا کہ بدل میں عوامل کا صرف حرف میں ہوتا ہے اس لیے کہ حرف جر مجرور کا جزو ہوتا ہے۔ بعض نے کہا
کہ یہ جملہ مستانفہ ہے اور اس کی خبر محذوف ہے سوف نصلیھم نارا ۔ کی طرح لیکن خبر کا محذوف
ہونا۔ حمید۔ کے بعد ہے اور کسائی نے کہا کہ وہ خبر سابق کے قائم مقام ہے اور وانہ الخ جملہ حالیہ ہے
اس میں اشارہ ہے کہ قرآن کے ساتھ کفر غایت درجہ کا کفر ہے اور حالانکہ وہ ذکر یعنی قرآن مجید
لکتاب عزیز۔ بیشک کتاب عزیز یعنی کثیر المنافع اور عدیم النظیر ہے۔ یہ عزّ سے ہے جو ذل کی
نقیض ہے یا عزیز بمعنی منیع ہے یعنی وہ کتاب کہ جس کا معارضہ اور ابطال و تحریف نہیں ہو سکتا (یہ
عزۃ بمعنی غلبہ سے ہے) اگر چہ طعنہ زنوں نے ہر زمانہ میں اس پر طعن و تشنیع کیا اور کئی طرح
باطل پرستوں نے غلط اور فاسد تاویلیں کیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں اس کے نگران پیدا فرمائے اور
ایسے محقق پیدا فرمائے جنہوں نے اہل زیغ کے ہر طرح کے الزامات سے ان کی تاویلات فاسدہ کو نہ
صرف رد کیا بلکہ ان کو ملیامیٹ کر دیا اسی لیے قرآن اللہ تعالیٰ کی اپنی حفاظت اور اس کے ہر زمانہ کے
پیدا کردہ محققین کے دلائل و براہین سے مخالفین پر غالب ہے۔

فائدہ :۔ حضرت امام قشیری قدس سرہ نے فرمایا کہ قرآن اس لیے عزیز ہے کہ وہ رب عزیز کا کلام ہے اور
لانے والا بھی عزیز ہے اور جس رسول پر نازل ہوا وہ بھی عزیز ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور جس امت
پر نازل ہوا وہ بھی عزیز ہے کیونکہ قانون ہے کہ عزیز دوست کو معزز خط لکھا جاتا ہے اور یہ بھی اللہ کا
ایک قسم کا نامہ عزیز ہے جو اس نے اپنے معزز محبوب کے ذریعے معزز امت کے ہاں بھیجا ہے ؎

زنام و نامۂ تو یافتم عزّ و کرامت
ہزار جاں گرامی فدائے خامہ و نامت

ترجمہ: تیرے نام و نامہ سے میں نے عزت پائی ہزاروں قیمتی جانیں تیرے خامہ اور نام پر قربان۔

فائدہ :۔ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ قرآن وہ عزیز ہے کہ جس کی عزت کی کنہ کا پانا ناممکن ہے
کیونکہ یہ خود بھی عزیز ہے اور جس ذات پر نازل ہوا ہے وہ بھی عزیز ہے اور جنہیں خطاب کیا
گیا ہے وہ بھی اللہ کے اولیاء اور برگزیدہ محبوب و معزز ہیں۔

Scanned with CamScanner

لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ ۔ یہ کتاب کی دوسری صفت ہے یعنی قرآن وہ کتاب ہے جس میں باطل کو راہ نہیں اور نہ ہی کسی جہت سے اس میں اسے پہنچنے کا امکان ہے فائدہ :۔ جہتیں وہ بیان فرمائیں جو اکثر مستعمل ہوتی ہیں یعنی آگے پیچھے یا ان دونوں سے جملہ جہات مراد ہیں اس معنی پر ۔ لا یاتیہ الباطل الخ استعارہ تمثیلیہ ہے جس میں وہاں تک باطل کو نہ پہنچنے میں ایسی شے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو ایسی حمایت غالب سے محفوظ رکھی گئی ہو جہاں کسی بھی طریقے سے مخالف کا پہنچنا ممکن ہی نہ ہو یہاں تک کہ اس کی مخالفت میں مخالف کتنا ہی زور لگائے اللہ تعالیٰ اس کے دفع کرنے میں ایسے اسباب بناتا ہے جو مخالف کی تمام طاقت کو مٹا کر رکھ دیتا ہے ۔ اسے استعارہ کے طور پر لایا گیا ہے یعنی مشبہ بہ کے بجائے مشبہ بیان فرمایا یعنی لا یاتیہ الخ یا یہ کہ اس کی نہ زمانہ مستقبل کی خبروں میں بطلان کا امکان ہے نہ ان میں جو ماضی کی خبریں دیں یا الباطل سے شیطان مراد ہے ۔ اب معنی یہ ہوا کہ شیطان کی کیا مجال کہ وہ قرآن مجید میں کچھ بڑھا گھٹا سکے یا یہ معنی ہے نہ کتب سابقہ میں اس کی تکذیب پائی جاتی ہے نہ آنے والے زمانہ میں کسی ایسی کتاب کا امکان ہے کہ وہ اسے باطل یا منسوخ کر سکے۔

تنزیل ۔ اس کا مبتدا محذوف ہے یعنی ھو تنزیل ۔ یا یہ کتاب کی تیسری صفت ہے اس سے قرآن کی فخامت اضافیہ کا بیان ہے جبکہ اس سے قبل اس کی فخامت ذاتیہ کا ذکر تھا اسی سے قرآن کے ساتھ کفر کے بطلان کی تاکید ہے ۔ من حکیم ۔ اس حکیم سے نازل ہوا ہے جو اس کے معانی کی تبدیلی سے مانع ہے اس کے مبانی خوب مضبوط کر دی ہیں ۔ حمید ۔ وہ تحمید کا مستحق ہے کہ وہ اس کے معانی الہام کرتا ہے یا یہ کہ لسان حال و مقال سے ہر جگہ اس کی مخلوق اس کی نعمتوں پر اس کی حمد کرتی ہے۔

تفسیر صوفیانہ :۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ قرآن کی ایک عزت یہ ہے کہ اہل خذلان اس پر ایمان نہیں لا سکتے بلکہ جو بھی اس پر ایمان لاتا ہے وہ اہل عزت ہوتا ہے اور نہ اس پر عمل کرنے والا خذلان کا شکار رہتا ہے ۔ اور وہ ایسے حکیم سے نازل ہوا جو اپنی حکمت سے جس کے لیے چاہتا ہے اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشتا ہے وہ اپنے احکام و افعال میں محمود ہے کیونکہ اس سے حکمت ہی صادر ہوتی ہے اور بس۔

حدیث شریف مع شرح :۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا الا انہا ۔ یہ ضمیر قصہ کی ہے خبردار بیشک ستکون فتنۃ ۔ عنقریب فتنے اٹھنے والے ہیں میں نے عرض کی ۔ ما المخرج منہا ۔ یا رسول اللہ ان کا مخرج کیا ہے ۔ آپ نے فرمایا کتاب اللہ فیہ نبأ ما قبلکم وما بعدکم ۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب جس میں پہلے اور آنے والی تمام خبریں

Scanned with CamScanner

ہیں۔ وحکم ما بینکم۔ اور تمہارے حالیہ دور کا حکم بھی اسی میں ہے اور یہ یقینی حکم ہے خیالی امر نہیں من ترک من جبار جو اسے چھوڑے گا وہ احمق ہوگا۔

قصمہ اللہ۔ اسے اللہ تعالیٰ توڑ دے گا یعنی اسے فائدہ۔ جبار صفت مذموم ہے جب انسان کے لیے مستعمل ہو خدا تعالیٰ تباہ و برباد کرے۔ یہ تارک قرآن کیلئے بددعا ہے یا خبر ہے ومن ابتغی الھدی فی غیرہ اضلہ اللہ جو اس کے غیر میں ہدایت تلاش کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے۔ یہ بھی دعا ہے یا اس کی خبر ہے کہ اس کا تارک لازماً گمراہ ہوگا کیونکہ سرچشمہ ہدایت کے تارک کو گمراہی لازم ہے وھو حبل اللہ المتین اور اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے یعنی یہ اس کا عہد و امان ہے کہ اس سے عذاب سے امان و پناہ ملتی ہے۔ بعض نے کہا یہ وہ نور ہے کہ اس سے ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے وہ آسمان سے زمین تک دراز رسی ہے یعنی نور پھیلا ہوا ہے بعض نے اس سے سبب قوی مراد لیا ہے یعنی ایسا مضبوط سبب کہ جو کبھی نہ ٹوٹے جو اس دار غرور سے دور رہنا اور دار سرور میں رجوع چاہتا ہے اسے اس کے ساتھ تمسک کرنا لازمی ہے۔

المتین۔ قوی سبب کو کہا جاتا ہے یعنی ایسا قوی اور مضبوط جو ٹوٹنے سے محفوظ اور رحمت رب تک لازمی پہنچا دے۔

وھو الذکر۔ اور قرآن وہ جس سے پند و نصیحت حاصل کی جاتی ہے۔

الحکیم۔ اس کی آیات محکم ہیں یعنی قوی اور ثابت ہیں کہ قیامت تک منسوخ نہیں ہو سکتے یا اپنی تالیف و ترکیب میں حکمت پر مبنی ہے۔

وھو الصراط المستقیم الذی لا تزیغ بہ الاھواء۔ اور وہ سیدھا راستہ ہے کہ خواہشات کے پرستار اس سے ٹیڑھے نہیں ہو سکتے یعنی اس پر عمل کرنے والا بدعات ضلالہ اور دیگر جملہ گمراہیوں سے محفوظ ہوتا ہے۔

ولا تلتبس بہ الالسنۃ۔ اور اسی سے زبانیں مخلوط نہیں ہو سکتیں یعنی ایسے نہیں ہو سکتا کہ یہ کلام مخلوق کے مشابہ ہو جائے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام معصوم ہے۔

ولا یشبع بہ العلماء۔ اور نہ علماء اس سے سیر ہو سکتے ہیں یعنی اس کی کنہ تک نہیں پہنچ سکتے بلکہ جتنا اس میں زیادہ غور و فکر کریں گے اتنا ہی ان پر ایسے معانی جدیدہ منکشف ہوں گے جو اس سے پہلے پردۂ اخفاء میں تھے۔

ولا یخلق۔ بالضم از خلوقۃ بمعنی پرانا ہونا یعنی یہ پرانا نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی رونق میں کمی آتی

ہے اور نہ ہی اس کی تر و تازگی گھٹتی ہے بلکہ پڑھنے سننے والے ہر دونوں اس سے لذت پاتے ہیں ۔

عن کثرۃ الرد ۔ باوجود کثرت اور بار بار کی تلاوت اور استماع کے اور نہ ہی اس سے ذہنوں کو تھکاوٹ محسوس ہوتی ہے بلکہ ہر بار نئی تازگی نئی خنکی جس سے تلاوت کرنے والا اور سننے والا ایک دوسرے سے بڑھ کر لذت اور ذوق محسوس کریں بخلاف کلام مخلوق کے کہ وہ ایک دو بار پڑھنے اور سننے کے بعد طبیعت اکتا جاتی ہے۔

قرآن کے معجزات سے ایک معجزہ یہ بھی ہے ولا تنتهي عجائبه اور نہ ہی اس کے عجائب کی انتہا ہے کہ اس سے نت نئے معانی اور نت نئے کثیر فوائد حاصل ہوتے ہیں ۔

هو الذي لم تنته الجن ۔ یہ وہی کلام ہے جسے جنات سننے کے بعد ٹھہر نہ سکے یہاں تک کہ کہہ اٹھے قالوا سمعنا قرآنا عجبا ۔ بیشک ہم نے عجیب قرآن سنا ہے ۔

فائدہ: عجب مصدر ہے مبالغہ کے طور پر لایا گیا ہے یعنی عجیب ہے اپنے حسن نظم کے لحاظ سے یهدی الی الرشد ۔ ہدایت کی راہ دکھاتا ہے یعنی ایمان اور بھلائی کی رہبری کرتا ہے ۔ فآمنا به تو ہم اس پر ایمان لائے اور تصدیق کی ۔ من قال به صدق ومن عمل به رشد جو اسے بولے گا سچ کہے گا جو اس پر عمل کرے گا وہ ہدایت کی راہ پائے گا ۔ یعنی وہ راشد و مہدی (ہدایت یافتہ ہوگا) ومن حکم به عدل ومن دعا الیه هدی الی صراط مستقیم اور جو اس کے مطابق فیصلہ کرے گا مبنی بر انصاف ہوگا ۔ اور جو اس کی دعوت دے گا وہ راہ مستقیم پائے گا ۔

فضیلت قرآن: حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں اہل قرآن کو بلا کر انہیں ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کے ستر ہزار رکن ہوں گے جس کے ہر رکن میں سرخ یاقوت ہوگا جس کی روشنی اتنی دور سے نظر آئے گی جو کئی دنوں کی راہ سے نظر آتی ہے ۔ اس پر اسے کہا جائے گا کہ اب راضی ہو ۔ عرض کرے گا ہاں ۔ اس پر اس کے وہ فرشتے کراماً کاتبین عرض کریں گے جو اس کے ساتھ رہتے تھے اے اللہ تعالیٰ اسے اور عطا ہو ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے قرآن کے عاشق دایاں ہاتھ پھیلا وہ ہاتھ پھیلائے گا تو اس کے ہاتھ اپنی رضامندی ڈال دے گا ۔ اس کے بعد فرمایا بایاں ہاتھ پھیلا ۔ جب وہ بایاں ہاتھ پھیلائے گا تو اسے خلد سے بھر دے گا اس پر فرمائے گا اب راضی ہے عرض کرے گا ہاں ۔ پھر وہی فرشتے عرض کریں گے اے پروردگار عالم اسے اور عطا ہو ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے اسے اپنی رضامندی اور خلد بخشی ہے لو اسے نور بخشتا ہوں جو سورج جیسا نور ہے اس کے بعد اسے ستر ہزار فرشتوں کے جلوس کے ساتھ بہشت میں لایا جائے گا ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے بہشت میں

---

[1] المصابیح ۱۲ ۔ اویسی غفرلہٗ

Scanned with CamScanner

لے جاؤ اور قرآن مجید کے ہر حرف کے بدلے ایک حسنہ دے دو جس کے بدلے میں بہشت کا ایک درجہ عطا ہو گا جس کے ہر دوسرے درجے کے درمیان سو سال کی مسافت ہو گی۔

قاری قرآن کے ماں باپ: جب قرآن والے کو انعام و اکرام سے نوازا جائے گا تو پھر اس کے بعد اس کے ماں باپ کو لایا جائے گا تو انہیں بھی وہی انعامات عطا ہوں گے جو قرآن والے کو نصیب ہوئے یہ صرف قرآن والے کا صدقہ اور اس کی عزت کی وجہ سے اور انھیں کہا جائے گا یہ تمھیں صرف اسی لیے انعام مل رہا ہے کہ تم نے اپنے بچے کو قرآن کی تعلیم دی ہے

بخردی درس زجر و تعلیم کن
بہ نیک و بدش وعدہ و بیم کن
ہر آن طفل کو جور آموزگار
نہ بیند جفا بیند از روزگار

ترجمہ: بچپن میں اسے زجر و تعلیم دے۔ اسے نیک و بد کا وعدہ اور برا انجام بتا۔

۲: وہ لڑکا جو استاذ کی سرزنش پائے گا وہ دنیا سے ظلم و جفا دیکھے گا۔

تفسیر عالمانہ: مایقال لک۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار کی اذیتوں پر تسلی دینا مطلوب ہے یعنی جو کچھ تمھارے حق میں یا قرآن کے حق میں کفار کی طرف سے نہیں کہا جاتا الا وقد قیل للرسل من قبلک مگر حالانکہ تمھارے سے پہلے رسل کرام اور ان کی کتابوں کے حق میں بھی کہا جاتا ہے مثلاً جیسے آپ کو جادوگر کاہن اور مجنوں اور جیسے آپ کی کتاب کو بناوٹی کہا جاتا ہے ایسے ہی آپ سے پہلے رسل کرام کو اور ان کی کتابوں کے متعلق کہا جاتا۔

ان ربک لذو مغفرۃ۔ بیشک تمھارا رب اپنے انبیاء اور ان پر ایمان لانے والوں کیلئے ذو مغفرت ہے۔ و ذو عقاب الیم۔ اور ان کے اعداء جو ان پر اور ان کی کتابوں پر ایمان نہیں لاتے کے لیے سخت دردناک عذاب والا ہے کیونکہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام اور ان کے ماننے والوں کو اذیت پہنچانے کا التزام کر رکھا تھا اور اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ ہے کہ وہ اپنے انبیاء و رسل کرام کی مدد فرماتا رہتا ہے اور ان کے دشمنوں سے بدلہ لیتا رہتا ہے اسی لیے عنقریب آپ کی مدد فرمائے گا اور آپ کے دشمنوں سے سخت تر بدلہ لے گا۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ اولیاء اللہ چونکہ انبیاء علیہم السلام کے وارث اور جانشین ہیں اسی لیے ان کے بھی دشمن اور حساد ہوا کرتے ہیں جو ان پر لعن وطعن اور ملامت بالبنون والعمل پر کمر بستہ رہتے ہیں لیکن اللہ والے صبر سے کام لیتے ہیں اسی لیے اپنی مرادوں سے بہرہ ور ہوتے

Scanned with CamScanner

ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام کا طریقہ تھا اللہ تعالیٰ اُن کے متعلق دوسرے مقام پر فرماتا ہے **ولقد کذبت رسل من قبلک فصبروا علی ما کذبوا و اوذوا حتی اتاھم نصرنا**۔ اور بیشک آپ سے پہلے رسل کرام تکذیب کئے گئے تو اس جھٹلائے جانے اور ایذا دیئے جانے پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کے ہاں ہماری مدد پہنچی یعنی ظاہری مدد تو یہ ان کے دشمن تباہ و برباد ہوئے اور اُن کی دعائیں مستجاب ہوئیں اور باطنیوں ہوا کہ انھیں اخلاق اللہ پر عمل نصیب ہوا یعنی صبر یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مدد کی نشانی ہے کیونکہ صبر سے مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید

کیمیائے ہمچو صبر آدم ندید

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیشمار کیمیا پیدا فرمائے لیکن آدمی کے صبر جیسا کوئی کیمیا بڑھ کر نہیں۔

فائدہ:۔ صبر کی برکت سے انسان ایک حال سے دوسرے ایسے حال تک پہنچ جاتا ہے جو بہ نسبت پہلے کے ہزاروں درجہ بہتر ہوتا ہے جیسے تانبا اکسیر سے سونا بن جاتا ہے ایسے ہی صابر کو سمجھئے۔

فائدہ:۔ آیت سے ثابت ہوا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ خلق کے ایذاء پر کسی کی زبان نہیں کاٹا (بند کرتا) بلکہ بہت سے انسان خود اللہ تعالیٰ کو بھی نہیں چھوڑتے مثلاً اسی کے لیے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جورو اور اُس کی اولاد ہے وغیرہ وغیرہ لیکن اللہ تعالیٰ ان کو بھی کچھ نہیں کہتا تو یہی کیفیت انبیاء و مرسلین اور اولیاء مقربین کی ہے ان کے دشمنوں کے لیے قیامت میں ہی آگ بھڑکائی جائے گی جس میں وہ خوب جل کر راکھ ہوں گے۔ ہاں انبیاء و اولیاء کو حد سے زیادہ صبر ضروری ہے پھر ان کا حال ہو جاتا ہے کہ ان پر آگ بھی اثر نہیں کرتی جیسے ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہوا کہ دشمنوں نے تو جلانے کی ٹھانی لیکن اللہ تعالیٰ نے نار کو گلزار بنا دیا ایسے ہی اولیاء و انبیاء علیہم السلام کے لیے ہر مصیبت آگ کی طرح ہوتی ہے لیکن ان کے قلوب صدیقین کی طرح ہوتے ہیں کہ دنیا کی آگ سے محفوظ ہوتے ہیں ان پر مصائب آتے ہیں لیکن جتنا تقاضائے الٰہی نے ان کے لیے مقدر فرمایا ہے اور جو اس کی قضاء و قدر پر ایمان رکھتا ہے وہ ہر اعتراض و انقباض سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہی اولیائے کبار کا طریقہ ہے۔ ہم اللہ تبارک و تعالیٰ سے عذاب نار کی آگ سے سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ:۔ **وجعلناہ**۔ اور اگر ہم اسے بناتے یعنی ذکر کو قرآنا اعجمیا۔ عجمی بولی پر مشتمل ہو۔

حل لغات:۔ اعجمی ہر وہ شخص جو اپنی مراد بیان کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو خواہ عربی ہو لیکن بطریق استعارہ

Scanned with CamScanner

اس کلام پر اس کا اطلاق ہو رہا ہے جو لغت عجم میں مرکب ہو اس شخص کے ساتھ تشبیہ دے کر جو اپنا مفہوم بیان کرنے سے قاصر ہو اسی لیے عرب دوسروں کو عجمی کہتے ہیں۔

شانِ نزول: یہ قریش کی سرکشی کی وجہ سے ان کے اعتراض کا جواب ہے وہ کہتے کہ قرآن لغت عجم میں کیوں نہ نازل ہوا۔

لقالوا۔ تو کہتے کفار قریش ۔ **لولا** حرف تخصیص ہے بمعنی **ھلا**۔ یہ حرف جب ماضی پر داخل ہوتا ہے تو ترکِ فعل کی زجر و توبیخ کا فائدہ دیتا ہے۔ یہاں بھی ماضی میں بمعنی انکار کے ہے۔

فصلت آیاتہ۔ اس کے آیات تفصیل کے طور پر کیوں نہیں بیان کیے گئے یعنی کہتے کہ یہ قرآن عجمی بولی میں ہے اور ہم عربی ہیں **لھذا** ہم اسے عجمی ترجمان کے بغیر کیسے سمجھیں۔

عجمی وہ ہے جو قوم عجم کی طرف منسوب ہو فصیح ہو یا غیر فصیح۔

فائدہ: **ا ا عجمی و عربی**۔ کیا وہ عجمی و عربی ہے۔ یہ تخصیص کے انکار کی تقریر کے لیے ہے۔ پہلا ہمزہ انکار کا ہے اور اس سے انکار ہی مراد ہے اور اعجمی وہ ہے کہ جس کا مفہوم سمجھ میں نہ آئے اور لغت عجم میں اہل عرب کے لیے ایسے ہی ہے جیسے ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے یاء نسبت کے لیے نہیں بلکہ مبالغہ کی ہے جس سے وصف مدخولہ کا مبالغہ مطلوب ہے جیسے احمری۔ اب معنی یہ ہوا کہ یہ لوگ انکار کر کے لازماً کہیں گے کہ یہ عجمی بولی میں اُترنے والا کلام بھی ہے یا فضول الفاظ مہمل باتیں ہیں یا قرآن ہے تو اس کا مفہوم ہمیں سمجھ نہیں آتا حالانکہ یہ نہایت ناموزوں سی بات ہے کہ رسول و مرسل علیہم السلام تو عربی ہیں لیکن قرآن عجمی ہے۔ یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ کہتے کہ عجمی قرآن اہل عرب کو کیسے بھیجا گیا پھر اس سے ان کی تکذیب اور بڑھ جاتی باوجودیکہ وہ اقرار کر لیں گے کہ یہ قرآن تو ہے لیکن ہم مرسل الیہم تو سب کے سب عربی ہیں اور یہ عجمی اس کا آپس میں رابطہ نہیں ہو سکتا اور اس میں منافات کا بیان ہے اور منافات بھی کلام اور اس کے مخاطب کے درمیان ہے اس سے یہ مقصد نہیں کہ مخاطب ایک ہے یا جماعت۔

فائدہ: ہشام نے اسے بطریق اخبار پڑھا ہے۔ اعجمی کا ہمزہ استفہام نہیں مانتا نہ ہی وہ اسے جملہ انشائیہ بناتا ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ یہاں صرف ایک ہی ہمزہ ہے جو کلمہ اعجمی کا ایک مستقل حرف ہے۔

فائدہ: تفصیل سے تفریق و تمیز مراد ہے تبیین کا معنیٰ مراد نہیں جیسے پہلی قرأت میں ہے اب معنیٰ یہ ہوا کہ اگر ہم قرآن مجید سارا ہی عجمی نازل کرتے تو کفار کہتے کہ اس کے آیات متفرق و متمیز کیوں نہیں نازل کئے گئے بایں طور کہ اس کے بعض مضامین عجمی ہوتے تاکہ عجم اپنا مفہوم خود ہی سمجھتے اور اس کے بعض مضامین عربی ہوتے جس سے اہل عرب اپنا مفہوم خود سمجھتے۔ خلاصہ یہ کہ قرآن مجید جس لغت میں بھی نازل

Scanned with CamScanner

ہوتا یہ ایسے ہی سرکشی کے طور ٹال مٹول کرتے کیونکہ جسے حق بات کا انکار ہوتا ہے وہ اس طرح کیا کرتا ہے اور یہ کفار بھی ماننے والے تو ہیں نہیں کیونکہ یہ خواہش کے غلام ہیں ؎

در چشم ایں سیاہ دلاں صبح کاذب است

در روئے اگر ید بیضا شود کسے

ترجمہ:۔ ان سیاہ دلوں کی آنکھ میں صبح کاذب ہے اگرچہ کسی کا چہرہ ید بیضا کی طرح صاف ہو۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس میں اس بندے کی علت کا ازالہ ہے جو صدق دعوت الٰہی و صمت شریعت کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے ورنہ جو منکر ہے تو اُس کے ہزاروں حیلے ہوتے ہیں مثلاً اگر اللہ تعالیٰ اُن کے کہنے پر یہی قرآن عربی و عجمی ہر دونوں طرح نازل کرتا تو پھر کہتے کہ یہ سریانی و عبرانی میں کیوں نازل نہ ہوا۔

تفسیر عالمانہ:۔ قل ھو۔ فرمایئے وہ ذکر۔ للذین اٰمنوا ھدی و شفاء۔ اہل ایمان کے لیے ہدایت اور شفا ہے جو بھی اُن کے دلوں میں شک و شبہ پیدا ہوتا ہے تو یہ اسے دُور کر دیتا ہے یا شفا بایں معنی ہے کہ اس کے ذریعے سے فکر اور تحیر خواطر کے دکھ سے نجات پاتے ہیں یا اس کے ساتھ عشق رکھنے والے دلوں کی تنگی سے یوں شفا پاتے ہیں کہ اس کی تلاوت سے بہرہ ور اور اس میں غور و فکر کر کے لذت محسوس کرتے ہیں یا یہ عشاق کے قلوب کو اشتیاق کے عوائق کو شفا بخشتا ہے اس لیے کہ لطیف اور عجیب و غریب و عدے ہیں یا عارفین کے قلوب کی شفا ہے اس لیے کہ اس میں انوار تحقیق و آثار خطاب اب غالب ہے۔

الذین لا یومنون۔ اور وہ جو ایمان نہیں لاتے۔ یہ مبتدا اور اس کی خبر فی اٰذانھم وقر ا ہے (ان کے کانوں پر بوجھ ہے یعنی بہرہ پن) یعنی قرآن ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔ جب وقر کو ضمیر مقدر کی خبر مانا جائے اور فی اذانھم محذوف کے متعلق ہے جو وقر سے حال ہے۔ محل وقر کے بیان کے لیے واقع ہوا ہے۔ یہی تقریر آنے والے قول کے زیادہ موافق ہے۔

وھو۔ اور قرآن۔ علیھم۔ سرکش کفار پر۔ عمی۔ اندھا پن ہے اس لیے کہ قرآن کو سن کر اس پر عمل نہیں کرتے اور اس کی آیات کو نہیں دیکھتے اسی لیے اندھے بہرے ہیں۔

حل لغات:۔ عمی بفتح المیم المنونۃ یعنی اندھا پن والے بایں معنی کہ اس کے سماع سے ان کے قلوب اندھے ہو چکے ہیں۔ عمی مصدر ہے۔ عمی یعمیٰ کا جیسے وزن علم یعلم۔ المفردات میں ہے کہ اس سے آنکھوں کا اندھا پن بھی مراد ہو سکتا ہے اور بصیرت کا بھی ہر دونوں کا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے بکسر المیم پڑھا ہے بمعنی خفی۔ اب معنیٰ یہ ہے کہ ان کے دلوں پر پردہ پڑا ہے تو پھر وہ کس طرح

Scanned with CamScanner

قرآن کے جمال باکمال کو دیکھ سکتے ہیں۔ اُمّ ثالث۔ وہی بعید از حق جن کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ حق کو سننے سے کان بہرے اور آیات ظاہرہ دیکھنے سے ان کی آنکھیں اندھی ہیں۔ اسی لیے انھیں اس کا مشاہدہ نصیب نہیں ہو رہا۔ **ینادون من مکان بعید**۔ وہ دُور کے مکان سے پکارے جائیں گے۔ یہ اُن کے قرآن کو قبول نہ کرنے اور نہ اُن کے اسے سننے کی تمثیل ہے یعنی یہ ایسے ہے جیسے کسی کو دُور سے چیخ چیخ کر کے پکارا جائے لیکن وہ صرف آواز تو سُنے لیکن اس سے کچھ نہ سمجھے تو پھر ایسے کو پکارنے کا کیا فائدہ۔ ؎

نادیٔ اقبال می گوید کہ اے ناقابلاں

با بسے نزدیک نزدیک و شما بس دور دور

ترجمہ۔ اقبال کا منادی کہتا ہے کہ اے نا اہلو ہم بہت نزدیک ہیں لیکن تم خود بہت دُور ہو۔

حکایت سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میں جامع مسجد بعلبک میں ایسے لوگوں میں وعظ کہہ رہا تھا جن کے دل مردہ و افسردہ ظاہری اُمور میں گرفتار باطن سے بالکل بے بہرہ یہاں تک کہ میری کوئی ایک بات بھی ان پر اثر نہ کر رہی تھی۔ جب میں نے دیکھا گیلی لکڑیوں میں میری تقریر کی آگ بے اثر ہے تو مجھے سخت افسوس ہوا کہ جانوروں کی تربیت کرنا اندھوں کے آگے آئینہ رکھنا ہے لیکن چونکہ حقیقت کا باب بند نہ تھا اس میں مایوس نہ ہوا اس لیے کہ

؎ دوست نزدیک تر از من بمن ست

ویں عجب تر کہ من از وے دورم

چہ کنم با کہ تواں گفت کہ او

در کنار من و من مہجورم

ترجمہ۔ دوست مجھ سے میرے زیادہ قریب ہے اس کا تعجب ہے کہ میں اس سے دور ہوں۔

۲۔ کیا کروں کسے کہوں کہ وہ تو میری بغل میں ہے لیکن میں مجبور ہوں۔

میں اسی قول کی شرح میں مست اور تقریر جاری تھی کہ ایک اسی مجلس کا بڑا اکتادھڑا وہاں سے گزرا تو میری بات اس پر اثر کر گئی۔ اس نے زور سے نعرہ مارا تو جملہ اہل مجلس بھی شور و فغاں میں شروع ہو گئے اب تو بے خبر بھی جوش میں تھے۔ میں نے کہا سبحان اللہ دُور والے باخبر تو حضوری میں ہیں لیکن قریب والے بے خبر دور میں ؎

Scanned with CamScanner

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ
رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝ مَنْ عَمِلَ
صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝

ترجمہ :۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر ایک بات تمہارے رب کی طرف سے گزر نہ چکی ہوتی تو جبھی ان کا فیصلہ ہو جاتا اور بیشک وہ ضرور اس کی طرف سے ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں جو نیکی کرے وہ اپنے بھلے کو اور جو برائی کرے تو اپنے برے کو اور تمہارا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

بقیہ ۴۲۳ کا

فہم سخن چوں نکند مستمع
قوت طبع از متکلم مجو

ترجمہ :۔ سننے والا جب فہم سخن نہ کرے تو قوت طبع متکلم سے تلاش نہ کر۔

فسحت میدان ارادت بیار
تا بزند مرد سخن گوی نگو

ترجمہ :۔ میدان ارادت کی فراخی لا تاکہ تا مرد سخن کہنے والا اپنی گیند میدان میں لائے۔

فائدہ :۔ ضحاک نے فرمایا کہ انہیں قبیح ترین اسماء سے دور سے پکارا جائے گا مثلاً کہا جائے گا یا فاسق یا منافق وغیرہ وغیرہ۔ ایسی پکار ان کو توبیخ کے لحاظ سے زیادہ سخت ہوگی۔

تفسیر صوفیانہ :۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ مکان بعید یعنی دور سے پکارے جانے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں اعلیٰ علیین سے آواز پڑے گی جب کہ وہ اسفل سافلین یعنی طبیعۃ انسانیہ میں ہوں گے اور یہ مرتبہ بعید سے بعید تر ہے۔

ملفوظ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جو کانوں سے بہرہ ہو کر ازل سے ندائے حق کو سننے

Scanned with CamScanner

سے محروم رہا تو پھر وہ بوقت ایجاد بھی محروم رہا۔ اگر کچھ سن بھی لے تو بھی اس پر اندھا پن ہوگا اور حقائق سے بہت دُور رہے گا۔ وہ اس لیے کہ انہیں دُور سے ہی پکارا گیا۔ ایسوں کو بھی کبھی قرب نصیب نہ ہوگا۔ ہم ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے قرب کا سوال کرتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ: ولقد اٰتینا موسیٰ الکتاب فاختلف فیہ (بیشک موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی تو لوگوں نے اس میں اختلاف کیا) ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات دی تو اس میں اختلاف کیا گیا۔ بعض نے تصدیق کی بعض نے تکذیب کی بلکہ پانچسو سال کے بعد اسے یکسر بدل کر رکھ دیا یہی تمہاری قوم کا حال ہے کہ ہم نے قرآن مجید دیا ان کے بعض تصدیق کرتے ہیں بعض کفر کرتے ہیں۔ اگرچہ اس کی تحریف نہیں کر سکتے کیونکہ ہم اس کے محافظ ہیں۔ کتب میں اختلاف کرنا ان کا قدیمی شیوہ ہے۔ یہ صرف تمہاری قوم کا طریقہ نہیں اس میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دینا مطلوب ہے۔ ولولا کلمۃ سبقت من ربک (اگر تمہارے رب کا کلمہ سبقت نہ کر جاتا) یعنی تمہاری تکذیب کرنے والوں کے لیے یہ نہ لکھ دیا جاتا کہ ان کو دنیا میں عذاب نہیں ہوگا اور ان کا اور اہل ایمان کا فیصلہ قیامت میں ہوگا مثلاً فرمایا بل الساعۃ موعدھم (قیامت ہی ان کی وعدہ گاہ ہے) اور فرمایا ولکن یؤخرھم الی اجل مسمّی (لیکن ہم انہیں ایک مقرر میعاد تک موخر کرتے ہیں) ایسے مضامین نہ ہوتے تو لقضی بینھم۔ دنیا میں ان کا فیصلہ ہو جاتا یعنی جیسے پچھلی تکذیب کرنے والی قوموں کو تباہ و برباد کیا گیا ان کو بھی تباہ و برباد کیا جاتا۔

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ اس اُمت کو اس لیے تباہ و برباد نہ کیا گیا کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمۃ ہیں اور مکہ معظمہ میں عذاب بھیجنا بھی موزوں نہ تھا کہ یہ انبیاء و مرسلین سابقین علیہم السلام کی ہجرت گاہ اور ملائکہ مقربین کی نزول گاہ ہے بلکہ انہیں کی وجہ سے یہاں کئی طرح کی رحمتِ ربانی کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ اگر یہاں عذاب نازل ہوتا تو اس کا حال بھی وہی ہوتا جو عاد و ثمود کے گھروں کا ہوا اس سے لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہو جاتی اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے خلاف ہوتا۔ انہوں نے مکہ معظمہ کے لیے دُعا فرمائی کہ اجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم۔ اے اللہ تعالیٰ لوگوں کے دل ایسے بنا دے جو ان کی طرف مائل ہوں۔ اس حکمت پر مبنی ہے کہ ابھی تک حرم مبارک گندی آماجگاہوں اور بُرے حملوں سے محفوظ ہے (سوائے اس کے کہ ۱۳۹۹ھ میں نجدیوں نے محض اپنی شاہی کو برقرار رکھنے کے لیے حرم محترم کو بُری طرح گندگیوں سے ملوث کیا اور غلط طریقہ سے آماجگاہ بنایا) اور اپنے غیض و غضب کے اسباب سے اسے خود بچاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

وانهم ۔ اور بیشک وہ کفار ۔ **لفی شك منه** ۔ البتہ وہ اس قرآن سے شک میں ہیں ۔ **مریب** شک میں ڈالنے والا ہے یعنی اضطراب کا موجب اور اس میں ڈالنے والا ہے ۔ اس کی مزید تحقیق سورۂ سبا میں ہے ۔ تحقیق کا طالب اس کا مطالعہ کرے ۔

حل لغات :۔ تساوی الطرفین کا نام شک ہے یعنی ان میں ایسا تردد کہ اس کی کوئی جانب بھی ترجیح پا سکے اور وہم بمعنی ملاحظۃ الطرف المرجوح ۔ اور وہم و شک میں کسی قسم کا حکم جاری نہیں ہوتا یعنی اس میں تصدیق نہیں ہوتی ۔ **من عمل صالحًا** ۔ اور جو اس پر نیک عمل کرے یعنی کتابوں پر ایمان لا کر اس کے مطابق عمل کرے ۔ **فلنفسه** تو اپنے فائدے اور نفع کے لیے ہے اس سے اس کے غیر کا کوئی فائدہ نہیں ومن اساء اور وہ جو برائی کرتا ہے ۔ الاساءۃ بمعنی برائی کرنا ۔ **فعلیھا** تو اسی پر ہے یعنی اس کا نقصان خود اٹھائے گا کسی دوسرے کو اس کا نقصان نہ ہوگا ۔

وما ربك بظلام للعبيد (اور تمہارا رب اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا) اور ان کے ساتھ ایسا کام نہیں کرتا جو ان کے ناکردہ فعل کی سزا بھی جائے بلکہ وہ عادل اور صاحب فضل ہے جو ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا و سزا دیتا ہے ۔ یہ تذییلی جملہ معترضہ ہے جو ماقبل کے مضمون کی تائید کرتا ہے اور دکھانا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ نیکی نہ کرنے والے کو احسن جزا دے اور نیکی کرنے والے کو عذاب دے یہ تو ظلم ہے اور ظلم کا صدور اس کی ذات سے محال ہے وہ منزہ من الظلم ہے ۔

فائدہ :۔ جو ظلم کو ظلم سمجھ کر کرے وہ ظلّام ہے پھر اسے مع نفی صیغۂ مبالغہ کی طرف نقل کیا گیا ہے ۔ اسی لیے اس کے مبالغہ کا رجوع نفی کی طرف ہوتا ہے ۔ اب مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ میں ظلم بالکل ہے ہی نہیں ۔ اگر نفی کا لفظ صیغۂ مبالغہ پر داخل کیا جائے یعنی ظلّام کو تضعیف کے ساتھ لا کر اس پر حرف نفی داخل کی جائے تو معنیٰ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ میں ظلم بالکل نہیں ہے ۔ اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ اس میں ظلم تھا اب اس میں نہیں ۔ **حاشا الله وهو منزه عن الظلم** ۔ یا ظلّام کا مبالغہ بندوں کی کثرت کی وجہ سے ہے نہ باعتبار کثرت ظلم جیسا کہ خود فرمایا ولا یظلم ربك احدا ۔ اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا ۔

حدیث قدسی شریف :۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے اوپر اور اپنے بندوں پر ظلم حرام کیا ہے خبردار ظلم نہ کرو ۔

فائدہ :۔ ظلم بمعنی کسی غیر کا ملک میں تصرف کرنا یا حد سے بڑھنا یہ دونوں معانی اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہیں کیونکہ جملہ عالم اسی کی ملک ہے دوسرا کوئی نہیں جو اس کے اوپر ہو یا کوئی ایسی حد نہیں کہ وہ اس سے تجاوز نہ کرے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ظلم سے منزّہ و مقدس ہے اگرچہ بندوں سے ظلم ممکن تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں روک دیا ۔

Scanned with CamScanner

حدیث شریف:۔ جو ظالم کے ساتھ اس لیے جاتا ہے کہ اس کے ظلم میں اس کی مدد کرے اور اسے یقین اور علم ہے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا۔

حدیث شریف:۔ جو ظالم کے پیچھے یعنی اس کے تعاون کے لیے سات قدم چلتا ہے تو وہ مجرم ہے اللہ تعالیٰ نے ایسے مجرمین کے لیے فرمایا ہے انا من المجرمون منتقمون۔ ہم مجرموں سے بدلہ لیں گے۔

حکایت:۔ سمرقند کے ایک بادشاہ کو امتحان کی عادت بھی تھی بار اس نے مدرسہ کے درجہ علیا و اوسط و اسفل کے طلبہ کا امتحان لیا باوجودیکہ اس امر پر کئی اور علماء مدرسین بھی مقرر تھے تاکہ طلبہ کی درجہ بندی میں ظلم نہ ہو اور وہ کہتا تھا کہ ان کے درجات بڑھانا گھٹانا کفر ہے کیونکہ اکثریت دورِ حاضرہ میں خلذان و حرمان کی طرف جا رہی ہے۔ حضرت صائب نے فرمایا کہ ؎

نیز بختی لازم طبع بلند افتادہ است
پائے خود را چوں تواند داشتن روشن چراغ

ترجمہ:۔ بخت کو طبع بلند لازم ہے اپنے پاؤں پر روشن چراغ کیسے رکھا جا سکتا ہے۔

سبق:۔ اہل فہم پر لازم ہے کہ ہمیشہ نیک عمل میں سبقت کریں بالخصوص جب ظلم اور فساد اور نفوس و طبائع پر غلبہ شہوات کے وقت ایسے دور میں حق پر ثابت قدم رہنا افضل و اعظم عمل ہے۔

کرامت الماجشون و عمر بن عبد العزیز رحمہما اللہ تعالیٰ

ابن الماجشون فرماتے ہیں کہ میرے والد پر نزع موت واقع ہوئی ہم نے انہیں چارپائی پر لٹایا تاکہ انہیں غسال غسل دے۔ دیکھا تو ان کے قدموں تلے پسینہ جاری ہے۔ ہم نے نہلانے میں تین دن تک توقف کیا تین دن کے بعد زندہ ہو کر اٹھ بیٹھے اور فرمایا مجھے ستو کھلاؤ۔ ستو لائے گئے نوش فرمائے۔ ہم نے پوچھا فرمایئے آپ کے ساتھ کیا گزری فرمایا کہ میری روح کو آسمان پر لے گئے فرشتے نے دروازہ کھلوایا۔ اس طرح مجھے ساتویں آسمان پر لے گئے فرشتے نے دروازہ کھلوایا تو اس سے پوچھا گیا کسے لائے ہو فرمایا ماجشون کو۔ فرمایا اس کی اجازت نہیں اس کی عمر کا کچھ حصہ باقی ہے اس کے بعد مجھے نیچے اتارا گیا۔ اندریں اثناء میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ابوبکر دائیں جانب اور عمر بائیں جانب اور عمر بن عبد العزیز آگے ہیں۔ میں نے فرشتے سے پوچھا کہ عمر بن عبد العزیز کو اتنا قرب کیسے حاصل ہوا۔ فرمایا کہ انہوں نے حق پر ظلم کے دور میں ثابت قدمی دکھائی اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے حق کے زمانہ میں حق پر۔

فائدہ:۔ یہ وہی ماجشون ہیں جو حضرت عمر بن عبد العزیز کے دورِ خلافت میں مدینہ طیبہ میں ان کے مشیر مقرر تھے۔

Scanned with CamScanner

بقومیکہ نیکی پسند و خدا
دہد خسرو عادل و نیک رائے
چو خواہد کہ ویراں کند عالمے
کند ملک در پنجہ ظالمے

ترجمہ : جس قوم کے لیے اللہ تعالیٰ نیکی پسند کرتا ہے تو انھیں عادل و نیک بادشاہ دیتا ہے۔

۲ : جب چاہتا ہے کہ جہان کو ویران کرے تو ملک ظالم کے پنجہ میں دیتا ہے۔

الحمد للہ اس پارہ کے ترجمہ سے مدرسہ جامعہ نعیمیہ مجددیہ ملیر کالونی کراچی میں دوران دورہ تفسیر القرآن ۸ رمضان مبارک ۱۴۰۶ھ شب اتوار بوقت سحر فراغت پائی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک وصلی اللہ علیٰ حبیبہ الکریم و علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ، بہاولپور

فہرست مضامین پارہ نمبر ۲۴

پہلا رکوع ۳
ترجمہ دور رکوع ھذا مع تفسیر آیت فمن اظلم ۴
تفسیر آیت والذی جاء بالصدق و فضیلت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۵
تفسیر صوفیا اور تصرف اولیا کا ثبوت ۷
تفسیر الیس اللہ بکاف عبدہ ۹
حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ اور شیر کا واقعہ ۱۴
تفسیر ولئن سألتھم الآیۃ ۱۲
تفسیر قل یا قوم اعملوا (الآیۃ) ۱۵
تفسیر انا انزلنا علیک الکتاب ۱۶
رکوع عربی اللہ یتوفی الانفس مع ترجمہ اردو ۱۸
تفسیر آیت اللہ یتوفی الانفس روح کی تعریف ۱۹
وہابی نجدی کا عقیدہ اور روح کی ڈیوٹی ۲۰
موت کی تعریف اور حقیقی و مجازی انسان ۲۱
فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی روح کس نے نکالی ۲۲
خواص اولیا کی روح اللہ خود قبض کرتا ہے (حاشیہ) ۲۳
تفسیر والتی لم تمت فی منامھا ۲۴
روح کی پرواز اور نیند نعمت ہے ۲۵
سونے سے پہلے کی دعا ۲۷
تفسیر ام اتخذوا من دون اللہ ۳۰
ازالۂ وہم وہابی ۳۲
تہتر فرقوں کی بخشش اور عوام کو وہم ۳۳
تفسیر واذا ذکر اللہ وحدہ الآیۃ ۳۴
اللہ کا جلیس ۳۶
تفسیر قل اللھم فاطر السموٰت الآیۃ ۳۷
حضور علیہ السلام کی عادت کریمہ ۳۸
تفسیر ولو ان للذین ظلموا (الآیۃ) ۳۹
تفسیر وبدا لھم من اللہ (الآیۃ) ۴۰
تفسیر فاذا مس الانسان ضر (الآیۃ) ۴۲
قحط عرب کا نمونہ ۴۴
عربی رکوع قل یعبادی الذین اسرفوا مع ترجمہ ۴۷
تفسیر قل یعبادی الذین (الآیۃ) ۴۸
آیت مذکورہ کی تفسیر صوفیانہ ۵۰
عفو و مغفرت کا فرق ۵۱
مکالمہ موسیٰ علیہ السلام با خدا تعالیٰ ۵۲

Scanned with CamScanner

شانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ۵۵
تفسیر انیبوا الیٰ ربکم (الآیۃ) ۵۵
رابعہ بصری رضی اللہ عنہا کی کہانی ۵۶
تفسیر واتبعوا احسن ما انزل الآیۃ ۵۷
تفسیر صوفیانہ بلیٰ قد جاءتک الآیۃ ۶۱
تفسیر ویوم القیٰمۃ تری الذین الآیۃ ۶۲
تفسیر اللہ خالق کل شیءٍ الآیۃ ۶۵
تفسیر لہٗ مقالید السمٰوٰت (الآیۃ) ۶۵
مختارِ رسول صلی اللہ علیہ السلام اختیارِ کل ۶۶
رکوع عربی قل افغیر اللہ الخ مع ترجمہ اردو ۶۷
تفسیر قل افغیر اللہ الخ ۶۷
حبطِ اعمال کے اقسام ۶۹
بل اللہ فاعبد کی تفسیر اور شکر کے درجات ۷۰
دریائی سفر کا وظیفہ اور شرک کی دو قسمیں ہیں ۷۴
تفسیر ونفخ فی الصور اور نفخ کی اقسام اور صورِ اسرافیل ۷۶
صورِ اسرافیل علیہ السلام کا طول و عرض ۷۷
ملک الموت کی موت کا واقعہ ۷۷
سات اشیاء غیر فانی ۷۸
ثم نفخ فی الصور کی تفسیر اور نفخ کی اقسام ثانی کے بعد سب سے پہلے کون ۸۱
نفخ صور چار دفعہ اور چالیس سال گھبراہٹ ۸۲
قیامت میں زندہ اٹھنے کا منظر ۸۳
تفسیر واشرقت الارض (الآیۃ) ۸۴
تفسیر ووضع الکتاب (الآیۃ) ۸۵
قیامت میں کلام الٰہی سننا ۸۶
نبی علیہ السلام اور ولی کا عمل اور حاضر و ناظر کا ثبوت ۸۷
خدا تعالیٰ کے گواہ ہمارے اعضاء ۸۸
رکوع وسیق الذین کفروا مع ترجمہ اردو ۸۹
تفسیر وسیق الذین کفروا (الآیۃ) ۹۰
اوصاف ذمیمہ سات ہیں ۹۱
تکبر کے نتائج ۹۳
وسیق الذین اتقوا ربہم الآیۃ کی تفسیر ۹۴
بہشت کے آٹھ دوزخ کے سات دروازوں کا نکتہ ۹۷
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفسیر ۹۷
ذکرِ الٰہی کی فضیلت اور عشق کی نشانی ۹۸
تفسیر قالوا الحمد للہ الذی (الآیۃ) ۹۹
بہشت دو قسم ہے ۹۹
بہشت چار شخصوں کی مشتاق ۱۰۰
حضور علیہ السلام کی امت کی فضیلت ۱۰۱
تفسیر وتری الملائکۃ (الآیۃ) ۱۰۲
طواف و نماز کا فرق ۱۰۳
سورۃ المؤمن کا رکوع اول مع ترجمہ اردو ۱۰۵
تفسیر حٰمٓ ۱۰۶
تفسیر تنزیل الکتاب (الآیۃ) ۱۰۹
توبہ و استغفار میں فرق ۱۱۰
غافر الذنب (الآیۃ) کی تفسیر صوفیانہ ۱۱۲
تفسیر ما یجادل فی آیات اللہ ۱۱۵
فضیلت مناظرہ ۱۱۵
تفسیر کذبت قبلہم (الآیۃ) ۱۱۷
تفسیر الذین یحملون العرش (الآیۃ) ۱۱۹
جبریل خادم و دربان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۱۱۹
منکرینِ اولیاء کا رد اور ان کی نشانی ۱۲۰
عرش اور اس کے درمیان ستر ہزار پردے ۱۲۲
عرش کے ملائکہ ۱۲۲
مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۶
جناتِ عدن کا تعارف اور محبوبِ خدا کی عزت افزائی ۱۲۷
ننھے بچوں کی شفاعت کا نمونہ ۱۲۸
رکوع ان الذین کفروا مع ترجمہ اردو ۱۳۱
تفسیر آیت ان الذین کفروا الخ ۱۳۲
اماتتین و احیائین کے تفسیری نمونے ۱۳۵

Scanned with CamScanner

معتزلہ اور وہابیہ کا رد ۱۲۵
خوارج کی اصل تصویر ۱۲۷
خوارج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں ۱۲۹
تفسیر ھو الذی یریکم آیاتہ (الآیۃ) ۱۳۹
تفسیر رفیع الدرجات (الآیۃ) ۱۴۲
تحقیق عرش کے وجوہ ۱۴۵
عرش کی لغوی تحقیق و صوفیانہ تحقیق ۱۴۶
تفسیر یلقی الروح (الآیۃ) ۱۴۶
تفسیر صوفیانہ (الآیۃ) ۱۴۷
قیامت ملاقات کا دن کیوں ۱۴۸
للہ الواحد القہار کی تفسیر ۱۵۰
تفسیر اذ القلوب لدی الحناجر ۱۵۴
تفسیر الیوم تجزیٰ (الآیۃ) ۱۵۲
رد وہابیہ در مسئلہ شفاعت ۱۵۵
تفسیر وما تخفی الصدور (الآیۃ) ۱۵۷
تفسیر واللہ یقضی بالحق (الآیۃ) ۱۵۹
رکوع عربی اولم یسیروا الخ مع ترجمہ اردو ۱۶۰
تفسیر آیۃ اولم یسیروا (الآیۃ) ۱۶۱
تفسیر ولقد ارسلنا موسیٰ (الآیۃ) ۱۶۳
تفسیر فلما جاءھم بالحق (الآیۃ) ۱۶۵
تفسیر وقال فرعون (الآیۃ) ۱۶۶
تفسیر وقال موسیٰ انی عذت ۱۶۷

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ارشادات ۱۶۸
تکبر کی مذمت ۱۶۹
رکوع عربی ۴ وقال رجل مؤمن مع ترجمہ اردو ۱۷۰
تفسیر آیت وقال رجل مؤمن (الآیۃ) ۱۷۱
رجل موسیٰ علیہ السلام کا تعارف اور علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۷۲
قریش مکہ کا ظلم اور فضیلت صحابہ ۱۷۳
تفسیر یا قوم لکم الملک الیوم (الآیۃ) ۱۷۷
تفسیر یقوم انی اخاف علیکم ۱۷۹
تفسیر الذین یجادلون (الآیۃ) ۱۸۴
تفسیر وقال فرعون یا ھامان ۱۸۷
فرعون کے محل کی تیاری ۱۸۸
رکوع عربی وقال الذی اٰمن مع ترجمہ اردو ۱۹۲
تفسیر آیہ ۶ وقال الذی اٰمن (الآیۃ) ۱۹۳
تفسیر ویا قوم مالی الخ ۱۹۷
تفسیر ان تدعون ھم ۱۹۹
تفسیر وافوض امری الی اللہ ۱۹۹
ایک سابق نبی علیہ السلام کی کہانی ۲۰۱
خزبیل رضی اللہ عنہ کی حکایت ۲۰۲
ویوم تقوم الساعۃ (الآیۃ) کی تفسیر ۲۰۴
اثبات عذاب قبر ۲۰۵
تفسیر واذ یتحاجون (الآیۃ) ۲۰۷

تفسیر قال الذین استکبروا (الآیۃ) ۲۰۸
کافر کی دعا کے متعلق تحقیق ۲۰۹
رکوع عربی ۷ انا لننصر رسلنا مع ترجمہ اردو ۲۱۲
تفسیر آیۃ ۷ انا لننصر ۲۱۳
رد وہابی در سوال امام حسین کو حضور علیہ السلام نے کیوں نہ بچایا ۲۱۵
تفسیر ولھم اللعنۃ الخ اور جہنم کا تعارف ۲۱۶
صحابہ کی آرزو کہ حضور صلی اللہ علیہ السلام کہاں ملیں ۲۱۷
حکایت وہابی کش ۲۱۸
تفسیر ولقد اٰتینا موسیٰ (الآیۃ) ۲۱۸
ہُدیٰ و ذکریٰ کا فرق ۲۱۹
فلسفۂ قلب اور عبادۃ الٰہی کی ترتیب و تدبیر ۲۲۱
اعمال صالحہ کی برکت ۲۲۲
تفسیر ان الذین یجادلون ۲۲۳
دجال کا تعارف اور علامات قیامت ۲۲۴
مکہ و شان مدینہ کا اور موسیٰ علیہ السلام ۲۲۵
تفسیر لخلق السمٰوٰت (الآیۃ) ۲۲۷
بلصراط پر سات موقف (الآیۃ) ۲۲۹

حکایت حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ ۲۳۱
تفسیر وقال ربکم ادعونی (الآیۃ) ۲۳۲
سر دعا مستجاب اور رد فرقہ معطلہ ومشبہ ۲۳۳
فرقہ مشبہ کی نشانی ۲۳۴
دعا بیس خصلتوں کا مجموعہ ۲۳۵
وسیلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲۳۶
عربی عبارت رکوع اللہ الذی جعل لکم الخ مع ترجمہ اردو ۲۳۸
تفسیر اللہ الذی جعل لکم الخ ۲۳۹
طبی اصول ۲۳۹
سکون الناس فی اللیل کے اقسام ۲۴۰
تفسیر اللہ الذی جعل لکم (الآیۃ) ۲۴۴
تفسیر ذلکم اللہ ربکم (الآیۃ) ۲۴۷
تفسیر قل انی نہیت (الآیۃ) ۲۴۹
والدین کریمین کی نجات کی تحقیق حاشیہ ۲۴۹
حضرت عبد اللہ والد گرامی زندہ کا واقعہ حاشیہ ۲۴۹
واقعہ مذکورہ کے متعلق اختلافات ۲۵۰ تا ۲۵۳
تفسیر و امرت ان اسلم لرب العلمین ۲۵۴
حکایت منصور حلاج رحمہ اللہ ۲۵۶
تفسیر ھو الذی خلقکم (الآیۃ) ۲۵۷

رکوع عربی الم تر الی الذین الخ مع ترجمہ ۲۶۳
تفسیر الم تر الی الذین (الآیۃ) ۲۶۴
دوزخ کا گرم پانی ۲۶۶
مجرم مومن بیکس دس باتوں سے نجات ۲۶۷
تفسیر ثم قیل لہم (الآیۃ) ۲۶۸
ذلکم بما تفرحون کی تفسیر ۲۶۹
گھاس اور درخت اور نے کا مناظرہ ۲۷۱
تکبر اور اس کا انجام بد ۲۷۱
فاصبر ان وعد اللہ حق (الآیۃ) کی تفسیر ۲۷۲
تفسیر ولقد ارسلنا رسلا (الآیۃ) ۲۷۴
رد مرزائی اور بعض انبیاء کے اسماء ۲۷۷
لقمان و ذوالقرنین اور خضر کے متعلق اختلاف و فیصلہ
قرآن میں انبیاء علیہم السلام کے اسماء ۲۷۸
پانچ عبرانی اور پانچ عربی انبیاء علیہم السلام ۲۷۹
ازالہ وہم مرزائی اور رد مرزائیت ۲۸۱
وما کان لرسول (الآیۃ) کی تفسیر ۲۸۳
رکوع عربی اللہ الذی جعل لکم مع ترجمہ اردو ۲۸۴
تفسیر آیۃ اللہ الذی جعل لکم ۲۸۵

تفسیر ویریکم آیاتہ الخ ۲۸۷
غوث اعظم کا مرید اولیاء کے عشاق واعداء اور منکرین اولیاء کا رد ۲۸۸
تفسیر افلم یسیروا (الآیۃ) ۲۸۹
تفسیر فما اغنی عنہم (الآیۃ) ۲۹۰
تفسیر فلما راوا (الآیۃ) ۲۹۴
توبہ کا معنی ۲۹۹
رد مذہب مالکی اور ازالہ وہم ۳۰۰
سورۃ حٰم السجدہ کا رکوع اول مع ترجمہ ۳۰۲
تفسیر حٰم ۳۰۳
حٰم کے معانی ۳۰۴
قرآن میں عجمی کلمات کی مثالیں ۳۰۶
تفسیر وقالوا قلوبنا فی اکنۃ الآیۃ ۳۰۸
تفسیر ومن بیننا وبینک حجاب ۳۰۹
تفسیر قل انما انا بشر مثلکم (الآیۃ) ۳۱۰
شاہی ٹھاٹھ شان وشوکت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ۳۱۱
تفسیر ان الذین امنوا الخ (الآیۃ) ۳۱۵
رکوع عربی قل ائنکم لتکفرون مع ترجمہ ۳۱۷
تفسیر آیت قل ائنکم لتکفرون ۳۱۹
عجائبات زمین کے واقعات ۳۲۱
پہاڑوں کی گنتی اور ابو قبیس پہاڑ کی تاثیر ۳۲۲

Scanned with CamScanner

انبیاء علیہم السلام کی کرسیاں ملاکو خان، اقسام و خواص اولیاء ۳۲۳
امام شافعی اور تاریخیں سے پہلے رد اور حاشیہ ۳۲۸
تفسیر وجعل فیہا رواسی (الآیہ) ۳۲۹
تفسیر فقال لہا وللارض ائتیا الخ ۳۳۲
کعبے ادب سے عزت پائی اور حضور کعبہ کعبہ ۳۳۴
نور کا خمیر اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ۳۳۵
اولیاء و انبیاء کی فضیلت حضور علیہ السلام خدا تعالیٰ کے مطمح نظر کرم ۳۳۵
فقضٰھن سبع سمٰوٰت (الآیہ) ۳۳۶
تفسیر واوحی فی کل سماء الخ ۳۳۷
ہفت روزہ پروگرام ۳۳۹
فضائل جمعہ ۳۴۰
تعلیمی تعطیل کی تفصیل اور بڑھ کے فضائل ۳۴۲
جمعہ کا پروگرام اور فضائل ۳۴۳
جمعے کے دن درود شریف پڑھنے کی تاکید ۳۴۴
تفسیر فان اعرضوا (الآیہ) ۳۴۵
حکایت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بہ عتبہ ۳۴۷
واما ثمود فھدینٰھم (الآیہ) ۳۵۳
رکوع عربی ویوم یحشر اعداء اللہ مع ترجمہ ۳۵۸
تفسیر ویوم یحشر اعداء اللہ ۳۵۹
حضور علیہ السلام کیوں ہنسے ۳۶۱
ہر دن ہمارا گواہ ۳۶۳
تفسیر وما کنتم تستترون ان یشھد ۳۶۴
تفسیر فان یصبروا (الآیہ) ۳۶۶
تفسیر وحق علیہم القول (الآیہ) ۳۶۹
صحبت صالح اور نفس دشمنی ۳۷۰
رکوع وقال الذین کفروا الخ مع ترجمہ ۳۷۱
تفسیر فلنذیقن الذین کفروا ۳۷۳
تفسیر ان الذین قالوا ربنا اللہ الخ ۳۷۶
تفسیر تتنزل علیہم الملائکۃ الخ ۳۷۹
تفسیر نحن اولیاؤکم الخ ۳۸۱
تفسیر ولکم فیہا ما تشتہی (الآیہ) ۳۸۲
رکوع عربی ومن احسن قولاً الخ مع ترجمہ ۳۸۴
تفسیر آیہ ومن احسن قولاً الخ ۳۸۶
مراتب دعوت ۳۸۷
علماء کے اقسام ۳۸۸
فضیلت حضرت بلال رضی اللہ عنہ ۳۸۹
فضائل اذان ۳۹۰
عالم و دنیا میں تکبیر و تسبیح کا آغاز اور اسلام میں بھی ۳۹۱
حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا شین سین ۳۹۵
مسائل اذان ۳۹۳
اذان سن کر نبی علیہ السلام کا نام سن کر انگوٹھے چومنا ثبوت ۳۹۴
بدعا اذان اور اذان کے وقت صلوٰۃ وسلام کا ثبوت ۳۹۶
تفسیر لا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ ۳۹۷
تفسیر واما ینزغنک (الآیہ) ۴۰۰
انبیاء اولیاء کے فضائل ۴۰۱
ازالۂ وہم و قاعدہ اہم اور اجماع امت نبوی قرین و شیطان کا ۴۰۲
سورج پرستی کا عذاب اور تفسیر آیہ فان استکبروا ۴۰۷
فرشتہ عجوبہ روزگار ۴۰۸
تفسیر ومن آیاتہ انک (الآیہ) ۴۰۹
حکایت حاتم اصم رحمۃ اللہ ۴۱۱
تفسیر ان الذین یلحدون (الآیہ) ۴۱۲
اولیاء کرام کے علوم ۴۱۳
تفسیر ان الذین کفروا بالذکر ۴۱۴
فضیلت قرآن ۴۱۸
قاری قرآن کے والدین اور تفسیر آیہ ما یقال لک الخ ۴۱۹
قل ھو للذین آمنوا ھدی الخ ۴۲۳
رکوع عربی پچھلے ولقد آتینا الخ مع ترجمہ ۴۲۴
تفسیر ولقد آتینا موسی الکتاب الخ ۴۲۵
کرامت لاحابشون اور عمر بن عبدالعزیز ۴۲۷

تمت الفہرست ۳۴

Scanned with CamScanner